توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

تشریحات کے ساتھ

از

مفتی محمد تقی عثمانی

مکتبہ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)
Karachi - Pakistan

بسم الله الرحمن الرحيم

هو الله جل جلاله	الذى لا اله جل جلاله	الا هو جل جلاله	الرحمن جل جلاله	الرحيم جل جلاله	الملك جل جلاله
القدوس جل جلاله	السلام جل جلاله	المؤمن جل جلاله	المهيمن جل جلاله	العزيز جل جلاله	الجبار جل جلاله
المتكبر جل جلاله	الخالق جل جلاله	البارى جل جلاله	المصور جل جلاله	الغفار جل جلاله	القهار جل جلاله
الوهاب جل جلاله	الرزاق جل جلاله	الفتاح جل جلاله	العليم جل جلاله	القابض جل جلاله	الباسط جل جلاله
الخافض جل جلاله	الرافع جل جلاله	المعز جل جلاله	المذل جل جلاله	السميع جل جلاله	البصير جل جلاله
الحكم جل جلاله	العدل جل جلاله	اللطيف جل جلاله	الخبير جل جلاله	الحليم جل جلاله	العظيم جل جلاله
الغفور جل جلاله	الشكور جل جلاله	العلى جل جلاله	الكبير جل جلاله	الحفيظ جل جلاله	المقيت جل جلاله
الحسيب جل جلاله	الجليل جل جلاله	الكريم جل جلاله	الرقيب جل جلاله	المجيب جل جلاله	الواسع جل جلاله

الحكيم جل جلاله	الودود جل جلاله	المجيد جل جلاله	الباعث جل جلاله	الشهيد جل جلاله	الحق جل جلاله
الوكيل جل جلاله	القوي جل جلاله	المتين جل جلاله	الولي جل جلاله	الحميد جل جلاله	المحصي جل جلاله
المبدئ جل جلاله	المعيد جل جلاله	المحيي جل جلاله	المميت جل جلاله	الحي جل جلاله	القيوم جل جلاله
الواجد جل جلاله	الماجد جل جلاله	الواحد جل جلاله	الاحد جل جلاله	الصمد جل جلاله	القادر جل جلاله
المقتدر جل جلاله	المقدم جل جلاله	المؤخر جل جلاله	الأول جل جلاله	الآخر جل جلاله	الظاهر جل جلاله
الباطن جل جلاله	الوالي جل جلاله	المتعالي جل جلاله	البر جل جلاله	التواب جل جلاله	المنتقم جل جلاله
العفو جل جلاله	الرؤف جل جلاله	مالك الملك جل جلاله	ذو الجلال والاكرام جل جلاله	المقسط جل جلاله	الجامع جل جلاله
الغني جل جلاله	المغني جل جلاله	المانع جل جلاله	الضار جل جلاله	النافع جل جلاله	النور جل جلاله
الهادي جل جلاله	البديع جل جلاله	الباقي جل جلاله	الوارث جل جلاله	الرشيد جل جلاله	الصبور جل جلاله

توضیح القرآن

آسان ترجمۂ قرآن

تشریحات کے ساتھ

از

مفتی محمد تقی عثمانی

مکتبہ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)
Karachi - Pakistan

ISBN 978-969-9306-06-8

عرضِ ناشر: الحمد للہ اگرچہ مکتبۂ معارف القرآن کراچی نے "آسان ترجمۂ قرآن" کی تصحیح وطباعت میں ہر ممکن احتیاط سے کام لیا ہے، لیکن کبھی کبھی کتابت، طباعت اور جلد سازی میں سہواً غلطی ہو جاتی ہے۔ اگر کسی صاحب کو ایسی کسی غلطی کا علم ہو تو براہ کرم مطلع فرما کر ممنون فرمائیں۔

باہتمام

ڈاکٹر مفتی محمد حسان اشرف عثمانی

طبع جدید : شعبان ۱۴۴۶ھ - فروری ۲۰۲۵ء

ناشر : مکتبۂ معارف القرآن کراچی

فون : 92-21-35123130
35031565
0312-2592838

ای میل : info@mmqpk.com
mm.q@live.com

ویب سائٹ : www.mmqpk.com
www.maktabamaarifulquran.com

مکتبۂ معارف القرآن کراچی
(Quranic Studies Publishers)
maktabamaarifulquran.com
احاطہ جامعہ دارالعلوم کراچی، کورنگی انڈسٹریل ایریا، کراچی، پاکستان - 75180

ملنے کے پتے

- مکتبہ دار العلوم، کراچی
- دار الاشاعت، کراچی
- بیت القرآن، کراچی
- مکتبۃ القرآن، کراچی
- بیت المعارف بنوری ٹاؤن، کراچی
- ادارۂ اسلامیات، کراچی / لاہور
- مکتبہ عمر فاروق، کراچی
- فخر الدین کانچ والا، کراچی
- مکتبہ اصلاح و تبلیغ، حیدرآباد
- ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان
- مکتبہ رحمانیہ، لاہور
- بیت العلم، پشاور
- مکتبہ سید احمد شہید، لاہور
- الفلاح پبلیشرز، لاہور
- مکتبہ بشیر پشاور
- اسلامی کتاب گھر، فیصل آباد
- مکتبہ اسلامیہ، فیصل آباد
- مکتبہ صفدریہ، راولپنڈی
- اسلامی کتاب گھر، راولپنڈی
- مکتبہ عثمانیہ، راولپنڈی
- دار السلام، اسلام آباد
- مکتبہ رشیدیہ، راولپنڈی
- مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ
- دار الاخلاص، پشاور
- مکتبہ احیاء العلوم، کرک
- مکتبہ عباسیہ، تیمرگرہ
- مکتبہ احرار، مردان
- قرآن مجید محل، راولپنڈی

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه

ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا

من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادي له

ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له

ونشهد أن سيدنا ومولانا محمدا عبده ورسوله

صلى الله تعالى عليه وعلى آله وأصحابه أجمعين

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام علىٰ سيّدنا ومولانا محمد خاتم النبيين، وعلىٰ آله وأصحابه أجمعين، وعلىٰ من تبعهم بإحسان إلىٰ يوم الدين۔

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کا شکر کس زبان سے ادا کروں کہ اُس نے محض اپنے فضل وکرم سے اس ناکارہ بندے کو اپنے کلامِ مجید کے اس ترجمے اور تشریح کی توفیق عطا فرمائی جو اس وقت آپ کے سامنے ہے۔

آج سے چند سال پہلے تک میرا خیال یہ تھا کہ اُردو میں مستند علمائے کرام کے اتنے ترجمے موجود ہیں کہ ان کے بعد کسی نئے ترجمے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ جب کچھ حضرات مجھ سے قرآنِ کریم کا ترجمہ کرنے کی فرمائش کرتے تو اس خدمت کو عظیم سعادت سمجھنے کے باوجود اوّل تو اپنی نااہلی کا احساس آڑے آتا، اور دُوسرے کسی نئے ترجمے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوتی تھی۔

لیکن پھر مختلف اَطراف سے احباب نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ اُردو کے جو مستند ترجمے اس وقت موجود ہیں، وہ عام مسلمانوں کی سمجھ سے بالاتر ہوگئے ہیں، اور ایسے آسان ترجمے کی واقعی ضرورت ہے جو معمولی پڑھے لکھے افراد کی سمجھ میں بھی آسکے۔ یہ مطالبہ اتنی کثرت سے ہوا کہ موجودہ ترجموں کا باقاعدہ جائزہ لینے کے بعد مجھے بھی اس مطالبے میں وزن نظر آنے لگا، اور جب میرا انگریزی ترجمہ مکمل ہوکر شائع ہوا تو یہ مطالبہ اور زیادہ زور پکڑ گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے نام پر میں نے ترجمہ شروع کیا، لیکن ساتھ ہی مجھے یہ خیال تھا کہ عام مسلمانوں کو قرآنِ کریم کا مطلب سمجھنے کے لئے ترجمے کے ساتھ مختصر تشریحات کی بھی ضرورت ہوگی، اس خیال کے پیشِ نظر میں نے ترجمے کے ساتھ مختصر تشریحی حواشی بھی لکھنے کا اہتمام کیا۔

قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب ہے جو بذاتِ خود ایک عظیم معجزہ ہے، اس لئے اُس کا ٹھیک ٹھیک ترجمہ جو قرآنِ کریم کی بلاغت اور اس کے بے مثال اُسلوب اور تأثیر کو کسی دُوسری زبان میں منتقل کردے، بالکل ناممکن ہے۔

لیکن اپنی بساط کی حد تک بندہ نے یہ کوشش کی ہے کہ قرآنِ کریم کا مطلب آسان، بامحاورہ اور رواں انداز میں واضح ہوجائے۔ یہ ترجمہ بالکل لفظی ترجمہ بھی نہیں ہے، اور اتنا آزاد بھی نہیں ہے جو قرآنِ کریم کے الفاظ سے دُور چلا جائے۔ وضاحت کو پیشِ نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ حتی الوسع قرآنِ کریم کے الفاظ سے بھی قریب رہنے کی کوشش کی گئی ہے، اور جہاں قرآنِ کریم کے الفاظ میں ایک سے زیادہ تفسیروں کا احتمال ہے، وہاں یہ کوشش بھی کی گئی ہے کہ ترجمے کے الفاظ میں بھی وہ احتمالات باقی رہیں۔ اور جہاں ایسا ممکن نہ ہوسکا، وہاں سلف کے مطابق جو تفسیر زیادہ راجح معلوم ہوئی، اُس کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

تشریحی حواشی میں صرف اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ ترجمہ پڑھنے والے کو جہاں مطلب سمجھنے میں کچھ دُشواری ہو، وہاں وہ حاشیہ کی تشریح سے مدد لے سکے، لمبے تفسیری مباحث اور علمی تحقیقات کو نہیں چھیڑا گیا، کیونکہ اس کے لئے بفضلہٖ تعالیٰ مفصل تفسیریں موجود ہیں۔ البتہ ان مختصر حواشی میں چھنی چھنائی بات عرض کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو بہت سی کتابوں کے مطالعے کے بعد حاصل ہوئی ہے۔

اس خدمت کا بہت سا حصہ بلکہ شاید زیادہ حصہ میرے مختلف سفروں کے درمیان انجام پایا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کمپیوٹر میں تمام ضروری کتابوں کا ذخیرہ میرے ساتھ تھا، اس لئے ضروری کتابوں کی مراجعت میں کوئی دُشواری پیش نہیں آئی۔

قرآنِ کریم کی یہ ناچیز خدمت اس احساس کے ساتھ پیش کررہا ہوں کہ اس بے مثال کلام کی خدمت کے لئے جس علم اور تقویٰ کی ضرورت ہے، میں اُس سے تہی دامن ہوں۔ لیکن جس مالکِ کریم کا یہ کلام ہے، وہ جس ذرّۂ بے مقدار سے جو کام لینا چاہے، لے لیتا ہے۔ لہٰذا اگر اس خدمت میں کوئی بات اچھی اور دُرست ہے تو وہ صرف اُسی کی توفیق سے ہے، اور اگر کوئی کوتاہی ہے تو وہ میری نااہلی کی وجہ سے ہے۔ اُسی مالکِ کریم کی بارگاہ میں یہ اِلتجا ہے کہ وہ اس خدمت کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرماکر اُسے مسلمانوں کے لئے مفید بنادے، اور اس ناکارہ کے لئے آخرت کا ذخیرہ، وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

بندہ
محمد تقی عثمانی عفی عنہ
۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ
دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

قرآنِ کریم سمجھ کر پڑھنے کی ضرورت و اہمیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اگر آپ کا مشفق اور محبوب باپ کسی دوسرے ملک سے آپ کو ایک خط لکھے اور وہ آپ کو وصول ہوجائے، اور آپ کو اپنے باپ سے محبت بھی ہو، اور یہ بھی جانتے ہوں کہ اس نے آپ کو اس خط میں کچھ عظیم ہدایتیں دی ہیں تو آپ کو اس وقت تک چین نہیں آئے گا جب تک وہ خط کھول کر اسے پڑھ اور سمجھ نہ لیں، اگر بالفرض باپ نے وہ خط اردو کے بجائے کسی اور زبان میں لکھا ہو جو آپ نہیں جانتے، تب بھی آپ جلد از جلد اس کا ترجمہ کروا کر اسے پڑھنے اور سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ اسے لفافے میں پڑا رہنے دیں اور ساری زندگی اسے سمجھنے کی کوئی کوشش نہ کریں۔

اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور حکمت پر ایمان ہے اور اس پر کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کا ایک پیغام آیا ہے جس میں بار بار اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ اس پر اچھی طرح غور وفکر کرکے اسے سمجھو، اور آپ اس پیغام کو الماری میں رکھ کر بس اس کی زیارت کیا کریں اور زندگی بھر کبھی یہ خیال نہ آئے کہ یہ میری دنیا اور آخرت کی بھلائی کا ایک دستورُ العمل ہے جو میرے مالک وخالق نے میرے لیے بھیجا ہے، اس لیے مجھے اسے سمجھ کر غور سے پڑھنے کی ضرورت ہے، تو اس پیغام کی اس سے بڑھ کر نا قدری اور بے وقوفی کیا ہوگی؟

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے سب سے سچے اور امانت دار پیغمبر کے ذریعے ہمیں قرآنِ کریم عطا فرمایا جس میں ہماری دنیا و آخرت کی صلاح وفلاح کا وہ سامان موجود ہے جو کسی اور کتاب سے حاصل نہیں ہوسکتا، لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں کی اکثریت کا عالم یہ ہے کہ وہ اسے ایک مقدّس چیز کی طرح الماریوں میں سجائے بیٹھی ہے۔ بہت سوں کو تو اس کی تلاوت کی بھی توفیق نہیں ہوتی، اسے صحیح طریقے سے پڑھنا بھی نہیں آتا، یا اگر کسی کو تلاوت کرنے کی توفیق ہو بھی جاتی ہے تو زندگی بھر اسے سمجھنے اور اس پر

عمل کرنے کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ اور مرتے دم تک یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس میں کیا ہدایات دی گئی ہیں؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کے صرف الفاظ کی تلاوت بھی ایک عظیم سعادت اور ثواب کا ذریعہ ہے، لیکن یہ قرآنِ کریم جیسی عظیم کتاب سے فائدہ اٹھانے کا صرف پہلا مرحلہ ہے۔ ایک مسلمان کو اس کے بعد اصل فکر یہ ہونی چاہیے کہ وہ اس کو سمجھے اور اس پر غور کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے، اور اس میں دی ہوئی ہدایات کو اپنی زندگی میں اپنائے، لیکن اس معاملے میں ہماری غفلت انتہائی حماقت تک پہنچی ہوئی ہے کہ ہم زندگی بھر قرآنِ کریم کے اس حق کی ادائیگی سے اپنے آپ کو محروم رکھتے ہیں، اس کا انتہائی خطرناک نتیجہ وہ ہے جو خود قرآنِ کریم نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن نبیِ کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی قوم کی یہ شکایت فرمائیں گے کہ:

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (1)

اے میرے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ کر رکھ دیا تھا۔

اندازہ لگائیے کہ اگر حضور سرورِ دو عالم ﷺ جن کی شفاعت ہر مسلمان کا آخری سہارا ہے وہ قیامت کے دن ہماری شفاعت اور سفارش کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ سے ہماری شکایت فرمائیں تو ہمارا کہاں ٹھکانہ ہوگا! لہٰذا اگر آخرت میں نبیِ کریم ﷺ کی اس شکایت سے بچ کر آپ ﷺ کی شفاعت حاصل کرنی ہے تو ہمیں قرآنِ کریم کے تمام حقوق ادا کرنے کی فوراً فکر کرنی چاہیے اور اپنے دن رات میں کچھ وقت مقرّر کر کے قرآنِ کریم کے حقوق ادا کرنے کو اپنا سب سے پہلا فریضہ سمجھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں پر قرآنِ کریم کے بنیادی طور پر تین حقوق عائد کیے گئے ہیں:

① قرآنِ کریم کا پہلا حق یہ ہے کہ اس کی صحیح طریقے سے تجوید کے ساتھ تلاوت کی جائے۔

② قرآنِ کریم کا دوسرا حق یہ ہے کہ اسے سمجھنے کی کوشش کی جائے اور اس کے معنیٰ اور مفہوم کو اپنے دل میں اتارا جائے۔

③ قرآنِ کریم کا تیسرا حق یہ ہے کہ اس کی تعلیمات اور ہدایات پر دل و جان سے عمل کیا

(1) سورۃ الفرقان (۲۵): آیت ۳۰

جائے اور اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔

موجودہ دور میں ہم اجتماعی طور پر جن مسائل اور پریشانیوں سے دوچار ہیں، ان کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ ہم قرآنِ کریم کے حقوق کی ادائیگی سے غافل اور اس کی تعلیمات سے دور ہیں اور اس کی وجہ سے ہم مختلف آزمائشوں کا شکار ہیں۔ایک حدیث میں نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تبارک و تعالیٰ اس کتاب (یعنی قرآنِ کریم) کے ذریعے کچھ قوموں کو عروج عطا فرماتا ہے۔اور کچھ قوموں کو (قرآن سے دوری اختیار کرنے کی وجہ سے) ذلیل و رسوا کردیتا ہے۔''(۱)

آج قرآنِ کریم کے حقوق سے غفلت کا عالم یہ ہے کہ صرف کسی درجے میں قرآنِ کریم کی تلاوت کرکے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ ہم نے قرآنِ کریم کا حق ادا کردیا، حالانکہ تلاوت کے علاوہ قرآنِ کریم کو سمجھ کے پڑھنا، اس کے معنیٰ ومفہوم سے آگاہی حاصل کرنا،اس کے حلال وحرام کا علم حاصل کرنا، اس پر غور وفکر کرکے اپنی زندگی کو اس کی تعلیمات کے مطابق بنانا، اور اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچانا، یہ سب بھی قرآنِ کریم کے اہم ترین حقوق اور قرآنِ کریم کے نازل کرنے کے بنیادی مقاصد ہیں، اگر ان سے منہ موڑا جائے تو قرآنِ کریم کی حق تلفی لازم آتی ہے۔

قرآنِ کریم ہدایت کی ایسی کتاب ہے جو انسانی زندگی کے ہر ہر پہلو سے متعلق بہترین رہنمائی فراہم کرتی ہے، اور اس سے فائدہ اسی وقت اٹھایا جاسکتا ہے جب اس پر مستقل طور پر غور وفکر کرکے اسے سمجھا جائے اور عملی زندگی میں اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوکر اپنے لیے ہمیشہ ہمیشہ کی سعادتوں کا سامان مہیا کیا جائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم کے بالکل شروع میں فرمادیا کہ:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲ (۲)

یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور یہ متقیوں کیلئے ہدایت ہے۔

---

(۱) صحیح مسلم (۵۵۹/۱) (۸۱۷)

(۲) سورۃ البقرۃ (۲): آیت ۲

گویا اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے اور آخرت کی تیاری کے لیے قرآنِ کریم کی شکل میں ہدایت نامہ دے دیا ہے، اب اگر ہم اس ہدایت نامے کو سمجھیں گے نہیں تو مطلوبہ ہدایت ہمیں کیسے مل سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

كِتٰبٌ أَنْزَلْنٰهُ إِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْآ اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ (۱)

(اے پیغمبر!) یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے تم پر اس لیے اتاری ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں اور تاکہ عقل رکھنے والے نصیحت حاصل کریں۔

سورۂ ص کی اس سے پہلے والی آیات میں بتایا گیا ہے کہ آخرت میں ہر انسان کے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف ہی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ انسانوں کو پہلے سے متنبہ کرنے کے لیے کوئی ہدایت نامہ عطا فرمائیں، تاکہ لوگ اس پر عمل کر کے حساب و کتاب کی آزمائش میں کامیاب ہوسکیں۔ اس کے لیے قرآنِ کریم کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے یہ مبارک کتاب نازل فرمائی ہے۔ نیز اس آیتِ مبارکہ میں قرآنِ کریم نازل کرنے کا مقصد ہی اس میں غور و فکر کرتے ہوئے اس سے نصیحت حاصل کرنا بتایا گیا ہے۔ اسی طرح سورۂ نحل میں باری تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَأَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (۲)

اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لیے نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے ان باتوں کی واضح تشریح کردو جو ان کے لیے اتاری گئی ہیں اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔

اس کے علاوہ بھی متعدد آیات میں قرآنِ کریم میں غور و فکر کرنے اور اسے سمجھنے کی دعوت دی گئی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

- كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ (۳)

(۱) سورۃ ص (۳۸): آیت ۲۹

(۲) سورۃ النحل (۱۶): آیت ۴۴

(۳) سورۃ البقرۃ (۲): آیت ۲۱۹

اللہ اسی طرح اپنے احکام تمہارے لیے صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ تم غور وفکر سے کام لو۔

- إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ (۱)

ہم نے اس کو ایسا قرآن بنا کر اتارا ہے جو عربی زبان میں ہے، تاکہ تم سمجھ سکو۔

- إِنَّا جَعَلْنَٰهُ قُرْءَٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝ (۲)

ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے، تاکہ تم سمجھو۔

قرآنِ کریم کو سمجھ کر پڑھنا نہ صرف یہ کہ قرآن کا حق ہے بلکہ بہت زیادہ اجر وثواب کا باعث بھی ہے، جبکہ اس کے برخلاف اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ایسے لوگوں کو تنبیہ کی ہے جو قرآنِ مجید میں تدبر اور غور وفکر سے کام نہیں لیتے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا (۳)

کیا بھلا یہ لوگ قرآنِ مجید پر غور وفکر نہیں کرتے یا دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں جو دلوں پر پڑا کرتے ہیں؟

اسی طرح سورۃُ النساء کی آیت میں بھی أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ (۴) یعنی "کیا یہ لوگ قرآن میں غور وفکر سے کام نہیں لیتے؟" کہہ کر تمام انسانوں سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کے مطالب ومعانی پر غور وفکر کریں اور اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ علّامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآنِ کریم میں غور وفکر کرنے اور اسے سمجھنے کا حکم دیا ہے اور اس کے بلاغت سے بھرپور الفاظ اور مضبوط و

(۱) سورۃ یوسف (۱۲): آیت ۲
(۲) سورۃ الزخرف (۴۳): آیت ۳
(۳) سورۃ محمد (۴۷): آیت ۲۴
(۴) سورۃ النساء (۴): آیت ۸۲

مستحکم معانی کو نہ سمجھنے اور اس سے اعراض کرنے یا بے اعتنائی برتنے سے منع فرمایا ہے۔''(۱)

نیز انہوں نے سورۃ الفرقان کی آیت نمبر ۳۰(۲) کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

''قرآنِ کریم میں غور وفکر نہ کرنا اور اسے سمجھنے کی طرف توجہ نہ کرنا، یہ بھی قرآنِ کریم کو چھوڑ دینے جیسا ہے۔''(اور اس پر بھی قیامت کے دن نبیِ کریم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارگاہِ خداوندی میں اپنی قوم کی شکایت کریں گے۔)(۳)

اسی طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآنِ کریم کو ترتیل (یعنی خوب صاف صاف اور ایک ایک حرف الگ کرکے) کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیتے ہوئے ارشادفرمایا:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (۴)

اور قرآن کی تلاوت اطمینان سے صاف صاف کیا کرو۔

اس میں لفظِ ''ترتیل'' سے جہاں تلاوتِ قرآن میں جلدی نہ کرنا اور سہولت و اطمینان کے ساتھ پڑھنا مراد ہے، وہیں یہ بھی مقصود ہے کہ قرآنِ کریم کے معانی میں بھی غور وفکر اور تدبر کیا جائے۔(۵)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا کہ آج رات میں نے مُفصّل (۶) (کی تمام سورتیں) ایک رکعت میں پڑھی ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''(تم نے قرآن اس طرح جلدی جلدی پڑھ لیا جس طرح شعر پڑھا جاتا ہے، بے شک کچھ لوگ قرآن پڑھتے ہیں مگر قرآن اُن کے گلے سے نیچے نہیں اترتا۔ (یاد رکھو!) جب

---

(۵)تفسیر ابن کثیر (۳٦٤/۲)

(۱)﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ [الفرقان:۳۰]

(۲)تفسیر ابن کثیر (۱۰۸/٦)

(۳)سورۃ المزمل (۷۳): آیت ۴

(۴)تفسیر القرطبي (۳۷/۱۹)

(۵)سورہ قٓ سے آخر تک تمام سورتیں

قرآن مجید دل و دماغ میں سما جائے تو تب ہی وہ نفع دیتا ہے۔"(۱)

اس حدیث کے ذیل میں علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"قرآنِ کریم سے مطلوب و مقصود یہ ہے کہ اسے سمجھا جائے اور اس پر غور و فکر کیا جائے تاکہ وہ اچھی طرح دل میں اتر جائے۔"(۲)

اسی لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ معمول تھا کہ وہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دس آیتیں سیکھتے تو جب تک ان آیتوں کا مطلب نہ سمجھ لیتے اور ان سے متعلق علمی اور عملی باتوں کا احاطہ نہ کر لیتے، اس وقت تک آگے نہ بڑھتے تھے۔(۳)

غرض ان آیاتِ کریمہ، احادیثِ مبارکہ اور مفسرین کے اقوال کی روشنی میں یہ بات واضح ہے کہ قرآنِ کریم سمجھ کر پڑھنا اور اس پر غور و فکر کرنا، اس کا بنیادی حق ہے، اور قرآن پر غور و فکر نہ کرنا اور اس کو سمجھ کر نہ پڑھنا گویا قرآن سے دور رہنے اور اسے چھوڑ دینے کے مترادف ہے۔

شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمہ اللہ نے بھی مسلمانوں کی تباہی و بربادی کا بنیادی سبب قرآنِ کریم سے دوری کو قرار دیا اور اس کا حل بھی یہی تجویز فرمایا کہ قرآنِ کریم کی تعلیم کو عام کیا جائے، چنانچہ مالٹا کی چار سالہ جیل سے رہائی پاکر جب آپ واپس تشریف لائے تو علماء کے ایک مجمع کے سامنے گفتگو کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

"میں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے؛ ۱- ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا۔ ۲- دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ اس لیے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآنِ کریم کو لفظاً [یعنی پڑھنے کے اعتبار سے] اور معناً [یعنی سمجھنے کے اعتبار سے] عام کیا جائے۔ بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی میں قائم کیے جائیں، اور

---

(۱) صحیح مسلم (۱/۵٦۳) (۸۲۲)

(۲) شرح النووي على المسلم (٦/۱۰۵)

(۳) الاتقان فی علوم القرآن (٤/۲۰۲)

بڑوں کو عوامی درسِ قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔"(۱)

آج اگر قرآنِ کریم کے پیغام کو سمجھ کر اس پر عمل کرلیا جائے تو ہمارے سارے معاشی و معاشرتی، سماجی و خاندانی اور سیاسی مسائل حل ہوجائیں اور پورا معاشرہ امن وسکون کی تصویر بن جائے۔ قرآنِ کریم میں جس طرح توحید و رسالت، فکرِ آخرت، تقویٰ و توکّل اور اعلیٰ اخلاق کے مضامین بیان کیے گئے ہیں اور جس طرح معاشرے کی اصلاح اور باہمی تعلقات کی بہتری کے حوالے سے عمدہ اصول بتائے گئے ہیں، اگر کوئی بھی مرد یا عورت ان پر عمل کرلے تو دنیا میں بھی "حیاتِ طیبہ" یعنی پاکیزہ اور خوشگوار زندگی نصیب ہوگی اور آخرت میں بھی ان شاء اللہ کامیابی و کامرانی اس کا مقدّر ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کو "نصیحت"، "دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا" اور "اہلِ ایمان کے لیے ہدایت و رحمت کا سامان" قرار دیا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاۗءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ڏ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۷ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝۵۸ (۲)

لوگو! تمہارے پاس ایک ایسی چیز آئی ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک نصیحت ہے، اور دلوں کی بیماریوں کے لیے شفا ہے، اور ایمان والوں کے لیے ہدایت اور رحمت کا سامان ہے۔ (اے پیغمبر!) کہو کہ: یہ سب کچھ اللہ کے فضل اور رحمت سے ہوا ہے، لہٰذا اسی پر تو انہیں خوش ہونا چاہیے، یہ اس تمام دولت سے کہیں بہتر ہے جسے یہ جمع کر کر کے رکھتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں بندہ کے والدِ ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ "معارف

(۲) وحدتِ امت، ص ۵۸، مصنف مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ

(۱) سورۃ یونس (۱۰): آیت ۵۷ تا ۵۸

القرآن'' میں لکھتے ہیں:

''مَّوۡعِظَةٌ'' اور وعظ کے اصل معنی ایسی چیزوں کا بیان کرنا ہے جن کو سن کر انسان کا دل نرم ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے، دنیا کی غفلت کا پردہ چاک ہو، آخرت کی فکر سامنے آ جائے۔ قرآنِ کریم اوّل سے آخر تک اسی موعظۂ حسنہ کا نہایت بلیغ مُبلّغ ہے، اس میں ہر جگہ وعدہ کے ساتھ وعید، ثواب کے ساتھ عذاب، دنیا و آخرت میں فلاح و کامیابی کے ساتھ ناکامی اور گمراہی وغیرہ کا ایسا ملا جلا تذکرہ ہے جس کو سُن کر پتھر بھی پانی ہو جائے، پھر اس پر قرآنِ کریم کا اعجازِ بیان جو دلوں کی کایا پلٹنے میں بے نظیر ہے!''(۱)

قرآنِ کریم کے ان نصیحت آمیز مضامین پر عمل اسی وقت ہوسکتا ہے جب قرآنِ کریم کے پیغام پر غور کیا جائے، اسے سمجھا جائے، قرآنِ کریم سے زندگی کے معاملات میں رہنمائی لی جائے اور اس پر عمل کی نیت سے بار بار سمجھ کر اسے پڑھا جائے۔

قرآنِ کریم اگرچہ نازل تو عربی زبان میں ہوا ہے، لیکن ہر زبان میں اس کے ترجمے اور تفسیریں موجود ہیں۔ علمائے کرام نے قرآنِ کریم کا پیغام ہر عالم وغیر عالم انسان تک پہنچانے کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ انہوں نے ایک ایک آیت کو کھول کھول کر بتایا ہے کہ اس میں کیا مضامین پوشیدہ ہیں اور اس سے ہمیں کیا کیا ہدایتیں مل رہی ہیں، اس لیے ہر مسلمان کو اس پر غور وفکر کر کے اسے سمجھنا چاہیے۔

ویسے تو اصل بات یہی تھی کہ قرآنِ کریم کو سمجھنے کے لیے باقاعدہ وقت نکالا جاتا اور اسے علمائے کرام سے سبقاً سبقاً پڑھا اور سمجھا جاتا، تاکہ قرآنِ کریم کے احکام اور اس کا پیغام پوری طرح واضح ہو سکے، لیکن آجکل کی مصروف زندگی اور معاشی مسائل کی وجہ سے ہر ایک کے لئے اس طرح باقاعدہ وقت نکالنا مشکل ہے، اس لیے عام مسلمانوں کے غور وفکر کا درجہ یہ ہے کہ وہ اپنی زبان میں قرآنِ کریم کا کوئی مستند ترجمہ اور تفسیر پڑھ کر اسے سمجھیں اور اس سے نصیحت حاصل کریں، اور جہاں کوئی شبہ پیش آئے، وہاں اپنی رائے سے فیصلہ کرنے کے بجائے ماہر علماء سے رجوع کریں۔ قرآنِ کریم کو اس طرح سمجھ کر پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت، آخرت کی فکر اور دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوگی، اور یہی ساری کامیابیوں کی کنجی ہے۔ اسی لیے

(۱) معارف القرآن (۴/۶۰۵)

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآنِ کریم میں بار بار اپنے بندوں کو اسی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ (۱)

اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے۔
اب کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟

بندہ کا اردو میں زیرِنظر ''آسان ترجمۂ قرآن'' اور انگریزی میں ''The Noble Quran'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور ان کا مقصد بھی یہی ہے کہ جو لوگ قرآنِ کریم کو سمجھنا چاہتے ہیں اور اس میں غور و فکر کرکے عملی زندگی میں اس سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں انہیں عام فہم انداز میں مختصر تشریح کے ساتھ قرآنِ کریم کا پیغام سمجھا دیا جائے۔ اور جو لوگ مزید تفصیل اور گہرائی کے ساتھ قرآنِ کریم کا پیغام جاننا چاہتے ہیں ان کے لیے الحمدللہ ''آسان تفسیرِ قرآن'' کی صورت میں مفصّل تفسیری سلسلہ جلد وار شائع ہورہا ہے، وہ اس سے بھی فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش و کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور قرآنِ کریم سے ہمارے تعلق کو مزید مضبوط کرنے کا ذریعہ بنائے۔ آمین ے

گر تو می خواہی مسلماں زیستن نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن (اقبال)

''اگر تم مسلمان بن کر زندگی گزارنا چاہتے ہو تو قرآنِ کریم کے بغیر اس مقصد کا حاصل ہونا ممکن نہیں ہے۔''

(۲) سورۃ القمر (۵۴): آیت ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰

فہرست

مقدمہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

وحی اور اُس کی حقیقت

قرآنِ کریم چونکہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے ذریعے نازل کیا گیا ہے، اس لئے سب سے پہلے وحی کے بارے میں چند ضروری باتیں سمجھ لینی چاہئیں۔

وحی کی ضرورت

ہر مسلمان جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دُنیا میں آزمائش کے لئے بھیجا ہے، اور اس کے ذمے کچھ فرائض عائد کرکے پوری کائنات کو اس کی خدمت میں لگادیا ہے، لہٰذا دُنیا میں آنے کے بعد اِنسان کے لئے دو کام ناگزیر ہیں، ایک یہ کہ وہ اس کائنات سے اور اس میں پیدا کی ہوئی اشیاء سے ٹھیک ٹھیک کام لے، اور دُوسرے یہ کہ اس کائنات کو اِستعمال کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اَحکام کو مدِنظر رکھے، اور کوئی ایسی حرکت نہ کرے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو۔

ان دونوں کاموں کے لئے انسان کو ''علم'' کی ضرورت ہے، اس لئے کہ جب تک اُسے یہ معلوم نہ ہو کہ اس کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ اس کی کونسی چیز کے کیا خواص ہیں؟ ان سے کس طرح فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے؟ اس وقت تک وہ دُنیا کی کوئی بھی چیز اپنے فائدے کے لئے استعمال نہیں کرسکتا، نیز جب تک اسے یہ معلوم نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کیا ہے؟ وہ کونسے کاموں کو پسند اور کن کو ناپسند فرماتا ہے؟ اس وقت تک اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا ممکن نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ تین چیزیں ایسی پیدا کی ہیں جن کے ذریعے اسے مذکورہ بالا باتوں کا علم حاصل ہوتا رہے، ایک انسان کے حواس، یعنی آنکھ، کان، منہ اور ہاتھ پاؤں، دُوسرے عقل اور تیسرے وحی۔ چنانچہ انسان کو بہت سی باتیں اپنے حواس کے ذریعے معلوم ہوجاتی ہیں، بہت سی عقل کے ذریعے، اور جو باتیں ان دونوں ذرائع سے معلوم نہیں ہوسکتیں اُن کا علم وحی کے ذریعے عطا کیا جاتا ہے۔

علم کے ان تینوں ذرائع میں ترتیب کچھ ایسی ہے کہ ہر ایک کی ایک خاص حد اور مخصوص دائرۂ کار ہے، جس کے آگے وہ کام نہیں دیتا، چنانچہ جو چیزیں انسان کو اپنے حواس سے معلوم ہوجاتی ہیں، اُن کا علم نری عقل سے نہیں ہوسکتا، مثلاً ایک دیوار کو آنکھ سے دیکھ کر آپ کو یہ علم ہوجاتا ہے کہ اس کا رنگ سفید ہے، لیکن اگر آپ اپنی آنکھوں کو بند کرکے صرف عقل کی مدد سے اس دیوار کا رنگ معلوم کرنا چاہیں تو یہ ناممکن ہے، اسی طرح جن چیزوں کا علم عقل کے ذریعے حاصل ہوتا ہے، وہ صرف حواس سے معلوم نہیں ہوسکتیں، مثلاً آپ صرف آنکھوں سے دیکھ کر یا ہاتھوں سے چھوکر یہ پتہ نہیں لگا سکتے کہ اس دیوار کو کسی انسان نے بنایا ہے، بلکہ اس نتیجے تک پہنچنے کے لئے عقل کی ضرورت ہے۔

غرض جہاں تک حواسِ خمسہ کام دیتے ہیں، وہاں تک عقل کوئی رہنمائی نہیں کرتی، اور جہاں حواسِ خمسہ جواب دے دیتے ہیں، وہیں سے عقل کا کام شروع ہوتا ہے۔ لیکن اس عقل کی رہنمائی بھی غیر محدود نہیں ہے، یہ بھی ایک حد پر جاکر رُک جاتی ہے، اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا علم نہ حواس کے ذریعے حاصل ہوسکتا ہے اور نہ عقل کے ذریعے، مثلاً اسی دیوار کے بارے میں یہ معلوم کرنا کہ اس کو کس طرح استعمال کرنے سے اللہ تعالیٰ راضی، اور کس طرح استعمال کرنے سے ناراض ہوگا؟ یہ نہ حواس کے ذریعے ممکن ہے، نہ عقل کے ذریعے، اس قسم کے سوالات کا جواب انسان کو دینے کے لئے جو ذریعہ اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے اسی کا نام "وحی" ہے، اور اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی کو منتخب فرما کر، اسے اپنا پیغمبر قرار دے دیتا ہے اور اس پر اپنا کلام نازل فرماتا ہے، اسی کلام کو "وحی" کہا جاتا ہے۔

یہ بات ایک اور مثال سے شاید زیادہ واضح ہوگی، فرض کیجئے کہ میرے ہاتھ میں ایک پستول ہے، اُسے آنکھ سے دیکھ کر میں اس کا سائز اور اس کی صورت معلوم کرسکتا ہوں، میں ہاتھ سے چھوکر یہ معلوم کرسکتا ہوں کہ یہ کسی ٹھوس چیز سے بنی ہوئی ہے، اُس کا ٹریگر دَبا کر میں یہ جان سکتا ہوں کہ اس سے ایک گولی پوری قوت سے نکل کر دُور گئی ہے، اس کی آواز سن کر مجھے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ اس سے ایک دھماکا پیدا ہوتا ہے، اور اُس کی نالی کو سونگھ کر یہ پتہ لگا سکتا ہوں کہ اس میں سے بارود کی بو آرہی ہے، یہ ساری اِطلاعات مجھے میرے ظاہری حواس یعنی آنکھ، ہاتھ، کان اور ناک نے فراہم کی ہیں۔ لیکن اگر کوئی مجھ سے پوچھے کہ اسے کس نے بنایا؟ تو میرے یہ ظاہری حواس اس سوال کا جواب نہیں دے سکتے، اس موقع پر میں عقل سے سوچتا ہوں تو عقل مجھے یہ بتاتی ہے کہ یہ پستول جس انداز سے بنا ہوا ہے، وہ خود بخود وجود میں نہیں

آ سکتا، یقیناً کسی کاریگر نے اُسے بنایا ہے، وہ کاریگر نہ میری آنکھوں سے نظر آرہا ہے، اور نہ میرے کان اس کی آواز سن رہے ہیں، مگر اپنی عقل کے ذریعے مجھے یہ علم حاصل ہوگیا کہ اسے کسی کاریگر انسان نے بنایا ہے۔

اب ایک اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس ہتھیار کا کونسا اِستعمال جائز اور کونسا ناجائز ہے؟ اس سوال کے جواب میں بھی میری عقل ایک حد تک میری مدد کرسکتی ہے، میں عقل سے سوچ سکتا ہوں کہ اس ہتھیار کے ذریعے کسی بے گناہ کو قتل کرنا بہت بُرا کام ہے، جس کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کس کو بے گناہ کہا جائے اور کس کو مجرم؟ اور کونسا جرم ایسا ہے جس کی سزا میں اس پستول کو اِستعمال کرکے کسی کو قتل کیا جاسکتا ہے؟ یہ ایسے سوالات ہیں جن پر اگر میں صرف عقل کی بنیاد پر غور کروں تو عقل مجھے اُلجھن میں ڈال دیتی ہے۔ مثلاً اگر ایک قاتل میرے سامنے ہے، جس نے کسی بے گناہ کی جان لی، اس کے بارے میں، میں عقل سے سوچتا ہوں تو کبھی عقل یہ کہتی ہے کہ اس قاتل نے ایک جیتے جاگتے اِنسان کو موت کی نیند سلا دیا، اس کی بیوی کو بیوگی کا زخم لگایا، بچوں کو بلاوجہ یتیم بنا کر انہیں باپ کی شفقت سے محروم کیا، اس لئے یہ مجرم اس لائق ہے کہ اُسے بھی موت کے گھاٹ اُتار کر دُوسروں کے لئے عبرت کا سامان بنا دیا جائے۔ لیکن دُوسری طرف وہی عقل ایک دُوسری دلیل دیتی ہے، وہ کہتی ہے کہ جس مقتول کو مرنا تھا وہ تو مر گیا، قاتل کو قتل کرنے سے نہ وہ واپس آسکتا ہے، نہ اس کی بیوی بچوں کو اُن کا محبوب واپس مل سکتا ہے، اس کے بجائے اگر اس قاتل کو بھی قتل کیا جائے گا تو اُس کے وہ بیوی بچے مصائب کا شکار ہوں گے جن کا کوئی جرم نہیں ہے۔

یہ دونوں دلیلیں عقل ہی کے سہارے وجود میں آئی ہیں، اس لئے نری عقل کے بھروسے پر کوئی ایسا فیصلہ کرنا مشکل ہورہا ہے جس پر سب کی عقل مطمئن ہوجائے۔

یہ وہ موقع ہے جہاں نہ میرے حواس کوئی فیصلہ کن جواب دینے کے قابل ہیں، نہ میری عقل۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہی درکار ہوتی ہے جو وہ اپنے پیغمبروں پر وحی نازل کرکے انسانیت کو فراہم کرتا ہے۔

اس سے واضح ہوگیا کہ وحی انسان کے لئے وہ اعلیٰ ترین ذریعۂ علم ہے جو اسے اس کی زندگی سے متعلق اُن سوالات کا جواب مہیا کرتا ہے جو عقل اور حواس کے ذریعے حل نہیں ہوسکتے، لیکن ان کا علم حاصل کرنا اس کے لئے ضروری ہے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ صرف عقل اور مشاہدہ اِنسان کی رہنمائی کے لئے کافی نہیں، بلکہ اس کی ہدایت کے لئے وحیِ اِلٰہی ایک ناگزیر ضرورت ہے، اور چونکہ بنیادی طور پر وحی کی ضرورت پیش ہی اُس جگہ آتی ہے جہاں عقل کام نہیں دیتی، اس لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وحی کی ہر بات کا اِدراک عقل سے ہو ہی جائے، بلکہ جس طرح کسی چیز کا رنگ معلوم کرنا عقل کا کام نہیں، بلکہ حواس کا کام ہے، اسی طرح بہت سے دِینی عقائد کا علم عطا کرنا بھی عقل کے بجائے وحی کا منصب ہے، اور ان کے اِدراک کے لئے نری عقل پر بھروسہ کرنا دُرست نہیں۔

جو شخص (معاذ اللہ) خدا کے وجود ہی کا قائل نہ ہو، اس سے تو وحی کے مسئلے پر بات کرنا بالکل بے سود ہے، لیکن

جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی قدرت کاملہ پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لئے وحی کی عقلی ضرورت، اس کے اِمکان اور حقیقی وجود کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ اگر آپ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ یہ کائنات ایک قادرِ مطلق نے پیدا کی ہے، وہی اس کے مربوط اور مستحکم نظام کو اپنی حکمتِ بالغہ سے چلا رہا ہے، اور اسی نے انسان کو کسی خاص مقصد کے تحت یہاں بھیجا ہے، تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس نے انسان کو پیدا کرنے کے بعد اُسے بالکل اندھیرے میں چھوڑ دیا ہو، اور اُسے یہ تک نہ بتایا ہو کہ وہ کیوں اس دُنیا میں آیا ہے؟ یہاں اس کے ذمے کیا فرائض ہیں؟ اس کی منزلِ مقصود کیا ہے؟ اور وہ کس طرح اپنے مقصدِ زندگی کو حاصل کر سکتا ہے؟ کیا کوئی شخص جس کے ہوش و حواس سلامت ہوں ایسا کر سکتا ہے کہ اپنے کسی نوکر کو ایک خاص مقصد کے تحت کسی سفر پر بھیج دے، اور اُسے نہ چلتے وقت سفر کا مقصد بتائے، اور نہ بعد میں کسی پیغام کے ذریعے اُس پر یہ واضح کرے کہ اسے کس کام کے لئے بھیجا گیا ہے؟ اور سفر کے دوران اس کی ڈیوٹی کیا ہوگی؟ جب ایک معمولی عقل کا انسان بھی ایسی حرکت نہیں کر سکتا تو آخر اس خداوندِ قدوس کے بارے میں یہ تصور کیسے کیا جا سکتا ہے جس کی حکمتِ بالغہ سے کائنات کا یہ سارا نظام چل رہا ہے؟ یہ آخر کیسے ممکن ہے کہ جس ذات نے چاند، سورج، آسمان، زمین، ستاروں اور سیاروں کا ایسا محیر العقول نظام پیدا کیا ہو، وہ اپنے بندوں تک پیغام رسانی کا کوئی ایسا انتظام بھی نہ کر سکے جس کے ذریعے انسانوں کو ان کے مقصدِ زندگی سے متعلق ہدایات دی جا سکیں؟ اگر اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ پر ایمان ہے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس نے اپنے بندوں کو اندھیرے میں نہیں چھوڑا، بلکہ ان کی رہنمائی کے لئے کوئی باقاعدہ نظام ضرور بنایا ہے، بس رہنمائی کے اسی باقاعدہ نظام کا نام وحی و رسالت ہے۔

اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ ''وحی'' محض ایک دِینی اِعتقاد ہی نہیں، بلکہ ایک عقلی ضرورت ہے، جس کا انکار درحقیقت اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ کا انکار ہے۔ یہ وحی اللہ تعالیٰ نے اُن ہزاروں پیغمبروں پر نازل فرمائی جنہوں نے اپنے اپنے زمانے میں لوگوں کی ہدایت کا سامان کیا۔ یہاں تک کہ حضورِ اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنِ کریم قیامت تک آنے والے اِنسانوں کی رہنمائی کے لئے نازل فرمایا گیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس مقدس سلسلے کی تکمیل ہوگئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کے طریقے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مختلف طریقوں سے وحی نازل ہوتی تھی، صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت حارث بن ہشامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ پر وحی کس طرح آتی ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کبھی تو مجھے گھنٹی کی سی آواز سنائی دیتی ہے، اور وحی کی یہ صورت میرے لئے سب سے زیادہ سخت ہوتی ہے، پھر جب یہ سلسلہ ختم ہوتا ہے تو جو کچھ اس آواز نے کہا ہوتا ہے، مجھے یاد ہو چکا ہوتا

ہے، اور کبھی فرشتہ میرے سامنے ایک مرد کی صورت میں آجاتا ہے۔ (صحیح بخاری ج:۱ ص:۲)

اس حدیث میں آپ نے ''وحی'' کی آواز کو گھنٹیوں کی آواز سے جو تشبیہ دی ہے، شیخ محی الدین ابن عربیؒ نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ایک تو وحی کی آواز گھنٹی کی طرح مسلسل ہوتی ہے اور بیچ میں ٹوٹتی نہیں، دُوسرے گھنٹی جب مسلسل بجتی ہے تو عموماً سننے والے کو اس کی آواز کی سمت متعین کرنا مشکل ہوتا ہے، کیونکہ اس کی آواز ہر جہت سے آتی ہوئی محسوس ہوتی ہے، اور کلامِ اِلٰہی کی بھی یہ خصوصیت ہے کہ اس کی کوئی ایک سمت نہیں ہوتی، بلکہ ہر جہت سے آواز سنائی دیتی ہے، اس کیفیت کا صحیح اِدراک تو بغیر مشاہدے کے ممکن نہیں، لیکن اس بات کو عام ذہنوں سے قریب کرنے کے لئے آپ نے اُسے گھنٹیوں کی آواز سے تشبیہ دی ہے۔ (فیض الباری ج:۱ ص:۱۹و۲۰)

جب اس طریقے سے آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ پر بہت زیادہ بوجھ پڑتا تھا، حضرت عائشہؓ اسی حدیث کے آخر میں فرماتی ہیں کہ میں نے سخت جاڑوں کے دن میں آپ پر وحی نازل ہوتے ہوئے دیکھی ہے، ایسی سردی میں بھی جب وحی کا سلسلہ ختم ہوتا تو آپ کی مبارک پیشانی پسینے سے شرابور ہو چکی ہوتی تھی۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کا سانس رُکنے لگتا، چہرۂ انور متغیر ہو کر کھجور کی شاخ کی طرح زرد پڑ جاتا، سامنے کے دانت سردی سے کپکپانے لگتے، اور آپ کو اتنا پسینہ آتا کہ اس کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔ (الاتقان ج:۱ ص:۴۶)

وحی کی اس کیفیت میں بعض اوقات اتنی شدت پیدا ہو جاتی کہ آپ جس جانور پر اُس وقت سوار ہوتے، وہ آپ کے بوجھ سے دَب کر بیٹھ جاتا۔ اور ایک مرتبہ آپ نے اپنا سرِ اَقدس حضرت زید بن ثابتؓ کے زانو پر رکھا ہوا تھا، کہ اسی حالت میں وحی نازل ہونی شروع ہوگئی، اس سے حضرت زیدؓ کی ران پر اتنا بوجھ پڑا کہ وہ ٹوٹنے لگی۔

(زادالمعاد ج:۱ ص:۱۸و۱۹)

بعض اوقات اس وحی کی ہلکی ہلکی آواز دُوسروں کو بھی محسوس ہوتی تھی، حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرۂ انور کے قریب شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسی آواز سنائی دیتی تھی۔

(تبویب مسند احمد، کتاب السیرۃ النبویۃ ج:۲۰ ص:۲۱۲)

وحی کی دُوسری صورت یہ تھی کہ فرشتہ کسی انسانی شکل میں آپ کے پاس آکر اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیتا تھا، ایسے مواقع پر عموماً حضرت جبرئیل علیہ السلام مشہور صحابی حضرت دحیہ کلبیؓ کی صورت میں تشریف لایا کرتے تھے، البتہ بعض اوقات کسی دُوسری صورت میں بھی تشریف لائے ہیں۔ بہرکیف! جب حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں وحی لے کر آتے تو نزولِ وحی کی یہ صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سب سے آسان ہوتی تھی (الاتقان ج:۱ ص:۴۶)۔

وحی کی تیسری صورت یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی انسان کی شکل اختیار کئے بغیر اپنی اصل صورت میں دِکھائی دیتے تھے، لیکن ایسا آپ کی تمام عمر میں صرف تین مرتبہ ہوا ہے، ایک مرتبہ اس وقت جب آپ نے خود حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصل شکل میں دیکھنے کی خواہش ظاہر فرمائی تھی، دُوسری مرتبہ معراج میں اور تیسری بار نبوت کے بالکل ابتدائی زمانے میں مکہ مکرمہ کے مقام اَجیاد پر، پہلے دو واقعات تو صحیح سند سے ثابت ہیں، البتہ یہ آخری واقعہ سنداً کمزور ہونے کی وجہ سے مشکوک ہے۔ (فتح الباری ج:۱ ص:۱۸و۱۹)

چوتھی صورت براہِ راست اور بلاواسطہ اللہ تبارک وتعالیٰ سے ہم کلامی کی ہے، یہ شرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں صرف ایک بار، یعنی معراج کے وقت حاصل ہوا ہے، البتہ ایک مرتبہ خواب میں بھی آپ اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے ہیں۔ (اتقان ج:۱ ص:۴۶)

وحی کی پانچویں صورت یہ تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کسی بھی صورت میں سامنے آئے بغیر آپ کے قلبِ مبارک میں کوئی بات اِلقاء فرمادیتے تھے، اسے اِصطلاح میں "نفث فی الرّوع" کہتے ہیں۔ (ایضاً)

تاریخ نزولِ قرآن

اس پر تقریباً اِتفاق ہے کہ قرآنِ کریم کا تدریجی نزول جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک پر ہوا، اس کا آغاز اس وقت ہوا جب آپ کی عمر چالیس سال تھی، اس نزول کی اِبتدا بھی صحیح قول کے مطابق لیلۃ القدر میں ہوئی ہے، لیکن یہ رات رمضان کی کونسی تاریخ تھی؟ اس بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کہی جاسکتی، بعض روایات سے رمضان کی سترھویں، بعض سے اُنیسویں اور بعض سے ستائیسویں شب معلوم ہوتی ہے (تفسیر ابن جریرؒ ج:۱۰ ص:۷)۔

سب سے پہلے نازل ہونے والی آیت

صحیح قول یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنِ کریم کی سب سے پہلی جو آیتیں اُتریں وہ سورۂ علق کی ابتدائی آیات ہیں، صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ اس کا واقعہ یہ بیان فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نزولِ وحی کی اِبتدا تو سچے خوابوں سے ہوئی تھی، اس کے بعد آپ کو تنہائی میں عبادت کرنے کا شوق پیدا ہوا، اور اس دوران آپ غارِ حراء میں کئی کئی راتیں گزارتے، اور عبادت میں مشغول رہتے تھے، یہاں تک کہ ایک دن اسی غار میں آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرشتہ آیا اور اس نے سب سے پہلی بات یہ کہی کہ "اِقْرَأْ" (یعنی پڑھو) حضور نے فرمایا کہ: "میں پڑھا ہوا نہیں ہوں" اس کے بعد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ بیان کیا کہ میرے اس جواب پر فرشتے نے مجھے پکڑا اور مجھے اس زور سے بھینچا کہ مجھ پر مشقت کی اِنتہا ہوگئی، پھر اُس نے مجھے چھوڑ دیا، اور دوبارہ کہا کہ "اِقْرَأْ"، میں نے

جواب دیا کہ: ''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں'' فرشتے نے مجھے پھر پکڑا اور دوبارہ اس زور سے بھینچا کہ مجھ پر مشقت کی اِنتہا ہوگئی، پھر اس نے مجھے چھوڑ کر کہا کہ "اِقْرَاْ"، میں نے جواب دیا کہ: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں'' اس پر اُس نے مجھے تیسری مرتبہ پکڑا اور بھینچ کر چھوڑ دیا، پھر کہا:-

"اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴿۳﴾" الخ (العلق:۱-۵)

''پڑھو اپنے اس پروردگار کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو منجمد خون سے پیدا کیا، پڑھو، اور تمہارا پروردگار سب سے زیادہ کریم ہے'' الخ۔

یہ آپ پر نازل ہونے والی پہلی آیات تھیں، اس کے بعد تین سال تک وحی کا سلسلہ بند رہا، اسی زمانے کو ''فترتِ وحی'' کا زمانہ کہتے ہیں، پھر تین سال کے بعد وہی فرشتہ جو غارِ حراء میں آیا تھا، آپ کو آسمان وزمین کے درمیان دِکھائی دیا، اور اس نے سورۂ مدثر کی ابتدائی آیات آپ کو سنائیں، اس کے بعد وحی کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

مکی اور مدنی آیات

آپ نے قرآنِ کریم کی سورتوں کے عنوان میں دیکھا ہوگا کہ کسی سورۃ کے ساتھ ''مکی'' اور کسی کے ساتھ ''مدنی'' لکھا ہوتا ہے، اس کا صحیح مفہوم سمجھ لینا ضروری ہے۔ مفسرین کی اِصطلاح میں ''مکی آیت'' کا مطلب وہ آیت ہے جو آپ کے بغرضِ ہجرت مدینہ طیبہ پہنچنے سے پہلے پہلے نازل ہوئی، اور ''مدنی آیت'' کا مفہوم یہ ہے کہ وہ آپ کے مدینہ پہنچنے کے بعد نازل ہوئی۔ بعض لوگ ''مکی'' کا مطلب یہ سمجھتے ہیں کہ یہ شہرِ مکہ میں نازل ہوئی، اور ''مدنی'' کا یہ کہ وہ شہرِ مدینہ میں اُتری، لیکن یہ مطلب دُرست نہیں، اس لئے کہ کئی آیتیں ایسی ہیں جو شہرِ مکہ میں نازل نہیں ہوئیں، لیکن چونکہ ہجرت سے پہلے نازل ہوچکی تھیں، اس لئے انہیں ''مکی'' کہا جاتا ہے، چنانچہ جو آیات منیٰ، عرفات یا سفرِ معراج کے دوران نازل ہوئیں وہ بھی ''مکی'' کہلاتی ہیں، یہاں تک کہ جو آیتیں سفرِ ہجرت کے دوران مدینہ کے راستے میں نازل ہوئیں، ان کو بھی ''مکی'' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح بہت سی آیات ایسی ہیں جو شہرِ مدینہ میں نازل نہیں ہوئیں، مگر وہ ''مدنی'' ہیں، چنانچہ ہجرت کے بعد آپ کو بہت سے سفر پیش آئے جن میں آپ مدینہ طیبہ سے سینکڑوں میل دُور بھی تشریف لے گئے، ان تمام مقامات پر نازل ہونے والی آیتیں ''مدنی'' ہی کہلاتی ہیں، یہاں تک کہ اُن آیتوں کو بھی ''مدنی'' کہا جاتا ہے جو فتحِ مکہ یا غزوۂ حدیبیہ کے موقع پر خاص شہرِ مکہ یا اس کے مضافات میں نازل ہوئیں، چنانچہ آیتِ قرآنی: "اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا" (۵۸:۴) ''مدنی'' ہے، حالانکہ وہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی۔

(البرہان ج:۱ ص:۱۸۸، ومناہل العرفان ج:۱ ص:۱۸۸)

پھر بعض سورتیں تو ایسی ہیں کہ وہ پوری کی پوری مکی یا پوری کی پوری مدنی ہیں، مثلاً سورۂ مدثر پوری مکی ہے، اور سورۂ آل عمران پوری مدنی، لیکن بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے کہ پوری سورت مکی ہے، لیکن اس میں ایک یا چند آیات مدنی بھی آگئی ہیں، اور بعض مرتبہ اس کے برعکس بھی ہوا ہے، مثلاً سورۂ اَعراف مکی ہے، لیکن اس میں: "وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِىْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ" سے لے کر "وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِىْۤ اٰدَمَ" الـخ تک کی آیات مدنی ہیں (۷: ۱۶۳)۔ اسی طرح سورۂ حج مدنی ہے، لیکن اس میں چار آیتیں یعنی: "وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِىٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤى" سے لے کر "عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ" تک مکی ہیں (۲۲: ۵۲-۵۵)۔

اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ کسی سورت کا مکی یا مدنی ہونا عموماً اس کی اکثر آیتوں کے اِعتبار سے ہوتا ہے، اور اکثر ایسا ہوتا تھا کہ جس سورت کی اِبتدائی آیات ہجرت سے پہلے نازل ہوگئیں اُسے مکی قرار دے دیا گیا، اگرچہ بعد میں اس کی بعض آیتیں ہجرت کے بعد نازل ہوئی ہوں۔ (مناہل العرفان ج:۱ ص:۱۹۲)

قرآنِ کریم کا تدریجی نزول

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنِ کریم دفعۃً اور ایک ہی دفعہ نازل نہیں ہوا، بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے تقریباً تئیس سال میں اُتارا گیا ہے، بعض اوقات جبرئیل علیہ السلام ایک چھوٹی سی آیت بلکہ آیت کا کوئی ایک جز لے کر بھی تشریف لے آتے، اور بعض مرتبہ کئی کئی آیتیں بیک وقت نازل ہو جاتیں، قرآنِ کریم کا سب سے چھوٹا حصہ جو مستقلاً نازل ہوا وہ "غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ" (النساء: ۹۵) ہے جو ایک طویل آیت کا ٹکڑا ہے، دُوسری طرف پوری سورۂ اَنعام ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی ہے۔ (ابنِ کثیر ج:۲ ص:۱۲۲)

سارے قرآنِ کریم کو ایک دفعہ نازل کرنے کے بجائے تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں نازل کیا گیا؟ یہ سوال خود مشرکینِ عرب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تھا، باری تعالیٰ نے اس سوال کا جواب خود ان الفاظ میں دیا ہے:۔

"وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾" (الفرقان)

''اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ: ''ان پر سارا قرآن ایک ہی دفعہ میں کیوں نازل نہیں کر دیا گیا؟'' (اے پیغمبر!) ہم نے ایسا اس لئے کیا ہے تاکہ اس کے ذریعے تمہارا دِل مضبوط رکھیں، اور ہم نے اُسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھوایا ہے۔ اور جب کبھی یہ لوگ تمہارے پاس کوئی انوکھی بات لے کر آتے ہیں، ہم تمہیں (اُس کا) ٹھیک ٹھیک جواب اور زیادہ وضاحت کے ساتھ عطا کر دیتے ہیں۔''

اِمام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں قرآنِ کریم کے تدریجی نزول کی جو حکمتیں بیان فرمائی ہیں، یہاں ان کا

خلاصہ سمجھ لینا کافی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:-

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمی تھے، لکھتے پڑھتے نہیں تھے، اس لئے اگر سارا قرآن ایک مرتبہ نازل ہوگیا ہوتا تو اس کا یاد رکھنا اور ضبط کرنا دُشوار ہوتا، اس کے برخلاف حضرت موسیٰ علیہ السلام لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اس لئے اُن پر تورات ایک ہی مرتبہ نازل کردی گئی۔

۲- اگر پورا قرآن ایک دفعہ نازل ہوجاتا تو تمام اَحکام کی پابندی فوراً لازم ہوجاتی، اور یہ اس حکیمانہ تدریج کے خلاف ہوتا جو شریعتِ محمدی میں ملحوظ رہی ہے۔

۳- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے ہر روز نئی اذیتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں، جبرئیل علیہ السلام کا بار بار قرآنِ کریم لے کر آنا ان اذیتوں کے مقابلے کو آسان بنادیتا تھا، اور آپ کی تقویتِ قلب کا سبب بنتا تھا۔

۴- قرآنِ کریم کا ایک بڑا حصہ لوگوں کے سوالات کے جواب اور مختلف واقعات سے متعلق ہے، اس لئے ان آیتوں کا نزول اسی وقت مناسب تھا جس وقت وہ سوالات کئے گئے، یا وہ واقعات پیش آئے، اس سے مسلمانوں کی بصیرت بھی بڑھتی تھی، اور قرآنِ کریم کی غیبی خبریں بیان کرنے سے اس کی حقانیت اور زیادہ آشکار ہوجاتی تھی۔ (تفسیر کبیر ج:۶ ص:۳۳۶)

شانِ نزول

قرآنِ کریم کی آیتیں دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ آیتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ازخود نازل فرمائیں، کوئی خاص واقعہ یا کسی کا کوئی سوال وغیرہ اُن کے نزول کا سبب نہیں بنا۔ دُوسری آیات ایسی ہیں کہ جن کا نزول کسی خاص واقعے کی وجہ سے یا کسی سوال کے جواب میں ہوا، جسے ان آیتوں کا پس منظر کہنا چاہئے، یہ پس منظر مفسرین کی اِصطلاح میں ''سببِ نزول'' یا ''شانِ نزول'' کہلاتا ہے، مثلاً سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۲۱ ہے:-

"وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۭ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ"

''اور مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ یقیناً ایک مؤمن باندی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک عورت تمہیں پسند آرہی ہو۔''

یہ آیت ایک خاص واقعے میں نازل ہوئی تھی، زمانۂ جاہلیت میں حضرت مرثد بن ابی مرثد غنویؓ کے عناق نامی ایک عورت سے تعلقات تھے، اسلام لانے کے بعد یہ مدینہ طیبہ چلے آئے، اور وہ عورت مکہ مکرمہ میں رہ گئی، ایک مرتبہ حضرت مرثدؓ کسی کام سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو عناق نے انہیں گناہ کی دعوت دی، حضرت مرثدؓ نے صاف

انکار کر کے فرمایا کہ اسلام میرے اور تمہارے درمیان حائل ہو چکا ہے، لیکن اگر تم چاہو تو میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت کے بعد تم سے نکاح کر سکتا ہوں، مدینہ طیبہ تشریف لا کر حضرت مرثدؓ نے آپ سے نکاح کی اجازت چاہی اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اور اس نے مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت کردی۔ (اسباب النزول للواحدیؒ ص:۳۸)

یہ واقعہ مذکورہ بالا آیت کا ''شانِ نزول'' یا ''سببِ نزول'' ہے۔ قرآنِ کریم کی تفسیر میں ''شانِ نزول'' نہایت اہمیت کا حامل ہے، بہت سی آیتوں کا مفہوم اس وقت تک صحیح طور سے سمجھ میں نہیں آسکتا جب تک اُن کا شانِ نزول معلوم نہ ہو۔

تاریخ حفاظتِ قرآن

عہدِ رسالت میں حفاظتِ قرآن

قرآنِ کریم چونکہ ایک ہی دفعہ پورا کا پورا نازل نہیں ہوا، بلکہ اس کی مختلف آیات ضرورت اور حالات کی مناسبت سے نازل کی جاتی رہی ہیں، اس لئے عہدِ رسالت میں یہ ممکن نہیں تھا کہ شروع ہی سے اُسے کتابی شکل میں لکھ کر محفوظ کرلیا جائے، چنانچہ اِبتدائے اسلام میں قرآنِ کریم کی حفاظت کے لئے سب سے زیادہ زور حافظے پر دیا گیا، شروع شروع میں جب وحی نازل ہوتی تو آپ اُس کے الفاظ کو اُسی وقت دُہرانے لگتے تھے، تاکہ وہ اچھی طرح یاد ہوجائیں، اس پر سورۂ قیامہ کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہدایت فرمائی کہ قرآنِ کریم کو یاد رکھنے کے لئے آپ کو عین نزولِ وحی کے وقت جلدی جلدی الفاظ دُہرانے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالیٰ خود آپ میں ایسا حافظہ پیدا فرمادے گا کہ ایک مرتبہ نزولِ وحی کے بعد آپ اُسے بھول نہیں سکیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ اِدھر آپ پر آیاتِ قرآنی نازل ہوتیں اور اُدھر وہ آپ کو یاد ہوجاتیں، اس طرح سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینۂ مبارک قرآنِ کریم کا سب سے زیادہ محفوظ گنجینہ تھا، جس میں کسی ادنیٰ غلطی یا ترمیم وتغیر کا اِمکان نہیں تھا، پھر آپ مزید اِحتیاط کے طور پر ہر سال رمضان کے مہینے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے تھے، اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ دَور کیا۔ (صحیح بخاری مع فتح الباری ج:۹ ص:۳۶)

پھر آپ صحابہ کرامؓ کو قرآنِ کریم کے معانی کی تعلیم ہی نہیں دیتے تھے، بلکہ انہیں اس کے الفاظ بھی یاد کراتے تھے، اور خود صحابہ کرامؓ کو قرآنِ کریم سیکھنے اور اسے یاد رکھنے کا اتنا شوق تھا کہ ہر شخص اس معاملے میں دُوسرے سے آگے بڑھنے کی فکر میں رہتا تھا، بعض عورتوں نے اپنے شوہروں سے سوائے اس کے کوئی مہر طلب نہیں کیا کہ وہ انہیں قرآنِ

کریم کی تعلیم دیں گے۔ سینکڑوں صحابہؓ نے اپنے آپ کو ہر غمِ ماسوا سے آزاد کر کے اپنی زندگی اسی کام کے لئے وقف کردی تھی، وہ قرآنِ کریم کو نہ صرف یاد کرتے، بلکہ راتوں کو نماز میں اسے دُہراتے رہتے تھے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص ہجرت کر کے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ آتا تو آپ اُسے ہم انصاریوں میں سے کسی کے حوالے فرمادیتے، تاکہ وہ اسے قرآن سکھائے۔ اور مسجدِ نبوی میں قرآن سیکھنے سکھانے والوں کی آوازوں کا اتنا شور ہونے لگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تاکید فرمانا پڑی کہ اپنی آوازیں پست کرو، تاکہ کوئی مغالطہ پیش نہ آئے۔ (مناہل العرفان ج:۱ ص:۲۳۴)

چنانچہ تھوڑی ہی مدت میں صحابہ کرامؓ کی ایک ایسی بڑی جماعت تیار ہوگئی جسے قرآنِ کریم اَز بر حفظ تھا، اس جماعت میں خلفائے راشدینؓ کے علاوہ حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ، حضرت ابنِ مسعودؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عمرو بن عاصؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبداللہ بن السائبؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت اُمِّ سلمہؓ وغیرہ بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔ (۱)

غرض ابتدائے اسلام میں زیادہ زور حفظِ قرآن پر دیا گیا، اور اس وقت کے حالات میں یہی طریقہ زیادہ محفوظ اور قابلِ اعتماد تھا، اس لئے کہ اس زمانے میں لکھنے پڑھنے والوں کی تعداد بہت کم تھی، کتابوں کو شائع کرنے کے لئے پریس وغیرہ کے ذرائع موجود نہ تھے، اس لئے اگر صرف لکھنے پر اعتماد کیا جاتا تو نہ قرآنِ کریم کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوسکتی، اور نہ اُس کی قابلِ اعتماد حفاظت، اس کے بجائے اللہ تعالیٰ نے اہلِ عرب کو حافظے کی ایسی قوت عطا فرمادی تھی کہ ایک ایک شخص ہزاروں اَشعار کا حافظ ہوتا تھا، اور معمولی معمولی دیہاتیوں کو اپنے اور اپنے خاندان ہی کے نہیں، اُن کے گھوڑوں تک کے نسب نامے یاد ہوتے تھے، اس لئے قرآنِ کریم کی حفاظت میں اسی قوتِ حافظہ سے کام لیا گیا، اور اسی کے ذریعے قرآنِ کریم کی آیات اور سورتیں عرب کے گوشے گوشے میں پہنچ گئیں۔

کتابتِ وحی

قرآنِ کریم کو حفظ کرانے کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم کو لکھوانے کا بھی خاص اہتمام فرمایا، حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ میں آپ کے لئے وحی کی کتابت کرتا تھا، جب آپ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو سخت گرمی لگتی، اور آپ کے جسمِ اَطہر پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے، پھر جب آپ سے یہ کیفیت ختم ہوجاتی تو میں مونڈھے کی کوئی ہڈی یا (کسی اور چیز کا) ٹکڑا لے کر خدمت میں حاضر ہوتا، آپ لکھواتے رہتے، اور

(۱) مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو ''علوم القرآن'' احقر کی مفصل کتاب۔

میں لکھتا جاتا، یہاں تک کہ جب میں لکھ کر فارغ ہوتا تو قرآن کو نقل کرنے کے بوجھ سے مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے میری ٹانگ ٹوٹنے والی ہے، اور میں کبھی چل نہیں سکوں گا، بہرحال! جب میں فارغ ہوتا تو آپ فرماتے: ''پڑھو!'' میں پڑھ کر سناتا، اگر اس میں کوئی فروگزاشت ہوتی تو آپ اس کی اِصلاح فرمادیتے اور پھر اسے لوگوں کے سامنے لے آتے۔ (مجمع الزوائد ج:۱ ص:۱۵۶ بحوالہ طبرانی)

حضرت زید بن ثابتؓ کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہؓ کتابتِ وحی کے فرائض انجام دیتے تھے، جن میں خلفائے راشدینؓ، حضرت اُبیؓ بن کعبؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت خالد بن الولیدؓ، حضرت ثابت بن قیسؓ، حضرت ابان بن سعیدؓ وغیرہ بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے: فتح الباری ج:۹ ص:۱۸، اور زادالمعاد ج:۱ ص:۳۰)۔

حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ جب قرآنِ کریم کا کوئی حصہ نازل ہوتا تو آپ کاتبِ وحی کو یہ ہدایت بھی فرمادیتے تھے کہ اسے فلاں سورت میں فلاں فلاں آیات کے بعد لکھا جائے۔ (فتح الباری ج:۹ ص:۱۸) اُس زمانے میں چونکہ عرب میں کاغذ کمیاب تھا، اس لئے یہ قرآنی آیات زیادہ تر پتھر کی سلوں، چمڑوں کے پارچوں، کھجور کی شاخوں، بانس کے ٹکڑوں، درخت کے پتوں اور جانوروں کی ہڈیوں پر لکھی جاتی تھیں، البتہ کبھی کبھی کاغذ کے ٹکڑے بھی استعمال کئے گئے ہیں۔ (ایضاً ج:۹ ص:۱۱)

اس طرح عہدِ رسالت میں قرآنِ کریم کا ایک نسخہ تو وہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نگرانی میں لکھوایا تھا، اگرچہ وہ مرتب کتاب کی شکل میں نہیں تھا، بلکہ متفرق پارچوں کی شکل میں تھا، اس کے ساتھ ہی بعض صحابہ کرام بھی اپنی یادداشت کے لئے آیاتِ قرآنی اپنے پاس لکھ لیتے تھے، اور یہ سلسلہ اسلام کے اِبتدائی عہد سے جاری تھا، چنانچہ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے پہلے ہی اُن کی بہن اور بہنوئی کے ایک صحیفے میں آیاتِ قرآنی لکھی ہوئی تھیں۔ (سیرت ابن ہشام)

حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں جمعِ قرآن

لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآنِ کریم کے جتنے نسخے لکھے گئے تھے، اُن کی کیفیت یہ تھی کہ یا تو وہ متفرق اشیاء پر لکھے ہوئے تھے، کوئی آیت چمڑے پر، کوئی درخت کے پتے پر، کوئی ہڈی پر، یا وہ مکمل نسخے نہیں تھے، کسی صحابیؓ کے پاس ایک سورت لکھی ہوئی تھی، کسی کے پاس دس پانچ سورتیں اور کسی کے پاس صرف چند آیات، اور بعض صحابہؓ کے پاس آیات کے ساتھ تفسیری جملے بھی لکھے ہوئے تھے۔

اس بنا پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں یہ ضروری سمجھا کہ قرآنِ کریم کے ان منتشر حصوں

کو یک جا کر کے محفوظ کر دیا جائے، انہوں نے یہ کارنامہ جن محرکات کے تحت اور جس طرح انجام دیا، اس کی تفصیل حضرت زید بن ثابتؓ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جنگِ یمامہ کے فوراً بعد حضرت ابوبکرؓ نے ایک روز مجھے پیغام بھیج کر بلوایا، میں ان کے پاس پہنچا تو وہاں حضرت عمرؓ بھی موجود تھے، حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ: ''عمر نے ابھی آ کر مجھ سے یہ بات کہی ہے کہ جنگِ یمامہ میں قرآنِ کریم کے حفاظ کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی، اور اگر مختلف مقامات پر قرآنِ کریم کے حافظ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قرآنِ کریم کا ایک بڑا حصہ ناپید نہ ہو جائے، لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ اپنے حکم سے قرآنِ کریم کو جمع کروانے کا کام شروع کر دیں'' میں نے عمر سے کہا کہ جو کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا، وہ ہم کیسے کریں؟

عمر نے جواب دیا کہ: ''اللہ کی قسم! یہ کام بہتر ہی بہتر ہے'' اس کے بعد عمر مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ مجھے بھی اس پر شرحِ صدر ہوگیا، اور اَب میری رائے بھی وہی ہے جو عمر کی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے مجھ سے فرمایا کہ: ''تم نوجوان اور سمجھ دار آدمی ہو، ہمیں تمہارے بارے میں کوئی بدگمانی نہیں ہے، تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتابتِ وحی کا کام بھی کرتے رہے ہو، لہٰذا تم قرآنِ کریم کی آیتوں کو تلاش کر کے انہیں جمع کرو۔''

حضرت زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں کہ: ''اللہ کی قسم! اگر یہ حضرات مجھے کوئی پہاڑ ڈھونے کا حکم دیتے تو مجھ پر اس کا اتنا بوجھ نہ ہوتا جتنا جمعِ قرآن کے کام کا ہوا، میں نے اُن سے کہا کہ: آپ وہ کام کیسے کر رہے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ: ''اللہ کی قسم! یہ کام بہتر ہی بہتر ہے۔'' اس کے بعد حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) مجھ سے بار بار یہی کہتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا سینہ اسی رائے کے لئے کھول دیا جو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی رائے تھی، چنانچہ میں نے قرآنی آیات کو تلاش کرنا شروع کیا، اور کھجور کی شاخوں، پتھر کی تختیوں اور لوگوں کے سینوں سے قرآنِ کریم کو جمع کیا۔'' (صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن)

جمعِ قرآن کے سلسلے میں حضرت زید بن ثابتؓ کا طریقِ کار

اس موقع پر جمعِ قرآن کے سلسلے میں حضرت زید بن ثابتؓ کے طریقِ کار کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے، جیسا کہ پیچھے ذکر آچکا ہے، وہ خود حافظِ قرآن تھے، لہٰذا وہ اپنی یادداشت سے پورا قرآن لکھ سکتے تھے، اُن کے علاوہ بھی سینکڑوں حفاظ اُس وقت موجود تھے، اُن کی ایک جماعت بنا کر بھی قرآنِ کریم لکھا جاسکتا تھا۔

نیز قرآنِ کریم کے جو نسخے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لکھے گئے تھے، حضرت زیدؓ ان سے بھی قرآنِ کریم نقل فرماسکتے تھے، لیکن انہوں نے احتیاط کے پیشِ نظر صرف کسی ایک طریقے پر بس نہیں کیا، بلکہ ان تمام ذرائع سے بیک وقت کام لے کر اس وقت تک کوئی آیت اپنے صحیفوں میں درج نہیں کی جب تک اس کے متواتر ہونے

کی تحریری اور زبانی شہادتیں نہیں مل گئیں۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم کی جو آیات اپنی نگرانی میں لکھوائی تھیں، وہ مختلف صحابہؓ کے پاس محفوظ تھیں، حضرت زیدؓ نے انہیں یکجا فرمایا تاکہ نیا نسخہ ان سے ہی نقل کیا جائے، چنانچہ یہ اعلانِ عام کردیا گیا کہ جس شخص کے پاس قرآنِ کریم کی جتنی آیات لکھی ہوئی موجود ہوں وہ حضرت زیدؓ کے پاس لے آئے، اور جب کوئی شخص اُن کے پاس قرآنِ کریم کی کوئی لکھی ہوئی آیت لے کر آتا تو وہ مندرجہ ذیل چار طریقوں سے اس کی تصدیق کرتے تھے:-

۱- سب سے پہلے اپنی یادداشت سے اس کی توثیق کرتے۔

۲- پھر حضرت عمرؓ بھی حافظِ قرآن تھے، اور روایات سے ثابت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اُن کو بھی اس کام میں حضرت زیدؓ کے ساتھ لگادیا تھا، اور جب کوئی شخص کوئی آیت لے کر آتا تھا تو حضرت زیدؓ اور حضرت عمرؓ دونوں مشترک طور پر اسے وصول کرتے تھے۔ (فتح الباری ج:۹ ص:۱۱، بحوالہ ابن ابی داود)

۳- کوئی لکھی ہوئی آیت اُس وقت تک قبول نہیں کی جاتی تھی جب تک دو قابلِ اعتبار گواہوں نے اس بات کی گواہی نہ دے دی ہو کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھی گئی تھی۔ (اتقان ج:۱ ص:۶۰)

۴- اس کے بعد ان لکھی ہوئی آیتوں کا اُن مجموعوں کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا تھا جو مختلف صحابہؓ نے تیار کر رکھے تھے۔ (البرہان فی علوم القرآن للزرکشیؒ ج:۱ ص:۲۳۸)

حضرت عثمانؓ کے عہد میں جمعِ قرآن

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو اِسلام عرب سے نکل کر رُوم اور اِیران کے دُور دراز علاقوں تک پہنچ چکا تھا، ہر نئے علاقے کے لوگ جب مسلمان ہوتے تو وہ ان مجاہدینِ اسلام یا اُن تاجروں سے قرآنِ کریم سیکھتے جن کی بدولت انہیں اسلام کی نعمت حاصل ہوئی تھی، اور مختلف صحابہ کرامؓ نے قرآنِ کریم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف قراءتوں کے مطابق سیکھا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان سب قراءتوں کے مطابق اسے پڑھنے کی اجازت تھی، اس لئے ہر صحابی نے اپنے شاگردوں کو اسی قراءت کے مطابق قرآن پڑھایا جس کے مطابق خود انہوں نے حضور سے پڑھا تھا، اس طرح قراءتوں کا یہ اختلاف دُور دراز ممالک تک پہنچ گیا، جب تک لوگ اس حقیقت سے واقف تھے کہ قرآنِ کریم کی مختلف قراءتیں ہیں اور سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُتاری ہوئی ہیں، اُس وقت تک اس اختلاف سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہوئی، لیکن جب یہ اختلاف دُور دراز ممالک میں پہنچا اور یہ بات اُن میں پوری طرح مشہور نہ ہوسکی کہ قرآنِ کریم کی مختلف قراءتیں ہیں، تو اس وقت لوگوں میں جھگڑے پیش آنے لگے، بعض لوگ اپنی قراءت کو صحیح اور دُوسرے کی

قراءت کو غلط قرار دینے لگے، ان جھگڑوں سے ایک طرف تو یہ خطرہ تھا کہ لوگ قرآنِ کریم کی متواتر قراءتوں کو غلط قرار دینے کی سنگین غلطی میں مبتلا ہوں گے، دُوسرے سوائے حضرت زیدؓ کے لکھے ہوئے ایک نسخے کے جو مدینہ طیبہ میں موجود تھا، پورے عالمِ اسلام میں کوئی ایسا معیاری نسخہ موجود نہ تھا جو پوری اُمت کے لئے حجت بن سکے، کیونکہ دُوسرے نسخے اِنفرادی طور پر لکھے ہوئے تھے، اور ان میں تمام قراءتوں کو جمع کرنے کا کوئی اہتمام نہیں تھا، اس لئے ان جھگڑوں کے تصفیے کی قابلِ اعتماد صورت یہی تھی کہ ایسے نسخے پورے عالمِ اسلام میں پھیلا دیئے جائیں جن میں تمام معتبر قراءتیں جمع ہوں اور انہیں دیکھ کر یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ کونسی قراءت صحیح اور کونسی غلط ہے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں یہی عظیم الشان کارنامہ انجام دیا۔

اس غرض کے لئے حضرت عثمانؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کے پاس (حضرت ابوبکرؓ کے تیار کرائے ہوئے) جو صحیفے موجود ہیں، وہ ہمارے پاس بھیج دیجئے، ہم اُن کو مصاحف میں نقل کر کے آپ کو واپس کردیں گے۔ حضرت حفصہؓ نے وہ صحیفے حضرت عثمانؓ کے پاس بھیج دیئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار صحابہؓ کی ایک جماعت بنائی جو حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت سعید بن العاصؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشامؓ پر مشتمل تھی، اس جماعت کو اس کام پر مأمور کیا گیا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے صحیفوں سے نقل کر کے کئی ایسے مصاحف تیار کرے جن میں سورتیں بھی مرتب ہوں۔ ان چار صحابہؓ میں سے حضرت زیدؓ انصاری تھے اور باقی تینوں حضرات قریشی، اس لئے حضرت عثمانؓ نے ان سے فرمایا کہ: ''جب تمہارا اور زیدؓ کا قرآن کے کسی حصے میں اِختلاف ہو (یعنی اس میں اختلاف ہو کہ کونسا لفظ کس طرح لکھا جائے؟) تو اسے قریش کی زبان کے مطابق لکھنا، اس لئے کہ قرآنِ کریم انہی کی زبان میں نازل ہوا ہے۔''

بنیادی طور پر تو یہ کام مذکورہ چار حضرات ہی کے سپرد کیا گیا تھا، لیکن پھر دُوسرے صحابہؓ کو بھی ان کی مدد کے لئے ساتھ لگا دیا گیا،(۱) ان حضرات نے کتابتِ قرآن کے سلسلے میں مندرجہ ذیل کام انجام دیئے:-

۱-حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں جو نسخہ تیار ہوا تھا، اس میں سورتیں مرتب نہیں تھیں، بلکہ ہر سورت الگ الگ لکھی ہوئی تھی، ان حضرات نے تمام سورتوں کو ترتیب کے ساتھ ایک ہی مصحف میں لکھا۔

(مستدرک ج:۲ ص:۲۲۹)

۲-قرآنِ کریم کی آیات اس طرح لکھیں کہ ان کے رسم الخط میں تمام متواتر قراءتیں سما جائیں، اسی لئے اُن

---

(۱) یہ پوری تفصیل اور اس سلسلے کی تمام روایات ''فتح الباری'' ج:۹ ص:۱۳ تا ۱۵ سے مأخوذ ہیں۔

پر نہ نقطے لگائے گئے اور نہ حرکات (زیر، زبر، پیش) تا کہ اسے تمام متواتر قراءتوں کے مطابق پڑھا جاسکے، مثلاً "ںسرھا" لکھا تا کہ اسے "نَنْشُرُھَا" اور "نُنْشِزُھَا" دونوں طرح پڑھا جاسکے، کیونکہ یہ دونوں قراءتیں دُرست ہیں۔ (مناہل العرفان ج:۱ ص:۲۵۳ و ۲۵۴)

۳- اب تک قرآنِ کریم کا مکمل معیاری نسخہ جو پوری اُمت کی اِجتماعی تصدیق سے تیار کیا گیا ہو، صرف ایک تھا، ان حضرات نے اس نئے مرتب مصحف کی ایک سے زائد نقلیں تیار کیں، عام طور سے مشہور یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے پانچ مصاحف تیار کرائے تھے، لیکن ابو حاتم سجستانیؒ کا ارشاد ہے کہ کل سات نسخے تیار کئے گئے تھے، جن میں سے ایک مکہ مکرّمہ، ایک شام، ایک یمن، ایک بحرین، ایک بصرہ اور ایک کوفہ بھیج دیا گیا، اور ایک مدینہ طیبہ میں محفوظ رکھا گیا۔ (فتح الباری ج:۹ ص:۱۷)

اَحزاب یا منزلیں

صحابہؓ اور تابعینؒ کا معمول تھا کہ وہ ہر ہفتے ایک قرآن ختم کر لیتے تھے، اس مقصد کے لئے انہوں نے روزانہ تلاوت کی ایک مقدار مقرر کی ہوئی تھی جسے "حزب" یا "منزل" کہا جاتا ہے، اس طرح پورے قرآن کو کل سات اَحزاب پر تقسیم کیا گیا تھا۔ (البرہان ج:۱ ص:۲۵۰)

اَجزاء یا پارے

آج کل قرآنِ کریم تیس اَجزاء پر منقسم ہے، جنھیں تیس پارے کہا جاتا ہے، یہ پاروں کی تقسیم معنی کے اعتبار سے نہیں، بلکہ بچوں کو پڑھانے کے لئے آسانی کے خیال سے قرآنِ کریم تیس مساوی حصوں پر منقسم کر دیا گیا ہے، چنانچہ بعض اوقات بالکل ادھوری بات پر پارہ ختم ہو جاتا ہے۔ یقین کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہ تیس پاروں کی تقسیم کس نے کی ہے؟ بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت عثمانؓ نے مصاحف نقل کراتے وقت انہیں تیس مختلف صحیفوں میں لکھوایا تھا، لہٰذا یہ تقسیم آپ ہی کے زمانے کی ہے۔ لیکن متقدمین کی کتابوں میں اس کی کوئی دلیل احقر کو نہیں مل سکی، البتہ علامہ بدرالدین زرکشیؒ نے لکھا ہے کہ قرآن کے تیس پارے مشہور چلے آتے ہیں اور مدارس کے قرآنی نسخوں میں اُن کا رِواج ہے (البرہان ج:۱ ص:۲۵۰ و مناہل العرفان ج:۱ ص:۴۰۲) بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقسیم عہدِ صحابہؓ کے بعد تعلیم کی سہولت کے لئے کی گئی ہے، واللہ اعلم۔

رُکوع

برصغیر کے نسخوں میں ایک علامت جو آج تک رائج چلی آتی ہے، رُکوع کی علامت ہے، اور اس کی تعیین

قرآن کریم کے مضامین کے لحاظ سے کی گئی ہے، یعنی جہاں ایک سلسلۂ کلام ختم ہوا، وہاں رُکوع کی علامت (حاشیہ پر حرف "ع") بنادی گئی۔ احقر کو جستجو کے باوجود مستند طور پر یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ رُکوع کی ابتدا کس نے اور کس دَور میں کی؟ البتہ یہ بات تقریباً یقینی ہے کہ اس علامت کا مقصد آیات کی ایسی متوسط مقدار کی تعیین ہے جو ایک رکعت میں پڑھی جاسکے، اور اس کو "رُکوع" اسی لئے کہتے ہیں کہ نماز میں اس جگہ پہنچ کر رُکوع کیا جائے۔

رُموزِ اَوقاف

تلاوت اور تجوید کی سہولت کے لئے ایک اور مفید کام یہ کیا گیا کہ مختلف قرآنی جملوں پر ایسے اشارے لکھ دیئے گئے جن سے یہ معلوم ہوسکے کہ اس جگہ وقف کرنا (سانس لینا) کیسا ہے؟ ان اشارات کو "رُموزِ اَوقاف" کہتے ہیں، اور ان کا مقصد یہ ہے کہ ایک غیر عربی داں انسان بھی جب تلاوت کرے تو صحیح مقام پر وقف کرسکے، اور غلط جگہ سانس توڑنے سے معنی میں کوئی تبدیلی پیدا نہ ہو۔ ان میں سے اکثر رُموز سب سے پہلے علامہ ابوعبداللہ محمد بن طیفور سجاوندی رحمۃ اللہ علیہ نے وضع فرمائے (النشر فی القراءات العشر ج:۱ ص:۲۲۵) ان رُموز کی تفصیل یہ ہے:-

ط یہ "وقفِ مطلق" کا مخفف ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں بات پوری ہوگئی ہے، اس لئے یہاں وقف کرنا بہتر ہے۔

ج یہ "وقفِ جائز" کا مخفف ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں وقف کرنا جائز ہے۔

ز یہ "وقفِ مجوّز" کا مخفف ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وقف کرنا دُرست تو ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ وقف نہ کیا جائے۔

ص یہ "وقفِ مرخّص" کا مخفف ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس جگہ بات تو پوری نہیں ہوئی، لیکن جملہ چونکہ طویل ہوگیا ہے، اس لئے سانس لینے کے لئے دُوسرے مقامات کے بجائے یہاں وقف کرنا چاہئے۔

(المنح الفکریۃ ص:۶۳)

م یہ "وقفِ لازم" کا مخفف ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہاں وقف نہ کیا جائے تو آیت کے معنی میں فحش غلطی کا اِمکان ہے، لہٰذا یہاں وقف کرنا زیادہ بہتر ہے، بعض حضرات اسے وقفِ واجب بھی کہتے ہیں، لیکن اس سے مراد فقہی واجب نہیں جس کے ترک سے گناہ ہو، بلکہ مقصد صرف یہ ہے کہ تمام اوقاف میں اس جگہ وقف کرنا سب سے زیادہ بہتر ہے۔ (النشر ج:۱ ص:۲۳۱)

لا یہ "لا تقف" کا مخفف ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ "یہاں نہ ٹھہرو"، لیکن اس کا منشاء یہ نہیں ہے کہ

یہاں وقف کرنا ناجائز ہے، بلکہ اس میں بہت سے مقامات ایسے ہیں جہاں وقف کرنے میں کوئی حرج نہیں، اور اس کے بعد والے لفظ سے ابتدا کرنا بھی جائز ہے، لہٰذا اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ اگر یہاں وقف کیا جائے تو بہتر یہ ہے کہ اسے دوبارہ لوٹا کر پڑھا جائے، اگلے لفظ سے ابتدا کرنا مستحسن نہیں۔ (النشر ج:۱ ص:۲۳۳)

ان رُموز کے بارے میں تو یقینی طور پر ثابت ہے کہ یہ علامہ سجاوندیؒ کے وضع کئے ہوئے ہیں، ان کے علاوہ بھی بعض رُموز قرآنِ کریم کے نسخوں میں موجود ہیں، مثلاً:-

مع یہ "معانقہ" کا مخفف ہے، یہ علامت اس جگہ لکھی جاتی ہے جہاں ایک ہی آیت کی دو تفسیریں ممکن ہیں، ایک تفسیر کے مطابق وقف ایک جگہ ہوگا، اور دُوسری تفسیر کے مطابق دُوسری جگہ، لہٰذا ان میں سے کسی ایک جگہ وقف کیا جاسکتا ہے، لیکن ایک جگہ وقف کرنے کے بعد دُوسری جگہ وقف کرنا دُرست نہیں۔ مثلاً: "ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۛ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ" الخ اس میں اگر "التَّوْرٰىةِ" پر وقف کرلیا تو "الْإِنْجِيلِ" پر وقف دُرست نہیں، اور اگر "الْإِنْجِيلِ" پر وقف کرنا ہے تو "التَّوْرٰىةِ" پر وقف دُرست نہیں، ہاں دونوں جگہ وقف نہ کریں تو دُرست ہے، اس کا ایک نام "مقابلہ" بھی ہے، اور اس کی سب سے پہلے نشان دہی اِمام ابوالفضل رازیؒ نے فرمائی ہے۔

(النشر ج:۱ ص:۲۳۷، والاتقان ج:۱ ص:۸۸)

سکتة یہ "سکتہ" کی علامت ہے، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ اس جگہ رُکنا چاہئے، لیکن سانس نہ ٹوٹنے پائے، یہ عموماً اس جگہ لایا جاتا ہے جہاں ملا کر پڑھنے سے معنی میں غلط فہمی کا اندیشہ ہو۔

وقفة اس جگہ "سکتہ" سے قدرے زیادہ دیر تک رُکنا چاہئے، لیکن سانس یہاں بھی نہ ٹوٹے۔

ق یہ "قِیل علیہ الوقف" کا مخفف ہے، مطلب یہ ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک یہاں وقف ہے اور بعض کے نزدیک نہیں ہے۔

قف یہ لفظ "قف" ہے جس کے معنی ہیں "ٹھہر جاؤ" اور یہ اس جگہ لایا جاتا ہے، جہاں پڑھنے والے کو یہ خیال ہوسکتا ہو کہ یہاں وقف دُرست نہیں۔

صلے یہ "الوصل اولیٰ" کا مخفف ہے، جس کے معنی ہیں کہ "ملا کر پڑھنا بہتر ہے"۔

صل یہ "قد یوصل" کا مخفف ہے، یعنی یہاں بعض لوگ ٹھہرتے ہیں، اور بعض ملا کر پڑھنے کو پسند کرتے ہیں۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ اُن مقامات پر لکھا جاتا ہے جہاں کسی روایت کی رُو سے یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلاوت کرتے ہوئے اس جگہ وقف فرمایا تھا۔

علمِ تفسیر

اب کچھ ضروری معلومات علم تفسیر کے سلسلے میں پیشِ خدمت ہیں۔ عربی زبان میں "تفسیر" کے لفظی معنی ہیں "کھولنا" اور اِصطلاح میں علمِ تفسیر اس علم کو کہتے ہیں جس میں قرآنِ کریم کے معانی بیان کئے جائیں، اور اس کے اَحکام اور حکمتوں کو کھول کر واضح کیا جائے (البرہان) قرآنِ کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد ہے:-

"وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ" (۱۶:۴۴)

"اور ہم نے قرآن آپ پر اُتارا تا کہ آپ لوگوں کے سامنے وہ باتیں وضاحت سے بیان فرمادیں جواُن کی طرف اُتاری گئی ہیں۔"

نیز قرآنِ کریم کا ارشاد ہے:-

"لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ" (۳:۱۶۴)

"بلاشبہ اللہ نے مسلمانوں پر بڑا اِحسان فرمایا جبکہ اُن کے درمیان انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جواُن کے سامنے اللہ کی آیات کی تلاوت کرے، اور انہیں پاک صاف کرے، اور انہیں اللہ کی کتاب اور دانائی کی باتوں کی تعلیم دے۔"

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو صرف قرآنِ کریم کے الفاظ ہی نہیں سکھاتے تھے، بلکہ اس کی پوری تفسیر بیان فرمایا کرتے تھے، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کو ایک ایک سورت پڑھنے میں بعض اوقات کئی کئی سال لگ جاتے تھے، جس کی تفصیل اِن شاءاللہ آگے آئے گی۔

جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں تشریف فرما تھے، اُس وقت تک کسی آیت کی تفسیر معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں تھا، صحابہ کرامؓ کو جہاں کوئی دُشواری پیش آتی وہ آپ سے رُجوع کرتے اور انہیں تسلی بخش جواب مل جاتا، لیکن آپ کے بعد اس بات کی ضرورت تھی کہ تفسیرِ قرآن کو ایک مستقل علم کی صورت میں محفوظ کیا جاتا، تاکہ اُمت کے لئے قرآنِ کریم کے الفاظ کے ساتھ ساتھ اس کے صحیح معنی بھی محفوظ ہوجائیں، اور ملحد و گمراہ لوگوں کے لئے اس کی معنوی تحریف کی گنجائش باقی نہ رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق سے اس اُمت نے یہ کارنامہ اس حسن و خوبی سے انجام دیا کہ آج ہم یہ بات بلاخوفِ تردید کہہ سکتے ہیں کہ اللہ کی اس آخری کتاب کے صرف الفاظ ہی محفوظ نہیں ہیں، بلکہ اس کی وہ صحیح تفسیر وتشریح بھی محفوظ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہؓ کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔

تفسیرِ قرآن کے بارے میں ایک شدید غلط فہمی

مذکورہ بالا تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ قرآنِ کریم کی تفسیر ایک انتہائی نازک اور مشکل کام ہے، جس کے لئے صرف عربی زبان جان لینا کافی نہیں، بلکہ تمام متعلقہ علوم میں مہارت ضروری ہے، چنانچہ علماء نے لکھا ہے کہ مفسرِ قرآن کے لئے ضروری ہے کہ وہ عربی زبان کے نحو وصَرف اور بلاغت وادب کے علاوہ علم حدیث، اُصولِ فقہ وتفسیر اور عقائد وکلام کا وسیع وعمیق علم رکھتا ہو، کیونکہ جب تک ان علوم سے مناسبت نہ ہو، انسان قرآنِ کریم کی تفسیر میں کسی صحیح نتیجے تک نہیں پہنچ سکتا۔

افسوس ہے کہ کچھ عرصے سے مسلمانوں میں یہ خطرناک وبا چل پڑی ہے کہ بہت سے لوگوں نے صرف عربی پڑھ لینے کو تفسیرِ قرآن کے لئے کافی سمجھ رکھا ہے، چنانچہ جو شخص بھی معمولی عربی زبان پڑھ لیتا ہے، وہ قرآنِ کریم کی تفسیر میں رائے زنی شروع کردیتا ہے، بلکہ بعض اوقات ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ عربی زبان کی نہایت معمولی شد بد رکھنے والے لوگ، جنھیں عربی پر بھی مکمل عبور نہیں ہوتا، نہ صرف من مانے طریقے پر قرآن کی تفسیر شروع کردیتے ہیں، بلکہ پُرانے مفسرین کی غلطیاں نکالنے کے درپے ہوجاتے ہیں، یہاں تک کہ بعض ستم ظریف تو صرف ترجمے کا مطالعہ کرکے اپنے آپ کو قرآن کا عالم سمجھنے لگتے ہیں، اور بڑے بڑے مفسرین پر تنقید کرنے سے نہیں چوکتے۔

خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ یہ انتہائی خطرناک طرزِ عمل ہے، جو دِین کے معاملے میں نہایت مہلک گمراہی کی طرف لے جاتا ہے، دُنیوی علوم وفنون کے بارے میں ہر شخص اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص محض انگریزی زبان سیکھ کر میڈیکل سائنس کی کتابوں کا مطالعہ کرلے تو دُنیا کا کوئی صاحبِ عقل اُسے ڈاکٹر تسلیم نہیں کرسکتا، اور نہ اپنی جان اس کے حوالے کرسکتا ہے، جب تک کہ اس نے کسی میڈیکل کالج میں باقاعدہ تعلیم وتربیت حاصل نہ کی ہو، اس لئے کہ ڈاکٹر بننے کے لئے صرف انگریزی سیکھ لینا کافی نہیں، بلکہ باقاعدہ ڈاکٹری کی تعلیم وتربیت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح کوئی انگریزی داں انجینئرنگ کی کتابوں کا مطالعہ کرکے انجینئر بننا چاہے تو دُنیا کا کوئی بھی باخبر انسان اسے انجینئر تسلیم نہیں کرسکتا، اس لئے کہ یہ کام صرف انگریزی زبان سیکھنے سے نہیں آسکتا، بلکہ اس کے لئے ماہر اساتذہ کے زیرِ تربیت رہ کر ان سے باقاعدہ اس فن کو سیکھنا ضروری ہے۔ جب ڈاکٹر اور انجینئر بننے کے لئے یہ کڑی شرائط ضروری ہیں تو آخر قرآن وحدیث کے معاملے میں صرف عربی زبان سیکھ لینا کافی کیسے ہوسکتا ہے؟ زندگی کے ہر شعبے میں ہر شخص اس اُصول کو جانتا اور اس پر عمل کرتا ہے کہ ہر علم وفن کے سیکھنے کا ایک خاص طریقہ اور اس کی مخصوص شرائط ہوتی ہیں، جنھیں پورا کئے بغیر اس علم وفن میں اس کی رائے معتبر نہیں سمجھی جاتی، تو آخر قرآن وسنت اتنے لاوارث کیسے ہوسکتے ہیں کہ ان کی تشریح وتفسیر کے لئے کسی علم وفن کے حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہو، اور اس کے معاملے میں جو شخص

چاہے رائے زنی شروع کردے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم نے خود اِرشاد فرمایا ہے کہ:-

"وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ" (۵۴:۱۷)

''اور بلاشبہ ہم نے قرآنِ کریم کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کردیا ہے۔''

اور جب قرآنِ کریم ایک آسان کتاب ہے تو اس کی تشریح کے لئے کسی لمبے چوڑے علم وفن کی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ اِستدلال ایک شدید مغالطہ ہے، جو خود کم فہمی اور سطحیت پر مبنی ہے، واقعہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم کی آیات دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ آیتیں ہیں جن میں عام نصیحت کی باتیں، سبق آموز واقعات اور عبرت وموعظت کے مضامین بیان کئے گئے ہیں، مثلاً دُنیا کی ناپائیداری، جنت ودوزخ کے حالات، خوفِ خدا اور فکرِ آخرت پیدا کرنے والی باتیں، اور زندگی کے دُوسرے سیدھے سادے حقائق، اس قسم کی آیتیں بلاشبہ آسان ہیں، اور جو شخص عربی زبان سے واقف ہو وہ انہیں سمجھ کر نصیحت حاصل کرسکتا ہے، مذکورہ بالا آیت میں اسی قسم کی تعلیمات کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ ان کو ہم نے آسان کردیا ہے، چنانچہ خود اس آیت میں لفظ "لِلذِّكْرِ" (نصیحت کے واسطے) اس پر دلالت کررہا ہے۔

اس کے برخلاف دُوسری قسم کی آیتیں وہ ہیں جو اَحکام وقوانین، عقائد اور علمی مضامین پر مشتمل ہیں، اس قسم کی آیتوں کا کماحقہٗ سمجھنا اور ان سے اَحکام ومسائل مستنبط کرنا ہر شخص کا کام نہیں، جب تک اسلامی علوم میں بصیرت اور پختگی حاصل نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کی مادری زبان اگرچہ عربی تھی، اور عربی سمجھنے کے لئے انہیں کہیں تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تھی، لیکن وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآنِ کریم کی تعلیم حاصل کرنے میں طویل مدتیں صَرف کرتے تھے۔ علامہ سیوطیؒ نے اِمام ابوعبدالرحمٰن سلمیؒ سے نقل کیا ہے کہ جن حضراتِ صحابہؓ نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآنِ کریم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی ہے، مثلاً حضرت عثمان بن عفانؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ، انہوں نے ہمیں بتایا کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآنِ کریم کی دس آیتیں سیکھتے تو اس وقت تک آگے نہیں بڑھتے تھے جب تک ان آیتوں کے متعلق تمام علمی اور عملی باتوں کا اِحاطہ نہ کرلیں، وہ فرماتے تھے کہ:-

"فتعلّمنا القرآن والعلم والعمل جميعًا" (الاتقان ج:۲ ص:۱۷۶)

''ہم نے قرآن اور علم وعمل ساتھ ساتھ سیکھا ہے۔''

چنانچہ مؤطا اِمام مالکؒ میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے صرف سورۂ بقرہ یاد کرنے میں پورے آٹھ سال صَرف کئے، اور مسندِ احمد میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ: ''ہم میں سے جو شخص سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھ لیتا، ہماری نگاہوں میں اُس کا مرتبہ بہت بلند ہوجاتا تھا۔'' (اتقان ج:۲ ص:۱۷۶ نوع:۷۸)

غور کرنے کی بات یہ ہے کہ یہ حضراتِ صحابہؓ جن کی مادری زبان عربی تھی، جو عربی کے شعروادب میں مہارتِ

تامہ رکھتے تھے، اور جن کو لمبے لمبے قصیدے معمولی توجہ سے اَز بر ہو جایا کرتے تھے، انہیں قرآنِ کریم کو یاد کرنے اور اس کے معانی سمجھنے کے لئے اتنی طویل مدت کی کیا ضرورت تھی کہ آٹھ آٹھ سال صرف ایک سورت پڑھنے میں خرچ ہو جائیں؟ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ قرآنِ کریم اور اس کے علوم کو سیکھنے کے لئے صرف عربی زبان کی مہارت کافی نہیں تھی، بلکہ اس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تعلیم سے فائدہ اُٹھانا ضروری تھا۔ اب ظاہر ہے کہ جب صحابہ کرامؓ کو عربی زبان کی مہارت اور نزولِ وحی کا براہِ راست مشاہدہ کرنے کے باوجود ''عالمِ قرآن'' بننے کے لئے باقاعدہ حضور سے تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت تھی، تو نزولِ قرآن کے سینکڑوں سال بعد عربی کی معمولی شدبد پیدا کرکے یا صرف ترجمے دیکھ کر مفسرِ قرآن بننے کا دعویٰ کتنی بڑی جسارت اور علم و دِین کے ساتھ کیسا افسوسناک مذاق ہے؟ ایسے لوگوں کو جو اس جسارت کا اِرتکاب کرتے ہیں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ:-

"من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوّأ مقعده فی النّار"

''جو شخص قرآن کے معاملے میں علم کے بغیر کوئی بات کہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔''

اور:-

"من تکلّم فی القرآن برأیه فأصاب فقد أخطأ"

''جو شخص قرآن کے معاملے میں (محض) اپنی رائے سے گفتگو کرے اور اس میں کوئی صحیح بات بھی کہہ دے تب بھی اس نے غلطی کی۔'' (ابوداود و نسائی، از اتقان ج:۲ ص:۱۷۹)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الۡفَاتِحَۃِ

تعارف

سورۂ فاتحہ نہ صرف قرآنِ کریم کی موجودہ ترتیب میں سب سے پہلی سورت ہے، بلکہ یہ پہلی وہ سورت ہے جو مکمل طور پر نازل ہوئی، اس سے پہلے کوئی سورت پوری نہیں نازل ہوئی تھی، بلکہ بعض سورتوں کی کچھ آیتیں آئی تھیں۔ اس سورت کو قرآنِ کریم کے شروع میں رکھنے کا منشأ بظاہر یہ ہے کہ جو شخص قرآنِ کریم سے ہدایت حاصل کرنا چاہتا ہو، اسے سب سے پہلے اپنے خالق و مالک کی صفات کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اور ایک حق کے طلب گار کی طرح اسی سے ہدایت مانگنی چاہئے۔ چنانچہ اس میں بندوں کو وہ دُعا سکھائی گئی ہے جو ایک طالبِ حق کو اللہ سے مانگنی چاہئے، یعنی سیدھے راستے کی دُعا۔ اس طرح اس سورت میں صراطِ مستقیم یا سیدھے راستے کی جو دُعا مانگی گئی ہے، پورا قرآن اس کی تشریح ہے کہ وہ سیدھا راستہ کیا ہے؟

آیاتها ۷ ۱ سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ ۵ رکوعها ۱

سورۂ فاتحہ مکی ہے اور اس میں سات آیتیں اور ایک رُکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے(۱)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ ① الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۙ ② مٰلِكِ يَوْمِ

تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے(۲) ① جو سب پر مہربان، بہت مہربان ہے ② جو روزِ جزا

الدِّيْنِ ۭ ③ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۭ ④ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

کا مالک ہے(۳) ③ (اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں، اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں(۴) ④ ہمیں سیدھے راستے

الْمُسْتَقِيْمَ ۙ ⑤ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ۬ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ

کی ہدایت عطا فرما ⑤ اُن لوگوں کے راستے کی جن پر تونے انعام کیا ہے ⑥ نہ کہ اُن لوگوں کے راستے کی جن پر

عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۧ ⑦ ع

غضب نازل ہوا ہے، اور نہ اُن کے راستے کی جو بھٹکے ہوئے ہیں ⑦

---

(۱) عربی کے قاعدے سے ''رحمٰن'' کے معنی ہیں وہ ذات جس کی رحمت بہت وسیع (Extensive) ہو، یعنی اس رحمت کا فائدہ سب کو پہنچتا ہو، اور ''رحیم'' کے معنیٰ ہیں وہ ذات جس کی رحمت بہت زیادہ (Intensive) ہو، یعنی جس پر ہو مکمل طور پر ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت دُنیا میں سب کو پہنچتی ہے، جس سے مؤمن کافر سب فیض یاب ہو کر رِزق پاتے ہیں، اور دُنیا کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، اور آخرت میں اگر چہ کافروں پر رحمت نہیں ہوگی، لیکن جس کسی پر (یعنی مؤمنوں پر) ہوگی، مکمل ہوگی کہ نعمتوں کے ساتھ کسی تکلیف کا کوئی شائبہ نہیں ہوگا۔ ''رحمٰن'' اور ''رحیم'' کے معنیٰ میں جو یہ فرق ہے، اس کو ظاہر کرنے کے لئے رحمٰن کا ترجمہ ''سب پر مہربان'' اور رحیم کا ترجمہ ''بہت مہربان'' کیا گیا ہے۔

(۲) اگر آپ کسی عمارت کی تعریف کریں تو درحقیقت وہ اس کے بنانے والے کی تعریف ہوتی ہے، لہٰذا اس کائنات میں جس کسی چیز کی تعریف کی جائے وہ بالآخر اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف ہے، کیونکہ وہ چیز اسی کی بنائی ہوئی ہے۔ ''تمام جہانوں کا پروردگار'' کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ انسانوں کا جہان ہو یا جانوروں کا، جمادات کا جہان ہو یا نباتات کا، آسمانوں کا جہان ہو یا ستاروں، سیاروں اور فرشتوں کا، سب کی تخلیق اور پرورِش اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، اور ان جہانوں میں جو کوئی چیز قابلِ تعریف ہے، وہ اللہ کی تخلیق اور شانِ ربوبیت کی وجہ سے ہے۔

(۳) ''روزِ جزا'' کا مطلب ہے وہ دن جب تمام بندوں کو اُن کے دُنیا میں کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ یوں تو روزِ جزا سے پہلے بھی کائنات کی ہر چیز کا اصلی مالک اللہ تعالیٰ ہے، لیکن یہاں خاص طور پر روزِ جزا کے مالک ہونے کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہی انسانوں کو بہت سی چیزوں کا مالک بنایا ہوا ہے، یہ ملکیت اگرچہ ناقص اور عارضی ہے، تاہم ظاہری

صورت کے لحاظ سے ملکیت ہی ہے۔ لیکن قیامت کے دن جب جزا وسزا کا مرحلہ آئے گا تو یہ ناقص اور عارضی ملکیتیں بھی ختم ہو جائیں گی، اُس وقت ظاہری ملکیت بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی نہیں ہوگی۔

(۴) یہاں سے بندوں کو اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنے کا طریقہ سکھایا جارہا ہے، اور اسی کے ساتھ یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی قسم کی عبادت کے لائق نہیں، نیز ہر کام میں حقیقی مدد اللہ تعالیٰ ہی سے مانگنی چاہئے، کیونکہ صحیح معنی میں کارساز اُس کے سوا کوئی نہیں۔ دُنیا کے بہت سے کاموں میں بعض اوقات کسی انسان سے جو مدد مانگی جاتی ہے، وہ اُسے کارساز سمجھ کر نہیں، بلکہ ایک ظاہری سبب سمجھ کر مانگی جاتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

سُوۡرَةُ الۡبَقَرَةِ

تعارف

یہ قرآنِ کریم کی سب سے لمبی سورت ہے، اس کی آیات ۶۷ تا ۷۳ میں اُس گائے کا واقعہ مذکور ہے جسے ذبح کرنے کا حکم بنی اسرائیل کو دیا گیا تھا، اس لئے اس سورت کا نام سورۂ بقرہ ہے، کیونکہ بقرہ عربی میں گائے کو کہتے ہیں۔ سورت کا آغاز اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کے بیان سے ہوا ہے، اسی ضمن میں انسانوں کی تین قسمیں، یعنی مؤمن، کافر اور منافق بیان کی گئی ہیں۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے، تاکہ انسان کو اپنی پیدائش کا مقصد معلوم ہو۔ اس کے بعد آیات کے ایک طویل سلسلے میں بنیادی طور پر خطاب یہودیوں سے ہے جو بڑی تعداد میں مدینہ منوّرہ کے آس پاس آباد تھے۔ ان پر اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں نازل فرمائیں، اور جس طرح انہوں نے ناشکری اور نافرمانی سے کام لیا اس کا مفصل بیان ہے۔ پہلے پارے کے تقریباً آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ ہے، اس لئے کہ انہیں نہ صرف یہودی اور عیسائی بلکہ عرب کے بت پرست بھی اپنا پیشوا مانتے تھے۔ ان سب کو یاد دِلایا گیا ہے کہ وہ خالص توحید کے قائل تھے اور انہوں نے کبھی کسی قسم کے شرک کو گوارا نہیں کیا۔ اسی ضمن میں بیت اللہ کی تعمیر اور اسے قبلہ بنانے کا موضوع زیرِ بحث آیا ہے۔ دُوسرے پارے کے شروع میں اس کے مفصل اَحکام بیان کرنے کے بعد اس سورت میں مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی سے متعلق بہت سے اَحکام بیان فرمائے گئے ہیں جن میں عبادات سے لے کر معاشرت، خاندانی اُمور اور حکمرانی سے متعلق بہت سے مسائل داخل ہیں۔

آیاتها ۲۸٦ ۲ سُورَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ ۸۷ رکوعاتها ۴۰

سورۂ بقرہ مدنی ہے اور اس میں ۲۸٦ آیتیں اور ۴۰ رُکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

الٓمّٓ ۞ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ

الٓمّٓ ○ یہ کتاب ایسی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں،(۲) یہ ہدایت ہے ان ڈر رکھنے والوں کے لئے(۳) ○

(۱) مختلف سورتوں کے شروع میں یہ حروف اسی طرح الگ الگ نازل ہوئے تھے، ان کو "حروفِ مقطعات" کہتے ہیں، اور صحیح بات یہ ہے کہ ان کا ٹھیک ٹھیک مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ایک راز ہے، جس کی تحقیق میں پڑنے کی ضرورت نہیں، اور عقیدے یا عمل کا کوئی مسئلہ ان کے سمجھنے پر موقوف نہیں۔

(۲) یعنی اس کتاب کی ہر بات کسی شک وشبہ کے بغیر دُرست ہے۔ انسان کی لکھی ہوئی کسی کتاب کو سو فیصد شک سے بالاتر نہیں سمجھا جاسکتا، کیونکہ انسان کتنا ہی بڑا عالم ہو اس کا علم محدود ہوتا ہے، اور اکثر اس کی کتاب اس کے ذاتی گمان پر مبنی ہوتی ہے، لیکن چونکہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی ہے، جس کا علم لامحدود بھی ہے اور سو فیصد یقینی بھی، اس لئے اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، کسی کو شک ہو تو یہ اس کی ناسمجھی کی وجہ سے ہوگا، کتاب کی کوئی بات شبہ والی نہیں۔

(۳) اگرچہ قرآنِ کریم نے صحیح راستہ ہر ایک کو دِکھایا ہے، خواہ وہ مؤمن ہو یا کافر، اس لئے اس معنی کے لحاظ سے اس کی ہدایت سب کے لئے ہے، لیکن نتیجے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو اس ہدایت کا فائدہ انہی کو پہنچتا ہے جو اس کی بات مان کر اس کے تمام اَحکام اور تعلیمات پر عمل کریں۔ اس لئے یہ فرمایا گیا کہ "یہ ہدایت ہے ڈر رکھنے والوں کے لئے جو بے دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں الخ" "ڈر رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان یہ بات ہمیشہ پیشِ نظر رکھے کہ اسے ایک دن اللہ کے حضور اپنے تمام اعمال کا جواب دینا ہے، لہٰذا مجھے کوئی کام ایسا نہ کرنا چاہئے جو اس کی ناراضی کا باعث ہو۔ اسی خوف اور دِھیان کا نام تقویٰ ہے۔

"بے دیکھی چیزوں" کے لئے قرآنِ کریم نے "غیب" کا لفظ استعمال فرمایا ہے، اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو آنکھوں سے دِکھائی نہیں دیتیں، نہ ہاتھ سے چھو کر یا ناک سے سونگھ کر انہیں محسوس کیا جاسکتا ہے، بلکہ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی وحی کے ذریعے معلوم ہوتی ہیں۔ یعنی یا تو قرآنِ کریم میں اُن کا ذکر ہے، یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کے ذریعے وہ باتیں معلوم کرکے ہمیں بتائی ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات، جنت و دوزخ کے حالات، فرشتے وغیرہ۔ یہاں اللہ کے نیک بندوں کی یہ تعریف کی جارہی ہے کہ یہ لوگ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر یقین کرکے اُن چیزوں کو دِل سے مانتے ہیں جو انہوں نے آنکھوں سے نہیں دیکھیں۔ یہ دُنیا چونکہ امتحان کی جگہ ہے، اس لئے اگر یہ چیزیں آنکھوں سے نظر آجاتیں اور پھر کوئی شخص اُن پر ایمان لاتا تو کوئی امتحان نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو اِنسان کی نگاہ سے پوشیدہ رکھا ہے، لیکن اُن کے وجود کے بیشمار دلائل مہیا فرمادیئے ہیں کہ جب کوئی شخص ذرا انصاف سے غور کرے گا تو ان باتوں پر ایمان لے

يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ وَ

جو بے دیکھی چیزوں پر ایمان لاتے ہیں،(۴) اور نماز قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اُس میں سے (اللہ کی خوشنودی کے کاموں

الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ

میں) خرچ کرتے ہیں ۝۳ اور جو اُس (وحی) پر بھی ایمان لاتے ہیں جو آپ پر اُتاری گئی اور اُس پر بھی جو آپ سے پہلے اُتاری گئی،(۵) اور آخرت

وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ

پر وہ مکمل یقین رکھتے ہیں(۶) ۝۴ یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے پروردگار کی طرف سے صحیح راستے پر ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جو فلاح پانے والے

آئے گا، اور امتحان میں کامیاب ہوگا۔ قرآنِ کریم نے بھی وہ دلائل بیان فرمائے ہیں جو اِن شاء اللہ آگے آتے رہیں گے، ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ قرآنِ کریم کو حق طلبی کے جذبے سے غیر جانبدار ہو کر پڑھا جائے، اور یہ خیال دِل میں رکھا جائے کہ یہ معاملہ ایسا نہیں ہے کہ اس میں لاپروائی برتی جائے۔ یہ انسان کی ہمیشہ کی زندگی کی بہتری اور تباہی کا معاملہ ہے۔ لہٰذا یہ ڈر دِل میں ہونا چاہئے کہ کہیں میری نفسانی خواہشات قرآنِ کریم کے دلائل ٹھیک ٹھیک سمجھنے میں رُکاوٹ نہ بن جائیں، اس لئے مجھے اس کی دی ہوئی ہدایت کو تلاشِ حق کے جذبے سے پڑھنا چاہئے، اور پہلے سے دِل میں جمے ہوئے خیالات سے ذہن کو خالی کر کے پڑھنا چاہئے، تاکہ مجھے واقعی ہدایت نصیب ہو۔ ''یہ ہدایت ہے ڈر رکھنے والوں کے لئے'' کا ایک مطلب یہ بھی ہے۔

(۴) جو لوگ قرآنِ کریم کی ہدایت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، یہاں ان کی اہم صفات بیان فرمائی گئی ہیں، ان میں سب سے پہلی صفت تو یہ ہے کہ وہ ''غیب'' یا اَن دیکھی چیزوں پر اِیمان لاتے ہیں جس کی تفصیل پیچھے گزری۔ اس میں تمام ایمانیات داخل ہو گئے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں بیان فرمایا، یا جو کچھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اُس سب پر اِیمان لاتے ہیں۔ دُوسری چیز نماز قائم کرنا بیان کی گئی ہے جو بدنی عبادتوں میں سب سے اہم ہے، اور تیسری چیز اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا ہے، جس میں زکوٰۃ و صدقات آجاتے ہیں جو مالی عبادت ہیں۔

(۵) یعنی اس بات پر اِیمان رکھتے ہیں کہ جو وحی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر اُتاری گئی وہ بھی بالکل سچی ہے، اور جو آپ سے پہلے انبیائے کرام (علیہم السلام) مثلاً حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام وغیرہ پر نازل کی گئی تھی وہ بھی بالکل سچی تھی، اگرچہ بعد میں لوگوں نے اسے ٹھیک ٹھیک محفوظ نہ رکھا، بلکہ اس میں تحریف کر دی۔

اس آیت میں ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی موجود ہے کہ وحی کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ آپ کے بعد کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوگا جس پر وحی آئے یا اُسے پیغمبر بنایا جائے، کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی اور آپ سے پہلے کے انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونے والی وحی کا ذکر فرمایا ہے، آپ کے بعد کی کسی وحی کا ذکر نہیں فرمایا۔ اگر آپ کے بعد بھی کوئی نیا پیغمبر آنے والا ہوتا یا اُس کی وحی پر اِیمان لانا ضروری ہوتا تو اُس کو بھی یہاں بیان فرمایا جاتا، جیسا کہ پچھلے پیغمبروں سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ آپ حضرات کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہیں، آپ کو ان پر بھی اِیمان رکھنا ہوگا۔ (دیکھئے قرآنِ کریم، سورۂ آلِ عمران، آیت: ۸۱)۔

هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ

ہیں ۝۵ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر اپنالیا ہے،(۷) اُن کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں، چاہے آپ ان کو ڈرائیں، یا نہ ڈرائیں،(۸) وہ ایمان نہیں

تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ؕ وَعَلٰٓى

لائیں گے ۝۶ اللہ نے اُن کے دِلوں پر اور اُن کے کانوں پر مُہر لگادی ہے،(۹) اور اُن کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے، اور اُن کے لئے زبردست

اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۫ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۷ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا ع

عذاب ہے ۝۷ کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لے آئے، حالانکہ وہ (حقیقت میں) مؤمن نہیں

(۶) ''آخرت'' سے مراد وہ زندگی ہے جو مرنے کے بعد حاصل ہوگی، اور جو ہمیشہ کے لئے ہوگی، اور اس میں ہر بندے کو دُنیا میں کئے ہوئے اعمال کا حساب دینا ہوگا، اور اسی کی بنیاد پر یہ فیصلہ ہوگا کہ وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں۔ اگرچہ یہ ''آخرت'' بھی اُن ''اَن دیکھی چیزوں'' (غیب) میں شامل ہے جس پر ایمان لانے کا ذکر سب سے پہلے کیا گیا تھا۔ لیکن آخر میں اسے علیحدہ کر کے خصوصی اہمیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ''آخرت'' کا عقیدہ ہی درحقیقت انسان کی سوچ اور اس کی عملی زندگی کو صحیح راستے پر رکھتا ہے۔ جو انسان یہ یقین رکھتا ہو کہ ایک دن مجھے اللہ کے سامنے پیش ہو کر اپنے ہر عمل کا جواب دینا ہے، وہ کسی گناہ یا جرم کے ارتکاب پر کبھی ڈھٹائی کے ساتھ آمادہ نہیں ہوگا۔

(۷) یہاں اُن کافروں کا ذکر ہو رہا ہے جنہوں نے یہ طے کرلیا تھا کہ چاہے کتنے واضح اور روشن دلائل اُن کے سامنے آجائیں، وہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر ایمان نہیں لائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جو کفر پر اَڑ گئے ہیں'' ترجمے میں ''کفر اپنالیا ہے'' کے الفاظ اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔

(۸) ''ڈرانا'' اِنذار کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم نے انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کو بکثرت ''ڈرانے'' سے تعبیر فرمایا ہے، کیونکہ انبیائے کرام علیہم السلام لوگوں کو کفر اور بداعمالیوں کے بُرے انجام سے ڈراتے ہیں۔ لہٰذا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ آپ چاہے اُن کو دعوت دیں، یا نہ دیں، اُن کے سامنے دلائل پیش کریں یا نہ کریں، چونکہ انہوں نے تہیہ کر رکھا ہے کہ کوئی بات ماننی نہیں ہے، اس لئے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

(۹) اس آیت میں یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ ضد اور ہٹ دھرمی بڑی خطرناک چیز ہے، اگر کوئی شخص ناواقفیت یا غفلت وغیرہ کی وجہ سے کسی غلطی کا ارتکاب کرے تو اس کی اصلاح کی اُمید ہوسکتی ہے، لیکن جو شخص غلطی پر اَڑ جائے اور یہ تہیہ کرلے کہ کسی بھی حالت میں بات نہیں ماننی، تو اُس کی ضد کا آخری انجام یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کے دِل پر مہر لگادی جاتی ہے جس کے بعد اس سے حق کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی ختم ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حالت سے محفوظ رکھے۔ لہٰذا اس پر یہ شبہ نہیں ہونا چاہئے کہ جب خود اللہ تعالیٰ نے ان کے دِل پر مہر لگادی تو وہ معذور ہوگئے، اس لئے کہ یہ مہر لگانا خود انہی کی ضد اور یہ تہیہ کرنے کا نتیجہ ہے کہ حق بات نہیں ماننی۔

بِاللّٰهِ وَ بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ مَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ

ہیں(۱۰) ۝۸ وہ اللہ کو اور اُن لوگوں کو جو (واقعی) ایمان لاچکے ہیں، دھوکا دیتے ہیں۔ اور (حقیقت تو یہ ہے کہ)

اٰمَنُوْا ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

وہ اپنے سوا کسی اور کو دھوکا نہیں دے رہے، لیکن انہیں اس بات کا احساس نہیں ہے(۱۱) ۝۹ ان کے دلوں میں روگ ہے،

مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا

چنانچہ اللہ نے ان کے روگ میں اور اضافہ کردیا ہے،(۱۲) اور ان کے لئے دردناک سزا تیار ہے، کیونکہ وہ جھوٹ بولا

يَكْذِبُوْنَ ۝۱۰ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْۤا اِنَّمَا نَحْنُ

کرتے تھے ۝۱۰ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ تم زمین میں فساد نہ مچاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے

مُصْلِحُوْنَ ۝۱۱ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَ لٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ۝۱۲ وَ اِذَا قِيْلَ

والے ہیں ۝۱۱ یاد رکھو! یہی لوگ فساد پھیلانے والے ہیں، لیکن انہیں اس بات کا احساس نہیں ہے ۝۱۲ اور جب ان سے کہا

لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ

جاتا ہے کہ تم بھی اسی طرح ایمان لے آؤ جیسے دوسرے لوگ ایمان لائے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم بھی اسی طرح ایمان لائیں جیسے بے

اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۱۳ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا

وقوف لوگ ایمان لائے ہیں؟ خوب اچھی طرح سن لو کہ یہی لوگ بے وقوف ہیں، لیکن وہ یہ بات نہیں جانتے ۝۱۳ اور جب یہ اُن لوگوں سے

اٰمَنَّا ۚ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ

ملتے ہیں جو ایمان لاچکے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے، اور جب یہ اپنے شیطانوں(۱۳) کے پاس تنہائی میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم

---

(۱۰) سورت کے شروع میں پہلے مؤمنوں کے اوصاف اور ان کا انجام بیان فرمایا گیا، پھر اُن لوگوں کا ذکر ہوا جو کھلے کافر ہیں۔ اب یہاں سے ایک تیسرے گروہ کا بیان ہو رہا ہے جسے ''منافق'' کہا جاتا ہے۔ یہ لوگ ظاہر میں تو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے، مگر دِل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

(۱۱) یعنی بظاہر تو وہ اللہ اور مسلمانوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں، کیونکہ اس دھوکے کا انجام خود اُن کے حق میں بُرا ہوگا، وہ سمجھ رہے ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے وہ کفر کے دُنیوی انجام سے بچ گئے، حالانکہ آخرت میں اُن کو جو عذاب ہوگا، وہ دُنیا کے عذاب سے زیادہ سنگین ہے۔

(۱۲) یہ وہی بات ہے جو پیچھے آیت نمبر ۷ میں کہی گئی تھی۔ یعنی شروع میں انہوں نے اپنے اختیار سے اس گمراہی کو اپنایا اور اُس پر اَڑ گئے، یہ اُن کے دِل کی بیماری تھی۔ پھر اُن کی ضد کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی بیماری کو اور بڑھا دیا کہ اب انہیں واقعی ایمان لانے کی توفیق نہیں ہوگی۔

(۱۳) ''اپنے شیطانوں'' سے مراد وہ سردار ہیں جو ان منافقین کی سازشوں میں اُن کے سربراہ اور رہنما کی حیثیت رکھتے تھے۔

مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۴ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ

تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو مذاق کر رہے تھے ۝۱۴ اللہ ان سے مذاق (کا معاملہ) کرتا ہے اور انہیں ایسی ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے

يَعْمَهُوْنَ ۝۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ

رہیں (۱۴) ۝۱۵ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدلی ہے، لہٰذا نہ اُن کی تجارت میں نفع ہوا،

تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝۱۶ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ

اور نہ انہیں صحیح راستہ نصیب ہوا ۝۱۶ اُن کی مثال اُس شخص کی سی ہے جس نے ایک آگ روشن کی (۱۵) پھر جب اس

نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِيْ

(آگ) نے اس کے ماحول کو روشن کردیا تو اللہ نے اُن کا نور سلب کرلیا اور انہیں اندھیریوں میں چھوڑ دیا کہ انہیں کچھ سجھائی

ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ۝۱۷ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ۝۱۸ۙ اَوْ كَصَيِّبٍ

نہیں دیتا ۝۱۷ وہ بہرے ہیں، گونگے ہیں، اندھے ہیں، چنانچہ اب وہ واپس نہیں آئیں گے ۝۱۸ یا پھر (ان منافقوں کی مثال ایسی ہے (۱۶)) جیسے

مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ

آسمان سے برستی ایک بارش ہو، جس میں اندھیریاں بھی ہوں، اور گرج بھی اور چمک بھی۔ وہ کڑکوں کی آواز پر موت کے خوف سے اپنی اُنگلیاں

---

(۱۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی رسّی دراز کر رکھی ہے کہ ان کے دوغلے پن کی فوری سزا دُنیا میں انہیں نہیں مل رہی جس سے وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہماری تدبیر کارگر ہوگئی، چنانچہ وہ اپنی اس گمراہی میں اور پختہ ہوتے جارہے ہیں۔ آخرت میں انہیں ایک دم پکڑ لیا جائے گا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ عمل اُن کے "مذاق" کا نتیجہ تھا، اُسے یہاں "اللہ اُن سے مذاق کرتا ہے" کے عنوان سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

(۱۵) یہاں سے اُن منافقوں کی مثال دی جارہی ہے جو اِسلام کے واضح دلائل سامنے آنے کے باوجود نفاق کی گمراہی میں پھنسے رہے۔ اسلام کے واضح دلائل کو آگ کی روشنی سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح اس روشنی سے ماحول کی چیزیں صاف نظر آنے لگتی ہیں، اسی طرح اسلام کے دلائل سے حقیقت اُن پر واضح ہوگئی، لیکن پھر ضد اور عناد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ روشنی ان سے سلب کرلی اور وہ دیکھنے کی قوت سے محروم ہوگئے۔

(۱۶) منافقوں کی پہلی مثال تو اُن منافقین سے متعلق تھی جو اسلام کے واضح دلائل سامنے آنے کے باوجود خوب سوچ سمجھ کر کفر اور نفاق کا راستہ اختیار کئے ہوئے تھے۔ اب منافقین کے اس گروہ کی مثال دی جارہی ہے جو اسلام لانے کے بارے میں تذبذب کا شکار تھا۔ جب اسلام کی حقانیت کے دلائل سامنے آتے تو اس کے دِل میں اسلام کی طرف جھکاؤ پیدا ہوتا اور وہ اسلام کی طرف بڑھنے لگتے، لیکن جب اسلامی اَحکام کی ذمہ داریاں اور حلال وحرام کی باتیں سامنے آتیں تو وہ اپنی خودغرضی کی وجہ سے رُک جاتے۔ یہاں اسلام کو ایک برستی ہوئی بارش سے تشبیہ دی گئی ہے، اور اس میں کفروشرک کی خرابیوں کا جو بیان ہے، اُسے اندھیریوں سے، اور اس میں کفروشرک پر عذاب کی جو دھمکیاں دی گئی ہیں، انہیں گرج سے تشبیہ دی گئی ہے، نیز قرآنِ کریم میں

مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ
اپنے کانوں میں دے لیتے ہیں۔ اور اللہ نے کافروں کو گھیرے میں (۱۷) لے رکھا ہے (۱۹) ایسا لگتا ہے کہ بجلی اُن کی
يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ
آنکھوں کو اُچک لے جائے گی۔ جب بھی بجلی اُن کے لئے روشنی کردیتی ہے، وہ اُس (روشنی) میں چل پڑتے ہیں،
قَامُوْا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ
اور جب وہ اُن پر اندھیرا کردیتی ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کے سننے اور دیکھنے کی طاقتیں چھین لیتا، بیشک اللہ ہر چیز پر
شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ ع ۲
قدرت رکھتا ہے (۲۰) اے لوگو! اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور اُن لوگوں کو پیدا کیا جو تم سے
مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا
پہلے گزرے ہیں، تاکہ تم متقی بن جاؤ (۲۱) (وہ پروردگار) جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا، اور آسمان کو چھت،
وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا
اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے تمہارے رزق کے طور پر پھل نکالے، لہٰذا اللہ کے ساتھ شریک
لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَيْبٍ
نہ ٹھہراؤ، جبکہ تم (یہ سب باتیں) جانتے ہو (۱۸) (۲۲) اور اگر تم اس (قرآن) کے بارے میں ذرا بھی شک میں ہو جو ہم نے
مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ
اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اُتارا ہے، تو اس جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا لاؤ، اور اگر سچے ہو تو

حق کے جو دلائل اور حق کو تھامنے والوں کے لئے جنت کے جو وعدے کئے گئے ہیں، انہیں بجلی کی روشنی سے۔ جب یہ روشنی ان کے سامنے چمکتی ہے تو وہ چل پڑتے ہیں مگر کچھ دیر میں ان کی خواہشات کی ظلمت ان پر چھاجاتی ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں۔

(۱۷) یعنی جب قرآنِ کریم کفر اور فسق پر عذاب کی وعیدیں سناتا ہے تو یہ اپنے کان بند کرکے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم عذاب سے محفوظ ہوگئے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام کافروں کو گھیرے میں لے رکھا ہے اور وہ اس سے بچ کر نہیں جاسکتے۔

(۱۸) ان دو آیتوں میں اسلام کے بنیادی عقیدے توحید کی دعوت دی گئی ہے، اور مختصر انداز میں اس کی دلیل بھی بیان کردی گئی ہے، اہلِ عرب یہ مانتے تھے کہ ساری کائنات کو پیدا کرنا، زمین وآسمان کی تخلیق اور آسمان سے بارش برسانا، اور اس سے پیداوار اُگانا، یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے ہیں، اس کے باوجود وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے کام بتوں کے سپرد کررکھے ہیں، اور وہ بت اپنے اپنے کاموں میں براہِ راست فیصلہ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، لہٰذا وہ ان بتوں کی عبادت اس لئے کرتے تھے کہ وہ ان کی مدد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب ہر چیز پیدا کرنے والے ہم ہیں، اور ہمیں کائنات چلانے کے لئے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں، تو عبادت کسی اور کی کرنا کتنے بڑے ظلم کی بات ہے۔

دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا

اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو بلالو (۲۳) پھر بھی اگر تم یہ کام نہ کرسکو، اور یقیناً کبھی نہیں کرسکوگے، تو ڈرو اُس

النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَبَشِّرِ

آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے، وہ کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔(۱۹) (۲۴) اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے نیک

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

عمل کئے ہیں، ان کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لئے ایسے باغات (تیار) ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی،(۲۰)

الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا

جب کبھی ان کو ان (باغات) میں سے کوئی پھل رزق کے طور پر دیا جائے گا، تو وہ کہیں گے "یہ تو وہی ہے جو ہمیں پہلے بھی دیا گیا تھا" اور انہیں وہ

مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِيْهَا

رزق ایسا ہی دیا جائے گا جو دیکھنے میں ملتا جلتا ہوگا،(۲۱) اور اُن کے لئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہوں گی، اور وہ ان (باغات) میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ

گے (۲۵) بیشک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ (کسی بات کو واضح کرنے کے لئے) کوئی بھی مثال دے، چاہے وہ مچھر (جیسی معمولی چیز) کی

---

(۱۹) پچھلی آیات میں توحید کا بیان تھا، اب اسلام کے دُوسرے اہم عقیدے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا بیان ہے، اور عرب کے جو لوگ قرآن پر ایمان لانے کے بجائے یہ الزام لگاتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں اور انہوں نے اپنی طرف سے یہ کلام بنالیا ہے، انہیں زبردست چیلنج دیا گیا ہے کہ اگر ایسا کلام کوئی انسان بنا سکتا ہے تو تم بڑے فصیح و بلیغ ہو، تم سب مل کر قرآن جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا کر لے آؤ، ساتھ ہی قرآن نے دعویٰ کیا ہے کہ تم سب مل کر بھی ایسا نہیں کرسکوگے۔ اور واقعہ یہی ہے کہ اہلِ عرب جو اپنی زبان وادب پر ناز کرتے تھے، ان سب کو اس چیلنج کے بعد سانپ سونگھ گیا، اور کوئی شخص یہ چیلنج قبول کرنے کے لئے آگے نہ بڑھا، بڑے بڑے شاعروں اور ادیبوں نے اس خدائی کلام کے آگے گھٹنے ٹیک دیئے، اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور قرآنِ کریم کی سچائی روزِ روشن کی طرح ثابت اور واضح ہوگئی۔

(۲۰) یہ اسلام کے تیسرے عقیدے یعنی "آخرت پر ایمان" کا بیان ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ مرنے کے بعد ایک اور زندگی آنے والی ہے، جس میں ہر انسان کو اپنے تمام اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ اگر ایمان کے ساتھ نیک عمل کئے ہوں گے تو وہ جنت نصیب ہوگی جس کی ایک جھلک اس آیت میں دِکھائی گئی ہے۔

(۲۱) اس کا مطلب ایک تو یہ ہوسکتا ہے کہ جنت ہی میں انہیں وقفوں وقفوں سے ایسے پھل دیئے جائیں گے جو دیکھنے میں بالکل ملتے جلتے ہوں گے، مگر لذت اور ذائقے میں ہر پھل نیا ہوگا، اور دُوسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ جنت کے پھل دیکھنے میں دُنیا کے پھلوں کی طرح ہوں گے، اس لئے انہیں دیکھ کر جنتی یہ کہیں گے کہ یہ تو وہی پھل ہیں جو ہمیں پہلے یعنی دُنیا میں ملے تھے، لیکن جنت میں ان کی لذت اور خصوصیات دُنیا کے پھلوں سے کہیں زیادہ ہوں گی۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ

ہو، یا کسی ایسی چیز کی جو مچھر سے بھی زیادہ (معمولی) ہو۔(۲۲) اب جو لوگ مؤمن ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ یہ مثال ایک حق بات ہے جو ان کے

كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّ

پروردگار کی طرف سے آئی ہے۔ البتہ جو لوگ کافر ہیں، وہ یہی کہتے ہیں کہ بھلا اس (حقیر) مثال سے اللہ کا کیا مطلب ہے؟ (اس طرح) اللہ

يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَ مَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ

اس مثال سے بہت سے لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کرتا ہے، اور بہت سوں کو ہدایت دیتا ہے۔ (مگر) وہ گمراہ انہی کو کرتا ہے جو نافرمان ہیں(۲۳) ﴿۲۶﴾

عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ

وہ جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پختہ کرنے کے بعد بھی توڑ دیتے ہیں(۲۴)، اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، انہیں کاٹ ڈالتے ہیں، اور

---

(۲۲) بعض کافروں نے قرآنِ کریم پر یہ اعتراض کیا تھا کہ اس میں کچھ مثالیں مکھی، مچھر، مکڑی وغیرہ کی دی گئی ہیں، اگر یہ واقعی خدا کا کلام ہوتا تو اس میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر نہ ہوتا۔ ظاہر ہے کہ یہ اعتراض بڑا بے تکا اعتراض تھا، کیونکہ مثال ہمیشہ مضمون کی مناسبت سے دی جاتی ہے، اگر کسی حقیر و ذلیل چیز کی مثال دینی ہو تو ایسی ہی کسی چیز سے دی جائے گی جو حقیر و ذلیل ہو۔ یہ کسی کلام کا عیب تو کیا ہوتا؟ اُس کی فصاحت و بلاغت کی دلیل ہے، مگر یہ بات انہی کی سمجھ میں آتی ہے جو طالبِ حق ہوں اور حق پر ایمان لا چکے ہوں، لیکن جنہوں نے کفر کی قسم کھا رکھی ہے، انہیں تو ہر بات پر ہر حالت میں اعتراض کرنا ہے، اس لئے وہ ایسی بے تکی باتیں کہتے ہیں۔

(۲۳) یعنی قرآنِ کریم کی یہی آیتیں جو طالبِ حق کو ہدایت بخشتی ہیں، ایسے لوگوں کے لئے مزید گمراہی کا سبب بن جاتی ہیں جنہوں نے ضد اور ہٹ دھرمی پر کمر باندھ کر یہ طے کر لیا ہے کہ حق بات ماننی نہیں ہے، کیونکہ وہ ہر نئی آیت کا انکار کرتے ہیں، اور ہر آیت کا انکار ایک مستقل گمراہی ہے۔

(۲۴) عہد سے مراد اکثر مفسرین نے وہ عہدِ اَلست لیا ہے جس کا ذکر سورۂ اعراف (۷:۱۷۲) میں آنے والا ہے، وہیں ان شاء اللہ اس کی تفصیل آئے گی، یہاں اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کرنے سے بہت پہلے آنے والی تمام رُوحوں کو جمع کر کے ان سے پوچھا تھا کہ ''کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں؟'' سب نے اللہ تعالیٰ کے پروردگار ہونے کا اقرار کر کے یہ عہد کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے۔ پھر اس آیت میں عہد کو پختہ کرنے سے مراد بظاہر یہ ہے کہ ہر دور میں اللہ تعالیٰ کے رسول آتے رہے جو اس عہد کو یاد دِلا کر اللہ تعالیٰ کے خالق و مالک ہونے پر دلائل قائم کرتے رہے۔

اس عہد کی ایک اور تشریح بھی ممکن ہے، اور وہ یہ کہ اس سے مراد وہ عملی اور خاموش عہد (Tacit Covenant) ہے جو ہر انسان پیدا ہوتے ہی اپنے خالق و مالک سے کرتا ہے، یہ ایسا ہی ہے جیسے ہر شخص جو کسی ملک میں پیدا ہوتا ہے وہ اس ملک کا شہری ہونے کے ناتے یہ خاموش عہد کرتا ہے کہ وہ اس ملک کے قوانین کا پابند ہوگا۔ خواہ زبان سے اس نے کچھ نہ کہا ہو، لیکن اس کا کسی ملک میں پیدا ہونا ہی اس عہد کے قائم مقام ہے۔ اسی طرح اس کائنات میں جو شخص بھی پیدا ہوتا ہے وہ خود بخود اس عہد کا پابند ہو جاتا

وَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ

زمین میں فساد مچاتے ہیں،(۲۵) ایسے ہی لوگ بڑا نقصان اُٹھانے والے ہیں (۲۷) تم اللہ کے ساتھ کفر کا طرزِ عمل آخر کیسے اختیار کر لیتے ہو، حالانکہ تم

وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ

بے جان تھے، اُسی نے تمہیں زندگی بخشی، پھر وہی تمہیں موت دے گا، پھر وہی تم کو (دوبارہ) زندہ کرے گا، اور پھر تم اسی کے پاس لوٹ کر

تُرْجَعُوْنَ ۞ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۚ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى

جاؤگے (۲۸) وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لئے پیدا کیا،(۲۶) پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا، چنانچہ ان کو سات آسمانوں کی شکل

ہے کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے کی ہدایات کے مطابق زندگی بسر کرے گا۔ اس عہد کے لئے زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ غالباً اسی وجہ سے اگلی آیت میں باری تعالیٰ نے فوراً یہ ارشاد فرمایا کہ ”تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کا طرزِ عمل آخر کیسے اختیار کر لیتے ہو، حالانکہ تم بے جان تھے، اُسی نے تمہیں زندگی بخشی“ یعنی اگر ذرا غور کرو تو تنہا یہ بات کہ کسی نے تمہیں پیدا کیا ہے، تمہاری طرف سے یہ عہد و پیمان ہے کہ تمہارے لئے اس کی نعمتوں کا اعتراف اور اُس کے بتائے ہوئے طریقے پر چلنا لازمی ہوگا۔ ورنہ یہ کونسی عقل اور کونسا انصاف ہے کہ پیدا تو اللہ تعالیٰ کرے، اور فرمانبرداری اس کے بجائے کسی اور کی کی جائے، پھر اس خاموش عہد کو مزید پختہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے ذریعے متواتر تمہیں اس عہد کی یاد دہانی کراتا رہا ہے، اور ان پیغمبروں نے وہ مضبوط دلائل تمہارے سامنے پیش کئے ہیں جن سے یہ عہد مزید پختہ ہوگیا ہے کہ انسان کو ہر معاملے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنی ہے۔

(۲۵) اس سے مراد رشتہ داروں کے وہ حقوق پامال کرنا ہے جنہیں صلہ رحمی کہا جاتا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اُن کافروں کی تین صفات بیان فرمائی ہیں: ایک یہ کہ وہ اللہ سے کیا ہوا عہد توڑتے ہیں، دُوسرے یہ کہ وہ رشتہ داروں کے حقوق پامال کرتے ہیں، اور تیسرے یہ کہ زمین میں فساد مچاتے ہیں۔ ان میں سے پہلی چیز اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہے، یعنی نہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں وہ عقیدہ رکھتے ہیں جو رکھنا چاہئے، اور نہ اس کی وہ عبادت کرتے ہیں جو اُن پر فرض ہے۔ دُوسری اور تیسری چیز کا تعلق حقوق العباد سے ہے، اللہ تعالیٰ نے مختلف رشتوں کے جو حقوق مقرر فرمائے ہیں، اُن کی ٹھیک ٹھیک ادائیگی سے ہی ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا ہے، اگر ان رشتوں کو کاٹ کر باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر اور بیوی ایک دُوسرے کے حقوق پامال کرنا شروع کر دیں تو وہ خاندانی نظام تباہ ہو جاتا ہے جس پر ایک صحت مند تمدّن کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کا لازمی نتیجہ زمین میں فساد کی صورت میں نکلتا ہے، اسی لئے قرآنِ کریم نے رشتوں کو کاٹنے اور زمین میں فساد مچانے کو سورۂ محمد میں بھی ایک ساتھ ملا کر ذکر فرمایا ہے: ”فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ“ (۴۷:۲۲)۔

(۲۶) انسان کو توجہ دِلائی جارہی ہے کہ وہ کائنات کی جتنی چیزوں سے فائدہ اُٹھاتا ہے سب اللہ تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی ہیں، ان میں سے ہر چیز اس کی توحید کی گواہی دے رہی ہے، اس کے باوجود اس کے ساتھ کفر کا رویہ اختیار کرنا کتنی بڑی ناشکری ہے۔ اسی آیت سے فقہاء نے یہ اُصول بھی مستنبط کیا ہے کہ دُنیا کی ہر چیز اصل میں حلال ہے اور جب تک کسی چیز کی حرمت پر کوئی دلیل نہ ہو اس وقت تک اس کو حلال ہی سمجھا جائے گا۔

ع ٣ السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿٢٩﴾ وَ اِذْ قَالَ
میں ٹھیک ٹھیک بنادیا، اور وہ ہر چیز کا پورا علم رکھنے والا ہے ﴿٢٩﴾ اور (اس وقت کا تذکرہ سنو)
رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِیْهَا
جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں،(٢٧) وہ کہنے لگے:
مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَ یَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ
"کیا آپ زمین میں ایسی مخلوق پیدا کریں گے جو اس میں فساد مچائے، اور خون خرابہ کرے، حالانکہ ہم آپ کی تسبیح
لَكَ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَ عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ
اور حمد و تقدیس میں لگے ہوئے ہیں؟"(٢٨) اللہ نے کہا: "میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے" ﴿٣٠﴾ اور آدم کو (اللہ نے)
عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِئُوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ
سارے کے سارے نام سکھادیئے،(٢٩) پھر ان کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور (اُن سے) کہا: اگر تم سچے ہو تو مجھے
صٰدِقِیْنَ ﴿٣١﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ
ان چیزوں کے نام تو بتلاؤ ﴿٣١﴾ وہ بول اُٹھے: آپ ہی کی ذات پاک ہے، جو کچھ علم آپ نے ہمیں دیا ہے اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے۔(٣٠)

---

(٢٧) آیت: ٢١ اور ٢٢ میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت واجب ہونے کی نہایت مختصر اور سادہ، مگر مضبوط دلیل یہ دی گئی تھی کہ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے وہی عبادت کا مستحق ہے۔ آیت: ٢٨ میں کافروں کے کفر پر تعجب کا اظہار بھی اسی بنا پر کیا گیا تھا۔ اب انسان کی پیدائش کا پورا واقعہ بیان کر کے اس دلیل کو مزید پختہ کیا جارہا ہے۔ آیت میں خلیفہ سے مراد انسان ہے، اور اس کے خلیفہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کے اُحکام پر خود بھی عمل کرے اور اپنی طاقت کے مطابق دُوسروں سے بھی کروانے کی کوشش کرے۔

(٢٨) فرشتوں کے اس سوال کا منشاء خدانخواستہ کوئی اعتراض کرنا نہیں تھا بلکہ وہ حیرت کررہے تھے کہ ایک ایسی مخلوق کو پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے جو نیکی کے ساتھ بدی کی صلاحیت بھی رکھتی ہوگی جس کے نتیجے میں زمین پر فساد پھیلنے کا امکان ہوگا۔ مفسرین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ انسان سے پہلے زمین پر جنات پیدا کئے گئے تھے اور انہوں نے آپس میں لڑلڑ کر ایک دوسرے کو ختم کرڈالا تھا۔ فرشتوں نے سوچا کہ شاید انسان کا انجام بھی ایسا ہی ہو۔

(٢٩) ناموں سے مراد کائنات میں پائی جانے والی چیزوں کے نام، ان کی خاصیتیں اور انسان کو پیش آنے والی مختلف کیفیات کا علم ہے، مثلاً بھوک، پیاس، صحت اور بیماری وغیرہ۔ اگرچہ آدم علیہ السلام کو ان چیزوں کی تعلیم دیتے وقت فرشتے بھی موجود تھے، لیکن چونکہ ان کی فطرت میں ان چیزوں کی پوری سمجھ نہیں تھی اس لئے جب ان کا امتحان لیا گیا تو وہ جواب نہیں دے سکے، اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے عملی طور پر انہیں باور کرادیا کہ جو کام اس نئی مخلوق سے لینا مقصود ہے وہ فرشتے انجام نہیں دے سکتے۔

(٣٠) بظاہر ان الفاظ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نام صرف حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے گئے تھے، اور فرشتے اس تعلیم میں

الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ یٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ

حقیقت میں علم وحکمت کے مالک تو صرف آپ ہیں (۳۲) اللہ نے کہا: ''آدم! تم ان کو ان چیزوں کے نام بتادو'' چنانچہ جب اس نے ان کے نام

بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ

ان کو بتادیے تو اللہ نے (فرشتوں سے) کہا: ''کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں آسمانوں اور زمین کے بھید جانتا ہوں؟ اور جو کچھ تم ظاہر

وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ

کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو مجھے اس سب کا علم ہے'' (۳۳) اور (اس وقت کا تذکرہ سنو) جب ہم نے فرشتوں سے

اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَاسْتَكْبَرَ ۫ وَكَانَ مِنَ

کہا کہ: آدم کو سجدہ کرو،[۳۱] چنانچہ سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے کہ اس نے انکار کیا[۳۲] اور متکبرانہ رویہ اختیار کیا اور کافروں میں شامل

الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَقُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا

ہوگیا (۳۴) اور ہم نے کہا: ''آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو، اور اس میں سے جہاں سے چاہو جی بھر کے کھاؤ، مگر اس درخت کے پاس بھی

شریک نہیں تھے۔ اس صورت میں ان سے ان ناموں کے بارے میں پوچھنا یہ جتانے کے لئے تھا کہ تم میں وہ صلاحیت نہیں رکھی گئی جو آدم علیہ السلام کی تخلیق سے مقصود ہے۔ دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ آدم علیہ السلام کو سکھاتے وقت فرشتے موجود تو تھے لیکن چونکہ ان میں ان باتوں کو سمجھنے یا یاد رکھنے کی صلاحیت نہیں تھی اس لئے وہ امتحان کے وقت جواب نہ دے سکے۔ اس صورت میں ان کے جواب کا حاصل یہ ہوگا کہ ہمیں وہی علم حاصل ہوسکتا ہے جو آپ ہمیں دینا چاہیں اور اس کی صلاحیت ہمارے اندر پیدا کردیں۔

(۳۱) فرشتوں کے سامنے آدم علیہ السلام کی عظمت کا عملی مظاہرہ اور ان کا امتحان لینے کے لئے انہیں آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ یہ سجدہ عبادت کا نہیں تعظیم کا سجدہ تھا جو بعض پچھلی شریعتوں میں جائز تھا، بعد میں تعظیم کے لئے بھی اللہ تعالی کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کی سختی سے ممانعت کردی گئی تاکہ شرک کا کوئی شائبہ بھی پیدا نہ ہو۔ یہ سجدہ کروانا اس بات کا بھی مظاہرہ تھا کہ فرشتوں کو اس بات کی تلقین کی جارہی ہے کہ کائنات میں جو چیزیں ان کے اختیار میں دی گئی ہیں وہ انسان کے لئے مسخر کردی جائیں، تاکہ یہ دیکھا جائے کہ وہ ان کو صحیح استعمال کرتا ہے یا غلط۔

(۳۲) اگرچہ براہِ راست سجدے کا حکم فرشتوں کو دیا گیا تھا، مگر اس میں تمام جاندار مخلوقات بھی شامل تھیں، لہٰذا ابلیس جو جنات میں سے تھا اس پر بھی اس حکم کی تعمیل لازم تھی۔ لیکن جیسا کہ خود قرآنِ کریم نے دوسری جگہ بیان فرمایا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے کہنے لگا کہ مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا ہے اور آدم کو مٹی سے، اس لئے میں اس سے افضل ہوں، میں اسے کیوں سجدہ کروں؟ (قرآن کریم، سورہ اعراف ۷:۱۲)۔ اس واقعے سے دو سبق ملتے ہیں۔ ایک یہ کہ اپنے آپ کو بذاتِ خود دوسروں سے بڑا سمجھنا اور اپنی بڑائی بگھارنا کتنا بڑا گناہ ہے۔ اور دوسرا سبق یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی واضح حکم آجائے تو بندے کا کام یہ ہے کہ اس حکم کو دل وجان سے بجالائے، چاہے اس کی حکمت اور فائدہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

حَيْثُ شِئْتُمَا ۖ وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۵﴾

مت (جانا)[۳۳] ورنہ تم ظالموں میں شمار ہوگے۔" ﴿۳۵﴾ پھر ہوا یہ کہ شیطان نے ان دونوں کو وہاں سے ڈگمگا دیا، اور جس (عیش) میں وہ تھے اس سے

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ

انہیں نکال (کر رہا)[۳۴] اور ہم نے (آدم، ان کی بیوی اور ابلیس سے) کہا: "اب تم سب یہاں سے اُتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگے، اور تمہارے

لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ

لئے ایک مدّت تک زمین میں ٹھہرنا اور کسی قدر فائدہ اُٹھانا (طے کر دیا گیا)[۳۵] ہے" ﴿۳۶﴾ پھر آدم نے اپنے پروردگار سے (توبہ کے) کچھ الفاظ سیکھ

مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۗ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾

لئے (جن کے ذریعے انہوں نے توبہ مانگی) چنانچہ اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی۔[۳۶] بیشک وہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے ﴿۳۷﴾ ہم

---

(۳۳) یہ کونسا درخت تھا؟ قرآنِ کریم نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی، نہ اس کے جاننے کی ضرورت ہے۔ اتنا جان لینا کافی ہے کہ جنت کے درختوں میں ایک درخت ایسا تھا جس کا پھل کھانے سے انہیں روک دیا گیا تھا۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ گندم کا درخت تھا، بعض میں انگور کا ذکر ہے، مگر کوئی روایت ایسی نہیں جس پر پورا بھروسہ کیا جاسکے۔

(۳۴) یعنی شیطان نے انہیں بہکا کر اس درخت کا پھل کھانے پر آمادہ کر دیا۔ اور بہانہ یہ بنایا کہ یوں تو یہ درخت بڑا مفید ہے، کیونکہ اس کو کھانے سے ابدی زندگی حاصل ہوجاتی ہے، لیکن شروع میں آپ کو اس لئے منع کیا گیا تھا کہ آپ کی جسمانی کیفیت اس کو برداشت نہ کرسکتی تھی، اب چونکہ آپ جنت کے ماحول کے عادی ہوگئے ہیں، اور آپ کے قویٰ مضبوط ہوچکے ہیں، اس لئے اب وہ ممانعت باقی نہیں رہی۔ اس واقعے کی مزید تفصیل کے لئے دیکھئے: سورۂ اَعراف (۷: ۱۹ تا ۲۳) اور سورۂ طٰہٰ (۲۰: ۱۲۰)۔

(۳۵) مطلب یہ ہے کہ اس واقعے کے نتیجے میں آدم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ کو جنت سے اور شیطان کو آسمانوں سے نیچے زمین پر اُترنے کا حکم دے دیا گیا۔ ساتھ ہی یہ بھی بتادیا گیا کہ انسان اور شیطان کے درمیان رہتی دُنیا تک دُشمنی قائم رہے گی، اور زمین کا یہ قیام ایک معین مدت تک ہوگا جس میں کچھ دُنیوی فائدے اُٹھانے کے بعد سب کو بالآخر اللہ تعالیٰ کے پاس دوبارہ پیش ہونا ہوگا۔

(۳۶) جب آدم علیہ السلام کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ پریشان ہوگئے، لیکن سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے کن الفاظ میں معافی مانگیں، اس لئے زبان سے کچھ نکل نہیں رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جو دِلوں کے حال سے بھی خوب واقف ہیں اور رحیم و کریم بھی ہیں، ان کی اس کیفیت کے پیشِ نظر خود ہی ان کو توبہ کے الفاظ سکھائے جو سورۂ اَعراف میں مذکور ہیں: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ یعنی: "اے ہمارے پروردگار! ہم اپنی جانوں پر ظلم کر گذرے ہیں، اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ فرمایا، اور ہم پر رحم نہ کیا تو ہم برباد ہوجائیں گے۔" اس طرح اللہ تعالیٰ نے زمین پر بھیجنے سے پہلے انسان کو یہ تعلیم دے دی کہ جب کبھی نفسانی خواہشات یا شیطان کے بہکاوے میں آکر اس سے کوئی گناہ سرزد ہوجائے، تو اسے فوراً اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہئے، اور اگرچہ توبہ کے لئے کوئی خاص الفاظ لازمی نہیں ہیں، بلکہ ہر وہ جملہ جس میں اپنے کئے پر ندامت اور آئندہ گناہ نہ کرنے کا ارادہ شامل ہو، اس کے ذریعے توبہ ممکن ہے، لیکن چونکہ یہ الفاظ خود اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے ہیں،

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ

نے کہا: ''اب تم سب یہاں سے اُتر جاؤ۔ پھر اگر میری طرف سے کوئی ہدایت تمہیں پہنچے، تو جو لوگ میری ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کو نہ کوئی

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (٣٨) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ

خوف ہوگا، اور نہ وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔ (٣٨) اور جو لوگ کفر کا ارتکاب کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے لوگ ہیں

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (٣٩) يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ ع ۴

جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔'' (٣٩) اے بنی اسرائیل! میری وہ نعمت یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی، اور تم مجھ سے کیا ہوا عہد پورا کرو، تاکہ میں

الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ (٤٠)

بھی تم سے کیا ہوا عہد پورا کروں، اور تم (کسی اور سے نہیں، بلکہ) صرف مجھی سے ڈرو (٣٧) (٤٠) اور جو کلام میں نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ،

اس لئے ان الفاظ میں توبہ کرنے سے قبولیت کی زیادہ اُمید ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ، جیسا کہ پیچھے آیت ۳۰ سے واضح ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے آدم علیہ السلام کو زمین پر اپنا نائب بنا کر بھیجنے کے لئے پیدا فرمایا تھا، لیکن زمین پر بھیجنے سے پہلے انہیں جنت میں رکھنے اور اس کے بعد کے واقعات کا تکوینی مقصد بظاہر یہ تھا کہ ایک طرف حضرت آدم علیہ السلام جنت کی نعمتوں کا خود تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ ان کی اصل منزل کیا ہے، اور زمین پر پہنچنے کے بعد اِس منزل کے حصول میں کس قسم کی رُکاوٹیں پیش آسکتی ہیں، اور ان سے نجات پانے کا کیا طریقہ ہوگا؟ چونکہ فرشتوں کے مقابلے میں انسان کا امتیاز ہی یہ تھا کہ اس میں اچھائی اور بُرائی دونوں کی صلاحیت رکھی گئی تھی، اس لئے ضروری تھا کہ اسے زمین پر بھیجنے سے پہلے ایسے تجربے سے گذارا جائے۔ پیغمبر چونکہ معصوم ہوتے ہیں اور ان سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوسکتا، اس لئے آدم علیہ السلام کی یہ غلطی درحقیقت اِجتہادی غلطی (Bonafide Mistake) تھی، یعنی سوچ کی یہ غلطی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو شیطان کے بہکانے سے ایک خاص وقت تک محدود سمجھ لیا، ورنہ اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانی کا ہرگز ان سے تصور نہیں کیا جاسکتا۔ تاہم چونکہ یہ قصور بھی ایک پیغمبر کے شایانِ شان نہ تھا اس لئے اسے بعض آیات میں گناہ یا حکم عدولی سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس پر توبہ کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ ساتھ ہی زیرِ نظر آیت میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی، اور اس طرح اس عیسائی عقیدے کی تردید فرمادی گئی ہے جس کا کہنا یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کا یہ گناہ ہمیشہ کے لئے انسان کی سرشت میں داخل ہوگیا تھا جس کے نتیجے میں ہر بچہ ماں کے پیٹ سے گناہگار پیدا ہوتا ہے، اور اس مشکل کے حل کے لئے اللہ تعالیٰ کو اپنا بیٹا دُنیا میں بھیج کر اسے قربان کرنا پڑا تاکہ وہ ساری دُنیا کے لئے کفارہ بن سکے۔ قرآنِ کریم نے دوٹوک الفاظ میں اعلان فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی تھی اس لئے نہ وہ گناہ باقی رہا تھا، نہ اس کے اولادِ آدم کی طرف منتقل ہونے کا کوئی سوال ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قانونِ عدل میں ایک شخص کے گناہ کا بوجھ دوسرے کے سر پر نہیں ڈالا جاتا۔

(۳۷) ''اسرائیل'' حضرت یعقوب علیہ السلام کا دوسرا نام ہے، ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ تمام تر یہودی اور اکثر عیسائی اسی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ مدینہ منوّرہ میں یہودیوں کی اچھی خاصی تعداد آباد تھی، اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۭ بِهٖ ۖ وَلَا

جبکہ وہ اُس کتاب (یعنی تورات) کی تصدیق بھی کر رہا ہے جو تمہارے پاس ہے، اور تم ہی سب سے پہلے اس کے منکر نہ بن جاؤ۔ اور میری

تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ

آیتوں کو معمولی سی قیمت لے کر نہ بیچو، اور (کسی اور کے بجائے) صرف میرا خوف دِل میں رکھو (۳۸) ﴿۴۱﴾ اور حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ

بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا

نہ کرو، اور نہ حق بات کو چھپاؤ جبکہ (اصل حقیقت) تم اچھی طرح جانتے ہو ﴿۴۲﴾ اور نماز قائم کرو، اور زکوۃ ادا کرو،

الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ

اور رُکوع کرنے والوں کے ساتھ رُکوع کرو (۳۹) ﴿۴۳﴾ کیا تم (دوسرے) لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو، اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو؟

مدینہ منوّرہ پہنچنے کے بعد نہ صرف ان کو اِسلام کی دعوت دی تھی، بلکہ ان سے امن کا معاہدہ بھی فرمایا تھا۔ لہٰذا اس مدنی سورت میں زیرِ نظر آیت سے آیت ۱۲۳ تک مسلسل بنی اسرائیل کا تذکرہ ہے جس میں انہیں اسلام کی دعوت بھی دی گئی ہے اور ان کو نصیحت کرنے کے ساتھ ان کی بدعنوانیوں پر متنبہ بھی کیا گیا ہے۔ شروع میں ان کو یاد دِلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر کیسے کیسے انعامات فرمائے تھے، اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شکر گذار ہو کر اس عہد کو پورا کرتے جو اللہ تعالیٰ نے ان سے لیا تھا کہ وہ تورات پر ٹھیک ٹھیک عمل کریں گے اور اللہ کے بھیجے ہوئے ہر نبی پر ایمان لائیں گے۔ لیکن انہوں نے تورات پر عمل کرنے کے بجائے اس کی من مانی تأویلیں شروع کر دیں اور اس کے اَحکام کو بدل ڈالا۔ چونکہ اس طرزِ عمل کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حق کو قبول کرنے کی صورت میں انہیں اپنے ہم مذہب لوگوں کا ڈر تھا کہ وہ کہیں ان سے بدظن نہ ہو جائیں، اس لئے ان دو آیتوں کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ مخلوق سے ڈرنے کے بجائے انہیں اللہ سے ڈرنا چاہئے، اور اللہ کے سوا کسی کا خوف دِل میں نہیں رکھنا چاہئے۔

(۳۸) بنی اسرائیل کو یاد دِلایا جا رہا ہے کہ قرآنِ کریم وہی دعوت لے کر آیا ہے جو تورات اور اِنجیل کی دعوت تھی اور جن آسمانی کتابوں پر وہ ایمان رکھتے ہیں، قرآنِ کریم انہیں جھٹلانے کے بجائے دو طرح سے ان کی تصدیق کرتا ہے: ایک اس لحاظ سے کہ وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ یہ کتابیں اللہ ہی کی نازل کی ہوئی تھیں، (یہ اور بات ہے کہ بعد کے لوگوں نے ان میں کافی ردّ و بدل کر ڈالا جس کی حقیقت قرآن نے واضح فرمائی) اور دوسرے قرآن اس حیثیت سے ان کتابوں کی تصدیق کرتا ہے کہ ان کتابوں میں آخری نبی کی تشریف آوری کی جو پیشینگوئیاں کی گئی تھیں قرآنِ کریم نے انہیں سچا کر دکھایا۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ بنی اسرائیل عرب کے بت پرستوں سے پہلے اس پر ایمان لاتے، لیکن ہو یہ رہا ہے کہ جس تیز رفتاری سے بت پرست اسلام لا رہے ہیں اس رفتار سے یہودی ایمان نہیں لا رہے، اور اس طرح گویا بنی اسرائیل قرآن کی تکذیب کرنے میں پیش پیش ہیں۔ اسی لئے کہا گیا کہ: ''تم ہی سب سے پہلے اس کے منکر نہ بن جاؤ''۔ بعض یہودیوں کا طریقہ یہ بھی تھا کہ وہ رِشوت لے کر تورات کی تشریح عام لوگوں کی خواہشات کے مطابق کر دیا کرتے تھے، اور بعض اوقات اس کے اَحکام کو چھپا لیتے تھے۔ ان کے اس طرزِ عمل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا گیا: ''میری آیتوں کو معمولی سی قیمت لے کر نہ بیچو،... اور حق کو باطل کے ساتھ گڈمڈ نہ کرو، اور نہ حق بات کو چھپاؤ۔''

(۳۹) رُکوع کا ذکر خاص طور پر اس لئے کیا گیا کہ یہودیوں کی نماز میں رُکوع نہیں ہوتا تھا۔

اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا

حالانکہ تم کتاب کی تلاوت بھی کرتے ہو! کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں؟ (۴۴) اور صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ نماز بھاری ضرور معلوم ہوتی ہے، مگر

لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ

اُن لوگوں کو نہیں جو خشوع (یعنی دھیان اور عاجزی) سے پڑھتے ہیں (۴۵) جو اس بات کا خیال رکھتے ہیں کہ وہ اپنے پروردگار سے ملنے والے

رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ يٰبَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْۤ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ ع

ہیں، اور ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (۴۶) اے بنی اسرائیل! میری وہ نعمت یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی، اور یہ بات (یاد کرو) کہ میں

عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا

نے تم کو سارے جہانوں پر فضیلت دی تھی (۴۷) اور اس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص بھی کسی کے کچھ کام نہیں آئے گا، نہ کسی سے کوئی سفارش

شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ

قبول کی جائے گی، نہ کسی سے کسی قسم کا فدیہ لیا جائے گا، اور نہ ان کو کوئی مدد پہنچے گی (۴۸) اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں

يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِىْ ذٰلِكُمْ

سے نجات دی جو تمہیں بڑا عذاب دیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے۔[۴۰] اور اس ساری صورتِ حال

بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ

میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارا بڑا امتحان تھا (۴۹) اور (یاد کرو) جب ہم نے تمہاری خاطر سمندر کو پھاڑ ڈالا تھا، چنانچہ تم سب کو بچا لیا

فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ

تھا اور فرعون کے لوگوں کو (سمندر میں) غرق کر ڈالا تھا،[۴۱] اور تم یہ سارا نظارہ دیکھ رہے تھے (۵۰) اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ سے

اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

چالیس راتوں کا وعدہ ٹھہرایا تھا، پھر تم نے ان کے پیچھے (اپنی جانوں پر) ظلم کر کے بچھڑے کو معبود بنا لیا[۴۲] (۵۱) پھر اس سب کے بعد بھی ہم نے تم

---

(۴۰) فرعون مصر کا بادشاہ تھا جہاں بنی اسرائیل بڑی تعداد میں آباد تھے، اور فرعون کی غلامی میں دن گذار رہے تھے۔ فرعون کے سامنے کسی نجومی نے یہ پیشینگوئی کر دی کہ اس سال بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جو اس کی بادشاہی کا خاتمہ کر دے گا۔ یہ سن کر اس نے یہ حکم دے دیا کہ اسرائیلیوں میں جو کوئی بچہ پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے، البتہ لڑکیوں کو زندہ رکھا جائے تاکہ ان سے خدمت لی جا سکے۔ اس طرح بہت سے نوزائیدہ بچے قتل کئے گئے، اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسی سال پیدا ہوئے، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو محفوظ رکھا۔ اس کا مفصل واقعہ سورۂ طٰہٰ اور سورۃ القصص میں خود قرآنِ کریم نے ذکر فرمایا ہے۔

(۴۱) اس کا واقعہ بھی مذکورہ بالا دو سورتوں میں تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔

(۴۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ کوہِ طور پر آ کر چالیس دن اعتکاف کریں تو انہیں تورات عطا کی جائے گی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر تشریف لے گئے۔ ان کی غیر موجودگی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے

ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۵۲ وَ اِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ

کو معاف کردیا تاکہ تم شکر ادا کرو ۝۵۲ اور (یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اور حق و باطل میں تمیز کا معیار (بخشا) تاکہ تم

تَهْتَدُوْنَ ۝۵۳ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ

راہِ راست پر آؤ ۝۵۳ اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ: "اے میری قوم! حقیقت میں تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر خود

بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ

اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، لہٰذا اب اپنے خالق سے توبہ کرو، اور اپنے آپ کو قتل کرو۔ تمہارے خالق کے نزدیک یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔"

لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝۵۴

اس طرح اللہ نے تمہاری توبہ قبول کرلی۔ بیشک وہی ہے جو اِتنا معاف کرنے والا، اِتنا رحم کرنے والا ہے ۝۵۴ اور جب تم نے کہا تھا:

وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ

"اے موسیٰ! ہم اُس وقت تک ہرگز تمہارا یقین نہیں کریں گے جب تک اللہ کو ہم خود کھلی آنکھوں نہ دیکھ لیں" نتیجہ یہ ہوا کہ کڑکے

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝۵۵ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۵۶ وَ

نے تمہیں اس طرح آپکڑا کہ تم دیکھتے رہ گئے ۝۵۵ پھر ہم نے تمہیں تمہارے مرنے کے بعد دوسری زندگی دی تاکہ تم شکرگزار بنو(۴۳) ۝۵۶ اور ہم

ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا

نے تم کو بادل کا سایہ عطا کیا، اور تم پر من و سلویٰ نازل کیا (اور کہا کہ:) "جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں بخشا ہے (شوق سے) کھاؤ(۴۴)۔"

سامری جادوگر نے ایک گائے کا بچھڑا بنایا اور بنی اسرائیل کو اسے اپنا معبود قرار دینے اور اس کی عبادت کرنے پر آمادہ کرلیا، اور اس طرح وہ شرک میں مبتلا ہوگئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اطلاع ہوئی تو وہ گھبرا کر واپس تشریف لائے اور بنی اسرائیل کو توبہ کی تلقین فرمائی۔ اس توبہ کا ایک حصہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل میں سے جو لوگ اس شرک میں ملوث نہیں ہوئے تھے وہ ملوث ہونے والوں کو قتل کریں۔ چنانچہ ان کی ایک بڑی تعداد قتل کی گئی، اور اس طرح ان کی توبہ قبول ہوئی۔ یہ واقعات اِن شاء اللہ تفصیل سے سورۂ اَعراف اور سورۂ طٰہٰ میں آئیں گے۔

(۴۳) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے تورات لے کر تشریف لائے تو بنی اسرائیل نے ان سے کہا کہ ہمیں کیسے یقین آئے کہ واقعی اللہ نے ہمیں اس کتاب پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے؟ شروع میں ان پر حجت تمام کرنے کے لئے انہیں اللہ تعالیٰ نے براہِ راست خطاب فرما کر تورات پر عمل کا حکم دیا، مگر وہ کہنے لگے کہ جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو آنکھوں سے نہ دیکھ لیں گے ہمیں یقین نہ آئے گا۔ اُن کے اس گستاخانہ طرزِ عمل پر ایک بجلی کے کڑکے نے انہیں آگھیرا اور وہ بعض روایات کے مطابق مر گئے، اور بعض کے مطابق بے ہوش ہوگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندگی دی۔ اس واقعے کی تفصیل بھی اِن شاء اللہ سورۂ اَعراف میں آئے گی۔

(۴۴) جیسا کہ سورۂ مائدہ میں آئے گا، بنی اسرائیل نے جہاد کے ایک حکم کی نافرمانی کی تھی جس کی پاداش میں انہیں صحرائے سینا

رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذْ قُلْنَا

اور (یہ نافرمانیاں کرکے) انہوں نے ہمارا کچھ نہیں بگاڑا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ہی ظلم کرتے رہے ﴿۵۷﴾ اور (وہ وقت بھی یاد کرو)

ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا

جب ہم نے کہا تھا کہ: ''اِس بستی میں داخل ہوجاؤ اور اِس میں جہاں سے چاہو جی بھر کر کھاؤ، اور (بستی کے) دروازے میں جھکے سروں کے

الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَ سَنَزِيْدُ

ساتھ داخل ہونا، اور یہ کہتے جانا کہ (یااللہ!) ہم آپ کی بخشش کے طلب گار ہیں، (اس طرح) ہم تمہاری خطائیں معاف کردیں گے، اور نیکی

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا

کرنے والوں کو اور زیادہ (ثواب) بھی دیں گے۔'' ﴿۵۸﴾ مگر ہوا یہ کہ جو بات اُن سے کہی گئی تھی، ظالموں نے اُسے بدل کر ایک اور بات

عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَاِذِ ع

بنالی۔ (۴۵) نتیجہ یہ کہ جو نافرمانیاں وہ کرتے آرہے تھے ہم نے اُن کی سزا میں اِن ظالموں پر آسمان سے عذاب نازل کیا ﴿۵۹﴾ اور

اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ

(وہ وقت بھی یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لئے پانی مانگا تو ہم نے کہا: ''اپنی لاٹھی پتھر پر مارو'' چنانچہ اس (پتھر) سے بارہ چشمے پھوٹ

میں مقید کر دیا گیا تھا، لیکن اس سزایابی کے دوران بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں جن نعمتوں سے نوازا یہاں اُن کا ذکر ہو رہا ہے۔ صحرا میں چونکہ کوئی چھت ان کے سروں پر نہیں تھی اس لئے ان کو دُھوپ کی تمازت سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمایا کہ ایک بادل ان پر مسلسل سایہ کئے رہتا تھا۔ اسی صحرا میں جہاں کوئی غذا دستیاب نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے غیب سے من وسلویٰ کی شکل میں انہیں بہترین خوراک مہیا فرمائی۔ بعض روایات کے مطابق من سے مراد ترنجبین ہے جو اس علاقے میں افراط سے پیدا کر دی گئی تھی، اور سلویٰ سے مراد بٹیریں ہیں جو بنی اسرائیل کی قیام گاہوں کے آس پاس کثرت سے منڈلاتی رہتیں، اور کوئی انہیں پکڑنا چاہتا تو وہ بالکل مزاحمت نہیں کرتی تھیں۔ بنی اسرائیل نے ان تمام نعمتوں کی بُری طرح ناقدری کی اور اس طرح خود اپنی جانوں پر ظلم کیا۔

(۴۵) اسی صحرا میں رہتے ہوئے جب مدت گذر گئی اور بنی اسرائیل من وسلویٰ سے بھی اُکتا گئے تو انہوں نے یہ مطالبہ کیا کہ ہم ایک ہی قسم کے کھانے پر گذارہ نہیں کرسکتے۔ ہم زمین کی ترکاریاں وغیرہ کھانا چاہتے ہیں۔ ان کا یہ مطالبہ آگے آیت ۶۱ میں آرہا ہے۔ اس موقع پر ان کی یہ خواہش بھی پوری کی گئی اور یہ اعلان فرمایا گیا کہ اب تمہیں صحرا کی خاک چھاننے سے نجات دی جاتی ہے۔ سامنے ایک شہر ہے اس میں چلے جاؤ، لیکن اپنے گناہوں پر ندامت کے اظہار کے طور پر سر جھکائے ہوئے اور معافی مانگتے ہوئے شہر میں داخل ہو، وہاں اپنی رغبت کے مطابق جو حلال غذا چاہو کھا سکو گے۔ لیکن ان ظالموں نے پھر ضد کا مظاہرہ کیا۔ شہر میں داخل ہوتے ہوئے سر تو کیا جھکاتے، سینے تان تان کر داخل ہوئے، اور معافی مانگنے کے لئے انہیں جو اَلفاظ کہنے کی تلقین کی گئی تھی ان کا مذاق بنا کر ان سے ملتے جلتے ایسے نعرے لگاتے ہوئے داخل ہوئے جن کا مقصد مسخرہ پن کے سوا کچھ نہ تھا۔

مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ أُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا

نکلے۔(۴۶) ہر ایک قبیلے نے اپنے پانی لینے کی جگہ معلوم کرلی۔ (ہم نے کہا:) اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ پیو، اور زمین میں

وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَإِذْ قُلْتُمْ

فساد مچاتے مت پھرنا ﴿۶۰﴾ اور (وہ وقت بھی) جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ! ہم ایک ہی کھانے پر صبر نہیں کر سکتے،

يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ

لہٰذا ہماری خاطر اپنے پروردگار سے مانگئے کہ وہ ہمارے لئے کچھ وہ چیزیں پیدا کرے جو زمین اُگایا کرتی ہے، یعنی زمین کی

الْأَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ

ترکاریاں، اس کی ککڑیاں، اس کا گندم، اس کی دالیں اور اس کی پیاز۔ موسیٰ نے کہا: ”جو (غذا) بہتر تھی کیا تم اُس کو ایسی

أَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ أَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَإِنَّ لَكُمْ مَّا

چیزوں سے بدلنا چاہتے ہو جو گھٹیا درجے کی ہیں؟ (خیر!) ایک شہر میں جا اُترو، تو وہاں تمہیں وہ چیزیں مل جائیں گی جو تم نے مانگی ہیں(۴۷)“۔

سَأَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ق وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ

اور ان (یہودیوں) پر ذلت اور بیکسی کا ٹھپہ لگادیا گیا، اور وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ

بِأَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا

وہ اللہ کی آیتوں کا اِنکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق قتل کردیتے تھے۔ یہ سب اس لئے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی،

ع عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ ع إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَ

اور وہ بیحد زیادتیاں کرتے تھے ﴿۶۱﴾ حق تو یہ ہے کہ جو لوگ بھی، خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا نصرانی یا صابی، اللہ اور

الصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ أَجْرُهُمْ عِنْدَ

آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے، وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہوں گے، اور ان کو نہ کوئی خوف

جو لفظ انہیں معافی مانگنے کے لئے سکھایا گیا تھا وہ تھا: ”حِطّۃ“ (یا اللہ! ہمارے گناہ بخش دے) انہوں نے اسے بدل کر جس لفظ کے نعرے لگائے وہ تھا: ”حِنطۃ“ یعنی گندم!

(۴۶) یہ واقعہ بھی اس وقت کا ہے جب بنی اسرائیل میدانِ تِیہ (صحرائے سینا) میں محصور تھے، وہاں پانی کا کوئی چشمہ نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک معجزے کے طور پر پتھر سے بارہ چشمے پیدا فرمادیئے۔ حضرت یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے، ہر بیٹے کی اولاد ایک مستقل قبیلہ بن گئی، اور اس طرح بنی اسرائیل بارہ قبیلوں میں تقسیم ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قبیلے کے لئے الگ چشمہ جاری فرمادیا تاکہ کوئی اُلجھن پیش نہ آئے۔

(۴۷) یہ وہی واقعہ ہے جو اُوپر حاشیہ نمبر ۵ ۴ میں بیان کیا گیا ہے۔

رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ

ہوگا، نہ وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔(۴۸) ﴿۶۲﴾ اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم سے (تورات پر عمل کرنے کا) عہد لیا تھا، اور کوہِ طور کو تمہارے اوپر اُٹھا

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ

کھڑا کیا تھا (کہ) جو (کتاب) ہم نے تمہیں دی ہے اس کو مضبوطی سے تھامو،(۴۹) اور اس میں جو کچھ (لکھا) ہے اُس کو یاد رکھو، تاکہ تمہیں تقویٰ

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

حاصل ہو ﴿۶۳﴾ اس سب کے باوجود تم دوبارہ (راہِ راست سے) پھر گئے۔ چنانچہ اگر اللہ کا فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتی تو تم ضرور سخت نقصان

وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ

اُٹھانے والوں میں شامل ہو جاتے ﴿۶۴﴾ اور تم اپنے ان لوگوں کو اچھی طرح جانتے ہو جو سنیچر (سبت) کے معاملے میں حد سے گذر گئے تھے، چنانچہ

---

(۴۸) بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور ان کی نافرمانیوں کے تذکرے کے بیچ میں یہ آیت کریمہ بنی اسرائیل کے ایک باطل گھمنڈ کی تردید کے لئے آئی ہے۔ اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ صرف اُنہی کی نسل اللہ کے منتخب اور لاڈلے بندوں پر مشتمل ہے۔ ان کے خاندان سے باہر کا کوئی آدمی اللہ کے انعامات کا مستحق نہیں ہے۔ (آج بھی یہودیوں کا یہی عقیدہ ہے۔ اسی لئے یہودی مذہب ایک نسل پرست مذہب ہے، اور اس نسل کے باہر کا کوئی شخص یہودی مذہب اختیار کرنا بھی چاہے تو یا اختیار کر ہی نہیں سکتا یا ان حقوق کا مستحق نہیں ہو سکتا جو ایک نسلی یہودی کو حاصل ہیں)۔ اس آیت نے واضح فرمایا کہ حق کسی ایک نسل میں محدود نہیں ہے۔ اصل اہمیت ایمان اور نیک عمل کو حاصل ہے، جو شخص بھی اللہ اور آخرت پر ایمان لانے اور عمل صالح کی بنیادی شرطیں پوری کردے گا، خواہ وہ پہلے کسی بھی مذہب یا نسل سے تعلق رکھتا ہو، اللہ کے نزدیک اجر کا مستحق ہوگا۔ یہودیوں اور نصرانیوں کے علاوہ عرب میں کچھ ستارہ پرست لوگ رہتے تھے جنہیں "صابی" کہا جاتا تھا، اس لئے ان کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ اللہ پر ایمان لانے میں اس کے تمام رسولوں پر ایمان لانا بھی داخل ہے، لہٰذا نجات پانے کے لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ چنانچہ پیچھے آیت ۴۰-۴۱ میں اسی لئے تمام بنی اسرائیل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ مزید دیکھئے قرآنِ کریم کی آیات ۷:۱۵۵ تا ۱۵۷۔

(۴۹) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر آئے تو بنی اسرائیل نے دیکھا کہ اس کے بعض اَحکام بہت سخت ہیں، اس لئے اس سے بچنے کے بہانے تلاش کرنے شروع کردیئے۔ پہلے تو اُنہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خود کہے کہ تورات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ مطالبہ اگرچہ نامعقول تھا مگر اُن پر حجت تمام کرنے کے لئے اُن میں سے ستر آدمی منتخب کرکے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہِ طور پر بھیجے گئے (جیسا کہ قرآن کریم نے سورۂ اَعراف ۷:۱۵۵ میں بیان فرمایا ہے) جن کو اللہ تعالیٰ نے براہِ راست تورات پر عمل کا حکم دیا۔ مگر جب یہ واپس لوٹے تو اُنہوں نے اپنی قوم کے سامنے تصدیق تو کی کہ اللہ تعالیٰ نے تورات پر عمل کا حکم دیا ہے، لیکن ایک بات اپنی طرف سے بڑھا دی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جتنا تم سے ہو سکے اُتنا عمل کرلینا، لیکن جو نہ ہو سکے وہ ہم معاف کردیں گے، چنانچہ تورات کے جس حکم میں بھی اُنہیں کچھ مشکل نظر آتی وہ یہ بہانہ تراش لیتے

فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿٦٥﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ

ہم نے اُن سے کہا تھا کہ تم دُھتکارے ہوئے بندر بن جاؤ (۵۰) ﴿٦٥﴾ پھر ہم نے اس واقعے کو اُس زمانے کے اور اُس کے بعد کے لوگوں کے لئے

يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ

عبرت، اور ڈرنے والوں کے لئے نصیحت کا سامان بنا دیا ﴿٦٦﴾ اور (وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم

اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ۭ قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ

ایک گائے ذبح کرو۔ وہ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارا مذاق بناتے ہیں؟ (۵۱) موسیٰ نے کہا: میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں (ایسے)

کہ یہ حکم بھی اُسی چھوٹ میں داخل ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور ان کے سروں پر بلند کر دیا کہ تورات کے تمام اَحکام کو تسلیم کرو، جب انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں پہاڑ اُن پر گرا نہ دیا جائے، تب ان لوگوں نے تورات کو ماننے اور اس پر عمل کرنے کا عہد کیا۔ اس آیت میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ کوہِ طور کو ان کے سروں پر بلند کرنے کی یہ صورت بھی ممکن ہے کہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہٹا کر ان کے سروں پر معلق کر دیا گیا ہو، جیسا کہ حافظ ابنِ جریر رحمہ اللہ نے متعدّد تابعین سے نقل کیا ہے، اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ کچھ بھی بعید نہیں ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی اور ایسی صورت پیدا فرما دی گئی ہو کہ ان لوگوں کو ایسا محسوس ہوا ہو کہ پہاڑ اُن پر آ گرے گا، مثلاً کوئی زلزلہ آ گیا ہو جس سے انہیں ایسا لگا کہ پہاڑ گرنے والا ہے۔ چنانچہ سورۂ اَعراف (آیت ۱۷۱) میں اس واقعے کے بارے میں الفاظ یہ ہیں: وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ۔ اس میں لفظ "نتق" استعمال ہوا ہے جس کے معنی لغت میں زور زور سے ہلانے کے آتے ہیں۔ (دیکھئے: قاموس اور مفردات القرآن) لہٰذا آیت کا یہ ترجمہ بھی ممکن ہے کہ: "جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اُوپر زور سے اس طرح ہلایا کہ ان کو یہ گمان ہوا کہ وہ ان پر گر پڑے گا" یہاں یہ بات واضح رہے کہ کسی شخص کو اِیمان قبول کرنے پر تو زبردستی مجبور نہیں کیا جا سکتا، لیکن جب ایک شخص ایمان لے آئے تو اسے نافرمانی پر سزا بھی دی جا سکتی ہے اور ڈرا دھمکا کر حکم ماننے پر آمادہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ بنی اسرائیل چونکہ ایمان پہلے ہی لا چکے تھے اس لئے ان کو اللہ کے عذاب سے ڈرا کر فرمانبرداری پر آمادہ کیا گیا۔

(۵۰) سنیچر کو عربی اور عبرانی زبان میں "سبت" کہتے ہیں۔ یہودیوں کے لئے اسے ایک مقدس دن قرار دیا گیا تھا جس میں ان کے لئے معاشی سرگرمیاں ممنوع تھیں۔ جن یہودیوں کا یہاں ذکر ہے وہ (غالباً حضرت داوٗد علیہ السلام کے زمانے میں) کسی سمندر کے کنارے رہتے تھے اور مچھلیاں پکڑا کرتے تھے۔ سنیچر کے دن مچھلیاں پکڑنا ان کے لئے ناجائز تھا، مگر شروع میں انہوں نے کچھ حیلے کر کے اس حکم کی خلاف ورزی کرنی چاہی، اور پھر کھلم کھلا مچھلیاں پکڑنی شروع کر دیں۔ کچھ نیک لوگوں نے انہیں سمجھایا، مگر وہ باز نہ آئے۔ بالآخر ان پر عذاب آیا اور ان کی صورتیں مسخ کر کے انہیں بندر بنا دیا گیا۔ اس واقعے کی تفصیل سورۂ اَعراف (۷: ۱۶۳-۱۶۶) میں آنے والی ہے۔

(۵۱) جیسا کہ نیچے آیت ۷۲ میں آ رہا ہے، یہ حکم ایک مقتول کا قاتل دریافت کرنے کے لئے دیا گیا تھا اس لئے بنی اسرائیل نے اس کو مذاق سمجھا کہ گائے ذبح کرنے سے قاتل کیسے معلوم ہوگا؟

اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ

نادانوں میں شامل ہوں (جو مذاق میں جھوٹ بولیں) (٦٧) انہوں نے کہا کہ آپ ہماری خاطر اپنے رَبّ سے درخواست کیجئے کہ ہمیں صاف

يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا

صاف بتائے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ اس نے کہا: "اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو کہ نہ بہت بوڑھی ہو نہ بالکل بچی، (بلکہ) ان دونوں کے بیچ بیچ

تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ

میں ہو۔ بس اب جو حکم تمہیں دیا گیا ہے اس پر عمل کرلو" (٦٨) کہنے لگے: آپ ہماری خاطر اپنے رَبّ سے درخواست کیجئے کہ ہمیں صاف صاف

اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا

بتائے کہ اس کا رنگ کیسا ہو؟ موسیٰ نے کہا: "اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسے تیز زرد رنگ کی گائے ہو جو دیکھنے والوں کا دِل خوش کردے" (٦٩) اُنہوں

رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

نے (پھر) کہا کہ آپ ہماری خاطر اپنے رَبّ سے درخواست کیجئے کہ ہمیں صاف صاف بتائے کہ وہ گائے کیسی ہو؟ اس گائے نے تو ہمیں شبہے

لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا

میں ڈال دیا ہے۔ اور اللہ نے چاہا تو ہم ضرور اس کا پتہ لگالیں گے (٧٠) موسیٰ نے کہا: اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہو جو کام میں جت کر زمین میں ہل نہ

تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ

چلاتی ہو، اور نہ کھیتی کو پانی دیتی ہو، پوری طرح صحیح سالم ہو جس میں کوئی داغ نہ ہو۔ انہوں نے کہا: ہاں! اب آپ ٹھیک ٹھیک پتہ لے کر آئے۔

فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧١﴾ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ ع٨

اس کے بعد انہوں نے اُسے ذبح کیا، جبکہ لگتا نہیں تھا کہ وہ کر پائیں گے (٥٢) (٧١) اور (یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، اور اُس کے بعد

وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿٧٢﴾ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ

اُس کا الزام ایک دوسرے پر ڈال رہے تھے، اور اللہ کو وہ راز نکال باہر کرنا تھا جو تم چھپائے ہوئے تھے (٧٢) چنانچہ ہم نے کہا کہ اس (مقتول) کو اس

يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٧٣﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ

(گائے) کے ایک حصے سے مارو۔ (٥٣) اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کرتا ہے، اور تمہیں (اپنی قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھ سکو (٧٣) اس سب کے

---

(٥٢) مطلب یہ ہے کہ شروع میں جب انہیں گائے ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا تو کسی خاص قسم کی گائے نہیں بتائی گئی تھی، چنانچہ وہ کوئی بھی گائے ذبح کر دیتے تو حکم پورا ہو جاتا۔ لیکن انہوں نے خواہ مخواہ کھود کرید شروع کر دی جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے بھی نت نئی شرطیں عائد فرمائیں، اور ایسی گائے تلاش کرنا مشکل ہو گیا جو ان شرطوں کو پورا کرتی ہو۔ یہاں تک کہ ایک مرحلے پر ایسا محسوس ہونے لگا کہ شاید وہ ایسی گائے تلاش کر کے ذبح کرنے کے قابل نہ ہوں۔ اس واقعے میں سبق یہ دیا گیا ہے کہ بلاوجہ غیر ضروری کھوج میں پڑنا ٹھیک نہیں۔ جو بات جتنی سادہ ہو اس پر اتنی ہی سادگی سے عمل کر لینا چاہئے۔

(٥٣) اس واقعے کی تفصیل تاریخی روایات میں یہ آئی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے اپنے ایک بھائی کو اس کی میراث

مِّنۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالۡحِجَارَةِ اَوۡ اَشَدُّ قَسۡوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الۡحِجَارَةِ لَمَا
بعد تمہارے دل پھر سخت ہوگئے، یہاں تک کہ وہ ایسے ہوگئے جیسے پتھر، بلکہ سختی میں کچھ اُن سے بھی زیادہ۔ (کیونکہ) پتھروں میں سے کچھ ایسے بھی
يَتَفَجَّرُ مِنۡهُ الۡاَنۡهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنۡهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخۡرُجُ مِنۡهُ الۡمَآءُ ؕ وَاِنَّ
ہوتے ہیں جن سے نہریں پھوٹ بہتی ہیں، اور انہی میں سے کچھ وہ ہوتے ہیں جو خود پھٹ پڑتے ہیں اور ان سے پانی نکل آتا ہے، اور انہی میں وہ
مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ مِنۡ خَشۡيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿٧٤﴾
(پتھر) بھی ہیں جو اللہ کے خوف سے لڑھک جاتے ہیں۔(۵۴) اور (اس کے برخلاف) جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے ﴿۷۴﴾ (مسلمانو!)
اَفَتَطۡمَعُوۡنَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا لَـكُمۡ وَقَدۡ كَانَ فَرِيۡقٌ مِّنۡهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ كَلٰمَ
کیا اب بھی تمہیں یہ لالچ ہے کہ یہ لوگ تمہارے کہنے سے ایمان لے آئیں گے؟ حالانکہ ان میں سے ایک گروہ کے لوگ اللہ کا کلام سنتے تھے، پھر
اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوۡنَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا عَقَلُوۡهُ وَهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿٧٥﴾ وَاِذَا لَقُوا
اس کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد بھی جانتے بوجھتے اس میں تحریف کر ڈالتے تھے ﴿۷۵﴾ اور جب یہ لوگ ان (مسلمانوں) سے ملتے ہیں جو پہلے ایمان
الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا قَالُوۡٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَا بَعۡضُهُمۡ اِلٰى بَعۡضٍ قَالُوۡٓا
لا چکے ہیں تو (زبان سے) کہہ دیتے ہیں کہ ہم (بھی) ایمان لے آئے ہیں، اور جب یہ ایک دوسرے کے ساتھ تنہائی میں جاتے ہیں تو (آپس
اَتُحَدِّثُوۡنَهُمۡ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيۡكُمۡ لِيُحَآجُّوۡكُمۡ بِهٖ عِنۡدَ رَبِّكُمۡ ؕ اَفَلَا
میں ایک دوسرے سے) کہتے ہیں کہ: ''کیا تم ان (مسلمانوں) کو وہ باتیں بتاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تم پر کھولی ہیں تاکہ یہ (مسلمان) تمہارے

حاصل کرنے کی خاطر قتل کیا اور اس کی لاش سڑک پر ڈال دی، پھر خود ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس شکایت لے کر پہنچ گیا کہ قاتل کو پکڑ کر سزا دی جائے۔ اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں گائے ذبح کرنے کو کہا جس کا واقعہ اُوپر گذرا۔ جب گائے ذبح ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ گائے کا کوئی عضو اُٹھا کر مقتول کی لاش پر مارو تو وہ زندہ ہوکر قاتل کا نام بتادے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اس طرح قاتل کا پول کھل گیا، اور وہ پکڑا گیا۔ قاتل کی دریافت کے لئے یہ طریقہ اختیار کرنے کا ایک فائدہ تو یہ ہوا کہ قاتل کو کوئی بہانہ بنانے کا ہر راستہ بند ہوگیا، اور دوسرا فائدہ یہ کہ مردوں کو زندہ کرنے کی خدائی طاقت کا عملی مظاہرہ کرکے ان لوگوں کی زبانیں بند کردی گئیں جو دوسری زندگی کو ناممکن سمجھتے تھے۔ غالباً اس واقعے کے بعد ہی بنی اسرائیل میں یہ طریقہ جاری ہوا کہ جب کوئی شخص مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ چل رہا ہو تو ایک گائے ذبح کرکے اس پر اپنے ہاتھ دھوئیں اور قسم کھائیں کہ ہم نے اسے قتل نہیں کیا، جس کا ذکر بائبل کی کتاب استثناء ۲۱:۱ تا ۸ میں آیا ہے۔

(۵۴) یعنی بعض مرتبہ تو پتھروں سے چشمے نکل آتے ہیں، جیسا کہ بنی اسرائیل خود دیکھ چکے تھے کہ کس طرح ایک سنگلاخ چٹان سے پانی کے چشمے بہہ پڑے تھے، (دیکھئے پیچھے آیت نمبر ۶۰) اور بعض اوقات بھاری مقدار میں تو پانی نہیں نکلتا، مگر پتھر شق ہوکر تھوڑا بہت پانی نکال دیتا ہے، اور کچھ پتھر اللہ کے خوف سے لڑھک بھی پڑتے ہیں، مگر ان کے دِل ایسے سخت ہیں کہ ذرا نہیں پسیجتے۔ کسی زمانے میں یہ بات کچھ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ پتھر جیسی بے جان چیز میں خوف کا کیا تصور ہوسکتا ہے؟ لیکن

تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَ لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا

پروردگار کے پاس جا کر انہیں تمہارے خلاف دلیل کے طور پر پیش کریں (۵۵)؟ کیا تمہیں اتنی بھی عقل نہیں؟" ﴿۷۶﴾ کیا یہ لوگ (جو ایسی باتیں کرتے ہیں) یہ

یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَ مِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَ اِنْ هُمْ

نہیں جانتے کہ اللہ کو اُن ساری باتوں کا خوب علم ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں؟ ﴿۷۷﴾ اور ان میں سے کچھ لوگ اَن پڑھ ہیں جو کتاب

اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ۙ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ

(تورات) کا علم تو رکھتے نہیں، البتہ کچھ آرزوئیں پکائے بیٹھے ہیں، اور اُن کا کام بس یہ ہے کہ وہم و گمان باندھتے رہتے ہیں ﴿۷۸﴾ لہٰذا تباہی ہے اُن لوگوں

هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ

کی جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، تاکہ اس کے ذریعے تھوڑی سی آمدنی کما لیں (۵۶)۔ پس

اَیْدِیْهِمْ وَ وَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا یَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ

تباہی ہے ان لوگوں پر اُس تحریر کی وجہ سے بھی جو ان کے ہاتھوں نے لکھی، اور تباہی ہے اُن پر اُس آمدنی کی وجہ سے بھی جو وہ کماتے ہیں ﴿۷۹﴾ اور

اَیَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ

یہودیوں نے کہا ہے کہ ہمیں گنتی کے چند دنوں کے علاوہ آگ ہرگز نہیں چھوئے گی۔ آپ اُن سے کہئے کہ کیا تم نے اللہ کی طرف سے کوئی عہد لے رکھا

اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ

ہے جس کی بنا پر وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا، یا تم اللہ کے ذمے وہ بات لگا رہے ہو جس کا تمہیں کچھ پتہ نہیں؟ ﴿۸۰﴾ (آگ تمہیں) کیوں

قرآنِ کریم نے کئی جگہوں پر یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ جن چیزوں کو ہم بظاہر بے جان یا بے شعور سمجھتے ہیں ان میں بھی کچھ نہ کچھ شعور موجود ہے۔ مثلاً دیکھئے سورۂ بنی اسرائیل (۱۷: ۴۴) اور سورۂ احزاب (۳۳: ۷۲) لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ یہ فرما رہا ہے کہ کچھ پتھر اللہ کے خوف سے لڑھک جاتے ہیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ آج تو سائنس بھی رفتہ رفتہ اس نتیجے پر پہنچ رہی ہے کہ جمادات میں بھی نمو اور شعور کی کچھ نہ کچھ صلاحیت موجود ہے۔

(۵۵) تورات میں آخر زمانے میں آنے والے نبی کی جو پیشینگوئیاں موجود تھیں وہ تمام تر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صادق آتی تھیں، بعض منافق یہودی جو مسلمانوں کے سامنے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے یہ پیشینگوئیاں مسلمانوں کو سنا دیتے تھے، اس پر دوسرے یہودی تنہائی میں ان کو ملامت کرتے تھے کہ مسلمان ان پیشینگوئیوں کو جان لیں گے تو قیامت میں ہمارے خلاف استعمال کریں گے اور ہمارے پاس ان کا کوئی جواب نہ ہوگا۔ ظاہر ہے کہ یہ انتہائی بے وقوفی کی بات تھی، کیونکہ اگر مسلمانوں سے یہ پیشینگوئیاں چھپا بھی لی جائیں تو اللہ سے تو نہیں چھپ سکتیں۔

(۵۶) یہاں قرآنِ کریم نے ترتیب یہ رکھی ہے کہ پہلے ان یہودی علماء کا ذکر فرمایا ہے جو تورات میں جان بوجھ کر ردّ و بدل کرتے تھے، پھر اُن اَن پڑھ یہودیوں کا جنہیں تورات کا علم تو تھا نہیں، مگر انہیں مذکورہ بالا علماء نے ان جھوٹی آرزوؤں میں مبتلا کر رکھا تھا کہ سارے یہودی اللہ کے لاڈلے ہیں، اور وہ بہر صورت جنت میں جائیں گے۔ ان کا سارا علم اسی قسم کے گمانوں پر مشتمل تھا۔

بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨١﴾ وَالَّذِيْنَ
نہیں (چھوئے گی)؟ جو لوگ بھی بدی کماتے ہیں اور ان کی بدی انہیں گھیر لیتی ہے(۵۷) تو ایسے لوگ ہی دوزخ کے باسی ہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ﴿۸۱﴾
ع اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨٢﴾ وَاِذْ
اور جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں، تو وہ جنت کے باسی ہیں۔ وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ﴿۸۲﴾ اور (وہ وقت یاد کرو)
اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۫ وَبِالْوَالِدَيْنِ
جب ہم نے بنی اسرائیل سے پکا عہد لیا تھا کہ: ''تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کروگے، اور والدین سے اچھا سلوک کروگے،
اِحْسَانًا وَّ ذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا
اور رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں اور مسکینوں سے بھی۔ اور لوگوں سے بھلی بات کہنا، اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا۔''
الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَاِذْ
(مگر) پھر تم میں سے تھوڑے سے لوگوں کے سوا باقی سب (اس عہد سے) منہ موڑ کر پھر گئے ﴿۸۳﴾ اور (یاد کرو) جب ہم نے تم سے
اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ
پکا عہد لیا تھا کہ: ''تم ایک دوسرے کا خون نہیں بہاؤ گے، اور اپنے آدمیوں کو اپنے گھروں سے نہیں نکالوگے''
دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٨٤﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تَقْتُلُوْنَ
پھر تم نے اقرار کیا تھا، اور تم خود اس کے گواہ ہو ﴿۸۴﴾ اس کے بعد (آج) تم ہی وہ لوگ ہو کہ اپنے ہی آدمیوں کو قتل کرتے ہو،
اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ۡ تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ
اور اپنے ہی میں سے کچھ لوگوں کو ان کے گھروں سے نکال باہر کرتے ہو، اور اُن کے خلاف گناہ اور زیادتی کا ارتکاب کرکے
وَالْعُدْوَانِ ۭ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ
(ان کے دُشمنوں کی) مدد کرتے ہو، اور اگر وہ (دُشمنوں کے) قیدی بن کر تمہارے پاس آجاتے ہیں تو تم ان کو فدیہ دے کر
اِخْرَاجُهُمْ ۭ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاۗءُ
چھڑا لیتے ہو، حالانکہ ان کو (گھر سے) نکالنا ہی تمہارے لئے حرام تھا۔(۵۸) تو کیا تم کتاب (تورات) کے کچھ حصے پر تو ایمان

چونکہ ان کے اس گمان کی بنیادی وجہ علماء کی تحریفات تھیں اس لئے آیت ۸۶ میں ان کی تباہی کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے۔

(۵۷) بدی کے گھیرے میں لینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کریں جس کے بعد کوئی نیک عمل آخرت میں کارآمد نہ ہو، اور وہ گناہ کفر اور شرک ہے۔

(۵۸) اس کا پس منظر یہ ہے کہ مدینہ منوّرہ میں یہودیوں کے دو قبیلے آباد تھے، بنوقریظہ اور بنونضیر۔ دوسری طرف بُت پرستوں کے بھی دو قبیلے تھے، اوس اور خزرج۔ قریظہ کی دوستی اوس قبیلے سے تھی، اور بنونضیر کی خزرج سے۔ جب اوس اور خزرج میں لڑائی ہوتی تو قریظہ اوس کا ساتھ دیتے، اور بنونضیر خزرج کا۔ نتیجہ یہ کہ یہودیوں کے دونوں قبیلے بالواسطہ ایک دوسرے کے مدِمقابل

مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

رکھتے ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو؟ اب بتاؤ کہ جو شخص ایسا کرے اُس کی سزا اس کے سوا کیا ہے کہ دُنیوی زندگی میں

يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا

اُس کی رُسوائی ہو؟ اور قیامت کے دن ایسے لوگوں کو سخت ترین عذاب کی طرف بھیج دیا جائے گا۔ اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو اللہ

تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا

اس سے غافل نہیں ہے (٨٥) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دُنیوی زندگی کو آخرت کے بدلے خرید لیا ہے، لہٰذا نہ اُن کے

يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ع

عذاب میں کوئی تخفیف ہوگی اور نہ اُن کی مدد کی جائیگی (٨٦) اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اور اس کے بعد پے در پے

وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۡ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

رسول بھیجے۔ اور ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو کھلی کھلی نشانیاں دیں، اور روح القدس سے ان کی تائید کی(٥٩) پھر یہ آخر کیا معاملہ ہے

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ۭ اَفَكُلَّمَا جَاۗءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ

کہ جب کبھی کوئی رسول تمہارے پاس کوئی ایسی بات لے کر آیا جو تمہاری نفسانی خواہشات کو پسند نہیں تھی تو تم اکڑ گئے؟ چنانچہ بعض (انبیاء) کو تم

اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۡ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿٨٧﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا

نے جھٹلایا، اور بعض کو قتل کرتے رہے (٨٧) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ: ”ہمارے دِل غلاف میں ہیں(٦٠)“۔ نہیں! بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان

غُلْفٌ ۭ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٨٨﴾ وَلَمَّا جَاۗءَهُمْ

پر پھٹکار ڈال رکھی ہے، اس لئے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں (٨٨) اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب آئی (یعنی قرآن) جو اُس

آجاتے اور ان لڑائیوں میں جہاں اوس اور خزرج کے آدمی مارے جاتے وہاں قریظہ اور نضیر کے یہودی بھی قتل ہوتے، یا اپنے گھروں سے نکلنے پر مجبور ہوتے۔ اس طرح اگرچہ بنو قریظہ اور بنو نضیر دونوں قبیلے یہودی تھے، مگر وہ ایک دوسرے کے دُشمنوں کی امداد کرکے آپس میں ایک دوسرے کے قتل اور خانماں بربادی میں حصہ دار ہوتے تھے۔ ہاں اگر کوئی یہودی دُشمن کے ہاتھوں قید ہوجاتا تو وہ سب مل کر اس کا فدیہ ادا کرتے اور اسے چھڑا لیتے جس کی وجہ یہ بیان کرتے تھے کہ ہمیں تورات نے یہ حکم دیا ہے کہ اگر کوئی یہودی دُشمن کی قید میں چلا جائے تو اسے چھڑائیں۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ جس تورات نے یہ حکم دیا ہے اسی نے یہ حکم بھی تو دیا تھا کہ نہ ایک دوسرے کو قتل کرنا، نہ ایک دوسرے کو گھر سے نکالنا۔ ان اَحکام کو تو تم نے چھوڑ دیا اور صرف فدیہ کے حکم پر عمل کرلیا۔

(٥٩) ”روح القدس“ کے لفظی معنی ہیں: مقدس روح، اور قرآنِ کریم میں یہ لقب حضرت جبرئیل علیہ السلام کے لئے استعمال کیا گیا ہے، (دیکھئے: سورۂ نحل ١٦: ١٠٢) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی یہ تائید حاصل تھی کہ وہ ان کے دُشمنوں سے ان کی حفاظت کے لئے ان کے ساتھ رہتے تھے۔

(٦٠) ان کے اس جملے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی شیخی بگھارتے تھے کہ ہمارے دِلوں پر ایک حفاظتی غلاف ہے جس کی وجہ

كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ

(تورات) کی تصدیق بھی کرتی ہے جو پہلے سے ان کے پاس ہے، (تو ان کا طرزِ عمل دیکھو!) باوجودیکہ یہ خود شروع میں کافروں (یعنی بت پرستوں)

عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ

کے خلاف (اس کتاب کے حوالے سے) اللہ سے فتح کی دُعائیں مانگا کرتے تھے (۶۱)، مگر جب وہ چیز ان کے پاس آگئی جسے انہوں نے پہچان بھی لیا تو اس

اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ

کا انکار کر بیٹھے۔ پس پھٹکار ہے اللہ کی ایسے کافروں پر! ﴿۸۹﴾ بُری ہے وہ قیمت جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا ہے، کہ یہ اللہ کی نازل

اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ

کی ہوئی کتاب کا صرف اس جلن کی بنا پر انکار کر رہے ہیں کہ اللہ اپنے فضل کا کوئی حصہ (یعنی وحی) اپنے بندوں میں سے جس پر چاہ رہا ہے (کیوں)

فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ

اُتار رہا ہے؟ چنانچہ یہ (اپنی اس جلن کی وجہ سے) غضب بالائے غضب لے کر لوٹے ہیں (۶۲)۔ اور کافر لوگ ذِلت آمیز سزا کے مستحق ہیں۔ ﴿۹۰﴾ اور جب

لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ

اُن سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کلام اُتارا ہے اس پر ایمان لے آؤ، تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو (صرف) اُسی کلام پر ایمان رکھیں گے جو ہم پر نازل کیا گیا،

بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ

(یعنی تورات) اور وہ اس کے سوا (دوسری آسمانی کتابوں) کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ وہ بھی حق ہیں، (اور) جو کتاب اِن کے پاس ہے وہ اُس کی تصدیق

اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى

بھی کرتی ہیں۔ (اے پیغمبر!) تم ان سے کہو کہ اگر تم واقعی (تورات پر) ایمان رکھتے تھے تو اللہ کے نبیوں کو پہلے زمانے میں کیوں قتل کرتے رہے؟ ﴿۹۱﴾

بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ

اور خود موسیٰ تمہارے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے، پھر تم نے ان کے پیٹھ پیچھے یہ ستم ڈھایا کہ گائے کے بچھڑے کو معبود بنا لیا ﴿۹۲﴾

سے کوئی غلط بات ہمارے دِلوں میں گھر نہیں کر سکتی۔ اور یہ مطلب بھی ممکن ہے کہ وہ مسلمانوں کو اپنے آپ سے مایوس کرنے کے لئے طنزاً یہ کہتے تھے کہ آپ تو بس یہ سمجھ لو کہ ہمارے دِلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے، اور ہمیں اسلام کی دعوت دینے کی فکر میں نہ پڑو۔

(۶۱) جب یہودیوں کی بت پرستوں سے جنگ ہوتی یا بحث و مباحثہ ہوتا تو وہ یہ دُعائیں مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ! آپ نے تورات میں جس آخری نبی کی خبر دی ہے اسے جلدی بھیج دیجئے تا کہ ہم ان کے ساتھ مل کر بت پرستوں پر فتح حاصل کریں۔ مگر جب وہ نبی (حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آئے تو وہ اس حسد میں مبتلا ہو گئے کہ انہیں بنی اسرائیل کے بجائے بنی اسماعیل میں کیوں بھیجا گیا؟ چنانچہ یہ جان لینے کے باوجود کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ ساری علامتیں صادق آتی ہیں جو تورات میں نبی آخر الزمان کی بیان کی گئی ہیں انہوں نے آپ کو ماننے سے انکار کر دیا۔

(۶۲) یعنی ایک غضب کے مستحق تو وہ اپنے کفر کی وجہ سے تھے، دوسرا غضب ان پر حسد اور ضد کی وجہ سے ہوا۔

اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ

اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم سے عہد لیا اور تمہارے اُوپر طور کو بلند کر دیا (اور یہ کہا کہ) "جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس کو مضبوطی سے تھامو (٦٣)

بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ۭ قَالُوْا سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ۤ وَاُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ

اور (جو کچھ کہا جائے اسے ہوش سے) سنو۔" کہنے لگے: "ہم نے (پہلے بھی) سن لیا تھا، مگر عمل نہیں کیا تھا (اب بھی ایسا ہی کریں گے)" اور

الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ۭ قُلْ بِئْسَمَا يَاْمُرُكُمْ بِهٖٓ اِيْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

(دراصل) اُن کے کفر کی نحوست سے اُن کے دِلوں میں بچھڑا بسا ہوا تھا۔ آپ (اُن سے) کہئے کہ اگر تم مؤمن ہو تو کتنی بُری ہیں وہ باتیں جو

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ

تمہارا ایمان تمہیں تلقین کر رہا ہے! (٩٣) آپ (اُن سے) کہئے کہ: "اگر اللہ کے نزدیک آخرت کا گھر تمام انسانوں کو چھوڑ کر صرف تمہارے ہی

دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًۢا بِمَا

لئے مخصوص ہے (جیسا کہ تمہارا کہنا ہے) تو موت کی تمنا تو کر کے دِکھاؤ، اگر واقعی سچے ہو" (٩٤) اور (ہم بتائے دیتے ہیں کہ) انہوں نے اپنے

قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٥﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ

جو کرتوت آگے بھیج رکھے ہیں، ان کی وجہ سے یہ کبھی ایسی تمنا نہیں کریں گے۔ (٦٤) اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے (٩٥) (بلکہ) یقیناً تم اِن لوگوں کو

النَّاسِ عَلٰي حَيٰوةٍ ڔ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ڔ يَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ يُعَمَّرُ

پاؤ گے کہ انہیں زندہ رہنے کی حرص دوسرے تمام انسانوں سے زیادہ ہے، یہاں تک کہ مشرکین سے بھی زیادہ۔ ان میں کا ایک ایک شخص یہ چاہتا

اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا ھُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ

ہے کہ ایک ہزار سال عمر پائے، حالانکہ کسی کا بڑی عمر پالینا اسے عذاب سے دُور نہیں کر سکتا۔ اور یہ جو عمل بھی کرتے ہیں اللہ اسے اچھی طرح دیکھ

بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾ ۧ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰي قَلْبِكَ بِاِذْنِ ع ١١

رہا ہے (٩٦) (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ اگر کوئی شخص جبرئیل کا دُشمن ہے (٦٥) تو (ہوا کرے) انہوں نے تو یہ کلام اللہ کی اجازت سے تمہارے دِل پر اُتارا

---

(٦٣) اس واقعے کی تفصیل اسی سورت میں پیچھے آیت نمبر ٦٣ کے حاشیہ میں گذر چکی ہے، اور بچھڑے کا واقعہ آیت ٥١ کے تحت۔

(٦٤) یہ بھی قرآنِ کریم کی طرف سے ایک چیلنج تھا جسے قبول کر لینا ان کے لئے کچھ بھی مشکل نہ تھا۔ وہ بآسانی کم از کم زبان سے علی الاعلان موت کی تمنا کر کے دِکھا سکتے تھے، لیکن چونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ خدائی چیلنج ہے، اس لئے ایسی تمنا کا اظہار انہیں فوراً قبر میں پہنچادے گا، اس لئے کسی نے ایسی جرأت نہیں کی۔

(٦٥) بعض یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام وحی لاتے ہیں وہ چونکہ ہمارے لئے بڑے سخت اَحکام لایا کرتے تھے اس لئے ہم انہیں اپنا دُشمن سمجھتے ہیں۔ اگر کوئی اور فرشتہ وحی لا رہا ہوتا تو ہم کچھ غور کر سکتے تھے۔ یہ آیت اس کے جواب میں نازل ہوئی ہے، اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام تو محض پیغام پہنچانے والے ہیں، جو کچھ لاتے ہیں اللہ کے حکم سے لاتے ہیں۔ لہٰذا نہ ان سے دُشمنی کی کوئی معقول وجہ ہے اور نہ اس کی وجہ سے اللہ کے

اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٧﴾ مَنْ كَانَ

ہے جو اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کررہا ہے، اور ایمان والوں کے لئے مجسم ہدایت اور خوشخبری ہے ﴿٩٧﴾ اگر کوئی شخص

عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ

اللہ کا، اس کے فرشتوں اور رسولوں کا، اور جبرئیل اور میکائیل کا دُشمن ہے تو (وہ سن رکھے کہ) اللہ کافروں

عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٩٨﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا

کا دُشمن ہے ﴿٩٨﴾ اور بیشک ہم نے آپ پر ایسی آیتیں اُتاری ہیں جو حق کو آشکار کرنے والی ہیں، اور اُن کا اِنکار وہی لوگ کرتے ہیں

الْفٰسِقُوْنَ ﴿٩٩﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ

جو نافرمان ہیں ﴿٩٩﴾ یہ آخر کیا معاملہ ہے کہ ان لوگوں نے جب کوئی عہد کیا، ان کے ایک گروہ نے اسے ہمیشہ توڑ پھینکا؟ بلکہ ان میں سے اکثر

لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠٠﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ

لوگ ایمان لاتے ہی نہیں ﴿١٠٠﴾ اور جب اِن کے پاس اللہ کی طرف سے ایک رسول آئے جو اُس (تورات) کی تصدیق کررہے تھے جو اِن کے پاس

نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ

ہے، تو اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب (تورات وانجیل) کو اس طرح پسِ پشت ڈال دیا گویا وہ کچھ جانتے ہی نہ تھے (کہ اس میں نبی

كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ ز وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا

آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا ہدایات دی گئی تھیں) ﴿١٠١﴾ اور یہ (بنی اسرائیل) اُن (منتروں) کے پیچھے لگ گئے جو سلیمان (علیہ

كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ

السلام) کی سلطنت کے زمانے میں شیاطین پڑھا کرتے تھے۔ اور سلیمان (علیہ السلام) نے کوئی کفر نہیں کیا تھا، البتہ شیاطین لوگوں کو جادو کی تعلیم دے کر

اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ

کفر کا ارتکاب کرتے تھے۔[٦٦] نیز (یہ بنی اسرائیل) اُس چیز کے پیچھے لگ گئے جو شہر بابل میں ہاروت اور ماروت نامی دو فرشتوں پر نازل کی گئی

کلام کو رَدّ کرنے کے کوئی معنیٰ ہیں۔

(٦٦) ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی ایک اور بدعملی کی طرف اشارہ فرمایا ہے، اور وہ یہ کہ جادوٹونے کے پیچھے لگنا شرعاً ناجائز تھا، بالخصوص اگر جادو میں شرکیہ کلمات منتر کے طور پر پڑھے جائیں تو ایسا جادو کفر کے مرادف ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں کچھ شیاطین نے، جن میں انسان اور جنات دونوں شامل ہوسکتے ہیں، بعض یہودیوں کو یہ پٹی پڑھائی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کا سارا راز جادو میں مضمر ہے، اور اگر تم جادو سیکھ لوگے تو تمہیں بھی حیرت انگیز اقتدار نصیب ہوگا۔ چنانچہ یہ لوگ جادو سیکھنے اور اُس پر عمل کرنے میں لگ گئے، حالانکہ جادو پر عمل کرنا نہ صرف ناجائز تھا، بلکہ اس کی بعض قسمیں کفر تک پہنچتی تھیں۔ دوسرا غضب یہودیوں نے یہ کیا کہ خود حضرت سلیمان علیہ السلام کو جادوگر قرار دے کر ان کے بارے میں یہ مشہور کردیا کہ انہوں نے آخری عمر میں بتوں کو پوجنا شروع کردیا تھا۔ ان کے بارے میں یہ جھوٹی داستانیں انہوں نے اپنی

اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا

تھی۔(۶۷) یہ دو فرشتے کسی کو اس وقت تک کوئی تعلیم نہیں دیتے تھے جب تک اس سے یہ نہ کہہ دیں کہ: "ہم محض آزمائش کے لئے (بھیجے گئے) ہیں، لہٰذا تم

يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ

(جادو کے پیچھے لگ کر) کفر اختیار نہ کرنا۔" پھر بھی یہ لوگ اُن سے وہ چیزیں سیکھتے تھے جس کے ذریعے مرد اور اس کی بیوی میں جدائی پیدا کردیں۔

مقدس کتابوں میں شامل کردیں جو آج تک بائبل میں درج چلی آتی ہیں۔ چنانچہ بائبل کی کتاب سلاطین اول ۱۱-۱ تا ۲۱ میں ان کے معاذ اللہ مرتد ہونے کا بیان آج بھی موجود ہے۔ قرآنِ کریم نے اس آیت میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر اس ناپاک بہتان کی تردید فرمائی ہے۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ جن لوگوں نے قرآنِ کریم پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں سے مأخوذ ہے، وہ کتنا غلط الزام ہے۔ یہاں قرآنِ کریم صریح الفاظ میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں کی تردید کررہا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں تھا جس سے وہ یہ خود معلوم کرسکتے کہ یہودیوں کی کتابوں میں کیا لکھا ہے۔ اس بات کا علم آپ کو وحی کے سوا کسی اور راستے سے نہیں ہوسکتا تھا۔ لہٰذا یہ آیت بذاتِ خود آپ کے صاحبِ وحی رسول ہونے کی واضح دلیل ہے کہ آپ نے نہ صرف یہ بتلایا کہ یہودیوں کی کتابوں میں حضرت سلیمان علیہ السلام پر کیا بہتان لگایا گیا ہے، بلکہ اس قدر جم کر اس کی تردید فرمائی ہے۔

(۶۷) بابل عراق کا مشہور شہر تھا۔ ایک زمانے میں وہاں جادو کا بڑا چرچا ہوگیا تھا، اور یہودی بھی اس ناجائز کام میں بُری طرح ملوث ہوگئے تھے۔ انبیائے کرام اور دوسرے نیک لوگ انہیں جادو سے منع کرتے تو وہ بات نہ مانتے تھے۔ اس سے بھی خطرناک بات یہ تھی کہ لوگوں نے جادوگروں کے شعبدوں کو معجزے سمجھ کر انہیں اپنا دینی مقتدا بنالیا تھا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے دو فرشتے جن کا نام ہاروت اور ماروت تھا دُنیا میں انسانی شکل میں بھیجے تاکہ وہ لوگوں کو جادو کی حقیقت سے آگاہ کریں، اور یہ بتائیں کہ خدائی معجزات سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ معجزہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کا فعل ہے جس میں کسی ظاہری سبب کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس جادو کے ذریعے جو کوئی شعبدہ دِکھایا جاتا ہے وہ اسی عالمِ اسباب کا ایک حصہ ہے۔ یہ بات واضح کرنے کے لئے ان فرشتوں کو جادو کے مختلف طریقے بھی بتانے پڑتے تھے تاکہ یہ دِکھایا جاسکے کہ کس طرح وہ سبب اور مسبب کے رشتے سے منسلک ہیں، لیکن جب وہ ان طریقوں کی تشریح کرتے تو ساتھ ساتھ لوگوں کو متنبہ بھی کردیتے تھے کہ یاد رکھو! یہ طریقے ہم اس لئے نہیں بتارہے ہیں کہ تم ان پر عمل شروع کردو، بلکہ اس لئے بتارہے ہیں کہ تم پر جادو اور معجزے کا فرق واضح ہو، اور تم جادو سے پرہیز کرو۔ اس لحاظ سے ہمارا وجود تمہارے لئے ایک امتحان ہے کہ ہماری باتوں کو سمجھ کر تم جادو سے پرہیز کرتے ہو یا ہم سے جادو کے طریقے سیکھ کر ان پر عمل شروع کردیتے ہو۔ یہ کام انبیاء کے بجائے فرشتوں سے بظاہر اس بنا پر لیا گیا کہ جادو کے فارمولے بتانا، خواہ وہ صحیح مقصد سے کیوں نہ ہو، انبیائے کرام کو زیب نہیں دیتا تھا۔ اس کے برعکس فرشتے چونکہ غیر مکلف ہوتے ہیں، اس لئے ان سے بہت سے تکوینی کام لئے جاسکتے ہیں۔ بہرحال! نافرمان لوگوں نے ان فرشتوں کی طرف سے کہی ہوئی باتوں کو تو نظر انداز کردیا، اور ان کے بتائے ہوئے فارمولوں کو جادو کرنے میں استعمال کیا اور وہ بھی ایسے گھناؤنے مقاصد کے لئے جو ویسے بھی حرام تھے، مثلاً میاں بیوی میں پھوٹ ڈال کر نوبت طلاق تک پہنچا دینا۔

إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ ۚ وَلَقَدْ عَلِمُوا

(ویسے یہ واضح رہے کہ) وہ اس کے ذریعے کسی کو اللہ کی مشیت کے بغیر کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔(۶۸) (مگر) وہ ایسی باتیں سیکھتے تھے جو اُن کے لئے

لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۚ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ

نقصان دہ تھیں، اور فائدہ مند نہ تھیں۔ اور وہ یہ بھی خوب جانتے تھے کہ جو شخص ان چیزوں کا خریدار بنے گا، آخرت میں اُس کا کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ اور حقیقت یہ

أَنفُسَهُمْ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۲﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَمَثُوبَةٌ مِّنْ

ہے کہ وہ چیز بہت بُری تھی جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں بیچ ڈالیں۔ کاش کہ ان کو (اس بات کا حقیقی) علم ہوتا۔(۶۹) ﴿۱۰۲﴾ اور (اس کے برعکس) اگر وہ

ع عِندِ اللَّهِ خَيْرٌ ۖ لَّوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۱۰۳﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا

ایمان اور تقویٰ اختیار کرتے تو اللہ کے پاس سے ملنے والا ثواب یقیناً کہیں زیادہ بہتر ہوتا۔ کاش کہ اُن کو (اس بات کا بھی حقیقی) علم ہوتا۔ ﴿۱۰۳﴾ ایمان

رَاعِنَا وَقُولُوا انظُرْنَا وَاسْمَعُوا ۗ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَّا يَوَدُّ

والو! (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوکر) "رَاعِنَا" نہ کہا کرو، اور "اُنْظُرْنَا" کہہ دیا کرو۔(۷۰) اور سنا کرو۔ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے ﴿۱۰۴﴾

---

(۶۸) یہاں سے جملۂ معترضہ کے طور پر ایک اور اُصولی غلطی پر متنبہ کیا جارہا ہے، اور وہ یہ کہ جادو پر ایمان رکھنے والے یہ سمجھتے تھے کہ جادو میں بذاتِ خود ایسی تأثیر موجود ہے جس سے مطلوبہ نتیجہ خود بخود اللہ کے حکم کے بغیر بھی برآمد ہوجاتا ہے، گویا اللہ چاہے یا نہ چاہے، وہ نتیجہ پیدا ہوکر رہے گا۔ یہ عقیدہ بذاتِ خود کفر تھا۔ اس لئے یہ واضح کردیا گیا کہ دُنیا کے دوسرے اسباب کی طرح جادو بھی محض ایک سبب ہے اور دُنیا میں کوئی سبب بھی اپنا مسبّب یا نتیجہ اس وقت تک ظاہر نہیں کرسکتا جب تک اللہ کی مشیت اس کے ساتھ متعلق نہ ہو۔ کائنات کی کسی چیز میں بذاتِ خود نہ کسی کو نفع پہنچانے کی طاقت ہے نہ نقصان پہنچانے کی۔ لہٰذا اگر کوئی ظالم کسی پر ظلم کرنا چاہتا ہے تو وہ اللہ کی قدرت اور مشیت کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا۔ البتہ چونکہ یہ دُنیا ایک امتحان کی جگہ ہے اس لئے یہاں اللہ کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کی نافرمانی کرتے ہوئے کوئی گناہ کرنا چاہتا ہے یا کسی پر ظلم کرنا چاہتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ تکوینی مصلحت کے مطابق سمجھتا ہے تو اپنی مشیت سے وہ کام کرادیتا ہے۔ اسی کے نتیجے میں ظالم کو گناہ اور مظلوم کو ثواب ملتا ہے، ورنہ اگر اللہ اسے اس کام کی قدرت ہی نہ دے تو امتحان کیسے ہو؟ لہٰذا جتنے گناہ کے کام دُنیا میں ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت اور مشیت سے ہوتے ہیں، اگرچہ اس کی رضامندی ان کو حاصل نہیں ہوتی۔ اور اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی رضامندی میں فرق یہی ہے کہ مشیت اچھے بُرے ہر کام سے متعلق ہوسکتی ہے، مگر رضامندی صرف جائز اور ثواب کے کاموں سے مخصوص ہے۔

(۶۹) اس آیت کے شروع میں تو یہ کہا گیا ہے کہ وہ یہ حقیقت جانتے ہیں کہ جو مشرکانہ جادو کا خریدار ہوگا اس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں، لیکن آیت کے آخری حصے میں فرمایا ہے کہ "کاش وہ علم رکھتے" جس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اس حقیقت کا علم نہیں ہے۔ بظاہر دونوں باتیں متضاد لگتی ہیں، لیکن درحقیقت اس اندازِ بیان سے یہ عظیم سبق دیا گیا ہے کہ نرا علم جس پر عمل نہ ہو حقیقت میں علم کہلانے کا مستحق نہیں، بلکہ وہ کالعدم ہے۔ لہٰذا اگر وہ یہ بات جانتے تو ہیں مگر ان کا عمل اس کے برخلاف ہے تو وہ علم کس کام کا؟ کاش کہ وہ حقیقی علم رکھتے تو اس پر ان کا عمل بھی ہوتا۔

(۷۰) مدینہ میں رہنے والے بعض یہودیوں کی ایک شرارت یہ تھی کہ وہ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتے تو آپ سے

الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ وَلَا الۡمُشۡرِكِيۡنَ اَنۡ يُّنَزَّلَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ
کافر لوگ، خواہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے، یہ پسند نہیں کرتے کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے کوئی بھلائی تم پر نازل ہو،
خَيۡرٍ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ يَخۡتَصُّ بِرَحۡمَتِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ
حالانکہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مخصوص فرمالیتا ہے۔ اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔ (۱۰۵)
الۡعَظِيۡمِ ۞ (۱۰۵) مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰيَةٍ اَوۡ نُنۡسِهَا نَاۡتِ بِخَيۡرٍ مِّنۡهَاۤ اَوۡ مِثۡلِهَا ؕ
ہم جب بھی کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں یا اسے بھلا دیتے ہیں تو اُس سے بہتر یا اُسی جیسی (آیت) لے آتے ہیں۔ (۷۱)

کہتے تھے: رَاعِنَا۔ عربی میں اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ "ہماری رعایت فرمائیے" اس لحاظ سے یہ لفظ ٹھیک تھا اور اس میں گستاخی کے کوئی معنیٰ نہیں تھے۔ لیکن عبرانی زبان میں جو یہودیوں کی مذہبی زبان تھی، اس سے ملتا جلتا ایک لفظ بددُعا اور گالی کے طور پر استعمال ہوتا تھا، نیز اگر اسی لفظ میں عین کو ذرا کھینچ کر بولا جائے تو وہ رَاعِيۡنَا بن جاتا ہے۔ جس کے معنیٰ ہیں: "ہمارے چرواہے!" غرض یہودیوں کی اصل نیت اس لفظ کو خراب معنیٰ میں استعمال کرنے کی تھی، لیکن چونکہ عربی میں بظاہر اس کا مطلب ٹھیک تھا، اس لئے بعض مخلص مسلمانوں نے بھی یہ لفظ بولنا شروع کر دیا۔ یہودی اس بات سے بڑے خوش ہوتے اور اندر اندر مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے تھے۔ اس لئے اس آیت نے مسلمانوں کو اس شرارت پر متنبہ بھی کر دیا، آئندہ اس لفظ کے استعمال پر پابندی بھی لگا دی اور یہ سبق بھی دے دیا کہ ایسے الفاظ کا استعمال مناسب نہیں ہے جن میں کسی غلط مفہوم کا احتمال ہو، یا ان سے کوئی غلط فہمی پیدا ہو سکتی ہو۔ نیز اگلی آیت میں اس سارے عناد کی اصل وجہ بھی بتادی کہ درحقیقت ان کو یہ حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کی نعمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں عطا فرمادی ہے۔ رَاعِنَا کے بجائے اُنۡظُرۡنَا کا لفظ سکھا دیا کیونکہ اس کے معنی ہیں "ہم پر (شفقت کی) نظر فرمائیے" اس میں کسی اور معنی کا احتمال نہیں۔

(۷۱) اللہ تعالیٰ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ مختلف زمانوں کے حالات کی مناسبت سے شریعت کے فروعی اَحکام میں تبدیلی فرماتے رہے ہیں۔ اگرچہ دِین کے بنیادی عقائد مثلاً توحید، رسالت، آخرت وغیرہ ہر دور میں ایک رہے ہیں، لیکن جو عملی اَحکام حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے گئے تھے ان میں سے بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں تبدیل کر دیئے گئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ان میں مزید تبدیلیاں واقع ہوئیں۔ اسی طرح جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع میں نبوّت عطا ہوئی تو آپ کی دعوت کو مختلف مراحل سے گذرنا تھا، مسلمانوں کو طرح طرح کے مسائل درپیش تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اَحکام میں تدریج اختیار فرمائی۔ کسی وقت ایک حکم دیا گیا، بعد میں اس کی جگہ دوسرا حکم آ گیا، جیسا کہ قبلے کے تعین میں اَحکام بدلے گئے جن کی کچھ تفصیل آگے آیت ۱۱۵ میں آ رہی ہے۔ فروعی اَحکام میں ان حکیمانہ تبدیلیوں کو اصطلاح میں "نسخ" کہتے ہیں۔

یہودیوں نے بالخصوص اور دوسرے کافروں نے بالعموم اس پر یہ اعتراض اُٹھایا کہ اگر یہ سارے اَحکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں تو ان میں یہ تبدیلیاں کیوں ہو رہی ہیں؟ یہ آیتِ کریمہ اس سوال کے جواب میں نازل ہوئی ہے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق بدلتے ہوئے حالات میں یہ تبدیلیاں کرتے ہیں، اور جو حکم بھی منسوخ کیا جاتا ہے اس کی جگہ ایسا حکم لایا جاتا ہے جو بدلے ہوئے حالات میں زیادہ مناسب اور بہتر ہوتا ہے، یا کم از کم اتنا ہی بہتر ہوتا ہے جتنا بہتر پہلا حکم تھا۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ
کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے؟ (۱۰۶) کیا تمہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ وہ ذات ہے کہ
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ
آسمانوں اور زمین کی سلطنت تنہا اُسی کی ہے، اوراللہ کے سوا نہ کوئی تمہارا رکھوالا ہے نہ مددگار؟ (۱۰۷) کیا تم
تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ
یہ چاہتے ہو کہ اپنے رسول سے اُسی قسم کے سوال کرو جیسے پہلے موسیٰ سے کئے جاچکے ہیں(۷۲)؟ اور جو شخص ایمان کے بدلے
بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ
کفر اختیار کرے وہ یقیناً سیدھے راستے سے بھٹک گیا (۱۰۸) (مسلمانو!) بہت سے اہلِ کتاب اپنے دِلوں کے
يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۖۚ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ
حسد کی بنا پر یہ چاہتے ہیں کہ تمہارے ایمان لانے کے بعد تمہیں پلٹا کر پھر کافر بنادیں، باوجودیکہ حق اُن
مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِىَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
پرواضح ہو چکا ہے۔ چنانچہ تم معاف کرو اور درگذر سے کام لو یہاں تک کہ اللہ خود اپنا فیصلہ بھیج دے۔
عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا الثلٰثۃ
بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۰۹) اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور (یاد رکھو کہ) جو بھلائی کا عمل بھی تم خود
لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَ
اپنے فائدے کے لئے آگے بھیج دو گے اُس کو اللہ کے پاس پاؤ گے۔ بیشک جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اُسے دیکھ رہا ہے (۱۱۰) اور یہ (یعنی یہودی
قَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ
اور عیسائی) کہتے ہیں کہ: ''جنت میں سوائے یہودیوں یا عیسائیوں کے کوئی بھی ہرگز داخل نہیں ہوگا(۷۳)''۔ یہ محض ان کی آرزوئیں ہیں۔ آپ ان
اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ
سے کہئے کہ اگر تم (اپنے اس دعوے میں) سچے ہو تو اپنی کوئی دلیل لے کر آؤ (۱۱۱) کیوں نہیں؟ (قاعدہ یہ ہے کہ) جو شخص بھی اپنا رُخ
وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
اللہ کے آگے جھکادے، اور وہ نیک عمل کرنے والا ہو، اُسے اپنا اجر اپنے پروردگار کے پاس ملے گا۔ اور ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا، اور نہ وہ

(۷۲) یہ خطاب یہودیوں کو بھی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بجائے طرح طرح کے مطالبے پیش کرتے تھے، اور ساتھ ہی مسلمانوں کو بھی یہ سبق دیا جارہا ہے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کے باوجود یہودی ان سے نامعقول اور غیر ضروری سوالات اور مطالبے کرتے رہے ہیں، تم ایسا نہ کرنا۔

(۷۳) یعنی یہودی کہتے ہیں کہ صرف یہودی جنت میں جائیں گے، اور عیسائی کہتے ہیں کہ صرف عیسائی۔

يَحْزَنُوْنَ ﴿١١٢﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۖ وَّقَالَتِ

غمگین ہوں گے ﴿١١٢﴾ اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائیوں (کے مذہب) کی کوئی بنیاد نہیں، اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودیوں (کے مذہب) کی کوئی

النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ كَذٰلِكَ قَالَ

بنیاد نہیں، حالانکہ یہ سب (آسمانی) کتاب پڑھتے ہیں۔ اسی طرح وہ (مشرکین) جن کے پاس کوئی (آسمانی) علم ہی سرے سے نہیں ہے، انہوں

الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا

نے بھی ان (اہلِ کتاب) کی جیسی باتیں کہنی شروع کردی ہیں۔ چنانچہ اللہ ہی قیامت کے دن ان کے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کرے گا جن

فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿١١٣﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ

میں یہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔ ﴿١١٣﴾ اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں پر اس بات کی بندش لگادے کہ ان میں اللہ کا نام لیا

وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ ڛ

جائے، اور ان کو ویران کرنے کی کوشش کرے۔ ایسے لوگوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان (مسجدوں) میں داخل ہوں مگر ڈرتے ہوئے(۷۴)۔ ایسے

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١١٤﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ

لوگوں کے لئے دُنیا میں رُسوائی ہے، اور انہی کو آخرت میں زبردست عذاب ہوگا۔ ﴿١١٤﴾ اور مشرق و مغرب سب اللہ ہی کی ہیں۔ لہٰذا جس

وَالْمَغْرِبُ ۤ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾

طرف بھی تم رُخ کروگے، وہیں اللہ کا رُخ ہے(۷۵)۔ بیشک اللہ بہت وسعت والا، بڑا علم رکھنے والا ہے ﴿١١٥﴾ یہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے کوئی

---

(۷۴) اُوپر یہود و نصاریٰ اور مشرکینِ عرب تینوں گروہوں کا ذکر آیا ہے۔ یہ تینوں گروہ کسی نہ کسی زمانے میں اور کسی نہ کسی شکل میں اللہ تعالیٰ کی عبادت گاہوں کی بے حرمتی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ مثلاً عیسائیوں نے شاہ طیطوس کے زمانے میں بیت المقدس پر حملہ کرکے اسے تاخت و تاراج کیا۔ ابرہہ نے جو عیسائی ہونے کا مدعی تھا بیت اللہ پر حملہ کرکے اُسے ویران کرنے کی کوشش کی۔ مشرکینِ مکہ مسلمانوں کو مسجدِ حرام میں نماز پڑھنے سے روکتے رہے، اور یہودیوں نے بیت اللہ کے تقدس سے انکار کرکے عملاً لوگوں کو اس کی طرف رُخ کرنے سے روکا۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ ایک طرف ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ ہے کہ تنہا وہی جنت کا حق دار ہے، اور دوسری طرف ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں رُکاوٹ ڈالنے یا عبادت گاہوں کو ویران کرنے کے درپے رہے ہیں۔ اسی آیت کا اگلا جملہ ذو معنیٰ ہے۔ اس کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ حق تو یہ تھا کہ یہ لوگ اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا خوف لے کر داخل ہوتے، نہ یہ کہ متکبرانہ انداز میں انہیں ویران کریں، یا لوگوں کو وہاں اللہ کی عبادت سے روکیں۔ لیکن ساتھ ہی اس میں یہ لطیف اشارہ بھی ہوسکتا ہے کہ عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب یہ متکبر لوگ جو اللہ کی مسجدوں سے لوگوں کو روک رہے ہیں، حق پرستوں کے سامنے ایسے مغلوب ہوں گے کہ انہیں خود ان جگہوں پر ڈرڈر کر داخل ہونا پڑے گا۔ چنانچہ فتح مکہ کے موقع پر کفارِ مکہ کے ساتھ یہی صورت پیش آئی۔

(۷۵) اُوپر جن تین گروہوں کا ذکر ہوا ہے ان کے درمیان ایک اختلاف قبلے کا بھی تھا۔ اہلِ کتاب بیت المقدس کی طرف رُخ

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

بیٹا بنایا ہوا ہے، (حالانکہ) اس کی ذات (اس قسم کی چیزوں سے) پاک ہے، بلکہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اُسی کا ہے۔

وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰٓى

سب کے سب اس کے فرماں بردار ہیں ﴿۱۱۶﴾ وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے، اور جب وہ کسی بات کا فیصلہ کرتا ہے تو اس

اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ لَوْلَا

کے بارے میں بس اتنا کہتا ہے کہ: ''ہوجا'' چنانچہ وہ ہوجاتی ہے۔(۷۶) ﴿۱۱۷﴾ اور جو لوگ علم نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کہ: اللہ ہم سے (براہِ راست)

يُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِيْنَآ اٰيَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ

کیوں بات نہیں کرتا؟ یا ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں آتی؟ جو لوگ اِن سے پہلے گذرے ہیں وہ بھی اسی طرح کی باتیں

کرتے تھے اور مشرکین بیت اللہ کو قبلہ سمجھتے تھے۔ مسلمان بھی اسی کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے، اور یہ بات یہودیوں کو ناگوار تھی۔ ایک مختصر عرصے کے لئے مسلمانوں کو بیت المقدس کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیا گیا تو یہودیوں نے خوشی کا اظہار کیا کہ دیکھو! مسلمان ہماری بات ماننے پر مجبور ہوگئے ہیں۔ پھر دوبارہ بیت اللہ کو مستقل قبلہ بنادیا گیا جس کی تفصیل اِن شاء اللہ اگلے پارے کے شروع میں آنے والی ہے۔ یہ آیت بظاہر اُس موقع پر نازل ہوئی ہے جب مسلمان بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھ رہے تھے۔ بتلانا یہ مقصود ہے کہ کوئی بھی سمت اپنی ذات میں کسی تقدس کی حامل نہیں۔ مشرق ومغرب سب اللہ کی مخلوق اور اسی کی تابعِ فرمان ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی ایک جہت میں محدود نہیں، وہ ہر جگہ موجود ہے، چنانچہ وہ جس سمت کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیدے، بندوں کا کام یہ ہے کہ اسی حکم کی تعمیل کریں۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جگہ ہو جہاں قبلے کی صحیح سمت پتہ نہ چل رہی ہو تو وہاں وہ اپنے اندازے سے جس سمت کو قبلہ سمجھ کر نماز پڑھے گا اس کی نماز ہوجائے گی، یہاں تک کہ اگر بعد میں پتہ چلے کہ جس رُخ پر نماز پڑھی ہے وہ صحیح رُخ نہیں تھا تب بھی نماز دُہرانے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ اس شخص نے اپنی طاقت کے مطابق اللہ کے حکم کی تعمیل کرلی۔ دراصل کسی بھی جگہ یا کسی بھی سمت میں اگر کوئی تقدس آتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے آتا ہے۔ لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ قبلے کے تعین میں اپنے اَحکام بدل رہا ہے تو اس میں کسی فریق کی ہار جیت کا سوال نہیں۔ یہ تبدیلی یہی دِکھانے کے لئے آرہی ہے کہ کوئی سمت اپنی ذات میں مقصود نہیں۔ مقصود اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی ہے۔ اگر آئندہ اللہ تعالیٰ دوبارہ بیت اللہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم دیدے تو یہ بات نہ قابلِ تعجب ہونی چاہئے نہ قابلِ اعتراض۔

(۷۶) عیسائی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہی ہیں۔ بعض یہودی بھی حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، اور مشرکینِ مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ یہ آیت ان سب کی تردید کررہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اولاد کی ضرورت اسے ہوسکتی ہے جو دوسروں کی مدد کا محتاج ہو، اللہ تعالیٰ تو پوری کائنات کا مالک ہے، اور اسے کسی کام میں کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔ پھر وہ اولاد کا محتاج کیوں ہو؟ اسی دلیل کو اگر منطقی پیرائے میں بیان کیا جائے تو وہ اس طرح ہوگی کہ اولاد اپنے باپ کا جزء ہوتی ہے، اور ہر کُل اپنے جزء کا محتاج ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ ہر اِحتیاج سے پاک ہے اس لئے اس کی ذات بسیط ہے جسے کسی جزء کی حاجت نہیں۔ لہٰذا اس کی طرف اولاد منسوب کرنا اسے محتاج قرار دینے کے مرادف ہے۔

قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿١١٨﴾ اِنَّآ

کہتے تھے جیسی یہ کہتے ہیں۔ ان سب کے دل ایک جیسے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ یقین کرنا چاہیں ان کے لیے ہم نشانیاں پہلے ہی واضح کر چکے ہیں۔ (۱۱۸) (اے پیغمبر!) بے شک

اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿١١٩﴾

ہم نے تمہیں حق دے کر اس طرح بھیجا ہے کہ تم (جنت) کی خوشخبری دو اور (جہنم) سے ڈراؤ۔ اور جو لوگ (اپنی مرضی سے) جہنم (کا راستہ) اختیار کر چکے ہیں ان کے بارے میں آپ سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ (۱۱۹)

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى

اور یہود و نصاریٰ تم سے اس وقت تک ہرگز راضی نہیں ہوں گے جب تک تم اُن کے مذہب کی پیروی نہیں کرو گے۔ کہہ دو کہ حقیقی ہدایت تو اللہ ہی

اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ الَّذِىْ جَآءَكَ مِنَ

کی ہدایت ہے۔ اور تمہارے پاس (وحی کے ذریعے) جو علم آ گیا ہے، اگر کہیں تم نے اس کے بعد بھی ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی کر لی تو

الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١٢٠﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ

تمہیں اللہ سے بچانے کے لئے نہ کوئی حمایتی ملے گا نہ کوئی مددگار۔(٧٧) (۱۲۰) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی، جبکہ وہ اس کی تلاوت اس طرح کرتے

يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ

ہوں جیسا اس کی تلاوت کا حق ہے، تو وہ لوگ ہی (درحقیقت) اس پر ایمان رکھتے ہیں۔(٧٨) اور جو اس کا اِنکار کرتے ہوں، تو ایسے لوگ ہی نقصان

هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿١٢١﴾ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ ع

اُٹھانے والے ہیں (۱۲۱) اے بنی اسرائیل! میری وہ نعمت یاد کرو جو میں نے تم کو عطا کی تھی، اور یہ بات (یاد کرو) کہ میں نے تم کو سارے جہانوں

---

(٧٧) اگرچہ حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ناقابلِ تصور تھی کہ آپ کفار کی خواہشات کے پیچھے چلیں، لیکن اس آیت نے فرضِ محال کے طور پر یہ بات کہہ کر اُصول یہ بتلا دیا کہ اللہ کے نزدیک شخصیات کی اہمیت ان کی ذات کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت کی وجہ سے ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ساری مخلوقات میں سب سے افضل اسی بنا پر ہیں کہ اللہ کے سب سے زیادہ فرماں بردار ہیں۔

(٧٨) بنی اسرائیل میں جہاں سرکش لوگ بڑی تعداد میں تھے وہاں بہت سے لوگ ایسے مخلص بھی تھے جنہوں نے تورات اور اِنجیل کو صرف پڑھا ہی نہیں تھا، بلکہ اس کے تقاضوں پر عمل کرتے ہوئے حق کی ہر بات کو قبول کرنے کے لئے اپنے سینوں کو کشادہ رکھا تھا، چنانچہ جب ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پہنچی تو انہوں نے کسی عناد کے بغیر اسے قبول کیا۔ اس آیت میں ان حضرات کی تعریف کی گئی ہے اور سبق یہ دیا گیا ہے کہ کسی آسمانی کتاب کی تلاوت کا حق یہ ہے کہ اس کے تمام اَحکام کو دِل سے مان کر ان کی تعمیل کی جائے۔ درحقیقت تورات پر اِیمان رکھنے والے وہی ہیں جو اس کے اَحکام کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان لاتے ہیں۔

وَ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ ۝۴۷ وَ اتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ

پر فضیلت دی تھی (۴۷) اور اُس دن سے ڈرو جس دن کوئی شخص بھی کسی کے کچھ کام نہیں آئے گا، نہ کسی سے کسی قسم کا فدیہ قبول کیا جائے گا، نہ اُس کو

شَیْـًٔا وَّ لَا یُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّ لَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝۴۸

کوئی سفارش فائدہ دے گی، اور نہ ان کو کوئی مدد پہنچے گی۔(۷۹) (۴۸) اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم کو ان کے پروردگار نے کئی باتوں سے آزمایا،

وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ

اور انہوں نے وہ ساری باتیں پوری کیں۔ اللہ نے (اُن سے) کہا: "میں تمہیں تمام انسانوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔" ابراہیم نے پوچھا: "اور

اِمَامًا ؕ قَالَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝۱۲۴ وَ اِذْ

میری اولاد میں سے؟" اللہ نے فرمایا: "میرا (یہ) عہد ظالموں کو شامل نہیں ہے۔"(۸۰) (۱۲۴) اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے بیت اللہ کو لوگوں کے

---

(۷۹) بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور ان کے مقابلے میں بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کا جو ذکر اُوپر سے چلا آرہا ہے، اس کا آغاز آیت ۴۷ اور ۴۸ میں تقریباً انہی الفاظ سے کیا گیا تھا۔ اب سارے واقعات تفصیل سے یاد دِلانے کے بعد پھر وہی بات ناصحانہ انداز میں ارشاد فرمائی گئی ہے کہ ان سب باتوں کو یاد دِلانے کا اصل مقصد تمہاری خیر خواہی ہے، اور تمہیں ان واقعات سے اس نتیجے تک پہنچ جانا چاہئے۔

(۸۰) یہاں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کچھ حالات وواقعات شروع ہورہے ہیں، اور پچھلی آیتوں سے ان واقعات کا دو طرح گہرا تعلق ہے۔ ایک بات تو یہ ہے کہ یہودی، عیسائی اور عرب کے بت پرست، یعنی تینوں وہ گروہ جن کا ذکر اُوپر آیا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا پیشوا مانتے تھے، مگر ہر گروہ یہ دعویٰ کرتا تھا کہ وہ اُسی کے مذہب کے حامی تھے۔ لہٰذا ضروری تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں صحیح صورتِ حال واضح کی جائے۔ قرآنِ کریم نے یہاں یہ بتلایا ہے کہ اُن کا تینوں گروہوں کے باطل عقائد سے کوئی تعلق نہیں تھا، ان کی ساری زندگی توحید کی تبلیغ میں خرچ ہوئی، اور انہیں اس راستے میں بڑی بڑی آزمائشوں سے گذرنا پڑا جن میں وہ پورے اُترے۔ دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے، حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل (علیہما السلام)۔ حضرت اسحاق علیہ السلام ہی کے بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے جن کا دوسرا نام اسرائیل تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نبوّت کا سلسلہ انہی کی اولاد یعنی بنی اسرائیل میں چلا آرہا تھا جس کی بنا پر وہ یہ سمجھتے تھے کہ دُنیا بھر کی پیشوائی کا حق صرف انہی کو حاصل ہے۔ کسی اور نسل میں کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو اُن کے لئے واجب الاتباع ہو۔ قرآنِ کریم نے یہاں یہ غلط فہمی دُور کرتے ہوئے یہ واضح فرمایا ہے کہ دِینی پیشوائی کا منصب کسی خاندان کی لازمی میراث نہیں ہے، اور یہ بات خود حضرت ابراہیم علیہ السلام سے صریح لفظوں میں کہہ دی گئی تھی۔ انہیں جب اللہ تعالیٰ نے مختلف طریقوں سے آزمالیا اور یہ ثابت ہوگیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم پر بڑی سے بڑی قربانی کے لئے ہمیشہ تیار رہے، انہیں توحید کے عقیدے کی پاداش میں آگ میں ڈالا گیا، انہیں وطن چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا، انہیں اپنی بیوی اور نوزائیدہ بچے کو مکہ کی خشک وادی میں تنہا چھوڑنے کا حکم ملا اور وہ بلا تأمل یہ ساری قربانیاں دیتے چلے گئے، تب اللہ تعالیٰ نے انہیں دُنیا بھر کی پیشوائی کا منصب

جَعَلْنَا الْبَيْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ

لئے ایسی جگہ بنایا جس کی طرف وہ لوٹ لوٹ کر جائیں اور جو سراپا امن ہو۔(۸۱) اور تم مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بنالو۔(۸۲) اور ہم نے ابراہیم اور

مُصَلًّى ؕ وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَ

اسماعیل کو یہ تاکید کی کہ: ''تم دونوں میرے گھر کو اُن لوگوں کے لئے پاک کرو جو (یہاں) طواف کریں اور اعتکاف میں بیٹھیں اور رُکوع اور سجدہ بجا

الْعٰكِفِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ (۱۲۵) وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا

لائیں۔'' (۱۲۵) اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ابراہیم نے کہا تھا کہ: ''اے میرے پروردگار! اس کو ایک پُر امن شہر بنادیجئے، اور اس کے باشندوں میں

بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ

سے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں اُنہیں قسم قسم کے پھلوں سے رزق عطا فرمایئے۔'' اللہ نے کہا: ''اور جو کفر اختیار کرے گا اس کو بھی میں کچھ عرصے

الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ

کے لئے لطف اُٹھانے کا موقع دوں گا، (مگر) پھر اُسے دوزخ کے عذاب کی طرف کھینچ لے جاؤں گا۔ اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔'' (۱۲۶) اور اُس وقت کا

وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (۱۲۶) وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ

تصور کرو جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے،(۸۳) اور اسماعیل بھی (ان کے ساتھ شریک تھے، اور دونوں یہ کہتے جاتے تھے کہ:) ''اے

دینے کا اعلان فرمایا۔ اُسی موقع پر جب انہوں نے اپنی اولاد کے بارے میں پوچھا تو صاف طور پر بتلا دیا گیا کہ ان میں جو لوگ ظالم ہوں گے یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے اپنی جانوں پر ظلم کریں گے وہ اس منصب کے حق دار نہیں ہوں گے۔ بنی اسرائیل کو صدیوں آزمانے کے بعد ثابت یہ ہوا ہے کہ وہ اس لائق نہیں ہیں کہ قیامت تک پوری انسانیت کی دینی پیشوائی ان کو دی جائے۔ اس لئے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بھیجے جارہے ہیں جن کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دُعا کی تھی کہ وہ اہلِ مکہ میں سے بھیجے جائیں۔ اب چونکہ دینی پیشوائی منتقل کی جارہی ہے، اس لئے اب قبلہ بھی اس بیت اللہ کو بنایا جانے والا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔ اس مناسبت سے آگے تعمیرِ کعبہ کا واقعہ بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ یہاں سے آیت نمبر ۱۵۲ تک جو سلسلۂ کلام آرہا ہے اس کو اِس پسِ منظر میں سمجھنا چاہئے۔

(۸۱) اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کی یہ حرمت رکھی ہے کہ نہ صرف مسجد حرام میں بلکہ اُس کے اردگرد کے وسیع علاقے میں جسے حرم کہا جاتا ہے، نہ کسی انسان کو قتل کیا جاسکتا ہے، نہ شدید دِفاعی ضرورت کے بغیر جنگ کرنا جائز ہے، نہ کسی جانور کا شکار حلال ہے، نہ کوئی خودرو پودا اُکھاڑنے کی اجازت ہے، نہ کسی جانور کو قید رکھا جاسکتا ہے۔ اس طرح یہ صرف انسانوں کے لئے ہی نہیں، حیوانات اور نباتات کے لئے بھی امن کی جگہ ہے۔

(۸۲) مقامِ ابراہیم اُس پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ تعمیر کیا تھا۔ یہ پتھر آج بھی موجود ہے، اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہر وہ شخص جو بیت اللہ کا طواف کرے، سات چکر لگانے کے بعد اس پتھر کے سامنے کھڑا

وَ اِسْمٰعِيْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَ

ہمارے پروردگار! ہم سے (یہ خدمت) قبول فرمالے۔ بیشک تو، اور صرف تو ہی، ہر ایک کی سننے والا، ہر ایک کو جاننے والا ہے (۱۲۷) اے ہمارے

اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا

پروردگار! ہم دونوں کو اپنا مکمل فرماں بردار بنالے، اور ہماری نسل سے بھی ایسی اُمت پیدا کر جو تیری پوری تابع دار ہو۔ اور ہم کو ہماری عبادتوں کے

مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا

طریقے سکھادے، اور ہماری توبہ قبول فرمالے۔ بیشک تو، اور صرف تو ہی، معاف کردینے کا خوگر (اور) بڑی رحمت کا مالک ہے (۱۲۸) اور ہمارے

وَ ابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ

پروردگار! اِن میں ایک ایسا رسول بھی بھیجنا جو اِنہی میں سے ہو، جو اِن کے سامنے تیری آیتوں کی تلاوت کرے، انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم

ع ۱۵ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۲۹﴾ ع وَ مَنْ يَّرْغَبُ

دے، اور ان کو پاکیزہ بنائے (۸۴)۔ بیشک تیری، اور صرف تیری، ذات وہ ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کی حکمت بھی کامل۔" (۱۲۹) اور کون ہے جو

عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَ لَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ وَ

ابراہیم کے طریقے سے انحراف کرے؟ سوائے اُس شخص کے جو خود اپنے آپ کو حماقت میں مبتلا کرچکا ہو! حقیقت تو یہ ہے کہ ہم نے دُنیا میں اُنہیں

ہوکر بیت اللہ کا رُخ کرے اور دو رکعتیں پڑھے۔ ان رکعتوں کا اسی جگہ پڑھنا افضل ہے۔

(۸۳) بیت اللہ جسے کعبہ بھی کہتے ہیں درحقیقت حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے تعمیر چلا آتا ہے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دور میں وہ حوادثِ روزگار سے منہدم ہو چکا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اسے ازسرِنو انہی بنیادوں پر تعمیر کرنے کا حکم ہوا تھا جو پہلے سے موجود تھیں، اور اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی آپ کو بتادی تھیں۔ اسی لئے قرآنِ کریم نے یہاں یہ نہیں فرمایا کہ وہ بیت اللہ تعمیر کررہے تھے، بلکہ یہ فرمایا ہے کہ وہ اس کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے۔

(۸۴) دِل سے نکلی ہوئی اس دُعا کی تاثیر کسی ترجمے کے ذریعے دوسری زبان میں منتقل نہیں کی جاسکتی، چنانچہ ترجمہ صرف اس کا مفہوم ہی ادا کرسکتا ہے۔ یہاں اس دُعا کو نقل کرنے کا مقصد ایک تو یہ دِکھانا ہے کہ انبیائے کرام اپنے بڑے سے بڑے کارنامے پر بھی مغرور ہونے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے حضور اور زیادہ عجز و نیاز کا مظاہرہ فرماتے ہیں، اور اپنے کارنامے کا تذکرہ کرنے کے بجائے اپنی اُن کوتاہیوں پر توبہ مانگتے ہیں جو اس کام کی ادائیگی میں ان سے سرزد ہونے کا امکان ہو۔ دوسرے اُن کا ہر کام صرف اللہ کی رضاجوئی کے لئے ہوتا ہے، لہٰذا وہ اُس پر مخلوق سے تعریف کرانے کی فکر کے بجائے اللہ تعالیٰ سے اس کی قبولیت کی دُعا مانگتے ہیں۔ تیسرے یہ ظاہر کرنا بھی مقصود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا میں شامل تھی، اور اس طرح خود حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ تجویز دی تھی کہ آپ بنی اسماعیل میں سے مبعوث ہوں، نہ کہ بنی اسرائیل میں سے۔ اس دُعا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بنیادی مقاصد بھی بیان فرمادیئے ہیں۔ ان مقاصد کو قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے، اور ان کی تشریح اِن شاء اللہ آگے اسی سورت کی آیت ۱۵۱ میں آئے گی۔

اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ

(اپنے لئے) چن لیا تھا، اور آخرت میں اُن کا شمار صالحین میں ہوگا ﴿۱۳۰﴾ جب ان کے پروردگار نے ان سے کہا کہ: "سرِ تسلیم خم کردو[(۸۵)]!" تو وہ

اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰی بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِیْهِ وَیَعْقُوْبُ ؕ

(فوراً) بولے: "میں نے رَبّ العالمین کے (ہر حکم کے) آگے سر جھکا دیا۔" ﴿۱۳۱﴾ اور اسی بات کی ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی، اور

یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَكُمُ الدِّیْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ

یعقوب نے بھی (اپنے بیٹوں کو) کہ: "اے میرے بیٹو! اللہ نے یہ دِین تمہارے لئے منتخب فرمالیا ہے، لہٰذا تمہیں موت بھی آئے تو اس حالت

مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ

میں آئے کہ تم مسلم ہو۔" ﴿۱۳۲﴾ کیا اُس وقت تم خود موجود تھے جب یعقوب کی موت کا وقت آیا تھا[(۸۶)]، جب انہوں نے اپنے

لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ

بیٹوں سے کہا تھا کہ تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ اُن سب نے کہا تھا کہ ہم اُسی ایک خدا کی عبادت کریں گے

اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾

جو آپ کا معبود ہے اور آپ کے باپ دادوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کا معبود ہے۔ اور ہم صرف اُسی کے فرماں بردار ہیں ﴿۱۳۳﴾ وہ ایک اُمت

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ

تھی جو گذر گئی۔ جو کچھ اُنہوں نے کمایا وہ اُن کا ہے، اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارا ہے، اور تم سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کیا عمل

عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰی تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ

کرتے تھے ﴿۱۳۴﴾ اور یہ (یہودی اور عیسائی مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ: "تم یہودی یا عیسائی ہو جاؤ، راہِ راست پر آجاؤ گے۔" کہہ دو کہ: "نہیں، بلکہ

---

(۸۵) یہاں سرِ تسلیم خم کرنے کے لئے قرآنِ کریم نے "اسلام" کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے لفظی معنیٰ سر جھکانے اور کسی کے مکمل تابعِ فرمان ہوجانے کے ہیں۔ ہمارے دِین کا نام بھی اسلام اسی لئے رکھا گیا ہے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنے ہر قول وفعل میں اللہ تعالیٰ ہی کا تابعدار بنے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ شروع ہی سے مؤمن تھے اس لئے یہاں اللہ تعالیٰ کا مقصد ان کو اِیمان لانے کی تلقین کرنا نہیں تھا، اسی لئے یہاں اس لفظ کا ترجمہ اسلام لانے سے نہیں کیا گیا۔ البتہ اگلی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو وصیت اپنی اولاد کے لئے مذکور ہے وہاں اسلام کے مفہوم میں دونوں باتیں داخل ہیں، دِین برحق پر ایمان رکھنا بھی اور اس کے بعد اللہ کے ہر حکم کی تابعداری بھی۔ اس لئے وہاں لفظ "مسلم" ہی استعمال کیا گیا ہے۔

(۸۶) بعض یہودیوں نے کہا تھا کہ حضرت یعقوب (اسرائیل) علیہ السلام نے اپنے انتقال کے وقت اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی کہ وہ یہودیت کے دِین پر رہیں۔ یہ آیت اس کا جواب ہے۔ اس آیت کو سورۂ آلِ عمران کی آیت ۶۵ کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو بات اور زیادہ واضح ہوجاتی ہے۔

مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١٣٥ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ

(ہم تو) ابراہیم کے دِین کی پیروی کریں گے جو ٹھیک ٹھیک سیدھی راہ پر تھے، اور وہ اُن لوگوں میں سے نہ تھے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے

اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

ہیں۔" ۝١٣٥ (مسلمانو!) کہہ دو کہ: "ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں، اور اُس کلام پر بھی جو ہم پر اُتارا گیا اور اُس پر بھی جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب

وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ

اور ان کی اولاد پر اُتارا گیا، اور اُس پر بھی جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور اُس پر بھی جو دوسرے پیغمبروں کو اُن کے پروردگار کی طرف سے عطا ہوا۔ ہم ان

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝١٣٦ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ

پیغمبروں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے، اور ہم اُسی (ایک خدا) کے تابع فرمان ہیں۔" ۝١٣٦ اس کے بعد اگر یہ لوگ بھی اسی طرح ایمان لے آئیں

مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ

جیسے تم ایمان لائے ہو تو یہ راہِ راست پر آجائیں گے۔ اور اگر یہ منہ موڑ لیں تو درحقیقت وہ دُشمنی میں پڑ گئے ہیں۔ اب اللہ تمہاری حمایت میں عنقریب ان

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝١٣٧ ۭ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ

سے نمٹ لے گا، اور وہ ہر بات سننے والا، ہر بات جاننے والا ہے ۝١٣٧ (اے مسلمانو! کہہ دو کہ:) "ہم پر تو اللہ نے اپنا رنگ چڑھا دیا ہے، اور کون ہے جو

مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۡ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ۝١٣٨ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ

اللہ سے بہتر رنگ چڑھائے؟ اور ہم صرف اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔"(۸۷) ۝١٣٨ کہہ دو کہ: "کیا تم ہم سے اللہ کے بارے میں حجت کرتے ہو؟ حالانکہ وہ

رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ

ہمارا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔ (یہ) اور (بات ہے کہ) ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں، اور تمہارے عمل تمہارے لئے۔ اور ہم نے تو اپنی

مُخْلِصُوْنَ ۝١٣٩ ۙ اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ

بندگی اُسی کے لئے خالص کرلی ہے" ۝١٣٩ بھلا کیا تم یہ کہتے ہو کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولادیں

وَالْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ

یہودی یا نصرانی تھیں؟ (اے پیغمبر! ان سے) کہو: کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ؟ اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو

---

(۸۷) اس میں عیسائیوں کی رسم بپتسمہ (Baptism) کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جسے اصطباغ (رنگ چڑھانا) بھی کہا جاتا ہے۔ کسی شخص کو عیسائی بناتے وقت وہ اسے غسل دیتے ہیں جو بعض اوقات رنگا ہوا پانی ہوتا ہے۔ اُن کے خیال میں اِس طرح اُس پر عیسائی مذہب کا رنگ چڑھ جاتا ہے۔ یہ بپتسمہ پیدا ہونے والے بچوں کو بھی دیا جاتا ہے کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق ہر بچہ ماں کے پیٹ سے گنہگار پیدا ہوتا ہے، اور جب تک وہ بپتسمہ نہ لے گنہگار رہتا ہے اور یسوع مسیح کے کفارے کا حق دار نہیں ہوتا۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے کہ اس بے سروپا خیال کی کوئی حقیقت نہیں۔ رنگ چڑھانا ہے تو اللہ کا رنگ چڑھاؤ جو توحیدِ خالص کا رنگ ہے۔

اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾

ایسی شہادت کو چھپائے جو اُس کے پاس اللہ کی طرف سے پہنچی ہو؟(۸۸) اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے بے خبر نہیں ہے ﴿۱۴۰﴾

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْئَلُوْنَ

(بہرحال!) وہ ایک اُمت تھی جو گذر گئی۔ جو کچھ اُنہوں نے کمایا وہ اُن کا ہے، اور جو کچھ تم نے کمایا وہ تمہارا ہے، اور تم سے یہ نہیں

عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۱﴾ سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ ع

پوچھا جائے گا کہ وہ کیا عمل کرتے تھے؟ ﴿۱۴۱﴾ اب یہ بے وقوف لوگ کہیں گے کہ آخر وہ کیا چیز ہے جس نے ان (مسلمانوں) کو اُس

قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ

قبلے سے رُخ پھیرنے پر آمادہ کردیا جس کی طرف وہ منہ کرتے چلے آرہے تھے؟ آپ کہہ دیجئے کہ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کی ہیں۔

يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا

وہ جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت کردیتا ہے(۸۹) ﴿۱۴۲﴾ اور (مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تم کو ایک معتدل اُمت بنایا ہے تاکہ تم دوسرے لوگوں

(۸۸) یعنی یہ حقیقت دراصل اِن کو بھی معلوم ہے کہ یہ تمام انبیائے کرام توحیدِ خالص کا درس دیتے رہے ہیں، اور ان بے بنیاد عقیدوں سے انبیائے کرام کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ خود ان کی کتابوں میں یہ حقیقت واضح طور پر لکھی ہوئی موجود ہے، اور اُن میں نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں بھی موجود ہیں جو اِن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی شہادت کا درجہ رکھتی ہیں، مگر یہ ظالم اُن کو چھپائے بیٹھے ہیں۔

(۸۹) یہاں سے قبلے کی تبدیلی اور اس سے پیدا ہونے والے مسائل کا تفصیلی بیان شروع ہورہا ہے۔ واقعات کا پس منظر یہ ہے کہ مکہ مکرّمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھا کرتے تھے۔ جب آپ مدینہ منوّرہ تشریف لائے تو آپ کو بیت المقدس کا رُخ کرنے کا حکم دیا گیا جس پر آپ تقریباً سترہ مہینے تک عمل فرماتے رہے۔ اس کے بعد دوبارہ بیت اللہ شریف کو قبلہ قرار دے دیا گیا۔ تبدیلی کا یہ حکم آگے آیت نمبر ۱۴۴ میں آرہا ہے۔ یہ آیت پیشینگوئی کررہی ہے کہ یہودی اور عیسائی اس تبدیلی پر بڑے اعتراضات کریں گے، حالانکہ یہ حقیقت اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنے والے ہر شخص کے لئے کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ قبلے کی کوئی خاص سمت مقرر کرنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ قبلے کی سمت میں تشریف فرما ہے۔ وہ تو ہر سمت اور ہر جگہ موجود ہے اور مشرق ہو یا مغرب، شمال ہو یا جنوب، یہ ساری جہتیں اسی کی بنائی ہوئی ہیں۔ البتہ چونکہ مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرتے وقت تمام مؤمنوں کے لئے کوئی ایک سمت مقرر کردی جائے، اِس لئے یہ سمت اللہ تعالیٰ ہی اپنی حکمت کے تحت مقرر فرماتا ہے، اِس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ وہ سمت بذاتِ خود مقدس یا مقصود ہے۔ جو کچھ تقدس کسی قبلے یا اس کی سمت میں آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے آتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی حکمت کے مطابق جب چاہے جس سمت کو چاہے قبلہ قرار دے سکتا ہے۔ ایک مؤمن کا سیدھا راستہ یہ ہے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھ کر اللہ کے ہر حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کردے۔ آیت کے آخر میں سیدھی راہ کا جو ذکر ہے اس سے مراد اسی حقیقت کا ادراک ہے۔

شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَ مَا جَعَلْنَا

پر گواہ بنو، اور رسول تم پر گواہ بنے۔(۹۰) اور جس قبلے پر تم پہلے کاربند تھے، اُسے ہم نے کسی اور وجہ سے نہیں، بلکہ صرف یہ دیکھنے کے

الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى

لئے مقرر کیا تھا کہ کون رسول کا حکم مانتا ہے اور کون اُلٹے پاؤں پھر جاتا ہے(۹۱)؟ اور اِس میں شک نہیں کہ یہ بات تھی بڑی مشکل،

عَقِبَيْهِ ؕ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ

لیکن اُن لوگوں کے لئے (ذرا بھی مشکل نہ ہوئی) جن کو اللہ نے ہدایت دے دی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تمہارے

(۹۰) یعنی جس طرح ہم نے اس آخری زمانے میں تمام دوسری جہتوں کو چھوڑ کر کعبے کی سمت کو قبلہ بننے کا شرف عطا فرمایا، اور تمہیں اسے دِل و جان سے قبول کرنے کی ہدایت دی، اسی طرح ہم نے تم کو دوسری اُمتوں کے مقابلے میں سب سے زیادہ معتدل اور متوازن اُمت بنایا ہے۔ (تفسیر کبیر) چنانچہ اس اُمت کی شریعت میں ایسے مناسب اَحکام رکھے گئے ہیں جو قیامِ قیامت تک انسانیت کی صحیح رہنمائی کرسکیں۔ معتدل اُمت کی یہ خصوصیت بھی اِس آیت میں بیان فرمائی گئی ہے کہ اس اُمت کو قیامت کے دن انبیائے کرام کے گواہ کے طور پر پیش کیا جائے گا۔ اس کی تفصیل صحیح بخاری کی ایک حدیث میں یہ بیان ہوئی ہے کہ جب پچھلے انبیاء کی اُمتوں میں سے کافر لوگ صاف انکار کردیں گے کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا تھا تو اُمتِ محمدیہ کے لوگ انبیائے کرام کے حق میں گواہی دیں گے کہ انہوں نے رسالت کا حق ادا کرتے ہوئے اپنی اپنی اُمتوں کو پوری طرح اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچادیا تھا، اور اگرچہ ہم خود اُس موقع پر موجود نہیں تھے لیکن ہمارے نبیِ کریم محمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی سے باخبر ہوکر ہم کو یہ بات بتلادی تھی اور ہمیں اُن کی بات پر اپنے ذاتی مشاہدے سے زیادہ اعتماد ہے۔ دوسری طرف رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کی اس بات کی تصدیق فرمائیں گے۔ نیز بعض مفسرین نے اُمتِ محمدیہ کے گواہ ہونے کے یہ معنیٰ بھی بیان کئے ہیں کہ شہادت سے مراد حق کی دعوت وتبلیغ ہے، اور یہ اُمت پوری انسانیت کو اسی طرح حق کا پیغام پہنچائے گی جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہنچایا تھا۔ باتیں دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہیں اور ان میں کوئی تعارض بھی نہیں۔

(۹۱) مطلب یہ ہے کہ پہلے کچھ عرصے کے لئے بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا جو حکم ہم نے دیا تھا اس کا مقصد یہ امتحان لینا تھا کہ کون قبلے کی اصل حقیقت کو سمجھ کر اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے اور کون ہے جو کسی ایک قبلے کو بذاتِ خود ہمیشہ کے لئے مقدس مان کر اللہ کے بجائے اُسی کی عبادت شروع کردیتا ہے۔ قبلے کی تبدیلی سے یہی واضح کرنا مقصود تھا کہ عبادت بیت اللہ کی نہیں، اللہ کی کرنی ہے، ورنہ اس میں اور بت پرستی میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟ اگلے جملے میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ جو لوگ صدیوں سے بیت اللہ کو قبلہ مانتے چلے آرہے تھے، اُن کے لئے اچانک بیت المقدس کی طرف رُخ موڑ دینا کوئی آسان بات نہ تھی کیونکہ صدیوں سے دِلوں پر حکمرانی کرنے والے اعتقادات کو یکا یک بدل لینا بڑا مشکل ہوتا ہے، لیکن جن لوگوں کو اللہ نے یہ سمجھ عطا فرمائی کہ کسی بھی چیز میں کوئی ذاتی تقدس نہیں، اور اصل تقدس اللہ تعالیٰ کے حکم کو حاصل ہے ان کو نئے قبلے کی طرف رُخ کرنے میں ذرا بھی دِقت پیش نہیں آئی کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ ہم پہلے بھی اللہ کے بندے اور اس کے تابعِ فرمان تھے اور آج بھی اسی کے حکم پر ایسا کررہے ہیں۔

لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤٣﴾ قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ

ایمان کو ضائع کردے۔(۹۲) درحقیقت اللہ لوگوں پر بہت شفقت کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔﴿۱۴۳﴾ (اے پیغمبر!) ہم تمہارے چہرے کو

وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

بار بار آسمان کی طرف اُٹھتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ چنانچہ ہم تمہارا رُخ ضرور اُس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جو تمہیں پسند ہے۔(۹۳)

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۗ وَإِنَّ

لو اَب اپنا رُخ مسجدِ حرام کی سمت کرلو۔ اور (آئندہ) جہاں کہیں تم ہو اپنے چہروں کا رُخ (نماز پڑھتے ہوئے) اُسی کی طرف رکھا کرو۔ اور جن

الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّهِمْ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ

لوگوں کو کتاب دی گئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ یہی بات حق ہے جو ان کے پروردگار کی طرف سے آئی ہے۔(۹۴) اور جو کچھ یہ کررہے ہیں اللہ اُس

عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٤﴾ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ بِكُلِّ آيَةٍ مَا تَبِعُوا

سے غافل نہیں ہے۔﴿۱۴۴﴾ اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی اگر تم ان کے پاس ہر قسم کی نشانیاں لے آؤ تب بھی

قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ۚ وَلَئِنِ

یہ تمہارے قبلے کی پیروی نہیں کریں گے۔ اور نہ تم ان کے قبلے پر عمل کرنے والے ہو، نہ یہ ایک دوسرے کے قبلے پر عمل کرنے

---

(۹۲) اس سلسلۂ کلام میں اِس جملے کا ایک مطلب تو حضرت حسن بصریؒ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ اگرچہ نئے قبلے کو اختیار کرلینا مشکل تھا لیکن جن لوگوں نے اپنی قوتِ ایمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے بے چون وچرا مان لیا اللہ تعالیٰ ان کے اس ایمانی جذبے کو ضائع نہیں کرے گا، بلکہ انہیں اس کا عظیم اجر ملے گا۔ (تفسیر کبیر) دوسرے یہ جملہ ایک سوال کا جواب بھی ہے جو بعض صحابہ کے دِل میں پیدا ہوا تھا، اور وہ یہ کہ جو مسلمان اُس وقت انتقال فرماگئے تھے جب قبلہ بیت المقدس تھا تو کہیں ایسا تو نہیں کہ اُن کی وہ نمازیں جو انہوں نے بیت المقدس کی طرف رُخ کرکے پڑھی تھیں، قبلے کی تبدیلی کے بعد ضائع اور کالعدم ہوجائیں؟ آیت نے جواب دے دیا کہ نہیں، چونکہ انہوں نے اپنے ایمانی جذبے کے تحت وہ نمازیں اللہ تعالیٰ ہی کے حکم کی تعمیل میں پڑھی تھیں اس لئے وہ نمازیں ضائع نہیں ہوں گی۔

(۹۳) جب بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندازہ تھا کہ یہ حکم عارضی ہے، اور چونکہ بیت اللہ بیت المقدس کے مقابلے میں زیادہ قدیم بھی تھا اور اُس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادیں بھی وابستہ تھیں، اس لئے آپ کی طبعی خواہش بھی یہی تھی کہ اُسی کو قبلہ بنایا جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبلے کی تبدیلی کے انتظار اور اشتیاق میں کبھی کبھی آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر دیکھتے تھے۔ اس آیت میں آپ کی اسی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

(۹۴) یعنی اہلِ کتاب اچھی طرح جانتے ہیں کہ قبلے کی تبدیلی کا جو حکم دیا گیا ہے وہ بالکل برحق ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ وہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے تھے، اور یہ بات تاریخی طور پر ثابت تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ میں کعبہ تعمیر کیا تھا، بلکہ بعض مؤرخین نے خود تورات کے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تمام اولاد (بشمول حضرت اسحاق علیہ السلام) کا قبلہ کعبہ ہی تھا۔ (اس کی تحقیق کے لئے دیکھئے مولانا حمید الدین فراہی کا رسالہ ''ذبیح کون ہے؟'' ص ۳۵ تا ۳۸)۔

اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ

والے ہیں۔(۹۵) اور جو علم تمہارے پاس آچکا ہے اس کے بعد اگر کہیں تم نے ان کی خواہشات کی پیروی کرلی تو اس صورت میں یقیناً

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ

تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا (۱۴۵) جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو اتنی اچھی طرح پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔(۹۶)

اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ

اور یقین جانو کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے حق کو جان بوجھ کر چھپا رکھا ہے۔ (۱۴۶) اور حق وہی ہے جو تمہارے پروردگار کی

ع مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا

طرف سے آیا ہے، لہٰذا شک کرنے والوں میں ہرگز شامل نہ ہوجانا۔ (۱۴۷) اور ہر گروہ کی ایک سمت ہے جس کی طرف وہ رُخ کرتا ہے۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

لہٰذا تم نیک کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ تم جہاں بھی ہوگے، اللہ تم سب کو (اپنے پاس) لے آئے گا۔(۹۷)

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ

یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۴۸) اور تم جہاں سے بھی (سفر کے لئے) نکلو، اپنا منہ (نماز کے وقت) مسجد حرام کی طرف کرو۔

الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾

اور یقیناً یہی بات حق ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے آئی ہے۔(۹۸) اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے بے خبر نہیں ہے۔ (۱۴۹)

---

(۹۵) یہودی بیت المقدس کو اپنا قبلہ مانتے تھے، اور عیسائی بیت اللحم کو جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔

(۹۶) اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ یہ لوگ کعبے کے قبلہ ہونے کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں جیسا کہ اوپر گزرا، اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح پہچانتے ہیں کہ یہ وہی رسول ہیں جن کی خبر پچھلے انبیائے کرام کے صحیفوں میں دی جاچکی ہے۔ لیکن ضد کی بنا پر ان حقائق کو تسلیم نہیں کر رہے ہیں۔

(۹۷) جو لوگ قبلے کی تبدیلی پر اعتراض کر رہے تھے ان پر حجت تمام کرنے کے بعد مسلمانوں کو یہ ہدایت دی جارہی ہے کہ ہر مذہب کے لوگوں نے اپنے اپنے قبلے الگ الگ بنا رکھے ہیں، اور تمہارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ اس دُنیا میں ان کو کسی ایک قبلے پر جمع کرسکو۔ لہٰذا اب ان لوگوں سے قبلے کی بحث میں پڑنے کے بجائے تمہیں اپنے کام میں لگ جانا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ اپنے نامۂ اعمال میں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا اضافہ کرو، اور اس کام میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرو۔ آخری انجام یہ ہوگا کہ تمام مذہبوں والوں کو اللہ تعالیٰ اپنے پاس بلائے گا اور اُس وقت ان سب کی بحث تمام ہوجائے گی۔ وہاں سب کا قبلہ ایک ہی ہوجائے گا، کیوں کہ سب اللہ کے سامنے کھڑے ہوں گے۔

(۹۸) اللہ تعالیٰ نے مسجد حرام کی طرف رُخ کرنے کا حکم ان آیتوں میں تین مرتبہ دُہرایا ہے۔ اس سے ایک تو حکم کی اہمیت اور تاکید جتلانی مقصود ہے۔ دوسرے یہ بھی بتانا ہے کہ قبلے کا رُخ کرنا صرف اس حالت میں نہیں ہے جب کوئی بیت اللہ کے سامنے موجود ہو، بلکہ مکہ مکرمہ سے نکلا ہو تب بھی یہی حکم ہے، اور کہیں دور چلا جائے تب بھی یہ فریضہ ختم نہیں ہوتا۔ البتہ یہاں اللہ تعالیٰ نے "سمت" کا لفظ استعمال فرما کر اس طرف بھی اشارہ کردیا ہے کہ کعبے کا رخ کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان کعبے کی سو فی صد سیدھ میں ہو۔ بلکہ اگر سمت وہی ہے تو کعبے کی طرف رُخ کرنے کا حکم پورا ہوجائے گا۔ اور انسان اس معاملے میں اتنا ہی مکلف ہے کہ وہ اپنے بہترین ذرائع استعمال کرکے سمت صحیح متعین کرے۔ ایسا کرلینے کے بعد اس کی نماز ہوجائے گی۔

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَحَيْثُ مَا

اور جہاں سے بھی تم نکلو، اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرو۔ اور تم جہاں کہیں ہو، اپنے چہرے اُسی کی طرف رکھو،

كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۙ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۤ ۙ اِلَّا

تاکہ لوگوں کو تمہارے خلاف حجت بازی کا موقع نہ ملے[(۹۹)] ـــــ البتہ اُن میں جو لوگ ظلم کے خوگر ہیں، (وہ کبھی خاموش

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۤ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۤ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ

نہ ہوں گے) سو اُن کا کچھ خوف نہ رکھو، ہاں میرا خوف رکھو ـــــ اور تاکہ میں تم پر اپنا انعام مکمل کردوں، اور تاکہ تم

معانقۃ ۳ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۚ۝۱۵۰ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا

ہدایت حاصل کرلو (۱۵۰) (یہ انعام ایسا ہی ہے) جیسے ہم نے تمہارے درمیان تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو تمہارے

وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا

سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے، اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے، اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے[(۱۰۰)]، اور تمہیں وہ باتیں سکھاتا ہے جو تم

ع ۱۸ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۵۱ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۝۱۵۲

نہیں جانتے تھے (۱۵۱) لہٰذا مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ اور میرا شکر ادا کرو، اور میری ناشکری نہ کرو۔ (۱۵۲)

---

(۹۹) اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک بیت المقدس قبلہ تھا، یہودی یہ حجت کرتے تھے کہ دیکھو ہمارا دِین برحق ہے، اسی لئے یہ لوگ ہمارے قبلے کو اِختیار کرنے پر مجبور ہوئے ہیں، اور مشرکینِ مکہ یہ بحث کرتے تھے کہ مسلمان اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا متبع کہتے ہیں مگر انہوں نے ابراہیمی قبلے کو چھوڑ کر اُن سے سنگین انحراف کرلیا ہے۔ اب جبکہ قبلے کی تبدیلی میں جو مصلحت تھی وہ حاصل ہوگئی اور اس کے بعد مسلمان ہمیشہ کے لئے کعبے کو قبلہ قرار دے کر اس پر عمل پیرا ہوں گے تو ان دونوں کی حجتیں ختم ہو جائیں گی۔ البتہ وہ کٹ حجت لوگ جنہوں نے اعتراض کرتے رہنے کی قسم ہی کھا رکھی ہے، ان کی زبانیں کوئی نہیں روک سکتا، لیکن مسلمانوں کو ان سے خوف کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہیں اللہ کے سوا کسی سے ڈرنا نہیں چاہئے۔

(۱۰۰) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبے کی تعمیر کے وقت دو دُعائیں کی تھیں: ایک یہ کہ ہماری نسل سے ایسی اُمت پیدا فرمایئے جو آپ کی مکمل فرماں بردار ہو۔ اور دوسری یہ کہ ان میں ایک رسول بھیجئے (دیکھئے پیچھے آیات ۱۲۸-۱۲۹) اللہ تعالیٰ نے پہلی دُعا اس طرح قبول فرمائی کہ اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا السلام) کو "معتدل اُمت" قرار دے کر پیدا فرمایا (دیکھئے آیت ۱۴۳) اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا قبول کرتے ہوئے تم پر یہ انعام فرمایا کہ تمہیں معتدل اُمت بنا کر آئندہ ہمیشہ کے لئے انسانیت کی رہنمائی تمہیں عطا کردی جس کی ایک اہم علامت یہ بھی ہے کہ ہمیشہ کے لئے کعبے کو قبلہ بنادیا گیا ہے، اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری دُعا قبول کرتے ہوئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے درمیان بھیج دیا ہے جو انہی خصوصیات اور فرائضِ منصبی کے حامل ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے لئے مانگے تھے۔ ان میں سے پہلا فریضہ تلاوتِ آیات ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم کی آیات کو تلاوت کرنا بذاتِ خود

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَ

اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔ (۱۰۱) بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے (۱۵۳) اور جو لوگ اللہ کے

ایک مقصد اور ایک نیکی ہے، خواہ وہ تلاوت بغیر سمجھے کی جائے، کیونکہ قرآن کے معنی کی تعلیم آگے ایک مستقل فریضے کے طور پر بیان کی گئی ہے۔ دوسرا مقصد قرآنِ کریم کی تعلیم ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے بغیر قرآنِ کریم کو ٹھیک ٹھیک سمجھنا ممکن نہیں، اور یہ کہ صرف ترجمہ پڑھ لینے سے قرآنِ کریم کی صحیح سمجھ حاصل نہیں ہوسکتی، کیونکہ اہلِ عرب عربی زبان سے خوب واقف تھے، انہیں ترجمہ سکھانے کے لئے کسی اُستاد کی ضرورت نہیں تھی۔ تیسرے آپ کا فریضہ یہ بتایا گیا ہے کہ آپ ''حکمت'' کی تعلیم دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حکمت، دانائی اور عقلمندی وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین فرمائی۔ اس سے نہ صرف آپ کی احادیث کا حجت ہونا معلوم ہوتا ہے بلکہ یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اگر آپ کا کوئی حکم کسی کو اپنی عقل کے لحاظ سے حکمت کے خلاف محسوس ہو تو اعتبار اُس کی عقل کا نہیں، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سکھائی ہوئی حکمت کا ہے۔ چوتھا فریضہ یہ بتایا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو پاکیزہ بنائیں۔ اس سے مراد آپ کی عملی تربیت ہے جس کے ذریعے آپ نے صحابۂ کرام کے اخلاق اور باطنی صفات کو گندے جذبات سے پاک کر کے انہیں اعلیٰ درجے کی خصوصیات سے آراستہ فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن وسنت کا صرف کتابی علم بھی انسان کی اصلاح کے لئے کافی نہیں ہے جب تک اس نے اس علم کو اپنی زندگی میں نافذ کرنے کی عملی تربیت نہ لی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اپنی صحبت سے سرفراز فرما کر ان کی تربیت فرمائی، پھر صحابہ نے تابعین کی، اور تابعین نے تبع تابعین کی اسی طرح تربیت کی اور یہ سلسلہ صدیوں سے اسی طرح چلا آتا ہے۔ باطنی اخلاق کی اسی تربیت کا علم ''علمِ احسان'' یا تزکیہ کہلاتا ہے اور تصوُّف بھی درحقیقت اسی علم کا نام تھا، اگرچہ بعض نااہلوں نے اس میں غلط خیالات کی ملاوٹ کر کے بعض مرتبہ اسے خراب بھی کردیا، لیکن اس کی اصل یہی تزکیہ ہے جس کا ذکر قرآنِ کریم نے یہاں فرمایا ہے، اور ہر دور میں تصوُّف کی اصل حقیقت کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے والے ہمیشہ موجود رہے ہیں۔

(۱۰۱) اس سورت کی آیت نمبر ۴۰ سے بنی اسرائیل سے متعلق جو سلسلۂ کلام شروع ہوا تھا، وہ پورا ہوگیا، اور آخر میں مسلمانوں کو ہدایت کردی گئی کہ وہ فضول بحثوں میں اُلجھنے کے بجائے اپنے دِین پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ اب مختلف اسلامی عقائد اور اَحکام کا بیان شروع ہو رہا ہے۔ اس بیان کا آغاز صبر کی تاکید سے ہوا ہے، کیونکہ یہ دور وہ ہے جس میں مسلمانوں کو اپنے دِین پر عمل اور اس کی تبلیغ میں دُشمنوں کی طرف سے طرح طرح کی رُکاوٹیں پیش آرہی تھیں، اسی زمانے میں جنگوں کا سلسلہ بھی جاری تھا، اور بہت سی سختیاں برداشت کرنی پڑ رہی تھیں۔ جنگوں میں اپنے عزیز رشتہ دار اور دوست شہید بھی ہو رہے تھے یا ہونے والے تھے۔ لہٰذا اب مسلمانوں کو تلقین کی جارہی ہے کہ دِینِ حق کے راستے میں یہ آزمائشیں تو پیش آنی ہیں۔ ایک مؤمن کا کام یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر راضی رہ کر صبر کا مظاہرہ کرے۔ واضح رہے کہ صبر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان کسی تکلیف یا صدمے پر روئے نہیں۔ صدمے کی بات پر رنج کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے اس لئے شریعت نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ جو رونا بے اختیار آجائے وہ بھی بے صبری میں داخل نہیں۔ البتہ صبر کا مطلب یہ ہے کہ صدمے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے کوئی شکوہ نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر انسان عقلی طور پر راضی رہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی ڈاکٹر

لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿١٥٤﴾

راستے میں قتل ہوں ان کو مردہ نہ کہو۔ در اصل وہ زندہ ہیں، مگر تم کو (ان کی زندگی کا) احساس نہیں ہوتا ﴿١٥٤﴾

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ

اور دیکھو ہم تمہیں آزمائیں گے ضرور، (کبھی) کچھ خوف سے، اور (کبھی) بھوک سے، اور (کبھی) مال و جان اور پھلوں میں کمی کر کے۔ اور جو لوگ (

وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٥٥﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ

ایسے حالات میں) صبر سے کام لیں اُن کو خوشخبری سنادو ﴿١٥٥﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿١٥٦﴾ؕ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

"ہم سب اللہ ہی کے ہیں، اور ہم کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے"(١٠٢) ﴿١٥٦﴾ یہ وہ لوگ ہیں جن پر ان کے پروردگار کی طرف سے خصوصی عنایتیں

وَرَحْمَةٌ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿١٥٧﴾ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ

ہیں، اور رحمت ہے۔ اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پر ہیں ﴿١٥٧﴾ بیشک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔ لہٰذا جو شخص بھی بیت اللہ کا حج کرے یا

اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ

عمرہ کرے تو اس کے لئے اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ ان کے درمیان چکر لگائے(١٠٣)۔ اور جو شخص خوشی سے کوئی بھلائی کا کام کرے تو اللہ

تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿١٥٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلْنَا

یقیناً قدردان (اور) جاننے والا ہے ﴿١٥٨﴾ بیشک وہ لوگ جو ہماری نازل کی ہوئی روشن دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں،

آپریشن کرے تو انسان کو تکلیف تو ہوتی ہے اور بعض اوقات اس تکلیف کی وجہ سے انسان بیساختہ چلا بھی اُٹھتا ہے، لیکن اسے ڈاکٹر سے شکایت نہیں ہوتی، کیونکہ اسے یقین ہے کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے اس کی ہمدردی میں اور اس کی مصلحت کی خاطر کر رہا ہے۔

(١٠٢) اس فقرے میں پہلے تو اس حقیقت کا اظہار ہے کہ چونکہ ہم سب اللہ کی ملکیت میں ہیں اس لئے اسے ہمارے بارے میں ہر فیصلہ کرنے کا اختیار ہے، اور چونکہ ہم اس کے ہیں، اور کوئی بھی اپنی چیز کا بُرا نہیں چاہتا، اس لئے ہمارے بارے میں اس کا ہر فیصلہ خود ہماری مصلحت میں ہوگا، چاہے فی الحال ہمیں وہ مصلحت سمجھ میں نہ آرہی ہو۔ دوسری طرف اس حقیقت کا اظہار ہے کہ ایک دن ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے پاس اسی جگہ جانا ہے جہاں ہمارا کوئی عزیز یا دوست گیا ہے، لہٰذا یہ جدائی عارضی ہے ہمیشہ کے لئے نہیں ہے، اور جب ہم اس کے پاس لوٹ کر جائیں گے تو ہمیں اس صدمے یا تکلیف پر ان شاء اللہ ثواب بھی ملنا ہے۔ جب یہ اعتقاد دل میں ہو تو اسی کا نام صبر ہے، خواہ اس کے ساتھ ساتھ بے اختیار آنسو بھی نکل رہے ہوں۔

(١٠٣) صفا اور مروہ مکہ مکرمہ میں دو پہاڑیاں ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہؓ کو اپنے دودھ پیتے صاحبزادے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ چھوڑ کر گئے تو حضرت ہاجرہؓ پانی کی تلاش میں ان پہاڑیوں کے درمیان دوڑی تھیں۔ حج اور عمرے میں اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان سعی کرنا واجب قرار دیا ہے۔ اگرچہ سعی واجب ہے مگر یہاں "کوئی گناہ نہیں" کے الفاظ اس لئے استعمال فرمائے گئے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں یہاں دو بت رکھ دیئے گئے تھے جو اگرچہ بعد میں ہٹا لئے گئے، مگر بعض صحابہ کو یہ شک ہوا کہ شاید ان پہاڑیوں کے درمیان دوڑنا جاہلیت کی نشانی ہونے کی وجہ سے گناہ ہو۔ آیت نے یہ شک دُور کر دیا۔

مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِۙ اُولٰٓئِكَ
باوجودیکہ ہم انہیں کتاب میں کھول کھول کر لوگوں کے لئے بیان کر چکے ہیں(۱۰۴) تو ایسے لوگوں پر اللہ بھی لعنت بھیجتا ہے
يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَۙ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا
اور دوسرے لعنت کرنے والے بھی لعنت بھیجتے ہیں (۱۵۹) ہاں وہ لوگ جنہوں نے توبہ کرلی ہو اور اپنی اصلاح کرلی ہو اور (چھپائی ہوئی باتوں کو)
فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
کھول کھول کر بیان کردیا ہو تو میں ایسے لوگوں کی توبہ قبول کرلیتا ہوں۔ اور میں توبہ قبول کرنے کا خوگر ہوں، بڑا رحمت والا (۱۶۰) بیشک وہ لوگ
وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَۙ ﴿۱۶۱﴾
جنہوں نے کفر اختیار کیا اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مرے، ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہے (۱۶۱)
خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾
وہ ہمیشہ اسی پھٹکار میں رہیں گے۔ نہ ان پر سے عذاب کو ہلکا کیا جائے گا، اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی (۱۶۲)
وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾ اِنَّ فِىْ ع ۱۹ ۱۱ ۳
تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ اُس کے سوا کوئی خدا نہیں جو سب پر مہربان، بہت مہربان ہے۔ (۱۶۳) بیشک آسمانوں اور
خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ
زمین کی تخلیق میں، رات دن کے لگا تار آنے جانے میں، اُن کشتیوں میں جو لوگوں کے فائدے کا سامان لے کر
تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ
سمندر میں تیرتی ہیں، اُس پانی میں جو اللہ نے آسمان سے اُتارا اور اس کے ذریعے زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد
فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ
زندگی بخشی اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے، اور ہواؤں کی گردش میں، اور اُن بادلوں میں جو آسمان اور
الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
زمین کے درمیان تابع دار بن کر کام میں لگے ہوئے ہیں، اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہی نشانیاں ہیں جو اپنی عقل سے کام لیتے
يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ
ہیں۔(۱۰۵) (۱۶۴) اور (اس کے باوجود) لوگوں میں کچھ وہ بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ دوسروں کو اس کی خدائی میں اس طرح شریک قرار دیتے ہیں کہ ان سے ایسی

(۱۰۴) اشارہ ان یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف ہے جو پچھلی آسمانی کتابوں میں مذکور ان بشارتوں کو چھپاتے تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازل ہوئی تھیں۔

(۱۰۵) اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں جگہ جگہ کائنات کے ان حقائق کی طرف توجہ دِلائی ہے جو ہماری آنکھوں کے سامنے پھیلے پڑے ہیں، اور اگر اُن پر معقولیت کے ساتھ غور کیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی توحید پر دلالت کرتے ہیں۔ چونکہ

كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا

محبت رکھتے ہیں جیسے اللہ کی محبت (رکھنی چاہئے)۔ اور جو لوگ ایمان لاچکے ہیں وہ اللہ ہی سے سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ اور کاش کہ یہ ظالم جب

اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

(دُنیا میں) کوئی تکلیف دیکھتے ہیں اُسی وقت یہ سمجھ لیا کریں کہ تمام تر طاقت اللہ ہی کو حاصل ہے، اور یہ کہ اللہ کا عذاب (آخرت میں) اُس وقت

الْعَذَابِ ﴿١٦٥﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا

بڑا سخت ہوگا ﴿١٦٥﴾ جب وہ (پیشوا) جن کے پیچھے یہ لوگ چلتے رہے ہیں، اپنے پیروکاروں سے مکمل بے تعلقی کا اعلان کریں گے، اور یہ سب لوگ عذاب کو اپنی

الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿١٦٦﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا

آنکھوں کے سامنے دیکھ لیں گے، اور ان کے تمام باہمی رشتے کٹ کر رہ جائیں گے ﴿١٦٦﴾ اور جنہوں نے ان (پیشواؤں) کی پیروی کی تھی وہ کہیں گے کہ کاش

كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ

ہمیں ایک مرتبہ پھر (دُنیا میں) لوٹنے کا موقع دے دیا جائے، تو ہم بھی ان (پیشواؤں) سے اسی طرح بے تعلقی کا اعلان کریں جیسے انہوں نے ہم سے بے تعلقی

ع حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿١٦٧﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

کا اعلان کیا ہے۔ اس طرح اللہ انہیں دِکھا دے گا کہ ان کے اعمال (آج) اُن کے لئے حسرت ہی حسرت بن چکے ہیں، اور اب وہ کسی صورت دوزخ سے نکلنے

كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۡ ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ

والے نہیں ہیں ﴿١٦٧﴾ اے لوگو! زمین میں جو حلال پاکیزہ چیزیں ہیں وہ کھاؤ،(١٠٦) اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔ یقین جانو کہ وہ تمہارے لئے ایک

روزمرہ ان کو دیکھتے دیکھتے ہماری نگاہیں ان کی عادی ہوگئی ہیں، اس لئے ان میں کوئی حیرت کی بات ہمیں محسوس نہیں ہوتی، ورنہ ان میں سے ایک ایک چیز ایسے محیر العقول نظام کا حصہ ہے جس کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے سوا کائنات کی کسی طاقت کے بس میں نہیں ہے۔ آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات جس طرح کام کر رہی ہیں، چاند اور سورج جس طرح ایک لگے بندھے نظام الاوقات کے تحت دن رات سفر میں ہیں، سمندر جس طرح نہ صرف پانی کا ذخیرہ کئے ہوئے ہے بلکہ کشتیوں کے ذریعے خشکی کے مختلف حصوں کو جوڑے ہوئے ہے، اور ان کی ضرورت کا سامان ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کر رہا ہے، بادل اور ہوائیں جس انداز میں انسانوں کی زندگی کا سامان مہیا کر رہے ہیں، ان سب چیزوں کے بارے میں بدترین حماقت کے بغیر یہ سمجھنا ممکن نہیں ہے کہ یہ سب کچھ خود بخود کسی خالق کے بغیر ہو رہا ہے۔ مشرکینِ عرب بھی یہ مانتے تھے کہ یہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے، لیکن ساتھ ہی وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ ان تمام کاموں میں کئی دیوتا اُس کے مددگار ہیں۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ جس ذات کی قدرت اتنی عظیم ہے کہ یہ سارا نظامِ کائنات اس نے بلاشرکتِ غیرے پیدا کر دیا ہے، آخر اسے چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے کسی شریک یا مددگار کی کیا ضرورت ہے؟ لہٰذا جو شخص بھی اپنی عقل کو کام میں لائے گا، اسے کائنات کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی توحید کی دلیل نظر آئے گی۔

(١٠٦) مشرکینِ عرب کی ایک گمراہی یہ تھی کہ انہوں نے کسی آسمانی تعلیم کے بغیر مختلف چیزوں کے بارے میں حلال وحرام کے

عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿١٦٨﴾ إِنَّمَا يَأْمُرُكُم بِالسُّوٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَأَن تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ

کھلا دشمن ہے (۱۶۸) وہ تو تم کو یہی حکم دے گا کہ تم بدی اور بے حیائی کے کام کرو اور اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جن کا تمہیں علم

مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿١٦٩﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَآ أَنزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ

نہیں ہے۔ (۱۶۹) اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ اس کلام کی پیروی کرو جو اللہ نے اُتارا ہے، تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں! ہم تو ان باتوں کی

مَآ أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ ءَابَآءَنَا ۗ أَوَلَوْ كَانَ ءَابَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ شَيْـًٔا وَلَا

پیروی کریں گے جن پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ بھلا کیا اس صورت میں بھی (ان کو یہی چاہئے) جب ان کے باپ دادے (دین کی)

يَهْتَدُونَ ﴿١٧٠﴾ وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا

ذرا بھی سمجھ نہ رکھتے ہوں، اور انہوں نے کوئی (آسمانی) ہدایت بھی حاصل نہ کی ہو؟ (۱۷۰) اور جن لوگوں نے کفر کو اپنا لیا ہے ان (کو حق کی دعوت

دُعَآءً وَنِدَآءً ۚ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٧١﴾ يَٓأَيُّهَا الَّذِينَ

دینے) کی مثال کچھ ایسی ہے جیسے کوئی شخص اُن (جانوروں) کو زور زور سے بلائے جو ہانک پکار کے سوا کچھ نہیں سنتے۔ یہ بہرے، گونگے،

ءَامَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَٰتِ مَا رَزَقْنَٰكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ

اندھے ہیں، لہٰذا کچھ نہیں سمجھتے (۱۷۱) اے ایمان والو! جو پاکیزہ چیزیں ہم نے تمہیں رزق کے طور پر عطا کی ہیں، ان میں سے (جو چاہو) کھاؤ، اور اللہ کا

تَعْبُدُونَ ﴿١٧٢﴾ إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَآ

شکر ادا کرو، اگر واقعی تم صرف اسی کی بندگی کرتے ہو (۱۷۲) اُس نے تو تمہارے لئے بس مردار جانور، خون، اور سور کا گوشت حرام کیا ہے، نیز وہ جانور جس پر

أُهِلَّ بِهِۦ لِغَيْرِ اللَّهِ ۖ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَآ إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ

اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔(۱۰۷) ہاں اگر کوئی شخص انتہائی مجبوری کی حالت میں ہو (اور ان چیزوں میں سے کچھ کھالے) جبکہ اس کا مقصد نہ

اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٧٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَٰبِ

لذت حاصل کرنا ہو اور نہ وہ (ضرورت کی) حد سے آگے بڑھے، تو اُس پر کوئی گناہ نہیں۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا بڑا مہربان ہے۔ (۱۷۳) حقیقت

وَيَشْتَرُونَ بِهِۦ ثَمَنًا قَلِيلًا ۙ أُولَٰٓئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِى بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَ

یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت وصول کر لیتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں آگ کے سوا

لَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٤﴾

کچھ نہیں بھر رہے۔ قیامت کے دن اللہ ان سے کلام بھی نہیں کرے گا، اور نہ ان کو پاک کرے گا، اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے (۱۷۴)

فیصلے خود گھڑ رکھے تھے۔ مثلاً مردار جانور کو کھانا ان کے نزدیک جائز تھا، مگر بہت سے حلال جانوروں کو انہوں نے اپنے اُوپر حرام کر رکھا تھا، جس کی تفصیل ان شاء اللہ سورۂ انعام میں آئے گی۔ یہ آیات ان کی اسی گمراہی کی تردید میں نازل ہوئی ہیں۔

(۱۰۷) اس آیت میں تمام حرام چیزوں کا احاطہ کرنا مقصود نہیں، بلکہ مقصد یہ جتلانا ہے کہ جن جانوروں کو تم نے حرام سمجھ رکھا ہے وہ تو اللہ نے حرام نہیں کیے، تم خواہ مخواہ ان کی حرمت اللہ کے ذمے لگا رہے ہو، البتہ کئی چیزیں ایسی ہیں جن کو تم حرام نہیں سمجھتے، مگر

أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَآ
یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی، اور مغفرت کے بدلے عذاب کی خریداری کرلی ہے۔ چنانچہ (اندازہ کرو کہ)
اَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ نَزَّلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ
یہ دوزخ کی آگ سہنے کے لئے کتنے تیار ہیں! (۱۷۵) یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ اللہ نے حق پر مشتمل کتاب اُتاری ہے، اور جن لوگوں
الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِى الْكِتٰبِ لَفِىْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿۱۷۶﴾ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا ع ۲۱ ۵
نے ایسی کتاب کے بارے میں مخالفت کا رویہ اختیار کیا ہے وہ ضد اضدی میں بہت دُور نکل گئے ہیں۔ (۱۷۶) نیکی بس یہی تو نہیں ہے کہ اپنے چہرے
وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ
مشرق یا مغرب کی طرف کرلو،(۱۰۸) بلکہ نیکی یہ ہے کہ لوگ اللہ پر، آخرت کے دن پر، فرشتوں پر اور
الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى
اللہ کی کتابوں اور اس کے نبیوں پر ایمان لائیں، اور اللہ کی محبت میں اپنا مال رشتہ داروں،
الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِى الرِّقَابِ ۚ
یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیں، اور غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کریں، اور نماز قائم کریں
وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَالْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ
اور زکوٰۃ ادا کریں، اور جب کوئی عہد کرلیں تو اپنے عہد کو پورا کرنے کے عادی ہوں، اور تنگی اور تکلیف میں،
وَالصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
نیز جنگ کے وقت صبر و استقلال کے خوگر ہوں۔ ایسے لوگ ہیں جو سچے (کہلانے کے مستحق) ہیں،
صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ
اور یہی لوگ ہیں جو متقی ہیں۔ (۱۷۷) اے ایمان والو! جو لوگ (جان بوجھ کر ناحق) قتل کردیئے جائیں ان کے
الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى
بارے میں تم پر قصاص (کا حکم) فرض کردیا گیا ہے۔ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، اور عورت کے بدلے عورت

اللہ نے انہیں حرام قرار دیا ہے۔ حرام چیزیں وہ نہیں ہیں جو تم سمجھ رہے ہو، حرام تو وہ ہیں جنہیں تم نے حلال سمجھا ہوا ہے۔

(۱۰۸) روئے سخن ان اہل کتاب کی طرف ہے جنہوں نے قبلے کے مسئلے پر بحث و مباحثہ اس انداز سے شروع کر رکھا تھا جیسے دِین میں اس سے زیادہ اہم کوئی اور مسئلہ نہیں ہے۔ مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ قبلے کے مسئلے کی جتنی وضاحت ضروری تھی وہ ہوچکی ہے۔ اب آپ کو دِین کے دوسرے اہم مسائل کی طرف توجہ دینی چاہئے، اور اہلِ کتاب سے بھی یہ کہنا چاہئے کہ قبلے کے مسئلے پر بحث سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ اپنا ایمان درست کرو، اور وہ صفات پیدا کرو جو ایمان کو مطلوب ہیں۔ اس سلسلے میں آگے قرآنِ کریم نے نیکی کے مختلف شعبے بیان فرمائے ہیں، اور اسلامی قانون کے مختلف اَحکام کی وضاحت کی ہے جو ایک

بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ

(ہی کو قتل کیا جائے[109])، پھر اگر قاتل کو اس کے بھائی (یعنی مقتول کے وارث) کی طرف سے کچھ معافی دے دی جائے[110] تو معروف طریقے کے مطابق

اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى

(خوں بہا کا) مطالبہ کرنا (وارث کا) حق ہے، اور اسے خوش اُسلوبی سے ادا کرنا (قاتل کا) فرض ہے۔ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک آسانی پیدا

بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰٓاُولِي

کی گئی ہے اور ایک رحمت ہے۔ اس کے بعد بھی کوئی زیادتی کرے تو وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے[111] ﴿۱۷۸﴾ اور اے عقل رکھنے والو! تمہارے لئے قصاص

الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ

میں زندگی (کا سامان) ہے اُمید ہے کہ تم (اس کی خلاف ورزی سے) بچو گے۔ ﴿۱۷۹﴾ تم پر فرض کیا گیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی اپنے پیچھے مال چھوڑ کر

اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ اۨلْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا

جانے والا ہو تو جب اس کی موت کا وقت قریب آجائے، وہ اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے حق میں دستور کے مطابق وصیت

ایک کر کے آگے آرہے ہیں۔

(۱۰۹) قصاص کا مطلب ہے برابر کا بدلہ لینا۔ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کو جان بوجھ کر ناحق قتل کر دیا جائے اور قاتل کا جرم ثابت ہو جائے تو مقتول کے وارث کو حق حاصل ہے کہ وہ قاتل سے قصاص کا مطالبہ کرے۔ جاہلیت کے زمانے میں اگرچہ قصاص تو لیا جاتا تھا، لیکن اس میں ناانصافی یہ تھی کہ انہوں نے مختلف انسانوں کے جو درجے اپنے خیال میں مقرر کر رکھے تھے، ان کے لحاظ سے اگر نچلے درجے کے کسی شخص نے اُونچے درجے کے کسی آدمی کو قتل کر دیا تو ورثاء کا مطالبہ یہ ہوتا تھا کہ قاتل کے بجائے اس کے قبیلے کے کسی دوسرے آدمی کو قتل کیا جائے جو رُتبے میں مقتول کے برابر ہو۔ چنانچہ اگر ایک غلام نے کسی آزاد آدمی کو قتل کر دیا ہو تو مطالبہ یہ ہوتا تھا کہ ہم قاتل غلام کے بجائے کسی آزاد آدمی کو قتل کریں گے، اسی طرح اگر قاتل عورت ہو اور مقتول مرد، تو کہا جاتا تھا کہ قاتل عورت کے بجائے قبیلے کا کوئی مرد قتل کیا جائے۔ اس کے برعکس اگر قاتل مقتول سے اُوپر کے درجے کا ہو، مثلاً قاتل مرد ہو اور مقتول عورت، تو قاتل کا قبیلہ کہتا تھا کہ ہماری کسی عورت کو قتل کر دو، قاتل مرد سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اس آیت نے جاہلیت کی اس ظالمانہ رسم کو ختم فرما دیا اور اعلان کیا کہ جان ہر ایک کی برابر ہے، اور قصاص ہر صورت میں قاتل ہی سے لیا جائے گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، غلام ہو یا آزاد۔

(۱۱۰) بنی اسرائیل کے قانون میں قصاص تو تھا، لیکن قتل عمد کی صورت میں دیت یا خوں بہا کا کوئی تصور نہیں تھا (روح المعانی بحوالہ مقاتل)۔ اس آیت نے مقتول کے ورثاء کو یہ حق دیا کہ اگر وہ چاہیں تو مقتول کا قصاص معاف کر کے خوں بہا کے طور پر کچھ رقم کا مطالبہ کریں۔ ایسی صورت میں ان کو چاہئے کہ رقم کی مقدار معقولیت کی حد میں رکھیں، اور قاتل کو چاہئے کہ خوش اُسلوبی سے اس کی ادائیگی کرے۔

(۱۱۱) مطلب یہ ہے کہ اگر خوں بہا لے کر وارثوں نے قصاص معاف کر دیا ہو تو اب ان کے لئے قاتل کی جان لینا جائز نہیں ہے۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو یہ زیادتی ہوگی جس کی بنا پر وہ دُنیا اور آخرت دونوں میں سزا کے مستحق ہوں گے۔

عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ

کرے۔ یہ متقی لوگوں کے ذمے ایک لازمی حق ہے[۱۱۲] ﴿۱۸۰﴾ پھر جو شخص اس وصیت کو سننے کے بعد اس میں کوئی تبدیلی کرے گا تو اس کا گناہ ان لوگوں پر ہوگا جو

يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ

اس میں تبدیلی کریں گے۔[۱۱۳] یقین رکھو کہ اللہ (سب کچھ) سنتا جانتا ہے ﴿۱۸۱﴾ ہاں اگر کسی شخص کو یہ اندیشہ ہو کہ کوئی وصیت کرنے والا بے جا طرف داری یا گناہ

اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع

کا ارتکاب کر رہا ہے، اور وہ متعلقہ آدمیوں کے درمیان صلح کرادے تو اُس پر کوئی گناہ نہیں۔[۱۱۴] بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ ﴿۱۸۲﴾

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ

اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کر دیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تمہارے

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا

اندر تقویٰ پیدا ہو ﴿۱۸۳﴾ گنتی کے چند دِن روزے رکھنے ہیں۔ پھر بھی اگر تم میں سے کوئی شخص بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ

اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ

دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرلے۔ اور جو لوگ اس کی طاقت رکھتے ہوں ان کے ذمے یہ ہے کہ وہ ایک مسکین کو کھانا کھلا کر (روزے کا) فدیہ ادا کردیں۔[۱۱۵]

---

(۱۱۲) یہ آیت اُس دور میں نازل ہوئی تھی جب مرنے والے کے ترکے میں وارثوں کے حصے متعین نہیں ہوئے تھے، چنانچہ سارا ترکہ مرنے والے کے لڑکوں کو مل جاتا تھا۔ اس آیت نے یہ فرض قرار دیا کہ ہر انسان مرنے سے پہلے اپنے والدین اور دوسرے رشتہ داروں کے حق میں وصیت کر کے جائے، اور یہ واضح کرے کہ ان میں سے کس کو کتنا حصہ دیا جائے گا۔ بعد میں سورۂ نساء کی آیات نمبر ۱۱ تا ۱۴ میں تمام وارثوں کی تفصیل اور اُن کے حصے خود اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمادیئے۔ اس کے بعد جس وصیت کا اس آیت میں ذکر ہے وہ فرض تو نہیں رہی، البتہ اگر کسی شخص کے ذمے کوئی حق ہو تو اس کی وصیت کرنا اب بھی فرض ہے۔ نیز جو لوگ شرعی اعتبار سے وارث نہیں ہیں، ان کے لئے اپنے ترکے کے ایک تہائی کی حد تک وصیت کرنا اب بھی جائز ہے۔

(۱۱۳) یعنی جن لوگوں نے مرنے والے کی زبان سے کوئی وصیت سنی ہو اُن کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ اس میں کوئی کمی بیشی کریں۔ اس کے بجائے ان کے لئے وصیت پر عمل کرنا واجب ہے۔

(۱۱۴) مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی وصیت کرنے والا ناانصافی سے کام لے اور کوئی اسے سمجھا بجھا کر اپنی وصیت میں مرنے سے پہلے پہلے تبدیلی کرنے پر آمادہ کردے تو یہ جائز ہے۔

(۱۱۵) شروع میں جب روزے فرض کئے گئے تو یہ آسانی بھی دی گئی تھی کہ اگر کوئی شخص روزہ رکھنے کے بجائے فدیہ ادا کردے تو یہ بھی جائز ہے۔ بعد میں آیت نمبر ۱۸۵ نازل ہوئی جو آگے آرہی ہے، اس آیت نے اس سہولت کو واپس لے لیا، اور یہ حتمی حکم دے دیا گیا کہ جو شخص بھی رمضان کا مہینہ پائے وہ روزے ضرور رکھے۔ تاہم فدیہ کی سہولت ان لوگوں کے لئے اب بھی باقی رکھی گئی ہے جو نہایت بوڑھے ہوں اور ان میں روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہ ہو، اور آئندہ ایسی طاقت پیدا ہونے کی اُمید بھی نہ ہو۔

مِسْكِيْنٍ ۭ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ۭ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ

اس کے علاوہ اگر کوئی شخص اپنی خوشی سے کوئی نیکی کرے تو یہ اس کے حق میں بہتر ہے۔ اور اگر تم کو سمجھ ہو تو روزے رکھنے میں تمہارے لئے زیادہ

تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ

بہتری ہے (۱۸۴) رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو لوگوں کے لئے سراپا ہدایت، اور ایسی روشن نشانیوں کا حامل ہے جو صحیح راستہ

الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰي

دکھاتی اور حق و باطل کے درمیان دوٹوک فیصلہ کر دیتی ہیں، لہٰذا تم میں سے جو شخص بھی یہ مہینہ پائے، وہ اس میں ضرور روزہ رکھے۔ اور اگر کوئی شخص بیمار

سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۡ وَ

ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کر لے۔ اللہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرنا چاہتا ہے، اور تمہارے لئے مشکل پیدا کرنا نہیں

لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰي مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِذَا سَاَلَكَ

چاہتا، تاکہ تم (روزوں کی) گنتی پوری کر لو، اور اللہ نے تمہیں جو راہ دکھائی اس پر اللہ کی تکبیر کہو(۱۱۶) اور تاکہ تم شکر گذار بنو۔ (۱۸۵) اور (اے پیغمبر!) جب

عِبَادِيْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ۭ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ

میرے بندے آپ سے میرے بارے میں پوچھیں تو (آپ ان سے کہہ دیجئے کہ) میں اتنا قریب ہوں کہ جب کوئی مجھے پکارتا ہے تو

وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ۝ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى

میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں(۱۱۷)۔ لہٰذا وہ بھی میری بات دل سے قبول کریں، اور مجھ پر ایمان لائیں، تاکہ وہ راہِ راست پر آجائیں۔ (۱۸۶)

نِسَاۗىِٕكُمْ ۭ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ

تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے کہ روزوں کی رات میں تم اپنی بیویوں سے بے تکلف صحبت کرو۔ وہ تمہارے لئے لباس ہیں، اور تم اُن کے لئے

تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْھُنَّ

لباس ہو۔ اللہ کو علم تھا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے، پھر اس نے تم پر عنایت کی اور تمہاری غلطی معاف فرمادی(۱۱۸)، چنانچہ اب تم ان سے

---

(۱۱۶) اس آیت میں ایک لطیف اشارہ ان تکبیرات کی طرف بھی ہے جو رمضان کے فوراً بعد عید کی نماز میں کہی جاتی ہیں۔

(۱۱۷) رمضان کے ذکر کے عین درمیان اس آیت کو لانے کی وجہ شاید یہ ہو کہ پیچھے رمضان کی گنتی پوری کرنے کا جو ذکر آیا تھا، اس سے کسی کو خیال ہو سکتا تھا کہ رمضان گذرنے کے بعد شاید اللہ تعالیٰ سے وہ قرب باقی نہ رہے جو اس مبارک مہینے میں حاصل ہوا تھا۔ اس آیت نے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے واضح فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ ہر آن اپنے بندوں سے قریب ہے اور ان کی پکار سنتا ہے۔

(۱۱۸) شروع شروع میں حکم یہ تھا کہ اگر کوئی شخص روزہ اِفطار کرنے کے بعد ذرا سا بھی سو جائے تو اس کے لئے رات کے وقت بھی نہ کھانا جائز ہوتا تھا، نہ جماع کرنا۔ بعض حضرات سے اس حکم کی خلاف ورزی سرزد ہوئی اور انہوں نے رات کے وقت اپنی بیویوں سے جماع کر لیا۔ یہ آیت اس خلاف ورزی کی طرف اشارہ کر رہی ہے، اور ساتھ ہی جن حضرات سے یہ غلطی ہوئی تھی ان کی معافی کا اعلان کر کے آئندہ کے لئے یہ پابندی اُٹھا رہی ہے۔

وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ

صحبت کرلیا کرو، اور جو کچھ اللہ نے تمہارے لئے لکھ رکھا ہے اسے طلب کرو،(۱۱۹) اور اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری

الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ

سے ممتاز ہوکر تم پر واضح (نہ) ہوجائے۔ اس کے بعد رات آنے تک روزے پورے کرو۔ اور ان (اپنی بیویوں) سے اس حالت میں مباشرت

وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِى الْمَسٰجِدِ ۭ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا

نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں بیٹھے ہو۔ یہ اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدود ہیں، لہٰذا ان (کی خلاف ورزی) کے قریب بھی مت جانا۔

تَقْرَبُوْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ وَلَا تَاْكُلُوْٓا

اسی طرح اللہ اپنی نشانیاں لوگوں کے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں۔ (۱۸۷) اور آپس میں ایک

اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا

دوسرے کا مال ناحق طریقوں سے نہ کھاؤ، اور نہ ان کا مقدمہ حاکموں کے پاس اس غرض سے لے جاؤ کہ لوگوں کے

ع مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ؑ يَسْــَٔـلُوْنَكَ عَنِ

مال کا کوئی حصہ جانتے بوجھتے ہڑپ کرنے کا گناہ کرو۔ (۱۸۸) لوگ آپ سے نئے مہینوں کے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا

آپ انہیں بتادیجئے کہ یہ لوگوں کے (مختلف معاملات کے) اور حج کے اوقات متعین کرنے کے لئے ہیں۔ اور یہ کوئی نیکی

الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ

نہیں ہے کہ تم گھروں میں اُن کی پشت کی طرف سے داخل ہو،(۱۲۰) بلکہ نیکی یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے، اور تم گھروں میں

اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ

ان کے دروازوں سے داخل ہوا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔ (۱۸۹) اور اُن لوگوں سے اللہ کے راستے میں جنگ کرو جو

يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ

تم سے جنگ کرتے ہیں، اور زیادتی نہ کرو۔ یقین جانو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(۱۲۱) (۱۹۰) اور تم ان لوگوں کو جہاں پاؤ قتل کرو، اور

---

(۱۱۹) اس کا مطلب اکثر مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ بیوی سے جماع کرنے میں وہ اولاد حاصل کرنے کی نیت رکھنی چاہئے جو اللہ نے تقدیر میں لکھ دی ہے۔ اور بعض حضرات نے یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ جماع کے دوران وہی لذت طلب کرنی چاہئے جو اللہ نے جائز قرار دی ہے، ناجائز طریقوں مثلاً غیر فطری طریقوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

(۱۲۰) بعض اہلِ عرب کا یہ معمول تھا کہ اگر حج کا احرام باندھنے کے بعد انہیں کسی ضرورت سے گھر واپس جانا پڑتا تو وہ گھر کے عام دروازے سے داخل ہونے کو ناجائز سمجھتے تھے، اور ایسی صورت میں گھر کے پچھلے حصے سے داخل ہوتے تھے، خواہ اس کے لئے انہیں گھر میں نقب ہی کیوں نہ لگانی پڑے۔ یہ آیت اس فضول رسم کو بے بنیاد قرار دے رہی ہے۔

حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ
انہیں اس جگہ سے نکال باہر کرو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا۔ اور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین بُرائی ہے۔(١٢٢) اور تم ان سے
مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ
مسجد حرام کے پاس اُس وقت تک لڑائی نہ کرو جب تک وہ خود اس میں تم سے لڑائی شروع نہ کریں۔ ہاں اگر وہ تم سے اس میں
فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۗ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٩١﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا
لڑائی شروع کردیں تو تم ان کو قتل کرسکتے ہو۔ ایسے کافروں کی سزا یہی ہے (١٩١) پھر اگر وہ باز آجائیں تو بیشک
فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٩٢﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ
اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے (١٩٢) اور تم ان سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور دِین اللہ کا ہوجائے۔(١٢٣) پھر اگر

---

(١٢١) یہ آیات اس وقت نازل ہوئی تھیں جب مکہ کے مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر عمرہ ادا کرنے سے روک دیا تھا، اور یہ معاہدہ کیا تھا کہ وہ اگلے سال آکر عمرہ کریں گے۔ جب اگلے سال عمرے کا ارادہ کیا گیا تو کچھ صحابہ کو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں مشرکینِ مکہ عہد شکنی کر کے ہم سے لڑائی شروع نہ کردیں۔ اگر ایسا ہوا تو مسلمانوں کو یہ مشکل پیش آئے گی کہ حدودِ حرم میں، اور خاص طور پر ذیقعدہ کے مہینے میں لڑائی کیسے کریں جبکہ اس مہینے میں جنگ ناجائز ہے۔ ان آیات نے وضاحت فرمائی کہ اپنی طرف سے تو جنگ نہ کی جائے، البتہ اگر کفار معاہدہ توڑ کر خود جنگ شروع کردیں تو ایسی صورت میں مسلمانوں کے لئے جنگ جائز ہے، اور اگر وہ حدودِ حرم اور محترم مہینے کی حرمت کا لحاظ کئے بغیر حملہ آور ہوجائیں تو مسلمانوں کے لئے بھی ان کی زیادتی کا بدلہ دینا درست ہے۔

(١٢٢) لفظ ''فتنہ'' قرآنِ کریم میں مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے جن میں سے ایک معنیٰ ظلم اور تشدّد کے بھی ہیں، اور شاید یہاں یہی معنیٰ مراد ہیں۔ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو اپنے دِین پر عمل سے روکنے کے لئے بدترین تشدّد روا رکھا ہوا تھا۔ لہٰذا بظاہر یہاں مقصد یہ ہے کہ اگرچہ کسی کو قتل کرنا اپنی ذات میں کوئی اچھی بات نہیں ہے، لیکن فتنہ اس کے مقابلے میں زیادہ سخت بُرائی ہے، اور جہاں فتنے کا سدّباب قتل کے بغیر ممکن نہ ہو وہاں قتل کے سوا چارہ نہیں ہے۔

(١٢٣) یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ شرعاً جہاد کا اصل مقصد کسی کو اسلام پر مجبور کرنا نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ عام حالات میں کوئی شخص کفر پر اِصرار کرے تب بھی جزیہ کے ذریعے اسلامی حکومت کے قوانین کی اطاعت کر کے اپنے مذہب پر قائم رہ سکتا ہے۔ لیکن جزیرۂ عرب کا حکم مختلف ہے۔ یہ وہ ملک ہے جہاں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو براہِ راست بھیجا گیا، اور جہاں کے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور آپ کی تعلیمات براہِ راست سنیں۔ ایسے لوگ اگر ایمان نہ لائیں تو پچھلے انبیاء علیہم السلام کے زمانوں میں انہیں عذابِ عام کے ذریعے ہلاک کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عذابِ عام تو موقوف فرمادیا گیا، لیکن یہ حکم دیا گیا کہ جزیرۂ عرب میں کوئی کافر مستقل شہری کی حیثیت میں نہیں رہ سکتا۔ یہاں اس کے لئے تین ہی راستے ہیں، یا اسلام لائے، یا جزیرۂ عرب سے باہر چلا جائے، یا جنگ میں قتل ہوجائے۔

لِلّٰہِ ؕ فَاِنِ انۡتَہَوۡا فَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّہۡرُ الۡحَرَامُ

وہ باز آجائیں تو (سمجھ لو کہ) تشدد سوائے ظالموں کے کسی پر نہیں ہونا چاہئے ﴿۱۹۳﴾ حرمت والے مہینے کا بدلہ حرمت والا مہینہ ہے،

بِالشَّہۡرِ الۡحَرَامِ وَ الۡحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ فَاعۡتَدُوۡا

اور حرمتوں پر بھی بدلے کے احکام جاری ہوتے ہیں۔(۱۲۴) چنانچہ اگر کوئی شخص تم پر کوئی زیادتی کرے تو تم بھی ویسی ہی زیادتی

عَلَیۡہِ بِمِثۡلِ مَا اعۡتَدٰی عَلَیۡکُمۡ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ

اس پر کرو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ انہی کا ساتھی ہے جو اس کا

الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۱۹۴﴾ وَ اَنۡفِقُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلۡقُوۡا بِاَیۡدِیۡکُمۡ اِلَی التَّہۡلُکَۃِ ۚۛ

خوف دل میں رکھتے ہیں ﴿۱۹۴﴾ اور اللہ کے راستے میں مال خرچ کرو، اور اپنے آپ کو خود اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ ڈالو،(۱۲۵)

وَ اَحۡسِنُوۡا ۚۛ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۹۵﴾ وَ اَتِمُّوا الۡحَجَّ وَ الۡعُمۡرَۃَ لِلّٰہِ ؕ فَاِنۡ ع

اور نیکی اختیار کرو۔ بیشک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ ﴿۱۹۵﴾ اور حج اور عمرہ اللہ کے لئے پورا پورا ادا کرو، ہاں اگر تمہیں روک دیا جائے

اُحۡصِرۡتُمۡ فَمَا اسۡتَیۡسَرَ مِنَ الۡہَدۡیِ ۚ وَ لَا تَحۡلِقُوۡا رُءُوۡسَکُمۡ حَتّٰی یَبۡلُغَ الۡہَدۡیُ مَحِلَّہٗ ؕ

تو جو قربانی میسر ہو، (اللہ کے حضور پیش کردو)۔(۱۲۶) اور اپنے سر اس وقت تک نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے۔

فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا اَوۡ بِہٖۤ اَذًی مِّنۡ رَّاۡسِہٖ فَفِدۡیَۃٌ مِّنۡ صِیَامٍ اَوۡ صَدَقَۃٍ اَوۡ

ہاں اگر تم میں سے کوئی شخص بیمار ہو، یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو تو روزوں یا صدقے یا قربانی کا فدیہ دے۔(۱۲۷) پھر جب تم

---

(۱۲۴) یعنی اگر کوئی شخص مہینے کی حرمت پامال کر کے تم سے لڑائی کرے تو تم بھی اس سے بدلہ لے سکتے ہو۔

(۱۲۵) اشارہ یہ ہے کہ اگر تم نے جہاد میں خرچ کرنے سے بخل سے کام لیا اور اس کی وجہ سے جہاد کے مقاصد حاصل نہ ہو سکے تو یہ اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مارنے کے مرادف ہوگا، کیونکہ اس کے نتیجے میں دُشمن مضبوط ہو کر تمہاری ہلاکت کا سبب بنے گا۔

(۱۲۶) مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص حج یا عمرے کا اِحرام باندھ لے تو جب تک حج یا عمرے کے اعمال پورے نہ ہو جائیں، اِحرام کھولنا جائز نہیں۔ البتہ کسی کو ایسی مجبوری پیش آسکتی ہے کہ اِحرام باندھنے کے بعد مکہ مکرّمہ تک پہنچنا ممکن ہی نہ رہے۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ صورت پیش آئی کہ آپ اور آپ کے صحابہ عمرے کا اِحرام باندھ کر روانہ ہوئے، لیکن جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکینِ مکہ نے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ اسی موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں، اور ان میں ایسی صورتِ حال کا یہ حل بتایا گیا کہ ایسی صورت میں قربانی کر کے اِحرام کھولا جاسکتا ہے۔ اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں یہ قربانی حدودِ حرم میں ہونی چاہئے، جیسا کہ اگلے جملے میں فرمایا گیا ہے: ''اور اپنے سر اس وقت تک نہ منڈاؤ جب تک قربانی اپنی جگہ نہ پہنچ جائے''۔ نیز اس کے بعد جس حج یا عمرے کا اِحرام باندھا تھا اس کی قضا بھی ضروری ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمرے کی قضا اگلے سال فرمائی۔

(۱۲۷) اِحرام کی حالت میں سر منڈانا جائز نہیں ہوتا، لیکن اگر کسی شخص کو بیماری یا کسی تکلیف کی وجہ سے سر منڈانا پڑ جائے تو اس کو

نُسُكٍ ۚ فَإِذَآ أَمِنْتُمْ ۗ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ

امن حاصل کرلو تو جو شخص حج کے ساتھ عمرے کا فائدہ بھی اُٹھائے، وہ جو قربانی میسر ہو (اللہ کے حضور پیش کرے)۔ ہاں اگر کسی

فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ۗ تِلْكَ عَشَرَةٌ

کے پاس اس کی طاقت نہ ہوتو وہ حج کے دنوں میں تین روزے رکھے، اور سات (روزے) اُس وقت جب تم (گھروں کو) لوٹ جاؤ۔

كَامِلَةٌ ۗ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ أَهْلُهُ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَاتَّقُوا

اس طرح یہ کل دس روزے ہوں گے۔ (۱۲۸) یہ حکم ان لوگوں کے لئے ہے جن کے گھر والے مسجد حرام کے پاس نہ رہتے ہوں۔ (۱۲۹) اور

ع ۲۴ اللّٰهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومٰتٌ ۚ

اللہ سے ڈرتے رہو، اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے ﴿۱۹۶﴾ حج کے چند متعین مہینے ہیں۔ چنانچہ جو شخص ان مہینوں میں

فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ

(احرام باندھ کر) اپنے اُوپر حج لازم کرلے تو حج کے دوران نہ وہ کوئی فحش بات کرے، نہ کوئی گناہ، نہ کوئی جھگڑا۔ اور تم جو کوئی

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ وقف النبی

نیک کام کروگے، اللہ اسے جان لے گا۔ اور (حج کے سفر میں) زادِ راہ ساتھ لے جایا کرو، کیونکہ بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔ (۱۳۰) اور

یہ فدیہ دینا ہوگا جو یہاں مذکور ہے۔ احادیث کی روشنی میں اس کی تفصیل یہ ہے کہ یا تین روزے رکھے جائیں یا چھ مسکینوں کو صدقۃ الفطر کے برابر صدقہ کیا جائے یا ایک بکری قربان کی جائے۔

(۱۲۸) اُوپر اس صورت میں قربانی کا حکم بیان ہوا تھا جب کسی شخص کو دُشمن نے روک دیا ہو، اب یہ بتایا جارہا ہے کہ قربانی امن کے عام حالات میں بھی واجب ہوسکتی ہے جب کوئی شخص حج کے ساتھ عمرہ بھی جمع کرے، یعنی قران یا تمتع کا احرام باندھے۔ (اگر صرف حج کا احرام باندھا ہو، جسے اِفراد کہتے ہیں، تو قربانی واجب نہیں ہے) البتہ اگر کوئی شخص قران یا تمتع کے باوجود قربانی کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ قربانی کے بدلے دس روزے رکھ سکتا ہے جن میں سے تین روزے عرفہ کے دن (یعنی ۹ ذوالحجہ) تک پورے ہوجانے چاہئیں، اور سات روزے حج سے فارغ ہونے کے بعد رکھنے ہوں گے۔

(۱۲۹) یعنی تمتع یا قِران کے ذریعے حج اور عمرہ دونوں کو جمع کرنا صرف ان لوگوں کے لئے جائز ہے جو باہر سے حج کے لئے آئیں، جو لوگ حدودِ حرم، یا حنفی مسلک کے مطابق حدودِ میقات میں رہتے ہوں، وہ صرف اِفراد کرسکتے ہیں، تمتع یا قِران نہیں کرسکتے۔

(۱۳۰) بعض لوگ حج کو روانہ ہوتے وقت اپنے ساتھ کھانے پینے کا سامان ساتھ نہیں رکھتے تھے۔ ان کا کہنا یہ تھا کہ ہم اللہ پر توکل کرتے ہوئے حج کریں گے، لیکن جب راستے میں کھانے کی ضرورت پڑتی تو بسا اوقات وہ لوگوں سے مانگنے پر مجبور ہوجاتے تھے۔ اس آیتِ کریمہ نے یہ بتلایا کہ توکل کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ انسان ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جائے، بلکہ اسباب کو اِختیار کرنا شریعت کا تقاضا ہے، اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے، یعنی وہ زادِ راہ جس کے ذریعے انسان دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے سے محفوظ رہے۔

التَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوْنِ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا

اے عقل والو! میری نافرمانی سے ڈرتے رہو (۹۷) تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم (حج کے دوران تجارت یا مزدوری

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ

کے ذریعے) اپنے پروردگار کا فضل تلاش کرو۔(۱۳۱) پھر جب تم عرفات سے روانہ ہو تو مشعرِ حرام کے پاس (جو مزدلفہ میں واقع ہے) اللہ کا

الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۠ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ

ذکر کرو، اور اس کا ذکر اسی طرح کرو جس طرح اس نے تمہیں ہدایت کی ہے،(۱۳۲) جبکہ اس سے پہلے تم بالکل

الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۸﴾ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ

ناواقف تھے (۹۸) اس کے علاوہ (یہ بات بھی یاد رکھو کہ) تم اسی جگہ سے روانہ ہو جہاں سے عام لوگ روانہ ہوتے ہیں۔(۱۳۳) اور اللہ سے مغفرت

اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ

مانگو۔ بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (۹۹) پھر جب تم اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اللہ کا اسی طرح ذکر کرو جیسے تم اپنے باپ دادوں

اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ۭ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ

کا ذکر کیا کرتے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکر کرو۔(۱۳۴) اب بعض لوگ تو وہ ہیں جو (دعا میں بس) یہ کہتے ہیں کہ: ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں

(۱۳۱) بعض حضرات حج کے سفر میں کوئی تجارت کرنے کو ناجائز سمجھتے تھے۔ یہ آیت ان کی غلط فہمی دُور کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے، اور اس نے بتادیا کہ سفرِ حج میں روزی کمانے کا کوئی مشغلہ اختیار کرنا جائز ہے، بشرطیکہ اس سے حج کے ضروری کام متأثر نہ ہوں۔

(۱۳۲) حج کے دوران عرفات سے آکر مزدلفہ میں رات گذاری جاتی ہے، اور اگلی صبح طلوعِ آفتاب سے پہلے پہلے وقوف کیا جاتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور دُعائیں مانگی جاتی ہیں۔ جاہلیت میں بھی اہلِ عرب اللہ کا ذکر تو کرتے تھے، مگر اس کے ساتھ اپنے دیوتاؤں کا ذکر بھی شامل کر لیتے تھے۔ بتایا یہ جارہا ہے کہ مؤمن کا ذکر خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہونا چاہئے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے۔

(۱۳۳) جاہلیت میں اہلِ عرب نے یہ طریقہ مقرر کر رکھا تھا کہ اور تمام انسان تو ۹ ذوالحجہ کو عرفات کے میدان میں وقوف کرتے تھے، مگر قریش اور بعض دوسرے قبائل جو حرم کے قریب رہتے تھے اور ''حُمس'' کہلاتے تھے، عرفات جانے کے بجائے مزدلفہ میں رہتے تھے، اور وہیں وقوف کرتے تھے، ان کا کہنا یہ تھا کہ ہم حرم کے مجاور ہیں اور عرفات چونکہ حدودِ حرم سے باہر ہے اس لئے ہم وہاں نہیں جائیں گے۔ نتیجہ یہ کہ عام لوگوں کو نویں تاریخ کا دن عرفات میں گذارنے کے بعد رات کو مزدلفہ کے لئے روانہ ہونا پڑتا تھا، مگر قریش وغیرہ شروع ہی سے مزدلفہ میں ہوتے تھے، اور ان کو عرفات سے آنا نہیں پڑتا تھا۔ اس آیت نے یہ رسم ختم کردی، اور قریش کے لوگوں کو بھی یہ حکم دیا کہ وہ عام لوگوں کے ساتھ عرفات میں وقوف کریں، اور انہی کے ساتھ روانہ ہوکر مزدلفہ آئیں۔

(۱۳۴) جاہلیت میں ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ حج کے بنیادی ارکان سے فارغ ہوکر جب منیٰ میں جمع ہوتے تو بعض لوگ ایک پورا دن اپنے آباء واَجداد کی تعریفیں کرنے اور ان کے کارنامے بیان کرنے میں گذارا کرتے تھے۔ یہ اشارہ اس رسم کی طرف ہے۔ اور بعض لوگ دُعائیں تو مانگتے، مگر چونکہ وہ آخرت کے قائل نہیں تھے اس لئے ان کی دُعا صرف دُنیا کی بہتری تک محدود ہوتی تھی۔ اگلے جملے میں یہ بتایا گیا ہے کہ ایک مومن کو دنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی مانگنی چاہیے۔

فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ (٢٠٠) وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

دُنیا میں بھلائی عطا فرما" اور آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہوتا (٢٠٠) اور انہی میں سے وہ بھی ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ: "اے ہمارے پروردگار! ہمیں دُنیا

وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (٢٠١) اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا

میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی، اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے" (٢٠١) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنے اعمال کی کمائی کا حصہ (ثواب

كَسَبُوْا ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (٢٠٢) وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ۭ

کی صورت میں) ملے گا، اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (٢٠٢) اور اللہ کو گنتی کے (ان چند) دنوں میں (جب تم منیٰ میں مقیم ہو) یاد کرتے رہو۔ پھر جو

فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ

شخص دو ہی دن میں جلدی چلا جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں ہے، اور جو شخص (ایک دن) بعد میں جائے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں۔(١٣٥) یہ (تفصیل) اس کے

اتَّقٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ (٢٠٣) وَمِنَ النَّاسِ

لئے ہے جو تقویٰ اختیار کرے۔ اور تم سب تقویٰ اختیار کرو، اور یقین رکھو کہ تم سب کو اسی کی طرف لے جا کر جمع کیا جائے گا (٢٠٣) اور لوگوں میں ایک وہ

مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰي مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ

شخص بھی ہے کہ دُنیوی زندگی کے بارے میں اس کی باتیں تمہیں بڑی اچھی لگتی ہیں، اور جو کچھ اس کے دِل میں ہے اُس پر وہ اللہ کو گواہ بھی بناتا ہے،

اَلَدُّ الْخِصَامِ (٢٠٤) وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ

حالانکہ وہ (تمہارے) دُشمنوں میں سب سے زیادہ کٹر ہے (٢٠٤) اور جب اُٹھ کر جاتا ہے تو زمین میں اس کی دوڑ دُھوپ اس لئے ہوتی ہے کہ وہ

الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ (٢٠٥) وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ

اس میں فساد مچائے، اور فصلیں اور نسلیں تباہ کرے، حالانکہ اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا(١٣٦) (٢٠٥) اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کا خوف کر، تو

اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ (٢٠٦) وَمِنَ

نخوت اس کو گناہ پر اور آمادہ کر دیتی ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کو تو جہنم ہی راس آئے گی، اور یقین کرو وہ بہت بُرا بچھونا ہے (٢٠٦) اور (دوسری

---

(١٣٥) منیٰ میں تین دن گذارنا سنت ہے، اور اس دوران جمرات پر کنکریاں مارنا واجب ہے۔ البتہ ١٢ تاریخ کے بعد منیٰ سے چلا جانا جائز ہے، ١٣ تاریخ تک رُکنا ضروری نہیں۔ اور اگر کوئی رُکنا چاہے تو ١٣ تاریخ کو بھی رَمی کر کے واپس جاسکتا ہے۔

(١٣٦) بعض روایات میں ہے کہ اخنس بن شریق نامی ایک شخص مدینہ منوّرہ آیا تھا، اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بڑی چکنی چپڑی باتیں کیں اور اللہ کو گواہ بنا کر اپنے ایمان لانے کا اظہار کیا، لیکن جب واپس گیا تو راستے میں مسلمانوں کی کھیتیاں جلا دیں اور ان کے مویشیوں کو ذبح کر ڈالا۔ یہ آیات اس پس منظر میں نازل ہوئی تھیں، البتہ یہ ہر قسم کے منافقوں پر پوری اُترتی ہیں۔

النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ

طرف) لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو اللہ کی خوشنودی کی خاطر اپنی جان کا سودا کرلیتا ہے،(۱۳۷) اور اللہ (ایسے) بندوں پر بڑا

بِالْعِبَادِ ۝۲۰۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَاۗفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا

مہربان ہے۔ ۝۲۰۷ اے ایمان والو! اسلام میں پورے کے پورے داخل ہوجاؤ، اور شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو۔

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۲۰۸ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا

یقین جانو وہ تمہارا کھلا دُشمن ہے ۝۲۰۸ پھر جو روشن دلائل تمہارے پاس آچکے ہیں، اگر تم اُن کے بعد بھی (راہِ راست سے)

جَاۗءَتْكُمُ الْبَيِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۲۰۹ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ

پھسل گئے تو یاد رکھو کہ اللہ اقتدار میں بھی کامل ہے، حکمت میں بھی کامل۔(۱۳۸) ۝۲۰۹ یہ (کفار ایمان لانے کے لئے) اس کے سوا کس بات کا انتظار کر

اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ ۭ وَاِلَى

رہے ہیں کہ اللہ خود بادل کے سائبانوں میں ان کے سامنے آموجود ہو، اور فرشتے بھی (اس کے ساتھ ہوں) اور سارا معاملہ ابھی چکا دیا جائے؟(۱۳۹)

ع ۲۵ اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝۲۱۰ۧ سَلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ كَمْ اٰتَيْنٰھُمْ مِّنْ اٰيَةٍۢ بَيِّنَةٍ ۭ

حالانکہ آخرِ کار سارے معاملات اللہ ہی کی طرف تو لوٹ کر رہیں گے ۝۲۱۰ بنی اسرائیل سے پوچھو ہم نے ان کو کتنی ساری کھلی نشانیاں دی

وَمَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲۱۱

تھیں! اور جس شخص کے پاس اللہ کی نعمت آچکی ہو، پھر وہ اس کو بدل ڈالے، تو (اسے یاد رکھنا چاہئے کہ) اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے ۝۲۱۱

وقف لازم زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ

جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، ان کے لئے دُنیوی زندگی بڑی دِلکش بنادی گئی ہے، اور وہ اہلِ ایمان کا مذاق اُڑاتے ہیں،

---

(۱۳۷) یہ اُن صحابۂ کرام کا ذکر ہے جنہوں نے اپنی جانیں اسلام کے مقاصد کے لئے کھپا رکھی تھیں۔ ایسے کئی صحابہ کے واقعات مفسرین نے ذکر کئے ہیں۔

(۱۳۸) ان دو صفتوں کو ساتھ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ اس کا اقتدار کامل ہے اس لئے وہ کسی وقت بھی تمہاری بدعملی کی سزا دے سکتا ہے، لیکن چونکہ اس کی حکمت بھی کامل ہے، اس لئے وہی اپنی حکمت سے یہ طے کرتا ہے کہ کس کو کب اور کتنی سزا دینی ہے۔ لہٰذا اگر ایسے کافر فوری طور سے عذاب میں پکڑے نہیں جا رہے تو اس سے یہ سمجھ بیٹھنا حماقت ہے کہ وہ سزا سے ہمیشہ کے لئے بچ گئے۔

(۱۳۹) مختلف کفار، اور خاص طور پر یہودِ مدینہ، اس قسم کے مطالبات کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ براہِ راست ہمیں نظر آکر ہمیں ایمان لانے کا حکم کیوں نہیں دیتا؟ یہ آیت اس قسم کے مطالبات کا جواب دے رہی ہے، اور وہ یہ کہ یہ دُنیا اس آزمائش کے لئے بنائی گئی ہے کہ انسان اپنی عقل استعمال کرے اور کائنات میں پھیلے ہوئے واضح دلائل کی روشنی میں اللہ کی توحید اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ اسی لئے اس آزمائش میں اصل قیمت ایمان بالغیب کی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ براہِ راست نظر آجائیں تو آزمائش کیا ہوئی؟ اور اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب غیب کی چیزیں انسان کو آنکھوں سے نظر آجائیں تو پھر ایمان معتبر نہیں ہوتا اور ایسا اُسی

وَالَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ

حالانکہ جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے وہ قیامت کے دن ان سے کہیں بلند ہوں گے۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے

حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ

حساب رزق دیتا ہے۔(۱۴۰) ﴿۲۱۲﴾ (شروع میں) سارے انسان ایک ہی دین کے پیرو تھے۔ پھر (جب ان میں اختلاف ہوا تو) اللہ نے نبی بھیجے جو

مُنْذِرِيْنَ ۠ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا

(حق والوں کو) خوشخبری سناتے، اور (باطل والوں کو) ڈراتے تھے، اور ان کے ساتھ حق پر مشتمل کتاب نازل کی، تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَمَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ

باتوں کا فیصلہ کرے جن میں ان کا اختلاف تھا۔ اور (افسوس کی بات یہ ہے کہ) کسی اور نے نہیں بلکہ خود انہوں نے جن کو وہ کتاب دی گئی تھی،

الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ

روشن دلائل آجانے کے بعد بھی، صرف باہمی ضد کی وجہ سے اسی (کتاب) میں اختلاف نکال لیا۔ پھر جو لوگ ایمان لائے اللہ نے انہیں اپنے

الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ اَمْ

حکم سے حق کی ان باتوں میں راہِ راست تک پہنچایا جن میں انہوں نے اختلاف کیا تھا، اور اللہ جسے چاہتا ہے راہِ راست تک پہنچا دیتا ہے۔ ﴿۲۱۳﴾

حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ

(مسلمانو!) کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں (یونہی) داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی تمہیں اس جیسے حالات پیش نہیں آئے جیسے اُن لوگوں

قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ

کو پیش آئے تھے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ ان پر سختیاں اور تکلیفیں آئیں، اور انہیں ہلا ڈالا گیا، یہاں تک کہ رسول اور ان کے ایمان

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ

والے ساتھی بول اُٹھے کہ ''اللہ کی مدد کب آئے گی؟''، یاد رکھو! اللہ کی مدد نزدیک ہے۔ ﴿۲۱۴﴾ لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ

مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

(اللہ کی خوشنودی کے لئے) کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے کہ جو مال بھی تم خرچ کرو وہ والدین، قریبی رشتہ داروں،

وقت ہوگا جب یہ کائنات ختم کر کے سزا اور جزا کا مرحلہ آجائے گا۔ معاملہ چکانے سے یہاں یہی مراد ہے۔

(۱۴۰) یہ فقرہ دراصل کفار کے اس باطل دعوے کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ ہمیں خوب رزق دے رہا ہے اس لئے یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ ہمارے عقائد اور اعمال سے ناراض نہیں ہے۔ جواب یہ دیا گیا ہے کہ دُنیا میں رزق کی فراوانی کسی کے حق پر ہونے کی دلیل نہیں۔ دُنیوی رزق کے لئے اللہ کے نزدیک الگ معیار مقرر ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دے دیتا ہے، خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ

یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہونا چاہئے۔ اور تم بھلائی کا جو کام بھی کرو، اللہ اُس سے پوری طرح

عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا

باخبر ہے۔ ﴿۲۱۵﴾ تم پر (دُشمنوں سے) جنگ کرنا فرض کیا گیا ہے، اور وہ تم پر گراں ہے۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو بُرا سمجھو

شَيْـًٔـا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔـا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

حالانکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ تم ایک چیز کو پسند کرو، حالانکہ وہ تمہارے حق میں بُری ہو۔ اور (اصل حقیقت تو) اللہ جانتا

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ ع ۲۶ ۱۰

ہے، اور تم نہیں جانتے۔ ﴿۲۱۶﴾ لوگ آپ سے حرمت والے مہینے کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس میں جنگ کرنا کیسا ہے[(۱۴۱)]؟

قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۗ وَ

آپ کہہ دیجئے کہ اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے، مگر لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکنا، اس کے خلاف کفر کی رَوِش اختیار کرنا، مسجدِ حرام پر

اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ وَلَا

بندش لگانا اور اس کے باسیوں کو وہاں سے نکال باہر کرنا اللہ کے نزدیک زیادہ بڑا گناہ ہے۔ اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سنگین چیز ہے۔

يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ؕ وَمَنْ

اور یہ (کافر) تم لوگوں سے برابر جنگ کرتے رہیں گے، یہاں تک کہ اگر ان کا بس چلے تو یہ تم کو تمہارا دِین چھوڑنے پر آمادہ کردیں۔

يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى

اور اگر تم میں سے کوئی شخص اپنا دِین چھوڑ دے، اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مرے، تو ایسے لوگوں کے اعمال دُنیا اور آخرت دونوں

---

(۱۴۱) سورۂ توبہ (۹:۳۶) میں چار مہینوں کو ''اَشہرِ حُرم''، کہا گیا ہے، یعنی حرمت والے مہینے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ چار مہینے رجب، ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم ہیں۔ ان مہینوں میں جنگ منع ہے، البتہ اگر کوئی دُشمن حملہ کردے تو اپنا دِفاع کیا جاسکتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک سفر کے دوران چند صحابہ کی کچھ مشرکین سے جھڑپ ہوگئی، اور مشرکین میں سے ایک آدمی عمرو بن اُمیہ الحضرمی مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ یہ واقعہ جمادی الثانیہ کی ۲۹ تاریخ کی شام کو واقع ہوا، لیکن اس شخص کے قتل ہوتے ہی رجب کا چاند نظر آگیا۔ اس پر مشرکین نے مسلمانوں کے خلاف ایک طوفان مچادیا کہ یہ لوگ حرمت والے مہینوں کا بھی پاس نہیں کررہے ہیں۔ یہ آیت اس پروپیگنڈے کے پس منظر میں نازل ہوئی ہے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اوّل تو عمرو بن اُمیہ کا قتل غلط فہمی میں ہوا، جان بوجھ کر حرمت والے مہینے میں قتل نہیں کیا گیا، لیکن جو لوگ اس واقعے پر طوفان کھڑا کئے ہوئے ہیں، انہوں نے اس سے کہیں بڑے گناہوں کا ارتکاب کیا ہوا ہے۔ وہ لوگوں کو نہ صرف مسجدِ حرام سے روکتے ہیں، بلکہ جو لوگ حقیقۃً مسجدِ حرام میں عبادت کے اہل ہیں ان کے لئے زندگی اجیرن بنا کر انہیں یہاں سے نکلنے پر مجبور کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کی رَوِش اختیار کئے ہوئے ہیں۔

الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾ اِنَّ
میں اکارت ہوجائیں گے۔ ایسے لوگ دوزخ والے ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ (۲۱۷) (اس کے برخلاف)
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ
جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، تو وہ بیشک اللہ کی رحمت کے اُمیدوار ہیں، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا
يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ
مہربان ہے۔ (۲۱۸) لوگ آپ سے شراب اور جوے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ بھی ہے، اور لوگوں کے
الْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۫ وَ اِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ
لئے کچھ فائدے بھی ہیں، اور ان دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے۔(۱۴۲) اور لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ وہ (اللہ کی خوشنودی
نَّفْعِهِمَا ؕ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ۬ قُلِ الْعَفْوَ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ
کے لئے) کیا خرچ کریں؟ آپ کہہ دیجئے کہ "جو تمہاری ضرورت سے زائد ہو"(۱۴۳)۔ اللہ اسی طرح اپنے اَحکام تمہارے لئے صاف صاف بیان
الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ
کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر سے کام لو (۲۱۹) دُنیا کے بارے میں بھی اور آخرت کے بارے میں بھی۔ اور لوگ آپ سے یتیموں کے بارے میں پوچھتے
الْيَتٰمٰى ؕ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ؕ وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ
ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ ان کی بھلائی چاہنا نیک کام ہے، اور اگر تم ان کے ساتھ مل جل کر رہو تو (کچھ حرج نہیں کیونکہ) وہ تمہارے بھائی ہی تو
يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
ہیں۔ اور اللہ خوب جانتا ہے کہ کون معاملات بگاڑنے والا ہے اور کون سنوارنے والا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں مشکل میں ڈال دیتا(۱۴۴)۔ یقیناً اللہ

---

(۱۴۲) چونکہ اہلِ عرب صدیوں سے شراب کے عادی تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حرمت کے اعلان میں تدریج سے کام لیا۔ پہلے سورۂ نحل (۱۶:۶۷) میں ایک لطیف اشارہ دیا کہ نشہ لانے والی شراب اچھی چیز نہیں ہے۔ پھر سورۂ بقرہ کی اس آیت میں قدرے وضاحت سے فرمایا کہ شراب پینے کے نتیجے میں انسان سے بہت سی ایسی حرکتیں سرزد ہو جاتی ہیں جو گناہ ہیں، اور اگرچہ اس میں کچھ فائدے بھی ہیں، مگر گناہ کے امکانات زیادہ ہیں۔ پھر سورۂ نساء (۴:۴۳) میں یہ حکم آیا کہ نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔ بالآخر سورۂ مائدہ (۵:۹۰-۹۱) میں شراب کو ناپاک اور شیطانی عمل قرار دے کر اس سے مکمل پرہیز کرنے کا صاف صاف حکم دے دیا گیا۔

(۱۴۳) بعض صحابہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے صدقے کا ثواب سن کر اپنی ساری پونجی صدقہ کر دی یہاں تک کہ اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے کچھ نہ چھوڑا، اور گھر والے بھوکے رہ گئے۔ اس آیت نے بتلایا کہ صدقہ وہی درست ہے جو اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضرورت پوری کرنے کے بعد کیا جائے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں اس پر زور دیا ہے کہ صدقہ اتنا ہونا چاہئے کہ گھر والے محتاج نہ ہو جائیں۔

(۱۴۴) جب قرآنِ کریم نے یتیموں کا مال کھانے پر سخت وعید سنائی (دیکھئے سورۂ نساء ۴:۲و۱۰) تو بعض صحابہ جن کی سرپرستی

حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ

کا اقتدار بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل۔ ﴿۲۲۰﴾ اور مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ یقیناً ایک مؤمن

مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ

باندی کسی بھی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک عورت تمہیں پسند آرہی ہو۔ اور اپنی عورتوں کا نکاح مشرک مردوں سے نہ کراؤ جب

مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَ

تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ اور یقیناً ایک مؤمن غلام کسی بھی مشرک مرد سے بہتر ہے، خواہ وہ مشرک مرد تمہیں پسند آرہا ہو۔ یہ سب دوزخ کی

اللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

طرف بلاتے ہیں، جبکہ اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرت کی طرف بلاتا ہے، اور اپنے احکام لوگوں کے سامنے صاف صاف بیان کرتا ہے تاکہ

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا ع ۲۷

وہ نصیحت حاصل کریں۔ ﴿۲۲۱﴾ اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے، لہٰذا حیض کی حالت میں عورتوں

النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ

سے الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، ان سے قربت (یعنی جماع) نہ کرو۔ ہاں جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس اسی طریقے

فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ

سے جاؤ جس طرح اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ بیشک اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی طرف کثرت سے رُجوع کریں، اور ان سے محبت

الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَ

کرتا ہے جو خوب پاک صاف رہیں۔ ﴿۲۲۲﴾ تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں؛ لہٰذا اپنی کھیتی میں جہاں سے چاہو جاؤ (۱۴۵)، اور

میں کچھ یتیم تھے، اتنی احتیاط کرنے لگے کہ ان کا کھانا الگ پکواتے، اور انہیں الگ ہی کھلاتے، یہاں تک کہ اگر ان کا کچھ کھانا بچ جاتا تو سڑ جاتا تھا۔ اس میں تکلیف بھی تھی اور نقصان بھی۔ اس آیت نے واضح کر دیا کہ اصل مقصد یہ ہے کہ یتیموں کی مصلحت کا پورا خیال رکھا جائے، سرپرستوں کو مشکل میں ڈالنا مقصد نہیں ہے۔ لہٰذا ان کا کھانا ساتھ پکانے اور ساتھ کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے، بشرطیکہ معقولیت اور انصاف کے ساتھ ان کے مال سے ان کے کھانے کا خرچ وصول کیا جائے۔ پھر اگر غیر ارادی طور پر کچھ کمی بیشی ہو بھی جائے تو معاف ہے۔ ہاں جان بوجھ کر ان کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ رہی یہ بات کہ کون انصاف اور اِصلاح سے کام لے رہا ہے اور کس کی نیت خراب ہے، اسے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

(۱۴۵) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک لطیف کنایہ استعمال کر کے میاں بیوی کے خصوصی ملاپ کے بارے میں چند حقائق بیان فرمائے ہیں۔ پہلی بات تو یہ واضح فرمائی ہے کہ میاں بیوی کا یہ ملاپ صرف لذت حاصل کرنے کے مقصد سے نہیں ہونا چاہئے، بلکہ اسے انسانی نسل کی بڑھوتری کا ذریعہ سمجھنا چاہئے۔ جس طرح ایک کاشتکار اپنی کھیتی میں بیج ڈالتا ہے تو اس کا اصل مقصد پیداوار کا حصول ہوتا ہے، اسی طرح یہ عمل بھی دراصل انسانی نسل باقی رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔ دوسری حقیقت یہ بیان فرمائی ہے

قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَ بَشِّرِ

اپنے لئے (اچھے عمل) آگے بھیجو، اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور یقین رکھو کہ تم اس سے جا کر ملنے والے ہو۔ اور مؤمنوں کو

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۲۳ وَ لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَ تَتَّقُوْا

خوشخبری سنادو۔ ۲۲۳ اور اللہ (کے نام) کو اپنی قسموں میں اس غرض سے استعمال نہ کرو کہ اس کے ذریعے نیکی اور تقویٰ کے

وَ تُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۲۴ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ

کاموں اور لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرانے سے بچ سکو۔(۱۴۶) اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے۔ ۲۲۴ اللہ تمہاری لغوقسموں

فِيْۤ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ

پر تمہاری گرفت نہیں کرے گا،(۱۴۷) البتہ جو قسمیں تم نے اپنے دِلوں کے ارادے سے کھائی ہوں گی ان پر گرفت کرے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا

حَلِيْمٌ ۝۲۲۵ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ

بُردبار ہے۔ ۲۲۵ جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں (یعنی ان کے پاس نہ جانے کی قسم کھالیتے ہیں) ان کے لئے چار مہینے کی

کہ جب اس عمل کا اصل مقصد یہ ہے تو یہ عمل نسوانی جسم کے اسی حصے میں ہونا چاہئے جو اس کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے، پیچھے کا جو حصہ اس کام کے لئے نہیں بنایا گیا، اس کو فطرت کے خلاف جنسی لذّت کے لئے استعمال کرنا حرام ہے۔ تیسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ نسوانی جسم کا جو اگلا حصہ اس غرض کے لئے بنایا گیا ہے، اس تک پہنچنے کے لئے راستہ کوئی بھی اختیار کیا جاسکتا ہے۔ یہودیوں کا خیال یہ تھا کہ اس حصے میں مباشرت کرنے کے لئے بس ایک ہی طریقہ جائز ہے، یعنی سامنے کی طرف سے۔ اگر مباشرت آگے ہی کے حصے میں ہو، لیکن اس تک پہنچنے کے لئے راستہ پیچھے کا اختیار کیا جائے تو وہ کہتے تھے کہ اولاد بھینگی پیدا ہوتی ہے۔ اس آیت نے یہ غلط فہمی دُور کردی۔

(۱۴۶) بعض مرتبہ انسان کسی وقتی جذبے سے مغلوب ہو کر کوئی قسم کھالیتا ہے کہ میں فلاں کام نہیں کروں گا، حالانکہ وہ نیک کام ہوتا ہے، مثلاً ایک مرتبہ حضرت مسطحؓ سے ایک غلطی ہوگئی تھی تو حضرت صدیق اکبرؓ نے یہ قسم کھالی تھی کہ آئندہ وہ ان کی مالی مدد نہیں کریں گے، یا جیسے روح المعانی میں ایک روایت نقل کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اپنے بہنوئی کے بارے میں قسم کھالی تھی کہ وہ ان سے بات نہیں کریں گے، اور نہ ان کی بیوی سے ان کی صلح کرائیں گے۔ یہ آیت ایسی قسم کھانے سے منع کررہی ہے، کیونکہ اس طرح اللہ کا نام ایک غلط مقصد میں استعمال ہوتا ہے۔ اور صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی نامناسب قسم کھالے تو اسے توڑ دینا چاہئے اور اس کا کفارہ ادا کرنا چاہئے۔

(۱۴۷) لغو قسم سے مراد ایک تو وہ قسم ہے جو قسم کھانے کے ارادے سے نہیں، بلکہ تکیۂ کلام کے طور سے زبان پر آجائے، خاص طور پر عربوں میں اس کا بہت رواج تھا کہ بات بات میں وہ "واللہ" کہہ دیتے تھے۔ اسی طرح بعض اوقات انسان ماضی کے کسی واقعے پر قسم کے ارادے ہی سے قسم کھاتا ہے، لیکن اس کے اپنے خیال کے مطابق وہ قسم صحیح ہوتی ہے، جھوٹ بولنے کا ارادہ نہیں ہوتا، لیکن بعد میں پتہ چلتا ہے کہ جو بات قسم کھا کر کہی تھی، وہ حقیقت میں صحیح نہیں تھی۔ ان دونوں طرح کی قسموں کو لغو کہا جاتا ہے۔ اس آیت نے بتایا کہ اس پر گناہ نہیں ہوتا۔ البتہ انسان کو چاہئے کہ وہ قسم کھانے میں احتیاط سے کام لے، اور ایسی قسم سے بھی پرہیز کرے۔

فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٢٦﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ

مہلت ہے۔(۱۴۸) چنانچہ اگر وہ (قسم توڑ کر) رُجوع کرلیں تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔(۲۲۶) اور اگر انہوں نے طلاق ہی کی ٹھان لی ہو

عَلِيْمٌ ﴿٢٢٧﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ

تو (بھی) اللہ سننے جاننے والا ہے۔(۲۲۷) اور جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو وہ تین مرتبہ حیض آنے تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔(۱۴۹) اور اگر

اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتی ہوں تو ان کے لئے حلال نہیں ہے کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو کچھ (حمل یا حیض) پیدا کیا ہے اسے

الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ

چھپائیں۔ اور اس مدّت میں اگر ان کے شوہر حالات بہتر بنانا چاہیں تو ان کو حق ہے کہ وہ ان عورتوں کو (اپنی زوجیت میں) واپس لے لیں۔ اور

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ

ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے (مردوں کو) اُن پر حاصل ہیں۔ ہاں مردوں کو ان پر ایک درجہ فوقیت

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٢٨﴾ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۠ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ ع

ہے۔(۱۵۰) اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔(۲۲۸) طلاق (زیادہ سے زیادہ) دو بار ہونی چاہئے۔ اس کے بعد (شوہر کے لئے دو ہی راستے ہیں) یا تو

---

(۱۴۸) عربوں میں یہ ظالمانہ طریقہ رائج تھا کہ وہ یہ قسم کھا بیٹھتے تھے کہ اپنی بیوی کے پاس نہیں جائیں گے۔ نتیجہ یہ کہ بیوی غیر معین مدت تک لٹکی رہتی تھی۔ نہ اسے بیوی جیسے حقوق ملتے تھے، اور نہ وہ کہیں اور شادی کرسکتی تھی۔ ایسی قسم کو "ایلاء" کہا جاتا ہے۔ اس آیت نے یہ قانون بنادیا کہ جو شخص ایلاء کرے، وہ یا تو چار مہینے کے اندر اندر اپنی قسم توڑ کر کفارہ ادا کردے اور اپنی بیوی سے معمول کے ازدواجی تعلقات بحال کرلے، ورنہ چار مہینے تک اگر اس نے قسم نہ توڑی تو بیوی اس کے نکاح سے نکل جائے گی۔ آیت میں جو کہا گیا ہے کہ "اور اگر انہوں نے طلاق ہی کی ٹھان لی ہو"، اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ چار مہینے قسم توڑے بغیر گزار دیں تو نکاح خود بخود ختم ہوجائے گا۔

(۱۴۹) یہ مطلقہ عورتوں کی عدت کا بیان ہے، یعنی طلاق کے بعد انہیں تین مرتبہ ایّامِ ماہواری پورے ہونے تک عدت گذارنی ہوگی جس کے بعد وہ کہیں اور نکاح کرسکیں گی۔ لیکن سورۂ اَحزاب (۳۳:۴۹) میں واضح کردیا گیا ہے کہ عدّت گذارنا اسی وقت واجب ہے جب میاں بیوی کے درمیان خلوَت ہوچکی ہو۔ اگر اس سے پہلے ہی طلاق ہوگئی تو عدت واجب نہیں۔ نیز سورۂ طلاق (۶۵:۴) میں بتایا گیا ہے کہ جن عورتوں کا حیض ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا ہو یا ابھی آنا شروع نہ ہوا ہو ان کی عدّت تین مہینے ہے، اور اگر عورت حاملہ ہو تو اس کی عدّت بچے کی پیدائش پر ختم ہوجائے گی۔

(۱۵۰) جاہلیت کے دور میں عورت کا کوئی حق تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ اس آیت نے بتایا کہ شوہر اور بیوی کے حقوق ایک دوسرے کے برابر ہیں، البتہ اتنا ضرور ہے کہ زندگی کے سفر میں اللہ تعالیٰ نے مرد کو امیر اور نگراں بنایا ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم نے سورۂ نساء (۴:۳۴) میں واضح فرمایا ہے۔ اس لحاظ سے اس کو ایک درجہ فوقیت حاصل ہے۔

تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ

قاعدے کے مطابق (بیوی کو) روک رکھے (یعنی طلاق سے رجوع کرلے) یا خوش اُسلوبی سے چھوڑ دے (یعنی رجوع کے بغیر عدت گذر جانے دے)۔ اور

شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا

(اے شوہرو!) تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ تم نے ان (بیویوں) کو جو کچھ دیا ہو وہ (طلاق کے بدلے) ان سے واپس لو، اِلّا یہ کہ دونوں کو اس بات کا اندیشہ

حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ

ہو کہ وہ (نکاح باقی رہنے کی صورت میں) اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔(۱۵۱) چنانچہ اگر تمہیں اس بات کا اندیشہ ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدود کو قائم

اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ عورت مالی معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کرلے۔ یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں؛ لہٰذا ان

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا

سے تجاوز نہ کرو۔ اور جو لوگ اللہ کی حدود سے تجاوز کرتے ہیں وہ بڑے ظالم لوگ ہیں۔ (۲۲۹) پھر اگر شوہر (تیسری) طلاق دیدے تو اس کے بعد وہ (مطلقہ عورت) اس کے

غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ

لئے اس وقت تک حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور شوہر سے نکاح نہ کرے۔ ہاں اگر وہ (دوسرا شوہر بھی) اسے طلاق دیدے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ

يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ

وہ ایک دوسرے کے پاس (نیا نکاح کرکے) دوبارہ واپس آجائیں، بشرطیکہ انہیں یہ غالب گمان ہو کہ اب وہ اللہ کی حدود قائم رکھیں گے۔ اور یہ سب اللہ کی حدود

يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ

ہیں جو وہ ان لوگوں کے لئے واضح کر رہا ہے جو سمجھ رکھتے ہوں۔ (۲۳۰) اور جب تم نے عورتوں کو طلاق دے دی ہو، اور وہ اپنی عدت کے قریب پہنچ

---

(۱۵۱) اس آیت نے ایک ہدایت تو یہ دی ہے کہ اگر طلاق دینی ہی پڑ جائے تو زیادہ سے زیادہ دو طلاقیں دینی چاہئیں، کیونکہ اس طرح میاں بیوی کے درمیان تعلقات بحال ہونے کا امکان رہتا ہے۔ چنانچہ عدت کے دوران شوہر کو طلاق سے رُجوع کرنے کا حق رہتا ہے، اور عدت کے بعد دونوں کی باہمی رضامندی سے نیا نکاح نئے مہر کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ لیکن جیسا کہ اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے، تین طلاقوں کے بعد دونوں راستے بند ہو جاتے ہیں اور تعلقات کی بحالی کا کوئی طریقہ باقی نہیں رہتا۔ دوسری ہدایت یہ دی گئی ہے کہ شوہر طلاق سے رُجوع کا فیصلہ کرے یا علیحدگی کا، دونوں صورتوں میں معاملات خوش اُسلوبی سے طے کرنے چاہئیں۔ عام حالات میں شوہر کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ طلاق کے بدلے مہر واپس کرنے یا معاف کرنے کا مطالبہ کرے۔ ہاں اگر طلاق کا مطالبہ عورت کی طرف سے ہو اور شوہر کی کسی زیادتی کے بغیر ہو، مثلاً بیوی شوہر کو پسند نہ کرتی ہو اور اس بنا پر دونوں کو یہ اندیشہ ہو کہ وہ خوشگواری کے ساتھ نکاح کے حقوق ادا نہ کرسکیں گے، تو اس صورت میں یہ جائز قرار دے دیا گیا ہے کہ عورت مالی معاوضے کے طور پر مہر یا اس کا کچھ حصہ واپس کردے یا اگر اس وقت تک وصول نہ کیا ہو تو معاف کردے۔

بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا

جائیں، تو یا تو ان کو بھلائی کے ساتھ (اپنی زوجیت میں) روک رکھو، یا انہیں بھلائی کے ساتھ چھوڑ دو۔ اور انہیں ستانے کی خاطر

لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ

اس لئے روک کر نہ رکھو کہ ان پر ظلم کرسکو(۱۵۲) اور جو شخص ایسا کرے گا وہ خود اپنی جان پر ظلم کرے گا۔ اور اللہ کی آیتوں کو

هُزُوًا ۡ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ

مذاق مت بناؤ اور اللہ نے تم پر جو انعام فرمایا ہے اُسے، اور تم پر جو کتاب اور حکمت کی باتیں تمہیں نصیحت کرنے کے لئے نازل

وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ ع

کی ہیں انہیں یاد رکھو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور جان رکھو کہ اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔(۲۳۱) اور جب تم نے

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاۗءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ

عورتوں کو طلاق دے دی ہو، اور وہ اپنی عدت کو پہنچ جائیں، تو (اے میکے والو!) انہیں اس بات سے منع نہ کرو کہ

اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ

وہ اپنے (پہلے) شوہروں سے (دوبارہ) نکاح کریں، بشرطیکہ وہ بھلائی کے ساتھ ایک دوسرے سے راضی ہوگئے ہوں۔(۱۵۳)

مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ وَاللّٰهُ

ان باتوں کی نصیحت تم میں سے ان لوگوں کو کی جارہی ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہوں۔ یہی تمہارے لئے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ

يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ

طریقہ ہے۔ اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔(۲۳۲) اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال تک دودھ پلائیں۔ یہ مدت ان کے لئے ہے جو دودھ

لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ۭ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ

پلانے کی مدت پوری کرنا چاہیں۔ اور جس باپ کا وہ بچہ ہے اس پر واجب ہے کہ وہ معروف طریقے پر ان ماؤں کے کھانے اور لباس کا

---

(۱۵۲) جاہلیت میں ایک ظالمانہ طریقہ یہ تھا کہ لوگ اپنی بیویوں کو طلاق دیتے اور جب عدت گذرنے کے قریب ہوتی تو رُجوع کرلیتے، تاکہ وہ دوسرا نکاح نہ کرسکے، پھر اس کے حقوق ادا کرنے کے بجائے کچھ عرصے کے بعد پھر طلاق دیتے، اور عدت گذرنے سے پہلے پھر رُجوع کرلیتے، اور اس طرح وہ غریب بیچ میں لٹکی رہتی، نہ کسی اور سے نکاح کرسکتی، اور نہ شوہر سے اپنے حقوق حاصل کرسکتی۔ یہ آیت اس ظالمانہ طریقے کو حرام قرار دے رہی ہے۔

(۱۵۳) بعض مرتبہ طلاق اور اس کی عدت گذرنے کے بعد میاں بیوی کو سبق مل جاتا اور وہ از سرِ نو نئی زندگی شروع کرنے کے لئے آپس میں دوبارہ نکاح کرنا چاہتے تھے، چونکہ طلاقیں تین نہیں ہوئی ہوتی تھیں، اس لئے شرعاً نیا نکاح جائز بھی تھا اور عورت بھی اس پر راضی ہوتی تھی، لیکن عورت کے میکے والے خودساختہ غیرت کی بنا پر اسے اپنے پہلے شوہر سے نکاح کرنے سے روکتے تھے۔ یہ آیت اس غلط رسم کو ناجائز قرار دے رہی ہے۔

بِالْمَعْرُوفِ ۚ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ

خرچ اُٹھائے۔(۱۵۴) (ہاں) کسی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔ نہ تو ماں کو اپنے بچے کی وجہ سے ستایا جائے، اور نہ باپ کو اپنے بچے کی

بِوَلَدِهِ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ ۗ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالًا عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ

وجہ سے۔(۱۵۵) اور اسی طرح کی ذمہ داری وارث پر بھی ہے۔(۱۵۶) پھر اگر وہ دونوں (یعنی والدین) آپس کی رضامندی اور باہمی مشورے سے (دو سال

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ۗ وَإِنْ أَرَدتُّمْ أَن تَسْتَرْضِعُوا أَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا

گذرنے سے پہلے ہی) دودھ چھڑانا چاہیں تو اس میں بھی ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور اگر تم یہ چاہو کہ اپنے بچوں کو کسی انا سے دودھ پلواؤ تو بھی تم پر

سَلَّمْتُم مَّا آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ

کوئی گناہ نہیں، جبکہ تم نے جو اُجرت ٹھہرائی تھی وہ (دودھ پلانے والی انا کو) بھلے طریقے سے دے دو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو، اور جان رکھو کہ اللہ

بَصِيرٌ ﴿۲۳۳﴾ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ

تمہارے سارے کاموں کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ (۲۳۳) اور تم میں سے جو لوگ وفات پاجائیں، اور بیویاں چھوڑ کر جائیں تو

بِأَنفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا ۖ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ

وہ بیویاں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن انتظار میں رکھیں گی۔ پھر جب وہ اپنی (عدّت کی) میعاد کو پہنچ جائیں تو وہ اپنے

عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

بارے میں جو کارروائی (مثلاً دوسرا نکاح) قاعدے کے مطابق کریں تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر

---

(۱۵۴) طلاق کے اَحکام کے درمیان بچے کو دودھ پلانے کا ذکر اس مناسبت سے آیا ہے کہ بعض اوقات یہ مسئلہ ماں باپ کے درمیان جھگڑے کا سبب بن جاتا ہے۔ لیکن جو اَحکام یہاں بیان کئے گئے ہیں، وہ طلاق کی صورت کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں، بلکہ تمام حالات کے لئے ہیں۔ پہلی بات تو اس میں یہ واضح کی گئی ہے کہ دودھ زیادہ سے زیادہ دو سال تک پلایا جاسکتا ہے، اس کے بعد ماں کا دودھ چھڑانا ہوگا۔ دوسری بات یہ بتائی گئی ہے کہ اگر ماں باپ بچے کی مصلحت سمجھیں تو پہلے بھی دودھ چھڑا سکتے ہیں، دو سال پورے کرنا شرعاً واجب نہیں ہے۔ تیسری بات یہ کہ دودھ پلانے والی ماں کا خرچ اس کے شوہر یعنی بچے کے باپ پر واجب ہے۔ اگر نکاح قائم ہو تب تو یہ خرچ نکاح کی وجہ سے واجب ہے، اور اگر طلاق ہوگئی ہو تو عدت کے دوران دودھ پلانا مطلقہ ماں پر واجب ہے، اور اس دوران اس کا نفقہ طلاق دینے والے شوہر پر ہے۔ عدّت کے بعد نفقہ تو ختم ہوجائے گا، لیکن مطلقہ ماں عدت کے بعد دودھ پلانے کی اُجرت کا مطالبہ کرسکتی ہے۔

(۱۵۵) یعنی ماں اگر کسی معقول عذر کی وجہ سے دودھ نہ پلائے، تو اسے مجبور نہ کیا جائے، دوسری طرف اگر بچہ ماں کے سوا کسی اور کا دودھ نہ لیتا ہو تو ماں کے لئے انکار جائز نہیں، کیونکہ اس صورت میں یہ انکار باپ کو بلاوجہ ستانے کے مرادف ہے۔

(۱۵۶) یعنی اگر کسی بچے کا باپ زندہ نہ ہو تو دودھ پلانے کے سلسلے میں جو ذمہ داری باپ کی ہے، وہ بچے کے وارثوں پر عائد ہوگی۔ یعنی جو لوگ بچے کے مرنے کی صورت میں اس کے ترکے کے حق دار ہوں گے، انہی پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ اس

خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ

ہے۔ ﴿۲۳۴﴾ اور (عدت کے دوران) اگر تم ان عورتوں کو اِشارے کنائے میں نکاح کا پیغام دو یا (ان سے نکاح کا ارادہ) دِل میں چھپائے رکھو تو تم

اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا

پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ جانتا ہے کہ تم ان (سے نکاح) کا خیال تو دِل میں لاؤ گے، لیکن ان سے نکاح کا دوطرفہ وعدہ مت کرنا،

تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۬ؕ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ

اِلَّا یہ کہ مناسب طریقے سے کوئی بات کہہ دو۔(۱۵۷) اور نکاح کا عقد پکا کرنے کا اس وقت تک ارادہ بھی مت کرنا

النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ

جب تک عدّت کی مقرّرہ مدّت اپنی میعاد کو نہ پہنچ جائے۔ اور یادرکھو کہ جو کچھ تمہارے دِلوں میں ہے اللہ

ع اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾ لَا جُنَاحَ

اسے خوب جانتا ہے؛ لہٰذا اس سے ڈرتے رہو؛ اور یاد رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا بردبار ہے۔ ﴿۲۳۵﴾ تم پر اس میں بھی کوئی

عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ

گناہ نہیں ہے کہ تم عورتوں کو ایسے وقت طلاق دو جبکہ ابھی تم نے ان کو چھوا بھی نہ ہو، اور نہ ان کے لئے کوئی مہر مقرّر کیا ہو۔

فَرِيْضَةً ۖۚ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ

اور (ایسی صورت میں) ان کو کوئی تحفہ دو،(۱۵۸) خوشحال شخص اپنی حیثیت کے مطابق اور غریب آدمی اپنی حیثیت کے مطابق بھلے طریقے سے یہ تحفہ

مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ

دے۔ یہ نیک آدمیوں پر ایک لازمی حق ہے۔ ﴿۲۳۶﴾ اور اگر تم نے انہیں چھونے سے پہلے ہی اس حالت میں طلاق دی ہو جبکہ ان کے لئے (نکاح

اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ

کے وقت) کوئی مہر مقرّر کرلیا تھا تو جتنا مہر تم نے مقرّر کیا تھا اس کا آدھا دینا (واجب ہے) اِلَّا یہ کہ وہ عورتیں رعایت کردیں (اور آدھے مہر کا

بچے کو دُودھ پلانے اور اس کا خرچ برداشت کرنے کی ذمہ داری اُٹھائیں۔

(۱۵۷) جو عورت عدّت گذار رہی ہو اس کو صاف لفظوں میں نکاح کا پیغام دینا اور یہ بات پکی کرلینا جائز نہیں ہے کہ عدت کے بعد تم مجھ سے نکاح کروگی۔ البتہ اس آیت نے کوئی مناسب اشارہ دینے کی اجازت دی ہے جس سے وہ عورت سمجھ جائے کہ اس شخص کا ارادہ عدّت کے بعد پیغام دینے کا ہے۔ مثلاً کوئی اتنا کہلوادے کہ میں بھی کسی مناسب رشتے کی تلاش میں ہوں۔

(۱۵۸) یہ وہ صورت ہے جس میں دو مرد وعورت نے نکاح کے وقت کوئی مہر مقرّر نہیں کیا تھا، اور پھر دونوں کے درمیان خلوَت کی نوبت آنے سے پہلے ہی طلاق ہوگئی؛ اس صورت میں شوہر پر مہر تو واجب نہیں ہوتا، لیکن کم از کم ایک جوڑا کپڑا دینا واجب ہے، اور کچھ مزید تحفہ دیدے تو زیادہ بہتر ہے۔ (اس تحفے کو اِصطلاح میں متعہ کہا جاتا ہے) اور اگر نکاح کے وقت مہر کی مقدار طے کرلی گئی تھی، پھر خلوَت سے پہلے ہی طلاق ہوگئی تو اس صورت میں آدھا مہر واجب ہوگا۔

اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ

بھی مطالبہ نہ کریں) یا وہ (شوہر) جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، رعایت کرے (اور پورا مہر دیدے) اور اگر تم رعایت کرو تو یہ تقویٰ کے

لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

زیادہ قریب ہے۔ اور آپس میں فراخ دلی کا برتاؤ کرنا مت بھولو۔ جو عمل بھی تم کرتے ہو، اللہ یقیناً اسے دیکھ رہا ہے۔ (۲۳۷) تمام نمازوں کا پورا

حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۗ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنْ

پورا خیال رکھو، اور (خاص طور پر) بیچ کی نماز کا[۱۵۹] اور اللہ کے سامنے باادب فرماں بردار بن کر کھڑے ہوا کرو (۲۳۸) اور اگر تمہیں (دشمن کا)

خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ

خوف لاحق ہو تو کھڑے کھڑے یا سوار ہونے کی حالت ہی میں (نماز پڑھ لو)[۱۶۰] پھر جب تم امن کی حالت میں آجاؤ تو اللہ کا ذکر اس طریقے سے

مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ

کرو جو اس نے تمہیں سکھایا ہے جس سے تم پہلے ناواقف تھے (۲۳۹) اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ اپنی

اَزْوَاجًا ۖۚ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ

بیویوں کے حق میں یہ وصیت کر جایا کریں کہ ایک سال تک وہ (ترکے سے نفقہ وصول کرنے کا) فائدہ اُٹھائیں گی اور ان کو (شوہر کے گھر سے) نکالا

خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَاللّٰهُ

نہیں جائے گا۔[۱۶۱] ہاں اگر وہ خود نکل جائیں تو اپنے حق میں قاعدے کے مطابق وہ جو کچھ بھی کریں اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ اور اللہ

---

(۱۵۹) آیت نمبر ۱۵۳ سے اسلامی عقائد اور اَحکام کا جو بیان شروع ہوا تھا (دیکھئے اس آیت پر ہمارا حاشیہ) وہ اب ختم ہو رہا ہے۔ آیت نمبر ۱۵۳ میں یہ بیان نماز کی تاکید سے شروع ہوا تھا، اب آخر میں دوبارہ نماز کی یہ اہمیت بیان کی جارہی ہے کہ جنگ کے شدید حالات میں بھی امکان کی آخری حد تک اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ ''بیچ کی نماز'' سے مراد عصر کی نماز ہے۔ اس کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ عام طور سے اس وقت لوگ اپنا کاروبار سمیٹنے میں مشغول ہوتے ہیں، اور اس مشغولیت میں بے پروائی ہونے کا امکان زیادہ ہے۔

(۱۶۰) جنگ کی حالت میں جب باقاعدہ نماز پڑھنے کا موقع نہ ہو اس بات کی اجازت ہے کہ انسان کھڑے کھڑے اشارے سے نماز پڑھ لے۔ البتہ چلتے ہوئے پڑھنا جائز نہیں۔ اگر کھڑا ہونے کا بھی موقع نہ ہو تو نماز قضا کرنا بھی جائز ہے۔

(۱۶۱) آخر میں طلاق کے جو مسائل چل رہے تھے ان کا ایک تکملہ ضمنی طور پر بیان ہوا ہے جو مطلقہ عورتوں کے حقوق سے متعلق ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بیوہ عورت کی عدت ایک سال ہوتی تھی، لیکن اسلام نے پیچھے آیت نمبر ۲۳۴ میں عدّت کی مدّت گھٹا کر چار مہینے دس دن مقرر کردی۔ جس وقت زیرِ نظر آیت نازل ہوئی ہے اُس وقت تک میراث کے اَحکام نہیں آئے تھے، اور جیسا کہ اُوپر آیت نمبر ۱۸۰ میں گذرا، لوگوں پر یہ واجب تھا کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے حق میں وصیت کیا کریں کہ ان کے ترکے سے کس کو کتنا دیا جائے۔ لہٰذا اس آیت میں اسی اُصول کے تحت یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگرچہ بیوہ کی عدت چار مہینے دس دن

عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَی الْمُتَّقِیْنَ ﴿۲۴۱﴾

صاحبِ اقتدار بھی ہے، صاحبِ حکمت بھی۔ ﴿۲۴۰﴾ اور مطلقہ عورتوں کو قاعدے کے مطابق فائدہ پہنچانا متقیوں پر ان کا حق ہے۔ (۱۶۲) ﴿۲۴۱﴾

کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَکُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ ۳۱ ع ۱۵

اللہ اپنے اَحکام اسی طرح وضاحت سے تمہارے سامنے بیان کرتا ہے، تاکہ تم سمجھ داری سے کام لو۔ ﴿۲۴۲﴾ کیا تمہیں ان لوگوں کا

خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ

حال معلوم نہیں ہوا جو موت سے بچنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل آئے تھے، اور وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے؟

مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْیَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ

چنانچہ اللہ نے ان سے کہا: "مرجاؤ" پھر انہیں زندہ کیا۔ (۱۶۳) حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر بہت فضل فرمانے والا ہے،

ہے لیکن اس کے شوہر کو چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے حق میں یہ وصیت کر جایا کرے کہ اسے سال بھر تک اس کے ترکے سے نفقہ بھی دیا جائے اور اس کے گھر میں رہائش بھی فراہم کی جائے۔ البتہ اگر وہ خود اپنا یہ حق چھوڑ دے اور چار مہینے دس دن کے بعد شوہر کے گھر سے چلی جائے تو کچھ حرج نہیں۔ ہاں چار مہینے دس دن سے پہلے اس کے لئے بھی شوہر کے گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے۔ اگلے جملے میں جو کہا گیا ہے کہ "ہاں اگر وہ خود نکل جائیں تو اپنے حق میں قاعدے کے مطابق وہ جو کچھ بھی کریں اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا" اس میں قاعدے سے مراد یہی ہے کہ وہ عدت پوری کرنے کے بعد نکلیں، پہلے نہیں۔ لیکن یہ سارا حکم میراث کے اَحکام آنے سے پہلے پہلے تھا۔ جب سورۂ نساء میں میراث کے اَحکام آگئے، اور بیوی کا حصہ ترکے میں مقرر کر دیا گیا تو سال بھر کے نفقے اور رہائش کا یہ حق ختم ہوگیا۔

(۱۶۲) مطلقہ عورتوں کو فائدہ پہنچانے کا لفظ بڑا عام ہے۔ اس میں عدّت کے دوران کا نفقہ بھی داخل ہے، اور اگر ابھی مہر نہ دیا گیا ہو تو وہ بھی داخل ہے، نیز اُوپر آیت نمبر ۲۳۶ میں جس تحفے کا ذکر ہے وہ بھی اس میں شامل ہے۔ یہ تحفہ اس صورت میں تو واجب ہے جب کوئی مہر مقرّر نہ ہوا ہو، اور خلوت سے پہلے طلاق ہوگئی ہو، لیکن جب مہر مقرّر ہوا ہو تو اس صورت میں بھی مستحب ہے کہ مطلقہ عورت کو مہر کے علاوہ یہ تحفہ بھی دیا جائے۔ ان تمام اَحکام سے یہ بات واضح ہو رہی ہے کہ اوّل تو طلاق کوئی پسندیدہ چیز نہیں ہے اور اس کا اِقدام اسی وقت کرنا چاہئے جب کوئی اور صورت باقی نہ رہی ہو، دوسرے جب یہ اِقدام کیا جائے تو نکاح کے تعلق کا اِختتام بھی شرافت، فراخ دِلی اور اِحترام سے خوشگوار ماحول میں ہونا چاہئے، دُشمنی کے ماحول میں نہیں۔

(۱۶۳) یہاں سے آیت نمبر ۲۶۰ تک دو مضمون ایک ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ بنیادی مقصد جہاد کی ترغیب دینا ہے، لیکن بعض منافقین اور کمزور طبیعت کے لوگ جہاد میں جانے سے اس لئے کتراتے تھے کہ انہیں موت کا خوف تھا۔ اس لئے دوسرا مضمون ساتھ ساتھ بیان ہوا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ موت اور زندگی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ چاہے تو جنگ کے بغیر بھی موت دیدے، اور چاہے تو شدید جنگ کے درمیان بھی انسانوں کی حفاظت کرلے، بلکہ اس کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی انسانوں کو زندہ کردے۔ اس قدرت کا عمومی مظاہرہ تو آخرت میں ہوگا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس دُنیا میں بھی چند ایسے نمونے دُنیا کو دِکھادیئے ہیں جن میں بعض لوگوں کو مرنے کے بعد بھی زندہ کیا گیا۔ اس کی ایک مثال اس آیت ۲۴۳ میں دی گئی

ہے۔ ایک اشارہ آیت نمبر ۲۵۳ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کیا گیا ہے جن کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے کئی مردوں کو زندہ کیا۔ تیسرا حوالہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے مکالمے (آیت نمبر ۲۵۸) میں اللہ تعالیٰ کے موت اور زندگی دینے سے متعلق ہے۔ چوتھا واقعہ آیت نمبر ۲۵۹ میں حضرت عزیر علیہ السلام کا بیان فرمایا گیا ہے۔ اور اس سے اگلی آیت (نمبر ۲۶۰) میں پانچواں واقعہ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا تھا کہ وہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں۔

زیرِ نظر آیت (۲۴۳) میں جو واقعہ بیان ہوا ہے اس کی تفصیل قرآنِ کریم نے بیان نہیں فرمائی۔ صرف اتنا بتایا ہے کہ کسی زمانے میں کوئی قوم جو ہزاروں کی تعداد میں تھی، موت سے بچنے کے لئے اپنے گھروں سے نکل کھڑی ہوئی تھی، مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی، اور پھر زندہ کر کے یہ دِکھا دیا کہ اگر موت سے بچنے کے لئے کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی تدبیر اختیار کرے تو ضروری نہیں کہ موت سے بچ ہی جائے، اللہ تعالیٰ اسے پھر بھی موت کے گھاٹ اُتار سکتا ہے۔ یہ لوگ کون تھے؟ کس زمانے میں تھے؟ وہ موت کا خوف کیا تھا جس کی بنا پر یہ بھاگ کھڑے ہوئے تھے؟ یہ تفصیل قرآنِ کریم نے بیان نہیں فرمائی، کیونکہ قرآنِ کریم کوئی تاریخ کی کتاب نہیں ہے، اس میں جو واقعات بیان ہوتے ہیں، وہ کوئی سبق دینے کے لئے ہوتے ہیں، لہٰذا اکثر ان کا صرف اتنا حصہ بیان کیا جاتا ہے جس سے وہ سبق مل جائے۔ اور اس واقعے سے مذکورہ بالا سبق لینے کے لئے اتنی بات کافی ہے جو یہاں بیان ہوئی ہے۔ البتہ جس انداز سے قرآنِ کریم نے اس واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ قصہ اس وقت لوگوں میں مشہور و معروف تھا۔ آیت کے شروع میں یہ الفاظ کہ: "کیا تمہیں ان لوگوں کا حال معلوم نہیں ہوا؟" اس قصے کی شہرت پر دلالت کر رہے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابنِ جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور بعض تابعین سے کئی روایتیں نقل کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بنو اسرائیل کے لوگوں کا ہے جو ہزاروں کی تعداد میں ہونے کے باوجود یا تو کسی دُشمن کے مقابلے سے کترا کر اپنا گھر بار چھوڑ گئے تھے یا طاعون کی وبا سے گھبرا کر نکل کھڑے ہوئے تھے۔ جب یہ اس جگہ پہنچے جسے وہ پناہ گاہ سمجھتے تھے تو اللہ کے حکم سے موت نے وہیں ان کو آلیا۔ بعد میں جب وہ بوسیدہ ہڈیوں میں تبدیل ہوگئے تو حضرت حزقیل علیہ السلام کا وہاں سے گذر ہوا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ وہ ان ہڈیوں سے خطاب کریں، اور ان کے خطاب کے بعد وہ ہڈیاں پھر سے انسانی شکل میں زندہ ہو کر کھڑی ہوگئیں۔ حضرت حزقیل علیہ السلام کا یہ قصہ موجودہ بائبل میں بھی مذکور ہے۔ (دیکھئے: حزقی ایل ۳۷: ۱ تا ۱۵) اس لئے کچھ بعید نہیں ہے کہ یہ واقعہ مدینہ منوّرہ کے یہودیوں کے ذریعے مشہور ہو گیا ہو۔

واقعے کی یہ تفصیلات مستند ہوں یا نہ ہوں، لیکن اتنی بات قرآنِ کریم کے صاف اور صریح الفاظ سے واضح ہے کہ ان لوگوں کو حقیقی طور پر موت کے بعد زندہ کیا گیا تھا۔ ہمارے زمانے کے بعض مصنفین نے مردوں کے زندہ ہونے کو بعید از قیاس سمجھتے ہوئے اس آیت میں یہ تأویل کی ہے کہ یہاں موت سے مراد سیاسی اور اخلاقی موت ہے، اور دوبارہ زندہ ہونے سے مراد سیاسی غلبہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تأویل قرآنِ کریم کے صریح الفاظ سے میل نہیں کھاتی، اور عربیت اور قرآنِ کریم کے اُسلوب سے بھی بہت بعید ہے۔ سیدھی سی بات یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان ہے تو اس قسم کے واقعات میں تعجب کی کیا بات ہے، جس

النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ

لیکن اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ ﴿۲۴۴﴾ اور اللہ کے راستے میں جنگ کرو، اور یقین رکھو کہ اللہ خوب سننے والا، خوب

عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا

جاننے والا ہے۔ ﴿۲۴۵﴾ کون ہے جو اللہ کو اچھے طریقے پر قرض دے، تاکہ وہ اسے اس کے مفاد میں اتنا بڑھائے چڑھائے کہ وہ بدرجہا زیادہ

كَثِیْرَةً ؕ وَ اللّٰهُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ ۪ وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ

ہوجائے (۱۶۴)؟ اور اللہ ہی تنگی پیدا کرتا ہے، اور وہی وسعت دیتا ہے، اور اسی کی طرف تم سب کو لوٹایا جائے گا۔ ﴿۲۴۶﴾ کیا تمہیں موسیٰ کے بعد بنی

مِنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا

اسرائیل کے گروہ کے اس واقعے کا علم نہیں ہوا جب انہوں نے اپنے ایک نبی سے کہا تھا کہ ہمارا ایک بادشاہ مقرر کردیجئے تاکہ (اس کے

مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ

جھنڈے تلے) ہم اللہ کے راستے میں جنگ کرسکیں (۱۶۵)۔ نبی نے کہا: "کیا تم لوگوں سے یہ بات کچھ بعید ہے کہ جب تم پر جنگ فرض کی جائے تو

کی بنا پر یہ دُور از کار تاویلیں کی جائیں؟ بالخصوص یہاں سے آیت ۲۶۰ تک جو سلسلۂ کلام چل رہا ہے، اور جس کی تفصیل اُوپر بیان ہوئی ہے، اس کی روشنی میں یہاں موت اور زندگی سے حقیقی معنیٰ مراد ہونا ہی قرینِ قیاس ہے۔

(۱۶۴) اللہ کو قرض دینے سے مراد اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا ہے۔ اس میں غریبوں کی اِمداد بھی داخل ہے، اور جہاد کے مقاصد میں خرچ کرنا بھی۔ اسے قرض مجازاً کہا گیا ہے، کیونکہ اس کا بدلہ ثواب کی صورت میں دیا جائے گا۔ اور "اچھے طریقے" کا مطلب یہ ہے کہ اِخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے دیا جائے، دِکھاوا یا دُنیا میں بدلہ لینا مقصود نہ ہو، اور اگر جہاد کے لئے یا کسی غریب کی مدد کے طور پر قرض ہی دیا جائے تو اس پر کسی سود کا مطالبہ نہ ہو۔ کفار اپنی جنگی ضروریات کے لئے سود پر قرض لیتے تھے۔ مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ اوّل تو وہ قرض کے بجائے چندہ دیں، اور اگر قرض ہی دیں تو اصل سے زیادہ کا مطالبہ نہ کریں، کیونکہ اگرچہ دُنیا میں تو انہیں سود نہیں ملے گا، لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کا ثواب اصل سے بدرجہا زیادہ عطا فرمائیں گے۔ جہاں تک اس خطرے کا تعلق ہے کہ اس طرح خرچ کرنے سے مال میں کمی ہوجائے گی، اس کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ تنگی اور وسعت اللہ ہی کے قبضے میں ہیں۔ جو شخص اللہ کے دِین کی خاطر اپنا مال خرچ کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو تنگی پیش آنے نہیں دیں گے، بشرطیکہ وہ اللہ کے حکم کے مطابق خرچ کرے۔

(۱۶۵) یہاں نبی سے مراد حضرت سموئیل علیہ السلام ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تقریباً ساڑھے تین سو سال بعد پیغمبر بنائے گئے تھے۔ سورۂ مائدہ (۵:۲۴) میں مذکور ہے کہ فرعون سے نجات پانے کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو ان عمالقہ سے جہاد کرنے کی دعوت دی تھی جو بنی اسرائیل کے وطن فلسطین پر قابض ہوگئے تھے، مگر بنی اسرائیل نے انکار کردیا جس کی سزا میں انہیں صحرائے سینا میں محصور کردیا گیا، اور اسی حالت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی، بعد میں حضرت یوشع علیہ السلام کی قیادت میں فلسطین کا ایک بڑا علاقہ فتح ہوا۔ حضرت یوشع علیہ السلام آخر عمر تک ان کی نگرانی کرتے رہے، اور ان کے معاملات کے تصفیے کے لئے قاضی مقرر کئے۔ تقریباً تین سو سال تک نظام اسی طرح چلتا رہا کہ بنی اسرائیل کا کوئی بادشاہ یا

الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَ مَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ

تم نہ لڑو؟" انہوں نے کہا: "بھلا ہمیں کیا ہوجائے گا جو ہم اللہ کے راستے میں جنگ نہ کریں گے حالانکہ ہمیں اپنے گھروں

اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَ اَبْنَآئِنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا

اور اپنے بچوں کے پاس سے نکال باہر کیا گیا ہے۔" پھر (ہوا یہی کہ) جب ان پر جنگ فرض کی گئی تو ان میں سے تھوڑے لوگوں کو

قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ

چھوڑ کر باقی سب پیٹھ پھیر گئے۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ (۲۴۶) اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ: "اللہ نے تمہارے لئے طالوت کو

بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَ نَحْنُ

بادشاہ بنا کر بھیجا ہے۔" کہنے لگے: "بھلا اس کو ہم پر بادشاہت کرنے کا حق کہاں سے آگیا؟ ہم اس کے مقابلے میں

اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَ لَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ

بادشاہت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور اس کو تو مالی وسعت بھی حاصل نہیں۔" نبی نے کہا: "اللہ نے ان کو تم پر فضیلت

اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَ زَادَهٗ بَسْطَةً فِي الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ ؕ وَ اللّٰهُ يُؤْتِيْ

دے کر چنا ہے، اور انہیں علم اور جسم میں (تم سے) زیادہ وسعت عطا کی ہے۔ اور اللہ اپنا ملک جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ

اور اللہ بڑی وسعت اور بڑا علم رکھنے والا ہے۔" (۲۴۷) اور ان سے ان کے نبی نے یہ بھی کہا کہ: "طالوت کی بادشاہت کی

مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ بَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ

علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صندوق (واپس) آجائے گا جس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے سکینت کا سامان ہے،

حکمران نہیں تھا، بلکہ قبیلوں کے سردار اور حضرت یوشع علیہ السلام کے مقرر کئے ہوئے نظام کے تحت قاضی ہوا کرتے تھے۔ اسی لئے اس دور کو قاضیوں کا زمانہ کہا جاتا تھا۔ بائبل کی کتاب قضاۃ میں اسی زمانے کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ چونکہ اس دور میں پوری قوم کا کوئی متفقہ حکمران نہیں تھا، اس لئے آس پاس کی قومیں ان پر حملہ آور ہوتی رہتی تھیں۔ آخر میں فلسطین کی بت پرست قوم نے ان پر حملہ کر کے انہیں سخت شکست دی اور وہ متبرک صندوق بھی اُٹھا کر لے گئے جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی کچھ یادگاریں، تورات کا نسخہ اور آسمانی غذا "من" کا مرتبان محفوظ تھا، اور جسے بنی اسرائیل تبرک کے لئے جنگوں کے موقع پر آگے رکھا کرتے تھے۔ حالات کے اس پس منظر میں ایک قاضی حضرت سموئیل علیہ السلام کو نبوّت کا منصب عطا ہوا۔ ان کے دور میں بھی فلسطینیوں کا ظلم وستم جاری رہا تو بنی اسرائیل نے ان سے درخواست کی کہ ان پر کوئی بادشاہ مقرر کر دیا جائے۔ اس کے نتیجے میں طالوت کو بادشاہ بنایا گیا جس کا واقعہ یہاں مذکور ہے۔ بائبل میں دو کتابیں حضرت سموئیل علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں، ان میں سے پہلی کتاب میں بنی اسرائیل کی طرف سے بادشاہ مقرر کرنے کی فرمائش بھی ذکر کی گئی ہے، مگر بادشاہ کا نام طالوت کے بجائے ساؤل مذکور ہے۔ نیز بعض تفصیلات میں فرق بھی ہے۔

اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ

اور موسیٰ اور ہارون نے جو اشیاء چھوڑی تھیں ان میں سے کچھ باقی ماندہ چیزیں ہیں۔ اسے فرشتے اُٹھائے ہوئے لائیں گے(۱۶۶) اگر تم مؤمن ہو تو

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ ع

تمہارے لئے اس میں بڑی نشانی ہے۔ (۲۴۸) چنانچہ جب طالوت لشکر کے ساتھ روانہ ہوا تو اس نے (لشکر والوں سے) کہا کہ: ''اللہ ایک دریا کے

مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ

ذریعے تمہارا امتحان لینے والا ہے۔ جو شخص اس دریا سے پانی پیئے گا وہ میرا آدمی نہیں ہوگا، اور جو اسے نہیں چکھے گا وہ میرا آدمی ہوگا، الا یہ کہ کوئی اپنے ہاتھ

مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ

سے ایک چلو بھر لے (تو کچھ حرج نہیں)(۱۶۷)'' پھر (ہوا یہ کہ) ان میں سے تھوڑے آدمیوں کے سوا باقی سب نے اس دریا سے (خوب) پانی پیا۔ چنانچہ

فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ

جب وہ (یعنی طالوت) اور اس کے ساتھ ایمان رکھنے والے دریا کے پار اُترے، تو یہ لوگ (جنہوں نے طالوت کا حکم نہیں مانا تھا) کہنے لگے کہ: ''آج

بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ

جالوت اور اس کے لشکر کا مقابلہ کرنے کی ہم میں بالکل طاقت نہیں ہے۔'' (مگر) جن لوگوں کا ایمان تھا کہ وہ اللہ سے جاملنے والے ہیں انہوں نے کہا

فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾

کہ: ''نجانے کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جو اللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں۔ اور اللہ ان لوگوں کا ساتھی ہے، جو صبر سے کام لیتے ہیں۔'' (۲۴۹)

---

(۱۶۶) جب بنی اسرائیل نے طالوت کو بادشاہ ماننے سے انکار کیا اور ان کے بادشاہ مقرر ہونے پر کوئی نشانی طلب کی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت سموئیل علیہ السلام سے یہ کہلوایا کہ ان کے منجانب اللہ ہونے کی نشانی یہ ہوگی کہ اشدودی قوم کے لوگ جو متبرک صندوق اُٹھا کر لے گئے تھے، ان کے زمانے میں اللہ کے فرشتے وہ صندوق تمہارے پاس اُٹھا کر لے آئیں گے۔ اسرائیلی روایات کے مطابق اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اشدودیوں نے وہ صندوق ایک مندر میں لے جاکر رکھا، مگر اس کے بعد وہ طرح طرح کی مصیبتوں سے دوچار ہونا شروع ہوگئے، کبھی ان کے بت اوندھے پڑے ہوئے ملتے، کبھی گلٹیوں کی وبا پھیل جاتی، کبھی چوہوں کی کثرت پریشان کرتی۔ آخرکار ان کے نجومیوں نے انہیں یہ مشورہ دیا کہ یہ ساری آفتیں اس صندوق کی وجہ سے ہیں، چنانچہ انہوں نے وہ صندوق بیل گاڑیوں پر رکھ کر انہیں شہر سے باہر کی طرف ہنکا دیا۔ بائبل میں فرشتوں کے صندوق لانے کا ذکر نہیں ہے، مگر قرآنِ کریم نے صاف کہا ہے کہ اسے فرشتے لے کر آئیں گے۔ اگر بائبل کی یہ روایت درست مانی جائے کہ ان لوگوں نے خود صندوق کو باہر نکال دیا تھا تو یہ ممکن ہے کہ بیل گاڑیوں نے اسے شہر سے باہر چھوڑ دیا ہو، اور وہاں سے اسے فرشتے اُٹھا کر بنی اسرائیل کے پاس لے آئے ہوں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ بیل گاڑیوں پر ہنکانے کا قصہ ہی غلط ہو اور فرشتے اسے براہِ راست اُٹھا لائے ہوں۔ واللہ اعلم۔

(۱۶۷) یہ دریائے اُردن تھا، اور یہ امتحان بظاہر یہ دیکھنے کے لئے لیا گیا تھا کہ لشکر کے کتنے لوگ ہیں جو اپنے امیر کی اطاعت کا ایسا

وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ

اور جب یہ لوگ جالوت اور اس کے لشکروں کے آمنے سامنے ہوئے تو انہوں نے کہا: "اے ہمارے پروردگار! صبر و استقلال کی صفت ہم پر اُنڈیل

اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ

دے، ہمیں ثابت قدمی بخش دے، اور ہمیں اس کافر قوم کے مقابلے میں فتح و نصرت عطا فرمادے" (۲۵۰) چنانچہ انہوں نے اللہ کے حکم سے ان

وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا

(جالوت کے ساتھیوں) کو شکست دی اور داؤد نے جالوت کو قتل کیا،(۱۶۸) اور اللہ نے اس کو سلطنت اور دانائی عطا کی،

يَشَآءُ ۭ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ

اور جو علم چاہا اس کو عطا فرمایا۔ اگر اللہ لوگوں کا ایک دوسرے کے ذریعے دِفاع نہ کرے تو زمین میں فساد پھیل جائے،

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ

لیکن اللہ تمام جہانوں پر بڑا فضل فرمانے والا ہے۔ (۲۵۱) یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم آپ کے سامنے ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں، اور آپ بیشک

جذبہ رکھتے ہیں کہ اس پر اپنی خواہشات کو بھی قربان کردیں، کیونکہ اس طرح کی جنگ میں ایسی مضبوط اطاعت کے بغیر کام نہیں چلتا۔

(۱۶۸) جالوت دُشمن کی فوج کا بڑا قوی ہیکل پہلوان تھا، سموئیل (علیہ السلام) کے نام پر جو پہلی کتاب بائبل میں ہے اس میں مذکور ہے کہ وہ کئی روز تک بنی اسرائیل کو چیلنج دیتا رہا کہ کوئی اس کے مقابلے کے لئے آئے، مگر کسی کو اس سے دوبدو لڑنے کی جرأت نہ ہوئی۔ داؤد علیہ السلام اس وقت نوعمر نوجوان تھے، ان کے تین بھائی جنگ میں شریک تھے، مگر وہ چونکہ سب سے چھوٹے تھے، اس لئے اپنے بوڑھے والد کی خدمت کے لئے ان کے پاس رہ گئے تھے۔ جب جنگ شروع ہوئے کئی دن گذر گئے تو ان کے والد نے انہیں اپنے تین بھائیوں کی خیر خبر لینے کے لئے میدانِ جنگ بھیجا، یہ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ جالوت مسلسل چیلنج دے رہا ہے، اور کوئی اس سے لڑنے کے لئے آگے نہیں بڑھ رہا، تو انہیں غیرت آئی اور انہوں نے طالوت سے اجازت مانگی کہ وہ جالوت کے مقابلے کے لئے جانا چاہتے ہیں؛ ان کی نوعمری کے پیشِ نظر شروع میں طالوت اور دوسرے لوگوں کو بھی تردّد ہوا، لیکن ان کے اِصرار پر انہیں اجازت مل گئی۔ انہوں نے جالوت کے سامنے جاکر اللہ کا نام لیا اور ایک پتھر اس کی پیشانی پر مارا جو اس کے سر میں گھس گیا، اور وہ زمین پر گر پڑا۔ یہ اس کے پاس گئے اور خود اسی کی تلوار لے کر اس کا سر قلم کردیا۔ (۱-سموئیل، باب ۱۷) یہاں تک بائبل اور قرآنِ کریم کے بیان میں کوئی تعارض نہیں ہے، لیکن اس کے بعد بائبل میں یہ کہا گیا ہے کہ طالوت (یا ساؤل) کو حضرت داؤد علیہ السلام کی مقبولیت سے حسد ہوگیا تھا، چنانچہ بائبل میں ان کے خلاف بہت سی ناقابلِ یقین باتیں ذکر کی گئی ہیں۔ بظاہر یہ داستانیں ان بنی اسرائیل کی کارروائی ہے جو شروع سے طالوت کے مخالف تھے۔ قرآنِ کریم نے جن الفاظ میں طالوت کی تعریف کی ہے ان میں حسد جیسی بیماری کی گنجائش نہیں ہے۔ بہر حال حضرت داؤد علیہ السلام کے اس کارنامے نے انہیں ایسی مقبولیت عطا کی کہ بعد میں وہ بنی اسرائیل کے بادشاہ بھی بنے، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں نبوت سے بھی سرفراز فرمایا، اور ان کے ذریعے پہلی بار ایسا ہوا کہ نبوت اور بادشاہت ایک ہی ذات میں جمع ہوئیں۔

بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾ تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى

ان پیغمبروں میں سے ہیں جو رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ (۱۶۹) ﴿۲۵۲﴾ یہ پیغمبر جو ہم نے (مخلوق کی اصلاح کے لئے) بھیجے ہیں، ان کو ہم نے ایک دوسرے

بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ

پر فضیلت عطا کی ہے۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ نے کلام فرمایا، اور ان میں سے بعض کو اس نے بدرجہا بلندی عطا کی۔ (۱۷۰) اور ہم نے

الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ

عیسیٰ ابن مریم کو کھلی نشانیاں دیں، اور روح القدس سے ان کی مدد فرمائی۔ (۱۷۱) اور اگر اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے لوگ اپنے پاس روشن دلائل آجانے

بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ

کے بعد آپس میں نہ لڑتے، لیکن انہوں نے خود اختلاف کیا، چنانچہ ان میں سے کچھ وہ تھے جو ایمان لائے، اور کچھ وہ جنہوں نے کفر اپنایا۔ اور اگر

كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ يٰۤاَيُّهَا ع

اللہ چاہتا تو وہ آپس میں نہ لڑتے، لیکن اللہ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔ (۱۷۲) ﴿۲۵۳﴾ اے ایمان والو! جو رزق ہم نے تمہیں دیا ہے اس میں سے وہ دن

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ

آنے سے پہلے پہلے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرلو جس دن نہ کوئی سودا ہوگا، نہ کوئی دوستی (کام آئے گی)، اور نہ کوئی سفارش

---

(۱۶۹) یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دِلائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر ان آیات کا جاری ہونا آپ کے رسول ہونے کی دلیل ہے، اس لئے کہ آپ کے پاس ان واقعات کو جاننے کا وحی کے سوا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ اور "ٹھیک ٹھیک" کے الفاظ سے شاید اس طرف اشارہ مقصود ہے کہ اہلِ کتاب نے ان واقعات کو بیان کرنے میں کہیں مبالغے سے کام لیا ہے، اور کہیں من گھڑت قصے مشہور کردیئے ہیں۔ قرآنِ کریم ان میں سے صرف صحیح باتیں بیان کرتا ہے۔

(۱۷۰) مطلب یہ ہے کہ تھوڑی بہت فضیلت تو مختلف انبیائے کرام کو ایک دوسرے پر دی گئی ہے، لیکن بعض انبیائے کرام کو دوسروں پر بدرجہا زیادہ فضیلت حاصل ہے، اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔

(۱۷۱) یہی مضمون پیچھے آیت نمبر ۸۷ میں آچکا ہے۔ تشریح کے لئے اس آیت کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے۔

(۱۷۲) قرآنِ کریم نے بہت سے مقامات پر یہ حقیقت بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ تھا کہ وہ تمام انسانوں کو زبردستی ایمان لانے پر مجبور کردیتا، اور اس صورت میں سب کا دِین ایک ہی ہوجاتا، اور کوئی اختلاف پیدا نہ ہوتا، لیکن اس سے وہ سارا نظام تلپٹ ہوجاتا جس کے لئے یہ دُنیا بنائی گئی ہے اور انسان کو اس میں بھیجا گیا ہے۔ انسان کو یہاں بھیجنے کا مقصد اس کا یہ امتحان لینا ہے کہ اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں سے ہدایت کا راستہ معلوم کرنے کے بعد کون ہے جو اس ہدایت پر اپنی مرضی سے چلتا ہے، اور کون ہے جو اس کو نظر انداز کرکے اپنی من گھڑت خواہشات کو اپنا رہنما بناتا ہے۔ اس لئے اللہ نے زبردستی لوگوں کو ایمان پر مجبور نہیں کیا۔ چنانچہ آگے آیت نمبر ۲۵۶ میں صراحت کے ساتھ یہ بات کہہ دی گئی ہے کہ دِین میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ حق کے دلائل واضح کردیئے گئے ہیں، اس کے بعد جو کوئی حق کو اختیار کرے گا وہ اپنے ہی فائدے کے لئے ایسا کرے گا، اور جو شخص اسے نظر انداز کرکے شیطان کے سکھائے ہوئے راستے پر چلے گا، وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔

وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ۗ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

ہو سکے گی۔(۱۷۳) اور ظالم وہ لوگ ہیں جو کفر اختیار کئے ہوئے ہیں۔(۲۵۴) اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں،

هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۗ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ

جو سدا زندہ ہے، جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے؛ جس کو نہ کبھی اُونگھ لگتی ہے، نہ نیند۔ آسمانوں میں جو کچھ ہے (وہ بھی)

وَمَا فِی الْاَرْضِ ۗ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۗ یَعْلَمُ مَا

اور زمین میں جو کچھ ہے (وہ بھی)، سب اسی کا ہے۔ کون ہے جو اس کے حضور اس کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش کر سکے؟

بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا

وہ سارے بندوں کے تمام آگے پیچھے کے حالات کو خوب جانتا ہے، اور وہ لوگ اُس کے علم کی کوئی بات اپنے علم کے دائرے میں نہیں لا سکتے،

شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ

سوائے اُس بات کے جسے وہ خود چاہے۔ اس کی کرسی نے سارے آسمانوں اور زمین کو گھیرا ہوا ہے؛ اور ان دونوں کی نگہبانی سے اسے ذرا بھی

الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ﴿۲۵۵﴾ لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ ۙ۫ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ ۚ

بوجھ نہیں ہوتا، اور وہ بڑا عالی مقام، صاحبِ عظمت ہے۔(۲۵۵) دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ ہدایت کا راستہ گمراہی سے ممتاز ہو کر

فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ

واضح ہو چکا۔ اس کے بعد جو شخص طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آئے گا، اس نے ایک مضبوط کنڈا تھام لیا جس کے ٹوٹنے کا کوئی

الْوُثْقٰی ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۗ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ

امکان نہیں۔ اور اللہ خوب سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔(۲۵۶) اللہ ایمان والوں کا رکھوالا ہے؛

اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا

وہ انہیں اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، ان کے رکھوالے

اَوْلِیٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ یُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَی الظُّلُمٰتِ ۗ

وہ شیطان ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیریوں میں لے جاتے ہیں۔ وہ سب آگ کے باسی ہیں؛ وہ ہمیشہ

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ ۳۴ ع ۲

اسی میں رہیں گے۔(۲۵۷) کیا تم نے اس شخص (کے حال) پر غور کیا جس کو اللہ نے سلطنت کیا دے دی تھی کہ وہ

اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ وقف لازم

اپنے پروردگار (کے وجود ہی) کے بارے میں ابراہیم سے بحث کرنے لگا؟ جب ابراہیم نے کہا کہ: ''میرا پروردگار وہ ہے

(۱۷۳) اس سے مراد قیامت کا دن ہے۔

يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَ اُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ

جو زندگی بھی دیتا ہے اور موت بھی'' تو وہ کہنے لگا کہ: ''میں بھی زندگی دیتا ہوں اور موت دیتا ہوں (۱۷۴)۔'' ابراہیم نے کہا: ''اچھا!

بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ

اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تم ذرا اسے مغرب سے تو نکال کر لاؤ۔'' اس پر وہ کافر مبہوت ہوکر رہ گیا۔ اور اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۚ﴿۲۵۸﴾ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّ هِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى

ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ (۲۵۸) یا (تم نے) اس جیسے شخص (کے واقعے) پر (غور کیا) جس کا ایک بستی پر ایسے وقت گذر ہوا جب وہ

عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ

چھتوں کے بل گری پڑی تھی؟ (۱۷۵) اس نے کہا کہ ''اللہ اس بستی کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا؟'' پھر اللہ نے اس شخص کو سو سال تک کے

(۱۷۴) یہ بابل کا بادشاہ نمرود تھا جو خدائی کا بھی دعوے دار تھا۔ اس نے جو دعویٰ کیا کہ میں زندگی اور موت دیتا ہوں اس کا مطلب یہ تھا کہ میں بادشاہ ہونے کی وجہ سے جس کو چاہوں موت کے گھاٹ اُتار دوں اور جس کو چاہوں موت کا مستحق ہونے کے باوجود معاف کر کے آزاد کر دوں، اور اس طرح اسے زندگی دے دوں۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہ جواب قطعی طور پر غیر متعلق تھا، اس لئے کہ گفتگو زندگی اور موت کے اسباب سے نہیں ان کی تخلیق سے ہو رہی تھی، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ یا تو موت اور حیات کی تخلیق کا مطلب ہی نہیں سمجھتا یا کٹ حجتی پر اُتر آیا ہے، اس لئے انہوں نے ایک ایسی بات فرمائی جس کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ مگر لاجواب ہو کر حق کو قبول کرنے کے بجائے اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پہلے قید کیا، پھر آگ میں ڈالنے کا حکم دیا جس کا ذکر قرآنِ کریم نے سورۂ انبیاء (۲۱:۶۸ تا ۷۱) سورۂ عنکبوت (۲۹:۲۴) اور سورۂ صافات (۳۷:۹۷) میں فرمایا ہے۔

(۱۷۵) آیت نمبر ۲۵۹ اور ۲۶۰ میں اللہ تعالیٰ نے دو ایسے واقعے ذکر فرمائے ہیں جن میں اس نے اپنے دو خاص بندوں کو اس دُنیا ہی میں مردوں کو زندہ کرنے کا مشاہدہ کرایا۔ پہلے واقعے میں ایک ایسی بستی کا ذکر ہے جو مکمل طور پر تباہ ہو چکی تھی، اس کے تمام باشندے مر کھپ چکے تھے، اور مکانات چھتوں سمیت گر کر مٹی میں مل گئے تھے۔ ایک صاحب کا وہاں سے گذر ہوا تو انہوں نے دِل میں سوچا کہ اللہ تعالیٰ اس ساری بستی کو کس طرح زندہ کرے گا۔ بظاہر اس سوچ کا منشأ خدانخواستہ کوئی شک کرنا نہیں تھا، بلکہ حیرت کا اظہار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قدرت کا مشاہدہ اس طرح کرایا جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ یہ صاحب کون تھے؟ اور یہ بستی کونسی تھی؟ یہ بات قرآنِ کریم نے نہیں بتائی، اور کوئی مستند روایت بھی ایسی نہیں ہے جس کے ذریعے یقینی طور پر ان باتوں کا تعین کیا جا سکے۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ بستی بیت المقدس تھی، اور یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب بخت نصر نے اس پر حملہ کر کے اسے تباہ کر ڈالا تھا، اور یہ صاحب حضرت عزیر یا حضرت ارمیا علیہما السلام تھے۔ لیکن نہ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے، نہ اس کھوج میں پڑنے کی ضرورت ہے۔ قرآنِ کریم کا مقصد اس کے بغیر بھی واضح ہے۔ البتہ یہ بات تقریباً یقینی معلوم ہوتی ہے کہ یہ صاحب کوئی نبی تھے، کیونکہ اوّل تو اس آیت میں صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ہم کلام ہوئے، نیز اس طرح کے واقعات انبیائے کرام ہی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ دیکھئے آگے حاشیہ ۱۷۷۔

عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمۡ لَبِثۡتَ ؕ قَالَ لَبِثۡتُ يَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ يَوۡمٍ ؕ

لئے موت دی، اور اس کے بعد زندہ کر دیا۔ (اور پھر) پوچھا کہ تم کتنے عرصے تک (اس حالت میں) رہے ہو؟ اس نے کہا: "ایک دن یا ایک دن کا

قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَةَ عَامٍ فَانۡظُرۡ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمۡ

کچھ حصہ!" اللہ نے کہا: "نہیں! بلکہ تم سو سال اسی طرح رہے ہو۔ اب اپنے کھانے پینے کی چیزوں کو دیکھو کہ وہ ذرا نہیں سڑیں۔ اور (دوسری طرف)

يَتَسَنَّهۡ ۚ وَانۡظُرۡ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجۡعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانۡظُرۡ اِلَى

اپنے گدھے کو دیکھو (کہ گل سڑ کر اس کا کیا حال ہو گیا ہے) اور یہ ہم نے اس لئے کیا تاکہ ہم تمہیں لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کا) ایک نشان

الۡعِظَامِ كَيۡفَ نُنۡشِزُهَا ثُمَّ نَكۡسُوۡهَا لَحۡمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعۡلَمُ

بنا دیں۔ اور (اب اپنے گدھے کی) ہڈیوں کو دیکھو کہ ہم کس طرح انہیں اُٹھاتے ہیں، پھر ان کو گوشت کا لباس پہناتے ہیں!" چنانچہ جب حقیقت کھل

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِىۡ كَيۡفَ تُحۡىِ

کر اس کے سامنے آگئی تو وہ بول اُٹھا کہ "مجھے یقین ہے اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔" ﴿۲۵۹﴾ اور (اس وقت کا تذکرہ سنو) جب ابراہیم نے کہا تھا کہ

الۡمَوۡتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمۡ تُؤۡمِنۡ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنۡ لِّيَطۡمَئِنَّ قَلۡبِىۡ ؕ قَالَ

میرے پروردگار! مجھے دِکھایئے کہ آپ مردوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں؟ اللہ نے کہا: "کیا تمہیں یقین نہیں؟" کہنے لگے: "یقین کیوں نہ ہوتا؟ مگر (یہ

فَخُذۡ اَرۡبَعَةً مِّنَ الطَّيۡرِ فَصُرۡهُنَّ اِلَيۡكَ ثُمَّ اجۡعَلۡ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ

خواہش اس لئے کی ہے) تاکہ میرے دِل کو پورا اطمینان حاصل ہو جائے (۱۷۶)۔" اللہ نے کہا: "اچھا! تو چار پرندے لو، اور انہیں اپنے سے مانوس کر لو، پھر

مِّنۡهُنَّ جُزۡءًا ثُمَّ ادۡعُهُنَّ يَاۡتِيۡنَكَ سَعۡيًا ؕ وَاعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيۡزٌ

(ان کو ذبح کر کے) ان کا ایک ایک حصہ ہر پہاڑ پر رکھ دو، پھر ان کو بلاؤ، وہ چاروں تمہارے پاس دوڑے چلے آئیں گے (۱۷۷)۔" اور جان رکھو کہ اللہ پوری

---

(۱۷۶) اس سوال و جواب کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے یہ بات صاف کر دی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ فرمائش خدانخواستہ کسی شک کی وجہ سے نہیں تھی، انہیں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر پورا یقین تھا۔ لیکن آنکھوں سے دیکھنے کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ اس سے نہ صرف مزید اطمینان حاصل ہوتا ہے، بلکہ اس کے بعد انسان دوسروں سے یہ کہہ سکتا ہے کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، دلائل سے اس کا علم حاصل کرنے کے علاوہ آنکھوں سے دیکھ کر کہہ رہا ہوں۔

(۱۷۷) یعنی اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ ہر وقت مردے کو زندہ کرنے کا مشاہدہ کرا سکتی ہے، مگر اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر ایک کو یہ مشاہدہ نہ کرایا جائے۔ اور بات دراصل یہ ہے کہ یہ دُنیا چونکہ امتحان کی جگہ ہے، اس لئے یہاں اصل قیمت ایمان بالغیب کی ہے، اور انسان سے مطلوب یہ ہے کہ وہ ان حقائق پر آنکھوں سے دیکھے بغیر دلائل کی بنیاد پر ایمان لائے۔ البتہ انبیائے کرام کا معاملہ عام لوگوں سے مختلف ہے۔ وہ جب غیب کے حقائق پر غیر متزلزل ایمان لا کر یہ ثابت کر چکے ہوتے ہیں کہ ان کا ایمان نہ کسی شک کی گنجائش رکھتا ہے اور نہ وہ آنکھ کے کسی مشاہدے پر موقوف ہے تو ان کے ایمان بالغیب کا امتحان اسی دُنیا میں پورا ہو جاتا ہے۔ پھر انہیں حکمتِ خداوندی کے تحت بعض غیبی حقائق آنکھوں سے بھی دِکھا دیئے جاتے ہیں، تاکہ ان کے علم و

حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ　ع

طرح صاحبِ اقتدار بھی ہے، اعلیٰ درجے کی حکمت والا بھی۔" (۲۶۰) جو لوگ اللہ کے راستے میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے

اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ

ایک دانہ سات بالیں اُگائے (اور) ہر بال میں سو دانے ہوں۔(۱۷۸) اور اللہ جس کے لئے چاہتا ہے (ثواب میں) کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے۔ اللہ

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

بہت وسعت والا (اور) بڑے علم والا ہے۔(۲۶۱) جو لوگ اپنے مال اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد

ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ

نہ احسان جتلاتے ہیں اور نہ کوئی تکلیف پہنچاتے ہیں، وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنا ثواب پائیں گے؛ نہ ان کو کوئی

وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ

خوف لاحق ہوگا اور نہ کوئی غم پہنچے گا۔(۲۶۲) بھلی بات کہہ دینا اور درگذر کرنا اس صدقے سے بہتر ہے جس کے بعد کوئی

صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ؕ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا

تکلیف پہنچائی جائے۔(۱۷۹) اور اللہ بڑا بے نیاز، بہت بردبار ہے۔(۲۶۳) اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور تکلیف پہنچا کر

تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ

اُس شخص کی طرح ضائع مت کرو جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتا۔

اطمینان کا معیار عام لوگوں سے زیادہ ہو، اور وہ ڈنکے کی چوٹ یہ کہہ سکیں کہ وہ جس بات کی دعوت دے رہے ہیں اس کی حقانیت انہوں نے آنکھوں سے بھی دیکھ رکھی ہے۔

بعض وہ لوگ جو خلافِ عادت باتوں کا اعتراف کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں، انہوں نے اس آیت میں بھی ایسی کھینچ تان کی ہے جس سے یہ نہ ماننا پڑے کہ وہ پرندے واقعۃً مر کر زندہ ہو گئے تھے۔ لیکن قرآنِ کریم کا پورا سیاق اور جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں ان کا اُسلوب ایسی تأویلات کی تردید کرتا ہے۔ جو شخص عربی زبان کے محاورات اور اَسالیب سے واقف ہو وہ ان آیات کا اس کے سوا کوئی مطلب نہیں نکالے گا جو ترجمے میں بیان کیا گیا ہے۔

(۱۷۸) یعنی اللہ کے راستے میں خرچ کرنے سے سات سو گنا ثواب ملتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جس کا ثواب چاہیں اور بڑھا سکتے ہیں۔ واضح رہے کہ "اللہ کے راستے میں خرچ" کا قرآنِ کریم نے بار بار ذکر کیا ہے، اور اس سے مراد ہر وہ خرچ ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔ اس میں زکوٰۃ، صدقات، خیرات سب داخل ہیں۔

(۱۷۹) مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی سائل کسی سے مانگے اور وہ کسی وجہ سے دے نہ سکتا ہو تو اس سے نرم الفاظ میں معذرت کر لینا اور اگر وہ مانگنے پر ناروا اِصرار کرے تو اس کی غلطی سے درگذر کرنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ انسان دے تو دے، مگر بعد میں احسان جتلائے یا اسے ذلیل کر کے تکلیف پہنچائے۔

وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ

چنانچہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چکنی چٹان پر مٹی جمی ہو، پھر اس پر زور کی بارش پڑے اور اس (مٹی کو بہاکر چٹان)

فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ

کو (دوبارہ) چکنی بنا چھوڑے۔(۱۸۰) ایسے لوگوں نے جو کمائی کی ہوتی ہے وہ ذرا بھی ان کے ہاتھ نہیں لگتی۔ اور اللہ (ایسے)

وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ

کافروں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا﴿۲۶۴﴾ اور جو لوگ اپنے مال اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے لئے اور اپنے آپ میں پختگی پیدا

ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ

کرنے کے لئے خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باغ کسی ٹیلے پر واقع ہو؛ اس پر زور کی بارش برسے تو

اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ

وہ دُگنا پھل لے کر آئے۔ اور اگر اس پر زور کی بارش نہ بھی برسے تو ہلکی پھوار بھی اس کے لئے کافی ہے۔ اور تم جو عمل بھی کرتے ہو

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ

اللہ اسے خوب اچھی طرح دیکھتا ہے۔﴿۲۶۵﴾ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ اس کا کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ ہو جس کے نیچے نہریں بہتی

وَّاَعْنَابٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ

ہوں (اور) اس کو اس باغ میں اور بھی ہر طرح کے پھل حاصل ہوں، اور بڑھاپے نے اسے آ پکڑا ہو، اور اس کے بچے ابھی

وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ

کمزور ہوں؛ اتنے میں ایک آگ سے بھرا بگولا آکر اس کو اپنی زد میں لے لے اور پورا باغ جل کر رہ جائے(۱۸۱)؟ اسی طرح

فَاحْتَرَقَتْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾

اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم غور کرو۔﴿۲۶۶﴾ اے ایمان والو! جو کچھ تم نے کمایا ہو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ

اور جو پیداوار ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالی ہو اس کی اچھی چیزوں کا ایک حصہ (اللہ کے راستے میں) خرچ کیا کرو،

---

(۱۸۰) چٹان پر اگر مٹی جمی ہو تو یہ اُمید ہو سکتی ہے کہ اس پر کوئی چیز کاشت کرلی جائے، لیکن اگر بارش مٹی کو بہا لے جائے تو چٹان کے چکنے پتھر کاشت کے قابل نہیں رہتے۔ اسی طرح صدقہ خیرات سے آخرت کے ثواب کی اُمید ہوتی ہے، لیکن اگر اس کے ساتھ ریاکاری یا احسان جتانے کی خرابی لگ جائے تو وہ صدقے کو بہا لے جاتی ہے اور ثواب کی کوئی اُمید نہیں رہتی۔

(۱۸۱) صدقات کو برباد کرنے کی یہ دوسری مثال ہے۔ جس طرح ایک آگ سے بھرا بگولا ہرے بھرے باغ کو یکا یک تباہ کر ڈالتا ہے، اسی طرح ریاکاری یا صدقہ دے کر احسان جتلانا یا کسی اور طرح غریب آدمی کو ستانا صدقے کے عظیم ثواب کو برباد کر ڈالتا ہے۔

مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ
اور یہ نیت نہ رکھو کہ بس ایسی خراب قسم کی چیزیں (اللہ کے نام پر) دیا کرو گے جو (اگر کوئی دوسرا تمہیں دے تو نفرت کے مارے)
اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾ اَلشَّيْطٰنُ
تم اسے آنکھیں میچے بغیر نہ لے سکو۔ اور یاد رکھو کہ اللہ ایسا بے نیاز ہے کہ ہر قسم کی تعریف اسی کی طرف لوٹتی ہے۔(۲۶۷) شیطان
يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ
تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور تمہیں بے حیائی کا حکم دیتا ہے؛ اور اللہ تم سے اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔
وَفَضْلًا ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ
اللہ بڑی وسعت والا، ہر بات جاننے والا ہے۔(۲۶۸) وہ جس کو چاہتا ہے دانائی عطا کر دیتا ہے، اور جسے دانائی عطا ہوگئی
الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾
اسے وافر مقدار میں بھلائی مل گئی۔ اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو سمجھ کے مالک ہیں۔(۲۶۹)
وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَمَا
اور تم جو کوئی خرچ کرو یا کوئی منت مانو اللہ اسے جانتا ہے۔ اور ظالموں کو کسی طرح کے مددگار
لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ
میسر نہیں آئیں گے۔(۲۷۰) اگر تم صدقات ظاہر کرکے دو تب بھی اچھا ہے؛ اور اگر ان کو چھپا کر فقراء کو دو تو یہ
تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَاۗءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ
تمہارے حق میں کہیں بہتر ہے۔ اور اللہ تمہاری برائیوں کا کفارہ کردے گا؛ اوراللہ تمہارے تمام
سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىھُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ
کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔(۲۷۱) (اے پیغمبر!) ان (کافروں) کو راہِ راست پر لے آنا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے، لیکن اللہ جس کو چاہتا
يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ
ہے راہِ راست پر لے آتا ہے۔(۱۸۲) اور جو مال بھی تم خرچ کرتے ہو وہ خود تمہارے فائدے کے لئے ہوتا ہے جبکہ تم اللہ کی خوشنودی طلب کرنے کے

---

(۱۸۲) بعض انصاری صحابہ کے کچھ غریب رشتہ دار تھے مگر چونکہ وہ کافر تھے اس لئے وہ ان کی امداد نہیں کرتے تھے، اور اس انتظار میں تھے کہ وہ اسلام لے آئیں تو ان کی امداد کریں۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی ہدایت فرمائی تھی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی) اس طرح مسلمانوں کو بتایا گیا کہ آپ پر ان کے اسلام لانے کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، اور اگر آپ ان غریب کافروں پر بھی اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے کچھ خرچ کریں گے تو اس کا بھی پورا پورا ثواب ملے گا۔

وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٢٧٢﴾

سوا کسی اور غرض سے خرچ نہیں کرتے۔ اور جو مال بھی تم خرچ کروگے تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تم پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔ (٢٧٢)

لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي

(مالی امداد کے بطور خاص) مستحق وہ فقراء ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں اس طرح مقید کر رکھا ہے کہ وہ (معاش کی تلاش کے لئے)

الْاَرْضِ ز يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُهُمْ

زمین میں چل پھر نہیں سکتے۔ چونکہ وہ اتنے پاک دامن ہیں کہ کسی سے سوال نہیں کرتے، اس لئے ناواقف آدمی انہیں مالدار سمجھتا ہے۔ تم ان

بِسِيْمٰهُمْ ج لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ

کے چہرے کی علامتوں سے ان (کی اندرونی حالت) کو پہچان سکتے ہو (مگر) وہ لوگوں سے لگ لپٹ کر سوال نہیں کرتے(١٨٣)۔ اور تم جو مال بھی خرچ

عَلِيْمٌ ع ﴿٢٧٣﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً الربع ع ٣٧ ٥

کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ (٢٧٣) جو لوگ اپنے مال دن رات خاموشی سے بھی اور علانیہ بھی خرچ کرتے ہیں وہ اپنے پروردگار کے پاس اپنا

فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ج وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٢٧٤﴾

ثواب پائیں گے، اور نہ انہیں کوئی خوف لاحق ہوگا، نہ کوئی غم پہنچے گا۔ (٢٧٤) جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ (قیامت میں) اُٹھیں گے تو

اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ

اس شخص کی طرح اُٹھیں گے جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔ یہ اس لئے ہوگا کہ انہوں نے کہا تھا کہ: ''بیع بھی تو

الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا م وقف لازم

سود ہی کی طرح ہوتی ہے(١٨٤)۔'' حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا جس شخص کے پاس اس کے

---

(١٨٣) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یہ آیت اصحابِ صفہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ وہ صحابہ تھے جنہوں نے اپنی زندگی علمِ دین حاصل کرنے کے لئے وقف کردی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مسجدِ نبوی سے متصل ایک چبوترے پر آپڑے تھے، طلبِ علم کی وجہ سے وہ کوئی معاشی مشغلہ اختیار نہیں کر سکتے تھے، مگر مفلسی کی سختیاں ہنسی خوشی برداشت کرتے تھے، کسی سے مانگنے کا سوال نہیں تھا۔ اس آیت نے بتایا کہ ایسے لوگ امداد کے زیادہ مستحق ہیں جو ایک نیک مقصد سے پوری اُمت کے فائدے کے لئے مقید ہو کر رہ گئے ہیں اور سختیاں جھیلنے کے باوجود اپنی ضرورت کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرتے۔

آیت نمبر ٢٦١ سے ٢٧٤ تک صدقات کی فضیلت اور اس کے اَحکام بیان ہوئے تھے۔ آگے آیت نمبر ٢٨٠ تک اس کی ضد یعنی سود کا بیان ہے۔ صدقات انسان کے جذبۂ سخاوت کی نشانی ہیں، اور سود بخل اور مال کی محبت کی علامت ہے۔

(١٨٤) سود یا رِبا ہر اُس زیادہ رقم کو کہا جاتا ہے جو کسی قرض پر طے کر کے وصول کی جائے۔ مشرکین کا کہنا تھا کہ جس طرح ہم کوئی سامان فروخت کر کے نفع کماتے ہیں اور اس کو شریعت نے حلال قرار دیا ہے، اسی طرح اگر قرض دے کر کوئی نفع کمائیں تو کیا

وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ۗ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

پروردگار کی طرف سے نصیحت آگئی اور وہ (سودی معاملات سے) باز آگیا تو ماضی میں جو کچھ ہوا وہ اسی کا ہے۔(١٨٥)

فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ۗ وَاَمْرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ۗ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

اور اس (کی باطنی کیفیت) کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے۔ اور جس شخص نے لوٹ کر پھر وہی کام کیا(١٨٦)

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٧٥﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ۗ

تو ایسے لوگ دوزخی ہیں۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ (٢٧٥) اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿٢٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور اللہ ہر اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو ناشکرا گنہگار ہو (٢٧٦) (ہاں) وہ لوگ جو ایمان لائیں، نیک عمل کریں،

حرج ہے؟ ان کے اس اعتراض کا جواب تو یہ تھا کہ سامانِ تجارت کا تو مقصد ہی یہ ہے کہ اسے بیچ کر نفع کمایا جائے، لیکن نقدی اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی کہ اسے سامانِ تجارت بنا کر اس سے نفع کمایا جائے۔ وہ تو ایک تبادلے کا ذریعہ ہے تاکہ اس کے ذریعے اشیائے ضرورت خریدی اور بیچی جاسکیں۔ نقدی کا نقدی سے تبادلہ کرکے اسے بذاتِ خود نفع کمانے کا ذریعہ بنالیا جائے تو اس سے بے شمار مفاسد پیدا ہوتے ہیں۔ (اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو ربا کے موضوع پر میرا وہ فیصلہ ملاحظہ فرمایئے جو میں نے سپریم کورٹ آف پاکستان میں لکھا تھا اور اس کا اُردو ترجمہ بھی "سود پر تاریخی فیصلہ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے) لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں بیع اور سود کے درمیان فرق کی تفصیل بیان کرنے کے بجائے ایک حاکمانہ جواب دیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال اور سود کو حرام قرار دے دیا ہے تو ایک بندے کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اس حکم کی حکمت اور اس کا فلسفہ پوچھتا پھرے اور گویا عملاً یہ کہے کہ جب تک مجھے اس کا فلسفہ سمجھ میں نہیں آجائے گا میں اس حکم پر عمل نہیں کروں گا۔ واقعہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں یقیناً کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے لیکن ضروری نہیں کہ وہ ہر شخص کی سمجھ میں بھی آجائے۔ لہٰذا اگر اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے تو پہلے اس کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کرنا چاہئے۔ اس کے بعد اگر کوئی شخص اپنے مزید اطمینان کے لئے حکمت اور فلسفہ سمجھنے کی کوشش کرے تو کوئی حرج نہیں، لیکن اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کو موقوف رکھنا ایک مؤمن کا طرزِ عمل نہیں۔

(١٨٥) مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے سود کی حرمت نازل ہونے سے پہلے لوگوں سے سود وصول کیا ہے، چونکہ اس وقت تک سود کے حرام ہونے کا اعلان نہیں ہوا تھا اس لئے وہ پچھلے معاملات معاف ہیں، اور ان کے ذریعے جو رقمیں وصول کی گئی ہیں وہ واپس کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ حرمت کے اعلان کے وقت جو سود کسی پر واجب الاداء ہو وہ لینا جائز نہیں ہوگا بلکہ اسے چھوڑنا ہوگا، جیسا کہ آگے آیت نمبر ٢٧٨ میں حکم دیا گیا ہے۔

(١٨٦) یعنی جن لوگوں نے حرمتِ سود کو تسلیم نہ کیا اور وہی اعتراض کرتے رہے کہ بیع اور سود میں کوئی فرق نہیں، وہ کافر ہونے کی وجہ سے ابدی عذاب کے مستحق ہوں گے۔ سود کے موضوع پر مزید تفصیل کے لئے دیکھئے ان آیات کے تحت معارف القرآن اور مسئلۂ سود از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور میرا مذکورہ بالا فیصلہ۔

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ
نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں وہ اپنے رَبّ کے پاس اپنے اجر کے مستحق ہوں گے؛ نہ انہیں کوئی خوف
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۲۷۷ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا
لاحق ہوگا، نہ کوئی غم پہنچے گا۔ (۲۷۷) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اگر تم واقعی مؤمن ہو تو سود کا جو حصہ بھی
بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۲۷۸ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ
(کسی کے ذمے) باقی رہ گیا ہو اسے چھوڑدو (۲۷۸) پھر بھی اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ اور
مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا
اس کے رسول کی طرف سے اعلانِ جنگ سن لو۔ اور اگر تم (سود سے) توبہ کرو تو تمہارا اصل سرمایہ تمہارا حق ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو،
تُظْلَمُوْنَ ۲۷۹ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۗ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا
نہ تم پر ظلم کیا جائے (۲۷۹) اور اگر کوئی تنگدست (قرض دار) ہو تو اس کا ہاتھ کھلنے تک مہلت دینی ہے۔ اور صدقہ ہی کردو تو
خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۲۸۰ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ
یہ تمہارے حق میں کہیں زیادہ بہتر ہے، بشرطیکہ تم کو سمجھ ہو (۲۸۰) اور ڈرو اس دن سے جب تم سب اللہ کے پاس لوٹ کر جاؤ گے، پھر ہر ہر شخص کو جو
تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۲۸۱ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ع
کچھ اس نے کمایا ہے پورا پورا دیا جائے گا، اور ان پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ (۲۸۱) اے ایمان والو! جب تم کسی معین میعاد کے لئے اُدھار کا
تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۗ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌ
کوئی معاملہ کرو تو اسے لکھ لیا کرو، اور تم میں سے جو شخص لکھنا جانتا ہو اِنصاف کے ساتھ تحریر لکھے، اور جو شخص لکھنا جانتا ہو، لکھنے سے
بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ
انکار نہ کرے۔ جب اللہ نے اسے یہ علم دیا ہے تو اسے لکھنا چاہئے۔ اور تحریر وہ شخص لکھوائے جس کے ذمے حق واجب ہو رہا ہو، اور
الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْئًا ۗ فَاِنْ كَانَ
اسے چاہئے کہ وہ اللہ سے ڈرے جو اس کا پروردگار ہے اور اس (حق) میں کوئی کمی نہ کرے۔ (۱۸۷) ہاں اگر وہ شخص جس کے ذمے حق واجب ہو رہا
الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ
ہے ناسمجھ یا کمزور ہو یا (کسی اور وجہ سے) تحریر نہ لکھوا سکتا ہو تو اس کا سرپرست انصاف کے ساتھ لکھوائے۔ اور اپنے میں سے دو مردوں کو

(۱۸۷) یہ قرآنِ کریم کی سب سے طویل آیت ہے، اور اس میں سود کی حرمت بیان کرنے کے بعد اُدھار خرید وفروخت کے سلسلے میں اہم ہدایات دی گئی ہیں، جن کا مقصد یہ ہے کہ تمام معاملات صفائی کے ساتھ ہوں۔ اگر کوئی اُدھار کسی کے ذمے واجب ہو رہا ہو تو اسے ایسی تحریر لکھنی یا لکھوانی چاہئے جو معاملے کی نوعیت کو واضح کردے۔ اس تحریر میں پوری بات لاگ لپیٹ کے بغیر لکھنی چاہئے اور کسی کا حق مارنے کے لئے تحریر میں کتر بیونت سے پرہیز کرنا چاہیے۔

وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا
گواہ بنالو، ہاں اگر دو مرد موجود نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ان گواہوں میں سے ہو جائیں جنہیں تم پسند کرتے ہو،
رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ
تاکہ اگر ان دو عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا دے۔ اور جب گواہوں کو (گواہی دینے کے لئے)
اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ
بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں۔ اور جو معاملہ اپنی میعاد سے وابستہ ہو، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا، اسے لکھنے سے اُکتاؤ نہیں۔
وَلَا تَسْـَٔمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ
یہ بات اللہ کے نزدیک زیادہ قرینِ انصاف اور گواہی کو درست رکھنے کا بہتر ذریعہ ہے، اور اس بات کی قریبی ضمانت ہے
وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً
کہ تم آئندہ شک میں نہیں پڑوگے۔ ہاں اگر تمہارے درمیان کوئی نقد لین دین کا سودا ہو تو اس کو نہ لکھنے میں تمہارے
تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا
لئے کچھ حرج نہیں ہے۔ اور جب خرید و فروخت کرو تو گواہ بنالیا کرو۔ اور نہ لکھنے والے کو کوئی تکلیف پہنچائی جائے، نہ گواہ کو۔
تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ۬ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ
اور اگر ایسا کروگے تو یہ تمہاری طرف سے نافرمانی ہوگی۔ اور اللہ کا خوف دِل میں رکھو۔ اللہ تمہیں تعلیم دیتا ہے،
وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٢﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ
اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ (۲۸۲) اور اگر تم سفر پر ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو (ادائیگی کی ضمانت کے طور پر) رہن قبضے میں رکھ لئے
وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ
جائیں۔ ہاں اگر تم ایک دوسرے پر بھروسہ کرو تو جس پر بھروسہ کیا گیا ہے وہ اپنی امانت ٹھیک ٹھیک ادا کرے اور اللہ سے ڈرے جو اس کا پروردگار
الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ
ہے۔ اور گواہی کو نہ چھپاؤ۔ اور جو گواہی کو چھپائے وہ گنہگار دِل کا حامل ہے۔ اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے
ع يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿٢٨٣﴾ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
خوب واقف ہے۔ (۲۸۳) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور جو باتیں تمہارے دِلوں میں ہیں، خواہ تم ان کو
وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ
ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ تم سے ان کا حساب لے گا۔[188] پھر جس کو چاہے گا معاف کردے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا۔ اور اللہ ہر چیز پر قدرت

(۱۸۸) آگے آیت نمبر ۲۸۶ کے پہلے جملے نے واضح کردیا کہ انسان کے اختیار کے بغیر جو خیالات اس کے دِل میں آجاتے ہیں، ان پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ لہٰذا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان جان بوجھ کر جو غلط عقیدے دِل میں رکھے، یا کسی گناہ کا

فَيَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ

رکھتا ہے۔ ﴿۲۸۵﴾ یہ رسول (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اس چیز پر ایمان لائے ہیں جو ان کی طرف ان کے رَبّ کی طرف سے نازل کی گئی ہے، اور

الرَّسُوۡلُ بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِ مِنۡ رَّبِّهٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ

(ان کے ساتھ) تمام مسلمان بھی۔ یہ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں کہ) ہم

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِهٖ ۚ

اس کے رسولوں کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے (کہ کسی پر ایمان لائیں، کسی پر نہ لائیں) اور وہ یہ کہتے ہیں کہ: "ہم نے (اللہ اور رسول کے احکام کو

وَقَالُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا ۖ غُفۡرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيۡكَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا

توجہ سے) سن لیا ہے، اور ہم خوشی سے (ان کی) تعمیل کرتے ہیں۔ اے ہمارے پروردگار! ہم آپ کی مغفرت کے طلب گار ہیں۔ اور آپ ہی کی طرف

يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَعَلَيۡهَا مَا اكۡتَسَبَتۡ ؕ

ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔" ﴿۲۸۶﴾ اللہ کسی بھی شخص کو اس کی وسعت سے زیادہ ذمہ داری نہیں سونپتا۔ اس کو فائدہ بھی اسی کام سے ہوگا جو وہ اپنے ارادے سے

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَآ اِنۡ نَّسِيۡنَآ اَوۡ اَخۡطَاۡنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَآ

کرے، اور نقصان بھی اسی کام سے ہوگا جو اپنے ارادے سے کرے۔ (مسلمانو! اللہ سے یہ دُعا کیا کرو کہ:) "اے ہمارے پروردگار! اگر ہم سے کوئی

اِصۡرًا كَمَا حَمَلۡتَهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا

بھول چوک ہو جائے تو ہماری گرفت نہ فرمایئے۔ اور اے ہمارے پروردگار! ہم پر اس طرح کا بوجھ نہ ڈالئے جیسا آپ نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا۔

طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعۡفُ عَنَّا ٝ وَاغۡفِرۡ لَنَا ٝ وَارۡحَمۡنَا ٝ اَنۡتَ

اور اے ہمارے پروردگار! ہم سے ایسا بوجھ نہ اٹھوایئے جسے اُٹھانے کی ہم میں طاقت نہ ہو۔ اور ہماری خطاؤں سے درگذر فرمایئے، ہمیں بخش دیجئے، اور ہم پر

مَوۡلٰٮنَا فَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۲۸۶﴾ ع ۴۰

رحم فرمایئے۔ آپ ہی ہمارے حامی و ناصر ہیں، اس لئے کافر لوگوں کے مقابلے میں ہمیں نصرت عطا فرمایئے۔" ﴿۲۸۶﴾

سوچ سمجھ کر بالکل پکا ارادہ کر لے تو اس کا حساب ہوگا۔

الحمد للہ آج بتاریخ ۵ رجمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۳ رجولائی ۲۰۰۵ء کراچی میں سورۂ بقرہ کے ترجمہ اور حواشی کی تکمیل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائیں اور باقی سورتوں کے ترجمہ اور تفسیر کو بھی آسان فرما دیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ اٰلِ عِمۡرٰن

تعارف

عمرانؔ حضرت مریم علیہا السلام کے والد کا نام ہے، اور ''آلِ عمران'' کا مطلب ہے ''عمران کا خاندان''۔ اس سورت کی آیات ۳۳ تا ۳۷ میں اس خاندان کا ذکر آیا ہے، اس لئے اس سورت کا نام ''سورۂ آل عمران'' ہے۔

اس سورت کے بیشتر حصے اُس دور میں نازل ہوئے ہیں جب مسلمان مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے تھے، مگر یہاں بھی کفار کے ہاتھوں انہیں بہت سی مشکلات درپیش تھیں۔ سب سے پہلے غزوۂ بدر پیش آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غیر معمولی فتح عطا فرمائی، اور کفارِ قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے۔ اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے اگلے سال اُنہوں نے مدینہ منورہ پر حملہ کیا، اور غزوۂ اُحد پیش آیا، جس میں مسلمانوں کو عارضی پسپائی بھی اختیار کرنی پڑی۔ ان دونوں غزوات کا ذکر اس سورت میں آیا ہے، اور ان سے متعلق مسائل پر قیمتی ہدایات عطا فرمائی گئی ہیں۔

مدینہ منورہ اور اس کے اطراف میں یہودی بڑی تعداد میں آباد تھے، سورۂ بقرہ میں ان کے عقائد و اعمال کا بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر ہو چکا ہے، اور ضمناً عیسائیوں کا بھی تذکرہ آیا تھا۔ سورۂ آل عمران میں اصل رُوئے سخن عیسائیوں کی طرف ہے، اور ضمناً یہودیوں کا بھی تذکرہ آیا ہے۔ عرب کے علاقے نجرانؔ میں عیسائی بڑی تعداد میں آباد تھے، اُن کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا۔ سورۂ آل عمران کا ابتدائی تقریباً آدھا حصہ اُنہی کے دلائل کے جواب اور حضرت مسیح علیہ السلام کی صحیح حیثیت بتانے میں صَرف ہوا ہے۔ نیز اس سورت میں زکوٰۃ، سود اور جہاد سے متعلق اَحکام بھی عطا فرمائے گئے ہیں، اور سورت کے آخر میں دعوت دی گئی ہے کہ اس کائنات میں پھیلی ہوئی قدرتِ خداوندی کی نشانیوں پر انسان کو غور کر کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا چاہئے، اور ہر حاجت کے لئے اُسی کو پکارنا چاہئے۔

سورۂ آل عمران مدنی ہے اور اس میں ۲۰۰ آیتیں اور ۲۰ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

الٓمّٓ ۚ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ؕ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جو سدا زندہ ہے، جو پوری کائنات سنبھالے ہوئے ہے: ﴿۲﴾ اس نے تم پر وہ کتاب

بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ﴿۳﴾ ۙ مِنْ

نازل کی ہے جو حق پر مشتمل ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، اور اسی نے تورات اور انجیل اُتاریں ﴿۳﴾ جو اس سے

قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ؕ۬ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ

پہلے لوگوں کے لئے مجسم ہدایت بن کر آئی تھیں، اور اسی نے حق و باطل کو پرکھنے کا معیار نازل کیا[۱]۔ بیشک جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا

لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى

ہے ان کے لئے سخت عذاب ہے، اور اللہ زبردست اقتدار کا مالک اور بُرائی کا بدلہ دینے والا ہے۔ ﴿۴﴾ یقین رکھو کہ اللہ سے کوئی

عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ؕ ﴿۵﴾ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی

چیز چھپ نہیں سکتی، نہ زمین میں نہ آسمان میں ﴿۵﴾ وہی ہے جو ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے۔

الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۶﴾ هُوَ

اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ زبردست اقتدار کا بھی مالک ہے، اعلیٰ درجے کی حکمت کا بھی[۲] ﴿۶﴾ (اے رسول!)

---

(۱) یہاں قرآنِ کریم نے لفظ ''فرقان'' استعمال کیا ہے جس کے معنی ہیں وہ چیز جو صحیح اور غلط کے درمیان فرق واضح کرنے والی ہو۔ قرآنِ کریم کا ایک نام ''فرقان'' بھی ہے، اس لئے کہ وہ حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے والی کتاب ہے۔ چنانچہ بعض مفسرین نے یہاں ''فرقان'' سے قرآن ہی مراد لیا ہے۔ دوسرے مفسرین کا کہنا ہے کہ اس سے مراد وہ معجزات ہیں جو انبیائے کرام کے ہاتھ پر ظاہر کئے گئے اور جنہوں نے ان کی نبوّت کا ثبوت فراہم کیا۔ نیز اس لفظ سے وہ تمام دلائل بھی مراد ہوسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔

(۲) اگر انسان اپنی پیدائش کے مختلف مراحل پر غور کرے کہ وہ ماں کے پیٹ میں کس طرح پرورش پاتا ہے، اور کس طرح اس کی صورت دوسرے اربوں انسانوں سے بالکل الگ بنتی ہے کہ کبھی دو آدمی سو فیصد ایک جیسے نہیں ہوتے تو اسے یہ تسلیم کرنے میں دیر نہ لگے کہ یہ سب کچھ خدائے واحد کی قدرت اور حکمت کے تحت ہو رہا ہے۔ اس آیت میں اس حقیقت کو بیان کرکے اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی وحدانیت اور حکمت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ اس کے ساتھ اس سے ایک اور پہلو کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ شہر نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تھا، اور

الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْکَ الْکِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْکَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْکِتٰبِ

وہی اللہ ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے جس کی کچھ آیتیں تو محکم ہیں جن پر کتاب کی اصل بنیاد ہے،

وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ

اور کچھ دوسری آیتیں متشابہ ہیں[۳] اب جن لوگوں کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ ان متشابہ آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں تاکہ فتنہ پیدا کریں اور ان

اس نے اپنے عقائد کے بارے میں آپ سے گفتگو کی تھی۔ سورۂ آلِ عمران کی کئی آیات اسی پس منظر میں نازل ہوئی ہیں۔ اس وفد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کا بیٹا ہونے پر یہ دلیل بھی دی تھی کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ یہ آیت اس دلیل کی تردید بھی کررہی ہے۔ اشارہ یہ کیا گیا ہے کہ ہر شخص کی تخلیق اور صورت گری اللہ تعالیٰ ہی فرماتا ہے۔ اگرچہ اس نے معمول کا طریقہ یہ بنایا ہے کہ ہر بچہ کسی باپ کے ذریعے پیدا ہوتا ہے، لیکن وہ اس طریقے کا نہ پابند ہے نہ محتاج۔ لہٰذا وہ جب چاہے جس کو چاہے بغیر باپ کے پیدا کرسکتا ہے، اور اس سے کسی کا خدا یا خدا کا بیٹا ہونا لازم نہیں آتا۔

(۳) اس آیت کو سمجھنے کے لئے پہلے اس حقیقت کا احساس ضروری ہے کہ اس کائنات کی بے شمار چیزیں ایسی ہیں جو اِنسان کی سمجھ سے بالاتر ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا وجود اور اس کی وحدانیت تو ایک ایسی حقیقت ہے جو ہر انسان اپنی عقل سے معلوم کرسکتا ہے، لیکن اس کی ذات اور صفات کی تفصیلات انسان کی محدود عقل سے ماوراء ہیں۔ قرآنِ کریم نے جہاں اللہ تعالیٰ کی ان صفات کا ذکر فرمایا ہے، ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ ظاہر کی گئی ہے، لیکن کوئی شخص ان صفات کی حقیقت اور کنہ کی فلسفیانہ کھوج میں پڑجائے تو حیرانی یا گمراہی کے سوا اسے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا، کیونکہ وہ اپنی محدود عقل سے اللہ تعالیٰ کی ان لامحدود صفات کا احاطہ کرنے کی کوشش کررہا ہے جو اس کے ادراک سے باہر ہیں۔ مثلاً قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک عرش ہے، اور یہ کہ وہ اس عرش پر مستوی ہوا۔ اب یہ بات کہ وہ عرش کیسا ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ کے مستوی ہونے کا کیا مطلب ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کا جواب انسان کی عقل اور سمجھ سے بالاتر ہے، اور انسان کی زندگی کا کوئی عملی مسئلہ اس پر موقوف بھی نہیں۔ ایسی آیات جن میں اس قسم کے حقائق بیان کئے گئے ہیں متشابہات کہلاتی ہیں۔ اسی طرح مختلف سورتوں کے شروع میں جو حروف الگ الگ نازل کئے گئے ہیں، (مثلاً اسی سورت کے شروع میں الف، لام، میم) اور جنہیں حروفِ مقطعات کہا جاتا ہے وہ بھی متشابہات میں داخل ہیں۔ ان کے بارے میں قرآنِ کریم نے اس آیت میں یہ ہدایت دی ہے کہ ان کی کھود کرید میں پڑنے کے بجائے ان پر اِجمالی طور سے ایمان رکھ کر ان کا صحیح مطلب اللہ تعالیٰ کے حوالے کرنا چاہئے۔ اس کے برعکس قرآنِ کریم کی دوسری آیتیں ایسی ہیں جن کا مطلب واضح ہے، اور درحقیقت وہی آیات ہیں جو اِنسان کے لئے عملی ہدایات فراہم کرتی ہیں، انہی آیات کو ''محکم'' آیتیں کہا گیا ہے۔ ایک مؤمن کو انہی پر خصوصی توجہ دینی چاہئے۔

متشابہات کے بارے میں صحیح طرزِ عمل بتلانا یوں بھی ضروری تھا، لیکن اس سورت میں اس وضاحت کی خاص وجہ یہ بھی تھی کہ نجران کے عیسائیوں کا جو وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا اور جس کا ذکر اُوپر کے حاشیہ میں گذرا ہے، اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا یا خدا کا بیٹا ہونے پر ایک دلیل یہ بھی پیش کی تھی کہ خود قرآن نے انہیں ''کلمۃ اللہ'' (اللہ کا کلمہ) اور ''روح من اللہ'' فرمایا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی صفتِ کلام اور اللہ کی روح تھے۔ اس آیت نے اس کا یہ جواب دیا

مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَأْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ۘ

آیتوں کی تأویلات تلاش کریں، حالانکہ ان آیتوں کا ٹھیک ٹھیک مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اور جن لوگوں کا علم پختہ ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ: "ہم

وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا

اس (مطلب) پر ایمان لاتے ہیں (جو اللہ کو معلوم ہے)۔ سب کچھ ہمارے پروردگار ہی کی طرف سے ہے۔" اور نصیحت وہی لوگ حاصل کرتے ہیں جو

يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝۷ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا

عقل والے ہیں ۝۷ (ایسے لوگ یہ دُعا کرتے ہیں کہ:) "اے ہمارے رَبّ! تو نے ہمیں جو ہدایت عطا فرمائی ہے اس کے بعد ہمارے دِلوں میں ٹیڑھ

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۝۸ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ

پیدا نہ ہونے دے، اور خاص اپنے پاس سے ہمیں رحمت عطا فرما۔ بیشک تیری، اور صرف تیری ذات وہ ہے جو بے انتہا بخشش کی خوگر ہے ۝۸ ہمارے

جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝۹ اِنَّ ع

پروردگار! تو تمام انسانوں کو ایک ایسے دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔" بیشک اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا ۝۹

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ

حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے کفر اَپنا لیا ہے، اللہ کے مقابلے میں نہ ان کی دولت ان کے کچھ کام آئے گی، نہ ان کی اولاد، اور وہی ہیں جو آگ کا

وَاُولٰۤئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۝۱۰ ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ

ایندھن بن کر رہیں گے ۝۱۰ ان کا حال فرعون والوں اور ان سے پہلے کے لوگوں کے معاملے جیسا ہے۔ انہوں نے ہماری

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۱۱ قُلْ

آیتوں کو جھٹلایا، چنانچہ اللہ نے ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ میں لے لیا، اور اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے ۝۱۱ جن لوگوں

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝۱۲

نے کفر اَپنا لیا ہے ان سے کہہ دو کہ تم مغلوب ہوگے (۴) اور تمہیں جمع کر کے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا، اور وہ بہت بُرا بچھونا ہے۔ ۝۱۲

ہے کہ قرآنِ کریم ہی نے جگہ جگہ صاف لفظوں میں بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی اولاد نہیں ہوسکتی، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا یا خدا قرار دینا شرک اور کفر ہے۔ ان واضح آیتوں کو چھوڑ کر "کلمۃ اللہ" کے لفظ کو پکڑ بیٹھنا اور اس کی بنیاد پر ایسی تأویلیں کرنا جو قرآنِ کریم کی محکم آیات کے بالکل برخلاف ہیں، دِل کے ٹیڑھ کی علامت ہے۔ حقیقت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو "کلمۃ اللہ" کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ باپ کے واسطے کے بغیر اللہ تعالیٰ کے کلمہ "کُن" سے پیدا ہوئے تھے (جیسا کہ قرآنِ کریم نے اسی سورت کی آیت:۵۹ میں بیان فرمایا ہے۔ اور انہیں "روح من اللہ" اس لئے کہا گیا ہے کہ ان کی روح براہِ راست اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی تھی۔ اب یہ بات انسان کی سمجھ سے بالاتر ہے کہ "کُن" سے پیدا کرنے کی کیفیت کیا تھی؟ اور براہِ راست ان کی روح کس طرح پیدا کی گئی؟ یہ اُمور متشابہات میں سے ہیں، اس لئے ان کی کھود کرید بھی منع ہے، (کیونکہ یہ باتیں انسان کی سمجھ میں آ ہی نہیں سکتیں) اور ان کی من مانی تأویل کر کے ان سے خدا کے بیٹے کا تصور برآمد کرنا بھی کج فہمی ہے۔

(۴) اس سے دُنیا میں کافروں کے مغلوب ہونے کی پیش گوئی بھی مراد ہوسکتی ہے، اور آخرت میں مغلوب ہونے کی بھی۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى
تمہارے لئے ان دوگروہوں (کے واقعے) میں بڑی نشانی ہے جو ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے۔ ان میں سے ایک گروہ اللہ کے راستے میں لڑ
كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْىَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ
رہا تھا، اور دوسرا کافروں کا گروہ تھا جو اپنے آپ کو کھلی آنکھوں ان سے کئی گنا زیادہ دیکھ رہا تھا۔(۵) اور اللہ جس کی چاہتا ہے اپنی
يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ﴿۱۳﴾ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ
مدد سے تائید کرتا ہے۔ بیشک اس واقعے میں آنکھوں والوں کے لئے عبرت کا بڑا سامان ہے۔ ﴿۱۳﴾ لوگوں کے لئے ان چیزوں
الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ
کی محبت خوشنما بنادی گئی ہے جو ان کی نفسانی خواہش کے مطابق ہوتی ہیں، یعنی عورتیں، بچے، سونے چاندی کے
وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ
لگے ہوئے ڈھیر، نشان لگائے ہوئے گھوڑے، چوپائے اور کھیتیاں۔ یہ سب دُنیوی زندگی کا سامان ہے (لیکن)
الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ
ابدی انجام کا حسن تو صرف اللہ کے پاس ہے۔ ﴿۱۴﴾ کہہ دو! کیا میں تمہیں وہ چیزیں بتاؤں جو ان سب سے کہیں بہتر ہیں؟
لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا
جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لئے ان کے رَبّ کے پاس وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،
وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ ۚ
جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور پاکیزہ بیویاں ہیں، اور اللہ کی طرف سے خوشنودی ہے۔ اور تمام بندوں کو اللہ اچھی طرح دیکھ رہا ہے ﴿۱۵﴾
اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ
یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ: "اے ہمارے پروردگار! ہم آپ پر ایمان لے آئے ہیں۔ اب ہمارے گناہوں کو بخش دیجئے، اور ہمیں دوزخ کے
النَّارِ ﴿۱۶﴾ ۚ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ
عذاب سے بچا لیجئے۔" ﴿۱۶﴾ یہ لوگ بڑے صبر کرنے والے ہیں، سچائی کے خوگر ہیں، عبادت گذار ہیں، (اللہ کی خوشنودی کے لئے) خرچ کرنے والے ہیں،
بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ
اور سحری کے اوقات میں استغفار کرتے رہتے ہیں۔ ﴿۱۷﴾ اللہ نے خود اس بات کی گواہی دی ہے، اور فرشتوں اور اہل علم نے بھی، کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

(۵) پیچھے یہ پیشینگوئی کی گئی تھی کہ کفار مسلمانوں سے مغلوب ہوں گے۔ اب اس کی ایک مثال دینے کی غرض سے جنگِ بدر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جس میں کافروں کا لشکر ایک ہزار مسلح لوگوں پر مشتمل تھا، اور مسلمانوں کی تعداد کل تین سو تیرہ تھی۔ کافر کھلی آنکھوں دیکھ رہے تھے کہ ان کی تعداد کہیں زیادہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد فرمائی اور کافروں کو شکستِ فاش کا سامنا کرنا پڑا۔

قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ

جس نے انصاف کے ساتھ (کائنات کا) انتظام سنبھالا ہوا ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جس کا اقتدار بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل (۱۸)

اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۫ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا

بیشک (معتبر) دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی انہوں نے الگ راستہ لاعلمی میں نہیں

جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ

بلکہ علم آجانے کے بعد محض آپس کی ضد کی وجہ سے اختیار کیا، اور جو شخص بھی اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے تو (اسے یاد رکھنا چاہئے کہ) اللہ بہت جلد

الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ

حساب لینے والا ہے (۱۹) پھر بھی اگر یہ تم سے جھگڑیں تو کہہ دو کہ: "میں نے تو اپنا رُخ اللہ کی طرف کرلیا ہے، اور جنہوں نے میری اتباع کی ہے

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا

انہوں نے بھی۔" اور اہلِ کتاب سے اور (عرب کے) اَن پڑھ (مشرکین) سے کہہ دو کہ کیا تم بھی اسلام لاتے ہو؟ پھر اگر

فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ

وہ اسلام لے آئیں تو ہدایت پاجائیں گے، اور اگر انہوں نے منہ موڑا تو تمہاری ذمہ داری صرف پیغام پہنچانے

ع ۱۰ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ

کی حد تک ہے، اور اللہ تمام بندوں کو خود دیکھ رہا ہے (۲۰) جو لوگ اللہ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور نبیوں کو ناحق قتل

حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ

کرتے ہیں، اور انصاف کی تلقین کرنے والے لوگوں کو بھی قتل کرتے ہیں، ان کو دردناک عذاب کی

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا

"خوشخبری" سنادو۔ (۲۱) یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دُنیا اور آخرت میں غارت ہوچکے ہیں، اور ان کو کسی

وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا

قسم کے مددگار نصیب نہیں ہوں گے۔ (۲۲) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا کہ انہیں اللہ کی کتاب کی طرف

مِّنَ الْكِتٰبِ يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ

دعوت دی جاتی ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے، اس کے باوجود ان میں سے ایک گروہ منہ موڑ کر انحراف کرجاتا ہے (۲۳) یہ سب اس لئے

مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ

ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہوا ہے کہ ہمیں گنتی کے چند دنوں کے سوا آگ ہرگز نہیں چھوئے گی۔ اور انہوں نے جو جھوٹی باتیں تراش رکھی ہیں انہوں

اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّهُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ

نے ان کے دین کے معاملے میں ان کو دھوکے میں ڈال دیا ہے (۲۴) بھلا اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب ہم انہیں ایک ایسے دن (کا سامنا

اِذَا جَمَعۡنٰهُمۡ لِيَوۡمٍ لَّا رَيۡبَ فِيۡهِ‌ ۚ وَوُفِّيَتۡ كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا

کرنے) کے لئے جمع کرلائیں گے جس کے آنے میں ذرا بھی شک نہیں ہے، اور ہر ہر شخص نے جو کچھ کمائی کی ہوگی وہ اس کو پوری پوری دے دی

يُظۡلَمُوۡنَ ۝۲۵ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الۡمُلۡكِ تُؤۡتِى الۡمُلۡكَ مَنۡ تَشَآءُ وَتَنۡزِعُ

جائے گی، اور کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا ۝۲۵ کہو کہ: "اے اللہ! اے اقتدار کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے اقتدار بخشتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے

الۡمُلۡكَ مِمَّنۡ تَشَآءُ ۖ وَتُعِزُّ مَنۡ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنۡ تَشَآءُ‌ ؕ بِيَدِكَ

اقتدار چھین لیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے عزت بخشتا ہے اور جس کو چاہتا ہے رُسوا کردیتا ہے، تمام تر

الۡخَيۡرُ‌ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۝۲۶ تُوۡلِجُ الَّيۡلَ فِى النَّهَارِ وَتُوۡلِجُ

بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے(۶) ۝۲۶ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات

النَّهَارَ فِى الَّيۡلِ‌ ۖ وَتُخۡرِجُ الۡحَـىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَتُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَـىِّ‌ ۖ

میں داخل کرتا ہے(۷)۔ اور تو ہی بے جان چیز میں سے جاندار کو برآمد کرلیتا ہے اور جاندار میں سے بے جان چیز نکال لاتا ہے(۸)،

وَتَرۡزُقُ مَنۡ تَشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ۝۲۷ لَا يَتَّخِذِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡكٰفِرِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ

اور جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے ۝۲۷ مؤمن لوگ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا یار و مددگار نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا اس

مِنۡ دُوۡنِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ‌ ۚ وَمَنۡ يَّفۡعَلۡ ذٰلِكَ فَلَيۡسَ مِنَ اللّٰهِ فِىۡ شَىۡءٍ اِلَّاۤ اَنۡ تَتَّقُوۡا

کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، الّا یہ کہ تم ان (کے ظلم) سے بچنے کے لئے بچاؤ کا کوئی طریقہ اختیار کرو(۹)۔ اور اللہ تمہیں

---

(۶) جب غزوۂ اَحزاب کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی تھی کہ روم اور ایران کی سلطنتیں مسلمانوں کے قبضے میں آجائیں گی تو کفار نے بڑا مذاق اُڑایا کہ ان لوگوں کو اپنے دِفاع کے لئے خندق کھودنی پڑ رہی ہے اور ان پر فاقے گذر رہے ہیں، مگر دعوے یہ ہیں کہ یہ روم اور ایران فتح کرلیں گے۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں جن میں مسلمانوں کو یہ دُعا تلقین فرما کر ایک لطیف پیرائے میں ان کا جواب دے دیا گیا۔

(۷) سردیوں میں دن چھوٹا ہوتا ہے تو گرمیوں کے دن کا کچھ حصہ رات بن جاتا ہے، اور گرمیوں میں دن بڑا ہوتا ہے تو سردیوں کی رات کا کچھ حصہ دن میں داخل ہوجاتا ہے۔

(۸) مثلاً بے جان انڈے سے جاندار چوزہ نکل آتا ہے اور جاندار پرندے سے بے جان انڈا۔

(۹) "یار و مددگار" عربی لفظ "ولی" کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ "ولی" بنانے کو "موالات" بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد ایسی دوستی اور قلبی محبت کا تعلق ہے جس کے نتیجے میں دو آدمیوں کا مقصدِ زندگی اور ان کا نفع ونقصان ایک ہوجائے۔ اس قسم کا تعلق مسلمان کا صرف مسلمان ہی سے ہوسکتا ہے، اور کسی غیر مسلم سے ایسا تعلق رکھنا سخت گناہ ہے، اور اس آیت میں اسے سختی سے منع کیا گیا ہے۔ یہی حکم سورۂ نساء (۴:۱۳۹ و ۱۴۴)، سورۂ مائدہ (۵:۵۱ و ۵۷ و ۸۱)، سورۂ توبہ (۹:۲۳)، سورۂ مجادلہ (۵۸:۲۲) اور سورۂ ممتحنہ (۶۰:۱) میں بھی دیا گیا ہے۔ البتہ جو غیر مسلم جنگ کی حالت میں نہ ہوں ان کے ساتھ حسنِ سلوک، رواداری اور خیر خواہی

مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ

اپنے (عذاب) سے بچاتا ہے۔ اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے ﴿۲۸﴾ (اے رسول!) لوگوں کو بتادو کہ جو کچھ تمہارے

صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ

دلوں میں ہے تم اسے چھپاؤ یا ظاہر کرو، اللہ اسے جان لے گا۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، وہ سب جانتا ہے، اور اللہ ہر

وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۛۚ وَّ مَا

چیز پر قادر ہے۔ ﴿۲۹﴾ وہ دن یاد رکھو جس دن کسی بھی شخص نے نیکی کا جو کام کیا ہوگا اسے اپنے سامنے موجود پائے گا، اور برائی کا جو کام کیا ہوگا اس کو

عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۛۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَ بَيْنَهٗۤ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ؕ وَ يُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ معانقة

بھی (اپنے سامنے دیکھ کر) یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس کی بدی کے درمیان بہت دور کا فاصلہ ہوتا! اور اللہ تمہیں اپنے (عذاب) سے

ع نَفْسَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ؑ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ

بچاتا ہے، اور اللہ بندوں پر بہت شفقت رکھتا ہے ﴿۳۰﴾ (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم

يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قُلْ

سے محبت کرے گا اور تمہاری خاطر تمہارے گناہ معاف کردے گا۔ اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے ﴿۳۱﴾ کہہ دو کہ اللہ

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ

اور رسول کی اطاعت کرو۔ پھر بھی اگر منہ موڑوگے تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا ﴿۳۲﴾

اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ۙ

اللہ نے آدم، نوح، ابراہیم کے خاندان، اور عمران کے خاندان کو چن کر تمام جہانوں پر فضیلت دی تھی ﴿۳۳﴾ یہ ایسی نسل تھی جس کے افراد (نیکی اور

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ۚ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ

اخلاص میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے۔[۱۰] اور اللہ (ہر ایک کی بات) سننے والا ہے، ہر چیز کا علم رکھتا ہے ﴿۳۴﴾ (چنانچہ اللہ کے دعا سننے کا وہ

کا معاملہ نہ صرف جائز بلکہ مطلوب ہے، جیسا کہ خود قرآنِ کریم نے سورۂ ممتحنہ (۸:۶۰) میں واضح فرمادیا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پوری حیاتِ طیبہ میں یہ رہی ہے کہ آپ نے ہمیشہ ایسے لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ فرمایا۔ اسی طرح ان کے ساتھ سیاسی اور اقتصادی تعاون کے وہ معاہدے اور تجارتی معاملات بھی کئے جاسکتے ہیں جن کو آج کل کی سیاسی اصطلاح میں دوستی کے معاہدے کہا جاتا ہے، بشرطیکہ یہ معاہدے یا معاملات اسلام اور مسلمانوں کی مصلحت کے خلاف نہ ہوں، اور ان میں کسی خلافِ شرع عمل کا ارتکاب لازم نہ آئے۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے بعد صحابہ کرام نے ایسے معاہدات اور معاملات کئے ہیں۔ غیر مسلموں کے ساتھ موالات کی ممانعت کرنے کے بعد قرآنِ کریم نے جو فرمایا ہے کہ: ''الا یہ کہ تم ان (کے ظلم) سے بچنے کے لئے بچاؤ کا کوئی طریقہ اختیار کرو'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کفار کے ظلم وتشدد سے بچاؤ کے لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار کرنا پڑے جس سے بظاہر موالات معلوم ہوتی ہو تو اس کی گنجائش ہے۔

(۱۰) آیت کا یہ ترجمہ حضرت قتادہؓ کی تفسیر پر مبنی ہے (دیکھئے روح المعانی ۳:۱۷۶) واضح رہے کہ عمران حضرت موسیٰ علیہ السلام

عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ ۚ اِنَّكَ

واقعہ یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے کہا تھا کہ: "یارَبّ! میں نے نذر مانی ہے کہ میرے پیٹ میں جو بچہ ہے میں اسے ہر کام سے آزاد کر کے تیرے

اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّیْ وَضَعْتُهَاۤ

لئے وقف رکھوں گی۔ میری اس نذر کو قبول فرما۔ بیشک تو سننے والا ہے، ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔" ﴿۳۵﴾ پھر جب ان سے لڑکی پیدا ہوئی تو وہ (حسرت سے)

اُنْثٰی ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ؕ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی ۚ وَاِنِّیْ سَمَّیْتُهَا

کہنے لگیں: "یارَبّ! یہ تو مجھ سے لڑکی پیدا ہوگئی ہے"۔ حالانکہ اللہ کو خوب علم تھا کہ ان کے یہاں کیا پیدا ہوا ہے۔ "اور لڑکا لڑکی جیسا نہیں۔ میں نے

مَرْیَمَ وَاِنِّیْۤ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ﴿۳۶﴾ فَتَقَبَّلَهَا

اس کا نام مریم رکھ دیا ہے اور میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے حفاظت کے لئے آپ کی پناہ میں دیتی ہوں۔" ﴿۳۶﴾ چنانچہ اس کے رَبّ نے

رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا ۚ كُلَّمَا دَخَلَ

اس (مریم) کو بطریقِ اَحسن قبول کیا اور اسے بہترین طریقے سے پروان چڑھایا۔ اور زکریا اس کے سرپرست بنے۔(۱۱) جب بھی زکریا

عَلَیْهَا زَكَرِیَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ

ان کے پاس ان کی عبادت گاہ میں جاتے، ان کے پاس کوئی رزق پاتے۔ انہوں نے پوچھا: "مریم! تمہارے پاس

هٰذَا ؕ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

یہ چیزیں کہاں سے آئیں؟" وہ بولیں: "اللہ کے پاس سے! اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔" ﴿۳۷﴾ اس موقع پر زکریا نے اپنے

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِیَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّیَّةً

رَبّ سے دُعا کی، کہنے لگے: "یا رَبّ! مجھے خاص اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما دے۔ بیشک تو دُعا کا سننے

طَیِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۸﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّیْ فِی

والا ہے۔"(۱۲) ﴿۳۸﴾ چنانچہ (ایک دن) جب زکریا عبادت گاہ میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، فرشتوں نے انہیں آواز دی کہ: "اللہ آپ کو یحییٰ کی

کے والد کا بھی نام ہے، اور حضرت مریم علیہا السلام کے والد کا بھی، یہاں دونوں مراد ہو سکتے ہیں، لیکن چونکہ آگے حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ آ رہا ہے، اس لئے ظاہر یہ ہے کہ یہاں حضرت مریم علیہا السلام ہی کے والد مراد ہیں۔

(۱۱) حضرت عمران بیت المقدس کے اِمام تھے؛ ان کی اہلیہ کا نام حنہ تھا۔ ان کے کوئی اولاد نہیں تھی، اس لئے انہوں نے نذر مانی تھی کہ اگر ان کے کوئی اولاد ہوگی تو وہ اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کر دیں گی۔ جب حضرت مریم پیدا ہوئیں تو حضرت عمران کا انتقال ہو گیا، حضرت حنہ کے بہنوئی زکریا علیہ السلام تھے جو حضرت مریم کے خالو ہوئے۔ حضرت مریم کی سرپرستی کا مسئلہ پیدا ہوا تو قرعہ اندازی کے ذریعے اس کا فیصلہ کیا گیا اور قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا جس کا ذکر آگے اسی سورت کی آیت نمبر ۴۴ میں آ رہا ہے۔

(۱۲) حضرت مریم علیہا السلام کے پاس اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بے موسم کے پھل آیا کرتے تھے۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے

الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا

(پیدائش کی) خوشخبری دیتا ہے جو اس شان سے پیدا ہوں گے کہ اللہ کے ایک کلمے کی تصدیق کریں گے،(١٣) لوگوں کے پیشوا ہوں گے، اپنے آپ

وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ

کو نفسانی خواہشات سے مکمل طور پر روکے ہوئے ہوں گے،(١٤) اور نبی ہوں گے اور ان کا شمار راست بازوں میں ہوگا۔" ﴿٣٩﴾ زکریا نے کہا: "یا

بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ عَاقِرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا

رب! میرے یہاں لڑکا کس طرح پیدا ہوگا جبکہ مجھے بڑھاپا آپہنچا ہے اور میری بیوی بانجھ ہے(١٥)؟" اللہ نے کہا: "اسی طرح! اللہ جو چاہتا ہے کرتا

يَشَآءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْۤ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ

ہے۔" ﴿٤٠﴾ انہوں نے کہا: "پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرر کردیجئے۔" اللہ نے کہا: "تمہاری نشانی یہ ہوگی کہ تم تین دن تک اشاروں

ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ

کے سوا کوئی بات نہیں کرسکو گے۔(١٦) اور اپنے رب کا کثرت سے ذکر کرتے رہو، اور ڈھلے دن کے وقت بھی اور صبح سویرے بھی اللہ کی تسبیح کیا

یہ دیکھا تو انہیں توجہ ہوئی کہ جو خدا ان کو بے موسم کے پھل دیتا ہے وہ مجھے اس بڑھاپے میں اولاد بھی دے سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے یہ دُعا مانگی۔

(١٣) "اللہ کے کلمے" سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ جیسا کہ اس سورت کے شروع میں اُوپر واضح کیا گیا ہے انہیں "کلمۃ اللہ" اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ باپ کے بغیر اللہ کے کلمۂ "کُن" سے پیدا ہوئے تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام ان سے پہلے پیدا ہوئے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد کی تصدیق فرمائی۔

(١٤) حضرت یحییٰ علیہ السلام کی یہ خاص صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات پر پورا قابو رکھنے والے ہوں گے۔ یہ صفت اگرچہ تمام انبیاء علیہم السلام میں پائی جاتی ہے، لیکن ان کا خاص طور سے اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اس درجہ مشغول رہتے تھے کہ ان کو نکاح کرنے کی طرف رغبت نہیں ہوئی۔ اگرچہ عام حالات میں نکاح سنت ہے اور اس کی ترغیب دی گئی ہے لیکن اگر کوئی شخص اپنے نفس پر اتنا قابو یافتہ ہو جیسے حضرت یحییٰ علیہ السلام تھے تو اس کے لئے کنوارا رہنا بلا کراہت جائز ہے۔

(١٥) دُعا حضرت زکریا علیہ السلام نے خود مانگی تھی، اس لئے یہ سوال خدانخواستہ کسی بے یقینی کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ ایک غیر معمولی نعمت کی خبر سن کر تعجب کا اظہار تھا جو درحقیقت شکر کا ایک انداز ہے۔ نیز سوال کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کیا بچہ اسی بڑھاپے کی حالت میں پیدا ہوجائے گا یا ہماری جوانی لوٹا دی جائے گی؟ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا: "اسی طرح!" یعنی لڑکا اسی بڑھاپے کی حالت میں پیدا ہوگا۔

(١٦) حضرت زکریا علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ کوئی ایسی نشانی معلوم ہوجائے جس سے یہ پتہ چل جائے کہ اب حمل قرار پاگیا ہے، تاکہ وہ اسی وقت سے شکر ادا کرنے میں لگ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نشانی بتلائی کہ جب حمل قرار پائے گا تو تم پر ایسی حالت طاری ہوجائے گی کہ تم اللہ کے ذکر اور تسبیح کے سوا کسی سے کوئی بات نہیں کرسکو گے، اور بات کرنے کی ضرورت پیش آئی تو

وَالْاِبْكَارِ ﴿۴۱﴾ وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ ع

کرو۔'' (۴۱) اور (اب اس وقت کا تذکرہ سنو) جب فرشتوں نے کہا تھا کہ: ''اے مریم! بیشک اللہ نے تمہیں چن لیا ہے، تمہیں پاکیزگی عطا کی

وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۲﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِىْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِىْ

ہے اور دُنیا جہان کی ساری عورتوں میں تمہیں منتخب کر کے فضیلت بخشی ہے (۴۲) اے مریم! تم اپنے رَبّ کی عبادت میں لگی رہو، اور سجدہ کرو اور

وَارْكَعِىْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا

رُکوع کرنے والوں کے ساتھ رُکوع بھی کیا کرو۔'' (۴۳) (اے پیغمبر!) یہ سب غیب کی خبریں ہیں جو ہم وحی کے ذریعے تمہیں دے رہے ہیں۔

كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ

تم اُس وقت ان کے پاس نہیں تھے جب وہ یہ طے کرنے کے لئے اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ ان میں سے کون مریم کی کفالت کرے گا، (۱۷) اور نہ

لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ

اس وقت تم ان کے پاس تھے جب وہ (اس مسئلے میں) ایک دوسرے سے اختلاف کر رہے تھے (۴۴) (وہ وقت بھی یاد کرو) جب فرشتوں

بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا

نے مریم سے کہا تھا کہ: ''اے مریم! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے ایک کلمے کی (پیدائش) کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہوگا، (۱۸) جو

وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ

دُنیا اور آخرت دونوں میں صاحبِ وجاہت ہوگا، اور (اللہ کے) مقرب بندوں میں سے ہوگا (۴۵) اور وہ گہوارے میں بھی لوگوں سے بات

الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ

کرے گا (۱۹) اور بڑی عمر میں بھی، اور راست باز لوگوں میں سے ہوگا۔'' (۴۶) مریم نے کہا: ''پروردگار! مجھ سے لڑکا کیسے پیدا ہو جائے گا جبکہ مجھے

كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ

کسی بشر نے چھوا تک نہیں؟'' اللہ نے فرمایا: ''اللہ اسی طرح جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو صرف اتنا

اشاروں سے کرنی ہوگی۔

(۱۷) جیسا کہ اُوپر آیت نمبر ۳۷ میں ذکر کیا گیا، حضرت مریم علیہا السلام کے والد کی وفات کے بعد ان کی کفالت کے بارے میں اختلافِ رائے پیدا ہوا تو اس کا فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا گیا۔ اس زمانے میں قرعہ قلموں کے ذریعے ڈالا جاتا تھا اس لئے یہاں قلم ڈالنے کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۱۸) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہنے کی وجہ اُوپر حاشیہ نمبر ۱۳ میں گذر چکی ہے۔

(۱۹) اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہا السلام کی پاک دامنی واضح کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معجزے کے طور پر اس وقت بات کرنے کی قدرت عطا فرمائی تھی جب وہ دُودھ پیتے بچے تھے۔ اس کا ذکر سورۂ مریم (آیت نمبر ۲۹ تا ۳۳) میں آیا ہے۔

فَيَكُوْنُ ۝٤٧ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝٤٨

کہتا ہے کہ "ہوجا" بس وہ ہوجاتا ہے (۴۷) اور وہی (اللہ) اس کو (یعنی عیسیٰ ابن مریم کو) کتاب وحکمت اور تورات وانجیل کی تعلیم دے گا (۴۸)

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ

اور اسے بنی اسرائیل کے پاس رسول بنا کر بھیجے گا (جو لوگوں سے یہ کہے گا) کہ: "میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لے

اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ

کر آیا ہوں، (اور وہ نشانی یہ ہے) کہ میں تمہارے سامنے گارے سے پرندے جیسی ایک شکل بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں، تو وہ اللہ

اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ

کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے، اور میں اللہ کے حکم سے مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں، اور مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں، اور تم لوگ

بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ۭ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ

جو کچھ اپنے گھروں میں کھاتے یا ذخیرہ کر کے رکھتے ہو میں وہ سب بتا دیتا ہوں۔[20] اگر تم ایمان لانے والے ہو تو ان تمام باتوں میں تمہارے لئے

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝٤٩ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ

(کافی) نشانی ہے (۴۹) اور جو کتاب مجھ سے پہلے آچکی ہے، یعنی تورات، میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں، اور (اس لئے بھیجا گیا ہوں)

بَعْضَ الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۣ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

تاکہ کچھ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں، اب تمہارے لئے حلال کر دوں۔[21] اور میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آیا

وَاَطِيْعُوْنِ ۝٥٠ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ

ہوں، لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو (۵۰) بیشک اللہ میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔ لہٰذا اسی کی عبادت کرو

مُّسْتَقِيْمٌ ۝٥١ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِىْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ

یہی سیدھا راستہ ہے (۵۱) پھر جب عیسیٰ نے محسوس کیا کہ وہ کفر پر آمادہ ہیں، تو انہوں نے (اپنے پیرووں سے) کہا: "کون کون لوگ ہیں جو اللہ کی راہ

قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا

میں میرے مددگار ہوں؟" حواریوں[22] نے کہا: "ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لاچکے ہیں، اور آپ گواہ رہئے کہ ہم فرماں

---

(۲۰) یہ سب معجزے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی نبوت کے ثبوت کے طور پر عطا فرمائے تھے، اور آپ نے ان کا عملی مظاہرہ فرمایا۔

(۲۱) بنی اسرائیل کے لئے موسوی شریعت میں بعض چیزیں حرام کی گئی تھیں، مثلاً اونٹ کا گوشت اور چربی، بعض پرندے اور مچھلیوں کی بعض اقسام۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں انہیں جائز قرار دے دیا گیا۔

(۲۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صحابہ کو حواری کہا جاتا ہے۔

مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ

بردار ہیں ﴿۵۲﴾ اے ہمارے رَبّ! آپ نے جو کچھ نازل کیا ہے ہم اس پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے رسول کی اتباع کی ہے، لہٰذا ہمیں ان لوگوں میں

ربع الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ

لکھ لیجئے جو (حق کی) گواہی دینے والے ہیں۔'' ﴿۵۳﴾ اور ان کافروں نے (عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف) خفیہ تدبیر کی، اور اللہ نے بھی خفیہ تدبیر کی۔ اور

اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ

اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے ﴿۵۴﴾ (اس کی تدبیر اس وقت سامنے آئی) جب اللہ نے کہا تھا کہ: ''اے عیسیٰ! میں تمہیں صحیح سالم واپس لے

كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ

لوں گا،(۲۳) اور تمہیں اپنی طرف اُٹھالوں گا، اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے ان (کی ایذا) سے تمہیں پاک کردوں گا۔ اور جن لوگوں نے تمہاری

الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ

اتباع کی ہے، ان کو قیامت کے دن تک ان لوگوں پر غالب رکھوں گا جنہوں نے تمہارا انکار کیا ہے۔(۲۴) پھر تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے،

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى

اس وقت میں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔ ﴿۵۵﴾ چنانچہ جو لوگ ایسے ہیں کہ انہوں نے کفر اپنالیا

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ہے، ان کو تو میں دُنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا، اور ان کو کسی طرح کے مددگار میسر نہیں آئیں گے ﴿۵۶﴾ البتہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾

انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان کو اللہ ان کا پورا پورا ثواب دے گا، اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿۵۷﴾

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى

(اے پیغمبر!) یہ وہ آیتیں اور حکمت بھرا ذِکر ہے جو ہم تمہیں پڑھ کر سنا رہے ہیں ﴿۵۸﴾ اللہ کے نزدیک عیسیٰ

(۲۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالفین نے انہیں سولی پر چڑھانے کا منصوبہ بنایا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اُٹھالیا اور جو لوگ آپ کو گرفتار کرنے آئے تھے ان میں سے ایک شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنادیا، اور مخالفین نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دھوکے میں اسے سولی پر چڑھا دیا۔ آیت کا جو ترجمہ یہاں کیا گیا ہے وہ عربی لفظ ''توفی'' کے لغوی معنیٰ پر مبنی ہے، اور مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے یہاں یہی معنیٰ مراد لئے ہیں۔ اس لفظ کی ایک اور تشریح بھی ممکن ہے جو حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ اس کے لئے ملاحظہ ہو معارف القرآن ص: ۴۷ ج: ۲۔

(۲۴) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ماننے والے (خواہ انہیں صحیح طور پر مانتے ہوں جیسے مسلمان، یا غلو کے ساتھ مانتے ہوں جیسے عیسائی) ان کے مخالفین پر ہمیشہ غالب رہیں گے۔ چنانچہ تاریخ میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے، البتہ صدیوں کی تاریخ میں اگر کچھ مختصر عرصے کے لئے جزوی طور پر کہیں ان کے مخالفین کا غلبہ ہوگیا ہو تو وہ اس کے منافی نہیں ہے۔

عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾
کی مثال آدم جیسی ہے؛ اللہ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر ان سے کہا: "ہو جاؤ" بس وہ ہوگئے ﴿۵۹﴾
اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا
حق وہی ہے جو تمہارے رَبّ کی طرف سے آیا ہے، لہٰذا شک کرنے والوں میں شامل نہ ہو جانا ﴿۶۰﴾ تمہارے پاس (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے
جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا
واقعے کا) جو صحیح علم آ گیا ہے اس کے بعد بھی جو لوگ اس معاملے میں تم سے بحث کریں تو ان سے کہہ دو کہ: "آؤ، ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم
وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى
اپنے بیٹوں کو، اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو، اور ہم اپنے لوگوں کو اور تم اپنے لوگوں کو، پھر ہم سب مل کر اللہ کے سامنے گڑگڑائیں، اور جو
الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ؕ
جھوٹے ہوں ان پر اللہ کی لعنت بھیجیں[۲۵]۔" ﴿۶۱﴾ یقین جانو کہ واقعات کا سچا بیان یہی ہے۔ اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور یقیناً اللہ ہی
وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ
ہے جو اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک ﴿۶۲﴾ پھر بھی اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو اللہ مفسدوں کو اچھی
بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا ع
طرح جانتا ہے ﴿۶۳﴾ (مسلمانو! یہود و نصاریٰ سے) کہہ دو کہ: "اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہم تم
وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا
میں مشترک ہو، (اور وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور اللہ کو چھوڑ کر
اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾
ہم ایک دوسرے کو رَبّ نہ بنائیں۔" پھر بھی اگر وہ منہ موڑیں تو کہہ دو: "گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔" ﴿۶۴﴾
يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ
اے اہلِ کتاب! تم ابراہیم کے بارے میں کیوں بحث کرتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل ان کے بعد ہی تو

---

(۲۵) اس عمل کو مباہلہ کہا جاتا ہے۔ جب بحث کا کوئی فریق دلائل کو تسلیم کرنے کے بجائے ہٹ دھرمی پر تل جائے تو آخری راستہ یہ ہے کہ اسے مباہلہ کی دعوت دی جائے جس میں دونوں فریق اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا یا باطل پر ہو وہ ہلاک ہو جائے۔ جیسا کہ اس سورت کے شروع میں بیان ہوا ہے، شہر نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا، اس نے آپ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدائی پر بحث کی جس کا اطمینان بخش جواب قرآنِ کریم کی طرف سے پچھلی آیتوں میں دے دیا گیا۔ جب وہ کھلے دلائل کے باوجود اپنی گمراہی پر اصرار کرتے رہے تو اس آیت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ انہیں مباہلے کی دعوت دیں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ دعوت دی اور خود اس کے لئے تیار

وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ

نازل ہوئی تھیں؛ کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں ہے؟ (۶۵) دیکھو! یہ تم ہی تو ہو جنہوں نے اُن معاملات میں اپنی سی بحث

فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ

کرلی ہے جن کا تمہیں کچھ نہ کچھ علم تھا۔[۲۶] اب ان معاملات میں کیوں بحث کرتے ہو جن کا تمہیں سرے سے کوئی علم ہی نہیں ہے؟

وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ

اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے (۶۶) ابراہیم نہ یہودی تھے، نہ نصرانی، بلکہ وہ تو سیدھے سیدھے مسلمان تھے،

حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ

اور شرک کرنے والوں میں کبھی شامل نہیں ہوئے (۶۷) ابراہیم کے ساتھ تعلق کے سب سے زیادہ حق دار وہ لوگ ہیں

بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ

جنہوں نے ان کی پیروی کی، نیز یہ نبی (آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم) اور وہ لوگ ہیں جو (ان پر) ایمان لائے ہیں۔ اور اللہ

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا

مؤمنوں کا کارساز ہے (۶۸) (مسلمانو!) اہل کتاب کا ایک گروہ یہ چاہتا ہے کہ تم لوگوں کو گمراہ کردے، حالانکہ وہ اپنے سوا کسی

يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ

اور کو گمراہ نہیں کر رہے، اگرچہ انہیں اس کا احساس نہیں ہے (۶۹) اے اہل کتاب! اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم خود (ان کے من

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ

جانب اللہ ہونے کے) گواہ ہو؟[۲۷] (۷۰) اے اہل کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں گڈمڈ کرتے ہو اور کیوں

ہو کر اپنے اہلِ بیت کو بھی جمع فرمالیا، لیکن عیسائیوں کا وفد مباہلے سے فرار اختیار کر گیا۔

(۲۶) یہودی کہا کرتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے، اور عیسائی کہتے تھے کہ وہ عیسائی تھے۔ اوّل تو قرآنِ کریم نے فرمایا کہ یہ دونوں مذہب تورات اور انجیل کے نزول کے بعد وجود میں آئے، جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بہت پہلے گذر چکے تھے، لہٰذا یہ انتہائی احمقانہ بات ہے کہ انہیں یہودی یا عیسائی کہا جائے۔ اس کے بعد قرآن کریم نے فرمایا کہ جب تمہارے وہ دلائل جو کسی نہ کسی صحیح حقیقت پر مبنی تھے، تمہارے دعووں کو ثابت کرنے میں ناکام رہے ہیں، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں یہ بے بنیاد اور جاہلانہ بات کیسے تمہارے دعوے کو ثابت کرسکتی ہے؟ مثلاً تمہیں یہ معلوم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے، اور اس کی بنیاد پر تم نے ان کی خدائی کی دلیل پیش کر کے بحث کی، مگر کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ بغیر باپ کے پیدا ہونا کسی کی خدائی کی دلیل نہیں ہوسکتا۔ حضرت آدم علیہ السلام تو ماں اور باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے تھے، مگر ان کو تم بھی خدا یا خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ جب تمہاری وہ دلیلیں بھی کام نہ آسکیں جو اس صحیح واقعے پر مبنی تھیں تو یہ سراسر جاہلانہ بات کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نصرانی یا یہودی تھے، کیسے تمہارے لئے کارآمد ہوسکتی ہے؟

(۲۷) یہاں آیتوں سے مراد تورات اور انجیل کی وہ آیتیں ہیں جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی گئی

ع ۱۵ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ

جان بوجھ کر حق بات کو چھپاتے ہو؟ ۝ اہلِ کتاب کے ایک گروہ نے (ایک دوسرے سے) کہا ہے کہ: ''جو کلام مسلمانوں

اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ

پر نازل کیا گیا ہے، اس پر دن کے شروع میں تو ایمان لے آؤ، اور دن کے آخری حصے میں اس سے انکار کر دینا، شاید اس طرح مسلمان (بھی

وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ

اپنے دین سے) پھر جائیں۔[۲۸] ۝ مگر دل سے اُن لوگوں کے سوا کسی کی نہ ماننا جو تمہارے دین کے متبع ہیں۔'' آپ ان سے کہہ دیجئے کہ

دِيْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ

ہدایت تو وہی ہدایت ہے جو اللہ کی دی ہوئی ہو۔ (یہ ساری باتیں تم اس ضد میں کر رہے ہو کہ) کسی کو اُس جیسی چیز (یعنی نبوّت اور آسمانی کتاب)

اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ

کیوں مل گئی جیسی کبھی تمہیں دی گئی تھی یا یہ (مسلمان) تمہارے رَبّ کے آگے تم پر غالب کیوں آ گئے!'' آپ کہہ دیجئے کہ فضیلت تمام تر اللہ

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو

کے ہاتھ میں ہے، وہ جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا ہے، ہر چیز کا علم رکھتا ہے ۝ وہ اپنی رحمت کے لئے جس کو چاہتا

الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ

ہے خاص طور پر منتخب کر لیتا ہے، اور اللہ فضلِ عظیم کا مالک ہے ۝ اہلِ کتاب میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ اگر تم ان کے پاس دولت کا ایک ڈھیر

اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ

بھی امانت کے طور پر رکھوا دو تو وہ تمہیں واپس کر دیں گے، اور انہی میں سے کچھ ایسے ہیں کہ اگر ایک دینار کی امانت بھی ان کے پاس رکھواؤ تو وہ

عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ

تمہیں واپس نہیں دیں گے، الّا یہ کہ تم ان کے سر پر کھڑے رہو۔ ان کا یہ طرزِ عمل اس لئے ہے کہ انہوں نے یہ کہہ رکھا ہے کہ: ''اُمیوں (یعنی

تھی، اور مطلب یہ ہے کہ ایک طرف تم تورات اور انجیل کے من جانب اللہ ہونے کی گواہی دیتے ہو، اور دوسری طرف ان پیشینگوئیوں کے مصداق یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رِسالت کا انکار کرتے ہو جو بالواسطہ ان آیتوں کا انکار ہے۔

(۲۸) بعض یہودیوں نے مسلمانوں کو اِسلام سے برگشتہ کرنے کے لئے یہ اسکیم بنائی تھی کہ ان میں سے کچھ لوگ صبح کے وقت اسلام لانے کا اعلان کر دیں، اور پھر شام کو یہ کہہ کر اِسلام سے پھر جائیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریب سے جا کر دیکھ لیا، آپ وہ پیغمبر نہیں ہیں جن کی خبر تورات میں دی گئی تھی۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح کچھ مسلمان یہ سوچ کر اِسلام سے برگشتہ ہو سکتے ہیں کہ یہ لوگ جو تورات کے عالم ہیں جب اسلام میں داخل ہونے کے بعد بھی اس نتیجے پر پہنچے ہیں تو ان کی بات میں ضرور وزن ہوگا۔

وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ

غیر یہودی عربوں) کے ساتھ معاملہ کرنے میں ہماری کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔" اور (اس طرح) وہ اللہ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھتے ہیں (۷۵) بھلا

وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ

پکڑ کیوں نہیں ہوگی؟ (قاعدہ یہ ہے کہ) جو اپنے عہد کو پورا کرے گا اور گناہ سے بچے گا تو اللہ ایسے پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے (۷۶) (اس کے

وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ

برخلاف) جو لوگ اللہ سے کئے ہوئے عہد اور اپنی کھائی ہوئی قسموں کا سودا کر کے تھوڑی سی قیمت حاصل کر لیتے ہیں ان کا آخرت میں کوئی حصہ

اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ

نہیں ہوگا، اور قیامت کے دن نہ اللہ ان سے بات کرے گا، نہ انہیں (رعایت کی نظر سے) دیکھے گا، نہ انہیں پاک کرے گا، اور ان کا حصہ تو بس

اَلِيْمٌ ۝ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ

عذاب ہوگا، انتہائی دردناک! (۷۷) اور انہی میں سے ایک گروہ کے لوگ ایسے ہیں جو کتاب (یعنی تورات) پڑھتے وقت اپنی زبانوں کو مروڑتے

الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ

ہیں تاکہ تم (ان کی مروڑ کر بنائی ہوئی) اس عبارت کو کتاب کا حصہ سمجھو، حالانکہ وہ کتاب کا حصہ نہیں ہوتی۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ (عبارت) اللہ کی

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ مَا كَانَ

طرف سے ہے، حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتی۔ اور (اس طرح) وہ اللہ پر جانتے بوجھتے جھوٹ باندھتے ہیں (۷۸) یہ کسی بشر کا کام نہیں کہ

لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا

اللہ تو اسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کرے، اور وہ اس کے باوجود لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔ (۲۹)

عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ

اس کے بجائے (وہ تو یہی کہے گا کہ) اللہ والے بن جاؤ، کیونکہ تم جو کتاب پڑھاتے رہے ہو اور جو کچھ پڑھتے رہے ہو،

وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ۙ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ

اس کا یہی نتیجہ ہونا چاہئے (۷۹) اور نہ وہ تمہیں یہ حکم دے سکتا ہے کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو خدا قرار دے دو۔ جب تم مسلمان

وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاِذْ ع

ہو چکے تو کیا اس کے بعد وہ تمہیں کفر اختیار کرنے کا حکم دے گا؟ (۸۰) اور (ان کو وہ وقت یاد دلاؤ) جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا تھا کہ:

اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ

"اگر میں تم کو کتاب اور حکمت عطا کروں، پھر تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو اس (کتاب) کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے، تو تم اس

(۲۹) یہ عیسائیوں کی تردید ہو رہی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا یا خدا کا بیٹا مان کر گویا یہ دعویٰ کرتے تھے کہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہی ان کو اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔ یہی حال ان بعض یہودی فرقوں کا تھا جو حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا مانتے تھے۔

رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ

پر ضرور ایمان لاؤ گے، اور ضرور اس کی مدد کرو گے۔'' اللہ نے (ان پیغمبروں سے) کہا تھا کہ: ''کیا تم اس بات کا اقرار کرتے ہو اور میری طرف

ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ

سے دی ہوئی یہ ذمہ داری اُٹھاتے ہو؟'' انہوں نے کہا تھا: ''ہم اقرار کرتے ہیں۔'' اللہ نے کہا: ''تو پھر (ایک دوسرے کے اقرار کے)

فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ

گواہ بن جاؤ، اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہی میں شامل ہوں (۸۱) اس کے بعد بھی جو لوگ (ہدایت سے) منہ موڑیں گے تو ایسے لوگ نافرمان

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي

ہوں گے۔'' (۸۲) اب کیا یہ لوگ اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور دین کی تلاش میں ہیں؟ حالانکہ آسمانوں اور زمین میں جتنی مخلوقات ہیں ان سب

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

نے اللہ ہی کے آگے گردن جھکا رکھی ہے، (کچھ نے) خوشی سے اور (کچھ نے) ناچار ہو کر،(۳۰) اور اسی کی طرف وہ سب لوٹ کر جائیں گے (۸۳)

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ

کہہ دو کہ: ''ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو (کتاب) ہم پر اُتاری گئی اُس پر، اور اُس (ہدایت) پر جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور (ان

وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪

کی) اولاد پر ان کے پروردگار کی طرف سے اُتاری گئی، اور اُن باتوں پر جو موسیٰ، عیسیٰ اور (دوسرے) پیغمبروں کو عطا کی گئیں۔ ہم ان (پیغمبروں) میں

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ

سے کسی کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی (ایک اللہ) کے آگے سر جھکائے ہوئے ہیں۔'' (۸۴) جو کوئی شخص اسلام کے سوا کوئی اور دین

الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

اختیار کرنا چاہے گا، تو اس سے وہ دین قبول نہیں کیا جائے گا، اور آخرت میں وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جو سخت نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ (۸۵)

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْۤا اَنَّ الرَّسُوْلَ

اللہ ایسے لوگوں کو کیسے ہدایت دے جنہوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کر لیا؟ حالانکہ وہ گواہی دے چکے تھے کہ یہ رسول سچے ہیں، اور ان

حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ

کے پاس (اس کے) روشن دلائل بھی آچکے تھے۔ اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا (۸۶) ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ

---

(۳۰) مطلب یہ ہے کہ پوری کائنات میں حکم اللہ تعالیٰ ہی کا چلتا ہے۔ اہلِ ایمان اللہ کے ہر حکم کو دِل وجان سے بخوشی قبول کرتے ہیں، اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو مانتے بھی نہ ہوں ان کو بھی چار و ناچار اللہ کے ان فیصلوں کے آگے سر جھکانا پڑتا ہے جو وہ اس کائنات کے انتظام کے لئے کرتا ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ اگر کسی کو بیمار کرنے کا فیصلہ فرمالے تو کوئی اسے پسند کرے یا ناپسند، ہر حال میں وہ فیصلہ نافذ ہو کر رہتا ہے، اور کوئی مؤمن ہو یا کافر، اسے فیصلے کے آگے سر جھکائے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾
ان پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی پھٹکار ہے ﴿۸۷﴾ اسی (پھٹکار) میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا
نہ ان کے لئے عذاب ہلکا کیا جائے گا، اور نہ انہیں کوئی مہلت دی جائیگی ﴿۸۸﴾ البتہ جو لوگ اس سب کے بعد بھی
الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۫ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ
توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیں، تو بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ ﴿۸۹﴾ (اس کے برخلاف)
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ
جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کیا، پھر کفر میں بڑھتے ہی چلے گئے، ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی،[۳۱] ایسے لوگ راستے
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ
سے بالکل ہی بھٹک چکے ہیں۔ ﴿۹۰﴾ جن لوگوں نے کفر اپنایا اور کافر ہونے کی حالت ہی میں مرے، ان میں سے کسی سے پوری زمین بھر کر سونا
يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ
بھی قبول نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ اپنی جان چھڑانے کے لئے اس کی پیشکش ہی کیوں نہ کرے۔ ان کو تو دردناک عذاب ہوکر رہے گا، اور ان کو کسی
عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا ع
قسم کے مددگار میسر نہیں آئیں گے۔ ﴿۹۱﴾ تم نیکی کے مقام تک اس وقت تک ہرگز نہیں پہنچو گے جب تک ان چیزوں میں سے (اللہ کے لئے)
تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا
خرچ نہ کرو جو تمہیں محبوب ہیں۔[۳۲] اور جو کچھ بھی تم خرچ کرو، اللہ اسے خوب جانتا ہے۔ ﴿۹۲﴾ تورات کے نازل ہونے سے پہلے کھانے کی تمام
لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ
چیزیں (جو مسلمانوں کے لئے حلال ہیں) بنی اسرائیل کے لئے (بھی) حلال تھیں، سوائے اُس چیز کے جو اسرائیل (یعنی یعقوب علیہ السلام)
تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۳﴾
نے اپنے اُوپر حرام کرلی تھی۔ (اے پیغمبر! یہودیوں سے) کہہ دو کہ: "اگر تم سچے ہو تو تورات لے کر آؤ اور اس کی تلاوت کرو۔"[۳۳] ﴿۹۳﴾

(۳۱) یعنی جب تک وہ کفر سے توبہ کرکے ایمان نہیں لائیں گے، دوسرے گناہوں سے ان کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔

(۳۲) پیچھے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶۷ میں یہ حکم گذرا ہے کہ صرف خراب اور ردّی قسم کی چیزیں صدقے میں نہ دیا کرو، بلکہ اچھی چیزوں میں سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا کرو۔ اب اس آیت میں مزید آگے بڑھ کر یہ کہا جا رہا ہے کہ صرف یہی نہیں کہ اچھی چیزیں اللہ کی خوشنودی کے لئے دو، بلکہ جن چیزوں سے تمہیں زیادہ محبت ہے، ان کو اس راہ میں نکالو تاکہ صحیح معنیٰ میں اللہ کے لئے قربانی کا مظاہرہ ہوسکے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے اپنی سب سے زیادہ پسندیدہ چیزیں صدقہ کرنی شروع کردیں جس کے بہت سے واقعات حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ ملاحظہ ہو معارف القرآن جلد دوم ص: ۱۰۷ و ۱۰۸۔

(۳۳) بعض یہودیوں نے مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا تھا کہ آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

فَمَنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾

پھر ان باتوں کے (واضح ہونے کے) بعد بھی جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھیں، تو ایسے لوگ بڑے ظالم ہیں (۹۴) آپ کہئے کہ اللہ نے سچ کہا

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ

ہے، لہٰذا تم ابراہیم کے دین کا اتباع کرو جو پوری طرح سیدھے راستے پر تھے، اور ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو اللہ کی خدائی میں کسی کو شریک

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّ

مانتے ہیں (۹۵) حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا یقینی طور پر وہ ہے جو مکہ میں واقع ہے (اور) بنانے

هُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ

کے وقت ہی سے برکتوں والا اور دُنیا جہان کے لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان ہے۔(۳۴) (۹۶) اس میں روشن نشانیاں ہیں، مقام ابراہیم ہے، اور

پیروکار ہیں، حالانکہ آپ اُونٹ کا گوشت کھاتے ہیں، جو تورات کی رُو سے حرام ہے۔ ان آیات میں اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اُونٹ کا گوشت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دِین میں حرام نہیں تھا، بلکہ تورات نازل ہونے سے پہلے بنی اِسرائیل کے لئے بھی وہ سب چیزیں حلال تھیں جو آج مسلمانوں کے لئے حلال ہیں۔ البتہ ہوا یہ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُونٹ کا گوشت اپنے اُوپر حرام کرلیا تھا، جس کی وجہ حضرت ابن عباسؓ نے یہ بتائی ہے کہ ان کو عرق النساء کی بیماری تھی، اور انہوں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر مجھے اس بیماری سے شفا ہوگئی تو میں اپنے کھانے کی سب سے پسندیدہ چیز چھوڑ دوں گا۔ انہیں اُونٹ کا گوشت سب سے زیادہ پسند تھا، اس لئے شفا حاصل ہونے پر انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ (روح المعانی بحوالہ مستدرک حاکم بسند صحیح) اب قرآنِ کریم نے یہاں صریح الفاظ میں یہ بات نہیں بتائی کہ آیا اس کے بعد یہ گوشت بنی اسرائیل پر بھی حرام کردیا گیا تھا یا نہیں، لیکن سورۂ نساء (۴:۱۶۰) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر بہت سی اچھی چیزیں بھی حرام کردی گئی تھیں۔ اور اسی سورت کی آیت نمبر ۵۰ میں گذر چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ: "اور جو کتاب مجھ سے پہلے آچکی ہے، یعنی تورات، میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں، اور (اس لئے بھیجا گیا ہوں) تاکہ کچھ چیزیں جو تم پر حرام کی گئی تھیں، اب تمہارے لئے حلال کردوں۔" نیز یہاں "تورات نازل ہونے سے پہلے" کے الفاظ بھی یہ بتارہے ہیں کہ اُونٹ کا گوشت شاید تورات نازل ہونے کے بعد ان پر حرام کردیا گیا تھا۔ اب جو چیلنج ان کو دیا گیا ہے کہ "اگر تم سچے ہو تو تورات لے کر آؤ اور اس کی تلاوت کرو۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ تورات میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ اُونٹ کا گوشت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے حرام چلا آتا ہے۔ اس کے برعکس یہ حکم صرف بنی اسرائیل کو دیا گیا تھا، چنانچہ اب بھی بائبل کی کتاب احبار میں جو یہودیوں اور عیسائیوں کی نظر میں تورات کا ایک حصہ ہے، اُونٹ کی حرمت بنی اسرائیل ہی کے لئے بیان ہوئی ہے: "تم بنی اسرائیل سے کہو کہ ... تم ان جانوروں کو نہ کھانا، یعنی اُونٹ کو ... سو وہ تمہارے لئے ناپاک ہے۔" (احبار ۱۱:۱-۴) خلاصہ یہ کہ اُونٹ کا گوشت اَصلاً حلال ہے، مگر حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے ان کی نذر کی وجہ سے اور بنی اسرائیل کے لئے ان کی نافرمانیوں کی بنا پر حرام کیا گیا تھا۔ اب اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا السلام) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کا اصل حکم لوٹ آیا ہے۔

(۳۴) یہ یہودیوں کے ایک اور اعتراض کا جواب ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ بنی اسرائیل کے تمام انبیائے کرام بیت المقدس کو

اٰمِنًا ؕ وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ

جو اس میں داخل ہوتا ہے امن پا جاتا ہے۔ اور لوگوں میں سے جو لوگ اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر اللہ کے لئے اس گھر کا

كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ

حج کرنا فرض ہے۔ اور اگر کوئی انکار کرے تو اللہ دُنیا جہان کے تمام لوگوں سے بے نیاز ہے۔ (۹۷) کہہ دو کہ: ''اے اہلِ کتاب! اللہ کی آیتوں

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ

کا کیوں انکار کرتے ہو؟ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سب کا گواہ ہے۔'' (۹۸) کہہ دو کہ: ''اے اہلِ کتاب! اللہ کے راستے میں ٹیڑھ پیدا کرنے

تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّاَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَمَا

کی کوشش کر کے ایک مؤمن کے لئے اس میں کیوں رُکاوٹ ڈالتے ہو جبکہ تم خود حقیقتِ حال کے گواہ ہو؟ (۳۵) جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ اس سے

اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا

غافل نہیں ہے۔'' (۹۹) اے ایمان والو! اگر تم اہلِ کتاب کے ایک گروہ کی بات مان لوگے تو وہ تمہارے

اپنا قبلہ قرار دیتے آئے ہیں، مسلمانوں نے اسے چھوڑ کر مکہ کے کعبہ کو کیوں قبلہ بنالیا۔ آیت نے جواب یہ دیا ہے کہ کعبہ تو بیت المقدس کی تعمیر سے بہت پہلے وجود میں آچکا تھا، اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نشانی ہے۔ لہٰذا اسے پھر سے قبلہ اور مقدس عبادت گاہ بنانا ہرگز قابلِ اعتراض نہیں۔

(۳۵) یہاں سے آیت نمبر ۱۰۸ تک کی آیات ایک خاص واقعے کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ مدینہ منورہ میں دو قبیلے اوس اور خزرج کے نام سے آباد تھے۔ اسلام سے پہلے ان کے درمیان سخت دُشمنی تھی، اور دونوں میں وقتاً فوقتاً جنگیں ہوتی رہتی تھیں جو بعض اوقات سالہا سال جاری رہتی تھیں۔ جب ان قبیلوں کے لوگ مسلمان ہوگئے تو اِسلام کی برکت سے ان کی یہ دُشمنی ختم ہوگئی اور اِسلام کے دامن میں آکر وہ شیر و شکر ہوکر رہنے لگے۔ بعض یہودیوں کو ان کا یہ اتحاد ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا۔ ایک مرتبہ دونوں قبیلوں کے لوگ ایک مجلس میں جمع تھے، ایک یہودی شاس بن قیس نے ان کے پیار و محبت کا یہ منظر دیکھا تو اس سے نہ رہا گیا، اور اس نے ان کے درمیان پھوٹ ڈالنے کے لئے یہ ترکیب کی کہ ایک شخص سے کہا کہ اس مجلس میں وہ اَشعار سنادو جو زمانۂ جاہلیت میں اوس اور خزرج کے شاعروں نے ایک لمبی جنگ کے دوران ایک دوسرے کے خلاف کہے تھے۔ اس شخص نے وہ اَشعار سنانے شروع کردیئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ان اَشعار سے پرانی باتیں تازہ ہوگئیں، شروع میں دونوں قبیلوں کے لوگوں میں زبانی تکرار ہوئی، پھر بات بڑھ گئی اور آپس میں نئے سرے سے جنگ کی تاریخ اور وقت مقرّر ہونے لگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ کو سخت صدمہ ہوا، آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں تنبیہ فرمائی کہ یہ سب شیطانی حرکت تھی۔ بالآخر آپ کے سمجھانے سے یہ فتنہ ختم ہوا۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پہلے تو یہودیوں سے خطاب کرکے فرمایا ہے کہ اوّل تو تم کو خود ایمان لانا چاہئے، اور اگر خود اس سعادت سے محروم ہو تو کم از کم ان لوگوں کے راستے میں رُکاوٹ تو نہ ڈالو جو ایمان لاچکے ہیں۔ اس کے بعد بڑے مؤثر انداز میں مسلمانوں کو نصیحت فرمائی ہے، اور آخر میں باہمی جھگڑوں سے بچنے کا علاج یہ بتایا ہے کہ اپنے آپ کو دِین کی تبلیغ و دعوت میں مصروف کرلو تو اس سے اشاعتِ اسلام کے علاوہ یکجہتی بھی پیدا ہوگی۔

مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ۝۱۰۰ وَكَيْفَ

ایمان لانے کے بعد تم کو دوبارہ کافر بنا کر چھوڑیں گے ۝۱۰۰ اور تم کیسے کفر اپناؤ گے جبکہ اللہ کی آیتیں تمہارے

تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ

سامنے تلاوت کی جاتی ہیں اور اس کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے؟ اور (اللہ کی سنت یہ ہے کہ) جو شخص اللہ کا

ع ۱۰ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۱۰۱ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا

سہارا مضبوطی سے تھام لے، وہ سیدھے راستے تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ ۝۱۰۱ اے ایمان والو! دِل میں اللہ کا ویسا ہی خوف رکھو جیسا خوف رکھنا

اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۱۰۲ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ

اس کا حق ہے، اور خبردار! تمہیں کسی اور حالت میں موت نہ آئے، بلکہ اسی حالت میں آئے کہ تم مسلمان ہو ۝۱۰۲ اور اللہ کی رسّی کو سب مل کر

جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً

مضبوطی سے تھامے رکھو، اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو، اور اللہ نے تم پر جو اِنعام کیا ہے اسے یاد رکھو کہ ایک وقت تھا جب تم

فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا

ایک دُوسرے کے دُشمن تھے، پھر اللہ نے تمہارے دِلوں کو جوڑ دیا اور تم اللہ کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے، اور تم آگ کے گڑھے کے

حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ

کنارے پر تھے؛ اللہ نے تمہیں اس سے نجات عطا فرمائی۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کھول کر واضح کرتا ہے، تاکہ تم راہِ

تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰۳ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ

راست پر آجاؤ۔ ۝۱۰۳ اور تمہارے درمیان ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جس کے افراد (لوگوں کو) بھلائی کی طرف بلائیں،

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۱۰۴ وَلَا

نیکی کی تلقین کریں، اور برائی سے روکیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں ۝۱۰۴ اور ان لوگوں کی

تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ

طرح نہ ہوجانا جن کے پاس کھلے کھلے دلائل آچکے تھے، اس کے بعد بھی انہوں نے آپس میں پھوٹ ڈال لی

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۰۵ لا يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا

اور اختلاف میں پڑ گئے۔ ایسے لوگوں کو سخت سزا ہوگی۔ ۝۱۰۵ اُس دن جب کچھ چہرے چمکتے ہوں گے اور کچھ چہرے سیاہ پڑ جائیں گے! چنانچہ

الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۫ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا

جن لوگوں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے (اُن سے کہا جائے گا کہ:) "کیا تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر اختیار کرلیا؟[۳۶] لو پھر اب مزہ چکھو

(۳۶) اگر یہ یہودیوں کا ذکر ہے تو ایمان سے مراد ان کا تورات پر ایمان لانا ہے، اور اگر منافقین مراد ہیں تو ایمان کا مقصد ان کا زبانی اعلان ہے جس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ تیسرا اِحتمال یہ بھی ہے کہ ان لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے جو

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ (۱۰۶) وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ
اس عذاب کا، کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے۔" (۱۰۶) دوسری طرف جن لوگوں کے چہرے چمکتے ہوں گے وہ اللہ کی
رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ (۱۰۷) تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ
رحمت میں جگہ پائیں گے۔ وہ اسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (۱۰۷) یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تمہیں ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنا رہے ہیں،
بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ (۱۰۸) وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي
اور اللہ دُنیا جہان کے لوگوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا (۱۰۸) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ ہی کا ہے
الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (۱۰۹) ع كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ ع
اور اسی اللہ ہی کی طرف تمام معاملات لوٹائے جائیں گے۔ (۱۰۹) (مسلمانو!) تم وہ بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے
لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ
وجود میں لائی گئی ہے۔ تم نیکی کی تلقین کرتے ہو، بُرائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔
وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ
اگر اہل کتاب ایمان لے آتے تو یہ ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا۔ ان میں سے کچھ تو مؤمن ہیں، مگر ان کی
الْفٰسِقُوْنَ (۱۱۰) لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ
اکثریت نافرمان ہے (۱۱۰) وہ تھوڑا بہت ستانے کے سوا تمہیں کوئی بڑا نقصان ہرگز نہیں پہنچا سکیں گے۔ اور اگر وہ تم سے لڑیں گے بھی تو تمہیں پیٹھ
الْاَدْبَارَ ۫ قف ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ (۱۱۱) ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا
دِکھا جائیں گے، پھر انہیں کوئی مدد بھی نہیں پہنچے گی (۱۱۱) وہ جہاں کہیں پائے جائیں، ان پر ذِلت کا ٹھپہ لگا دیا گیا ہے، اِلَّا یہ کہ اللہ کی طرف سے
بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ
کوئی سبب پیدا ہو جائے یا انسانوں کی طرف سے کوئی ذریعہ نکل آئے (جو ان کو سہارا دیدے) ؛ انجام کار وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹے ہیں، اور
عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ
ان پر محتاجی مسلط کر دی گئی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، اور پیغمبروں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ (نیز) اس کی
الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (۱۱۲) ق لَيْسُوْا
وجہ یہ ہے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے، اور ساری حدیں پھلانگ جایا کرتے تھے (۱۱۲) (لیکن) سارے اہل کتاب ایک جیسے نہیں ہیں۔ اہل
سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ
کتاب ہی میں وہ لوگ بھی ہیں جو (راہ راست پر) قائم ہیں، جو رات کے اوقات میں اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرتے ہیں، اور جو (اللہ کے

کسی بھی وقت اسلام سے مرتد ہو گئے تھے۔ پیچھے چونکہ مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ خبردار اسلام کو چھوڑ نہ بیٹھنا، اس لئے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ واقعۃً مرتد ہو جائیں گے، ان کا آخرت میں کیا حال ہوگا۔

وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
آگے) سجدہ ریز ہوتے ہیں(۳۷) ﴿۱۱۳﴾ یہ لوگ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اچھائی کی تلقین کرتے اور برائی سے روکتے
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
ہیں، اور نیک کاموں کی طرف لپکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا شمار صالحین میں ہے ﴿۱۱۴﴾ وہ جو بھلائی بھی کریں گے،
وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
اس کی ہرگز ناقدری نہیں کی جائے گی، اور اللہ پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے ﴿۱۱۵﴾ (اس کے برعکس)
كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِىَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ
جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، اللہ کے مقابلے میں نہ ان کے مال ان کے کچھ کام آئیں گے، نہ اولاد۔
اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ ھٰذِهِ الْحَيٰوةِ
وہ دوزخی لوگ ہیں؛ اسی میں وہ ہمیشہ رہیں گے ﴿۱۱۶﴾ جو کچھ یہ لوگ دُنیوی زندگی میں خرچ کرتے ہیں، اس کی مثال ایسی ہے
الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْھَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ
جیسے ایک سخت سردی والی تیز ہوا ہو جو ان لوگوں کی کھیتی کو جا لگے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کر رکھا ہو، اور وہ اس کھیتی کو برباد کردے۔(۳۸)
فَاَھْلَكَتْهُ ۭ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ
ان پر اللہ نے ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہیں۔ ﴿۱۱۷﴾ اے ایمان والو! اپنے سے باہر کے کسی
اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا
شخص کو رازدار نہ بناؤ، یہ لوگ تمہاری بدخواہی میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھتے۔(۳۹) ان کی دِلی خواہش یہ ہے کہ تم تکلیف اُٹھاؤ۔

(۳۷) اس سے مراد وہ اہلِ کتاب ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے، مثلاً یہودیوں میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ۔

(۳۸) کافر لوگ جو کچھ خیرات وغیرہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس کا صلہ انہیں دُنیا ہی میں دے دیتے ہیں، ان کے کفر کی وجہ سے اس کا ثواب آخرت میں نہیں ملتا۔ لہٰذا ان کے خیراتی اعمال کی مثال ایک کھیتی کی سی ہے، اور ان کے کفر کی مثال اس تیز آندھی کی ہے جس میں پالا بھی ہو اور وہ اچھی خاصی کھیتی کو برباد کر ڈالے۔

(۳۹) مدینہ منوّرہ میں اوس اور خزرج کے جو قبیلے آباد تھے، زمانۂ دراز سے یہودیوں کے ساتھ ان کے دوستانہ تعلقات چلے آتے تھے۔ جب اوس اور خزرج کے لوگ مسلمان ہوگئے تو وہ ان یہودیوں کے ساتھ اپنی دوستی نبھاتے رہے، مگر یہودیوں کا حال یہ تھا کہ ظاہر میں تو وہ بھی دوستانہ انداز میں ملتے تھے اور ان میں سے کچھ لوگ یہ بھی ظاہر کرتے تھے کہ وہ بھی مسلمان ہوگئے ہیں، لیکن ان کے دِل میں مسلمانوں کے خلاف بغض بھرا ہوا تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مسلمان ان کی دوستی پر بھروسہ کرتے ہوئے سادہ لوحی میں انہیں مسلمانوں کی کوئی راز کی بات بھی بتا دیتے تھے۔ اس آیتِ کریمہ نے مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ وہ ان پر بھروسہ نہ کریں اور انہیں رازدار بنانے سے مکمل پرہیز کریں۔

عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ

بغض ان کے منہ سے ظاہر ہو چکا ہے، اور جو کچھ (عداوت) ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں وہ کہیں زیادہ ہے۔ ہم نے پتے کی

اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۱۱۸ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا

باتیں تمہیں کھول کھول کر بتادی ہیں، بشرطیکہ تم سمجھ سے کام لو۔ (۱۱۸) دیکھو! تم تو ایسے ہو کہ ان سے محبت رکھتے ہو، مگر وہ تم سے محبت نہیں رکھتے،

يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا

اور تم تو تمام (آسمانی) کتابوں پر ایمان رکھتے ہو، اور (ان کا حال یہ ہے کہ) وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (قرآن پر) ایمان لے

عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

آئے، اور جب تنہائی میں جاتے ہیں تو تمہارے خلاف غصے کے مارے اپنی اُنگلیاں چباتے ہیں۔ (ان سے) کہہ دو کہ "اپنے غصے میں خود

الصُّدُوْرِ ۝۱۱۹ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا

مر رہو۔ اللہ سینوں میں چھپی ہوئی باتیں خوب جانتا ہے۔" (۱۱۹) اگر تمہیں کوئی بھلائی مل جائے تو ان کو برا لگتا ہے، اور اگر تمہیں کوئی گزند پہنچے تو یہ

بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا

اس سے خوش ہوتے ہیں۔ اگر تم صبر اور تقویٰ سے کام لو تو ان کی چالیں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گی۔ جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کے

يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۝۱۲۰ ع وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ ع

(علم اور قدرت کے) احاطے میں ہے۔ (۱۲۰) (اے پیغمبر! جنگِ اُحد کا وہ وقت یاد کرو) جب تم صبح کے وقت اپنے گھر سے نکل کر مسلمانوں کو

لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۱۲۱ لا اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا لا

جنگ کے ٹھکانوں پر جما رہے تھے۔(۴۰) ـــــ اور اللہ سب کچھ سننے جاننے والا ہے ـــــ (۱۲۱) جب تمہی میں کے دو گروہوں نے یہ سوچا تھا کہ وہ

وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲۲ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ

ہمت ہار بیٹھیں،(۴۱) حالانکہ اللہ ان کا حامی و ناصر تھا، اور مؤمنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ (۱۲۲) اللہ نے تو (جنگِ) بدر کے موقع پر ایسی حالت

---

(۴۰) جنگِ اُحد میں تین ہزار کفارِ مکہ کا ایک لشکر مدینہ منوّرہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مقابلے کے لئے اُحد پہاڑ کے دامن میں تشریف لے گئے تھے جہاں یہ جنگ لڑی گئی۔ آنے والی آیات میں اس کے متعدد واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۴۱) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقابلے کے لئے مدینہ منوّرہ سے نکلے تو آپ کے ساتھ ایک ہزار آدمی تھے، لیکن منافقین کا سردار عبداللہ بن اُبیّ راستے میں یہ کہہ کر اپنے تین سو آدمیوں سمیت واپس چلا گیا کہ ہماری رائے یہ تھی کہ دُشمن کا مقابلہ شہر کے اندر رہ کر کیا جائے۔ ہماری رائے کے خلاف آپ باہر نکل آئے ہیں، اس لئے ہم جنگ میں شریک نہیں ہوں گے۔ اس موقع پر سچے مسلمانوں کے دو قبیلے بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے دِل بھی ڈگمگا گئے، اور ان کے دِل میں بھی خیال آیا کہ تین ہزار کے مقابلے میں صرف سات سو افراد بہت تھوڑے ہیں، اور ایسے میں جنگ لڑنے کے بجائے الگ ہو جانا چاہئے، لیکن پھر اللہ نے مدد فرمائی، اور

بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ

میں تمہاری مدد کی تھی جب تم بالکل بے سروسامان تھے۔(۴۲) لہٰذا (صرف) اللہ کا خوف دل میں رکھو، تاکہ تم شکر گذار بن سکو۔ ﴿۱۲۳﴾ جب (بدر کی

لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

جنگ میں) تم مؤمنوں سے کہہ رہے تھے کہ: "کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتے اُتار کر تمہاری مدد کو بھیج

مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا

دے؟ ﴿۱۲۴﴾ ہاں! بلکہ اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کرو اور وہ لوگ اپنے اسی ریلے میں اچانک تم تک پہنچ جائیں تو تمہارا پروردگار پانچ ہزار فرشتے تمہاری

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ

مدد کو بھیج دے گا جنہوں نے اپنی پہچان نمایاں کی ہوئی ہوگی۔" ﴿۱۲۵﴾(۴۳) اللہ نے یہ انتظام صرف اس لئے کیا تھا تاکہ تمہیں خوشخبری ملے، اور اس سے

اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۗ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

تمہارے دلوں کو اطمینان نصیب ہو، ورنہ فتح تو کسی اور کی طرف سے نہیں، صرف اللہ کے پاس سے آتی ہے جو مکمل اقتدار کا بھی مالک ہے، تمام تر

الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾ ۙ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا

حکمت کا بھی مالک ﴿۱۲۶﴾ (اور جنگِ بدر میں یہ مدد اللہ نے اس لئے کی) تاکہ جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے ان کا ایک حصہ کاٹ کر رکھ دے، یا ان کو

خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ

ایسی ذلت آمیز شکست دے کہ وہ نامراد ہو کر واپس چلے جائیں۔ ﴿۱۲۷﴾ (اے پیغمبر!) تمہیں اس فیصلے کا کوئی اختیار نہیں کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرے یا

فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ

ان کو عذاب دے کیونکہ یہ ظالم لوگ ہیں(*) ﴿۱۲۸﴾ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے

يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

معاف کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے ﴿۱۲۹﴾ اے ایمان والو!

وہ جنگ میں شامل ہوئے۔ اس آیت میں انہی کی طرف اشارہ ہے۔

(۴۲) جنگِ بدر میں مسلمانوں کی تعداد کل تین سو تیرہ تھی، اور ان کے پاس ستر اُونٹ، دو گھوڑے اور صرف آٹھ تلواریں تھیں۔

(۴۳) یہ سارا حوالہ جنگِ بدر کا ہے۔ اس جنگ میں شروع میں تو تین ہزار فرشتوں کی بشارت دی گئی تھی، لیکن بعد میں صحابۂ کرام کو یہ اطلاع ملی کہ کُرز بن جابر اپنا لشکر لے کر کفارِ مکہ کے ساتھ شامل ہونے کے لئے آرہا ہے۔ کفار کی تعداد پہلے ہی مسلمانوں سے تین گنا زیادہ تھی، اب اس لشکر کے آنے کی اطلاع ملی تو مسلمانوں کو تشویش ہوئی۔ اس موقع پر یہ وعدہ کیا گیا کہ اگر کُرز کا لشکر اچانک آگیا تو تین ہزار کے بجائے پانچ ہزار فرشتے بھیجے جائیں گے۔ لیکن پھر کُرز کا لشکر نہیں آیا، اس لئے پانچ ہزار فرشتے بھیجنے کی نوبت نہیں آئی۔

(*) جنگِ اُحد کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے تو آپؐ کی زبانِ مبارک پر یہ الفاظ آئے کہ ایسی قوم کیسے فلاح پائے گی جس کا نبی انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلا رہا ہو اور وہ اس سے جنگ کرے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾
کئی گنا بڑھا چڑھا کر سُود مت کھاؤ، اور اللہ سے ڈرو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو(۴۴) ﴿۱۳۰﴾
وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ
اور اس آگ سے ڈرو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے ﴿۱۳۱﴾ اور اللہ اور رسول کی بات مانو، تاکہ تم سے
لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ
رحمت کا برتاؤ کیا جائے ﴿۱۳۲﴾ اور اپنے رَبّ کی طرف سے مغفرت اور وہ جنت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے بڑھ کر تیزی دِکھاؤ جس
عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي
کی چوڑائی اتنی ہے کہ اس میں تمام آسمان اور زمین سما جائیں۔ وہ اُن پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہے ﴿۱۳۳﴾ جو خوشحالی میں بھی
السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ
اور بدحالی میں بھی (اللہ کے لئے) مال خرچ کرتے ہیں، اور جو غصے کو پی جانے اور لوگوں کو معاف کردینے کے عادی ہیں۔
يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ
اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے ﴿۱۳۴﴾ اور یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر کبھی کوئی بے حیائی کا کام کر بھی بیٹھتے ہیں یا (کسی اور طرح) اپنی جان پر ظلم
ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ڞ وَ
کر گذرتے ہیں تو فوراً اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اس کے نتیجے میں اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں ـــــ اور اللہ کے سوا ہے بھی کون جو گناہوں کی
لَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ
معافی دے؟ ـــــ اور یہ اپنے کئے پر جانتے بوجھتے اصرار نہیں کرتے ﴿۱۳۵﴾ یہ ہیں وہ لوگ جن کا صلہ ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے،
مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ
اور وہ باغات ہیں جن کے نیچے دریا بہتے ہوں گے، جن میں انہیں دائمی زندگی حاصل ہوگی۔ کتنا بہترین بدلہ ہے جو کام کرنے
الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا
والوں کو ملنا ہے! ﴿۱۳۶﴾ تم سے پہلے بہت سے واقعات گذر چکے ہیں۔ اب تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جنہوں نے

(۴۴) امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں فرمایا ہے کہ جنگِ اُحد کے موقع پر مکہ کے مشرکین نے سود پر قرضے لے کر جنگ کی تیاری کی تھی، اس لئے کسی مسلمان کے دِل میں بھی یہ خیال ہوسکتا تھا کہ مسلمان بھی جنگ کی تیاری میں یہی طریقہ اختیار کریں۔ اس آیت نے انہیں خبردار کردیا کہ سود پر قرض لینا حرام ہے۔ یہاں سود کو کئی گنا بڑھا کر کھانے کا جو ذکر ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کم شرح پر سود کی اجازت ہے، بلکہ اس وقت چونکہ سودی قرضوں میں بکثرت یہی ہوتا تھا کہ سود اصل سے کئی گنا بڑھ جاتا تھا اس لئے ایک واقعے کے طور پر یہ بات بیان کی گئی ہے، ورنہ سورۂ بقرہ (آیت ۲۷۸ اور ۲۷۹) میں صاف واضح کردیا گیا ہے کہ اصل قرض پر جتنی بھی زیادتی ہو وہ سود میں داخل اور حرام ہے۔

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٣٧﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ
(پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا ان کا انجام کیسا ہوا؟ (۱۳۷) یہ تمام لوگوں کے لئے واضح اعلان ہے اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت
لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٨﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ
اور نصیحت! (۱۳۸) (مسلمانو!) تم نہ تو کمزور پڑو، اور نہ غمگین رہو۔ اگر تم واقعی مؤمن رہو تو تم ہی
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ
سربلند ہوگے۔(۴۵) (۱۳۹) اگر تمہیں ایک زخم لگا ہے تو ان لوگوں کو بھی اسی جیسا زخم پہلے لگ چکا ہے۔(۴۶) یہ (تو آتے جاتے) دن ہیں

---

(۴۵) جنگِ اُحد کا واقعہ مختصراً یہ ہے کہ شروع میں مسلمان کافر حملہ آوروں پر غالب آ گئے، اور کفار کا لشکر پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ شروع ہونے سے پہلے پچاس تیرانداز صحابہ کا ایک دستہ میدانِ جنگ کے ایک عقبی ٹیلے پر متعین فرمایا تھا، تاکہ دُشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔ جب دُشمن پسپا ہوا اور میدانِ جنگ خالی ہو گیا تو صحابہ نے اس کا چھوڑا ہوا ساز و سامان مالِ غنیمت کے طور پر اِکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ تیراندازوں کے اس دستے نے جب یہ دیکھا کہ دُشمن بھاگ چکا ہے تو انہوں نے سمجھا کہ اب ہماری ذمہ داری پوری ہو چکی ہے اور ہمیں بھی مالِ غنیمت جمع کرنے میں حصہ لینا چاہئے۔ ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے چند ساتھیوں نے ٹیلہ چھوڑنے کی مخالفت کی، اور اپنے ساتھیوں کو یاد دِلایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ہر حال میں یہاں جمے رہنے کی ہدایت فرمائی تھی، مگر ان میں سے اکثر نے وہاں ٹھہرنے کو بے مقصد سمجھ کر ٹیلہ چھوڑ دیا۔ دُشمن نے جب دُور سے دیکھا کہ ٹیلہ خالی ہو گیا ہے اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے ہیں تو انہوں نے موقع پا کر ٹیلے پر حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے چند ساتھیوں نے اپنی بساط کے مطابق ڈَٹ کر مقابلہ کیا، مگر وہ سب شہید ہو گئے، اور دُشمن اس ٹیلے سے اُتر کر ان بے خبر مسلمانوں پر حملہ آور ہو گیا جو مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف تھے۔ یہ حملہ اس قدر غیر متوقع اور ناگہانی تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑنے لگے۔ اسی دوران کسی نے یہ افواہ اُڑا دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں۔ اس افواہ سے بہت سے مسلمانوں کے حوصلے جواب دے گئے۔ ان میں سے بعض میدان چھوڑ گئے، بعض جنگ سے کنارہ کش ہو کر ایک طرف کھڑے رہ گئے۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ کی ایک جماعت آپ کے اِردگرد ڈَٹ کر مقابلہ کرتی رہی، کفار کا نرغہ اتنا سخت تھا کہ اس کشمکش میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک دانت شہید ہو گیا، اور چہرۂ مبارک لہولہان ہو گیا۔ بعد میں جب صحابہ کو پتہ چلا کہ آپ کی شہادت کی خبر غلط تھی اور ان کے حواس بحال ہوئے تو ان میں سے بیشتر میدان میں لوٹ آئے، اور پھر کفار کو بھاگنا پڑا، لیکن اس درمیانی عرصے میں ستر صحابۂ کرام شہید ہو چکے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس واقعے سے تمام مسلمانوں کو شدید صدمہ ہوا۔ قرآنِ کریم ان آیتوں میں انہیں تسلی بھی دے رہا ہے کہ یہ زمانے کے نشیب و فراز ہیں جن سے مایوس اور دِل شکستہ نہ ہونا چاہئے، اور اس طرف بھی متوجہ کر رہا ہے کہ یہ شکست کچھ غلطیوں کا نتیجہ تھی جن سے سبق لینے کی ضرورت ہے۔

(۴۶) جنگِ بدر کی طرف اشارہ ہے جس میں کفارِ مکہ کے ستر سردار مارے گئے تھے اور ستر قید کئے گئے تھے۔

الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ

جنہیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں، اور مقصد یہ تھا کہ اللہ ایمان والوں کو جانچ لے، اور تم میں سے

مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

کچھ لوگوں کو شہید قرار دے، اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا ﴿۱۴۰﴾ اور مقصد یہ (بھی) تھا کہ اللہ ایمان والوں کو میل کچیل سے نکھار

اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ

کر رکھ دے اور کافروں کو ملیا میٹ کر ڈالے ﴿۱۴۱﴾ بھلا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ (یونہی) جنت کے اندر جا پہنچو گے؟ حالانکہ ابھی تک اللہ نے تم میں سے

اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ

ان لوگوں کو جانچ کر نہیں دیکھا جو جہاد کریں، اور نہ ان کو جانچ کر دیکھا ہے جو ثابت قدم رہنے والے ہیں ﴿۱۴۲﴾ اور تم تو خود موت کا سامنا کرنے

الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ ع وَمَا ع ۱۴ ۱۴ ۵

سے پہلے (شہادت کی) موت کی تمنا کیا کرتے تھے[۴۷] چنانچہ اب تم نے کھلی آنکھوں اسے دیکھ لیا ہے ﴿۱۴۳﴾ اور

مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رسول ہی تو ہیں؛ ان سے پہلے بہت سے رسول گذر چکے ہیں۔ بھلا اگر ان کا انتقال ہوجائے یا

قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ

انہیں قتل کردیا جائے تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ اور جو کوئی اُلٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا

اور جو شکر گذار بندے ہیں اللہ ان کو ثواب دے گا ﴿۱۴۴﴾ اور یہ کسی بھی شخص کے اختیار میں نہیں ہے کہ اسے اللہ کے حکم کے بغیر موت

بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ

آجائے، جس کا ایک معین وقت پر آنا لکھا ہوا ہے۔ اور جو شخص دُنیا کا بدلہ چاہے گا ہم اسے اس کا حصہ دے دیں گے، اور جو آخرت کا ثواب

يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ

چاہے گا ہم اسے اس کا حصہ عطا کردیں گے،[۴۸] اور جو لوگ شکر گذار ہیں ان کو ہم جلد ہی ان کا اجر عطا کریں گے۔ ﴿۱۴۵﴾ اور کتنے سارے پیغمبر ہیں

---

(۴۷) جو لوگ جنگِ بدر میں شریک نہیں ہوسکے تھے وہ شہدائے بدر کی فضیلت سن کر تمنا کیا کرتے تھے کہ کاش ہمیں بھی شہادت کا رُتبہ نصیب ہو۔

(۴۸) اس سے اشارہ مالِ غنیمت کی طرف ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صرف مالِ غنیمت حاصل کرنے کی نیت سے جہاد میں شریک ہوگا، اسے مالِ غنیمت میں سے حصہ تو مل جائے گا، لیکن آخرت کا ثواب حاصل نہیں ہوگا، اس کے برعکس اگر اصل نیت اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کی ہوگی تو آخرت کا ثواب حاصل ہوگا، اور مالِ غنیمت بھی ایک اضافی فائدے کے طور پر ملے گا (روح المعانی)۔

قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا
جن کے ساتھ مل کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی! نتیجتاً انہیں اللہ کے راستے میں جو تکلیفیں پہنچیں ان کی وجہ سے نہ انہوں نے ہمت ہاری، نہ
اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
وہ کمزور پڑے اور نہ انہوں نے اپنے آپ کو جھکایا۔ اللہ ایسے ثابت قدم لوگوں سے محبت کرتا ہے ﴿۱۴۶﴾ ان کے منہ سے جو بات نکلی وہ اس کے سوا
ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ
نہیں تھی کہ وہ کہہ رہے تھے: "ہمارے پروردگار! ہمارے گناہوں کو بھی اور ہم سے اپنے کاموں میں جو زیادتی ہوئی ہو اس کو بھی معاف فرمادے،
الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىھُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ
ہمیں ثابت قدمی بخش دے، اور کافر لوگوں کے مقابلے میں ہمیں فتح عطا فرمادے" ﴿۱۴۷﴾ چنانچہ اللہ نے انہیں دُنیا کا انعام بھی دیا اور آخرت کا
ع ۱۵ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ ۧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ
بہترین ثواب بھی۔ اور اللہ ایسے نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے ﴿۱۴۸﴾ اے ایمان والو! جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے اگر تم ان کی بات مانو گے تو وہ
كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓي اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ
تمہیں اُلٹے پاؤں (کفر کی طرف) لوٹا دیں گے، اور تم پلٹ کر سخت نقصان اُٹھاؤ گے ﴿۱۴۹﴾ (یہ لوگ تمہارے خیر خواہ نہیں) بلکہ اللہ تمہارا حامی و
وَھُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ
ناصر ہے، اور وہ بہترین مددگار ہے ﴿۱۵۰﴾ جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے، ہم عنقریب ان کے دِلوں میں رُعب ڈال دیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کی
اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىھُمُ النَّارُ ۭ وَبِئْسَ
خدائی میں ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل نہیں اُتاری۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ ظالموں کا
مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ
بد ترین ٹھکانا ہے۔ ﴿۱۵۱﴾ اور اللہ نے یقیناً اس وقت اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا جب تم دُشمنوں کو اسی کے حکم سے قتل کر رہے تھے،
بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ
یہاں تک کہ جب تم نے کمزوری دِکھائی اور حکم کے بارے میں باہم اختلاف کیا اور جب اللہ نے تمہاری پسندیدہ
اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ
چیز تمہیں دکھائی تو تم نے (اپنے امیر کا) کہنا نہیں مانا(۴۹) ـــــ تم میں سے کچھ لوگ وہ تھے جو دُنیا چاہتے تھے، اور کچھ وہ تھے
الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ
جو آخرت چاہتے تھے ـــــ پھر اللہ نے ان سے تمہارا رُخ پھیر دیا تاکہ تمہیں آزمائے۔ البتہ اب وہ تمہیں معاف کر چکا ہے، اور اللہ مؤمنوں پر بڑا

(۴۹) "پسندیدہ چیز" سے یہاں مراد مالِ غنیمت ہے جسے دیکھ کر عقبی ٹیلے کے اکثر حضرات اپنے امیر کے حکم کے خلاف ٹیلہ چھوڑ گئے تھے۔

ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّ

فضل کرنے والا ہے ﴿۱۵۲﴾ (وہ وقت یاد کرو) جب تم منہ اُٹھائے چلے جارہے تھے اور کسی کو مڑ کر نہیں دیکھتے تھے، اور رسول تمہارے پیچھے سے تمہیں

الرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى

پکار رہے تھے، چنانچہ اللہ نے تمہیں (رسول کو) غم (دینے) کے بدلے (شکست کا) غم دیا، تاکہ آئندہ تم زیادہ صدمہ نہ کیا کرو،(۵۰) نہ اُس چیز پر جو

مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ

تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے، اور نہ کسی اور مصیبت پر جو تمہیں پہنچ جائے۔ اور اللہ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے ﴿۱۵۳﴾ پھر اس غم

عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَ طَآئِفَةٌ

کے بعد اللہ نے تم پر طمانینت نازل کی، ایک اُونگھ جو تم میں سے کچھ لوگوں پر چھا رہی تھی،(۵۱) اور ایک گروہ وہ تھا جسے اپنی جانوں کی

قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ

پڑی ہوئی تھی۔ وہ لوگ اللہ کے بارے میں ناحق ایسے گمان کر رہے تھے جو جہالت کے خیالات تھے۔ وہ کہہ رہے تھے:

لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا

"کیا ہمیں بھی کوئی اختیار حاصل ہے؟" کہہ دو کہ: "اختیار تو تمام تر اللہ کا ہے۔" یہ لوگ اپنے دِلوں میں وہ باتیں چھپاتے ہیں جو آپ کے سامنے

يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ

ظاہر نہیں کرتے۔(۵۲) کہتے ہیں کہ: "اگر ہمیں بھی کچھ اختیار ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے۔" کہہ دو کہ: "اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے

بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَ لِيَبْتَلِيَ

تب بھی جن کا قتل ہونا مقدر میں لکھا جا چکا تھا وہ خود باہر نکل کر اپنی اپنی قتل گاہوں تک پہنچ جاتے۔ اور یہ سب اس لئے ہوا تاکہ

اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَ لِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ

جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اللہ اسے آزمائے، اور جو کچھ تمہارے دِلوں میں ہے اس کا میل کچیل دُور کردے۔(۵۳) اللہ دِلوں کے

الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا

بھید کو خوب جانتا ہے ﴿۱۵۴﴾ تم میں سے جن لوگوں نے اُس دن پیٹھ پھیری جب دونوں لشکر ایک دوسرے سے ٹکرائے، درحقیقت ان کے بعض

(۵۰) یعنی اس قسم کے واقعات سے تمہارے اندر پختگی آئے گی، اور آئندہ جب کوئی تکلیف پیش آئے گی اس پر زیادہ پریشان اور مغموم رہنے کے بجائے تم صبر اور استقامت سے کام لوگے۔

(۵۱) جنگِ اُحد میں جو غیر متوقع شکست ہوئی، اس پر صحابہ صدمے سے مغلوب ہو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دُشمن کے جانے کے بعد بہت سے صحابہ پر اُونگھ مسلط فرمادی جس سے غم غلط ہوگیا۔

(۵۲) یہ منافقین کا ذکر ہے۔ وہ جو کہہ رہے تھے کہ "کیا ہمیں بھی کوئی اختیار حاصل ہے؟" اس کا ظاہری مطلب تو یہ تھا کہ اللہ کی تقدیر کے آگے کسی کا اختیار نہیں چلتا، اور یہ بات صحیح تھی، لیکن ان کا اصل مقصد وہ تھا جو آگے قرآنِ کریم نے دُہرایا ہے، یعنی یہ کہ اگر ہماری بات مانی جاتی اور باہر نکل کر دُشمن کا مقابلہ کرنے کے بجائے شہر میں رہ کر دفاع کیا جاتا تو اتنے سارے آدمیوں کے قتل کی نوبت نہ آتی۔

(۵۳) اشارہ اس طرف ہے کہ اس طرح کے مصائب سے ایمان میں پختگی آتی ہے اور باطنی بیماریاں دُور ہوتی ہیں۔

اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ
اعمال کے نتیجے میں شیطان نے ان کو لغزش میں مبتلا کردیا تھا(۵۴) اور یقین رکھو کہ اللہ نے انہیں معاف کردیا ہے۔ یقیناً اللہ بہت
غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ع
معاف کرنے والا، بڑا بردبار ہے۔ (۱۵۵) اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جنہوں نے کفر اختیار کرلیا ہے، اور جب ان کے بھائی کسی
قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا
سرزمین میں سفر کرتے ہیں یا جنگ میں شامل ہوتے ہیں تو یہ اُن کے بارے میں کہتے ہیں کہ: ”اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے، اور نہ
عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ وَ
مارے جاتے۔“ (اِن کی اس بات کا) نتیجہ تو (صرف) یہ ہے کہ اللہ ایسی باتوں کو ان کے دِلوں میں حسرت کا سبب بنادیتا ہے، (ورنہ) زندگی اور
اللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ
موت تو اللہ دیتا ہے۔ اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ (۱۵۶) اور اگر تم اللہ کے راستے میں قتل ہوجاؤ یا مرجاؤ، تب بھی اللہ کی طرف
سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَ
سے ملنے والی مغفرت اور رحمت اُن چیزوں سے کہیں بہتر ہے جو یہ لوگ جمع کررہے ہیں (۱۵۷) اور اگر تم مرجاؤ یا قتل ہوجاؤ تو اللہ ہی کے پاس تو
لَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ
لے جاکر اکٹھے کئے جاؤ گے! (۱۵۸) ان واقعات کے بعد اللہ کی رحمت ہی تھی جس کی بنا پر (اے پیغمبر!) تم نے اِن لوگوں سے نرمی کا
لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ
برتاؤ کیا۔ اگر تم سخت مزاج اور سخت دِل والے ہوتے تو یہ تمہارے آس پاس سے ہٹ کر تتر بتر ہوجاتے۔ لہٰذا اِن کو معاف کردو،
عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ
ان کے لئے مغفرت کی دُعا کرو، اور اِن سے (اہم) معاملات میں مشورہ لیتے رہو۔ پھر جب تم رائے پختہ کرکے کسی بات کا عزم
عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ
کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ یقیناً توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے (۱۵۹) اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو کوئی تم پر غالب آنے
لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۗ وَعَلَى اللّٰهِ
والا نہیں، اور اگر وہ تمہیں تنہا چھوڑ دے تو کون ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کرے؟ اور مؤمنوں کو چاہئے کہ وہ اللہ ہی پر
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۗ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا
بھروسہ رکھیں (۱۶۰) اور کسی نبی سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ مالِ غنیمت میں خیانت کرے،(۵۵) اور جو کوئی خیانت کرے گا وہ

---

(۵۴) یعنی جنگ سے پہلے ان سے کچھ ایسے قصور ہوئے تھے جنہیں دیکھ کر شیطان کو حوصلہ ہوا اور اس نے انہیں بہکا کر مزید غلطی میں مبتلا کردیا۔

(۵۵) شاید اس بات کو یہاں ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مالِ غنیمت اِکٹھا کرنے کے لئے اتنی جلدی کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ

غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا
قیامت کے دن وہ چیز لے کر آئے گا جو اس نے خیانت کرکے لی ہوگی، پھر ہر شخص کو اس کے کئے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور کسی
يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ
پر کوئی ظلم نہیں ہوگا ﴿۱۶۱﴾ بھلا جو شخص اللہ کی خوشنودی کا تابع ہو وہ اس شخص کی طرح ہوسکتا ہے جو اللہ کی طرف سے ناراضی لے کر لوٹا ہو،
جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا
اور جس کا ٹھکانا جہنم ہو؟ اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے! ﴿۱۶۲﴾ اللہ کے نزدیک ان لوگوں کے درجات مختلف ہیں، اور جو کچھ یہ کرتے ہیں اللہ
يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ
اس کو خوب دیکھتا ہے۔ ﴿۱۶۳﴾ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنوں پر بڑا احسان کیا کہ اُن کے درمیان اُنہی میں سے ایک رسول
اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ
بھیجا جو اُن کے سامنے اللہ کی آیتوں کی تلاوت کرے، اُنہیں پاک صاف بنائے اور اُنہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے،
النصف اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَ لَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ
جبکہ یہ لوگ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں مبتلا تھے ﴿۱۶۴﴾ جب تمہیں ایک ایسی مصیبت پہنچی جس سے دُگنی تم (دُشمن کو) پہنچا چکے تھے(۵۶)
اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
تو کیا تم ایسے موقع پر یہ کہتے ہو کہ "یہ مصیبت کہاں سے آگئی؟" کہہ دو کہ "یہ خود تمہاری طرف سے آئی ہے۔"
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَ مَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَ
بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ﴿۱۶۵﴾ اور تمہیں جو مصیبت اُس دن پہنچی جب دونوں لشکر ٹکرائے تھے، وہ اللہ کے حکم سے پہنچی،
لِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ۙ وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَ قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا
تاکہ وہ مؤمنوں کو بھی پرکھ کر دیکھ لے ﴿۱۶۶﴾ اور منافقین کو بھی دیکھ لے۔ اور ان (منافقوں) سے کہا گیا تھا کہ "آؤ اللہ کے راستے میں جنگ کرو
قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا اتَّبَعْنٰكُمْ ؕ
یا دِفاع کرو" تو انہوں نے کہا تھا کہ: "اگر ہم دیکھتے کہ (جنگ کی طرح) جنگ ہوگی تو ہم ضرور آپ کے پیچھے چلتے(۵۷)۔" اُس دن (جب وہ یہ بات

جو مال بھی حاصل ہوتا، خواہ وہ کسی نے جمع کیا ہو، بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی اسے شرعی قاعدے سے انصاف کے ساتھ تقسیم فرماتے، اور ہر شخص کو اس کا حصہ مل جاتا، کیونکہ کوئی نبی مالِ غنیمت میں خیانت نہیں کرسکتا۔

(۵۶) اشارہ جنگِ بدر کی طرف ہے جس میں کفارِ قریش کے ستر آدمی مارے گئے تھے اور ستر گرفتار ہوئے تھے، جبکہ جنگِ اُحد میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد ستر ضرور تھی مگر کوئی مسلمان گرفتار نہیں ہوا تھا۔ اس لحاظ سے بدر میں مسلمانوں نے کفار کو جو نقصان پہنچایا تھا وہ اس نقصان سے دُگنا تھا جو کافروں نے اُحد میں مسلمانوں کو پہنچایا۔

(۵۷) ان کا مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی برابر کی جنگ ہوتی تو ہم ضرور اس میں شریک ہوتے، لیکن یہاں تو مسلمانوں کا دُشمن سے

هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا

کہہ رہے تھے) وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے۔ وہ اپنے منہ سے وہ بات کہتے ہیں جو اُن کے دلوں

لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ

میں نہیں ہوتی(۵۸) اور جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اللہ اُسے خوب جانتا ہے (۱۶۷) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے (شہید) بھائیوں کے

وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ

بارے میں بیٹھے بیٹھے یہ باتیں بناتے ہیں کہ اگر وہ ہماری بات مانتے تو قتل نہ ہوتے۔ کہہ دو کہ: "اگر تم سچے ہو تو خود اپنے آپ ہی

صَادِقِينَ ﴿١٦٨﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ

سے موت کو ٹال دینا" (۱۶۸) اور (اے پیغمبر!) جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے ہیں، انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ زندہ ہیں،

أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَ

انہیں اپنے رَبّ کے پاس رزق ملتا ہے (۱۶۹) اللہ نے ان کو اپنے فضل سے جو کچھ دیا ہے، وہ اس پر مگن ہیں، اور ان کے پیچھے جو لوگ ابھی ان کے

يَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ

ساتھ (شہادت میں) شامل نہیں ہوئے، اُن کے بارے میں اِس بات پر بھی خوشی مناتے ہیں کہ (جب وہ ان سے آکر ملیں گے تو) نہ اُن پر کوئی

نصف لَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا

خوف ہوگا، اور نہ وہ غمگین ہوں گے (۱۷۰) وہ اللہ کی نعمت اور فضل پر بھی خوشی مناتے ہیں اور اس بات پر بھی کہ اللہ مؤمنوں کا

ع ۱۷ ۸ يُضِيعُ أَجْرَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾ الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِنْ بَعْدِ

اَجر ضائع نہیں کرتا (۱۷۱) وہ لوگ جنہوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ اور رسول کی پکار کا فرماں برداری سے

مع مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾

جواب دیا، ایسے نیک اور متقی لوگوں کے لئے زبردست اَجر ہے (۱۷۲) وہ لوگ جن سے کہنے والوں نے کہا تھا کہ:

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

"یہ (مکہ کے کافر) لوگ تمہارے (مقابلے) کے لئے (پھر سے) جمع ہوگئے ہیں، لہٰذا ان سے ڈرتے رہنا۔ تو اس (خبر) نے ان کے ایمان

فَزَادَهُمْ إِيمَانًا ۖ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾ فَانْقَلَبُوا

میں اور اضافہ کردیا اور وہ بول اُٹھے کہ: "ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔"(۵۹) (۱۷۳) نتیجہ یہ کہ یہ لوگ

کوئی مقابلہ ہی نہیں۔ دُشمن کی تعداد تین گنے سے بھی زیادہ ہے، لہٰذا یہ جنگ نہیں، خودکشی ہے، اس میں ہم شامل نہیں ہوسکتے۔

(۵۸) یعنی زبان سے تو یہ کہتے ہیں کہ اگر برابر کی جنگ ہوتی تو ہم ضرور شامل ہوتے، لیکن یہ صرف ایک بہانہ ہے، درحقیقت ان کے دِل میں یہ ہے کہ برابر کی جنگ میں بھی مسلمانوں کا ساتھ نہیں دینا۔

(۵۹) جب کفارِ مکہ اُحد کی جنگ سے واپس چلے گئے تو راستے میں انہیں پچھتاوا ہوا کہ ہم جنگ میں غالب آجانے کے باوجود

بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ
اللہ کی نعمت اور فضل لے کر اس طرح واپس آئے کہ انہیں ذرا بھی گزند نہیں پہنچی، اور وہ اللہ کی خوشنودی کے تابع رہے۔ اور اللہ

ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ۞ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۪ فَلَا
فضلِ عظیم کا مالک ہے (۱۷۴) درحقیقت یہ تو شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے، لہٰذا اگر تم مؤمن ہو تو

تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۞ وَ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ
ان سے خوف نہ کھاؤ، اور بس میرا خوف رکھو۔ (۱۷۵) اور (اے پیغمبر!) جولوگ کفر میں ایک دوسرے سے بڑھ کر تیزی دکھا رہے ہیں، وہ تمہیں

يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ
صدمے میں نہ ڈالیں۔ یقین رکھو وہ اللہ کا ذرا بھی نقصان نہیں کر سکتے۔ اللہ یہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ رکھے، اور ان کے لئے

لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا
زبردست عذاب (تیار) ہے (۱۷۶) جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر کو مول لے لیا ہے وہ اللہ کو ہرگز ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اور اُن کے

الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ وَ لَا يَحْسَبَنَّ
لئے ایک دُکھ دینے والا عذاب (تیار) ہے (۱۷۷) اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ ہم اُنہیں جو ڈھیل دے رہے ہیں وہ اُن

خواہ مخواہ واپس آ گئے، اگر ہم کچھ اور زور لگاتے تو تمام مسلمانوں کا خاتمہ ہو سکتا تھا۔ اس خیال کی وجہ سے انہوں نے مدینہ منورہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ کیا۔ دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاید ان کے ارادے سے باخبر ہو کر یا اُحد کے نقصان کی تلافی کے لئے جنگِ اُحد کے اگلے دن سویرے صحابہ میں یہ اعلان فرمایا کہ ہم دُشمن کے تعاقب میں جائیں گے، اور جو لوگ جنگِ اُحد میں شریک تھے صرف وہ ہمارے ساتھ چلیں۔ صحابہ کرام اگرچہ اُحد کے واقعات سے زخم خوردہ تھے، اور تھکے ہوئے بھی تھے، مگر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعوت پر لبیک کہا جس کی تعریف اس آیت میں کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے نکل کر حمراء الأسد کے مقام پر پہنچے تو وہاں قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص معبد آپ سے ملا جو کافر ہونے کے باوجود آپ سے ہمدردی رکھتا تھا، اس نے مسلمانوں کے حوصلے کا خود مشاہدہ کیا اور جب وہاں سے نکلا تو اس کی ملاقات کفارِ مکہ کے سردار ابوسفیان سے ہوگئی، اس نے ابوسفیان کو مسلمانوں کے لشکر اور اس کے حوصلوں کے بارے میں بتایا اور مشورہ دیا کہ وہ لوٹ کر حملہ کرنے کا ارادہ ترک کر کے واپس چلا جائے۔ اس سے کفار پر رُعب طاری ہوا اور وہ واپس تو چلے گئے لیکن عبدالقیس کے ایک قافلے سے جو مدینہ منورہ جا رہا تھا یہ کہہ گئے کہ جب راستے میں ان کی ملاقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو ان سے یہ کہیں کہ ابوسفیان بہت بڑا لشکر جمع کر چکا ہے اور مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کے لئے ان پر حملہ آور ہونے والا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ اس خبر سے مسلمانوں پر رُعب پڑے۔ چنانچہ یہ لوگ جب حمراء الأسد پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو یہی بات کہی، لیکن صحابہ کرام نے اس سے مرعوب ہونے کے بجائے وہ جملہ کہا جو اس آیت میں تعریف کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا

کے لئے کوئی اچھی بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم تو انہیں صرف اس لئے ڈھیل دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہ میں اور آگے بڑھ جائیں، اور

اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ

(آخرکار) ان کے لئے ایسا عذاب ہوگا جو انہیں ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ ﴿۱۷۸﴾ اللہ ایسا نہیں کرسکتا کہ مؤمنوں کو اُس حالت پر چھوڑے رکھے

اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ

جس پر تم لوگ اِس وقت ہو، جب تک وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کردے۔ اور (دُوسری طرف) وہ ایسا بھی نہیں کرسکتا کہ تم کو (براہِ راست)

عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ

غیب کی باتیں بتادے۔ ہاں! وہ (جتنا بتانا مناسب سمجھتا ہے اس کے لئے) اپنے پیغمبروں میں سے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔(۶۰) لہٰذا تم اللہ اور

وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ

اس کے رسولوں پر ایمان رکھو۔ اور اگر ایمان رکھو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو زبردست ثواب کے مستحق ہوگے۔ ﴿۱۷۹﴾ اور جو لوگ اس (مال)

الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ

میں بخل سے کام لیتے ہیں جو انہیں اللہ نے اپنے فضل سے عطا فرمایا ہے وہ ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے لئے کوئی اچھی بات ہے۔ اس کے برعکس

لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ

یہ ان کے حق میں بہت بری بات ہے۔ جس مال میں انہوں نے بخل سے کام لیا ہوگا، قیامت کے دن وہ ان کے گلے کا طوق بنادیا جائے گا۔(۶۱) اور

---

(۶۰) آیت ۱۷۶ سے ۱۷۸ تک اس شبہے کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر کافر لوگ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں تو انہیں دُنیا میں عیش وعشرت کی زندگی کیوں حاصل ہے؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ ان لوگوں کو آخرت میں تو کوئی حصہ ملنا نہیں ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ انہیں دُنیا میں ڈھیل دیئے ہوئے ہے جس کی وجہ سے یہ مزید گناہوں میں ملوث ہوتے جارہے ہیں۔ ایک وقت آنا ہے جب یہ اکٹھے عذاب میں دَھر لئے جائیں گے۔ آیت ۱۷۹ میں اس کے مقابل اس شبہے کا جواب ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، اس کے باوجود ان پر مصیبتیں کیوں آرہی ہیں؟ اس کا ایک جواب اس آیت میں یہ دیا گیا ہے کہ یہ آزمائشیں مسلمانوں پر اس لئے آرہی ہیں تاکہ مسلمانوں پر واضح ہوجائے کہ ایمان کے دعوے میں کون کھرا ہے اور کون کھوٹا؟ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس وضاحت کے بغیر نہیں چھوڑ سکتا، اور مشکلات ہی کے وقت یہ پتہ چلتا ہے کہ کون ثابت قدم رہتا ہے اور کون پھسل جاتا ہے؟ اس پر یہ سوال ہوسکتا تھا کہ یہ بات اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو مشکل میں ڈالے بغیر کیوں نہیں بتادیتا؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غیب کی باتیں ہر ایک شخص کو نہیں بتاتا، بلکہ جتنی باتیں چاہتا ہے اپنے پیغمبر کو بتادیتا ہے۔ اس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان منافقین کی بدعملی آنکھوں سے دیکھ کر ان کے بارے میں رائے قائم کریں، اس لئے یہ آزمائشیں پیش آرہی ہیں۔ آزمائشوں کی مزید حکمت آگے آیات ۱۸۵ اور ۱۸۶ میں بھی بیان فرمائی گئی ہے۔

(۶۱) وہ بخل جسے حرام قرار دیا گیا ہے یہ ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ خرچ کرنے کا حکم دیں، انسان وہاں خرچ نہ کرے، مثلاً زکوٰۃ نہ دے۔ ایسی صورت میں جو مال انسان بچا کر رکھے گا، قیامت کے دن وہ اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا۔ حدیث میں

ع ۱۹ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ

سارے آسمان اور زمین کی میراث صرف اللہ ہی کے لئے ہے، اور جو عمل بھی تم کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۱۸۰) اللہ نے اُن

وقف لازم قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ

لوگوں کی بات سن لی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ''اللہ فقیر ہے اور ہم مال دار ہیں (۶۲)۔'' ہم اُن کی یہ بات بھی (ان کے اعمال نامے میں) لکھے لیتے ہیں،

الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا

اور انہوں نے انبیاء کو جو ناحق قتل کیا ہے، اس کو بھی، اور (پھر) کہیں گے کہ: ''دہکتی آگ کا مزہ چکھو (۱۸۱) یہ سب تمہارے ہاتھوں کے کرتوت کا

قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ

نتیجہ ہے جو تم نے آگے بھیج رکھا تھا، ورنہ اللہ بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' (۱۸۲) یہ وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ: ''اللہ نے ہم سے یہ وعدہ

اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ

لیا ہے کہ کسی پیغمبر پر اُس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی لے کر نہ آئے جسے آگ کھا جائے (۶۳)۔'' تم کہو کہ: ''مجھ سے

قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ

پہلے تمہارے پاس بہت سے پیغمبر کھلی نشانیاں بھی لے کر آئے اور وہ چیز بھی جس کے بارے میں تم نے (مجھ سے) کہا ہے۔ پھر تم نے انہیں کیوں

قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ

قتل کیا اگر تم واقعی سچے ہو؟'' (۱۸۳) (اے پیغمبر!) اگر پھر بھی یہ لوگ تمہیں جھٹلائیں تو (یہ کوئی نئی بات نہیں) تم سے پہلے بھی بہت سے اُن

اس کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے کہ ایسا مال ایک زہریلے سانپ کی شکل میں منتقل کر کے اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا جو اس کی باچھیں پکڑ کر کہے گا کہ: ''میں ہوں تیرا مال! میں ہوں تیرا جمع کیا ہوا خزانہ!''۔

(۶۲) جب زکوٰۃ وغیرہ کے احکام آئے تو بعض یہودیوں نے ان کا مذاق اُڑاتے ہوئے اس قسم کے گستاخانہ جملے کہے تھے۔ ظاہر ہے کہ عقیدہ تو ان کا بھی یہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ معاذ اللہ فقیر ہے، لیکن انہوں نے زکوٰۃ کے حکم کا مذاق اس طرح اُڑایا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس بیہودہ جملے کا کوئی جواب نہیں دیا، بلکہ اس پر عذاب کی وعید سنائی۔

(۶۳) پچھلے انبیائے کرام کے زمانے میں طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کوئی جانور قربان کرتا تو اس کو کھانا حلال نہیں ہوتا تھا، بلکہ وہ جانور ذبح کر کے کسی میدان میں یا ٹیلے پر رکھ دیتا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ قربانی قبول فرماتے تو آسمان سے ایک آگ آ کر اس قربانی کو کھا لیتی تھی۔ اس کو سوختنی قربانی کہا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں یہ طریقہ ختم کر دیا گیا اور قربانی کا گوشت انسانوں کے لئے حلال کر دیا گیا۔ یہودیوں نے کہا تھا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قربانی لے کر نہیں آئے اس لئے ہم ان پر ایمان نہیں لاتے۔ چونکہ یہ محض وقت گذاری کا ایک بہانہ تھا اور حقیقت میں ایمان لانا پیش نظر نہیں تھا اس لئے انہیں یاد دلایا گیا کہ ماضی میں ایسے نشانات تمہارے سامنے آئے تب بھی تم ایمان لانے کے بجائے انبیائے کرام کو قتل کرتے رہے ہو۔

مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿١٨٤﴾ كُلُّ نَفْسٍ
رسولوں کو جھٹلایا جا چکا ہے جو کھلی کھلی نشانیاں بھی لائے تھے، لکھے ہوئے صحیفے بھی اور ایسی کتاب بھی جو (حق کو) روشن کر دینے والی تھی ﴿١٨٤﴾
ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ
ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے۔ پھر جس کسی کو
عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ
دوزخ سے دور ہٹا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ صحیح معنی میں کامیاب ہو گیا، اور یہ دُنیوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے
الْغُرُوْرِ ﴿١٨٥﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۫ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ
کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں ﴿١٨٥﴾ (مسلمانو!) تمہیں اپنے مال و دولت اور جانوں کے معاملے میں (اور) آزمایا جائے گا، اور تم اہل
اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ
کتاب اور مشرکین دونوں سے بہت سی تکلیف دہ باتیں سنو گے۔ اور اگر تم نے صبر اور تقوی سے کام لیا تو یقیناً یہی کام بڑی ہمت کے ہیں
تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿١٨٦﴾ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ
(جو تمہیں اختیار کرنے ہیں) ﴿١٨٦﴾ اور (ان لوگوں کو وہ وقت نہ بھولنا چاہئے) جب اللہ نے اہل کتاب سے یہ عہد لیا تھا کہ: "تم اس کتاب کو
الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ۫ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ
لوگوں کے سامنے ضرور کھول کھول کر بیان کرو گے، اور اس کو چھپاؤ گے نہیں" پھر انہوں نے اس عہد کو پس پشت ڈال دیا اور اس کے بدلے
ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿١٨٧﴾ لَا تَحْسَبَنَّ
تھوڑی سی قیمت حاصل کر لی۔ اس طرح کتنی بری ہے وہ چیز جو یہ مول لے رہے ہیں! ﴿١٨٧﴾ یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جو لوگ اپنے کئے پر بڑے
الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا
خوش ہیں، اور چاہتے ہیں کہ اُن کی تعریف ان کاموں پر بھی کی جائے جو انہوں نے کئے ہی نہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں ہرگز یہ نہ سمجھنا
تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٨٨﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ
کہ وہ عذاب سے بچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ان کے لئے دردناک سزا (تیار) ہے ﴿١٨٨﴾ اور آسمانوں
ع ١٩ ١٠ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٨٩﴾ ع اِنَّ فِيْ خَلْقِ
اور زمین کی سلطنت صرف اللہ کی ہے، اور اللہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے ﴿١٨٩﴾ بیشک آسمانوں
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي
اور زمین کی تخلیق میں اور رات دن کے باری باری آنے جانے میں اُن عقل والوں کے لئے بڑی
الْاَلْبَابِ ﴿١٩٠﴾ ۙ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ
نشانیاں ہیں ﴿١٩٠﴾ جو اُٹھتے بیٹھتے اور لیٹے ہوئے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے ہیں، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں، (اور انہیں

وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا

دیکھ کر بول اُٹھتے ہیں کہ)'' اے ہمارے پروردگار! آپ نے یہ سب کچھ بے مقصد پیدا نہیں کیا۔ آپ (ایسے فضول کام سے) پاک ہیں۔ پس

بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ

ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالیجئے (۱۹۱) اے ہمارے رَبّ! آپ جس کسی کو دوزخ میں داخل کردیں، اسے آپ نے یقیناً رُسوا ہی کردیا۔ اور

فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا

ظالموں کو کسی قسم کے مددگار نصیب نہ ہوں گے (۱۹۲) اے ہمارے پروردگار! ہم نے ایک منادی کو سنا جو ایمان کی طرف پکار رہا تھا کہ'' اپنے

يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ

پروردگار پر ایمان لاؤ'' چنانچہ ہم ایمان لے آئے۔ لہٰذا اے ہمارے پروردگار! ہماری خاطر ہمارے گناہ بخش دیجئے، ہماری برائیوں کو ہم سے

كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ ۚ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى

مٹا دیجئے، اور ہمیں نیک لوگوں میں شامل کرکے اپنے پاس بلائیے (۱۹۳) اور اے ہمارے پروردگار! ہمیں وہ کچھ بھی عطا فرمائیے جس کا وعدہ آپ

رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾

نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ہم سے کیا ہے، اور ہمیں قیامت کے دن رُسوا نہ کیجئے۔ یقیناً آپ وعدے کی کبھی خلاف ورزی نہیں کیا کرتے۔'' (۱۹۴)

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ

چنانچہ اُن کے پروردگار نے ان کی دُعا قبول کی (اور کہا) کہ: ''میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ تم

اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ

سب آپس میں ایک جیسے ہو۔ لہٰذا جن لوگوں نے ہجرت کی، اور انہیں ان کے گھروں سے نکالا گیا، اور میرے راستے میں تکلیفیں دی گئیں، اور

وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ

جنہوں نے (دِین کی خاطر) لڑائی لڑی اور قتل ہوئے، میں ان سب کی برائیوں کا ضرور کفارہ کردوں گا، اور انہیں ضرور بالضرور ایسے باغات میں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ

داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی؛ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے انعام ہوگا، اور اللہ ہی ہے جس کے پاس

حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ ؕ مَتَاعٌ

بہترین انعام ہے (۱۹۵) جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے ان کا شہروں میں (خوشحالی کے ساتھ) چلنا پھرنا تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے (۱۹۶) یہ تو

قَلِيْلٌ ۟ قف ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

تھوڑا سا مزہ ہے (جو یہ اُڑا رہے ہیں) پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بدترین بچھونا ہے (۱۹۷) لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہوئے عمل

رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ

کرتے ہیں، اُن کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اللہ کی طرف سے میزبانی کے طور پر وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اور

اللّٰهِ ؕ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ

جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لئے کہیں بہتر ہے ﴿۱۹۸﴾ اور بیشک اہلِ کتاب میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اللہ کے آگے عجز و نیاز کا

بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ

مظاہرہ کرتے ہوئے اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں، اُس کتاب پر بھی جو تم پر نازل کی گئی ہے اور اُس پر بھی جو اُن پر نازل کی گئی تھی، اور اللہ کی

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

آیتوں کو تھوڑی سی قیمت لے کر بیچ نہیں ڈالتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے پاس اپنے اَجر کے مستحق ہیں۔ بیشک اللہ حساب

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۹۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا

جلد چکانے والا ہے۔ ﴿۱۹۹﴾ اے ایمان والو! صبر اختیار کرو، مقابلے کے وقت ثابت قدمی دِکھاؤ، اور سرحدوں کی حفاظت کے لئے جمے رہو، (۶۴)

وَرَابِطُوْا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع ۲۰ ۱۱

اور اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔ ﴿۲۰۰﴾

---

(۶۴) قرآنی اصطلاح میں "صبر" بہت وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ اس کی ایک قسم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں استقامت کا مظاہرہ ہے، دُوسری قسم گناہوں سے بچنے کے لئے اپنی خواہشات کو دبانا ہے، اور تیسری قسم تکلیفوں کو برداشت کرنا ہے۔ یہاں ان تینوں قسموں کے صبر کا حکم دیا گیا ہے۔ اور سرحدوں کی حفاظت میں جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت بھی داخل ہے، اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت بھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام اَحکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

سورۂ آل عمران کا ترجمہ اور تشریحات بفضلہٖ تعالیٰ بروز بدھ مؤرخہ ۱۸ / رجب ۱۴۲۶ھ مطابق ۲۴ / اگست ۲۰۰۵ء کو مکمل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ باقی حصے کو بھی اپنی رضا کے مطابق بآسانی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

سُوۡرَةُ النِّسَآءِ

تعارف

یہ سورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منوّرہ ہجرت فرمانے کے بعد کے ابتدائی سالوں میں نازل ہوئی، اور اس کا اکثر حصہ جنگِ بدر کے بعد نازل ہوا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب مدینہ منوّرہ کی نوزائیدہ مسلمان ریاست مختلف مسائل سے دوچار تھی۔ زندگی کا ایک نیا ڈھانچہ اُبھر رہا تھا جس کے لئے مسلمانوں کو اپنی عبادت کے طریقوں اور اخلاق ومعاشرت سے متعلق تفصیلی ہدایات کی ضرورت تھی، دشمن طاقتیں اسلام کی پیش قدمی کا راستہ روکنے کے لئے سرتوڑ کوششیں کر رہی تھیں، اور مسلمانوں کو اپنی جغرافیائی اور نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لئے نت نئے مسائل کا سامنا تھا۔ سورۂ نساء نے ان تمام معاملات میں تفصیلی ہدایات فراہم کی ہیں۔ چونکہ ایک مستحکم خاندانی ڈھانچہ کسی بھی معاشرے کی بنیاد ہوتا ہے، اس لئے یہ سورت خاندانی معاملات کے بارے میں مفصل اَحکام سے شروع ہوئی ہے۔ چونکہ خاندانی نظام میں عورتوں کا بڑا اہم کردار ہوتا ہے، اس لئے عورتوں کے بارے میں اس سورت نے تفصیلی اَحکام عطا فرمائے ہیں، اور اسی لئے اس کا نام سورۂ نساء ہے۔ جنگِ اُحد کے بعد بہت سی خواتین بیوہ اور بہت سے بچے یتیم ہو گئے تھے، اس لئے سورت نے شروع ہی میں یتیموں کے حقوق کے تحفظ کا انتظام فرمایا ہے، اور آیت نمبر ۱۴ تک میراث کے اَحکام تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کے ساتھ طرح طرح کے ظلم ہوتے تھے، ان مظالم کی ایک ایک کر کے نشاندہی کی گئی ہے، اور معاشرے سے ان کا خاتمہ کرنے کی ہدایات دی گئی ہیں۔ نکاح وطلاق کے مفصل اَحکام بیان کئے گئے ہیں، اور میاں بیوی کے حقوق متعین فرمائے گئے ہیں۔ یہ مضمون آیت نمبر ۳۵ تک چلا ہے، جس کے بعد انسان کی باطنی اور معاشرتی اصلاح کی طرف توجہ دِلائی گئی ہے۔ مسلمانوں کو عرب کے صحراؤں میں سفر کے دوران پانی کی قلّت پیش آتی تھی، لہٰذا آیت ۴۳ میں تیمّم کا طریقہ اور آیت ۱۰۱ میں سفر میں نماز قصر کرنے کی سہولت عطا فرمائی گئی ہے۔ نیز جہاد کے دوران نمازِ خوف کا طریقہ آیت ۱۰۲ اور ۱۰۳ میں بتایا گیا ہے۔ مدینہ منوّرہ میں بسنے والے یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کرنے کے باوجود مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر رکھا تھا، آیات ۴۴ تا ۵۷ اور ۱۵۳ تا ۱۷۵ میں ان کی بداَعمالیوں کو واضح فرمایا گیا ہے، اور انہیں راہِ راست پر

آنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ آیات ۱۷۱ تا ۱۷۵ میں ان کے ساتھ عیسائیوں کو بھی خطاب میں شامل کرلیا گیا ہے، اور انہیں تثلیث کے عقیدے کے بجائے خالص توحید اِختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ آیات ۵۸ و ۵۹ میں سیاست اور حکمرانی سے متعلق ہدایات آئی ہیں۔ منافقین کی بداَعمالیاں آیات ۶۰ تا ۷۰ اور پھر آیات ۱۳۷ تا ۱۵۲ میں واضح کی گئی ہیں۔ آیات ۷۱ تا ۹۱ میں جہاد کے اَحکام بیان کرکے منافقین کی ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ اسی سیاق میں آیات ۹۲ و ۹۳ میں قتل کی سزائیں مقرّر فرمائی گئی ہیں۔ جو مسلمان مکہ مکرّمہ میں رہ گئے تھے اور کفار کے ہاتھوں مظالم جھیل رہے تھے، ان کی ہجرت کے مسائل آیات ۹۷ تا ۱۰۰ میں زیرِ بحث آئے ہیں۔ اسی دوران بہت سے تنازعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے فیصلے کے لئے لائے گئے۔ آیات ۱۰۵ تا ۱۱۵ میں ان کے فیصلے کا طریقہ آپ کو بتایا گیا ہے، اور مسلمانوں کو آپ کا فیصلہ دِل و جان سے قبول کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔ آیات ۱۱۶ تا ۱۲۶ میں توحید کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ خاندانی نظام اور میراث کے بارے میں صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدّد سوالات پوچھے تھے، آیات ۱۲۷ تا ۱۲۹ اور پھر ۱۷۶ میں ان سوالات کا جواب دیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ پوری سورت اَحکام اور تعلیمات سے بھری ہوئی ہے، اور شروع میں تقویٰ کا جو حکم دیا گیا تھا، کہا جاسکتا ہے کہ پوری سورت اس کی تفصیلات بیان کرتی ہے۔

آیاتہا ۱۷۶ ۴ سُوْرَۃُ النِّسَآءِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۲ رکوعاتہا ۲۴

سورۂ نساء مدنی ہے اور اس میں ایک سو چھہتر آیات اور چوبیس رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی، اور ان دونوں

مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ

سے بہت سے مرد اور عورتیں (دُنیا میں) پھیلا دیئے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے

تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۞ وَاٰتُوا

حقوق مانگتے ہو،(۱) اور رشتہ داریوں (کی حق تلفی) سے ڈرو۔ یقین رکھو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے (۱) اور

الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا

یتیموں کو ان کے مال دے دو، اور اچھے مال کو خراب مال سے تبدیل نہ کرو، اور اُن (یتیموں) کا مال اپنے مال کے

اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۞ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا

ساتھ ملا کر مت کھاؤ۔(۲) بیشک یہ بڑا گناہ ہے (۲) اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف سے کام نہیں لے سکو گے تو (ان

تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَ

سے نکاح کرنے کے بجائے) دوسری عورتوں میں سے کسی سے نکاح کرلو جو تمہیں پسند آئیں،(۳) دو دو سے، تین تین سے،

---

(۱) جب دُنیا میں لوگ ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہیں تو بکثرت یہ کہتے ہیں کہ "خدا کے واسطے مجھے میرا حق دے دو" آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے حقوق کے لئے اللہ کا واسطہ دیتے ہو تو دوسروں کا حق ادا کرنے میں بھی اللہ سے ڈرو، اور لوگوں کے حقوق پورے پورے ادا کرو۔

(۲) کسی مرنے والے کے بچے جب یتیم ہوجاتے ہیں تو ان کے باپ کی میراث میں ان کا بھی حصہ ہوتا ہے، مگر ان کی کم عمری کی وجہ سے وہ مال ان کے سپرد نہیں کیا جاتا، بلکہ ان کے سرپرست، مثلاً چچا، بھائی وغیرہ اسے بچوں کے بالغ ہونے تک اپنے پاس امانت کے طور پر رکھتے ہیں۔ اس آیت میں ایسے سرپرستوں کو تین ہدایتیں دی گئی ہیں: ایک یہ کہ جب بچے بالغ اور سمجھ دار ہوجائیں تو ان کی امانت دیانت داری سے ان کے حوالے کردو۔ دوسرے یہ کہ یہ بددیانتی نہ کرو کہ ان کو ان کے باپ کی طرف سے تو میراث میں اچھی قسم کا مال ملا تھا، مگر تم وہ مال خود رکھ کر گھٹیا قسم کی چیز اس کے بدلے میں دے دو۔ اور تیسرے ایسا نہ کرو کہ ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ گڈمڈ کر کے اس کا کچھ حصہ جان بوجھ کر یا بے پروائی سے خود استعمال کر بیٹھو۔

(۳) صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ نے اس ہدایت کا پس منظر یہ بتایا ہے کہ بعض اوقات ایک یتیم لڑکی اپنے چچا

وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۗ

اور چار چار سے۔(۴) ہاں! اگر تمہیں یہ خطرہ ہو کہ تم (ان بیویوں کے درمیان) انصاف نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفا کرو، یا ان کنیزوں پر جو

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۗ فَاِنْ طِبْنَ

تمہاری ملکیت میں ہیں۔ اس طریقے میں اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ تم بے انصافی میں مبتلا نہیں ہو گے (۳) اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے

لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝۴ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ

دیا کرو۔ ہاں! اگر وہ خود اس کا کچھ حصہ خوش دلی سے چھوڑ دیں تو اسے خوشگواری اور مزے سے کھا لو (۴) اور ناسمجھ (یتیموں) کو اپنے وہ

اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ

مال حوالے نہ کرو جن کو اللہ نے تمہارے لئے زندگی کا سرمایہ بنایا ہے؛ ہاں اُن کو اِن میں سے کھلاؤ اور پہناؤ، اور

وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ

ان سے مناسب انداز میں بات کرلو۔(۵) (۵) اور یتیموں کو جانچتے رہو، یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے لائق عمر کو پہنچ جائیں،

کے بیٹے کی سرپرستی میں ہوتی تھی، وہ خوبصورت بھی ہوتی اور اس کے باپ کا چھوڑا ہوا مال بھی اچھا خاصا ہوتا تھا۔ اس صورت میں اس کا چچازاد یہ چاہتا تھا کہ اس کے بالغ ہونے پر وہ خود اس سے نکاح کرلے، تاکہ اس کا مال اسی کے تصرف میں رہے، لیکن نکاح میں وہ اس کو اتنا مہر نہیں دیتا تھا جتنا اس جیسی لڑکی کو دینا چاہئے۔ دوسری طرف اگر لڑکی زیادہ خوبصورت نہ ہوتی تو اس کے مال کی لالچ میں اس سے نکاح تو کرلیتا تھا، لیکن نہ صرف یہ کہ اس کا مہر کم رکھتا تھا، بلکہ اس کے ساتھ ایک محبوب بیوی جیسا سلوک بھی نہیں کرتا تھا۔ اس آیت نے ایسے لوگوں کو یہ حکم دیا ہے کہ اگر تمہیں یتیم لڑکیوں کے ساتھ اس قسم کی بے انصافی کا اندیشہ ہو تو ان سے نکاح مت کرو، بلکہ دوسری عورتوں سے نکاح کرو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں۔

(۴) جاہلیت کے زمانے میں بیویوں کی کوئی تعداد مقرر نہیں تھی۔ ایک شخص بیک وقت دس دس، بیس بیس عورتوں کو نکاح میں رکھ لیتا تھا۔ اس آیت نے اس کی زیادہ سے زیادہ حد چار تک مقرر فرمادی، اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ انسان تمام بیویوں کے درمیان برابری کا سلوک کرے۔ اور اگر بے انصافی کا اندیشہ ہو تو ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ایسی صورت میں ایک سے زیادہ نکاح کرنے کو منع فرمادیا گیا ہے۔

(۵) یتیموں کے سرپرستوں کی ذمہ داریاں بیان کی جارہی ہیں کہ ایک طرف تو انہیں یتیموں کے مال کو امانت سمجھ کر انتہائی احتیاط سے کام لینا ہے، دوسری طرف یہ بھی خیال رکھنا ہے کہ یتیموں کا پیسہ ایسے وقت ان کے حوالے کیا جائے جب ان میں روپے پیسے کی ٹھیک ٹھیک دیکھ بھال کی سمجھ اور اسے صحیح مصرف پر خرچ کرنے کا سلیقہ آچکا ہو۔ جب تک وہ ناسمجھ ہیں، ان کا مال ان کی تحویل میں نہیں دینا چاہئے، اور اگر وہ خود مطالبہ کریں کہ ان کا مال ان کے حوالے کردیا جائے تو انہیں مناسب انداز میں سمجھا دینا چاہئے۔ اگلی آیت میں اسی اُصول کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ وقتاً فوقتاً ان یتیم بچوں کو آزماتے رہنا چاہئے کہ آیا وہ اتنے سمجھدار ہوگئے ہیں کہ انہیں اپنے مال کے صحیح استعمال کا سلیقہ آگیا ہے۔ یہ بھی واضح کردیا گیا ہے کہ صرف بالغ ہوجانا بھی کافی نہیں، بلوغ کے بعد بھی اگر وہ سمجھدار نہ پائے ہوں تو مال ان کے حوالے نہ کیا جائے، بلکہ جب یہ محسوس ہوجائے کہ ان میں سمجھ آگئی ہے۔ مال ان کے حوالے کیا جائے۔

فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ

تو اگر تم یہ محسوس کرو کہ ان میں سمجھ داری آچکی ہے تو ان کے مال انہی کے حوالے کردو۔ اور یہ مال فضول خرچی کرکے اور

اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ

یہ سوچ کر جلدی جلدی نہ کھا بیٹھو کہ وہ کہیں بڑے نہ ہوجائیں۔ اور (یتیموں کے سرپرستوں میں سے) جو خود مال دار ہو وہ تو اپنے آپ کو

فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا

(یتیم کا مال کھانے سے) بالکل پاک رکھے، ہاں اگر وہ خود محتاج ہو تو معروف طریق کار کو ملحوظ رکھتے ہوئے کھالے[۶]۔ پھر جب تم ان کے مال

عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ

انہیں دو تو ان پر گواہ بنالو۔ اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ (۶) مردوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور

الْاَقْرَبُوْنَ ۠ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا

قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور قریب ترین رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، چاہے

قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى

وہ (ترکہ) تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ (اللہ کی طرف سے) مقرر ہے[۷]۔ (۷) اور جب (میراث کی) تقسیم کے وقت (غیر وارث) رشتہ دار، یتیم اور

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْھُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَھُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَ

مسکین لوگ آجائیں، تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دے دو، اور ان سے مناسب انداز میں بات کرو[۸]۔ (۸) اور وہ لوگ

---

(۶) یتیموں کے سرپرست کو اپنی ذمہ داریاں نبھانے کے لئے بہت سی خدمات انجام دینی پڑتی ہیں۔ عام حالات میں جب سرپرست خود کھاتا پیتا شخص ہو، اس کے لئے ان خدمات کا کوئی معاوضہ لینا درست نہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے ایک باپ اپنی اولاد کی دیکھ بھال کرتا ہے۔ لیکن اگر وہ خود تنگدست ہے اور یتیم کی ملکیت میں اچھا خاصا مال ہے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنا ضروری خرچ بھی یتیم کے مال سے لے لے۔ مگر پوری احتیاط سے اتنا ہی لے جتنا عرف اور رواج کے مطابق ضروری ہے، اس سے زیادہ لینا جائز نہیں ہے۔

(۷) جاہلیت کے زمانے میں عورتوں کو میراث میں کوئی حصہ نہیں دیا جاتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بعض ایسے واقعات پیش آئے کہ ایک شخص کا انتقال ہوا اور وہ بیوی اور نابالغ بچے چھوڑ کر گیا، اور اس کے سارے ترکے پر اس کے بھائیوں نے قبضہ کرلیا، بیوی کو تو عورت ہونے کی وجہ سے میراث سے محروم رکھا گیا، اور بچوں کو نابالغ ہونے کی وجہ سے کچھ نہ دیا گیا۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں واضح کردیا گیا کہ عورتوں کو میراث سے محروم نہیں رکھا جاسکتا، اللہ تعالیٰ نے آگے آیت نمبر ۱۱ سے شروع ہونے والے رُکوع میں تمام رشتہ دار مردوں اور عورتوں کے حصے بھی مقرر فرمادیئے۔

(۸) جب میراث تقسیم ہورہی ہو تو بعض ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں جو شرعی اعتبار سے وارث نہیں ہیں، قرآنِ کریم نے یہ ہدایت دی ہے کہ ان کو بھی کچھ دے دینا بہتر ہے۔ مگر ایک تو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس ہدایت پر عمل کرنا مستحب یعنی پسندیدہ ہے،

لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۖ

(یتیموں کے مال میں خرد برد کرنے سے) ڈریں جو اگر اپنے پیچھے کمزور بچے چھوڑ کر جائیں تو ان کی طرف سے فکرمند رہیں گے۔(۹)

فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ

لہٰذا وہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی سیدھی بات کہا کریں ﴿۹﴾ یقین رکھو کہ جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں،

ع الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾ ع

وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں، اور انہیں جلد ہی ایک دہکتی آگ میں داخل ہونا ہوگا۔ ﴿۱۰﴾ اللہ تمہاری اولاد کے

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ

بارے میں تم کو حکم دیتا ہے کہ: مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے(۱۰) اور اگر (صرف) عورتیں ہی ہوں، دو یا دو سے زیادہ،

نِسَاۗءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا

تو مرنے والے نے جو کچھ چھوڑا ہو، انہیں اس کا دو تہائی حصہ ملے گا۔ اور اگر صرف ایک عورت ہو تو اسے (ترکے کا) آدھا حصہ ملے گا۔

النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ

اور مرنے والے کے والدین میں سے ہر ایک کو ترکے کا چھٹا حصہ ملے گا، بشرطیکہ مرنے والے کی کوئی اولاد ہو، اور اگر اس کی

وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ

کوئی اولاد نہ ہو اور اس کے والدین ہی اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں تہائی حصے کی حق دار ہے۔ ہاں اگر اس کے کئی بھائی ہوں تو اس کی ماں کو

لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ

چھٹا حصہ دیا جائے گا، (اور یہ ساری تقسیم) اس وصیت پر عمل کرنے کے بعد ہوگی جو مرنے والے نے کی ہو، یا اگر اس کے ذمے کوئی قرض ہے تو

واجب نہیں ہے۔ دوسرے اس پر عمل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بالغ ورثاء ایسے لوگوں کو اپنے حصے میں سے دیں۔ نابالغ ورثاء کے حصے میں سے کسی اور کو دینا جائز نہیں ہے۔

(۹) یعنی جس طرح تمہیں اپنے بچوں کی فکر ہوتی ہے کہ ہمارے مرنے کے بعد ان کا کیا ہوگا، اسی طرح دوسروں کے بچوں کی بھی فکر کرو، اور یتیموں کے مال میں خرد برد کرنے سے ڈرو۔

(۱۰) آیات ۱۱ و ۱۲ میں مختلف رشتہ داروں کے لئے میراث کے حصے بیان فرمائے گئے ہیں۔ جن رشتہ داروں کے حصے ان آیات میں مقرر فرمادیئے گئے ہیں ان کو "ذوی الفروض" کہا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمائی ہے کہ ان حصوں کی تقسیم کے بعد جو مال بچ جائے، وہ مرنے والے کے ان قریب ترین مذکر افراد میں تقسیم ہوگا جن کے حصے ان آیتوں میں متعین نہیں کئے گئے، جن کو "عصبات" کہا جاتا ہے۔ مثلاً بیٹے، اور اگرچہ بیٹیاں براہِ راست عصبات میں شامل نہیں ہیں، لیکن بیٹوں کے ساتھ مل کر بیٹیاں بھی عصبات میں شامل ہوجاتی ہیں، اس صورت میں یہ قاعدہ اس آیت نے مقرر فرمایا ہے کہ ایک بیٹے کو دو بیٹیوں کے برابر حصہ ملے گا۔ یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب مرنے والے کی اولاد نہ ہو اور بہن بھائی ہوں تو بھائی کو بہن سے دُگنا حصہ دیا جائے گا۔

اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً

اس کی ادائیگی کے بعد۔(۱۱) تمہیں اس بات کا ٹھیک ٹھیک علم نہیں ہے کہ تمہارے باپ بیٹوں میں سے کون فائدہ پہنچانے کے لحاظ سے تم سے زیادہ

مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾ وَ لَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ

قریب ہے؟ یہ تو اللہ کے مقرر کئے ہوئے حصے ہیں(۱۲)! یقین رکھو کہ اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (۱۱) اور تمہاری بیویاں جو کچھ

اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ

چھوڑ کر جائیں، اس کا آدھا حصہ تمہارا ہے، بشرطیکہ ان کی کوئی اولاد (زندہ) نہ ہو۔ اور اگر ان کی کوئی اولاد ہو تو اُس وصیت پر عمل کرنے کے بعد

مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا

جو انہوں نے کی ہو، اور ان کے قرض کی ادائیگی کے بعد تمہیں ان کے ترکے کا چوتھائی حصہ ملے گا۔ اور تم جو کچھ چھوڑ کر جاؤ اس کا ایک چوتھائی اُن

تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا

(بیویوں) کا ہے، بشرطیکہ تمہاری کوئی اولاد (زندہ) نہ ہو۔ اور اگر تمہاری کوئی اولاد ہو تو اُس وصیت پر عمل کرنے کے بعد جو تم نے کی ہو، اور

تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ رَجُلٌ

تمہارے قرض کی ادائیگی کے بعد ان کو تمہارے ترکے کا آٹھواں حصہ ملے گا۔ اور اگر وہ مرد یا عورت جس کی میراث تقسیم ہونی ہے، ایسا ہو کہ نہ

يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

اس کے باپ دادا زندہ ہوں نہ بیٹا پوتا، اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن زندہ ہو تو ان میں سے ہر ایک چھٹے حصے کا حق دار ہے۔ اور اگر وہ اس سے

السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ

زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے، (مگر) جو وصیت کی گئی ہو اس پر عمل کرنے کے بعد اور مرنے والے کے ذمے جو قرض ہو

وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ

اس کی ادائیگی کے بعد، بشرطیکہ (وصیت یا قرض کے اقرار کرنے سے) اس نے کسی کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔(۱۳) یہ سب کچھ اللہ کا حکم ہے، اور اللہ

---

(۱۱) یہ قاعدہ ان آیات میں بار بار دُہرایا گیا ہے کہ میراث کی تقسیم ہمیشہ میّت کے قرضوں کی ادائیگی اور اس کی وصیت پر عمل کرنے کے بعد ہوگی، یعنی اگر مرنے والے کے ذمے کچھ قرض ہو تو اس کے ترکے سے سب سے پہلے اس کے قرضے ادا کئے جائیں گے۔ اس کے بعد اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو کہ فلاں شخص کو جو وارث نہیں ہے، میرے ترکے سے اتنا دیا جائے تو ایک تہائی ترکے کی حد تک اس پر عمل کیا جائے گا، اس کے بعد میراث وارثوں میں تقسیم ہوگی۔

(۱۲) یہ تنبیہ اس بنا پر فرمائی گئی ہے کہ کوئی شخص یہ سوچ سکتا تھا کہ فلاں وارث کو زیادہ حصہ ملتا تو اچھا ہوتا، یا فلاں کو کم ملنا مناسب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ تمہیں مصلحت کا ٹھیک ٹھیک علم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کا جو حصہ مقرر فرمادیا ہے، وہی مناسب ہے۔

(۱۳) اس کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ قرض کی ادائیگی اور وصیت پر عمل کرنا میراث کی تقسیم پر مقدم ہے، لیکن مرنے والے کو کوئی ایسا

عَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۲﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ

ہر بات کا علم رکھنے والا، بردبار ہے۔ (۱۲) یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود ہیں، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، وہ اس کو ایسے

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۳﴾

باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ایسے لوگ ہمیشہ ان (باغات) میں رہیں گے، اور یہ زبردست کامیابی ہے (۱۳)

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز کرے گا، اسے اللہ دوزخ میں داخل کرے گا جس میں

ع فِيْهَا ۠ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۱۴﴾ وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ

وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس کو ایسا عذاب ہوگا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ (۱۴) تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کا ارتکاب کریں، ان پر اپنے میں

فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي

سے چار گواہ بنالو۔ چنانچہ اگر وہ (ان کی بدکاری کی) گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں روک کر رکھو یہاں تک

الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ

کہ انہیں موت اُٹھا کر لے جائے، یا اللہ ان کے لئے کوئی اور راستہ پیدا کردے۔(۱۴) (۱۵) اور تم میں سے جو دو مرد بدکاری کا

يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ

ارتکاب کریں، ان کو اذیت دو۔(۱۵) پھر اگر وہ توبہ کرکے اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے درگذر کرو۔ بیشک اللہ بہت

کام نہ کرنا چاہئے جس کا مقصد اپنے جائز ورثاء کو نقصان پہنچانا ہو، مثلاً کوئی شخص اپنے وارثوں کو محروم کرنے یا ان کا حصہ کم کرنے کی خاطر اپنے کسی دوست کے لئے وصیت کردے، یا اس کے حق میں قرضے کا جھوٹا اقرار کرلے، اور مقصد یہ ہو کہ اس کا پورا ترکہ یا اس کا کافی حصہ اس کے پاس چلا جائے اور ورثاء کو نہ ملے یا بہت کم ملے تو ایسا کرنا بالکل ناجائز ہے، اور اسی لئے شریعت نے یہ قاعدہ مقرر فرمادیا ہے کہ کسی وارث کے حق میں کوئی وصیت نہیں ہوسکتی، نیز غیر وارث کے حق میں بھی ایک تہائی سے زیادہ وصیت نہیں کی جاسکتی۔

(۱۴) عورت بدکاری کا ارتکاب کرے تو شروع میں حکم یہ دیا گیا تھا کہ اسے عمر بھر گھر میں مقید رکھا جائے، لیکن ساتھ ہی یہ اشارہ دے دیا گیا تھا کہ بعد میں ان کے لئے کوئی اور سزا مقرر کی جائے گی۔ "یا اللہ ان کے لئے کوئی اور راستہ پیدا کردے" کا یہی مطلب ہے۔ چنانچہ سورۂ نور میں مرد اور عورت دونوں کے لئے زنا کی سزا سو کوڑے مقرر کردی گئی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لئے راستہ پیدا کردیا ہے، اور وہ یہ کہ غیر شادی شدہ مرد یا عورت کو سو کوڑے لگائے جائیں گے، اور شادی شدہ کو سنگسار کیا جائے گا۔

(۱۵) یہ مردوں کے خلاف فطرت ہم جنسی کے عمل کی طرف اشارہ ہے۔ اس کی کوئی متعین سزا مقرر کرنے کے بجائے صرف یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ایسے مردوں کو اذیت دی جائے جس کے مختلف طریقے فقہائے کرام نے تجویز کئے ہیں، مگر ان میں سے کوئی لازمی نہیں۔ صحیح یہ ہے کہ اس کو حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

توبہ قبول کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (۱۶) اللہ نے توبہ قبول کرنے کی جو ذمہ داری لی ہے وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو نادانی سے کوئی برائی

السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ

کر ڈالتے ہیں، پھر جلدی ہی توبہ کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اللہ ان کی توبہ قبول کر لیتا ہے، اور اللہ ہر بات کو

عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ

خوب جاننے والا بھی ہے، حکمت والا بھی (۱۷) توبہ کی قبولیت ان کے لئے نہیں جو برے کام کئے جاتے ہیں، یہاں تک

السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا

کہ جب ان میں سے کسی پر موت کا وقت آکھڑا ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں نے اب توبہ کر لی ہے، اور نہ

الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾

ان کے لئے ہے جو کفر ہی کی حالت میں مرجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے تو ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۱۸)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا

اے ایمان والو! یہ بات تمہارے لئے حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی عورتوں کے مالک بن بیٹھو، اور ان کو اس غرض

تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ

سے مقید مت کرو کہ تم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس کا کچھ حصہ لے اڑو، اِلّا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔ (۱۶)

مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ

اور ان کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو، اور اگر تم انہیں پسند نہ کرتے ہو تو یہ عین ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو

تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ

ناپسند کرتے ہو اور اللہ نے اس میں بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو (۱۹) اور اگر تم ایک بیوی کے بدلے

---

(۱۶) زمانۂ جاہلیت میں یہ ظالمانہ رسم چلی آتی تھی کہ جب کسی عورت کے شوہر کا انتقال ہوجاتا تو اس کے ورثاء اس عورت کو بھی میراث کا حصہ سمجھ کر اس کے اس معنی میں مالک بن بیٹھتے تھے کہ وہ ان کی اجازت کے بغیر نہ دوسری شادی کر سکتی تھی، اور نہ زندگی کے دوسرے اہم فیصلے کرنے کا حق رکھتی تھی۔ اس آیت نے اس ظالمانہ رسم کو ختم فرمایا ہے۔ اسی طرح ایک ظالمانہ رواج یہ تھا کہ جب کوئی شوہر اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا، لیکن ساتھ ہی یہ بھی چاہتا کہ جو مہر ان کو دے چکا ہے وہ اسے واپس مل جائے تو وہ اپنی بیوی کو طرح طرح سے تنگ کرنا شروع کر دیتا تھا، مثلاً وہ اس کو گھر میں اس طرح مقید رکھتا تھا کہ وہ اپنی جائز ضروریات کے لئے بھی گھر سے باہر نہیں جاسکتی تھی۔ اس طرح ستانے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ بیچاری مجبور ہو کر شوہر سے خلاصی حاصل کرنے کے لئے اسے خود یہ پیشکش کرے کہ تم اپنا مہر واپس لے لو، اور مجھے طلاق دے کر میری جان چھوڑ دو۔ آیت کے دوسرے حصے میں اس رواج کو حرام قرار دیا گیا ہے۔

اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا

دوسری بیوی سے نکاح کرنا چاہتے ہو، اور ان میں سے ایک کو ڈھیر سارا مہر دے چکے ہو، تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو۔

مِنْهُ شَيْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝٢٠ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ

کیا تم بہتان لگا کر اور کھلا گناہ کر کے (مہر) واپس لو گے؟[١٧] (٢٠) اور آخر تم کیسے (وہ مہر) واپس لے سکتے ہو جبکہ تم ایک دوسرے کے اتنے قریب

وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝٢١ وَلَا

ہو چکے تھے، اور انہوں نے تم سے بڑا بھاری عہد لیا تھا؟ (٢١) اور جن عورتوں سے تمہارے

تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

باپ دادا (کسی وقت) نکاح کر چکے ہوں، تم انہیں نکاح میں نہ لاؤ۔ البتہ پہلے جو کچھ ہو چکا وہ ہو چکا۔[١٨]

فَاحِشَةً وَّمَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۝٢٢ ؑ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ ع ٣ ١٢

یہ بڑی بے حیائی ہے، گھناؤنا عمل ہے، اور بے راہ روی کی بات ہے (٢٢) تم پر حرام کر دی گئی ہیں تمہاری مائیں، تمہاری بیٹیاں، تمہاری بہنیں،

وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ

تمہاری پھوپیاں، تمہاری خالائیں، اور بھتیجیاں اور بھانجیاں، اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں

وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ

دُودھ پلایا ہے، اور تمہاری دُودھ شریک بہنیں، اور تمہاری بیویوں کی مائیں، اور تمہارے زیرِ پرورش تمہاری سوتیلی

نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ

بیٹیاں[١٩] جو تمہاری ان بیویوں (کے پیٹ) سے ہوں جن کے ساتھ تم نے خلوت کی ہو۔ ہاں اگر تم نے ان کے ساتھ خلوت نہ کی ہو (اور انہیں

---

(١٧) اُوپر آیت نمبر ١٩ میں یہ بتایا جا چکا ہے کہ عورتوں کو گلو خلاصی کے لئے اپنا مہر واپس کرنے پر مجبور کرنا صرف اس صورت میں جائز ہے جب انہوں نے کھلی بے حیائی کا ارتکاب کیا ہو۔ اب یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اگر تم ان سے مہر واپس کرنے کا مطالبہ کرو گے تو یہ تمہاری طرف سے ان پر بہتان باندھنے کے مرادف ہوگا کہ انہوں نے کھلی بے حیائی کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ ان کو مہر کی واپسی پر مجبور کرنا اس صورت کے سوا کسی حالت میں جائز نہیں ہے۔

(١٨) جاہلیت میں لوگ اپنی سوتیلی ماں سے نکاح کرنے کو کوئی عیب نہیں سمجھتے تھے۔ اس آیت نے اس بے شرمی کو ممنوع قرار دیا۔ البتہ جن لوگوں نے اسلام سے پہلے ایسا نکاح کیا تھا ان کے بارے میں فرمایا گیا کہ پچھلا گناہ معاف ہے، کیونکہ اسلام لانے سے پچھلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں، بشرطیکہ اس آیت کے نزول کے بعد نکاح کا یہ تعلق ختم کر لیا جائے۔

(١٩) سوتیلی بیٹیاں چونکہ عام طور پر انسان کے زیرِ پرورش ہوتی ہیں اس لئے یہ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، ورنہ اگر کوئی سوتیلی بیٹی زیرِ پرورش نہ بھی ہو تو وہ بھی حرام ہے۔

بِهِنَّ ۡ فَاِنۡ لَّمۡ تَكُوۡنُوۡا دَخَلۡتُمۡ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ ۡ وَحَلَآئِلُ

طلاق دے دی ہو یا ان کا انتقال ہوگیا ہو) تو تم پر (ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی گناہ نہیں ہے،

اَبۡنَآئِكُمُ الَّذِيۡنَ مِنۡ اَصۡلَابِكُمۡ ۙ وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَيۡنَ الۡاُخۡتَيۡنِ اِلَّا

نیز تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام ہیں، اور یہ بات بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرو،

مَا قَدۡ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوۡرًا رَّحِيۡمًا ﴿۲۳﴾ ۙ وَّالۡمُحۡصَنٰتُ مِنَ

البتہ جو کچھ پہلے ہو چکا وہ ہو چکا۔ بیشک اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے ﴿۲۳﴾ نیز وہ عورتیں (تم پر حرام ہیں) جو دوسرے شوہروں کے

النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَّا

نکاح میں ہوں، البتہ جو کنیزیں تمہاری ملکیت میں آجائیں (وہ مستثنیٰ ہیں)[20]۔ اللہ نے یہ احکام تم پر فرض کر دیئے ہیں۔ ان عورتوں کو چھوڑ کر تمام

وَرَآءَ ذٰلِكُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ ؕ فَمَا

عورتوں کے بارے میں یہ حلال کر دیا گیا ہے کہ تم اپنا مال (بطور مہر) خرچ کر کے انہیں (اپنے نکاح میں لانا) چاہو، بشرطیکہ تم ان سے باقاعدہ

اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ فَرِيۡضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ

نکاح کا رشتہ قائم کر کے عفت حاصل کرو، صرف شہوت نکالنا مقصود نہ ہو[21]۔ چنانچہ جن عورتوں سے (نکاح کر کے) تم نے لطف اُٹھایا ہو، ان کو ان

فِيۡمَا تَرٰضَيۡتُمۡ بِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡفَرِيۡضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا

کا وہ مہر ادا کرو جو مقرّر کیا گیا ہو۔ البتہ مہر مقرّر کرنے کے بعد بھی جس (کمی بیشی) پر تم آپس میں راضی ہو جاؤ، اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں۔ یقین

حَكِيۡمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنۡ لَّمۡ يَسۡتَطِعۡ مِنۡكُمۡ طَوۡلًا اَنۡ يَّنۡكِحَ الۡمُحۡصَنٰتِ

رکھو کہ اللہ ہر بات کا علم بھی رکھتا ہے، حکمت کا بھی مالک ہے۔ ﴿۲۴﴾ اور تم میں سے جو لوگ اس بات کی طاقت نہ رکھتے ہوں کہ آزاد مسلمان

الۡمُؤۡمِنٰتِ فَمِنۡ مَّا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ مِّنۡ فَتَيٰتِكُمُ الۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَ

عورتوں سے نکاح کر سکیں، تو وہ ان مسلمان کنیزوں میں سے کسی سے نکاح کر سکتے ہیں جو تمہاری ملکیت میں ہوں، اور اللہ کو تمہارے ایمان کی

---

(۲۰) جو کنیزیں جہاد کے دوران گرفتار کر کے دارالاسلام لائی جاتی تھیں، اور ان کے شوہر دارالحرب میں رہ جاتے تھے، ان کا نکاح ان شوہروں سے ختم ہو جاتا تھا۔ لہٰذا جب وہ دارالاسلام میں آنے کے بعد ایک حیض کی مدت پوری کر لیتیں، اور ان کو پچھلے شوہر سے حمل نہ ہوتا تو ان کا نکاح دارالاسلام کے کسی مسلمان سے جائز تھا۔ مگر یہ حکم انہی باندیوں کا ہے جو شرعی طور پر باندی بنائی گئی ہوں۔ آج کل ایسی کنیزوں یا باندیوں کا کہیں وجود نہیں ہے۔

(۲۱) مقصد یہ ہے کہ نکاح ایک دیرپا تعلق کا نام ہے جس کا مقصد صرف جنسی خواہش پوری کرنا نہیں ہے، بلکہ ایک مضبوط خاندانی نظام کا قیام ہے جس میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے حقوق اور ذمہ داریوں کے پابند ہوتے ہیں، اور اس رشتے کو عفت وعصمت کے تحفظ اور بقائے نسل انسانی کا ذریعہ بناتے ہیں۔ صرف شہوت نکالنے کے لئے ایک عارضی تعلق پیدا کر لینا، خواہ وہ پیسے خرچ کر کے ہی کیوں نہ ہو، ہرگز جائز نہیں ہے۔

اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ
پوری حالت خوب معلوم ہے۔ تم سب آپس میں ایک جیسے ہو۔[٢٢] لہٰذا ان کنیزوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو، اور ان کو قاعدے کے
اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ
مطابق ان کے مہر ادا کرو، بشرطیکہ ان سے نکاح کا رشتہ قائم کر کے انہیں پاک دامن بنایا جائے؛ نہ وہ صرف شہوت پوری کرنے کے لئے کوئی (ناجائز) کام
مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ
کریں، اور نہ خفیہ طور پر ناجائز آشنائیاں پیدا کریں۔ پھر جب وہ نکاح کی حفاظت میں آجائیں، اور اس کے بعد کسی بڑی بے حیائی (یعنی زنا) کا ارتکاب
بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ
کریں تو ان پر اس سزا سے آدھی سزا واجب ہوگی جو (غیر شادی شدہ) آزاد عورتوں کے لئے مقرر ہے۔[٢٣] یہ سب (یعنی کنیزوں سے نکاح کرنا) تم میں سے
لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
ان لوگوں کے لئے ہے جن کو (نکاح نہ کرنے کی صورت میں) گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو۔ اور اگر تم صبر ہی کئے رہو تو یہ تمہارے لئے بہت بہتر
رَّحِيْمٌ ﴿٢٥﴾ ۧ يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ ع ۴ / ١
ہے۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (٢٥) اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لئے (احکام کی) وضاحت کردے، اور جو (نیک) لوگ تم سے پہلے
قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٦﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ
گذرے ہیں، تم کو ان کے طور طریقوں پر لے آئے، اور تم پر (رحمت کے ساتھ) توجہ فرمائے، اور اللہ ہر بات کا جاننے والا بھی ہے، حکمت والا بھی (٢٦)
يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا
اللہ تو چاہتا ہے کہ تمہاری طرف توجہ کرے، اور جو لوگ نفسانی خواہشات کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ کر بہت
عَظِيْمًا ﴿٢٧﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿٢٨﴾
دُور جا پڑو (٢٧) اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے ساتھ آسانی کا معاملہ کرے، اور انسان کمزور پیدا ہوا ہے۔[٢٤] (٢٨)

---

(٢٢) چونکہ آزاد عورتوں کا مہر عام طور پر زیادہ ہوتا تھا، اور باندیوں کا مہر کم، اس لئے ایک طرف تو حکم یہ دیا گیا ہے کہ باندیوں سے نکاح اسی وقت کیا جائے جب آزاد عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہ ہو، دوسری طرف یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جب کسی باندی سے نکاح کی نوبت آجائے تو پھر محض اس کے باندی ہونے کی وجہ سے اس کو حقیر سمجھنا درست نہیں، کیونکہ فضیلت کا اصل دار و مدار تقویٰ پر ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کس کی ایمانی حالت زیادہ مضبوط ہے، ورنہ اولادِ آدم ہونے کے لحاظ سے سب ایک دوسرے کے برابر ہیں۔

(٢٣) آزاد عورتیں اگر غیر شادی شدہ ہوں تو ان کے لئے زنا کی سزا سو کوڑے ہیں، جس کا ذکر سورۂ نور کی دوسری آیت میں آیا ہے۔ زیرِ نظر آیت میں باندیوں کے لئے اس کی آدھی سزا یعنی پچاس کوڑے مقرر فرمائی گئی ہے۔

(٢٤) یعنی انسان فطری طور پر جنسی خواہش کا مقابلہ کرنے میں کمزور واقع ہوا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ خواہش جائز

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ، الا یہ کہ کوئی تجارت باہمی

تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ

رضامندی سے وجود میں آئی ہو (تو وہ جائز ہے)، اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔(۲۵) یقین جانو اللہ تم پر بہت

رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَ

مہربان ہے (۲۹) اور جو شخص زیادتی اور ظلم کے طور پر ایسا کرے گا، تو ہم اس کو آگ میں داخل کریں گے۔ اور

كَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ

یہ بات اللہ کے لئے بالکل آسان ہے (۳۰) اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو جن سے تمہیں روکا گیا ہے

نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا

تو تمہاری چھوٹی برائیوں کا ہم خود کفارہ کردیں گے،(۲۶) اور تم کو ایک باعزت جگہ داخل کریں گے۔ (۳۱) اور جن چیزوں میں اللہ نے تم کو ایک

فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَ

دوسرے پر فوقیت دی ہے، ان کی تمنا نہ کرو، مرد جو کچھ کمائی کریں گے ان کو اس میں سے حصہ ملے گا، اور عورتیں

لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

جو کچھ کمائی کریں گی ان کو اس میں سے حصہ ملے گا۔(۲۷) اور اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو۔ بیشک اللہ ہر

طریقے سے پورا کرنے سے نہیں روکا، بلکہ نکاح کو اس کے لئے آسان بنادیا ہے۔

(۲۵) اس کا سادہ مطلب تو یہ ہے کہ جس طرح دوسرے کا مال ناحق طریقے سے کھانا حرام ہے، کسی کی جان لینا اس سے زیادہ حرام ہے۔ دوسرے کی جان لینے کو "اپنے آپ کو قتل کرنے" سے تعبیر کرکے اس طرف بھی اشارہ ہوگیا کہ کسی دوسرے کو قتل کرنا بالآخر اپنے آپ ہی کو قتل کرنا ہے، کیونکہ اس کے بدلے میں خود قاتل قتل ہوسکتا ہے، اور اگر یہاں قتل نہ بھی ہو تو آخرت میں اس کی جو سزا ملنی ہے وہ موت سے بھی بدتر ہوگی۔ اسی طرح اس تعبیر سے خودکشی کی ممانعت بھی واضح ہوگئی۔ دوسرے کسی کا مال ناحق کھانے کے ساتھ یہ جملہ لانے سے اس طرف بھی اشارہ ممکن ہے کہ جب ناحق مال کھانے کا رواج معاشرے میں عام ہوجائے تو اس کا نتیجہ اجتماعی خودکشی کی صورت میں نکلتا ہے۔

(۲۶) اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان گناہِ کبیرہ سے پرہیز رکھے تو اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو اللہ تعالیٰ خود ہی معاف فرماتے رہتے ہیں۔ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نیک عمل، مثلاً وضو، نماز، صدقات وغیرہ سے گناہِ صغیرہ معاف ہوتے رہتے ہیں۔

(۲۷) بعض خواتین نے اس تمنا کا اظہار کیا تھا کہ اگر وہ مرد ہوتیں تو وہ بھی جہاد وغیرہ میں حصہ لے کر مزید ثواب حاصل کرتیں۔ اس آیتِ کریمہ نے یہ اُصول واضح فرمادیا کہ جو باتیں انسان کے اختیار سے باہر ہیں ان میں اللہ نے کسی شخص کو کسی اعتبار سے

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿٣٢﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ

چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (۳۲) اور ہم نے ہر اس مال کے کچھ وارث مقرر کئے ہیں جو والدین اور قریب ترین

وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْھُمْ نَصِيْبَهُمْ ۭ اِنَّ

رشتہ دار چھوڑ کر جائیں۔ اور جن لوگوں سے تم نے کوئی عہد باندھا ہو ان کو ان کا حصہ دو۔ (۲۸)

ع اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿٣٣﴾ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ

بیشک اللہ ہر چیز کا گواہ ہے۔ (۳۳) مرد عورتوں کے نگراں ہیں، کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے، اور کیونکہ مردوں نے

اللّٰهُ بَعْضَھُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ

اپنے مال خرچ کئے ہیں۔ چنانچہ نیک عورتیں فرماں بردار ہوتی ہیں، مرد کی غیر موجودگی میں اللہ کی دی ہوئی حفاظت سے (اس کے حقوق کی)

حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ

حفاظت کرتی ہیں۔ اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو تو (پہلے) انہیں سمجھاؤ، اور (اگر اس سے کام نہ چلے تو) انہیں خواب گاہوں میں تنہا

وَاهْجُرُوْھُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا

چھوڑ دو، (اور اس سے بھی اصلاح نہ ہو تو) انہیں مار سکتے ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کارروائی کا کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔

عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿٣٤﴾ وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ

یقین رکھو کہ اللہ سب کے اوپر، سب سے بڑا ہے۔ (۳۴) اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہو تو (ان کے درمیان فیصلہ

بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَھْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَھْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ

کرانے کے لئے) ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے بھیج دو۔ اگر وہ دونوں اصلاح کرانا چاہیں

فوقیت دے رکھی ہے اور کسی کو کسی اور حیثیت سے۔ مثلاً کوئی مرد ہے کوئی عورت، کوئی زیادہ طاقت ور ہے کوئی کم، کسی کا حسن دوسرے کے مقابلے میں زیادہ ہے۔ یہ چیزیں چونکہ انسان کے اختیار میں نہیں ہیں، اس لئے ان کی تمنا کرنے سے فضول حسرت ہونے کے سوا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ لہٰذا ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا چاہئے۔ البتہ جو اچھائیاں انسان کے اختیار میں ہیں انہیں حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے، اور ان چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جو شخص جیسا عمل کرتا ہے ویسا ہی نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔

(۲۸) جب کوئی شخص اسلام لائے اور مسلمانوں میں اس کا کوئی رشتہ دار نہ ہو تو وہ جس شخص کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہے بعض اوقات اس کے ساتھ یہ عہد کر لیتا تھا کہ وہ دونوں آپس میں بھائی بن گئے ہیں، لہٰذا وہ ایک دوسرے کے وارث بھی ہوں گے، اور اگر ان میں سے کسی پر کوئی تاوان آپڑا تو دوسرا اس کی ادائیگی میں اس کی مدد کرے گا۔ اس رشتے کو ''موالاۃ'' کہا جاتا تھا۔ یہاں اسی معاہدے کا ذکر ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک اس آیت کی بنا پر یہی ہے کہ یہ رشتہ اب بھی کسی نومسلم سے قائم ہوسکتا ہے، اور اگر دوسرے مسلمان رشتہ دار موجود نہ ہوں تو میراث میں بھی ان کا حصہ ہوگا۔

اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ﴿۳۵﴾ وَاعْبُدُوا

گے تو اللہ دونوں کے درمیان اتفاق پیدا فرمادے گا۔ بیشک اللہ کو ہر بات کا علم اور ہر بات کی خبر ہے۔ (۳۵) اور اللہ کی عبادت کرو،

اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْـًٔا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى

اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اوروالدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ داروں، یتیموں،

وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ

مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دُور والے پڑوسی،(۲۹) ساتھ بیٹھے (یا ساتھ کھڑے) ہوئے شخص(۳۰) اور

ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا

راہ گیر کے ساتھ اور اپنے غلام باندیوں کے ساتھ بھی (اچھا برتاؤ رکھو)۔ بیشک اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو

فَخُوْرَا ۟ۙ﴿۳۶﴾ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَكْتُمُوْنَ مَاۤ

پسند نہیں کرتا۔ (۳۶) ایسے لوگ جو خود بھی کنجوسی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی کنجوسی کی تلقین کرتے ہیں، اور اللہ نے ان کو اپنے فضل سے جو کچھ دے

اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّهِیْنًا ﴿۳۷﴾ۚ وَالَّذِیْنَ

رکھا ہے اسے چھپاتے ہیں۔ اور ہم نے ایسے ناشکروں کے لئے ذلیل کردینے والا عذاب تیار کررکھا ہے (۳۷) اور وہ لوگ جو اپنے مال لوگوں کو

یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ یَّكُنِ

دکھانے کے لئے خرچ کرتے ہیں، اور نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، نہ روزِ آخرت پر۔ اور شیطان جس کا ساتھی بن جائے تو

---

(۲۹) قرآن وسنت نے پڑوسیوں کے حقوق کی رعایت اوران کے ساتھ حسنِ سلوک کی بڑی تاکید فرمائی ہے۔ پھر پڑوسیوں کے تین درجے اس آیت میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ پہلے درجے کو "جارِ ذی القربیٰ" (قریب والا پڑوسی) اور دوسرے کو "الجارالجنب" کہا گیا ہے جس کا ترجمہ اُوپر "دُور والے پڑوسی" سے کیا گیا ہے۔ پہلے سے مراد وہ پڑوسی ہے جس کا گھر اپنے گھر سے بالکل ملا ہوا ہو، اور دوسرے سے مراد وہ پڑوسی ہے جس کا گھر اتنا ملا ہوا نہ ہو۔ بعض حضرات نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ پہلے سے مراد وہ پڑوسی ہے جو رشتہ دار بھی ہو، اور دوسرے سے مراد وہ جو صرف پڑوسی ہو۔ نیز بعض مفسرین نے پہلے کا مطلب مسلمان پڑوسی اور دوسرے کا مطلب غیر مسلم پڑوسی بتایا ہے، قرآنِ کریم کے الفاظ میں ان سب معانی کی گنجائش ہے۔ خلاصہ یہ کہ پڑوسی چاہے رشتہ دار ہو یا اجنبی، مسلمان ہو یا غیر مسلم، اس کا گھر بالکل ملا ہوا ہو یا ایک دو گھر چھوڑ کر ہو، ان سب کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

(۳۰) یہ پڑوسی کی تیسری قسم ہے جس کو قرآنِ کریم نے "صاحب بالجنب" سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے مراد وہ شخص ہے جو عارضی طور پر تھوڑی دیر کے لئے ساتھی بن گیا ہو، مثلاً سفر کے دوران ساتھ بیٹھا یا کھڑا ہو، یا کسی مجلس یا کسی لائن میں لگے ہوئے اپنے پاس ہو۔ وہ بھی ایک طرح کا پڑوسی ہے، اوراس کے ساتھ بھی اچھے برتاؤ کی تاکید فرمائی گئی ہے۔ بلکہ اس سے بھی آگے ہر راہ گیر اور مسافر کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے، چاہے وہ اپنا ساتھی یا پڑوسی نہ ہو۔

الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿٣٨﴾ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

وہ بدترین ساتھی ہوتا ہے۔ (٣٨) بھلا ان کا کیا بگڑ جاتا اگر یہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لے آتے، اور اللہ نے ان کو جو رزق عطا فرمایا ہے اس

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿٣٩﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ

میں سے کچھ (نیک کاموں میں) خرچ کر دیتے؟ اور اللہ کو ان کا حال خوب معلوم ہے (٣٩) اللہ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا، اور اگر کوئی نیکی ہو

ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٤٠﴾ فَكَيْفَ

تو اسے کئی گنا کر دیتا ہے، اور خود اپنے پاس سے عظیم ثواب دیتا ہے (٤٠) پھر (یہ لوگ سوچ رکھیں کہ) اس وقت (ان کا) کیا حال ہوگا جب ہم ہر

اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿٤١﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ

اُمت میں سے ایک گواہ لے کر آئیں گے، اور (اے پیغمبر!) ہم تم کو ان لوگوں کے خلاف گواہ کے طور پر پیش کریں گے؟ (٣١) (٤١) جن لوگوں نے کفر

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ

اپنا رکھا ہے اور رسول کے ساتھ نافرمانی کا رویہ اختیار کیا ہے، اُس دن وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش انہیں زمین (میں دھنسا کر اُس) کے برابر

حَدِيْثًا ﴿٤٢﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا

ع ٦

کر دیا جائے، اور وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے۔ (٤٢) اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو اس وقت تک نماز کے قریب بھی

تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ

نہ جانا جب تک تم جو کچھ کہہ رہے ہو اسے سمجھنے نہ لگو، (٣٢) اور جنابت کی حالت میں بھی جب تک غسل نہ کر لو (نماز جائز نہیں) اِلّا یہ کہ تم مسافر ہو (اور

عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ

پانی نہ ملے تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتے ہو)۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کی جگہ سے آیا ہو یا تم نے عورتوں کو چھوا

تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ

ہو، پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو، اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا (اس مٹی سے) مسح کرلو۔

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٤٣﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ

بیشک اللہ بڑا معاف کرنے والا، بڑا بخشنے والا ہے۔ (٤٣) جن لوگوں کو کتاب (یعنی تورات کے علم) میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا، کیا تم نے ان کو

الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ﴿٤٤﴾ وَاللّٰهُ

نہیں دیکھا کہ وہ (کس طرح) گمراہی مول لے رہے ہیں، اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راستے سے بھٹک جاؤ (٤٤) اور اللہ

---

(٣١) تمام انبیائے کرام قیامت کے روز اپنی اپنی اُمتوں کے اچھے برے اعمال پر گواہی دیں گے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت کے لوگوں پر گواہ بنا کر پیش کیا جائے گا۔

(٣٢) یہ اس وقت کی بات ہے جب شراب کی حرمت کا حکم نہیں آیا تھا۔ لیکن اسی آیت کے ذریعے یہ اشارہ دے دیا گیا تھا کہ وہ کوئی اچھی چیز نہیں ہے، کیونکہ اس کو پینے کی حالت میں نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے، لہٰذا کسی وقت اس کو بالکل حرام بھی کیا جا سکتا ہے۔

اَعْلَمُ بِاَعْدَآىِٕكُمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ مِنَ

تمہارے دُشمنوں کو خوب جانتا ہے، اور رکھوالا بننے کے لئے بھی اللہ کافی ہے، اور مددگار بننے کے لئے بھی اللہ کافی ہے۔ (۴۵) یہودیوں

الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ

میں سے کچھ وہ ہیں جو (تورات کے) الفاظ کو ان کے موقع محل سے ہٹا ڈالتے ہیں، اور

عَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِى الدِّيْنِ ؕ

اپنی زبانوں کو توڑ مروڑ کر اور دین میں طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے ہیں: "سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا" اور "اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ" اور "رَاعِنَا"

وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَ

حالانکہ اگر وہ یہ کہتے کہ "سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا" اور "اسْمَعْ وَانْظُرْنَا" تو ان کے لئے بہتر اور راست بازی کا راستہ ہوتا،(۳۳) لیکن

اَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾ يٰۤاَيُّهَا

ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر پھٹکار ڈال رکھی ہے، اس لئے تھوڑے سے لوگوں کے سوا وہ ایمان نہیں لاتے۔ (۴۶) اے اہل کتاب! جو

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

(قرآن) ہم نے اب نازل کیا ہے، جو تمہارے پاس پہلے سے موجود کتاب کی تصدیق بھی کرتا ہے، اس پر ایمان لے آؤ،

نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ

قبل اس کے کہ ہم کچھ چہروں کو مٹا کر انہیں گدی جیسا بنا دیں، یا ان پر ایسی پھٹکار ڈال دیں جیسی پھٹکار ہم نے سبت والوں پر ڈالی تھی۔(۳۴)

---

(۳۳) اس آیت میں بعض یہودیوں کی دو شرارتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک شرارت یہ ہے کہ وہ تورات کے الفاظ کو اپنے موقع محل سے ہٹا کر اس میں لفظی یا معنوی تحریف کا ارتکاب کرتے ہیں، یعنی بعض اوقات اس کے الفاظ ہی کو کسی اور لفظ سے بدل دیتے ہیں اور بعض اوقات اس لفظ کو غلط معنی پہنا کر اس کی من مانی تفسیر کرتے ہیں۔ اور دوسری شرارت یہ ہے کہ جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے ہیں تو ایسے مبہم اور منافقانہ الفاظ استعمال کرتے ہیں جن کا ظاہری مفہوم بُرا نہیں ہوتا لیکن وہ اندرونی طور پر ان الفاظ سے وہ بُرے معنی مراد لیتے ہیں جو ان الفاظ میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں۔ قرآنِ کریم نے اس کی تین مثالیں اس آیت میں ذکر کی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ کہتے ہیں: "سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا" جس کے معنی یہ ہیں کہ "ہم نے آپ کی بات سن لی، اور نافرمانی کی" وہ ان الفاظ کا مطلب یہ ظاہر کرتے تھے کہ ہم نے آپ کی بات سن لی ہے اور آپ کے مخالفین کی نافرمانی کی ہے، لیکن اندر سے ان کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ ہم نے آپ کی بات سن کر اسی بات کی نافرمانی کی ہے۔ دوسرے وہ کہتے تھے "اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ" اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ "آپ ہماری بات سنیں، خدا کرے آپ کو کوئی بات سنائی نہ جائے" ظاہری طور پر وہ یہ دُعا دیتے تھے کہ آپ کو کوئی ایسی بات نہ سنائی جائے جو آپ کی طبیعت کے خلاف ہو، لیکن اندر سے ان کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ خدا کرے آپ کو ایسی بات نہ سنائی جائے جو آپ کو خوش کرے۔ تیسرے وہ ایک لفظ "رَاعِنَا" استعمال کرتے تھے جس کے معنی عربی زبان میں تو یہ ہیں کہ "ہمارا خیال رکھئے"، لیکن عبرانی زبان میں یہ ایک گالی کا لفظ تھا جو وہ اندرونی طور پر مراد لیتے تھے۔

(۳۴) "سبت" سنیچر کے دن کو کہتے ہیں۔ تورات میں بنی اسرائیل کو اس دن روزگار کا کوئی کام کرنے سے منع کیا گیا تھا، لیکن

السَّبْتِ ۭ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۴۷ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ

اور اللہ کا حکم ہمیشہ پورا ہو کر رہتا ہے۔ (۴۸) بیشک اللہ اس بات کو معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور

يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا

اس سے کمتر ہر بات کو جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے،(۳۵) اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ ایسا بہتان باندھتا ہے جو بڑا

عَظِيْمًا ۝۴۸ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَھُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ

زبردست گناہ ہے۔ (۴۹) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو بڑا پاکیزہ بتاتے ہیں؟ حالانکہ پاکیزگی تو اللہ جس کو چاہتا ہے عطا کرتا

يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۝۴۹ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ

ہے، اور (اس عطا میں) ان پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں ہوتا۔(۳۶) (۵۰) دیکھو یہ لوگ اللہ پر کیسے کیسے جھوٹے بہتان باندھتے ہیں، اور کھلا گناہ

وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝۵۰ۧ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ ع۷

ہونے کے لئے یہی بات کافی ہے۔ (۵۱) جن لوگوں کو کتاب (یعنی تورات کے علم) میں سے ایک حصہ دیا گیا تھا، کیا تم نے ان کو نہیں دیکھا کہ وہ

يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَاۗءِ اَهْدٰى مِنَ

(کس طرح) بتوں اور شیطان کی تصدیق کر رہے ہیں اور کافروں (یعنی بت پرستوں) کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ مؤمنوں سے زیادہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ۝۵۱ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَھُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ

سیدھے راستے پر ہیں۔(۳۷) (۵۲) یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے پھٹکار ڈال رکھی ہے، اور جس پر اللہ پھٹکار ڈال دے، اس کے لئے تم کوئی مددگار نہیں

ایک بستی کے لوگوں نے اس حکم کی نافرمانی کی جس کے نتیجے میں ان پر عذاب آیا اور ان کو مسخ کر دیا گیا۔ اس واقعے کی تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ اعراف (۷:۱۶۳)۔

(۳۵) یعنی شرک سے کم کسی گناہ کو اللہ تعالیٰ جب چاہے توبہ کے بغیر بھی محض اپنے فضل سے معاف کر سکتا ہے، لیکن شرک کی معافی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ مشرک اپنے شرک سے سچی توبہ کر کے موت سے پہلے پہلے اسلام قبول کر کے توحید پر ایمان لے آئے۔

(۳۶) یعنی پاکیزگی اور تقدس اللہ تعالیٰ انہی کو عطا فرماتا ہے جو اپنے اختیاری اعمال سے ایسا چاہتے ہیں، جن کو پاکیزگی اور تقدس نہیں ملتا، وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنے اختیاری اعمال کے ذریعے خود نااہل بن جاتے ہیں، لہٰذا اگر اللہ انہیں تقدس عطا نہیں فرماتا تو اس میں ان پر کوئی ظلم نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے خود اپنے اختیار سے اپنے آپ کو نااہل بنا دیا ہے۔

(۳۷) یہ مدینہ منوّرہ میں آباد بعض یہودیوں کا تذکرہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کے ساتھ یہ معاہدہ کیا ہوا تھا کہ وہ اور مسلمان آپس میں امن کے ساتھ رہیں گے، اور ایک دوسرے کے خلاف کسی بیرونی دُشمن کی مدد بھی نہیں کریں گے، لیکن انہوں نے اس معاہدے کی بار بار خلاف ورزی کی، اور مسلمانوں کے دُشمن کفارِ مکہ کی حمایت اور در پردہ مدد کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کا ایک بڑا سردار کعب بن اشرف تھا۔ جنگِ اُحد کے بعد وہ ایک اور یہودی سردار حیی بن اخطب کے ساتھ مکہ مکرّمہ کے کافروں کے پاس گیا، اور انہیں مسلمانوں کے خلاف تعاون کی پیشکش کی۔ کفارِ مکہ کے سردار ابوسفیان نے کہا کہ اگر تم واقعی اپنی پیشکش میں سچے ہو تو ہمارے دو بتوں کے سامنے سجدہ کرو، چنانچہ کعب بن اشرف نے ابوسفیان کا یہ مطالبہ بھی مان لیا،

نَصِيْرًا ۝٥٢ اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا ۝٥٣ اَمْ يَحْسُدُوْنَ

پاؤ گے (۵۲) تو کیا ان کو (کائنات کی) بادشاہی کا کچھ حصہ ملا ہوا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو یہ لوگوں کو گٹھلی کے شگاف کے برابر بھی کچھ نہ دیتے۔ (۳۸) (۵۳) یا

النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ

یہ لوگوں سے اس بنا پر حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے ان کو اپنا فضل (کیوں) عطا فرمایا ہے؟ سو ہم نے تو ابراہیم کے خاندان کو کتاب اور حکمت عطا کی

وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا ۝٥٤ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ۭ

تھی اور انہیں بڑی سلطنت دی تھی۔ (۳۹) (۵۴) چنانچہ ان میں سے کچھ ان پر ایمان لائے اور کچھ نے ان سے منہ موڑ لیا۔ اور جہنم ایک بھڑکتی آگ

وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا ۝٥٥ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ

کی شکل میں (ان کافروں کی خبر لینے کے لئے) کافی ہے۔ (۵۵) بیشک جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا ہے ہم انہیں آگ میں داخل کریں

نَارًا ۭ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا

گے۔ جب بھی ان کی کھالیں جل جل کر پک جائیں گی، تو ہم انہیں ان کے بدلے دوسری کھالیں دے دیں گے تاکہ وہ عذاب کا مزہ چکھیں۔

پھر ابوسفیان نے کعب سے پوچھا کہ ہمارا مذہب اچھا ہے یا مسلمانوں کا؟ تو اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ تمہارا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے زیادہ بہتر ہے، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ مکہ کے یہ لوگ بت پرست ہیں اور کسی آسمانی کتاب پر ایمان نہیں رکھتے۔ لہٰذا ان کے مذہب کو بہتر قرار دینے کا مطلب بت پرستی کی تصدیق کرنا تھا۔ اس آیت میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

(۳۸) یہودیوں کی مسلمانوں سے دُشمنی اور عناد کا سبب قرآنِ کریم نے یہ بیان فرمایا ہے کہ انہیں یہ توقع تھی کہ جس طرح پچھلے بہت سے انبیائے کرام بنی اسرائیل میں سے آئے ہیں، نبی آخر الزماں بھی انہی کے خاندان سے ہوں گے، لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں مبعوث فرمائے گئے تو یہ لوگ حسد میں مبتلا ہوگئے، حالانکہ نبوت اور خلافت وحکومت تو اللہ تعالیٰ کا ایک فضل ہے، وہ جب جس کو مناسب سمجھتا ہے اپنے اس فضل سے سرفراز فرماتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس پر اعتراض کرے تو گویا وہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ کائنات کی بادشاہی اس کے پاس ہے اور اسی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنی پسند سے انبیاء کو منتخب کرے۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتے ہیں کہ اگر کہیں بادشاہی واقعی ان کو مل گئی ہوتی تو یہ اتنے بخیل ہیں کہ کسی کو ذرّہ برابر بھی کچھ نہ دیتے۔

(۳۹) یعنی اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت جس کو مناسب سمجھتا ہے نبوت اور خلافت وحکومت کے اعزاز سے سرفراز فرماتا ہے، چنانچہ اس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نبوّت وحکمت عطا فرمائی اور ان کی اولاد میں یہ سلسلہ جاری رکھا۔ چنانچہ ان میں سے بعض (مثلاً حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام) نبی ہونے کے ساتھ حکمران بھی بنے۔ اب تک ان کے ایک صاحبزادے (حضرت یعقوب علیہ السلام) کی اولاد میں نبوّت وحکومت کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ اب اگر ان کے دوسرے صاحبزادے (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کی اولاد میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعزاز بخش دیا گیا ہے تو اس میں اعتراض یا حسد کی کیا بات ہے؟

الْعَذَابَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بیشک اللہ صاحبِ اقتدار بھی ہے، صاحبِ حکمت بھی (۵۶) اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان کو

سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ لَهُمْ فِيْهَآ

ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں ان کے لئے

اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا

پاکیزہ بیویاں ہوں گی، اور ہم انہیں گھنی چھاؤں میں داخل کریں گے۔(۴۰) (۵۷) (مسلمانو!) یقیناً اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم

الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا

امانتیں ان کے حق داروں تک پہنچاؤ، اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ یقین جانو اللہ تم کو

بِالْعَدْلِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾

جس بات کی نصیحت کرتا ہے وہ بہت اچھی ہوتی ہے۔ بیشک اللہ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ (۵۸)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی بھی اطاعت کرو اور تم میں سے جو لوگ صاحبِ اختیار ہوں، (۴۱) اُن کی بھی۔

مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ

پھر اگر تمہارے درمیان کسی چیز میں اختلاف ہو جائے تو اگر واقعی تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اُسے اللہ اور رسول کے حوالے کر دو۔

ع ۹ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ ع اَلَمْ تَرَ

یہی طریقہ بہترین ہے اور اس کا انجام بھی سب سے بہتر ہے۔ (۵۹) (اے پیغمبر!) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ وہ

---

(۴۰) اشارہ اس طرف ہے کہ جنت میں روشنی ہوگی مگر دُھوپ کی تپش نہیں ہوگی۔

(۴۱) ''صاحبِ اختیار'' سے مراد اکثر مفسرین کے مطابق مسلمان حکمران ہیں۔ جائز اُمور میں ان کے اَحکام کی اطاعت بھی مسلمانوں کا فرض ہے۔ البتہ یہ اطاعت اس شرط کے ساتھ ہے کہ وہ کسی ایسی بات کا حکم نہ دیں جو شرعاً ناجائز ہو۔ اس بات کو قرآنِ کریم نے دو طرح واضح فرمایا ہے۔ ایک تو اس طرح کہ اَصحابِ اختیار کی اطاعت کا ذکر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بعد فرمایا ہے جس میں یہ اشارہ ہوگیا کہ حکمرانوں کی اطاعت اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے تابع ہے۔ دوسرے اگلے جملے میں مزید صراحت کے ساتھ بتا دیا گیا کہ اگر کسی معاملے میں یہ اختلاف پیدا ہو جائے کہ آیا حکمرانوں کا دیا ہوا حکم صحیح اور قابلِ طاعت ہے یا نہیں تو اسے اللہ اور اس کے رسول کے حوالے کر دو جس کا مطلب یہ ہے کہ اس حکم کو قرآن اور سنت کی کسوٹی پر پرکھ کر دیکھو، اگر وہ قرآن و سنت کے خلاف ہو تو اس کی اطاعت واجب نہیں ہے اور حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ ایسا حکم واپس لے لیں، اور اگر وہ حکم قرآن و سنت کے کسی صریح یا اجماعی طور پر مُسلَّم حکم کے خلاف نہیں ہے تو عام مسلمانوں کا فرض ہے کہ اس پر عمل کریں۔

إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ

اُس کلام پر بھی ایمان لے آئے ہیں جو تم پر نازل کیا گیا ہے اور اُس پر بھی جو تم سے پہلے نازل کیا گیا تھا، (لیکن)

يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ ط

ان کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنا مقدمہ فیصلے کے لئے طاغوت کے پاس لے جانا چاہتے ہیں(۴۲)؟ حالانکہ ان کو حکم یہ دیا گیا تھا کہ وہ اس کا کھل کر انکار

وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ۝٦٠ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ

کریں۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ انہیں بھٹکا کر پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا کردے ۝٦٠ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ

مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ

اس حکم کی طرف جو اللہ نے اُتارا ہے اور آؤ رسول کی طرف، تو تم ان منافقوں کو دیکھوگے کہ وہ تم سے پوری طرح منہ

صُدُودًا ۝٦١ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ ثُمَّ

موڑ بیٹھتے ہیں ۝٦١ پھر اُس وقت ان کا کیا حال بنتا ہے جب خود اپنے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے ان پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے؟ اُس وقت یہ

جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ۝٦٢

آپ کے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہمارا مقصد بھلائی کرنے اور ملاپ کرادینے کے سوا کچھ نہ تھا۔(۴۳) ۝٦٢

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ

یہ وہ ہیں کہ اللہ ان کے دِلوں کی ساری باتیں خوب جانتا ہے۔ لہٰذا تم انہیں نظر انداز کردو، انہیں نصیحت کرو، اوران سے خود ان کے بارے میں

---

(۴۲) یہاں سے ان منافقوں کا ذکر ہو رہا ہے جو اصل میں دِل سے تو یہودی تھے، مگر مسلمانوں کو دِکھانے کے لئے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ ان کا حال یہ تھا کہ جس معاملے میں ان کو توقع ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے فائدے کا فیصلہ کریں گے، ان کا مقدمہ تو آپ کے پاس لے جاتے، لیکن جس مسئلے میں ان کو خیال ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ ان کے خلاف ہوگا، وہ مقدمہ آپ کے بجائے کسی یہودی سردار کے پاس لے جاتے جسے اس آیت میں ''طاغوت'' کہا گیا ہے۔ منافقین کی طرف سے ایسے کئی واقعات پیش آئے تھے جو متعدد روایات میں منقول ہیں۔ ''طاغوت'' کے لفظی معنی ہیں ''نہایت سرکش''، لیکن یہ لفظ شیطان کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، اور ہر باطل کے لئے بھی۔ یہاں اس سے مراد وہ حاکم ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے اَحکام سے بے نیاز ہو کر یا ان کے خلاف فیصلہ کرے۔ آیت نے واضح کردیا کہ اگر کوئی شخص زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے، لیکن اللہ اور اس کے رسول کے اَحکام پر کسی اور قانون کو ترجیح دے تو وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

(۴۳) یعنی جب ان کا یہ معاملہ تمام لوگوں پر کھل جاتا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بجائے یا اس کے خلاف کسی اور کو اپنا فیصل بنا رہے ہیں، اور اس کے نتیجے میں انہیں ملامت یا کسی سزا کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو یہ جھوٹی تاویل کرتے ہیں کہ ہم اس شخص کے پاس عدالتی فیصلہ کرانے نہیں گئے تھے، بلکہ مصالحت کا کوئی راستہ نکالنا چاہتے تھے جس سے جھگڑے کے بجائے میل ملاپ کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

وَقُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا

ایسی بات کہتے رہو جو دل میں اُتر جانے والی ہو۔ (۶۳) اور ہم نے کوئی رسول اس کے سوا کسی اور مقصد کے لئے نہیں بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی

لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا

اطاعت کی جائے۔ اور جب ان لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اگر یہ اُس وقت تمہارے پاس آ کر اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان

اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۶۴﴾ فَلَا وَرَبِّكَ

کے لئے مغفرت کی دُعا کرتے تو یہ اللہ کو بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان پاتے۔ (۶۴) نہیں، (اے پیغمبر!) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ

لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰي يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ

اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں فیصل نہ بنائیں، پھر تم جو کچھ فیصلہ کرو اس کے بارے میں اپنے دلوں

حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ

میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں، اور اس کے آگے مکمل طور پر سرِ تسلیم خم کر دیں (۶۵) اور اگر ہم ان کے لئے یہ فرض قرار دے دیتے کہ تم اپنے آپ کو

اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَ

قتل کرو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو ان میں سے تھوڑے سے لوگوں کے سوا کوئی اس پر عمل نہ کرتا۔ اور جس بات کی انہیں

لَوْ اَنَّھُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّھُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ﴿۶۶﴾ وَّاِذًا

نصیحت کی جا رہی ہے اگر یہ لوگ اس پر عمل کر لیتے تو ان کے حق میں کہیں بہتر ہوتا، اور اُن میں خوب ثابت قدمی پیدا کر دیتا (۴۴) (۶۶) اور اُس صورت

لَّاٰتَيْنٰھُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۶۷﴾ وَّلَهَدَيْنٰھُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۶۸﴾

میں ہم انہیں خود اپنے پاس سے یقیناً اجرِ عظیم عطا کرتے (۶۷) اور اُنہیں ضرور بالضرور سیدھے راستے تک پہنچا دیتے (۶۸)

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ

اور جو لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے تو وہ اُن کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی

النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰۗىِٕكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾ۭ

انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین اور وہ کتنے اچھے ساتھی ہیں! (۶۹) یہ فضیلت اللہ کی طرف سے ملتی ہے،

---

(۴۴) مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کو تو بڑے سخت قسم کے اَحکام دیئے گئے تھے جن میں توبہ کے طور پر ایک دوسرے کو قتل کرنا بھی شامل تھا جس کا ذکر سورۂ بقرہ (آیت ۵۴) میں آیا ہے۔ اب اگر کوئی ایسا سخت حکم دیا جاتا تو ان میں سے کوئی بھی عمل نہ کرتا۔ اب تو اس سے بہت آسان حکم یہ دیا جا رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اَحکام کو دِل و جان سے تسلیم کرلو، لہٰذا عافیت کا راستہ یہی ہے کہ وہ آپ کے صحیح معنی میں فرماں بردار بن جائیں۔ بعض روایات میں ہے کہ کچھ یہودیوں نے یہ شیخی بھی بگھاری تھی کہ ہم تو ایسی فرماں بردار قوم ہیں کہ جب ہمارے آباء واجداد کو یہ حکم ہوا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کریں تو انہوں نے اس جیسے سخت حکم پر عمل کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ یہ آیت ان کی اس بات کی طرف بھی اشارہ کر رہی ہے۔

ع ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور (لوگوں کے حالات سے) پوری طرح باخبر ہونے کے لئے اللہ کافی ہے۔ (۴۵) ﴿٧٠﴾ اے ایمان والو! (دشمن سے مقابلے کے وقت) اپنے بچاؤ کا

خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ

سامان ساتھ رکھو، پھر الگ الگ دستوں کی شکل میں (جہاد کے لئے) نکلو، یا سب لوگ اکٹھے ہو کر نکل جاؤ ﴿٧١﴾ اور یقیناً تم میں کوئی ایسا بھی ضرور

لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ

ہوگا جو (جہاد میں جانے سے) سستی دکھائے گا، پھر اگر (جہاد کے دوران) تم پر کوئی مصیبت آجائے تو وہ کہے گا کہ اللہ نے مجھ پر بڑا انعام کیا کہ میں

مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ

ان لوگوں کے ساتھ موجود نہیں تھا ﴿٧٢﴾ اور اگر اللہ کی طرف سے کوئی فضل (یعنی فتح اور مالِ غنیمت) تمہارے ہاتھ آئے تو وہ کہے گا ـــــ گویا تمہارے

وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ

اور اس کے درمیان کبھی کوئی دوستی تو تھی ہی نہیں (۴۶) ـــــ کہ "کاش میں بھی ان لوگوں کے ساتھ ہوتا تو بہت کچھ میرے بھی ہاتھ لگ جاتا!" ﴿٧٣﴾ لہٰذا اللہ

اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

کے راستے میں وہ لوگ لڑیں جو دُنیوی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ دیں۔ اور جو اللہ کے راستے میں لڑے گا، پھر چاہے قتل ہو جائے یا غالب

فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٧٤﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ

آجائے، (ہر صورت میں) ہم اس کو زبردست ثواب عطا کریں گے۔ ﴿٧٤﴾ اور (اے مسلمانو!) تمہارے پاس کیا جواز ہے کہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

اللہ کے راستے میں اور اُن بے بس مردوں، عورتوں اور بچوں کی خاطر نہ لڑو جو یہ دُعا کر رہے ہیں کہ "اے ہمارے پروردگار!

رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ

ہمیں اِس بستی سے نکال لایئے جس کے باشندے ظلم توڑ رہے ہیں، اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی حامی پیدا کر دیجئے،

وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴿٧٥﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ

اور ہمارے لئے اپنی طرف سے کوئی مددگار کھڑا کر دیجئے" ﴿٧٥﴾ جو لوگ ایمان لائے ہوئے ہیں وہ اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں،

---

(۴۵) یعنی وہ کسی کو یہ فضیلت معاذ اللہ بے خبری کے ساتھ نہیں دیتا بلکہ ہر شخص کے عملی حالات سے باخبر ہو کر دیتا ہے۔

(۴۶) مطلب یہ ہے کہ یوں تو وہ زبان سے مسلمانوں سے دوستی کا دم بھرتے ہیں، لیکن جنگ میں شرکت سے متعلق ان کے خیالات تمام تر خود غرضی پر مبنی ہوتے ہیں۔ خود تو جنگ میں شریک ہوتے نہیں، اور جب مسلمانوں کو جنگ میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ان کو افسوس نہیں ہوتا بلکہ وہ خوش ہوتے ہیں کہ ہم اس تکلیف سے بچ گئے، اور اگر مسلمانوں کو فتح ہوتی ہے، اور مالِ غنیمت حاصل ہوتا ہے تو یہ خوش ہونے کے بجائے حسرت کرتے ہیں کہ ہم اس مالِ غنیمت سے محروم رہ گئے۔

اللہِ ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ ۚ

اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ طاغوت کے راستے میں لڑتے ہیں۔ لہٰذا (اے مسلمانو!) تم شیطان کے دوستوں سے لڑو۔

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا ﴿٧٦﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ

(یاد رکھو کہ) شیطان کی چالیں درحقیقت کمزور ہیں۔ (۷۶) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے (مکی زندگی میں) کہا جاتا تھا کہ اپنے ہاتھ

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

روک کر رکھو، اور نماز قائم کئے جاؤ اور زکوٰۃ دیتے رہو۔ پھر جب ان پر جنگ فرض کی گئی تو ان میں سے ایک جماعت (دشمن) لوگوں سے

يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللہِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ

ایسی ڈرنے لگی جیسے اللہ سے ڈرا جاتا ہے، یا اس سے بھی زیادہ ڈرنے لگی، اور ایسے لوگ کہنے لگے کہ ''اے ہمارے پروردگار! آپ نے ہم

كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ

پر جنگ کیوں فرض کردی، تھوڑی مدت تک ہمیں مہلت کیوں نہیں دی؟'' کہہ دو کہ دُنیا کا فائدہ تو تھوڑا سا ہے،

الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۟ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿٧٧﴾ اَيْنَ

اور جو شخص تقویٰ اختیار کرے اس کے لئے آخرت کہیں زیادہ بہتر ہے (۴۷)، اور تم پر ایک تاگے کے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا (۷۷) تم جہاں بھی ہوگے

مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ وَاِنْ

(ایک نہ ایک دن) موت تمہیں جا پکڑے گی، چاہے تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ رہ رہے ہو۔ اور اگر ان (منافقوں) کو کوئی بھلائی پہنچتی ہے

(۴۷) مکہ مکرّمہ میں جب مسلمان کفار کے سخت ظلم وستم کا سامنا کر رہے تھے، اس وقت بہت سے حضرات کے دِل میں یہ جذبہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ ان کافروں سے انتقام لینے کے لئے جنگ کریں، لیکن اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کا حکم نہیں آیا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کی مصلحت اس میں تھی کہ وہ صبر وضبط کی بھٹی سے گذر کر اعلیٰ اخلاق سے آراستہ ہوں، اور پھر جہاد کریں تو وہ محض ذاتی انتقام کے جذبے سے نہ ہو بلکہ اللہ کی رضا کی خاطر ہو۔ لہٰذا اس وقت جب کچھ مسلمان جہاد کی تمنا کرتے تو ان سے یہی کہا جاتا تھا کہ ابھی اپنے ہاتھ روک کر رکھو، اور جہاد کے بجائے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کے اَحکام پر عمل کرتے رہو۔ بعد میں جب یہ حضرات ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ آئے تو جہاد فرض ہوا۔ اُس وقت چونکہ ان کی پُرانی تمنا پوری ہوگئی تھی، اس لئے انہیں خوش ہونا چاہئے تھا، لیکن ان میں سے بعض حضرات کے دِل میں یہ خیال آیا کہ تقریباً تیرہ سال کی صبر آزما تکلیفوں کے بعد اب ذرا سکون اور عافیت کی زندگی میسر آئی ہے، اس لئے جہاد کا حکم کچھ مزید مؤخر ہو جاتا تو اچھا تھا۔ ان کی یہ خواہش اللہ تعالیٰ کے حکم پر کوئی اعتراض نہیں تھا، بلکہ بشریت کا ایک تقاضا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس پر تنبیہ فرمائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برگزیدہ صحابہ کا مقام اس بات سے بلند ہونا چاہئے کہ وہ کسی وقت دُنیاوی راحت وآرام کو اتنی اہمیت دیں کہ اس کی خاطر آخرت کے فوائد کو کچھ عرصے کے لئے ہی سہی مؤخر کرنے کی آرزو کرنے لگیں۔

تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ اِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا
تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر ان کو کوئی برا واقعہ پیش آجاتا ہے تو (اے پیغمبر!) وہ (تم سے)
هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا
کہتے ہیں کہ یہ برا واقعہ آپ کی وجہ سے ہوا ہے۔ کہہ دو کہ ہر واقعہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے
يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَ مَآ
کہ یہ کوئی بات سمجھنے کے نزدیک تک نہیں آتے؟ ﴿۷۸﴾ تمہیں جو کوئی اچھائی پہنچتی ہے تو وہ محض اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، اور جو کوئی بُرائی پہنچتی
اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ
ہے، وہ تو تمہارے اپنے سبب سے ہوتی ہے، اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں لوگوں کے پاس رسول بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ (اس بات کی)
وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ
گواہی دینے کے لئے کافی ہے۔ (۴۸) ﴿۷۹﴾ جو رسول کی اطاعت کرے، اس نے اللہ کی اطاعت کی، اور جو (اطاعت سے) منہ پھیر لے تو (اے پیغمبر!)

---

(۴۸) ان آیتوں میں دو حقیقتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے حکم ہی سے ہوتا ہے۔ کسی کو کوئی فائدہ پہنچے تو وہ بھی اللہ کے حکم سے پہنچتا ہے، اور نقصان پہنچے تو وہ بھی اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ دوسری حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کہ کسی کو فائدہ یا نقصان پہنچانے کا حکم اللہ تعالیٰ کب اور کس بنا پر دیتے ہیں۔ اس کے بارے میں آیت ۷۹ نے یہ بتایا ہے کہ جہاں تک کسی کو فائدہ پہنچنے کا تعلق ہے اس کا حقیقی سبب صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے، کیونکہ کسی بھی مخلوق کا اللہ تعالیٰ پر کوئی اجارہ نہیں آتا کہ وہ اسے ضرور فائدہ پہنچائے، اور اگر اس فائدے کا کوئی ظاہری سبب اس شخص کا کوئی عمل نظر آتا بھی ہو تو اس عمل کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہی فضل ہے، اور اس شخص کا کوئی ذاتی استحقاق نہیں ہے۔ دوسری طرف اگر انسان کو کوئی نقصان پہنچے تو اگرچہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ یہ حکم اسی وقت فرماتے ہیں جب اس شخص نے اپنے اختیاری عمل سے کوئی غلطی کی ہو۔ اب منافقین کا معاملہ یہ تھا کہ جب انہیں کوئی فائدہ پہنچتا تو اس کو تو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے، لیکن کوئی نقصان ہو جاتا تو اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے لگا دیتے تھے۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو نقصان کی ذمہ داری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عائد کر رہے ہیں، اگر اس سے مراد یہ ہے کہ یہ نقصان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوا ہے، تو یہ بات بالکل غلط ہے کیونکہ اس کائنات میں تمام کام اللہ ہی کے حکم سے ہوتے ہیں، کسی اور کے حکم سے نہیں، اور اگر ان کا مطلب یہ ہے کہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی غلطی اس کا سبب بنی ہے تو یہ بات بھی غلط ہے، ہر اِنسان کو خود اس کے اپنے کسی عمل کی وجہ سے نقصان پہنچتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے، لہٰذا نہ تو کائنات میں واقع ہونے والے کسی تکوینی واقعے کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے، اور نہ آپ فرائضِ رسالت میں کسی کوتاہی کے مرتکب ہو سکتے ہیں جس کا خمیازہ آپ کی اُمت کو بھگتنا پڑے۔

أَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ﴿٨٠﴾ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوْا مِنْ

ہم نے تمہیں ان پر نگراں بنا کر نہیں بھیجا (کہ تمہیں ان کے عمل کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے) ﴿٨٠﴾ اور یہ (منافق لوگ سامنے تو) اطاعت کا نام لیتے ہیں، مگر

عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا

یہ تمہارے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کے وقت تمہاری باتوں کے خلاف مشورے کرتا ہے، اور یہ رات کے وقت جو

يُبَيِّتُوْنَ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿٨١﴾

مشورے کرتے ہیں، اللہ وہ سب لکھ رہا ہے۔ لہٰذا تم ان کی پرواہ مت کرو، اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اور اللہ تمہاری حمایت کے لئے بالکل کافی ہے ﴿٨١﴾

أَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ

کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر سے کام نہیں لیتے؟ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں

اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿٨٢﴾ وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوْا

بکثرت اختلافات پاتے۔[49] ﴿٨٢﴾ اور جب ان کو کوئی بھی خبر پہنچتی ہے، چاہے وہ امن کی ہو یا خوف پیدا کرنے والی، تو یہ لوگ اسے (تحقیق کے

بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلٰٓى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ

بغیر) پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اگر یہ اس (خبر) کو رسول کے پاس یا اصحابِ اختیار کے پاس لے جاتے تو ان میں سے جو لوگ اس کی

يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ

کھوج نکالنے والے ہیں وہ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے۔[50] اور (مسلمانو!) اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو تھوڑے سے لوگوں کو

الشَّيْطٰنَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿٨٣﴾ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ

چھوڑ کر باقی سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے ﴿٨٣﴾ لہٰذا (اے پیغمبر!) تم اللہ کے راستے میں جنگ کرو۔ تم پر اپنے سوا کسی اور کی ذمہ داری نہیں

وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّكُفَّ بَأْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ

ہے۔ ، ہاں مؤمنوں کو ترغیب دیتے رہو۔ کچھ بعید نہیں کہ اللہ کافروں کی جنگ کا زور توڑ دے۔ اور

---

(٤٩) یوں تو انسان کی کوئی کاوش کمزوریوں سے پاک نہیں ہوتی، لہٰذا انسان کی کتابوں میں تضاد اور اختلافات پائے جاتے ہیں، لیکن اگر کوئی شخص اپنی کسی کتاب کے بارے میں یہ جھوٹا دعویٰ کرے کہ یہ اللہ کی کتاب ہے تو اس میں یقیناً تضادات اور اختلافات ہوں گے۔ جن لوگوں نے پچھلے انبیائے کرام کی کتابوں میں تحریفات کی ہیں، ان کی وجہ سے ان کتابوں میں جو تضادات پیدا ہوئے ہیں، وہ اس بات کی واضح دلیل ہیں۔ ان کی تفصیل دیکھنی ہو تو حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی کتاب ''اظہار الحق'' کا مطالعہ کیا جائے۔ اس کا اُردو ترجمہ ''بائبل سے قرآن تک'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

(٥٠) بعض لوگ مدینہ منورہ میں بلا تحقیق افواہیں پھیلا دیا کرتے تھے جس سے معاشرے میں بڑا نقصان ہوتا تھا۔ یہ آیت ایسی بے تحقیق افواہوں پر یقین کر لینے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کی ممانعت کر رہی ہے۔

اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿٨٤﴾ مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ

اللہ کا زور سب سے زیادہ زبردست ہے اور اس کی سزا بڑی سخت (٨٤) جو شخص کوئی اچھی سفارش کرتا ہے،

نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ

اس کو اس میں سے حصہ ملتا ہے، اور جو کوئی بُری سفارش کرتا ہے اسے اس بُرائی میں سے حصہ ملتا ہے۔ اور

اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ

اللہ ہر چیز پر نظر رکھنے والا ہے۔[51] (٨٥) اور جب تمہیں کوئی شخص سلام کرے تو تم اسے اس سے بھی بہتر طریقے پر سلام کرو،

اَوْ رُدُّوْهَا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ

یا (کم از کم) انہی الفاظ میں اس کا جواب دے دو۔[52] بیشک اللہ ہر چیز کا حساب رکھنے والا ہے (٨٦) اللہ وہ ہے کہ اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہ تمہیں

لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۗ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾ ع

ضرور بالضرور قیامت کے دن اکٹھا کرے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور کون ہے جو اللہ سے زیادہ بات کا سچا ہو؟ (٨٧)

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۗ

پھر تمہیں کیا ہوگیا کہ منافقین کے بارے میں تم دو گروہ بن گئے؟[53] حالانکہ انہوں نے جیسے کام کئے ہیں ان کی بنا پر اللہ نے ان کو اوندھا کر دیا ہے۔

---

(٥١) پچھلی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم دیا گیا تھا کہ آپ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دیں، اس کے بعد یہ آیت لا کر اشارہ کر دیا گیا کہ آپ کی ترغیب کے نتیجے میں جو لوگ جہاد کریں گے، ان کے ثواب میں آپ بھی شریک ہوں گے۔ کیونکہ جب کوئی شخص اچھی سفارش کے نتیجے میں کوئی نیک کام کرے تو جو ثواب کام کرنے والے کو ملتا ہے، اس میں سفارش کرنے والے کو بھی حصہ ملتا ہے۔ اسی طرح اگر بُری سفارش کے نتیجے میں کوئی غلط کام ہو جائے تو جتنا گناہ غلط کام کرنے والے کو ملے گا، بُری سفارش کرنے والا بھی اس کے گناہ میں شریک ہوگا۔

(٥٢) سلام بھی چونکہ اللہ تعالیٰ کے حضور ایک سفارش ہے، اس لئے سفارش کا حکم بیان کرنے کے ساتھ سلام کا حکم بھی بیان فرما دیا گیا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ پسندیدہ بات تو یہ ہے کہ جن الفاظ میں کسی شخص نے سلام کیا ہے اس سے بہتر الفاظ میں اس کا جواب دیا جائے، مثلاً اگر اس نے صرف "السلام علیکم" کہا ہے تو جواب میں "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ" کہا جائے، اور اگر اس نے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کہا ہے تو جواب میں "وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" کہا جائے، لیکن اگر بعینہٖ اسی کے الفاظ میں جواب دے دیا جائے تو یہ بھی جائز ہے، البتہ کسی مسلمان کے سلام کا بالکل جواب نہ دینا گناہ ہے۔

(٥٣) ان آیتوں میں چار قسم کے کفار کا تذکرہ ہے، اور ان میں سے ہر قسم کا حکم الگ بیان کیا گیا ہے۔ اس آیت (نمبر ٨٨) میں منافقین کی پہلی قسم کا ذکر ہے۔ یہ مکہ مکرمہ کے کچھ لوگ تھے جو مدینہ منورہ آئے اور ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے، اور مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کر لی۔ کچھ عرصے کے بعد انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تجارت کے بہانے مکہ مکرمہ جانے کی اجازت لی، اور واپس چلے گئے۔ ان کے بارے میں بعض مسلمانوں کی رائے یہ تھی کہ یہ سچے مسلمان تھے، اور بعض انہیں منافق

اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ایسے شخص کو ہدایت پر لاؤ جسے اللہ (اس کی خواہش کے مطابق) گمراہی میں مبتلا کر چکا؟ اور جسے اللہ گمراہی میں مبتلا کر دے، اس

تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا

کے لئے تم ہرگز کبھی کوئی بھلائی کا راستہ نہیں پا سکتے (۸۸) یہ لوگ چاہتے یہ ہیں کہ جس طرح انہوں نے کفر کو اپنا لیا ہے، اسی طرح تم بھی کافر بن کر

تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا

سب برابر ہو جاؤ۔ لہٰذا (اے مسلمانو!) تم ان میں سے کسی کو اُس وقت تک دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ کے راستے

فَخُذُوْهُمْ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۖ وَ لَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ

میں ہجرت نہ کر لے۔ چنانچہ اگر وہ (ہجرت سے) اعراض کریں تو ان کو پکڑو، اور جہاں بھی انہیں پاؤ انہیں قتل کر دو، اور ان میں سے کسی کو نہ اپنا

وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ

دوست بناؤ، نہ مددگار۔ (۸۹) ہاں وہ لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں جو کسی ایسی قوم سے جا ملیں جن کے اور تمہارے درمیان کوئی

مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا

(صلح کا) معاہدہ ہے، یا وہ لوگ جو تمہارے پاس اس طرح آئیں کہ ان کے دِل تمہارے خلاف جنگ کرنے سے بھی بیزار ہوں، اور اپنی

قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ

قوم کے خلاف جنگ کرنے سے بھی (۵۴) ____ اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا، تو وہ تم سے ضرور جنگ کرتے ____ چنانچہ اگر وہ تم سے

فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ

کنارہ کشی کرتے ہوئے تم سے جنگ نہ کریں، اور تم کو امن کی پیشکش کر دیں تو اللہ نے تم کو ان کے خلاف کسی کارروائی کا کوئی

سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا

حق نہیں دیا (۹۰) (منافقین میں) کچھ دوسرے لوگ تمہیں ایسے ملیں گے جو یہ چاہتے ہیں کہ وہ تم سے بھی محفوظ رہیں اور اپنی قوم سے بھی۔

سمجھتے تھے۔ لیکن جب وہ مکہ مکرمہ جا کر واپس نہ لوٹے تو ان کا کفر ظاہر ہو گیا، کیونکہ اس وقت مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنا ایمان کا لازمی حصہ تھا، اور جو شخص قدرت کے باوجود ہجرت نہ کرے، اسے مسلمان قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اب جبکہ ان کا نفاق ظاہر ہو چکا ہے، تو ان کے بارے میں کسی اختلافِ رائے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

(۵۴) پچھلی آیت میں ایسے منافقین سے جنگ کرنے اور انہیں قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا جن کا کفر ظاہر ہو چکا ہو، البتہ اس حکم سے دو قسم کے لوگ مستثنیٰ کئے گئے ہیں، ایک وہ لوگ جو کسی ایسی غیر مسلم قوم کے ساتھ جا ملے ہوں جن سے مسلمانوں نے جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر رکھا ہو، اور دوسرے وہ لوگ جو جنگ سے بالکل بیزار ہوں، نہ مسلمانوں سے لڑنا چاہتے ہوں، نہ اپنی قوم سے، اور چونکہ ان کو یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر وہ مسلمانوں سے نہیں لڑیں گے تو خود ان کی قوم ان سے لڑے گی، اس لئے وہ مسلمانوں کے پاس آ جاتے ہیں۔ ان کے بارے میں بھی مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کریں۔ یہاں تک کافروں کی تین قسمیں ہو گئیں۔

قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ

(مگر) جب کبھی ان کو فتنے کی طرف واپس بلایا جائے، وہ اس میں اوندھے منہ جا گرتے ہیں۔(۵۵) چنانچہ اگر یہ لوگ تم سے

وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ

(جنگ کرنے سے) علیحدگی اختیار نہ کریں، اور نہ تمہیں امن کی پیشکش کریں، اور نہ اپنے ہاتھ روکیں، تو ان کو بھی پکڑو،

حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾ وَ

اور جہاں کہیں انہیں پاؤ، انہیں قتل کرو۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم نے تمہیں ان کے خلاف کھلا اختیار دے دیا ہے۔ ﴿۹۱﴾ کسی مسلمان کا یہ کام

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـــًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـــًٔا

نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو قتل کرے، اِلّا یہ کہ غلطی سے ایسا ہو جائے۔(۵۶) اور جو شخص کسی مسلمان کو غلطی سے قتل کر بیٹھے تو اس پر فرض ہے کہ

فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ

وہ ایک مسلمان غلام آزاد کرے اور دیت (یعنی خون بہا) مقتول کے وارثوں کو پہنچائے، اِلّا یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ اور اگر مقتول کسی ایسی قوم

فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ

سے تعلق رکھتا ہو جو تمہاری دشمن ہے، مگر وہ خود مسلمان ہو، تو بس ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا فرض ہے، (خوں بہا دینا واجب نہیں)(۵۷)۔ اور اگر

قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ

مقتول ان لوگوں میں سے ہو جو (مسلمان نہیں، مگر) ان کے اور تمہارے درمیان کوئی معاہدہ ہے، تو بھی یہ فرض ہے کہ خوں بہا اس کے وارثوں

---

(۵۵) اُوپر کی آیت میں تیسری قسم کے لوگوں کا ذکر تھا جو واقعۃً جنگ سے بیزار تھے، اور مسلمانوں سے لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ اس آیت میں چوتھی قسم کا ذکر ہے جو جنگ سے بیزار ہونے کے معاملے میں بھی منافقت سے کام لیتے تھے۔ ظاہر تو یہ کرتے تھے کہ ہم مسلمانوں سے جنگ نہیں چاہتے، لیکن یہ جھوٹا اعلان صرف اس لئے تھا تاکہ مسلمان انہیں قتل کرنے سے باز رہیں۔ چنانچہ جب دوسرے کفار انہیں مسلمانوں کے خلاف کسی سازش کی دعوت دیتے تو یہ اس سازش میں بے دھڑک شریک ہو جاتے تھے۔

(۵۶) غلطی سے قتل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان کو قتل کرنا مقصود نہیں تھا، بلکہ یا تو بے خیالی میں گولی چل گئی، یا مارنا تو کسی جانور کو تھا، مگر نشانہ خطا ہونے کی وجہ سے کوئی انسان مر گیا۔ اس کو اصطلاح میں "قتلِ خطا" کہتے ہیں۔ اس کا حکم آیت نے بتایا ہے کہ ایک تو قاتل پر کفارہ واجب ہوتا ہے، اور ایک دِیت۔ کفارہ یہ ہے کہ ایک مسلمان غلام آزاد کیا جائے۔ اور اگر غلام میسر نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے جائیں۔ اور دِیت کی مقدار احادیث میں سو اُونٹ یا دس ہزار دِرہم یا ایک ہزار دِینار مقرر کی گئی ہے۔

(۵۷) اس سے مراد وہ مسلمان ہے جو دار الحرب میں رہتا ہو۔ اگر اسے غلطی سے قتل کر دیا جائے تو صرف کفارہ واجب ہے، دِیت واجب نہیں ہے۔

مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۫ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۗ وَكَانَ

تک پہنچایا جائے، اور ایک مسلمان غلام کو آزاد کیا جائے (۵۸)۔ ہاں اگر کسی کے پاس غلام نہ ہو تو اس پر فرض ہے کہ دو مہینے تک مسلسل روزے رکھے۔

اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۹۲﴾ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا

یہ توبہ کا طریقہ ہے جو اللہ نے مقرر کیا ہے، اور اللہ علیم و حکیم ہے (۹۲) اور جو شخص کسی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی سزا جہنم ہے، جس میں

فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا

وہ ہمیشہ رہے گا اور اللہ اس پر غضب نازل کرے گا اور لعنت بھیجے گا، اور اللہ نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے (۹۳) اے ایمان

اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ

والو! جب تم اللہ کے راستے میں سفر کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو، اور جو شخص تم کو سلام کرے تو دُنیوی زندگی کا سامان حاصل کرنے کی خواہش میں

لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۗ

اس کو یہ نہ کہو کہ ''تم مؤمن نہیں ہو (۵۹)'' کیونکہ اللہ کے پاس مالِ غنیمت کے بڑے ذخیرے ہیں۔ تم بھی تو

كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

پہلے ایسے ہی تھے۔ پھر اللہ نے تم پر فضل کیا (۶۰) لہٰذا تحقیق سے کام لو۔ بیشک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سب

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي

سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۹۴) جن مسلمانوں کو کوئی معذوری لاحق نہ ہو اور وہ (جہاد میں جانے کے بجائے گھر میں) بیٹھ رہیں

الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۗ فَضَّلَ اللّٰهُ

وہ اللہ کے راستے میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کے برابر نہیں ہیں۔ جو لوگ اپنے مال و جان سے جہاد

---

(۵۸) مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی ایسا غیر مسلم غلطی سے قتل ہو جائے جو مسلم ریاست کا شہری بن کر امن سے رہتا ہو (جسے اصطلاح میں ''ذِمّی'' کہتے ہیں) تو اس میں بھی دِیت اور کفارہ اسی طرح واجب ہیں جیسے کسی مسلمان کو قتل کرنے پر واجب ہوتے ہیں۔

(۵۹) اللہ کے راستے میں سفر کرنے سے مراد جہاد کے لئے سفر کرنا ہے۔ ایک واقعہ ایسا پیش آیا تھا کہ ایک جہاد کے دوران کچھ غیر مسلموں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرنے کے لئے صحابۂ کرام کو سلام کیا۔ وہ صحابہ یہ سمجھے کہ ان لوگوں نے صرف اپنی جان بچانے کے لئے سلام کیا ہے، اور حقیقت میں وہ مسلمان نہیں ہوئے، چنانچہ انہوں نے ایسے لوگوں کو قتل کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ اُصول بیان کر دیا گیا کہ اگر کوئی شخص ہمارے سامنے اسلام لائے اور اسلام کے تمام ضروری عقائد کا اقرار کرلے تو ہم اسے مسلمان ہی سمجھیں گے، اور اس کے دِل کا حال اللہ پر چھوڑیں گے۔ لیکن یہ سمجھ لینا چاہئے کہ آیت کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ اگر کوئی شخص کھلے کھلے کفریہ عقائد رکھتا ہو، تو صرف ''السلام علیکم'' کہہ دینے کی بنا پر اسے مسلمان سمجھا جائے گا۔

(۶۰) یعنی شروع میں تم بھی غیر مسلم ہی تھے، اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور تم مسلمان ہوئے، مگر تمہارے زبانی اقرار کے سوا تمہارے سچا مسلمان ہونے کی کوئی اور دلیل نہیں تھی، تمہارے ظاہری اقرار ہی کی بنا پر تمہیں مسلمان مانا گیا۔

الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ

کرتے ہیں ان کو اللہ نے بیٹھ رہنے والوں پر درجے میں فضیلت دی ہے۔ اور اللہ نے سب سے اچھائی کا وعدہ کر

الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ ۙ

رکھا ہے۔ (۹۱) اور اللہ نے مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں پر بڑی فضیلت دے کر بڑا ثواب بخشا ہے ﴿۹۵﴾ یعنی خاص

ع دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع اِنَّ

اپنے پاس سے بڑے درجے اور مغفرت اور رحمت! اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے ﴿۹۶﴾ جن لوگوں نے

الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا

اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، (۹۲) اور اسی حالت میں فرشتے ان کی روح قبض کرنے آئے تو بولے "تم کس حالت میں تھے؟"

كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً

وہ کہنے لگے کہ "ہم تو زمین میں بے بس بنا دیئے گئے تھے۔" فرشتوں نے کہا "کیا اللہ کی زمین کشادہ نہ تھی

فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ ۙ اِلَّا

کہ تم اس میں ہجرت کرجاتے؟" لہٰذا ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ نہایت برا انجام ہے ﴿۹۷﴾ البتہ وہ

الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ

بے بس مرد، عورتیں اور بچے (اس انجام سے مستثنیٰ ہیں) جو (ہجرت کی) کوئی تدبیر نہیں کرسکتے اور نہ (نکلنے کا)

---

(۹۱) یہ اس حالت کا ذکر ہے جب جہاد ہر شخص کے ذمے فرضِ عین نہ ہو۔ ایسے میں جو لوگ جہاد میں جانے کے بجائے گھر میں بیٹھ گئے، اگرچہ ان پر کوئی گناہ نہیں ہے اور ان کے ایمان اور دوسرے نیک کاموں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان سے جنت کا وعدہ کیا ہوا ہے، لیکن جو لوگ جہاد میں گئے ہیں ان کا درجہ گھر بیٹھنے والوں سے بہت زیادہ ہے۔ البتہ جہاں جہاد فرضِ عین ہو جائے، یعنی جب مسلمانوں کا امیر تمام مسلمانوں کو جہاد کا حکم دیدے یا جب کوئی دشمن مسلمانوں پر چڑھ آئے، تو پھر گھر بیٹھنا حرام ہے۔

(۹۲) "اپنی جان پر ظلم کرنا" قرآنِ کریم کی ایک اصطلاح ہے جس کا مطلب کسی گناہ کا ارتکاب کرنا ہوتا ہے، کیونکہ گناہ کر کے انسان اپنی جان ہی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس آیت میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے قدرت کے باوجود مکہ مکرّمہ سے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت نہیں کی تھی۔ جب مسلمانوں کے لئے ہجرت کا حکم آ گیا تھا تو مکہ میں رہنے والے ہر مسلمان پر شرعاً فرض تھا کہ وہ مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کرے، بلکہ اس کو ایمان کا لازمی تقاضا قرار دیا گیا تھا، اور اگر کوئی شخص قدرت کے باوجود ہجرت نہ کرتا تو اسے مسلمان قرار نہیں دیا جاتا تھا۔ اس آیت میں ایسے ہی بعض لوگوں کا ذکر ہے کہ جب فرشتے ان کے پاس ان کی روح قبض کرنے آئے تو ان کے ساتھ کیا مکالمہ ہوا۔ چونکہ یہ لوگ ہجرت کے حکم کی نافرمانی کرنے کی وجہ سے مسلمان نہیں رہے تھے، اس لئے ان کے بارے میں دوزخی ہونے کا اعلان کیا گیا ہے۔ البتہ جو لوگ کسی مجبوری کی بنا پر ہجرت سے قاصر رہے تھے، ساتھ ہی ان کا استثناء بھی کر دیا گیا ہے کہ معذوری کی وجہ سے وہ قابلِ معافی ہیں۔

لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾ فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

کوئی راستہ پاتے ہیں (۹۸) چنانچہ پوری اُمید ہے کہ اللہ ان کو معاف فرمادے۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا

عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿٩٩﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا

بہت بخشنے والا ہے (۹۹) اور جو شخص اللہ کے راستے میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت جگہ اور بڑی گنجائش پائے گا۔

كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ

اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرنے کے لئے نکلے، پھر اسے موت آ پکڑے،

يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

تب بھی اس کا ثواب اللہ کے پاس طے ہوچکا، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا

رَّحِيْمًا ﴿١٠٠﴾ ع وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا ع

مہربان ہے۔ (۱۰۰) اور جب تم زمین میں سفر کرو اور تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ کافر لوگ تمہیں پریشان کریں گے،

مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ

تو تم پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم نماز میں قصر کرلو۔ (۶۳) یقیناً کافر

كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿١٠١﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ

لوگ تمہارے کھلے دشمن ہیں (۱۰۱) اور (اے پیغمبر!) جب تم ان کے درمیان موجود ہو اور انہیں نماز پڑھاؤ تو

طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا

(دشمن سے مقابلے کے وقت اس کا طریقہ یہ ہے کہ) مسلمانوں کا ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہوجائے، اور اپنے

مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ

ہتھیار ساتھ لے لے۔ پھر جب یہ لوگ سجدہ کرچکیں تو تمہارے پیچھے ہوجائیں، اور دوسرا گروہ جس نے ابھی تک

---

(۶۳) اللہ تعالیٰ نے سفر کی حالت میں ظہر، عصر اور عشاء کی نماز آدھی کردی ہے۔ اسے "قصر" کہا جاتا ہے۔ عام سفروں میں قصر ہر حالت میں واجب ہے، چاہے دُشمن کا خوف ہو یا نہ ہو، لیکن یہاں ایک خاص قسم کے قصر کا ذکر مقصود ہے جو دُشمن کے مقابلے کے وقت ہی ہوسکتا ہے، اس میں یہ چھوٹ بھی ہوتی ہے کہ مسلمانوں کا لشکر دو حصوں میں تقسیم ہوکر ایک ہی اِمام کے پیچھے باری باری ایک ایک رکعت پڑھے، اور دوسری رکعت بعد میں تنہا پوری کرے جس کا طریقہ اگلی آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ خاص قسم کا قصر، جسے "صلاۃ الخوف" کہتے ہیں، دُشمن کے مقابلے کی حالت ہی میں ہوسکتا ہے، اس لئے یہاں قصر کے ساتھ یہ شرط لگائی گئی ہے کہ "اگر تمہیں اس بات کا خوف ہو کہ کافر لوگ تمہیں پریشان کریں گے" (ابن جریر) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر "صلاۃ الخوف" پڑھی ہے۔ اس کا مفصل طریقہ احادیث اور فقہ کی کتابوں میں موجود ہے۔

وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ

نماز نہ پڑھی ہو آگے آجائے، اور وہ تمہارے ساتھ نماز پڑھے، اور وہ اپنے ساتھ اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لے لے۔

اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ۗ وَلَا جُنَاحَ

کافر لوگ یہ چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان سے غافل ہوجاؤ تو وہ ایک دم تم پر ٹوٹ پڑیں۔ اور اگر

عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا

تمہیں بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو اِس میں بھی تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم اپنے ہتھیار اُتار کر رکھ دو،

اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾

ہاں اپنے بچاؤ کا سامان ساتھ لے لو۔ بیشک اللہ نے کافروں کے لئے ذِلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿۱۰۲﴾

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا

پھر جب تم نماز پوری کرچکو تو اللہ کو (ہر حالت میں) یاد کرتے رہو، کھڑے بھی، بیٹھے بھی اور لیٹے ہوئے بھی(۶۴)۔ پھر جب تمہیں

اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا

(دُشمن کی طرف سے) اطمینان حاصل ہوجائے تو نماز قاعدے کے مطابق پڑھو۔ بیشک نماز مسلمانوں کے ذمے ایک ایسا فریضہ ہے جو وقت کا

مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِى ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۗ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ

پابند ہے ﴿۱۰۳﴾ اور تم ان لوگوں (یعنی کافر دُشمن) کا پیچھا کرنے میں کمزوری نہ دِکھاؤ، اگر تمہیں تکلیف پہنچی ہے تو ان کو بھی

يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ

اسی طرح تکلیف پہنچی ہے جیسے تمہیں پہنچی ہے،(۶۵) اور تم اللہ سے اُس بات کے اُمیدوار ہو جس کے وہ اُمیدوار نہیں۔ اور اللہ علم کا بھی مالک ہے،

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ ع۱۵ ۱۲

حکمت کا بھی مالک ﴿۱۰۴﴾ بیشک ہم نے حق پر مشتمل کتاب تم پر اس لئے اُتاری ہے تاکہ تم لوگوں کے درمیان اس طریقے کے

النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۗ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ لا وَّاسْتَغْفِرِ

مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے تم کو سمجھا دیا ہے، اور تم خیانت کرنے والوں کے طرف دار نہ بنو(۶۶) ﴿۱۰۵﴾ اور اللہ سے مغفرت طلب کرو،

---

(۶۴) یعنی سفر یا خوف کی حالت میں نماز میں تو قصر ہوسکتا ہے، لیکن اللہ کا ذکر ہر حالت میں جاری رہنا چاہئے، کیونکہ اس کا نہ کوئی خاص وقت مقرر ہے، نہ کوئی خاص ہیئت۔ وہ کھڑے بیٹھے لیٹے ہر حالت میں ہوسکتا ہے۔

(۶۵) جنگ کے اختتام پر لوگ تھکے ہوئے ہوتے ہیں، اور اس وقت دُشمن کا تعاقب بھاری معلوم ہوتا ہے، لیکن اگر جنگی مصلحت ہو اور اَمیر حکم دے تو تعاقب واجب ہے۔ ایسے میں یہ سوچنے کی ترغیب دی گئی ہے کہ جس طرح ہم تھکے ہوئے ہیں، دُشمن بھی تو تھکا ہوا ہے، اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور ثواب کی جو اُمید ہے وہ دُشمن کو حاصل نہیں ہے۔

(۶۶) یہ آیتیں اگرچہ عام ہدایتوں پر مشتمل ہیں، مگر ایک خاص واقعے میں نازل ہوئی ہیں۔ خاندان بنو ابیرق کے ایک شخص بشر

اللّٰہَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ﴿۱۰۶﴾ وَ لَا تُجَادِلۡ عَنِ الَّذِیۡنَ

بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے (۱۰۶) اور کسی تنازعے میں ان لوگوں کی وکالت نہ کرنا جو خود اپنی جانوں سے

یَخۡتَانُوۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنۡ کَانَ خَوَّانًا اَثِیۡمًا ﴿۱۰۷﴾

خیانت کرتے ہیں۔ اللہ کسی بھی خیانت کرنے والے گنہگار کو پسند نہیں کرتا (۱۰۷) یہ لوگوں سے تو شرماتے ہیں، اور اللہ سے نہیں شرماتے،

یَّسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ النَّاسِ وَ لَا یَسۡتَخۡفُوۡنَ مِنَ اللّٰہِ وَ ہُوَ مَعَہُمۡ اِذۡ یُبَیِّتُوۡنَ

حالانکہ وہ اس وقت بھی ان کے پاس ہوتا ہے جب وہ راتوں کو ایسی باتیں کرتے ہیں جو اللہ کو پسند نہیں۔

مَا لَا یَرۡضٰی مِنَ الۡقَوۡلِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ مُحِیۡطًا ﴿۱۰۸﴾ ہٰۤاَنۡتُمۡ

اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں اللہ نے اس سب کا احاطہ کر رکھا ہے (۱۰۸) ارے تمہاری بساط یہی تو ہے کہ

نے جو ظاہری طور پر مسلمان تھا، ایک صحابی حضرت رفاعہؓ کے گھر میں نقب لگا کر کچھ غلہ اور کچھ ہتھیار چرا لئے، اور لے جاتے وقت ہوشیاری یہ کی کہ غلے کی بوری کا منہ اس طرح کھولا کہ تھوڑا تھوڑا غلہ راستے میں گرتا جائے، یہاں تک کہ ایک یہودی کے گھر کے دروازے پر پہنچ کر بوری کا منہ بند کر دیا، اور بعد میں چوری کیے ہوئے ہتھیار اسی یہودی کے پاس رکھوا دیئے۔ جب چوری کی تفتیش شروع ہوئی تو ایک طرف غلے کے نشانات یہودی کے گھر تک پائے گئے تھے، اور دوسری طرف ہتھیار اسی کے پاس سے برآمد ہوئے، اس لئے شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال یہ ہونے لگا کہ یہ چوری اسی یہودی نے کی ہے، یہودی سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ ہتھیار تو میرے پاس بشر نامی شخص نے رکھوائے تھے، مگر چونکہ وہ اس پر کوئی گواہ پیش نہ کر سکا تھا، اس لئے آپ کا رُجحان اس طرف ہونے لگا کہ وہ جان بچانے کے لئے بشر کا نام لے رہا ہے، دوسری طرف بشر کے خاندان بنو ابیرق کے لوگ بھی بشر کی وکالت کرتے ہوئے اس بات پر زور لگا رہے تھے کہ سزا بشر کے بجائے یہودی کو دی جائے۔ ابھی یہ معاملہ چل ہی رہا تھا کہ یہ آیات کریمہ نازل ہوگئیں اور ان کے ذریعے بشر کی دھوکا بازی کا پردہ چاک کر دیا گیا، اور یہودی کو بے گناہ قرار دے کر بری کر دیا گیا۔ بشر کو جب راز فاش ہونے کا پتہ لگا تو وہ فرار ہو کر کفارِ مکہ سے جا ملا اور وہاں کفر کی حالت میں بُری طرح اس کی موت واقع ہوئی۔ ان آیات کے ذریعے ایک طرف تو معاملے کی اصل حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کھول دی گئی، اس کے علاوہ مقدمات کے فیصلے کرنے کے لئے اہم اُصول بتا دیئے گئے ہیں۔ پہلا اُصول یہ کہ تمام فیصلے کتاب اللہ کے اَحکام کے تابع ہونے چاہئیں، دوسرا اُصول یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سے ایسے اُمور کھولتے رہتے ہیں جو صراحۃً قرآن میں مذکور نہیں ہیں، فیصلے ان کی روشنی میں ہونے چاہئیں۔ آیت کے الفاظ ''اس طریقے کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے تمہیں سمجھا دیا ہے'' اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں، اور ان سے قرآنِ کریم کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی حجیت کا بھی ثبوت ملتا ہے۔ تیسرا اُصول یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جس کسی شخص کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ وہ کسی مقدمے میں غلطی پر ہے اس کی وکالت کرنا جائز نہیں ہے۔ بنو ابیرق جو بشر کی وکالت کر رہے تھے ان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ اوّل تو یہ وکالت جائز نہیں ہے، دوسرے اس کا فائدہ ملزم کو زیادہ سے زیادہ دُنیا میں پہنچ سکتا ہے، آخرت میں تمہاری وکالت اس کو اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔

هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ

تم نے دُنیوی زندگی میں لوگوں سے جھگڑ کر ان (خیانت کرنے والوں) کی حمایت کرلی! بھلا اس کے بعد

الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا اَوْ يَظْلِمْ

قیامت کے دن اللہ سے جھگڑ کر کون ان کی حمایت کرے گا، یا کون ان کا وکیل بنے گا؟ (۱۰۹) اور جو شخص کوئی بُرا کام کرگذرے

نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ

یا اپنی جان پر ظلم کر بیٹھے، پھر اللہ سے معافی مانگ لے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا، بڑا مہربان پائے گا (۱۱۰) اور جو شخص کوئی گناہ کمائے،

اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰي نَفْسِهٖ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ

تو وہ اس کمائی سے خود اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اور اللہ پورا علم بھی رکھتا ہے، حکمت کا بھی مالک ہے (۱۱۱) اور اگر کوئی

يَّكْسِبْ خَطِيْۗئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْۗــــًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّ

شخص کسی غلطی یا گناہ کا مرتکب ہو، پھر اس کا الزام کسی بے گناہ کے ذمے لگادے، تو وہ بڑا بھاری بہتان اور کھلا گناہ

اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّاۗىِٕفَةٌ ع ۱۶/۱۴

اپنے اُوپر لادلیتا ہے۔ (۱۱۲) اور (اے پیغمبر!) اگر اللہ کا فضل اور رحمت تمہارے شاملِ حال نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تو تم کو سیدھی راہ

مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ۭ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ۭ

سے بھٹکانے کا ارادہ کر ہی لیا تھا(۶۷) اور (درحقیقت) یہ اپنے سوا کسی کو نہیں بھٹکا رہے ہیں، اور یہ تم کو ذرا بھی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۭ وَكَانَ

اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو ان باتوں کا علم دیا ہے جو تم نہیں جانتے تھے، اور تم پر اللہ کا

فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾ لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ المنزل ۱

فضل ہمیشہ بہت زیادہ رہا ہے۔ (۱۱۳) لوگوں کی بہت سی خفیہ سرگوشیوں میں کوئی خیر نہیں ہوتی، اِلَّا یہ کہ کوئی شخص

بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

صدقے کا یا کسی نیکی کا یا لوگوں کے درمیان اصلاح کا حکم دے۔ اور جو شخص اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے

ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَمَنْ يُّشَاقِقِ

ایسا کرے گا، ہم اس کو زبردست ثواب عطا کریں گے (۱۱۴) اور جو شخص اپنے سامنے ہدایت واضح ہونے کے بعد بھی

الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ

رسول کی مخالفت کرے، اور مؤمنوں کے راستے کے سوا کسی اور راستے کی پیروی کرے، اس کو ہم اسی راہ کے حوالے کردیں گے

(۶۷) اس سے بشر اور اس کے حمایتی مراد ہیں جو یہ چاہتے تھے کہ یہودی کو بے گناہ سزا دِلوادیں۔

ع نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ

جو اس نے خود اپنائی ہے، اور اسے دوزخ میں جھونکیں گے، اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔(۶۸) ﴿۱۱۵﴾ بیشک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا

اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ

کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس سے کمتر ہر گناہ کی جس کے لئے چاہتا ہے بخشش کر دیتا ہے۔(۶۹) اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو

فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ

شریک ٹھہراتا ہے، وہ راہِ راست سے بھٹک کر بہت دُور جا گرتا ہے ﴿۱۱۶﴾ اللہ کو چھوڑ کر جن سے یہ دُعائیں مانگ رہے ہیں وہ صرف چند

يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ

زنانیاں ہیں،(۷۰) اور جس کو یہ پکار رہے ہیں وہ اُس سرکش شیطان کے سوا کوئی نہیں ﴿۱۱۷﴾ جس پر اللہ نے پھٹکار ڈال رکھی ہے، اور اس نے (اللہ

عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ

سے) یہ کہہ رکھا ہے کہ "میں تیرے بندوں سے ایک طے شدہ حصہ لے کر رہوں گا،(۷۱) ﴿۱۱۸﴾ اور میں انہیں راہِ راست سے بھٹکا کر رہوں گا، اور

اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ

انہیں خوب آرزوئیں دِلاؤں گا، اور انہیں حکم دوں گا تو وہ چوپایوں کے کان چیر ڈالیں گے، اور انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی

وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَ

پیدا کریں گے۔"(۷۲) اور جو شخص اللہ کے بجائے شیطان کو دوست بنائے اس نے کھلے کھلے خسارے کا سودا کیا۔ ﴿۱۱۹﴾ وہ تو ان سے وعدے کرتا

---

(۶۸) اس آیت سے علمائے کرام، بالخصوص اِمام شافعیؒ نے اجماع کی حجیت پر اِستدلال کیا ہے، یعنی جس مسئلے پر پوری اُمتِ مسلمہ متفق رہی ہو وہ یقینی طور پر برحق ہوتا ہے اور اس کی مخالفت جائز نہیں۔

(۶۹) یعنی شرک سے کم کسی گناہ کو اللہ تعالیٰ جب چاہے تو بہ کے بغیر بھی محض اپنے فضل سے معاف کر سکتا ہے، لیکن شرک کی معافی اس کے بغیر ممکن نہیں کہ مشرک اپنے شرک سے سچی توبہ کر کے موت سے پہلے پہلے اسلام قبول کرے اور توحید پر ایمان لے آئے۔ یہی مضمون پیچھے آیت نمبر ۴۸ میں بھی گذر چکا ہے۔

(۷۰) کفارِ مکہ جن من گھڑت دیویوں کو پوجتے تھے ان سب کو مؤنث سمجھتے تھے، لات، منات، عزیٰ سب کو مؤنث سمجھا جاتا تھا، نیز فرشتوں کو بھی وہ خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ آیت میں اشارہ یہ ہے کہ ایک طرف تو کفارِ مکہ عورتوں کو کمتر مخلوق سمجھتے ہیں، اور دوسری طرف جن کو اپنا خدا بنا رکھا ہے وہ ان کے خیال کے مطابق سب مؤنث ہیں۔

(۷۱) یعنی بہت سے بندوں کو گمراہ کر کے انہیں اپنا بنالوں گا، اور بہت سوں سے اپنی مرضی کے کام کرواؤں گا۔

(۷۲) کفارِ عرب بعض چوپایوں کے کان چیر کر بتوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے، اور ایسے جانور سے کوئی فائدہ اُٹھانے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اس باطل رسم کی طرف اشارہ ہے کہ اس پر شیطان عمل کرا رہا ہے۔ اور "اللہ کی تخلیق میں تبدیلی" سے مراد خود یہی عمل بھی ہو سکتا ہے کہ جانور کے کان خواہ مخواہ چیر دیئے جائیں، اس کے علاوہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض

مَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا
اور انہیں آرزوؤں میں مبتلا کرتا ہے، جبکہ (حقیقت یہ ہے کہ) شیطان ان سے جو بھی وعدے کرتا ہے، وہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں ﴿۱۲۰﴾ ان
يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ
سب کا ٹھکانا جہنم ہے، اور ان کو اس سے بچنے کے لئے کوئی راہ فرار نہیں ملے گی ﴿۱۲۱﴾ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے
جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ
ہیں ہم ان کو ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، یہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے،
وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ
اور اللہ سے زیادہ بات کا سچا کون ہوسکتا ہے؟ ﴿۱۲۲﴾ نہ تمہاری تمنائیں (جنت میں جانے کے لئے) کافی ہیں، نہ اہل
الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّ
کتاب کی آرزوئیں۔ جو بھی برا عمل کرے گا، اس کی سزا پائے گا، اور اللہ کے سوا اسے اپنا کوئی یارومددگار
لَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ
نہیں ملے گا ﴿۱۲۳﴾ اور جو شخص نیک کام کرے گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بشرطیکہ مؤمن ہو، تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے،
فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا
اور کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ان پر ظلم نہیں ہوگا۔ ﴿۱۲۴﴾ اور اس سے بہتر کس کا دین ہوگا جس نے اپنے چہرے (سمیت سارے
مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ
وجود) کو اللہ کے آگے جھکا دیا ہو، جبکہ وہ نیکی کا خوگر بھی ہو، اور جس نے سیدھے سچے ابراہیم کے دین کی پیروی کی ہو۔ اور (یہ معلوم
وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ
ہی ہے کہ) اللہ نے ابراہیم کو اپنا خاص دوست بنا لیا تھا ﴿۱۲۵﴾ اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے، اور
وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ع ۱۸ ۱۱ ۱۵
اللہ نے ہر چیز کو (اپنی قدرت کے) احاطے میں لیا ہوا ہے ﴿۱۲۶﴾ اور (اے پیغمبر!) لوگ تم سے عورتوں کے بارے میں شریعت کا حکم پوچھتے ہیں۔(۷۳)

ان کاموں کو بھی "تخلیق میں تبدیلی" قرار دے کر منع فرمایا ہے جو عورتیں اپنے حسن میں اضافہ کرنے کی غرض سے کیا کرتی تھیں، مثلاً جسم کے کسی حصے کو سوئیوں وغیرہ سے گودکر نشانات بنوانا، چہرے کے قدرتی رُوئیں کو (جو عیب کی حد تک بڑھا ہوا نہ ہو) صاف کرنا اور دانتوں کے درمیان مصنوعی فاصلہ کروانا۔ (تفصیل کے لئے اس آیت کے تحت "معارف القرآن" کی طرف رُجوع فرمائیے)۔

(۷۳) اسلام سے پہلے عورتوں کو معاشرے میں ایک کمتر مخلوق سمجھا جاتا تھا، اور ان کے معاشرتی اور معاشی حقوق نہ ہونے کے برابر تھے۔ جب اسلام نے عورتوں کے حقوق ادا کرنے کی تاکید کی اور عورتوں کو بھی میراث میں حصہ دار قرار دیا تو یہ بات عربوں

يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا

کہہ دو کہ اللہ تم کو ان کے بارے میں حکم بتاتا ہے، اور اِس کتاب (یعنی قرآن) کی جو آیتیں جو تم کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں وہ بھی ان یتیم عورتوں

تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ

کے بارے میں (شرعی حکم بتاتی ہیں) جن کو تم ان کا مقرّر شدہ حق نہیں دیتے، اور ان سے نکاح کرنا بھی چاہتے ہو،(۷۴) نیز کمزور بچوں کے

مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ

بارے میں بھی (حکم بتاتی ہیں) اور یہ تاکید کرتی ہیں کہ تم یتیموں کی خاطر انصاف قائم کرو۔ اورتم جو بھلائی کا کام کروگے،

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَ اِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ

اللہ کو اس کا پورا پورا علم ہے۔ ﴿۱۲۷﴾ اور اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بیزاری کا اندیشہ ہو تو ان میاں بیوی

اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ وَ

کے لئے اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ آپس کے اتفاق سے کسی قسم کی صلح کرلیں۔(۷۵) اور صلح کرلینا بہتر ہے۔ اور

کے معاشرے میں اتنی اچنبھی تھی کہ بعض لوگ یہ سمجھتے رہے کہ عورتوں کو جو حقوق دیئے گئے ہیں وہ شاید عارضی نوعیت کے ہیں، اور کسی وقت منسوخ ہوجائیں گے۔ جب ان کی منسوخی کا حکم نہیں آیا تو ایسے حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں یہ واضح کردیا گیا کہ یہ اَحکام عارضی نہیں، ہمیشہ کے لئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کا حکم دیا ہے، اور قرآنِ کریم کی جو آیات پہلے نازل ہوئی ہیں ان میں بہت سے ایسے اَحکام آچکے ہیں۔ اس کے ساتھ مرد و عورت کے باہمی تعلقات کے بارے میں کچھ مزید اَحکام بھی بیان فرمائے گئے ہیں۔

(۷۴) یہ اس ہدایت کی طرف اشارہ ہے جو سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳ میں گذری ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ نے اس ہدایت کا پس منظر یہ بتایا ہے کہ بعض اوقات ایک یتیم لڑکی اپنے چچا کے بیٹے کی سرپرستی میں ہوتی تھی، وہ خوبصورت بھی ہوتی اور اس کے باپ کا چھوڑا ہوا مال بھی اچھا خاصا ہوتا تھا۔ اس صورت میں اس کا چچازاد یہ چاہتا تھا کہ اس کے بالغ ہونے پر وہ خود اس سے نکاح کرلے، تاکہ اس کا مال اسی کے تصرف میں رہے، لیکن نکاح میں وہ اس کو اتنا مہر نہیں دیتا تھا جتنا اس جیسی لڑکی کو دینا چاہئے۔ دوسری طرف اگر لڑکی زیادہ خوبصورت نہ ہوتی تو اس کے مال کی لالچ میں اس سے نکاح تو کرلیتا تھا، لیکن نہ صرف یہ کہ اس کا مہر کم رکھتا تھا، بلکہ اس کے ساتھ ایک محبوب بیوی جیسا سلوک بھی نہیں کرتا تھا۔

(۷۵) بعض اوقات کسی شوہر کا اپنی بیوی سے دِل نہیں ملتا، اور وہ اس سے بے رُخی اختیار کرکے اسے طلاق دینا چاہتا ہے۔ اس صورت میں اگر بیوی طلاق پر راضی نہ ہو تو وہ اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہوکر شوہر سے صلح کرسکتی ہے، یعنی یہ کہہ سکتی ہے کہ میں اپنے فلاں حق کا مطالبہ نہیں کروں گی، مگر مجھے اپنے نکاح میں رہنے دو۔ ایسی صورت میں شوہر کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ وہ صلح پر آمادہ ہوجائے، اور طلاق پر اصرار نہ کرے، کیونکہ مصالحت کا رویہ ہی بہتر ہے۔ نیز اگلے جملے میں احسان کی نصیحت فرماکر شوہر کو اس بات کی ترغیب دی گئی ہے کہ وہ دِل نہ ملنے کے باوجود بیوی سے نباہ کرنے کی کوشش کرے، اور اللہ سے ڈرتے ہوئے اس کے حقوق ادا کرتا رہے تو اس کے لئے دُنیا اور آخرت دونوں کی بہتری کا ذریعہ ہوگا۔

اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا
انسانوں کے دل میں (کچھ نہ کچھ) لالچ کا مادّہ تو رکھ ہی دیا گیا ہے۔ (۷۶) اور اگر احسان اور تقویٰ سے کام لو تو جو کچھ تم کروگے
تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ
اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ ﴿۱۲۸﴾ اور عورتوں کے درمیان مکمل برابری رکھنا تو تمہارے بس میں نہیں، چاہے تم ایسا چاہتے بھی ہو، (۷۷) البتہ کسی
حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا
ایک طرف پورے پورے نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو ایسا بنا کر چھوڑ دو جیسے کوئی بیچ میں لٹکی ہوئی چیز۔ اور اگر تم اصلاح
وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَ اِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا
اور تقویٰ سے کام لوگے تو یقین رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے ﴿۱۲۹﴾ اور اگر دونوں جدا ہو ہی جائیں تو اللہ اپنی (قدرت اور رحمت کی)
مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي
وسعت سے دونوں کو (ایک دوسرے کی حاجت سے) بے نیاز کردے گا۔ (۷۸) اللہ بڑی وسعتوں والا، بڑی حکمت والا ہے۔ ﴿۱۳۰﴾ اور آسمانوں اور
الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ
زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ ہم نے تم سے پہلے اہلِ کتاب کو بھی اور تمہیں بھی یہی تاکید کی ہے کہ اللہ سے ڈرو اور اگر تم کفر اپناؤ گے

---

(۷۶) مطلب بظاہر یہ ہے کہ ہر انسان کی طبیعت میں دُنیوی فائدوں کا کچھ نہ کچھ لالچ ہوتا ہے، اس لئے اگر عورت اپنے کچھ دُنیوی مفادات چھوڑ رہی ہے تو شوہر کو یہ سوچنا چاہئے کہ اسے طلاق کی صورت میں کوئی سخت تکلیف پیش آنے کا اندیشہ ہے، اسی لئے وہ اپنے یہ مفادات چھوڑنے پر آمادہ ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں صلح کر لینا بہتر ہے۔ دوسری طرف بیوی کو یہ سوچنا چاہئے کہ شوہر نے کچھ دُنیوی فائدوں کے لئے نکاح کیا تھا جو اس کو میری زوجیت میں حاصل نہیں ہو رہے ہیں، لہٰذا وہ میری جگہ کسی اور سے نکاح کر کے وہ فائدے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اب اگر میں اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہو کر اسے کچھ دوسرے فوائد مہیا کردوں تو وہ اس ارادے سے باز آسکتا ہے۔

(۷۷) یعنی یہ بات انسان کے اختیار سے باہر ہے کہ وہ قلبی محبت اور لگاؤ میں بیویوں کے درمیان پوری پوری برابری کرے، کیونکہ دِل کا جھکاؤ انسان کے بس میں نہیں ہوتا، لہٰذا اگر ایک بیوی سے دِلی محبت دوسری کے مقابلے میں زیادہ ہو تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پکڑ نہیں ہے۔ البتہ عملی سلوک میں برابری کرنا ضروری ہے، یعنی جتنی راتیں ایک کے پاس گذارے اتنی ہی دوسری کے پاس گذارے، جتنا خرچ ایک کو دے، اتنا ہی دوسری کو دے۔ نیز ظاہری توجہ میں بھی ایسا نہ کرے جس سے کسی بیوی کی دِل شکنی ہو، اور وہ یہ محسوس کرنے لگے کہ وہ بیچ میں لٹکی ہوئی ہے۔

(۷۸) مصالحت کی تمام کوششوں کے باوجود ایک مرحلہ ایسا آسکتا ہے کہ اس کے بعد نکاح کا رشتہ میاں بیوی پر تھوپے رکھنا دونوں کی زندگی کو اجیرن بنا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں طلاق اور علیحدگی کا راستہ اختیار کرنا بھی جائز ہے، اور یہ آیت اطمینان دِلا رہی ہے کہ جب خوش اُسلوبی سے جدائی عمل میں آجائے تو اللہ تعالیٰ دونوں کے لئے ایسے راستے پیدا کردیتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کی ضرورت سے بے نیاز ہو جاتے ہیں۔

اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ

تو (اللہ کا کیا نقصان ہے؟ کیونکہ) آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے، اور اللہ ہر ایک سے بے نیاز اور

وَ كَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ۝ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ

بذاتِ خود لائق تعریف ہے۔ ۝ اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے،(۷۹) اور کام بنانے کے لئے

وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَ يَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ

اللہ ہی کافی ہے ۝ اگر وہ چاہے تو اے لوگو! تم سب کو (دُنیا سے) لے جائے اور دوسروں کو (تمہاری جگہ یہاں) لے آئے۔

وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ

اللہ اس بات کی پوری قدرت رکھتا ہے۔ ۝ جو شخص (صرف) دُنیا کا ثواب چاہتا ہو (اسے یاد رکھنا چاہئے کہ) اللہ کے پاس

ع ثَوَابُ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ

دُنیا اور آخرت دونوں کا ثواب موجود ہے،(۸۰) اللہ ایسا ہے کہ ہر بات کو سنتا اور ہر چیز کو جانتا ہے۔ ۝ اے ایمان والو! انصاف قائم کرنے والے

اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ

بنو، اللہ کی خاطر گواہی دینے والے، چاہے وہ گواہی تمہارے اپنے خلاف پڑتی ہو، یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ وہ شخص (جس

الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا

کے خلاف گواہی دینے کا حکم دیا جارہا ہے) چاہے امیر ہو یا غریب، اللہ دونوں قسم کے لوگوں کا (تم سے) زیادہ خیر خواہ ہے، لہٰذا ایسی نفسانی

تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

خواہش کے پیچھے نہ چلنا جو تمہیں انصاف کرنے سے روکتی ہو۔ اور اگر تم توڑ مروڑ کرو گے (یعنی غلط گواہی دو گے) یا (سچی گواہی دینے سے) پہلو

---

(۷۹) یہ جملہ کہ ''آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے'' ان آیتوں میں تین بار دُہرایا گیا ہے۔ پہلی مرتبہ اس کا مقصد میاں بیوی کو یہ اطمینان دِلانا ہے کہ اللہ کی رحمت کے خزانے بڑے وسیع ہیں وہ دونوں کے لئے کوئی مناسب ذریعہ پیدا کرسکتا ہے، دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کی بے نیازی بیان کرنا مقصود ہے کہ کسی کے کفر سے اس کا کوئی نقصان نہیں ہے، کیونکہ ساری کائنات اس کے تابع فرمان ہے، اسے کسی کی حاجت نہیں ہے، اور تیسری جگہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کارسازی کا بیان ہے کہ اگر تم تقویٰ اور اطاعت کا راستہ اختیار کرو تو وہ تمہارے سارے کام بنا دے گا۔

(۸۰) اس آیت میں یہ عمومی ہدایت دی گئی ہے کہ ایک مسلمان کو صرف دُنیوی فائدوں ہی کی فکر میں نہیں پڑا رہنا چاہئے، بلکہ اللہ سے دُنیا اور آخرت دونوں کی بھلائی مانگنی چاہئے۔ اور پچھلی آیتوں سے اس کا تعلق بظاہر یہ ہے کہ میاں بیوی کو مصالحت یا علیحدگی کا فیصلہ کرتے وقت صرف دُنیا کے فائدوں پر نظر نہیں رکھنی چاہئے، بلکہ آخرت کی بھلائی بھی پیش نظر رکھنی چاہئے۔ لہٰذا اگر مرد یا عورت اپنے کچھ دُنیوی مفادات کی قربانی دے کر دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو آخرت میں بڑے ثواب کی اُمید ہے۔

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَ

بچاؤ گے تو (یاد رکھنا کہ) اللہ تمہارے تمام کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ ﴿۱۳۵﴾ اے ایمان والو! اللہ پر ایمان رکھو، اور اس کے رسول پر اور اس

الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَ

کتاب پر جو اللہ نے اپنے رسول پر اُتاری ہے اور ہر اس کتاب پر جو اس نے پہلے اُتاری تھی۔ اور جو شخص اللہ کا،

مَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ

اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا، اس کے رسولوں کا اور یوم آخرت کا انکار کرے وہ بھٹک کر گمراہی میں

ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ

بہت دُور جاپڑا ہے ﴿۱۳۶﴾ جو لوگ ایمان لائے، پھر کافر ہوگئے، پھر ایمان لائے، پھر کافر ہوگئے، پھر کفر میں

ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ ؕ بَشِّرِ

بڑھتے ہی چلے گئے، اللہ ان کو بخشنے والا نہیں ہے، اور نہ انہیں راستے پر لانے والا ہے(۸۱) ﴿۱۳۷﴾ منافقوں کو یہ خوشخبری

الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾ ۙ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ

سنادو کہ ان کے لئے ایک دُکھ دینے والا عذاب تیار ہے ﴿۱۳۸﴾ وہ منافق جو مسلمانوں کے بجائے کافروں

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ

کو دوست بناتے ہیں۔ کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کر رہے ہیں؟ حالانکہ عزت تو ساری کی ساری

لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ ؕ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ

اللہ ہی کی ہے ﴿۱۳۹﴾ اور اس نے کتاب میں تم پر یہ حکم نازل کیا ہے کہ جب تم اللہ کی آیتوں کو سنو کہ ان کا انکار کیا جارہا ہے

يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ

اور ان کا مذاق اُڑایا جارہا ہے تو ایسے لوگوں کے ساتھ اس وقت تک مت بیٹھو جب تک وہ کسی اور بات میں

---

(۸۱) اس سے مراد وہ منافق بھی ہوسکتے ہیں جن کا ذکر چل رہا ہے، کیونکہ وہ مسلمانوں کے پاس آ کر مسلمان ہونے کا اعلان کرتے تھے، مگر تنہائی میں کفر اختیار کرلیتے تھے، پھر کبھی مسلمانوں کا سامنا ہوتا تو دوبارہ ایمان لانے کا مظاہرہ کرتے، مگر پھر اپنے لوگوں کو اپنے کفر کا یقین دِلاتے، اور اپنے عمل سے کفر ہی میں بڑھتے چلے جاتے۔ نیز بعض روایات میں کچھ ایسے لوگوں کا بھی ذکر آیا ہے جو مسلمان ہونے کے بعد مرتد ہوئے، پھر توبہ کرکے مسلمان ہوئے، مگر بالآخر دوبارہ مرتد ہوکر کفر ہی کی حالت میں مرے۔ آیت کے الفاظ میں دونوں قسم کے لوگوں کی گنجائش ہے۔ اور ان کے بارے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ اللہ نہ ان کو بخشے گا، نہ راستے پر لائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ جب انہوں نے اپنے اختیار سے کفر اور اس کے نتیجے میں دوزخ کی راہ کو چن لیا تو اللہ ان کو زبردستی ایمان اور جنت کے راستے پر نہیں لائے گا، کیونکہ دُنیا دارالامتحان ہے، اور ہر شخص کا انجام اس کے اپنے اختیار سے چنے ہوئے راستے کے مطابق ہونا ہے۔ اللہ نہ کسی کو زبردستی مسلمان بناتا ہے، نہ کافر۔

غَيْرِهٖٓ ۚ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ

مشغول نہ ہو جائیں، ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے۔ یقین رکھو کہ اللہ تمام منافقوں اور کافروں کو جہنم میں اکٹھا

جَمِيْعًا ۙ﴿١٤٠﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا

کرنے والا ہے ﴿١٤٠﴾ (اے مسلمانو!) یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے (انجام کے) انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں۔ چنانچہ اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح

اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ

ملے تو (تم سے) کہتے ہیں کہ "کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟" اور اگر کافروں کو (فتح) نصیب ہو تو (ان سے) کہتے ہیں کہ "کیا ہم نے تم پر قابو

عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ

نہیں پالیا تھا؟ اور کیا (اس کے باوجود) ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا؟"(٨٢)۔ بس اب تو اللہ ہی قیامت کے دن تمہارے اور ان کے

لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿١٤١﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ع

درمیان فیصلہ کرے گا، اور اللہ کافروں کے لئے مسلمانوں پر غالب آنے کا ہرگز کوئی راستہ نہیں رکھے گا ﴿١٤١﴾ یہ منافق اللہ کے ساتھ دھوکا بازی

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ

کرتے ہیں، حالانکہ اللہ نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے(٨٣)۔ اور جب یہ لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کسمساتے ہوئے کھڑے

يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿١٤٢﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ

ہوتے ہیں، لوگوں کے سامنے دِکھاوا کرتے ہیں، اور اللہ کو تھوڑا ہی یاد کرتے ہیں ﴿١٤٢﴾ یہ کفر و ایمان کے درمیان ڈانواڈول ہیں۔ نہ پورے طور پر

ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ

اِن (مسلمانوں) کی طرف ہیں، نہ اُن (کافروں) کی طرف۔ اور جسے اللہ گمراہی میں ڈال دے، تمہیں اس کے لئے ہدایت پر آنے کا کوئی

---

(٨٢) یعنی ان لوگوں کو اصل غرض دُنیوی مفادات سے ہے۔ اگر مسلمانوں کو فتح ہو اور مالِ غنیمت ہاتھ آئے تو یہ ان کے ساتھی ہونے کا دعویٰ کر کے ان سے مال بٹورنے کی فکر میں رہتے ہیں، اور اگر کبھی کافروں کا داؤ چل جائے تو ان پر یہ احسان جتلاتے ہیں کہ اگر ہماری مدد تمہارے ساتھ نہ ہوتی تو مسلمان تم پر غالب آجاتے۔ لہٰذا ہمیں ہماری ان خدمات کا مالی صلہ دو۔

(٨٣) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ جو سمجھ رہے ہیں کہ انہوں نے اللہ کو دھوکا دے دیا، تو درحقیقت یہ خود ہی دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں، کیونکہ اللہ کو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا، اور اللہ تعالیٰ ان کو اس دھوکے میں پڑا رہنے دیتا ہے جو انہوں نے خود اپنے آپ کو اپنے اختیار سے دے رکھا ہے۔ اور اس جملے کا ایک ترجمہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ "اللہ ان کو دھوکے میں ڈالنے والا ہے" اس ترجمے کی بنیاد پر اس کا ایک مطلب بعض مفسرین (مثلاً حضرت حسن بصریؒ) نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ ان کو اس دھوکے کی سزا آخرت میں اللہ تعالیٰ اس طرح دے گا کہ شروع میں ان کو بھی مسلمانوں کے ساتھ کچھ دُور تک لے جایا جائے گا، اور مسلمانوں کو جو نور عطا ہوگا، اسی کی روشنی میں کچھ دُور تک یہ بھی مسلمانوں کے ساتھ چلیں گے، اور یہ سمجھنے لگیں گے کہ ان کا انجام بھی مسلمانوں کے ساتھ ہوگا، مگر آگے جا کر ان سے روشنی چھین لی جائے گی، اور یہ بھٹکتے رہ جائیں گے، اور بالآخر دوزخ میں ڈال دیئے جائیں

سَبِيْلًا ﴿١٤٣﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ
راستہ ہرگز نہیں مل سکتا۔ (۱۴۳) اے ایمان والو! مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست مت بناؤ۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ کے پاس
الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٤٤﴾ اِنَّ
اپنے خلاف (یعنی اپنے مستحق عذاب ہونے کی) ایک کھلی کھلی وجہ پیدا کردو؟ (۱۴۴) یقین جانو کہ
الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿١٤٥﴾ۙ
منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے، اور ان کے لئے تم کوئی مددگار نہیں پاؤ گے (۱۴۵)
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ
البتہ جو لوگ توبہ کرلیں گے، اپنی اصلاح کرلیں گے، اللہ کا سہارا مضبوطی سے تھام لیں گے اور اپنے دین کو
فَاُولٰۗىِٕكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا
خالص اللہ کے لئے بنالیں گے تو ایسے لوگ مؤمنوں کے ساتھ شامل ہوجائیں گے، اور اللہ مؤمنوں کو ضرور اَجرِ
عَظِيْمًا ﴿١٤٦﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ
عظیم عطا کرے گا (۱۴۶) اگر تم شکر گذار بنو اور (صحیح معنی میں) ایمان لے آؤ تو اللہ تمہیں عذاب دے کر آخر کیا کرے گا؟ اللہ بڑا قدردان ہے،
شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿١٤٧﴾ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَــهْرَ بِالسُّوْۗءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ
(اور) سب کے حالات کا پوری طرح علم رکھتا ہے (۱۴۷) اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کسی کی برائی علانیہ زبان پر لائی جائے، اِلَّا یہ کہ کسی پر
ظُلِمَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿١٤٨﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ
ظلم ہوا ہو،(۸۴) اور اللہ سب کچھ سنتا، ہر بات جانتا ہے (۱۴۸) اگر تم کوئی نیک کام علانیہ کرو یا خفیہ طور پر کرو، یا کسی برائی کو معاف کردو، تو (بہتر ہے،
تَعْفُوْا عَنْ سُوْۗءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿١٤٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ
کیونکہ) اللہ بہت معاف کرنے والا ہے (اگرچہ سزا دینے پر) پوری قدرت رکھتا ہے۔(۸۵) (۱۴۹) جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں

گے، جیسا کہ سورۂ حدید (۵۷:۱۲-۱۴) میں اس کا بیان آیا ہے۔

(۸۴) یعنی کسی کی برائی بیان کرنا عام حالات میں جائز نہیں، البتہ اگر کسی پر ظلم ہوا ہو تو وہ اس ظلم کا تذکرہ لوگوں سے کرسکتا ہے، اس تذکرے میں ظالم کی جو برائی ہوگی وہ معاف ہے۔

(۸۵) اشارہ یہ کیا جارہا ہے کہ اگرچہ مظلوم کو شریعت نے یہ حق دیا ہے کہ وہ ظالم کے ظلم کی حد تک اس کی برائی کرے، لیکن اگر کوئی شخص مظلوم ہونے کے باوجود خفیہ اور علانیہ ہر حالت میں زبان سے ہمیشہ اچھی بات ہی نکالے، اور اپنا حق معاف کردے تو یہ اس کے لئے بڑے ثواب کا کام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفت بھی یہی ہے کہ وہ سزا پر قدرت رکھنے کے باوجود کثرت سے لوگوں کو معاف کردیتا ہے۔

بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ

اور اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق کرنا چاہتے اور کہتے ہیں کہ کچھ (رسولوں) پر تو ہم ایمان لاتے ہیں

نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ

اور کچھ کا انکار کرتے ہیں، اور (اس طرح) وہ چاہتے ہیں کہ (کفر اور ایمان کے درمیان) ایک بیچ کی

سَبِيْلًا ۙ﴿۱۵۰﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا

راہ نکال لیں ﴿۱۵۰﴾ ایسے لوگ صحیح معنی میں کافر ہیں، اور کافروں کے لئے ہم نے ذِلت آمیز عذاب تیار

مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ

کررکھا ہے۔ ﴿۱۵۱﴾ اور جولوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائیں، اور ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہ کریں، تو اللہ ایسے لوگوں کو ان

ع اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع يَسْئَلُكَ

کے اجر عطا کرے گا، اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔ ﴿۱۵۲﴾ (اے پیغمبر!)

اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ

اہلِ کتاب تم سے (جو) مطالبہ کررہے ہیں کہ تم ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کرواؤ، تو (یہ کوئی نئی بات نہیں، کیونکہ) یہ لوگ تو موسیٰ سے اس

مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ

سے بھی بڑا مطالبہ کرچکے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے (موسیٰ سے) کہا تھا کہ ہمیں اللہ کھلی آنکھوں دِکھاؤ، چنانچہ ان کی سرکشی کی وجہ سے ان کو بجلی کے

اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ

کڑکے نے آپکڑا تھا، پھر ان کے پاس جو کھلی کھلی نشانیاں آئیں، ان کے بعد بھی انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا تھا۔ اس پر بھی ہم نے انہیں

وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَ

معاف کردیا، اور ہم نے موسیٰ کو واضح اقتدار عطا کیا ﴿۱۵۳﴾ اور ہم نے کوہِ طور کو ان پر بلند کرکے ان سے عہد لیا تھا، اور ہم نے ان سے کہا تھا کہ (شہر

قُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا

کے) دروازے میں جھکے ہوئے سروں کے ساتھ داخل ہونا، اور ان سے کہا تھا کہ تم سنیچر کے دن کے بارے میں حد سے نہ گذرنا،(۸۶) اور ہم نے ان

مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ

سے بہت پکا عہد لیا تھا ﴿۱۵۴﴾ پھر ان کے ساتھ جو کچھ ہوا، وہ اس لئے کہ انہوں نے اپنا عہد توڑا، اللہ کی آیتوں کا انکار کیا، انبیاء کو ناحق قتل کیا، اور یہ کہا

قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا

کہ ہمارے دِلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے(۸۷) ــــــ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اُن کے کفر کی وجہ سے اللہ نے اُن کے دِلوں پر مہر لگادی ہے، اس لئے وہ

---

(۸٦) ان واقعات کی تفصیل سورۂ بقرہ کی آیات ۵۱ تا ٦٦ اور ان کے حواشی میں گذر چکی ہے۔

(۸۷) اُن کا مطلب یہ تھا کہ ہمارے دِل بالکل محفوظ ہیں کہ اُن میں اپنے مذہب کے سوا کسی اور مذہب کی بات داخل نہیں

بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵۵﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ
تھوڑی سی باتوں کے سوا کسی بات پر ایمان نہیں لاتے[۸۸] ﴿۱۵۵﴾ ـــــ اور اس لئے کہ انہوں نے کفر کا راستہ اختیار کیا، اور مریم پر بڑے بھاری
بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾ وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ
بہتان کی بات کہی،[۸۹] ﴿۱۵۶﴾ اور یہ کہا کہ: ''ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ ابن مریم کو قتل کر دیا تھا'' حالانکہ نہ انہوں نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو قتل کیا
اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ
تھا، نہ انہیں سولی دے پائے تھے، بلکہ انہیں اشتباہ ہو گیا تھا۔[۹۰] اور حقیقت یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے، وہ اس سلسلے
لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۗ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ
میں شک کا شکار ہیں،[۹۱] انہیں گمان کے پیچھے چلنے کے سوا اس بات کا کوئی علم حاصل نہیں ہے، اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ وہ عیسیٰ (علیہ السلام) کو
يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ
قتل نہیں کر پائے ﴿۱۵۷﴾ بلکہ اللہ نے انہیں اپنے پاس اُٹھا لیا تھا، اور اللہ بڑا صاحبِ اقتدار، بڑا حکمت والا ہے ﴿۱۵۸﴾ اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا

ہو سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے جواب میں جملۂ معترضہ کے طور پر ارشاد فرمایا کہ دِل محفوظ نہیں ہیں، بلکہ ان کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں پر مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے کوئی صحیح بات اُن کے دِلوں میں نہیں اُترتی۔

(۸۸) تھوڑی باتوں سے مراد یہ ہے کہ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوّت پر تو ایمان لاتے ہیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے۔

(۸۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ حضرت مریم علیہا السلام کے بطن سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے، اس لئے یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اس معجزے کو تسلیم کرنے کے بجائے حضرت مریم علیہا السلام جیسی پاک نفس اور عفت مآب خاتون پر گھناؤنا الزام لگایا تھا۔

(۹۰) قرآنِ کریم نے یہ حقیقت بڑے پُرزور اَلفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ کوئی قتل کر سکا، اور نہ اُنہیں سولی دے سکا، بلکہ اُن کو اِشتباہ ہو گیا، یعنی اُنہوں نے کسی اور شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر اُسے سولی پر چڑھا دیا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اُوپر اُٹھا لیا۔ قرآنِ کریم نے اس حقیقت کو واضح کرنے پر اِکتفا فرمایا ہے، اور اس واقعے کی تفصیل بیان نہیں فرمائی، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جب آپ کا محاصرہ کیا گیا تو آپ کے مقدس ساتھیوں میں سے ایک نے یہ قربانی دی کہ خود باہر نکلے، اور اللہ تعالیٰ نے اُن کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی بنا دی، دُشمنوں نے اُن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر سولی پر لٹکا دیا، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُوپر اُٹھا لیا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جاسوسی کر کے اُنہیں گرفتار کرنے کے لئے اندر داخل ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے اُسی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں تبدیل کر دیا، اور جب وہ باہر نکلا تو اُسی کو گرفتار کر کے سولی دے دی گئی، واللہ سبحانہ اعلم۔

(۹۱) یعنی بظاہر تو وہ یقینی طور پر یہی سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دے دی گئی تھی، لیکن چونکہ اُن کے پاس اس کی کوئی یقینی دلیل نہیں ہے، اس لئے ایسا ہے جیسے وہ درحقیقت شک میں ہیں۔

الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

نہیں ہے جو اپنی موت سے پہلے ضرور بالضرور عیسیٰ (علیہ السلام) پر ایمان نہ لائے (۹۲)، اور قیامت کے دن وہ ان لوگوں کے خلاف گواہ بنیں گے (۱۵۹)

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ

غرض یہودیوں کی سنگین زیادتی کی وجہ سے ہم نے اُن پر وہ پاکیزہ چیزیں حرام کردیں جو پہلے اُن کے لئے حلال کی گئی تھیں (۹۳)، اور اس لئے کہ وہ

سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَ قَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ

بکثرت لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکتے تھے (۱۶۰) اور سود لیا کرتے تھے، حالانکہ اُنہیں اس سے منع کیا گیا تھا، اور لوگوں کے مال ناحق طریقے

بِالْبَاطِلِ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي

سے کھاتے تھے۔ اور ان میں سے جو لوگ کافر ہیں، اُن کے لئے ہم نے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے (۱۶۱) البتہ ان (بنی اسرائیل) میں

الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ

سے جو لوگ علم میں پکے ہیں، اور مؤمن ہیں، وہ اس (کلام) پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو (اے پیغمبر!) تم پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو تم سے

قَبْلِكَ وَ الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ

پہلے نازل کیا گیا تھا، اور قابلِ تعریف ہیں وہ لوگ جو نماز قائم کرنے والے ہیں، زکوٰۃ دینے والے ہیں اور اللہ اور

ع الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ اُولٰٓئِكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾ اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ

یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ہم اجرِ عظیم عطا کریں گے (۱۶۲) (اے پیغمبر!) ہم نے تمہارے پاس اسی طرح وحی

كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ

بھیجی ہے جیسے نوح اور ان کے بعد دوسرے نبیوں کے پاس بھیجی تھی، اور ہم نے ابراہیم،

---

(۹۲) یہودی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر ہی نہیں مانتے، اور عیسائی خدا کا بیٹا ماننے کے باوجود یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اُن کو سولی پر چڑھا کر قتل کر دیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ سارے اہلِ کتاب، چاہے یہودی ہوں، یا عیسائی، اپنے مرنے سے ذرا پہلے جب عالمِ برزخ کے مناظر دیکھیں گے تو اُس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اُن کے تمام غلط خیالات خود بخود ختم ہو جائیں گے، اور وہ اُن کی اصل حقیقت پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ اس آیت کی ایک تفسیر ہے جسے بہت سے مستند مفسرین نے ترجیح دی ہے، اور حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانویؒ نے ''بیان القرآن'' میں اُسی کو اختیار کیا ہے۔ البتہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی جو تفسیر منقول ہے، اُس کی رُو سے آیت کا ترجمہ اس طرح ہوگا: ''اور اہلِ کتاب میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو عیسیٰ کی موت سے پہلے اُن پر ضرور بالضرور ایمان نہ لائے۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس وقت تو آسمان پر اُٹھالیا ہے، لیکن، جیسا کہ صحیح احادیث میں مروی ہے، آخر زمانے میں وہ دوبارہ اس دُنیا میں آئیں گے، اور اُس وقت تمام اہلِ کتاب پر اُن کی اصل حقیقت واضح ہو جائے گی، اور وہ سب اُن پر ایمان لے آئیں گے۔

(۹۳) اس کی تفصیل سورۂ اَنعام (۶: ۱۴۶) میں آنے والی ہے۔

وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ عِيْسٰى وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَ

اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد کے پاس، اور عیسیٰ، ایوب، یونس،

هٰرُوْنَ وَ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿١٦٣﴾ وَ رُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ

ہارون اور سلیمان کے پاس بھی وحی بھیجی تھی، اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی تھی (١٦٣) اور بہت سے رسول ہیں جن کے واقعات ہم نے پہلے تمہیں

مِنْ قَبْلُ وَ رُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾ ۚ

سنائے ہیں، اور بہت سے رسول ایسے ہیں کہ ہم نے ان کے واقعات تمہیں نہیں سنائے۔ اور موسیٰ سے تو اللہ براہِ راست ہم کلام ہوا (١٦٤)

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ

یہ سب رسول وہ تھے جو (ثواب کی) خوشخبری سنانے اور (دوزخ سے) ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے، تاکہ ان رسولوں کے آجانے کے بعد لوگوں

بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ

کے پاس اللہ کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے، اور اللہ کا اقتدار بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل (١٦٥) (یہ کافر لوگ مانیں یا نہ مانیں) لیکن اللہ نے جو

اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ

کچھ تم پر نازل کیا ہے، اس کے بارے میں وہ خود گواہی دیتا ہے کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا ہے، اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں، اور

شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا

(یوں تو) اللہ کی گواہی ہی بالکل کافی ہے۔ (١٦٦) یقین جانو کہ جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے اور لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا ہے وہ بھٹک کر

ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ ظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَ لَا

گمراہی میں بہت دُور نکل گئے ہیں (١٦٧) جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے، اور (دوسروں کو اللہ کے راستے سے روک کر ان پر) ظلم کیا ہے، اللہ ان کو

لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾ ۙ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى

بخشنے والا نہیں ہے، اور نہ ان کو کوئی اور راستہ دِکھانے والا ہے (١٦٨) سوائے دوزخ کے راستے کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ بات

اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا

اللہ کے لئے بہت معمولی بات ہے (١٦٩) اے لوگو! یہ رسول تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق لے کر آگئے ہیں۔ اب (ان پر)

خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ

ایمان لے آؤ، کہ تمہاری بہتری اسی میں ہے۔ اور اگر (اب بھی) تم نے کفر کی راہ اپنائی تو (خوب سمجھ لو کہ) تمام آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے

اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا

اللہ ہی کا ہے، اور اللہ علم اور حکمت دونوں کا مالک ہے (١٧٠) اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ بڑھو، اور اللہ کے بارے میں

عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حق کے سوا کوئی بات نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم تو محض اللہ کے رسول تھے، اور اللہ کا ایک کلمہ تھا جو اس نے مریم تک پہنچایا، اور ایک روح تھی جو اسی

وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا
کی طرف سے (پیدا ہوئی) تھی۔(۹۴) لہٰذا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ، اور یہ مت کہو کہ (خدا) تین ہیں۔

تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ
اس بات سے باز آجاؤ، کہ اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ اللہ تو ایک ہی معبود ہے، وہ اس بات سے بالکل پاک ہے کہ

يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ
اس کا کوئی بیٹا ہو۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے، اور سب کی دیکھ بھال کے لئے اللہ

وَكِيْلًا ۚ (۱۷۱) لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ
کافی ہے۔ (۱۷۱) مسیح کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھ سکتے کہ وہ اللہ کے بندے ہوں، اور نہ مقرّب فرشتے (اس میں کوئی عار سمجھتے ہیں)۔ اور جو

الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ
شخص اپنے پروردگار کی بندگی میں عار سمجھے، اور تکبر کا مظاہرہ کرے، تو (وہ اچھی طرح سمجھ لے کہ) اللہ ان سب کو اپنے پاس جمع کرے

جَمِيْعًا (۱۷۲) فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ
گا (۱۷۲) پھر جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور انہوں نے نیک عمل کئے ہوں گے، ان کو ان کا پورا پورا ثواب دے گا،

يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ
اور اپنے فضل سے اس سے زیادہ بھی دے گا۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے (بندگی کو) عار سمجھا ہوگا اور تکبر کا مظاہرہ کیا ہوگا،

عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا (۱۷۳)
تو ان کو دردناک عذاب دے گا، اور ان کو اللہ کے سوا اپنا کوئی رکھوالا اور مددگار نہیں ملے گا (۱۷۳)

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا
اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے کھلی دلیل آچکی ہے، اور ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی روشنی بھیج دی ہے جو راستے

مُّبِيْنًا (۱۷۴) فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ
کی پوری وضاحت کرنے والی ہے (۱۷۴) چنانچہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اسی کا سہارا تھام لیا ہے،

(۹۴) یہودیوں کے بعد ان آیات میں عیسائیوں کو تنبیہ کی گئی ہے۔ یہودی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانی دُشمن بن گئے تھے، اور دوسری طرف عیسائی آپ کی تعظیم میں حد سے گذر گئے، اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا اور یہ عقیدہ اپنا لیا کہ خدا تین ہیں، باپ بیٹا اور روح القدس۔ اس آیت میں دونوں کو حد سے گذرنے سے منع کیا گیا ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہ معتدل بات بتائی گئی ہے جو حقیقت کے عین مطابق ہے، یعنی وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول تھے، اور اللہ نے ان کو اپنے کلمۂ "کُن" سے باپ کے واسطے کے بغیر پیدا کیا تھا، اور ان کی روح براہِ راست حضرت مریم علیہا السلام کے بطن میں بھیج دی تھی۔

رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّ يَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾

اللہ ان کو اپنے فضل اور رحمت میں داخل کرے گا، اور انہیں اپنے پاس آنے کے لئے سیدھے راستے تک پہنچائے گا۔ ﴿۱۷۵﴾

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ

(اے پیغمبر!) لوگ تم سے (کلالہ کا حکم) پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ اللہ تمہیں کلالہ(۹۵) کے بارے میں حکم بتاتا ہے۔ اگر کوئی شخص اس حال میں

وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ

مرجائے کہ اس کی اولاد نہ ہو، اور اس کی ایک بہن ہو تو وہ اس کے ترکے میں سے آدھے کی حق دار ہوگی۔ اور اگر اس بہن کی اولاد نہ ہو

فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا

(اور وہ مرجائے، اور اس کا بھائی زندہ ہو) تو وہ اس بہن کا وارث ہوگا۔ اور اگر بہنیں دو ہوں تو بھائی کے ترکے سے وہ دو تہائی کی حق دار

وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ

ہوں گی۔ اور اگر (مرنے والے کے) بھائی بھی ہوں اور بہنیں بھی، تو ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔ اللہ تمہارے سامنے

ع ۲۴ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

وضاحت کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو، اور اللہ ہر چیز کا پورا علم رکھتا ہے۔ ﴿۱۷۶﴾

(۹۵) "کلالہ" اس شخص کو کہتے ہیں جس کے انتقال کے وقت نہ اس کا باپ یا دادا زندہ ہو، نہ کوئی بیٹا یا پوتا۔

الحمدللہ، سورۂ نساء کا ترجمہ اور اس کے حواشی کی تکمیل آج بروز جمعہ ٦ /ذوالقعدہ ۱۴۲۶ھ مطابق ۹ /دسمبر ۲۰۰۵ء کو بحرین میں عشاء کے وقت (۶:۵۵ پر) ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بندہ کے گناہوں کو معاف فرماکر اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضا کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

سُوۡرَۃُ الۡمَآئِدَۃ

تعارف

یہ سورت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے بالکل آخری دور میں نازل ہوئی ہے۔ علامہ ابوحیانؒ فرماتے ہیں کہ اس کے کچھ حصے صلح حدیبیہ، کچھ فتح مکہ اور کچھ حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئے تھے۔ اس زمانے میں اسلام کی دعوت جزیرۂ عرب کے طول وعرض میں اچھی طرح پھیل چکی تھی، دُشمنانِ اسلام بڑی حد تک شکست کھا چکے تھے، اور مدینہ منوّرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قائم کی ہوئی اسلامی ریاست مستحکم ہوچکی تھی۔ لہٰذا اس سورت میں مسلمانوں کے سماجی، سیاسی اور معاشی مسائل سے متعلق بہت سی ہدایات دی گئی ہیں۔ سورت کا آغاز اس بنیادی حکم سے ہوا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے عہد و پیمان پورے کرنے چاہئیں۔ اس بنیادی حکم میں اِجمالی طور پر شریعت کے تمام اَحکام آگئے ہیں چاہے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق سے متعلق ہوں یا بندوں کے حقوق سے متعلق۔ اس ضمن میں یہ اُصول بڑی تأکید کے ساتھ سمجھایا گیا ہے کہ دُشمنوں کے ساتھ بھی ہر معاملہ انصاف کے ساتھ ہونا چاہئے۔ یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ دُشمنانِ اسلام کو اَب اسلام کی پیش قدمی روکنے سے مایوسی ہوچکی ہے اور اللہ نے اپنا دِین مکمل فرمادیا ہے۔ اسی سورت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کس قسم کی غذائیں حلال ہیں اور کس قسم کی حرام؟ اسی سلسلے میں شکار کے اَحکام بھی وضاحت کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ اہلِ کتاب کے ذبیحے اور ان کی عورتوں سے نکاح کے اَحکام کا بیان آیا ہے، چوری اور ڈاکے کی شرعی سزائیں مقرر فرمائی گئی ہیں، کسی انسان کو ناحق قتل کرنا کتنا بڑا گناہ ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا واقعہ ذکر کیا گیا ہے، شراب اور جوے کو صریح الفاظ میں حرام قرار دیا گیا ہے، وضو اور تیمّم کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے کس طرح اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو توڑا؟ اس کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے۔

''مائدہ'' عربی میں دسترخوان کو کہتے ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر ۱۱۴ میں یہ واقعہ بیان ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے متبعین نے یہ دُعا کرنے کی فرمائش کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کے لئے آسمانی غذاؤں کے ساتھ ایک دسترخوان نازل فرمائے۔ اس واقعے کی مناسبت سے اس سورت کا نام ''مائدہ'' یعنی دسترخوان رکھا گیا ہے۔

آیاتہا ۱۲۰ ٥ سُورَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۲ رکوعاتہا ١٦

یہ مدنی سورت ہے اور اس میں ایک سو بیس آیات اور سولہ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۬ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ
اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو۔ تمہارے لئے وہ چوپائے حلال کر دیئے گئے ہیں جو مویشیوں میں داخل (یا ان کے مشابہ) ہوں[1]، سوائے
اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا
اُن کے جن کے بارے میں تمہیں پڑھ کر سنایا جائے گا[2]، بشرطیکہ جب تم اِحرام کی حالت میں ہو اس وقت شکار کو حلال نہ سمجھو[3]۔ اللہ جس چیز کا ارادہ
يُرِيْدُ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ
کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے[4]۔ ① اے ایمان والو! نہ اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی کرو، نہ حرمت والے مہینے کی،
وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَاۤ اٰۤمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ
نہ ان جانوروں کی جو قربانی کے لئے حرم لے جائے جائیں، نہ ان پٹوں کی جو ان کے گلے میں پڑے ہوں، اور نہ ان لوگوں کی جو اللہ کا فضل
رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ
اور اس کی رضامندی حاصل کرنے کی خاطر بیت حرام کا ارادہ لے کر جا رہے ہوں۔ اور جب تم اِحرام کھول دو تو شکار کر سکتے ہو۔ اور کسی

---

(۱) چوپایہ تو ہر اس جانور کو کہتے ہیں جو چار ہاتھ پاؤں پر چلتا ہو، لیکن ان میں سے صرف وہ جانور حلال ہیں جو مویشیوں میں شمار ہوتے ہیں، یعنی گائے، اُونٹ، اور بھیڑ بکری، یا پھر ان مویشیوں کے مشابہ ہوں، جیسے ہرن، نیل گائے وغیرہ۔

(۲) ان حرام چیزوں کی طرف اشارہ ہے جن کا ذکر آگے آیت نمبر ۳ میں آ رہا ہے۔

(۳) یعنی مویشیوں کے مشابہ جانور، مثلاً ہرن وغیرہ اگرچہ حلال ہیں، اور ان کا شکار بھی حلال ہے، لیکن جب حج یا عمرے کے لئے کسی نے اِحرام باندھ لیا ہو تو ان جانوروں کا شکار حرام ہو جاتا ہے۔

(۴) اس جملے نے ان تمام سوالات اور اِعتراضات کی جڑ کاٹ دی ہے جو لوگ محض اپنی محدود عقل کے سہارے شرعی اَحکام پر عائد کرتے ہیں، مثلاً یہ سوال کہ جانور بھی تو آخر جان رکھتے ہیں، ان کو ذبح کر کے کھانا کیوں جائز کیا گیا جبکہ یہ ایک جاندار کو تکلیف پہنچانا ہے، یا مثلاً یہ سوال کہ فلاں جانور کو کیوں حلال کیا گیا اور فلاں جانور کو کیوں حرام قرار دیا گیا ہے؟ آیت کے اس حصے نے اس کا مختصر اور جامع جواب یہ دے دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پوری کائنات کا خالق ہے، وہی اپنی حکمت سے جس بات کا ارادہ فرماتا ہے اس کا حکم دے دیتا ہے۔ اس کا ہر حکم یقیناً حکمت پر مبنی ہے، لیکن ضروری نہیں کہ اس کے ہر حکم کی حکمت بندوں کی سمجھ میں بھی آئے، لہٰذا بندوں کا کام یہ ہے کہ اس کے ہر حکم کو چون و چرا کے بغیر تسلیم کر کے اس پر عمل کریں۔

قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى

قوم کے ساتھ تمہاری یہ دُشمنی کہ انہوں نے تمہیں مسجدِ حرام سے روکا تھا تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم (ان پر) زیادتی کرنے لگو۔(۵) اور

الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ

نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو، اور گناہ اور ظلم میں تعاون نہ کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔

اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝٢ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ

بیشک اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے۔ ③ تم پر مردار جانور اور خون اور سوّر کا گوشت اور وہ جانور حرام کر دیا گیا ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا

الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَ

نام پکارا گیا ہو، اور وہ جو گلا گھٹنے سے مرا ہو، اور جسے چوٹ مار کر ہلاک کیا گیا ہو، اور جو اُوپر سے گر کر مرا ہو، اور جسے کسی جانور نے سینگ مار کر ہلاک کیا

الْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَاۤ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۗ وَمَا ذُبِحَ

ہو، اور جسے کسی درندے نے کھالیا ہو، اِلاّ یہ کہ تم (اس کے مرنے سے پہلے) اس کو ذبح کر چکے ہو، اور وہ (جانور بھی حرام ہے) جسے بتوں کی قربان گاہ پر

عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ اَلْيَوْمَ يَىِٕسَ

ذبح کیا گیا ہو۔ اور یہ بات بھی (تمہارے لئے حرام ہے) کہ تم جوے کے تیروں سے (گوشت وغیرہ) تقسیم کرو۔(٦) یہ ساری باتیں سخت گناہ کی ہیں۔

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ؕ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ

آج کافر لوگ تمہارے دِین (کے مغلوب ہونے) سے نا اُمید ہو گئے ہیں، لہٰذا ان سے مت ڈرو، اور میرا ڈر دِل میں رکھو۔ آج میں نے تمہارے لئے

---

(۵) صلح حدیبیہ کے واقعے میں مکہ مکرمہ کے کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کو حرم میں داخل ہونے اور عمرہ کرنے سے روکا تھا، مسلمانوں کو طبعی طور پر اس واقعے پر سخت غم و غصہ تھا، اور یہ احتمال تھا کہ اس غم اور غصّے کی وجہ سے کوئی مسلمان اپنے دُشمن سے کوئی ایسی زیادتی کر بیٹھے جو شریعت کے خلاف ہو، اس آیت نے متنبہ کر دیا کہ اسلام میں ہر چیز کی حدود مقرر ہیں، اور دُشمن کے ساتھ بھی کوئی زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔

(٦) جاہلیت کے زمانے میں ایک طریقہ یہ تھا کہ ایک مشترک اُونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت قرعہ اندازی کے ذریعے تقسیم کرتے تھے اور قرعہ اندازی کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ مختلف تیروں پر حصوں کے نام لکھ کر ایک تھیلے میں ڈال دیتے تھے، پھر جس شخص کے نام جو حصہ نکل آیا، اسے گوشت میں سے اتنا حصہ دے دیا جاتا تھا، اور کسی کے نام پر کوئی ایسا تیر نکل آیا جس پر کوئی حصہ مقرر نہیں ہے تو اس کو کچھ بھی نہیں ملتا تھا۔ اسی طرح ایک اور طریقہ یہ تھا کہ جب کسی اہم معاملے کا فیصلہ کرنا ہوتا تو تیروں کے ذریعے فال نکالتے تھے، اور اس فال میں جو بات نکل آئے اس کی پیروی لازم سمجھتے تھے۔ ان تمام طریقوں کو آیتِ کریمہ نے ناجائز قرار دیا ہے، کیونکہ پہلی صورت میں یہ جوا ہے، اور دوسری صورت میں یا علمِ غیب کا دعویٰ ہے، یا کسی معقول وجہ کے بغیر کسی بات کو لازم سمجھنے کی خرابی ہے۔ بعض حضرات نے آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ: ''اور یہ بات بھی (تمہارے لئے حرام ہے) کہ تم تیروں سے قسمت کا حال معلوم کرو'' یہ دوسرے طریقے کی طرف اشارہ ہے، اور آیت کے الفاظ میں اس ترجمے کی بھی گنجائش ہے۔

دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭ فَمَنِ

تمہارا دین مکمل کردیا، تم پر اپنی نعمت پوری کردی، اور تمہارے لئے اسلام کو دین کے طور پر (ہمیشہ کے لئے) پسند کرلیا۔(۷) (لہٰذا اس دین کے اَحکام کی

اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

پوری پابندی کرو) ہاں جو شخص شدید بھوک کے عالم میں بالکل مجبور ہوجائے (اور اس مجبوری میں ان حرام چیزوں میں سے کچھ کھالے)، بشرطیکہ گناہ

رَّحِيْمٌ ۝٣ يَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا

کی رغبت کی بنا پر ایسا نہ کیا ہو، تو بیشک اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے ۝٣ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لئے کونسی چیزیں حلال ہیں؟

عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ

کہہ دو کہ "تمہارے لئے تمام پاکیزہ چیزیں حلال کی گئی ہیں۔ اور جن شکاری جانوروں کو تم نے اللہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق سکھا سکھا کر

اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

(شکار کے لئے) سدھالیا ہو، وہ جس جانور کو (شکار کرکے) تمہارے لئے روک رکھیں، اس میں سے تم کھا سکتے ہو، اور اس پر اللہ کا نام لیا کرو(۸) اور اللہ

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝٤ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

سے ڈرتے رہو۔ اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔ ۝٤ آج تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں، اور جن لوگوں کو (تم سے پہلے)

الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ

کتاب دی گئی تھی، ان کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے، اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے(۹) نیز مؤمنوں میں سے پاک دامن عورتیں بھی اور

---

(۷) صحیح احادیث میں آیا ہے کہ یہ آیت حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔

(۸) شکاری جانوروں مثلاً شکاری کتوں اور باز وغیرہ کے ذریعے حلال جانوروں کا شکار کرکے انہیں کھانا جن شرائط کے ساتھ جائز ہے ان کا بیان ہورہا ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ شکاری جانور کو سدھالیا گیا ہو جس کی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جس جانور کا شکار کرے اسے خود نہ کھائے، بلکہ اپنے مالک کے لئے روک رکھے، دوسری شرط یہ ہے کہ شکار کرنے والا شکاری کتے کو کسی جانور پر چھوڑتے وقت اللہ کا نام لے، یعنی بسم اللہ پڑھے۔

(۹) کھانے سے یہاں مراد "ذبیحہ" ہے، اہلِ کتاب یعنی یہودی اور عیسائی چونکہ جانور کے ذبح میں انہی شرائط کی رعایت رکھتے تھے جو اِسلامی شریعت میں مقرر ہیں، اور وہ دوسرے غیر مسلموں سے اس معاملے میں ممتاز تھے کہ فی الجملہ آسمانی کتابوں کو مانتے تھے، اس لئے ان کے ذبح کئے ہوئے جانور مسلمانوں کے لئے جائز قرار دیئے گئے تھے، بشرطیکہ وہ جانور کو صحیح شرعی طریقے سے ذبح کریں، اور اس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام نہ لیں۔ آج کل کے یہودیوں اور عیسائیوں میں ایک بڑی تعداد تو ان لوگوں کی ہے جو درحقیقت "دہریے" ہیں، خدا ہی کے قائل نہیں ہیں۔ ایسے لوگوں کا ذبیحہ بالکل حلال نہیں ہے، اور ان میں سے بعض اگرچہ عیسائی یا یہودی ہیں، مگر اپنے مذہب کے اَحکام کو چھوڑے ہوئے ہیں، اور ذبح کرنے میں شرعی شرائط کا لحاظ نہیں کرتے، اس لئے ان کا ذبیحہ بھی حلال نہیں ہے۔ اس مسئلے کی پوری تحقیق میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر

الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ

ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں بھی تمہارے لئے حلال ہیں جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی،(۱۰) جبکہ تم نے

اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ

ان کو نکاح کی حفاظت میں لانے کے لئے ان کے مہر دے دیئے ہوں، نہ تو (بغیر نکاح کے) صرف ہوس نکالنا مقصود ہو،

اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ

اور نہ خفیہ آشنائی پیدا کرنا۔ اور جو شخص ایمان سے انکار کرے، اس کا سارا کیا دھرا غارت ہو جائے گا، اور آخرت میں اس کا شمار

الْخٰسِرِيْنَ ﴿۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا ع۵ ۵

خسارہ اُٹھانے والوں میں ہوگا۔ (۵) اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اُٹھو تو اپنے چہرے، اور کہنیوں تک اپنے ہاتھ دھوو،

وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ

اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور اپنے پاؤں (بھی) ٹخنوں تک (دھولیا کرو)۔ اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو

اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى

سارے جسم کو (غسل کے ذریعے) خوب اچھی طرح پاک کرو۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے

سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا

حاجت کرکے آیا ہو، یا تم نے عورتوں سے جسمانی ملاپ کیا ہو، اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو،(۱۱)

''معارف القرآن'' اور ''جواہر الفقہ'' میں موجود ہے۔ نیز میرا بھی عربی رسالہ ''اَحکام الذبائح'' اسی موضوع پر ہے، اس کا انگریزی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

(۱۰) اہلِ کتاب کی دوسری خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کی عورتوں سے نکاح بھی حلال ہے، لیکن یہاں بھی دو اہم نکتے یاد رکھنے ضروری ہیں۔ ایک یہ کہ یہ حکم ان یہودی یا عیسائی خواتین کا ہے جو واقعی یہودی یا عیسائی ہوں۔ جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا، مغربی ممالک میں بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ مردم شماری کے حساب سے تو انہیں عیسائی یا یہودی گنا گیا ہے، لیکن نہ وہ خدا پر ایمان رکھتے ہیں، نہ کسی پیغمبر یا کسی آسمانی کتاب پر۔ ایسے لوگ اہلِ کتاب میں شامل نہیں ہیں، نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے، اور نہ ایسی عورتوں سے نکاح حلال ہے۔ دوسرا نکتہ یہ ہے کہ اگر کوئی عورت واقعی یہودی یا عیسائی ہو، لیکن اس بات کا قوی خطرہ ہو کہ وہ اپنے شوہر یا بچوں پر اثر ڈال کر انہیں اسلام سے دُور کر دے گی تو ایسی عورت سے نکاح کرنا گناہ ہوگا، یہ اور بات ہے کہ اگر کسی نے نکاح کر لیا تو نکاح منعقد ہو جائے گا، اور اولاد کو حرام نہیں کہا جائے گا۔ آج کل چونکہ مسلمان عوام میں اپنے دِین کی ضروری معلومات اور ان پر عمل کی بڑی کمی ہے، اس لئے اس معاملے میں بہت احتیاط لازم ہے۔

(۱۱) ''قضائے حاجت کی جگہ سے آنا'' درحقیقت اس چھوٹی ناپاکی کی طرف اشارہ ہے جس میں انسان پر نماز وغیرہ پڑھنے کے لئے صرف وضو واجب ہوتا ہے، اور ''عورتوں سے ملاپ'' اس بڑی ناپاکی کی طرف اشارہ ہے جس کو ''جنابت'' کہتے ہیں اور جس میں غسل واجب ہوتا ہے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ جب پانی میسر نہ ہو یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے اس کا استعمال ممکن نہ ہو تو ناپاکی

مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا
اور اپنے چہروں اور ہاتھوں کا اس (مٹی) سے مسح کرلو۔ اللہ تم پر کوئی تنگی مسلط کرنا نہیں چاہتا، لیکن
يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ
یہ چاہتا ہے کہ تم کو پاک صاف کرے، اور یہ کہ تم پر اپنی نعمت تمام کردے،
عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٦ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ
تاکہ تم شکرگزار بنو۔ (٦) اللہ نے تم پر جو اِنعام فرمایا ہے اُسے اور اُس عہد کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا تھا۔
الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
جب تم نے کہا تھا کہ: "ہم نے (اللہ کے اَحکام کو) اچھی طرح سن لیا ہے، اور اطاعت قبول کرلی ہے" اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ
عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ
یقیناً سینوں کے بھید سے پوری طرح باخبر ہے (٧) اے ایمان والو! ایسے بن جاؤ کہ اللہ (کے اَحکام کی پابندی) کے لئے
شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ
ہر وقت تیار ہو، (اور) انصاف کی گواہی دینے والے ہو۔ اور کسی قوم کی دُشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے
اِعْدِلُوْا ۗ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا
کہ تم ناانصافی کرو۔ انصاف سے کام لو، یہی طریقہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ یقیناً تمہارے تمام کاموں سے
تَعْمَلُوْنَ ۝٨ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ
پوری طرح باخبر ہے۔ (٨) جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ (آخرت میں) ان کو
اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝٩ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
مغفرت اور زبردست ثواب حاصل ہوگا (٩) اور جن لوگوں نے کفر اپنایا اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا، وہ دوزخ
الْجَحِيْمِ ۝١٠ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ
کے باسی ہیں۔ (١٠) اے ایمان والو! اللہ نے تم پر جو اِنعام فرمایا اس کو یاد کرو۔ جب کچھ لوگوں نے ارادہ کیا تھا کہ تم پر
قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا
دست درازی کریں، تو اللہ نے تمہیں نقصان پہنچانے سے ان کے ہاتھ روک دیئے،[١٢] اور (اس نعمت کا شکر یہ ہے کہ)

چاہے چھوٹی ہو یا بڑی، دونوں صورتوں میں تیمّم کی اجازت ہے، اور دونوں صورتوں میں اس کا طریقہ ایک ہی ہے۔

(١٢) یہ ان مختلف واقعات کی طرف اشارہ ہے جن میں کفار نے مسلمانوں کا خاتمہ کرنے کے منصوبے بنائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سب کو خاک میں ملادیا۔ ایسے واقعات بہت سے ہیں۔ ان میں سے کچھ واقعات مفسرین نے اس آیت کے تحت بھی ذکر کئے ہیں۔ مثلاً صحیح مسلم میں روایت ہے کہ مشرکین سے ایک جنگ کے دوران عسفان کے مقام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر

ع ٣ اللّٰہَ ؕ وَ عَلَی اللّٰہِ فَلۡیَتَوَکَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿١١﴾ وَ لَقَدۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ

اللہ کا رُعب دِل میں رکھتے ہوئے عمل کرو، اور مؤمنوں کو صرف اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ ﴿١١﴾ اور یقیناً اللہ نے بنی

اِسۡرَآءِیۡلَ ۚ وَ بَعَثۡنَا مِنۡہُمُ اثۡنَیۡ عَشَرَ نَقِیۡبًا ؕ وَ قَالَ اللّٰہُ اِنِّیۡ مَعَکُمۡ ؕ

اسرائیل سے عہد لیا تھا، اور ہم نے ان میں سے بارہ نگراں مقرر کئے تھے، (١٣) اور اللہ نے کہا تھا کہ "میں تمہارے ساتھ ہوں،

لَئِنۡ اَقَمۡتُمُ الصَّلٰوۃَ وَ اٰتَیۡتُمُ الزَّکٰوۃَ وَ اٰمَنۡتُمۡ بِرُسُلِیۡ وَ عَزَّرۡتُمُوۡہُمۡ وَ

اگر تم نے نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، میرے پیغمبروں پر ایمان لائے، عزت سے ان کا ساتھ دیا اور اللہ کو اچھا قرض دیا (١٤) تو

اَقۡرَضۡتُمُ اللّٰہَ قَرۡضًا حَسَنًا لَّاُکَفِّرَنَّ عَنۡکُمۡ سَیِّاٰتِکُمۡ وَ لَاُدۡخِلَنَّکُمۡ

یقین جانو کہ میں تمہاری برائیوں کا کفارہ کردوں گا، اور تمہیں ان باغات میں داخل کروں گا جن کے

جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ ۚ فَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ مِنۡکُمۡ فَقَدۡ ضَلَّ

نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ پھر اس کے بعد بھی تم میں سے جو شخص کفر اختیار کرے گا تو در حقیقت وہ سیدھی

سَوَآءَ السَّبِیۡلِ ﴿١٢﴾ فَبِمَا نَقۡضِہِمۡ مِّیۡثَاقَہُمۡ لَعَنّٰہُمۡ وَ جَعَلۡنَا قُلُوۡبَہُمۡ قٰسِیَۃً ۚ

راہ سے بھٹک جائے گا" ﴿١٢﴾ پھر یہ ان کی عہد شکنی ہی تو تھی جس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دُور کیا، اور ان کے دِلوں کو سخت بنا دیا۔ وہ

یُحَرِّفُوۡنَ الۡکَلِمَ عَنۡ مَّوَاضِعِہٖ ۙ وَ نَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوۡا بِہٖ ۚ وَ لَا

باتوں کو اپنے موقع محل سے ہٹا دیتے ہیں۔ اور جس بات کی ان کو نصیحت کی گئی تھی اس کا ایک بڑا حصہ بھلا چکے ہیں، اور ان میں سے کچھ لوگوں کو

تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَۃٍ مِّنۡہُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡہُمۡ فَاعۡفُ عَنۡہُمۡ وَ اصۡفَحۡ ؕ اِنَّ

چھوڑ کر تمہیں آئے دن ان کی کسی نہ کسی خیانت کا پتہ چلتا رہتا ہے۔ لہٰذا (فی الحال) انہیں معاف کردو اور درگذر سے کام لو۔ (١٥) بیشک اللہ احسان

کی نماز تمام صحابہ کو جماعت سے پڑھائی مشرکین کو پتہ چلا تو ان کو حسرت ہوئی کہ جماعت کے دوران مسلمانوں پر حملہ کر کے انہیں ختم کر دینے کا یہ بہترین موقع تھا۔ پھر انہوں نے منصوبہ بنایا کہ جب یہ حضرات عصر کی نماز پڑھیں گے تو ان پر ایک دم حملہ کر دیں گے۔ لیکن عصر کا وقت آیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے صلاۃ الخوف پڑھی جس میں مسلمان دو حصوں میں تقسیم ہو کر نماز پڑھتے ہیں، اور ایک حصہ دُشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہتا ہے۔ (اس نماز کا طریقہ پیچھے سورۂ نساء ٤: ١٠٢ میں گذر چکا ہے) چنانچہ مشرکین کا منصوبہ دھرا رہ گیا۔ (روح المعانی) مزید واقعات کے لئے دیکھئے معارف القرآن۔

(١٣) بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے۔ چنانچہ جب ان سے یہ عہد لیا گیا تو ہر قبیلے کے سردار کو اپنے قبیلے کا نگراں بنایا گیا تاکہ وہ عہد کی پابندی کی نگرانی کرے۔

(١٤) اچھے قرض یا قرضِ حسن کا اصل مطلب تو وہ قرض ہے جو کوئی شخص کسی کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے دے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی غریب کی مدد کی جائے یا کسی اور نیک کام میں پیسے خرچ کئے جائیں۔

(١٥) یعنی اس قسم کی شرارتیں تو ان کی پرانی عادت ہے، لیکن آپ کو فی الحال سارے بنی اسرائیل کو کوئی اجتماعی سزا دینے کا حکم نہیں ہے۔ جب وقت آئے گا، اللہ تعالیٰ خود سزا دے گا۔

اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣﴾ وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا

کرنے والوں کو پسند کرتا ہے ﴿١٣﴾ اور جن لوگوں نے کہا تھا کہ ہم نصرانی ہیں، ان سے (بھی) ہم نے عہد لیا تھا، پھر جس چیز کی ان کو نصیحت کی گئی

حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۭ وَ

تھی، اس کا ایک بڑا حصہ وہ (بھی) بھلا بیٹھے۔ چنانچہ ہم نے ان کے درمیان قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور بغض پیدا کردیا۔(١٦) اور اللہ

سَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿١٤﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا

انہیں عنقریب بتادے گا کہ وہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔ ﴿١٤﴾ اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارے (یہ) پیغمبر آگئے ہیں جو کتاب (یعنی

يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۭ قَدْ

تورات اور انجیل) کی بہت سی ان باتوں کو کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو تم چھپایا کرتے ہو، اور بہت سی باتوں سے درگذر کر جاتے ہیں۔(١٧)

جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشنی آئی ہے، اور ایک ایسی کتاب جو حق کو واضح کردینے والی ہے ﴿١٥﴾ جس کے ذریعے اللہ ان لوگوں کو

رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ

سلامتی کی راہیں دکھاتا ہے جو اس کی خوشنودی کے طالب ہیں، اور انہیں اپنے حکم سے اندھیریوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے، اور

وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٦﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

انہیں سیدھے راستے کی ہدایت عطا فرماتا ہے ﴿١٦﴾ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے، وہ یقیناً کافر ہوگئے ہیں۔

الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۭ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ

(اے نبی! ان سے) کہہ دو کہ اگر اللہ مسیح ابن مریم کو اور ان کی ماں کو اور زمین میں جتنے لوگ ہیں ان سب کو ہلاک کرنا چاہے تو کون ہے جو اللہ

يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۭ وَلِلّٰهِ

کے مقابلے میں کچھ کرنے کی ذرا بھی طاقت رکھتا ہو؟ تمام آسمانوں اور زمین پر اور ان کے درمیان

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى

جو کچھ موجود ہے اس پر تنہا ملکیت اللہ ہی کی ہے۔ وہ جو چیز چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور اللہ ہر

---

(١٦) عیسائی مذہب کے ماننے والے مختلف فرقوں میں بٹ گئے تھے، اور ان کے مذہبی اختلافات نے دشمنی اور خانہ جنگی کی شکل اختیار کرلی تھی۔ یہ اس خانہ جنگی کی طرف اشارہ ہے۔

(١٧) مطلب یہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے یوں تو اپنی آسمانی کتابوں کی بہت سی باتوں کو چھپا رکھا تھا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ان باتوں کو ظاہر فرمایا جن کی وضاحت دینی اعتبار سے ضروری تھی۔ بہت سی باتیں ایسی بھی تھیں جو انہوں نے چھپائی ہوئی تھیں، مگر ان کے پوشیدہ رہنے سے کوئی عملی یا اعتقادی نقصان نہیں تھا، اور اگر ان کو ظاہر کیا جاتا تو یہود و نصاریٰ کی رُسوائی کے سوا کوئی خاص فائدہ نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی باتوں سے درگذر فرمایا ہے، اور ان کی حقیقت واضح کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٧﴾ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ
چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے (۱۷) یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ "ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں" (ان سے)
وَ اَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ
کہو کہ "پھر اللہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟(۱۸) نہیں! بلکہ تم انہی انسانوں کی طرح انسان ہو جو اس نے پیدا کئے ہیں۔
يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ
وہ جس کو چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔ آسمانوں اور زمین پر اور ان کے درمیان جو کچھ موجود ہے اس پر تنہا
وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۫ وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿١٨﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ
ملکیت اللہ ہی کی ہے، اور اسی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے" (۱۸) اے اہلِ کتاب! تمہارے پاس ہمارے پیغمبر ایسے وقت دین کی
رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ
وضاحت کرنے آئے ہیں جب پیغمبروں کی آمد رُکی ہوئی تھی، تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس نہ کوئی (جنت کی) خوشخبری دینے والا آیا، نہ کوئی
بَشِيْرٍ وَّ لَا نَذِيْرٍ ۫ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
(جہنم سے) ڈرانے والا۔ لو اَب تمہارے پاس خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا آ گیا ہے۔ اور اللہ ہر بات پر پوری پوری قدرت رکھتا
ع ٨ قَدِيْرٌ ﴿١٩﴾ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ
ہے۔ (۱۹) اور اُس وقت کا دھیان کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ "اے میری قوم! اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو
جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ
جو اس نے تم پر نازل فرمائی ہے کہ اس نے تم میں نبی پیدا کئے، تمہیں حکمران بنایا، اور تمہیں وہ کچھ عطا کیا جو تم سے پہلے دُنیا جہان کے کسی فرد کو
الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٠﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ
عطا نہیں کیا تھا (۲۰) اے میری قوم! اُس مقدس سرزمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے واسطے لکھ دی ہے،(۱۹) اور

---

(۱۸) یہ بات یہود و نصاریٰ بھی مانتے تھے کہ وہ مختلف مواقع پر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا نشانہ بنے ہیں، اور ان میں سے بہت سے لوگ اس بات کے بھی قائل تھے کہ آخرت میں بھی کچھ عرصے کے لئے وہ دوزخ میں جائیں گے۔ لہٰذا بتانا یہ منظور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسان ایک جیسے پیدا فرمائے ہیں، ان میں سے کسی خاص نسل کے بارے میں یہ دعویٰ کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی لاڈلی قوم ہے، اور اس کے قوانین سے لازمی طور پر مستثنیٰ ہے، بالکل غلط دعویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قوانین سب کے لئے برابر ہیں۔ اس نے کوئی خاص نسل اپنی رحمت کے لئے مخصوص نہیں کی ہے۔ البتہ وہ اپنی حکمت کے تحت جس کو چاہتا ہے بخش بھی دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے اپنے قانونِ عدل کے تحت سزا بھی دیتا ہے۔

(۱۹) "مقدس سرزمین" سے مراد شام اور فلسطین کا علاقہ ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس علاقے کو انبیائے کرام کو مبعوث کرنے کے لئے منتخب فرمایا تھا اس لئے اس کو مقدس فرمایا گیا ہے۔ جس واقعے کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے وہ مختصراً یہ ہے کہ

لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢١﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا

اپنی پشت کے بل پیچھے نہ لوٹو، ورنہ پلٹ کر نامراد جاؤ گے۔" (٢١) وہ بولے، "اے موسیٰ! اُس (ملک) میں تو بڑے

قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا

طاقت ور لوگ رہتے ہیں، اور جب تک وہ لوگ وہاں سے نکل نہ جائیں، ہم ہرگز اس میں داخل نہیں ہوں گے۔ ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں

مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ

تو بیشک ہم اس میں داخل ہو جائیں گے۔" (٢٢) جو لوگ (خدا کا) خوف رکھتے تھے، ان میں سے دو مرد جن کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا تھا، (٢٠)

عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ

بول اُٹھے کہ "تم اُن پر چڑھائی کر کے (شہر کے) دروازے میں گھس تو جاؤ۔ جب گھس جاؤ گے تو تم ہی غالب رہو گے۔ اور اپنا بھروسہ صرف اللہ

وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ

پر رکھو، اگر تم واقعی صاحبِ ایمان ہو۔" (٢٣) وہ کہنے لگے "اے موسیٰ! جب تک وہ لوگ اس (ملک) میں موجود ہیں، ہم ہرگز ہرگز اس میں قدم

اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا

نہیں رکھیں گے۔ (اگر ان سے لڑنا ہے تو) بس تم اور تمہارا ربّ چلے جاؤ، اور ان سے لڑو، ہم تو یہیں

قٰعِدُوْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَ

بیٹھے ہیں۔" (٢٤) موسیٰ نے کہا "اے میرے پروردگار! سوائے میری اپنی جان کے اور میرے بھائی کے کوئی میرے قابو میں نہیں ہے۔ اب آپ

بَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ

ہمارے اور ان نافرمان لوگوں کے درمیان الگ الگ فیصلہ کر دیجئے۔" (٢٥) اللہ نے کہا "اچھا! تو وہ سرزمین ان پر چالیس سال تک حرام کر دی

بنی اسرائیل کا اصل وطن شام اور بالخصوص فلسطین کا علاقہ تھا۔ فرعون نے مصر میں ان کو غلام بنا رکھا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرعون اور اس کا لشکر غرق ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اب وہ فلسطین میں جا کر آباد ہوں۔ اس وقت فلسطین پر ایک کافر قوم کا قبضہ تھا جو "عمالقہ" کہلاتے تھے۔ لہٰذا اس حکم کا لازمی تقاضا یہ تھا کہ بنی اسرائیل فلسطین جا کر عمالقہ سے جہاد کریں۔ مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ بھی کر لیا گیا تھا کہ جہاد کے نتیجے میں تمہیں فتح ہو گی، کیونکہ یہ سرزمین تمہارے مقدر میں لکھ دی گئی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس حکم کی تعمیل میں فلسطین کی طرف روانہ ہوئے۔ جب فلسطین کے قریب پہنچے تو بنی اسرائیل کو پتہ چلا کہ عمالقہ تو بڑے طاقتور لوگ ہیں۔ دراصل یہ لوگ قومِ عاد کی نسل سے تھے، اور بڑے زبردست ڈیل ڈول کے مالک تھے۔ بنی اسرائیل ان کے ڈیل ڈول سے ڈر گئے، اور یہ نہ سوچا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت بڑی ہے اور اس نے فتح کا وعدہ کر رکھا ہے۔

(٢٠) یہ دو صاحبان حضرت یوشع اور حضرت کالب علیہما السلام تھے جو ہر مرحلے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وفادار رہے تھے، اور بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت سے بھی سرفراز فرمایا۔ انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم اللہ پر بھروسہ کر کے آگے بڑھو تو اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق تم ہی غالب رہو گے۔

يَتِيهُوْنَ فِي الْأَرْضِ ۚ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٦﴾ ع وَاتْلُ

گئی ہے، یہ (اس دوران) زمین میں بھٹکتے پھریں گے۔(٢١) تو (اے موسیٰ!) اب تم بھی ان نافرمان لوگوں پر ترس مت کھانا" ﴿٢٦﴾ اور (اے پیغمبر!)

عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَ

ان کے سامنے آدم کے دو بیٹوں کا واقعہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناؤ۔ جب دونوں نے ایک ایک قربانی پیش کی تھی، اور ان میں سے ایک کی قربانی قبول

لَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ

ہوگئی، اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔(٢٢) اُس (دوسرے) نے (پہلے سے) کہا کہ "میں تجھے قتل کرڈالوں گا" پہلے نے کہا کہ "اللہ تو ان لوگوں سے

---

(٢١) بنی اسرائیل کی اس نافرمانی کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ سزا دی کہ چالیس سال تک فلسطین میں ان کا داخلہ بند کردیا۔ یہ لوگ صحرائے سینا کے ایک مختصر علاقے میں بھٹکتے رہے۔ نہ آگے بڑھنے کا راستہ ملتا تھا، نہ پیچھے مصر واپس جانے کا۔ حضرت موسیٰ، حضرت ہارون، حضرت یوشع اور حضرت کالب علیہم السلام بھی ان لوگوں کے ساتھ تھے، اور انہی کی برکت اور دُعاؤں سے اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتیں ان پر نازل ہوئیں جن کا ذکر پیچھے سورۂ بقرہ (آیات ٥٧ تا ٦٠) میں گذر چکا ہے۔ بادل کے سائے نے انہیں دُھوپ سے بچایا۔ کھانے کے لئے من وسلویٰ نازل ہوا، پینے کے لئے پتھر سے بارہ چشمے پھوٹے۔ بنی اسرائیل کے لئے خانہ بدوشی کی یہ زندگی ایک سزا تھی، لیکن ان بزرگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو قلبی راحت کا سامان بنادیا۔ حضرت ہارون اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی یکے بعد دیگرے اسی صحرا میں وفات ہوئی۔ بعد میں حضرت یوشع علیہ السلام پیغمبر بنے، اور شام کا کچھ علاقہ ان کی سرکردگی میں اور کچھ حضرت سموئیل علیہ السلام کے زمانے میں طالوت کی سرکردگی میں فتح ہوا جس کا واقعہ سورۂ بقرہ (آیات ٢٤٦ تا ٢٥١) میں گذر چکا ہے۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے یہ سرزمین بنی اسرائیل کے حق میں لکھنے کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہوا۔

(٢٢) پیچھے بنی اسرائیل کی اس نافرمانی کا ذکر تھا کہ جہاد کا حکم آجانے کے باوجود وہ اس سے جان چراتے رہے، اب بتانا یہ مقصود ہے کہ ایک بامقصد جہاد میں کسی کی جان لے لینا تو نہ صرف جائز بلکہ واجب ہے، لیکن ناحق کسی کو قتل کرنا بڑا زبردست گناہ ہے۔ بنی اسرائیل نے جہاد سے تو جان چرائی، لیکن بہت سے بے گناہوں کو قتل کرنے میں کوئی باک محسوس نہیں کیا۔ اس سلسلے میں وہ واقعہ بیان کیا جارہا ہے جو اس دُنیا میں سب سے پہلے قتل کی واردات پر مشتمل ہے۔ اس واقعے میں قرآنِ کریم نے تو صرف اتنا بتایا ہے کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں نے کچھ قربانی پیش کی تھی، ایک کی قربانی قبول ہوئی، دوسرے کی نہ ہوئی، اس پر دوسرے کو غصہ آگیا، اور اس نے اپنے بھائی کو قتل کرڈالا۔ لیکن اس قربانی کا کیا پس منظر تھا؟ قرآنِ کریم نے اس کی تفصیل نہیں بتائی۔ البتہ مفسرین نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور کچھ دوسرے صحابۂ کرام کے حوالے سے اس کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام قابیل تھا اور ایک کا ہابیل۔ اس وقت چونکہ دُنیا کی آبادی صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد پر مشتمل تھی، اس لئے ان کی اہلیہ کے ہر حمل میں دو جڑواں بچے پیدا ہوتے تھے۔ ایک لڑکا اور ایک لڑکی۔ ان دونوں کے درمیان تو نکاح حرام تھا، لیکن ایک حمل میں پیدا ہونے والے لڑکے کا نکاح دوسرے حمل

الْمُتَّقِيْنَ ۝ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ

(قربانی) قبول کرتا ہے جو متقی ہوں ﴿٢٧﴾ اگر تم نے مجھے قتل کرنے کو اپنا ہاتھ بڑھایا تب بھی میں تمہیں قتل کرنے

لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ

کو اپنا ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ رَبّ العالمین سے ڈرتا ہوں ﴿٢٨﴾ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ انجام کار تم

بِاِثْمِيْ وَ اِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا

اپنے اور میرے دونوں کے گناہ میں پکڑے جاؤ (٢٢) اور دوزخیوں میں شامل ہو۔ اور یہی

الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ

ظالموں کی سزا ہے" ﴿٢٩﴾ آخرکار اس کے نفس نے اس کو اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کرلیا، چنانچہ اس نے اپنے بھائی کو قتل کر ڈالا،

الْخٰسِرِيْنَ ۝ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ

اور نامرادوں میں شامل ہوگیا ﴿٣٠﴾ پھر اللہ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کھودنے لگا تاکہ اسے دکھائے کہ

يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ۭ قَالَ يٰوَيْلَتٰٓى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا

وہ اپنے بھائی کی لاش کیسے چھپائے (٢٣) (یہ دیکھ کر) وہ بولا "ہائے افسوس! کیا میں اس کوّے جیسا بھی نہ ہوسکا کہ

سے پیدا ہونے والی لڑکی سے ہوسکتا تھا۔ قابیل کے ساتھ جو لڑکی پیدا ہوئی وہ بڑی خوبصورت تھی، لیکن جڑواں بہن ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ قابیل کا نکاح جائز نہ تھا۔ اس کے باوجود اس کا اصرار تھا کہ اسی سے نکاح کرے۔ ہابیل کے لئے وہ لڑکی حرام نہ تھی، اس لئے وہ اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا تھا۔ جب دونوں کا یہ اختلاف بڑھا تو فیصلہ اس طرح قرار پایا کہ دونوں کچھ قربانی اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کریں۔ جس کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی اس کا دعویٰ برحق سمجھا جائے گا۔ چنانچہ دونوں نے قربانی پیش کی۔ روایات میں ہے کہ ہابیل نے ایک دُنبہ قربان کیا، اور قابیل نے کچھ زرعی پیداوار پیش کی۔ اس وقت قربانی کے قبول ہونے کی علامت یہ تھی کہ آسمان سے ایک آگ آکر قربانی کو کھالیتی تھی۔ ہابیل کی قربانی کو آگ نے کھالیا، اور اس طرح اس کی قربانی واضح طور پر قبول ہوگئی، اور قابیل کی قربانی وہیں پڑی رہ گئی جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ قبول نہیں ہوئی۔ اس پر بجائے اس کے کہ قابیل حق کو قبول کرلیتا، حسد میں مبتلا ہوکر اپنے بھائی کو قتل کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔

(٢٢) اگرچہ اپنے دفاع کا اگر کوئی اور راستہ نہ ہو تو حملہ آور کو قتل کرنا جائز ہے، لیکن ہابیل نے احتیاط پر عمل کرتے ہوئے اپنا یہ حق استعمال کرنے سے گریز کیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے بچاؤ کا اور ہر طریقہ اختیار کروں گا، مگر تمہیں قتل کرنے کا اقدام نہیں کروں گا۔ ساتھ ہی اسے یہ جتلا دیا کہ اگر تم نے قتل کا ارتکاب کیا تو مظلوم ہونے کی بنا پر میرے گناہوں کی تو معافی کی اُمید ہے، مگر تم پر نہ صرف اپنے گناہوں کا بوجھ ہوگا، بلکہ میرے قتل کرنے کی وجہ سے کچھ میرے گناہ بھی تم پر لد جائیں تو بعید نہیں، کیونکہ آخرت میں مظلوم کا حق ظالم سے دِلوانے کا ایک طریقہ احادیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں، اور اگر نیکیاں کافی نہ ہوں تو مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر امام رازی)

(٢٣) یہ چونکہ کسی کے مرنے کا پہلا واقعہ تھا جو قابیل نے دیکھا اس لئے اسے مُردوں کو دفن کرنے کا طریقہ معلوم نہیں تھا۔

معانقة

الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِيْ ۚ فَأَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿٣١﴾ مِنْ أَجْلِ

اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا۔" اس طرح بعد میں وہ بڑا شرمندہ ہوا (٣١) اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کو

ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ أَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ

یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ جو کوئی کسی کو قتل کرے، جبکہ یہ قتل نہ کسی اور جان کا بدلہ لینے کے لئے ہو اور نہ کسی کے زمین میں

فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَآ

فساد پھیلانے کی وجہ سے ہو، تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کو قتل کردیا،(٢٥) اور جو شخص کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے

أَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۫ ثُمَّ إِنَّ كَثِيْرًا

جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر ان کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے،

مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿٣٢﴾ إِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ

مگر اس کے بعد بھی ان میں سے بہت سے لوگ زمین میں زیادتیاں ہی کرتے رہے ہیں (٣٢) جو لوگ اللہ اور اس کے

يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُّقَتَّلُوْٓا أَوْ

رسول سے لڑائی کرتے اور زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں، ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کردیا جائے،

يُصَلَّبُوْٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيْهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ

یا سولی پر چڑھادیا جائے، یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں،(٢٦) یا انہیں

اللہ تعالیٰ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کھود کر کسی مردہ کوے کو دفن کر رہا تھا۔ اسے دیکھ کر قابیل کو نہ صرف دفن کرنے کا طریقہ معلوم ہوا بلکہ پشیمانی بھی ہوئی۔

(٢٥) مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کے خلاف قتل کا یہ جرم پوری انسانیت کے خلاف جرم ہے۔ کیونکہ کوئی شخص قتلِ ناحق کا ارتکاب اسی وقت کرتا ہے جب اس کے دِل سے انسان کی حرمت کا احساس مٹ جائے۔ ایسی صورت میں اگر اس کے مفاد یا سرشت کا تقاضا ہوگا تو وہ کسی اور کو بھی قتل کرنے سے دریغ نہیں کرے گا، اور اس طرح پوری انسانیت اس کی مجرمانہ ذہنیت کی زد میں رہے گی۔ نیز جب اس ذہنیت کا چلن عام ہوجائے تو تمام انسان غیر محفوظ ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا قتلِ ناحق کا ارتکاب چاہے کسی کے خلاف کیا گیا ہو، تمام انسانوں کو یہ سمجھنا چاہئے کہ یہ جرم ہم سب کے خلاف کیا گیا ہے۔

(٢٦) پیچھے جہاں انسانی جان کی حرمت کا ذکر تھا وہاں یہ اشارہ بھی دیا گیا تھا کہ جو لوگ زمین میں فساد مچاتے ہیں ان کی جان کو یہ حرمت حاصل نہیں ہے۔ اب ان کی مفصل سزا بیان کی جارہی ہے۔ مفسرین اور فقہاء کا اس بات پر تقریباً اتفاق ہے کہ اس آیت میں ان لوگوں سے مراد وہ ڈاکو ہیں جو اسلحے کے زور پر لوگوں کو لوٹتے ہیں۔ ان کے بارے میں جو یہ کہا گیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ان کے قوانین کی بے حرمتی کرتے ہیں، اور ان کا لوگوں سے لڑنا گویا اللہ اور اس کے رسول سے لڑنا ہے۔ ان لوگوں کے لئے اس آیت میں چار سزائیں بیان کی گئی ہیں۔ ان سزاؤں کی تشریح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے

الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ
زمین سے دُور کردیا جائے۔(٢٧) یہ تو دُنیا میں ان کی رُسوائی ہے، اور آخرت میں ان کے لئے
عَظِیْمٌ ۝ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا
زبردست عذاب ہے ۝ ہاں وہ لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جو تمہارے اُن کو قابو میں لانے سے پہلے ہی توبہ کرلیں۔(٢٨) ایسی صورت میں یہ جان رکھو
اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا ع
کہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ ۝ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور اس تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو،(٢٩) اور اس کے راستے
اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ
میں جہاد کرو۔(٣٠) اُمید ہے کہ تمہیں فلاح حاصل ہوگی۔ ۝ یقین رکھو کہ جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، اگر زمین میں

یہ فرمائی ہے کہ اگر ان لوگوں نے کسی کو قتل کیا ہو، مگر مال لوٹنے کی نوبت نہ آئی ہو تو انہیں قتل کیا جائے گا، مگر یہ قتل کرنا حدِ شرعی کے طور پر ہوگا، قصاص کے طور پر نہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر مقتول کے وارث معاف بھی کرنا چاہیں تو ان کی معافی نہیں ہوگی۔ اور اگر ڈاکوؤں نے کسی کو قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو تو انہیں سولی پر لٹکا کر ہلاک کیا جائے گا، اور اگر مال لوٹا ہو اور کسی کو قتل نہ کیا ہو تو ان کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا۔ اور اگر انہوں نے لوگوں کو صرف ڈرایا دھمکایا ہو، نہ مال لوٹنے کی نوبت آئی ہو، نہ کسی کو قتل کرنے کی تو چوتھی سزا دی جائے گی جس کی تشریح اگلے حاشیے میں آرہی ہے۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرآنِ کریم نے ان جرائم کی سزائیں اُصولی طور پر بیان فرمائی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں تفصیل بیان فرمائی ہے کہ ان سخت سزاؤں پر عمل درآمد کے لئے کیا شرائط ہیں۔ فقہ کی کتابوں میں یہ ساری تفصیل آئی ہے۔ یہ شرائط اتنی کڑی ہیں کہ کسی مقدمے میں ان کا پورا ہونا آسان نہیں، کیونکہ مقصد ہی یہ ہے کہ یہ سزائیں کم سے کم جاری ہوں، مگر جب جاری ہوں تو دوسرے مجرموں کے لئے سامانِ عبرت بن جائیں۔

(٢٧) یہ قرآنی الفاظ کا لفظی ترجمہ ہے۔ اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے "زمین سے دُور کرنے" کی تشریح یہ کی ہے کہ انہیں قید خانے میں بند کردیا جائے گا۔ یہ تشریح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف بھی منسوب ہے۔ دوسرے فقہاء نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ انہیں جلاوطن کردیا جائے گا۔

(٢٨) مطلب یہ ہے کہ اگر وہ گرفتار ہونے سے پہلے ہی توبہ کرلیں اور اپنے آپ کو حکام کے حوالے کردیں تو ان کی مذکورہ سزائیں معاف ہوجائیں گی۔ البتہ چونکہ بندوں کے حقوق صرف توبہ سے معاف نہیں ہوتے، اس لئے اگر انہوں نے مال لوٹا ہے تو وہ مالک کو لوٹانا ہوگا، اور اگر کسی کو قتل کیا ہے تو اس کے وارثوں کو حق ملے گا کہ وہ ان کو قصاص کے طور پر قتل کرنے کا مطالبہ کریں۔ ہاں اگر وہ بھی معاف کردیں یا قصاص کے بدلے خون بہا لینے پر راضی ہوجائیں تو ان کی جان بخشی ہوسکتی ہے۔

(٢٩) "وسیلہ" سے یہاں مراد ہر وہ نیک عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ بن سکے، اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے نیک اعمال کو وسیلہ بناؤ۔

(٣٠) "جہاد" کے لفظی معنیٰ کوشش اور محنت کرنے کے ہیں۔ قرآنی اصطلاح میں اس کے معنیٰ عام طور سے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کے لئے دُشمنوں سے لڑنے کے آتے ہیں، لیکن بعض مرتبہ دِین پر عمل کرنے کے لئے ہر قسم کی کوشش کو بھی "جہاد" کہا

كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ

جتنی چیزیں ہیں وہ سب ان کے پاس ہوں، اور اتنی ہی اور بھی ہوں، تاکہ وہ قیامت کے دن کے عذاب سے بچنے کے لئے

عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۳۶) يُرِيْدُوْنَ

وہ سب فدیہ میں پیش کردیں، تب بھی ان کی یہ پیشکش قبول نہیں کی جائے گی، اور ان کو دردناک عذاب ہوگا (۳۶) وہ چاہیں گے

اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۡ وَ لَهُمْ عَذَابٌ

کہ آگ سے نکل جائیں، حالانکہ وہ اس سے نکلنے والے نہیں ہیں، اور ان کو ایسا عذاب ہوگا جو

مُّقِيْمٌ (۳۷) وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا

قائم رہے گا (۳۷) اور جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے، دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، تاکہ ان کو اپنے کئے کا بدلہ ملے، اور اللہ کی طرف

كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (۳۸) فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ

سے عبرتناک سزا ہو۔ اور اللہ صاحبِ اقتدار بھی ہے، صاحبِ حکمت بھی (۳۸) پھر جو شخص اپنی ظالمانہ کارروائی سے توبہ کرلے، اور معاملات

وَ اَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (۳۹) اَلَمْ تَعْلَمْ

درست کرلے، تو اللہ اس کی توبہ قبول کرلے گا۔[۳۱] بیشک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے (۳۹) کیا تم نہیں جانتے

اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَغْفِرُ

کہ آسمانوں اور زمین کی حکمرانی صرف اللہ کے پاس ہے؟ وہ جس کو چاہے عذاب دے، اور جس کو چاہے بخش دے،

لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۴۰) يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ

اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (۴۰) اے پیغمبر! جو لوگ کفر میں بڑی تیزی دکھا رہے ہیں، وہ تمہیں غم میں

الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ

مبتلا نہ کریں،[۳۲] یعنی ایک تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے زبان سے تو کہہ دیا ہے کہ ہم ایمان لے آئے ہیں، مگر ان کے

جاتا ہے۔ یہاں دونوں معنیٰ مراد ہوسکتے ہیں۔

(۳۱) ڈاکے کی سزا میں بھی اُوپر توبہ کا ذکر آیا تھا، مگر وہاں توبہ کا اثر یہ تھا کہ گرفتاری سے پہلے توبہ کرلینے سے حد کی سزا معاف ہوجاتی تھی۔ یہاں اس قسم کے الفاظ نہیں ہیں۔ لہٰذا اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تشریح کے مطابق چور کی سزا توبہ سے معاف نہیں ہوتی، چاہے وہ گرفتاری سے پہلے توبہ کرلے۔ یہاں صرف یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اس توبہ کا اثر آخرت میں جاری ہوگا کہ اس کا گناہ معاف کردیا جائے گا۔ اس کے لئے بھی آیت میں دو شرطیں بیان کی گئی ہیں، ایک یہ کہ وہ دِل سے شرمندہ ہوکر توبہ کرے، اور دوسرے یہ کہ اپنے معاملات درست کرلے۔ اس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جن جن کا سامان چرایا تھا، ان کو وہ سامان واپس کرے، اِلّا یہ کہ وہ معاف کردیں۔

(۳۲) یہاں سے آیت نمبر ۵۰ تک کی آیتیں کچھ خاص واقعات کے پس منظر میں نازل ہوئی ہیں جن میں کچھ یہودیوں نے

تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ مع

دِل ایمان نہیں لائے، اور دوسرے وہ لوگ ہیں جنہوں نے (کھلے بندوں) یہودیت کا دِین اختیار کرلیا ہے۔ یہ لوگ جھوٹی باتیں کان لگا لگا کر

لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ۭ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ

سننے والے ہیں،(۳۳) (اور تمہاری باتیں) ان لوگوں کی خاطر سنتے ہیں جو تمہارے پاس نہیں آئے،(۳۴) جو (اللہ کی کتاب کے) الفاظ کا موقع محل طے

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ۭ وَ

ہوجانے کے بعد بھی ان میں تحریف کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ حکم دیا جائے تو اس کو قبول کرلینا، اور اگر یہ حکم نہ دیا جائے تو بچ کر رہنا۔

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَمْ

اور جس شخص کو اللہ فتنے میں ڈالنے کا ارادہ کرلے تو اسے اللہ سے بچانے کے لئے تمہارا کوئی زور ہرگز نہیں چل سکتا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ (ان کی

اپنے کچھ جھگڑے اس اُمید پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لانے کا ارادہ کیا تھا کہ آپ ان کا فیصلہ ان کی خواہش کے مطابق کریں گے۔ ان میں سے ایک واقعہ تو یہ تھا کہ خیبر کے دو شادی شدہ یہودی مرد وعورت نے زنا کرلیا تھا جس کی سزا خود تورات میں یہ مقرر تھی کہ ایسے مرد وعورت کو سنگسار کر کے ہلاک کیا جائے۔ یہ سزا موجودہ تورات میں بھی موجود ہے (دیکھئے: استثناء ۲۲: ۲۳ و ۲۴)۔ لیکن یہودیوں نے اس کو چھوڑ کر کوڑوں اور منہ کالا کرنے کی سزا مقرر کر رکھی تھی۔ شاید وہ یہ چاہتے تھے کہ اس سزا میں بھی کمی ہوجائے، اس لئے انہوں نے یہ سوچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں بہت سے اَحکام تورات کے اَحکام کے مقابلے میں نرم ہیں، اس لئے اگر آپ سے فیصلہ کرایا جائے تو شاید آپ کوئی نرم فیصلہ کریں۔ اس غرض کے لئے خیبر کے یہودیوں نے مدینہ منوّرہ میں رہنے والے کچھ یہودیوں کو جن میں سے کچھ منافق بھی تھے ان مجرموں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، مگر ساتھ ہی انہیں یہ تاکید کی کہ اگر آپ سنگساری کے سوا کوئی اور فیصلہ کریں تو اسے قبول کرلینا، اور اگر سنگساری کا فیصلہ کریں تو قبول مت کرنا۔ چنانچہ یہ لوگ آپ کے پاس آئے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بتادیا گیا تھا کہ اس کی سزا سنگساری ہے جسے سن کر وہ بوکھلا گئے۔ آپ نے انہی سے پوچھا کہ تورات میں اس کی سزا کیا ہے؟ شروع میں انہوں نے چھپانے کی کوشش کی، مگر آخر میں جب آپ نے ان کے ایک بڑے عالم ابنِ صوریا کو قسم دی اور حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے جو پہلے خود یہودی عالم تھے، ان کا پول کھول دیا تو وہ مجبور ہوگیا اور اس نے تورات کی وہ آیت پڑھ دی جس میں زنا کی سزا سنگساری بیان کی گئی تھی۔ اور یہ بھی بتایا کہ تورات کا حکم تو یہی تھا، مگر ہم میں سے غریب لوگ یہ جرم کرتے تو یہ سزا ان پر جاری کی جاتی تھی، اور کوئی مال دار یا باعزت گھرانے کا آدمی یہ جرم کرتا تو اسے کوڑوں وغیرہ کی سزا دے دیا کرتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ سبھی کے لئے سنگساری کی سزا کو چھوڑ دیا گیا۔ اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ بھی پیش آیا تھا جس کی تفصیل نیچے آیت نمبر ۴۵ کے حاشیے میں آرہی ہے۔

(۳۳) یعنی یہودیوں کے پیشوا جو جھوٹی بات تورات کی طرف منسوب کر کے بیان کردیتے ہیں، اور وہ ان کی خواہشات کے مطابق ہوتی ہے تو یہ اسے بڑے شوق سے سنتے اور اس پر یقین کرلیتے ہیں، چاہے وہ تورات کے صاف اور صریح اَحکام کے خلاف ہو اور یہ لوگ جانتے ہوں کہ ان کے پیشواؤں نے رشوت لے کر یہ بات بیان کی ہے۔

(۳۴) اس سے ان یہودیوں کی طرف اشارہ ہے جو خود تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں آئے، لیکن ان یہودیوں اور منافقوں کو آپ کے پاس بھیج دیا۔ جو لوگ آئے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات اس لئے سننے آئے تھے کہ آپ کا

يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ۭ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ښ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ

نافرمانی کی وجہ سے) اللہ نے ان کے دلوں کو پاک کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔(۳۵) ان کے لئے دُنیا میں رُسوائی ہے، اور انہی کے لئے آخرت میں

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ

زبردست عذاب ہے ۝۴۱ یہ کان لگا لگا کر جھوٹی باتیں سننے والے، جی بھر بھر کر حرام کھانے والے ہیں۔(۳۶) چنانچہ اگر یہ تمہارے

فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ

پاس آئیں تو چاہے ان کے درمیان فیصلہ کردو، اور چاہے ان سے منہ موڑلو۔(۳۷) اگر تم ان سے منہ موڑلو گے تو یہ تمہیں

شَيْـــًٔا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور اگر فیصلہ کرنا ہو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں سے

الْمُقْسِطِيْنَ ۝ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ

محبت کرتا ہے۔ ۝۴۲ اور یہ کیسے تم سے فیصلہ لینا چاہتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات موجود ہے جس میں اللہ کا فیصلہ درج ہے؟

يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ۧ اِنَّآ اَنْزَلْنَا ع ۱۰

پھر اس کے بعد (فیصلے سے) منہ بھی پھیر لیتے ہیں۔(۳۸) دراصل یہ ایمان والے نہیں ہیں۔ ۝۴۳ بیشک ہم نے

التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا

تورات نازل کی تھی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا۔ تمام نبی جو اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار تھے، اسی کے مطابق یہودیوں کے معاملات کا فیصلہ کرتے

موقف سننے کے بعد ان لوگوں کو مطلع کریں جنہوں نے ان کو بھیجا تھا۔

(۳۵) چونکہ یہ دُنیا آزمائش ہی کے لئے بنائی گئی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کو زبردستی راہِ راست پر لا کر اس کے دِل کو پاک نہیں کرتا جو ضد پر اَڑا ہوا ہو۔ یہ پاکیزگی انہی کو عطا ہوتی ہے جو حق کی طلب رکھتے ہوں، اور خلوص کے ساتھ اسے قبول کریں۔

(۳۶) یہاں حرام سے مراد وہ رشوت ہے جس کی خاطر یہودی پیشوا تورات کے اَحکام میں تبدیلیاں کردیتے تھے۔

(۳۷) جو یہودی فیصلہ کرانے آئے تھے ان سے جنگ بندی کا معاہدہ تو تھا، مگر وہ باقاعدہ اسلامی حکومت کے شہری نہیں تھے۔ اس لئے آپ کو یہ اختیار دیا گیا کہ چاہیں تو ان کا فیصلہ کردیں اور چاہیں تو انکار فرمادیں۔ ورنہ جو غیر مسلم اسلامی حکومت کے باقاعدہ شہری بن جائیں، ملک کے عام قوانین میں ان کا فیصلہ بھی اسلامی شریعت کے مطابق ہی کرنا ضروری ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ البتہ ان کے خاص مذہبی قوانین جو نکاح، طلاق اور وراثت وغیرہ سے متعلق ہیں، ان میں انہی کے مذہب کے مطابق فیصلہ انہی کے ججوں کے ذریعے کروایا جاتا ہے۔

(۳۸) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ تورات کے اَحکام سے منہ موڑ لیتے ہیں، اور یہ بھی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلے کی خود درخواست کرنے کے باوجود جب آپ فیصلہ سناتے ہیں تو اس سے منہ موڑ لیتے ہیں۔

لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ

تھے، اور تمام اللہ والے اور علماء بھی (اسی پر عمل کرتے رہے) کیونکہ ان کو اللہ کی کتاب کا محافظ بنایا گیا تھا،

وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا

اور وہ اس کے گواہ تھے۔ لہٰذا (اے یہودیو!) تم لوگوں سے نہ ڈرو، اور مجھ سے ڈرو، اور تھوڑی سی قیمت لینے کی

بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

خاطر میری آیتوں کا سودا نہ کیا کرو۔ اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ

الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ

لوگ کافر ہیں ۝ اور ہم نے اس (تورات) میں ان کے لئے یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے

بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ

آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت۔ اور زخموں کا بھی (اسی طرح) بدلہ لیا جائے۔

وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ۭ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ۭ وَمَنْ لَّمْ

ہاں جو شخص اس (بدلے) کو معاف کردے تو یہ اس کے لئے گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا۔ اور جو لوگ اللہ کے

يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓي اٰثَارِهِمْ

نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ لوگ ظالم ہیں۔(۳۹) ۝ اور ہم نے ان (پیغمبروں) کے بعد

---

(۳۹) دوسرا واقعہ ان آیات کے پس منظر میں یہ ہے کہ مدینہ منورہ میں یہودیوں کے دو قبیلے آباد تھے، ایک بنوقریظہ اور دوسرے بنونضیر۔ بنونضیر کے لوگ مال دار تھے، اور بنوقریظہ کے لوگ مالی اعتبار سے ان کے مقابلے میں کمزور تھے۔ اگرچہ دونوں یہودی تھے، مگر بنونضیر نے ان کی کمزوری سے فائدہ اُٹھا کر ان سے یہ ظالمانہ اُصول طے کرالیا تھا کہ اگر بنونضیر کا کوئی آدمی بنوقریظہ کے کسی شخص کو قتل کرے گا تو قاتل سے جان کے بدلے جان کے اُصول پر قصاص نہیں لیا جائے گا، بلکہ وہ خوں بہا کے طور پر ستر وسق کھجوریں دے گا (وسق ایک پیمانہ تھا جو تقریباً پانچ من دس سیر کا ہوتا تھا)، اور اگر بنوقریظہ کا کوئی آدمی بنونضیر کے کسی شخص کو قتل کرے گا تو نہ صرف یہ کہ قاتل کو قصاص میں قتل کیا جائے گا، بلکہ اس سے خوں بہا بھی لیا جائے گا، اور وہ بھی دُگنا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو ایک واقعہ ایسا پیش آیا کہ بنوقریظہ کے کسی شخص نے بنونضیر کے ایک آدمی کو قتل کردیا۔ بنونضیر نے جب اپنی سابق قرارداد کے مطابق قصاص اور خوں بہا دونوں کا مطالبہ کیا تو بنوقریظہ کے لوگوں نے اسے انصاف کے خلاف قرار دیا اور تجویز پیش کی کہ فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرایا جائے، کیونکہ اتنا وہ بھی جانتے تھے کہ آپ کا دِین انصاف کا دِین ہے۔ جب بنوقریظہ کے لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو بنونضیر نے کچھ منافقین کو مقرر کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر رسمی طور پر آپ کا عندیہ معلوم کریں، اور اگر آپ کا عندیہ بنونضیر کے حق میں ہو تو فیصلہ ان سے کرائیں، ورنہ ان سے فیصلہ نہ لیں۔ اس پس منظر میں یہ آیت بتارہی ہے کہ تورات نے تو واضح طور پر فیصلہ دیا ہوا ہے کہ جان کے بدلے جان لینی ہے، اور اس لحاظ سے بنونضیر کا مطالبہ سراسر ظالمانہ اور تورات کے خلاف ہے۔

بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ

عیسیٰ ابن مریم کو اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والا بناکر بھیجا، اور ہم نے ان کو

الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

انجیل عطا کی جس میں ہدایت تھی اور نور تھا، اور جو اپنے سے پہلی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والی اور متقیوں کے لئے

وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

سراپا ہدایت ونصیحت بن کر آئی تھی (۴۶) اور انجیل والوں کو چاہئے کہ اللہ نے اس میں جو کچھ نازل کیا ہے، اس کے مطابق فیصلہ کریں،

فِيْهِ ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ

اور جو لوگ اللہ کے نازل کئے ہوئے حکم کے مطابق فیصلہ نہ کریں، وہ لوگ فاسق ہیں (۴۷) اور (اے رسول محمد! صلی اللہ علیہ وسلم)

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ

ہم نے تم پر بھی حق پر مشتمل کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کی نگہبان ہے۔

مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ عَمَّا

لہٰذا ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے، اور جو حق بات تمہارے پاس آگئی ہے

جَاۗءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۭ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ

اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو۔ تم میں سے ہر ایک (اُمت) کے لئے ہم نے ایک (الگ) شریعت اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ (۴۰) اور

لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا

اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک اُمت بنا دیتا، لیکن (الگ شریعتیں اس لئے دیں) تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے۔ لہٰذا

---

(۴۰) یہودی اور عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرنے سے جو انکار کرتے تھے اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اسلام میں عبادت کے طریقے اور بعض دوسرے اَحکام حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی شریعت سے مختلف تھے، اور ان لوگوں کو ان نئے اَحکام پر عمل کرنا بھاری معلوم ہوتا تھا۔ اس آیت نے واضح فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت مختلف پیغمبروں کو الگ الگ شریعتیں عطا فرمائی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ تو ہے ہی کہ ہر زمانے کے تقاضے الگ ہوتے ہیں، لیکن ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ عبادت کا کوئی ایک طریقہ یا کوئی ایک قانون اپنی ذات میں کوئی تقدس نہیں رکھتا، اس میں جو کچھ تقدس پیدا ہوتا ہے وہ اللہ کے حکم سے پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا جس زمانے میں اللہ تعالیٰ جو حکم دے دیں وہی اس زمانے میں تقدس کا حامل ہے۔ اب ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ ایک طریقے کے عادی ہو جاتے ہیں، وہ اسی کو ذاتی طور پر مقدس سمجھ بیٹھتے ہیں، اور جب کوئی نیا پیغمبر نئی شریعت لے کر آتا ہے تو ان کا امتحان ہوتا ہے کہ وہ پرانے طریقے کو ذاتی طور پر مقدس سمجھ کر نئے طریقے کا انکار کر بیٹھتے ہیں یا اللہ کے حکم کو اصل تقدس کا حامل سمجھ کر نئے حکم کو دل وجان سے تسلیم کرتے ہیں۔ آگے جو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ''لیکن (تمہیں الگ شریعتیں اس لئے دیں) تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمائے'' اس کا یہی مطلب ہے۔

الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ
نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اُس وقت وہ تمہیں وہ باتیں بتائے گا جن
تَخْتَلِفُوْنَ ۝۴۸ۙ وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ
میں تم اختلاف کیا کرتے تھے (۴۸) اور (ہم حکم دیتے ہیں) کہ تم ان لوگوں کے درمیان اسی حکم کے مطابق فیصلہ کرو جو اللہ نے نازل کیا ہے(۴۱) اور
وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا
ان کی خواہشات کی پیروی نہ کرو، اور ان کی اس بات سے بچ کر رہو کہ وہ تمہیں فتنے میں ڈال کر کسی ایسے حکم سے ہٹا دیں جو اللہ نے تم پر نازل کیا
فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ
ہو۔ اس پر اگر وہ منہ موڑیں تو جان رکھو کہ اللہ نے ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ان کو مصیبت میں مبتلا کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے(۴۲)۔ اور ان
النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝۴۹ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ
لوگوں میں سے بہت سے فاسق ہیں (۴۹) بھلا کیا یہ جاہلیت کا فیصلہ حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ یقین رکھتے ہوں ان کے لئے اللہ سے
حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝۵۰ۧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ ع ۱۱
اچھا فیصلہ کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟ (۵۰) اے ایمان والو! یہودیوں اور نصرانیوں کو یار و مددگار نہ بناؤ(۴۳)۔ یہ خود ہی ایک دوسرے
وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۗءَ ڤ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ وقف لازم وقف غفران
کے یار و مددگار ہیں۔ اور تم میں سے جو شخص ان کی دوستی کا دم بھرے گا تو پھر وہ انہی میں سے ہوگا۔
مِنْهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۵۱ فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ
یقیناً اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۵۱) چنانچہ جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) روگ ہے، تم انہیں دیکھتے ہو

(۴۱) یہ حکم اس صورت میں ہے جب غیر مسلم لوگ اسلامی حکومت کے باقاعدہ شہری بن جائیں جن کو فقہی اصطلاح میں "ذمی" کہا جاتا ہے، یا اس صورت میں جب وہ اپنی رضامندی سے اپنا فیصلہ مسلمان قاضی سے کروانا چاہیں۔ ایسی صورت میں مسلمان قاضی عام ملکی قوانین میں فیصلہ اسلامی شریعت کے مطابق کرے گا۔ البتہ ان کے خالص مذہبی معاملات مثلاً عبادات، نکاح، طلاق اور وراثت میں انہیں اپنے مذہب کے مطابق فیصلہ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ مگر یہ فیصلہ انہی کے افراد کریں گے۔

(۴۲) "بعض گناہ" اس لئے فرمایا کہ تمام گناہوں کی سزا تو آخرت میں ملنی ہے۔ البتہ اللہ اور رسول کے فیصلے سے منہ موڑنے کی سزا ان کو دُنیا میں بھی ملنے والی ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ان کی عہد شکنی اور سازشوں کے نتیجے میں ان کو جلاوطنی اور قتل کی سزائیں دُنیا ہی میں مل گئیں۔

(۴۳) اس آیت کی تشریح اور غیر مسلموں سے تعلقات کی حدود کی تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ آل عمران (۳:۲۸) کا حاشیہ۔

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا

کہ وہ لپک لپک کر اُن میں گھستے ہیں، کہتے ہیں: "ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر کوئی مصیبت کا چکر آپڑے گا"(۴۴) (لیکن)

دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِىَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى

کچھ بعید نہیں کہ اللہ (مسلمانوں کو) فتح عطا فرمائے یا اپنی طرف سے کوئی اور بات ظاہر کردے،(۴۵) اور اُس وقت یہ لوگ

مَآ اَسَرُّوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ؕ ﴿۵۲﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ

اُس بات پر پچھتائیں جو انہوں نے اپنے دِلوں میں چھپا رکھی تھی۔ ﴿۵۲﴾ اور (اس وقت) ایمان والے (ایک دوسرے سے)

الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ

کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے بڑے زور و شور سے اللہ کی قسمیں کھائی تھیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں۔

اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ

ان کے اعمال غارت ہوگئے، اور وہ نامراد ہوکر رہے ﴿۵۳﴾ اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دِین سے پھر جائے گا تو اللہ ایسے لوگ پیدا

عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى

کردے گا جن سے وہ محبت کرتا ہوگا، اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے، جو مؤمنوں کے لئے نرم اور

الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا

کافروں کے لئے سخت ہوں گے، اللہ کے راستے میں جہاد کریں گے، اور کسی ملامت کرنے والے کی

يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ

ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو وہ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور اللہ بڑی وسعت والا،

وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ

بڑے علم والا ہے ﴿۵۴﴾ (مسلمانو!) تمہارے یار و مددگار تو اللہ، اس کے رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو اس طرح

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ

نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں کہ وہ (دِل سے) اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہوتے ہیں ﴿۵۵﴾ اور جو اللہ اور اس کے رسول کو اور ایمان

---

(۴۴) یہ منافقین کا ذکر ہے جو یہود و نصاریٰ سے ہر وقت گھلے ملے رہتے اور ان کی سازشوں میں شریک رہتے تھے، اور جب اُن پر اعتراض ہوتا تو وہ جواب دیتے کہ اگر ہم ان سے تعلقات نہ رکھیں گے تو ان کی طرف سے ہمیں تنگ کیا جائے گا اور ہم کسی مصیبت میں گرفتار ہوسکتے ہیں۔ اور ان کے دِل میں یہ نیت ہوتی تھی کہ کسی وقت مسلمان ان کے ہاتھوں مغلوب ہوجائیں گے تو ہمیں بالآخر انہی سے واسطہ پڑے گا۔

(۴۵) "کوئی اور بات ظاہر کرنے" سے مراد غالباً یہ ہے کہ ان کے پول وحی کے ذریعے کھول دیئے جائیں اور ان کی رُسوائی ہو۔

وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ يٰۤاَيُّهَا ع ١٢

والوں کو دوست بنائے تو (وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہوجاتا ہے اور) اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔ ﴿٥٦﴾ اے ایمان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ

والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان میں سے ایسے لوگوں کو جنہوں نے تمہارے دین کو مذاق

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ

اور کھیل بنا رکھا ہے اور کافروں کو یارومددگار نہ بناؤ، اور اگر تم واقعی صاحبِ ایمان ہو تو

كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ

اللہ سے ڈرتے رہو ﴿٥٧﴾ اور جب تم نماز کے لئے (لوگوں کو) پکارتے ہو تو وہ اس (پکار) کو مذاق اور کھیل کا نشانہ بناتے ہیں۔

لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿٥٨﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ

یہ سب (حرکتیں) اس وجہ سے ہیں کہ ان لوگوں کو عقل نہیں ہے۔ ﴿٥٨﴾ تم (ان سے) کہو کہ: ”اے اہلِ کتاب! تمہیں اس کے

مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ

سوا ہماری کونسی بات بُری لگتی ہے کہ ہم اللہ پر اور جو کلام ہم پر اُتارا گیا اُس پر اور جو پہلے اُتارا گیا تھا اُس پر ایمان لے آئے ہیں،

اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ

جبکہ تم میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں؟“ ﴿٥٩﴾ (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: ”کیا میں تمہیں بتاؤں کہ (جس بات کو تم برا سمجھ رہے ہو) اللہ کے نزدیک اس سے

اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ

زیادہ برے انجام والے کون ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے پھٹکار ڈالی، جن پر اپنا غضب نازل کیا، جن میں سے لوگوں کو بندر اور سوٗر بنایا،

وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿٦٠﴾ وَ

اور جنہوں نے شیطان کی پرستش کی! وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا بھی بدترین ہے اور وہ سیدھے راستے سے بھی بہت بھٹکے ہوئے ہیں۔“ ﴿٦٠﴾ اور

اِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَ

جب یہ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ”ہم ایمان لے آئے ہیں“ حالانکہ یہ کفر لے کر ہی آئے تھے، اور اسی کفر کو لے کر باہر نکلے ہیں۔

اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِي

اور اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ کیا کچھ چھپاتے رہے ہیں ﴿٦١﴾ اور ان میں سے بہت سوں کو تم دیکھو گے کہ وہ گناہ، ظلم

الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْ

اور حرام خوری میں لپک لپک کر آگے بڑھتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جو حرکتیں یہ کرتے ہیں وہ نہایت بُری ہیں ﴿٦٢﴾ ان کے

لَا يَنْهٰهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ

مشائخ اور علماء ان کو گناہ کی باتیں کہنے اور حرام کھانے سے آخر کیوں منع نہیں کرتے؟ حقیقت یہ ہے کہ ان کا

السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ

یہ طرزِ عمل نہایت برا ہے۔ ﴿٦٣﴾ اور یہودی کہتے ہیں کہ "اللہ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں"(٤٦) ہاتھ تو خود ان کے

مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ

بندھے ہوئے ہیں، اور جو بات انہوں نے کہی ہے اس کی وجہ سے ان پر لعنت الگ پڑی ہے، ورنہ اللہ کے

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

دونوں ہاتھ پوری طرح کشادہ ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔ اور (اے پیغمبر!) جو وحی تم پر نازل

طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ؕ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ

کی گئی ہے وہ ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر میں مزید اضافہ کرکے رہے گی، اور ہم نے ان کے درمیان

الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَيَسْعَوْنَ فِي

قیامت کے دن تک کے لئے عداوت اور بغض پیدا کردیا ہے۔ جب کبھی یہ جنگ کی آگ بھڑکاتے ہیں، اللہ اس کو بجھا دیتا ہے،(٤٧)

الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ

اور یہ زمین میں فساد مچاتے پھرتے ہیں، جبکہ اللہ فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿٦٤﴾ اور اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار

اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾

کرتے تو ہم ضرور ان کی برائیاں معاف کردیتے، اور انہیں ضرور آرام و راحت کے باغات میں داخل کرتے ﴿٦٥﴾ اور اگر وہ تورات اور

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ

انجیل اور جو کتاب (اب) ان کے پاس ان کے ربّ کی طرف سے بھیجی گئی ہے اس کی ٹھیک ٹھیک پابندی کرتے تو وہ اپنے اُوپر اور اپنے پاؤں کے

لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ

نیچے ہر طرف سے (اللہ کا رزق) کھاتے۔ (اگرچہ) ان میں ایک جماعت راہِ راست پر چلنے والی بھی ہے، مگر ان میں سے بہت سے لوگ ایسے ہیں

---

(٤٦) جب مدینہ منوّرہ کے یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو تنبیہ کے طور پر کچھ عرصے کے لئے معاشی تنگی میں مبتلا کردیا۔ اس موقع پر بجائے اس کے کہ وہ ہوش میں آتے، ان کے بعض سرداروں نے گستاخانہ جملہ کہا۔ "ہاتھ کا بندھا ہونا" عربی میں بخل اور کنجوسی کے معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کا مطلب یہ تھا کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ بخل کا معاملہ کیا ہے۔ حالانکہ بخل کی صفت تو خود ان کی مشہور و معروف تھی، اس لئے فرمایا گیا کہ "ہاتھ تو خود ان کے بندھے ہوئے ہیں"۔

(٤٧) یہ یہودیوں کی ان سازشوں کی طرف اشارہ ہے جو وہ مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ مل کر کرتے رہتے تھے۔ اگرچہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ بندی کا معاہدہ کر رکھا تھا، لیکن در پردہ وہ اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ مسلمانوں پر کوئی حملہ ہو اور وہ اس میں شکست کھائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ ہر موقع پر ان کی سازش کو ناکام بنا دیتے تھے۔

مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝٦٦ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَ ع ١٠

ہیں کہ ان کے اعمال خراب ہیں (٦٦) اے رسول! جو کچھ تمہارے ربّ کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی تبلیغ کرو۔

اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ

اور اگر ایسا نہیں کروگے تو (اس کا مطلب یہ ہوگا کہ) تم نے اللہ کا پیغام نہیں پہنچایا۔ اور اللہ تمہیں لوگوں (کی سازشوں)

اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٦٧ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ

سے بچائے گا۔ یقین رکھو کہ اللہ کافر لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا (٦٧) کہہ دو کہ: "اے اہلِ کتاب! جب تک تم تورات

حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ

اور انجیل اور جو (کتاب) تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس (اب) بھیجی گئی ہے اس کی پوری پابندی نہیں

لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا

کروگے، تمہاری کوئی بنیاد نہیں ہوگی جس پر تم کھڑے ہوسکو۔" اور (اے رسول!) جو وحی تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے وہ

تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۝٦٨ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا

ان میں سے بہت سوں کی سرکشی اور کفر میں مزید اضافہ کرکے رہے گی، لہٰذا تم ان کافر لوگوں پر افسوس مت کرنا (٦٨) حق تو یہ ہے کہ جو لوگ بھی،

وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا

خواہ وہ مسلمان ہوں یا یہودی یا صابی یا نصرانی، اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئیں گے اور نیک عمل کریں گے ان کو نہ کوئی

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝٦٩ لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْۤ

خوف ہوگا، نہ وہ کسی غم میں مبتلا ہوں گے۔(٤٨) (٦٩) ہم نے بنو اسرائیل سے عہد لیا تھا، اور ان کے پاس رسول بھیجے تھے۔

اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا

جب کوئی رسول ان کے پاس کوئی ایسی بات لے کر آتا جس کو ان کا دل نہیں چاہتا تھا تو کچھ (رسولوں) کو

تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝٧٠ ق وَحَسِبُوْۤا اَلَّا

انہوں نے جھٹلایا اور کچھ کو قتل کرتے رہے (٧٠) اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ کوئی پکڑ نہیں ہوگی، اس لئے اندھے بہرے

تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ

بن گئے، پھر اللہ نے ان کی توبہ قبول کی تو ان میں سے بہت سے پھر اندھے بہرے بن گئے، اور

مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝٧١ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ

اللہ ان کے تمام اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔ (٧١) وہ لوگ یقیناً کافر ہوچکے ہیں جنہوں نے یہ کہا ہے کہ "اللہ

(٤٨) یہی مضمون سورۂ بقرہ کی آیت ٦٢ (٢:٦٢) میں گذرا ہے۔ اس کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے۔

الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ
مسیح ابن مریم ہی ہے" حالانکہ مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ "اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی
رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ
پروردگار۔ یقین جانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، اللہ نے اس کے لئے جنت حرام کردی ہے، اور اس کا
مَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا
ٹھکانا جہنم ہے، اور جو لوگ (یہ) ظلم کرتے ہیں، ان کو کسی قسم کے یار و مددگار میسر نہیں آئیں گے" ﴿٧٢﴾ وہ لوگ (بھی) یقیناً کافر ہو چکے ہیں
اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا وقف لازم
جنہوں نے یہ کہا ہے کہ: "اللہ تین میں کا تیسرا ہے"(٤٩) حالانکہ ایک خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ اور اگر یہ لوگ اپنی اس بات سے باز نہ آئے
عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ اَفَلَا
تو ان میں سے جن لوگوں نے (ایسے) کفر کا ارتکاب کیا ہے، ان کو دردناک عذاب پکڑ کر رہے گا ﴿٧٣﴾ کیا پھر بھی یہ لوگ معافی کے لئے اللہ کی
يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٧٤﴾ مَا الْمَسِيْحُ
طرف رُجوع نہیں کریں گے، اور اس سے مغفرت نہیں مانگیں گے؟ حالانکہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے! ﴿٧٤﴾ مسیح ابن مریم تو ایک رسول
ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ؕ كَانَا
تھے، اس سے زیادہ کچھ نہیں، ان سے پہلے (بھی) بہت سے رسول گذر چکے ہیں، اور ان کی ماں صدیقہ تھیں۔ یہ دونوں کھانا کھاتے تھے۔(٥٠) دیکھو! ہم ان

---

(٤٩) یہ عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث کی طرف اشارہ ہے۔ اس عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ خدا تین اقانیم (Persons) کا مجموعہ ہے، ایک باپ (یعنی اللہ)، ایک بیٹا (یعنی حضرت مسیح علیہ السلام) اور ایک روح القدس۔ اور بعض فرقے اس بات کے بھی قائل تھے کہ تیسری حضرت مریم علیہا السلام ہیں۔ اور ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تینوں مل کر ایک ہیں۔ یہ تینوں مل کر ایک کس طرح ہیں؟ اس معمے کا کوئی معقول جواب کسی کے پاس نہیں ہے، اس لئے ان کے متکلمین (Theologians) نے اس عقیدے کی مختلف تعبیریں اختیار کی ہیں۔ بعض نے تو یہ کہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام صرف خدا تھے، انسان نہیں تھے۔ آیت نمبر ٧٢ میں ان کے عقیدے کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ اور بعض لوگ یہ کہتے تھے کہ خدا جن تین اقانیم کا مجموعہ ہے، ان میں سے ایک باپ یعنی اللہ ہے، اور دوسرا بیٹا ہے جو اللہ ہی کی ایک صفت تھی جو انسانی وجود میں حلول کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں آ گئی تھی، لہٰذا وہ انسان بھی تھے، اور اپنی اصل کے اعتبار سے خدا بھی تھے۔ آیت نمبر ٧٣ میں اس عقیدے کی تردید کی گئی ہے۔ عیسائیوں کے ان عقائد کی تفصیل اور ان کی تردید کے لئے دیکھئے راقم الحروف کی کتاب "عیسائیت کیا ہے؟"۔

(٥٠) "صدیقہ" صدیق کا مؤنث کا صیغہ ہے۔ اس کے لفظی معنی ہیں "بہت سچا" یا "راست باز"۔ اِصطلاح میں صدیق عام طور سے ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی پیغمبر کا افضل ترین متبع ہوتا ہے، اور نبوّت کے بعد یہ سب سے اُونچا مرتبہ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور ان کی والدۂ ماجدہ حضرت مریم علیہا السلام دونوں کے بارے میں یہاں قرآنِ کریم نے یہ حقیقت جتلائی ہے کہ وہ

يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ
کے سامنے کس طرح کھول کھول کرنشانیاں واضح کررہے ہیں! پھر یہ بھی دیکھو کہ ان کو اوندھے منہ کہاں لے جایا جارہا ہے!(۵۱) ﴿۷۵﴾ (اے
اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ؕ وَ اللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ
پیغمبر! ان سے) کہو کہ: ''کیا تم اللہ کے سوا ایسی مخلوق کی عبادت کرتے ہو جو تمہیں نہ کوئی نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتی ہے، اور نہ فائدہ
الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَ لَا
پہنچانے کی،(۵۲) جبکہ اللہ ہر بات کو سننے والا، ہر چیز کو جاننے والا ہے؟'' ﴿۷۶﴾ (اور ان سے یہ بھی کہو کہ:) ''اے اہلِ کتاب! اپنے دِین میں ناحق
تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ
غلو نہ کرو،(۵۳) اور ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو جو پہلے خود بھی گمراہ ہوئے، بہت سے دوسروں کو بھی گمراہ کیا، اور سیدھے
سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ ع لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ ع ۱۰
راستے سے بھٹک گئے۔ ﴿۷۷﴾ بنو اسرائیل کے جو لوگ کافر ہوئے ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت بھیجی گئی تھی۔(۵۴)
دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾ كَانُوْا
یہ سب اس لئے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی تھی، اور وہ حد سے گذر جایا کرتے تھے ﴿۷۸﴾ وہ جس بدی کا ارتکاب کرتے تھے،

کھانا کھاتے تھے، کیونکہ تنہا یہ حقیقت اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ وہ خدا نہیں تھے۔ ایک معمولی سمجھ کا شخص بھی یہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا تو وہی ذات ہوسکتی ہے جو ہر قسم کی بشری حاجتوں سے بے نیاز ہو۔ اگر خدا بھی کھانا کھانے کا محتاج ہو تو وہ خدا کیا ہوا؟

(۵۱) قرآنِ کریم نے یہاں مجہول کا صیغہ استعمال کیا ہے، اس لئے ترجمہ یہ نہیں کیا گیا کہ ''وہ اوندھے منہ کہاں جارہے ہیں؟'' بلکہ ترجمہ یہ کیا گیا ہے کہ: ''انہیں اوندھے منہ کہاں لیجایا جارہا ہے؟'' اور بظاہر مجہول کا یہ صیغہ استعمال کرنے سے اشارہ اس طرف مقصود ہے کہ ان کی نفسانی خواہشات اور ذاتی مفادات ہیں جو انہیں اُلٹا لے جارہے ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۵۲) حضرت مسیح علیہ السلام اگرچہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے، لیکن کسی کو نفع یا نقصان پہنچانے کی ذاتی صلاحیت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اگر وہ کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں تو صرف اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی مشیت سے پہنچا سکتے ہیں۔

(۵۳) ''غلو'' کا مطلب ہے کسی کام میں اس کی معقول حدود سے آگے بڑھ جانا۔ عیسائیوں کا غلو یہ تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم میں اتنے آگے بڑھ گئے کہ انہیں خدا قرار دے دیا، اور یہودیوں کا غلو یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے محبت کا جو اِظہار کیا تھا اس کی بنا پر یہ سمجھ بیٹھے کہ دُنیا کے دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر بس وہی اللہ کے چہیتے ہیں، اور اس وجہ سے وہ جو چاہیں کریں، اللہ تعالیٰ ان سے ناراض نہیں ہوگا، نیز ان میں سے بعض نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دے لیا تھا۔

(۵۴) یعنی اس لعنت کا ذکر زَبور میں بھی تھا جو حضرت داؤد علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، اور اِنجیل میں بھی تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اُتری تھی۔

لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى كَثِيْرًا

اس سے ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا طرزِ عمل نہایت بُرا تھا (۷۹) تم ان میں سے بہت سوں کو دیکھتے ہو کہ انہوں

مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ

نے (بت پرست) کافروں کو اپنا دوست بنایا ہوا ہے۔[۵۵] یقیناً جو کچھ انہوں نے اپنے حق میں اپنے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت بُرا ہے،

سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ فِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ لَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ

کیونکہ (اس کی وجہ سے) اللہ ان سے ناراض ہوگیا ہے، اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے (۸۰) اگر یہ لوگ

بِاللّٰهِ وَ النَّبِيِّ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَ لٰكِنَّ كَثِيْرًا

اللہ پر اور نبی پر اور جو کلام ان پر نازل ہوا ہے اس پر ایمان رکھتے تو ان (بت پرستوں) کو دوست نہ بناتے، لیکن (بات یہ ہے کہ) ان میں زیادہ

مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ

تعداد ان کی ہے جو نافرمان ہیں۔ (۸۱) تم یہ بات ضرور محسوس کرلوگے کہ مسلمانوں سے سب سے سخت دُشمنی رکھنے والے ایک تو یہودی ہیں، اور

وَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ

دوسرے وہ لوگ ہیں جو (کھل کر) شرک کرتے ہیں۔ اور تم یہ بات بھی ضرور محسوس کرلوگے کہ (غیر مسلموں میں) مسلمانوں سے دوستی میں

قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا

قریب تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو نصرانی کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بہت سے علم دوست عالم اور بہت سے تارک الدنیا

يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ

درویش ہیں،[۵۶] نیز یہ وجہ بھی ہے کہ وہ تکبر نہیں کرتے (۸۲) اور جب یہ لوگ وہ کلام سنتے ہیں جو رسول پر نازل ہوا ہے تو چونکہ انہوں نے حق کو پہچان

---

(۵۵) یہ ان یہودیوں کی طرف اشارہ ہے جو مدینہ منوّرہ میں آباد تھے، اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ بھی کیا ہوا تھا، اس کے باوجود انہوں نے درپردہ مشرکینِ مکہ سے دوستیاں گانٹھی ہوئی تھیں، اور ان کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ بلکہ ان کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے ان سے یہ تک کہہ دیتے تھے کہ ان کا مذہب مسلمانوں کے مذہب سے اچھا ہے۔

(۵۶) مطلب یہ ہے کہ عیسائیوں میں چونکہ بہت سے لوگ دُنیا کی محبت سے خالی ہیں، اس لئے ان میں قبولِ حق کا مادّہ بھی زیادہ ہے، اور کم از کم انہیں مسلمانوں سے اتنی سخت دُشمنی نہیں ہے، کیونکہ دُنیا کی محبت وہ چیز ہے جو اِنسان کو حق کے قبول کرنے سے روکتی ہے۔ اس کے برعکس یہودیوں اور مشرکینِ مکہ پر دُنیا پرستی غالب ہے، اس لئے وہ سچے طالبِ حق کا طرزِ عمل اختیار نہیں کرپاتے۔ عیسائیوں کے نسبۃً نرم دِل ہونے کی دوسری وجہ قرآنِ کریم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ تکبر نہیں کرتے، کیونکہ انسان کی اَنا بھی اکثر حق کو قبول کرنے میں رُکاوٹ بن جاتی ہے۔ عیسائیوں کو جو مسلمانوں سے محبت میں قریب تر فرمایا گیا ہے اسی کا ایک اثر یہ تھا کہ جب مشرکینِ مکہ نے مسلمانوں پر ظلم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تو بہت سے مسلمانوں نے حبشہ کے بادشاہ

تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا

لیا ہوتا ہے، اس لئے تم ان کی آنکھوں کو دیکھو گے کہ وہ آنسوؤں سے بہہ رہی ہیں(۵۷)، (اور) وہ کہہ رہے ہیں کہ ''اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ

لے آئے ہیں، لہٰذا گواہی دینے والوں کے ساتھ ہمارا نام بھی لکھ لیجئے (۸۳) اور ہم اللہ پر اور جو حق ہمارے پاس آ گیا ہے اس پر آخر کیوں ایمان نہ

اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ

لائیں، اور پھر یہ توقع بھی رکھیں کہ ہمارا ربّ ہمیں نیک لوگوں میں شمار کرے گا؟'' (۸۴) چنانچہ ان کے اس قول کی وجہ سے اللہ ان کو وہ باغات دے گا

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ

جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی نیکی کرنے والوں کا صلہ ہے (۸۵) اور

ع الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ ع يٰٓاَيُّهَا

جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، وہ دوزخ والے لوگ ہیں۔ (۸۶) اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ

ایمان والو! اللہ نے تمہارے لئے جو پاکیزہ چیزیں حلال کی ہیں ان کو حرام قرار نہ دو، اور حد سے تجاوز نہ کرو۔

نجاشی کے پاس پناہ لی، اور نہ صرف نجاشی، بلکہ اس کی رعایا نے بھی ان کے ساتھ بڑے اعزاز و اکرام کا معاملہ کیا۔ بلکہ جب مشرکینِ مکہ نے اپنا ایک وفد نجاشی کے پاس بھیجا اور اس سے درخواست کی کہ جن مسلمانوں نے اس کے ملک میں پناہ لی ہے انہیں اپنے ملک سے نکال کر واپس مکہ مکرمہ بھیج دے، تاکہ مشرکین ان کو اپنے ظلم کا نشانہ بنا سکیں تو نجاشی نے مسلمانوں کو بلا کر ان سے ان کا موقف سنا اور مشرکینِ مکہ کا مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا، اور جو تحفے انہوں نے بھیجے تھے وہ بھی واپس کر دیئے۔ لیکن یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ عیسائیوں کو جو مسلمانوں سے قریب تر کہا گیا ہے، یہ ان عیسائیوں کی اکثریت کے اعتبار سے کہا گیا ہے جو اپنے مذہب پر عمل کرتے ہوئے دُنیا کی محبت سے دُور ہوں، اور ان میں تکبر نہ پایا جاتا ہو۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر زمانے کے عیسائیوں کا یہی حال ہے، چنانچہ تاریخ میں ایسی بھی بہت مثالیں ہیں جن میں عیسائیوں نے مسلمانوں کے ساتھ بدترین معاملہ کیا۔

(۵۷) جب مسلمانوں کو حبشہ سے نکالنے کا مطالبہ لے کر مشرکینِ مکہ کا وفد نجاشی کے پاس آیا تھا تو اس نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں بلا کر ان کا موقف سنا تھا۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی حضرت جعفر ابنِ ابی طالبؓ نے اس کے دربار میں بڑی موثر تقریر کی تھی جس سے نجاشی کے دِل میں مسلمانوں کی عظمت اور محبت بڑھ گئی، اور اسے اندازہ ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی آخری نبی ہیں جن کی پیشینگوئی تورات اور اِنجیل میں کی گئی تھی۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے تو نجاشی نے اپنے علماء اور راہبوں کا ایک وفد آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے سورۂ یٰسٓ کی تلاوت فرمائی جسے سن کر ان لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اور انہوں نے کہا کہ یہ کلام اس کلام کے بہت مشابہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا، چنانچہ یہ سب لوگ مسلمان ہو گئے، اور جب یہ واپس

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاتَّقُوا

یقین جانو کہ اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(۵۸) ﴿۱۰﴾ اور اللہ نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے حلال پاکیزہ چیزیں کھاؤ،

اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ

اور جس اللہ پر تم ایمان رکھتے ہو اس سے ڈرتے رہو۔ ﴿۱۱﴾ اللہ تمہاری لغو قسموں پر تمہاری پکڑ نہیں کرے گا،(۵۹) لیکن جو قسمیں تم نے

وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ

پختگی کے ساتھ کھائی ہوں،(۶۰) ان پر تمہاری پکڑ کرے گا۔ چنانچہ اس کا کفارہ یہ ہے کہ دس مسکینوں کو وہ اوسط

مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ

درجے کا کھانا کھلاؤ جو تم اپنے گھر والوں کو کھلایا کرتے ہو، یا ان کو کپڑے دو، یا ایک غلام کو آزاد کرو۔ ہاں اگر کسی کے پاس (ان چیزوں میں سے)

رَقَبَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ۭ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ

کچھ نہ ہو تو وہ تین دن روزے رکھے۔ یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم نے کوئی قسم کھالی ہو (اور اسے توڑ دیا ہو)،

اِذَا حَلَفْتُمْ ۭ وَاحْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ

اور اپنی قسموں کی حفاظت کیا کرو۔(۶۱) اسی طرح اللہ اپنی آیتیں کھول کھول کر تمہارے سامنے واضح کرتا ہے، تاکہ تم

حبشہ گئے تو نجاشی نے بھی اسلام قبول کرنے کا اعلان کردیا۔ ان آیات میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

(۵۸) جس طرح حرام چیزوں کو حلال سمجھنا گناہ ہے، اسی طرح جو چیزیں اللہ نے حلال کی ہیں ان کو حرام سمجھنا بھی بڑا گناہ ہے۔ مشرکینِ مکہ اور یہودیوں نے ایسی بہت سی چیزوں کو اپنے اُوپر حرام کر رکھا تھا، جس کی تفصیل ان شاء اللہ سورۂ انعام میں آئے گی۔

(۵۹) "لغو" قسموں سے مراد ایک تو وہ قسمیں ہیں جو قسم کھانے کے ارادے کے بغیر محض محاورے اور تکیۂ کلام کے طور پر کھالی جاتی ہیں، اور دوسرے وہ قسمیں بھی لغو کی تعریف میں داخل ہیں جو ماضی کے کسی واقعے پر سچ سمجھ کر کھائی گئی ہوں، مگر بعد میں معلوم ہو کہ جس بات کو سچ سمجھا تھا وہ سچ نہیں تھی۔ اس قسم کی قسموں پر نہ کوئی گناہ ہوتا ہے، اور نہ کوئی کفارہ واجب ہوتا ہے، البتہ بلاضرورت قسم کھانا کوئی اچھی بات نہیں ہے، اس لئے ایک مسلمان کو اس سے احتیاط کرنی چاہئے۔

(۶۰) اس سے مراد وہ قسم ہے جس میں آئندہ زمانے میں کوئی کام کرنے یا نہ کرنے کا عہد کیا گیا ہو۔ ایسی قسم کو توڑنا عام حالات میں بڑا گناہ ہے، اور اگر کوئی شخص ایسی قسم توڑ دے تو اس کا کفارہ بھی واجب ہے جس کی تفصیل آیت میں بیان فرمائی گئی ہے۔ ایک تیسری قِسم کی قسم وہ ہے جس میں ماضی کے کسی واقعے پر جان بوجھ کر جھوٹ بولا گیا ہو، اور مخاطب کو یقین دِلانے کے لئے قسم کھالی گئی ہو۔ ایسی قسم سخت گناہ ہے، مگر دُنیا میں اس کا کوئی کفارہ سوائے توبہ اور اِستغفار کے کچھ نہیں ہوتا۔

(۶۱) مطلب یہ ہے کہ قسم کھالینا کوئی مذاق نہیں ہے، اس لئے اوّل تو قسمیں کم سے کم کھانی چاہئیں، اور اگر کوئی قسم کھالی ہو تو حتی الامکان اسے پورا کرنا ضروری ہے۔ البتہ اگر کسی شخص نے کوئی ناجائز کام کرنے کی قسم کھالی ہو تو اس پر واجب ہے کہ قسم کو توڑے اور کفارہ ادا کرے۔ اسی طرح اگر کسی جائز کام کی قسم کھائی، مگر بعد میں اندازہ ہوا کہ وہ کام مصلحت کے خلاف ہے، تب بھی ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہدایت فرمائی ہے کہ ایسی قسم کو توڑ دینا چاہئے، اور کفارہ ادا کرنا چاہئے۔

تَشْكُرُوْنَ ﴿٨٩﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَ
شکر ادا کرو۔ (٨٩) اے ایمان والو! شراب، جوا، بتوں کے تھان اور جوے کے تیر، (٦٢)
الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿٩٠﴾ اِنَّمَا
یہ سب ناپاک شیطانی کام ہیں، لہٰذا ان سے بچو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔ (٩٠) شیطان
يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ
تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوے کے ذریعے تمہارے درمیان دُشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے۔
وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿٩١﴾
اب بتاؤ کہ کیا تم (ان چیزوں سے) باز آجاؤ گے؟ (٩١) اور اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور (نافرمانی سے) بچتے رہو۔ اور اگر تم
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا
(اس حکم سے) منہ موڑو گے تو جان رکھو کہ ہمارے رسول پر صرف یہ ذمہ داری ہے کہ وہ صاف صاف طریقے سے (اللہ کے حکم کی) تبلیغ
اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿٩٢﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
کردیں۔ (٩٢) جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور نیکی پر کاربند رہے ہیں، انہوں نے پہلے جو کچھ کھایا پیا ہے، اس کی وجہ سے ان پر کوئی گناہ نہیں
الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ
ہے، (٦٣) بشرطیکہ وہ آئندہ ان گناہوں سے بچتے رہیں، اور ایمان رکھیں اور نیک عمل کرتے رہیں، پھر (جن چیزوں سے آئندہ روکا جائے ان سے)
اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٣﴾ ع يٰٓاَيُّهَا ع ١٢ ٢
بچا کریں، اور ایمان پر قائم رہیں، اور اس کے بعد بھی تقویٰ اور احسان کو اپنائیں (٦٤)۔ اللہ احسان پر عمل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (٩٣) اے

---

(٦٢) بتوں کے تھان سے مراد وہ قربان گاہ ہے جو بتوں کے سامنے بنادی جاتی تھی، اور لوگ بتوں کے نام پر وہاں جانور وغیرہ قربان کیا کرتے تھے۔ اور جوے کے تیروں کی تشریح اسی سورت کے شروع میں آیت نمبر ٣ کے تحت حاشیہ نمبر ٦ میں گذر چکی ہے۔

(٦٣) جب شراب کی حرمت نازل ہوئی تو بعض صحابۂ کرام کے دِل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جو شراب حرمت کا حکم آنے سے پہلے پی گئی ہے، کہیں وہ ہمارے لئے گناہ کا سبب نہ بنے۔ اس آیت نے یہ غلط فہمی دُور کردی، اور یہ بتادیا کہ چونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے شراب پینے سے صاف الفاظ میں منع نہیں کیا تھا، اس لئے اس وقت جنہوں نے شراب پی تھی اس پر ان کی کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔

(٦٤) احسان کے لغوی معنیٰ ہیں ''اچھائی کرنا''۔ اس طرح یہ لفظ ہر نیکی کو شامل ہے، لیکن ایک صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ تشریح فرمائی ہے کہ انسان اللہ کی عبادت اس طرح کرے جیسے وہ اس کو دیکھ رہا ہے، یا کم از کم اس تصور کے ساتھ کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کے سامنے ہونے کا دھیان رکھے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ وَ
ایمان والو! اللہ تمہیں شکار کے کچھ جانوروں کے ذریعے ضرور آزمائے گا جو تمہارے ہاتھوں اور تمہارے نیزوں کی زد میں آجائیں گے،(۶۵)
رِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ
تاکہ وہ یہ جان لے کہ کون ہے جو اسے دیکھے بغیر بھی اس سے ڈرتا ہے۔ پھر جو شخص اس کے بعد بھی حد سے تجاوز کرے گا،
فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ
وہ دردناک سزا کا مستحق ہوگا۔ (۹۴) اے ایمان والو! جب تم احرام کی حالت میں ہو تو کسی شکار کو قتل نہ کرو۔ اور اگر تم میں سے کوئی اسے جان
حُرُمٌ ۭ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ
بوجھ کر قتل کردے تو اس کا بدلہ دینا واجب ہوگا (جس کا طریقہ یہ ہوگا کہ) جو جانور اس نے قتل کیا ہے، اس جانور کے برابر مویشیوں میں
يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ
سے کسی جانور کو جس کا فیصلہ تم میں سے دو دیانت دار تجربہ کار آدمی کریں گے، کعبہ پہنچا کر قربان کیا جائے، یا (اس کی قیمت کا) کفارہ مسکینوں
اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ
کو کھانا کھلا کر ادا کیا جائے، یا اس کے برابر روزے رکھے جائیں،(۶۶) تاکہ وہ شخص اپنے کئے کا بدلہ چکھے۔ پہلے جو کچھ ہو چکا اللہ نے اسے

(۶۵) جیسا کہ اگلی آیت میں آرہا ہے، جب کوئی شخص حج یا عمرے کا احرام باندھ لے تو اس کے لئے خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا حرام ہوجاتا ہے۔ عرب کے صحراؤں میں کسی شکار کا مل جانا مسافروں کے لئے ایک نعمت تھی۔ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ احرام باندھنے والوں کی آزمائش کے لئے اللہ تعالیٰ کچھ جانوروں کو ان کے اتنا قریب بھیج دے گا کہ وہ ان کے نیزوں کی زد میں ہوں گے۔ اس طرح ان کا امتحان لیا جائے گا کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اس نعمت سے پرہیز کرتے ہیں؟ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کے ایمان کا اصل امتحان اسی وقت ہوتا ہے جب اس کا دل کسی ناجائز کام کے لئے مچل رہا ہو، اور وہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس ناجائز کام سے باز آجائے۔

(۶۶) اگر کوئی شخص احرام کی حالت میں شکار کرنے کا گناہ کرلے تو اس کا کفارہ اس آیت میں بیان کیا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس جانور کا شکار کیا ہے، اگر وہ جانور حلال ہو تو اسی علاقے کے دو تجربہ کار، دین دار آدمیوں سے اس جانور کی قیمت لگائی جائے، پھر چوپایوں یعنی گائے، بیل، بکری وغیرہ میں سے اس قیمت کے کسی جانور کی قربانی حرم میں کردی جائے، یا اس کی قیمت فقراء میں تقسیم کردی جائے۔ اور اگر کسی ایسے جانور کا شکار کیا تھا جو حلال نہیں ہے، مثلاً بھیڑیا، تو اس کی قیمت ایک بکری سے زیادہ نہیں سمجھی جائے گی۔ نیز قربانی کے علاوہ دوسرا اختیار یہ ہے کہ وہ روزے رکھے۔ روزوں کا حساب اس طرح ہوگا کہ اُس جانور کی جو قیمت بنی تھی، اس میں سے پونے دو سیر گندم کی قیمت کے برابر ایک روزہ سمجھا جائے گا۔ آیت کی یہ تشریح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے مطابق ہے۔ ان کے نزدیک ''اُس جانور کے برابر چوپایوں میں سے کسی جانور'' کا مطلب یہ ہے کہ پہلے شکار کئے ہوئے جانور کی قیمت لگائی جائے، پھر اس قیمت کا کوئی چوپایہ حرم میں ذبح کیا جائے۔ تفصیل فقہ کی کتابوں میں درج ہے۔

وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ

معاف کردیا، اور جو شخص دوبارہ ایسا کرے گا تو اللہ اس سے بدلہ لے گا، اور اللہ اقتدار اور انتقام کا مالک ہے۔ (۹۵) تمہارے لئے سمندر کا

صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ

شکار اور اس کا کھانا حلال کردیا گیا ہے، تاکہ وہ تمہارے لئے اور قافلوں کے لئے فائدہ اُٹھانے کا ذریعہ بنے، لیکن جب تک تم حالتِ احرام

الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾ جَعَلَ اللّٰهُ

میں ہو تم پر خشکی کا شکار حرام کردیا گیا ہے، اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کی طرف تم سب کو جمع کرکے لے جایا جائے گا۔ (۹۶) اللہ نے کعبے کو جو

الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

بڑی حرمت والا گھر ہے لوگوں کے لئے قیامِ امن کا ذریعہ بنادیا ہے، نیز حرمت والے مہینے، نذرانے کے جانوروں اور ان کے گلے میں پڑے

وَالْقَلَآئِدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

ہوئے پٹوں کو بھی (امن کا ذریعہ بنایا ہے)،(۶۷) یہ سب اس لئے تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ آسمانوں اور

الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَ

زمین میں جو کچھ ہے اللہ اسے خوب جانتا ہے، اور اللہ ہر بات سے پوری طرح باخبر ہے (۹۷) یہ بات بھی جان رکھو کہ اللہ عذاب دینے میں سخت

اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۸﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا

ہے، اور یہ بھی کہ اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (۹۸) رسول پر سوائے تبلیغ کرنے کے کوئی اور ذمہ داری نہیں ہے۔ اور جو کچھ تم کھلے بندوں

تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ

کرتے ہو اور جو کچھ چھپاتے ہو، اللہ ان سب باتوں کو جانتا ہے (۹۹) (اے رسول! لوگوں سے) کہہ دو کہ ناپاک اور پاکیزہ چیزیں برابر نہیں

اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ

ہوتیں، چاہے تمہیں ناپاک چیزوں کی کثرت اچھی لگتی ہو۔(۶۸) لہٰذا اے عقل والو! اللہ سے ڈرتے رہو، تاکہ تمہیں

---

(۶۷) کعبہ شریف اور حرمت والے مہینے کا باعثِ امن ہونا تو ظاہر ہے کہ اس میں جنگ کرنا حرام ہے۔ اس کے علاوہ جو جانور نذرانے کے طور پر حرم لے جائے جاتے تھے، ان کے گلے میں پٹے ڈال دیئے جاتے تھے تاکہ ہر دیکھنے والے کو پتہ چل جائے کہ یہ جانور حرم جارہے ہیں۔ چنانچہ کافر، مشرک، ڈاکو بھی ان کو چھیڑتے نہیں تھے۔ کعبے کے قیامِ امن کا باعث ہونے کے ایک معنیٰ کچھ مفسرین نے یہ بھی بیان فرمائے ہیں کہ جب تک کعبہ شریف قائم رہے گا، قیامت نہیں آئے گی۔ قیامت اس وقت آئے گی جب اسے اُٹھالیا جائے گا۔

(۶۸) اس آیت نے بتادیا ہے کہ دُنیا میں بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی ناپاک یا حرام چیز کا رواج اتنا بڑھ جاتا ہے کہ وہ وقت کا فیشن قرار پاجاتا ہے، اور فیشن پرست لوگ اسے اچھا سمجھنے لگتے ہیں۔ مسلمانوں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ وہ صرف کسی چیز کے عام رواج کی وجہ سے اسے اختیار نہ کریں، بلکہ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہدایات کی روشنی میں وہ جائز یا پاک ہے یا نہیں۔

ع۱۳ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ

فلاح حاصل ہو۔ (۱۰۰) اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوالات نہ کیا کرو جو اگر تم پر ظاہر کردی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں، اور اگر تم

تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ

ان کے بارے میں ایسے وقت سوالات کروگے جب قرآن نازل کیا جارہا ہو تو وہ تم پر ظاہر کردی جائیں گی۔(۶۹) (البتہ) اللہ نے پچھلی باتیں معاف

عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا

کردی ہیں۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا بردبار ہے (۱۰۱) تم سے پہلے ایک قوم نے اس قسم کے سوالات کئے تھے، پھر ان (کے جو جوابات دیئے

بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا

گئے ان) سے منکر ہوگئے۔(۷۰) (۱۰۲) اللہ نے کسی جانور کو نہ بحیرہ بنانا طے کیا ہے، نہ سائبہ، نہ وصیلہ اور نہ حامی،(۷۱)

(۶۹) آیت کا مطلب یہ ہے کہ اوّل تو جن باتوں کی کوئی خاص ضرورت نہ ہو، ان کی کھوج میں پڑنا فضول ہے۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض اوقات کوئی حکم مجمل طریقے سے آتا ہے۔ اگر اس حکم پر اسی اجمال کے ساتھ عمل کرلیا جائے تو کافی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کو اس میں مزید تفصیل کرنی ہوتی تو وہ خود قرآنِ کریم یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے ذریعے کردیتا۔ اب اس میں بال کی کھال نکالنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر نزولِ قرآن کے زمانے میں اس کا کوئی سخت جواب آجائے تو خود تمہارے لئے مشکلات کھڑی ہوسکتی ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے شانِ نزول میں ایک واقعہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حج کا حکم آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتایا تو ایک صحابی نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کیا حج عمر بھر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے، یا ہر سال کرنا فرض ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سوال پر ناگواری کا اظہار فرمایا۔ وجہ یہ تھی کہ حکم کے بارے میں اصل یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود یہ صراحت نہ کی جائے کہ اس پر بار بار عمل کرنا ہوگا (جیسے نماز روزے اور زکوٰۃ میں یہ صراحت موجود ہے) اس وقت تک اس پر صرف ایک بار عمل کرنے سے حکم کی تعمیل ہوجاتی ہے، اس لئے اس سوال کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ آپ نے صحابی سے فرمایا کہ اگر میں تمہارے جواب میں یہ کہہ دیتا کہ ہاں ہر سال فرض ہے تو واقعی پوری اُمت پر وہ ہر سال فرض ہوجاتا۔

(۷۰) اس سے غالباً یہودیوں کی طرف اشارہ ہے جو شریعت کے اَحکام میں اسی قسم کی بال کی کھال نکالتے تھے، اور جب ان کے اس عمل کے نتیجے میں ان پر پابندیاں بڑھتی تھیں تو انہیں پورا کرنے سے عاجز ہوجاتے، اور بعض اوقات ان کی تعمیل سے صاف انکار بھی کر بیٹھتے تھے۔

(۷۱) یہ مختلف قسم کے نام ہیں جو زمانۂ جاہلیت کے مشرکین نے رکھے ہوئے تھے۔ بحیرہ اس جانور کو کہتے تھے جس کے کان چیر کر اس کا دُودھ بتوں کے نام پر وقف کردیا جاتا تھا۔ سائبہ وہ جانور تھا جو بتوں کے نام کر کے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا، اس سے کسی قسم کا فائدہ اُٹھانا حرام سمجھا جاتا تھا۔ وصیلہ اس اُونٹنی کو کہتے تھے جو لگاتار مادہ بچے جنے، بیچ میں کوئی نر نہ ہو۔ ایسی اونٹنی کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ اور حامی وہ نر اُونٹ ہوتا تھا جو ایک خاص تعداد میں جفتی کرچکا ہو۔ اسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔

حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَ

لیکن جن لوگوں نے کفر اپنایا ہوا ہے وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں، اور ان میں سے

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (۱۰۳) وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى

اکثر لوگوں کو صحیح سمجھ نہیں ہے (۱۰۳) اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کلام نازل کیا ہے، اس کی طرف اور رسول کی طرف آؤ، تو وہ کہتے ہیں

الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا

کہ: "ہم نے جس (دِین) پر اپنے باپ دادوں کو پایا ہے، ہمارے لئے وہی کافی ہے۔" بھلا اگر ان کے باپ دادے ایسے ہوں کہ نہ ان کے

يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (۱۰۴) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا

پاس کوئی علم ہو، اور نہ کوئی ہدایت تو کیا پھر بھی (یہ انہی کے پیچھے چلتے رہیں گے؟) (۱۰۴) اے ایمان والو! تم اپنی فکر کرو۔ اگر تم صحیح راستے پر ہو گے تو

يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

جو لوگ گمراہ ہیں وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ (۷۲) اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اس وقت وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا عمل

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (۱۰۵) يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ

کرتے رہے ہو۔ (۱۰۵) اے ایمان والو! (۷۳) جب تم میں سے کوئی مرنے کے قریب ہو تو وصیت کرتے وقت آپس کے معاملات طے کرنے کے لئے

---

(۷۲) کفار کی جو گمراہیاں پیچھے بیان ہوئی ہیں، ان کی وجہ سے مسلمانوں کو صدمہ ہوتا تھا کہ اپنی ان گمراہیوں کے خلاف واضح دلائل آجانے کے بعد اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بار بار سمجھانے کے باوجود یہ لوگ اپنی گمراہیوں پر جمے ہوئے ہیں۔ اس آیت نے ان حضرات کو تسلی دی ہے کہ تبلیغ کا حق ادا کرنے کے بعد تمہیں ان کی گمراہیوں پر زیادہ صدمہ کرنے کی ضرورت نہیں، اور اب زیادہ فکر خود اپنی اصلاح کی کرنی چاہئے۔ لیکن جس بلیغ انداز میں یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے، اس میں ایک تو ان لوگوں کے لئے ہدایت کا بڑا سامان ہے جو ہر وقت دوسروں پر تنقید کرنے اور ان کے عیب تلاش کرنے میں تو بڑے شوق سے مشغول رہتے ہیں، مگر خود اپنے گریبان میں منہ ڈالنے کی زحمت نہیں اُٹھاتے۔ ان کو دوسروں کا تو چھوٹے سے چھوٹا عیب آسانی سے نظر آجاتا ہے، مگر خود اپنی بڑی سے بڑی برائی کا احساس نہیں ہوتا۔ ہدایت یہ دی گئی ہے کہ اگر بالفرض تمہاری تنقید صحیح بھی ہو، اور دوسرے لوگ گمراہ بھی ہوں تب بھی تمہیں تو اپنے اعمال کا جواب دینا ہے، اس لئے اپنی فکر کرو، اور دوسروں پر تنقید کی فکر میں نہ پڑو۔ اس کے علاوہ جب معاشرے میں بدعملی کا چلن عام ہو جائے، تو اس وقت اصلاح کی طرف لوٹنے کا بھی بہترین نسخہ یہی ہے کہ ہر شخص دوسروں کے طرزِ عمل کو دیکھنے کے بجائے اپنی اصلاح کی فکر میں لگ جائے۔ جب افراد میں اپنی اصلاح کی فکر پیدا ہوگی تو چراغ سے چراغ جلے گا، اور رفتہ رفتہ معاشرہ بھی اصلاح کی طرف لوٹے گا۔

(۷۳) یہ آیات ایک خاص واقعے کے پس منظر میں نازل ہوئی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک مسلمان جس کا نام "بُدیل" تھا، تجارت کی غرض سے اپنے دو عیسائی ساتھیوں تمیم اور عدی کے ساتھ شام گیا۔ وہاں پہنچ کر وہ بیمار ہو گیا، اور اسے اندازہ ہو گیا کہ وہ بچ نہیں سکے گا۔ چنانچہ اس نے اپنے دو ساتھیوں کو وصیت کی کہ میرا سارا سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا۔ ساتھ ہی اس نے یہ ہوشیاری کی کہ سارے سامان کی ایک فہرست بنا کر خفیہ طور سے اسی سامان کے اندر چھپا دی۔ عیسائی ساتھیوں کو فہرست کا پتہ نہ چل سکا۔

اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ

گواہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ تم میں سے دو دیانت دار آدمی ہوں (جو تمہاری وصیت کے گواہ بنیں) یا اگر تم زمین میں سفر کر رہے ہو، اور وہیں

غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ ؕ

تمہیں موت کی مصیبت پیش آجائے تو غیروں (یعنی غیر مسلموں) میں سے دو شخص ہو جائیں۔ پھر اگر تمہیں کوئی شک پڑ جائے تو ان دو گواہوں کو

تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ

نماز کے بعد روک سکتے ہو، اور وہ اللہ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم اس گواہی کے بدلے کوئی مالی فائدہ لینا نہیں چاہتے، چاہے معاملہ ہمارے کسی رشتہ دار

ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

ہی کا کیوں نہ ہو، اور اللہ نے ہم پر جس گواہی کی ذمہ داری ڈالی ہے، اس کو ہم نہیں چھپائیں گے، ورنہ ہم گنہگاروں میں شمار ہوں گے ﴿۱۰۶﴾

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ

پھر بعد میں اگر یہ پتہ چلے کہ انہوں نے (جھوٹ بول کر) اپنے اُوپر گناہ کا بوجھ اُٹھا لیا ہے تو اُن لوگوں میں سے دو آدمی اِن کی جگہ (گواہی کے

الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ

لئے) کھڑے ہو جائیں جن کے خلاف اِن پہلے دو آدمیوں نے گناہ اپنے سر لیا تھا، (۷۴) اور وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہماری گواہی ان پہلے دو آدمیوں کی

انہوں نے سامان وارثوں کو پہنچایا، مگر اس میں ایک چاندی کا پیالہ تھا جس پر سونے کا ملمع چڑھا ہوا تھا، اور جس کی قیمت ایک ہزار درہم بتائی گئی ہے، وہ نکال کر اپنے پاس رکھ لیا۔ جب وارثوں کو بُدیل کی بنائی ہوئی فہرست سامان میں سے ہاتھ لگی تو ان کو اس پیالے کا پتہ چلا، اور انہوں نے تمیم اور عدی سے مطالبہ کیا، انہوں نے صاف قسم کھالی کہ ہم نے سامان میں سے کوئی چیز نہ لی ہے، نہ چھپائی ہے۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد بُدیل کے وارثوں کو پتہ چلا کہ وہ پیالہ انہوں نے مکہ مکرمہ میں ایک سنار کو فروخت کیا ہے۔ اس پر تمیم اور عدی نے اپنا موقف بدلا اور کہا کہ دراصل یہ پیالہ ہم نے بُدیل سے خرید لیا تھا، اور چونکہ خریداری کا کوئی گواہ ہمارے پاس نہیں تھا اس لئے ہم نے پہلے اس بات کا ذکر نہیں کیا تھا۔ اب چونکہ وہ خریداری کے مدعی تھے، اور مدعی پر لازم ہوتا ہے کہ وہ گواہ پیش کرے، اور یہ پیش نہ کر سکے تو قاعدے کے مطابق وارثوں میں سے بدیل کے قریب ترین دو عزیزوں نے قسم کھائی کہ پیالہ بدیل کی ملکیت تھا، اور یہ عیسائی جھوٹ بول رہے ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فیصلہ کر دیا اور عیسائیوں کو پیالے کی قیمت دینی پڑی۔ یہ فیصلہ اسی آیت کریمہ کی روشنی میں ہوا جس میں اس قسم کی صورتِ حال کے لئے ایک عام حکم بھی بتا دیا گیا۔

(۷۴) یہ ترجمہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اختیار کردہ تفسیر پر مبنی ہے جس کی رو سے ''الاولیان'' سے مراد پہلے دو گواہ ہیں جنہوں نے خیانت کی تھی۔ وهذا التفسير أولى حسب قراءة "استحق" على البناء للفاعل كما هو قراءة حفص، بالنظر الى إعراب الآية. أما التفسير الذى جعل "الأوليان" صفة للورثة، فوجهه في الإعراب خفي جدا، لأنه لا يظهر فيها فاعل "استحق" إلا بتكلف، وراجع روح المعاني والبحر المحيط والتفسير الكبير. نعم يظهر ذلك التفسير في قراءة "استحق" على البناء للمفعول۔

شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ إِنَّآ إِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ أَدْنٰٓى أَنْ

گواہی کے مقابلے میں زیادہ سچی ہے، اور ہم نے (اس گواہی میں) کوئی زیادتی نہیں کی ہے، ورنہ ہم ظالموں میں شمار ہوں گے ﴿۱۰۷﴾ اس طریقے

يَّأْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ أَوْ يَخَافُوْٓا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌۢ بَعْدَ

میں اس بات کی زیادہ اُمید ہے کہ لوگ (شروع ہی میں) ٹھیک ٹھیک گواہی دیں یا اس بات سے ڈریں کہ (جھوٹی گواہی کی صورت میں) ان کی

أَيْمَانِهِمْ ۗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسْمَعُوْا ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

قسموں کے بعد لوٹا کر دوسری قسمیں لی جائیں گی (جو ہماری تردید کر دیں گی)۔ اور اللہ سے ڈرو، اور (جو کچھ اس کی طرف سے کہا گیا ہے اسے

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ أُجِبْتُمْ ۖ قَالُوْا لَا ع ۱۴

قبول کرنے کی نیت سے) سنو۔ اللہ نافرمانوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ﴿۱۰۸﴾ وہ دن یاد کرو جب اللہ تمام رسولوں کو جمع کرے گا، اور کہے گا کہ "تمہیں

عِلْمَ لَنَا ۖ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ

کیا جواب دیا گیا تھا؟" وہ کہیں گے کہ "ہمیں کچھ علم نہیں، پوشیدہ باتوں کا تمام تر علم تو آپ ہی کے پاس ہے۔(۷۵)" ﴿۱۰۹﴾ (یہ واقعہ اس دن ہوگا)

مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِىْ عَلَيْكَ وَعَلٰى وَالِدَتِكَ ۘ إِذْ أَيَّدْتُّكَ بِرُوْحِ وقف لازم

جب اللہ کہے گا: "اے عیسیٰ ابن مریم! میرا انعام یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کیا تھا، جب میں نے روح

الْقُدُسِ ۗ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ

القدس کے ذریعے تمہاری مدد کی تھی۔(۷۶) تم لوگوں سے گہوارے میں بھی بات کرتے تھے، اور بڑی عمر میں بھی۔ اور جب میں نے تمہیں کتاب و

---

(۷۵) قرآنِ کریم کا یہ خاص طریقہ ہے کہ جب وہ اپنے اَحکام بیان فرماتا ہے تو اس کے ساتھ آخرت کا کوئی ذکر یا پچھلی اُمتوں کی فرماں برداری یا نافرمانی کا بھی ذکر فرماتا ہے، تاکہ ان اَحکام پر عمل کرنے کے لئے آخرت کی فکر پیدا ہو، چنانچہ وصیت کے مذکورہ بالا اَحکام کے بعد اب آخرت کے کچھ مناظر بیان فرمائے گئے ہیں، اور چونکہ کچھ پہلے عیسائیوں کے غلط عقائد کا تذکرہ تھا، اس لئے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے آخرت میں جو مکالمہ ہوگا اس کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے۔ اور شروع کی اس آیت میں تمام پیغمبروں سے اس سوال کا ذکر ہے کہ ان کی اُمتوں نے ان کی دعوت کا کیا جواب دیا تھا؟ اس کے جواب میں انہوں نے اپنی لاعلمی کا جو اِظہار کیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دُنیا میں تو لوگوں کے ظاہری بیانات پر ہی فیصلہ کرنے کے مجاز تھے، لہٰذا جس کسی نے ایمان کا دعویٰ کیا ہم نے اسے معتبر سمجھ لیا، لیکن یہ معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں تھا کہ اس کے دِل میں کیا ہے؟ آج جبکہ فیصلہ دِلوں کے حال کے مطابق ہونے والا ہے، ہم یقین کے ساتھ کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے، کیونکہ دِلوں کا پوشیدہ حال تو صرف آپ ہی جانتے ہیں۔ البتہ جب لوگوں کے ظاہری رَدِّ عمل ہی کے بارے میں انبیائے کرام سے گواہی لی جائے گی تو وہ ان کے ظاہری اعمال کی گواہی دیں گے، جس کا ذکر سورۂ نساء (۴:۴۱) اور سورۂ نحل (۸۹:۱۶) وغیرہ میں آیا ہے۔

(۷۶) تشریح کے لئے دیکھئے سورۂ بقرہ (۸۷:۲)۔

الْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۚ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ
حکمت اور تورات و انجیل کی تعلیم دی تھی، اور جب تم میرے حکم سے گارا لے کر اس سے پرندے کی جیسی شکل بناتے تھے،
بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ وَتُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ
پھر اس میں پھونک مارتے تھے تو وہ میرے حکم سے (سچ مچ کا) پرندہ بن جاتا تھا، اور تم مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو
بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰى بِاِذْنِيْ ۚ وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
میرے حکم سے اچھا کر دیتے تھے، اور جب تم میرے حکم سے مُردوں کو (زندہ) نکال کھڑا کرتے تھے، اور جب میں نے بنی اسرائیل
عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا
کو اُس وقت تم سے دُور رکھا جب تم ان کے پاس کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے، اور ان میں سے جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ یہ کھلے
سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَاِذْ اَوْحَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيّٖنَ اَنْ اٰمِنُوْا بِيْ وَبِرَسُوْلِيْ ۚ
جادو کے سوا کچھ نہیں۔" ﴿۱۱۰﴾ جب میں نے حواریوں کے دِل میں یہ بات ڈالی کہ: "تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ" تو انہوں نے کہا:
قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَاشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ يٰعِيْسَى ابْنَ
"ہم ایمان لے آئے، اور آپ گواہ رہئے کہ ہم فرماں بردار ہیں۔" ﴿۱۱۱﴾ (اور ان کے اس واقعے کا بھی ذکر سنو) جب حواریوں نے کہا تھا کہ:
مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيْعُ رَبُّكَ اَنْ يُّنَزِّلَ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ
"اے عیسیٰ ابن مریم! کیا آپ کا پروردگار ایسا کر سکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے (کھانے کا) ایک خوان اُتارے؟" عیسیٰ نے کہا: "اللہ سے ڈرو،
اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا نُرِيْدُ اَنْ نَّاْكُلَ مِنْهَا وَ
اگر تم مؤمن ہو۔"(۷۷) ﴿۱۱۲﴾ انہوں نے کہا: "ہم چاہتے ہیں کہ اس خوان سے کھانا کھائیں، اور اس کے ذریعے ہمارے دِل پوری طرح مطمئن
تَطْمَئِنَّ قُلُوْبُنَا وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا وَنَكُوْنَ عَلَيْهَا مِنَ
ہو جائیں، اور ہمیں (پہلے سے زیادہ یقین کے ساتھ) یہ معلوم ہو جائے کہ آپ نے ہم سے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ہے، اور ہم اس پر گواہی دینے والوں
الشّٰهِدِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً
میں شامل ہو جائیں۔" ﴿۱۱۳﴾ (چنانچہ) عیسیٰ ابن مریم نے درخواست کی کہ: یااللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے ایک خوان اُتار دیجئے جو ہمارے لئے اور ہمارے
مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَ
اگلوں اور پچھلوں کے لئے ایک خوشی کا موقع بن جائے، اور آپ کی طرف سے ایک نشانی ہو۔ اور ہمیں یہ نعمت عطا فرما ہی دیجئے، اور آپ سب سے

(۷۷) یعنی ایک مؤمن کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے معجزات کی فرمائش کرے، کیونکہ ایسی فرمائشیں تو عام طور پر کافر لوگ کرتے رہے ہیں۔ البتہ جب انہوں نے یہ وضاحت کی کہ خدانخواستہ اس فرمائش کا منشا ایمان کا فقدان نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دیکھ کر مکمل اطمینان کا حصول اور ادائے شکر ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دُعا فرما دی۔

اَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۱۱۴ قَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ

بہتر عطا فرمانے والے ہیں۔" (۱۱۴) اللہ نے کہا کہ: "میں یقیناً تم پر وہ خوان اُتار دوں گا، لیکن اس کے بعد تم میں سے جو شخص بھی کفر کرے گا اس

مِنْكُمْ فَاِنِّيْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۱۵ وَاِذْ

کو میں ایسی سزا دوں گا جو دُنیا جہان کے کسی بھی شخص کو نہیں دوں گا۔" (۷۸) (۱۱۵) اور (اُس وقت کا بھی ذکر سنو) جب اللہ کہے گا کہ:

قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ

"اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے علاوہ دو معبود بنا لو؟" (۷۹) وہ کہیں گے:

اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ

"ہم تو آپ کی ذات کو (شرک سے) پاک سمجھتے ہیں۔ میری مجال نہیں تھی کہ میں ایسی بات کہوں جس کا مجھے کوئی

لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ

حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو آپ کو یقیناً معلوم ہو جاتا۔ آپ وہ باتیں جانتے ہیں جو میرے دل میں پوشیدہ ہیں،

مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۱۱۶ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ

اور میں آپ کی پوشیدہ باتوں کو نہیں جانتا۔ یقیناً آپ کو تمام چھپی ہوئی باتوں کا پورا پورا علم ہے (۱۱۶) میں نے ان لوگوں سے اُس کے سوا کوئی بات

اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا

نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا تھا، اور وہ یہ کہ: "اللہ کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔"

دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ

اور جب تک میں ان کے درمیان موجود رہا، میں ان کے حالات سے واقف رہا۔ پھر جب آپ نے مجھے اُٹھا لیا تو آپ خود ان کے نگراں تھے،

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۱۱۷ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ

اور آپ ہر چیز کے گواہ ہیں (۱۱۷) اگر آپ ان کو سزا دیں، تو یہ آپ کے بندے ہیں ہی، اور اگر آپ انہیں معاف فرما دیں تو یقیناً آپ کا اقتدار بھی

فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱۱۸ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ

کامل ہے، حکمت بھی کامل" (۱۱۸) اللہ کہے گا کہ: "یہ وہ دن ہے جس میں سچے لوگوں کو ان کا سچ فائدہ پہنچائے گا۔

---

(۷۸) قرآنِ کریم نے یہ بیان نہیں فرمایا کہ پھر وہ خوان آسمان سے اُترا یا نہیں۔ جامع ترمذی کی ایک روایت میں حضرت عمار بن یاسرؓ کا یہ قول مروی ہے کہ خوان اُترا تھا، پھر جن لوگوں نے نافرمانی کی وہ دُنیا ہی میں عذاب کے شکار ہوئے۔ (جامع ترمذی، کتاب التفسیر حدیث نمبر ۳۰۶۱) واللہ اعلم۔

(۷۹) عیسائیوں کے بعض فرقے تو حضرت مریم علیہا السلام کو تثلیث کا ایک حصہ قرار دے کر انہیں معبود مانتے تھے، اور دوسرے بعض فرقے اگرچہ انہیں تثلیث کا حصہ تو قرار نہیں دیتے تھے، لیکن جس طرح ان کی تصویر کلیساؤں میں آویزاں کر کے اس کی پرستش کی جاتی تھی وہ بھی ایک طرح سے ان کو خدائی میں شریک قرار دینے کے مرادف تھی۔ اس لئے یہ سوال کیا گیا ہے۔

صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ

ان کے لئے وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، جن میں یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ

اللہ ان سے خوش ہے اور یہ اُس سے خوش ہیں، یہی بڑی زبردست کامیابی ہے" ﴿۱۱۹﴾ تمام آسمانوں

ع السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

اور زمین اور ان میں جو کچھ ہے اس سب کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ ﴿۱۲۰﴾

الحمدللہ! آج بتاریخ ۲۳ رمحرم ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۲ رفروری ۲۰۰۶ء کو بروز منگل بوقت نمازِ عشاء سورۂ مائدہ کا ترجمہ اور حواشی مکمل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، اور باقی سورتوں کی تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ

تعارف

یہ سورت چونکہ مکہ مکرّمہ کے اس دور میں نازل ہوئی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام اپنے ابتدائی دور میں تھی، اس لئے اس میں اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کو مختلف دلائل کے ذریعے ثابت کیا گیا ہے، اور ان عقائد پر جو اِعتراضات کفار کی طرف سے اُٹھائے جاتے تھے، ان کا جواب دیا گیا ہے۔ اس دور میں مسلمانوں پر کفارِ مکہ کی طرف سے طرح طرح کے ظلم توڑے جارہے تھے، اس لئے ان کو تسلی بھی دی گئی ہے۔ کفارِ مکہ اپنے مشرکانہ عقائد کے نتیجے میں جن بے ہودہ رسموں اور بے بنیاد خیالات میں مبتلا تھے، ان کی تردید فرمائی گئی ہے۔ عربی زبان میں ''اَنعام'' چوپایوں کو کہتے ہیں۔ عرب کے مشرکین مویشیوں کے بارے میں بہت سے غلط عقیدے رکھتے تھے، مثلاً ان کو بتوں کے نام پر وقف کر کے ان کا کھانا حرام سمجھتے تھے۔ چونکہ اس سورت میں ان بے بنیاد عقائد کی تردید کی گئی ہے، (دیکھئے آیات: ۱۳۶ تا ۱۴۶) اس لئے اس کا نام سورۃ الانعام رکھا گیا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ چند آیتوں کو چھوڑ کر یہ پوری سورت ایک ہی مرتبہ نازل ہوئی تھی، لیکن علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ''روح المعانی'' میں ان روایتوں پر تنقید کی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

اٰیاتها ١٦٥ ٦ سُوْرَةُ الْاَنْعَامِ مَكِّیَّةٌ ٥٥ رکوعاتها ٢٠

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ؕ
تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور اندھیریاں اور روشنی بنائی۔ پھر بھی جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے وہ دوسروں کو
ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝١ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ
(خدائی میں) اپنے پروردگار کے برابر قرار دے رہے ہیں ۝١ وہی ذات ہے جس نے تم کو گیلی مٹی سے پیدا کیا، پھر (تمہاری زندگی کی) ایک
ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝٢ وَهُوَ اللّٰهُ
میعاد مقرر کردی۔ اور (دوبارہ زندہ ہونے کی) ایک متعین میعاد اسی کے پاس ہے۔(۱) پھر بھی تم شک میں پڑے ہوئے ہو ۝٢ اور وہی اللہ آسمانوں
فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَیَعْلَمُ مَا
میں بھی ہے، اور زمین میں بھی۔ وہ تمہارے چھپے ہوئے بھید بھی جانتا ہے، اور کھلے ہوئے حالات بھی، اور جو کچھ کمائی تم کر رہے ہو، اس سے بھی
تَكْسِبُوْنَ ۝٣ وَمَا تَاْتِیْهِمْ مِّنْ اٰیَةٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا
واقف ہے ۝٣ اور (ان کافروں کا حال یہ ہے کہ) ان کے پاس ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے جب بھی کوئی نشانی آتی ہے، تو یہ لوگ
مُعْرِضِیْنَ ۝٤ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ یَاْتِیْهِمْ
اس سے منہ موڑ لیتے ہیں ۝٤ چنانچہ جب حق ان کے پاس آگیا تو ان لوگوں نے اسے جھٹلا دیا۔ نتیجہ یہ کہ جس بات کا یہ مذاق اُڑاتے رہے ہیں،
اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٥ اَلَمْ یَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ
جلد ہی ان کو اس کی خبریں پہنچ جائیں گی(۲) ۝٥ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں!
مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ
ان کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار دیا تھا جو تمہیں نہیں دیا۔ ہم نے ان پر آسمان سے خوب بارشیں بھیجیں،

---

(۱) یعنی ایک میعاد تو ہر انسان کی انفرادی زندگی کی ہے کہ وہ کب تک جئے گا، شروع میں تو اس کا علم کسی کو نہیں ہوتا، مگر جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو ہر ایک کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کی عمر کتنی تھی۔ لیکن مرنے کے بعد جو دوسری زندگی آنے والی ہے، وہ کب آئے گی؟ اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(۲) کفار سے کہا گیا تھا کہ اگر انہوں نے ہٹ دھرمی کا رویہ جاری رکھا تو دُنیا میں بھی ان کا انجام برا ہوگا، اور آخرت میں بھی ان کو عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کفار ان باتوں کا مذاق اُڑاتے تھے۔ آیت ان کو متنبہ کر رہی ہے کہ جس بات کا وہ مذاق اُڑا رہے ہیں، عنقریب وہ ایک حقیقت بن کر ان کے سامنے آجائے گی۔

عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّ جَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ

اور ہم نے دریاؤں کو مقرر کردیا کہ وہ ان کے نیچے بہتے رہیں۔ لیکن پھر ان کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے

بِذُنُوْبِهِمْ وَ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝٦ وَ لَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ

ان کو ہلاک کرڈالا، اور ان کے بعد دوسری نسلیں پیدا کیں (٦) اور (ان کافروں کا حال یہ ہے کہ) اگر ہم تم پر کوئی ایسی کتاب نازل کردیتے جو

كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا

کاغذ پر لکھی ہوئی ہوتی، پھر یہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوکر بھی دیکھ لیتے، تو جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے وہ پھر بھی یہی کہتے کہ یہ کھلے ہوئے جادو

سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ وَ قَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَ لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ

کے سوا کچھ نہیں (٧) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ: ''اس (پیغمبر) پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟'' حالانکہ اگر ہم کوئی فرشتہ اتار دیتے تو سارا کام ہی

الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝٨ وَ لَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّ لَلَبَسْنَا

تمام ہوجاتا،(٣) پھر ان کو کوئی مہلت نہ دی جاتی (٨) اور اگر ہم فرشتے ہی کو پیغمبر بناتے، تب بھی اسے کسی مرد ہی (کی شکل میں) بناتے، اور ان کو پھر

عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝٩ وَ لَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ

ہم اسی شبہے میں ڈال دیتے جس میں اب مبتلا ہیں۔(٤) (٩) اور (اے پیغمبر!) حقیقت یہ ہے کہ تم سے پہلے بھی بہت سے رسولوں کا مذاق اُڑایا گیا

بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝١٠ قُلْ سِيْرُوْا فِي ع

ہے، لیکن نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے جن لوگوں نے مذاق اُڑایا تھا، ان کو اسی چیز نے آگھیرا جس کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ (١٠) (ان کافروں

الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝١١ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي

سے) کہو کہ: ''ذرا زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ (پیغمبروں کو) جھٹلانے والوں کا کیسا انجام ہوا؟''(٥) (١١) (ان سے) پوچھو کہ: ''آسمانوں اور

---

(٣) یہ دُنیا چونکہ انسان کے امتحان کے لئے بنائی گئی ہے، اس لئے انسان سے مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنی عقل سے کام لے کر اللہ تعالیٰ پر اور اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی غیبی حقیقت آنکھوں سے دِکھادی جاتی ہے تو اس کے بعد اِیمان لانا معتبر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص موت کے فرشتوں کو دیکھ کر ایمان لائے تو اس کا ایمان قابل قبول نہیں۔ کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ اگر کوئی فرشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی لے کر آتا ہے تو وہ اس طرح آئے کہ ہم اسے دیکھ سکیں۔ قرآنِ کریم نے اس کا پہلا جواب تو یہ دیا ہے کہ اگر فرشتے کو انہوں نے آنکھ سے دیکھ لیا تو پھر مذکورہ بالا اُصول کے مطابق ان کا اِیمان معتبر نہیں ہوگا، اور پھر انہیں اتنی مہلت نہیں ملے گی کہ یہ ایمان لاسکیں۔ دوسرا جواب اگلے جملے میں ہے۔

(٤) یعنی اگر کسی فرشتے ہی کو پیغمبر بناکر بھیجتے، یا پیغمبر کی تصدیق کے لئے لوگوں کے سامنے بھیجتے تب بھی اس کو انسانی شکل ہی میں بھیجنا پڑتا، کیونکہ کسی انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی فرشتے کو دیکھ سکے۔ اس صورت میں پھر یہ کافر لوگ وہی اعتراض دُہراتے کہ یہ تو ہم جیسا ہی آدمی ہے۔ اس کو ہم پیغمبر کیسے مان لیں؟

(٥) مشرکینِ عرب شام کے تجارتی سفر کے دوران ثمود اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیوں سے گذرا کرتے تھے جہاں ان

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ

زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟'' (پھر اگر وہ جواب نہ دیں تو خود ہی) کہہ دو کہ: ''اللہ ہی کی ملکیت ہے۔ اس نے رحمت کو اپنے اُوپر لازم کر

اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا

رکھا ہے۔ (اس لئے توبہ کرلو تو پچھلے سارے گناہ معاف کردے گا، ورنہ) وہ تم سب کو ضرور بالضرور قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں

يُؤْمِنُوْنَ (١٢) وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِى الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ

کوئی شک نہیں ہے، (لیکن) جن لوگوں نے اپنی جانوں کے لئے گھاٹے کا سودا کر رکھا ہے، وہ (اس حقیقت پر) ایمان نہیں لاتے (١٢) اور رات اور

الْعَلِيْمُ (١٣) قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ

دن میں جتنی مخلوقات آرام پاتی ہیں، سب اسی کے قبضے میں ہیں(٦)، اور وہ ہر بات کو سنتا، ہر چیز کو جانتا ہے۔'' (١٣) کہہ دو کہ: ''کیا میں اللہ کے سوا

هُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ؕ قُلْ اِنِّىْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ

کسی اور کو رکھوالا بناؤں؟ (اُس اللہ کو چھوڑ کر) جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اور جو سب کو کھلاتا ہے، کسی سے کھاتا نہیں؟'' کہہ دو کہ:

لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (١٤) قُلْ اِنِّىْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ

''مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ فرماں برداری میں سب لوگوں سے پہل کرنے والا میں بنوں'' اور تم مشرکوں میں ہرگز شامل نہ ہونا (١٤) کہہ دو کہ: ''اگر میں

يَوْمٍ عَظِيْمٍ (١٥) مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ

اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک زبردست دن کے عذاب کا خوف ہے۔'' (١٥) جس کسی شخص سے اس دن وہ عذاب ہٹادیا گیا، اس پر

الْمُبِيْنُ (١٦) وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ

اللہ نے بڑا رحم کیا، اور یہی واضح کامیابی ہے (١٦) اگر اللہ تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو خود اس کے سوا اسے دُور کرنے والا کوئی نہیں، اور اگر وہ

يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (١٧) وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ ؕ

تمہیں کوئی بھلائی پہنچائے تو وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہی ہے (١٧) اور وہ اپنے بندوں کے اُوپر مکمل اقتدار رکھتا ہے، اور وہ حکیم بھی ہے، پوری طرح

قوموں کی تباہی کے آثار انہیں آنکھوں سے نظر آتے تھے۔ قرآنِ کریم انہیں دعوت دے رہا ہے کہ وہ ان قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔

(٦) غالباً اشارہ اس طرف ہے کہ رات اور دن کے اوقات میں جب لوگ سوتے ہیں تو دوبارہ بیدار بھی ہوجاتے ہیں، حالانکہ نیند بھی ایک چھوٹی موت ہے جس میں انسان دُنیا سے بے خبر اور بالکل بے اختیار ہوجاتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہوتا ہے، اس لئے جب وہ چاہتا ہے اسے بیداری کی دُنیا میں واپس لے آتا ہے۔ اسی طرح جب بڑی موت آئے گی تب بھی انسان اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہوگا، اور وہ جب چاہے گا، اسے دوبارہ زندگی دے کر قیامت کے یوم حساب کی طرف لے جائے گا۔

وَ هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿١٨﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ

باخبر بھی (۱۸) کہو: "کونسی چیز ایسی ہے جو (کسی بات کی) گواہی دینے کے لئے سب سے اعلیٰ درجے کی ہو؟" کہو: "اللہ! (اور وہی) میرے اور

شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ۣ وَ اُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَ مَنْۢ

تمہارے درمیان گواہ ہے۔ اور مجھ پر یہ قرآن وحی کے طور پر اس لئے نازل کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعے میں تمہیں بھی ڈراؤں، اور ان سب کو بھی

بَلَغَ ۭ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ

جنہیں یہ قرآن پہنچے۔ کیا سچ مچ تم یہ گواہی دے سکتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں؟" کہہ دو کہ: "میں تو ایسی گواہی نہیں دوں گا۔" کہہ دو کہ: "وہ

وقف لازم اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿١٩﴾ ؎ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ

تو صرف ایک خدا ہے، اور جن جن چیزوں کو تم اس کی خدائی میں شریک ٹھہراتے ہو، میں ان سب سے بیزار ہوں۔" (۱۹) جن لوگوں کو ہم نے کتاب

وقف لازم الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

دی ہے، وہ ان کو (یعنی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو) اس طرح پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ (پھر بھی) جن لوگوں نے اپنی

ع ٨ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٢٠﴾ ؏ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ

جانوں کے لئے گھاٹے کا سودا کر رکھا ہے، وہ ایمان نہیں لاتے (۲۰) اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوسکتا ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے، یا اللہ کی

بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢١﴾ وَ يَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ

آیتوں کو جھٹلائے؟ یقین رکھو کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پا سکتے (۲۱) اُس دن (کو یاد رکھو) جب ہم اِن سب کو اِکٹھا کریں گے، پھر جن لوگوں نے شرک کیا

لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَاۗؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ لَمْ

ہوگا ان سے پوچھیں گے کہ: "کہاں ہیں تمہارے وہ معبود جن کے بارے میں تم یہ دعویٰ کرتے تھے کہ وہ خدائی میں اللہ کے شریک ہیں؟" (۲۲) اُس

تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿٢٣﴾ اُنْظُرْ

وقت اُن کے پاس کوئی بہانہ نہیں ہوگا، سوائے اِس کے کہ وہ کہیں گے: "اللہ کی قسم جو ہمارا پروردگار ہے، ہم تو مشرک نہیں تھے۔" (۷) (۲۳) دیکھو! یہ اپنے

كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَ

معاملے میں کس طرح جھوٹ بول جائیں گے، اور جو (معبود) انہوں نے جھوٹ موٹ تراش رکھے تھے، اُن کا اِنہیں کوئی سراغ نہیں مل سکے گا! (۲۴) اور

مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَ جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ

اِن میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو تمہاری بات کان لگا کر سنتے ہیں، مگر (چونکہ یہ سننا طلبِ حق کے بجائے ضد پر اڑے رہنے کے لئے ہوتا ہے، اس لئے) ہم

---

(۷) شروع میں تو وہ بوکھلاہٹ کے عالم میں جھوٹ بول جائیں گے، لیکن پھر قرآنِ کریم ہی نے سورۂ یٰسٓ (۳۶:۶۵) اور سورۂ حٰم السجدہ (۴۱:۲۱) میں بیان فرمایا ہے کہ خود ان کے ہاتھ پاؤں ان کے خلاف گواہی دیں گے، اور ان کا سارا جھوٹ کھل جائے گا۔ اس موقع کے لئے سورۂ نساء (۴:۴۲) میں پیچھے گذرا ہے کہ وہ کوئی بات چھپا نہیں سکیں گے، اور آگے اسی سورت کی آیت نمبر ۱۳۰ میں آرہا ہے کہ وہ خود اپنے خلاف گواہی دیں گے۔

فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۭ حَتّٰٓى اِذَا
نے ان کے دلوں پر ایسے پردے ڈال دیے ہیں کہ وہ اس کو سمجھتے نہیں ہیں، اور ان کے کانوں میں بہرا پن پیدا کردیا ہے۔ اور اگر وہ ایک ایک کرکے ساری
جَاۗءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ
نشانیاں دیکھ لیں تب بھی وہ ان پر ایمان نہیں لائیں گے۔ انتہا یہ ہے کہ جب تمہارے پاس جھگڑا کرنے کے لئے آتے ہیں تو یہ کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ
اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۲۵ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْــــَٔـوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ
(قرآن) پچھلے لوگوں کی داستانوں کے سوا کچھ نہیں ۝۲۵ اور یہ دوسروں کو بھی اس (قرآن) سے روکتے ہیں، اور خود بھی اس سے دور رہتے ہیں۔ اور (اس
يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۲۶ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلَي
طرح) وہ اپنی جانوں کے سوا کسی اور کو ہلاکت میں نہیں ڈال رہے، لیکن ان کو احساس نہیں ہے ۝۲۶ اور (بڑا ہولناک نظارہ ہوگا) اگر تم وہ وقت دیکھو جب ان کو
النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ
دوزخ پر کھڑا کیا جائے گا، اور یہ کہیں گے: "اے کاش! ہمیں واپس (دنیا میں) بھیج دیا جائے، تاکہ اس بار ہم اپنے پروردگار کی نشانیوں کو نہ جھٹلائیں، اور ہمارا
الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲۷ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَلَوْ رُدُّوْا
شمار مومنوں میں ہوجائے!" ۝۲۷ (حالانکہ ان کی یہ آرزو بھی سچی نہ ہوگی) بلکہ دراصل وہ چیز (یعنی آخرت) ان کے سامنے کھل کر آچکی ہوگی جسے وہ پہلے چھپایا
لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۲۸ وَقَالُوْٓا اِنْ هِىَ اِلَّا
کرتے تھے، (اس لئے مجبوراً یہ دعویٰ کریں گے) ورنہ اگر ان کو واقعی واپس بھیجا جائے تو یہ دوبارہ وہی کچھ کریں گے جس سے انہیں روکا گیا ہے، اور یقین جانو یہ
حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ۝۲۹ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰي
پکے جھوٹے ہیں ۝۲۸ یہ تو یوں کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے بس یہی دنیوی زندگی ہے، اور ہم مر کر دوبارہ زندہ نہیں کئے جائیں گے ۝۲۹ اور اگر تم وہ وقت دیکھو
رَبِّهِمْ ۭ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا
جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے! وہ کہے گا: "کیا یہ (دوسری زندگی) حق نہیں ہے؟" وہ کہیں گے: "بیشک ہمارے رب کی
ع الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۰ۧ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَاۗءِ اللّٰهِ ۭ
قسم!" اللہ کہے گا: "تو پھر چکھو عذاب کا مزہ، کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے۔" ۝۳۰ حقیقت یہ ہے کہ بڑے خسارے میں ہیں وہ لوگ جنہوں نے اللہ
حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰي مَا فَرَّطْنَا
سے جاملنے کو جھٹلایا ہے! یہاں تک کہ جب قیامت اچانک ان کے سامنے آکھڑی ہوگی تو وہ کہیں گے: "ہائے افسوس! کہ ہم نے اس (قیامت)
فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰي ظُهُوْرِهِمْ ۭ اَلَا سَاۗءَ مَا
کے بارے میں بڑی کوتاہی کی۔" اور وہ (اس وقت) اپنی پیٹھوں پر اپنے گناہوں کا بوجھ لادے ہوئے ہوں گے۔ (لہٰذا) خبردار رہو کہ بہت برا
يَزِرُوْنَ ۝۳۱ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ
بوجھ ہے جو یہ لوگ اٹھا رہے ہیں ۝۳۱ اور دنیوی زندگی تو ایک کھیل تماشے کے سوا کچھ نہیں(۸)، اور یقین جانو کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں، ان

لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝٣٢ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ

کے لئے آخرت والا گھر کہیں زیادہ بہتر ہے۔ تو کیا اتنی سی بات تمہاری عقل میں نہیں آتی ؟ ۝٣٢ (اے رسول!) ہمیں خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ

يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَ لٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

جو باتیں کرتے ہیں ان سے تمہیں رنج ہوتا ہے، کیونکہ دراصل یہ تمہیں نہیں جھٹلاتے، بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں کا

يَجْحَدُوْنَ ۝٣٣ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا

انکار کرتے ہیں۔(٩) ۝٣٣ اور حقیقت یہ ہے کہ تم سے پہلے بہت سے رسولوں کو جھٹلایا گیا ہے۔ پھر جس طرح انہیں جھٹلایا گیا اور تکلیفیں دی گئیں، اس

وَ اُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَ لَقَدْ جَآءَكَ

سب پر انہوں نے صبر کیا، یہاں تک کہ ہماری مدد ان کو پہنچ گئی۔ اور کوئی نہیں ہے جو اللہ کی باتوں کو بدل سکے۔ اور (پچھلے) رسولوں کے کچھ

مِنْ نَّبَاِى الْمُرْسَلِيْنَ ۝٣٤ وَ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ

واقعات آپ تک پہنچ ہی چکے ہیں۔ ۝٣٤ اور اگر ان لوگوں کا منہ موڑے رہنا تمہیں بہت بھاری معلوم ہو رہا ہے تو اگر تم زمین کے اندر (جانے

اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِىَ نَفَقًا فِى الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِى السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ

کے لئے) کوئی سرنگ یا آسمان میں (چڑھنے کے لئے) کوئی سیڑھی ڈھونڈ کر ان کے پاس (ان کا منہ مانگا یہ) معجزہ لا سکتے ہو، (تو لے آؤ) اور اگر اللہ

بِاٰيَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝٣٥

چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا۔ لہٰذا تم نادانوں میں ہرگز شامل نہ ہونا۔(١٠) ۝٣٥ بات تو وہی لوگ مان سکتے ہیں جو (حق کے طالب بن کر)

---

(٨) یہ بات کافروں کے اس بیان کے جواب میں کہی گئی ہے جو آیت نمبر ٢٩ میں اُوپر گذرا ہے کہ: ''جو کچھ ہے بس یہی دُنیوی زندگی ہے'' جواب میں فرمایا گیا ہے کہ آخرت کی ابدی زندگی کے مقابلے میں چند روز کی دُنیوی زندگی، جسے تم سب کچھ سمجھ رہے ہو، کھیل تماشے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی پروا کئے بغیر دُنیا میں زندگی گذارتے ہیں تو جس عیش و آرام کو وہ اپنا مقصدِ زندگی بناتے ہیں، آخرت میں جا کر ان کو پتہ لگ جائے گا کہ اس کی حیثیت کھیل تماشے کی سی تھی۔ ہاں! جو لوگ دُنیا کو آخرت کی کھیتی بنا کر زندگی گذارتے ہیں، ان کے لئے دُنیوی زندگی بھی بڑی نعمت ہے۔

(٩) یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو صرف اپنی ذات کے جھٹلانے سے اتنا زیادہ رنج نہ ہوتا، لیکن زیادہ رنج کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ آیت کے یہ معنیٰ الفاظِ قرآن کے بھی زیادہ مطابق ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج سے بھی زیادہ مطابقت رکھتے ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(١٠) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بہت سے معجزات عطا فرمائے تھے، جن میں سب سے بڑا معجزہ خود قرآنِ کریم تھا، کیونکہ آپ کے اُمی ہونے کے باوجود یہ فصیح و بلیغ کلام آپ پر نازل ہوا جس کے آگے بڑے بڑے ادیبوں اور شاعروں نے گھٹنے ٹیک دیئے، اور کسی نے وہ چیلنج قبول نہ کیا جو سورۂ بقرہ (٢: ٢٣) وغیرہ میں دیا گیا تھا۔ اسی کی طرف سورۂ عنکبوت (٢٩: ٥١) میں اشارہ فرمایا گیا ہے کہ تنہا یہی معجزہ ایک حق کے طلب گار کے لئے کافی ہونا چاہئے تھا۔ لیکن کفارِ مکہ اپنی ضد اور عناد کی وجہ سے

اِنَّمَا يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ يَسْمَعُوْنَ ؕ وَ الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ
سنیں۔ جہاں تک ان مُردوں کا تعلق ہے، ان کو تو اللہ ہی قبروں سے اُٹھائے گا، پھر یہ اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے (۳۶) یہ لوگ کہتے ہیں
يُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ
کہ (اگر یہ نبی ہیں تو) ان پر ان کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اُتاری گئی؟ تم (ان سے) کہو کہ اللہ بیشک اس بات پر قادر ہے
عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي
کہ کوئی نشانی نازل کردے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ (اس کا انجام) نہیں جانتے۔(۱۱) (۳۷) اور زمین میں جتنے جانور چلتے ہیں، اور جتنے پرندے

ہر روز نت نئے معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے۔ اس سلسلے میں جس قسم کے بیہودہ مطالبات وہ کرتے تھے، ان کی ایک فہرست قرآن کریم نے سورۂ بنی اسرائیل (۱۷: ۹۰ - ۹۳) میں بھی بیان فرمائی ہے۔ اس پر کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ خیال ہوتا تھا کہ اگر ان کے فرمائشی معجزات میں سے کوئی معجزہ دِکھا دیا جائے تو شاید یہ لوگ ایمان لاکر جہنم سے بچ جائیں۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشفقانہ خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ درحقیقت ان کے یہ مطالبات محض ہٹ دھرمی پر مبنی ہیں، اور جیسا کہ پیچھے آیت نمبر ۲۵ میں کہا گیا ہے، یہ اگر ساری نشانیاں دیکھ لیں گے تب بھی ایمان نہیں لائیں گے، اس لئے ان کے مطالبات کو پورا کرنا نہ صرف بیکار ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی اس حکمت کے خلاف ہے جس کی طرف اشارہ آگے آیت نمبر ۳۷ میں آرہا ہے۔ ہاں اگر آپ خود ان کے مطالبات پورے کرنے کے لئے ان کے کہنے کے مطابق زمین کے اندر جانے کے لئے کوئی سرنگ بنا سکیں یا آسمان پر چڑھنے کے لئے کوئی سیڑھی ایجاد کرسکیں تو یہ بھی کر دیکھیں۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ اس لئے یہ فکر چھوڑ دیجئے کہ ان کے منہ مانگے معجزات انہیں دِکھائے جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو سارے انسانوں کو زبردستی ایک ہی دِین کا پابند بنا دیتا، لیکن درحقیقت انسان کو دُنیا میں بھیجنے کا بنیادی مقصد اِمتحان ہے، اور اس امتحان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان زور زبردستی سے نہیں، بلکہ خود اپنی سمجھ سے کام لے کر ان دلائل پر غور کرے جو پوری کائنات میں بکھرے پڑے ہیں، اور پھر اپنی مرضی سے توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان لائے۔ انبیائے کرام لوگوں کی فرمائش پر نت نئے کرشمے دِکھانے کے لئے نہیں، ان دلائل کی طرف متوجہ کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں، اور آسمانی کتابیں اس امتحان کو آسان کرنے کے لئے نازل کی جاتی ہیں، مگر ان سے فائدہ وہی اُٹھاتے ہیں جن کے دِل میں حق کی طلب ہو۔ اور جو لوگ اپنی ضد پر اَڑے رہنے کی قسم کھا چکے ہوں، ان کے لئے نہ کوئی بڑی سے بڑی دلیل کارآمد ہوسکتی ہے، نہ کوئی بڑے سے بڑا معجزہ۔

(۱۱) اس آیت میں فرمائشی معجزات نہ دِکھانے کی ایک اور وجہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ رہی ہے کہ پچھلی قوموں کو جب کبھی ان کا مانگا ہوا معجزہ دِکھایا گیا ہے تو ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی کردی گئی ہے کہ اگر اس کے باوجود وہ ایمان نہ لائے تو انہیں اس دُنیا ہی میں ہلاک کردیا جائے گا، چنانچہ کئی قومیں اسی طرح ہلاک ہوئیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کفارِ مکہ میں سے اکثر لوگ ہٹ دھرم ہیں، اور وہ فرمائشی معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی سنت کے مطابق وہ ہلاک ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کو ابھی یہ منظور نہیں ہے کہ انہیں عذابِ عام کے ذریعے ہلاک کیا جائے۔ لہٰذا جو لوگ فرمائشی معجزات کا

الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ ۚ مَا فَرَّطْنَا فِي

اپنے پروں سے اُڑتے ہیں، وہ سب مخلوقات کی تم جیسی ہی اصناف ہیں۔ ہم نے کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ پھر ان

الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا

سب کو جمع کرکے ان کے پروردگار کی طرف لے جایا جائے گا۔(۱۲) ﴿۳۸﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے

صُمٌّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ۗ مَنْ يَشَإِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ ۗ وَمَنْ يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلَىٰ

وہ اندھیروں میں بھٹکتے بھٹکتے بہرے اور گونگے ہو چکے ہیں۔(۱۳) اللہ جسے چاہتا ہے، (اس کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے) گمراہی میں ڈال دیتا ہے، اور

صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ أَرَأَيْتَكُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ

جسے چاہتا ہے، سیدھی راہ پر لگا دیتا ہے ﴿۳۹﴾ (ان کافروں) سے کہو: ”اگر تم سچے ہو تو ذرا یہ بتاؤ کہ اگر تم پر اللہ کا عذاب آ جائے، یا تم پر قیامت

السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۴۰﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ

ٹوٹ پڑے تو کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ ﴿۴۰﴾ بلکہ اُسی کو پکارو گے، پھر جس پریشانی کے لئے تم نے اُسے پکارا ہے، اگر وہ چاہے گا تو اُسے

مطالبہ کر رہے ہیں وہ اس کے انجام سے ناواقف ہیں۔ ہاں جن لوگوں کو ایمان لانا ہے، وہ مطلوبہ معجزات کے بغیر دوسرے دلائل اور معجزات دیکھ کر خود ایمان لے آئیں گے۔

(۱۲) اس آیت نے یہ بتایا ہے کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی صرف انسانوں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ تمام جانوروں کو بھی قیامت کے بعد حشر کے دن زندہ کرکے اُٹھایا جائے گا۔ ”تم جیسی ہی اصناف ہیں“ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تمہیں دوسری زندگی دی جائے گی، اسی طرح ان کو بھی دوسری زندگی ملے گی۔ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ جانوروں نے دُنیا میں ایک دوسرے پر جو ظلم کئے ہوں گے، میدانِ حشر میں مظلوم جانور کو حق دیا جائے گا کہ وہ ظالم سے بدلہ لے۔ اس کے بعد چونکہ وہ حقوق اللہ کے مکلّف نہیں ہیں، اس لئے ان پر دوبارہ موت طاری کر دی جائے گی۔ یہاں اس حقیقت کو بیان فرمانے کا مقصد بظاہر یہ ہے کہ کفارِ عرب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو ناممکن قرار دیتے تھے اور کہتے تھے کہ سارے کے سارے انسان جو مر کر مٹی ہو چکے ہوں گے ان کو دوبارہ کیسے جمع کیا جا سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ صرف انسانوں ہی کو نہیں، جانوروں کو بھی زندہ کیا جائے گا، حالانکہ جانوروں کی تعداد انسانوں سے کہیں زیادہ ہے۔ رہا یہ معاملہ کہ دُنیا کی ابتدا سے انتہا تک کے بے شمار انسانوں اور جانوروں کے گلے سڑے اجزاء کا کیسے پتہ لگایا جائے گا؟ تو اس کا جواب اگلے جملے میں یہ دیا گیا ہے کہ لوحِ محفوظ میں ہر بات درج ہے، اور یہ ایسا ریکارڈ ہے جس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی ہے، لہٰذا نہ انسانوں کو جمع کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل ہے، نہ جانوروں کا۔

(۱۳) یعنی اپنے اختیار سے گمراہی کو اپنا کر انہوں نے حق سننے اور کہنے کی صلاحیت ہی ختم کر لی ہے۔ یاد رہے کہ یہ ترجمہ ”فِي الظُّلُمٰتِ“ کو ”صُمٌّ وَّبُكْمٌ“ سے حال قرار دینے پر مبنی ہے جسے علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے راجح قرار دیا ہے۔

ع فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ لَقَدْ

دُور کردے گا، اور جن (دیوتاؤں) کو تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو (اُس وقت) ان کو بھول جاؤ گے۔(۱۴) ﴿۴۱﴾ اور (اے پیغمبر!) تم سے

اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ

پہلے ہم نے بہت سی قوموں کے پاس پیغمبر بھیجے، پھر ہم نے (ان کی نافرمانی کی بنا پر) انہیں سختیوں اور تکلیفوں میں گرفتار کیا، تاکہ وہ عجز و نیاز کا

يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ

شیوہ اپنائیں۔ ﴿۴۲﴾ پھر ایسا کیوں نہ ہوا کہ جب ان کے پاس ہماری طرف سے سختی آئی تھی، اس وقت وہ عاجزی کا رویہ اختیار کرتے؟ بلکہ ان

وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا

کے دل تو اور سخت ہوگئے، اور جو کچھ وہ کررہے تھے، شیطان نے اُنہیں یہ سجھایا کہ وہی بڑے شاندار کام ہیں ﴿۴۳﴾ پھر انہیں جو نصیحت کی گئی تھی،

عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً

جب وہ اسے بھلا بیٹھے تو ہم نے ان پر ہر نعمت کے دروازے کھول دیئے،(۱۵) یہاں تک کہ جو نعمتیں انہیں دی گئی تھیں، جب وہ اُن پر اترانے لگے تو

فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

ہم نے اچانک ان کو آ پکڑا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بالکل مایوس ہوکر رہ گئے ﴿۴۴﴾ اس طرح جن لوگوں نے ظلم کیا تھا ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی گئی،

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ

اور تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ ﴿۴۵﴾ (اے پیغمبر! ان سے) کہو: "ذرا مجھے بتاؤ کہ اگر اللہ تمہاری سننے کی طاقت اور

وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ

تمہاری آنکھیں تم سے چھین لے اور تمہارے دِلوں پر مہر لگادے، تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو یہ چیزیں تمہیں لاکر دیدے؟" دیکھو، ہم کیسے

---

(۱۴) عرب کے مشرکین یہ مانتے تھے کہ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، لیکن ساتھ ہی ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اس کی خدائی میں دوسرے بہت سے دیوتا اس طرح شریک ہیں کہ خدائی کے بہت سے اختیارات ان کو حاصل ہیں۔ اب ہوتا یہ تھا کہ وہ ان دیوتاؤں کو خوش رکھنے کی نیت سے ان کی پرستش کرتے رہتے تھے، مگر جب کوئی ناگہانی آفت آپڑتی تھی، مثلاً سمندر میں سفر کرتے ہوئے پہاڑ جیسی موجوں میں گھر جاتے تھے تو اپنے گھڑے ہوئے دیوتاؤں کے بجائے اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔ یہاں ان کی اس عادت کے حوالے سے یہ سوال کیا جارہا ہے کہ جب دُنیا کی ان مصیبتوں میں تم اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہو تو اگر کوئی بڑا عذاب آجائے، یا قیامت ہی آ کھڑی ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کو پکارو گے۔

(۱۵) اللہ تعالیٰ نے پچھلی اُمتوں کے ساتھ یہ معاملہ فرمایا ہے کہ انہیں متنبہ کرنے کے لئے انہیں کچھ سختیوں میں بھی مبتلا فرمایا، تاکہ وہ لوگ جن کے دِل سختی کی حالت میں نرم پڑتے ہیں، سوچنے سمجھنے کی طرف مائل ہوسکیں، پھر ان کو خوب خوشحالی عطا فرمائی تاکہ جو لوگ خوشحالی میں حق قبول کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، وہ کچھ سبق لے سکیں۔ جب دونوں حالتوں میں لوگ گمراہی پر قائم رہے، تب ان پر عذاب نازل کیا گیا۔ یہی بات قرآنِ کریم نے سورۂ اعراف (۷: ۹۴-۹۵) میں بھی بیان فرمائی ہے۔

الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴٦﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ

کیسے مختلف طریقوں سے دلائل بیان کرتے ہیں، پھر بھی یہ لوگ منہ پھیر لیتے ہیں ﴿۴٦﴾ کہو: ''ذرا یہ بتاؤ کہ اگر اللہ کا عذاب تمہارے پاس اچانک

بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَمَا نُرْسِلُ

آئے یا اعلان کر کے، دونوں صورتوں میں کیا ظالموں کے سوا کسی اور کو ہلاک کیا جائے گا؟''(۱٦) ﴿۴۷﴾ ہم پیغمبروں کو اسی لئے تو بھیجتے ہیں کہ وہ

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ

(نیکیوں پر) خوشخبری سنائیں، اور (نافرمانی پر اللہ کے عذاب سے) ڈرائیں۔ چنانچہ جو لوگ ایمان لے آئے اور اپنی اصلاح کر لی، ان کو نہ کوئی

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ

خوف ہوگا، اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿۴۸﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا، ان کو عذاب پہنچ کر رہے گا، کیونکہ وہ نافرمانی کے عادی

بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ

تھے۔ ﴿۴۹﴾ (اے پیغمبر!) ان سے کہو: ''میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب کا (پورا) علم رکھتا ہوں، اور نہ

الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ

میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں(۱۷)۔ میں تو صرف اُس وحی کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔'' کہو کہ: ''کیا ایک اندھا اور

هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع وَاَنْذِرْ بِهِ ع ٥ ٩ ١١

دُوسرا بینائی رکھنے والا دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ پھر کیا تم غور نہیں کرتے؟'' ﴿۵۰﴾ اور (اے پیغمبر!) تم اِس وحی کے ذریعے اُن لوگوں کو خبردار کرو جو

الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا

اس بات کا خوف رکھتے ہیں کہ ان کو ان کے پروردگار کے پاس ایسی حالت میں جمع کر کے لایا جائے گا کہ اس کے سوا نہ ان کا کوئی یار و مددگار ہوگا،

شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ

نہ کوئی سفارشی(۱۸)، تاکہ وہ لوگ تقویٰ اختیار کر لیں۔ ﴿۵۱﴾ اور اُن لوگوں کو (اپنی مجلس سے) نہ نکالنا جو صبح و شام اپنے پروردگار کو اس کی خوشنودی حاصل

(۱٦) کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی کہتے تھے کہ اللہ کے جس عذاب سے آپ ہمیں ڈراتے ہیں، تو وہ عذاب ابھی کیوں نہیں آجاتا؟ شاید وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر عذاب آیا تو مؤمن کافر سبھی ہلاک ہو جائیں گے۔ اس کے جواب میں فرمایا جا رہا ہے کہ ہلاک تو وہ ہوں گے جنہوں نے شرک اور ظلم کا ارتکاب کیا ہے۔

(۱۷) یہ ان مطالبات کا جواب ہے جو کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے کہ اگر تم پیغمبر ہو تو دولت کے خزانے تمہارے پاس ہونے چاہئیں، لہٰذا فلاں فلاں معجزات دِکھاؤ۔ جواب میں فرمایا گیا ہے کہ پیغمبر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ خدائی کے اختیارات مجھے حاصل ہو گئے ہیں، یا مجھے مکمل علم غیب حاصل ہے یا میں فرشتہ ہوں۔ پیغمبر ہونے کا مطلب صرف یہ ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے اور میں اسی کا اِتباع کرتا ہوں۔

(۱۸) یہ درحقیقت مشرکین کے اس عقیدے کی تردید ہے کہ وہ اپنے دیوتاؤں کو اپنا مستقل سفارشی سمجھتے تھے۔ لہٰذا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شفاعت کی تردید نہیں ہوتی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی اجازت سے مومنوں کیلئے کریں گے۔ کیونکہ دوسری

الْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ۖ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ
کرنے کے لئے پکارتے رہتے ہیں۔(۱۹) اِن کے حساب میں جو اعمال ہیں اُن میں سے کسی کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے، اور تمہارے حساب میں جو اعمال
حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٢﴾ وَكَذَٰلِكَ
ہیں اُن میں سے کسی کی ذمہ داری اُن پر نہیں ہے، جس کی وجہ سے تم انہیں نکال باہر کرو، اور ظالموں میں شامل ہو جاؤ (۵۲) اسی طرح ہم نے کچھ لوگوں
فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِيَقُولُوا أَهَٰؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا ۗ
کو کچھ دوسروں کے ذریعے آزمائش میں ڈالا ہے(۲۰) تاکہ وہ (ان کے بارے میں) یہ کہیں کہ: ”کیا یہ ہیں وہ لوگ جن کو اللہ نے ہم سب کو چھوڑ کر احسان
أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ﴿٥٣﴾ وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ
کرنے کے لئے چنا ہے(۲۱)؟“ کیا (جو کافر یہ بات کہہ رہے ہیں اُن کے خیال میں) اللہ اپنے شکر گذار بندوں کو دوسروں سے زیادہ نہیں جانتا؟ (۵۳) اور
بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ ۖ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۖ أَنَّهُ
جب تمہارے پاس وہ لوگ آئیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو ان سے کہو: ”سلامتی ہو تم پر! تمہارے پروردگار نے اپنے اُوپر رحمت کا
مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ
یہ معاملہ کرنا لازم کرلیا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی نادانی سے کوئی برا کام کر بیٹھے، پھر اس کے بعد توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے تو اللہ بہت بخشنے
غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٥٤﴾ وَكَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ
والا، بڑا مہربان ہے (۵۴) اور ہم اسی طرح نشانیاں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں، (تاکہ سیدھا راستہ بھی واضح ہوجائے) اور تاکہ مجرموں کا
ع ۶ ۱۲ الْمُجْرِمِينَ ﴿٥٥﴾ قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ
راستہ بھی کھل کر سامنے آجائے (۵۵) (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: ”تم اللہ کے سوا جن (جھوٹے خداؤں) کو پکارتے ہو مجھے ان کی عبادت
اللَّهِ ۚ قُلْ لَا أَتَّبِعُ أَهْوَاءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ إِذًا وَمَا أَنَا مِنَ
کرنے سے منع کیا گیا ہے۔“ کہو کہ: ”میں تمہاری خواہشات کے پیچھے نہیں چل سکتا۔ اگر میں ایسا کروں گا تو گمراہ ہوں گا، اور میرا شمار ہدایت

آیتوں میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت سے شفاعت ممکن ہے (مثلاً دیکھئے سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۵۵)۔

(۱۹) قریشِ مکہ کے کچھ سرداروں نے یہ کہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد غریب اور کم حیثیت قسم کے لوگ بکثرت رہتے ہیں۔ ان کے ساتھ آپ کی مجلس میں بیٹھنا ہماری توہین ہے۔ اگر آپ ان لوگوں کو اپنی مجلس سے اُٹھا دیں تو ہم آپ کی بات سننے کے لئے آسکتے ہیں۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲۰) مطلب یہ ہے کہ غریب مسلمان اس حیثیت سے ان امیر کافروں کے لئے ایک آزمائش کا سبب بن گئے ہیں کہ آیا یہ لوگ اصل اہمیت حق بات کو دیتے ہیں یا صرف اس وجہ سے حق کا انکار کردیتے ہیں کہ اس کے ماننے والے غریب لوگ ہیں۔

(۲۱) یہ کافروں کا فقرہ ہے جو وہ غریب مسلمانوں کے بارے میں طنزیہ انداز میں کہتے تھے۔ یعنی (معاذ اللہ) ساری دُنیا میں سے یہی کم حیثیت لوگ اللہ تعالیٰ کو ملے تھے جن پر وہ احسان کرکے انہیں جنت کا مستحق قرار دے؟

الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا

یافتہ لوگوں میں نہیں ہوگا" ﴿۵۶﴾ کہو کہ: "مجھے اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل مل چکی ہے جس پر میں قائم ہوں، اور تم نے اسے

تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ يَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَيْرُ

جھٹلا دیا ہے۔ جس چیز کے جلدی آنے کا تم مطالبہ کر رہے ہو وہ میرے پاس موجود نہیں ہے۔(۲۲) حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں چلتا۔ وہ حق بات بیان

الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ الْاَمْرُ بَيْنِيْ

کر دیتا ہے، اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔" ﴿۵۷﴾ کہو کہ: "جس چیز کی تم جلدی مچا رہے ہو، اگر وہ میرے پاس ہوتی تو میرے اور

وَ بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ

تمہارے درمیان فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے۔" ﴿۵۸﴾ اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنہیں

اِلَّا هُوَ ؕ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا

اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور خشکی اور سمندر میں جو کچھ ہے وہ اس سے واقف ہے۔ کسی درخت کا کوئی پتہ نہیں گرتا

وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ

جس کا اسے علم نہ ہو، اور زمین کی اندھیریوں میں کوئی دانہ یا کوئی خشک یا تر چیز ایسی نہیں ہے جو ایک کھلی کتاب

مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَ يَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ

میں درج نہ ہو ﴿۵۹﴾ اور وہی ہے جو رات کے وقت (نیند میں) تمہاری رُوح (ایک حد تک) قبض کر لیتا ہے، اور دن بھر میں تم نے جو کچھ کیا ہوتا

ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ

ہے، اسے خوب جانتا ہے، پھر اس (نئے دن) میں تمہیں نئی زندگی دیتا ہے، تاکہ (تمہاری عمر کی) مقررہ مدت پوری ہو جائے۔ پھر اسی کے

ع بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ

پاس تم کو لوٹ کر جانا ہے۔ اُس وقت وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کیا کرتے تھے۔ ﴿۶۰﴾ وہی اپنے بندوں پر مکمل اقتدار رکھتا ہے، اور تمہارے لئے

حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا

نگہبان (فرشتے) بھیجتا ہے،(۲۳) یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اس کو پورا پورا وصول

---

(۲۲) یہ آیات کفار کے اس مطالبے کے جواب میں نازل ہوئی ہیں کہ جس عذاب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ڈرا رہے ہیں وہ ہم پر فوراً کیوں نازل نہیں ہوتا؟ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ عذاب نازل کرنے اور اس کا صحیح وقت اور مناسب طریقہ طے کرنے کا مکمل اختیار اللہ تعالیٰ کو ہے، جس کا فیصلہ وہ اپنی حکمت سے کرتا ہے۔

(۲۳) نگہبان فرشتوں سے مراد وہ فرشتے بھی ہو سکتے ہیں جو انسان کے اعمال لکھتے ہیں، اور وہ بھی جو ہر انسان کی جسمانی حفاظت پر مقرر ہیں، اور جن کا ذکر سورۂ رعد (۱۳: ۱۱) میں آیا ہے۔

يُفَرِّطُوْنَ ﴿٦١﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ؕ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ

کر لیتے ہیں، اور وہ ذرا بھی کوتاہی نہیں کرتے ﴿٦١﴾ پھر ان سب کو اللہ کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جو ان کا مولائے برحق ہے۔ یاد رکھو! حکم اسی کا چلتا

اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿٦٢﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ

ہے، اور وہ سب سے زیادہ جلدی حساب لینے والا ہے ﴿٦٢﴾ کہو: "خشکی اور سمندر کی تاریکیوں سے اُس وقت کون تمہیں نجات دیتا ہے جب تم

تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

اسے گڑگڑا کر اور چپکے چپکے پکارتے ہو، (اور یہ کہتے ہو کہ) اگر اُس نے ہمیں اِس مصیبت سے بچالیا تو ہم ضرور بالضرور شکر گذار بندوں میں

الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٣﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ

شامل ہوجائیں گے؟" ﴿٦٣﴾ کہو: "اللہ ہی تمہیں اس مصیبت سے بھی بچاتا ہے، اور ہر دوسری تکلیف سے بھی، پھر بھی تم

تُشْرِكُوْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ

شرک کرتے ہو۔" ﴿٦٤﴾ کہو کہ: "وہ اس بات پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اُوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں کے

اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ

نیچے سے (نکال دے) یا تمہیں مختلف ٹولیوں میں بانٹ کر ایک دوسرے سے بھڑا دے، اور ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو! ہم

بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿٦٥﴾ وَ كَذَّبَ بِهٖ

کس طرح مختلف طریقوں سے اپنی نشانیاں واضح کررہے ہیں، تاکہ یہ کچھ سمجھ سے کام لے لیں۔ ﴿٦٥﴾ اور (اے پیغمبر!) تمہاری قوم نے اس

قَوْمُكَ وَ هُوَ الْحَقُّ ؕ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٦٦﴾ ؕ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫

(قرآن) کو جھٹلایا ہے، حالانکہ وہ بالکل حق ہے۔ تم کہہ دو کہ: "مجھ کو تمہاری ذمہ داری نہیں سونپی گئی ہے۔(۲۴) ﴿٦٦﴾ ہر واقعے کا ایک وقت مقرر ہے،

وَّ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَ اِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ

اور جلد ہی تمہیں سب معلوم ہوجائے گا۔" ﴿٦٧﴾ اور جب تم اُن لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیتوں کو برا بھلا کہنے میں لگے ہوئے ہیں تو اُن سے اُس

عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ؕ وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا

وقت تک کے لئے الگ ہوجاؤ جب تک وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہوجائیں۔ اور اگر کبھی شیطان تمہیں یہ بات بھلا دے تو یاد آنے کے بعد

تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَ مَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ

ظالم لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ ﴿٦٨﴾ ان کے کھاتے میں جو اعمال ہیں ان کی کوئی ذمہ داری پرہیزگاروں پر عائد نہیں ہوتی۔

مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَ ذَرِ الَّذِيْنَ

البتہ نصیحت کردینا اُن کا کام ہے، شاید وہ بھی (ایسی باتوں سے) پرہیز کرنے لگیں ﴿٦٩﴾ اور چھوڑ دو اُن لوگوں کو جنہوں نے اپنے دِین کو کھیل تماشا

(۲۴) یعنی یہ میری ذمہ داری نہیں ہے کہ تمہارا ہر مطالبہ پورا کروں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے، جس میں تم لوگوں کو عذاب دینا بھی داخل ہے، اور جب وہ وقت آئے گا، تو تمہیں خود پتہ لگ جائے گا۔

اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّ لَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ ذَكِّرْ بِهٖٓ

بنا رکھا ہے،(۲۵) اور جن کو دُنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا ہے، اور اس (قرآن) کے ذریعے (لوگوں کو) نصیحت کرتے رہو، تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص

اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّ لَا

اپنے اعمال کے سبب اس طرح گرفتار ہوجائے کہ اللہ (کے عذاب) سے بچانے کے لئے اللہ کو چھوڑ کر نہ کوئی اُس کا یار و مددگار بن سکے نہ سفارشی، اور اگر

شَفِيْعٌ ۚ وَ اِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

وہ (اپنی رہائی کے لئے) ہر طرح کا فدیہ بھی پیش کرنا چاہے تو اُس سے وہ قبول نہ کیا جائے۔ (چنانچہ) یہی (دِین کو کھیل تماشا بنانے والے) وہ لوگ ہیں

اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

جو اپنے کئے کی بدولت گرفتار ہوگئے ہیں۔ چونکہ انہوں نے کفر اپنا رکھا تھا، اس لئے اُن کے لئے کھولتے ہوئے پانی کا مشروب اور ایک دُکھ دینے والا

يَكْفُرُوْنَ ۝۷۰ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَ لَا يَضُرُّنَا وَ نُرَدُّ ع ۸

عذاب (تیار) ہے۔ ۝۷۰ (اے پیغمبر!) ان سے کہو: "کیا ہم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پکاریں جو ہمیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہیں، نہ نقصان، اور جب

عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي

اللہ ہمیں ہدایت دے چکا ہے تو کیا اس کے بعد بھی ہم اُلٹے پاؤں پھر جائیں؟ (اور) اُس شخص کی طرح (ہوجائیں) جسے شیطان بہکا کر صحرا میں لے

الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۠ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ

گئے ہوں، اور وہ حیرانی کے عالم میں بھٹکتا پھرتا ہو، اُس کے کچھ ساتھی ہوں جو اُسے ٹھیک راستے کی طرف بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آجاؤ؟" کہو کہ:

هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۱ۙ وَ اَنْ

"اللہ کی دی ہوئی ہدایت ہی صحیح معنی میں ہدایت ہے، اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم رَبّ العالمین کے آگے جھک جائیں۔" ۝۷۱ اور یہ (حکم دیا گیا

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اتَّقُوْهُ ؕ وَ هُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۷۲ وَ هُوَ

ہے) کہ: "نماز قائم کرو، اور اُس (کی نافرمانی) سے ڈرتے رہو۔ اور وہی ہے جس کی طرف تم سب کو اکٹھا کر کے لے جایا جائے گا۔" ۝۷۲ اور

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَ يَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ

وہی ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا ہے،(۲۶) اور جس دن وہ (روزِ قیامت سے) کہے گا کہ: "تو ہوجا" تو وہ ہوجائے گا۔ اُس کا

---

(۲۵) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس دِین کو انہیں اپنانا چاہئے تھا، (یعنی اسلام) اُس کو قبول کرنے کے بجائے وہ اُس کا مذاق بناتے ہیں۔ اور یہ مطلب بھی ممکن ہے کہ جو دِین انہوں نے اختیار کر رکھا ہے، وہ کھیل تماشے جیسی بے بنیاد رسموں پر مشتمل ہے۔ اور دونوں صورتوں میں ان لوگوں کو چھوڑنے کا جو حکم دیا گیا ہے اس کا مطلب وہی ہے کہ اُن کی اِس قسم کی گفتگو میں اُن کے ساتھ مت بیٹھو جس میں وہ اللہ کی آیات کو اِستہزاء کا نشانہ بناتے ہوں۔

(۲۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو ایک برحق مقصد سے پیدا کیا ہے، اور وہ مقصد یہ ہے کہ جو لوگ یہاں اچھے کام کریں، انہیں اِنعام سے نوازا جائے، اور جو لوگ بدکار اور ظالم ہوں، انہیں سزا دی جائے۔ یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوسکتا ہے جب

فَيَكُوْنُ ۚ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۭ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ

قول برحق ہے۔ اور جس دن صور پھونکا جائے گا، اُس دن بادشاہی اُسی کی ہوگی۔(۲۷) وہ غائب وحاضر ہر چیز کو جاننے والا ہے، اور وہی بڑی حکمت

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿٧٣﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ

والا، پوری طرح باخبر ہے۔ ﴿٧٣﴾ اور (اُس وقت کا ذکر سنو) جب ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا تھا کہ:

لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ

"کیا آپ بتوں کو خدا بنائے بیٹھے ہیں؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اور آپ کی قوم کھلی گمراہی میں

مُّبِيْنٍ ﴿٧٤﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

مبتلا ہیں۔" ﴿٧٤﴾ اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی سلطنت کا نظارہ کراتے تھے، اور مقصد یہ تھا کہ وہ مکمل یقین رکھنے والوں میں

وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا

شامل ہوں ﴿٧٥﴾ چنانچہ جب اُن پر رات چھائی تو اُنہوں نے ایک ستارا دیکھا۔ کہنے لگے: "یہ میرا ربّ ہے۔"(۲۸) پھر جب وہ ڈُوب گیا تو انہوں

دُنیوی زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہو جس میں جزا اور سزا کا یہ مقصد پورا ہو۔ اور آگے یہ بیان فرمایا ہے کہ اس مقصد کے لئے قیامت میں لوگوں کو دوبارہ زندگی دینا اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں ہے۔ جب وہ چاہے گا تو قیامت کو وجود میں آنے کا حکم دے گا، اور وہ وجود میں آجائے گی۔ اور چونکہ وہ غائب وحاضر ہر چیز کو پوری طرح جانتا ہے، اس لئے لوگوں کو مرنے کے بعد اِکٹھا کرنا بھی اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ البتہ چونکہ وہ حکمت والا ہے، اس لئے وہ اسی وقت قیامت قائم فرمائے گا جب اس کی حکمت کا تقاضا ہوگا۔

(۲۷) اگر چہ دُنیا میں بھی حقیقی بادشاہی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے، لیکن یہاں ظاہری طور پر بہت سے حکمران مختلف ملکوں پر حکومت کرتے ہیں، لیکن صور پھونکے جانے کے بعد یہ ظاہری حکومتیں بھی ختم ہو جائیں گی، اور ظاہری اور باطنی ہر اعتبار سے بادشاہی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہوگی۔

(۲۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے جس علاقے نینوا میں پیدا ہوئے تھے، وہاں کے لوگ بتوں اور ستاروں کو خدا مان کر ان کی عبادت کرتے تھے۔ ان کا باپ آزر بھی نہ صرف اسی عقیدے کا تھا، بلکہ خود بت تراشا کرتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام شروع ہی سے توحید پر ایمان رکھتے تھے، اور شرک سے بیزار تھے۔ لیکن انہوں نے اپنی قوم کو غور وفکر کی دعوت دینے کے لئے یہ لطیف طریقہ اختیار فرمایا کہ چاند ستاروں اور سورج کو دیکھ کر پہلے اپنی قوم کی زبان میں بات کی۔ مقصد یہ تھا کہ یہ ستارہ تمہارے خیال میں میرا پروردگار ہے۔ آؤ دیکھتے ہیں کہ یہ بات تسلیم کرنے کے قابل ہے یا نہیں؟ چنانچہ جب ستارہ بھی ڈُوبا اور چاند بھی، اور آخر میں سورج بھی، تو ہر موقع پر انہوں نے اپنی قوم کو یاد دِلایا کہ یہ تو ناپائیدار اور تغیر پذیر چیزیں ہیں۔ جو چیز خود ناپائیدار ہو اور اُس پر تغیرات طاری ہوتے رہتے ہوں، اُس کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ پوری کائنات کی پرورِش کر رہی ہے، کیسی غیر معقول بات ہے۔ لہٰذا انہوں نے چاند ستاروں یا سورج کو جو یہ کہا تھا کہ یہ میرا ربّ ہے، وہ اپنے عقیدے کے مطابق نہیں، بلکہ اپنی قوم کے عقیدے کی لغویت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا تھا۔

رَبِّیْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ

نے کہا: ''میں ڈوبنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' ﴿۷۶﴾ پھر جب انہوں نے چاند کو چمکتے دیکھا تو کہا کہ: ''یہ میرا رَبّ ہے۔''

هٰذَا رَبِّیْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ یَهْدِنِیْ رَبِّیْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ

لیکن جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے: ''اگر میرا رَبّ مجھے ہدایت نہ دے تو میں یقیناً گمراہ لوگوں میں

الضَّآلِّیْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّیْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ

شامل ہو جاؤں۔'' ﴿۷۷﴾ پھر جب انہوں نے سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا: ''یہ میرا رَبّ ہے۔ یہ زیادہ بڑا ہے۔'' پھر جب وہ غروب ہوا تو انہوں نے کہا:

فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّیْ وَجَّهْتُ

''اے میری قوم! جن جن چیزوں کو تم اللہ کی خدائی میں شریک قرار دیتے ہو، میں اُن سب سے بیزار ہوں ﴿۷۸﴾ میں نے تو پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رُخ

وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ

اُس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔'' ﴿۷۹﴾ اور (پھر یہ ہوا کہ) اُن کی

الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۷۹﴾ ۚ وَ حَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَ قَدْ

قوم نے اُن سے حجت شروع کردی۔(۲۹) ابراہیم نے (اُن سے) کہا: ''کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں حجت کرتے ہو جبکہ اُس نے مجھے ہدایت دے

هَدٰىنِ ؕ وَ لَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْـًٔا ؕ

دی ہے؟ اور جن چیزوں کو تم اللہ کے ساتھ شریک مانتے ہو، میں اُن سے نہیں ڈرتا (کہ وہ مجھے کوئی نقصان پہنچا دیں گی) اِلاّ یہ کہ میرا پروردگار (مجھے) کچھ

وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ كَیْفَ اَخَافُ مَآ

(نقصان پہنچانا) چاہے (تو وہ ہر حال میں پہنچے گا) میرے پروردگار کا علم ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ کیا تم پھر بھی کوئی نصیحت نہیں مانتے؟ ﴿۸۰﴾ اور

---

(۲۹) سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حجت کرتے ہوئے ان کی قوم نے دو باتیں کہیں۔ ایک یہ کہ ہم برسوں سے اپنے باپ دادوں کو ان بتوں اور ستاروں کی پوجا کرتے دیکھ رہے ہیں۔ ان سب کو گمراہ سمجھنا ہمارے بس سے باہر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا جواب پہلے جملے میں یہ دیا ہے کہ ان باپ دادوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی نہیں آئی تھی، اور مذکورہ بالا عقلی دلائل کے علاوہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی بھی آئی ہے۔ لہٰذا اللہ کی دی ہوئی ہدایت کے بعد میں شرک کو کیسے درست تسلیم کرسکتا ہوں؟ دوسری بات ان کی قوم نے یہ کہی ہوگی کہ اگر تم نے ہمارے بتوں اور ستاروں کی خدائی سے انکار کیا تو وہ تمہیں تباہ کرڈالیں گے۔ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ میں ان بے بنیاد دیوتاؤں سے نہیں ڈرتا، بلکہ ڈرنا تمہیں چاہئے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے بنیاد دیوتاؤں کو اس کی خدائی میں شریک مان رہے ہو۔ نقصان اگر پہنچا سکتا ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے، کوئی اور نہیں۔ اور جو لوگ اس کی توحید پر ایمان لاتے ہیں، انہیں اللہ تعالیٰ نے امن اور چین عطا فرمایا ہے۔

اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ
جن چیزوں کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے، میں اُن سے کیسے ڈر سکتا ہوں جبکہ تم اُن چیزوں کو اللہ کا شریک ماننے سے نہیں ڈرتے جن کے
عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ
بارے میں اُس نے تم پر کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے؟ اب اگر تمہارے پاس کوئی علم ہے تو بتاؤ کہ ہم دو فریقوں میں سے کون بے خوف رہنے کا
نصف الحزب تَعْلَمُوْنَ ۝۸۱ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ
زیادہ مستحق ہے؟ ۝۸۱ (حقیقت تو یہ ہے کہ) جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور اُنہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی ظلم کا شائبہ بھی آنے نہیں دیا، (۳۰)
ع الْاَمْنُ وَ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۸۲ ؑ وَ تِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى
امن چین تو بس اُنہی کا حق ہے، اور وہی ہیں جو صحیح راستے پر پہنچ چکے ہیں۔" ۝۸۲ یہ ہماری وہ کامیاب دلیل تھی جو ہم نے ابراہیم کو ان کی قوم کے مقابلے
قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۝۸۳
میں عطا کی تھی۔ ہم جس کے چاہتے ہیں درجے بلند کر دیتے ہیں۔ بیشک تمہارے رَبّ کی حکمت بھی بڑی ہے، علم بھی کامل ہے۔ ۝۸۳
وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَ
اور ہم نے ابراہیم کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) عطا کیا۔ (ان میں سے) ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی، اور نوح کو ہم نے پہلے ہی
مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَ
ہدایت دی تھی، اور اُن کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو بھی۔ اور اسی طرح
كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۸۴ۙ وَ زَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَ اِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ
ہم نیک کام کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں ۝۸۴ اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو (بھی ہدایت عطا فرمائی)۔
مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۵ۙ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ الْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَ لُوْطًا ؕ وَ كُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى
یہ سب نیک لوگوں میں سے تھے ۝۸۵ نیز اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط کو بھی۔ اور ان سب کو ہم نے دُنیا جہان کے لوگوں پر فضیلت بخشی تھی ۝۸٦
الْعٰلَمِيْنَ ۝۸٦ۙ وَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَيْنٰهُمْ
اور ان کے باپ دادوں، ان کی اولادوں اور ان کے بھائیوں میں سے بھی بہت سے لوگوں کو۔ ہم نے اِن سب کو منتخب کر کے راہِ راست تک
وَ هَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۸۷ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ
پہنچا دیا تھا ۝۸۷ یہ اللہ کی دی ہوئی ہدایت ہے جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے راہِ راست تک پہنچا دیتا ہے۔
يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۸۸ اُولٰٓئِكَ
اور اگر وہ شرک کرنے لگتے تو ان کے سارے (نیک) اعمال اکارت ہو جاتے ۝۸۸ وہ لوگ تھے جن کو ہم نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کی

(۳۰) ایک صحیح حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت میں لفظ "ظلم" کی تشریح شرک سے فرمائی ہے، کیونکہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے شرک کو ظلمِ عظیم قرار دیا ہے۔ (سورۂ لقمان ۳۱: ۱۳)

الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ

تھی۔(۳۱) اب اگر یہ (عرب کے) لوگ اس (نبوّت) کا انکار کریں تو (کچھ پروانہ کرو، کیونکہ) اس کے ماننے کے لئے ہم نے ایسے لوگ مقرّر کردیئے

وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ

ہیں جو اس کے منکر نہیں۔(۳۲) ﴿۸۹﴾ یہ لوگ (جن کا ذکر اُوپر ہوا) وہ تھے جن کو اللہ نے (مخالفین کے رویے پر صبر کرنے کی) ہدایت کی تھی، لہٰذا (اے پیغمبر!)

فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى

تم بھی انہی کے راستے پر چلو۔ (مخالفین سے) کہہ دو کہ میں تم سے اِس (دعوت) پر کوئی اُجرت نہیں مانگتا۔ یہ تو دُنیا جہان کے سب لوگوں کے لئے

لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ ع وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى ع ۱۰/۱ ۱۲

ایک نصیحت ہے، اور بس ﴿۹۰﴾ اور اِن (کافر) لوگوں نے جب یہ کہا کہ اللہ نے کسی انسان پر کچھ نازل نہیں کیا تو انہوں نے اللہ کی صحیح قدر نہیں

بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ

پہچانی۔(۳۳) (ان سے) کہو کہ: ''وہ کتاب کس نے نازل کی تھی جو موسیٰ لے کر آئے تھے، جو لوگوں کے لئے روشنی اور ہدایت تھی، اور جس کو تم نے متفرق

هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ

کاغذوں کی شکل میں رکھا ہوا ہے،(۳۴) جن (میں سے کچھ) کو تم ظاہر کرتے ہو، اور بہت سے حصے چھپا لیتے ہو، اور (جس کے ذریعے) تم کو اُن باتوں کی

مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ

تعلیم دی گئی تھی جو نہ تم جانتے تھے، نہ تمہارے باپ دادا؟'' (اے پیغمبر! تم خود ہی اس سوال کے جواب میں) اتنا کہہ دو کہ: ''وہ کتاب اللہ نے نازل

يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ

کی تھی۔'' پھر ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو کہ یہ اپنی بے ہودہ گفتگو میں مشغول رہ کر دِل لگی کرتے رہیں ﴿۹۱﴾ اور (اسی طرح) یہ بڑی برکت والی کتاب

---

(۳۱) مشرکینِ عرب نبوّت و رِسالت ہی کے منکر تھے۔ اُن کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد میں جو پیغمبر گذرے ہیں اُن کا حوالہ دیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو عرب کے بت پرست بھی مانتے تھے۔ اُن سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر وہ پیغمبر ہو سکتے ہیں، اور ان کی اولاد میں نبوت کا سلسلہ جاری رہ سکتا ہے تو یہ کہنا کیسے درست ہو سکتا ہے کہ نبوّت کوئی چیز نہیں ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول بنا کر بھیجنے میں آخر کون سی اِشکال کی بات ہے جبکہ آپ کی نبوّت کے دلائل روزِ روشن کی طرح واضح ہو چکے ہیں۔

(۳۲) اس سے صحابہ کرامؓ کی طرف اشارہ ہے۔

(۳۳) یہاں سے بعض یہودیوں کی تردید مقصود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہوئے ایک مرتبہ اُن کے ایک سردار مالک بن صیف نے غصّے میں آ کر یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اللہ نے کسی انسان پر کچھ نازل نہیں کیا۔

(۳۴) یعنی پوری کتاب کو ظاہر کرنے کے بجائے تم نے اسے حصوں میں بانٹ رکھا ہے۔ جو حصے تمہارے مطلب کے مطابق ہوتے ہیں اُن کو تو عام لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیتے ہو، مگر جو حصے تمہارے مفادات کے خلاف ہوتے ہیں، انہیں چھپا لیتے ہو۔

وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

ہے جو ہم نے اُتاری ہے، پچھلی آسمانی ہدایات کی تصدیق کرنے والی ہے، تاکہ تم اس کے ذریعے بستیوں کے مرکز (یعنی مکہ) اور اس کے اردگرد کے

يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

لوگوں کو خبردار کرو۔ اور جو لوگ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں وہ اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں، اور وہ اپنی نماز کی پوری پوری نگہداشت کرتے ہیں (۹۲) اور

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِيَ اِلَيَّ وَ لَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءٌ وَّ مَنْ

اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی نازل کی گئی ہے، حالانکہ اُس پر کوئی وحی نازل نہ کی گئی ہو، اور اس

قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ

طرح وہ جو یہ کہے کہ میں بھی ویسا ہی کلام نازل کردوں گا جیسا اللہ نے نازل کیا ہے؟ اور اگر تم وہ وقت دیکھو (تو بڑا ہولناک منظر نظر آئے) جب

الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ

ظالم لوگ موت کی سختیوں میں گرفتار ہوں گے، اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے، (کہہ رہے ہوں گے کہ) "اپنی جانیں نکالو، آج تمہیں

عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَ كُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ

ذلت کا عذاب دیا جائے گا، اس لئے کہ تم جھوٹی باتیں اللہ کے ذمے لگاتے تھے، اور اس لئے کہ تم اُس کی نشانیوں کے خلاف تکبر کا رویہ اختیار

تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾ وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ

کرتے تھے (۹۳) (پھر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کہے گا کہ:) "تم ہمارے پاس اسی طرح تن تنہا آگئے ہو جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا

تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَ مَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ

تھا، اور جو کچھ ہم نے تمہیں بخشا تھا وہ سب اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو، اور ہمیں تو تمہارے وہ سفارشی کہیں نظر نہیں آرہے جن کے بارے میں تمہارا دعویٰ

الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ

تھا کہ وہ تمہارے معاملات طے کرنے میں (ہمارے ساتھ) شریک ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے ساتھ تمہارے سارے تعلقات ٹوٹ چکے ہیں،

مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ؕ يُخْرِجُ ع ۱۱ ۱۷

اور جن (دیوتاؤں) کے بارے میں تمہیں بڑا زعم تھا، وہ سب تم سے گم ہوکر رہ گئے ہیں۔" (۹۴) بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ وہ

الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى

جاندار چیزوں کو بے جان چیزوں سے نکال لاتا ہے، اور وہی بے جان چیزوں کو جاندار چیزوں سے نکالنے والا ہے (۳۵) لوگو! وہ ہے اللہ! پھر کوئی

تُؤْفَكُوْنَ ﴿۹۵﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَ جَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ

تمہیں بہکا کر کس اوندھی طرف لئے جارہا ہے؟ (۳۶) (۹۵) وہی ہے جس کے حکم سے صبح کو پو پھٹتی ہے، اور اُسی نے رات کو سکون کا وقت بنایا ہے، اور

---

(۳۵) بے جان سے جاندار کو نکالنے کی مثال یہ ہے کہ انڈے سے مرغی نکل آتی ہے، اور جاندار سے بے جان کے نکلنے کی مثال جیسے مرغی سے انڈا۔

حُسْبَانًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۹۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ

سورج اور چاند کو ایک حساب کا پابند! یہ سب کچھ اُس ذات کی منصوبہ بندی ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، علم بھی کامل (۹۶) اور اُسی نے تمہارے لئے

النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ

ستارے بنائے ہیں، تاکہ تم اُن کے ذریعے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستے معلوم کرسکو۔ ہم نے ساری نشانیاں ایک ایک کر کے کھول دی ہیں،

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ

(مگر) اُن لوگوں کے لئے جو علم سے کام لیں (۹۷) وہی ہے جس نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر ہر شخص کا ایک مستقر ہے، اور ایک امانت

مُسْتَوْدَعٌ ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ

رکھنے کی جگہ۔(۳۷) ہم نے ساری نشانیاں ایک ایک کر کے کھول دی ہیں، (مگر) اُن لوگوں کے لئے جو سمجھ سے کام لیں (۹۸) اور اللہ وہی ہے جس نے

مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا

تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر ہم نے اُس کے ذریعے ہر قسم کی کونپلیں اُگائیں۔ اِن (کونپلوں) سے ہم نے سبزیاں پیدا کیں جن سے ہم

نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ

تہ برتہ دانے نکالتے ہیں، اور کھجور کے گابھوں سے پھلوں کے وہ گچھے نکلتے ہیں جو (پھل کے بوجھ سے) جھکے جاتے ہیں، اور ہم نے انگوروں کے

جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ

باغ اُگائے، اور زیتون اور انار! جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں، اور ایک دوسرے سے مختلف بھی۔(۳۸) جب یہ درخت پھل دیتے ہیں تو ان کے

(۳۶) اس ترجمے میں دو باتیں قابلِ ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ بظاہر قرآنِ کریم میں ''لوگو!'' کا لفظ نظر نہیں آرہا، لیکن درحقیقت یہ ''ذٰلِکُمْ'' میں جمع مخاطب کی ضمیر کا ترجمہ ہے۔ عربی کے قاعدے سے یہ جمع کی ضمیر مشار اِلیہ کی جمع نہیں ہوتی، بلکہ مخاطب کی جمع ہوتی ہے۔ دوسرے ''کوئی تمہیں بہکا کر کس اوندھی طرف لئے جارہا ہے'' اس ترجمے میں ''تُؤْفَکُوْنَ'' کے صیغۂ مجہول کی رعایت کی گئی ہے۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ یہ ان کی خواہشات ہیں جو انہیں گمراہ کررہی ہیں۔

(۳۷) مستقر اُس جگہ کو کہتے ہیں جہاں کوئی شخص باقاعدہ اپنا ٹھکانا بنالے۔ اِس کے برعکس امانت رکھنے کی جگہ پر قیام عارضی قسم کا ہوتا ہے، اس لئے وہاں رہائش کا باقاعدہ انتظام نہیں کیا جاتا۔ اِس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس آیت کی تفسیر مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی یہ تفسیر منقول ہے کہ مستقر سے مراد دُنیا ہے جہاں انسان باقاعدہ اپنی رہائش کا ٹھکانا بنالیتا ہے، اور امانت رکھنے کی جگہ سے مراد قبر ہے جس میں انسان کو مرنے کے بعد عارضی طور سے رکھا جاتا ہے۔ پھر وہاں سے اسے آخرت میں جنت یا جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ البتہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے ان لفظوں کی تفسیر اس طرح کی ہے کہ مستقر سے مراد ماں کا پیٹ ہے جس میں بچہ مہینوں ٹھہرا رہتا ہے، اور امانت رکھنے کی جگہ سے مراد باپ کی صلب ہے جس میں نطفہ عارضی طور سے رہتا ہے، پھر ماں کے رحم میں منتقل ہوجاتا ہے۔ بعض مفسرین نے اس کے برعکس مستقر شوہر کی صلب کو قرار دیا ہے، اور امانت رکھنے کی جگہ ماں کے رحم کو، کیونکہ بچہ وہاں عارضی طور پر رہتا ہے (روح المعانی)۔

(۳۸) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ بعض پھل دیکھنے میں ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں، اور بعض صورت اور ذائقے

أُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ
پھلوں اور اُن کے پکنے کی کیفیت کو غور سے دیکھو۔ لوگو! ان سب چیزوں میں بڑی نشانیاں ہیں، (مگر) اُن لوگوں کے لئے جو
يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍۭ
ایمان لائیں (۹۹) اور لوگوں نے جنات کو اللہ کے ساتھ خدائی میں شریک قرار دے لیا،(۳۹) ـــــ حالانکہ اللہ نے ہی اُن کو پیدا کیا ہے ـــــ اور سمجھ بوجھ
ع ۱۹ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ
کے بغیر اُس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں تراش لیں،(۴۰) حالانکہ اللہ کے بارے میں جو باتیں یہ بناتے ہیں، وہ اُن سب سے پاک اور بالا و برتر ہے۔ (۱۰۰) وہ
وَ الْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ
تو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اُس کا کوئی بیٹا کہاں ہوسکتا ہے، جبکہ اُس کی کوئی بیوی نہیں؟ اُسی نے ہر چیز پیدا کی ہے، اور وہ ہر ہر چیز کا پورا
وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ
پورا علم رکھتا ہے (۱۰۱) لوگو! وہ ہے اللہ جو تمہارا پالنے والا ہے! اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر چیز کا خالق ہے۔ لہٰذا اُس کی عبادت کرو۔ وہ ہر چیز
شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَ
کی نگرانی کرنے والا ہے (۱۰۲) نگاہیں اُس کو نہیں پا سکتیں، اور وہ تمام نگاہوں کو پالیتا ہے۔ اُس کی ذات اتنی ہی لطیف ہے، اور وہ اتنا ہی باخبر
هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ
ہے۔(۴۱) (۱۰۳) (اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو کہ:) ’’تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے بصیرت کے سامان پہنچ چکے ہیں۔ اب جو شخص

میں ایک دوسرے سے مختلف بھی ہوتے ہیں۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ جو پھل دیکھنے میں ملتے جلتے نظر آتے ہیں، ان کی خصوصیات ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہیں۔

(۳۹) جنات سے مراد شیطان ہیں، اور یہ اُن لوگوں کے باطل عقیدے کی طرف اشارہ ہے جو یہ کہتے تھے کہ تمام مفید مخلوقات تو اللہ نے پیدا کی ہیں، مگر درندے، سانپ، بچھو اور دوسرے موذی جانور، بلکہ تمام بُری چیزیں شیطان نے پیدا کی ہیں، اور وہی اُن کا خالق ہے۔ ان لوگوں نے بظاہر ان بُری چیزوں کی تخلیق کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے سے پرہیز کیا، لیکن اتنا نہ سمجھ سکے کہ شیطان خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے، اور وہ سب سے بُری مخلوق ہے۔ اگر بُری چیزیں شیطان کی پیدا کی ہوئی ہیں تو خود اُس بُری مخلوق کو کس نے پیدا کیا؟ اس کے علاوہ جو چیزیں ہمیں بُری نظر آتی ہیں، اُن کی تخلیق میں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمتیں ہیں، اور اُن کی تخلیق کو بُرا فعل نہیں کہا جاسکتا، بقول اقبال مرحوم: ؎

نہیں ہے چیز نکمّی کوئی زمانے میں
کوئی بُرا نہیں قدرت کے کارخانے میں

(۴۰) عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا تھا، اور عرب کے مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔

(۴۱) یعنی اُس کی ذات اتنی لطیف ہے کہ کوئی نگاہ اس کو نہیں پا سکتی، اور وہ اتنا باخبر ہے کہ ہر نگاہ کو پالیتا ہے، اور اس کے تمام حالات سے خوب واقف ہے۔ اس جملے کی یہ تفسیر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مفسرین سے نقل کی ہے، اور سیاق و سباق

مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ

آنکھیں کھول کر دیکھے گا، وہ اپنا ہی بھلا کرے گا، اور جو شخص اندھا بن جائے گا، وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اور مجھے تمہاری حفاظت کی ذمہ داری

بِحَفِيْظٍ ۝۱۰۴ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ وَلِيَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهٗ

نہیں سونپی گئی ہے۔ (۴۲)'' ۝۱۰۴ اسی طرح ہم آیتیں مختلف طریقوں سے بار بار واضح کرتے ہیں، (تاکہ تم انہیں لوگوں تک پہنچادو) اور بالآخر یہ لوگ تو یوں

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۱۰۵ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

کہیں کہ: ''تم نے کسی سے سیکھا ہے۔ (۴۳)'' اور جو لوگ علم سے کام لیتے ہیں، اُن کے لئے ہم حق کو آشکار کردیں ۝۱۰۵ (اے پیغمبر!) تم پر تمہارے پروردگار کی

وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۰۶ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا

طرف سے جو وحی بھیجی گئی ہے، تم اسی کی پیروی کرو، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور جو لوگ اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، اُن سے بے پروا

جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۱۰۷ وَلَا تَسُبُّوا

ہو جاؤ ۝۱۰۶ اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔ (۴۴) ہم نے نہ تمہیں ان کی حفاظت پر مقرر کیا ہے، اور نہ تم اِن کے کاموں کے ذمہ دار ہو۔ (۴۵) ۝۱۰۷

کے لحاظ سے نہایت مناسب ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ لطافت بھی عام بول چال میں جسم ہی کی صفت ہوتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے، لیکن لطافت کا اعلیٰ ترین درجہ وہ ہے جو جسمیت کے ہر شائبہ سے ماوراء ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو لطیف اسی معنیٰ میں کہا گیا ہے۔

(۴۲) یعنی مجھ پر یہ ذمہ داری نہیں ڈالی گئی ہے کہ تم میں سے ہر شخص کو زبردستی مسلمان کر کے کفر کے نقصان سے بچاؤں۔ میرا کام سمجھا دینا ہے۔ ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔

(۴۳) ہٹ دھرم قسم کے کافروں کو بھی یہ کہتے ہوئے تو شرم آتی تھی کہ یہ کلام خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ لیا ہے، کیونکہ وہ آپ کے اُسلوب سے اچھی طرح واقف تھے، اور یہ بھی جانتے تھے کہ آپ اُمّی ہیں، اور کسی کتاب سے خود پڑھ کر یہ کلام نہیں بنا سکتے، لہٰذا وہ قرآنِ کریم کے بارے میں یہ کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کلام کسی سے سیکھا ہے، اور اسے اللہ کا کلام قرار دے کر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ لیکن کس سے سیکھا ہے؟ وہ بھی نہیں بتا سکتے تھے۔ کبھی کبھی وہ ایک لوہار کا نام لیتے تھے جس کی تردید سورۂ نحل میں آنے والی ہے۔

(۴۴) پیچھے آیت نمبر ۳۵ میں بھی یہ مضمون آچکا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو سارے انسانوں کو زبردستی ایک ہی دِین کا پابند بنا دیتا، لیکن درحقیقت انسان کو دُنیا میں بھیجنے کا بنیادی مقصد امتحان ہے، اور اس امتحان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان زور زبردستی سے نہیں، بلکہ خود اپنی سمجھ سے کام لے کر ان دلائل پر غور کرے جو پوری کائنات میں بکھرے پڑے ہیں، اور پھر اپنی مرضی سے توحید، رِسالت اور آخرت پر اِیمان لائے۔ انبیائے کرام ان دلائل کی طرف متوجہ کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں، اور آسمانی کتابیں اس امتحان کو آسان کرنے کے لئے نازل کی جاتی ہیں، مگر ان سے فائدہ وہی اُٹھاتے ہیں جن کے دِل میں حق کی طلب ہو۔

(۴۵) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے طرزِ عمل پر مغموم رہتے تھے، اس لئے آپ کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ اپنا فرض ادا کر چکے ہیں۔ ان لوگوں کے اعمال کی کوئی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔

الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ
(مسلمانو!) جن (جھوٹے معبودوں) کو یہ لوگ اللہ کے بجائے پکارتے ہیں، تم اُن کو بُرا نہ کہو، جس کے نتیجے میں یہ لوگ جہالت کے عالم میں حد سے
كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ
آگے بڑھ کر اللہ کو بُرا کہنے لگیں۔(۴۶) (اس دُنیا میں تو) ہم نے اسی طرح ہر گروہ کے عمل کو اُس کی نظر میں خوشنما بنا رکھا ہے۔(۴۷) پھر ان سب کو اپنے پروردگار ہی
بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٠٨﴾ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَتْهُمْ
کے پاس لوٹنا ہے۔ اُس وقت وہ اُنہیں بتائے گا کہ وہ کیا کچھ کیا کرتے تھے۔ (١٠٨) اور ان لوگوں نے بڑی زوردار اللہ کی قسمیں کھائی ہیں کہ اگر ان کے پاس واقعی
آيَةٌ لَيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۚ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ ۖ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا
کوئی نشانی (یعنی ان کا مطلوب معجزہ) آگئی تو یہ یقیناً ضرور اس پر ایمان لے آئیں گے۔ (ان سے) کہو کہ: "ساری نشانیاں اللہ کے قبضے میں ہیں(۴۸)۔" اور
إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠٩﴾ وَنُقَلِّبُ أَفْئِدَتَهُمْ وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ
(مسلمانو!) تمہیں کیا پتہ کہ اگر وہ (معجزے) آ بھی گئے، تب بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے (١٠٩) جس طرح یہ لوگ پہلی بار (قرآن جیسے معجزے پر) ایمان نہیں
ع ١٣ ١٠ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١١٠﴾ وَلَوْ أَنَّنَا
لائے، ہم بھی (ان کی ضد کی پاداش میں) ان کے دِلوں اور نگاہوں کا رُخ پھیر دیتے ہیں، اور ان کو اس حالت میں چھوڑ دیتے ہیں کہ یہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے

(۴۶) اگرچہ جن دیوتاؤں کو کافر و مشرک لوگ خدا مانتے ہیں، ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں ہے، لیکن اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ کافروں کے سامنے اُن کے لئے نازیبا الفاظ استعمال نہ کیا کریں۔ اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ کافر لوگ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کر سکتے ہیں۔ اگر انہوں نے ایسا کیا تو اس کا سبب تم بنو گے، اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی شان میں خود گستاخی کرنا حرام ہے، اسی طرح اس کا سبب بننا بھی ناجائز ہے۔ اس آیت سے فقہائے کرام نے یہ اُصول نکالا ہے کہ اگر کوئی کام بذاتِ خود تو جائز یا مستحب ہو، لیکن اندیشہ ہو کہ اس کے نتیجے میں کوئی دوسرا شخص گناہ کا ارتکاب کرے گا تو ایسی صورت میں وہ جائز یا مستحب کام چھوڑ دینا چاہئے۔ تاہم اس اُصول کے تحت کوئی ایسا کام چھوڑنا جائز نہیں ہے جو فرض یا واجب ہو۔ مزید تفصیل کے لئے اس آیت کے تحت تفسیر "معارف القرآن" کی طرف رُجوع فرمائیں۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ اہلِ عرب اگرچہ اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے، اور اصل میں تو وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کو جائز نہیں سمجھتے تھے، لیکن ضد میں آکر ان سے ایسی حرکت سرزد ہو جانا کچھ بعید نہیں تھا، چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ ان میں سے کچھ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی تھی کہ اگر آپ ہمارے بتوں کو بُرا کہو گے تو ہم آپ کے رَبّ کو بُرا کہیں گے۔

(۴۷) یہ درحقیقت ایک ممکن سوال کا جواب ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر کافر لوگ اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں تو اُن کو دُنیا ہی میں سزا کیوں نہیں دے دی جاتی۔ جواب یہ دیا گیا ہے کہ دُنیا میں تو ان لوگوں کی ضد کی وجہ سے ہم نے ان کو ان کے حال پر چھوڑ رکھا ہے کہ یہ اپنے طرزِ عمل کو بہت اچھا سمجھ رہے ہیں۔ لیکن آخر کار ان سب کو ہمارے پاس لوٹنا ہے۔ اُس وقت انہیں پتہ چل جائے گا کہ جو کچھ وہ کر رہے تھے، اس کی حقیقت کیا تھی۔

(۴۸) تشریح کے لئے اسی سورت کی آیت نمبر ۳۵ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے۔

نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ

پھریں ﴿۱۱۰﴾ اور اگر بالفرض ہم ان کے پاس فرشتے بھیج دیتے، اور مردے ان سے باتیں کرنے لگتے، اور (ان کی مانگی ہوئی) ہر چیز ہم کھلی آنکھوں ان کے

قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

سامنے لاکر رکھ دیتے،(۴۹) تب بھی یہ ایمان لانے والے نہیں تھے، الا یہ کہ اللہ ہی چاہتا (کہ انہیں زبردستی ایمان پر مجبور کردے تو بات دوسری تھی، مگر ایسا ایمان

يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ

نہ مطلوب ہے نہ معتبر۔) لیکن ان میں سے اکثر لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔(۵۰) ﴿۱۱۱﴾ اور (جس طرح یہ لوگ ہمارے نبی سے دُشمنی کررہے ہیں) اسی طرح

يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ؕ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ

ہم نے ہر (پچھلے) نبی کے لئے کوئی نہ کوئی دُشمن پیدا کیا تھا، یعنی انسانوں اور جنات میں سے شیطان قسم کے لوگ، جو دھوکا دینے کی خاطر ایک دوسرے کو

مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ

بڑی چکنی چپڑی باتیں سکھاتے رہتے تھے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرسکتے۔(۵۱) لہٰذا ان کو اپنی افترا پردازیوں میں پڑا رہنے دو ﴿۱۱۲﴾ اور (وہ انبیاء کے دُشمن چکنی

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ

چپڑی باتیں اس لئے بناتے تھے) تاکہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اُن کے دِل ان باتوں کی طرف خوب مائل ہوجائیں، اور وہ ان میں مگن رہیں، اور

مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ

ساری وہ حرکتیں کریں جو وہ کرنے والے تھے۔ ﴿۱۱۳﴾ (اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہو کہ:) "کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو فیصل بناؤں، حالانکہ اُسی نے تمہاری

الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ

طرف یہ کتاب نازل کرکے بھیجی ہے جس میں سارے (متنازعہ) معاملات کی تفصیل موجود ہے؟" اور جن لوگوں کو ہم نے پہلے کتاب دی تھی وہ یقین سے

رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ

جانتے ہیں کہ یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے حق لے کر نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا تم شک کرنے والوں میں ہرگز شامل نہ ہونا ﴿۱۱۴﴾ اور تمہارے رَبّ کا کلام سچائی

صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ

اور انصاف میں کامل ہے۔ اُس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ وہ ہر بات سننے والا، ہر بات جاننے والا ہے ﴿۱۱۵﴾ اور اگر تم زمین میں بسنے والوں کی

---

(۴۹) یہ وہ باتیں ہیں جن کی وہ فرمائش کیا کرتے تھے۔ سورۂ فرقان (آیت نمبر ۲۱) میں ان کا یہ مطالبہ مذکور ہے کہ ہمارے اُوپر فرشتے کیوں نازل نہیں کئے گئے؟ اور سورۂ دخان (آیت نمبر ۳۶) میں یہ مطالبہ کہ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کرکے ہمارے سامنے لاؤ۔

(۵۰) یعنی حقیقت تو یہ ہے کہ تمام معجزات دیکھ کر بھی یہ ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ پھر بھی جو مطالبات کررہے ہیں، وہ محض جہالت پر مبنی ہیں۔

(۵۱) یہاں پھر وہی بات فرمائی جارہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو شیاطین کو یہ قدرت نہ دیتا، اور لوگوں کو زبردستی ایمان پر مجبور کردیتا، لیکن چونکہ مقصد امتحان ہے، اس لئے زبردستی کا ایمان معتبر نہیں۔

تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ

اکثریت کے پیچھے چلو گے تو وہ تمہیں اللہ کے راستے سے گمراہ کرڈالیں گے۔ وہ تو وہم وگمان کے سوا کسی چیز کے پیچھے نہیں چلتے، اور اُن کا کام اس

اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ

کے سوا کچھ نہیں کہ خیالی اندازے لگاتے رہیں (۱۱۶) یقین رکھو کہ تمہارا رَبّ خوب جانتا ہے کہ کون اپنے راستے سے بھٹک رہا ہے، اور وہی ان

يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ

لوگوں کو خوب جانتا ہے جو صحیح راستے پر ہیں۔ (۱۱۷) چنانچہ ہر اُس (حلال) جانور میں سے کھاؤ جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، اگر تم واقعی اُس کی آیتوں

اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا

پر ایمان رکھتے ہو (۵۲) (۱۱۸) اور تمہارے لئے کونسی رُکاوٹ ہے جس کی بنا پر تم اُس جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام لے لیا گیا ہو؟ حالانکہ اُس

ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا

نے وہ چیزیں تمہیں تفصیل سے بتادی ہیں جو اُس نے تمہارے لئے (عام حالات میں) حرام قرار دی ہیں، البتہ جن کو کھانے پر تم بالکل مجبور ہی

اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَ اِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآىِٕهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ

ہوجاؤ، (تو ان حرام چیزوں کی بھی بقدرِ ضرورت اجازت ہوجاتی ہے) اور بہت سے لوگ کسی علم کی بنیاد پر نہیں، (بلکہ صرف) اپنی خواہشات کی

---

(۵۲) پیچھے اُن لوگوں کا ذکر تھا جو محض خیالی اندازوں پر اپنے دِین کی بنیاد رکھے ہوئے ہیں۔ اُن کی اس گمراہی کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے، اُس کو یہ حرام کہتے تھے، اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام کہا ہے، اُسے یہ حلال سمجھتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ کچھ کافروں نے مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا کہ جس جانور کو اللہ تعالیٰ قتل کرے، یعنی وہ اپنی طبعی موت مرجائے، اُس کو تو تم مردار قرار دے کر حرام سمجھتے ہو، اور جس جانور کو تم خود اپنے ہاتھوں سے قتل کرتے ہو، اُس کو حلال قرار دیتے ہو۔ اِس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حلال وحرام کا فیصلہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ اُس نے واضح فرمادیا ہے کہ جس جانور پر اللہ کا نام لے کر اُسے ذبح کیا جائے وہ حلال ہوتا ہے، اور جو ذبح کئے بغیر مرجائے یا جسے ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو وہ حرام ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بعد اپنے من گھڑت خیالات کی بنا پر حلال وحرام کا فیصلہ کرنا ایسے شخص کا کام نہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان رکھتا ہو۔

یہاں یہ بات سمجھنے کی ہے کہ کفار کی مذکورہ اعتراض کے جواب میں یہ مصلحت بھی بتائی جاسکتی تھی کہ جس جانور کو باقاعدہ ذبح کیا جاتا ہے اُس کا خون اچھی طرح بہہ جاتا ہے، اِس کے برخلاف جو جانور خود مرجاتا ہے، اُس کا خون جسم ہی میں رہ جاتا ہے جس سے پورا گوشت خراب ہوجاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت بیان فرمانے کے بجائے یہ کہنے پر اکتفا فرمایا کہ جو چیزیں حرام ہیں وہ اللہ نے خود بیان فرمادی ہیں، لہٰذا اُس کے اَحکام کے مقابلے میں خیالی گھوڑے دوڑانا مؤمن کا کام نہیں۔ اِس طرح یہ واضح فرمادیا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں یقیناً مصلحتیں ہوتی ہیں، لیکن مسلمان کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی اطاعت کو ان مصلحتوں کے سمجھنے پر موقوف رکھے۔ اُس کا فریضہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم آجائے تو بے چون وچرا اُس کی تعمیل کرے، چاہے اس کی مصلحت اس کی سمجھ میں آرہی ہو یا نہ آرہی ہو۔

رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَ ذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَ بَاطِنَهٗ ۭ اِنَّ

بنیاد پر دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ بلاشبہ تمہارا ربّ حد سے گذرنے والوں کو خوب جانتا ہے ﴿۱۱۹﴾ اور تم ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے گناہ

الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَ لَا تَاْكُلُوْا

چھوڑ دو۔(۵۳) یہ یقینی بات ہے کہ جو لوگ گناہ کماتے ہیں، انہیں اُن تمام جرائم کی جلد ہی سزا ملے گی جن کا وہ ارتکاب کیا کرتے تھے۔ ﴿۱۲۰﴾ اور جس

مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ۭ وَ اِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ

جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اُس میں سے مت کھاؤ، اور ایسا کرنا سخت گناہ ہے۔ (مسلمانو!) شیاطین اپنے دوستوں کو ورغلاتے رہتے ہیں تاکہ

اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَ اِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ اَوَ ع ۱۱

وہ تم سے بحث کریں۔ اور اگر تم نے اُن کی بات مان لی تو تم یقیناً مشرک ہو جاؤ گے۔ ﴿۱۲۱﴾ ذرا بتاؤ کہ جو شخص مردہ ہو، پھر ہم نے اُسے زندگی دی

مَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَ جَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ

ہو، اور اُس کو ایک روشنی مہیا کردی ہو جسے لے کر وہ لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو، (۵۴) کیا وہ اُس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کا حال یہ ہو کہ

مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا

وہ اندھیروں میں گھرا ہوا ہو جن سے کبھی نکل نہ پائے؟ اسی طرح کافروں کو یہ سجھا دیا گیا ہے کہ جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں، وہ بڑا خوشنما کام

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا

ہے۔ ﴿۱۲۲﴾ اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے مجرموں کے سرغنوں کو یہ موقع دیا ہے کہ وہ اُس (بستی) میں (مسلمانوں کے خلاف) سازشیں کیا

---

(۵۳) ظاہری گناہوں میں وہ گناہ داخل ہیں جو اِنسان اپنے ظاہری اعضاء سے کرے، مثلاً جھوٹ، غیبت، دھوکا، رشوت، شراب نوشی، زنا وغیرہ۔ اور باطنی گناہوں سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا تعلق دِل سے ہوتا ہے، مثلاً حسد، رِیاکاری، تکبر، بغض، دوسروں کی بدخواہی وغیرہ۔ پہلی قسم کے گناہوں کا بیان فقہ کی کتابوں میں ہوتا ہے اور ان کی تعلیم و تربیت فقہاء سے حاصل کی جاتی ہے، اور دوسری قسم کے گناہوں کا بیان تصوف اور احسان کی کتابوں میں ہوتا ہے، اور اُن کی تعلیم و تربیت کے لئے مشائخ سے رُجوع کیا جاتا ہے۔ تصوف کی اصل حقیقت یہی ہے کہ باطن کے ان گناہوں سے بچنے کے لئے کسی رہنما سے رُجوع کیا جائے۔ افسوس ہے کہ تصوف کی اِس حقیقت کو بھلا کر بہت سے لوگوں نے بدعات و خرافات کا نام تصوف رکھ لیا ہے۔ اس حقیقت کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بہت سی کتابوں میں خوب واضح فرمایا ہے۔ آسان طریقے سے اس کو سمجھنے کے لئے ملاحظہ فرمایئے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''دِل کی دنیا''۔

(۵۴) یہاں روشنی سے مراد اسلام کی روشنی ہے۔ اور ''لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو'' فرما کر اشارہ اِس طرف کر دیا گیا ہے کہ اسلام کا تقاضا یہ نہیں ہے کہ انسان مذہبی عبادات کو لے کر دُنیا سے ایک طرف ہو کر بیٹھ جائے، اور لوگوں سے میل جول چھوڑ دے، بلکہ اسلام کا تقاضا یہ ہے کہ وہ عام انسانوں کے درمیان رہے، اُن سے ضروری معاملات کرے، اُن کے حقوق ادا کرے، لیکن جہاں بھی جائے، اسلام کی روشنی ساتھ لے کر جائے، یعنی یہ سارے معاملات اسلامی اَحکام کے تحت انجام دے۔

فِيهَا ۖ وَمَا يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ﴿١٢٣﴾ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ

کریں۔(۵۵) اور وہ جو سازشیں کرتے ہیں، (درحقیقت) وہ کسی اور کے نہیں، بلکہ خود اُن کے اپنے خلاف پڑتی ہیں، جبکہ اُن کو اس کا احساس نہیں ہوتا (۱۲۳) اور

آيَةٌ قَالُوا لَن نُّؤْمِنَ حَتَّىٰ نُؤْتَىٰ مِثْلَ مَا أُوتِيَ رُسُلُ اللَّهِ ۘ اللَّهُ

جب ان (اہل مکہ) کے پاس (قرآن کی) کوئی آیت آتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ: "ہم اُس وقت تک ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ اُس جیسی چیز خود

أَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ ۗ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ

ہمیں نہ دے دی جائے جیسی اللہ کے پیغمبروں کو دی گئی تھی۔(۵۶) (حالانکہ) اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کس کو سپرد کرے۔ جن لوگوں نے (اس قسم

عِندَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ﴿١٢٤﴾ فَمَن يُرِدِ اللَّهُ أَن

کی) مجرمانہ باتیں کی ہیں اُن کو اپنی مکاریوں کے بدلے میں اللہ کے پاس جا کر ذِلت اور سخت عذاب کا سامنا ہوگا۔ (۱۲۴) غرض جس شخص کو اللہ ہدایت تک

يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۖ وَمَن يُرِدْ أَن يُضِلَّهُ يَجْعَلْ

پہنچانے کا ارادہ کرلے، اُس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے، اور جس کو (اُس کی ضد کی وجہ سے) گمراہ کرنے کا ارادہ کرلے، اُس کے سینے کو تنگ اور اتنا

صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَاءِ ۚ كَذَٰلِكَ يَجْعَلُ اللَّهُ

زیادہ تنگ کر دیتا ہے کہ (اُسے ایمان لانا ایسا مشکل معلوم ہوتا ہے) جیسے اُسے زبردستی آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہو۔ اسی طرح اللہ (کفر کی) گندگی اُن لوگوں پر

الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٢٥﴾ وَهَٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ

مسلط کر دیتا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔ (۱۲۵) اور یہ (اسلام) تمہارے پروردگار کا (بتایا ہوا) سیدھا سیدھا راستہ ہے۔ جو لوگ نصیحت قبول کرتے ہیں، اُن

مُسْتَقِيمًا ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ

کے لئے ہم نے (اِس راستے کی) نشانیاں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں (۱۲۶) اُن کے پروردگار کے پاس سکھ چین کا گھر ایسے ہی لوگوں کے لئے ہے، اور جو

عِندَ رَبِّهِمْ ۖ وَهُوَ وَلِيُّهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢٧﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ

عمل وہ کرتے رہے ہیں، اُن کی وجہ سے وہ خود اُن کا رکھوالا ہے۔ (۱۲۷) اور (اُس دن کا دھیان رکھو) جس دن اللہ ان سب کو گھیر کر اکٹھا کرے گا، اور

---

(۵۵) یہ مسلمانوں کو تسلی دی جا رہی ہے کہ کافر لوگ اُن کے خلاف جو سازشیں کر رہے ہیں، اُن سے گھبرائیں نہیں۔ اس قسم کی سازشیں ہر دور میں انبیائے کرام اور اُن کے ماننے والوں کے خلاف ہوتی رہی ہیں، لیکن بالآخر انجام اہلِ ایمان ہی کا بہتر ہوتا ہے، اور دُشمنوں کی سازشیں آخر کار خود انہی کو نقصان پہنچاتی ہیں، کبھی تو اسی دُنیا میں ان کا یہ نقصان ظاہر ہو جاتا ہے، اور کبھی دُنیا میں ظاہر نہیں ہوتا، لیکن آخرت میں ان کو پتہ چل جائے گا کہ انہوں نے خود اپنے حق میں کانٹے بوئے تھے۔

(۵۶) یعنی جب تک خود ہم پر ویسی وحی نازل نہیں ہوگی جیسی انبیائے کرام پر نازل ہوتی رہی ہے، اور ویسے معجزات ہمیں نہیں دیئے جائیں گے جیسے اُن کو دیئے گئے تھے، اُس وقت تک ہم ایمان نہیں لائیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اُن کا مطالبہ یہ تھا کہ ہم میں سے ہر شخص کو پوری پیغمبری ملنی چاہئے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یہ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ پیغمبری کس کو عطا کی جائے۔

جَمِيۡعًا ۚ يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ قَدِ اسۡتَكۡثَرۡتُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ ۚ وَ قَالَ

(شیاطین جنّات سے کہے گا کہ:) ''اے جنّات کے گروہ! تم نے انسانوں کو بہت بڑھ چڑھ کر گمراہ کیا۔'' اور انسانوں میں سے جو اُن کے دوست ہوں

اَوۡلِيٰٓؤُهُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ رَبَّنَا اسۡتَمۡتَعَ بَعۡضُنَا بِبَعۡضٍ وَّ بَلَغۡنَاۤ اَجَلَنَا

گے، وہ کہیں گے: ''اے ہمارے پروردگار! ہم ایک دوسرے سے خوب مزے لیتے رہے ہیں،(٥٧) اور اَب اپنی اُس میعاد کو پہنچ گئے ہیں جو آپ نے ہمارے

الَّذِيۡۤ اَجَّلۡتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثۡوٰٮكُمۡ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ

لئے مقرر کی تھی۔'' اللہ کہے گا: ''(اَب) آگ تم سب کا ٹھکانا ہے، جس میں تم ہمیشہ رہو گے، اِلَّا یہ کہ اللہ کچھ اور چاہے۔(٥٨) یقین رکھو کہ تمہارے

اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ﴿١٢٨﴾ وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيۡ بَعۡضَ الظّٰلِمِيۡنَ بَعۡضًۢا

پروردگار کی حکمت بھی کامل ہے، علم بھی کامل۔ ﴿١٢٨﴾ اور اسی طرح ہم ظالموں کو اُن کے کمائے ہوئے اعمال کی وجہ سے ایک دوسرے پر مسلط

بِمَا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ ﴿١٢٩﴾ يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ اَلَمۡ يَاۡتِكُمۡ رُسُلٌ ع ١٥/٢

کردیتے ہیں۔(٥٩) ﴿١٢٩﴾ اے جنات اور اِنسانوں کے گروہ! کیا تمہارے پاس خود تم میں سے وہ پیغمبر نہیں آئے تھے جو تمہیں میری آیتیں پڑھ کر

---

(٥٧) انسان تو شیطانوں سے یہ مزے لیتے رہے کہ ان کے بہکائے میں آکر اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کی، اور وہ گناہ کئے جن سے ظاہری طور پر لذت حاصل ہوتی تھی۔ اور شیطان اِنسانوں سے یہ مزے لیتے رہے کہ انہیں گمراہ کرکے خوش ہوئے کہ یہ لوگ خوب اچھی طرح ہمارے قابو میں آگئے ہیں۔ دراصل وہ یہ کہہ کر اپنی غلطی کا اعتراف کررہے ہوں گے، اور غالبًا آگے معافی بھی مانگنا چاہتے ہوں گے، لیکن یا تو اس سے آگے کچھ کہنے کا حوصلہ نہیں ہوگا، یا چونکہ معافی کا وقت گذر چکا ہوگا، اِس لئے اللہ تعالیٰ اُن کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی یہ فرمائیں گے کہ اب معافی تلافی کا وقت گذر چکا، اب تو تمہیں جہنم کی سزا بھگتنی ہی ہوگی۔

(٥٨) اس کا ٹھیک ٹھیک مطلب تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، لیکن بظاہر استثناء کے اس جملے سے دو حقیقتوں کی طرف اشارہ مقصود ہے۔ ایک یہ کہ کافروں کے عذاب وثواب کا فیصلہ کسی سفارش یا اثر و رُسوخ کی وجہ سے تبدیل نہیں ہوسکتا، بلکہ اس کا تمام تر فیصلہ خود اللہ تعالیٰ کی مشیت کی بنیاد پر ہوگا، اور یہ مشیت اس کی حکمت اور علم کے مطابق ہوگی جس کا ذکر اگلے جملے میں ہے۔ دوسری حقیقت جو اس استثناء سے ظاہر فرمائی گئی ہے یہ ہے کہ کافروں کو ہمیشہ جہنم میں رکھنا (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی کوئی مجبوری نہیں ہے، لہٰذا اگر بالفرض اُس کی مشیت یہ ہو جائے کہ کسی کو باہر نکال لیا جائے تو یہ عقلی اعتبار سے ناممکن نہیں ہے، کیونکہ اُس کی اس مشیت کے خلاف کوئی اُسے مجبور نہیں کرسکتا۔ یہ اور بات ہے کہ اُس کی مشیت اُس کے علم اور حکمت کے مطابق یہی ہو کہ کافر ہمیشہ جہنم میں رہیں۔

(٥٩) یعنی جس طرح ان کافروں پر اُن کی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے شیاطین کو مسلط کردیا گیا جو انہیں بہکاتے رہے، اسی طرح ہم ظالموں کی بداعمالیوں کی وجہ سے اُن پر دوسرے ظالموں کو مسلط کردیتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ جب کسی ملک کے لوگ بداَعمالیوں میں مبتلا ہوتے ہیں تو اُن پر ظالم حکمران مسلط کردیئے جاتے ہیں۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص کسی ظالم کے ظلم میں اُس کی مدد کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ خود اُسی ظالم کو مدد کرنے والے پر مسلط کردیتا ہے (ابن کثیر)۔

اِس آیت کا ایک اور ترجمہ بھی ممکن ہے، اور وہ یہ کہ: ''اسی طرح ہم ظالموں کو ایک دوسرے کا ساتھی بنادیں گے۔'' اُس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ شیاطین بھی ظالم تھے، اور ان کے پیچھے چلنے والے بھی۔ چنانچہ آخرت میں بھی ہم ان کو ایک

مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا

سناتے تھے،(۶۵) اور تم کو اسی دن کا سامنا کرنے سے خبردار کرتے تھے جو آج تمہارے سامنے ہے؟" وہ کہیں گے: "(آج) ہم نے خود اپنے خلاف گواہی دے

شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

دی ہے (کہ واقعی ہمارے پاس پیغمبر آئے تھے، اور ہم نے انہیں جھٹلایا تھا)۔(۶۶) اور (درحقیقت) ان کو دُنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا، اور (اب)

اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى

انہوں نے خود اپنے خلاف گواہی دے دی کہ وہ کافر تھے ﴿۱۳۰﴾ یہ (پیغمبر بھیجنے کا) سارا سلسلہ اس لئے تھا کہ تمہارے پروردگار کو یہ گوارا نہیں تھا کہ وہ بستیوں کو

بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ

کسی زیادتی کی وجہ سے(۶۲) اس حالت میں ہلاک کردے کہ اُس کے لوگ بے خبر ہوں ﴿۱۳۱﴾ اور ہر قسم کے لوگوں کو مختلف درجات اُن اعمال کے حساب سے ملتے

بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ

ہیں جو انہوں نے کئے ہوتے ہیں۔ اور جو اعمال بھی وہ کرتے ہیں، تمہارا پروردگار اُن سے غافل نہیں ہے ﴿۱۳۲﴾ اور تمہارا پروردگار ایسا بے نیاز ہے جو رحمت

وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ

والا بھی ہے۔(۶۳) اگر وہ چاہے تو تم سب کو (دُنیا سے) اُٹھالے، اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہاری جگہ لے آئے، جیسے اُس نے تم کو کچھ اور لوگوں کی نسل

دوسرے کا ساتھی بنادیں گے۔ بہت سے مفسرین نے آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

(۶۰) انسانوں میں تو پیغمبروں کا تشریف لانا واضح ہے۔ اس آیت کی وجہ سے بعض علماء کا کہنا ہے کہ جنات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیغمبر آتے رہے ہیں۔ اور دوسرے حضرات کا کہنا یہ ہے کہ باقاعدہ پیغمبر تو جنات میں نہیں آئے، لیکن انسانوں میں جو پیغمبر بھیجے گئے، وہی جنات کو بھی تبلیغ کرتے تھے، اور جو جنات مسلمان ہو جاتے وہ پھر انبیائے کرام کے نمائندے بن کر دوسرے جنات کو تبلیغ کرتے تھے، جیسا کہ سورۂ جن میں تفصیل سے مذکور ہے۔ آیت کی رُو سے دونوں احتمال ممکن ہیں، کیونکہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ انسانوں اور جنات دونوں کو تبلیغ کا حق ادا کردیا گیا تھا، اور وہ دونوں طرح ممکن ہے۔

(۶۱) پیچھے آیت نمبر ۲۳ میں گذرا ہے کہ وہ شروع میں جھوٹ بولنے کی کوشش کریں گے، لیکن جب خود اُن کے ہاتھ پاؤں اُن کے خلاف گواہی دے دیں گے تو وہ بھی سچ کہنے پر مجبور ہوجائیں گے۔ تفصیل کے لئے آیت ۲۳ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے۔

(۶۲) اِس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُن بستی والوں کی کسی زیادتی کی وجہ سے اُن کو ہلاک کرنا اللہ تعالیٰ کو اُس وقت تک گوارا نہیں تھا جب تک انہیں انبیائے کرام کے ذریعے متوجہ نہ کردیا جائے۔ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خود یہ زیادتی نہیں کرسکتا تھا کہ پہلے سے متوجہ کئے بغیر لوگوں کو ہلاک کردے۔

(۶۳) یعنی اُس نے رسولوں کو بھیجنے کا جو سلسلہ جاری فرمایا اُس کی وجہ معاذ اللہ یہ نہیں تھی کہ وہ تمہاری عبادت کا محتاج ہے، وہ تو مخلوق کی عبادت سے بے نیاز ہے، لیکن اس کے ساتھ وہ رحمت والا بھی ہے، اس لئے اُس نے پیغمبر بھیجے ہیں جو بندوں کو اُس صحیح راہِ عمل کی طرف متوجہ کرتے رہیں جس میں اُن کی دُنیا اور آخرت دونوں کے لئے بہتری کا سامان ہو۔

اٰخَرِيْنَ ۝١٣٣ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝١٣٤ قُلْ

سے پیدا کیا تھا۔(۶۴) ۝١٣٣ یقین رکھو کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے اُس کو آنا ہی آنا ہے،(۶۵) اور تم (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے ۝١٣٤ (اے پیغمبر! ان

يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ

لوگوں سے) کہو کہ: "اے میری قوم! تم اپنی جگہ (اپنے طریقے کے مطابق) عمل کرو، میں (اپنے طریقے کے مطابق) عمل کر رہا ہوں۔ پھر جلد ہی تمہیں

لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝١٣٥ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ

معلوم ہو جائے گا کہ اس دُنیا کا انجام کس کے حق میں نکلتا ہے۔ یہ حقیقت (اپنی جگہ) ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پاتے۔" ۝١٣٥ اور اللہ نے جو کھیتیاں اور

مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا

چوپائے پیدا کئے ہیں، ان لوگوں نے اُن میں سے اللہ کا بس ایک حصہ مقرر کیا ہے۔(۶۶) چنانچہ بزعم خود یوں کہتے ہیں کہ یہ حصہ تو اللہ کا ہے، اور یہ ہمارے اُن

لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ

معبودوں کا ہے جن کو ہم خدائی میں اللہ کا شریک مانتے ہیں۔ پھر جو حصہ اِن کے شریکوں کا ہوتا ہے، وہ تو (کبھی) اللہ کے پاس نہیں پہنچتا، اور جو حصہ

---

(۶۴) جس طرح آج کے تمام لوگ اُن لوگوں کی نسل سے ہیں جن کا اب کوئی پتہ نشان باقی نہیں رہا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت ہے کہ آج کے تمام لوگوں کو ایک ہی مرتبہ میں ختم کر کے دوسری قوم پیدا کر دے، لیکن وہ اپنی رحمت کی وجہ سے ایسا نہیں کر رہا۔

(۶۵) اس سے مراد آخرت اور جنت اور جہنم ہے۔

(۶۶) یہاں سے آیت نمبر ۱۴۴ تک عرب کے مشرکین کی کچھ بے بنیاد رسموں کا بیان ہے۔ ان لوگوں نے کسی معقول اور علمی بنیاد کے بغیر مختلف کاموں کو من گھڑت اسباب کی بنیاد پر حلال یا حرام قرار دے رکھا تھا۔ مثلاً خود اپنی اولاد کو انتہائی سنگ دِلی سے قتل کر دیتے تھے۔ اگر لڑکی پیدا ہوئی ہو تو اسے اپنے لئے بڑی شرم کی بات سمجھ کر اسے زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے، بعض لوگ اس وجہ سے بھی لڑکیوں کو دفن کر دیتے تھے کہ اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ فرشتے اللہ کی بیٹیاں ہیں، اس لئے انسانوں کے لئے مناسب نہیں ہے کہ وہ لڑکیاں رکھیں۔ لڑکوں کو بعض اس وجہ سے قتل کر ڈالتے تھے کہ ان کو کہاں سے کھلائیں گے۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو یہ نذر مان لیتے تھے کہ ہمارا جو دسواں لڑکا ہوگا، اسے اللہ یا بتوں کے نام پر ذبح کر دیں گے۔ اس کے علاوہ اپنے مویشیوں اور کھیتوں کی پیداوار کے بارے میں بھی عجیب وغریب عقیدے گھڑ رکھے تھے۔ اُن میں سے ایک کا بیان اس آیت میں ہے، اور وہ یہ کہ اپنے کھیتوں کی پیداوار اور مویشیوں کے دُودھ یا گوشت میں سے کچھ حصہ تو اللہ کے نام کا رکھتے تھے (جو مہمانوں اور غریبوں میں تقسیم کے لئے ہوتا تھا) اور ایک حصہ اپنے بتوں کے نام کا نکالتے تھے جو بت خانوں پر چڑھایا جاتا تھا، اور اُس سے بت خانوں کے نگراں فائدہ اُٹھاتے تھے۔ اوّل تو یہ بات ہی بے ہودہ تھی کہ اللہ کے ساتھ بتوں کو شریک کر کے اُن کے نام پر پیداوار کا کچھ حصہ رکھا جائے۔ اُوپر سے ستم ظریفی یہ تھی کہ جو حصہ اللہ کے نام کا رکھا تھا، اگر اُس میں سے کچھ بتوں والے حصے میں چلا جاتا تو کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے، البتہ اگر بتوں کے حصے میں سے کوئی چیز اللہ کے نام کے حصے میں چلی جاتی تو اُسے فوراً واپس کرنے کا اہتمام کرتے تھے۔

يَصِلُ إِلَىٰ شُرَكَائِهِمْ ۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿١٣٦﴾ وَكَذَٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ

اللہ کا ہوتا ہے، وہ ان کے گھڑے ہوئے معبودوں کو پہنچ جاتا ہے۔ ایسی بُری بُری باتیں ہیں جو انہوں نے طے کر رکھی ہیں! (١٣٦) اور اسی طرح بہت سے

الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا

مشرکین کو اُن کے شریکوں نے یہ سُجھا رکھا ہے کہ اپنی اولاد کو قتل کرنا بڑا اچھا کام ہے، تاکہ وہ اِن (مشرکین) کو بالکل تباہ کر ڈالیں، اور اُن کے لئے

عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ ۖ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٧﴾ وَ

اُن کے دِین کے معاملے میں مغالطے پیدا کر دیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کر سکتے۔[٦٧] لہٰذا اِن کو اپنی افترا پردازیوں میں پڑا رہنے دو (١٣٧) اور

قَالُوا هَٰذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن نَّشَاءُ

یوں کہتے ہیں کہ: ''اِن چوپایوں اور کھیتیوں پر پابندی لگی ہوئی ہے۔'' ان کا زعم یہ ہے کہ: ''اِن کو سوائے اُن لوگوں کے کوئی نہیں کھا سکتا جنہیں ہم کھلانا

بِزَعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ

چاہیں۔''[٦٨] اور کچھ چوپائے ایسے ہیں جن کی پشت حرام قرار دے دی گئی ہے،[٦٩] اور کچھ چوپائے وہ ہیں جن کے بارے میں اللہ پر یہ بہتان باندھتے ہیں

عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ۚ سَيَجْزِيهِم بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوا مَا فِي

کہ اُن پر اللہ کا نام نہیں لیتے۔[٧٠] جو اِفترا پردازی یہ لوگ کر رہے ہیں، اللہ انہیں عنقریب اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ (١٣٨) نیز وہ کہتے ہیں کہ: ''ان

بُطُونِ هَٰذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا ۖ وَ

خاص چوپایوں کے پیٹ میں جو بچے ہیں وہ صرف ہمارے مردوں کے لئے مخصوص ہیں، اور ہماری عورتوں کے لئے حرام ہیں۔'' اور اگر وہ بچہ

إِن يَكُن مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۚ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيمٌ

مردہ پیدا ہو تو اُس سے فائدہ اُٹھانے میں سب (مرد و عورت) شریک ہو جاتے ہیں۔[٧١] جو باتیں یہ لوگ بنا رہے ہیں، اللہ انہیں عنقریب اُن کا پورا

---

(٦٧) اس کی تشریح کے لئے دیکھئے اسی سورت میں پیچھے آیت نمبر ١١٢ کا حاشیہ۔

(٦٨) یہ ایک اور رسم کا بیان ہے جس کی رُو سے وہ اپنے من گھڑت دیوتاؤں کو اپنے گمان کے مطابق خوش کرنے کے لئے کسی خاص کھیتی یا مویشی پر پابندی لگا دیتے تھے کہ ان کی پیداوار سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتا۔ البتہ جس شخص کو چاہتے، اس پابندی سے مستثنیٰ کر دیتے تھے۔

(٦٩) یہ ایک اور رسم تھی کہ کسی سواری کے جانور کو کسی بت کے نام وقف کر دیتے تھے، اور یہ کہتے تھے کہ اس پر سواری کرنا حرام ہے۔

(٧٠) بعض جانوروں کے بارے میں انہوں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ ان پر اللہ کا نام نہیں لیا جا سکتا، نہ ذبح کرتے وقت، نہ سواری کے وقت، اور نہ اُن کا گوشت کھاتے وقت۔ چنانچہ اُن پر سوار ہو کر حج کرنے کو بھی ناجائز سمجھتے تھے۔

(٧١) یعنی بچہ اگر زندہ پیدا ہو جائے تو صرف مردوں کے لئے حلال ہوگا، عورتوں کے لئے حرام، لیکن مردہ پیدا ہو تو مردوں عورتوں دونوں کے لئے حلال۔

عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ

پورا بدلہ دے گا۔ یقیناً وہ حکمت کا بھی مالک ہے، علم کا بھی مالک ﴿۱۳۹﴾ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ بڑے خسارے میں ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو کسی

وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا

علمی وجہ کے بغیر محض حماقت سے قتل کیا ہے، اور اللہ نے جو رزق ان کو دیا تھا اُسے اللہ پر بہتان باندھ کر حرام کرلیا ہے۔ وہ بری طرح گمراہ ہوگئے ہیں،

مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ؑ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّ ع ۱۶

اور کبھی ہدایت پر آئے ہی نہیں۔ ﴿۱۴۰﴾ اللہ وہ ہے جس نے باغات پیدا کئے جن میں سے کچھ (بیل دار ہیں جو) سہاروں سے اُوپر چڑھائے جاتے

النَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ

ہیں، اور کچھ سہاروں کے بغیر بلند ہوتے ہیں، اور نخلستان اور کھیتیاں، جن کے ذائقے الگ الگ ہیں، اور زیتون اور انار، جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے

مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا

بھی ہیں، اور ایک دوسرے سے مختلف بھی۔(۷۲) جب یہ درخت پھل دیں تو ان کے پھلوں کو کھانے میں استعمال کرو، اور جب ان کی کٹائی کا دن آئے

تُسْرِفُوْا ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ

تو اللہ کا حق ادا کرو،(۷۳) اور فضول خرچی نہ کرو۔ یاد رکھو، وہ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں کرتا ﴿۱۴۱﴾ اور چوپایوں میں سے اللہ نے وہ جانور بھی پیدا کئے

كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

ہیں جو بوجھ اُٹھاتے ہیں، اور وہ بھی جو زمین سے لگے ہوئے ہوتے ہیں۔(۷۴) اللہ نے جو رزق تمہیں دیا ہے، اس میں سے کھاؤ، اور شیطان کے نقش

مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾ۙ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ

قدم پر نہ چلو۔ یقین جانو، وہ تمہارے لئے ایک کھلا دُشمن ہے۔ ﴿۱۴۲﴾ (مویشیوں کی) کل آٹھ اصناف اللہ نے پیدا کی ہیں۔ دو صنفیں (نر اور

ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ

مادہ) بھیڑوں کی نسل سے اور دو بکروں کی نسل سے۔ ذرا ان سے پوچھو کہ: "کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے، یا دونوں مادہ کو؟ یا ہر اُس بچے

---

(۷۲) تشریح کے لئے دیکھئے پیچھے آیت نمبر ۹۹ کا حاشیہ۔

(۷۳) اس سے مراد عشر ہے جو زرعی پیداوار پر واجب ہوتا ہے۔ مکی زندگی میں اس کی کوئی خاص شرح مقرر نہیں تھی، بلکہ جب کٹائی کا وقت آتا تو کھیتی کے مالک پر فرض تھا کہ جو فقراء اس وقت موجود ہوں، اُن کو اپنی صوابدید کے مطابق کچھ دے دیا کرے۔ مدینہ منوّرہ پہنچنے کے بعد اس کے مفصل اَحکام آئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ تفصیل بیان فرمائی کہ بارانی زمینوں پر پیداوار کا دسواں حصہ اور نہری زمینوں پر بیسواں حصہ غریبوں کا حق ہے۔ آیت نے بتایا ہے کہ یہ حق کٹائی ہی کے وقت ادا کردینا چاہئے۔

(۷۴) "زمین سے لگے ہوئے" ہونے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ ان کا قد چھوٹا ہوتا ہے، جیسے بھیڑ بکریاں، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کی کھال زمین پر بچھانے کے کام آتی ہے۔

الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾ۙ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ
کوجو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں موجود ہو؟ اگر تم سچے ہو تو کسی علمی بنیاد پر مجھے جواب دو(٧٥)!" ﴿١٤٣﴾ اور اسی طرح اُونٹوں کی بھی دو صنفیں (نر

مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ
اور مادہ اللہ نے) پیدا کی ہیں، اور گائے کی بھی دو صنفیں۔ ان سے کہو کہ: "کیا دونوں نروں کو اللہ نے حرام کیا ہے، یا دونوں مادہ کو؟ یا ہر اُس بچے کو

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ
جو دونوں نسلوں کی مادہ کے پیٹ میں موجود ہو؟ کیا تم اُس وقت خود حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں اِس کا حکم دیا تھا؟ (اگر نہیں، اور یقیناً نہیں) تو

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ
پھر اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر اس لئے جھوٹ باندھے تاکہ کسی علمی بنیاد کے بغیر لوگوں کو گمراہ کر سکے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ ظالم

اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٤﴾ۧ قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا ع
لوگوں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔" ﴿١٤٤﴾ (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: "جو وحی مجھ پر نازل کی گئی ہے اُس میں تو میں کوئی ایسی چیز نہیں پاتا جس کا

عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ
کھانا کسی کھانے والے کے لئے حرام ہو(٧٦)، اِلّا یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون ہو، یا سور کا گوشت ہو، کیونکہ وہ ناپاک ہے، یا جو گناہ کی چیز ہو

خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ
جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔ ہاں جو شخص (ان چیزوں میں سے کسی کے کھانے پر) انتہائی مجبور ہو جائے(٧٧) جبکہ وہ نہ لذت حاصل

---

(٧٥) مطلب یہ ہے کہ تم لوگ کبھی نر جانور کو حرام قرار دے دیتے ہو، کبھی مادہ جانور کو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ جوڑے پیدا کرتے وقت نہ نر کو حرام کیا تھا نہ مادہ کو۔ اب تم ہی بتاؤ کہ اگر نر ہونے کی وجہ سے کوئی جانور حرام ہوتا ہے تو ہمیشہ نر ہی حرام ہونا چاہئے، اور اگر مادہ ہونے کی وجہ سے حرمت آتی ہے تو ہمیشہ مادہ ہی حرام ہونی چاہئے، اور اگر کسی مادہ کے پیٹ میں ہونے کی وجہ سے حرمت آتی ہے تو پھر بچہ نر ہو یا مادہ ہر صورت میں حرام ہونا چاہئے۔ لہٰذا تم نے اپنی طرف سے جو احکام گھڑ رکھے ہیں نہ ان کی کوئی علمی یا عقلی بنیاد ہے، اور نہ اللہ کا کوئی حکم ایسا آیا ہے۔

(٧٦) مطلب یہ ہے کہ جن جانوروں کو بت پرستوں نے حرام قرار دے رکھا ہے، اُن میں سے کسی جانور کے بارے میں مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ممانعت کا حکم ان چار چیزوں کے سوا نہیں آیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے جانوروں میں بھی کوئی جانور حرام نہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قسم کے درندوں وغیرہ کے حرام ہونے کی وضاحت فرمادی ہے۔

(٧٧) یعنی اگر آدمی بھوک سے بے تاب ہو اور کھانے کے لئے کوئی حلال چیز میسر نہ ہو، تو جان بچانے کے لئے ان حرام چیزوں میں سے کسی چیز کا کھانا بقدرِ ضرورت جائز ہو جاتا ہے۔ ان چیزوں کی حرمت کا یہ حکم پیچھے سورۂ بقرہ کی آیت ١٧٣ اور سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ٣ میں بھی گذرا ہے، اور آگے سورۂ نحل کی آیت نمبر ١١٥ میں بھی آئے گا۔

وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (١٤٥) وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ

کرنے کی غرض سے ایسا کر رہا ہو، اور نہ ضرورت کی حد سے آگے بڑھے، تو بیشک تمہارا پروردگار بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (١٤٥) اور یہودیوں پر ہم

ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ

نے ہر ناخن والے جانور کو حرام کر دیا تھا، اور گائے اور بکری کے اجزاء میں سے ان کی چربیاں ہم نے حرام کی تھیں، البتہ جو چربی ان کی

ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ وَ

پشت پر یا آنتوں پر لگی ہو، یا جو کسی ہڈی سے ملی ہوئی ہو وہ مستثنیٰ تھی۔ یہ ہم نے اُن کو اُن کی سرکشی کی سزا دی تھی۔ اور پورا یقین رکھو کہ ہم سچے

اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (١٤٦) فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا

ہیں۔ (١٤٦) پھر بھی اگر یہ (کافر) تمہیں جھٹلائیں تو کہہ دو کہ: "تمہارا پروردگار بڑی وسیع رحمت کا مالک ہے، اور اُس کے عذاب کو مجرموں

يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ (١٤٧) سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

سے ٹالا نہیں جا سکتا۔"(٧٨) (١٤٧) جن لوگوں نے شرک اپنایا ہوا ہے، وہ یہ کہیں گے کہ: "اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے، نہ ہمارے باپ دادا،

لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ

اور نہ ہم کسی بھی چیز کو حرام قرار دیتے۔"(٧٩) اِن سے پہلے کے لوگوں نے بھی اسی طرح (رسولوں کو) جھٹلایا تھا، یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا ۭ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ

عذاب کا مزہ چکھ لیا۔ تم اِن سے کہو کہ: "کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے جو ہمارے سامنے نکال کر پیش کر سکو؟ تم تو جس چیز کے پیچھے چل رہے

عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ (١٤٨) قُلْ

ہو وہ گمان کے سوا کچھ نہیں، اور تمہارا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہمی اندازے لگاتے رہو۔ (١٤٨) (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: "ایسی دلیل تو

---

(٧٨) جھٹلانے والوں سے یہاں براہ راست تو یہودی مراد ہیں، کیونکہ وہ اس بات کا انکار کرتے تھے کہ مذکورہ چیزیں اُن پر اُن کی سرکشی کی وجہ سے حرام کی گئی تھیں۔ ضمناً اس میں مشرکینِ عرب بھی داخل ہیں جو قرآنِ کریم کی ہر بات کا انکار کرتے تھے جس میں یہ بات بھی شامل تھی۔ دونوں فریقوں سے یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر ان کے قرآن کو جھٹلانے کے باوجود اُن پر کوئی فوری عذاب نہیں آ رہا ہے، بلکہ دُنیا میں انہیں خوشحالی بھی میسر ہے، تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے عمل سے خوش ہے۔ اس کے بجائے حقیقت یہ ہے کہ اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اتنی وسیع ہے کہ وہ اپنے باغیوں کو بھی رزق دیتا ہے، اور خوشحالی سے نوازتا ہے۔ البتہ یہ بات طے ہے کہ ان مجرموں کو ایک نہ ایک دن عذاب ضرور ہوگا جسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

(٧٩) یہ پھر وہی بے ہودہ دلیل ہے جس کا جواب بار بار دیا جا چکا ہے۔ یعنی یہ کہ اگر اللہ کو شرک ناگوار ہے تو وہ ہمیں شرک پر قدرت ہی کیوں دیتا ہے؟ جواب بار بار دیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ساری دُنیا کو اپنی قدرت کے ذریعے زبردستی ایمان پر مجبور کر دے تو پھر امتحان ہی کیا ہوا؟ دُنیا تو اسی امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ کون شخص اپنی سمجھ اور اپنے اختیار سے وہ صحیح راستہ اختیار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کی فطرت میں بھی رکھ دیا ہے، اور جس کی طرف رہنمائی کے لئے اتنے سارے پیغمبر بھیجے ہیں۔

فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ

اللہ ہی کی ہے جو (دِلوں تک) پہنچنے والی ہو۔ چنانچہ اگر وہ چاہتا تو تم سب کو (زبردستی) ہدایت پر لے آتا۔(۸۰) ﴿۱۴۹﴾ ان سے کہو کہ: ''اپنے وہ گواہ

شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَلَا

ذرا سامنے تو لاؤ جو یہ گواہی دیں کہ اللہ نے ان چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔'' پھر اگر یہ خود گواہی دے بھی دیں تو تم اُن کے ساتھ گواہی میں

تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ لَا

شریک نہ ہونا، اور اُن لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلنا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو

يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ ع قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا ع ۱۸ ۶ ۵

دوسروں کو (خدائی میں) اپنے پروردگار کے برابر مانتے ہیں ﴿۱۵۰﴾ (ان سے) کہو کہ: '' آؤ، میں تمہیں پڑھ کر سناؤں کہ

حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا

تمہارے پروردگار نے (درحقیقت) تم پر کونسی باتیں حرام کی ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ،

تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا

اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اور غربت کی وجہ سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں بھی رزق دیں گے،

تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ

اور اُن کو بھی۔ اور بے حیائی کے کاموں کے پاس بھی نہ پھٹکو، چاہے وہ بے حیائی کھلی ہوئی ہو یا چھپی ہوئی،(۸۱) اور جس جان کو اللہ نے حرمت

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَا

عطا کی ہے اُسے کسی برحق وجہ کے بغیر قتل نہ کرو۔ لوگو! یہ ہیں وہ باتیں جن کی اللہ نے تاکید کی ہے تاکہ تمہیں کچھ سمجھ آئے ﴿۱۵۱﴾ اور

تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا

یتیم جب تک پختگی کی عمر کو نہ پہنچ جائے، اُس وقت تک اُس کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ، مگر ایسے طریقے سے جو (اُس کے حق میں)

الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ

بہترین ہو، اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو، (البتہ) ہم کسی بھی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ کی تکلیف نہیں دیتے۔(۸۲) اور

---

(۸۰) یعنی تم تو فرضی دلائل پیش کر رہے ہو، لیکن اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو بھیج کر اپنی حجت پوری کر دی ہے، اور ان کے بیان کئے ہوئے دلائل دِلوں میں اُترنے والے ہیں۔ اُن کی تصدیق اس حقیقت نے بھی کر دی ہے کہ جن لوگوں نے انہیں جھٹلایا، وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے شکار ہوئے۔ لہٰذا یہ بات تو صحیح ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو سب کو زبردستی ہدایت پر لے آتا، لیکن اس سے تمہاری یہ ذمہ داری ختم نہیں ہوتی کہ تم اپنے اختیار سے پیغمبروں کے ناقابلِ انکار دلائل کو قبول کر کے ایمان لاؤ۔

(۸۱) یعنی بے حیائی کے کام جس طرح کھلم کھلا کرنا منع ہے، اسی طرح چوری چھپے بھی منع ہے۔

(۸۲) خرید و فروخت کے وقت ناپ تول کا پورا لحاظ رکھنا واجب ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرما دیا کہ اس معاملے میں

فَاعۡدِلُوۡا وَلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰى ۚ وَبِعَهۡدِ اللّٰهِ اَوۡفُوۡا ؕ ذٰلِكُمۡ وَصّٰىكُمۡ بِهٖ

جب کوئی بات کہو تو انصاف سے کام لو، چاہے معاملہ اپنے قریبی رشتہ دار ہی کا ہو، اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔(۸۳) لوگو! یہ باتیں ہیں جن کی اللہ

لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ۝۱۵۲ وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِىۡ مُسۡتَقِيۡمًا فَاتَّبِعُوۡهُ ۚ وَلَا

نے تمہیں تاکید کی ہے، تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ (۱۵۲) اور (اے پیغمبر! ان سے) یہ بھی کہو کہ: ''یہ میرا سیدھا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا اس کے پیچھے چلو،

تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمۡ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ ؕ ذٰلِكُمۡ وَصّٰىكُمۡ بِهٖ لَعَلَّكُمۡ

اور دوسرے راستوں کے پیچھے نہ پڑو، ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کردیں گے۔'' لوگو! یہ باتیں ہیں جن کی اللہ نے تاکید کی ہے تاکہ تم

تَتَّقُوۡنَ ۝۱۵۳ ثُمَّ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِىۡۤ اَحۡسَنَ وَتَفۡصِيۡلًا

متقی بنو۔ (۱۵۳) پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ نیک لوگوں پر اللہ کی نعمت پوری ہو، اور ہر چیز کی تفصیل بیان کردی جائے،

لِّكُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً لَّعَلَّهُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ يُؤۡمِنُوۡنَ ۝۱۵۴ وَهٰذَا ع ١٩

اور وہ (لوگوں کے لئے) رہنمائی اور رحمت کا سبب بنے، تاکہ وہ (آخرت میں) اپنے پروردگار سے جا ملنے پر ایمان لے آئیں (۱۵۴) اور (اسی

كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ وَاتَّقُوۡا لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ۝۱۵۵ اَنۡ

طرح) یہ برکت والی کتاب ہے جو ہم نے نازل کی ہے۔ لہٰذا اس کی پیروی کرو، اور تقویٰ اختیار کرو، تاکہ تم پر رحمت ہو (۱۵۵) (یہ کتاب ہم نے اس

تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اُنۡزِلَ الۡكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيۡنِ مِنۡ قَبۡلِنَا ۖ وَاِنۡ كُنَّا عَنۡ

لئے نازل کی کہ) کبھی تم یہ کہنے لگو کہ کتاب تو ہم سے پہلے دو گروہوں (یہود ونصاریٰ) پر نازل کی گئی تھی، اور جو کچھ وہ پڑھتے پڑھاتے تھے، ہم

دِرَاسَتِهِمۡ لَغٰفِلِيۡنَ ۝۱۵۶ اَوۡ تَقُوۡلُوۡا لَوۡ اَنَّاۤ اُنۡزِلَ عَلَيۡنَا الۡكِتٰبُ لَكُنَّاۤ

تو اُس سے بالکل بے خبر تھے (۱۵۶) یا یہ کہو کہ اگر ہم لوگوں پر کتاب نازل ہوجاتی تو ہم ان (یہودیوں اور عیسائیوں) سے

اَهۡدٰى مِنۡهُمۡ ۚ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ ۚ فَمَنۡ

یقیناً زیادہ ہدایت پر ہوتے۔ لو! پھر تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل اور ہدایت و رحمت کا سامان

اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنۡهَا ؕ سَنَجۡزِى الَّذِيۡنَ

آگیا ہے! اب اُس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور اُن سے منہ موڑ لے؟ جو لوگ ہماری آیتوں

يَصۡدِفُوۡنَ عَنۡ اٰيٰتِنَا سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ بِمَا كَانُوۡا يَصۡدِفُوۡنَ ۝۱۵۷ هَلۡ

سے منہ موڑ رہے ہیں، اُن کو ہم بہت بُرا عذاب دیں گے، کیونکہ وہ برابر منہ موڑے ہی رہے۔ (۱۵۷) یہ (ایمان لانے کے لئے)

طاقت سے زیادہ مین میخ نکالنے کی بھی ضرورت نہیں۔ انسان کو پوری پوری کوشش کرنی چاہئے کہ ناپ تول ٹھیک ہو، لیکن کوشش کے باوجود تھوڑا بہت فرق رہ جائے تو وہ معاف ہے۔

(۸۳) اللہ کے عہد میں وہ عہد بھی داخل ہے جس میں براہِ راست اللہ تعالیٰ سے کوئی وعدہ کیا گیا ہو، اور وہ عہد بھی جو کسی انسان سے کیا گیا ہو، مگر اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یا اُس کو گواہ بنا کر کیا گیا ہو۔

يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ رَبُّكَ اَوْ يَاْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ

اس کے سوا کس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں، یا تمہارا پروردگار خود آئے، یا تمہارے پروردگار کی کچھ نشانیاں

رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ

آجائیں؟ (حالانکہ) جس دن تمہارے پروردگار کی کوئی نشانی آگئی، اُس دن کسی ایسے شخص کا ایمان اُس کے لئے کارآمد نہیں ہوگا جو پہلے

اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا

ایمان نہ لایا ہو، یا جس نے اپنے ایمان کے ساتھ کسی نیک عمل کی کمائی نہ کی ہو۔(۸۴) (لہٰذا ان لوگوں سے) کہہ دو کہ: ''اچھا، انتظار کرو، ہم بھی انتظار

مُنْتَظِرُوْنَ ۝۱۵۸ اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ

کر رہے ہیں۔'' (۱۵۸) (اے پیغمبر!) یقین جانو کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ پیدا کیا ہے، اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں، اُن سے تمہارا

شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۱۵۹ مَنْ

کوئی تعلق نہیں ہے۔ اُن کا معاملہ تو اللہ کے حوالے ہے۔ پھر وہ اُنہیں جتلائے گا کہ وہ کیا کچھ کرتے رہے ہیں (۱۵۹) جو شخص کوئی نیکی لے کر آئے

جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا

گا، اُس کے لئے اُس جیسی دس نیکیوں کا ثواب ہے، اور جو شخص کوئی بدی لے کر آئے گا، تو اُس کو صرف اُسی ایک بدی کی سزا دی جائے گی، اور اُن

مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝۱۶۰ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ

پر کوئی ظلم نہیں ہوگا (۱۶۰) (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ میرے پروردگار نے مجھے ایک سیدھے راستے پر لگا دیا ہے جو کجی سے پاک دین ہے، ابراہیم کا دین!

مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱۶۱

جنہوں نے پوری طرح یکسو ہو کر اپنا رُخ صرف اللہ کی طرف کیا ہوا تھا، اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہیں تھے (۱۶۱) کہہ دو کہ: ''بیشک میری نماز،

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶۲ لَا

میری عبادت اور میرا جینا مرنا سب کچھ اللہ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے (۱۶۲) اُس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اِسی بات کا مجھے حکم دیا گیا

شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ۝۱۶۳ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ

ہے، اور میں اُس کے آگے سب سے پہلے سر جھکانے والا ہوں۔'' (۱۶۳) کہہ دو کہ ''کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور پروردگار تلاش کروں، حالانکہ وہ ہر

اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا

چیز کا مالک ہے؟ اور جو کوئی شخص کوئی کمائی کرتا ہے، اُس کا نفع نقصان کسی اور پر نہیں، خود اُسی پر پڑتا ہے، اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی اور کا بوجھ

---

(۸۴) اس سے مراد قیامت کی آخری نشانی ہے، جس کے بعد ایمان قبول نہیں ہوگا، کیونکہ معتبر ایمان وہی ہے جو دلائل کی بنیاد پر ایمان بالغیب ہو، کسی چیز کو آنکھوں سے مشاہدہ کر کے ایمان لانے سے امتحان کا وہ مقصد پورا نہیں ہوتا جس کے لئے یہ دُنیا پیدا کی گئی ہے۔

تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا

نہیں اُٹھائے گا۔(۸۵) پھر تمہارے پروردگار ہی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے۔ اُس وقت وہ تمہیں وہ ساری باتیں بتائے گا جن میں تم اختلاف کیا

كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ

کرتے تھے (۱۶۴) اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں ایک دوسرے کا جانشین بنایا، اور تم میں سے کچھ لوگوں کو دوسروں سے درجات

بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

میں بلندی عطا کی، تاکہ اُس نے تمہیں جو نعمتیں دی ہیں، اُن میں تمہیں آزمائے۔ یہ حقیقت ہے کہ تمہارا رب جلد سزا دینے والا ہے، اور یہ

سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾ ع ۱۱ النصف

(بھی) حقیقت ہے کہ وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (۱۶۵)

---

(۸۵) کفار کبھی کبھی مسلمانوں سے یہ کہتے تھے کہ تم ہمارے مذہب کو اپنالو، اگر کوئی عذاب ہوا تو تمہارے حصے کا عذاب بھی اپنے سر لے لیں گے، جیسا کہ سورۂ عنکبوت (۱۲:۲۹) میں قرآنِ کریم نے اُن کی یہ بات نقل فرمائی ہے۔ یہ آیت اس کے جواب میں نازل ہوئی۔ اور اس میں یہ عظیم سبق ہے کہ ہر شخص کو اپنے انجام کی خود فکر کرنی چاہیے، کوئی دوسرا شخص اس کو عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ یہی مضمون سورۂ بنی اسرائیل (۱۵:۱۷) سورۂ فاطر (۱۸:۳۵) سورۂ زمر (۷:۳۹) اور سورۂ نجم (۳۸:۵۳) میں بھی آیا ہے۔ اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ سورۂ نجم میں آئے گی۔

الحمدللہ تعالیٰ، سورۂ انعام کا ترجمہ اور حواشی آج مؤرخہ ۲۶ / صفر المظفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۷ / مارچ ۲۰۰۶ء کو کراچی میں تکمیل تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اس خدمت کو قبول فرمائیں، اسے مفید بنائیں، اور باقی سورتوں کی تکمیل کی بھی اپنی رضا کے مطابق توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الۡاَعۡرَافِ

تعارف

یہ سورت بھی مکی ہے۔اس کا بنیادی موضوع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آخرت کو ثابت کرنا ہے۔اس کے ساتھ توحید کے دلائل بھی بیان ہوئے ہیں۔اور متعدد انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات بھی تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔خاص طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر تشریف لے جانے کا واقعہ سب سے زیادہ مفصل طریقے پر اسی سورت میں آیا ہے۔''اَعراف'' کے لفظی معنی بلندیوں کے ہیں۔اور اصطلاح میں یہ اُس جگہ کا نام ہے جو جنت اور دوزخ کے درمیان واقع ہے،اور جن لوگوں کے اچھے اور بُرے اعمال برابر ہوں گے،اُن کو کچھ عرصے کے لئے یہاں رکھا جائے گا،پھر اُن کے ایمان کی وجہ سے آخرکار وہ بھی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔چونکہ اسی سورت میں اَعراف اور اس میں رکھے جانے والوں کا بیان تفصیل سے آیا ہے،اس لئے اس کا نام سورۂ اَعراف رکھا گیا ہے۔

آیاتها ٢٠٦ ٧ سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ ٣٩ رکوعاتها ٢٤

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں دو سو چھ آیات اور چوبیس رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

الٓمّٓصٓ ﴿١﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ
الٓمّٓصٓ(1) ﴿١﴾ (اے پیغمبر!) یہ کتاب ہے جو تم پر اس لئے اُتاری گئی ہے کہ تم اُس کے ذریعے لوگوں کو ہوشیار کرو، لہٰذا اس کی وجہ سے تمہارے دِل میں کوئی
بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾ اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لَا
پریشانی نہ ہونی چاہئے،(2) اور مؤمنوں کے لئے یہ ایک نصیحت کا پیغام ہے ﴿٢﴾ (لوگو!) جو کتاب تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے اُتاری گئی ہے، اس کے
تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٣﴾ وَ كَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ
پیچھے چلو، اور اپنے پروردگار کو چھوڑ کر دوسرے (من گھڑت) سرپرستوں کے پیچھے نہ چلو۔ (مگر) تم لوگ نصیحت کم ہی مانتے ہو ﴿٣﴾ کتنی ہی بستیاں ہیں جن
اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿٤﴾ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ
کو ہم نے ہلاک کیا۔ چنانچہ اُن کے پاس ہمارا عذاب راتوں رات آگیا، یا ایسے وقت آیا جب وہ دوپہر کو آرام کر رہے تھے ﴿٤﴾ پھر جب اُن پر ہمارا عذاب
اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَاۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٥﴾ فَلَنَسْئَلَنَّ
آپہنچا تو اُن کے پاس کہنے کو اور تو کچھ تھا نہیں، بس بول اُٹھے کہ واقعی ہم ہی ظالم تھے ﴿٥﴾ اب ہم اُن لوگوں سے ضرور باز پُرس کریں گے جن کے پاس پیغمبر
الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٦﴾ۙ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ
بھیجے گئے تھے، اور ہم خود پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے (کہ انہوں نے کیا پیغام پہنچایا، اور انہیں کیا جواب ملا؟) ﴿٦﴾ پھر ہم اُن کے سامنے سارے
بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿٧﴾ وَ الْوَزْنُ يَوْمَئِذِ اِۨلْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ
واقعات خود اپنے علم کی بنیاد پر بیان کر دیں گے، (کیونکہ) ہم (ان واقعات کے وقت) کہیں غائب تو نہیں تھے ﴿٧﴾ اور اُس دن (اعمال کا) وزن
مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٨﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ
ہونا اٹل حقیقت ہے۔ چنانچہ جن کی ترازو کے پلے بھاری ہوں گے، وہی فلاح پانے والے ہوں گے ﴿٨﴾ اور جن کی ترازو کے پلے ہلکے ہوں

---

(۱) سورۂ بقرہ کے شروع میں گذر چکا ہے کہ یہ علیحدہ علیحدہ حروف جو بہت سی سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، ان کو ''حروف مقطعات'' کہتے ہیں، اور ان کے ٹھیک ٹھیک معنیٰ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہیں۔ اور ان کے معنیٰ سمجھنے پر دِین کی کوئی بات موقوف بھی نہیں ہے۔

(۲) یعنی آپ کو یہ پریشانی نہیں ہونی چاہئے کہ اس کے مضامین کو آپ لوگوں سے کیسے منوائیں گے، اور اگر لوگ نہ مانے تو کیا ہوگا؟ کیونکہ آپ کا فریضہ لوگوں کو ہوشیار اور خبردار کرنا ہے، اُن کے ماننے نہ ماننے کی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔

الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ۝٩ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ

گے، وہی لوگ ہیں جنہوں نے ہماری آیتوں کے ساتھ زیادتیاں کر کرکے خود اپنی جانوں کو گھاٹے میں ڈالا ہے (٩) اور کھلی بات ہے کہ ہم نے

فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝١٠ وَلَقَدْ ع

تمہیں زمین میں رہنے کی جگہ دی، اور اُس میں تمہارے لئے روزی کے اسباب پیدا کئے۔ (پھر بھی) تم لوگ شکر کم ہی ادا کرتے ہو۔ (١٠)

خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ڰ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ

اور ہم نے تمہیں پیدا کیا، پھر تمہاری صورت بنائی، پھر فرشتوں سے کہا کہ: "آدم کو سجدہ کرو۔" چنانچہ سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے۔ وہ

اِبْلِيْسَ ۭ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۝١١ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ

سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔(٣) (١١) اللہ نے کہا: "جب میں نے تجھے حکم دے دیا تھا تو تجھے سجدہ کرنے سے

اَمَرْتُكَ ۭ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝١٢

کس چیز نے روکا؟" وہ بولا: "میں اُس سے بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا، اور اُس کو مٹی سے پیدا کیا" (١٢)

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ

اللہ نے کہا: "اچھا تو یہاں سے نیچے اُتر، کیونکہ تجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ یہاں تکبر کرے۔ اب نکل جا، یقیناً تو ذلیلوں میں

الصّٰغِرِيْنَ ۝١٣ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝١٤ قَالَ اِنَّكَ مِنَ

سے ہے" (١٣) اُس نے کہا: "مجھے اُس دن تک (زندہ رہنے کی) مہلت دیدے جس دن لوگوں کو قبروں سے زندہ کرکے اُٹھایا جائے گا" (١٤) اللہ نے

الْمُنْظَرِيْنَ ۝١٥ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ

فرمایا: "تجھے مہلت دے دی گئی،"(٤) (١٥) کہنے لگا: "اب چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے،(٥) اِس لئے میں (بھی) قسم کھاتا ہوں کہ اِن (انسانوں) کی

---

(٣) اس واقعے کی کچھ تفصیلات سورۂ بقرہ (٢: ٣٤ تا ٣٩) میں گذری ہیں۔ ان آیتوں پر جو حواشی ہم نے لکھے ہیں، اُن میں واقعے سے متعلق کئی سوالات کا جواب آ گیا ہے۔ انہیں ملاحظہ فرما لیا جائے۔

(٤) شیطان نے درخواست تو یہ کی تھی کہ اُس وقت تک اُسے زندگی دی جائے جس دن حشر ہوگا، اور دوسرے مردے زندہ کرکے اُٹھائے جائیں گے۔ یہاں اس درخواست کے جواب میں مہلت دینے کا تو ذکر ہے، لیکن یہ مہلت کب تک دی گئی ہے، اس آیت میں یہ بات واضح طور پر بیان نہیں فرمائی گئی۔ سورۂ حجر (١٥: ٣٨) اور سورۂ ص (٣٨: ٨١) میں بھی یہ واقعہ آیا ہے، وہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ "ایک معین وقت" تک مہلت دی گئی ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اُس کی درخواست کے مطابق روزِ حشر تک مہلت دینے کا وعدہ نہیں کیا گیا، بلکہ یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک معین وقت ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، اُس وقت تک مہلت دی گئی ہے۔ دوسرے دلائل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان قیامت کا پہلا صور پھونکے جانے تک زندہ رہے گا، اور اُس کے بعد جس طرح دوسری مخلوقات کو موت آئے گی، اُسے بھی موت آئے گی۔ پھر جب سب کو زندہ کیا جائے گا تو اُسے بھی زندہ کیا جائے گا۔

(٥) شیطان نے اپنی بدعملی کی ذمہ داری خود قبول کرنے کے بجائے (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ڈالنے کی کوشش کی، حالانکہ

الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ

گھات لگا کر تیرے سیدھے راستے پر بیٹھ رہوں گا (۱۶) پھر میں ان پر (چاروں طرف سے) حملے کروں گا، ان کے سامنے سے بھی، اور ان کے

اَيْمَانِهِمْ وَ عَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَ لَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ

پیچھے سے بھی، اور ان کی دائیں طرف سے بھی، اور ان کی بائیں طرف سے بھی۔ اور تو ان میں سے اکثر لوگوں کو شکر گذار نہیں پائے گا" (۱۷) اللہ

اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ

نے کہا: "نکل جا یہاں سے، ذلیل اور مردود ہو کر۔ اُن میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا، (وہ بھی تیرا ساتھی ہوگا) اور میں تم سب سے جہنم کو

مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَ يٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ

بھر دوں گا (۱۸) اور اے آدم! تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو، اور جہاں سے جو چیز چاہو، کھاؤ۔ البتہ اِس (خاص) درخت کے

شِئْتُمَا وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ فَوَسْوَسَ لَهُمَا

قریب بھی مت پھٹکنا، ورنہ تم زیادتی کرنے والوں میں شامل ہو جاؤ گے" (۱۹) پھر ہوا یہ کہ شیطان نے اُن دونوں کے دِل میں وسوسہ ڈالا،

الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَ قَالَ مَا نَهٰكُمَا

تا کہ اُن کی شرم کی جگہیں جو اُن سے چھپائی گئی تھیں، ایک دوسرے کے سامنے کھول دے۔(۶) کہنے لگا کہ: "تمہارے پروردگار نے تمہیں اس

رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ

درخت سے کسی اور وجہ سے نہیں، بلکہ صرف اس وجہ سے روکا تھا کہ کہیں تم فرشتے نہ بن جاؤ، یا تمہیں ہمیشہ کی زندگی نہ حاصل

الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ قَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا

ہو جائے۔(۷)" (۲۰) اور اُن کے سامنے وہ قسمیں کھا گیا کہ یقین جانو میں تمہارے خیر خواہوں میں سے ہوں (۲۱) اس طرح اُس نے دونوں کو دھوکا

تقدیر کی وجہ سے کسی کا اِختیار سلب نہیں ہوتا، تقدیر کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ فلاں شخص اپنے اختیار سے فلاں کام کرے گا۔ نیز اُس کے کہنے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو ایک ایسا حکم ہی کیوں دیا جو اُس کے لئے قابلِ قبول نہیں تھا، اس لئے بالواسطہ اُس کی گمراہی (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی وجہ سے ہوئی۔

(۶) بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس درخت کی خاصیت یہ تھی کہ اُس کا پھل کھانے سے جنت کا لباس اُتر جاتا تھا، اور یہ بات اِبلیس کو معلوم تھی۔ چنانچہ جب حضرت آدم اور حواء علیہما السلام نے اُسے کھایا تو جنت کا جو لباس اُنہیں عطا ہوا تھا، وہ اُن کے جسم سے اُتر گیا۔

(۷) مطلب یہ تھا کہ چونکہ اس درخت کی خاصیت یہ ہے کہ جو اس میں سے کھالیتا ہے، وہ یا تو فرشتہ بن جاتا ہے، یا اُسے ہمیشہ کی زندگی عطا ہو جاتی ہے، اس لئے اسے کھانے کے لئے مخصوص قوت کی ضرورت ہے۔ شروع میں آپ دونوں کو یہ قوت حاصل نہیں تھی، اس لئے منع کیا گیا تھا۔ اب آپ کو جنت میں رہتے ہوئے ایک زمانہ گذر گیا ہے، اور آپ میں وہ قوت پیدا ہوگئی ہے، اس لئے اب کھالینے میں کچھ حرج نہیں۔

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَ طَفِقَا يَخْصِفٰنِ
بِغُرُوْرٍ ۚ
دے کر نیچے اُتار ہی لیا۔ (٨) چنانچہ جب دونوں نے اُس درخت کا مزہ چکھا تو اُن دونوں کی شرم کی جگہیں ایک دوسرے پر کھل گئیں، اور وہ جنت کے
عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَ نَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا
کچھ پتے جوڑ جوڑ کر اپنے بدن پر چپکانے لگے۔ (٩) اور اُن کے پروردگار نے اُنہیں آواز دی کہ: "کیا میں نے تم دونوں کو اس درخت سے روکا نہیں
الشَّجَرَةِ وَ اَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٢٢﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ
تھا، اور تم سے یہ نہیں کہا تھا کہ شیطان تم دونوں کا کھلا دُشمن ہے؟" (٢٢) دونوں بول اُٹھے کہ: "اے ہمارے پروردگار! ہم اپنی جانوں پر ظلم
اَنْفُسَنَا ٚ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٢٣﴾
کر گزرے ہیں، اور اگر آپ نے ہمیں معاف نہ فرمایا، اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم نامراد لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔" (١٠) (٢٣) اللہ نے (آدم،
قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّ مَتَاعٌ
ان کی بیوی اور ابلیس سے) فرمایا: "اب تم سب یہاں سے اُتر جاؤ، تم ایک دُوسرے کے دُشمن ہوگے، اور تمہارے لئے ایک مدّت تک زمین میں
اِلٰى حِيْنٍ ﴿٢٤﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَ فِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا
ٹھہرنا اور کسی قدر فائدہ اُٹھانا (طے کر دیا گیا) ہے" (٢٤) فرمایا کہ: "اسی (زمین) میں تم جیوگے، اور اسی میں تمہیں موت آئے گی، اور اُسی سے تمہیں
تُخْرَجُوْنَ ﴿٢٥﴾ ۧ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ ع ٢ ١٥ ٩
دوبارہ زندہ کر کے نکالا جائے گا۔" (٢٥) اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! ہم نے تمہارے لئے لباس نازل کیا ہے جو تمہارے جسم کے اُن حصوں کو چھپا سکے

---

(٨) نیچے اُتارنے کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اطاعت کے جس بلند مقام پر تھے، اُس سے نیچے اُتار لیا، اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جنت سے دُنیا میں اُتار لیا۔

(٩) اس سے معلوم ہوا کہ عریانی سے حفاظت انسان کی فطرت میں داخل ہے، اسی لئے جونہی دونوں کا لباس اُترا انہوں نے ہر ممکن طریقے سے اپنا ستر چھپانے کی کوشش کی۔

(١٠) یہ اِستغفار کے وہی الفاظ ہیں جن کے بارے میں سورۂ بقرہ (٢:٣٧) میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی یہ الفاظ سکھائے تھے، کیونکہ اُس وقت تک انہیں توبہ کا طریقہ بھی معلوم نہیں تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ توبہ کرنے کے لئے یہ الفاظ نہایت مناسب ہیں، اور ان کے ذریعے توبہ قبول ہونے کی زیادہ اُمید ہے، کیونکہ یہ خود اللہ تعالیٰ ہی کے سکھائے ہوئے ہیں۔ اِس طرح اللہ تعالیٰ نے اگر ایک طرف شیطان کو مہلت دے کر اُسے انسان کو بہکانے کی صلاحیت دی جو اِنسان کے لئے زہر جیسی تھی، تو دوسری طرف انسان کو توبہ اور اِستغفار کا تریاق بھی عطا فرما دیا کہ اگر شیطان کے بہکائے میں آ کر وہ کبھی کوئی گناہ کر گزرے تو اُسے فوراً توبہ کرنی چاہئے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے کئے پر شرمندہ ہو، اور آئندہ نہ کرنے کا عزم کرے، اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگے۔ اس طرح شیطان کا چڑھایا ہوا زہر اُتر جائے گا۔

وَ رِيْشًا ؕ وَ لِبَاسُ التَّقْوٰى ۙ ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ
جن کا کھولنا بُرا ہے، اور جو خوشنمائی کا ذریعہ بھی ہے۔(۱۱) اور تقویٰ کا جو لباس ہے، وہ سب سے بہتر ہے۔(۱۲) یہ سب اللہ کی نشانیوں کا حصہ ہے، جن کا
يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ
مقصد یہ ہے کہ لوگ سبق حاصل کریں۔(۱۳) ﴿۲۶﴾ اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! شیطان کو ایسا موقع ہرگز ہرگز نہ دینا کہ وہ تمہیں اسی طرح فتنے میں ڈال
الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ
دے جیسے اُس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا، جبکہ اُن کا لباس اُن کے جسم سے اُتر والیا تھا، تا کہ اُن کو ایک دوسرے کی شرم کی جگہیں
قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا
دِکھا دے۔ وہ اور اُس کا جتھہ تمہیں وہاں سے دیکھتا ہے جہاں سے تم اُنہیں نہیں دیکھ سکتے۔ ان شیطانوں کو ہم نے انہی کا دوست بنا دیا ہے جو ایمان
يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَ اللّٰهُ
نہیں لاتے ﴿۲۷﴾ اور جب یہ (کافر) لوگ کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی طریقے پر عمل کرتے پایا ہے،
اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا
اور اللہ نے ہمیں ایسا ہی حکم دیا ہے۔(۱۴) تم (ان سے) کہو کہ: ''اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیا کرتا۔ کیا تم وہ باتیں اللہ کے نام لگاتے ہو جن کا تمہیں ذرا علم

---

(۱۱) آیات ۲۶ تا ۳۲ اہلِ عرب کی ایک عجیب وغریب رسم کے پس منظر میں نازل ہوئی ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے کہ مکہ مکرّمہ کے قریب رہنے والے کچھ قبیلے مثلاً قریش، ''حُمس'' کہلاتے تھے۔ عرب کے دوسرے تمام قبیلے حرم کی پاسبانی کی وجہ سے ان لوگوں کی بڑی عزّت کرتے تھے۔ اسی کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ عربوں کے عقیدے کے مطابق کپڑے پہن کر طواف کرنا صرف انہی کا حق تھا۔ دوسرے لوگ کہتے تھے کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کئے ہیں، اُن کے ساتھ ہم بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتے۔ چنانچہ یہ لوگ جب طواف کے لئے آتے تو ''حُمس'' کے کسی آدمی سے کپڑے مانگتے، اگر اس کے کپڑے مل جاتے تو انہیں پہن کر طواف کر لیتے، لیکن اگر کسی کو ''حمس'' میں سے کسی کے کپڑے نہ ملتے تو وہ بالکل عریاں ہو کر طواف کرتے تھے۔ یہ آیتیں اس بے ہودہ رسم کی تردید کے لئے نازل ہوئی ہیں، اور ان میں انسان کے لئے لباس کی اہمیت بھی بیان فرمائی گئی ہے، اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ لباس کا اصل مقصد جسم کا پردہ ہے، اور ساتھ ہی لباس انسان کے لئے زینت اور خوشنمائی کا بھی ذریعہ ہے۔ ایک اچھے لباس کی صفت یہ ہونی چاہئے کہ وہ یہ دونوں مقصد پورے کرے۔ اور جس لباس سے پردے کا مقصد حاصل نہ ہو وہ انسانی فطرت کے خلاف ہے۔

(۱۲) لباس کا ذکر آیا تو یہ حقیقت بھی واضح فرما دی گئی کہ جس طرح لباس انسان کے ظاہری جسم کی پردہ داری کرتا ہے، اسی طرح تقویٰ انسان کو گناہوں سے پاک رکھتا ہے، اور اُس کے ظاہر اور باطن دونوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اس لحاظ سے تقویٰ کا لباس بہترین لباس ہے۔ لہٰذا ظاہری لباس پہننے کے ساتھ ساتھ انسان کو یہ فکر بھی رکھنی چاہئے کہ وہ تقویٰ کے لباس سے آراستہ ہو۔

(۱۳) یعنی لباس کا پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

(۱۴) اس سے اسی رسم کی طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ عریاں ہو کر طواف کرتے ہیں۔ چونکہ یہ رسم برسوں سے چلی آتی تھی، اس

لَا تَعْلَمُوْنَ ۝٢٨ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ

نہیں؟" ۝٢٨ کہو کہ: "میرے پروردگار نے تو انصاف کا حکم دیا ہے۔(١٥) اور (یہ حکم دیا ہے کہ:) "جب کہیں سجدہ کرو، اپنا رُخ ٹھیک ٹھیک رکھو، اور اس

مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝٢٩

یقین کے ساتھ اُس کو پکارو کہ اطاعت خالص اُسی کا حق ہے۔ جس طرح اُس نے تمہیں ابتدا میں پیدا کیا تھا، اُسی طرح تم دوبارہ پیدا ہوگے۔" ۝٢٩

فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا

(تم میں سے) ایک گروہ کو تو اللہ نے ہدایت تک پہنچا دیا ہے، اور ایک گروہ وہ ہے جس پر گمراہی مسلط ہوگئی ہے، کیونکہ ان لوگوں نے اللہ

الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝٣٠ يٰبَنِيْٓ

کے بجائے شیطانوں کو دوست بنا لیا ہے، اور سمجھ یہ رہے ہیں کہ وہ سیدھے راستے پر ہیں ۝٣٠ اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! جب کبھی مسجد میں آؤ

اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ

تو اپنی خوشنمائی کا سامان (یعنی لباس جسم پر) لے کر آؤ، اور کھاؤ اور پیو، اور فضول خرچی مت کرو۔ یاد رکھو کہ اللہ فضول خرچ لوگوں کو پسند نہیں

ع اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝٣١ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ

کرتا ۝٣١ کہو کہ: "آخر کون ہے جس نے زینت کے اُس سامان کو حرام قرار دیا ہو جو اللہ نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کیا ہے، اور (اسی

لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ۭ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

طرح) پاکیزہ رزق کی چیزوں کو؟"(١٦) کہو کہ: "جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اُن کو یہ نعمتیں جو دُنیوی زندگی میں ملی ہوئی ہیں، قیامت کے دن خالص

خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝٣٢ قُلْ

انہی کے لئے ہوں گی۔"(١٧) اسی طرح ہم تمام آیتیں اُن لوگوں کے لئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو علم سے کام لیں۔ ۝٣٢ کہہ دو کہ: "میرے

لئے ان کی دلیل یہ تھی کہ ہمارے باپ دادا ایسا ہی کرتے چلے آئے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہوگا۔

(١٥) شاید مذکورہ بالا سیاق وسباق میں انصاف کا ذکر اس لئے بھی کیا گیا ہے کہ "حُمس" کے لوگوں نے اپنی جو امتیازی خصوصیات طے کر رکھی تھیں، ان میں سے بعض انصاف کے تقاضوں کے بھی خلاف تھیں۔ مثلاً یہ بات کہ صرف وہی کپڑے پہن کر طواف کر سکتے ہیں، دوسرے لوگ نہیں، حالانکہ اگر دوسرے لوگ گناہ کر سکتے تھے تو یہ لوگ بھی گناہوں سے پاک تو نہیں تھے۔

(١٦) جس طرح ان عرب قبائل نے طواف کے وقت کپڑے پہننے کو حرام سمجھا ہوا تھا، اسی طرح جاہلیت کے لوگوں نے بہت سی غذاؤں کو بلاوجہ حرام قرار دیا ہوا تھا جس کا مفصل تذکرہ سورۂ انعام میں گذرا ہے۔ نیز "حُمس" کے قبائل نے گوشت کی بعض قسموں کو اپنی امتیازی حیثیت ظاہر کرنے کے لئے اپنے اُوپر حرام کر لیا تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا کوئی حکم نہیں آیا تھا۔

(١٧) یہ دراصل کفارِ مکہ کی ایک بات کا جواب ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہمارا موجودہ طریقہ پسند نہیں ہے تو وہ ہمیں رزق کیوں دے رہا ہے؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس دُنیا میں تو اللہ تعالیٰ کے رزق کا دسترخوان ہر شخص کے لئے بچھا ہوا ہے، چاہے وہ مؤمن ہو یا کافر۔ لیکن آخرت میں یہ نعمتیں صرف مؤمنوں کے لئے خاص ہیں۔ اس لئے یہ سمجھنا غلط ہے کہ اگر دُنیا میں کسی کو

اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ

پروردگار نے تو بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے، چاہے وہ بے حیائی کھلی ہوئی ہو، یا چھپی ہوئی۔ نیز ہر قسم کے گناہ کو اور ناحق کسی سے

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا

زیادتی کرنے کو، اور اس بات کو کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک مانو جس کے بارے میں اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی ہے، نیز اس

عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا

بات کو کہ تم اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاؤ جن کی حقیقت کا تمہیں ذرا بھی علم نہیں ہے۔(۱۸) (۳۳) اور ہر قوم کے لئے ایک میعاد مقرر ہے۔ چنانچہ جب

يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ

ان کی مقررہ میعاد آجاتی ہے تو وہ گھڑی بھر بھی اُس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔ (۳۴) (اور اللہ نے انسان کو پیدا کرتے وقت ہی یہ تنبیہ کردی تھی

رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ

کہ:) ''اے آدم کے بیٹو اور بیٹیو! اگر تمہارے پاس تم ہی میں سے کچھ پیغمبر آئیں جو تمہیں میری آیتیں پڑھ کر سنائیں، تو جو لوگ تقویٰ اختیار

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ

کریں گے اور اپنی اصلاح کرلیں گے، اُن پر نہ کوئی خوف طاری ہوگا، اور نہ وہ غمگین ہوں گے، (۳۵) اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے،

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

اور تکبر کے ساتھ اُن سے منہ موڑا ہے، وہ لوگ دوزخ کے باسی ہیں۔ وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' (۳۶) اب بتاؤ کہ اُس شخص سے بڑا ظالم کون

عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۗ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ۗ

ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا اُس کی آیتوں کو جھٹلائے؟ ایسے لوگوں کے مقدر میں (رزق کا) جتنا حصہ لکھا ہوا ہے، وہ انہیں (دُنیا کی زندگی

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ

میں) پہنچتا رہے گا،(۱۹) یہاں تک کہ جب اُن کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اُن کی روح قبض کرنے کے لئے آپہنچیں گے تو وہ کہیں گے کہ:

خوشحالی میسر ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی دلیل ہے، اور اسے آخرت میں بھی خوشحالی ضرور میسر آئے گی۔

(۱۸) یوں تو کسی بھی شخص کی طرف کوئی غلط بات منسوب کرنا ہر اعتبار سے ایک ناجائز اور غیر اخلاقی فعل ہے، لیکن اگر یہ جرم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا جائے تو اس کی سنگینی انسان کو کفر تک لے جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب کرتے وقت انتہائی احتیاط کی ضرورت ہے، اور جب تک انسان کو یقینی علم حاصل نہ ہو، ایسی نسبت کا اقدام ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔ عرب کے بت پرستوں نے اپنی طرف سے باتیں گھڑ گھڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کر رکھی تھیں جن کی بنیاد کسی علم پر نہیں تھی، بلکہ اپنے بے بنیاد اندازوں پر تھی، جن کی حقیقت کا خود انہیں بھی علم حاصل نہیں تھا۔

(۱۹) یہاں یہ واضح کردیا گیا کہ دُنیا میں رزق دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مؤمن اور کافر میں تفریق نہیں فرمائی ہے، بلکہ ہر ایک کے لئے رزق کا ایک حصہ مقرر فرمادیا ہے جو اسے ہر حال میں پہنچتا رہے گا، چاہے وہ کتنا بڑا کافر کیوں نہ ہو۔ لہٰذا اگر کسی کو دُنیا میں

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا

"کہاں ہیں وہ (تمہارے معبود) جنہیں تم اللہ کے بجائے پکارا کرتے تھے؟" یہ جواب دیں گے کہ: "وہ سب ہم سے گم ہو چکے ہیں۔" اور وہ

كٰفِرِيْنَ ۝٣٧ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ

خود اپنے خلاف گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔ (۳۷) اللہ فرمائے گا کہ: "جاؤ، جنات اور انسانوں کے اُن گروہوں کے ساتھ تم بھی دوزخ میں داخل

الْاِنْسِ فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا

ہو جاؤ جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔" (اس طرح) جب بھی کوئی گروہ دوزخ میں داخل ہوگا، وہ اپنے جیسوں پر لعنت بھیجے گا،(۲۰) یہاں تک کہ جب ایک

ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا

کے بعد ایک، سب اُس میں اکٹھے ہو جائیں گے تو اُن میں سے جو لوگ بعد میں آئے تھے، وہ اپنے سے پہلے آنے والوں کے بارے میں کہیں

فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّ لٰكِنْ لَّا

گے کہ: "اے ہمارے پروردگار! اِنہوں نے ہمیں غلط راستے پر ڈالا تھا، اس لئے اِن کو آگ کا دُگنا عذاب دینا۔" اللہ فرمائے گا کہ: "سبھی کا

تَعْلَمُوْنَ ۝٣٨ وَ قَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ

عذاب دُگنا ہے،(۲۱) لیکن تمہیں (ابھی) پتہ نہیں ہے۔" (۳۸) اور پہلے آنے والے بعد میں آنے والوں سے کہیں گے: "تو پھر تم کو ہم پر کوئی فوقیت تو

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝٣٩ اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ع ٨

حاصل نہ ہوئی۔ لہٰذا جو کمائی تم خود کرتے رہے ہو اُس کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو۔" (۳۹) (لوگو!) یقین رکھو کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا

وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَ لَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

ہے، اور تکبر کے ساتھ اُن سے منہ موڑا ہے، اُن کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے، اور وہ جنت میں اُس وقت تک داخل نہیں

حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝٤٠

ہوں گے جب تک کوئی اُونٹ ایک سوئی کے ناکے میں داخل نہیں ہو جاتا،(۲۲) اور اِسی طرح ہم مجرموں کو اُن کے کئے کا بدلہ دیا کرتے ہیں (۴۰)

رزق کی فراوانی حاصل ہے، تو اُسے یہ نہ سمجھ بیٹھنا چاہئے کہ اُس کا طریقہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے، جیسا کہ یہ کفارِ مکہ سمجھ رہے ہیں۔ ان کو اصل حقیقت کا پتہ اُس وقت چلے گا جب موت کا منظر ان کے سامنے آجائے گا۔

(۲۰) یعنی جو لوگ سرداروں کے ماتحت تھے، وہ اپنے اُن سرداروں پر لعنت بھیجیں گے جنہوں نے اُنہیں گمراہ کیا تھا، اور سردار اپنے ماتحتوں پر لعنت بھیجیں گے کہ انہوں نے اُن کی حد سے زیادہ تعظیم کر کے انہیں گمراہی میں اور پختہ کر دیا۔

(۲۱) مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کا عذاب پہلے سے زیادہ ہوتا جائے گا۔ لہٰذا اگر سرداروں کو اس وقت دُگنا عذاب دے دیا جائے گا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ خود تم اتنے شدید عذاب سے محفوظ رہو گے، بلکہ ایک وقت آئے گا کہ خود تمہارا عذاب بھی بڑھ کر ان کے موجودہ عذاب کے برابر ہو جائے گا، چاہے اُن کا عذاب اُس وقت اور بڑھ جائے۔

(۲۲) یہ ایک عربی زبان کا محاورہ ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح ایک اُونٹ سوئی کے ناکے میں کبھی داخل نہیں ہو سکتا، اسی

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي

اُن کے لئے تو دوزخ ہی کا بچھونا ہے، اور اُوپر سے اُسی کا اوڑھنا۔ اور اسی طرح ہم ظالموں کو اُن کے کئے کا بدلہ

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا

دیا کرتے ہیں (۴۱) اور جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں ـــــ (یاد رہے کہ) ہم کسی بھی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ

وُسْعَهَآ ز اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَا

کی تکلیف نہیں دیتے (۴۳) ـــــ تو ایسے لوگ جنت کے باسی ہیں۔ وہ ہمیشہ اُس میں رہیں گے۔ (۴۲) اور اُن کے سینوں میں (ایک دوسرے سے

فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ

دُنیا میں) جو کوئی رنجش رہی ہوگی، اُسے ہم نکال باہر کریں گے (۴۴)۔ اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، اور وہ کہیں گے: ''تمام تر شکر اللہ کا

الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۟ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ

ہے، جس نے ہمیں اس منزل تک پہنچایا۔ اگر اللہ ہمیں نہ پہنچاتا تو ہم کبھی منزل تک نہ پہنچتے۔ ہمارے پروردگار کے پیغمبر واقعی ہمارے پاس

جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا

بالکل سچی بات لے کر آئے تھے۔'' اور اُن سے پکار کر کہا جائے گا کہ: ''لوگو! یہ ہے جنت! تم جو عمل کرتے رہے ہو، اُن کی بنا پر تمہیں اس کا

الثلثة بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ

وارث بنادیا گیا ہے۔'' (۴۳) اور جنت کے لوگ دوزخ والوں سے پکار کر کہیں گے کہ: ''ہمارے پروردگار نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا، ہم نے

وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا

اُسے بالکل سچا پایا ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تمہارے پروردگار نے جو وعدہ کیا تھا، کیا تم نے بھی اُسے سچا پایا؟'' وہ جواب میں کہیں گے: ''ہاں!''

نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ

اتنے میں ایک منادی اُن کے درمیان پکارے گا کہ: ''اللہ کی لعنت ہے اُن ظالموں پر (۴۴) جو اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکتے تھے، اور اُس

طرح یہ لوگ کبھی جنت میں داخل نہیں ہوسکیں گے۔

(۴۳) نیک عمل کے ذکر کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جملۂ معترضہ کے طور پر یہ وضاحت فرمادی کہ نیک عمل کوئی ایسا مشکل کام نہیں ہے جو اِنسان کی طاقت سے باہر ہو، کیونکہ ہم نے کوئی حکم انسانوں کو ایسا نہیں دیا جو ان کی اِستطاعت میں نہ ہو۔ نیز شاید اشارہ اس طرف بھی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی طاقت کی حد تک نیک عمل کرنے کی کوشش کررہا ہو، اور پھر بھی اس سے کوئی بھول چوک ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اُس پر گرفت نہیں فرماتے۔

(۴۴) چونکہ جنت ہر قسم کی تکلیف سے خالی ہوگی، اس لئے وہاں باہمی عداوت، کینے اور کدورت کا بھی گذر نہیں ہوگا، اور دُنیا میں انسانوں کے درمیان جو رنجشیں رہی ہوں، جنت میں اللہ تعالیٰ وہ بالکل دُور فرمادیں گے، اور تمام جنتی محبت، دوستی اور بھائی چارے کے ماحول میں رہیں گے۔

يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿٤٥﴾

میں ٹیڑھ نکالنا چاہتے تھے، اور جو آخرت کا بالکل انکار کیا کرتے تھے۔" ﴿٤٥﴾ اور ان دونوں گروہوں (یعنی جنتیوں اور دوزخیوں)

وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَ

کے درمیان ایک آڑ ہوگی، اور اَعراف پر (یعنی اُس آڑ کی بلندیوں پر) کچھ لوگ ہوں گے جو ہر گروہ کے لوگوں کو اُن کی علامتوں سے پہچانتے

نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ

ہوں گے۔ (۲۵) اور وہ جنت والوں کو آواز دے کر کہیں گے: "سلام ہو تم پر!" وہ (اَعراف والے) خود تو اُس میں داخل نہیں ہوئے ہوں گے، البتہ

يَطْمَعُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا

اشتیاق کے ساتھ اُمید لگائے ہوئے ہوں گے ﴿٤٦﴾ اور جب اُن کی نگاہوں کو دوزخ والوں کی سمت موڑا جائے گا تو وہ کہیں گے:

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ ۧ وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ ع ٨ ١٢

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں ان ظالم لوگوں کے ساتھ نہ رکھنا۔" ﴿٤٧﴾ اور اَعراف والے اُن لوگوں کو آواز دیں گے

رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ

جن کو وہ اُن کی علامتوں سے پہچانتے ہوں گے۔ کہیں گے کہ: "نہ تمہاری جمع پونجی تمہارے کچھ کام آئی، اور نہ وہ جنہیں تم بڑا سمجھے بیٹھے

تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٤٨﴾ اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ

تھے۔ (۲۶) ﴿٤٨﴾ (پھر جنتیوں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے کہ:) "کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں تم نے قسمیں کھائی تھیں کہ اللہ ان کو اپنی رحمت کا

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَ لَاۤ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَ نَادٰۤى

کوئی حصہ نہیں دے گا؟ (اُن سے تو کہہ دیا گیا ہے کہ:) جنت میں داخل ہو جاؤ، نہ تم کو کسی چیز کا ڈر ہوگا، اور نہ تمہیں کبھی کوئی غم پیش آئے گا۔" ﴿٤٩﴾ اور

اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا

دوزخ والے جنت والوں سے کہیں گے کہ: "ہم پر تھوڑا سا پانی ہی ڈال دو، یا اللہ نے تمہیں جو نعمتیں دی ہیں، ان کا کوئی حصہ (ہم تک بھی

---

(۲۵) یوں تو اَعراف والے جنت اور جہنم دونوں کا خود نظارہ کر رہے ہوں گے، اس لئے انہیں جنتیوں اور دوزخیوں کو پہچاننے کے لئے کسی علامت کی ضرورت نہیں ہوگی، لیکن یہاں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ یہ لوگ جنت اور دوزخ والوں کو دُنیا میں بھی ان کی علامتوں سے پہچانتے تھے، اور چونکہ یہ لوگ صاحبِ ایمان تھے، اس لئے انہیں دُنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے اتنی حس عطا فرمادی تھی کہ یہ متقی پرہیزگار لوگوں کے چہروں سے پہچان لیتے تھے کہ یہ نیک لوگ ہیں، اور کافروں کے چہروں سے پہچان لیتے تھے کہ یہ کافر ہیں (تفسیر کبیر امام رازی)۔

(۲۶) اس سے اشارہ ان دیوتاؤں کی طرف ہے جن کو انہوں نے خدائی میں اللہ تعالیٰ کا شریک مانا ہوا تھا، نیز اُن سرداروں اور پیشواؤں کی طرف جنہیں بڑا مان کر انہوں نے بے سوچے سمجھے ان کی پیروی کی، اور یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ لوگ انہیں اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچالیں گے۔

رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ۙ الَّذِيْنَ

پہنچادو)'' وہ جواب دیں گے کہ: ''اللہ نے یہ دونوں چیزیں اُن کافروں پر حرام کردی ہیں ﴿۵۰﴾ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا تھا،

اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ

اور جن کو دُنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال دیا تھا۔'' چنانچہ آج ہم بھی اُن کو اسی طرح بھلا دیں گے جیسے وہ اس بات کو بھلائے بیٹھے تھے کہ

نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَ مَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

اُنہیں اِس دن کا سامنا کرنا ہے، اور جیسے وہ ہماری آیتوں کا کھلم کھلا اِنکار کیا کرتے تھے ﴿۵۱﴾ اور حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کے پاس ایک ایسی

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ

کتاب لے آئے ہیں جس میں ہم نے اپنے علم کی بنیاد پر ہر چیز کی تفصیل بتادی ہے، اور جو لوگ ایمان لائیں اُن کے لئے وہ ہدایت اور

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ

رحمت ہے ﴿۵۲﴾ (اب) یہ (کافر) اُس آخری انجام کے سوا کس بات کے منتظر ہیں جو اس کتاب میں مذکور ہے؟(۲۷) (حالانکہ) جس دن وہ آخری انجام آگیا

الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا

جو اِس کتاب نے بتایا ہے، اُس دن یہ لوگ جو اُس انجام کو پہلے بھلا چکے تھے، یہ کہیں گے کہ: ''ہمارے پروردگار کے پیغمبر واقعی سچی خبر لائے تھے۔ اب کیا

مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ

ہمیں کچھ سفارشی میسر آسکتے ہیں جو ہماری سفارش کریں، یا کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ ہمیں دوبارہ وہیں (دُنیا میں) بھیج دیا جائے، تاکہ ہم جو (برے) کام پہلے

خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ؑ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ ع ۶ ۱۲

کرتے رہے ہیں، اُن کے برخلاف دوسرے (نیک) عمل کریں؟'' حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی جانوں کے لئے سخت گھاٹے کا سودا کر چکے ہیں، اور جو

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى

(دیوتا) اِنہوں نے گھڑ رکھے ہیں، اِنہیں (اُس دن) اُن کا کہیں سراغ نہیں ملے گا۔ ﴿۵۳﴾ یقیناً تمہارا پروردگار وہ اللہ ہے جس نے سارے آسمان اور

الْعَرْشِ ۠ قف يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ

زمین چھ دن میں بنائے،(۲۸) پھر اُس نے عرش پر اِستواء فرمایا۔(۲۹) وہ دن کو رات کی چادر اُڑھا دیتا ہے، جو تیز رفتاری سے چلتی ہوئی اُس کو آدبوچتی

---

(۲۷) اس آخری انجام سے مراد قیامت ہے۔ یعنی کیا یہ لوگ ایمان لانے کے لئے قیامت کا انتظار کررہے ہیں، حالانکہ اُس وقت ایمان قبول ہی نہیں ہوگا، اور جب وہ آجائے گی تو ان کو حسرت کرنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

(۲۸) یہ اُس وقت کا واقعہ ہے جب دنوں کا حساب موجودہ سورج کے طلوع وغروب سے نہیں ہوتا تھا۔ اُس وقت کے دن کا شمار بظاہر کسی اور معیار پر کیا گیا ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ اور یوں تو اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت تھی کہ وہ پلک جھپکنے سے بھی پہلے پوری کائنات وجود میں لے آتا، لیکن اس عمل کے ذریعے انسان کو بھی جلد بازی کے بجائے اطمینان اور وقار کے ساتھ کام کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔

(۲۹) ''استواء'' عربی لفظ ہے جس کے معنیٰ ہیں: ''سیدھا ہونا''، ''قائم ہونا''، ''قابو پانا'' اور بعض اوقات اس کے معنیٰ بیٹھنے

وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ

ہے۔ اور اُس نے سورج اور چاند تارے پیدا کئے ہیں جو سب اُس کے حکم کے آگے رام ہیں۔ یاد رکھو کہ پیدا کرنا اور حکم دینا سب اُسی کا کام

الْعٰلَمِيْنَ ۝٥٤ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

ہے۔ بڑی برکت والا ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے! (۵۴) تم اپنے پروردگار کو عاجزی کے ساتھ چپکے چپکے پکارا کرو۔ یقیناً وہ حد سے

الْمُعْتَدِيْنَ ۝٥٥ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا

گذرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(۳۰) (۵۵) اور زمین میں اُس کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو،(۳۱) اور اُس کی عبادت اس طرح کرو کہ دِل میں خوف

وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٥٦ وَهُوَ الَّذِىْ

بھی ہو اور اُمید بھی۔(۳۲) یقیناً اللہ کی رحمت نیک لوگوں سے قریب ہے (۵۶) اور وہی (اللہ) ہے جو اپنی رحمت (یعنی بارش)

يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَىْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَقَلَّتْ سَحَابًا

کے آگے آگے ہوائیں بھیجتا ہے جو (بارش کی) خوشخبری دیتی ہیں، یہاں تک کہ جب وہ بوجھل بادلوں کو اُٹھا لیتی ہیں،

ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ

تو ہم انہیں کسی مردہ زمین کی طرف ہنکا لے جاتے ہیں، پھر وہاں پانی برساتے ہیں، اور اُس کے ذریعے ہر قسم کے

الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝٥٧ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ

پھل نکالتے ہیں۔ اسی طرح ہم مُردوں کو بھی زندہ کرکے نکالیں گے۔ شاید (ان باتوں پر غور کرکے) تم سبق حاصل کرلو۔(۳۳) (۵۷) اور جو زمین

کے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ چونکہ جسم اور مکان سے پاک ہے، اس لئے اس کے یہ معنیٰ سمجھنا صحیح نہیں ہے کہ جس طرح کوئی انسان تخت پر بیٹھتا ہے، اس طرح (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بھی عرش پر بیٹھے ہیں۔ ''استواء'' اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے، اور جمہور اہلِ سنت کے نزدیک اس کی ٹھیک ٹھیک کیفیت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اسے متشابہات میں شمار کیا گیا ہے جن کی کھود کرید میں پڑنے کو سورۂ آل عمران کے شروع میں خود قرآنِ کریم نے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کا کوئی بھی ترجمہ کرنا مغالطہ پیدا کرسکتا ہے۔ اسی بنا پر ہم نے یہاں اس کا ترجمہ نہیں کیا۔ نہ اس پر کوئی عملی مسئلہ موقوف ہے۔ اتنا ایمان رکھنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان کے مطابق استواء فرمایا جس کی حقیقت ہماری محدود عقل کے ادراک سے باہر ہے۔

(۳۰) اس حد سے گذرنے میں یہ بات بھی داخل ہے کہ بہت اُونچی آواز سے دُعا مانگی جائے، اور یہ بھی کہ کوئی ناجائز یا ناممکن چیز طلب کی جائے، جو دُعا کے بجائے (معاذ اللہ) مذاق بن جائے، مثلاً یہ دُعا کہ میں ابھی آسمان پر چڑھ جاؤں۔ کفار بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کی دُعائیں مانگنے کا مطالبہ کرتے تھے۔

(۳۱) زمین پر اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو بھیجا تو شروع میں نافرمانی کا کوئی تصور نہیں تھا، اور اس طرح زمین کی اصلاح ہوچکی تھی۔ جن جن لوگوں نے بعد میں نافرمانی کے بیج بوئے انہوں نے زمین کی اصلاح کے بعد اس میں فساد مچایا۔

(۳۲) یہاں دعاء کا صیغہ اکثر مفسرین کے نزدیک عبادت کے لئے آیا ہے، اسی لئے ہم نے اس کا ترجمہ عبادت سے کیا ہے۔

يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَ الَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۭ

اچھی ہوتی ہے اُس کی پیداوار تو اپنے رَبّ کے حکم سے نکل آتی ہے، اور جو زمین خراب ہوگئی ہو، اُس سے ناقص پیداوار کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ (۳۴)

كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى ع

اسی طرح ہم اپنی نشانیوں کے مختلف رُخ دِکھاتے رہتے ہیں، (مگر) اُن لوگوں کے لئے جو قدر دانی کریں۔ ﴿۵۸﴾ ہم نے نوح کو اُن کی قوم کے

قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنِّيْٓ اَخَافُ

پاس بھیجا۔ (۳۵) چنانچہ انہوں نے کہا: ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ یقین جانو مجھے سخت اندیشہ

اور سچی عبادت کی شان اس آیت میں یہ بتائی گئی ہے کہ عبادت کرنے والے کے دِل میں اپنی عبادت پر ناز ہونے کے بجائے یہ خوف ہونا چاہئے کہ نہ جانے میں عبادت کا حق ادا کر سکا یا نہیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت کی مستحق ہے یا نہیں۔ دوسری طرف اسے اپنی عبادت کی کوتاہیوں سے مایوسی کے بجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ اُمید بھی ہونی چاہئے کہ وہ اپنے فضل و کرم سے اسے قبول فرما ہی لے گا۔ یعنی اپنی کوتاہی کا خوف اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بنیاد پر اُمید، دونوں چیزوں کا امتزاج ہے جو کسی عبادت میں سچائی پیدا کرتا ہے۔

(۳۳) یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ ایک مردہ زمین میں جان ڈال دیتا ہے، اسی طرح وہ مردہ انسانوں میں بھی جان ڈالنے پر قادر ہے۔ مردہ زمین کے زندہ ہونے کے واقعات تم روزمرہ دیکھتے ہو، اور یہ بھی مانتے ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوتا ہے۔ اس سے تمہیں سبق لینا چاہئے کہ انسانوں کو دوبارہ زندگی دینے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر سمجھنا کتنی بڑی بے وقوفی ہے۔

(۳۴) اس میں ایک لطیف اشارہ اس طرف ہے کہ جس طرح اچھی زمین کی پیداوار بھی خوب ہوتی ہے، اسی طرح جن لوگوں کے دِل میں طلب کی پاکیزگی ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے خوب فائدہ اُٹھاتے ہیں، اور جس طرح ایک خراب زمین پر بارش پڑنے کے باوجود اُس سے کوئی فائدہ مند پیداوار حاصل نہیں ہوتی، اسی طرح جن لوگوں کے دِل ضد اور عناد سے خراب ہو چکے ہیں، اُن کو اللہ تعالیٰ کے کلام سے بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔

(۳۵) اسرائیلی روایات کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کی پیدائش اور حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے درمیان ایک ہزار سال سے کچھ زیادہ کا فاصلہ ہے، لیکن محقق علماء نے ان روایات کو مستند نہیں سمجھا۔ حقیقی فاصلے کا یقینی علم حاصل کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ البتہ اتنی بات قرآنِ کریم سے واضح ہوتی ہے کہ اس طویل عرصے کے دوران بت پرستی کا رواج بہت بڑھ گیا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے بھی بہت سے بت بنا رکھے تھے، جن کے نام سورۂ نوح میں مذکور ہیں۔ سورۂ عنکبوت (۲۹:۱۴) میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال تک اس قوم کو حق کی تبلیغ فرمائی، اور سمجھانے کا کوئی طریقہ نہیں چھوڑا۔ کچھ نیک بخت ساتھی جو زیادہ تر غریب طبقے سے تعلق رکھتے تھے، اُن پر ایمان لائے، لیکن قوم کی اکثریت نے کفر ہی کا راستہ اختیار کئے رکھا۔ حضرت نوح علیہ السلام اُن کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے رہے، لیکن جب وہ نہ مانے، تو انہوں نے بددُعا دی، اور پھر انہیں ایک شدید طوفان میں غرق کر دیا گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے واقعے اور ان کی قوم پر آنے والے طوفان کی سب سے زیادہ تفصیل سورۂ ہود (۱۱:۲۵ تا ۴۹) اور سورۂ نوح (سورت نمبر ۷۱) میں آئے گی۔ اس کے علاوہ سورۂ

عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٥٩﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ ضَلٰلٍ

ہے کہ تم پر ایک زبردست دن کا عذاب نہ آکھڑا ہو۔'' ﴿٥٩﴾ اُن کی قوم کے سرداروں نے کہا: ''ہم تو یقینی طور پر دیکھ رہے ہیں کہ تم کھلی گمراہی میں

مُّبِيْنٍ ﴿٦٠﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ

مبتلا ہو'' ﴿٦٠﴾ نوح نے جواب دیا: ''اے میری قوم! مجھے کوئی گمراہی نہیں لگی، مگر میں ربّ العالمین کا بھیجا ہوا

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٦١﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

پیغمبر ہوں ﴿٦١﴾ میں تمہیں اپنے ربّ کے پیغامات پہنچاتا ہوں، اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں۔ مجھے اللہ کی طرف سے ایسی باتوں کا علم ہے جن کا

تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ

تمہیں پتہ نہیں ہے ﴿٦٢﴾ بھلا کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے ربّ کی نصیحت ایک ایسے آدمی کے ذریعے تم تک پہنچی ہے جو خود تم ہی میں

لِيُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ

سے ہے، تاکہ وہ تمہیں خبردار کرے، اور تم بدعملی سے بچ کر رہو، اور تاکہ تم پر (اللہ کی) رحمت ہو؟'' ﴿٦٣﴾ پھر بھی انہوں نے نوح کو جھٹلایا، چنانچہ ہم

وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ

نے اُن کو اور کشتی میں اُن کے ساتھیوں کو نجات دی،(۳۶) اور اُن سب لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا۔ یقیناً وہ اندھے لوگ

كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿٦٤﴾ ۧ وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا ع ٨ ٦ ١٥

تھے۔ ﴿٦٤﴾ اور قوم عاد کی طرف ہم نے ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔(۳۷) انہوں نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی

مؤمنون (۲۳:۲۳)، سورۂ شعراء (۲۶:۱۰۵) اور سورۂ قمر (۵۴:۹) میں بھی ان کا واقعہ اختصار سے بیان ہوا ہے۔ دوسرے مقامات پر ان کا صرف حوالہ دیا گیا ہے۔

(۳۶) کشتی اور طوفان کا پورا واقعہ ان شاء اللہ سورۂ ہود میں آنے والا ہے۔

(۳۷) قوم عاد عربوں کی ابتدائی نسل کی ایک قوم تھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کم از کم دو ہزار سال پہلے یمن کے علاقے حضر موت کے آس پاس آباد تھی۔ یہ لوگ اپنی جسمانی طاقت اور پتھروں کو تراشنے کے ہنر میں مشہور تھے۔ رفتہ رفتہ انہوں نے بت بنا کر ان کی پوجا شروع کر دی، اور اپنی طاقت کے گھمنڈ میں مبتلا ہو گئے۔ حضرت ہود علیہ السلام ان کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجے گئے، اور انہوں نے اپنی قوم کو بڑی دردمندی سے سمجھانے کی کوشش کی، اور انہیں توحید کی تعلیم دے کر اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بننے کی تعلیم دی، مگر کچھ نیک طبع لوگوں کے سوا باقی لوگوں نے اُن کا کہنا نہیں مانا۔ پہلے اُن کو قحط میں مبتلا کیا گیا، اور حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں یاد دلایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تنبیہ ہے، اگر اب بھی تم اپنی بداعمالیوں سے باز آجاؤ تو اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کی بارشیں برسا دے گا۔ سورۂ ہود (۱۱:۵۲) لیکن اس قوم پر کچھ اثر نہیں ہوا، اور وہ اپنے کفر و شرک میں بڑھتی چلی گئی۔ آخر کار اُن پر ایک تیز و تند آندھی کا عذاب بھیجا گیا جو آٹھ دن تک متواتر جاری رہا، یہاں تک کہ یہ ساری قوم ہلاک ہو گئی۔ اس قوم کا واقعہ موجودہ سورت کے علاوہ سورۂ ہود (۱۱:۵۰ تا ۸۹)، سورۂ مؤمنون (۲۳:۳۲)، سورۂ شعراء (۲۶:۱۲۴)، سورۂ حم السجدہ (۴۱:۱۵)، سورۂ

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝٦٥ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
معبود نہیں۔ کیا پھر بھی تم اللہ سے نہیں ڈروگے؟'' ٦٥ اُن کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اپنا رکھا تھا، کہنے لگے: ''ہم تو یقینی طور پر دیکھ رہے ہیں
مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝٦٦ قَالَ
کہ تم بے وقوفی میں مبتلا ہو، اور بیشک ہمارا گمان یہ ہے کہ تم ایک جھوٹے آدمی ہو'' ٦٦ ہود نے کہا: ''اے میری قوم! مجھے کوئی بے وقوفی لاحق نہیں
يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٦٧ اُبَلِّغُكُمْ
ہوئی، بلکہ میں ربّ العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا پیغمبر ہوں ٦٧ میں اپنے پروردگار کے پیغامات تم تک پہنچاتا ہوں، اور میں تمہارا ایسا
رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ۝٦٨ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ
خیر خواہ ہوں جس پر تم اطمینان کر سکتے ہو ٦٨ بھلا کیا تمہیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمہارے ربّ کی نصیحت ایک ایسے آدمی کے ذریعے تم
مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ
تک پہنچی ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تاکہ وہ تمہیں خبردار کرے؟ اور وہ وقت یاد کرو جب اُس نے نوح (علیہ السلام) کی قوم کے بعد تمہیں
مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْۤا اٰلَآءَ اللّٰهِ
جانشین بنایا، اور جسم کی ڈیل ڈول میں تمہیں (دوسروں سے) بڑھا چڑھا کر رکھا۔[٣٨] لہٰذا اللہ کی نعمتوں پر دھیان دو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٦٩ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ
ہو'' ٦٩ انہوں نے کہا: ''کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم تنہا اللہ کی عبادت کریں، اور جن (بتوں) کی عبادت ہمارے باپ دادا
يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝٧٠ قَالَ قَدْ
کرتے آئے ہیں، انہیں چھوڑ بیٹھیں؟ اچھا اگر تم سچے ہو تو لے آؤ ہمارے سامنے وہ (عذاب) جس کی ہمیں دھمکی دے رہے ہو!'' ٧٠ ہود نے
وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْۤ اَسْمَآءٍ
کہا: ''اب تمہارے ربّ کی طرف سے تم پر عذاب اور قہر کا آنا طے ہو چکا ہے۔ کیا تم مجھ سے (مختلف بتوں کے) اُن ناموں کے بارے میں
سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْۤا اِنِّيْ
جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں، جن کی تائید میں اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی؟ بس تو اَب تم انتظار کرو، میں
مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝٧١ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا
بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں'' ٧١ چنانچہ ہم نے اُن کو (یعنی ہود علیہ السلام کو) اور اُن کے ساتھیوں کو اپنی رحمت کے ذریعے نجات دی، اور

اَحقاف (٢١:٤٦)، سورۂ قمر (١٨:٥٤)، سورۂ الحاقہ (٦:٦٩) اور سورۂ فجر (٦:٨٩) میں آیا ہے۔ ان کے مختلف واقعات کی تفصیل اِن شاء اللہ ان سورتوں میں آئے گی۔

(٣٨) یہ لوگ اپنے قد و قامت میں اتنے لمبے چوڑے تھے کہ سورۂ فجر (٨:٨٩) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان جیسی قوم کسی بھی ملک میں پیدا نہیں کی گئی۔

وَ اِلٰی ثَمُوْدَ
دَابِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ مَا كَانُوْا مُؤْمِنِیْنَ ﴿۷۲﴾
أن لوگوں کی جڑ کاٹ ڈالی جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا، اور مؤمن نہیں ہوئے تھے (۷۲) اور ثمود کی طرف ہم نے اُن کے بھائی صالح کو
اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ قَدْ
بھیجا۔(۳۹) انہوں نے کہا: ''اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمہارے پاس تمہارے رَبّ کی طرف

(۳۹) ثمود بھی قومِ عاد ہی کی نسل سے پیدا ہوئی تھی، اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے مؤمن ساتھی جو عذاب سے بچ گئے تھے، یہ ان کی اولاد تھی، اور ثمود اُن کے دادا کا نام تھا۔ اسی لئے ان کو عادِ ثانیہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ قوم عرب اور شام کے درمیان اُس علاقے میں آباد تھی جس کو اُس وقت ''حجر'' کہا جاتا تھا، اور آج کل اُسے ''مدائن صالح'' کہتے ہیں، اور آج بھی ان کے گھروں اور محلات کے کھنڈر موجود ہیں، اور پہاڑوں سے تراشی ہوئی عمارتوں کے آثار جن کا ذکر آیت ۷۴ میں ہے، آج بھی وہاں دیکھے جاسکتے ہیں۔ عرب کے مشرکین جب تجارتی سفر پر شام جاتے تو یہ کھنڈر ایک نشانِ عبرت کے طور پر ان کے راستے میں پڑتے تھے، اور قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر انہیں اس کی طرف توجہ دِلائی ہے۔ اس قوم میں بھی رفتہ رفتہ بت پرستی کی بیماری پیدا ہوگئی تھی، اور اس کے نتیجے میں بہت سی عملی خرابیاں پھیل گئی تھیں۔ حضرت صالح علیہ السلام اسی قوم کے ایک فرد تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کو راہِ راست دِکھانے کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا۔ لیکن یہاں بھی وہی صورت پیش آئی کہ قوم کی اکثریت نے ان کی بات نہیں مانی۔ حضرت صالح علیہ السلام نے جوانی سے بڑھاپے تک مسلسل اُن کو تبلیغ جاری رکھی۔ آخر کار ان لوگوں نے یہ مطالبہ کیا کہ اگر آپ ہمارے سامنے کے پہاڑ سے کوئی اُونٹنی نکال کر دِکھادیں گے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے دُعا فرمائی، اور اللہ تعالیٰ نے پہاڑ سے اُونٹنی بھی نکال کر دِکھادی۔ اس پر کچھ لوگ تو ایمان لے آئے، مگر بڑے بڑے سردار اپنے عہد سے پھر گئے، اور نہ صرف یہ کہ اپنی ضد پر اَڑے رہے، بلکہ جو دوسرے لوگ ایمان لانے کا ارادہ کررہے تھے انہیں بھی روک دیا۔ حضرت صالح علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ ان کی عہد شکنی کی وجہ سے ان پر اللہ کا عذاب آجائے گا، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ کم از کم اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی اس اُونٹنی کو تم آزاد چھوڑے رکھو، اور اسے کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اور اُونٹنی کو چونکہ پورے کنویں کا پانی درکار ہوتا تھا اس لئے اس کی باری مقرر کردی کہ ایک دن اُونٹنی کنویں کا پانی پیئے گی اور دوسرے دن آبادی کے لوگ پانی لیں گے۔ لیکن ہوا یہ کہ قوم کے کچھ لوگوں نے اُونٹنی کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا، اور آخر کار ایک شخص نے جس کا نام قدار تھا، اس کو قتل کر ڈالا۔ اس موقع پر حضرت صالح علیہ السلام نے انہیں متنبہ کیا کہ اب ان کی زندگی کے صرف تین دن باقی رہ گئے ہیں، جس کے بعد وہ عذاب سے ہلاک کردیئے جائیں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے یہ بھی بتادیا تھا کہ ان تین دنوں میں سے ہر دن اُن کے چہروں کا رنگ بدل جائے گا۔ یعنی پہلے دن رنگ پیلا، دوسرے دن سرخ اور تیسرے دن کالا ہوجائے گا۔ اس کے باوجود اس ضدی قوم نے توبہ اور استغفار کرنے کے بجائے خود حضرت صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا، جس کا ذکر قرآنِ کریم نے سورۂ نمل (۲۷: ۴۸ و ۴۹) میں فرمایا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں راستے ہی میں ہلاک کردیا، اور ان کا منصوبہ دھرا رہ گیا۔ آخر کار تین دن اسی طرح گذرے جیسے حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا تھا، اسی حالت میں شدید زلزلہ آیا، اور آسمان سے ایک ہیبت ناک چیخ کی آواز نے ان سب کو ہلاک کر ڈالا۔ حضرت صالح علیہ السلام اور اُن کی قوم کا تفصیلی ذکر سورۂ ہود (۱۱: ۶۱)، سورۂ شعراء (۲۶: ۱۴۱)، سورۂ نمل (۲۷: ۴۵) اور سورۂ قمر (۵۴: ۲۳) میں آیا ہے۔ نیز سورۂ حجر،

جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۭ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ

سے ایک روشن دلیل آچکی ہے۔ یہ اللہ کی اُونٹنی ہے جو تمہارے لئے ایک نشانی بن کر آئی ہے۔ اس لئے اس کو آزاد چھوڑ دو کہ وہ اللہ کی زمین میں

فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْۗءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْٓا

چرتی پھرے، اور اسے کسی بُرائی کے ارادے سے چھونا بھی نہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں ایک دُکھ دینے والا عذاب آ پکڑے (۷۳) اور وہ

اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ

وقت یاد کرو جب اللہ نے تمہیں قوم عاد کے بعد جانشین بنایا، اور تمہیں زمین پر اس طرح بسایا کہ تم اُس کے ہموار

سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا

علاقوں میں محل بناتے ہو، اور پہاڑوں کو تراش کر گھروں کی شکل دے دیتے ہو۔ لہٰذا اللہ کی نعمتوں پر دھیان دو، اور

تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ

زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔" (۷۴) اُن کی قوم کے سرداروں نے جو بڑائی کے گھمنڈ میں تھے، اُن کمزوروں سے پوچھا جو

لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ

ایمان لے آئے تھے کہ: "کیا تمہیں اِس بات کا یقین ہے کہ صالح اپنے رَبّ کی طرف سے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں؟"

رَّبِّهٖ ۭ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا

انہوں نے کہا کہ: "بیشک ہم تو اُس پیغام پر پورا ایمان رکھتے ہیں جو اُن کے ذریعے بھیجا گیا ہے" (۷۵) وہ مغرور لوگ کہنے لگے: "جس پیغام پر تم

اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ

ایمان لائے ہو، اُس کے تو ہم سب منکر ہیں" (۷۶) چنانچہ انہوں نے اُونٹنی کو مار ڈالا، اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی،

وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾

اور کہا: "صالح! اگر تم واقعی ایک پیغمبر ہو تو لے آؤ وہ (عذاب) جس کی ہمیں دھمکی دیتے ہو!" (۷۷) نتیجہ یہ ہوا کہ

فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ

انہیں زلزلے نے آ پکڑا، اور وہ اپنے گھر میں اوندھے پڑے رہ گئے (۷۸) اس موقع پر صالح اُن سے منہ موڑ کر چل دیئے، اور

قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ

کہنے لگے: "اے میری قوم! میں نے تمہیں اپنے رَبّ کا پیغام پہنچایا، اور تمہاری خیرخواہی کی، مگر (افسوس کہ) تم خیرخواہوں کو پسند ہی

النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ

نہیں کرتے تھے" (۷۹) اور ہم نے لوط کو بھیجا، (۴۰) جب اُس نے اپنی قوم سے کہا: "کیا تم اُس بے حیائی کا ارتکاب کرتے ہو جو تم سے پہلے دُنیا جہان

سورۂ ذاریات، سورۂ نجم، سورۂ الحاقہ اور سورۂ شمس میں بھی ان کے مختصر حوالے آئے ہیں۔

(۴۰) حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، جو اپنے مقدس چچا کی طرح عراق میں پیدا ہوئے تھے،

بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ

کے کسی شخص نے نہیں کی؟ ﴿٨٠﴾ تم جنسی ہوس پوری کرنے کے لئے عورتوں کے بجائے مردوں کے پاس جاتے ہو۔ (اور یہ کوئی اتفاقی واقعہ

النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿٨١﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ

نہیں،) بلکہ تم ایسے لوگ ہو کہ (شرافت کی) تمام حدیں پھلانگ چکے ہو۔" ﴿٨١﴾ اُن کی قوم کا جواب یہ کہنے کے سوا کچھ اور نہیں تھا کہ: "نکالو اِن کو

قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ

اپنی بستی سے! یہ لوگ ہیں جو بڑے پاکباز بنتے ہیں!" ﴿٨٢﴾ پھر ہوا یہ کہ ہم نے اُن کو (یعنی لوط علیہ السلام کو) اور ان کے

وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ؕ

گھر والوں کو (بستی سے نکال کر) بچالیا، البتہ اُن کی بیوی تھی جو باقی لوگوں میں شامل رہی (جو عذاب کا نشانہ بنے) ﴿٨٣﴾ اور ہم نے اُن پر

فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٨٤﴾ ع وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ؕ ع ١٠ ١٢ ١٧

(پتھروں کی) ایک بارش برسائی۔ اب دیکھو! ان مجرموں کا انجام کیسا (ہولناک) ہوا؟ ﴿٨٤﴾ اور مدین کی طرف ہم نے اُن کے بھائی شعیب کو

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ

بھیجا۔(٤١) انہوں نے کہا: "اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ تمہارے پاس تمہارے

اور جب انہوں نے وہاں سے ہجرت کی تو حضرت لوط علیہ السلام بھی ان کے ساتھ وطن سے نکل آئے۔ بعد میں حضرت ابراہیم علیہ السلام فلسطین کے علاقے میں آباد ہوئے، اور حضرت لوط علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اُردُن کے شہر سدوم (Sodom) میں پیغمبر بنا کر بھیجا۔ سدوم ایک مرکزی شہر تھا، اور اس کے مضافات میں عمورہ وغیرہ کئی بستیاں آباد تھیں۔ کفر و شرک کے علاوہ ان بستیوں کی شرمناک بدعملی یہ تھی کہ وہ ہم جنسی (Homosexuality) کی لعنت میں گرفتار تھے جس کا ارتکاب قرآنِ کریم کی تصریح کے مطابق ان سے پہلے دُنیا کے کسی فرد نے نہیں کیا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کے اَحکام پہنچائے، اور عذاب سے بھی ڈرایا، لیکن جب یہ لوگ اپنی خباثت سے باز نہ آئے تو ان پر پتھروں کی بارش برسائی گئی، اور ان تمام بستیوں کو اُلٹ دیا گیا۔ آج بحرِ میّت (Dead Sea) کے نام سے جو سمندر ہے، کہتے ہیں کہ یہ بستیاں یا تو اُس میں ڈُوب گئی ہیں، یا اُس کے آس پاس تھیں جن کا نشان واضح نہیں رہا۔ حضرت لوط علیہ السلام کا اس قوم کے ساتھ نسبی تعلق نہیں تھا، پھر بھی اس آیت میں اسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کہا گیا ہے، کیونکہ یہ وہ اُمت تھی جس کی طرف اُن کو بھیجا گیا تھا۔ ان کے واقعے کی سب سے زیادہ تفصیل سورۂ ہود (١١:٦٩ تا ٨٣) میں آئے گی۔ اس کے علاوہ سورۂ حجر (١٥:٥٢ تا ٧٤)، سورۂ شعراء (٢٦:١٦٠ تا ١٧٤) اور سورۂ عنکبوت (٢٩:٢٦ تا ٣٥) میں بھی ان کے واقعے کی کچھ تفصیلات بیان ہوئی ہیں۔ نیز سورۂ ذاریات (٥١:٢٤ تا ٣٧) اور سورۂ تحریم (٦٦:١٠) میں بھی ان کے مختصر حوالے آئے ہیں۔

(٤١) مدین ایک قبیلے کا نام ہے، اور اسی کے نام پر ایک بستی بھی ہے جس میں حضرت شعیب علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اُن کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ پہلے کا ہے، اور بعض روایات میں ہے کہ وہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے خسر تھے۔ یہ ایک سرسبز و شاداب علاقہ تھا، اور یہاں کے لوگ خاصے خوش حال تھے۔ رفتہ رفتہ ان میں کفر و شرک کے علاوہ بہت سی

مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَ
پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل آچکی ہے۔ لہٰذا ناپ تول پورا پورا کیا کرو، اور جو چیزیں لوگوں کی ملکیت میں ہیں، اُن میں اُن کی
لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
حق تلفی نہ کرو(۴۲)، اور زمین میں اُس کی اصلاح کے بعد فساد برپا نہ کرو(۴۳)۔ لوگو! یہی طریقہ تمہارے لئے بھلائی کا ہے، اگر تم میری
مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَ لَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَ تَصُدُّوْنَ عَنْ
بات مان لو ﴿۸۵﴾ اور ایسا نہ کیا کرو کہ راستوں پر بیٹھ کر لوگوں کو دھمکیاں دو، اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں، ان کو اللہ کے راستے سے روکو،
سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا
اور اُس میں ٹیڑھ پیدا کرنے کی کوشش کرو۔ اور وہ وقت یاد کرو جب تم کم تھے، پھر اللہ نے تمہیں زیادہ کردیا(۴۴)، اور یہ بھی دیکھو کہ فساد مچانے
فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَ اِنْ كَانَ طَآئِفَةٌ
والوں کا انجام کیسا ہوا ہے ﴿۸۶﴾ اور اگر تم میں سے ایک گروہ اُس پیغام پر ایمان لے آیا ہے جو میرے ذریعے بھیجا گیا ہے،

بدعنوانیاں رواج پاگئیں۔ ان کے بہت سے لوگ ناپ تول میں دھوکا دیتے تھے۔ بہت سے زورآور لوگوں نے راستوں پر چوکیاں بنا رکھی تھیں، جو گذرنے والوں سے زبردستی کا ٹیکس وصول کرتے تھے۔ کچھ لوگ ڈاکے بھی ڈالتے تھے۔ نیز جو لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جاتے نظر آتے، انہیں روکتے اور تنگ کرتے تھے۔ ان کی ان بدعنوانیوں کا ذکر اگلی دو آیتوں میں آرہا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قوم کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے مختلف طریقوں سے اپنی قوم کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ نے تقریر اور خطابت کا خاص ملکہ عطا فرمایا تھا، اسی لئے وہ ''خطیب الانبیاء'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ لیکن ان کی مؤثر تقریروں کا قوم نے کچھ اثر نہ لیا۔ اور آخرکار وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا نشانہ بنی۔ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کے واقعات سب سے زیادہ تفصیل سے سورۂ ہود (۱۱: ۸۴ تا ۹۵) میں آئے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ تفصیل سورۂ شعراء (۲۶: ۱۷۷) اور سورۂ عنکبوت (۲۹: ۳۶) میں آئی ہے، اور سورۂ حجر (۱۵: ۷۸) میں مختصر حوالہ آیا ہے۔

(۴۲) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم ناپ تول میں کمی کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بھی لوگوں کی حق تلفی کیا کرتی تھی۔ اس آیت میں لفظ "بخس" استعمال کیا گیا ہے، جس کے لفظی معنیٰ "کمی کرنے" کے ہیں، اور یہ لفظ خاص طور پر کسی کا حق مار لینے کے معنیٰ میں کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ اور قرآنِ کریم میں یہ فقرہ تین جگہ بڑی تاکید کے ساتھ آیا ہے، اور اس میں دوسروں کی ملکیت کے احترام پر زور دیا گیا ہے۔ اس احترام میں یہ بات بھی داخل ہے کہ کسی کے مال یا جائیداد پر اُس کی مرضی کے بغیر قبضہ کرلیا جائے، اور یہ بھی کہ کسی کی کوئی بھی چیز اُس کی خوش دلی کے بغیر استعمال کی جائے۔

(۴۳) اس کی تشریح کے لئے دیکھئے پیچھے آیت نمبر ۵۶ کا حاشیہ۔

(۴۴) اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ان کی تعداد میں اضافہ ہوگیا، اور یہ بھی کہ ان کو خوشحالی زیادہ نصیب ہوئی۔

مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِيْٓ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآئِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا
اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لایا، تو ذرا اُس وقت تک صبر کرو جب تک اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کردے۔(۴۵)
حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ بَيْنَنَا ۚ وَ هُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ
اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے" (۸۷) اُن کی قوم کے سردار جو بڑائی کے گھمنڈ میں تھے، کہنے لگے:
اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ
"اے شعیب! ہم نے پکا ارادہ کرلیا ہے کہ ہم تمہیں اور تمہارے ساتھ تمام ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کریں گے، ورنہ تم سب کو
قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿٨٨﴾ قَدِ افْتَرَيْنَا
ہمارے دِین میں واپس آنا پڑے گا۔" شعیب نے کہا: "اچھا؟ اگر ہم (تمہارے دِین سے) نفرت کرتے ہوں، تب بھی؟ (۸۸) ہم اللہ پر جھوٹا
عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَ مَا يَكُوْنُ
بہتان باندھیں گے، اگر تمہارے دِین کی طرف لوٹ آئیں گے،(۴۶) جبکہ اللہ نے ہمیں اُس سے نجات دے دی ہے۔ ہمارے لئے تو یہ ممکن ہی
لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ
نہیں ہے کہ اُس کی طرف واپس جائیں۔ ہاں اللہ ہمارا پروردگار ہی کچھ چاہے تو اور بات ہے۔(۴۷) ہمارے رَبّ نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیا

(۴۵) یہ درحقیقت اُن کی ایک بات کا جواب ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ہمیں تو مؤمنوں اور کافروں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ جو لوگ ایمان نہیں لائے، وہ بھی خوش حالی کی زندگی بسر کررہے ہیں۔ اگر اُن کا طریقہ اللہ کو پسند نہ ہوتا تو انہیں یہ خوش حالی کیوں نصیب ہوتی؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس وقت کی خوش حالی سے یہ دھوکا نہ کھانا چاہئے کہ صورتِ حال ہمیشہ ایسی ہی رہے گی۔ ابھی اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کرو۔

(۴۶) حضرت شعیب علیہ السلام کے دوسرے ساتھی تو پہلے اپنی قوم کے دِین پر تھے، بعد میں ایمان لائے، اس لئے ان کے حق میں تو پُرانے دِین کی طرف لوٹنے کا لفظ صحیح ہے۔ لیکن حضرت شعیب علیہ السلام کبھی بھی اُن کے دِین پر نہیں رہے، البتہ ان کی نبوّت سے پہلے اُن کی قوم کے لوگ یہ سمجھتے ہوں گے کہ وہ اُنہی کے دِین پر ہیں۔ اس لئے انہوں نے آپ کے لئے بھی لوٹنے کا لفظ استعمال کیا تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب بھی انہی کے الفاظ میں دیا۔

(۴۷) یہ اعلیٰ درجے کی عبدیت کا فقرہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی شخص اپنے پکے عزم سے اللہ تعالیٰ کو کسی بات پر مجبور نہیں کرسکتا۔ ہم نے اپنی طرف سے تو یہ پکا ارادہ کر رکھا ہے کہ کبھی تمہارا دِین اختیار نہیں کریں گے، لیکن اپنے اس عزم پر عمل اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں ہے، اور اگر وہ چاہے تو ہمارے دِلوں کو بھی پھیر سکتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ جب کوئی بندہ اِخلاص کے ساتھ راہِ راست پر رہنے کا ارادہ کرلیتا ہے تو وہ اُس کا دِل گمراہی کی طرف نہیں پھیرتا۔ اور ہر شخص کے اِخلاص کی کیفیت کا اس کو پورا علم ہے۔ لہٰذا اِخلاص کے ساتھ کسی بات کا پکا ارادہ کرلینے کے بعد اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہئے کہ وہ اس ارادے کو پورا فرمائے گا۔ اس طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے اس جملے سے یہ عظیم سبق دیا ہے کوئی بھی نیکی کرتے وقت بھروسہ اپنے عزم اور عمل کے بجائے اللہ تعالیٰ پر کرنا چاہئے۔

عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ

ہوا ہے۔ اللہ ہی پر ہم نے بھروسہ کر رکھا ہے۔ اے ہمارے رَبّ! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ فرما دے۔ اور تو ہی سب سے بہتر

الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ

فیصلہ کرنے والا ہے۔" ﴿۸۹﴾ اور اُن کی قوم کے وہ سردار جنہوں نے کفر اپنایا ہوا تھا (قوم کے لوگوں سے) کہنے لگے: "اگر تم شعیب کے پیچھے

شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

چلے تو یاد رکھو اُس صورت میں تمہیں سخت نقصان اُٹھانا پڑے گا" ﴿۹۰﴾ پھر ہوا یہ کہ انہیں زلزلے نے آ پکڑا،(۴۸) اور وہ اپنے گھر میں

دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ ۚۛ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚۛ مع

اوندھے پڑے رہ گئے ﴿۹۱﴾ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا، وہ ایسے ہوگئے جیسے کبھی وہاں بسے ہی نہیں تھے۔

اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ

جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا، آخر کو نقصان اُٹھانے والے وہی ہوئے ﴿۹۲﴾ چنانچہ وہ (یعنی شعیب علیہ السلام) اُن سے منہ موڑ کر

لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ

چل دیئے، اور کہنے لگے: "اے قوم! میں نے تجھے اپنے رَبّ کے پیغامات پہنچا دیئے تھے، اور تیرا بھلا چاہا تھا۔ (مگر) اب میں اُس قوم پر کیا

كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع وَمَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا ع

افسوس کروں جو ناشکری تھی!" ﴿۹۳﴾ اور ہم نے جس کسی بستی میں کوئی پیغمبر بھیجا، اُس میں رہنے والوں کو بد حالی

بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ

اور تکلیفوں میں گرفتار ضرور کیا، تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں۔(۴۹) ﴿۹۴﴾ پھر ہم نے کیفیت بدلی، بدحالی کی جگہ خوش حالی

---

(۴۸) اس قوم پر جو عذاب آیا اُس کے لئے قرآنِ کریم نے یہاں زلزلے کا ذکر فرمایا ہے۔ سورۂ ہود (۱۱: ۹۴) میں اس کو "صیحہ" یعنی چنگھاڑ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اور سورۂ شعراء (۲۶: ۱۸۹) میں اسے "عذاب یوم الظلۃ" یعنی "سائبان کے دن کا عذاب" فرمایا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک روایت یہ ہے کہ ان لوگوں پر پہلے سخت گرمی پڑی جس سے یہ بلبلا اُٹھے۔ پھر شہر سے باہر ایک بادل آیا جس میں ٹھنڈی ہوا تھی۔ یہ لوگ گھروں سے نکل کر اس کے نیچے جمع ہوگئے۔ اُس وقت اس بادل سے آگ برسائی گئی، جسے "سائبان" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر زلزلہ آیا۔ (روح المعانی) اور زلزلے کے ساتھ عموماً آواز بھی ہوتی ہے جسے چنگھاڑ کہا گیا ہے۔

(۴۹) بتایا یہ جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اپنے عذاب سے ہلاک کیا، انہیں (معاذ اللہ) جلدی سے غصے میں آکر ہلاک نہیں کر دیا بلکہ انہیں سالہا سال تک راہِ راست پر آنے کے بہت سے مواقع فراہم کئے۔ اوّل تو پیغمبر بھیجے جو انہیں برسوں تک ہوشیار کرتے رہے، پھر شروع میں انہیں کچھ معاشی بدحالی یا بیماریوں وغیرہ کی مصیبتوں سے دوچار کیا، تاکہ اُن کے دِل کچھ نرم پڑیں۔ کیونکہ بہت سے لوگ ایسے حالات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع کرتے ہیں، اور تنگی ترشی میں بعض اوقات حق بات کو قبول

الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ

عطا فرمائی، یہاں تک کہ وہ خوب پھلے پھولے، اور کہنے لگے کہ دُکھ سکھ تو ہمارے باپ دادوں کو بھی پہنچتے رہے ہیں۔

فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۹۵) وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَ

پھر ہم نے انہیں اچانک اس طرح پکڑ لیا کہ اُنہیں (پہلے سے) پتہ بھی نہیں چل سکا (۹۵) اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار

اتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا

کر لیتے تو ہم اُن پر آسمان اور زمین دونوں طرف سے برکتوں کے دروازے کھول دیتے۔ لیکن انہوں نے (حق کو) جھٹلایا، اس لئے اُن کی

فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (۹۶) اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ

مسلسل بدعملی کی پاداش میں ہم نے ان کو اپنی پکڑ میں لے لیا (۹۶) اب بتاؤ کہ کیا (دوسری) بستیوں کے لوگ اس بات سے بالکل بے خوف ہو گئے ہیں

بَاْسُنَا بَيَاتًا وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ (۹۷) ؕ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ

کہ کسی رات ہمارا عذاب اُن پر ایسے وقت آ پڑے جب وہ سوئے ہوئے ہوں؟ (۵۰) (۹۷) اور کیا ان بستیوں کے لوگوں کو اس بات کا (بھی) کوئی ڈر نہیں ہے کہ

بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ (۹۸) اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ

ہمارا عذاب اُن پر کبھی دن چڑھے آجائے جب وہ کھیل کود میں لگے ہوئے ہوں؟ (۹۸) بھلا کیا یہ لوگ اللہ کی دی ہوئی ڈھیل (کے انجام) سے بے فکر ہو چکے

اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (۹۹) ع اَوَلَمْ يَهْدِ لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ ع ۱۲

ہیں؟ (۵۱) (اگر ایسا ہے) تو (یہ یاد رکھیں کہ) اللہ کی دی ہوئی ڈھیل سے وہی لوگ بے فکر ہو بیٹھتے ہیں جو آخر کار نقصان اُٹھانے والے ہوتے ہیں۔ (۹۹) جو لوگ کسی

کرنے کی صلاحیت زیادہ پیدا ہو جاتی ہے۔ جب ایسے حالات میں پیغمبر ان کو متنبہ کرتے ہیں کہ ذرا سنبھل جاؤ، ابھی اللہ تعالیٰ نے ایک اشارہ دیا ہے، جو کسی وقت باقاعدہ عذاب میں تبدیل ہو سکتا ہے، تو بعض لوگوں کے دِل پسیج جاتے ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ جب اُن پر خوش حالی آتی ہے تو اُن کے دِل میں اللہ تعالیٰ کے احسانات کا احساس پیدا ہوتا ہے، اور وہ اُس وقت حق بات کو قبول کرنے کے لئے نسبۃً زیادہ آمادہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں کو بدحالی کے بعد خوش حالی کی نعمت بھی عطا کی جاتی ہے، تاکہ وہ شکر گذار بن سکیں۔ حالات کی اس تبدیلی سے بعض لوگ بیشک سبق لے لیتے ہیں، اور راہِ راست پر آجاتے ہیں۔ لیکن کچھ ضدی طبیعت کے لوگ ان باتوں سے کوئی سبق نہیں سیکھتے، اور یہ کہتے ہیں کہ یہ دُکھ سکھ اور سرد و گرم حالات تو ہمارے باپ دادوں کو بھی پیش آچکے ہیں۔ انہیں خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اشارہ قرار دینے کی کیا ضرورت ہے؟ اس طرح جب ان لوگوں پر ہر طرح کی حجت تمام ہو چکی ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آتا ہے، اور اس طرح پکڑ لیتا ہے کہ ان کو پہلے سے اندازہ بھی نہیں ہوتا۔

(۵۰) ان واقعات کے حوالے سے اب کفارِ مکہ کو متوجہ کیا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے کسی کو بھی بے فکر ہو کر نہیں بیٹھ رہنا چاہئے۔ اور یہ بات صرف کفارِ مکہ ہی کے لئے نہیں ہے، بلکہ ہر وہ شخص جو کسی گناہ، بدعملی یا ظلم میں مشغول ہو، اُسے ان آیاتِ کریمہ کا ہمیشہ دھیان رکھنا چاہئے۔

(۵۱) یہاں اصل لفظ ''مکر'' ہے جس کے معنیٰ عربی میں ایسی خفیہ تدبیر کے ہوتے ہیں جس کا مقصود وہ شخص نہ سمجھے جس کے خلاف

الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِ أَهْلِهَا أَنْ لَوْ نَشَاءُ أَصَبْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ

زمین (کے باشندوں کی ہلاکت) کے بعد اُس کے وارث بن جاتے ہیں، بھلا کیا اُن کو یہ سبق نہیں ملا کہ اگر ہم چاہیں تو اُن کو (بھی) اُن کے گناہوں کی وجہ

عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾ تِلْكَ الْقُرَىٰ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ

سے کسی مصیبت میں مبتلا کر دیں؟ اور (جو لوگ اپنی ضد کی وجہ سے یہ سبق نہیں لیتے) ہم اُن کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں وہ کوئی بات نہیں

أَنْبَائِهَا ۚ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ ۚ فَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا

سنتے (۱۰۰) یہ ہیں وہ بستیاں جن کے واقعات ہم تمہیں سنا رہے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ان سب کے پاس اُن کے پیغمبر کھلے کھلے دلائل لے کر آئے تھے، مگر

بِمَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ﴿١٠١﴾ وَ

جس بات کو وہ پہلے جھٹلا چکے تھے، اُس پر کبھی ایمان لانے کو تیار نہیں ہوئے۔ جو لوگ کفر کو اپنا چکے ہوتے ہیں، اُن کے دِلوں پر اللہ اسی طرح مہر لگا دیتا ہے (۱۰۱)

مَا وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ ۖ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ﴿١٠٢﴾

ہم نے ان کی اکثریت میں عہد کی کوئی پاسداری نہیں پائی، اور واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگوں کو ہم نے نافرمان ہی پایا (۱۰۲)

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا

پھر ہم نے ان سب کے بعد موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا،(۵۲) تو انہوں نے (بھی)

وہ کارروائی کی جا رہی ہو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی تدبیر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو اُن کی بداعمالیوں کے باوجود دُنیا میں خوش حالی اور ظاہری خوشیاں عطا فرماتے ہیں، جس کا مقصد انہیں ڈھیل دینا ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اپنی بدعملی میں بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں تو اُن کو ایک دم سے پکڑ میں لے لیا جاتا ہے۔ لہٰذا عیش وعشرت کے عالم میں بھی انسان کو اپنے اعمال سے غافل ہو کر نہیں بیٹھنا چاہئے، بلکہ اپنی اصلاح کی فکر کرتے رہنا چاہئے، اور یہ خطرہ ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ اگر ہم راہِ راست سے بھٹکے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل بھی ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔

(۵۲) یہاں سے آیت نمبر ۱۶۲ تک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کے کچھ اہم حصے تفصیل کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔ اس سورت میں فرعون کے ساتھ آپ کی گفتگو اور مقابلے اور اُس کے غرق ہونے کی تفصیل، نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا ہونے کے واقعات آرہے ہیں۔ آپ حضرت یعقوب علیہ السلام کی چوتھی پشت میں آتے ہیں۔ سورۂ یوسف میں قرآنِ کریم نے بتایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے وزیرِ خزانہ بن گئے تو اُنہوں نے اپنے والدین اور بھائیوں کو فلسطین سے مصر بلالیا تھا۔ اسرائیلی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی ساری اولاد جو ''بنو اسرائیل'' کہلاتی ہے، پھر وہیں آباد ہوگئی تھی، اور مصر کے بادشاہ نے اُن کو شہری آبادی سے الگ ایک علاقہ دے دیا تھا۔ مصر کے ہر بادشاہ کو فرعون کہا جاتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد رفتہ رفتہ مصر کے بادشاہوں نے بنی اسرائیل کو اپنا غلام سمجھنا شروع کر دیا۔ اور دوسری طرف تکبر میں آکر انہی میں کا ایک فرعون (جس کا نام جدید تحقیق کے مطابق منفتاح تھا) خدائی کا دعوے دار بن بیٹھا۔ ان حالات میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر اُس کے پاس بھیجا گیا۔ اُن کی پیدائش، مدین کی طرف ہجرت اور پھر نبوت عطا ہونے کے واقعات تو اِن شاء اللہ سورۂ طٰہٰ (سورت نمبر ۲۰) اور سورۂ قصص (سورت نمبر ۲۸) میں آئیں گے۔ اس کے علاوہ

بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ

ان (نشانیوں) کی ظالمانہ ناقدری کی۔ اب دیکھو کہ ان مفسدوں کا انجام کیسا ہوا (۱۰۳) موسیٰ نے کہا تھا کہ: ''اے فرعون!

اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ

یقین جانو کہ میں رَبّ العالمین کی طرف سے پیغمبر بن کر آیا ہوں (۱۰۴) میرا فرض ہے کہ میں اللہ کی طرف منسوب کرکے

اِلَّا الْحَقَّ ؕ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ

حق کے سوا کوئی اور بات نہ کہوں۔ میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک کھلی دلیل لے کر آیا ہوں، لہٰذا بنی

اِسْرَآءِيْلَ ﴿١٠٥﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دو'' (۱۰۵) اُس نے کہا کہ: ''اگر تم کوئی نشانی لے کر آئے ہو تو اُسے پیش کرو، اگر تم ایک

الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٠٦﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٠٧﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا

سچے آدمی ہو'' (۱۰۶) اس پر موسیٰ نے اپنی لاٹھی پھینکی، تو اچانک وہ ایک صاف صاف اژدھا بن گیا (۱۰۷) اور اپنا ہاتھ (گریبان سے) کھینچا تو وہ

هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ ع

سارے دیکھنے والوں کے سامنے یکا یک چمکنے لگا۔(۵۳) (۱۰۸) فرعون کی قوم کے سردار (ایک دوسرے سے) کہنے لگے کہ: ''یہ تو یقینی طور پر بڑا ماہر

عَلِيْمٌ ﴿١٠٩﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿١١٠﴾ قَالُوْٓا

جادوگر ہے (۱۰۹) یہ چاہتا ہے کہ تمہیں تمہاری زمین سے نکال باہر کرے۔ اب بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے؟'' (۱۱۰) انہوں نے کہا کہ: ''ذرا اس کو اور

اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿١١١﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ

اس کے بھائی کو کچھ مہلت دو، اور تمام شہروں میں ہرکارے بھیج دو (۱۱۱) تاکہ وہ تمام ماہر جادوگروں کو جمع کرکے تمہارے

عَلِيْمٍ ﴿١١٢﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ

پاس لے آئیں۔(۵۴) (۱۱۲) (چنانچہ ایسا ہی ہوا) اور جادوگر فرعون کے پاس آگئے (اور) انہوں نے کہا کہ: ''اگر ہم (موسیٰ پر) غالب آگئے تو ہمیں

الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٣﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿١١٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ

کوئی انعام تو ضرور ملے گا'' (۱۱۳) فرعون نے کہا: ''ہاں، اور تمہارا شمار یقیناً ہمارے مقرّب لوگوں میں (بھی) ہوگا'' (۱۱۴) انہوں نے (موسیٰ سے)

مزید ۳۵ سورتوں میں آپ کے واقعات کے مختلف حصے بیان فرمائے ہیں۔ لیکن فرعون کے ساتھ اُن کے جو واقعات پیش آئے، ان کا تذکرہ یہاں ہو رہا ہے۔

(۵۳) یہ دو معجزے تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُس زمانے میں جادوگروں کا بڑا چرچا تھا۔ اِس لئے آپ کو ایسے معجزات عطا فرمائے گئے جو جادوگروں کو بھی عاجز کردیں، اور آپ کی نبوت ہر کس و ناکس پر واضح ہو جائے۔

(۵۴) جادوگروں کو جمع کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقابلہ کرکے انہیں شکست دیں۔

أَنْ تُلْقِيَ وَإِمَّآ أَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿١١٥﴾ قَالَ أَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ أَلْقَوْا

کہا: "موسیٰ! چاہو تو (جو پھینکنا چاہتے ہو) تم پھینکو، ورنہ ہم (اپنے جادو کی چیز) پھینکیں؟" (۱۱۵) موسیٰ نے کہا: "تم پھینکو!" چنانچہ جب انہوں

سَحَرُوْٓا أَعْيُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿١١٦﴾

نے (اپنی لاٹھیاں اور رسیاں) پھینکیں تو لوگوں کی آنکھوں پر جادو کردیا، اُن پر دہشت طاری کردی، اور زبردست جادو کا مظاہرہ کیا (۱۱۶) اور ہم نے

وَأَوْحَيْنَآ إِلٰى مُوْسٰٓى أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُوْنَ ﴿١١٧﴾ ۚ

موسیٰ کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ تم اپنی لاٹھی ڈال دو۔ بس پھر کیا تھا، اُس نے دیکھتے ہی دیکھتے وہ ساری چیزیں نگلنی شروع کردیں جو انہوں نے جھوٹ

فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١١٨﴾ ۚ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا

موٹ بنائی تھیں (۱۱۷) اس طرح حق کھل کر سامنے آگیا، اور اُن کا بنا بنایا کام ملیامیٹ ہوگیا (۱۱۸) اس موقع پر وہ مغلوب ہوئے، اور شدید سبکی کی حالت

صٰغِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ ۚ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿١٢٠﴾ ۖ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ

میں (مقابلے سے) پلٹ کر آگئے (۱۱۹) اور اس واقعے نے سارے جادوگروں کو بے ساختہ سجدے میں گرادیا(۵۵) (۱۲۰) وہ پکار اُٹھے کہ: "ہم اُس ربّ

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢١﴾ ۙ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ

العالمین پر ایمان لے آئے (۱۲۱) جو موسیٰ اور ہارون کا ربّ ہے۔" (۱۲۲) فرعون بولا: "تم میرے اجازت دینے سے پہلے ہی اِس شخص پر ایمان

أَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ إِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ

لے آئے۔ یہ ضرور کوئی سازش ہے جو تم نے اِس شہر میں ملی بھگت کرکے بنائی ہے، تاکہ تم یہاں کے رہنے والوں کو یہاں سے نکال باہر کرو۔ اچھا تو

أَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿١٢٣﴾ لَأُقَطِّعَنَّ أَيْدِيَكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ مِّنْ

تمہیں ابھی پتہ چل جائے گا (۱۲۳) میں نے بھی پکا ارادہ کرلیا ہے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالوں گا، پھر تم سب کو اکٹھے سولی

خِلَافٍ ثُمَّ لَأُصَلِّبَنَّكُمْ أَجْمَعِيْنَ ﴿١٢٤﴾ قَالُوْٓا إِنَّآ إِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿١٢٥﴾ ۚ

پر لٹکا کر رہوں گا" (۱۲۴) انہوں نے کہا: "یقین رکھ کہ ہم (مرکر) اپنے مالک ہی کے پاس واپس جائیں گے (۱۲۵) اور تو اس کے سوا ہماری کس بات

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ إِلَّآ أَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۗ رَبَّنَآ أَفْرِغْ

سے ناراض ہے کہ جب ہمارے مالک کی نشانیاں ہمارے پاس آگئیں تو ہم اُن پر ایمان لے آئے؟ اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر کے پیمانے

---

(۵۵) یہاں قرآنِ کریم نے مجہول کا صیغہ "اُلْقِيَ" استعمال فرمایا ہے، جس کے لفظی معنیٰ "گرگئے" نہیں، بلکہ "گرادیئے گئے" ہیں۔ اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ حالات ایسے پیش آئے کہ اُن کے ضمیر نے انہیں بے ساختہ سجدے میں گرجانے پر مجبور کردیا۔ اُوپر ترجمے میں اس پہلو کی رعایت کی کوشش کی گئی ہے۔ یہاں ایمان کی یہ طاقت بھی ملاحظہ فرمایئے کہ جو جادوگر چند لمحوں پہلے اپنے مذہب کی دفاعی کارروائی پر بھی فرعون سے اِنعام مانگ رہے تھے، اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد اُن میں یہ عظیم حوصلہ پیدا ہوگیا کہ وہ فرعون جیسے جابر حکمران کی دھمکیوں کو ذرا بھی خاطر میں نہیں لائے، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے پاس چلے جانے کا اشتیاق ظاہر کرنے لگے۔

عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ۝۱۲۶ۧ وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ
اُنڈیل دے، اور ہمیں اس حالت میں موت دے کہ ہم تیرے تابع دار ہوں۔" (۱۲۶) اور فرعون کی قوم کے سرداروں نے (فرعون سے) کہا:
اَتَذَرُ مُوْسٰى وَ قَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ يَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ
"کیا آپ موسیٰ اور اُس کی قوم کو کھلا چھوڑ رہے ہیں، تاکہ وہ زمین میں فساد مچائیں، اور آپ اور آپ کے خداؤں کو پس پشت ڈال دیں(۵۶)؟" وہ
سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَ نَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَ اِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ۝۱۲۷ قَالَ
بولا: "ہم ان کے بیٹوں کو قتل کریں گے، اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھیں گے، اور ہمیں ان پر پورا پورا قابو حاصل ہے۔" (۱۲۷)
مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ قف يُوْرِثُهَا
موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: "اللہ سے مدد مانگو، اور صبر سے کام لو۔ یقین رکھو کہ زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے، اُس کا
مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝۱۲۸ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ
وارث بنادیتا ہے۔ اور آخری انجام پرہیزگاروں ہی کے حق میں ہوتا ہے۔" (۱۲۸) انہوں نے کہا کہ: "ہمیں تو
اَنْ تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ
آپ کے آنے سے پہلے بھی ستایا گیا تھا، اور آپ کے آنے کے بعد بھی (ستایا جارہا ہے)۔" موسیٰ نے کہا: "اُمید رکھو کہ اللہ تمہارے دُشمن کو
يَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۲۹ۧ وَ لَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ
ہلاک کردے گا، اور تمہیں زمین میں اُس کا جانشین بنادے گا، پھر دیکھے گا کہ تم کیسا کام کرتے ہو۔" (۱۲۹) اور ہم نے
فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝۱۳۰ فَاِذَا
فرعون کے لوگوں کو قحط سالی اور پیداوار کی کمی میں مبتلا کیا، تاکہ اُن کو تنبیہ ہو(۵۷)۔ (۱۳۰) (مگر) نتیجہ یہ ہوا کہ

---

(۵۶) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے ایمان لانے والے جادوگروں کو دھمکیاں تو دی تھیں، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے اور جادوگروں کے ایمان اور اِستقامت کو دیکھ کر حاضرین، اور خاص طور پر بنی اسرائیل کی اتنی بڑی تعداد ایمان لے آئی کہ اُس کو فوری طور سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ماننے والوں پر ہاتھ ڈالنے کا حوصلہ نہ ہوا، اور جب مجمع درہم برہم ہوگیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے ماننے والے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اس موقع پر فرعون کے سرداروں نے یہ بات کہی جو یہاں مذکور ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے تو ان لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ اپنی طاقت جمع کر کے آپ کے لئے ایک خطرہ بن جائیں گے۔ فرعون نے اپنی خفت مٹانے کے لئے اُن کو جواب دیا کہ فوری طور پر چاہے میں نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، مگر اب بنی اسرائیل کو ایک ایک کر کے ختم کروں گا، البتہ عورتوں کو اس لئے زندہ رکھوں گا کہ وہ ہماری خدمت کے کام آسکیں۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو یہ بھی یقین دِلایا کہ حالات ہمارے قابو میں ہیں، اور ہماری حکمت عملی ایسی ہے کہ ہمارے لئے کوئی بڑا خطرہ پیدا نہیں ہوگا۔ اس طرح بنی اسرائیل کے مردوں کو قتل کرنے کا ایک نیا دور شروع ہوا جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مؤمنوں کو تسلی دی کہ صبر سے کام لیتے رہو۔ آخری انجام اِن شاء اللہ تمہارے ہی حق میں ہوگا۔

(۵۷) پیچھے آیت نمبر ۹۴ میں اللہ تعالیٰ نے جو اُصول بیان فرمایا تھا، اُس کے مطابق پہلے فرعون اور اُس کی قوم کو دُنیا میں مختلف

جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا

اگراُن پر خوش حالی آتی تو وہ کہتے: "یہ تو ہمارا حق تھا" اور اگر اُن پر کوئی مصیبت پڑجاتی تو اُس کو

بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

موسیٰ اور اُن کے ساتھیوں کی نحوست قرار دیتے۔ ارے (یہ تو) خود اُن کی نحوست (تھی جو) اللہ کے علم میں تھی، لیکن اُن میں سے اکثر

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ

لوگ جانتے نہیں تھے (۱۳۱) اور (موسیٰ سے) کہتے تھے کہ: "تم ہم پر اپنا جادو چلانے کے لئے چاہے کیسی بھی نشانی لے کر آجاؤ، ہم تم پر ایمان

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ

لانے والے نہیں ہیں" (۱۳۲) چنانچہ ہم نے اُن پر طوفان، ٹڈیوں، گھن کے کیڑوں، مینڈکوں

وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا

اور خون کی بلائیں چھوڑیں، جو سب علیحدہ علیحدہ نشانیاں تھیں(۵۸) پھر بھی انہوں نے تکبر کا مظاہرہ کیا، اور وہ بڑے

مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا

مجرم لوگ تھے (۱۳۳) اور جب اُن پر عذاب آپڑتا تو وہ کہتے: "اے موسیٰ! تمہارے پاس اللہ کا جو عہد ہے، اُس کا واسطہ دے کر ہمارے لئے اپنے

عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ

رَبّ سے دُعا کردو (کہ یہ عذاب ہم سے دُور ہوجائے)۔ اور اگر واقعی تم نے ہم پر سے یہ عذاب ہٹادیا تو ہم تمہاری بات مان لیں گے، اور بنی

مَعَكَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰۤى اَجَلٍ هُمْ

اسرائیل کو ضرور تمہارے ساتھ بھیج دیں گے" (۱۳۴) پھر جب ہم اُن پر سے عذاب کو، اتنی مدت تک ہٹالیتے جس تک اُنہیں پہنچنا ہی تھا(۵۹)، تو وہ ایک

تکلیفیں دی گئیں، تاکہ وہ کچھ نرم پڑیں۔ ان میں سے پہلا عذاب قحط کا مسلط ہوا، اور اُس کے نتیجے میں پیداوار میں کمی واقع ہوئی۔

(۵۸) یہ مختلف قسم کے عذاب تھے جو یکے بعد دیگرے فرعون کی قوم پر مسلط ہوتے رہے۔ پہلے طوفان آیا جس میں ان کی کھیتیاں بہہ گئیں۔ اس کے بعد جب انہوں نے ایمان لانے کا وعدہ کر کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دُعا کروائی، اور کھیت بحال ہوئے، اور پھر بھی وہ ایمان نہ لائے تو ٹڈی دل نے کھیتوں کو برباد کرڈالا۔ پھر وہی وعدے کئے، اور یہ بلا دُور ہوئی اور خوش حالی آنے لگی تو یہ پھر مطمئن ہوکر بیٹھ گئے، اور ایمان نہ لائے، تو ان کی پیداوار کو گھن لگا دیا گیا۔ پھر وہی ساری داستان دُہرائی گئی، اور یہ پھر بھی نہ مانے تو مینڈکوں کی اتنی کثرت ہوگئی کہ وہ کھانے کے برتنوں میں نمودار ہوتے اور سارے کھانے کو خراب کردیتے، دوسری طرف پینے کے پانی میں ہر جگہ خون نکلنے لگا، اور پانی پینا دوبھر ہوگیا۔

(۵۹) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم اور تقدیر میں اُن کے لئے ایک وقت تو ایسا آنا ہی تھا جب وہ عذاب کا شکار ہوکر ہلاک ہوں، لیکن اُس سے پہلے جو چھوٹے چھوٹے عذاب آرہے تھے ان کو ایک مدت تک کے لئے ہٹالیا جاتا تھا۔

بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ
دم اپنے وعدے سے پھر جاتے (۱۳۵) نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اُن سے بدلہ لیا، اور انہیں سمندر میں غرق کردیا،(۶۰)
بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ
کیونکہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا، اور اُن سے بالکل بے پروا ہوگئے تھے (۱۳۶) اور جن لوگوں کو کمزور سمجھا جاتا تھا،
كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَ
ہم نے انہیں اُس سرزمین کے مشرق و مغرب کا وارث بنادیا جس پر ہم نے برکتیں نازل کی تھیں۔(۶۱) اور
تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ
بنی اسرائیل کے حق میں تمہارے ربّ کا کلمۂ خیر پورا ہوا، کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا تھا۔ اور
دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَجٰوَزْنَا ع ۱۶
فرعون اور اُس کی قوم جو کچھ بناتی چڑھاتی رہی تھی،(۶۲) اُس سب کو ہم نے ملیامیٹ کردیا (۱۳۷) اور ہم نے
بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓى اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ
بنی اسرائیل سے سمندر پار کروایا، تو وہ کچھ لوگوں کے پاس سے گذرے جو اپنے بتوں سے لگے بیٹھے تھے۔ بنی اسرائیل کہنے لگے:
قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ
''اے موسیٰ! ہمارے لئے بھی کوئی ایسا ہی دیوتا بنادو جیسے ان لوگوں کے دیوتا ہیں''(۶۳) موسیٰ نے کہا: ''تم ایسے (عجیب) لوگ ہو جو جہالت کی باتیں

---

(۶۰) فرعون اور اُس کے غرق ہونے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سورۂ یونس (۱۰:۸۹ تا ۹۲)، سورۂ طٰہٰ (۲۰:۷۷) سورۂ شعراء (۲۶:۶۰ تا ۶۶) میں آنے والا ہے۔

(۶۱) قرآنِ کریم جب برکتوں والی زمین کا تذکرہ فرماتا ہے تو اُس سے مراد شام اور فلسطین کا علاقہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس آیت میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں کو فرعون نے غلام بنا رکھا تھا، انہیں بعد میں شام اور فلسطین کا مالک بنا دیا گیا۔ یاد رہے کہ ان علاقوں پر بنی اسرائیل کی حکومت فرعون کے غرق ہونے کے کافی عرصے کے بعد قائم ہوئی جس کی تفصیل سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲:۲۴۶ تا ۲۵۱ میں گذری ہے۔

(۶۲) ''بنانے'' سے اشارہ ان عمارتوں اور صنعتی پیداوار کی طرف ہے جس پر اس قوم کو فخر تھا، اور ''چڑھانے'' سے اشارہ اُن باغات کی طرف ہے جن میں انہوں نے انگور وغیرہ کی بیلیں ٹٹیوں پر چڑھائی ہوئی تھیں، اور بلند درخت اُگائے ہوئے تھے۔ قرآنِ کریم نے ان دو مختصر لفظوں کا یہ جوڑا (Pair) جس جامعیت اور بلاغت کے ساتھ استعمال فرمایا ہے، اُسے کسی ترجمے کے ذریعے دوسری زبان میں اُتارنا ممکن نہیں۔

(۶۳) بنی اسرائیل حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان تو لے آئے تھے، اور فرعون کی طرف سے پہنچنے والی مصیبتوں کو بھی انہوں نے صبر سے برداشت کیا جس کی تعریف قرآنِ کریم نے بھی فرمائی ہے، لیکن بعد میں انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

تَجْهَلُوْنَ ﴿١٣٨﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِيْهِ وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٣٩﴾

کرتے ہو (۱۳۸) ارے یہ لوگ تو وہ ہیں کہ جس دھندے میں لگے ہوئے ہیں، سب برباد ہونے والا ہے، اور جو کچھ کرتے آرہے ہیں، سب باطل ہے" (۱۳۹)

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّ هُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٠﴾ وَ اِذْ

(اور) کہا کہ: "کیا تمہارے لئے اللہ کے سوا کوئی اور معبود ڈھونڈ کر لاؤں؟ حالانکہ اُسی نے تمہیں دُنیا جہان کے سارے لوگوں پر فضیلت دے رکھی ہے! (۱۴۰)

اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ

اور (اللہ فرماتا ہے کہ) یاد کرو کہ ہم نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے بچایا ہے جو تمہیں بدترین تکلیفیں پہنچاتے تھے۔ تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے،

وَ يَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿١٤١﴾ ع وَ وٰعَدْنَا ع

اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ اور اس میں تمہارے رَبّ کی طرف سے بڑی آزمائش تھی" (۱۴۱) اور ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ ٹھہرایا

مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ

(کہ ان راتوں میں کوہِ طور پر آکر اعتکاف کریں)، پھر دس راتیں مزید بڑھا کر ان کی تکمیل کی، (۶۴) اور اس طرح اُن کے رَبّ کی ٹھہرائی ہوئی میعاد کل

لَيْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ

چالیس راتیں ہوگئی۔ اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ: "میرے پیچھے تم میری قوم میں میرے قائم مقام بن جانا، تمام معاملات درست رکھنا، اور

سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿١٤٢﴾ وَ لَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَ كَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ

مفسد لوگوں کے پیچھے نہ چلنا" (۱۴۲) اور جب موسیٰ ہمارے مقررہ وقت پر پہنچے، اور اُن کا رَبّ اُن سے ہم کلام ہوا، تو وہ کہنے لگے: "میرے

رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِيْ وَ لٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ

پروردگار! مجھے دیدار کرا دیجئے کہ میں آپ کو دیکھ لوں۔" فرمایا: "تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے، البتہ پہاڑ کی طرف نظر اُٹھاؤ، اس کے بعد اگر وہ

طرح طرح سے پریشان بھی کیا۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ اس قسم کے کچھ واقعات بیان فرمارہے ہیں۔

(۶۴) فرعون سے نجات پانے اور سمندر عبور کرلینے کے بعد کچھ واقعات اس جگہ بیان نہیں ہوئے، اُن کی کچھ تفصیل سورۂ مائدہ (۵: ۲۰ تا ۲۶) میں گذر چکی ہے۔ ان آیات کے حواشی میں ہم نے یہ تفصیل بقدرِ ضرورت بیان کردی ہے۔ اب یہاں سے وہ واقعات بیان فرمائے جارہے ہیں جو وادیٔ تیہ (صحرائے سینا) میں پیش آئے جہاں بنی اسرائیل کو ان کی نافرمانی کی وجہ سے چالیس سال تک مقید کردیا گیا تھا (جس کا واقعہ سورۂ مائدہ میں گذرا ہے)۔ اس دوران انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ اپنے وعدے کے مطابق ہمیں کوئی آسمانی کتاب لاکر دیں جس میں ہمارے لئے زندگی گذارنے کے قوانین درج ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت فرمائی کہ وہ کوہِ طور پر آکر تیس دن رات اعتکاف کریں۔ بعد میں کسی مصلحت سے یہ مدّت بڑھا کر چالیس دن کردی گئی۔ اسی اعتکاف کے دوران اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف عطا فرمایا، اور تورات عطا فرمائی جو تختیوں پر لکھی ہوئی تھی۔

اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِيْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ

اپنی جگہ برقرار رہا تو تم مجھے دیکھ لوگے۔"[٦٥] پھر جب اُن کے رَبّ نے پہاڑ پر تجلّی فرمائی تو اُس کو ریزہ ریزہ کردیا، اور موسیٰ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

مُوْسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ

بعد میں جب اُنہیں ہوش آیا تو انہوں نے کہا: "پاک ہے آپ کی ذات! میں آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں، اور (آپ کی اس بات پر کہ دُنیا میں

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٤٣﴾ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِيْ

کوئی آپ کو نہیں دیکھ سکتا) میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔" ﴿١٤٣﴾ فرمایا: "اے موسیٰ! میں نے اپنے پیغام دے کر اور تم سے ہم کلام ہوکر

وَبِكَلَامِيْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿١٤٤﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى

تمہیں تمام انسانوں پر فوقیت دی ہے۔ لہٰذا میں نے جو کچھ تمہیں دیا ہے، اُسے لے لو، اور ایک شکر گذار شخص بن جاؤ۔" ﴿١٤٤﴾ اور ہم نے ان کے

الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ

لئے تختیوں میں ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل لکھ دی، (اور یہ حکم دیا کہ:) "اب اس کو مضبوطی سے تھام لو،

وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ۗ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿١٤٥﴾

اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کے بہترین اَحکام پر عمل کریں۔[٦٦] میں عنقریب تم کو نافرمانوں کا گھر دِکھادوں گا۔"[٦٧] ﴿١٤٥﴾

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ وَاِنْ

میں اپنی نشانیوں سے اُن لوگوں کو برگشتہ رکھوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں، اور وہ اگر ہر طرح کی نشانیاں دیکھ لیں،

يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ

تو اُن پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اور اگر انہیں ہدایت کا سیدھا راستہ نظر آئے، تو اس کو اپنا طریقہ نہیں بنائیں گے، اور اگر گمراہی

سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا

کا راستہ نظر آجائے تو اس کو اپنا طریقہ بنالیں گے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ انہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا،

بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٤٦﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ

اور ان سے بالکل بے پروا ہوگئے ﴿١٤٦﴾ اور جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو اور آخرت کا سامنا کرنے کو جھٹلایا ہے، اُن کے اعمال غارت ہوگئے ہیں۔

---

(٦٥) اللہ تعالیٰ کا دیدار اس دُنیا میں تو ممکن نہیں تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس بات کا مظاہرہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرادیا کہ دُنیا میں انسانوں کو تو کجا، پہاڑوں کو بھی یہ طاقت نہیں دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تجلّی کو برداشت کرسکیں۔

(٦٦) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تورات کے تمام ہی اَحکام بہترین ہیں، اُن پر عمل کرنا چاہئے۔ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جہاں تورات نے ایک کام کو جائز کہا ہو، لیکن دوسرے کام کو بہتر یا مستحب قرار دیا ہو تو اللہ تعالیٰ کے شکر کا تقاضا یہ ہے کہ اُس کام کو اِختیار کیا جائے جس کو اُس میں بہترین قرار دیا گیا ہے۔

(٦٧) بظاہر اس سے مراد فلسطین کا علاقہ ہے جو اُس وقت عمالقہ کے قبضے میں تھا، اور دِکھانے سے مراد یہ ہے کہ وہ علاقہ بنی اسرائیل

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٤٧﴾ وَاتَّخَذَ ع

اُنہیں جو بدلہ دیا جائے گا وہ کسی اور چیز کا نہیں، خود اُن اعمال کا ہوگا جو وہ کرتے آئے تھے۔(٦٨) ﴿١٤٧﴾ اور موسیٰ کی قوم نے اُن کے جانے کے بعد اپنے

قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا

زیوروں سے ایک بچھڑا بنالیا (بچھڑا کیا تھا؟) ایک بے جان جسم جس سے بیل کی سی آواز نکلتی تھی!(٦٩) بھلا کیا انہوں نے اتنا بھی نہیں دیکھا کہ وہ نہ

اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿١٤٨﴾ وَ وقف لازم

اُن سے بات کرسکتا ہے، اور نہ انہیں کوئی راستہ بتا سکتا ہے؟ (مگر) اُسے معبود بنالیا، اور (خود اپنی جانوں کے لئے) ظالم بن بیٹھے ﴿١٤٨﴾ اور

لَمَّا سُقِطَ فِيْٓ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا

جب اپنے کئے پر پچھتائے، اور سمجھ گئے کہ وہ گمراہ ہوگئے ہیں تو کہنے لگے: ''اگر اللہ نے ہم پر رحم نہ فرمایا،

رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ

اور ہماری بخشش نہ کی تو یقیناً ہم برباد ہوجائیں گے۔'' ﴿١٤٩﴾ اور جب موسیٰ غصّے اور رنج میں بھرے ہوئے اپنی قوم

غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ

کے پاس واپس آئے تو انہوں نے کہا: ''تم نے میرے بعد میری کتنی بُری نمائندگی کی! کیا تم نے اتنی جلد بازی سے کام لیا کہ اپنے ربّ کے حکم

رَبِّكُمْ ۚ وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ

کا بھی انتظار نہیں کیا؟'' اور (یہ کہہ کر) انہوں نے تختیاں پھینک دیں،(٧٠) اور اپنے بھائی (ہارون علیہ السلام) کا سر پکڑ کر اُن کو اپنی طرف کھینچنے

کے قبضے میں آجائے گا، جیسا کہ حضرت یوشع اور حضرت سموئیل علیہما السلام کے زمانے میں ہوا۔ بعض مفسرین نے ''نافرمانوں کے گھر'' کا مطلب دوزخ بتایا ہے، اور مقصد یہ بیان کیا ہے کہ آخرت میں تمہیں نافرمانوں کا یہ انجام دِکھا دیا جائے گا کہ جنہوں نے تم پر ظلم کئے تھے، وہ کس بُرے حال میں ہیں۔

(٦٨) اُوپر جو یہ فرمایا گیا تھا کہ: ''میں اپنی نشانیوں سے اُن لوگوں کو برگشتہ رکھوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں۔'' اس سے کسی کو یہ شبہہ ہوسکتا تھا کہ جب اللہ تعالیٰ نے خود اُن کو اپنی نشانیوں سے برگشتہ کردیا تو اُن کا کیا قصور؟ اس شبہہ کو اس فقرے کے ذریعے دُور فرمایا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے اختیار سے کفر پر اَڑے رہنے کا راستہ اختیار کرلیتا ہے، تو ہم وہی راستہ اُس کے لئے مقدر فرمادیتے ہیں جسے اُس نے اپنی مرضی سے اختیار کیا۔ چونکہ وہ چاہتا ہی یہ تھا کہ ہماری نشانیوں سے برگشتہ رہے، اس لئے ہم اُس کو اُس کی خواہش کے خلاف کسی بات پر مجبور نہیں کرتے، بلکہ اُسے اُس کی خواہش کے مطابق برگشتہ ہی رکھتے ہیں۔ لہٰذا اُس کو جو سزا ملتی ہے، وہ خود اپنے ہی عمل کی ملتی ہے جو وہ اپنے اختیار سے مسلسل کرتا آیا تھا۔

(٦٩) اس بچھڑے کا مختصر ذکر سورۂ بقرہ (٢:٥١) میں بھی گذرا ہے، اور اس کا مفصل واقعہ سورۂ طٰہٰ (٢٠:٨٨) میں آنے والا ہے کہ کس طرح سامری جادوگر نے یہ بچھڑا بنایا، اور بنی اسرائیل کو یقین دِلایا کہ (نعوذ باللہ) تمہارا خدا یہی ہے۔

(٧٠) یہ تورات کی تختیاں تھیں جو وہ کوہِ طور سے لائے تھے۔ ''پھینکنے'' سے یہاں مطلب یہ ہے کہ انہوں نے جلدی میں اُنہیں اس طرح ایک طرف رکھا کہ دیکھنے والا اُسے پھینکنے سے تعبیر کرسکتا تھا، خدانخواستہ اُن کی بے حرمتی مقصود نہیں تھی۔

أُمَّ إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۫ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْأَعْدَآءَ

لگے۔ وہ بولے: "اے میری ماں کے بیٹے! یقین جانئے کہ ان لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا، اور قریب تھا کہ مجھے قتل ہی کر دیتے۔ اب آپ دُشمنوں

وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِأَخِيْ وَ

کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے، اور مجھے اِن ظالم لوگوں میں شمار نہ کیجئے" (۱۵۰) موسیٰ نے کہا: "میرے پروردگار! میری اور میرے بھائی کی مغفرت

ع أَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۫ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۵۱﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ

فرما دے، اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر دے۔ تُو تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے" (۱۵۱) (اللہ نے فرمایا:) "جن لوگوں

اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ

نے بچھڑے کو معبود بنایا ہے، اُن پر جلد ہی اُن کے رَبّ کا غضب اور دُنیوی زندگی ہی میں ذِلت آپڑے گی۔ جو لوگ

وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ

افتراپردازی کرتے ہیں، اُن کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں (۱۵۲) اور جو لوگ بُرے کام کر گذریں، پھر اُن کے بعد توبہ کرلیں،

بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْا ۫ إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَلَمَّا سَكَتَ

اور ایمان لے آئیں، تو تمہارا رَبّ اس توبہ کے بعد (اُن کے لئے) بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔" (۱۵۳) اور جب

عَنْ مُّوْسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِيْ نُسْخَتِهَا هُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ

موسیٰ کا غصہ تھم گیا تو انہوں نے تختیاں اُٹھالیں، اور اُن میں جو باتیں لکھی تھیں، اُس میں اُن لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سامان تھا جو اپنے

هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا

رَبّ سے ڈرتے ہیں (۱۵۴) اور موسیٰ نے اپنی قوم کے ستر آدمی منتخب کئے، تاکہ انہیں ہمارے طے کئے ہوئے وقت پر (کوہِ طور) لائیں[۷۱]۔ پھر جب

لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُمْ

انہیں زلزلے نے آ پکڑا تو موسیٰ نے کہا: "میرے پروردگار! اگر آپ چاہتے تو اِن کو، اور خود مجھ کو بھی پہلے ہی ہلاک کر دیتے، کیا ہم میں سے کچھ

---

(۷۱) ستر آدمیوں کو کوہِ طور پر لے جانے کی کیا وجہ تھی؟ اس کے بارے میں مفسرین نے مختلف رائیں ظاہر کی ہیں۔ بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ بچھڑے کی عبادت کا جو عظیم جرم بنی اسرائیل سے سرزد ہوا تھا، اُس پر توبہ کرانے کے لئے انہیں کوہِ طور پر بلایا گیا تھا۔ لیکن اگر یہ بات تھی تو ان پر زلزلہ مسلط کرنے کی کوئی معقول توجیہ واضح نہیں ہوتی، اور جو توجیہات کی گئی ہیں تکلف سے خالی نہیں ہیں۔ لہٰذا زیادہ صحیح بات وہ معلوم ہوتی ہے جو بعض روایات میں آئی ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام تورات لے کر آئے اور بنی اسرائیل کو اُس پر عمل کرنے کا حکم دیا تو ان میں سے بعض نے کہا کہ ہمیں اس بات کا یقین کیسے آئے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ ہی نے نازل کی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ قوم کے ستر نمائندے منتخب کر کے انہیں کوہِ طور پر لے آئیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ وہاں ان کو اللہ تعالیٰ کا کلام سنا دیا گیا۔ لیکن اب انہوں نے اپنے مطالبے کو بڑھا کر یہ کہا کہ ہمیں تو اُس وقت تک یقین نہیں آئے گا جب تک ہم اللہ تعالیٰ کو کھلی آنکھوں نہ دیکھ لیں۔ اس معاندانہ مطالبے کی وجہ سے

مِّنْ قَبْلُ وَ اِيَّايَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِيَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ

بے وقوفوں کی حرکت کی وجہ سے آپ ہم سب کو ہلاک کردیں گے؟ (۷۲) (ظاہر ہے کہ نہیں۔ لہٰذا پتہ چلا کہ) یہ واقعہ آپ کی طرف سے صرف ایک

تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِيُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ

امتحان ہے جس کے ذریعے آپ جس کو چاہیں، گمراہ کردیں، اور جس کو چاہیں ہدایت دے دیں۔ آپ ہی ہمارے رکھوالے ہیں۔ اس لئے ہمیں

ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَ اكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ

معاف کردیجئے، اور ہم پر رحم فرمائیے۔ بیشک آپ سارے معاف کرنے والوں سے بہتر معاف کرنے والے ہیں ﴿۱۵۵﴾ اور ہمارے لئے اس دُنیا

فِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ؕ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ

میں بھی بھلائی لکھ دیجئے، اور آخرت میں بھی۔ ہم (اس غرض کے لئے) آپ ہی سے رُجوع کرتے ہیں۔" اللہ نے فرمایا: "اپنا عذاب تو میں اُسی پر نازل کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں۔

وَ رَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَ يُؤْتُوْنَ

اور جہاں تک میری رحمت کا تعلق ہے، وہ ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔ (۷۳) چنانچہ میں یہ رحمت (مکمل طور پر) اُن لوگوں کے لئے لکھوں گا جو تقویٰ اختیار کریں،

اُن پر بجلی کا کڑکا ہوا جس نے زلزلے کی کیفیت پیدا کردی، اور وہ سب بے ہوش ہوگئے۔ واقعے کی یہ توجیہ خود قرآنِ کریم کی تصریحات سے مطابقت رکھتی ہے۔ سورۂ بقرہ (۲: ۵۵ و ۵۶) اور سورۂ نساء (۴: ۱۵۳) میں بنی اسرائیل کا یہ مطالبہ بیان فرمایا گیا ہے کہ ہمیں کھلی آنکھوں اللہ تعالیٰ کا دیدار کراؤ، اور یہ کہ ہم اُس وقت تک تورات کو نہیں مانیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو خود نہ دیکھ لیں۔ اور یہ بات بھی ان دونوں آیتوں میں مذکور ہے کہ اُن کے اس مطالبے پر انہیں ایک کڑکے نے آپکڑا تھا۔ غالباً اسی کڑکے کے نتیجے میں وہ زلزلہ آیا جس کا یہاں ذکر فرمایا گیا ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ سورۂ نساء (۴: ۱۵۳) میں کڑکے کے ذکر کے بعد جو یہ فرمایا گیا ہے کہ: "ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ" اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کڑکا بچھڑے کے واقعے سے پہلے پیش آچکا تھا، کیونکہ وہاں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی متعدد بداَعمالیاں بیان فرمائی ہیں، اُن میں زمانی ترتیب ہونا ضروری نہیں ہے۔ اور "ثُمَّ" کا لفظ عربی زبان میں "اس سے بھی بڑھ کر" کے معنیٰ میں بھی بکثرت استعمال ہوتا ہے۔

(۷۲) جیسا کہ سورۂ بقرہ (۲: ۵۶) میں گذر چکا ہے، اس زلزلے کے نتیجے میں ان ستر آدمیوں پر موت جیسی حالت طاری ہوگئی تھی۔ کم از کم دیکھنے والا یہی سمجھتا تھا کہ یہ سب مر چکے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی خداداد بصیرت سے سمجھ گئے کہ بظاہر اللہ تعالیٰ کو ان کا اس وقت ہلاک کرنا منظور نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ آپ کی قدرت میں تو یہ بھی تھا کہ انہیں، بلکہ مجھے بھی، پہلے ہی اُس وقت ہلاک کردیتے جب ان کی متعدد نافرمانیاں سامنے آئی تھیں۔ نیز یہ بھی آپ کی رحمت اور حکمت سے بعید ہے کہ چند بے وقوفوں کی حرکت پر ہم سب کو ہلاک کرڈالیں، اور اس وقت اگر یہ ستر آدمی واقعی ہمیشہ کے لئے مرگئے تو میری اور میرے مخلص ساتھیوں کی بھی ہلاکت تقریباً یقینی ہے، کیونکہ میری قوم کے لوگ مجھے ان ستر آدمیوں کا قاتل قرار دے کر مجھے بھی ہلاک کرنے کی کوشش کریں گے۔ ان سب باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد اس وقت ان کو ہلاک کرنا نہیں ہے، بلکہ یہ ایک امتحان ہے جس سے لوگوں کو آزمانا مقصود ہے کہ وہ دوبارہ زندگی پاکر شکر بجالاتے ہیں، یا بدستور ناشکری کرکے اللہ تعالیٰ کا شکوہ کرنے لگتے ہیں۔

(۷۳) مطلب یہ ہے کہ میری رحمت میرے غضب سے بڑھی ہوئی ہے۔ دُنیا کا عذاب میں ہر نافرمان کو نہیں دیتا، بلکہ اپنی

الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ
اور زکوٰۃ ادا کریں، اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھیں۔ (۵۶) جو اُس رسول، یعنی
النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ
نبی اُمی کے پیچھے چلیں جس کا ذکر وہ اپنے پاس تورات
وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ
اور انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے، (۷۵) جو انہیں اچھی باتوں کا حکم دے گا، برائیوں سے روکے گا، اور اُن کے لئے

حکمت اور علم سے جس کو چاہتا ہوں اُسے دیتا ہوں۔ آخرت میں بھی ہر گناہ پر میرا عذاب دینا ضروری نہیں، بلکہ جو لوگ ایمان لے آتے ہیں، اُن کے بہت سے گناہ میں معاف کرتا رہتا ہوں۔ البتہ جن لوگوں کی سرکشی کفر وشرک کی صورت میں حد سے بڑھ جاتی ہے، اُن کو اپنی مشیت اور حکمت کے تحت عذاب دیتا ہوں۔ اس کے برخلاف دُنیا میں میری رحمت ہر مؤمن اور کافر، نیک اور بدسب پر چھائی ہوئی ہے جس کے نتیجے میں انہیں رزق اور صحت وعافیت کی نعمتیں ملتی رہتی ہیں۔ اور آخرت میں بھی کفر وشرک کے علاوہ دوسرے گناہوں کو اسی رحمت سے معاف کیا جائے گا۔

(۷۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی اُمت کے لئے جو دُعا مانگی تھی کہ دُنیا اور آخرت دونوں میں اُن کو بھلائی نصیب ہو، یہ اُس کا جواب ہے، اور مطلب یہ ہے کہ دُنیا میں تو میری رحمت سے سب کو رزق وغیرہ مل رہا ہے، لیکن جن لوگوں کو دُنیا اور آخرت دونوں میں میری رحمت حاصل ہوگی، وہ صرف وہ لوگ ہیں جو ایمان اور تقویٰ کی صفات کے حامل ہوں، اور جنہیں مال کی محبت زکوٰۃ جیسے فریضے کی ادائیگی سے نہ روکے۔ چنانچہ اے موسیٰ! (علیہ السلام) آپ کی اُمت کے جو لوگ ان صفات کے حامل ہوں گے، اُن کو ضرور میری یہ رحمت پہنچے گی کہ دُنیا اور آخرت دونوں میں انہیں بھلائی نصیب ہوگی۔

(۷۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کو اُن کی وفات کے بعد بھی صدیوں تک باقی رہنا تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دُنیا اور آخرت کی بھلائی کی جو دُعا کی تھی، وہ بنی اسرائیل کی اگلی نسلوں کے لئے بھی تھی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی دُعا قبول کرتے وقت یہ بھی واضح فرما دیا کہ بنی اسرائیل کے جو لوگ نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں موجود ہوں گے، اُن کو دُنیا اور آخرت کی بھلائی اُسی صورت میں مل سکے گی جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر ان کی پیروی کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی کچھ صفات بھی بیان فرمائیں، جن میں سے پہلی صفت یہ ہے کہ آپ نبی ہونے کے ساتھ رسول بھی ہوں گے۔ عام طور سے رسول کا لفظ ایسے پیغمبر کے لئے بولا جاتا ہے جو نئی شریعت لے کر آئے۔ لہٰذا اس لفظ سے اشارہ کر دیا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نئی شریعت لے کر آئیں گے جس میں کچھ فروعی اَحکام تورات کے اَحکام سے مختلف بھی ہو سکتے ہیں، اور بنی اسرائیل کو اس وقت یہ نہ کہنا چاہئے کہ یہ تو ہماری شریعت سے

الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ

پاکیزہ چیزوں کو حلال اور گندی چیزوں کو حرام قرار دے گا، اور اُن پر سے وہ بوجھ اور گلے کے وہ طوق اُتار دے گا جو اُن پر

الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا

لدے ہوئے تھے۔(۷۶) چنانچہ جو لوگ اُس (نبی) پر ایمان لائیں گے، اُس کی تعظیم کریں گے، اُس کی مدد کریں گے، اور اُس کے ساتھ جو

النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ ع قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ۹ ع ۲ ۹

نور اُتارا گیا ہے، اُس کے پیچھے چلیں گے، تو وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے۔" ﴿۱۵۷﴾ (اے رسول! ان سے) کہو کہ:

اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ

"اے لوگو! میں تم سب کی طرف اُس اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں(۷۷) جس کے قبضے میں تمام آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔ اُس کے سوا کوئی

مختلف اَحکام بیان کررہے ہیں، اس لئے ہم ان پر کیسے ایمان لائیں؟ چنانچہ پہلے سے بتایا جارہا ہے کہ ہر دور کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں، اور جو رسول نئی شریعت لے کر آتے ہیں، ان کے فروعی اَحکام پہلے اَحکام سے مختلف ہو سکتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صفت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ آپ اُمّی ہوں گے، یعنی لکھتے پڑھتے نہیں ہوں گے۔ عام طور سے بنی اسرائیل اُمّی نہیں تھے، بلکہ نسلی عربوں کو اُمّی کہا جاتا تھا، (دیکھئے قرآنِ کریم میں ۲:۷۸ و ۳:۲۰ و ۶۲:۲) اور خود یہودی یہ لفظ عرب نسل کے لوگوں کے لئے کسی قدر حقارت کے پیرائے میں استعمال کرتے تھے، (دیکھئے سورۂ آل عمران ۳:۷۵) اس لئے اس لفظ سے یہ اشارہ بھی دے دیا گیا کہ وہ بنی اسرائیل کے بجائے عربوں کی نسل سے مبعوث ہوں گے۔ آپ کی تیسری صفت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ آپ کا ذکر مبارک تورات اور اِنجیل دونوں میں موجود ہوگا۔ اس سے ان بشارتوں کی طرف اشارہ ہے جو آپ کی تشریف آوری سے متعلق ان مقدس کتابوں میں دی گئی تھیں۔ آج بھی بہت سی تحریفات کے باوجود بائبل میں متعدد بشارتیں موجود ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "اظہار الحق" کا اُردو ترجمہ "بائبل سے قرآن تک" مرتبہ راقم الحروف۔

(۷۶) اس سے اُن سخت اَحکام کی طرف اشارہ ہے جو یہودیوں پر عائد کئے گئے تھے۔ ان میں سے کچھ اَحکام تو خود تورات میں تھے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اُس وقت یہودیوں کو اُن کا پابند کیا تھا۔ بعض سخت اَحکام اُن کی نافرمانیوں کی سزا کے طور پر نافذ کئے گئے تھے جس کا ذکر سورۂ نساء (۴:۱۶۰) میں گذرا ہے۔ اور بہت سے اَحکام یہودی علماء نے اپنی طرف سے گھڑ لئے تھے۔ شاید "بوجھ" سے پہلی اور دوسری قسم کی طرف اور "گلے کے طوق" سے تیسری قسم کے اَحکام کی طرف اشارہ ہو۔ بتایا جارہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان اَحکام کو منسوخ کرکے ایک آسان اور معتدل شریعت لائیں گے۔

(۷۷) چونکہ پیچھے یہ ذکر آیا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دُعا قبول کرتے وقت اُن کو یہ بتادیا گیا تھا کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم پر اِیمان لانا اُن کی آئندہ نسلوں کے لئے ضروری ہوگا، اس لئے اس موقع کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے جملۂ معترضہ کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہدایت عطا فرمائی کہ وہ بنی اسرائیل سمیت تمام انسانوں کو اپنی نبوّت پر اِیمان لانے اور اپنی اِتباع کی دعوت دیں۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

معبود نہیں ہے۔ وہی زندگی اور موت دیتا ہے۔ اب تم اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لے آؤ جو نبی امی ہے،

الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى

اور جو اللہ پر اور اُس کے کلمات پر ایمان رکھتا ہے، اور اُس کی پیروی کرو، تاکہ تمہیں ہدایت حاصل ہو" ﴿۱۵۸﴾ اور موسیٰ کی قوم میں ایک جماعت

اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَ بِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَ قَطَّعْنٰهُمُ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ

ایسی بھی ہے جو لوگوں کو حق کا راستہ دِکھاتی ہے، اور اُسی (حق) کے مطابق انصاف سے کام لیتی ہے۔(۷۸) ﴿۱۵۹﴾ اور ہم نے اُن کو (یعنی بنی اسرائیل

اَسْبَاطًا اُمَمًا ؕ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اِذِ اسْتَسْقٰىهُ قَوْمُهٗۤ اَنِ اضْرِبْ

کو) بارہ خاندانوں میں اس طرح تقسیم کر دیا تھا کہ وہ الگ الگ (انتظامی) جماعتوں کی صورت اختیار کر گئے تھے۔ اور جب موسیٰ کی قوم

بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ۚ فَانْۢبَجَسَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ

نے اُن سے پانی مانگا تو ہم نے اُن کو وحی کے ذریعے حکم دیا کہ اپنی لاٹھی فلاں پتھر پر مارو۔(۷۹) چنانچہ اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔ ہر

اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَ

خاندان کو اپنی پانی پینے کی جگہ معلوم ہوگئی۔ اور ہم نے اُن کو بادل کا سایہ دیا، اور ہم نے اُن پر من و سلویٰ (یہ کہہ کر) اُتارا کہ: "کھاؤ وہ

السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا

پاکیزہ رزق جو ہم نے تمہیں دیا ہے۔" اور (اس کے باوجود انہوں نے جو ناشکری کی تو) انہوں نے ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنی

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَ اِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَ كُلُوْا مِنْهَا

جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ ﴿۱۶۰﴾ اور وہ وقت یاد کرو جب اُن سے کہا گیا تھا کہ: "اِس بستی میں جا کر بس جاؤ، اور اُس میں جہاں سے چاہو کھاؤ،

حَيْثُ شِئْتُمْ وَ قُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ

اور یہ کہتے جانا کہ (یا اللہ!) ہم آپ کی بخشش کے طلب گار ہیں، اور (بستی کے) دروازے میں جھکے ہوئے سروں کے ساتھ داخل ہونا، تو ہم

---

(۷۸) یہودیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی جو دعوت دی گئی، اور اِس سے پہلے اُن کی بہت سی بدعنوانیاں بیان ہوئیں، اُس سے یہ شبہہ ہوسکتا تھا کہ تمام بنی اسرائیل ان بدعنوانیوں کے مرتکب ہیں، اس لئے اس جملۂ معترضہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت فرمادی کہ سارے بنی اسرائیل ایک جیسے نہیں ہیں، بلکہ اُن میں حق کو ماننے والے، اُس پر عمل کرنے والے اور اُس کی طرف لوگوں کو ہدایت دینے والے بھی موجود ہیں۔ اس میں وہ بنی اسرائیل بھی داخل ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دینِ حق پر قائم رہے، اور وہ بھی جو آپ پر ایمان لائے، مثلاً حضرت عبداللہ بن سلامؓ وغیرہ۔ اس وضاحت کے بعد آگے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے بنی اسرائیل کا جو واقعہ دور سے چلا آرہا ہے، اس کو دوبارہ شروع کیا جارہا ہے۔

(۷۹) آیات ۱۶۰ تا ۱۶۲ میں جن واقعات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ سورۂ بقرہ (۲: ۵۷ تا ۶۱) میں گذر چکے ہیں۔ تشریح کے لئے ان آیتوں کے حواشی ملاحظہ فرمائیے۔

خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ

تمہاری خطائیں معاف کردیں گے، (اور) نیکی کرنے والوں کو اور زیادہ (ثواب) بھی دیں گے۔" ﴿۱۶۱﴾ پھر ہوا یہ کہ جو بات اُن سے کہی گئی تھی،

الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا

اُن میں سے ظالم لوگوں نے اُسے بدل کر دوسری بات بنالی۔ تب ہم نے اُن کی مسلسل زیادتیوں کی وجہ سے اُن پر آسمان سے

ع ۱۰ وقف لازم يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ ع وَسْـَٔلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ ۘ اِذْ

عذاب بھیجا۔ ﴿۱۶۲﴾ اور اِن سے اُس بستی کے بارے میں پوچھو جو سمندر کے کنارے آباد تھی، جب وہ سبت (سنیچر) کے معاملے میں زیادتیاں

يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا

کرتے تھے،(۸۰) جب اُن (کے سمندر) کی مچھلیاں سنیچر کے دن تو اُچھل اُچھل کر سامنے آتی تھیں، اور جب وہ سنیچر کا دن نہ منا رہے ہوتے، تو وہ

النصف معانقة يَسْبِتُوْنَ ۙ لَا تَاْتِيْهِمْ ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ

نہیں آتی تھیں۔ اس طرح اُن کی مسلسل نافرمانیوں کی وجہ سے ہم انہیں آزماتے تھے۔(۸۱) ﴿۱۶۳﴾ اور (وہ وقت انہیں یاد دِلاؤ) جب انہی کے ایک

---

(۸۰) یہ واقعہ بھی اختصار کے ساتھ سورۂ بقرہ (۲:۶۵-۶۶) میں گذرا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ سنیچر کو عربی اور عبرانی زبان میں "سبت" کہتے ہیں۔ یہودیوں کے لئے اسے ایک مقدس دن قرار دیا گیا تھا جس میں ان کے لئے معاشی سرگرمیاں ممنوع تھیں۔ جن یہودیوں کا یہاں ذکر ہے وہ (غالباً حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانے میں) کسی سمندر کے کنارے رہتے تھے، اور مچھلیاں پکڑا کرتے تھے۔ سنیچر کے دن مچھلیاں پکڑنا ان کے لئے ناجائز تھا، مگر شروع میں انہوں نے کچھ حیلے کر کے اس حکم کی خلاف ورزی کرنی چاہی، اور پھر کھلم کھلا مچھلیاں پکڑنی شروع کر دیں۔ کچھ نیک لوگوں نے انہیں سمجھایا، مگر وہ باز نہ آئے۔ بالآخر ان پر عذاب آیا اور ان کی صورتیں مسخ کر کے انہیں بندر بنا دیا گیا۔ سورۂ بقرہ میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اگرچہ موجودہ بائبل میں موجود نہیں ہے، لیکن عرب کے یہودی اس سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔

(۸۱) جب کوئی قوم نافرمانی پر کمر باندھ لیتی ہے تو بعض اوقات اللہ تعالیٰ اُسے ڈھیل دیتے ہیں، جیسا کہ آگے آیت نمبر ۱۸۲ میں خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ سنیچر کے دن معاشی سرگرمیوں سے باز رہنا اپنی ذات میں کچھ اتنا ناقابلِ برداشت نہیں تھا، لیکن جس قوم کی سرشت ہی میں نافرمانی تھی، اُس نے جب کسی معقول وجہ کے بغیر اَحکام کی خلاف ورزی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے یہ ڈھیل دی کہ سنیچر کے دن مچھلیاں اتنے اِفراط کے ساتھ نظر آنے لگیں کہ دوسرے دنوں میں اتنے اِفراط کے ساتھ نظر نہیں آتی تھیں۔ اس سے ان کو نافرمانی کا اور حوصلہ ہوا، اور وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل اور آزمائش ہے۔ اور انہوں نے پہلے ایسے حیلے کئے کہ سنیچر کے دن مچھلی کی دُم میں رسّی اَٹکا کر اسے زمین کی کسی چیز سے باندھ دیا، اور اتوار کے دن اُسے پکا کھایا۔ جب ان حیلوں سے نافرمانی کا حوصلہ بڑھا تو کھلم کھلا شکار شروع کر دیا۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر کسی شخص کو گناہ کے وافر مواقع میسر آ رہے ہوں تو اُسے ڈرنا چاہئے کہ یہ کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل نہ ہو جس کے بعد وہ ایک دم پکڑ لیا جائے۔

وَ اِذۡ قَالَتۡ اُمَّۃٌ مِّنۡہُمۡ لِمَ تَعِظُوۡنَ قَوۡمَا ۨ اللّٰہُ مُہۡلِکُہُمۡ اَوۡ

گروہ نے (دوسرے گروہ سے) کہا تھا کہ: "تم اُن لوگوں کو کیوں نصیحت کر رہے ہو جنہیں اللہ یا تو ہلاک کرنے والا ہے، یا کوئی سخت قسم کا عذاب

مُعَذِّبُہُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا ؕ قَالُوۡا مَعۡذِرَۃً اِلٰی رَبِّکُمۡ وَ لَعَلَّہُمۡ

دینے والا ہے؟"(۸۲) دوسرے گروہ کے لوگوں نے کہا کہ: "یہ ہم اس لئے کرتے ہیں تاکہ تمہارے ربّ کے حضور بری الذمہ ہو سکیں، اور شاید (اس

یَتَّقُوۡنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوۡا مَا ذُکِّرُوۡا بِہٖۤ اَنۡجَیۡنَا الَّذِیۡنَ یَنۡہَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ

نصیحت سے) یہ لوگ پرہیزگاری اختیار کر لیں۔"(۸۳) ﴿۱۶۴﴾ پھر جب یہ لوگ وہ بات بھلا بیٹھے جس کی انہیں نصیحت کی گئی تھی تو بُرائی سے روکنے والوں

وَ اَخَذۡنَا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا بِعَذَابٍۭ بَئِیۡسٍۭ بِمَا کَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا

کو تو ہم نے بچا لیا، اور جنہوں نے زیادتیاں کی تھیں، اُن کی مسلسل نافرمانی کی بنا پر ہم نے اُنہیں ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا ﴿۱۶۵﴾ چنانچہ ہوا یہ کہ

عَتَوۡا عَنۡ مَّا نُہُوۡا عَنۡہُ قُلۡنَا لَہُمۡ کُوۡنُوۡا قِرَدَۃً خٰسِئِیۡنَ ﴿۱۶۶﴾ وَ اِذۡ تَاَذَّنَ

جس کام سے انہیں روکا گیا تھا، جب انہوں نے اس کے خلاف سرکشی کی تو ہم نے اُن سے کہا: "جاؤ، ذلیل بندر بن جاؤ۔"(۸۴) ﴿۱۶۶﴾ اور (یاد کرو وہ

---

(۸۲) دراصل ان لوگوں کے تین گروہ ہو گئے تھے۔ ایک گروہ مسلسل نافرمانی پر کمر باندھے ہوئے تھا۔ دوسرا گروہ شروع میں انہیں سمجھاتا رہا، اور جب وہ نہ مانے تو مایوس ہو کر بیٹھ گیا۔ تیسرا گروہ مایوس ہونے کے بجائے بدستور انہیں نصیحت کرتا رہا۔ اب دوسرے گروہ نے تیسرے گروہ سے کہا کہ جب یہ لوگ مسلسل نافرمانی پر کمر باندھے ہوئے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آنے والا ہے، اس لئے ان کو سمجھانا وقت ضائع کرنا ہے۔

(۸۳) یہ تیسرے گروہ کا جواب ہے، اور بڑا عارفانہ جواب ہے۔ انہوں نے اپنی کوششیں جاری رکھنے کی دو وجہیں بیان کیں۔ ایک یہ کہ ہمارے نصیحت کرتے رہنے کا پہلا مقصد تو یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہماری پیشی ہو تو ہم یہ کہہ سکیں کہ یا اللہ! ہم اپنا فریضہ ادا کرتے رہے تھے، اس لئے ہم ان کے جرائم سے بری الذمہ ہیں۔ اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ ہم اب بھی یہ اُمید رکھتے ہیں کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ ہماری بات سن لے، اور گناہ سے باز آ جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ جواب خاص طور پر نقل فرما کر ہر مسلمان کو متنبہ فرمایا ہے کہ جب معاشرے میں نافرمانی کا دور دورہ ہو جائے تو ایک مسلمان کی ذمہ داری صرف یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو بچا لے، بلکہ دوسروں کو راہِ راست کی دعوت دینا بھی اُس کی ذمہ داری ہے جس کے بغیر وہ مکمل طور پر بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اور دوسرا نکتہ یہ ہے کہ حق کے ایک داعی کو کبھی مایوس ہو کر نہیں بیٹھنا چاہئے، بلکہ اس اُمید کے ساتھ اپنا پیغام پہنچاتے رہنا چاہئے کہ شاید کوئی اللہ کا بندہ بات سمجھ جائے۔

(۸۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی صورتیں مسخ کر کے انہیں واقعی بندر بنا دیا گیا۔ ہمارے دور کے بعض لوگ اس قسم کی باتوں پر یقین کرنے کے بجائے قرآنِ کریم میں تأویلات بلکہ تحریفات کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ جب ڈارون کسی قطعی دلیل کے بغیر یہ کہے کہ بندر ترقی کر کے انسان بن گیا تھا تو اُسے ماننے میں انہیں تأمل نہیں ہوتا، لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے قطعی کلام میں یہ فرمائیں کہ انسان تنزل کر کے بندر بن گیا تو یہ حضرات شرما کر اُس میں تأویل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ؕ اِنَّ

وقت) جب تمہارے رَبّ نے اعلان کیا کہ وہ ان پر قیامت کے دن تک کوئی نہ کوئی ایسا شخص مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بری بری تکلیفیں پہنچائے

رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖۚ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِي

گا۔(۸۵) بیشک تمہارا رَبّ جلد ہی سزا دینے والا بھی ہے، اور یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان بھی ہے (۱۶۷) اور ہم نے دُنیا میں اُن کو مختلف جماعتوں

الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَ بَلَوْنٰهُمْ

میں بانٹ دیا۔ چنانچہ ان میں نیک لوگ بھی تھے، اور کچھ دوسری طرح کے لوگ بھی۔ اور ہم نے انہیں اچھے اور بُرے حالات سے آزمایا، تاکہ وہ

بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ

(راہِ راست کی طرف) لوٹ آئیں (۱۶۸) پھر ان کے بعد اُن کی جگہ ایسے جانشین آئے جو کتاب (یعنی تورات) کے وارث بنے، مگر ان کا حال یہ

خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ

تھا کہ اس ذلیل دُنیا کا ساز و سامان (رِشوت میں) لیتے، اور یہ کہتے کہ: ''ہماری بخشش ہوجائے گی'' حالانکہ اگر اُسی جیسا ساز و سامان دوبارہ اُن

سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ

کے پاس آتا تو وہ اُسے بھی (رِشوت میں) لے لیتے۔(۸۶) کیا ان سے کتاب میں مذکور یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات

مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ

منسوب نہ کریں؟ اور اُس (کتاب) میں جو کچھ لکھا تھا، وہ انہوں نے باقاعدہ پڑھا بھی تھا۔ اور آخرت والا گھر اُن لوگوں کے لئے کہیں بہتر ہے

الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ الَّذِيْنَ

جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ (اے یہود!) کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ (۱۶۹) اور جو لوگ کتاب کو مضبوطی سے تھامتے ہیں، اور نماز قائم

يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

کرتے ہیں، تو ہم ایسے اصلاح کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ (۱۷۰) اور (یاد کرو) جب ہم نے پہاڑ کو ان کے اُوپر اس طرح اُٹھا دیا تھا

---

(۸۵) یہود کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ واقعی ہر تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد ان پر کوئی نہ کوئی جابر مسلط ہوتا رہا ہے جس نے ان کو اپنا محکوم بنا کر طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائیں۔ البتہ ظاہر ہے کہ ہزاروں سال کی تاریخ میں ایسے وقفے بھی آتے رہے ہیں جن میں وہ خوش حال رہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آگے خود یہ فرمایا ہے کہ: ''ہم نے ان کو اچھے اور برے حالات سے آزمایا''، جس سے واضح ہے کہ ان پر خوش حالی کے دور بھی آتے رہے ہیں، مگر مجموعی تاریخ کے مقابلے میں وہ کم ہیں۔

(۸۶) یہ ان کی اس بدعنوانی کا ذکر ہے کہ وہ رِشوت لے کر اللہ کی کتاب کی غلط تفسیر کر دیتے تھے، اور ساتھ ہی بڑے یقین کے ساتھ یہ بھی کہتے کہ ہمارے اس گناہ کی بخشش ہوجائے گی۔ حالانکہ بخشش تو توبہ سے ہوتی ہے، جس کا لازمی حصہ یہ ہے کہ آئندہ اس گناہ سے پرہیز کیا جائے، لیکن ان کا حال یہ تھا کہ اگر انہیں دوبارہ رِشوت کی پیشکش کی جاتی تو وہ دوبارہ لینے کو بے تکلف تیار رہتے تھے۔ اور یہ سب کچھ وہ دُنیا کی خاطر کرتے تھے، حالانکہ اگر عقل ہوتی تو یہ دیکھتے کہ آخرت کی زندگی کہیں بہتر ہے۔

وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَآ

اور (اُس وقت ہم نے حکم دیا تھا کہ:) "ہم نے تمہیں جو جیسے وہ کوئی سائبان ہو،(٨٧) اورانہیں یہ گمان ہوگیا تھا کہ وہ ان کے اُوپر گرنے ہی والا ہے،

ع اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٧١﴾ ۧ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ

کتاب دی ہے، اُسے مضبوطی سے تھامو، اور اُس کی باتوں کو یاد کرو، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرسکو۔" ﴿١٧١﴾ اور (اے رسول! لوگوں کو وہ وقت یاد دِلاؤ)

مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ ۚ

جب تمہارے پروردگار نے آدم کے بیٹوں کی پشت سے اُن کی ساری اولاد کو نکالا تھا، اور اُن کو خود اپنے اُوپر گواہ بنایا تھا، (اور پوچھا تھا کہ:) "کیا میں

معانقہ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۭ قَالُوْا بَلٰي ۚۛ شَهِدْنَا ۚۛ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا

تمہارا ربّ نہیں ہوں؟" سب نے جواب دیا تھا کہ: "کیوں نہیں؟ ہم سب اس بات کی گواہی دیتے ہیں۔"(٨٨) (اور یہ اِقرار ہم نے اس لئے لیا تھا)

كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿١٧٢﴾ ۙ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَاۗؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَ

تاکہ تم قیامت کے دن یہ نہ کہہ سکو کہ: "ہم تو اس بات سے بے خبر تھے" ﴿١٧٢﴾ یا یہ نہ کہہ دو کہ: "شرک (کا آغاز) تو بہت پہلے ہمارے باپ دادوں نے

---

(٨٧) یہ واقعہ سورۂ بقرہ (٢: ٦٣) اور سورۂ نساء (٤: ١٥٤) میں بھی گذرا ہے، اور سورۂ بقرہ کی متعلقہ آیت کے تحت ہم نے اس کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ وہاں ہم نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ عربی زبان کے لحاظ سے اس آیت کا یہ ترجمہ بھی ممکن ہے کہ: "ہم نے پہاڑ کو اُن کے اُوپر اس طرح زور زور سے ہلایا کہ انہیں یہ گمان ہوگیا کہ وہ ان کے اُوپر گرنے والا ہے۔"

(٨٨) اس آیتِ کریمہ میں جس عہد لینے کا ذکر ہے، حدیث میں اُس کی تشریح یہ آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کے بعد اُن کی پشت سے جتنے انسان پیدا ہونے والے تھے، ان سب کو ایک جگہ اس طرح جمع فرمایا کہ وہ سب چیونٹیوں کے برابر جسم رکھتے تھے۔ پھر اُن سے یہ عہد لیا کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا ربّ مانتے ہیں؟ سب نے اقرار کیا کہ بیشک وہ اللہ تعالیٰ کو اپنا ربّ تسلیم کرتے ہیں، (روح المعانی بحوالہ نسائی وحاکم وبیہقی وغیرہ) جس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ انہوں نے یہ بھی تسلیم کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تمام اَحکام کو مان کر ان پر عمل کریں گے، اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو دُنیا میں بھیجنے سے پہلے ہی ان سے اپنی اطاعت کا اقرار لے لیا تھا۔ دُنیا میں ایسے حضرات بھی ہوئے ہیں جن کو یہ واقعہ دُنیا میں آنے کے بعد بھی یاد رہا، مثلاً حضرت ذُوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا یہ ارشاد منقول ہے کہ: "یہ عہد مجھے ایسا یاد ہے گویا اس وقت سن رہا ہوں۔" (معارف القرآن ج: ٤ ص: ١١٥) لیکن یہ دُرست ہے کہ چند مستثنیات کو چھوڑ کر باقی انسان اس واقعے کو ایک عہد کی شکل میں تو بھول چکے ہیں، مگر کچھ واقعات ایسے ہوتے ہیں کہ وہ یاد نہ رہنے کے باوجود اپنا طبعی اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ یہ اثر آج بھی دُنیا کے اکثر وبیشتر انسانوں میں موجود ہے کہ وہ اس کائنات کے ایک پیدا کرنے والے پر اِیمان رکھتے ہیں، اور اس کی عظمت وکبریائی کے گن گاتے ہیں۔ جو لوگ مادّی خواہشات کے گرداب میں پھنس کر اپنی فطرت خراب کر چکے ہوں، اُن کی بات تو اور ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت ہر اِنسان کی فطرت میں سمائی ہوئی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ جب کبھی فطرت سے دُور کرنے والے بیرونی عوامل دُور ہوتے ہیں تو اِنسان حق کی طرف اس طرح دوڑتا ہے جیسے اُس کو اپنی کھوئی ہوئی پونجی اچانک مل گئی ہو۔

كُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿١٧٣﴾ وَكَذٰلِكَ

کیا تھا، اور ہم اُن کے بعد انہی کی اولاد بنے۔ تو کیا آپ ہمیں اُن کاموں کی وجہ سے ہلاک کر دیں گے جو غلط کار لوگوں نے کئے تھے؟" ﴿١٧٣﴾ اور اسی

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ

طرح ہم نشانیوں کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں، تاکہ لوگ (حق کی طرف) پلٹ آئیں ﴿١٧٤﴾ اور (اے رسول!) ان کو اُس شخص کا واقعہ پڑھ کر سناؤ جس کو

اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿١٧٥﴾ وَ

ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں، مگر وہ اُن کو بالکل ہی چھوڑ نکلا، پھر شیطان اُس کے پیچھے لگا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گمراہ لوگوں میں شامل ہو گیا۔ (٨٩) ﴿١٧٥﴾ اور

لَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ

اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کی بدولت اُسے سربلند کرتے، مگر وہ تو زمین ہی کی طرف جھک کر رہ گیا، اور اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا رہا، اس لئے

الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ

اُس کی مثال اُس کتے کی سی ہوگئی کہ اگر تم اُس پر حملہ کرو تب بھی وہ زبان لٹکا کر ہانپے گا، اور اگر اُسے (اُس کے حال پر) چھوڑ دو تب بھی زبان

---

(٨٩) عام طور سے مفسرین نے اس آیت کے بارے میں یہ کہا ہے کہ اس میں بلعام بن باعور کی طرف اشارہ ہے۔ فلسطین کے علاقے "موآب" میں یہ ایک عابد و زاہد شخص تھا، اور اس کے بارے میں یہ بات مشہور تھی کہ اُس کی دُعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اُس وقت اس علاقے پر بت پرست قوموں کا قبضہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے غرق ہونے کے بعد بنی اسرائیل کا لشکر لے کر اس علاقے پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فوجیں موآب کے دروازے تک پہنچ گئیں تو وہاں کے بادشاہ نے بلعام سے کہا کہ وہ ان کے خلاف بددُعا کرے تاکہ وہ ہلاک ہو جائیں، بلعام نے شروع میں انکار کیا، مگر بادشاہ نے اسے رِشوت دی تو وہ بددُعا پر راضی ہو گیا۔ مگر جب دُعا کرنی شروع کی تو الفاظ بددُعا کے بجائے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں دُعا کے نکلے۔ بعد میں بلعام نے بادشاہ کے لوگوں کو یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنی عورتوں کو بنی اسرائیل کے خیموں میں بھیج دیں، تاکہ وہ بدکاری میں مبتلا ہو جائیں۔ بدکاری کی یہ خاصیت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قہر کا سبب بنتی ہے، اس لئے بنی اسرائیل اپنی بدکاری کی وجہ سے اللہ کی مدد سے محروم ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، بنی اسرائیل اس فتنے میں مبتلا ہو گئے جس کی وجہ سے ان میں عذاب کے طور پر طاعون کی وبا پھوٹ پڑی۔ یہ قصہ بائبل میں بھی تفصیل کے ساتھ مذکور ہے (دیکھئے گنتی، باب ۲۲ تا ۲۵، اور ۳۱:۱۶)۔

قرآنِ کریم نے یہاں اُس شخص کا نام نہیں لیا جس کی طرف ان آیات میں اشارہ ہے، اور نہ یہ بیان فرمایا ہے کہ اُس شخص نے اللہ تعالیٰ کے اَحکام کو چھوڑ کر کس طرح اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کی۔ اور جو قصہ اُوپر بیان کیا گیا ہے، وہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں ہے۔ اس لئے یقین کے ساتھ یہ کہنا مشکل ہے کہ ان آیات میں وہی مراد ہے۔ تاہم قرآنِ کریم کا اصل مقصد اس شخص کی تعیین پر موقوف نہیں ہے۔ سبق یہ دینا مقصود ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے علم اور عبادت کے شرف سے نوازا ہو، اُس کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ احتیاط اور تقویٰ سے کام لینا چاہئے۔ اگر ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کی خلاف ورزی کر کے ناجائز خواہشات کے پیچھے چل پڑے، تو اس کا انجام دُنیا اور آخرت دونوں میں برا ہوتا ہے۔

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلًا

لٹکا کر ہانپے گا۔ (۹۰) یہ ہے مثال اُن لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے۔ لہٰذا تم یہ واقعات ان کو سناتے رہو، تاکہ یہ کچھ سوچیں (۱۷۶) کتنی

الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ

بُری مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، اور جو اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے ہیں! (۱۷۷) جسے اللہ ہدایت دے، بس وہی

الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾ وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ

ہدایت یافتہ ہوتا ہے، اور جسے وہ گمراہ کردے، تو ایسے ہی لوگ ہیں جو نقصان اُٹھاتے ہیں (۱۷۸) اور ہم نے جنات اور انسانوں میں سے بہت سے

كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ

لوگ جہنم کے لئے پیدا کئے۔ (۹۱) اُن کے پاس دِل ہیں جن سے وہ سمجھتے نہیں، اُن کے پاس آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے

لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ

نہیں، اور اُن کے پاس کان ہیں جن سے وہ سنتے نہیں۔ وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں، بلکہ وہ اُن سے بھی زیادہ

هُمْ اَضَلُّ ۭ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ

بھٹکے ہوئے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں (۱۷۹) اور اسمائے حسنیٰ (اچھے اچھے نام) اللہ ہی کے ہیں۔ لہٰذا اُس کو انہی ناموں

بِهَا ۠ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا

سے پکارو، (۹۲) اور اُن لوگوں کو چھوڑ دو جو اُس کے ناموں میں ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ (۹۳) وہ جو کچھ کررہے ہیں، اُس کا بدلہ اُنہیں دیا جائے

---

(۹۰) عام جانور اُسی وقت ہانپتے ہیں جب کوئی بوجھ اُٹھائیں، یا کوئی اُن پر حملہ کرے۔ لیکن کتا ایسا جانور ہے جسے سانس لینے کے لئے ہر حال میں ہانپنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جن حضرات نے اس واقعے کو بلعام بن باعور کا واقعہ قرار دیا ہے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس کی بدعملی کی سزا میں اُس کی زبان کتے کی طرح باہر نکل پڑی تھی، اس لئے اُسے اس آیت میں کتے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ دراصل یہ تشبیہ اُس شخص کی نفسانی حرص کی ہے۔ اگر کتے پر کوئی چیز پھینکی جائے تو خواہ وہ اُسے مارنے کے لئے پھینکی گئی ہو، کتا اپنی زبان نکال کر اُس پر اس حرص میں لپکتا ہے کہ شاید یہ کوئی کھانے کی چیز ہو۔ اسی طرح جو شخص دُنیا کی حرص میں گرفتار ہو وہ ہر واقعے سے دُنیا کا مفاد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور اُس کے لئے ہر حال میں ہانپتا ہی رہتا ہے۔

(۹۱) یعنی اُن کی تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے ایسے کام کریں گے جو انہیں جہنم تک لے جائیں گے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ تقدیر میں لکھنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جہنم کے کام کرنے پر مجبور ہوگئے ہیں، بلکہ بلاتشبیہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اُستاد اپنے کسی شاگرد کے حالات کے پیش نظر یہ لکھ کر رکھ دے کہ یہ فیل ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُستاد نے اُسے فیل ہونے پر مجبور کردیا، بلکہ اُس نے جو کچھ لکھا تھا اُس کا مطلب یہی تھا کہ یہ شاگرد محنت کرنے کے بجائے وقت ضائع کرے گا، اور اس کے نتیجے میں فیل ہوگا۔

(۹۲) اس سے پہلی آیت میں نافرمانوں کی بنیادی بیماری یہ بیان کی گئی تھی کہ وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کے

يَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٠﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٨١﴾ وَ ع

گا (۱۸۰) اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو لوگوں کو حق کا راستہ دکھاتی ہے، اور اُسی (حق) کے مطابق انصاف سے کام لیتی ہے (۱۸۱)

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٢﴾ وَاُمْلِيْ

اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، انہیں ہم اس طرح دھیرے دھیرے پکڑ میں لیں گے کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا (۱۸۲) اور میں اُن کو

لَهُمْ ؕ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿١٨٣﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ٜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ

ڈھیل دیتا ہوں، یقین جانو کہ میری خفیہ تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ (۹۴) (۱۸۳) بھلا کیا ان لوگوں نے سوچا نہیں کہ یہ صاحب جن سے ان کا سابقہ ہے، (یعنی

جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٨٤﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) ان میں جنون کا کوئی شائبہ نہیں ہے۔ وہ کچھ اور نہیں، بلکہ صاف صاف طریقے سے لوگوں کو متنبہ کرنے والے ہیں۔ (۹۵) (۱۸۴)

ذکر اور اُس کے سامنے جواب دہی کے احساس سے غافل ہیں۔ اور غور کیا جائے تو اس دُنیا میں ہر قسم کی برائی کا اصل سبب ہمیشہ یہی ہوتا ہے۔ اس لئے اب اس بیماری کا علاج بتایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے، اور اپنی ہر حاجت اُسی سے مانگی جائے۔ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے کا جو لفظ یہاں استعمال ہوا ہے، وہ دونوں باتوں کو شامل ہے، اُس کی تسبیح و تقدیس کے ذریعے اُس کا ذکر کرنا، اور اُس سے دُعائیں مانگنا۔ غفلت کے دُور ہونے کا یہی راستہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار کو دونوں طریقوں سے پکارے۔ البتہ اُس کو پکارنے کے لئے یہ ضروری قرار دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو اچھے اچھے نام (اسمائے حسنیٰ) خود اللہ تعالیٰ نے یا اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیئے ہیں، اُنہی ناموں سے اُس کو پکارا جائے۔ ان اسمائے حسنیٰ کی طرف قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر اشارہ فرمایا ہے (دیکھئے سورۂ بنی اسرائیل ۱۷: ۱۱۰ و سورۂ طٰہٰ ۲۰: ۸ و سورۂ حشر ۵۹: ۲۴)۔ اور صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ یہ ننانوے نام ترمذی اور حاکم نے روایت کئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اُنہی اسمائے حسنیٰ میں سے کسی اسم مبارک کے ساتھ کرنا چاہئے، اور اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نام نہیں گھڑ لینا چاہئے۔

(۹۳) بہت سے کافروں کے ذہن میں اللہ تعالیٰ کا جو ناقص، اَدھورا یا غلط تصوّر تھا، اُس کے مطابق انہوں نے اللہ تعالیٰ کا کوئی نام یا کوئی صفت بنالی تھی، یہ آیت متنبہ کر رہی ہے کہ مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ اُن لوگوں کی پیروی میں وہ بھی اللہ تعالیٰ کا وہ نام یا صفت استعمال کرنا شروع کردیں۔

(۹۴) یہ اُن لوگوں کے لئے خطرے کی گھنٹی ہے جو مسلسل نافرمانی کئے جارہے ہوں، اور پھر بھی دُنیا کے عیش و عشرت سے لطف اندوز ہو رہے ہوں، اور جنہیں کبھی یہ خیال بھی نہ آتا ہو کہ انہیں کسی دن اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے۔ کیونکہ ایسی نافرمانیوں اور ایسی غفلت کے ساتھ جو دُنیوی عیش و عشرت میسر آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہوتی ہے، جس کو قرآنِ کریم نے ''اِستدراج'' کا نام دیا ہے۔ ایک وقت آتا ہے کہ ایسا شخص اچانک پکڑ لیا جاتا ہے، کبھی تو یہ پکڑ دُنیا ہی میں ہو جاتی ہے، اور اگر یہاں نہ ہوئی تو آخرت میں تو ہونی ہی ہونی ہے۔

(۹۵) مشرکینِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر ماننے کے بجائے کبھی معاذ اللہ آپ کو مجنون قرار دیتے، کبھی شاعر یا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ

اور کیا ان لوگوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت پر اور اللہ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں اُن پر غور نہیں کیا، اور یہ (نہیں سوچا) کہ شاید ان کا

قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝١٨٥ مَنْ يُّضْلِلِ

مقررہ وقت قریب ہی آ پہنچا ہو؟ اب اس کے بعد آخر وہ کونسی بات ہے جس پر یہ ایمان لائیں گے؟ (۱۸۵) جس کو اللہ گمراہ کردے، اُس کو کوئی

اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝١٨٦ يَسْـَٔلُوْنَكَ

ہدایت نہیں دے سکتا، اور ایسے لوگوں کو اللہ (بے یار و مددگار) چھوڑ دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں (۱۸۶) (اے رسول!) لوگ تم سے

عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا

قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب برپا ہوگی؟ کہہ دو کہ: ''اُس کا علم تو صرف میرے ربّ کے پاس ہے۔ وہی اُسے اپنے وقت پر کھول کر

وقف لازم لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۘ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا

دِکھائے گا، کوئی اور نہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑی بھاری چیز ہے، جب آئے گی تو تمہارے پاس اچانک آجائے گی۔'' یہ لوگ تم سے اس طرح

بَغْتَةً ۭ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ

پوچھتے ہیں جیسے تم نے اُس کی پوری تحقیق کر رکھی ہے۔ کہہ دو کہ: ''اُس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے، لیکن اکثر لوگ (اس بات کو) نہیں

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝١٨٧ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا

جانتے۔'' (۱۸۷) کہو کہ: ''جب تک اللہ نہ چاہے، میں خود اپنے آپ کو بھی کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتا،

معانقة مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ڔ وَ

اور اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں اچھی اچھی چیزیں خوب جمع کرتا، اور مجھے کبھی کوئی تکلیف ہی نہ پہنچتی(۹۲)۔

ربع مَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝١٨٨ ع هُوَ

میں تو بس ایک ہوشیار کرنے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں، اُن لوگوں کے لئے جو میری بات مانیں۔'' (۱۸۸) اللہ وہ ہے

جادوگر کہتے تھے۔ یہ آیت بتارہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسے بے سروپا تبصرے وہی کرسکتا ہے جو بے سوچے سمجھے بات کرنے کا عادی ہو۔ اگر یہ لوگ ذرا بھی غور کرلیں تو اُن پر اپنے ان الزامات کی حقیقت واضح ہوجائے۔

(۹۲) یعنی اگر مجھے غیب کی ساری باتیں معلوم ہوجایا کرتیں تو میں دُنیا کے سارے فائدے اِکٹھے کرلیتا، اور کبھی مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی، کیونکہ ہر کام کا انجام مجھے پہلے سے معلوم ہوجاتا۔ حالانکہ واقعہ ایسا نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مجھے غیب کی ساری باتوں کا علم نہیں دیا گیا، البتہ جو باتیں اللہ تعالیٰ مجھے وحی کے ذریعے بتادیتے ہیں، اُن کا مجھے بھی علم ہوجاتا ہے۔ یہ اُن کافروں کی بھی تردید ہے جو پیغمبر کے لئے ضروری سمجھتے تھے کہ اُسے خدائی کے اختیارات حاصل ہوں، اور اُن لوگوں کو بھی تنبیہ ہے جو اپنے پیغمبروں کی تعظیم میں حد سے نکل کر انہیں خدائی کا درجہ دے دیتے ہیں، اور جس شرک کو مٹانے کے لئے انبیائے کرام تشریف لائے تھے، اُن کی تعظیم کے نام پر اُسی شرک کا ارتکاب کرنے لگتے ہیں۔

الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ
جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا، اور اُسی سے اُس کی بیوی بنائی، تاکہ وہ اُس کے پاس آکر تسکین حاصل کرے (٩٧)۔ پھر جب مرد نے عورت کو
اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ
ڈھانک لیا تو عورت نے حمل کا ایک ہلکا سا بوجھ اُٹھا لیا، جسے لے کر وہ چلتی پھرتی رہی (٩٨)۔ پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں (میاں بیوی) نے اپنے پروردگار
دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿١٨٩﴾ فَلَمَّاۤ
اللہ سے دُعا کی کہ: "اگر تو نے ہمیں تندرست اولاد دی تو ہم ضرور بالضرور تیرا شکر ادا کریں گے۔" (١٨٩) لیکن جب اللہ نے ان کو ایک تندرست بچہ دے
اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا
دیا تو ان دونوں نے اللہ کی عطا کی ہوئی نعمت میں اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہرانا شروع کردیا، حالانکہ اللہ ان کی مشرکانہ باتوں سے کہیں بلند اور
یُشْرِكُوْنَ ﴿١٩٠﴾ اَیُشْرِكُوْنَ مَا لَا یَخْلُقُ شَیْئًا وَّهُمْ یُخْلَقُوْنَ ﴿١٩١﴾ وَلَا
برتر ہے (١٩٠) کیا وہ ایسی چیزوں کو (اللہ کے ساتھ خدائی میں) شریک مانتے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے، بلکہ خود اُن کو پیدا کیا جاتا ہے؟ (١٩١) اور جو
یَسْتَطِیْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٢﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى
نہ ان لوگوں کی کوئی مدد کرسکتے ہیں، اور نہ خود اپنی مدد کرتے ہیں (١٩٢) اور اگر تم انہیں کسی صحیح راستے کی طرف دعوت دو تو وہ تمہاری بات نہ
الْهُدٰى لَا یَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿١٩٣﴾ اِنَّ
مانیں، (بلکہ) تم انہیں پکارو یا خاموش رہو، تمہارے لئے دونوں باتیں برابر ہیں (١٩٣) یقین جانو کہ اللہ کو چھوڑ کر
الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا
جن جن کو تم پکارتے ہو، وہ سب تمہاری طرح (اللہ کے) بندے ہیں۔ اب ذرا ان سے دُعا مانگو، پھر اگر تم سچے ہو تو
لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿١٩٤﴾ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِهَاۤ ۫ اَمْ لَهُمْ اَیْدٍ
انہیں تمہاری دُعا قبول کرنی چاہئے (١٩٤) بھلا کیا اُن کے پاس پاؤں ہیں جن سے وہ چلیں؟ یا اُن کے پاس ہاتھ ہیں جن سے وہ پکڑیں؟ یا اُن
یَّبْطِشُوْنَ بِهَاۤ ۫ اَمْ لَهُمْ اَعْیُنٌ یُّبْصِرُوْنَ بِهَاۤ ۫ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ یَّسْمَعُوْنَ
کے پاس آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھیں؟ یا اُن کے پاس کان ہیں جن سے وہ سنیں؟ (ان سے کہہ دو کہ:) "تم اُن سب دیوتاؤں کو بلالاؤ
بِهَا ؕ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِیْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿١٩٥﴾ اِنَّ وَلِیِّۦَ اللّٰهُ
جنہیں تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے، پھر میرے خلاف کوئی سازش کرو، اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو (٩٩)۔" (١٩٥) میرا رکھوالا تو اللہ ہے جس نے

(٩٧) "ایک جان" سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اور ان کی بیوی سے مراد حضرت حواء علیہا السلام۔

(٩٨) اب یہاں سے حضرت آدم علیہ السلام کی ایسی اولاد کا ذکر ہو رہا ہے جس نے بعد میں شرک کا راستہ اختیار کیا۔

(٩٩) کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرایا کرتے تھے کہ آپ ہمارے دیوتاؤں کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہیں کہ ان میں کچھ بھی طاقت نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے ہمارے دیوتا آپ کو (معاذ اللہ) سزا دیں گے۔ یہ آیت اس کا جواب دے رہی ہے۔

الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتٰبَ ۖ وَهُوَ یَتَوَلَّى الصّٰلِحِیْنَ ﴿١٩٦﴾ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ
کتاب نازل کی ہے، اور وہ نیک لوگوں کی رکھوالی کرتا ہے (١٩٦) اور تم اُس کو چھوڑ کر جن جن کو پکارتے ہو، وہ نہ تمہاری
دُوْنِهٖ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ نَصْرَکُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ یَنْصُرُوْنَ ﴿١٩٧﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ
مدد کر سکتے ہیں، نہ اپنی مدد کرتے ہیں (١٩٧) اور اگر تم انہیں صحیح راستے کی طرف بلاؤ تو وہ سنیں گے بھی نہیں۔ وہ تمہیں نظر تو اس طرح آتے ہیں جیسے
اِلَى الْهُدٰى لَا یَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ وَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿١٩٨﴾ خُذِ
تمہیں دیکھ رہے ہوں، لیکن حقیقت میں انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا'' (١٩٨) (اے پیغمبر!) درگذر کا رویہ اپناؤ، اور (لوگوں کو) نیکی کا حکم دو، اور جاہلوں
الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِیْنَ ﴿١٩٩﴾ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ
کی طرف دھیان نہ دو (١٩٩) اور اگر کبھی شیطان کی طرف سے تمہیں کوئی کچوکا لگ جائے تو اللہ کی پناہ مانگ لو۔(١٠٠) یقیناً وہ ہر بات سننے والا، ہر
مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿٢٠٠﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا
چیز جاننے والا ہے (٢٠٠) جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے، اُنہیں جب شیطان کی طرف سے کوئی خیال آکر چھوتا بھی ہے تو وہ (اللہ کو) یاد کر لیتے
اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۚ ﴿٢٠١﴾
ہیں،(١٠١) چنانچہ اچانک اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں (٢٠١) اور جو اِن شیاطین کے بھائی ہیں، اُن کو یہ شیاطین گمراہی میں گھسیٹے لے جاتے ہیں، نتیجہ یہ
وَاِخْوَانُهُمْ یَمُدُّوْنَهُمْ فِی الْغَیِّ ثُمَّ لَا یُقْصِرُوْنَ ﴿٢٠٢﴾ وَاِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ
کہ وہ (گمراہی سے) باز نہیں آتے (٢٠٢) اور (اے پیغمبر!) جب تم ان کے سامنے (ان کا منہ مانگا) معجزہ پیش نہیں کرتے تو یہ کہتے ہیں کہ: ''تم نے یہ
بِاٰیَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَیْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا یُوْحٰۤى اِلَیَّ مِنْ رَّبِّیْ ۚ هٰذَا
معجزہ خود اپنی پسند سے کیوں نہ پیش کر دیا؟'' کہہ دو کہ: ''میں تو اُسی بات کا اتباع کرتا ہوں جو میرے رَبّ کی طرف سے وحی کے ذریعے مجھ تک پہنچائی

---

(١٠٠) کچوکے سے مراد وسوسہ ہے۔ اور اس آیت نے ہر مسلمان کو یہ تعلیم دی ہے کہ جب کبھی شیطان دِل میں کوئی بُرے خیال کا وسوسہ ڈالے تو فوراً اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی چاہئے۔ اس بات کا ذکر خاص طور پر درگذر کا رویہ اپنانے کے سلسلے میں کیا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں درگذر کرنے کی فضیلت ہے، وہاں بھی اگر شیطانی اثر سے کبھی کسی کو غصہ آجائے تو اُس کا علاج بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا ہے۔

(١٠١) گناہ کی خواہش نفس اور شیطان کے اثرات سے بڑے بڑے پرہیزگاروں کو بھی ہوتی ہے، لیکن وہ اس کا علاج اس طرح کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں، اُس سے مدد مانگتے ہیں، دُعائیں کرتے ہیں، اور اُس کی بارگاہ میں حاضری کا دھیان کرتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں، یعنی ان کو گناہ کی حقیقت نظر آجاتی ہے، اور اُس کے نتیجے میں وہ گناہ سے بچ جاتے ہیں، اور اگر کبھی غلطی ہو بھی جائے تو توبہ کی توفیق ہو جاتی ہے۔

(١٠٢) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزے ان لوگوں کے سامنے آچکے تھے، لیکن وہ ضد میں آکر نئے نئے معجزات کا مطالبہ کرتے تھے۔ یہ اس کا جواب ہے کہ میں اپنی طرف سے کوئی کام نہیں کر سکتا۔ میں تو ہر بات میں وحیٔ اِلٰہی کا اِتباع کرتا ہوں۔

بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَاِذَا قُرِئَ

جاتی ہے۔(۱۰۲) یہ (قرآن) تمہارے رَبّ کی طرف سے بصیرتوں کا مجموعہ ہے، اور جو لوگ ایمان لائیں اُن کے لئے ہدایت اور رحمت(۱۰۳)!" ﴿۲۰۳﴾ اور جب

الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ

قرآن پڑھا جائے تو اُس کو کان لگا کر سنو، اور خاموش رہو، تاکہ تم پر رحمت ہو(۱۰۴)۔ ﴿۲۰۴﴾ اور اپنے رَبّ کا صبح وشام ذکر کیا کرو، اپنے دِل میں بھی،

نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ

عاجزی اور خوف کے (جذبات کے) ساتھ، اور زبان سے بھی، آواز بہت بلند کئے بغیر! اور اُن لوگوں میں شامل نہ ہوجانا جو غفلت میں پڑے

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ

ہوئے ہیں ﴿۲۰۵﴾ یاد رکھو کہ جو (فرشتے) تمہارے رَبّ کے پاس ہیں، وہ اُس کی عبادت سے تکبر کرکے منہ نہیں موڑتے، اور اُس کی تسبیح کرتے

ع ۲۴ السجدۃ الاولیٰ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ۩ ﴿۲۰۶﴾

ہیں، اور اُسی کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں(۱۰۵)۔ ﴿۲۰۶﴾

(۱۰۳) یعنی قرآنِ کریم بذاتِ خود ایک معجزہ ہے، اس میں جو بصیرتیں ہیں، وہ ایک اُمّی کی زبان پر جاری ہورہی ہیں جس نے کبھی لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا۔ اس کے بعد کس معجزے کی ضرورت ہے؟

(۱۰۴) اس آیت نے بتادیا کہ جب قرآنِ کریم کی تلاوت ہورہی ہو تو اُسے سننے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ البتہ تلاوت کرنے والے کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ایسے مقامات پر بلند آواز سے تلاوت نہ کرے جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں۔ ایسی صورت میں اگر لوگ تلاوت کی طرف دھیان نہیں دیں گے تو اس کا گناہ تلاوت کرنے والے کو ہوگا۔

(۱۰۵) اس سے اشارہ ہے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کا جو حکم دیا جارہا ہے، اُس میں (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اوّل تو اللہ تعالیٰ کسی مخلوق کی عبادت یا ذکر سے بے نیاز ہے، دوسرے اُس کی ایک بڑی مخلوق یعنی فرشتے، ہر وقت اُس کے ذکر میں مشغول ہیں۔ انسانوں کو جو ذکر کا حکم دیا گیا ہے، اُس میں خود اِنسانوں کا فائدہ ہے کہ یہ ذکر جب دِل میں سما جائے تو انہیں شیطان کے تصرفات سے محفوظ رکھنے کے لئے نہایت مفید ہے، اور اس کے ذریعے وہ گناہوں اور جرائم ومظالم سے اپنے آپ کو بچا سکتے ہیں۔

واضح رہے کہ یہ آیت سجدۂ تلاوت کی آیت ہے، اور جو شخص عربی میں یہ آیت پڑھے، اُس پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی حنفی مسلک میں سجدہ کرلینا ضروری ہے۔ قرآنِ کریم میں ایسی چودہ آیتیں ہیں، اور یہ اُن میں سب سے پہلی آیت ہے۔

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

الحمد للہ! آج ۱۸ ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۸ اپریل ۲۰۰۶ء کو بروز منگل دہلی سے لندن جاتے

ہوئے عصر کے وقت سورۂ اَعراف کا ترجمہ اور حواشی تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور اس کو میرے گناہوں کی مغفرت اور آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنائیں، اور مسلمانوں کو اس کا فائدہ پہنچائیں، اور باقی سورتوں کے ترجمے اور تشریح کی اپنی رضا کے مطابق توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الۡاَنۡفَالِ

تعارف

یہ سورت تقریباً سن ۲ ہجری کے آس پاس مدینہ منوّرہ میں نازل ہوئی ہے، اور اس کے بیشتر مضامین جنگِ بدر اور اس کے واقعات اور مسائل سے متعلق ہیں۔ یہ جنگ اسلام اور کفر کے درمیان پہلے با قاعدہ معرکے کی حیثیت رکھتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتحِ مبین عطا فرمائی، اور قریشِ مکہ کو ذِلت آمیز شکست سے دوچار کیا۔ چنانچہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اِنعامات بھی یاد دِلائے ہیں، اور مسلمانوں نے جس جاں نثاری کے ساتھ یہ جنگ لڑی اس کی ہمت افزائی کے ساتھ بعض اُن کمزوریوں کی بھی نشان دہی فرمائی ہے جو اس جنگ میں سامنے آئیں۔ اور آئندہ کے لئے وہ ہدایات بھی دی گئی ہیں جو ہمیشہ مسلمانوں کی کامیابی اور فتح ونصرت کا سبب بن سکتی ہیں۔ جہاد اور مالِ غنیمت کی تقسیم کے بہت سے اَحکام بھی بیان ہوئے ہیں، اور چونکہ جنگِ بدر اصل میں کفارِ مکہ کے ظلم وستم کے پس منظر میں پیش آئی تھی، اس لئے ان حالات کا بھی ذکر کیا گیا ہے جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرَّمہ سے ہجرت کا حکم ہوا۔ نیز جو مسلمان مکہ مکرَّمہ میں رہ گئے تھے، ان کے لئے بھی ضروری قرار دیا گیا ہے کہ وہ ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ آجائیں۔ ہجرت کی وجہ سے میراث کی تقسیم سے متعلق کچھ اَحکام عارضی طور پر نافذ کئے گئے تھے۔ سورت کے آخر میں اسی وجہ سے میراث کے کچھ مستقل اَحکام دیئے گئے ہیں۔

جنگِ بدر

چونکہ اس سورت کے بہت سے مضامین جنگِ بدر کے مختلف واقعات سے متعلق ہیں، اس لئے ان کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے اس جنگ کے بارے میں کچھ بنیادی معلومات یہاں پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، تاکہ اس سے متعلق آیات کو اُن کے صحیح پس منظر میں سمجھا جاسکے:-

مکہ مکرَّمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوّت کے بعد تیرہ سال مقیم رہے۔ اس دوران مکہ مکرَّمہ کے کفار نے آپ اور آپ کے جاں نثار صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو طرح طرح سے ستانے اور ناقابلِ برداشت تکلیفیں پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہاں تک کہ ہجرت سے ذرا پہلے آپ کو قتل کرنے کا باقاعدہ منصوبہ بنایا گیا جس کا ذکر اسی سورت میں

آنے والا ہے۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ تشریف لے آئے تو کفارِ مکہ مسلسل اس فکر میں رہے کہ آپ کو وہاں بھی چین سے بیٹھنے نہ دیا جائے۔ انہوں نے عبداللہ بن اُبَی کو مدینہ منوّرہ میں خط لکھا کہ تم لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کو پناہ دی ہے، اب یا تو تم انہیں پناہ دینے سے ہاتھ اُٹھالو، ورنہ ہم تم پر حملہ کریں گے۔ (دیکھئے سنن ابوداؤد، کتاب الخراج، باب ۲۳، حدیث نمبر: ۳۰۰۴) انصار میں سے اوس کے قبیلے کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ ایک مرتبہ مکہ مکرّمہ گئے، تو عین طواف کے دوران ابوجہل نے ان سے کہا کہ تم نے ہمارے دُشمنوں کو پناہ دے رکھی ہے، اور اگر تم ہمارے ایک سردار کی پناہ میں نہ ہوتے تو زندہ واپس نہیں جاسکتے تھے، جس کا مطلب یہ تھا کہ آئندہ اگر مدینہ منوّرہ کا کوئی آدمی مکہ مکرّمہ آئے گا تو اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں ابوجہل سے کہہ دیا کہ اگر تم ہمارے آدمیوں کو مکہ مکرّمہ آنے سے روکو گے تو ہم تمہارے لئے اس سے بھی بڑی رُکاوٹ کھڑی کر دیں گے، یعنی تم تجارتی قافلے لے کر جب شام جاتے ہو تو تمہارا راستہ مدینہ منوّرہ کے قریب سے گذرتا ہے۔ اب ہم تمہارے قافلوں کو روکنے اور ان پر حملہ کرنے میں آزاد ہوں گے۔ (دیکھئے صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ۲، حدیث نمبر: ۳۹۵۰) اس کے بعد کفارِ مکہ کے کچھ دستے مدینہ منوّرہ کے آس پاس آئے، اور مسلمانوں کے مویشی لوٹ کر لے گئے۔ حالات کے اس پس منظر میں ابوسفیان (جو اُس وقت کفارِ مکہ کا سردار تھا) ایک بڑا بھاری تجارتی قافلہ لے کر شام گیا۔ اس قافلے میں مکہ مکرّمہ کے ہر مرد و عورت نے سونا چاندی جمع کر کے تجارت میں شرکت کی غرض سے بھیجا تھا۔ یہ قافلہ شام سے سو فی صد نفع کما کر واپس آرہا تھا۔ یہ قافلہ ایک ہزار اُونٹوں پر مشتمل تھا، اور پچاس ہزار دینار (گنیوں) کا سامان لا رہا تھا، اور اس کے ساتھ چالیس مسلح افراد اس کی حفاظت پر متعین تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قافلے کی واپسی کا پتہ چلا تو حضرت سعد بن معاذؓ کے چیلنج کے مطابق آپ نے اس قافلے پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اس کے لئے باقاعدہ سپاہیوں کی بھرتی کا موقع نہیں تھا، اس لئے وقت پر جتنے صحابہ تیار ہوسکے، ان کی تعداد تین سو تیرہ تھی، کل ستر اُونٹ اور دو گھوڑے تھے، ساٹھ زرہیں تھیں۔ اس مختصر سامان کے ساتھ آپ مدینہ منوّرہ سے نکلے۔

یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ بعض غیر مسلم مصنّفین نے اس واقعے پر یہ اعتراض کیا ہے کہ ایک پُرامن تجارتی قافلے پر حملہ کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ ہمارے زمانے کے بعض مسلمان مصنّفین نے اس اعتراض سے مرعوب ہوکر یہ دعویٰ کرنے کی کوشش کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ قافلے پر حملہ کرنے کا نہیں تھا، بلکہ ابوسفیان نے اپنے طور پر خطرہ محسوس کر کے ابوجہل کے لشکر کو دعوت دی تھی۔ لیکن واقعے کی یہ تشریح صحیح احادیث اور قرآنی اشارات کی روشنی میں درست نہیں ہے۔ درحقیقت یہ اعتراض اُس وقت کے حالات اور اُس دور کے سیاسی، دِفاعی اور معاشرتی ڈھانچے سے بے خبری پر مبنی ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جو واقعات ہم نے اُوپر بیان کئے ہیں، اُن کی روشنی میں فریقین کے

درمیان ایک مسلسل جنگ کی حالت موجود تھی۔ دونوں نے ایک دُوسرے کو نہ صرف چیلنج دے رکھے تھے، بلکہ کفار کی طرف سے عملی طور پر چھیڑ چھاڑ بھی شروع ہوچکی تھی۔ دوسرے حضرت سعد بن معاذؓ پہلے سے انہیں متنبہ کرآئے تھے کہ وہ ان کے قافلوں پر حملہ کرنے کے لئے آزاد ہوں گے۔ تیسرے اُس دور میں شہری اور فوجی افراد کی کوئی تفریق نہیں ہوتی تھی۔ کسی معاشرے کے تمام بالغ مرد "مقاتلہ" یعنی لڑنے والے کہلاتے تھے۔ چنانچہ قافلے کی سرکردگی ابوسفیان کے ہاتھ میں تھی جو اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کھلے دُشمن تھے، اور اُس کے ساتھ چالیس مسلح افراد میں سے ہر ایک قریش کے اُن لوگوں میں سے تھا جو مسلمانوں کو ستانے میں پیش پیش رہے تھے، اور مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاری کررہے تھے، اور یہ قافلہ بھی اگر کامیابی سے مکہ مکرّمہ پہنچ جاتا تو قریش کی جنگی طاقت میں بڑے اضافے کا سبب بنتا۔ ان حالات میں اس کو ایک پُرامن تجارتی قافلے پر حملہ قرار دینا اُس وقت کے حالات سے ناواقفیت یا محض عناد کا کرشمہ ہے، اور اس کی وجہ سے ان واقعات کا انکار کرنا کسی طرح درست نہیں ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہیں۔

بہرحال! جب ابوسفیان کو آپ کے ارادے کا اندازہ ہوا تو اُس نے ایک طرف تو ایک تیز رفتار ایلچی ابوجہل کے پاس بھیج کر اس واقعے کی اطلاع دی، اور اسے پورے لاؤلشکر کے ساتھ آپ پر حملہ کرنے کا مشورہ دیا، اور دوسری طرف اپنے قافلے کا راستہ بدل کر بحرِ اَحمر کے ساحل کی طرف نکل گیا تاکہ وہاں سے چکر کاٹ کر مکہ مکرّمہ پہنچ سکے۔ ابوجہل نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر ایک بڑا لشکر تیار کیا، اور لوہے میں غرق ہوکر مدینہ منوّرہ کی طرف روانہ ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پتہ چلا کہ ابوسفیان تو قافلہ لے کر نکل چکا ہے، اور ابوجہل کا لشکر آرہا ہے تو آپ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ سب نے یہی رائے دی کہ اب ابوجہل سے ایک فیصلہ کن معرکہ ہوجانا چاہئے۔ چنانچہ بدر کے مقام پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کی تعداد اور ساز وسامان ابوجہل کے لشکر کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مسلمانوں کو شاندار فتح حاصل ہوئی۔ ابوجہل سمیت قریش کے ستر سردار جو مسلمانوں کی دُشمنی میں پیش پیش تھے، مارے گئے، اور دوسرے ستر اَفراد گرفتار ہوئے، اور باقی لوگ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

آیاتھا ۷۵ — ۸ سُوْرَۃُ الْاَنْفَالِ مَدَنِیَّۃٌ ۸۸ — رکوعاتھا ۱۰

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں پچھتر آیتیں اور دس رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

(اے پیغمبر!) لوگ تم سے مالِ غنیمت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ مالِ غنیمت (کے بارے میں فیصلے) کا اختیار اللہ اور رسول کو حاصل

اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ

ہے۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو، اور آپس کے تعلقات درست کرلو،(۱) اور اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو، اگر تم واقعی

مُّؤْمِنِیْنَ ۝۱ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ

مؤمن ہو ۝۱ مؤمن تو وہ لوگ ہیں کہ جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو اُن کے دِل ڈر جاتے ہیں، اور جب اُن کے سامنے اُس کی

اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۝۲ ۚ

آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ آیتیں اُن کے ایمان کو اور ترقی دیتی ہیں، اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں ۝۲

الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ۝۳ ؕ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ

جو نماز قائم کرتے ہیں، اور ہم نے اُن کو جو رزق دیا ہے، اُس میں سے (فی سبیل اللہ) خرچ کرتے ہیں ۝۳ یہی لوگ ہیں

الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ

جو حقیقت میں مؤمن ہیں۔ اُن کے لئے اُن کے رَبّ کے پاس بڑے درجے ہیں، مغفرت ہے، اور باعزت

---

(۱) جنگِ بدر کے موقع پر جب دُشمن کو شکست ہوگئی تو صحابہ کرامؓ تین حصوں میں تقسیم ہوگئے تھے۔ ایک حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے آپ کے ساتھ رہا۔ دوسرا حصہ دُشمن کے تعاقب میں روانہ ہوگیا، اور تیسرا حصہ دُشمن کے چھوڑے ہوئے مالِ غنیمت کو جمع کرنے میں مشغول ہوگیا۔ یہ چونکہ پہلی جنگ تھی، اور مالِ غنیمت کے بارے میں مفصل ہدایات نہیں آئی تھیں، اس لئے اس تیسرے حصے نے یہ سمجھا کہ جو مال اُنہوں نے اِکٹھا کیا ہے، وہ انہی کا ہے۔ (اور شاید زمانۂ جاہلیت میں معمول ایسا ہی رہا ہوگا) لیکن جنگ ختم ہونے کے بعد پہلے دو گروہوں کو یہ خیال ہوا کہ وہ بھی جنگ میں برابر کے شریک تھے، بلکہ مالِ غنیمت اِکٹھا ہونے کے وقت زیادہ اہم خدمات انجام دے رہے تھے، اس لئے اُن کو بھی اس مال میں حصہ دار ہونا چاہئے۔ یہ ایک فطری تقاضا تھا جس کی بنا پر ان حضرات کے درمیان بحث کی بھی نوبت آئی۔ جب معاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو یہ آیات نازل ہوئیں جن میں بتادیا گیا کہ مالِ غنیمت کے بارے میں فیصلے کا مکمل اختیار اللہ اور اُس کے رسول کو ہے۔ چنانچہ بعد میں اسی سورت کی آیت نمبر ۴۱ میں مالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں مفصل اَحکام آگئے۔ زیرِ نظر آیت نے ہدایت دی کہ اگر مسلمانوں کے درمیان کوئی رنجش ہوئی ہے تو اس وضاحت کے بعد اُسے دُور کر کے باہمی تعلقات دُرست کرلینے چاہئیں۔

كَرِيْمٌ ﴿٤﴾ كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ ۠ وَ اِنَّ فَرِيْقًا

رزق ہے (٤) (مالِ غنیمت کی تقسیم کا) یہ معاملہ کچھ ایسا ہی ہے جیسے تمہارے رَبّ نے تمہیں اپنے گھر سے حق کی خاطر نکالا،

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ﴿٥﴾ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاَنَّمَا

جبکہ مسلمانوں کے ایک گروہ کو یہ بات ناپسند تھی(٢) (٥) وہ تم سے حق کے معاملے میں اس کے واضح ہوجانے کے باوجود اس طرح بحث کررہے

يُسَاقُوْنَ اِلَى الْمَوْتِ وَ هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿٦﴾ وَ اِذْ يَعِدُكُمُ اللّٰهُ اِحْدَى

تھے جیسے اُن کو موت کی طرف ہنکا کرلے جایا جارہا ہو، اور وہ (اُسے) آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں (٦) اور وہ وقت یاد کرو جب اللہ تم سے یہ وعدہ

الطَّآئِفَتَيْنِ اَنَّهَا لَكُمْ وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَ

کررہا تھا کہ دو گروہوں میں سے کوئی ایک تمہارا ہوگا، اور تمہاری خواہش تھی کہ جس گروہ میں (خطرے کا) کوئی کانٹا نہیں تھا، وہ تمہیں ملے(٣)، اور

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَ يَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧﴾ لِيُحِقَّ

اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے اَحکام سے حق کو حق کر دِکھائے، اور کافروں کی جڑ کاٹ ڈالے (٧) تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کردے،

الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٨﴾ اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ

چاہے مجرم لوگوں کو یہ بات کتنی ناگوار ہو (٨) یاد کرو جب تم اپنے رَبّ سے فریاد کررہے تھے، تو اُس نے تمہاری فریاد کا جواب دیا کہ میں تمہاری

فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿٩﴾ وَ مَا

مدد کے لئے ایک ہزار فرشتوں کی کمک بھیجنے والا ہوں جو لگاتار آئیں گے (٩) اور یہ وعدہ اللہ نے کسی اور وجہ سے نہیں، بلکہ صرف اس لئے کیا

---

(٢) جن لوگوں نے مالِ غنیمت جمع کیا تھا، اُن کی خواہش یہ تھی کہ یہ مال انہی کے پاس رہے، لیکن فیصلہ اُس کے برعکس ہوا، اب اُن کو تسلی دی جارہی ہے کہ انسان کی ہر خواہش انجام کے اعتبار سے درست نہیں ہوتی۔ اُسے بعد میں پتہ چلتا ہے کہ جو واقعہ اُس کی خواہش کے خلاف ہوا، بہتری اُسی میں تھی۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے ابوجہل سے جنگ کرنے کے معاملے میں ہوا۔ مدینہ منوّرہ سے نکلتے وقت چونکہ صرف ابوسفیان کے قافلے پر حملہ کرنا پیشِ نظر تھا، اور کوئی باقاعدہ لشکر تیار نہیں کیا گیا تھا، اس لئے جب یہ بات سامنے آئی کہ ابوجہل ایک بڑا لشکر لے کر مقابلے پر آگیا ہے تو بعض صحابہؓ کی خواہش یہ تھی کہ ابوجہل سے جنگ کرنے کے بجائے فی الحال واپس چلے جائیں، کیونکہ اس بے سروسامانی کی حالت میں ایک مسلح فوج کا مقابلہ موت کے منہ میں جانے کے مرادف ہوگا۔ لیکن دوسرے صحابہ نے بڑی پرجوش تقریریں کیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے، اور جب آپ کی مرضی معلوم ہوگئی تو سب نے جنگ میں حصہ لینے کا فیصلہ کرلیا، اور بعد میں ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا عظیم فائدہ اسی میں تھا کہ اس طرح کفر کی کمر توڑ دی گئی۔

(٣) اس سے مراد ابوسفیان کا قافلہ ہے، اور "کانٹے" سے مراد خطرہ ہے۔ قافلے میں مسلح افراد کی تعداد کل چالیس تھی۔ لہٰذا اُس پر حملہ کرنے میں کوئی بڑا خطرہ نہیں تھا۔ لہٰذا طبعی طور پر اُس پر حملہ کرنا آسان تھا۔

جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَ لِتَطْمَىِٕنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ

کہ وہ خوشخبری ہے، اور تاکہ تمہارے دلوں کو اطمینان حاصل ہو، ورنہ مدد کسی اور کے پاس سے نہیں، صرف اللہ کے پاس سے آتی ہے۔(۴) یقیناً

ع اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝۱۰ؒ اِذْ یُغَشِّیْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ

اللہ اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک (۱۰) یاد کرو جب تم پر سے گھبراہٹ دُور کرنے کے لئے وہ اپنے حکم سے تم پر غنودگی طاری کر

وَ یُنَزِّلُ عَلَیْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَ یُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ

رہا تھا(۵) اور تم پر آسمان سے پانی برسا رہا تھا(۶) تاکہ اُس کے ذریعے تمہیں پاک کرے، تم سے شیطان کی گندگی دُور کرے(۷)، تمہارے دلوں کی

الشَّیْطٰنِ وَ لِیَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَ یُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ۝۱۱ؕ اِذْ یُوْحِیْ

ڈھارس بندھائے، اور اُس کے ذریعے (تمہارے) پاؤں اچھی طرح جمادے (۱۱) وہ وقت جب تمہارا

رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓىِٕكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِیْ فِیْ

رَبّ فرشتوں کو وحی کے ذریعے حکم دے رہا تھا کہ: ''میں تمہارے ساتھ ہوں، اب تم مؤمنوں کے قدم جماؤ،

قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَ اضْرِبُوْا

میں کافروں کے دِلوں میں رُعب طاری کردوں گا، پھر تم گردنوں کے اُوپر وار کرو، اور ان کی اُنگلیوں کے

---

(۴) یعنی اللہ تعالیٰ کو مدد کرنے کے لئے فرشتے بھیجنے کی حقیقت میں ضرورت نہیں تھی، نہ فرشتوں میں کوئی ذاتی طاقت ہے کہ وہ مدد کرسکیں، مدد تو اللہ تعالیٰ براہِ راست بھی کرسکتا تھا، لیکن یہ انسان کی فطرت ہے کہ جس چیز کے اسباب سامنے ہوں، اُس پر اُسے زیادہ اطمینان اور خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ اس آیت نے یہ سبق دیا ہے کہ کسی بھی کام کے جو اَسباب بھی اختیار کئے جائیں، ایک مؤمن کو یہ بات ہر آن سامنے رکھنی چاہئے کہ یہ اسباب اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اور ان میں تاثیر اسی کے حکم سے پیدا ہوتی ہے، لہٰذا بھروسہ اسباب پر نہیں، بلکہ اُسی کے فضل و کرم پر کرنا چاہئے۔

(۵) اتنے بڑے لشکر کے ساتھ تقریباً نہتے آدمیوں کا معرکہ پیش آنے والا ہو تو گھبراہٹ ایک طبعی امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس گھبراہٹ کا علاج یہ فرمایا کہ صحابہ پر نیند طاری کردی، جس کی ایک تاثیر یہ ہوتی ہے کہ اس سے گھبراہٹ دُور ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ جنگ سے پہلی رات جی بھر کر سوئے جس سے وہ تازہ دم ہوگئے۔ نیز جنگ کے دوران بھی ان پر وقفے وقفے سے اُونگھ طاری ہوتی رہی جس سے انہیں سکون ملتا رہا۔

(۶) مسلمانوں کے لئے ایک بڑا مسئلہ یہ تھا کہ کفار نے بدر کے میدان میں پہلے پہنچ کر بہترین جگہ پر قبضہ کرلیا تھا جہاں پانی بھی کافی تھا، اور زمین بھی سخت تھی۔ مسلمانوں کو جو جگہ ملی وہ ریتیلی جگہ تھی جس پر پاؤں جمتے نہیں تھے، اور نقل و حرکت میں دُشواری پیش آتی تھی، اور وہاں پانی بھی نہیں تھا، تھوڑا بہت پانی ایک حوض بنا کر اس میں جمع کیا گیا تھا جو جلد ہی ختم ہونے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں مسئلوں کے حل کے لئے بارش برسادی جس سے ریت بھی جم گئی، اور قدم بھی جمنے لگے، اور پانی کا بھی اچھا ذخیرہ جمع ہوگیا۔

(۷) ''گندگی'' سے یہاں مراد وسوسے ہیں جو ایسے مواقع پر جب اتنے بڑے دُشمن کا مقابلہ ہو، آیا ہی کرتے ہیں۔

مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ

ہر ہر جوڑ پر ضرب لگاؤ۔'' ﴿۱۲﴾ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول سے دُشمنی مول لی ہے، اور اگر کوئی شخص اللہ اور اُس کے رسول

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۳﴾ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ

سے دُشمنی مول لیتا ہے تو یقیناً اللہ کا عذاب بڑا سخت ہے ﴿۱۳﴾ یہ سب تو (اب) چکھ لو، اس کے علاوہ حقیقت یہ ہے کہ کافروں کے لئے

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ

(اصل) عذاب دوزخ کا ہے ﴿۱۴﴾ اے ایمان والو! جب کافروں سے تمہارا آمنا سامنا ہو جائے، جبکہ وہ چڑھائی کر کے آرہے ہوں، تو اُن

كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ﴿۱۵﴾ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا

کو پیٹھ مت دِکھاؤ ﴿۱۵﴾ اور اگر کوئی شخص کسی جنگی چال کی وجہ سے ایسا کر رہا ہو، یا اپنی کسی جماعت سے جا ملنا چاہتا ہو، اُس کی بات تو اور ہے،

مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ

مگر اُس کے سوا جو شخص ایسے دن اپنی پیٹھ پھیرے گا تو وہ اللہ کی طرف سے غضب لے کر لوٹے گا، اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہوگا، اور وہ بہت بُرا

جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶﴾ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۠ وَمَا

ٹھکانا ہے۔(۸) ﴿۱۶﴾ چنانچہ (مسلمانو! حقیقت میں) تم نے ان (کافروں) کو قتل نہیں کیا تھا، بلکہ انہیں اللہ نے قتل کیا تھا، اور (اے پیغمبر!) جب تم

رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ بَلَآءً

نے ان پر (مٹی) پھینکی تھی تو وہ تم نے نہیں، بلکہ اللہ نے پھینکی تھی،(۹) اور (تمہارے ہاتھوں یہ کام اس لئے کرایا تھا) تاکہ اس کے ذریعے اللہ

حَسَنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ

مؤمنوں کو بہترین اَجر عطا کرے۔ بیشک اللہ ہر بات کو سننے والا، ہر چیز کو جاننے والا ہے ﴿۱۷﴾ یہ سب کچھ تو اپنی جگہ، اس کے علاوہ یہ بات بھی تھی

---

(۸) یہاں دُشمن کے مقابلے سے پیٹھ پھیرنے کو ہر حالت میں ناجائز قرار دیا گیا ہے، چاہے دُشمن کی تعداد کتنی زیادہ ہو، اور جنگِ بدر کے وقت صورتِ حال یہی تھی۔ البتہ بعد میں اس حکم کی تفصیل اسی سورت کی آیت ۶۵ اور ۶۶ میں بیان فرمائی گئی ہے جس کی رُو سے اب حکم یہ ہے کہ دُشمن کی تعداد اگر دُگنی یا اُس سے کم ہو، تب تو میدان چھوڑنا حرام ہے، لیکن اگر اُن کی تعداد اس سے زیادہ ہو تو میدان چھوڑنے کی اجازت ہے۔ پھر جس وقت دُشمن کو پیٹھ دِکھانا ناجائز ہوتا ہے، اُس میں بھی اس آیت نے دو صورتوں کو مستثنیٰ رکھا ہے۔ ایک یہ کہ بعض اوقات جنگ ہی کی کسی حکمتِ عملی کے طور پر پیچھے ہٹنا پڑتا ہے، مقصد میدان سے بھاگنا نہیں ہوتا۔ ایسے میں پیچھے ہٹنا جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ پیچھے ہٹ کر اپنی فوج کے پاس جانا اس لئے مقصود ہو کہ اُن کی مدد لے کر دوبارہ حملہ کیا جائے۔ یہ صورت بھی جائز ہے۔

(۹) جنگِ بدر کے موقع پر جب دُشمن پوری طاقت سے حملہ کرنے کے لئے چڑھا چلا آرہا تھا، اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک مٹھی میں مٹی اور کنکر اُٹھا کر دُشمن کی طرف پھینکے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وہ کنکریاں دُشمن کے ہر فرد تک پہنچا دیں، جو اُن کی آنکھوں وغیرہ میں جا کر لگیں، اور اُن سے لشکر میں افرا تفری مچ گئی۔ یہ اُس واقعے کی طرف اشارہ ہے۔

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَ اِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ

کہ اللہ کو کافروں کی ہر سازش کو کمزور کرنا تھا۔(۱۰) ﴿۱۸﴾ (اے کافرو!) اگر تم فیصلہ چاہتے تھے، تو لو! اب فیصلہ تمہارے سامنے آگیا۔ اب اگر تم باز آجاؤ

لَّكُمْ ۚ وَ اِنْ تَعُوْدُوْا نَعُدْ ۚ وَ لَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَوْ

تو یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہوگا، اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے (جواَب تک کرتے رہے ہو) تو ہم بھی پھر وہی کام کریں گے (جواَب کیا ہے)۔ اور

ع كَثُرَتْ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ

تمہارا جتھہ تمہارے کچھ کام نہیں آئے گا، چاہے وہ کتنا زیادہ ہو، اور یاد رکھو کہ اللہ مؤمنوں کے ساتھ ہے۔ ﴿۱۹﴾ اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے

وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَ لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ

رسول کی تابع داری کرو، اور اس (تابع داری) سے منہ نہ موڑو، جبکہ تم (اللہ اور رسول کے اَحکام) سن رہے ہو ﴿۲۰﴾ اور اُن لوگوں کی طرح نہ

قَالُوْا سَمِعْنَا وَ هُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ

ہوجانا جو کہتے تو ہیں کہ ہم نے سن لیا، مگر وہ (حقیقت میں) سنتے نہیں ہیں ﴿۲۱﴾ یقین رکھو کہ اللہ کے نزدیک بدترین جانور وہ بہرے گونگے لوگ

الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ لَوْ عَلِمَ اللّٰهُ فِيْهِمْ خَيْرًا لَّاَسْمَعَهُمْ ؕ

ہیں جو عقل سے کام نہیں لیتے۔(۱۱) ﴿۲۲﴾ اور اگر اللہ کے علم میں ان کے اندر کوئی بھلائی ہوتی تو وہ اُن کو سننے کی توفیق دے دیتا، لیکن اب (جبکہ ان

وَ لَوْ اَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

میں بھلائی نہیں ہے) اگر اُن کو سننے کی توفیق دے بھی دے تو وہ منہ موڑ کر بھاگ جائیں گے۔(۱۲) ﴿۲۳﴾ اے ایمان والو!

---

(۱۰) یہ درحقیقت ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو اپنی قدرت سے دُشمن کو براہِ راست ہلاک کرسکتا تھا، پھر اُس نے مسلمانوں کو کیوں استعمال کیا، اور کنکریاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے کیوں پھنکوائیں؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ اوّل تو اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ وہ تکوینی اُمور بھی کسی ظاہری سبب کے ذریعے انجام دِلواتا ہے، اور یہاں مسلمانوں کو اس لئے ذریعہ بنایا گیا کہ ان کو اَجر وثواب حاصل ہو، اور دوسرے وہ کافروں کو بھی یہ دِکھانا چاہتا تھا کہ جن سازشوں اور وسائل پر اُنہیں ناز ہے، وہ سب اُن لوگوں کے ہاتھوں خاک میں مل سکتے ہیں جنہیں تم کمزور سمجھتے رہے ہو۔

(۱۱) پچھلی آیت میں سننے سے مراد سمجھنا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ کافر لوگ کانوں سے تو سننے کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اس لحاظ سے وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں، کیونکہ بے زبان جانور اگر کسی کی بات کو نہ سمجھیں تو اتنی بُری بات نہیں ہے۔ اُن میں یہ صلاحیت پیدا ہی نہیں کی گئی، اور نہ اُن سے یہ مطالبہ ہے۔ لیکن انسانوں میں تو سمجھنے کی صلاحیت پیدا کی گئی ہے، اور اُن سے یہ مطالبہ بھی ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر کوئی راستہ اپنائیں۔ اگر وہ سمجھنے کی کوشش نہ کریں تو جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

(۱۲) بھلائی سے یہاں مراد حق کی طلب اور جستجو ہے، اور جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا، سننے سے مراد سمجھنا ہے۔ اس طرح اس آیت میں یہ اہم نکتہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق اُس کو دیتا ہے جس کے دِل میں حق کی طلب ہو۔ اگر کسی میں حق کی طلب ہی نہ ہو، اور وہ غفلت کی حالت میں اس طرح زندگی گذار رہا ہو کہ بس جو کچھ میں کر رہا ہوں، ٹھیک کر رہا

اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۚ وَاعْلَمُوٓا اَنَّ اللّٰهَ

اللہ اور رسول کی دعوت قبول کرو، جب رسول تمہیں اُس بات کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشنے والی ہے۔ (۱۳) اور یہ بات جان رکھو کہ اللہ انسان

يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا

اور اُس کے دِل کے درمیان آڑ بن جاتا ہے، (۱۴) اور یہ کہ تم سب کو اسی کی طرف اکٹھا کرکے لے جایا جائے گا (۲۴) اور ڈرو اُس

تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ

وبال سے جو تم میں سے صرف اُن لوگوں پر نہیں پڑے گا جنہوں نے ظلم کیا ہوگا، (۱۵) اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب

ہوں، اور مجھے کسی سے کچھ سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے، تو اوّل تو وہ حق بات کو سمجھنے ہی سے محروم رہتا ہے، اور اگر سمجھ بھی جائے تو اُس کا نوٹس ہی نہیں لیتا، اور حق سے بدستور منہ موڑے رہتا ہے۔

(۱۳) اس مختصر جملے میں بڑی عظیم حقیقت بیان فرمائی گئی ہے۔ اوّل تو اِسلام کی دعوت اور اُس کے اَحکام ایسے ہیں کہ اگر اُن پر تمام انسان پوری طرح عمل کرنے لگیں تو اسی دُنیا میں وہ پُرسکون زندگی کی ضمانت دیتے ہیں۔ عبادات کے علاوہ، جو روحانی سکون کا بہترین ذریعہ ہیں، اسلام کے تمام معاشرتی، معاشی اور سیاسی اَحکام دُنیا کو نہایت خوشگوار زندگی فراہم کرسکتے ہیں۔ دوسری طرف زندگی تو اصل میں آخرت کی ابدی زندگی ہے، اور اُس کی خوشگواری تمام تر اِسلامی اَحکام کی پیروی پر موقوف ہے۔ لہٰذا اگر کسی کو اِسلام کا کوئی حکم مشکل بھی محسوس ہو تو اُسے یہ سوچنا چاہئے کہ میری خوشگوار زندگی کا دارومدار اس پر ہے۔ جس طرح انسان زندگی کی خاطر بڑے سے بڑے اور مشکل آپریشن کو منظور کرلیتا ہے، اسی طرح شریعت کا ہر وہ حکم جس میں محنت یا مشقت معلوم ہوتی ہو، یا نفسانی خواہشات کی قربانی دینی پڑتی ہو، اُس کو بھی خندہ پیشانی سے منظور کرنا چاہئے، کیونکہ اس کی حقیقی زندگی کا دارومدار اس پر ہے۔

(۱۴) اس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کے دِل میں حق کی طلب ہوتی ہے، اگر اُس کے دِل میں کبھی گناہ کا تقاضا پیدا ہو، اور وہ طالبِ حق کی طرح اللہ تعالیٰ سے رجوع کرکے اُس سے مدد مانگے تو اللہ تعالیٰ اُس کے اور گناہ کے درمیان آڑ بن جاتے ہیں، اور وہ گناہ کے اِرتکاب سے محفوظ رہتا ہے، اور اگر کبھی غلطی ہو بھی جائے تو اُسے توبہ کی توفیق ہوجاتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے دِل میں حق کی طلب نہ ہو، اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نہ کرتا ہو تو اگر کبھی اُس کے دِل میں نیک خیال آ بھی جائے، اور وہ اُسے ٹلاتا چلا جائے تو اُسے نیکی کی توفیق نہیں ملتی، کچھ نہ کچھ اسباب ایسے پیدا ہوجاتے ہیں کہ اُس کے دِل میں جو خیال آیا تھا، وہ کمزور پڑجاتا ہے، یا اُس پر عمل کا موقع نہیں ملتا۔ اسی لئے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جب کسی نیکی کا خیال آئے تو اُسے فوراً کر گذرنا چاہئے، ٹلانا خطرناک ہے۔

(۱۵) اس آیتِ کریمہ میں ایک اور اہم حکم بیان فرمایا گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ ایک مسلمان کی ذمہ داری صرف یہ نہیں ہے کہ وہ اپنی ذات کی حد تک شریعت پر عمل کرلے۔ اُس کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ اگر معاشرے میں کوئی بُرائی پھیل رہی ہے تو اپنی طاقت کی حد تک اُس کو روکنے کی کوشش کرے۔ اگر لوگ اپنے اس فریضے میں کوتاہی کریں اور اُس بُرائی کا کوئی وبال آئے تو وہ وبال صرف

مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ … قَلِيْلٌ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ
الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ

برا سخت ہے ﴿٢٥﴾ اور وہ وقت یاد کرو جب تم تعداد میں تھوڑے تھے، تمہیں لوگوں نے (تمہاری) سرزمین میں دبا کر

تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ

رکھا ہوا تھا، تم ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اُچک کر لے جائیں گے۔ پھر اللہ نے تمہیں ٹھکانا دیا، اور اپنی مدد سے تمہیں مضبوط بنادیا،

الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ

اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا کیا، تاکہ تم شکر کرو۔ ﴿٢٦﴾ اے ایمان والو! اللہ

وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٧﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ

اور رسول سے بے وفائی نہ کرنا، اور نہ جانتے بوجھتے اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب ہونا ﴿٢٧﴾ اور یہ بات سمجھ لو کہ تمہارے مال اور تمہاری

اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٨﴾ يٰٓاَيُّهَا ع ٣ ٩ ١٧

اولاد ایک آزمائش ہیں،[16] اور یہ کہ عظیم انعام اللہ ہی کے پاس ہے۔ ﴿٢٨﴾ اے ایمان والو!

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ

اگر تم اللہ کے ساتھ تقویٰ کی رَوِش اختیار کرو گے تو وہ تمہیں (حق و باطل کی) تمیز عطا کردے گا،[17] اور تمہاری بُرائیوں کا کفارہ

سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٩﴾ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ

کردے گا، اور تمہیں مغفرت سے نوازے گا، اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔ ﴿٢٩﴾ اور (اے پیغمبر!) وہ وقت یاد کرو جب کافر لوگ تمہارے

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَ

خلاف منصوبے بنا رہے تھے کہ تمہیں گرفتار کرلیں، یا تمہیں قتل کردیں، یا تمہیں (وطن سے) نکال دیں۔ وہ اپنے منصوبے بنا رہے تھے، اور اللہ اپنا

يَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿٣٠﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ

منصوبہ بنا رہا تھا، اور اللہ سب سے بہتر منصوبہ بنانے والا ہے۔[18] ﴿٣٠﴾ اور جب ان کے سامنے ہماری آیتوں کی تلاوت کی جاتی ہے تو یہ کہتے ہیں کہ:

اُن لوگوں کی حد تک محدود نہیں رہے گا جو اُس بُرائی میں براہِ راست ملوث تھے، بلکہ جو لوگ اُس بُرائی کا خود تو اِرتکاب نہیں کر رہے تھے، مگر دوسروں کو اُس سے روکتے بھی نہیں تھے، وہ بھی اُس وبال کا شکار ہوں گے۔

(۱۶) مال اور اولاد کی محبت تو اِنسان کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے، اور معقول حد تک ہو تو بُری بھی نہیں ہے۔ لیکن آزمائش یہ ہے کہ یہ محبت اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر تو آمادہ نہیں کر رہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کے ساتھ یہ محبت ہوگی تو نہ صرف جائز، بلکہ باعثِ ثواب ہے، لیکن اگر وہ نافرمانی تک لے جائے تو ایک وبال ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کی اس سے حفاظت فرمائیں۔ آمین

(۱۷) تقویٰ کی یہ خاصیت ہے کہ وہ انسان کو ایسی سمجھ عطا کردیتا ہے جو حق اور ناحق میں تمیز کرنے کی اہلیت رکھتی ہے، اور گناہ کی ایک خاصیت یہ ہے کہ وہ انسان کی عقل خراب کردیتا ہے جس سے وہ اچھے کو بُرا اور بُرے کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔

(۱۸) یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے واقعے کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ کفارِ مکہ نے جب یہ دیکھا کہ اسلام

سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَ

"(بس!) ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو اس جیسی باتیں ہم بھی کہہ لائیں۔ یہ (قرآن) اور کچھ نہیں، صرف پچھلے لوگوں کے افسانے ہیں۔" (۳۱)

اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا

(اور ایک وقت وہ تھا) جب انہوں نے کہا تھا کہ: "یااللہ! اگر یہ (قرآن) ہی وہ حق ہے جو تیری طرف سے آیا ہے تو ہم پر

حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ

آسمان سے پتھروں کی بارش برسادے، یا ہم پر کوئی اور تکلیف دہ عذاب ڈال دے۔" (۳۲) اور (اے پیغمبر!) اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان کو اس حالت

لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾

میں عذاب دے جب تم ان کے درمیان موجود ہو، اور اللہ اس حالت میں بھی ان کو عذاب دینے والا نہیں ہے جب وہ استغفار کرتے ہوں۔[19] (۳۳)

وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا

اور بھلا ان میں کیا خوبی ہے کہ اللہ اُن کو عذاب نہ دے جبکہ وہ لوگوں کو مسجدِ حرام سے روکتے ہیں،[20] حالانکہ وہ اُس کے

تیزی سے پھیل رہا ہے، اور مدینہ منوّرہ میں بڑی تعداد مسلمان ہو چکی ہے تو انہوں نے ایک مجلسِ مشاورت منعقد کی، اُس میں مختلف تجویزیں پیش کی گئیں۔ یہ آیت ان تمام تجویزوں کا ذکر کر رہی ہے، یعنی گرفتاری، قتل اور جلاوطنی۔ آخر میں فیصلہ یہ ہوا تھا کہ مختلف قبیلوں سے ایک ایک نوجوان لے کر سب یکبارگی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حملہ آور ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ ساری باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے بتادیں، اور ہجرت کا حکم دے دیا۔ آپ کے گھر کا محاصرہ ہو چکا تھا، مگر آپ وہاں سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے اس طرح نکل آئے کہ وہ آپ کو نہ دیکھ سکے۔ تفصیلی واقعہ سیرت کی کتابوں میں موجود ہے، اور "معارف القرآن" میں بھی اس آیت کے تحت بیان ہوا ہے۔

(۱۹) مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے کفر اور شرک کی وجہ سے مستحق تو اسی بات کے تھے کہ ان پر عذاب نازل کیا جائے، لیکن دو وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل نہیں فرمایا۔ ایک وجہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ مکہ مکرّمہ میں موجود ہیں، اور آپ کے ہوتے ہوئے عذاب نازل نہیں ہو سکتا، کیونکہ نبی کی موجودگی میں اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نہیں بھیجتا، جب نبی بستی سے نکل جاتے ہیں، تب عذاب آتا ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا گیا ہے، اس لئے آپ کی برکت سے عذابِ عام اس اُمت پر نہیں آئے گا۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ مکہ مکرّمہ میں بہت سے مسلمان اِستغفار کرتے رہتے ہیں۔ ان کے اِستغفار کی برکت سے عذاب رُکا ہوا ہے۔ اور بعض مفسرین نے اس کی یہ تشریح بھی کی ہے کہ خود مشرکینِ مکہ بھی اپنے طواف کے دوران کثرت سے "غفرانک، غفرانک" کہتے رہتے تھے، جو اِستغفار ہی کی ایک قسم ہے۔ اگرچہ کفر و شرک کے ساتھ یہ اِستغفار آخرت کے عذاب کو دُور کرنے کے لئے تو کافی نہیں تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کافروں کی نیکیوں کا بدلہ اسی دُنیا میں دے دیتے ہیں، اس لئے اُن کے اِستغفار کا اثر یہ ہے کہ اُن پر دُنیا میں کوئی اُس طرح کا عذابِ عام نازل نہیں ہوا جیسا عاد و ثمود وغیرہ پر آیا تھا۔

(۲۰) یعنی اگرچہ مذکورہ بالا دو وجہ سے ان پر دُنیا میں کوئی عام عذاب تو نہیں آیا، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ لوگ عذاب کے

كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا

متولی نہیں ہیں۔ متقی لوگوں کے سوا کسی قسم کے لوگ اُس کے متولی نہیں ہو سکتے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ (اس بات کو)

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ

نہیں جانتے (۳۴) اور بیت اللہ کے پاس ان کی نماز سیٹیاں بجانے اور تالیاں پیٹنے کے سوا کچھ بھی نہیں۔ لہٰذا (اے کافرو!) جو کافرانہ باتیں تم

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ

کرتے رہے ہو، ان کی وجہ سے اب عذاب کا مزہ چکھو (۳۵) جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے وہ اپنے مال اس کام کے لئے خرچ کر رہے ہیں کہ

لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ

لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکیں۔(۲۱) نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ لوگ خرچ تو کریں گے، مگر پھر یہ سب کچھ ان کے لئے حسرت کا سبب بن جائے گا، اور

يُغْلَبُوْنَ ۬ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لا لِيَمِيْزَ اللّٰهُ

آخرکار یہ مغلوب ہو جائیں گے۔ اور (آخرت میں) ان کافر لوگوں کو جہنم کی طرف اکٹھا کر کے لایا جائے گا (۳۶) تاکہ اللہ ناپاک (لوگوں) کو

الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ

پاک (لوگوں) سے الگ کردے، اور ایک ناپاک کو دوسرے ناپاک پر رکھ کر سب کا ایک ڈھیر بنائے، اور اس ڈھیر کو

ع ۹ ۱۸ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

جہنم میں ڈال دے۔ یہی لوگ ہیں جو سراسر خسارے میں ہیں (۳۷) (اے پیغمبر!) جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، ان سے کہہ دو کہ: ''اگر وہ باز

اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ

آجائیں تو پہلے ان سے جو کچھ ہوا ہے، اُسے معاف کردیا جائے گا۔(۲۲) اور اگر وہ پھر وہی کام کریں گے تو پچھلے لوگوں کے ساتھ جو معاملہ ہوا،

مستحق نہیں ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ کفر و شرک کے علاوہ ان کی ایک خرابی یہ ہے کہ یہ مسلمانوں کو مسجدِ حرام میں عبادت کرنے سے روکتے ہیں، جیسا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعے میں پیچھے گذر چکا ہے۔ (دیکھئے اس سورت کا ابتدائی تعارف) لہٰذا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے صحابہ مکہ مکرّمہ سے نکل جائیں گے تو ان پر جزوی عذاب آئے گا، جو بعد میں فتح مکہ کی صورت میں سامنے آیا، اور پھر آخرت میں ان کو مکمل عذاب ہوگا۔

(۲۱) جنگِ بدر کے بعد قریش کے بچے کھچے سرداروں نے چندہ جمع کرنا شروع کیا تھا کہ اس سے ایک بڑی جنگ کی تیاری کریں۔ یہ آیت اُس موقع پر نازل ہوئی۔

(۲۲) اس آیت نے یہ اُصول بتادیا ہے کہ جب کوئی شخص ایمان لے آئے تو کفر کی حالت میں اُس نے جتنے بھی گناہ کئے ہوں وہ سب معاف ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ پچھلی نمازوں، روزوں اور دوسری عبادتوں کی قضا بھی اُس کے ذمے لازم نہیں ہوتی۔

سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ

وہ (ان کے سامنے) گذر ہی چکا ہے۔(٢٣) ﴿٣٨﴾ اور (مسلمانو!) ان کافروں سے لڑتے رہو، یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے، اور دین پورے کا پورا اللہ

لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٣٩﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا

کا ہوجائے۔(٢٤) پھر اگر یہ باز آجائیں تو اُن کے اعمال کو اللہ خوب دیکھ رہا ہے(٢٥) ﴿٣٩﴾ اور اگر یہ منہ موڑے رکھیں، تو یقین جانو کہ

اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿٤٠﴾ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ

اللہ تمہارا رکھوالا ہے، بہترین رکھوالا، اور بہترین مددگار! ﴿٤٠﴾ اور (مسلمانو!) یہ بات اپنے علم میں لے آؤ کہ تم جو کچھ

مِّنْ شَيْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ

مالِ غنیمت حاصل کرو، اُس کا پانچواں حصہ اللہ اور رسول اور اُن کے قرابت داروں اور یتیموں اور مسکینوں

وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا يَوْمَ

اور مسافروں کا حق ہے(٢٦) (جس کی ادائیگی تم پر واجب ہے،) اگر تم اللہ پر اور اُس چیز پر ایمان رکھتے ہو جو ہم نے

---

(٢٣) اس سے ان کافروں کی طرف بھی اشارہ ہے جو جنگِ بدر میں مارے گئے، اور اُن پچھلی اُمتوں کی طرف بھی جن پر عذاب نازل ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کا انجام تمہارے سامنے گذر چکا ہے۔ اگر تم اپنی ضد سے باز نہ آئے تو ویسا ہی انجام تمہارا بھی ہوسکتا ہے۔

(٢٤) جیسا کہ آگے سورۂ توبہ میں آئے گا، جزیرۂ عرب کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کا مرکز بنایا ہے، اس لئے یہاں حکم یہ ہے کہ کوئی کافر یا مشرک مستقل طور پر نہیں رہ سکتا۔ یا اسلام لائے، یا کہیں اور چلا جائے۔ اس لئے جزیرۂ عرب میں کافروں سے اُس وقت تک جنگ کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ ان دو باتوں میں سے کوئی ایک بات اختیار نہ کرلیں۔ البتہ جزیرۂ عرب سے باہر کا حکم مختلف ہے۔ وہاں غیر مسلموں کے ساتھ مختلف قسم کے معاہدے ہوسکتے ہیں۔ آیت کے تقریباً یہی الفاظ سورۂ بقرہ (٢: ١٩٣) میں بھی گذرے ہیں۔ وہاں ہم نے جو حاشیہ لکھا ہے، اُسے بھی ملاحظہ فرمالیا جائے۔

(٢٥) مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی کافر ظاہری طور پر اسلام لے آئے تو مسلمانوں کو یہی حکم ہے کہ وہ اُسے مسلمان سمجھیں، اور دِل کو ٹٹولنے کی کوشش نہ کریں، کیونکہ دِل کا حال اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، وہی اُن کے اعمال کو اچھی طرح دیکھ رہا ہے، اور آخرت میں اسی کے مطابق فیصلہ کرے گا۔

(٢٦) دُشمن کا جو مال جہاد کے دوران مجاہدین کے ہاتھ آیا ہو، وہ مالِ غنیمت کہلاتا ہے۔ اس آیت میں اس کی تقسیم کا اُصول بیان فرمایا گیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جتنا مال اس طرح حاصل ہو، اُس کے پانچ حصے کئے جائیں گے۔ ان میں سے چار حصے تو مجاہدین کے درمیان تقسیم ہوں گے، اور پانچواں حصہ بیت المال میں داخل کیا جائے گا۔ پھر بیت المال کے اس پانچویں حصے (خمس) کو کس طرح خرچ کیا جائے گا؟ اس کی تفصیل کرتے ہوئے اس آیت نے اوّل تو یہ بتلایا ہے کہ یہ مال اصل میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، اور اسی کے حکم کے تحت تقسیم ہوگا۔ اس کے بعد اس کے پانچ مصارف بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، دوسرا حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ داروں کا ہے، کیونکہ انہوں نے آپ کی اور اسلام کی

الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤١﴾ اِذْ اَنْتُمْ

اپنے بندے پر فیصلے کے دن نازل کی تھی،(٢٧) جس دن دو جماعتیں باہم ٹکرائی تھیں۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (٤١) وہ وقت یاد کرو جب تم لوگ وادی

بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ط

کے قریب والے کنارے پر تھے، اور وہ لوگ دُور والے کنارے پر، اور قافلہ تم سے نیچے کی طرف۔(٢٨) اور اگر تم پہلے سے (لڑائی کا) وقت آپس میں

وَلَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِي الْمِيْعٰدِ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ

طے کرتے تو وقت طے کرنے میں تمہارے درمیان ضرور اختلاف ہوجاتا، لیکن یہ واقعہ (کہ پہلے سے طے کئے بغیر لشکر ٹکرا گئے) اس لئے ہوا کہ

مَفْعُوْلًا ۙ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ط وَاِنَّ

جو کام ہوکر رہنا تھا، اللہ اُسے پورا کر دِکھائے، تاکہ جسے برباد ہونا ہو، وہ واضح دلیل دیکھ کر برباد ہو، اور جسے زندہ رہنا ہو، وہ واضح دلیل دیکھ کر زندہ

نصرت میں بڑی قربانیاں دی تھیں، اور اُن کے لئے زکوٰۃ کا مال بھی حرام قرار دے دیا گیا تھا۔ اور باقی تین حصے یتیموں، مسکینوں اور مسافروں میں خرچ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حصہ تھا، وہ جمہور فقہاء کے نزدیک آپ کی وفات کے بعد ختم ہوگیا۔ آپ کے رشتہ داروں کے حصے کے بارے میں فقہاء کے درمیان کچھ اختلاف ہے۔ اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ حصہ اب بھی باقی ہے، اور بنو ہاشم اور بنو المطلب کو بطورِ اِستحقاق دینا ضروری ہے، چاہے وہ حاجت مند ہوں، یا مال دار۔ لیکن دوسرے تمام فقہائے اہلِ سنت یہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ حاجت مند ہوں تب تو انہیں دوسرے حاجت مندوں پر ترجیح دے کر اس خمس میں سے دیا جائے گا، اور اگر وہ حاجت مند نہ ہوں تو ان کا کوئی مستقل حصہ نہیں ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خمس میں سے حصہ دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ فرما کر لینے سے انکار کر دیا کہ اس سال ہمارے خاندان کو ضرورت نہیں ہے۔ (ابوداؤد، حدیث نمبر ٢٩٨٤) چنانچہ حضرت علی سمیت چاروں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا عمل یہی رہا کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کے حضرات اگر حاجت مند ہوتے تو ان کو خمس میں سے حصہ دینے میں دوسروں پر مقدم رکھتے تھے، اور اگر حاجت مند نہ ہوتے تو نہیں دیتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اکثر فقہاء اور مفسرین کے نزدیک اس آیت میں جو پانچ مصارف بیان کئے گئے ہیں، ان کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان سب کو ضرور دیا جائے، اور سب کو برابر دیا جائے، بلکہ یہ مصرف زکوٰۃ کے آٹھ مصارف کی طرح ہیں (جن کا ذکر سورۂ توبہ ٩:٦٠ میں آنے والا ہے) کہ اِمام یعنی سربراہِ حکومت کو اِختیار ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق ان مصارف میں سے جس مصرف میں جتنا مناسب سمجھے تقسیم کرے۔ اس مسئلے کی مکمل تحقیق بندہ نے اپنی صحیح مسلم کی شرح تکملہ فتح الملہم (ج: ٣ ص: ٢٥٤ تا ٢٥٨) میں بیان کی ہے۔

(٢٧) اس سے مراد جنگِ بدر کا دن ہے، اس کو آیت میں "یوم الفرقان" فرمایا گیا ہے، یعنی وہ دن جس میں حق و باطل کے درمیان فیصلہ ہوگیا کہ تین سو تیرہ بے سروسامان لوگ ایک ہزار مسلح فوج پر معجزانہ طور سے غالب آگئے۔ اور جو چیز اُس دن نازل کی تھی اُس سے مراد فرشتوں کی مدد اور قرآنِ کریم کی وہ آیات ہیں جو اُس دن مسلمانوں کی تسلی کے لئے نازل کی گئیں۔

(٢٨) یہ میدانِ جنگ کا نقشہ بتایا جارہا ہے۔ "بدر" ایک وادی کا نام ہے، اُس کا وہ کنارہ جو مدینہ منورہ سے قریب تر ہے، اس پر مسلمانوں کا لشکر فروکش تھا، اور جو کنارہ مدینہ منوّرہ سے نسبۃً دُور ہے، اُس پر کفار کا لشکر تھا۔ اور قافلے سے مراد ابوسفیان کا قافلہ

اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۴۲﴾ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ

رہے،(۲۹) اور اللہ ہر بات سننے والا، ہر چیز جاننے والا ہے ﴿۴۲﴾ اور (اے پیغمبر!) وہ وقت یاد کرو جب اللہ خواب میں تمہیں اُن (دشمنوں) کی

كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ

تعداد کم دِکھا رہا تھا،(۳۰) اور اگر تمہیں اُن کی تعداد زیادہ دِکھا دیتا تو (اے مسلمانو!) تم ہمت ہار جاتے، اور تمہارے درمیان اس معاملے میں

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا

اختلاف پیدا ہو جاتا، لیکن اللہ نے (تمہیں اس سے) بچالیا۔ یقیناً وہ سینوں میں چھپی باتیں خوب جانتا ہے ﴿۴۳﴾ اور وہ وقت یاد کرو کہ جب تم

وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى

ایک دوسرے کے مدِمقابل آئے تھے تو اللہ تمہاری نگاہوں میں اُن کی تعداد کم دِکھا رہا تھا، اور اُن کی نگاہوں میں تمہیں کم کر کے دِکھا رہا تھا،(۳۱)

ہے جو اس وادی کے نیچے کی جانب ساحلِ سمندر کی طرف بچ کر نکل گیا تھا۔ تفصیل اس سورت کے شروع میں بیان ہو چکی ہے۔

(۲۹) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسباب ایسے پیدا فرما دیئے کہ کفارِ مکہ سے باقاعدہ جنگ ٹھن گئی، ورنہ اگر دونوں فریق پہلے سے جنگ کے لئے کوئی وقت طے کرنا چاہتے تو اِختلاف ہو جاتا، مسلمان چونکہ بے سروسامان تھے، اس لئے باقاعدہ جنگ سے کتراتے، اور مشرکین کے دِلوں پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت تھی، اس لئے وہ بھی خواہش کے باوجود جنگ کو ٹلانا چاہتے۔ لیکن جب انہیں اپنا تجارتی قافلہ خطرے میں نظر آیا تو ان کے پاس جنگ کے سوا کوئی چارہ نہ رہا، اور مسلمانوں کے سامنے جب لشکر آ ہی گیا تو وہ بھی لڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ اسباب ہم نے اس لئے پیدا کئے کہ ایک مرتبہ فیصلہ کن معرکہ ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ کی عطا فرمائی ہوئی فتح و نصرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کھل کر سامنے آ جائے۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص کفر کر کے بربادی کا راستہ اختیار کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل کے واضح ہونے کے بعد اِختیار کرے، اور جو شخص اسلام لا کر باعزت زندگی اختیار کرے، وہ بھی اس واضح دلیل کی روشنی میں کرے۔

(۳۰) جنگ شروع ہونے سے پہلے جب ابھی تک مسلمانوں کو یہ پتہ نہیں چلا تھا کہ حملہ آور کافروں کی تعداد کتنی ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کافروں کے لشکر کو کم کر کے دِکھایا گیا۔ آپ نے وہ خواب صحابہ کرامؓ سے بیان فرمایا، جس سے ان کے حوصلے بلند ہوئے۔ اِمام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کا خواب چونکہ واقعے کے خلاف نہیں ہو سکتا، اس لئے بظاہر آپ کو لشکر کا ایک حصہ دِکھایا گیا تھا، آپ نے اسی حصے کے بارے میں لوگوں کو بتایا کہ وہ تھوڑے لوگ ہیں۔ اور بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ خواب میں جو چیز دِکھائی جاتی ہے، وہ عالم مثال سے تعلق رکھتی ہے، عین وہ چیز مراد نہیں ہوتی جو خواب میں نظر آ رہی ہو، اسی لئے خواب میں تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے۔ لہٰذا خواب میں سارے لشکر کی تعداد اگرچہ واقعی کم دِکھائی گئی، لیکن اس کمی کی اصل تعبیر یہ تھی کہ یہ سارا لشکر بے حیثیت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس تعبیر کا علم تھا، اور آپ نے یہ خواب صحابہؓ کے سامنے اس لئے بیان فرمایا تاکہ ان کے حوصلے بڑھ جائیں۔

(۳۱) یہ اُس خواب کے علاوہ بیداری کا واقعہ ہے جو عین اُس وقت پیش آیا جب دونوں لشکر آمنے سامنے آ گئے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کچھ ایسی کیفیت طاری فرما دی کہ کفار کا وہ لشکرِ جرار ان کو بہت معمولی محسوس ہوا۔

ع اللهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا

تا کہ جو کام ہو کر رہنا تھا، اللہ اُسے پورا کر دِکھائے۔ اور تمام معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ﴿۴۴﴾ اے ایمان والو! جب تمہارا

وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا

کسی گروہ سے مقابلہ ہو جائے تو ثابت قدم رہو، اور اللہ کا کثرت سے ذکر کرو، تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو ﴿۴۵﴾ اور اللہ اور اس کے رسول کی

تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ

اطاعت کرو، اور آپس میں جھگڑا نہ کرو، ورنہ تم کمزور پڑ جاؤ گے، اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ اور صبر سے کام لو۔ یقین رکھو کہ اللہ صبر کرنے

الصّٰبِرِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ

والوں کے ساتھ ہے ﴿۴۶﴾ اور اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو اپنے گھروں سے اکڑتے ہوئے، اور لوگوں کو اپنی شان دِکھاتے ہوئے نکلے تھے، اور

النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَاِذْ

دوسروں کو اللہ کے راستے سے روک رہے تھے۔ (۳۲) اور اللہ نے لوگوں کے سارے اعمال کو (اپنے علم کے) احاطے میں لیا ہوا ہے۔ (۳۳) ﴿۴۷﴾ اور وہ

زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ

وقت (بھی قابلِ ذکر ہے) جب شیطان نے ان (کافروں) کو یہ سجھایا تھا کہ ان کے اعمال بڑے خوشنما ہیں، اور یہ کہا تھا کہ: ''آج انسانوں

جَارٌ لَّكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ

میں کوئی نہیں ہے جو تم پر غالب آسکے، اور میں تمہارا محافظ ہوں (۳۴)۔'' پھر جب دونوں گروہ آمنے سامنے آئے تو وہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹا، اور کہنے

---

(۳۲) اس سے مراد کفارِ قریش کا وہ لشکر ہے جو جنگِ بدر کے موقع پر بڑا اکڑتا اِتراتا اور اپنی شان و شوکت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نکلا تھا۔ سبق یہ دینا ہے کہ جنگی طاقت کتنی بھی ہو، اُس پر بھروسہ کر کے تکبر میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے، بلکہ بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر رکھنا چاہئے۔

(۳۳) مطلب غالبًا یہ ہے کہ بعض مرتبہ ایک شخص بظاہر اِخلاص سے کام کرتا نظر آتا ہے، لیکن اُس کی نیت دِکھاوے کی ہوتی ہے، یا اس کے برعکس بعض مرتبہ کسی شخص کا انداز بظاہر دِکھاوے کا ہوتا ہے (جیسے دُشمن کو مرعوب کرنے کے لئے کبھی طاقت کا مظاہرہ بھی کرنا پڑتا ہے) لیکن وہ اِخلاص کے ساتھ بھروسہ اللہ ہی پر کرتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کو تمام اعمال کی اصل حقیقت کا پورا پورا علم ہے، اس لئے وہ ان کی جزا یا سزا کا فیصلہ اپنے اسی علمِ محیط کی بنیاد پر فرمائے گا، محض ظاہری حالت کی بنیاد پر نہیں (تفسیر کبیر)۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۳۴) شیطان کی طرف سے یہ یقین دہانی اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ اس نے مشرکین کے دِل میں یہ خیال ڈالا ہو، لیکن اگلے جملے میں جو واقعہ ذکر فرمایا گیا ہے، اس سے ظاہر یہی ہے کہ اُس نے کسی انسانی شکل میں آ کر مشرکین کو اُکسایا تھا۔ چنانچہ حافظ ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب مشرکینِ مکہ جنگ کے ارادے سے روانہ ہونے لگے تو انہیں یہ خطرہ لاحق ہوا کہ ان کے پیچھے ان کے گھروں پر قبیلہ بکر کے لوگ حملہ نہ کر دیں جن سے ان کی پرانی دُشمنی چلی آتی تھی۔ اس موقع پر

مِّنْكُمْ اِنِّیْۤ اَرٰی مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ

لگا: ''میں تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتا، مجھے جو کچھ نظر آرہا ہے، وہ تمہیں نظر نہیں آرہا۔ مجھے اللہ سے ڈر لگ رہا ہے، اور اللہ کا عذاب بڑا

الْعِقَابِ ﴿٤٨﴾ ع اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ع

سخت ہے۔'' ﴿٤٨﴾ اور یاد کرو جب منافقین اور وہ لوگ جن کے دِلوں میں روگ تھا، یہ کہہ رہے تھے کہ: ''ان (مسلمانوں) کو ان کے دِین نے

غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿٤٩﴾

دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔''(٣٥) حالانکہ جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ سب پر غالب ہے، بڑی حکمت والا ہے ﴿٤٩﴾ اور اگر تم دیکھتے (تو وہ عجیب

وَلَوْ تَرٰۤی اِذْ یَتَوَفَّی الَّذِیْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ

منظر تھا) جب فرشتے ان کافروں کی روح قبض کر رہے تھے، اُن کے چہروں اور پشت پر مارتے جاتے تھے، (اور کہتے جاتے تھے کہ:) ''اب

اَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿٥٠﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَ

جلنے کے عذاب کا مزہ (بھی) چکھنا ﴿٥٠﴾ یہ سب کچھ اُن اعمال کا بدلہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیج رکھے تھے، اور یہ بات طے ہے کہ اللہ

اَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ﴿٥١﴾ ۙ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ

بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' ﴿٥١﴾ (ان لوگوں کا حال ایسا ہی ہوا) جیسا فرعون کی قوم اور ان سے پہلے لوگوں کا حال ہوا تھا۔ انہوں نے

قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ

اللہ کی نشانیوں کو ماننے سے انکار کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ یقیناً اللہ کی طاقت بڑی

شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿٥٢﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ یَكُ مُغَیِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰی

ہے (اور) عذاب بڑا سخت! ﴿٥٢﴾ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اللہ کا دستور یہ ہے کہ اُس نے جو نعمت کسی قوم کو دی ہو، اُسے اُس وقت تک بدلنا گوارا

قَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿٥٣﴾ ۙ كَدَاْبِ اٰلِ

نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی حالت تبدیل نہ کرلیں،(٣٦) اور اللہ ہر بات سنتا، سب کچھ جانتا ہے ﴿٥٣﴾ (اس معاملے میں بھی ان کا حال) ایسا

شیطان اس قبیلے کے ایک سردار سراقہ کے رُوپ میں ان کے سامنے آیا، اور اس نے اطمینان دِلایا کہ تمہارے لشکر کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ کوئی تم پر غالب نہیں آسکے گا، اور دوسرے یہ کہ تم ہمارے قبیلے کی طرف سے بےفکر رہو، میں خود تمہارا محافظ ہوں، اور تمہارے ساتھ چلوں گا۔ مشرکینِ مکہ اس کی بات سے مطمئن ہوگئے۔ لیکن جب بدر کے میدان میں فرشتوں کا لشکر سامنے آیا تو شیطان جو سراقہ کی شکل میں ان کے ساتھ تھا، یہ کہہ کر بھاگ کھڑا ہوا کہ میں تمہاری کوئی ذمہ داری نہیں لے سکتا، اور مجھے وہ فوج نظر آرہی ہے جو تم نہیں دیکھ سکتے۔ بعد میں جب مشرکین کا لشکر شکست کھا کر مکہ مکرّمہ لوٹا تو انہوں نے سراقہ سے شکایت کی کہ تم نے ہمیں بڑا دھوکا دیا۔ سراقہ نے جواب میں کہا کہ مجھے تو اس قصے کا ذرا بھی پتہ نہیں، اور نہ میں نے ایسی کوئی بات کہی تھی۔

(٣٥) جب مسلمانوں نے بے سروسامانی کی حالت میں اتنے بڑے لشکر سے ٹکر لے لی تو منافقین نے کہا تھا کہ یہ اپنے دِین کے گھمنڈ میں بڑا دھوکا کھا رہے ہیں، ان میں کفارِ مکہ کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے۔

(٣٦) یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں کو عذاب سے اسی وقت بدلتا ہے جب کوئی قوم اپنی حالت کو خود بدل لیتی ہے۔ کفارِ مکہ کو اللہ تعالیٰ

فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ

ہی ہوا جیسا فرعون کی قوم اور اُن سے پہلے لوگوں کا حال ہوا تھا۔ انہوں نے اپنے رَبّ کی نشانیوں کو جھٹلایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے ان کے گناہوں

بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ۝۵۴ اِنَّ شَرَّ الدَّوَاۗبِّ عِنْدَ

کی وجہ سے انہیں ہلاک کردیا، اور فرعون کی قوم کو غرق کردیا، اور یہ سب ظالم لوگ تھے۔ (۵۴) یقین جانو کہ اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والے

اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۵ اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ

جان داروں میں بدترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے کفر اپنالیا ہے، جس کی وجہ سے وہ ایمان نہیں لاتے۔(۳۷) (۵۵) یہ لوگ وہ ہیں جن سے تم نے عہد لے

يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ۝۵۶ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي

رکھا ہے، اس کے باوجود یہ ہر مرتبہ اپنے عہد کو توڑ دیتے ہیں، اور ذرا نہیں ڈرتے۔(۳۸) (۵۶) لہٰذا اگر کبھی یہ لوگ جنگ میں تمہارے ہاتھ لگ جائیں، تو

الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ۝۵۷ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ

ان کو سامانِ عبرت بنا کر اُن لوگوں کو بھی تتر بتر کر ڈالو جو ان کے پیچھے ہیں، تاکہ وہ یاد رکھیں۔(۳۹) (۵۷) اور اگر تمہیں کسی قوم سے بدعہدی کا اندیشہ ہو تو

ع قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ عَلٰي سَوَاۗءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَاۗىِٕنِيْنَ ۝۵۸

تم وہ معاہدہ اُن کی طرف صاف سیدھے طریقے سے پھینک دو۔(۴۰) یاد رکھو کہ اللہ بدعہدی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (۵۸) اور کافر لوگ ہرگز یہ

نے ہر قسم کی نعمتیں عطا فرمائی تھیں جن میں سب سے بڑی نعمت یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انہی کے درمیان مبعوث کیا گیا۔ اگر وہ اس وقت ضد سے کام لینے کے بجائے حق طلبی اور انصاف سے کام لیتے تو ان کے لئے اسلام قبول کرنا کچھ مشکل نہیں تھا، لیکن انہوں نے اس نعمت کی ناشکری کرکے اور ضد سے کام لے کر اپنی حالت کو بدل لیا، اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اسلام قبول کرنے کو اپنے وقار کا مسئلہ بنالیا، جس سے حق کو قبول کرنا ان کے لئے مشکل ہوگیا۔ جب انہوں نے اپنی حالت اس طرح بدل لی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی نعمتوں کو عذاب سے تبدیل کردیا۔

(۳۷) دیکھئے پیچھے آیت نمبر ۲۲ کا حاشیہ۔

(۳۸) اس سے مراد وہ یہودی ہیں جو مدینہ منوّرہ کے آس پاس آباد تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے معاہدہ فرمایا تھا کہ وہ اور مسلمان آپس میں امن کے ساتھ رہیں گے، اور ایک دوسرے کے دُشمن کا ساتھ نہیں دیں گے۔ یہودیوں نے بار بار اس عہد کی خلاف ورزی کی تھی، اور خفیہ طور پر کفارِ مکہ کے ساتھ ساز باز کرتے رہتے تھے۔

(۳۹) مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کسی جنگ میں کھل کر مسلمانوں کے مقابلے پر آجائیں تو انہیں ایسا سبق سکھایا جائے کہ نہ صرف ان کو بدعہدی کا انجام پتہ لگ جائے، بلکہ جو کفارِ مکہ اُن کو پیچھے سے اُکساتے رہتے ہیں، ان کو بھی ایسی عبرت ہو کہ ان کے منصوبے تتر بتر ہو کر رہ جائیں۔

(۴۰) یہ اس صورت کا حکم بیان ہورہا ہے جب ان لوگوں کی طرف سے کھلی بدعہدی تو نہ ہوئی ہو، لیکن اندیشہ ہو کہ کسی وقت وہ بدعہدی کرکے مسلمانوں کو نقصان پہنچادیں گے۔ ایسے موقع کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ واضح طور پر معاہدے کے ختم کرنے کا اعلان کردیں، اور انہیں بتادیں کہ اب ہم میں سے کوئی معاہدے کا پابند نہیں ہے، اور ہر فریق دوسرے کے خلاف

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ۚ اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿٥٩﴾ وَاَعِدُّوْا

خیال بھی دِل میں نہ لائیں کہ وہ بھاگ نکلے ہیں۔(٤١) یہ یقینی بات ہے کہ وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔ ﴿٥٩﴾ اور (مسلمانو!) جس قدر طاقت اور

لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ

گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں، ان سے مقابلے کے لئے تیار کرو،(٤٢) جن کے ذریعے تم اللہ کے دُشمن اور اپنے (موجودہ) دُشمن پر بھی

وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَا

ہیبت طاری کرسکو، اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جنہیں ابھی تم نہیں جانتے، (مگر) اللہ انہیں جانتا ہے۔(٤٣) اور اللہ کے راستے

تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿٦٠﴾ وَ

میں تم جو کچھ خرچ کروگے، وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا، اور تمہارے لئے کوئی کمی نہیں کی جائے گی ﴿٦٠﴾ اور

اِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

اگر وہ لوگ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اُس کی طرف جھک جاؤ،(٤٤) اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ یقین جانو وہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ

الْعَلِيْمُ ﴿٦١﴾ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۗ هُوَ

جانتا ہے ﴿٦١﴾ اور اگر وہ تمہیں دھوکا دینے کا ارادہ کریں گے تو اللہ تمہارے لئے کافی ہے۔ وہی تو ہے جس نے اپنی مدد کے

کارروائی کرنے کے لئے آزاد ہے۔ اسی بات کو "معاہدہ ان کی طرف پھینکنے" سے تعبیر کیا گیا ہے جو عربی محاورے میں اسی معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ تاکید یہ کی گئی ہے کہ صرف دُشمن کی بدعہدی کے اندیشے کی بنا پر مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اعلان کے بغیر معاہدے کی خلاف ورزی کریں، کیونکہ یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

(٤١) یہ ان کافروں کی طرف اشارہ ہے جو جنگِ بدر کے موقع پر بھاگ نکلے تھے۔

(٤٢) یہ پوری اُمتِ مسلمہ کے لئے ایک ابدی حکم ہے کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی شوکت قائم کرنے کے لئے ہر قسم کی دِفاعی طاقت جمع کرنے کا اہتمام کرے۔ قرآنِ کریم نے "طاقت" کا عام لفظ استعمال کرکے بتادیا ہے کہ جنگ کی تیاری کسی ایک ہتھیار پر موقوف نہیں، بلکہ جس وقت جس قسم کی دِفاعی قوت کارآمد ہو، اُس وقت اُسی طاقت کا حصول مسلمانوں کا فریضہ ہے۔ لہٰذا اس میں تمام جدید ترین ہتھیار اور آلات بھی داخل ہیں، اور وہ تمام اسباب و وسائل بھی جو مسلمانوں کی اجتماعی، معاشی اور دِفاعی ترقی کے لئے ضروری ہوں۔ افسوس ہے کہ اس فریضے سے غافل ہوکر آج مسلمان دوسری قوموں کے دست نگر بنے ہوئے ہیں، اور ان سے مرعوب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اس صورتِ حال سے نجات عطا فرمائے۔

(٤٣) اس سے مراد مسلمانوں کے وہ دُشمن ہیں جو اُس وقت تک سامنے نہیں آئے تھے، بلکہ بعد میں سامنے آئے۔ مثلاً رُوم اور فارس کے لوگ جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور اور خلافتِ راشدہ کے زمانے میں یا اس کے بھی بعد سابقہ پیش آیا۔

(٤٤) اس آیتِ کریمہ نے مسلمانوں کو دُشمن سے صلح کرنے کی بھی اجازت دی ہے، بشرطیکہ وہ ایسی شرائط پر ہو جو مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق ہوں۔

الَّذِیْۤ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۲﴾ وَ اَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ

ذریعے اور مؤمنوں کے ذریعے تمہارے ہاتھ مضبوط کئے (۶۲) اور اُن کے دِلوں میں ایک دوسرے کی اُلفت پیدا کردی۔ اگر تم

اَنْفَقْتَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مَّاۤ اَلَّفْتَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ

زمین بھر کی ساری دولت بھی خرچ کرلیتے تو ان کے دِلوں میں یہ اُلفت پیدا نہ کرسکتے، لیکن اللہ نے ان کے دِلوں کو جوڑ دیا۔

اَلَّفَ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۳﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ

وہ یقیناً اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (۶۳) اے نبی! تمہارے لئے تو بس اللہ اور وہ

اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۶۴﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی ع

مؤمن لوگ کافی ہیں جنہوں نے تمہاری پیروی کی ہے (۶۴) اے نبی! مؤمنوں کو جنگ پر اُبھارو۔

الْقِتَالِ ؕ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ

اگر تمہارے بیس آدمی ایسے ہوں گے جو ثابت قدم رہنے والے ہوں تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے۔

یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا

اور اگر تمہارے سو آدمی ہوں گے تو وہ کافروں کے ایک ہزار پر غالب آجائیں گے، کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں

یَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ یَّكُنْ

جو سمجھ نہیں رکھتے۔(۴۵) (۶۵) لو اَب اللہ نے تم سے بوجھ ہلکا کردیا، اور اُس کے علم میں ہے کہ تمہارے اندر کچھ کمزوری ہے۔ لہٰذا (اب حکم یہ ہے کہ)

مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ

اگر تمہارے ثابت قدم رہنے والے سو آدمی ہوں تو وہ دو سو پر غالب آجائیں گے، اور اگر تمہارے ایک ہزار آدمی ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے دو

یَّغْلِبُوْۤا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ

ہزار پر غالب آجائیں گے، اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے۔(۴۶) (۶۶) یہ بات کسی نبی کے شایانِ شان

---

(۴۵) چونکہ صحیح سمجھ نہیں رکھتے، اس لئے ایمان نہیں لاتے، اور چونکہ ایمان نہیں لاتے، اس لئے اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد سے محروم رہتے ہیں، اور اپنی دس گنی زیادہ تعداد کے باوجود مسلمانوں سے مغلوب ہوجاتے ہیں۔ اس آیت نے ضمنی طور پر یہ حکم بھی دے دیا کہ اگر کافروں کی تعداد مسلمانوں سے دس گنی زیادہ ہو تب بھی مسلمانوں کے لئے مقابلے سے پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے۔ لیکن اگلی آیت بعد میں نازل ہوئی جس نے اس حکم میں تخفیف کردی۔

(۴۶) یہ حکم بعد میں آیا، اور اس نے یہ تخفیف کردی کہ اگر دُشمن کی تعداد مسلمانوں سے دُگنی تک ہو تو پیچھے ہٹنا جائز نہیں ہے، البتہ اگر تعداد اس سے زیادہ ہو تو پیچھے ہٹنے کی گنجائش ہے۔ اس طرح اس آیت نے اُس حکم کی تفصیل بیان فرمادی ہے جو پیچھے آیت نمبر ۱۵ و ۱۶ میں دیا گیا تھا۔

يَّكُوْنَ لَهٗۤ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖۗ وَ

نہیں ہے کہ اُس کے پاس قیدی رہیں،(۴۷) جب تک کہ وہ زمین میں (دُشمنوں کا) خون اچھی طرح نہ بہا چکا ہو (جس سے ان کا رُعب پوری طرح ٹوٹ جائے) تم دُنیا کا سازوسامان چاہتے ہو،

اللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ

اور اللہ (تمہارے لئے) آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے، اور اللہ صاحبِ اقتدار بھی ہے، صاحبِ حکمت بھی ﴿۶۷﴾ اگر اللہ کی طرف سے ایک لکھا ہوا حکم پہلے نہ آچکا ہوتا تو جو راستہ

لَمَسَّكُمْ فِيْمَاۤ اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖۗ

تم نے اختیار کیا، اُس کی وجہ سے تم پر کوئی بڑی سزا آجاتی۔(۴۸) ﴿۶۸﴾ لہٰذا اب تم نے جو مالِ غنیمت میں حاصل کیا ہے، اُسے پاکیزہ حلال مال کے طور

---

(۴۷) جنگِ بدر میں ستر قریشی اَفراد گرفتار ہوئے تھے۔ ان لوگوں کو جنگی قیدی کے طور پر مدینہ منورہ لایا گیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے؟ بعض صحابہ کرامؓ، مثلاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کی رائے یہ تھی کہ ان کو قتل کردیا جائے، کیونکہ انہوں نے مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے ہیں، ان کی بنا پر ان کا عبرت ناک انجام ہونا چاہئے۔ دوسرے حضرات کی رائے یہ تھی کہ ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ (''فدیہ'' اُس مال کو کہا جاتا ہے جو کسی جنگی قیدی سے اُس کی آزادی کے بدلے طلب کیا جائے) چونکہ زیادہ تر صحابہ اس دوسری رائے کے حق میں تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کے مطابق فیصلہ فرمایا، اور ان سب قیدیوں سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا گیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس نے اس فیصلے پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا، اور اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ جنگِ بدر کا سارا مقصد یہ تھا کہ ایک مرتبہ کفار کی طاقت اور شوکت کا زور اچھی طرح ٹوٹ جائے، اور جن لوگوں نے سالہا سال تک دِینِ حق کا نہ صرف راستہ روکنے کی کوشش کی ہے، بلکہ مسلمانوں پر وحشیانہ ظلم ڈھائے ہیں، اُن پر ایک مرتبہ مسلمانوں کی دھاک بیٹھ جائے۔ اس کے لئے ضروری تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ کوئی نرمی کا معاملہ کرنے کے بجائے ان سب کو قتل کیا جاتا، تاکہ یہ واپس جا کر مسلمانوں کے لئے خطرہ بھی نہ بن سکتے، اور ان کے عبرت ناک انجام سے دوسروں کو بھی سبق ملتا۔ یہاں یہ واضح رہے کہ جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے پر ناپسندیدگی کا یہ اظہار جنگِ بدر کے وقت مذکورہ مصلحت کی بنا پر کیا گیا تھا۔ بعد میں سورۂ محمد کی آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ اب چونکہ کفار کی جنگی طاقت ٹوٹ چکی ہے، اس لئے اب نہ صرف فدیہ لے کر، بلکہ بغیر فدیہ کے، محض احسان کے طور پر بھی جنگی قیدیوں کو آزاد کیا جاسکتا ہے۔

(۴۸) پہلے لکھے ہوئے حکم سے مراد بعض مفسرین نے تو وہ حکم لیا ہے جو پیچھے آیت ۳۳ میں گذرا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا کوئی عذاب نہیں آسکتا۔ اور دوسرے مفسرین نے اس کے یہ معنی بیان کئے ہیں کہ ان قیدیوں میں سے بعض حضرات کا مسلمان ہوجانا اللہ تعالیٰ نے مقدر میں لکھا ہوا تھا، وہ نوشتۂ تقدیر مراد ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس فیصلے پر مسلمانوں کو کوئی سزا نہیں دی کہ ان قیدیوں میں سے کچھ لوگ مسلمان ہونے والے تھے، ورنہ فیصلہ اُصولی طور پر ناپسندیدہ تھا۔

ع وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٦٩﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّمَن فِي

پر کھاؤ، اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔(٤٩) ﴿٦٩﴾ اے نبی! تم لوگوں کے ہاتھوں میں جو قیدی ہیں، (اور جنہوں

أَيْدِيكُم مِّنَ الْأَسْرَىٰ إِن يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا

نے مسلمان ہونے کا ارادہ ظاہر کیا ہے) اُن سے کہہ دو کہ: "اگر اللہ تمہارے دِلوں میں بھلائی دیکھے گا تو جو مال تم سے (فدیہ میں) لیا گیا ہے،

مِّمَّا أُخِذَ مِنكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٧٠﴾ وَإِن يُرِيدُوا

اُس سے بہتر تمہیں دیدے گا(٥٠)، اور تمہاری بخشش کردے گا، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔" ﴿٧٠﴾ اور اگر ان لوگوں نے (اے نبی!) تم

خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِن قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

سے خیانت کرنے کا ارادہ کیا، تو یہ اس سے پہلے اللہ کے ساتھ خیانت کرچکے ہیں، جس کے نتیجے میں اللہ نے انہیں تمہارے قابو میں دے دیا، اور

حَكِيمٌ ﴿٧١﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي

اللہ کا علم بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل ﴿٧١﴾ جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے ہجرت کی ہے، اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کے راستے

سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَّنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ وَ

میں جہاد کیا ہے، وہ اور جنہوں نے ان کو (مدینہ میں) آباد کیا، اور ان کی مدد کی، یہ سب لوگ آپس میں ایک دوسرے کے ولی وارث ہیں۔ اور جو

---

(٤٩) چونکہ جنگی قیدیوں کے بارے میں یہ فیصلہ کثرتِ رائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق سے ہوچکا تھا، اس لئے ناپسندیدگی کے اظہار کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مسلمانوں کی معافی کا بھی اعلان فرمایا، اور یہ بھی اجازت دی کہ جو مال فدیہ میں حاصل ہوا ہے، وہ حلال طیب ہے، اور مسلمان اُسے اپنے استعمال میں لاسکتے ہیں۔

(٥٠) بھلائی دیکھنے سے مراد یہ ہے کہ جن لوگوں نے مسلمان ہونے کا اعلان کیا ہے، وہ خلوصِ دِل کے ساتھ ہو، کوئی شرارت نہ ہو۔ اس صورت میں ان سے وعدہ کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی آزادی کے لئے فدیہ میں جو کچھ خرچ کیا ہے، اس سے بہتر بدلہ انہیں دُنیا یا آخرت میں دے دیا جائے گا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور بدر کی جنگ میں قید ہوگئے تھے، انہوں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ میں مسلمان ہونا چاہتا تھا، مگر میرے قبیلے کے لوگوں نے مجھے جنگ میں آنے پر مجبور کردیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہرحال! جو فدیہ دینا طے ہوا ہے، وہ تو تمہیں دینا ہوگا، اور اپنے بھتیجوں عقیل اور نوفل کا فدیہ بھی تم دو۔ انہوں نے کہا کہ اتنی رقم میں کہاں سے لاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ رقم کہاں ہے جو تم اپنی اہلیہ اُمّ الفضل کے پاس خفیہ طور پر چھوڑ کر آئے ہو؟ حضرت عباسؓ نے یہ سنا تو ہکا بکا رہ گئے، کیونکہ اس بات کا علم ان کے اور ان کی اہلیہ کے سوا کسی کو نہیں تھا۔ اس موقع پر انہوں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ بعد میں حضرت عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ جتنا کچھ میں نے فدیہ میں دیا تھا، واقعی اُس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دے دیا ہے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَا يَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى
لوگ ایمان لے آئے ہیں، (مگر) انہوں نے ہجرت نہیں کی، جب تک وہ ہجرت نہ کرلیں، (اے مسلمانو!) تمہارا اُن سے وراثت کا کوئی رشتہ
يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۢ
نہیں ہے۔ (۵۱) ہاں اگر دین کی وجہ سے وہ تم سے کوئی مدد مانگیں تو تم پر ان کی مدد واجب ہے، سوائے اس صورت کے جبکہ وہ مدد کسی ایسی قوم کے
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (۷۲) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا
خلاف ہو جس کے ساتھ تمہارا کوئی معاہدہ ہے۔ (۵۲) اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُسے اچھی طرح دیکھتا ہے (۷۲) اور جن لوگوں نے کفر اپنا رکھا ہے، وہ

---

(۵۱) سورۂ انفال کی ان آخری آیات میں میراث کے کچھ وہ اُحکام بیان فرمائے گئے ہیں جو مسلمانوں کی مکہ مکرّمہ سے ہجرت کے نتیجے میں پیدا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اُصول شروع سے طے فرما دیا تھا کہ مسلمان اور کافر آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اب صورتِ حال یہ تھی کہ جو صحابہ کرامؓ مکہ مکرّمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ آگئے تھے، ان میں سے بہت سے ایسے تھے کہ ان کے رشتہ دار جو ان کے وارث ہو سکتے تھے، سب مکہ مکرّمہ میں رہ گئے تھے۔ ان میں سے اکثر تو وہ تھے جو کافر تھے، اور مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے، وہ مسلمانوں کے اس لئے وارث نہیں ہو سکتے تھے کہ ان کے درمیان کفر اور ایمان کا فاصلہ حائل تھا۔ چنانچہ ان آیات نے واضح طور پر بتا دیا کہ نہ وہ مسلمانوں کے وارث ہو سکتے ہیں، اور نہ مسلمان اُن کے وارث ہو سکتے ہیں۔ اور مہاجرین کے کچھ ایسے رشتہ دار بھی تھے جو مسلمان تو ہو گئے تھے، لیکن انہوں نے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت نہیں کی تھی۔ ان کے بارے میں بھی اس آیت نے یہ حکم دیا ہے کہ مہاجر مسلمانوں کا اُن سے بھی وراثت کا کوئی رشتہ نہیں ہو سکتا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ اُس وقت تمام مسلمانوں کے ذمے فرض تھا کہ وہ مکہ مکرّمہ سے ہجرت کریں، اور انہوں نے ہجرت نہ کر کے اس فریضے کو ابھی تک ادا نہیں کیا تھا، اور دوسری وجہ یہ تھی کہ مہاجر مسلمان مدینہ منوّرہ میں تھے جو دارالاسلام تھا، اور وہ حضرات مکہ مکرّمہ میں تھے جو اُس وقت دارالحرب تھا، اور دونوں کے درمیان بڑی رُکاوٹیں حائل تھیں۔ بہرصورت! مہاجر مسلمانوں کے جو رشتہ دار مکہ مکرّمہ میں رہ گئے تھے، چاہے وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، ان کے ساتھ مہاجرین کا وراثت کا رشتہ ٹوٹ چکا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ اگر اُن کا کوئی رشتہ دار مکہ مکرّمہ میں فوت ہوتا تو اُس کے ترکے میں ان مہاجرین کا کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا، اور اگر ان مہاجرین میں سے کوئی مدینہ منوّرہ میں فوت ہوتا تو اُس کی میراث میں اُس کے مکی رشتہ داروں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا تھا۔ دوسری طرف جو مہاجرین مدینہ منوّرہ آ کر آباد ہوئے تھے، اُن کو انصارِ مدینہ نے اپنے گھروں میں ٹھہرایا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مہاجر صحابی کا کسی انصاری صحابی سے بھائی چارہ قائم کر دیا تھا جسے "مؤاخات" کہا جاتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ نے یہ حکم دیا کہ اب مہاجرین کے وارث اُن کے مکی رشتہ داروں کے بجائے وہ انصاری صحابہ کرامؓ ہوں گے جن کے ساتھ اُن کی مؤاخات قائم کی گئی ہے۔

(۵۲) یعنی جن مسلمانوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی، اگرچہ وہ مہاجرین کے وارث نہیں ہیں، لیکن چونکہ بہر حال مسلمان ہیں، اس لئے اگر کافروں کے خلاف مسلمانوں سے کوئی مدد مانگیں تو مہاجر مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کی مدد کریں۔ البتہ ایک صورت ایسی بیان کی گئی ہے جس میں اس طرح کی مدد کرنا مہاجر مسلمانوں کے لئے جائز نہیں ہے۔ اور وہ یہ کہ جن کافروں کے

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَ فَسَادٌ كَبِيْرٌ ۝۷۳ وَ

آپس میں ایک دوسرے کے ولی وارث ہیں۔ اگر تم ایسا نہیں کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہوگا۔ (۵۳) ۝۷۳ اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ اٰوَوْا

جو لوگ ایمان لے آئے، اور انہوں نے ہجرت کی، اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا، وہ اور جنہوں نے انہیں آباد کیا، اور

وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝۷۴ وَ

ان کی مدد کی، وہ سب صحیح معنی میں مؤمن ہیں۔ (۵۴) ایسے لوگ مغفرت اور باعزت رزق کے مستحق ہیں ۝۷۴ اور

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ

جنہوں نے بعد میں ایمان قبول کیا، اور ہجرت کی، اور تمہارے ساتھ جہاد کیا، تو وہ بھی تم میں شامل ہیں۔ اور (ان میں سے) جو لوگ (پرانے

مِنْكُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ

مہاجرین کے) رشتہ دار ہیں، وہ اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے (کی میراث) کے (دوسروں سے) زیادہ حق دار ہیں۔ (۵۵) یقیناً

اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝۷۵ ع

اللہ ہر چیز کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔ ۝۷۵

خلاف وہ مدد مانگ رہے ہوں، اُن سے مہاجر مسلمانوں کا کوئی جنگ بندی کا معاہدہ ہو چکا ہو۔ ایسی صورت میں اگر وہ اپنے مسلمان بھائیوں کا ساتھ دیتے ہوئے اُن کے خلاف کوئی کارروائی کریں گے تو یہ بدعہدی ہوگی، اس لئے ایسی مدد کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ جب کوئی معاہدہ ہوجائے تو اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لئے بھی اُس کی خلاف ورزی کو اِسلام نے جائز نہیں رکھا۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کئی واقعات ایسے پیش آئے کہ کفار کے ہاتھوں پسے ہوئے مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفارِ قریش کے خلاف مدد مانگی، اور مسلمانوں کا دِل بے تاب تھا کہ ان کی مدد کریں، مگر چونکہ قریش کے لوگوں سے معاہدہ ہو چکا تھا، اس لئے ان کے صبر وضبط کا بہت کڑا امتحان پیش آیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت وہ اس امتحان میں ثابت قدم رہے۔

(۵۳) اس جملے کا تعلق اُن تمام اَحکام سے ہے جو ان آیات میں بیان فرمائے گئے ہیں، جن میں میراث کے مذکورہ بالا اَحکام بھی داخل ہیں، اور غیر مہاجر مسلمانوں کی مدد کے اَحکام بھی۔ تنبیہ یہ کی جارہی ہے کہ ان اَحکام کی خلاف ورزی سے زمین میں فتنہ اور فساد پھیلے گا۔ مثلاً اگر وہ مسلمان جو کفار کے ہاتھوں ظلم وستم برداشت کررہے ہیں، اُن کی مدد نہ کی جائے تو فساد پھیلنا ظاہر ہے، اور اگر ان کی مدد کی وجہ سے غیر مسلموں کے ساتھ بدعہدی کی جائے تب بھی وہ تمام مصلحتیں پامال ہوں گی جن کی خاطر وہ معاہدہ کیا گیا تھا۔

(۵۴) یعنی جن مسلمانوں نے ابھی تک ہجرت نہیں کی ہے، اگرچہ مؤمن وہ بھی ہیں، لیکن اُن میں ابھی یہ کسر ہے کہ انہوں نے ہجرت کے حکم پر عمل نہیں کیا۔ دوسری طرف مہاجرین اور انصار میں یہ کسر نہیں ہے۔ اس لئے وہ صحیح معنی میں مؤمن کہلانے کے مستحق ہیں۔

(۵۵) یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب وہ مسلمان بھی بالآخر ہجرت کر آئے تھے جنہوں نے شروع میں ہجرت نہیں کی تھی۔ اس آیت

نے ان کے بارے میں دو حکم بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ اب انہوں نے چونکہ وہ کسر پوری کردی ہے جس کی وجہ سے اُن کا درجہ مہاجرین اور انصار سے کم تھا، اس لئے اب وہ بھی ان میں شامل ہو گئے ہیں۔ اور دوسرا حکم یہ کہ اب تک وہ اپنے اُن رشتہ داروں کے وارث نہیں ہوتے تھے جو ہجرت کر چکے تھے۔ اب چونکہ وہ بھی ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ آ گئے ہیں، اس لئے اب اُن کے وارث ہونے کی اصل رُکاوٹ دُور ہوگئی ہے۔ اب وہ اپنے ان مسلمان رشتہ داروں کے وارث ہوں گے جو اُن سے پہلے ہجرت کر چکے تھے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انصاری صحابہ کو اُن مہاجرین کا جو وارث بنایا گیا تھا، اب وہ حکم منسوخ ہوگیا، کیونکہ وہ ایک عارضی حکم تھا جو اس وجہ سے دیا گیا تھا کہ ان مہاجرین کے رشتہ دار مدینہ منوّرہ میں موجود نہیں تھے۔ اب چونکہ وہ آ گئے ہیں، اس لئے میراث کا اصل حکم کہ وہ قریبی رشتہ داروں میں تقسیم ہوتی ہے، واپس آ گیا۔

الحمد للہ! سورۂ انفال کا ترجمہ اور تفسیری حواشی آج مؤرخہ ۲۷ ربیع الاوّل ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۷ اپریل ۲۰۰۶ء کو مکہ مکرّمہ میں تکمیل کو پہنچے۔ اس سورت کا ترجمہ لندن میں شروع ہوا تھا، اور کچھ حصہ کراچی میں ہوا، اور آج مکہ مکرّمہ زادہا اللہ شرفاً میں مابین عصر و مغرب اس کی تکمیل ہوئی۔

والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات۔

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما کر اسے اُمت کے لئے نافع بنادیں، اور باقی سورتوں کے ترجمے اور حواشی کا کام بھی اپنے فضل و کرم سے اپنی رضا کے مطابق صدق و اخلاص سے پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

سُورَةُ التَّوبَة

تعارف

یہ بھی مدنی سورت ہے، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری دور میں نازل ہوئی ہے۔ اپنے مضامین کے اعتبار سے یہ پچھلی سورت یعنی سورۂ اَنفال کا تکملہ ہے۔ غالباً اسی لئے عام سورتوں کے برخلاف اس سورت کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ نازل ہوئی، نہ لکھی گئی۔ اور اس کی تلاوت کا بھی قاعدہ یہ ہے کہ جو شخص پیچھے سورۂ اَنفال سے تلاوت کرتا چلا آرہا ہو، اُسے یہاں بسم اللہ نہیں پڑھنی چاہئے، البتہ اگر کوئی شخص اسی سورت سے تلاوت شروع کر رہا ہو تو اُس کو بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔ اور بعض لوگوں نے اس سورت کے شروع میں بسم اللہ کے بجائے کچھ اور جملے پڑھنے کے لئے بنا رکھے ہیں، وہ بے بنیاد ہیں۔ اُوپر جو طریقہ لکھا گیا ہے، وہی سلف صالحین کا طریقہ رہا ہے۔

یہ سورت فتحِ مکہ کے بعد نازل ہوئی تھی۔ عرب کے بہت سے قبائل اس انتظار میں تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفارِ قریش کی جنگ کا انجام کیا ہوتا ہے۔ جب قریش نے حدیبیہ والا معاہدہ توڑ دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرّمہ پر حملہ کیا، اور کسی خاص خونریزی کے بغیر اُسے فتح کرلیا۔ اس موقع پر کفار کی کمر ٹوٹ چکی تھی، البتہ آخری تدبیر کے طور پر قبیلہ ہوازن نے ایک بڑا لشکر مسلمانوں سے مقابلے کے لئے جمع کیا جس سے حنین کی وادی میں آخری بڑی جنگ ہوئی، اور شروع میں معمولی ہزیمت کے بعد مسلمانوں کو اس میں بھی فتح ہوئی۔ اس جنگ کے بعض واقعات بھی اس سورت میں بیان ہوئے ہیں۔ اب عرب کے جو قبائل قریش کی وجہ سے اسلام قبول کرنے سے ڈرتے تھے، یا ان کی جنگوں کے آخری انجام کے منتظر تھے، ان کے دِل سے اسلام کے خلاف ہر رُکاوٹ دُور ہوگئی، اور وہ جوق در جوق مدینہ منوّرہ آکر مسلمان ہوئے، اور اس طرح جزیرۂ عرب کے بیشتر علاقے پر اِسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جزیرۂ عرب کو اِسلام اور مسلمانوں کا بنیادی مرکز قرار دے دیا گیا۔ اصل منشأ تو یہ تھا کہ پورے جزیرۂ عرب میں کوئی بھی غیر مسلم مستقل باشندے کی حیثیت میں باقی نہ رہے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ جزیرۂ عرب میں دو دِین باقی نہ رہنے پائیں۔ (موطأ اِمام مالک، کتاب الجامع و مسند احمد ج:۶ ص:۲۷۵) لیکن اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے تدریج کا طریقہ اختیار فرمایا گیا۔ سب سے پہلا ہدف

یہ مقرّر فرمایا گیا کہ جزیرۂ عرب کو بت پرستوں سے خالی کرایا جائے۔ چنانچہ جو بچے کھچے بت پرست عرب میں رہ گئے تھے، اور جنہوں نے بیس سال سے زیادہ مدّت تک مسلمانوں کو وحشیانہ مظالم کا نشانہ بنایا تھا، اُن کو اِس سورت کے شروع میں مختلف مدتوں کی مہلت دی گئی جس میں اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو انہیں جزیرۂ عرب چھوڑنے، ورنہ جنگ کا سامنا کرنے کے اَحکام دیئے گئے ہیں، اور مسجدِ حرام کو بت پرستی کی ہر نشانی سے پاک کرنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ اس ہدف کے پورا ہونے کے بعد جزیرۂ عرب کی مکمل صفائی کا دوسرا مرحلہ یہود و نصاریٰ کو وہاں سے نکالنے کا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں یہ مرحلہ مکمل نہیں ہوسکا تھا، لیکن آپ نے اس کی وصیت فرمادی تھی، جیسا کہ آیت نمبر ۲۹ کے تحت اس کی وضاحت آنے والی ہے۔

اس سے پہلے رُوم کے بادشاہ نے مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو دیکھ کر ان پر حملہ کرنے کے لئے ایک بڑی فوج جمع کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیش قدمی کرکے اُس کے مقابلے کے لئے تبوک تک تشریف لے گئے۔ اس سورت کا بہت بڑا حصہ اس مہم کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے۔ منافقین کی معاندانہ کارروائیاں مسلسل جاری تھیں۔ اس سورت میں ان کی بدعنوانیوں کو بھی طشت از بام کیا گیا ہے۔

اس سورت کو سورۂ توبہ بھی کہا جاتا ہے، اور سورۂ براءت بھی۔ براءت اس لئے کہ اس کے شروع میں مشرکین سے براءت اور دستبرداری کا اعلان کیا گیا ہے، اور توبہ اس لئے کہ اس میں بعض ان صحابہ کرام کی توبہ قبول ہونے کا ذکر ہے جنہوں نے تبوک کی مہم میں حصہ نہیں لیا تھا، اور بعد میں اپنی اس غلطی پر توبہ کی تھی۔

اٰیاتھا ۱۲۹ ۹ سُوْرَۃُ التَّوْبَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۳ رکوعاتھا ۱۶

سورۂ توبہ مدنی ہے اور اس میں ایک سو اُنتیس آیتیں اور سولہ رُکوع ہیں

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝١

(مسلمانو!) یہ اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے دستبرداری کا اعلان ہے اُن تمام مشرکین کے خلاف جن سے تم نے معاہدہ کیا ہوا ہے۔(1) ۝١

(۱) ان آیتوں کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے وہ پس منظر جاننا ضروری ہے جو اس سورت کے تعارف میں اُوپر بیان کیا گیا ہے۔ جزیرۂ عرب کو اِسلام کا مرکز بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ کچھ عرصے کی مہلت کے بعد کوئی بت پرست مستقل طور پر جزیرۂ عرب میں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ ان آیات میں اُن بچے کھچے مشرکین سے دستبرداری کا اعلان کیا گیا ہے جو ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے۔ اگر چہ یہ مشرکین وہ تھے جنہوں نے مسلمانوں کو ستانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، اور اُن پر وحشیانہ ظلم ڈھائے تھے، لیکن انہیں جزیرۂ عرب سے نکلنے کے لئے مختلف مہلتیں دی گئی ہیں جن کی تفصیل ان آیتوں میں آئی ہے۔ ان مشرکین کی چار قسمیں تھیں:

(الف) پہلی قسم اُن مشرکین کی تھی جن کے ساتھ مسلمانوں نے جنگ بندی کا کوئی معاہدہ نہیں کیا ہوا تھا۔ ایسے مشرکین کو چار مہینے کی مہلت دی گئی کہ ان چار مہینوں میں وہ اگر اِسلام لانا چاہیں تو اِسلام لے آئیں، اور اگر جزیرۂ عرب سے باہر کہیں جانا چاہیں تو اُس کا انتظام کرلیں۔ اگر یہ دونوں کام نہ کرسکیں تو اُن کے خلاف ابھی سے اعلان کردیا گیا ہے کہ ان کو جنگ کا سامنا کرنا ہوگا (ترمذی، کتاب الحج، حدیث نمبر ۸۷۱)۔

(ب) دوسری قسم اُن مشرکین کی تھی جن کے ساتھ جنگ بندی کا معاہدہ تو تھا، لیکن اُس کی کوئی مدت متعین نہیں تھی۔ ان کے بارے میں بھی یہ اعلان کردیا گیا کہ اب وہ معاہدہ چار مہینے تک جاری رہے گا۔ اس دوران اُن کو بھی وہی کام کرنے ہوں گے جن کا ذکر پہلی قسم کے بارے میں کیا گیا۔ سورۂ توبہ کی پہلی اور دوسری آیت ان دو قسموں سے متعلق ہے۔

(ج) تیسری قسم ان مشرکین کی تھی جن کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ تو کیا تھا، لیکن اُنہوں نے بدعہدی کی، اور وہ معاہدہ توڑ دیا، جیسے کفارِ قریش کے ساتھ حدیبیہ میں معاہدہ ہوا تھا، لیکن انہوں نے اُس کی خلاف ورزی کی، اور اسی کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرّمہ پر حملہ کرکے اُسے فتح کرلیا تھا۔ ان لوگوں کو کوئی مزید مہلت تو نہیں دی گئی، لیکن چونکہ دست برداری کا یہ اعلان حج کے موقع پر کیا گیا تھا جو خود حرمت والے مہینے میں ہوتا ہے، اور اس کے بعد محرّم کا مہینہ بھی حرمت والا ہے، اور اُس میں جنگ کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے ان کو محرّم کے آخر تک کی مہلت مل گئی۔ انہی کے بارے میں آیت نمبر ۵ میں یہ فرمایا گیا ہے کہ حرمت والے مہینوں کے گذر جانے کے بعد اگر یہ نہ ایمان لائیں، اور نہ جزیرۂ عرب سے باہر جائیں تو ان کو قتل کردیا جائے۔

(د) چوتھی قسم اُن مشرکین کی تھی جن کے ساتھ کسی خاص مدت تک کے لئے مسلمانوں نے جنگ بندی کا معاہدہ کر رکھا تھا۔ اور انہوں نے کوئی بدعہدی بھی نہیں کی تھی۔ ایسے لوگوں کے بارے میں آیت نمبر ۴ میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اُن کے معاہدے کی جتنی بھی مدّت باقی ہے، اُس کو پورا کیا جائے، اور اس پوری مدّت میں اُن کے ساتھ کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائے۔ مثلاً قبیلہ کنانہ کے دو چھوٹے قبیلے بنوضمرہ اور بنومدلج کے ساتھ آپ کا ایسا ہی معاہدہ تھا، اور اُن کی طرف سے کوئی بدعہدی سامنے نہیں آئی تھی۔ اُن

فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَ

لہٰذا (اے مشرکو!) تمہیں چار مہینے تک اجازت ہے کہ تم (عرب کی) سرزمین میں آزادی سے گھومو پھرو، اور یہ بات جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں

اَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝۲ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ

کرسکتے، اور یہ بات بھی کہ اللہ اب کافروں کو رُسوا کرنے والا ہے ۝۲ اور حج اکبر کے دن (۲) اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے تمام انسانوں کے

يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ

لئے یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اللہ بھی مشرکین سے دست بردار ہوچکا ہے، اور اُس کا رسول بھی۔ اب (اے مشرکو!)

تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ

اگر تم توبہ کرلو تو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہوگا، اور اگر تم نے (اب بھی) منہ موڑے رکھا تو یاد رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کرسکتے،

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳ ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ

اور تمام کافروں کو ایک دُکھ دینے والے عذاب کی ''خوشخبری'' سنادو ۝۳ البتہ (مسلمانو!) جن

الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْــًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا

مشرکین سے تم نے معاہدہ کیا، پھر ان لوگوں نے تمہارے ساتھ عہد میں کوئی کوتاہی نہیں کی، اور تمہارے خلاف کسی کی

کے معاہدے کی مدّت ختم ہونے میں اس وقت نو مہینے باقی تھے۔ چنانچہ اُن کو نو مہینے کی مہلت دی گئی۔

ان چاروں قسم کے اعلانات کو براءت یا دستبرداری کے اعلانات کہا جاتا ہے۔

(۲) دست برداری کا یہ حکم تو آچکا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام لوگوں سے انصاف کی خاطر ان مختلف مدتوں کی ابتدا اُس وقت سے فرمائی جب اُن کو ان سارے اَحکام کی اطلاع ہوجائے۔ پورے عرب میں اعلان کا سب سے مؤثر ذریعہ یہ تھا کہ یہ اعلان حج کے موقع پر کیا جائے، کیونکہ اُس وقت سارے عرب کے لوگ حجاز میں جمع ہوتے تھے، اور اُس وقت تک مشرکین بھی حج کے لئے آتے تھے۔ چنانچہ فتحِ مکہ کے بعد جو حج ۹ھ میں ہوا۔ اُس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ نفسِ نفیس تو حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے تھے، لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اَمیرِ حج بنا کر بھیجا تھا۔ اُن کے بعد آپ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اسی مقصد سے روانہ فرمایا کہ وہ ان اَحکام کا سب کے سامنے اعلان کردیں، وجہ یہ تھی کہ اہلِ عرب میں یہ معمول تھا کہ اگر کسی شخص نے کوئی معاہدہ کیا ہوتا، اور وہ اُسے ختم کرنا چاہتا تو یہ ضروری سمجھا جاتا تھا کہ معاہدہ ختم کرنے کا اعلان یا تو وہ خود کرے، یا اُس کا کوئی قریبی عزیز۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ فرمایا (الدر المنثور ص ۱۱۴ ج ۴، بیروت ۱۴۲۱ھ)۔

واضح رہے کہ ''حجِ اکبر'' ہر حج کو اس لئے کہتے ہیں کہ عمرہ چھوٹا حج ہے، اور اس کے مقابلے میں حج بڑا حج ہے۔ اور یہ جو لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر حج جمعہ کے دن آجائے تو وہ ''حجِ اکبر'' ہوتا ہے، اُس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ جمعہ کے دن حج ہو تو بیشک دو فضیلتیں جمع ہوجاتی ہیں، لیکن صرف اُسی کو ''حجِ اکبر'' قرار دینا درست نہیں ہے، بلکہ یہ لقب ہر حج کا ہے، چاہے وہ کسی بھی دن ہو۔

فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝۴ فَاِذَا

مدد بھی نہیں کی، تو اُن کے ساتھ کئے ہوئے معاہدے کی مدّت کو پورا کرو۔ بیشک اللہ احتیاط کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔[۳] ۝۴ چنانچہ

انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَ

جب حرمت والے مہینے گذر جائیں تو ان مشرکین کو (جنہوں نے تمہارے ساتھ بدعہدی کی تھی) جہاں بھی پاؤ، قتل کرڈالو، اور

خُذُوْهُمْ وَ احْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَ

انہیں پکڑو، انہیں گھیرو، اور انہیں پکڑنے کے لئے ہر گھات کی جگہ تاک لگا کر بیٹھو۔[۴] ہاں اگر وہ توبہ کرلیں، اور

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں تو اُن کا راستہ چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، بڑا

رَّحِيْمٌ ۝۵ وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ

مہربان ہے ۝۵ اور اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اُسے اُس وقت تک پناہ دو جب تک وہ اللہ کا

كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۶ ع كَيْفَ

کلام سن لے،[۵] پھر اُسے اُس کی امن کی جگہ پہنچادو۔[۶] یہ اس لئے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں علم نہیں ہے۔ ۝۶ ان

يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ

مشرکین سے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ کوئی معاہدہ کیسے باقی رہ سکتا ہے؟[۷] البتہ جن لوگوں سے تم نے

(۳) یعنی معاہدے کی مدّت پوری احتیاط کے ساتھ پوری کی جائے، اور اس میں کوئی شک باقی نہ رکھا جائے۔

(۴) یہ تیسری قسم کے مشرکین کا ذکر ہے جنہوں نے بدعہدی کی تھی۔

(۵) مشرکین کی مذکورہ بالا چاروں قسموں کو اس آیت نے اپنی اپنی مہلت کے علاوہ یہ مزید سہولت عطا فرمائی کہ اگر ان میں سے کوئی مزید مہلت مانگے، اور وہ اسلام کی دعوت پر غور کرنا چاہتا ہو تو اُسے پناہ دی جائے، اور اللہ کا کلام سنایا جائے، یعنی اسلام کی حقانیت کے دلائل سمجھائے جائیں۔

(۶) یعنی صرف اللہ کا کلام سنانے پر اِکتفا نہ کیا جائے، بلکہ اُسے ایسی امن کی جگہ فراہم کی جائے جہاں وہ اطمینان کے ساتھ کسی دباؤ کے بغیر اِسلام کی حقانیت پر غور کر سکے۔

(۷) آیت نمبر ۷ سے لے کر آیت نمبر ۱۶ تک اتنی بات تو واضح ہے کہ اس میں کفارِ قریش کا ذکر ہے، اور اُن کی بدعہدی کا ذکر کیا گیا ہے، اور مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ اُن کے قول وقرار پر بھروسہ نہ کریں، اور اگر وہ بدعہدی کریں تو اُن کے ساتھ جنگ کی جائے۔ لیکن اس معاملے میں مفسرین کی آراء مختلف ہیں کہ یہ آیات کب نازل ہوئی تھیں۔ مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ یہ آیتیں فتح مکہ سے پہلے اُس وقت نازل ہوئی تھیں جب کفارِ قریش کے ساتھ مسلمانوں نے حدیبیہ میں جو معاہدہ کیا تھا، وہ باقی تھا۔ اور ان آیتوں میں یہ پیشینگوئی کی گئی ہے کہ یہ لوگ اپنے معاہدے پر قائم نہیں رہیں گے، لہٰذا اگر وہ عہد شکنی کریں تو اُن کے ساتھ جنگ کرو، اور اگر وہ دوبارہ عہد کریں تو اب اُن کی باتوں کا اعتبار نہ کیا جائے، کیونکہ وہ زبان سے کچھ کہتے ہیں، اور اُن کے

عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا

مسجد حرام کے قریب معاہدہ کیا ہے، جب تک وہ تمہارے ساتھ سیدھے رہیں، تم بھی اُن کے ساتھ سیدھے رہو۔(۸)

لَهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا

بیشک اللہ متقی لوگوں کو پسند کرتا ہے ۝ (لیکن دوسرے مشرکین کے ساتھ) کیسے معاہدہ برقرار رہ سکتا ہے جبکہ اُن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی تم پر غالب

فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۗ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ

آجائیں تو تمہارے معاملے میں نہ کسی رشتہ داری کا خیال کریں، اور نہ کسی معاہدے کا؟ یہ تمہیں اپنی زبانی باتوں سے راضی کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ اُن

دِل میں کچھ اور ہوتا ہے۔ اور جب تم اُن سے جنگ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کر کے اُنہیں رُسوا کرے گا، اور اُن مسلمانوں کے دِل ٹھنڈے ہوں گے جو اُن کے مظالم کا شکار رہے ہیں۔ اس تفسیر کے مطابق یہ آیتیں براءت کے اُس اعلان سے پہلے کی ہیں جو آیت نمبر ا سے آیت نمبر ۶ تک بیان کیا گیا ہے، اور جو فتحِ مکہ کے ایک سال دو ماہ کے بعد سن ۹ ھ کے حج کے موقع پر کیا گیا تھا۔

مفسرین کی دوسری جماعت کا کہنا یہ ہے کہ یہ آیتیں براءت کے اعلان سے پہلے کی نہیں ہیں، بلکہ آیت نمبر ا سے براءت کے اعلان کا جو مضمون چلا آرہا ہے، یہ اُسی کا حصہ ہیں، اور ان میں براءت کے اعلان کی وجہ بیان کی گئی ہے کہ یہ لوگ پہلے ہی معاہدہ توڑ چکے ہیں، اور اب ان سے کوئی امید نہیں ہے کہ اگر اُن سے کوئی نیا معاہدہ کریں تو اُس کی پابندی کریں گے، کیونکہ ان کو مسلمانوں سے جو دُشمنی ہے، اُس کی وجہ سے یہ نہ کسی رشتہ داری کا لحاظ کرتے ہیں، نہ کسی معاہدے کا۔ چونکہ فتحِ مکہ کے موقع پر اور اُس کے بعد قریش کے بہت سے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، اور ان کی کفارِ قریش کے ساتھ رشتہ داریاں تھیں، اس لئے اُن کے دِل میں قریش کے بارے میں کوئی نرم گوشہ ہوسکتا تھا۔ ان آیات نے انہیں متنبہ کیا ہے کہ وہ ان لوگوں کی باتوں سے دھوکا نہ کھائیں، اور دِل میں یہ عزم رکھیں کہ اگر ان سے لڑنا پڑا تو وہ پوری قوت سے اُن کا مقابلہ کریں گے۔ راقم کو یہ تفسیر متعدد دلائل کی وجہ سے زیادہ راجح معلوم ہوتی ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ آیت نمبر ۷ سے ۱۶ تک کا نظمِ قرآن ایک ہی سلسلۂ کلام نظر آتا ہے، اور آیت نمبر ۷ کے بارے میں یہ تصور نظم کے اعتبار سے مشکل لگتا ہے کہ وہ پہلی چھ آیتوں سے نزول میں بہت مقدم ہو۔ دوسرے حضرت علیؓ نے اعلان کے وقت قرآنِ کریم کی جو آیات لوگوں کو سنائیں، اُن کی تعداد روایات میں کم سے کم دس اور زیادہ سے زیادہ چالیس آئی ہے۔ (دیکھئے الدر المنثور ج:۴ ص:۱۱۲ ونظم الدرر للبقاعی ج:۸ ص:۳۶۶) اور نسائی (کتاب الحج، باب الخطبۃ یوم الترویۃ حدیث نمبر ۲۹۹۳) کی ایک روایت میں جو یہ آیا ہے کہ "انہوں نے اُسے ختم تک پڑھا، اُس کا مطلب یہ ہے کہ جتنی آیات دے کر انہیں بھیجا گیا تھا، اُن کے ختم تک پڑھا"۔ تیسرے حافظ ابنِ جریر طبری، علامہ سیوطی، علامہ بقاعی، قاضی ابوالسعود اور بڑے جلیل القدر محدثین اور مفسرین نے ان آیات کو براءت ہی کا ایک حصہ اور اُس کی توجیہ و تعلیل قرار دیا ہے۔

(۸) اس سے مراد مشرکین کی وہ چوتھی قسم ہے جس کا ذکر اُوپر حاشیہ نمبر ا (د) میں آیا ہے۔ ان کو ان کے معاہدے کی مدت پوری ہونے تک مہلت دی گئی تھی، اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدت میں اُس وقت نو مہینے باقی تھے۔ اور مطلب یہ ہے کہ اس مدّت کے دوران اگر وہ سیدھے چلتے رہیں تو تم بھی اُن کے ساتھ سیدھے چلو۔ اور اگر وہ بھی عہد شکنی کریں تو پھر اس مدّت کے انتظار کی بھی ضرورت نہیں ہے (تفسیر ابن جریر ج:۱۰ ص:۸۲)۔

فٰسِقُوْنَ ⑧ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ

(دُنیا کی) تھوڑی سی قیمت لے لینا پسند کرلیا ہے،⁽⁹⁾ اور اس کے نتیجے میں لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا ہے۔ ... انہوں نے اللہ کی آیتوں کے بدلے

کے دِل انکار کرتے ہیں، اور ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔ ⑧ انہوں نے اللہ کی آیتوں کے بدلے (دُنیا کی) تھوڑی سی قیمت لے لینا پسند

اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑨ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ؕ

کرلیا ہے،⁽⁹⁾ اور اس کے نتیجے میں لوگوں کو اللہ کے راستے سے روکا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کے کرتوت بہت بُرے ہیں ⑨ یہ کسی بھی مؤمن کے

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ⑩ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا

معاملے میں کسی رشتہ داری یا معاہدے کا پاس نہیں کرتے، اور یہی ہیں جو حدیں توڑنے والے ہیں ⑩ لہٰذا اگر یہ توبہ کرلیں، اور نماز قائم کریں، اور

الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ⑪ وَ

زکوٰۃ ادا کریں، تو یہ تمہارے دِینی بھائی بن جائیں گے۔⁽¹⁰⁾ اور ہم اَحکام کی یہ تفصیل اُن لوگوں کے لئے بیان کر رہے ہیں جو جاننا چاہیں ⑪ اور

اِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّةَ

اگر ان لوگوں نے اپنا عہد دے دینے کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالی ہوں، اور تمہارے دِین کو طعنے دیئے ہوں، تو ایسے کفر کے سربراہوں سے اس

الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ⑫ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا

نیت سے جنگ کرو کہ وہ باز آجائیں،⁽¹¹⁾ کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی قسموں کی کوئی حقیقت نہیں ⑫ کیا تم اُن لوگوں سے جنگ نہیں کرو گے

نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ

جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا، اور رسول کو (وطن سے) نکالنے کا ارادہ کیا، اور وہی ہیں جنہوں نے تمہارے خلاف (چھیڑ چھاڑ کرنے میں) پہل

مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑬

کی؟⁽¹²⁾ کیا تم اُن سے ڈرتے ہو؟ (اگر ایسا ہے) تو اللہ اس بات کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ تم اُس سے ڈرو، اگر تم مؤمن ہو ⑬

(۹) یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات پر عمل کرنے کے بجائے دُنیا کے حقیر فوائد حاصل کرنے کو ترجیح دی ہے۔

(۱۰) یہاں یہ واضح کر دیا گیا کہ اگر کوئی شخص سچے دِل سے توبہ کرلے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اُس سے بھائیوں کا سا سلوک کریں، اور جو تکلیفیں اُس نے اسلام لانے سے پہلے پہنچائی ہیں، اُن کو بھلا دیں، کیونکہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں اور زیادتیوں کو مٹا دیتا ہے۔

(۱۱) پچھلی آیت کی روشنی میں قسمیں توڑنے سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ایمان لانے کے بعد مرتد ہوجائیں، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بعض قبائل مرتد ہوئے، اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اُن سے جہاد کیا، اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ تھا، اور وہ پہلے ہی عہد توڑ چکے، یا جن سے معاہدہ نو مہینے تک باقی ہے، وہ اس دوران معاہدہ توڑ یں، اُن سے جہاد کرو۔ اور یہ جو فرمایا گیا ہے کہ: ''**اس نیت سے جنگ کرو کہ وہ باز آجائیں**'' اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہاری طرف سے جنگ کا مقصد ملک گیری کے بجائے یہ ہونا چاہئے کہ تمہارا دُشمن اپنے کفر اور ظلم سے باز آجائے۔

(۱۲) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہوں نے مکہ مکرّمہ میں ظلم شروع کیا، اور یہ بھی کہ انہوں نے صلح حدیبیہ کو توڑنے میں پہل کی۔

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ

ان سے جنگ کرو، تا کہ اللہ تمہارے ہاتھوں سے ان کو سزا دِلوائے، اُنہیں رُسوا کرے، اُن کے خلاف تمہاری مدد کرے،

صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ۚ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ

اور مؤمنوں کے دِل ٹھنڈے کردے، (۱۴) اور اُن کے دِل کی کڑھن دُور کردے، اور اللہ جس کی چاہے توبہ قبول کرلیتا ہے۔ (۱۳)

عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا

اور اللہ کا علم بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل (۱۵) بھلا کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تمہیں یونہی چھوڑ دیا جائے گا،

يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا

حالانکہ ابھی اللہ نے یہ تو دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون لوگ جہاد کرتے ہیں، اور اللہ، اُس کے

رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۚ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ مَا ع ۱۰ ۲ ۸

رسول اور مؤمنوں کے سوا کسی اور کو خصوصی رازدار نہیں بناتے؟ (۱۴) اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۱۶) مشرکین

كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

اس بات کے اہل نہیں ہیں کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں، (۱۵) حالانکہ وہ خود اپنے کفر کے گواہ بنے ہوئے ہیں۔

بِالْكُفْرِ ۚ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّمَا

ان لوگوں کے تو اعمال ہی غارت ہوچکے ہیں، اور دوزخ ہی میں اُن کو ہمیشہ رہنا ہے (۱۷) اللہ کی

---

(۱۳) یعنی اس کا بھی امکان ہے کہ کفار توبہ کرکے مسلمان ہوجائیں۔ چنانچہ بہت سے لوگ اس کے بعد واقعی مسلمان ہوئے۔

(۱۴) بظاہر اس کا اشارہ اُن حضرات کی طرف ہے جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے، اور ابھی تک ان کو کسی جہاد میں شرکت کا موقع نہیں ملا تھا۔ ورنہ دوسرے صحابہؓ تو فتح مکہ سے پہلے بہت سی جنگوں میں حصہ لے چکے تھے۔ ان نومسلموں سے کہا جارہا ہے کہ اُن کو بھی جہاد کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ اگرچہ اعلانِ براءت کے بعد کسی بڑی جنگ کی نوبت نہیں آئی، لیکن ان حضرات کو پوری قوت سے تیار رہنے کی تاکید اس لئے کی گئی ہے کہ وہ اپنی رشتہ داریوں کی وجہ سے کہیں اس اعلانِ براءت کے تمام تقاضوں پر عمل کرنے سے ہچکچانے نہ لگیں، اسی لئے جہاد کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا گیا کہ وہ اللہ، اُس کے رسول اور مؤمنوں کے سوا کسی سے دوستی یا رازداری کا خصوصی تعلق نہ رکھیں۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۱۵) مشرکینِ مکہ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ وہ مسجدِ حرام کے پاسبان ہیں، اُس کی خدمت، دیکھ بھال اور تعمیر جیسے نیک کام انجام دیتے ہیں، اس لئے اُن کو مسلمانوں پر فوقیت حاصل ہے۔ اس آیت نے ان کے اس زعم باطل کی تردید فرمائی ہے، اور وہ اس طرح کہ مسجدِ حرام یا کسی بھی مسجد کی خدمت یقیناً بڑی عبادت ہے، بشرطیکہ وہ ایمان کے ساتھ ہو، کیونکہ مسجد کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی ایسی عبادت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ اگر یہ بنیادی مقصد ہی مفقود ہو تو مسجد کی خدمت کا کیا فائدہ؟ لہٰذا کفر و شرک کے ساتھ کوئی بھی شخص مسجد کا پاسبان بننے کا اہل نہیں ہے۔ چنانچہ آگے آیت نمبر ۲۸ میں مشرکین کو یہ حکم سنا دیا گیا ہے کہ اب وہ ان کاموں کے لئے مسجدِ حرام کے قریب بھی نہیں آسکیں گے۔

يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى
مسجدوں کو تو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے ہوں، اور نماز قائم کریں، اور
الزَّكٰوةَ وَ لَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ
زکوٰۃ ادا کریں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ ایسے ہی لوگوں سے یہ توقع ہوسکتی ہے کہ وہ صحیح راستہ اختیار کرنے والوں میں
الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾ اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
شامل ہوں گے ﴿۱۸﴾ کیا تم لوگوں نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجدِ حرام کے آباد رکھنے کو اُس شخص کے (اعمال کے) برابر سمجھ رکھا ہے
كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ
جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہے، اور جس نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے۔(۱۶) اللہ کے نزدیک یہ سب برابر نہیں ہوسکتے۔ اور
اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ ۘ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ (وقف لازم)
اللہ ظالم لوگوں کو منزلِ مقصود تک نہیں پہنچاتا ﴿۱۹﴾ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور انہوں نے اللہ کے راستے
جٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَ
میں ہجرت کی ہے، اور اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا ہے، وہ اللہ کے نزدیک درجے میں کہیں زیادہ ہیں، اور
اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ رِضْوَانٍ وَّ
وہی لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں ﴿۲۰﴾ اُن کا پروردگار انہیں اپنی طرف سے رحمت اور خوشنودی کی، اور ایسے باغات کی خوشخبری دیتا ہے
جَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ﴿۲۱﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ
جن میں اُن کے لئے دائمی نعمتیں ہیں ﴿۲۱﴾ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ یقیناً اللہ ہی ہے جس کے پاس
اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ
عظمت والا اجر موجود ہے ﴿۲۲﴾ اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ بھائی کفر کو ایمان کے مقابلے میں ترجیح دیں
اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ
تو اُن کو اپنا سرپرست نہ بناؤ،(۱۷) اور جو لوگ اُن کو سرپرست بنائیں گے، وہ

---

(۱۶) اس آیتِ کریمہ نے یہ اُصول بھی بتادیا ہے کہ تمام نیک کام ایک درجے کے نہیں ہوتے، اگر کوئی شخص فرائض تو ادا نہ کرے، اور نفلی عبادتوں میں لگا رہے تو یہ کوئی نیکی نہیں ہے۔ حاجیوں کو پانی پلانا بیشک ایک نیک کام ہے، مگر وہ نفلی حیثیت رکھتا ہے۔ اور مسجدِ حرام کی دیکھ بھال بھی بعض حیثیتوں سے فرضِ کفایہ، اور بعض حیثیتوں سے نفلی عبادت ہے۔ اس کے مقابلے میں ایمان انسان کی نجات کے لئے بنیادی شرط ہے، اور جہاد کبھی فرضِ عین اور کبھی فرضِ کفایہ۔ لہٰذا کسی کو صرف ان خدمات کی وجہ سے کسی مؤمن پر فوقیت حاصل نہیں ہوسکتی۔

(۱۷) اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن سے ایسے تعلقات نہ رکھو جو تمہارے لئے دینی فرائض کی ادائیگی میں رُکاوٹ بن جائیں۔

الظّٰلِمُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ

ظالم ہوں گے (٢٣) (اے پیغمبر! مسلمانوں سے) کہہ دو کہ: "اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں،

وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ

اور تمہارا خاندان، اور وہ مال و دولت جو تم نے کمایا ہے، اور وہ کاروبار جس کے مندا ہونے کا تمہیں اندیشہ ہے، اور وہ

مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ

رہائشی مکان جو تمہیں پسند ہیں، تمہیں اللہ اور اُس کے رسول سے، اور اُس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں،

فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٢٤﴾ ع لَقَدْ ع ٣ ٩

تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ صادر فرمادے،[١٨] اور اللہ نافرمان لوگوں کو منزل تک نہیں پہنچاتا۔ (٢٤) حقیقت یہ ہے

نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ

کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری بہت سے مقامات پر مدد کی ہے، اور (خاص طور پر) حُنین کے دن جب تمہاری تعداد کی کثرت نے

فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ

تمہیں مگن کردیا تھا،[١٩] مگر وہ کثرتِ تعداد تمہارے کچھ کام نہ آئی، اور زمین اپنی ساری وسعتوں کے باوجود تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم نے پیٹھ دِکھا کر

جہاں تک اپنے ایمان اور دِینی فرائض کا تحفظ کرتے ہوئے اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کا تعلق ہے، اُس کو قرآنِ کریم نے مستحسن قرار دیا ہے (دیکھئے سورۂ لقمان، ٣١:١٥، اور سورۂ ممتحنہ ٦٠:٨)۔

(١٨) فیصلے سے مراد سزا کا فیصلہ ہے۔ اس آیت نے واضح فرمادیا ہے کہ ماں باپ، بھائی بہن، بیوی بچے، مال و دولت، گھر جائیداد، تجارت اور کاروبار، ہر چیز اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے، لیکن اُسی وقت جب وہ اللہ تعالیٰ کے اَحکام بجالانے میں رُکاوٹ نہ بنے۔ اگر رُکاوٹ بن جائے تو یہی چیزیں انسان کے لئے عذاب بن جاتی ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ۔

(١٩) حنین کی جنگ کا واقعہ مختصراً یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ فتح کرلیا تو آپ کو یہ اطلاع ملی کہ عرب کا ایک مشہور قبیلہ بنو ہوازن اپنے سردار مالک بن عوف کی سرکردگی میں آپ پر حملہ کرنے کے لئے ایک بڑا لشکر جمع کررہا ہے۔ ہوازن ایک بڑا قبیلہ تھا جس کی کئی شاخیں تھیں، اور طائف کا قبیلہ ثقیف بھی اسی کا ایک حصہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جاسوس بھیج کر خبر کی تصدیق فرمائی، اور معلوم ہوا کہ خبر صحیح ہے، اور وہ لوگ بڑے جوش و خروش سے تیاری میں مصروف ہیں۔ ہوازن کے لوگوں کی تعداد حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق چوبیس ہزار سے اٹھائیس ہزار تک تھی، چنانچہ آپ چودہ ہزار صحابۂ کرامؓ پر مشتمل ایک لشکر لے کر روانہ ہوئے، اور یہ جنگ حنین کے مقام پر لڑی گئی، جو مکہ مکرّمہ اور طائف کے درمیان مکہ مکرّمہ سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر واقع ایک وادی کا نام ہے۔ چونکہ مسلمانوں کی تعداد اس موقع پر چودہ ہزار تھی، جبکہ اس سے پہلے اتنی بڑی تعداد کسی باقاعدہ جنگ میں نہیں ہوئی تھی، اور ہمیشہ مسلمان اپنی کم تعداد کے باوجود فتح پاتے آئے تھے، اس لئے بعض مسلمانوں کے منہ سے یہ نکل گیا کہ آج تو ہماری تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ہم کسی سے

وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى
میدان سے رُخ موڑ لیا ﴿۲۵﴾ پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مؤمنوں پر اپنی طرف سے تسکین
الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَ عَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ
نازل کی،(۲۰) اور ایسے لشکر اُتارے جو تمہیں نظر نہیں آئے، اور جن لوگوں نے کفر اپنا رکھا تھا، اللہ نے
وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ
اُن کو سزا دی، اور ایسے کافروں کا یہی بدلہ ہے ﴿۲۶﴾ پھر اللہ جس کو چاہے اس کے بعد توبہ نصیب کردے،(۲۱)
يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ
اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے ﴿۲۷﴾ اے ایمان والو! مشرک لوگ تو سراپا ناپاک ہیں،(۲۲)
نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَ اِنْ خِفْتُمْ
لہٰذا وہ اس سال کے بعد مسجدِ حرام کے قریب بھی نہ آنے پائیں۔(۲۳) اور (مسلمانو!) اگر تم کو مفلسی کا اندیشہ ہو تو اگر

مغلوب ہو ہی نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے بجائے اپنی تعداد پر اتنا بھروسہ کریں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ جس وقت مسلمان ایک تنگ گھاٹی سے گذر رہے تھے، ہوازن کے تیر اندازوں نے اچانک اُن پر اس زور کا حملہ کیا کہ بہت سے مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے، اور وہ میدانِ جنگ سے پیچھے ہٹ گئے۔ اس موقع پر حضرت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند جانباز صحابہ کے ساتھ ثابت قدم رہے، اور آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ پیچھے ہٹنے والوں کو آواز دے کر بلائیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز بہت تیز تھی، وہ ایک بجلی کی طرح مسلمانوں کے لشکر میں پھیل گئی، اور جو لوگ میدان چھوڑ چکے تھے، وہ نئے ولولے کے ساتھ واپس آئے، اور کچھ ہی دیر میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ ہوازن کے ستر سردار مارے گئے، مالک بن عوف اپنے اہل وعیال اور مال ودولت کو چھوڑ کر فرار ہوا، اور طائف کے قلعے میں جا کر پناہ لی۔ چھ ہزار افراد جنگی قیدی بنائے گئے، اور بڑی تعداد میں مویشی اور چار ہزار اوقیہ چاندی مالِ غنیمت کے طور پر مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔

(۲۰) یہ اُس وقت کا ذکر ہے جب میدان چھوڑنے والے مسلمان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر واپس آئے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں میں ایسی تسکین پیدا فرمادی کہ اُن پر دُشمن کا جو رُعب وقتی طور پر چھا گیا تھا، وہ دُور ہوگیا۔

(۲۱) اس آیت میں اشارہ فرمادیا گیا کہ ہوازن کے جو لوگ بڑے جوش وخروش کے ساتھ لڑنے کے لئے آئے تھے، اُن میں سے بہت سے لوگوں کو اِیمان اور توبہ کی توفیق ہوجائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور ہوازن اور ثقیف کے لوگوں کی بہت بڑی تعداد بعد میں مسلمان ہوئی۔ خود مالک بن عوف جو ہوازن کے سب سے بڑے سردار تھے، مسلمان ہوئے، اور اِسلام کے بڑے علم برداروں میں اُن کا شمار ہوا۔ آج انہیں حضرت مالک بن عوف رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۲۲) اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ اُن کے جسم بذاتِ خود ناپاک ہیں، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اُن کے عقائد ناپاک ہیں جو اُن کے وجود میں سرایت کر چکے ہیں۔

(۲۳) یہ اعلانِ براءت کا تکملہ ہے۔ اور اس کے ذریعے مشرکین کو مسجدِ حرام کے قریب آنے سے منع فرمادیا گیا ہے۔ حضرت

عَيۡلَةً فَسَوۡفَ يُغۡنِيۡكُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖۤ اِنۡ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيۡمٌ
اللہ چاہے گا تو تمہیں اپنے فضل سے (مشرکین سے) بے نیاز کردے گا۔(۲۴) بیشک اللہ کا علم بھی کامل ہے،
حَكِيۡمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ لَا
حکمت بھی کامل۔ ﴿۲۸﴾ وہ اہلِ کتاب(۲۵) جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، نہ یومِ آخرت پر،(۲۶) اور جو اللہ اور اُس کے

امام ابوحنیفہؒ نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ مشرکین کو اگلے سال سے حج کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ اس آیتِ کریمہ کی تعمیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے جو اعلان کروایا اُس کے الفاظ یہ تھے کہ: "لا یحجن بعد ھذا العام مشرك" یعنی اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا (صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ)۔ اس سے معلوم ہوا کہ ''مسجدِ حرام کے قریب نہ آنے'' کے معنی یہ ہیں کہ وہ حج نہ کریں، اور یہ ایسا ہی ہے جیسے مردوں سے کہا گیا ہے کہ وہ حیض کی حالت میں عورتوں کے قریب بھی نہ جائیں، اور مراد یہ ہے کہ اُن سے جماع نہ کریں، چنانچہ اُن کے قریب جانا ممنوع نہیں ہے۔ اسی طرح کفار حج تو نہیں کر سکتے، لیکن کسی اور ضرورت سے مسجدِ حرام یا کسی اور مسجد میں اُن کا داخلہ بالکلیہ ممنوع نہیں ہے، کیونکہ کئی مواقع پر یہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کو مسجدِ نبوی میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ البتہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کی رُو سے مسجدِ حرام بلکہ پوری حدودِ حرم میں کفار کا داخلہ ممنوع ہے۔ بلکہ امام مالکؒ کے نزدیک دوسری کسی مسجد میں بھی کسی کافر کا داخلہ جائز نہیں ہے۔

(۲۴) غیر مسلموں کو حج سے منع کرنے کا ایک نتیجہ ظاہری طور پر یہ ہوسکتا تھا کہ مکہ مکرّمہ کی تجارت اور معیشت پر بُرا اثر پڑے، کیونکہ مکہ مکرّمہ میں اپنی تو کوئی پیداوار نہیں تھی، باہر سے آنے والوں پر ہی اس کی تجارت کا دارومدار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس اندیشے کو دُور کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی احتیاج اپنے فضل سے دُور فرمائے گا۔

(۲۵) اس سے اُوپر کی اٹھائیس آیات عرب کے بت پرستوں کے بارے میں تھیں، اور یہاں سے وہ آیات شروع ہورہی ہیں جو غزوۂ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی ہیں (الدر المنثور بحوالہ مجاہد ج: ۴ ص: ۱۵۳)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیتیں اُوپر کی اٹھائیس آیتوں سے پہلے نازل ہوئی تھیں، کیونکہ غزوۂ تبوک اعلانِ براءت سے پہلے پیش آیا ہے، اور اس کا واقعہ ان شاء اللہ آگے قدرے تفصیل کے ساتھ آئے گا۔ چونکہ یہ غزوہ رُوم کی سلطنت کے خلاف ہوا تھا، اور اُن میں اکثریت عیسائیوں کی تھی، اور یہودیوں کی بھی ایک بڑی تعداد رُومی سلطنت کے ماتحت زندگی گذار رہی تھی، اور دونوں کو قرآنِ کریم نے ''اہلِ کتاب'' کا نام دیا ہے، اس لئے ان سے جنگ کرنے کا حکم دینے کے ساتھ اُن کے عقائد اور اعمال کی کچھ خرابیاں ان آیات میں بیان فرمائی گئی ہیں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اگرچہ ان آیات کا نزول شروع کی اٹھائیس آیتوں سے پہلے ہوا تھا، مگر ان کو موجودہ ترتیب میں ان اٹھائیس آیتوں کے بعد رکھا گیا ہے۔ شاید اس میں یہ اشارہ ہے کہ جزیرۂ عرب کے بت پرستی سے پاک ہونے کے بعد مسلمانوں کو باہر کے اہلِ کتاب سے سابقہ پیش آنے والا ہے، نیز بت پرستوں کے لئے تو جزیرۂ عرب میں مستقل رہائش ممنوع کردی گئی تھی، لیکن اہلِ کتاب کے لئے یہ گنجائش رکھی گئی تھی کہ وہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہری کی حیثیت میں جزیہ ادا کرکے رہ سکتے ہیں۔ یہ رعایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں تو برقرار رہی، لیکن آپ نے وفات سے پہلے یہ

يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُولُهٗ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ
رسول کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام نہیں سمجھتے، اور نہ دینِ حق کو اپنا دین مانتے ہیں، اُن سے جنگ کرو،
ع أُوتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝۲۹ وَقَالَتِ
یہاں تک کہ وہ خوار ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔(۲۷) ۝۲۹ یہودی تو یہ کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں،(۲۸)
الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ
اور نصرانی یہ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ سب اُن کی منہ کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔

وصیت فرمائی تھی کہ یہود اور نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکال دو (صحیح بخاری، کتاب الجہاد، حدیث نمبر ۳۰۵۳)۔ چنانچہ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس وصیت پر عمل فرمایا۔ لیکن یہ حکم صرف جزیرۂ عرب کے ساتھ مخصوص تھا۔ جزیرۂ عرب کے باہر جہاں کہیں اسلامی حکومت قائم ہو، وہاں اب بھی نہ صرف اہلِ کتاب، بلکہ دوسرے تمام غیر مسلم اسلامی ریاست کے شہری کی حیثیت سے رہ سکتے ہیں، جہاں انہیں اپنے مذہب پر عمل کی آزادی ہے، بشرطیکہ وہ ملکی قوانین کی پابندی کریں۔ یہاں اگرچہ ذکر صرف اہلِ کتاب کا ہے، لیکن جو وجہ بیان کی گئی ہے کہ وہ دینِ حق کو اپنا دین نہیں بناتے، وہ چونکہ تمام غیر مسلموں میں پائی جاتی ہے، اس لئے جزیرۂ عرب سے باہر یہ حکم باجماعِ اُمت تمام غیر مسلموں کو شامل ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۲۶) بظاہر تو اہلِ کتاب اللہ پر ایمان رکھنے کا دعویٰ کرتے تھے، لیکن چونکہ انہوں نے اس ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بہت سے غلط عقائد گھڑ رکھے تھے، جن میں سے بعض کا بیان اگلی آیت میں آرہا ہے، اس لئے اُن کا یہ ایمان کالعدم قرار دے کر یہ فرمایا گیا کہ وہ اللہ پر ایمان نہیں رکھتے۔

(۲۷) "جزیہ" ایک ٹیکس ہے جو مسلمان ریاست کے اُن غیر مسلم شہریوں سے لیا جاتا ہے جو لڑنے کی صلاحیت رکھتے ہوں، چنانچہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور تارک الدنیا مذہبی پیشواؤں سے جزیہ نہیں لیا جاتا۔ یہ درحقیقت اُن کے پرامن طریقے سے اسلامی ریاست میں رہنے اور اسلامی ریاست کے دِفاع میں شریک نہ ہونے کا ٹیکس ہے، جس کے عوض اسلامی حکومت اُن کی جان و مال کی ذمہ داری لیتی ہے (روح المعانی)۔ اس کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ غیر مسلموں سے مسلمانوں کی طرح زکوٰۃ وصول نہیں کی جاتی، لیکن وہ ریاست کے تمام شہری حقوق میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ اس لئے بھی اُن پر یہ خاص نوعیت کا ٹیکس عائد کیا گیا ہے۔ اور اَحادیث میں مسلمان حکمرانوں کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ غیر مسلم باشندوں کے حقوق کا پورا خیال رکھیں، اور اُن پر اتنا ٹیکس عائد نہ کریں جو اُن کی طاقت سے زیادہ ہو۔ چنانچہ اسلامی تاریخ کے تقریباً ہر دور میں جزیہ کی شرح بہت معمولی رہی ہے۔ اور آیتِ کریمہ میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ: "وہ خوار ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں" اس کی تفسیر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ منقول ہے کہ وہ اسلامی ریاست کے قوانین کے تابع ہوکر رہنا منظور کرلیں (روح المعانی ج:۱۰ ص:۳۷۹)۔

(۲۸) حضرت عزیر علیہ السلام ایک جلیل القدر پیغمبر تھے، (ان کو بائبل میں عزرا کے نام سے یاد کیا گیا ہے، اور ایک پوری کتاب اُن کے نام سے منسوب ہے)۔ اور جب بخت نصر کے حملے میں تورات کے نسخے ناپید ہوگئے تھے تو انہوں نے اُسے اپنی

قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ
یہ اُن لوگوں کی سی باتیں کر رہے ہیں جو ان سے پہلے کافر ہوچکے ہیں۔(۲۹) اللہ کی مار ہو ان پر!
اللَّهُ ۚ أَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ ﴿٣٠﴾ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ
یہ کہاں اوندھے بہکے جارہے ہیں؟ (۳۰) انہوں نے اللہ کے بجائے اپنے اَحبار (یعنی یہودی علماء) اور راہبوں (یعنی عیسائی درویشوں) کو خدا
دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَٰهًا
بنالیا ہے،(۳۰) اور مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ اُن کو ایک خدا کے سوا کسی کی عبادت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔
وَاحِدًا ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾ يُرِيدُونَ أَنْ
اُس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ وہ اُن کی مشرکانہ باتوں سے بالکل پاک ہے۔(۳۱) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے
يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ
نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھادیں، حالانکہ اللہ کو اپنے نور کی تکمیل کے سوا ہر بات نامنظور ہے، چاہے کافروں کو یہ بات
الْكَافِرُونَ ﴿٣٢﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ
کتنی بُری لگے (۳۲) وہ اللہ ہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دِین دے کر بھیجا ہے، تاکہ
لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿٣٣﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا النصف
اُسے ہر دوسرے دِین پر غالب کردے، چاہے مشرک لوگوں کو یہ بات کتنی ناپسند ہو۔(۳۳) اے ایمان والو!
إِنَّ كَثِيرًا مِنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ
(یہودی) اَحبار اور (عیسائی) راہبوں میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھاتے ہیں،

یادداشت سے دوبارہ لکھوایا تھا، اور شاید اسی وجہ سے بعض یہودی انہیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا ماننے لگے تھے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ اُن کو بیٹا ماننے کا عقیدہ سب یہودیوں کا نہیں ہے، بلکہ بعض یہودیوں کا ہے جو عرب میں بھی آباد تھے۔

(۲۹) اس سے مراد غالباً عرب کے مشرکین ہیں جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔

(۳۰) ان کو خدا بنانے کا جو مطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنے علماء کو یہ اختیارات دے رکھے ہیں کہ وہ جس چیز کو چاہیں، حلال اور جس چیز کو چاہیں، حرام قرار دے دیں۔ واضح رہے کہ عام لوگ جو کسی آسمانی کتاب کا براہِ راست علم نہیں رکھتے، اُن کو شریعت کا حکم معلوم کرنے کے لئے علماء سے رُجوع تو کرنا ہی پڑتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے شارح کی حیثیت میں اُن کی بات ماننی بھی پڑتی ہے۔ اس کا حکم خود قرآنِ کریم نے سورۂ نحل (۱۶:۴۳) اور سورۂ انبیاء (۲۱:۷) میں دیا ہے۔ اس حد تک تو کوئی بات قابلِ اعتراض نہیں۔ لیکن یہود و نصاریٰ نے اس سے آگے بڑھ کر اپنے علماء کو بذاتِ خود اَحکام وضع کرنے کا اختیار دے رکھا تھا کہ وہ آسمانی کتاب کی تشریح کے طور پر نہیں، بلکہ اپنی مرضی سے جس چیز کو چاہیں، حلال اور جس چیز کو چاہیں، حرام قرار دے دیں، خواہ اُن کا یہ حکم اللہ کی کتاب کے

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا

اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔(۳۱) اور جو لوگ سونے چاندی کو جمع کر کر کے رکھتے ہیں، اور اُس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں

يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا

کرتے، اُن کو ایک دردناک عذاب کی "خوشخبری" سنادو۔(۳۲) ﴿۳۴﴾ جس دن اس دولت کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا،

فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا

پھر اُس سے ان لوگوں کی پیشانیاں اور ان کی کروٹیں اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی، (اور کہا جائے گا کہ:) "یہ ہے وہ

كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ

خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کیا تھا! اب چکھو اُس خزانے کا مزہ جو تم جوڑ جوڑ کر رکھا کرتے تھے۔" ﴿۳۵﴾ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے نزدیک مہینوں

عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

کی تعداد بارہ مہینے ہے،(۳۳) جو اللہ کی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) کے مطابق اُس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا

مخالف ہی کیوں نہ ہو۔

(۳۱) لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھانے کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں، لیکن ان علماء کے حوالے سے خاص طور پر جو بات کہی جارہی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ لوگ رشوت لے کر لوگوں کی مرضی کے مطابق شریعت کو توڑ موڑ ڈالتے ہیں، اور اس طرح اللہ کے مقرر کئے ہوئے صحیح راستے سے لوگوں کو روک دیتے ہیں۔

(۳۲) اگرچہ یہ آیت براہِ راست اُن اہلِ کتاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو بخل کی وجہ سے مال جمع کرتے رہتے تھے، اور اُس کے شرعی حقوق ادا نہیں کرتے تھے، لیکن آیت کے الفاظ عام ہیں، اور ان کا اطلاق اُن مسلمانوں پر بھی ہوتا ہے جو مال و دولت اکٹھا کرتے چلے جائیں، اور وہ حقوق ٹھیک ٹھیک ادا نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے اُن کے مال پر عائد کئے ہیں جن میں سب سے اہم زکوٰۃ کی ادائیگی ہے۔

(۳۳) سورت کے شروع میں جو اعلانِ براءت کیا گیا ہے، اُس میں بت پرستوں کی ایک قسم کو حرمت والے مہینے ختم ہونے تک مہلت دی گئی تھی، اس مناسبت سے عرب کے بت پرستوں کی ایک نامعقول رسم کی تردید ضروری تھی جو آیت نمبر ۳۶ اور ۳۷ میں کی گئی ہے۔ اس رسم کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چاند کے چار مہینوں کو حرمت والے مہینے سمجھا جاتا تھا۔ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرّم اور رجب۔ ان چار مہینوں میں جنگ کی ممانعت تھی۔ عرب کے بت پرستوں نے اگرچہ بت پرستی شروع کر کے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کو بہت کچھ بدل ڈالا تھا، لیکن ان مہینوں کی حرمت کو سب تسلیم کرتے تھے، اور ان میں جنگ کو ناجائز سمجھتے تھے۔ رفتہ رفتہ یہ ممانعت ان کو مشکل معلوم ہونے لگی، اس لئے کہ ذوالقعدہ سے محرم تک تین متواتر مہینوں میں لڑائی بند رکھنا اُن کے لئے دُشوار تھا، چنانچہ اس مشکل کا حل انہوں نے یہ نکالا تھا کہ وہ کسی سال میں کہہ دیتے تھے کہ اس مرتبہ صفر کا مہینہ محرّم سے پہلے آئے گا، یا محرّم کے بجائے صفر کے مہینے کو حرمت والا مہینہ سمجھا جائے گا۔ چنانچہ اس طرح وہ محرّم کے مہینے میں لڑائی کو جائز قرار دے لیتے تھے۔ اس کے علاوہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حج چونکہ مختلف موسموں میں آتا تھا، اس

مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ

کیا تھا۔ ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔ یہی دین (کا) سیدھا سادہ (تقاضا) ہے، لہٰذا ان مہینوں کے معاملے میں اپنی

قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ

جانوں پر ظلم نہ کرو،(۳۴) اور تم سب مل کر مشرکوں سے اسی طرح لڑو جیسے وہ سب تم سے لڑتے ہیں، اور یقین رکھو کہ اللہ

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔ ﴿۳۶﴾ (اور) یہ نسیئ (یعنی مہینوں کو آگے پیچھے کردینا) تو کفر میں ایک مزید اضافہ ہے جس کے ذریعے کافروں کو گمراہ کیا

يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا

جاتا ہے۔ یہ لوگ اس عمل کو ایک سال حلال کرلیتے ہیں، اور ایک سال حرام قرار دے دیتے ہیں، تاکہ اللہ نے جو مہینے حرام کئے ہیں، اُن کی بس

مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

گنتی پوری کرلیں، اور (اس طرح) جو بات اللہ نے حرام قرار دی تھی، اُسے حلال سمجھ لیں۔(۳۵) ان کی بدعملی ان کی نگاہ میں خوشنما بنادی گئی ہے، اور

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ ع

اللہ ایسے کافر لوگوں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔ ﴿۳۷﴾ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا گیا کہ اللہ کے راستے میں

سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ؕ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ

(جہاد کے لئے) کوچ کرو تو تم بوجھل ہو کر زمین سے لگ گئے؟(۳۶) کیا تم آخرت کے مقابلے میں دُنیوی زندگی پر راضی ہو چکے ہو؟

لئے بعض مرتبہ وہ موسم ان کی تجارت کے لئے سازگار نہیں ہوتا تھا تو وہ حج ذوالحجہ کے بجائے کسی اور مہینے میں کرلیتے تھے، اور اُس کے لئے انہوں نے کبیسہ کا ایک حساب بھی گھڑ لیا تھا جس کی تفصیل امام رازیؒ نے اپنی تفسیر میں بیان فرمائی ہے، اور حافظ ابن جریرؒ کی بعض روایات سے بھی ان کی تائید ہوتی ہے۔ مہینوں کو آگے پیچھے کرنے کی اس رسم کو "نسیئ" کہا جاتا تھا جس کا ذکر آیت نمبر ۳۷ میں آرہا ہے۔

(۳۴) یعنی اللہ تعالیٰ نے مہینوں کی جو ترتیب مقرر فرمائی ہے، اُس میں ردّ و بدل کر کے مہینوں کو آگے پیچھے کرنے کا نتیجہ یہ ہے کہ جس مہینے میں لڑائی حرام تھی، اُس میں اُسے حلال کرلیا گیا جو ایک بڑا گناہ ہے، اور گناہ کا ارتکاب کرنے والا خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے، کیونکہ اُس کا برا انجام اُس کی جان ہی کو بھگتنا پڑے گا۔ ساتھ ہی اس جملے میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ان حرمت والے مہینوں میں اللہ تعالیٰ کی زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہئے، اور ان مہینوں میں گناہوں سے بچنے کی فکر اور دنوں سے زیادہ کرنی چاہئے۔

(۳۵) یعنی مہینوں کو آگے پیچھے کر کے انہوں نے چار مہینے کی گنتی تو پوری کردی، لیکن ترتیب بدلنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس مہینے میں واقعۃً اللہ تعالیٰ نے لڑائی حرام قرار دی تھی، اُس میں انہوں نے لڑائی کو حلال کرلیا۔

(۳۶) یہاں سے غزوۂ تبوک کے مختلف پہلوؤں کا بیان شروع ہورہا ہے جو اس سورت کے تقریباً آخر تک چلا گیا ہے۔ اس

الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝٣٨ اِلَّا

(اگر ایسا ہے) تو (یاد رکھو کہ) دُنیوی زندگی کا مزہ آخرت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں، مگر بہت تھوڑا ۝٣٨ اگر تم

غزوے کا واقعہ مختصراً یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فتحِ مکہ اور غزوۂ حنین کے سفر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو کچھ عرصہ بعد شام سے آنے والے کچھ سوداگروں نے مسلمانوں کو بتایا کہ رُومی سلطنت کا بادشاہ ہرقل مدینہ منوّرہ پر ایک زوردار حملہ کرنے کی تیاریاں کررہا ہے، جس کے لئے اُس نے ایک بڑا لشکر شام اور عرب کی سرحد پر جمع کرلیا ہے، اور اپنے فوجیوں کو سال بھر کی تنخواہ پیشگی دے دی ہے۔ صحابۂ کرامؓ اگرچہ اب تک بہت سی جنگیں لڑ چکے تھے، مگر وہ سب جزیرۂ عرب کے اندر تھیں، یہ پہلا موقع تھا کہ دُنیا کی مانی ہوئی ایک بڑی طاقت سے مقابلہ پیش آرہا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ ہرقل کے حملے کا انتظار کئے بغیر خود پیش قدمی کی جائے، اور خود وہاں پہنچ کر مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے مدینہ منوّرہ کے تمام مسلمانوں کو اس جنگ میں شریک ہونے کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ مسلمانوں کے لئے یہ بہت بڑی آزمائش تھی۔ اوّل تو دس سال کی متواتر جنگوں کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ فتحِ مکہ کے بعد سکون کے کچھ لمحات میسر آئے تھے۔ دوسرے جس وقت اس جنگ کے لئے روانہ ہونا تھا، وہ ایسا وقت تھا کہ مدینہ منوّرہ کے نخلستانوں میں کھجوریں پک رہی تھیں۔ انہی کھجوروں پر اہلِ مدینہ کی سال بھر کی معیشت کا دار و مدار تھا، ایسی حالت میں باغات کو چھوڑ کر جانا نہایت مشکل تھا۔ تیسرے یہ عرب میں گرمی کا سخت ترین موسم تھا جس میں آسمان سے آگ برستی اور زمین سے شعلے نکلتے محسوس ہوتے ہیں۔ چوتھے تبوک کا سفر بہت لمبا تھا، اور تقریباً آٹھ سو میل کا یہ پورا راستہ لق و دق صحراؤں پر مشتمل تھا۔ پانچویں سفر کے لئے سواریاں کم تھیں۔ چھٹے اس سفر کا مقصد رُومی سلطنت سے ٹکر لینا تھا جو اُس وقت نہ صرف یہ کہ دُنیا کی سب سے بڑی طاقت تھی، بلکہ اُس کے طریقِ جنگ سے بھی اہلِ عرب پوری طرح مانوس نہیں تھے۔ غرض ہر اعتبار سے یہ انتہائی مشقت، جان و مال اور جذبات کی قربانی کا جہاد تھا جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار صحابۂ کرامؓ کے لشکر کے ساتھ تبوک روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہرقل اور اُس کے لشکر پر آپ کی اس جرأت مندانہ پیش قدمی کا ایسا رُعب طاری فرمادیا کہ وہ سب واپس چلے گئے، اور مقابلے کی نوبت ہی نہیں آئی۔ مذکورہ بالا مشکل حالات کے باوجود صحابۂ کرامؓ کی بھاری اکثریت ماتھے پر بل لائے بغیر جاں نثاری کے جذبے سے اس مہم میں شریک ہوئی۔ البتہ کچھ صحابہ ایسے بھی تھے جنہیں یہ سفر بھاری معلوم ہوا، اور شروع میں انہیں کچھ تردد رہا، لیکن آخرکار وہ لشکر میں شامل ہوگئے۔ اور چند ایسے بھی تھے جو اس تردد کی وجہ سے آخر تک فیصلہ نہ کرسکے، اور سفر میں شرکت سے محروم رہے۔ دوسری طرف وہ منافقین تھے جو ظاہری طور پر تو مسلمان ہوگئے تھے، لیکن اندر سے مسلمان نہیں تھے۔ ایسی سخت مہم میں مسلمانوں کا ساتھ دینا اُن کے لئے ممکن ہی نہیں تھا، اس لئے وہ مختلف حیلوں بہانوں سے مدینہ منورہ میں رُک گئے، اور ساتھ نہیں گئے۔ اس سورت کی آنے والی آیات میں ان سب قسم کے لوگوں کا ذکر آیا ہے، اور اُن کے طرزِ عمل پر تبصرہ فرمایا گیا ہے۔ آیت نمبر ٣٨ میں جن لوگوں کو ملامت کی گئی ہے، اُن سے مراد منافقین بھی ہوسکتے ہیں۔ اس صورت میں ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو'' اُن کے ظاہری دعوے کے مطابق فرمایا گیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ خطاب اُن صحابۂ کرامؓ سے ہو جن کے دِل میں تردّد پیدا ہوا تھا۔ البتہ آیت نمبر ٤٢ سے تمام تر بیان منافقین ہی کا ہے۔

تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ

کوچ نہیں کروگے تو اللہ تمہیں دردناک سزا دے گا، اور تمہاری جگہ کوئی اور قوم لے آئے گا، اور تم اُسے کچھ بھی نقصان نہیں

شَيْـًٔا ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٣٩﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ

پہنچاسکوگے۔ اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (٣٩) اگر تم ان کی (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) مدد نہیں کروگے،

اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ

تو (ان کا کچھ نقصان نہیں، کیونکہ) اللہ ان کی مدد اُس وقت کرچکا ہے، جب ان کو کافر لوگوں نے ایسے وقت (مکہ سے) نکالا تھا جب وہ دو

لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ

آدمیوں میں سے دوسرے تھے، جب وہ دونوں غار میں تھے، جب وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ: ''غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' (٣٧)

بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ؕ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ

چنانچہ اللہ نے ان پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی، اور اُن کی ایسے لشکروں سے مدد کی جو تمہیں نظر نہیں آئے، اور کافر لوگوں کا بول نیچا کر

هِیَ الْعُلْيَا ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٤٠﴾ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّ

دِکھایا، اور بول تو اللہ ہی کا بالا ہے۔ اور اللہ اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (٤٠) (جہاد کے لئے) نکل کھڑے ہو،

جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

چاہے تم ہلکے ہو یا بوجھل، اور اپنے مال و جان سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔ اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو یہی

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤١﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ

تمہارے حق میں بہتر ہے (٤١) اگر دُنیا کا سامان کہیں قریب ملنے والا ہوتا، اور سفر درمیانہ قسم کا ہوتا، تو یہ (منافق لوگ) ضرور تمہارے پیچھے

---

(٣٧) یہ ہجرت کے واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف اپنے ایک رفیق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ مکرّمہ سے نکلے تھے، اور تین دن تک غارِ ثور میں روپوش رہے تھے۔ مکہ مکرّمہ کے کافر سرداروں نے آپ کی تلاش کے لئے چاروں طرف لوگ دوڑائے ہوئے تھے، اور آپ کو گرفتار کرنے کے لئے سواُونٹوں کا انعام مقرّر کیا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ آپ کو تلاش کرنے والے کھوجی غارِ ثور کے منہ تک پہنچ گئے، اور اُن کے پاؤں حضرت صدیق اکبرؓ کو نظر آنے لگے جس کی وجہ سے اُن پر گھبراہٹ کے آثار ظاہر ہوئے۔ لیکن حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر اُن سے فرمایا تھا کہ: ''غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔'' چنانچہ اللہ تعالیٰ نے غار کے دہانے پر مکڑی سے جالا تنوادیا، اور وہ لوگ اُسے دیکھ کر واپس چلے گئے۔ اس واقعے کا حوالہ دے کر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمارہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے، اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد کافی ہے، لیکن خوش نصیبی اُن لوگوں کی ہے جو آپ کی نصرت کی سعادت حاصل کریں۔

لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٤٢﴾ عَفَا اللّٰهُ

لٰكِنْ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا

لیکن یہ کٹھن فاصلہ ان کے لئے بہت دُور پڑ گیا۔ اور اَب یہ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں استطاعت ہوتی تو ہم ضرور آپ کے ساتھ نکل جاتے۔ یہ لوگ اپنی جانوں کو ہلاک کر رہے ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں (٤٢) (اے پیغمبر!) اللہ نے تمہیں معاف

عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ

الْكٰذِبِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَا يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ

کر دیا ہے،(٣٨) (مگر) تم نے ان کو (جہاد میں شریک نہ ہونے کی) اجازت اس سے پہلے ہی کیوں دے دی کہ تم پر یہ بات کھل جاتی کہ کون ہیں جنہوں نے سچ بولا ہے، اور تم جھوٹوں کو بھی اچھی طرح جان لیتے (٤٣) جو لوگ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں،

يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٤﴾ اِنَّمَا

وہ اپنے مال و جان سے جہاد نہ کرنے کے لئے تم سے اجازت نہیں مانگتے، اور اللہ متقی لوگوں کو خوب جانتا ہے (٤٤) تم سے

يَسْتَاْذِنُكَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَارْتَابَتْ

اجازت تو وہ لوگ مانگتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور ان کے دِل شک میں پڑے ہوئے ہیں،

قُلُوْبُهُمْ فَهُمْ فِيْ رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا

اور وہ اپنے شک کی وجہ سے ڈانوا ڈول ہیں (٤٥) اگر ان کا ارادہ نکلنے کا ہوتا تو اُس کے لئے انہوں نے کچھ نہ کچھ تیاری کی ہوتی۔(٣٩) لیکن اللہ نے

لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ

ان کا اُٹھنا پسند ہی نہیں کیا، اس لئے انہیں سست پڑا رہنے دیا، اور کہہ دیا گیا کہ جو (اپاہج ہونے کی وجہ سے) بیٹھے ہیں، اُن کے ساتھ تم بھی بیٹھ

(٣٨) دراصل تنبیہ تو یہ کرنی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کو جہاد سے الگ رہنے کی اجازت کیوں دی؟ لیکن یہ محبت بھرا انداز ملاحظہ فرمایئے کہ تنبیہ کرنے سے پہلے ہی معافی کا اعلان فرما دیا، کیونکہ اگر پہلے تنبیہ کی جاتی اور معافی کا اعلان بعد میں آتا تو اس درمیانی وقت میں آپ پر نہ جانے کیا کیفیت گذر جاتی۔ بہرحال! مطلب یہ ہے کہ ان منافقین کو جہاد میں جانا تو تھا ہی نہیں، اور جیسا کہ آگے آیت ۴۷ میں فرمایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ بھی نہیں چاہتا تھا کہ یہ لشکر میں شامل ہو کر فساد مچائیں، لیکن اگر آپ انہیں جہاد سے الگ رہنے کی اجازت نہ دیتے تو یہ بات کھل کر سامنے آجاتی کہ یہ نافرمان لوگ ہیں۔ بحالتِ موجودہ جبکہ یہ لوگ اجازت لے چکے ہیں، ایک طرف تو یہ مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہم تو باقاعدہ اجازت لے کر مدینہ منوّرہ میں رہے، اور دوسری طرف اپنے لوگوں سے شیخی بگھاریں گے کہ دیکھو ہم نے مسلمانوں کو کیسا دھوکا دیا۔

(٣٩) یہ آیت بتا رہی ہے کہ انسان کا کوئی عذر اُس وقت مانا جا سکتا ہے جب اُس نے اپنی طرف سے اپنا فرض ادا کرنے کی کوشش اور تیاری پوری کی ہو، پھر کوئی غیر اختیاری وجہ ایسی پیش آگئی ہو جس کی بنا پر وہ اپنا فریضہ ادا نہیں کر سکا۔ لیکن کسی قسم کی کوشش اور تیاری کے بغیر یہ کہہ دینا کہ ہم معذور ہیں، قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کوئی شخص فجر کے وقت بیدار ہونے کی تیاری

الْقٰعِدِيْنَ ۝۴۶ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَاۡاَوْضَعُوْا
رہو۔ ۝۴۶ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ نکل کھڑے ہوتے تو سوائے فساد پھیلانے کے تمہارے درمیان کوئی اور اضافہ نہ کرتے، اور تمہارے لئے
خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
فتنہ پیدا کرنے کی کوشش میں تمہاری صفوں کے درمیان دوڑے دوڑے پھرتے۔ اور خود تمہارے درمیان ایسے لوگ موجود ہیں جو اُن کے مطلب
بِالظّٰلِمِيْنَ ۝۴۷ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى
کی باتیں خوب سنتے ہیں،(۴۰) اور اللہ ان ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے ۝۴۷ ان لوگوں نے اس سے پہلے بھی فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، اور یہ
جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ۝۴۸ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ
تمہیں نقصان پہنچانے کے لئے معاملات کی اُلٹ پھیر کرتے رہے ہیں، یہاں تک کہ حق آیا، اللہ کا حکم غالب ہوا، اور یہ کڑھتے رہ گئے۔(۴۱) ۝۴۸
لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ۭ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ
اور انہی میں وہ صاحب بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ: ’’مجھے اجازت دے دیجئے، اور مجھے فتنے میں نہ ڈالئے۔‘‘(۴۲) ارے فتنے ہی میں تو یہ خود پڑے
بِالْكٰفِرِيْنَ ۝۴۹ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ
ہوئے ہیں! اور یقین رکھو کہ جہنم سارے کافروں کو گھیرے میں لینے والی ہے۔ ۝۴۹ اگر تمہیں کوئی بھلائی مل جائے تو انہیں دکھ ہوتا ہے، اور اگر تم پر

پوری کرے، اَلارم لگائے، یا کسی کو بیدار کرنے پر مقرر کرے، پھر آنکھ نہ کھلے تو بیشک معذور ہے، لیکن تیاری کچھ نہ کی ہو، اور پھر آنکھ نہ کھلنے کا عذر پیش کرے تو یہ عذر معتبر نہیں ہے۔

(۴۰) اس کا ایک مطلب تو یہ ہوسکتا ہے کہ بعض سادہ لوح مسلمان ان لوگوں کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں، اس لئے ان کی باتیں سن کر انہیں خلوص پر مبنی سمجھتے ہیں، اس لئے اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ لشکر میں موجود ہوتے تو ان سادہ لوح مسلمانوں کو ورغلا کر فساد کا بیج بونے کی کوشش کرتے۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگرچہ یہ منافقین خود تو لشکر میں شامل نہیں ہوئے، لیکن ان کے جاسوس تمہاری صفوں میں موجود ہیں جو تمہاری باتیں سنتے ہیں، اور جن باتوں سے منافقین کوئی فائدہ اُٹھا سکتے ہوں، ان کی خبریں اُن تک پہنچاتے ہیں۔

(۴۱) اس سے مسلمانوں کی فتوحات کی طرف اشارہ ہے جن میں فتح مکہ اور غزوۂ حنین کی فتح سرفہرست ہے۔ منافقین کی پوری کوشش تو یہ تھی کہ مسلمان کامیاب نہ ہونے پائیں، لیکن اللہ تعالیٰ کا حکم غالب آیا، اور یہ منہ دیکھتے رہ گئے۔

(۴۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ منافقین میں ایک شخص جد بن قیس تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو غزوۂ تبوک میں شامل ہونے کی دعوت دی تو اُس نے کہا کہ: ’’یارسول اللہ! میں بڑا زن پرست آدمی ہوں، جب رُوم کی خوبصورت عورتوں کو دیکھوں گا تو مجھ سے صبر نہیں ہو سکے گا، اور میں فتنے میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ لہٰذا مجھے اجازت دے دیجئے کہ میں اس جنگ میں شریک نہ ہوں، اور اس طرح مجھے فتنے میں مبتلا ہونے سے بچا لیجئے۔‘‘ اس آیت میں اُس کی طرف اشارہ ہے (روح المعانی بحوالہ ابن المنذر وطبرانی وابن مردویہ)۔

يَقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَ يَتَوَلَّوْا وَّ هُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾ قُلْ
کوئی مصیبت آپڑے تو کہتے ہیں کہ: ''ہم نے تو پہلے ہی اپنا بچاؤ کرلیا تھا'' اور (یہ کہہ کر) بڑے خوش خوش واپس چلے جاتے ہیں ﴿۵۰﴾ کہہ دو کہ:
لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ
'' اللہ نے ہمارے مقدر میں جو تکلیف لکھ دی ہے، ہمیں اُس کے سوا کوئی اور تکلیف ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ وہ ہمارا رکھوالا ہے، اور اللہ ہی پر مؤمنوں کو
الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ؕ وَ نَحْنُ
بھروسہ رکھنا چاہئے۔'' ﴿۵۱﴾ کہہ دو کہ: ''تم ہمارے لئے جس چیز کے منتظر ہو، وہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ (آخرکار) دو بھلائیوں میں سے ایک نہ
نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖۤ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ
ایک بھلائی ہمیں ملے۔(۴۳) اور ہمیں تمہارے بارے میں انتظار اس کا ہے کہ اللہ تمہیں اپنی طرف سے یا ہمارے ہاتھوں سزا دے۔
فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ
بس اب انتظار کرو، ہم بھی تمہارے ساتھ منتظر ہیں'' ﴿۵۲﴾ کہہ دو کہ: ''تم اپنا مال چاہے خوشی خوشی چندے میں دو، یا بددلی سے، وہ
يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ؕ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَ مَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ
تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔(۴۴) تم ایسے لوگ ہو جو مسلسل نافرمانی کرتے رہے ہو'' ﴿۵۳﴾ اور ان کے چندے قبول کئے جانے میں رُکاوٹ کی
مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ بِرَسُوْلِهٖ وَ لَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا
کوئی اور وجہ اس کے سوا نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ کفر کا معاملہ کیا ہے، اور یہ نماز میں آتے ہیں تو کسمساتے ہوئے
وَ هُمْ كُسَالٰى وَ لَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَ هُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَ
آتے ہیں، اور (کسی نیکی میں) خرچ کرتے ہیں تو بُرا مانتے ہوئے خرچ کرتے ہیں ﴿۵۴﴾ تمہیں ان کے مال اور
لَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ
اولاد (کی کثرت) سے تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ انہی چیزوں سے ان کو دُنیوی زندگی میں عذاب دے،(۴۵) اور

(۴۳) یعنی یا تو ہمیں فتح ہو، یا ہم اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہوجائیں، اور ہمارے لئے یہ دونوں باتیں بھلائی کی ہیں۔ تم سمجھتے ہو کہ اگر ہم شہید ہوگئے تو ہمارا نقصان ہوگا، حالانکہ شہادت نقصان کا نہیں بڑے فائدے کا سودا ہے۔

(۴۴) جد بن قیس جس کا ذکر اُوپر آیا ہے، اُسی کے بارے میں ایک روایت یہ ہے کہ اُس نے جنگ میں جانے سے تو مذکورہ بالا بے ہودہ عذر پیش کیا تھا، لیکن یہ کہا تھا کہ اُس کے بدلے میں اپنا مال چندے میں دوں گا (ابن جریر ج:۱۰ ص:۱۵۲)۔ اس کے جواب میں یہ آیت منافقین کے چندے کے ناقابلِ قبول ہونے کا اعلان کررہی ہے۔

(۴۵) یہ آیت دُنیوی مال و دولت کے بارے میں ایک بڑی عظیم حقیقت کی طرف اشارہ کررہی ہے۔ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مال و دولت بذاتِ خود کوئی ایسی چیز نہیں ہے جسے انسان اپنی زندگی کا مقصد بنائے۔ انسان کا اصل مقصدِ زندگی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول اور آخرت کی بہتری کا سامان کرنا ہونا چاہئے۔ البتہ چونکہ دُنیا میں زندہ رہنے کے لئے مال کی ضرورت ہے، اس لئے جائز

تَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ (۵۵) وَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ؕ وَ مَا

ان کی جان بھی کفر ہی کی حالت میں نکلے (۵۵) یہ اللہ کی قسمیں کھاکر کہتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں، حالانکہ

هُمْ مِّنْكُمْ وَ لٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ (۵۶) لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ

وہ تم میں سے نہیں ہیں، بلکہ وہ ڈرپوک لوگ ہیں (۵۶) اگر ان کو کوئی پناہ گاہ مل جاتی، یا کسی قسم کے غار مل جاتے، یا گھس بیٹھنے کی اور

مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ (۵۷) وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي

کوئی جگہ، تو یہ بے لگام بھاگ کر اُدھر ہی کا رُخ کرلیتے۔(۴۶) (۵۷) اور انہی (منافقین) میں وہ بھی ہیں جو صدقات (کی تقسیم) کے بارے میں آپ کو

الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَاۤ اِذَا

طعنہ دیتے ہیں۔(۴۷) چنانچہ اگر اُنہیں صدقات میں سے (ان کی مرضی کے مطابق) دے دیا جائے تو راضی ہوجاتے ہیں، اور اگر اُن میں سے انہیں نہ دیا

هُمْ يَسْخَطُوْنَ (۵۸) وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ

جائے تو ذرا سی دیر میں ناراض ہوجاتے ہیں (۵۸) جو کچھ بھی انہیں اللہ اور اس کے رسول نے دے دیا تھا، کیا اچھا ہوتا کہ یہ اُس پر راضی رہتے، اور یہ

قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ

کہتے کہ: ''اللہ ہمارے لئے کافی ہے، آئندہ اللہ اپنے فضل سے ہمیں نوازے گا، اور اُس کا رسول بھی! ہم تو اللہ ہی سے لو لگائے

ذرائع سے اُس کو حاصل کرنا پڑتا ہے، لیکن یہاں بھی یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ دُنیا کی ضرورت پوری کرنے کے لئے بھی مال اپنی ذات میں کوئی فائدہ براہِ راست نہیں پہنچاتا، بلکہ وہ راحت و آرام کے وسائل حاصل کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ لیکن جب انسان مال کو بذاتِ خود مقصودِ زندگی بنالیتا ہے، اور ہر وقت اس فکر میں پڑا رہتا ہے کہ مال کی گنتی میں کس طرح اضافہ ہو تو وہ بے چارہ یہ بھول جاتا ہے کہ اُس نے اس فکر میں اپنی راحت اور آرام تک کو قربان کرڈالا ہے۔ بینک بیلنس میں بیشک اضافہ ہورہا ہے، لیکن نہ دن کا چین میسر ہے، نہ رات کا آرام، نہ بیوی بچوں سے بات کرنے کی فرصت ہے، نہ آرام کے وسائل سے مزہ لینے کا وقت۔ پھر اگر کبھی اس مال میں نقصان ہوجائے تو رنج وغم کے پہاڑ سر پر ٹوٹ پڑتے ہیں، کیونکہ یہ تصور تو ہے ہی نہیں کہ اس نقصان کا بدلہ آخرت میں مل سکے گا۔ اس طرح اگر غور سے دیکھو تو یہ مال ودولت نعمت بننے کے بجائے انسان کے لئے دُنیا ہی میں عذاب بن جاتا ہے۔ یہی حال اولاد کا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق نہ ہو تو وہ بکثرت انسان کے لئے مصیبت بن جاتی ہے۔

(۴۶) مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا جو اعلان کیا ہے، وہ مسلمانوں کے ڈر سے کیا ہے، ورنہ ان کے دِل میں ایمان نہیں ہے، چنانچہ اگر ان کو کوئی ایسی پناہ گاہ مل جاتی جہاں یہ بھاگ کر چھپ سکتے تو یہ مسلمان ہونے کا اعلان کرنے کے بجائے وہاں جا چھپتے۔

(۴۷) تفسیر ابن جریر میں کئی روایات اس قسم کی نقل کی گئی ہیں جن میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات تقسیم فرمائے تو کچھ منافقین نے آپ پر اِعتراض کیا کہ یہ تقسیم (معاذ اللہ) انصاف کے مطابق نہیں ہے۔ وجہ یہ تھی کہ ان منافقوں کو ان کے مطلب کے مطابق نہیں دیا گیا تھا۔

إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا
ع رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

ہوئے ہیں۔" ﴿۵۹﴾ صدقات تو دراصل حق ہے فقیروں کا، مسکینوں کا[۴۸]، اور اُن اہلکاروں کا جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں[۴۹]، اور اُن کا جن کی

وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

دلداری مقصود ہے[۵۰]۔ نیز اُنہیں غلاموں کو آزاد کرنے میں[۵۱]، اور قرض داروں کے قرضے ادا کرنے میں[۵۲]، اور اللہ کے راستے میں[۵۳]، اور مسافروں کی مدد

وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾ وَمِنْهُمُ

میں[۵۴] خرچ کیا جائے۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے! اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ ﴿۶۰﴾ اور انہی (منافقین) میں وہ لوگ بھی

الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ

ہیں جو نبی کو دُکھ پہنچاتے ہیں، اور (اُن کے بارے میں) یہ کہتے ہیں کہ: "وہ تو سراپا کان ہیں[۵۵]۔" کہہ دو کہ: "وہ کان ہیں اُس چیز کے لئے جو تمہارے

---

(۴۸) فقیر اور مسکین ملتے جلتے لفظ ہیں۔ لغت کے اعتبار سے بعض لوگوں نے دونوں میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو، اور فقیر وہ ہے جس کے پاس کچھ ہو، مگر ضرورت سے کم ہو۔ اور بعض حضرات نے فرق اس کے برعکس بیان کیا ہے۔ لیکن زکوٰۃ کے حکم میں دونوں برابر ہیں۔ اور حکم یہ ہے کہ جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا بنیادی ضرورت سے زیادہ سامان موجود نہ ہو، اُس کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ تفصیل کے لئے فقہ کی کتابیں دیکھی جائیں۔

(۴۹) اسلامی حکومت کا ایک اہم کام یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے اَموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ جمع کر کے مستحقین میں تقسیم کرے۔ اس غرض کے لئے جو اہل کار مقرر کئے جائیں، ان کی تنخواہ یا وظیفہ بھی زکوٰۃ سے دیا جاسکتا ہے۔

(۵۰) اس سے مراد وہ نومسلم ہیں جو ضرورت مند ہوں، اور اس بات کی ضرورت محسوس کی جائے کہ ان کو اِسلام پر جمے رکھنے کے لئے ان کی دِلداری کی جانی چاہئے۔ اصطلاح میں ایسے لوگوں کو "مؤلفة القلوب" کہا جاتا ہے۔

(۵۱) جس زمانے میں غلامی کا رواج تھا، اس دور میں بعض غلاموں کے آقا اُن سے یہ کہہ دیتے تھے کہ اگر تم اتنی رقم لا کر ہمیں دے دو تو تم آزاد ہو۔ ایسے غلاموں کو بھی آزادی حاصل کرنے کے لئے زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا تھا۔

(۵۲) اس سے مراد وہ مقروض لوگ ہیں جن پر اتنا قرضہ ہو کہ ان کے اثاثے قرضے کی ادائیگی کے لئے کافی نہ ہوں، یا اگر وہ اپنے سارے اثاثے قرض میں دے دیں تو اُن کے پاس نصاب، یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر مال باقی نہ رہے۔

(۵۳) "اللہ کے راستے" کا لفظ قرآنِ کریم میں اکثر جہاد کے لئے استعمال ہوا ہے۔ لہٰذا اس سے مراد وہ شخص ہے جو جہاد پر جانا چاہتا ہو، لیکن اُس کے پاس سواری وغیرہ نہ ہو۔ بعض دوسرے حاجت مند لوگوں کو بھی فقہاء نے اس حکم میں شامل کیا ہے، مثلاً جس شخص پر حج فرض ہو چکا ہو، لیکن اب اُس کے پاس اتنے پیسے نہ رہے ہوں کہ وہ حج کر سکے۔

(۵۴) "مسافر" سے مراد وہ شخص ہے جس کے پاس چاہے اپنے وطن میں نصاب کے برابر مال موجود ہو، لیکن سفر میں اُس کے پاس اتنے پیسے نہ رہے ہوں جن سے وہ اپنی سفر کی ضروریات پوری کر کے واپس وطن جا سکے۔ واضح رہے کہ زکوٰۃ کے یہ آٹھ مصارف جو یہاں قرآنِ کریم نے ذکر کئے ہیں، اُن کی بہت مختصر تشریح اُوپر کی گئی ہے۔ عمل کے وقت کسی عالم سے سمجھ کر زکوٰۃ خرچ کرنی چاہئے، کیونکہ ان تمام مصارف میں شرعی اَحکام کی بہت سی تفصیلات ہیں جن کے ذکر کا یہاں موقع نہیں ہے۔

(۵۵) یہ عربی زبان کے ایک محاورے کا لفظی ترجمہ ہے۔ عربی محاورے میں جب کوئی شخص ہر ایک کی بات سن کر اُس پر یقین

يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ

لئے بھلائی ہے۔(٥٦) وہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اور مؤمنوں کی بات کا یقین کرتے ہیں، اور تم میں سے جو (ظاہری طور پر) ایمان لے آئے ہیں، اُن

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُوْنَ

کے لئے وہ رحمت (کا معاملہ کرنے والے) ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کے رسول کو دُکھ پہنچاتے ہیں، اُن کے لئے دُکھ دینے والا عذاب تیار ہے ﴿٦١﴾

بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا

(مسلمانو!) یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں اس لئے کھاتے ہیں تاکہ تمہیں راضی کریں، حالانکہ اگر یہ واقعی مؤمن ہوں تو اللہ اور اُس کے

الثلثة

مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ

رسول اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ یہ اُن کو راضی کریں ﴿٦٢﴾ کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ جو شخص اللہ اور اُس کے رسول سے ٹکر لے تو یہ بات طے

جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ

ہے کہ اُس کے لئے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا؟ یہ بڑی بھاری رُسوائی ہے! ﴿٦٣﴾ منافق لوگ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ

تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ

مسلمانوں پر کہیں کوئی ایسی سورت نازل نہ کر دی جائے جو انہیں اِن (منافقین) کے دِلوں کی باتیں بتلا دے۔(٥٧) کہہ دو کہ: ''(اچھا!) تم مذاق

مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ

اُڑاتے رہو؛ اللہ وہ بات ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈرتے تھے۔'' ﴿٦٤﴾ اور اگر تم ان سے پوچھو تو یہ یقیناً یوں کہیں گے کہ: ''ہم تو ہنسی مذاق

کر لیتا ہو، اُس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ تو ''نرا کان ہے'' یا ''سراپا کان ہے''۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اُردو میں کہا جاتا ہے کہ ''وہ کچے کانوں کا ہے''۔ منافقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ گستاخانہ جملہ آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہوئے بولا تھا، اور مقصد یہ تھا کہ اگر کبھی ہماری سازش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کھل بھی گئی تو ہم باتیں بنا کر آپ کو راضی کر لیں گے، کیونکہ وہ ہر ایک کی بات کا یقین کر لیتے ہیں۔

(٥٦) منافقین کے مذکورہ بالا جملے کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ سب سے پہلے کان لگا کر جو بات سنتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو در حقیقت تم سب لوگوں کی بھلائی کے لئے نازل ہوتی ہے۔ دوسرے وہ سچے مؤمنوں کی بات سن کر اُس پر واقعی یقین کر لیتے ہیں، کیونکہ اُن کے بارے میں آپ کو یقین ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ تیسرے وہ اُن منافقوں کی بات بھی سنتے ہیں جو ظاہری طور پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اُن سے دھوکا کھا جاتے ہیں، بلکہ در حقیقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو شفقت اور رحمت کا پیکر بنایا ہے، اس کی وجہ سے حتی الامکان وہ ہر ایک سے رحمت کا معاملہ فرماتے ہیں۔ چنانچہ منافقین کی باتوں کی تردید کے بجائے آپ خاموش رہتے ہیں۔

(٥٧) منافقین اپنی نجی محفلوں میں مسلمانوں کا مذاق اُڑاتے تھے، اور اگر کبھی کوئی پوچھتا تو کہتے کہ ہم تو یہ باتیں دِل لگی میں کرتے ہیں، سچ مچ نہیں کرتے۔ آیات ٦٤ تا ٦٦ ان کے اس طرزِ عمل پر تبصرہ کر رہی ہیں۔

وَنَلْعَبُ ۭ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦٥﴾ لَا

اور دل لگی کر رہے تھے۔" کہو کہ: "کیا تم اللہ اور اُس کی آیتوں اور اُس کے رسول کے ساتھ دل لگی کر رہے تھے؟ (٦٥) بہانے

تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۭ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَاۗىِٕفَةٍ مِّنْكُمْ

نہ بناؤ، تم ایمان کا اظہار کرنے کے بعد کفر کے مرتکب ہوچکے ہو۔ اگر ہم تم میں سے ایک گروہ کو معافی دے بھی دیں،

ع نُعَذِّبْ طَاۗىِٕفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾ ع اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ

تو دوسرے گروہ کو ضرور سزا دیں گے،(٥٨) کیونکہ وہ مجرم لوگ ہیں۔ (٦٦) منافق مرد اور منافق عورتیں سب ایک ہی طرح کے ہیں۔

نصف بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ

وہ برائی کی تلقین کرتے ہیں، اور بھلائی سے روکتے ہیں، اور اپنے ہاتھوں کو بند رکھتے ہیں۔(٥٩)

اَيْدِيَهُمْ ۭ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ۭ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللّٰهُ

انہوں نے اللہ کو بھلا دیا ہے، تو اللہ نے بھی اُن کو بھلا دیا۔ بلاشبہ یہ منافق بڑے نافرمان ہیں (٦٧) اللہ نے

الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ هِيَ

منافق مردوں، منافق عورتوں اور تمام کافروں سے دوزخ کی آگ کا عہد کر رکھا ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

وہی اُن کو راس آئے گی۔ اللہ نے ان پر پھٹکار ڈال دی ہے، اور ان کے لئے اٹل عذاب ہے۔ (٦٨) (منافقو!) تم اُنہی لوگوں کی طرح ہو جو تم

كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۭ فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ

سے پہلے ہو گذرے ہیں۔ وہ طاقت میں تم سے مضبوط تر اور مال اور اولاد میں تم سے کہیں زیادہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے حصے کے مزے

فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ

اُڑا لئے، پھر تم نے اُسی طرح اپنے حصے کے مزے اُڑائے، جیسے تم سے پہلے لوگوں نے اپنے حصے کے مزے اُڑائے تھے، اور تم بھی ویسی ہی بے

كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَ

ہودہ باتوں میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے اعمال دُنیا اور آخرت میں غارت ہوگئے، اور

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ

یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے خسارے کا سودا کیا۔ (٦٩) کیا ان (منافقوں) کو اُن لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو ان سے پہلے گذرے ہیں؟ نوح کی قوم،

---

(٥٨) یعنی منافقوں میں سے جو لوگ نفاق سے توبہ کرلیں گے اُنہیں معاف کردیا جائے گا، اور جو توبہ نہیں کریں گے انہیں ضرور سزا ملے گی۔

(٥٩) ہاتھوں کو بند رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کنجوس ہیں۔ جہاں خرچ کرنا چاہئے وہاں خرچ نہیں کرتے۔

عَادٍ وَّثَمُوْدَ ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ

اور عاد و ثمود، ابراہیم کی قوم، مدین کے باشندے، اور وہ بستیاں جنہیں اُلٹ ڈالا گیا؟(۶۰) ان سب کے پاس ان کے

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

رسول روشن دلائل لے کر آئے تھے۔ پھر اللہ ایسا نہیں تھا کہ ان پر ظلم کرتا، لیکن یہ خود اپنی جانوں پر

وقف لازم يَظْلِمُوْنَ ۝۷۰ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ

ظلم ڈھاتے رہے۔ (۷۰) اور مؤمن مرد اور مؤمن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ

وہ نیکی کی تلقین کرتے ہیں، اور برائی سے روکتے ہیں، اور نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں،

وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ

اور اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرتے ہیں۔ یہ ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ اپنی رحمت سے نوازے گا۔ یقیناً اللہ اقتدار کا بھی مالک ہے،

حَكِيْمٌ ۝۷۱ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

حکمت کا بھی مالک! (۷۱) اللہ نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں سے وعدہ کیا ہے اُن باغات کا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ

ہمیشہ رہیں گے، اور اُن پاکیزہ مکانات کا جو سدا بہار باغات میں ہوں گے۔ اور اللہ کی طرف سے خوشنودی تو

اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۷۲ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ ع ۹ ۱۵

سب سے بڑی چیز ہے (جو جنت والوں کو نصیب ہوگی) یہی تو زبردست کامیابی ہے (۷۲) اے نبی! کافروں

وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۷۳

اور منافقوں سے جہاد کرو(۶۱) اور اُن پر سختی کرو۔ اُن کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ (۷۳)

---

(۶۰) ان کے واقعات کے لئے دیکھئے سورۂ اعراف، آیات ۵۹ تا ۹۲ اور اُن کے حواشی۔

(۶۱) جہاد کے اصل معنی "جدوجہد اور محنت وکوشش" کے ہیں۔ دِین کی حفاظت اور دِفاع کے لئے یہ کوشش مسلح لڑائی کی شکل میں بھی ہوسکتی ہے، اور زبانی دعوت وتبلیغ اور بحث ومباحثہ کی صورت میں بھی۔ کھلے کافروں کے ساتھ یہاں جہاد کے پہلے معنی مراد ہیں، اور منافقین کے ساتھ جہاد کے دوسرے معنیٰ مقصود ہیں۔ چونکہ منافقین زبان سے اسلام لانے کا اظہار کرتے تھے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شرارتوں کے باوجود یہ حکم دیا کہ دُنیا میں ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا ہی معاملہ کیا جائے۔ اس لئے ان کے ساتھ جہاد کا مطلب زبانی جہاد ہے، اور اُن پر سختی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اوّل تو گفتگو میں اُن کے ساتھ کوئی رعایت نہ برتی جائے، دوسرے اگر اُن سے کوئی قابلِ سزا جرم سرزد ہو تو انہیں معافی نہ دی جائے۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَ لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَ كَفَرُوْا بَعْدَ

(۷۴) لوگ اللہ کی قسمیں کھا جاتے ہیں کہ انہوں نے فلاں بات نہیں کہی، حالانکہ انہوں نے کفر کی بات کہی ہے،(۶۲) اور اپنے

اِسْلَامِهِمْ وَ هَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَ

اسلام لانے کے بعد انہوں نے کفر اختیار کیا ہے۔(۶۳) انہوں نے وہ کام کرنے کا ارادہ کرلیا تھا جس میں یہ کامیابی حاصل نہ کرسکے،(۶۴) اور

رَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ

انہوں نے صرف اس بات کا بدلہ دیا کہ اللہ اور اُس کے رسول نے انہیں اپنے فضل سے مال دار بنادیا ہے۔(۶۵) اب اگر یہ توبہ کرلیں

اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ

تو ان کے حق میں بہتر ہوگا، اور اگر یہ منہ موڑیں گے تو اللہ ان کو دُنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا، اور روئے زمین پر ان کا نہ کوئی یار ہوگا

(۶۲) منافقین کا یہ وطیرہ تھا کہ وہ اپنی مجلسوں میں کافرانہ باتیں کہتے رہتے تھے، لیکن جب اُن سے پوچھا جاتا تو وہ صاف انکار کردیتے، اور قسم بھی کھالیتے کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی۔ مثلاً ایک مرتبہ منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے بارے میں ایک انتہائی گستاخانہ بات کہی تھی جسے نقل کرنا بھی مشکل ہے، اور اس کے بعد کہا تھا کہ: ''جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو ہم میں سے باعزت لوگ ذلیلوں کو نکال باہر کریں گے۔'' اس کا ذکر خود قرآنِ کریم نے سورۂ منافقون (۶۳: ۸) میں فرمایا ہے۔ لیکن جب اُس سے پوچھا گیا تو مکر گیا، اور قسمیں کھانے لگا کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا (روح المعانی بحوالہ ابن جریر و ابن المنذر وغیرہ)۔

(۶۳) مراد یہ ہے کہ اگرچہ دِل سے تو وہ کبھی اسلام نہیں لائے تھے، لیکن کم از کم زبان سے اسلام کا اقرار کرتے تھے۔ اس بات کے بعد انہوں نے زبان سے بھی کفر اختیار کرلیا۔

(۶۴) یہ کسی ایسے واقعے کی طرف اشارہ ہے جس میں منافقین نے کوئی خفیہ سازش کی تھی، مگر اُس میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ ایسے کئی واقعات عہدِ رسالت میں پیش آئے ہیں، مثلاً ایک واقعہ تو اُوپر بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ بن اُبی نے یہ ناپاک ارادہ ظاہر کیا تھا کہ ہم مسلمانوں کو مدینہ منوّرہ سے نکال دیں گے۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنی اس ڈینگ کو عملی جامہ پہنانے پر قادر نہیں ہوئے۔ دوسرے ایک واقعہ غزوۂ تبوک سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے وقت پیش آیا تھا کہ منافقین نے بارہ آدمیوں کو نقاب پہنا کر اس بات پر تعینات کیا تھا کہ وہ ایک گھاٹی میں چھپ کر بیٹھیں، اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گذریں تو آپ پر حملہ کردیں۔ اُس وقت حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے انہیں دیکھ لیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع کردی۔ آپ نے اُن کو زور سے آواز دی تو اُن پر ایسا رُعب طاری ہوا کہ وہ بھاگ گئے۔ آپ نے بعد میں حضرت حذیفہؓ کو بتایا کہ وہ منافق لوگ تھے (روح المعانی بحوالہ دلائل النبوۃ بیہقی)۔

(۶۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے مدینہ منورہ کے باشندوں میں پہلے کے مقابلے میں عام خوش حالی آئی تھی جس سے یہ منافقین بھی فائدہ اُٹھا رہے تھے۔ پہلے ان کی معاشی حالت خستہ تھی، مگر آپ کی تشریف آوری کے بعد ان میں سے اکثر لوگ خاصے مال دار ہوگئے تھے۔ آیت کریمہ یہ کہہ رہی ہے کہ شرافت کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ اس خوشحالی پر اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شکرگذار ہوتے، لیکن انہوں نے اس احسان کا یہ بدلہ دیا کہ آپ کے خلاف سازشیں شروع کردیں۔

وَّ لَا نَصِيْرٍ ۝ وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ

نہ مددگار۔ ۝ اور انہی میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے یہ عہد کیا تھا کہ اگر وہ اپنے فضل سے ہمیں نوازے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے،

لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝٧٥ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا

اور یقیناً نیک لوگوں میں شامل ہوجائیں گے ۝٧٥ لیکن جب اللہ نے اُن کو اپنے فضل سے نوازا تو اس میں بخل کرنے لگے،

وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝٧٦ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ

اور منہ موڑ کر چل دیئے۔(٦٦) ۝٧٦ نتیجہ یہ کہ اللہ نے سزا کے طور پر نفاق ان کے دِلوں میں اُس دن تک کے لئے جمادیا ہے جس دن وہ اللہ سے جا کر

اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝٧٧ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

ملیں گے، کیونکہ انہوں نے اللہ سے جو وعدہ کیا تھا، اُس کی خلاف ورزی کی، اور کیونکہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے ۝٧٧ کیا اُنہیں یہ پتہ نہیں تھا کہ اللہ

يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَ نَجْوٰىهُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝٧٨ اَلَّذِيْنَ

اُن کی تمام پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو جانتا ہے، اور یہ کہ اللہ کو غیب کی ساری باتوں کا پورا پورا علم ہے؟ ۝٧٨ (یہ منافق وہی ہیں)

يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا

جو خوشی سے صدقہ کرنے والے مؤمنوں کو بھی طعنے دیتے ہیں، اور اُن لوگوں کو بھی جنہیں اپنی محنت (کی آمدنی)

يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَلَهُمْ

کے سوا کچھ اور میسر نہیں ہے،(٦٧) اس لئے وہ ان کا مذاق اُڑاتے ہیں۔ اللہ ان کا مذاق اُڑاتا ہے،(٦٨) اور ان کے لئے دردناک

---

(٦٦) حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص جس کا نام ثعلبہ بن حاطب تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور درخواست کی کہ آپ میرے لئے مال دار ہونے کی دُعا فرمادیں۔ آپ نے شروع میں اُسے سمجھایا کہ بہت مال دار ہونا مجھے اپنے لئے بھی پسند نہیں ہے، لیکن اُس نے بار بار اِصرار کیا، اور یہ وعدہ بھی کیا کہ اگر میں مال دار ہوگیا تو ہر حق دار کو اُس کا حق پہنچاؤں گا، آپ نے اس موقع پر یہ حکیمانہ جملہ بھی ارشاد فرمایا کہ: "تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کرسکو اُس زیادہ مال سے بہتر ہے جس کا شکر اَدا نہ کرسکو۔" اس پر بھی اُس کا اصرار جاری رہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمادی۔ چنانچہ وہ واقعی مال دار ہوگیا، اور اس کے مال مویشی اتنے زیادہ ہوگئے کہ اُن کی دیکھ بھال میں نمازیں چھوٹنے لگیں، پھر وہ ان جانوروں کی زیادتی کی وجہ سے مدینہ منوّرہ سے باہر جا کر رہنے لگا، شروع میں جمعہ کے دن مسجد میں آجاتا تھا، پھر رفتہ رفتہ جمعہ کو آنا بھی چھوڑ دیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لوگ زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے اُس کے پاس پہنچے تو اُس نے زکوٰۃ پر پھبتیاں کسیں، اور ٹال مٹول کرکے ان حضرات کو واپس بھیج دیا۔ اس آیت میں اس واقعے کی طرف اشارہ ہے (روح المعانی بحوالہ طبرانی وبیہقی)۔

(٦٧) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو صدقات نکالنے کی ترغیب دی تو ہر مخلص مسلمان نے اپنی اِستطاعت کے مطابق صدقہ لاکر پیش کیا، منافقین خود تو اس کارِ خیر میں کیا حصہ لیتے، مسلمانوں کو طعنے دیتے رہتے تھے۔ اگر کوئی شخص زیادہ مال

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٧٩﴾ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ

عذاب تیار ہے (٧٩) (اے نبی!) تم ان کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو، اگر تم ان کے لئے ستر مرتبہ استغفار کرو گے تب بھی اللہ انہیں معاف نہیں

سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ

کرے گا۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ کفر کا رویہ اپنایا ہے، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت تک نہیں

ع وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٨٠﴾ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ

پہنچاتا۔ (٨٠) جن لوگوں کو (غزوۂ تبوک سے) پیچھے رہنے دیا گیا تھا، وہ رسول اللہ کے جانے کے بعد اپنے (گھروں میں) بیٹھے رہنے سے بڑے خوش

رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

ہوئے، اور ان کو یہ بات ناگوار تھی کہ وہ اللہ کے راستے میں اپنے مال و جان سے جہاد کریں، اور انہوں نے کہا تھا کہ: ''اس گرمی میں نہ نکلو!'' کہو کہ:

قَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿٨١﴾

''جہنم کی آگ گرمی میں کہیں زیادہ سخت ہے!'' کاش! اِن کو سمجھ ہوتی! (٨١) اب یہ لوگ (دُنیا میں) تھوڑا بہت ہنس لیں، اور پھر (آخرت میں)

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٨٢﴾ فَاِنْ

خوب روتے رہیں، کیونکہ جو کچھ کمائی یہ کرتے رہے ہیں، اُس کا یہی بدلہ ہے۔ (٨٢) (اے پیغمبر!) اس کے بعد اگر اللہ تمہیں ان میں سے کسی گروہ

رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ

کے پاس واپس لے آئے، اور یہ (کسی اور جہاد میں) نکلنے کے لئے تم سے اجازت مانگیں تو ان سے کہہ دینا کہ: ''اب تم میرے ساتھ کبھی نہیں چل

تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ

سکو گے، اور میرے ساتھ مل کر کسی دُشمن سے کبھی نہیں لڑ سکو گے۔ تم نے پہلی بار بیٹھے رہنے کو پسند کیا تھا، لہٰذا اب بھی انہی کے ساتھ بیٹھ رہو جن کو (کسی

اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿٨٣﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ

معذوری کی وجہ سے) پیچھے رہنا ہے۔'' (٨٣) اور (اے پیغمبر!) ان (منافقین) میں سے جو کوئی مرجائے، تو تم اُس پر کبھی نماز (جنازہ) مت پڑھنا، اور

لے کر آتا تو کہتے کہ یہ تو دِکھاوے کے لئے صدقہ کر رہا ہے، اور اگر کوئی غریب مزدور اپنے گاڑھے پسینے کی کمائی سے کچھ تھوڑا سا صدقہ لے کر آتا تو منافقین اُس کا مذاق اُڑاتے، اور کہتے کہ یہ کیا چیز اُٹھا لایا ہے؟ اللہ اس سے بے نیاز ہے! صحیح بخاری اور حدیث و تفسیر کی دوسری کتابوں میں ایسے بہت سے واقعات مروی ہیں، لیکن اس جگہ غالبًا وہ موقع مراد ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کے لئے چندہ جمع کرنے کی ترغیب دی تھی۔ درمنثور (ج: ٤ ص: ٢٢٦) میں ایک روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

(٦٨) اللہ تعالیٰ یوں تو مذاق اُڑانے سے بے نیاز ہے، لیکن اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو مذاق اُڑانے کی سزا دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف مذاق اُڑانے کی نسبت محاورۃً کی گئی ہے جسے عربی قواعد کی رُو سے ''مشاکلت'' کہا جاتا ہے۔

أَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ

نہ اُس کی قبر پر کھڑے ہونا۔(۶۹) یقین جانو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ کفر کا رویہ اپنایا، اور اس حالت میں مرے ہیں کہ وہ

فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ

نافرمان تھے۔ (۸۴) اور تمہیں ان کے مال اور اولاد (کی کثرت) سے تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ

يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَاۤ اُنْزِلَتْ

انہی چیزوں سے ان کو دُنیا میں عذاب دے،(۷۰) اور ان کی جان بھی کفر ہی کی حالت میں نکلے۔ (۸۵) اور جب کوئی سورت یہ حکم لے کر نازل ہوتی

سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا

ہے کہ: ''اللہ پر ایمان لاؤ، اور اُس کے رسول کی رفاقت میں جہاد کرو'' تو ان (منافقوں) میں سے وہ لوگ جو صاحبِ استطاعت ہیں، تم سے

الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا

اجازت مانگتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہمیں بھی اُن لوگوں میں شامل ہونے دیجئے جو (گھر میں) بیٹھے رہیں گے۔ (۸۶) یہ اس بات سے خوش ہیں کہ

مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ

پیچھے رہنے والی عورتوں میں شامل ہو جائیں، اور ان کے دِلوں پر مہر لگادی گئی ہے، چنانچہ وہ نہیں سمجھتے (کہ وہ کیا کر رہے ہیں) (۸۷) لیکن رسول

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ

اور جو لوگ اُن کے ساتھ ایمان لائے ہیں، اُنہوں نے اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کیا ہے۔ اُنہی کے لئے

---

(۶۹) اس آیت کا شانِ نزول صحیح بخاری وغیرہ میں یہ منقول ہے کہ عبداللہ بن اُبی منافقوں کا سردار تھا، لیکن اُس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہؓ سچے اور پکے مسلمان تھے۔ اگر چہ عبداللہ بن اُبی کی منافقت کئی مواقع پر ظاہر ہو چکی تھی، لیکن چونکہ وہ زبان سے اپنے آپ کو مسلمان ہی کہتا تھا، اس لئے ظاہری طور پر اُس کے ساتھ مسلمانوں جیسا ہی سلوک کیا جاتا تھا، چنانچہ جب اُس کا انتقال ہوا تو اُس کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے جو سچے مسلمان تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اُس کی نمازِ جنازہ پڑھائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اپنی اُمت کے ہر فرد کے لئے بڑے مہربان تھے، اس لئے آپ نے یہ درخواست منظور فرمالی، اور اُس کی نمازِ جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے قرآنِ کریم کی اُس آیت کا حوالہ دیا جو پیچھے گذر چکی ہے کہ: ''تم ان کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو، اگر تم ان کے لئے ستر مرتبہ استغفار کرو گے تب بھی اللہ انہیں معاف نہیں کرے گا'' (آیت نمبر ۸۰) لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میں چاہوں تو استغفار کروں، اس لئے میں ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار کرلوں گا۔ چنانچہ آپ نے اُس کی نمازِ جنازہ پڑھادی۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں آپ کو منافقین کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے روک دیا گیا۔ پھر آپ نے کسی بھی منافق کی نماز نہیں پڑھائی۔

(۷۰) دیکھئے پیچھے آیت نمبر ۵۵ کا حاشیہ۔

الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ
ساری بھلائیاں ہیں، اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ (۸۸) اللہ نے ان کے لئے وہ باغات تیار کر رکھے ہیں
ع تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَآءَ
جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں یہ ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بڑی زبردست کامیابی ہے۔ (۸۹) اور دیہاتیوں میں
الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ
سے بھی بہانہ باز لوگ آئے کہ اُن کو (جہاد سے) چھٹی دی جائے،(۷۱) اور (اس طرح) جن لوگوں نے اللہ اور اُس کے
وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى
رسول سے جھوٹ بولا تھا، وہ سب بیٹھ رہے۔ ان میں سے جنہوں نے کفر (مستقل طور پر) اپنا لیا ہے، اُن کو دردناک عذاب ہوگا۔ (۹۰) کمزور
الضُّعَفَاۗءِ وَلَا عَلَي الْمَرْضٰى وَلَا عَلَي الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ
لوگوں پر (جہاد میں نہ جانے کا) کوئی گناہ نہیں، نہ بیماروں پر، اور نہ اُن لوگوں پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں ہے،
حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ مَا عَلَي الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ۭ وَاللّٰهُ
جبکہ وہ اللہ اور اُس کے رسول کے لئے مخلص ہوں۔ نیک لوگوں پر کوئی الزام نہیں، اور اللہ بہت بخشنے والا،
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ ۙ وَّلَا عَلَي الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ
بڑا مہربان ہے (۹۱) اور نہ اُن لوگوں پر (کوئی گناہ ہے) جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ تمہارے پاس اس غرض سے آئے کہ تم اُنہیں کوئی سواری
اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا
مہیا کردو، اور تم نے کہا کہ: ''میرے پاس تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر میں تمہیں سوار کرسکوں'' تو وہ اس حالت میں واپس گئے کہ اُن کی
اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ ۭ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَي الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ
آنکھیں اس غم میں آنسوؤں سے بہہ رہی تھیں کہ اُن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں ہے۔(۷۲) (۹۲) الزام تو اُن لوگوں پر ہے جو مال دار ہونے کے
وَهُمْ اَغْنِيَاۗءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰي
باوجود تم سے اجازت مانگتے ہیں۔ وہ اس بات پر خوش ہیں کہ وہ پیچھے رہنے والی عورتوں میں شامل ہوگئے۔ اور اللہ نے ان کے دِلوں پر مہر لگادی

(۷۱) جس طرح مدینہ منوّرہ میں بہت سے منافق تھے، اسی طرح مدینہ منوّرہ سے باہر دیہات میں بھی منافق موجود تھے۔ چونکہ غزوۂ تبوک میں جانے کا حکم صرف اہلِ مدینہ کے لئے نہیں، بلکہ آس پاس کے لوگوں کے لئے بھی تھا، اس لئے یہ دیہاتی منافقین بھی بہانہ کرنے کے لئے آئے تھے۔

(۷۲) روایات میں ہے کہ یہ سات انصاری صحابہ تھے۔ حضرت سالم بن عمیر، حضرت عُلبہ بن زید، حضرت عبدالرحمٰن بن کعب، حضرت عمرو بن الحمام، حضرت عبداللہ بن مغفل، حضرت ہرمی بن عبداللہ اور حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ انہوں نے غزوۂ تبوک میں شامل ہونے کے لئے اپنے شوق کا اظہار فرمایا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کی

قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٩٣﴾ يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ

ہے، اس لئے انہیں حقیقت کا پتہ نہیں ہے۔ (۹۳) (مسلمانو!) جب تم لوگ (تبوک سے) واپس ان (منافقوں) کے پاس جاؤ گے، تو یہ تمہارے

اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ

سامنے (طرح طرح کے) عذر پیش کریں گے۔ (اے پیغمبر!) ان سے کہہ دینا کہ: "تم عذر پیش نہ کرو، ہم ہرگز تمہاری بات کا یقین نہیں کریں گے۔

اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ

اللہ نے ہمیں تمہارے حالات سے اچھی طرح باخبر کردیا ہے۔ اور آئندہ اللہ بھی تمہارا طرزِ عمل دیکھے گا، اور اُس کا رسول بھی۔ پھر تمہیں لوٹا کر اُس ذات

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٩٤﴾ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ

کے سامنے پیش کیا جائے گا جس کو چھپی اور کھلی تمام باتوں کا پورا علم ہے، پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔" (۹۴) جب تم ان کے پاس

لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ

واپس جاؤ گے تو یہ لوگ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائیں گے، تاکہ تم ان سے درگذر کرو۔ لہٰذا تم بھی ان سے درگذر کرلینا(۷۳)

رِجْسٌ ۟ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿٩٥﴾ يَحْلِفُوْنَ

یقین جانو یہ سراپا گندگی ہیں، اور جو کمائی یہ کرتے رہے ہیں، اس کے نتیجے میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ (۹۵) یہ تمہارے

لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ

سامنے اس لئے قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، حالانکہ اگر تم ان سے راضی ہو بھی گئے تو اللہ تو ایسے نافرمان لوگوں سے

الْفٰسِقِيْنَ ﴿٩٦﴾ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا

راضی نہیں ہوتا۔ (۹۶) جو دیہاتی (منافق) ہیں، وہ کفر اور منافقت میں زیادہ سخت ہیں، اور دوسروں سے زیادہ اسی لائق ہیں کہ اُس دِین کے

حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ

اَحکام سے ناواقف رہیں جو اللہ نے اپنے رسول پر اُتارا ہے(۷۴) اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (۹۷) انہی دیہاتیوں میں وہ بھی

درخواست پیش کی۔ جب آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کوئی سواری نہیں ہے تو یہ روتے ہوئے واپس گئے (روح المعانی)۔

(۷۳) یہاں "درگذر کرنے" کا مطلب یہ ہے کہ ان کی بات سن کر انہیں نظرانداز کردیا جائے، نہ تو فوری طور پر انہیں کوئی سزا دی جائے، اور نہ یہ وعدہ کیا جائے کہ ان کی معذرت قبول کرلی گئی ہے، اور انہیں معاف کردیا گیا ہے۔ اس طرزِ عمل کی وجہ اگلے جملے میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اپنے نفاق کی وجہ سے یہ سراپا گندگی ہیں، ان کی معذرت جھوٹی ہے جو انہیں اس گندگی سے پاک نہیں کرسکتی، اور آخر کار ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(۷۴) یعنی منافقت کے علاوہ ان کی ایک خرابی یہ ہے کہ انہوں نے مدینہ منورہ کے مسلمانوں سے میل جول بھی نہیں رکھا جس کے ذریعے ان کو شریعت کے اَحکام کا علم ہوتا۔

الْاَعْرَابِ مَنْ يَّتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ؕ

ہیں جو (اللہ کے نام پر) خرچ کئے ہوئے مال کو ایک تاوان سمجھتے ہیں، اور اس انتظار میں رہتے ہیں کہ تم مسلمانوں پر مصیبتوں کے چکر آپڑیں(۷۵)،

عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۹۸﴾ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ

(حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ) بدترین مصیبت کا چکر تو خود اُن پر پڑا ہوا ہے۔ اور اللہ ہر بات سنتا، سب کچھ جانتا ہے۔ (۹۸) اور انہی دیہاتیوں میں

يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ

وہ بھی ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، اور جو کچھ (اللہ کے نام پر) خرچ کرتے ہیں، اُس کو اللہ کے پاس قرب کے درجے حاصل

وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَيُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِيْ

کرنے اور رسول کی دُعائیں لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ہاں! یہ اُن کے لئے یقیناً تقرّب کا ذریعہ ہے۔

ع ۱۲/۱ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۹﴾ ع وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ

اللہ اُن کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا۔ بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے (۹۹) اور

الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ

مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ اُن کی پیروی کی، اللہ اُن سب سے راضی ہوگیا ہے،

عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

اور وہ اُس سے راضی ہیں، اور اللہ نے اُن کے لئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں،

فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ وَ مِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ

جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہی بڑی زبردست کامیابی ہے (۱۰۰) اور تمہارے اردگرد جو دیہاتی ہیں، ان میں بھی

مع مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛؔ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ

منافق لوگ موجود ہیں، اور مدینہ کے باشندوں میں بھی(۷۶)۔ یہ لوگ منافقت میں (اتنے) ماہر ہوگئے ہیں (کہ)

---

(۷۵) یعنی یہ لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمان مصیبت کے کسی ایسے چکر میں پڑ جائیں کہ ان لوگوں کو اس قسم کے اَحکام سے آزادی مل جائے جن پر عمل کرنا انہیں بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔ خاص طور سے غزوۂ تبوک کے موقع پر ان لوگوں کو یہ اُمید لگی ہوئی تھی کہ اس مرتبہ مسلمانوں کا مقابلہ رُوم کی عظیم طاقت سے ہو رہا ہے، اس لئے شاید اس بار وہ رُومیوں کے ہاتھوں شکست کھا کر اپنی ساری طاقت کھو بیٹھیں گے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ درحقیقت یہ لوگ خود نفاق کے چکر میں پڑے ہوئے ہیں، جو انہیں دُنیا اور آخرت دونوں کی رُسوائی میں مبتلا کر کے رہے گا۔

(۷۶) پہلے جن دیہاتیوں کا ذکر آیا تھا، وہ مدینہ منوّرہ سے دُور رہتے تھے۔ اب اُن دیہاتیوں کا ذکر ہے جو مدینہ منوّرہ کے آس پاس رہتے تھے، اور خود مدینہ منوّرہ کے باشندوں میں اُن منافقین کا جن کا نفاق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم نہیں تھا۔

نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ۝۱۰۱

تم اُنہیں نہیں جانتے، اُنہیں ہم جانتے ہیں۔ ان کو ہم دو مرتبہ سزا دیں گے (۷۷) پھر اُن کو ایک زبردست عذاب کی طرف دھکیل دیا جائے گا۔ (۱۰۱)

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى

اور کچھ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کرلیا ہے۔ انہوں نے ملے جلے عمل کئے ہیں، کچھ نیک کام، اور کچھ بُرے۔

اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰۲ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ

اُمید ہے کہ اللہ ان کی توبہ قبول کرلے گا۔ (۷۸) یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (۱۰۲) (اے پیغمبر!) ان لوگوں کے اَموال میں سے

---

(۷۷) ''دو مرتبہ سزا دینے'' کی تشریح مختلف طریقوں سے کی گئی ہے۔ صحیح مراد تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، لیکن بظاہر ایک سزا تو یہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کی شکست کی جو آس لگائی ہوئی تھی، وہ پوری نہ ہوئی، اور مسلمان غزوۂ تبوک سے صحیح سلامت واپس آ گئے۔ یہ بذاتِ خود ان منافقوں کے لئے ایک سزا تھی، اور دوسرے بہت سے منافقوں کا نفاق کھل گیا، اور ان کو دُنیا ہی میں ذِلت اُٹھانی پڑی۔

(۷۸) منافقین تو اپنی منافقت کی وجہ سے غزوۂ تبوک میں شامل نہیں ہوئے تھے، اور اب تک اُنہی کا ذکر ہوتا رہا ہے۔ لیکن مخلص مسلمانوں میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو سستی کی وجہ سے جہاد میں جانے سے رہ گئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت کے مطابق یہ کل دس حضرات تھے۔ ان میں سے سات کو اپنی اس سستی پر اتنی سخت شرمندگی ہوئی کہ ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس بھی نہیں پہنچے تھے کہ یہ خود اپنے آپ کو سزا دینے کے لئے مسجدِ نبوی پہنچے، اور اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ لیا، اور یہ کہا کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہمیں معاف کرکے نہیں کھولیں گے، ہم اِنہی ستونوں سے بندھے رہیں گے۔ آپ کی واپسی کا وقت قریب تھا، اور جب آپ واپس تشریف لائے اور آپ نے انہیں بندھا ہوا دیکھا تو پوچھا کہ کیا معاملہ ہے؟ اس پر آپ کو علم ہوا کہ انہوں نے اس لئے اپنے آپ کو باندھ رکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب میں بھی ان کو اُس وقت تک نہیں کھولوں گا جب تک اللہ تعالیٰ خود انہیں کھولنے کا حکم نہ دیدے۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی، اُن کی توبہ قبول کرلی گئی، اور انہیں کھول دیا گیا۔ ان سات حضرات میں حضرت ابولُبابہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جن کے نام سے ایک ستون اب بھی مسجدِ نبوی میں موجود ہے، اور اُسے اُسطوانۃ التوبہ بھی کہا جاتا ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ انہوں نے اس ستون سے اپنے آپ کو اُس وقت باندھا تھا جب بنوقریظہ کے معاملے میں اُن سے ایک غلطی ہوگئی تھی، لیکن حافظ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کو ترجیح دی ہے کہ یہ واقعہ تبوک سے متعلق ہے، اور اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے (دیکھئے تفسیر ابن جریر ج:۱۱ ص:۱۲ تا ۱۶)۔ باقی تین حضرات جو تبوک نہیں گئے تھے، اُن کا ذکر آگے آیت نمبر ۱۰۶ میں آرہا ہے۔

اس آیت نے یہ واضح کردیا ہے کہ اگر کسی سے کوئی گناہ ہوجائے تو اُسے مایوس ہونے کے بجائے توبہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اور غلطی کی تاویلیں کرنے کے بجائے ہر ممکن طریقے سے اپنی غلطی پر اِظہارِ ندامت کرنا چاہئے۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اُمید دِلائی ہے کہ اُنہیں معاف کردیا جائے گا۔

صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۖ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ

صدقہ وصول کرلو جس کے ذریعے تم انہیں پاک کردو گے اور اُن کے لئے باعثِ برکت بنو گے،(۷۹) اور اُن کے لئے دُعا کرو۔ یقیناً تمہاری دُعا اُن کے

لَّهُمْ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ

لئے سراپا تسکین ہے، اور اللہ ہر بات سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔ (۱۰۳) کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ بھی قبول کرتا ہے،

عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ وَقُلِ

اور صدقات بھی قبول کرتا ہے، اور یہ کہ اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے؟ (۱۰۴) اور (ان سے) کہو کہ:

اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۗ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى

''تم عمل کرتے رہو۔ اب اللہ بھی تمہارا طرزِ عمل دیکھے گا، اور اُس کا رسول بھی اور مؤمن لوگ بھی۔ پھر تمہیں لوٹا کر اُس ذات کے سامنے پیش کیا

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ

جائے گا جس کو چھپی اور کھلی تمام باتوں کا پورا علم ہے، پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔''(۸۰) (۱۰۵) اور کچھ اور لوگ ہیں

مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

جن کا فیصلہ اللہ کا حکم آنے تک ملتوی کردیا گیا ہے۔ یا اللہ اُن کو سزا دے گا، یا معاف کردے گا،(۸۱) اور اللہ کامل علم والا بھی ہے، کامل

---

(۷۹) یہی حضرات جنہوں نے توبہ کے طور پر اپنے آپ کو ستونوں سے باندھ لیا تھا، جب ان کی توبہ قبول ہوئی اور انہیں آزاد کیا گیا تو انہوں نے شکرانے کے طور پر اپنا مال صدقے میں دینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے شروع میں فرمایا کہ مجھے تم سے کوئی مال لینے کا حکم نہیں دیا گیا۔ اُس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ ان سے صدقہ قبول فرمالیں۔ آیت میں صدقے کی دو خاصیتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ انسان کو گناہوں اور بُرے اخلاق سے پاک ہونے میں مدد دیتا ہے، اور دُوسرے یہ کہ اُس سے انسان کی نیکیوں میں برکت اور ترقی ہوتی ہے۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ اگرچہ یہ آیت اس خاص واقعے میں نازل ہوئی تھی، لیکن چونکہ اس کے الفاظ عام ہیں، اس لئے اُمت کے فقہاء کا اجماع ہے کہ اسی آیت کی رُو سے اسلامی ریاست کے ہر سربراہ کو اپنے عوام سے زکوٰۃ وصول کرنے اور اُسے صحیح مصارف پر خرچ کرنے کا حق حاصل ہے۔ اسی وجہ سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جن لوگوں نے آپ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا، اُن سے آپ نے جہاد کیا۔

(۸۰) اس آیت نے یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ توبہ کے بعد بھی کسی شخص کو بے فکر ہوکر نہیں بیٹھنا چاہئے، بلکہ اپنی آئندہ زندگی میں اپنا طرزِ عمل درست کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔

(۸۱) یہ اُن دس میں سے تین حضرات تھے جو کسی عذر کے بغیر صرف سستی کی وجہ سے تبوک کی مہم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ یہ حضرت کعب بن مالک، حضرت ہلال بن اُمیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم تھے۔ ان حضرات کو ندامت تو تھی، لیکن انہوں نے توبہ کرنے میں اتنی جلدی نہیں کی جتنی حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں نے کی تھی، نہ وہ طریقہ اختیار کیا جو ان سات حضرات نے اختیار کیا تھا۔ چنانچہ جب یہ حضرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس معذرت

حَكِيْمٌ ﴿١٠٦﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ

حکمت والا بھی۔ (١٠٦) اور کچھ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایک مسجد اس کام کے لئے بنائی ہے کہ (مسلمانوں کو) نقصان پہنچائیں، کافرانہ باتیں

الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ

کریں، مؤمنوں میں پھوٹ ڈالیں اور اُس شخص کو ایک اڈّہ فراہم کریں جس کی پہلے سے اللہ اور اُس کے رسول کے ساتھ جنگ ہے۔ (٨٢) اور یہ

وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا

قسمیں ضرور کھالیں گے کہ بھلائی کے سوا ہماری کوئی اور نیت نہیں ہے، لیکن اللہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ وہ قطعی جھوٹے ہیں۔ (١٠٧) (اے

کرنے کے لئے پہنچے تو آپ نے ان کے بارے میں اپنا فیصلہ ملتوی فرمادیا، اور جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہ آئے، ان کے بارے میں یہ حکم دیا کہ سب مسلمان ان کا معاشرتی بائیکاٹ کریں۔ چنانچہ پچاس دن تک ان کا بائیکاٹ جاری رہا، اور توبہ اُس وقت قبول ہوئی جب آیت نمبر ١١٨ نازل ہوئی، تفصیل وہیں پر آئے گی۔

(٨٢) ان آیات میں منافقین کے ایک نہایت شریر گروہ کا بیان ہے جنہوں نے ایک خطرناک سازش کے تحت ایک عمارت مسجد کے نام سے بنائی تھی۔ اس واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ مدینہ منوّرہ کے قبیلے خزرج میں ابو عامر نام کا ایک شخص تھا جو عیسائی ہوگیا تھا، اور اُس نے رَہبانیت اور درویشی کی زندگی اختیار کرلی تھی۔ مدینہ منوّرہ کے لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے سے پہلے اُس کی بڑی عزّت کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منوّرہ تشریف لائے تو آپ نے اسے بھی دینِ حق کی دعوت دی، لیکن اُس نے حق کو قبول کرنے کے بجائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حریف سمجھ لیا، اور آپ کی دُشمنی پر کمر باندھ لی۔ جنگِ بدر سے لے کر جنگِ حنین تک کفارِ مکہ سے جتنی جنگیں ہوئیں، اُن سب میں یہ مسلمانوں کے خلاف دُشمنوں کی مدد اور تائید کرتا رہا۔ جب جنگِ حنین میں بھی مسلمانوں کو فتح ہوئی تو یہ شام چلا گیا، اور وہاں سے مدینہ منوّرہ کے منافقین کو خط لکھا کہ میں یہاں شام میں یہ کوشش کررہا ہوں کہ رُوم کا بادشاہ مدینہ منوّرہ پر چڑھائی کرکے مسلمانوں کو ختم کرڈالے۔ لیکن اس کام کے لئے ضروری ہے کہ تم لوگ اپنا ایک محاذ ایسا بناؤ کہ جب رُوم کا بادشاہ حملہ کرے تو تم اندر سے اُس کی مدد کرسکو۔ اُسی نے یہ مشورہ بھی دیا کہ تم ایک عمارت مسجد کے نام سے بناؤ جو بغاوت کے مرکز کے طور پر استعمال ہو، اس میں خفیہ طور سے ہتھیار بھی جمع کرو، اور آپس میں مشورے بھی یہیں کیا کرو، اور میری طرف سے کوئی ایلچی آئے تو اُسے بھی یہاں ٹھہراؤ۔ چنانچہ ان منافقین نے قبا کے علاقے میں یہ عمارت بنائی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ بہت سے کمزور لوگوں کو مسجدِ قبا دُور پڑتی ہے، اس لئے ان کی آسانی کی خاطر ہم نے یہ مسجد تعمیر کی ہے۔ آپ کسی وقت یہاں تشریف لاکر نماز پڑھیں، تاکہ اُسے برکت حاصل ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت تبوک جانے کی تیاری میں مصروف تھے، اس لئے آپ نے فرمایا کہ ابھی تو میں تبوک جارہا ہوں، واپسی پر اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو میں وہاں آکر نماز پڑھ لوں گا۔ لیکن جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے تو مدینہ منوّرہ سے کچھ پہلے ذُواَوان کے مقام پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں آپ پر اس نام نہاد مسجد کی حقیقت کھول دی گئی، اور اُس میں نماز پڑھنے سے منع فرمادیا گیا۔ اس موقع پر آپ نے وہیں سے دو صحابیوں مالک بن دخشم اور معن بن عدی رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ وہ اس عمارت کو تباہ کردیں، چنانچہ ان حضرات نے اس کو جلا کر خاک کردیا (تفسیر ابن جریر)۔

تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ أَحَقُّ أَنْ

پیغمبر!) تم اُس (نام نہاد مسجد) میں کبھی (نماز کے لئے) کھڑے مت ہونا۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے

تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا ۚ وَاللَّهُ يُحِبُّ

تقویٰ پر رکھی گئی ہے، وہ اس بات کی زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس میں کھڑے ہو۔(۸۳) اُس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک صاف ہونے کو پسند کرتے ہیں،

الْمُطَّهِّرِينَ (۱۰۸) أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ

اور اللہ پاک صاف لوگوں کو پسند کرتا ہے (۱۰۸) بھلا کیا وہ شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اُس کی خوشنودی پر اُٹھائی ہو،

أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَىٰ شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ

یا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد ایک گرتی ہوئی ڈھانگ کے کسی کنارے پر رکھی ہو،(۸۴) پھر وہ اُسے لے کر جہنم

وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (۱۰۹) لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي

کی آگ میں جا گرے؟ اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔ (۱۰۹) جو عمارت ان لوگوں نے بنائی تھی، وہ ان کے دِلوں میں اُس

بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ

وقت تک برابر شک پیدا کرتی رہے گی جب تک ان کے دِل ہی ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہوجاتے۔(۸۵) اور اللہ کامل علم والا بھی ہے، کامل

---

(۸۳) اس سے مراد وہ مسجدِ قبا بھی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس وقت تعمیر فرمائی تھی جب آپ مکہ مکرّمہ سے ہجرت کر کے تشریف لائے، اور قبا کی بستی میں چودہ دن قیام فرمایا، اور یہ پہلی باقاعدہ مسجد تھی جو آپ نے تعمیر فرمائی، اور وہ مسجدِ نبوی بھی اس کے مصداق میں داخل ہے جو آپ نے قبا سے مدینہ منوّرہ پہنچنے کے بعد تعمیر فرمائی۔ دونوں ہی کی بنیاد تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی پر تھی۔ اس مسجد کی فضیلت یہ بتائی گئی ہے کہ اس میں نماز پڑھنے والے پاکی اور صفائی کا خاص خیال رکھتے ہیں۔ اس میں جسم کی ظاہری پاکی بھی داخل ہے، اور اعمال و اخلاق کی پاکی اور صفائی بھی۔

(۸۴) قرآنِ کریم نے جو لفظ استعمال فرمایا ہے، وہ ''جرف'' ہے۔ یہ دراصل کسی زمین یا ٹیلے یا پہاڑ کے اُس حصے کو کہتے ہیں جس کا نچلا حصہ پانی کے سیلاب وغیرہ کی وجہ سے بہہ گیا ہو، اور اُوپر کھوکھلی مٹی رہ گئی ہو جو کسی بھی وقت گر سکتی ہو۔ اُردو میں ایسی جگہ کو ڈھانگ کہتے ہیں، اس لئے ترجمے میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

(۸۵) جو عمارت ان منافقین نے بنائی تھی، اُس کے لئے آیت ۱۰۷ میں تو یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ عمارت انہوں نے مسجد کے نام پر بنائی تھی، اور ان کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ مسجد ہے، اس لئے وہاں اُس عمارت کے واسطے مسجد کا لفظ استعمال کیا گیا تھا، لیکن اس آیت میں اُس کی حقیقت بتائی گئی ہے، اس لئے یہاں اللہ تعالیٰ نے اُسے عمارت کہا ہے، مسجد نہیں کہا، کیونکہ حقیقت میں وہ مسجد تھی ہی نہیں۔ بنانے والے حقیقت میں کافر تھے، اور بنانے کا مقصد اسلام دُشمنی تھی، اسی لئے اُسے جلایا گیا، ورنہ اگر کوئی مسلمان مسجد بنائے، تو اُسے جلانا جائز نہیں ہے۔ اور اس آیت میں جو فرمایا گیا ہے کہ یہ عمارت ان منافقوں کے دِل میں برابر شک پیدا کرتی رہے گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عمارت کے جلائے جانے سے ان منافقین پر بھی یہ بات کھل گئی کہ ان کی شرارت کا راز مسلمانوں پر ظاہر ہوگیا ہے۔ اب وہ اپنے مستقبل کے بارے میں مسلسل شک میں مبتلا رہیں گے کہ نجانے مسلمان اب ہمارے ساتھ کیا سلوک

حَكِيْمٌ ﴿١١٠﴾ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ ع

حکمت والا بھی۔ (۱۱۰) واقعہ یہ ہے کہ اللہ نے مؤمنوں سے اُن کی جانیں اور اُن کے مال اس بات کے بدلے خرید لئے ہیں کہ جنت اُنہی کی

لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ

ہے۔ وہ اللہ کے راستے میں جنگ کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں مارتے بھی ہیں، اور مرتے بھی ہیں۔

حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ۭ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ

یہ ایک سچا وعدہ ہے جس کی ذمہ داری اللہ نے تورات اور انجیل میں بھی لی ہے، اور قرآن میں بھی۔ اور کون ہے جو اللہ سے زیادہ

فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ۭ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿١١١﴾

اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہو؟ لہٰذا اپنے اُس سودے پر خوشی مناؤ جو تم نے اللہ سے کرلیا ہے۔ اور یہی بڑی زبردست کامیابی ہے۔ (۱۱۱)

اَلتَّاۗىِٕبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّاۗىِٕحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ

(جنہوں نے یہ کامیاب سودا کیا ہے، وہ کون ہیں؟) توبہ کرنے والے! اللہ کی بندگی کرنے والے! اُس کی حمد کرنے والے! روزے رکھنے

الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ

والے!(۸۶) رُکوع میں جھکنے والے! سجدے گذارنے والے! نیکی کی تلقین کرنے والے، اور بُرائی سے روکنے والے! اور اللہ کی قائم کی ہوئی حدود

اللّٰهِ ۭ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٢﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ

کی حفاظت کرنے والے!(۸۷) (اے پیغمبر!) ایسے مؤمنوں کو خوشخبری دے دو۔ (۱۱۲) یہ بات نہ تو نبی کو زیب دیتی ہے، اور نہ دوسرے مؤمنوں کو کہ وہ

کریں۔ اُن کی بے یقینی کی یہ کیفیت اُسی وقت ختم ہوگی جب اُن کے دِل ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے، یعنی اُن کو موت آجائے گی۔

(۸۶) قرآنِ کریم نے یہاں جو لفظ استعمال کیا ہے وہ "السَّآئِحُوْنَ" ہے۔ اس لفظ کے اصل معنی تو سیاحت کرنے والے کے ہیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر روزہ رکھنے والوں سے فرمائی ہے۔ اور یہی تفسیر متعدد صحابہؓ اور تابعین سے بھی منقول ہے (تفسیر ابنِ جریر)۔ بظاہر روزے کو سیاحت اس لئے فرمایا گیا ہے کہ جس طرح سفر میں انسان کے کھانے پینے اور سونے جاگنے کے معمولات قائم نہیں رہتے، اسی طرح روزے میں بھی ان معمولات میں فرق آجاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(۸۷) قرآنِ کریم نے بہت سے مواقع پر "اللہ کی قائم کی ہوئی حدود" اور ان کی حفاظت کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ بڑی معنی خیز اِصطلاح ہے۔ اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے اَحکام دیئے ہیں، وہ کچھ حدود کے پابند ہیں۔ اُن حدود میں رہ کر اُن کو اَنجام دیا جائے تو وہ درست اور نیک کام ہیں، اور اگر حدود سے نکل جائیں تو وہی کام ناپسندیدہ اور بعض اوقات گناہ میں تبدیل ہوجاتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی عبادت بہت ثواب کا کام ہے، لیکن اگر کوئی شخص عبادت میں اتنا منہمک ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے جو حقوق رکھے ہیں، اُن کو پامال کرنے لگے، تو وہ عبادت بھی ناجائز ہوجاتی ہے۔ تہجد کی نماز بڑی عظیم فضیلت کی چیز ہے، لیکن اگر کوئی شخص یہ نماز اس طرح پڑھے جس سے سونے والوں کی نیند میں خلل آئے تو یہ ناجائز ہے۔ والدین کی خدمت سے بڑھ کر کوئی نفلی عبادت نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص اس کی وجہ سے بیوی بچوں کے حقوق پامال کرنے

يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ

مشرکین کے لئے مغفرت کی دُعا کریں، چاہے وہ رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جبکہ اُن پر یہ بات پوری طرح واضح ہوچکی ہے کہ

اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ

وہ دوزخی لوگ ہیں۔(۸۸) ﴿۱۱۳﴾ اور ابراہیم نے اپنے باپ کے لئے جو مغفرت کی دُعا مانگی تھی، اُس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں تھی کہ انہوں نے اُس

مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ

(باپ) سے ایک وعدہ کرلیا تھا۔(۸۹) پھر جب اُن پر یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ اللہ کا دُشمن ہے، تو وہ اُس سے دستبردار ہوگئے۔(۹۰) حقیقت یہ ہے کہ

لگے تو یہ گناہ ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ اس آیتِ کریمہ میں بہت سی نیکیوں کا بیان کرنے کے بعد آخر میں حدود کی حفاظت کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ یہ حضرات تمام نیکیاں اُن حدود میں رہ کر اَنجام دیتے ہیں جو ان کاموں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرّر کر رکھی ہیں۔ ان حدود کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور فعل سے دی ہے، اور ان کو سیکھنے کا بہترین طریقہ اس کے سوا کوئی اور نہیں ہے کہ انسان کسی اللہ والے کی صحبت میں رہے، اور اُس کے طرزِ عمل کو دیکھ دیکھ کر ان حدود کو سمجھنے اور اپنی زندگی میں ان کو اُتارنے کی کوشش کرے۔

(۸۸) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں اس آیت کا شانِ نزول یہ بیان ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب نے اگرچہ آپ کی بڑی مدد کی تھی، لیکن انہوں نے آخر وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ جب اُن کی وفات کا وقت آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں ترغیب دی کہ وہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوجائیں، مگر اُس وقت ابوجہل وغیرہ نے مخالفت کی، اور وہ مسلمان نہیں ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یہ فرمایا تھا کہ میں آپ کے لئے اُس وقت تک اِستغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کردیا جائے۔ چنانچہ اس آیت نے آپ کو ان کے لئے اِستغفار سے منع فرمادیا۔ اس کے علاوہ تفسیر ابنِ جریر وغیرہ میں روایت ہے کہ بعض مسلمانوں نے اپنے مشرک باپ دادوں کے لئے اِستغفار کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا، اور یہ کہا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے والد کے لئے اِستغفار کیا تھا، اس لئے ہم بھی کرسکتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۸۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے والد سے اِستغفار کا وعدہ کرنا سورۂ مریم (۱۹:۴۷) اور سورۂ ممتحنہ (۶۰:۴) میں اور اس وعدے کے مطابق اِستغفار کرنا سورۂ شعراء (۲۶:۸۶) میں مذکور ہے۔

(۹۰) اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اُن پر یہ بات واضح ہوگئی کہ اُن کا انتقال کفر ہی کی حالت میں ہوگا، اور وہ آخر وقت تک اللہ تعالیٰ کے دُشمن بنے رہیں گے تو انہوں نے اِستغفار کرنا بھی چھوڑ دیا۔ اس سے علمائے کرام نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کسی کافر کے لئے اس نیت سے مغفرت کی دُعا کرنا جائز ہے کہ اُسے ایمان لانے کی توفیق ہوجائے، اور اس طرح اُس کی مغفرت ہوجائے، لیکن جس شخص کے بارے میں یہ یقین ہو کہ اُس کی موت کفر پر ہوئی ہے، اُس کے لئے مغفرت کی دُعا جائز نہیں ہے۔

اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ

ابراہیم بڑی آہیں بھرنے والے،(۹۱) بڑے بُردبار تھے ﴿۱۱۴﴾ اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ کردے جب تک اُس نے

حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ

اُن پر یہ بات واضح نہ کردی ہو کہ اُنہیں کن باتوں سے بچنا ہے۔(۹۲) یقین رکھو کہ اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ ﴿۱۱۵﴾ یقیناً اللہ ہی ہے

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

جس کے قبضے میں سارے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔ وہ زندگی بھی دیتا ہے، اور موت بھی، اور اللہ

مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ

کے سوا تمہارا نہ کوئی رکھوالا ہے نہ مددگار۔ ﴿۱۱۶﴾ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے رحمت کی نظر فرمائی ہے نبی پر اور اُن مہاجرین اور

الْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ

اَنصار پر جنہوں نے ایسی مشکل کی گھڑی میں نبی کا ساتھ دیا،(۹۳) جبکہ قریب تھا کہ اُن میں سے ایک گروہ کے

قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّ

دِل ڈگمگا جائیں، پھر اللہ نے اُن کے حال پر توجہ فرمائی۔ یقیناً وہ ان کے لئے بہت شفیق، بڑا مہربان ہے۔ ﴿۱۱۷﴾ اور

عَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا

اُن تینوں پر بھی (اللہ نے رحمت کی نظر فرمائی ہے) جن کا فیصلہ ملتوی کردیا گیا تھا،(۹۴) یہاں تک کہ جب اُن پر یہ زمین اپنی

---

(۹۱) یہ قرآنِ کریم کے لفظ "اَوَّاہٌ" کا ٹھیٹھ ترجمہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بڑے نرم دِل اور رقیق القلب تھے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد اور آخرت کی فکر میں وہ آہیں بھرتے تھے اور ان پر گریہ طاری ہوجاتا تھا۔

(۹۲) یعنی اب تک چونکہ واضح طور پر یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ کسی مشرک کے لئے اِستغفار جائز نہیں، اس لئے جن لوگوں نے اس سے پہلے کسی مشرک کے لئے اِستغفار کیا، اُن پر کوئی گرفت نہیں ہوگی۔

(۹۳) منافقین کی مذمت اور سستی سے رہ جانے والے مسلمانوں کی معافی کا ذکر کرنے کے بعد مسلمانوں کی اُس اکثریت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے شاباش دی جارہی ہے جنہوں نے انتہائی کٹھن حالات میں خندہ پیشانی کے ساتھ تبوک کی مہم میں حصہ لیا۔ ان میں بھی اکثریت تو اُنہی کی تھی جن کے دِل میں جہاد اور تعمیلِ حکم کا جذبہ اتنا مضبوط تھا کہ وہ ان مشکل حالات کو خاطر میں نہیں لائے۔ البتہ کچھ حضرات ایسے بھی تھے کہ شروع میں اِن مشکلات کی وجہ سے اُن کے دِل میں وسوسے آئے، لیکن آخرکار انہوں نے دِل و جان سے مہم میں حصہ لیا۔ اس دوسری قسم کا حوالہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں دیا ہے کہ: "جبکہ قریب تھا کہ اُن میں سے ایک گروہ کے دِل ڈگمگا جائیں"۔

(۹۴) یہ اُن تین صحابہؓ کی طرف اشارہ ہے جن کے بارے میں آیت نمبر ۱۰۶ میں یہ فرمایا گیا تھا کہ ان کا فیصلہ ملتوی کردیا گیا ہے۔

رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ
ساری وسعتوں کے باوجود تنگ ہوگئی، اُن کی زندگیاں اُن پر دوبھر ہوگئیں، اور اُنہوں نے سمجھ لیا کہ اللہ (کی پکڑ) سے خود اُسی کی پناہ میں آئے

اِلَّآ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ
بغیر کہیں اور پناہ نہیں مل سکتی،(۹۵) تو پھر اللہ نے اُن پر رحم فرمایا، تاکہ وہ آئندہ اللہ ہی سے رُجوع کیا کریں۔ یقین جانو اللہ بہت معاف کرنے والا،

ع ۴ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾
بڑا مہربان ہے۔ ﴿۱۱۸﴾ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچے لوگوں کے ساتھ رہا کرو۔(۹۶) ﴿۱۱۹﴾ مدینہ کے باشندوں اور ان کے اردگرد کے دیہات

مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا
میں رہنے والوں کے لئے یہ جائز نہیں تھا کہ وہ اللہ کے رسول (کا ساتھ دینے) سے پیچھے رہیں، اور نہ یہ جائز تھا کہ وہ بس اپنی جان پیاری سمجھ کر

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا
اُن کی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی) جان سے بےفکر ہو بیٹھیں۔ یہ اس لئے کہ اِن (مجاہدین) کو جب کبھی اللہ کے راستے میں پیاس لگتی

يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا
ہے، یا تھکن ہوتی ہے، یا بھوک ستاتی ہے، یا وہ کوئی ایسا قدم اُٹھاتے ہیں جو کافروں کو گھٹن میں ڈالے، یا دُشمن کے مقابلے میں کوئی کامیابی حاصل

يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ
کرتے ہیں تو اُن کے اعمال نامے میں (ہر ایسے کام کے وقت) ایک نیک عمل ضرور لکھا جاتا ہے۔ یقین جانو کہ اللہ نیک لوگوں کے کسی عمل کو بیکار

---

(۹۵) جیسا کہ آیت ۱۰۶ کی تشریح میں عرض کیا گیا، ان تین حضرات کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے بارے میں کوئی واضح حکم نہ آئے، اُس وقت تک تمام مسلمان ان کا معاشرتی بائیکاٹ کریں۔ چنانچہ پچاس دن ان حضرات پر ایسے گذرے ہیں جن میں کوئی مسلمان ان سے نہ بات کرتا تھا، نہ کوئی اور معاملہ۔ ان تین حضرات میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس زمانے کے حالات صحیح بخاری کی ایک لمبی روایت میں تفصیل کے ساتھ بیان فرمائے ہیں، اور بڑے اثر انگیز پیرائے میں یہ بتایا ہے کہ اس عرصے میں ان پر کیا قیامت گذر گئی تھی۔ اُن کی یہ حدیث اُن کے ایمانی جذبے اور اُن کی نفسیاتی کیفیات کی انتہائی مؤثر اور فصیح و بلیغ تصویر ہے۔ یہ پوری حدیث یہاں نقل کرنا ممکن نہیں ہے۔ البتہ ''معارف القرآن'' میں اس کا مفصل ترجمہ موجود ہے۔ جو حضرات چاہیں، اُس میں مطالعہ فرمالیں۔ اس آیت میں ان حضرات کی اس نفسیاتی کیفیت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۹۶) یہ ان تین حضرات کے واقعے سے ملنے والا سبق ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دِلائی ہے۔ انہوں نے اپنی غلطی کو چھپانے کے لئے منافقین کی طرح جھوٹے سچے بہانے نہیں بنائے، بلکہ جو حقیقت تھی، وہ سچ سچ بیان کردی کہ ان کے پاس کوئی عذر نہیں تھا۔ ان کی اس سچائی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان کی نہ صرف توبہ قبول فرمائی، بلکہ سچے لوگوں کی حیثیت سے قیامت تک کے لئے ان کا تذکرہ قرآنِ کریم میں زندۂ جاوید کردیا گیا۔ اس آیت میں یہ تعلیم بھی ہے کہ انسان کو اپنی صحبت سچے لوگوں کے ساتھ رکھنی چاہئے، جو زبان کے بھی سچے ہوں، اور عمل کے بھی سچے۔

صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ۙ وَ لَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً

جانے نہیں دیتا۔ (۱۲۰) نیز وہ جو کچھ (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں، چاہے وہ خرچ

صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً وَّ لَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ

چھوٹا ہو یا بڑا، اور جس کسی وادی کو وہ پار کرتے ہیں، اس سب کو (اُن کے اعمال نامے میں نیکی کے طور پر) لکھا جاتا ہے، تاکہ اللہ اُنہیں (ہر ایسے

اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَ مَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا

عمل پر) وہ جزا دے جو اُن کے بہترین اعمال کے لئے مقرر ہے۔(۹۷) (۱۲۱) اور مسلمانوں کے لئے یہ بھی مناسب نہیں ہے کہ وہ (ہمیشہ) سب کے

كَآفَّةً ؕ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي

سب (جہاد کے لئے) نکل کھڑے ہوں،(۹۸) لہٰذا ایسا کیوں نہ ہو کہ اُن کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک گروہ (جہاد کے لئے) نکلا کرے، تاکہ (جو

الدِّيْنِ وَ لِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ

لوگ جہاد میں نہ گئے ہوں) وہ دِین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کے لئے محنت کریں، اور جب اِن کی قوم کے لوگ (جو جہاد میں گئے ہیں) اِن کے

يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ؑ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ ع

پاس واپس آئیں تو یہ اُن کو متنبہ کریں،(۹۹) تاکہ وہ (گناہوں سے) بچ کر رہیں۔ (۱۲۲) اے ایمان والو! اُن کافروں سے لڑو جو تم سے قریب

(۹۷) یعنی اگرچہ ان اعمال میں سے بعض چھوٹے نظر آتے ہوں، لیکن اُن کا ثواب اِن مجاہدین کے بہترین اعمال کے برابر دیا جائے گا۔ (یہاں یہ واضح رہے کہ قرآنِ کریم میں "اَحْسَنَ" (بہترین) کو اعمال کی صفت قرار دیا گیا ہے، اور اُسے جزاء کی صفت قرار دینے پر علامہ ابوحیان نے البحرالمحیط میں نحوی اعتبار سے جو اِشکال پیش کیا ہے، اُس کا کوئی اطمینان بخش جواب نہیں دیا جاسکا، چنانچہ علامہ آلوسیؒ نے بھی اس اعتراض کو نقل کرکے اُس کی تائید ہی کی ہے۔ لہٰذا یہاں ترجمہ اُس تفسیر کے مطابق کیا گیا ہے جو مدارک التنزیل میں مذکور ہے۔)

(۹۸) سورۂ توبہ کے ایک بڑے حصے میں اُن لوگوں کو ملامت کی گئی ہے جو تبوک کے جہاد میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ روایات میں آتا ہے کہ ان آیاتِ کریمہ کو سن کر صحابہ نے یہ ارادہ کرلیا کہ آئندہ جو بھی جہاد ہوگا، اُس میں وہ سب جایا کریں گے۔ اس آیت نے واضح فرمادیا کہ ہمیشہ کے لئے یہ سوچنا صحیح نہیں ہے۔ غزوۂ تبوک میں تو ایک خاص ضرورت پیش آئی تھی جس کی وجہ سے تمام مسلمانوں کو نکل کھڑے ہونے کا حکم دیا گیا تھا، لیکن عام حالات میں مسلمانوں کو تقسیمِ کار پر عمل کرنا چاہئے۔ جب تک امیر کی طرف سے نفیرِ عام (یعنی ہر شخص کو جہاد میں شریک ہونے) کا حکم نہ ہو، جہاد فرضِ کفایہ ہے۔ اگر ہر بڑی جماعت میں سے کچھ لوگ جہاد کے لئے چلے جایا کریں تو سب کی طرف سے یہ فرضِ کفایہ ادا ہوجائے گا۔ یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ جس طرح جہاد اُمتِ مسلمہ کی ایک ضرورت ہے، اسی طرح دِین کا علم حاصل کرنا بھی اُمت کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اگر سب لوگ جہاد میں نکل کھڑے ہوں گے تو علمِ دِین کی درس و تدریس کا فریضہ کون انجام دے گا؟ لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ جو لوگ جہاد میں نہ جائیں، وہ اپنے شہر میں رہ کر دِین کا علم حاصل کریں۔

(۹۹) متنبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جو اَحکام انہوں نے سیکھے ہیں، وہ ان کو بتادیں کہ فلاں کام واجب ہے، اور فلاں کام گناہ ہے۔

الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

ہیں[100]، اور ہونا یہ چاہئے کہ وہ تمہارے اندر سختی محسوس کریں[101]۔ اور یقین رکھو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ (۱۲۳) اور جب کبھی کوئی سورت نازل کی

وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ

جاتی ہے تو انہی (منافقین) میں وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ: "اس (سورت) نے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ کیا ہے[102]؟" اب جہاں تک

اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

اُن لوگوں کا تعلق ہے جو (واقعی) ایمان لائے ہیں، اُن کے ایمان میں تو اس سورت نے واقعی اضافہ کیا ہے، اور وہ (اس پر) خوش ہوتے

وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ

ہیں۔ (۱۲۴) رہے وہ لوگ جن کے دِلوں میں روگ ہے، تو اس سورت نے اُن کی گندگی میں کچھ اور گندگی کا اضافہ کر دیا ہے[103]، اور اُن کو موت بھی

مَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً

کفر ہی کی حالت میں آتی ہے (۱۲۵) کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ وہ ہر سال ایک دو مرتبہ کسی آزمائش میں مبتلا ہوتے ہیں[104]،

---

(۱۰۰) اس آیت میں پھر اُس مضمون کا خلاصہ بیان فرمایا گیا ہے جس سے اس سورت کی ابتدا ہوئی تھی۔ مشرکین سے براءت کا جو اعلان کیا گیا تھا، اُس میں ہر مسلمان کا یہ فرض تھا کہ وہ اُن مشرکین سے جنگ کے لئے تیار رہے جو اس اعلانِ براءت پر عمل نہ کریں۔ جیسا کہ شروع میں عرض کیا گیا، وہ نومسلم جو فتحِ مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے، اُن کے دِل میں اپنے مشرک رشتہ داروں کے لئے نرم گوشہ ہو سکتا تھا، لہٰذا آخر سورت میں اُنہیں دوبارہ متوجہ کیا جا رہا ہے کہ جس طرح اسلام کی تبلیغ میں ترتیب یہ ہونی چاہئے کہ انسان اپنے قریبی لوگوں سے اُس کا آغاز کرے، اسی طرح جب جنگ کی نوبت آ جائے تو اُس میں بھی یہی ترتیب ہونی چاہئے کہ پہلے اُن لوگوں سے جنگ ہونی چاہئے جو تمہارے قریب ہیں۔ اُن کے بعد دوسروں کا نمبر آئے گا۔

(۱۰۱) یعنی اُن کی قربت کی وجہ سے تمہارے دِل میں کوئی نرم گوشہ پیدا نہ ہو جو تمہیں جہاد کے فریضے سے روک دے۔ نیز وہ لوگ تم میں کوئی کمزوری نہ پائیں، بلکہ اُنہیں تمہاری مضبوطی کا مکمل احساس ہونا چاہئے۔

(۱۰۲) یہ کہہ کر منافقین دراصل اُس بات کا مذاق اُڑاتے تھے جو سورۂ انفال (۸:۲) میں فرمائی گئی ہے کہ جب مؤمنوں کے سامنے اللہ کی آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو اُن کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۱۰۳) یعنی کفر اور نفاق کی گندگی تو اُن میں پہلے ہی موجود تھی، اب اس نئی سورت کے انکار اور اِستہزاء سے اس گندگی میں اور اضافہ ہو گیا۔

(۱۰۴) منافقین پر ہر سال کوئی نہ کوئی مصیبت پڑتی رہتی تھی۔ کبھی اُن کی خواہش اور منصوبوں کے خلاف مسلمانوں کو فتح نصیب ہو جاتی، کبھی ان میں سے کسی کا راز کھل جاتا، کبھی کوئی بیماری آ جاتی، کبھی فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ مصیبتیں ان کو متنبہ کرنے کے لئے کافی ہونی چاہئے تھیں، لیکن یہ لوگ کوئی سبق نہیں لیتے۔

اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿١٢٦﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ

پھر بھی نہ وہ توبہ کرتے ہیں، اور نہ کوئی سبق حاصل کرتے ہیں؟ (۱۲۶) اور جب کبھی کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو یہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں (اور

سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ يَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ

اشاروں میں ایک دوسرے سے کہتے ہیں) کہ کیا کوئی تمہیں دیکھ تو نہیں رہا؟ پھر وہاں سے اُٹھ کر چلے جاتے ہیں۔(۱۰۵)

صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿١٢٧﴾ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

اللہ نے اُن کا دِل پھیر دیا ہے، کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ (۱۲۷) (لوگو!) تمہارے پاس ایک ایسا رسول

مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ

آیا ہے جو تمہی میں سے ہے، جس کو تمہاری ہر تکلیف بہت گراں معلوم ہوتی ہے، جسے تمہاری بھلائی کی دُھن لگی ہوئی ہے، جو مؤمنوں کے لئے

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٨﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ

انتہائی شفیق، نہایت مہربان ہے! (۱۲۸) پھر بھی اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو (اے رسول! ان سے) کہہ دو کہ: ''میرے لئے اللہ کافی ہے، اُس کے سوا

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿١٢٩﴾ ع

کوئی معبود نہیں، اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے، اور وہی عرشِ عظیم کا مالک ہے۔'' (۱۲۹)

(۱۰۵) اصل بات یہ تھی کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے کلام سے چڑ تھی۔ ان کی خواہش اور کوشش یہ رہتی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا کلام سننے کی نوبت نہ آئے۔ لہٰذا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں کوئی نئی سورت تلاوت فرماتے تو یہ بھاگنے کی کوشش کرتے تھے۔ لیکن اگر سب کے سامنے اُٹھ کر جائیں تو ان کا راز فاش ہو جائے۔ اس لئے یہ ایک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کرتے کہ کوئی ایسا موقع تلاش کرو کہ کوئی مسلمان تمہیں دیکھ نہ رہا ہو، اور اُس وقت چپکے سے اُٹھ کر چلے جاؤ۔

الحمد للہ! آج بتاریخ ۱۸؍ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۷؍مئی ۲۰۰۶ء سورۂ توبہ کا ترجمہ اور حواشی کراچی میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مکمل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائیں، اور باقی قرآنِ کریم کا ترجمہ اور حواشی بھی اپنی رضا کے مطابق مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ یُوۡنُس

تعارف

یہ سورت مکہ مکرّمہ میں نازل ہوئی تھی۔ البتہ بعض مفسرین نے اس کی تین آیتوں (آیت نمبر ۴۰ اور ۹۴ اور ۹۵) کے بارے میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ مدینہ منوّرہ میں نازل ہوئی تھیں۔ لیکن اس کا کوئی یقینی ثبوت موجود نہیں ہے۔ سورت کا نام حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر رکھا گیا ہے جن کا حوالہ آیت نمبر ۹۸ میں آیا ہے۔ مکہ مکرّمہ میں سب سے اہم مسئلہ اسلام کے بنیادی عقائد کو ثابت کرنا تھا، اس لئے اکثر مکی سورتوں میں بنیادی زور توحید، رسالت اور آخرت کے مضامین پر دیا گیا ہے۔ اس سورت کے بھی مرکزی موضوعات یہی ہیں۔ اس کے ساتھ اسلام پر مشرکینِ عرب کے اعتراضات کے جواب دیئے گئے ہیں، اور اُن کے غلط طرزِ عمل کی مذمت کی گئی ہے، اور انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر انہوں نے اپنی ضد جاری رکھی تو دُنیا اور آخرت دونوں میں اُن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آسکتا ہے۔ اسی سلسلے میں پچھلے انبیائے کرام میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کے نتیجے میں فرعون کے غرق ہونے کا واقعہ تفصیل کے ساتھ اور حضرت نوح اور حضرت یونس علیہما السلام کے واقعات اختصار کے ساتھ بیان فرمائے گئے ہیں۔ ان میں کافروں کے لئے تو یہ سبق ہے کہ اُنہوں نے پیغمبر کی مخالفت میں جو رویہ اختیار کیا ہوا ہے، اُس کے نتیجے میں اُن کا انجام بھی ایسا ہی ہوسکتا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے یہ تسلی کا سامان بھی ہے کہ ان ساری مخالفتوں کے باوجود آخری انجام اِن شاء اللہ اُنہی کے حق میں ہوگا۔

اٰیاتھا ۱۰۹ ۝ ۱۰ سُوْرَۃُ یُوْنُسَ مَکِّیَّۃٌ ۵۱ ۝ رکوعاتھا ۱۱

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ایک سو نو آیتیں اور گیارہ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

الٓرٰ ۫ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝۱ اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ

الٓرٰ(۱)۔ یہ اُس کتاب کی آیتیں ہیں جو حکمت سے بھری ہوئی ہے ۝۱ کیا لوگوں کے لئے یہ تعجب کی بات ہے کہ ہم نے خود اُنہی میں کے ایک شخص پر

اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ

وحی نازل کی ہے کہ: "لوگوں کو (اللہ کی خلاف ورزی سے) ڈراؤ، اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اُن کو خوش خبری دو کہ اُن کے رَبّ کے

صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ اِنَّ

وقف النبی ﷺ

نزدیک اُن کا صحیح معنی میں بڑا پایہ ہے(۲)۔" (مگر جب اُس نے لوگوں کو یہ پیغام دیا تو) کافروں نے کہا کہ یہ تو کھلا جادوگر ہے ۝۲ حقیقت یہ ہے

رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى

کہ تمہارا پروردگار اللہ ہے جس نے سارے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر اُس نے

عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ

عرش پر اِس طرح اِستواء فرمایا(۳) کہ وہ ہر چیز کا انتظام کرتا ہے۔ کوئی اُس کی اجازت کے بغیر (اُس کے سامنے) کسی کی سفارش کرنے والا نہیں۔

اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ وَعْدَ

وہی اللہ ہے تمہارا پروردگار! لہٰذا اُس کی عبادت کرو۔ کیا تم پھر بھی دھیان نہیں دیتے؟ ۝۳ اُسی کی طرف تم سب کو لوٹنا ہے۔ یہ

اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ یقیناً ساری مخلوق کو شروع میں بھی وہی پیدا کرتا ہے، اور دوبارہ بھی وہی پیدا کرے گا، تاکہ جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور

---

(۱) جیسا کہ سورۂ بقرہ کے شروع میں عرض کیا گیا، یہ الگ الگ حروف جو سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، "حروفِ مقطعات" کہلاتے ہیں۔ ان کا صحیح مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے۔

(۲) یعنی بڑا درجہ ہے۔

(۳) "اِستواء" کے لفظی معنی سیدھا ہونے، قابو پانے اور بیٹھ جانے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوقات کی طرح نہیں ہیں، اس لئے اُن کا اِستواء بھی مخلوقات جیسا نہیں۔ اس کی ٹھیک ٹھیک کیفیت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے ہم نے اس لفظ کا اُردو میں ترجمہ کرنے کے بجائے اسی لفظ کو برقرار رکھا ہے، کیونکہ ہمارے لئے اتنا ایمان رکھنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر اس طرح اِستواء فرمایا جو اُن کی شان کے لائق ہے۔ اس سے زیادہ کسی بحث میں پڑنے کی نہ ضرورت ہے، نہ ہماری محدود عقل اس کا احاطہ کرسکتی ہے۔

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ
جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں اُن کو انصاف کے ساتھ اُس کا صلہ دے۔ اور جنہوں نے کفر اپنا لیا ہے، ان کے لئے کھولتے ہوئے پانی کا مشروب

عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۴ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّ
ہے، اور دُکھ دینے والا عذاب ہے، کیونکہ وہ حق کا انکار کرتے تھے۔ (۴) اور اللہ وہی ہے جس نے سورج کو سراپا روشنی بنایا، اور

الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ
چاند کو سراپا نور، اور اُس کے (سفر) کے لئے منزلیں مقرر کردیں، تاکہ تم برسوں کی گنتی اور (مہینوں کا) حساب معلوم کرسکو۔ اللہ نے یہ سب کچھ

اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۵ اِنَّ فِيْ
بغیر کسی صحیح مقصد کے پیدا نہیں کردیا۔ (۴) وہ یہ نشانیاں اُن لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتا ہے جو سمجھ رکھتے ہیں۔ (۵) حقیقت یہ ہے کہ رات

اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ
دن کے آگے پیچھے آنے میں اور اللہ نے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے، اُس میں اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جن کے

لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝۶ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَ رَضُوْا بِالْحَيٰوةِ
دِل میں خدا کا خوف ہو۔ (۶) جو لوگ ہم سے (آخرت میں) آملنے کی کوئی توقع ہی نہیں رکھتے، اور دُنیوی زندگی میں مگن

الدُّنْيَا وَ اطْمَاَنُّوْا بِهَا وَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا غٰفِلُوْنَ ۝۷ لا اُولٰٓئِكَ
اور اُسی پر مطمئن ہوگئے ہیں، اور جو ہماری نشانیوں سے غافل ہیں (۷) اُن کا ٹھکانا اپنے کرتوت کی وجہ سے

مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ
دوزخ ہے (۸) (دوسری طرف) جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اُن کے ایمان کی وجہ سے اُن کا پروردگار اُنہیں

يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۹
اِس منزل تک پہنچائے گا کہ نعمتوں سے بھرے باغات میں اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ (۹) اُس میں (داخلے کے وقت) اُن کی پکار یہ

---

(۴) اس کائنات کے جن حقائق کی طرف قرآنِ کریم اشارہ فرماتا ہے، اُس سے دو باتیں ثابت کرنی مقصود ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ کائنات کا یہ محیر العقول نظام جس میں چاند سورج ایسے نپے تلے حساب کے پابند ہو کر اپنا کام کر رہے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کی نشانی ہے۔ اس بات کو مشرکینِ عرب بھی تسلیم کرتے تھے کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ جو ذات اتنے عظیم الشان کاموں پر قادر ہو، اُسے اپنی خدائی میں آخر کسی اور شریک کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے؟ لہٰذا یہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی دیتی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ ساری کائنات بے مقصد پیدا نہیں کی گئی۔ اگر اس دُنیوی زندگی کے بعد آخرت کی ابدی زندگی نہ ہو جس میں نیک لوگوں کو اچھا صلہ اور بُرے لوگوں کو بُرائی کا برا بدلہ نہ ملے تو اس کائنات کی پیدائش بے مقصد ہو کر رہ جاتی ہے۔ لہٰذا یہی کائنات توحید کے ساتھ ساتھ آخرت کی ضرورت بھی ثابت کرتی ہے۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ

ہوگی کہ: ''یااللہ! تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے۔'' اور ایک دوسرے کے خیر مقدم کے لئے جو لفظ وہ بولیں گے، وہ سلام ہوگا، اور اُن کی آخری پکار

دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠﴾ وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ ع

یہ ہوگی کہ: ''تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔'' (١٠) اور اگر اللہ (ان کافر) لوگوں کو بُرائی (یعنی عذاب) کا نشانہ بنانے میں

الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا

بھی اتنی ہی جلدی کرتا جتنی جلدی وہ اچھائیاں مانگنے میں مچاتے ہیں تو اُن کی مہلت تمام کردی گئی ہوتی۔(٥) (لیکن ایسی جلد بازی ہماری حکمت کے

يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿١١﴾ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ

خلاف ہے) لہٰذا جو لوگ ہم سے (آخرت میں) ملنے کی توقع نہیں رکھتے، ہم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں۔ (١١)

دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ

اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ لیٹے بیٹھے اور کھڑے ہوئے (ہر حالت میں) ہمیں پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اُس کی تکلیف دُور کردیتے

لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا

ہیں، تو اس طرح چل کھڑا ہوتا ہے جیسے کبھی اپنے آپ کو پہنچنے والی کسی تکلیف میں ہمیں پکارا ہی نہ تھا۔ جو لوگ حد سے گذر جاتے ہیں، اُنہیں اپنے

يَعْمَلُوْنَ ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ

کرتوت اسی طرح خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔ (١٢) اور ہم نے تم سے پہلے (کئی) قوموں کو اُس موقع پر ہلاک کیا جب اُنہوں نے ظلم کا ارتکاب کیا

رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿١٣﴾

تھا، اور اُن کے پیغمبر اُن کے پاس روشن دلائل لے کر آئے تھے، اور وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لاتے۔ ایسے مجرم لوگوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے

ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ وَ اِذَا

ہیں۔ (١٣) پھر ہم نے اُن کے بعد زمین میں تم کو جانشین بنایا ہے تاکہ یہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ (١٤) اور وہ لوگ جو (آخرت میں) ہم

تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ

سے آملنے کی توقع نہیں رکھتے جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں، جبکہ وہ بالکل واضح ہوتی ہیں، تو وہ یہ کہتے ہیں کہ: ''یہ نہیں، کوئی

---

(٥) یہ دراصل کفارِ عرب کے ایک سوال کا جواب ہے۔ جب اُنہیں کفر کے نتیجے میں عذابِ الٰہی سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ اگر یہ بات سچ ہے تو وہ عذاب ابھی کیوں نہیں آجاتا؟ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ لوگ عذاب آنے کے لئے اس طرح جلدی مچا رہے ہیں جیسے وہ کوئی اچھی چیز ہو۔ لیکن اگر اللہ تعالیٰ ان کی خواہش کے مطابق ابھی عذاب نازل کردے تو ان کو سوچنے سمجھنے کی جو مہلت دی گئی ہے وہ ختم ہوجائے گی، اور پھر ان کا ایمان لانا معتبر بھی نہیں ہوگا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ اُن کے اِس مطالبے کو اپنی حکمت کی بنا پر پورا نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ فی الحال ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے، تاکہ جو لوگ سرکش ہیں، وہ گمراہی میں بھٹکتے رہیں، اور ان پر حجت تمام ہوجائے، اور جو سمجھ سے کام لینا چاہتے ہوں، انہیں راہِ راست پر آنے کا موقع مل جائے۔

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ
بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ

اور قرآن لے کر آؤ، یا اس میں تبدیلی کرو۔" (اے پیغمبر!) ان سے کہہ دو کہ: "مجھے یہ حق نہیں پہنچتا کہ میں اس میں اپنی طرف سے کوئی تبدیلی

نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ

کروں۔ میں تو کسی اور چیز کی نہیں، صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر نازل کی جاتی ہے۔ اگر کبھی میں اپنے رَبّ کی نافرمانی کر بیٹھوں

عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٥﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ

تو مجھے ایک زبردست دن کے عذاب کا خوف ہے۔" ﴿١٥﴾ کہہ دو کہ: "اگر اللہ چاہتا تو میں اس قرآن کو تمہارے سامنے نہ پڑھتا، اور نہ اللہ

اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿١٦﴾

تمہیں اس سے واقف کراتا۔(٦) آخر اس سے پہلے بھی تو میں ایک عمر تمہارے درمیان بسر کر چکا ہوں۔ کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟(٧) ﴿١٦﴾

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

پھر اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے، یا اُس کی آیتوں کو جھٹلائے؟ یقین رکھو کہ مجرم لوگ فلاح نہیں

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿١٧﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَ

پاتے۔" ﴿١٧﴾ اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر اُن (من گھڑت خداؤں) کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو کوئی نقصان پہنچا سکتے ہیں، نہ ان کو کوئی فائدہ دے سکتے

يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ

ہیں، اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔ (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: "کیا تم اللہ کو اُس چیز کی خبر دے رہے ہو جس کا کوئی وجود

فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿١٨﴾ وَمَا

اللہ کے علم میں نہیں ہے، نہ آسمانوں میں نہ زمین میں؟" (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ ان کی مشرکانہ باتوں سے بالکل پاک اور کہیں بالا و برتر ہے۔ ﴿١٨﴾ اور

كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ

(شروع میں) تمام انسان کسی اور دِین کے نہیں، صرف ایک ہی دِین کے قائل تھے۔ پھر بعد میں وہ آپس میں اختلاف کر کے الگ الگ ہوئے۔ اور اگر

---

(٦) یعنی یہ قرآن میرا اپنا بنایا ہوا نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے۔ اگر وہ نہ چاہتا تو نہ میں تمہارے سامنے پڑھ سکتا تھا، نہ تمہیں اس کا علم ہو سکتا تھا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرما کر مجھے حکم دیا کہ تمہیں سناؤں، اس لئے سنا رہا ہوں۔ لہٰذا اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(٧) یعنی تمہارا یہ مطالبہ کہ میں اس قرآن کو بدل دوں، دراصل میری نبوّت کا انکار اور مجھ پر (معاذ اللہ) جھوٹ کا اِلزام ہے، حالانکہ میں نے عمر کا بڑا حصہ تمہارے درمیان گذارا ہے، اور میری ساری زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح تمہارے سامنے رہی ہے۔ قرآنِ کریم کے نازل ہونے سے پہلے تم سب مجھے سچا اور امانت دار کہتے رہے ہو، اور چالیس سال کے طویل عرصے میں کبھی کسی ایک شخص نے بھی مجھ پر جھوٹ کا اِلزام نہیں لگایا۔ اب نبوّت جیسے معاملے میں مجھ پر یہ اِلزام لگانا بے عقلی نہیں تو اور کیا ہے؟

رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ

تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے سے طے نہ ہوچکی ہوتی تو جس معاملے میں یہ لوگ اختلاف کررہے ہیں، اُس کا فیصلہ (دُنیا ہی میں) کردیا

عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ

جاتا۔(۸) ﴿۱۹﴾ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ: "اس نبی پر اُس کے رَبّ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں کی گئی؟" تو (اے پیغمبر! تم جواب میں) کہہ دو کہ:

مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ ع

"غیب کی باتیں تو صرف اللہ کے اختیار میں ہیں۔ لہٰذا تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں(۹)۔" ﴿۲۰﴾ اور انسانوں کا حال یہ ہے کہ جب اُن

مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْۤ اٰيَاتِنَا ؕ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا

کو پہنچنے والی کسی تکلیف کے بعد ہم اُن کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو ذرا سی دیر میں وہ ہماری نشانیوں کے بارے میں چالبازی شروع کردیتے ہیں(۱۰)۔

(۸) مطلب یہ ہے کہ جب پہلے پہل حضرت آدم علیہ السلام دُنیا میں تشریف لائے تو تمام انسان توحید ہی کے دِینِ برحق پر چلتے تھے۔ بعد میں کچھ لوگوں نے الگ الگ مذہب ایجاد کرلئے۔ اللہ تعالیٰ یہیں دُنیا میں ان کے اختلافات کا فیصلہ کرسکتا تھا، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق سے پہلے ہی یہ طے فرمایا ہوا تھا کہ دُنیا انسانوں کے امتحان کے لئے پیدا کی جائے گی، اور ہر شخص کو یہ موقع دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر بھیجے جائیں گے جو لوگوں کو دُنیا میں آنے کا مقصد بتائیں، اور دِینِ برحق کو واضح دلائل سے بیان کردیں، پھر وہ اپنی آزاد مرضی سے جو راستہ چاہیں اختیار کریں، اور آخرت میں فیصلہ کیا جائے کہ کس کا راستہ صحیح اور اِنعام کے قابل تھا، اور کس کا غلط اور قابلِ سزا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں اس فیصلے کا مشاہدہ نہیں کروایا۔

(۹) اس آیت میں نشانی سے مراد معجزہ ہے۔ یوں تو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے معجزات عطا فرمائے تھے، اور آپ کے اُمّی ہونے کے باوجود قرآنِ کریم کا آپ کی زبانِ مبارک پر جاری ہونا بذاتِ خود بہت بڑا معجزہ تھا، لیکن کفارِ مکہ آپ سے نت نئے معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے جن کا کچھ بیان سورۂ بنی اسرائیل (۱۷: ۹۳) میں آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ کافروں کے اس قسم کے ہر مطالبے کو پورا کریں، اور ہر کس و ناکس کی فرمائش پر ہر روز نئے معجزات دِکھایا کریں، بالخصوص جب یہ بات معلوم ہو کہ مطالبہ کرنے والے محض وقت گذاری اور بہانہ بازی کے لئے ایسی فرمائشیں کررہے ہوں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسی فرمائشوں کا یہ مختصر جواب دینے کی ہدایت فرمائی گئی ہے کہ غیب کی ساری باتیں، جن میں معجزات کا ظاہر کرنا بھی داخل ہے، میرے قبضے اور اِختیار میں نہیں، صرف اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے۔ وہ تمہاری کونسی فرمائش پوری کرتا ہے، اور کونسی پوری نہیں کرتا، اس کا تم بھی انتظار کرو، میں بھی انتظار کرتا ہوں۔

(۱۰) جب تک مصیبت کا سامنا تھا، اُس وقت تک تو بس اللہ ہی یاد آتا تھا، لیکن جب اُس کی رحمت سے مصیبت دُور ہوجاتی ہے، اور اچھا وقت آتا ہے تو اُس کی اطاعت سے منہ موڑنے کے لئے حیلے بہانے شروع ہوجاتے ہیں، جس کی مثال آگے آیت نمبر ۲۲ میں آرہی ہے۔

يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰٓى

کہہ دو کہ: ''اللہ اس سے بھی جلدی کوئی چال چل سکتا ہے۔(۱۱)'' یقیناً ہمارے فرشتے تمہاری ساری چالبازیوں کو لکھ رہے ہیں (۲۱) وہ اللہ ہی تو ہے جو تمہیں

اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا

خشکی میں بھی اور سمندر میں بھی سفر کراتا ہے، یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں سوار ہوتے ہو، اور یہ کشتیاں لوگوں کو لے کر خوشگوار ہوا کے ساتھ پانی پر

جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ

چلتی ہیں، اور لوگ اس بات پر مگن ہوتے ہیں، تو اچانک اُن کے پاس ایک تیز آندھی آتی ہے، اور ہر طرف سے اُن پر موجیں اُٹھتی ہیں، اور وہ یہ سمجھ

اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ

لیتے ہیں کہ وہ ہر طرف سے گھر گئے، تو اُس وقت وہ خلوص کے ساتھ صرف اللہ پر اعتقاد کر کے صرف اُسی کو پکارتے ہیں، (اور کہتے ہیں کہ:) ''(یا

هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّآ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي

اللہ!) اگر تو نے ہمیں اس (مصیبت) سے نجات دے دی تو ہم ضرور بالضرور شکر گذار لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔'' (۲۲) لیکن جب اللہ اُن کو

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ ۙ

نجات دے دیتا ہے تو زیادہ دیر نہیں گذرتی کہ وہ زمین میں ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ ارے لوگو! تمہاری یہ سرکشی درحقیقت خود تمہارے اپنے

مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

خلاف پڑ رہی ہے۔ اب تو دُنیوی زندگی کے مزے اُڑا لو، آخر کو ہمارے پاس ہی تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔ اُس وقت ہم تمہیں بتائیں گے کہ تم کیا کچھ

تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ

کرتے رہے ہو۔ (۲۳) دُنیوی زندگی کی مثال تو کچھ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا جس کی وجہ سے زمین سے اُگنے والی وہ چیزیں

فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ

خوب گھنی ہوگئیں جو انسان اور مویشی کھاتے ہیں، یہاں تک کہ جب زمین نے اپنا یہ زیور پہن لیا، اور سنگھار کر کے خوشنما ہوگئی، اور اُس کے

اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ

مالک سمجھنے لگے کہ بس اب یہ پوری طرح اُن کے قابو میں ہے، تو کسی رات یا دِن کے وقت ہمارا حکم آگیا (کہ اُس پر کوئی آفت آجائے)،

عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ

اور ہم نے اُس کو کٹی ہوئی کھیتی کی سپاٹ زمین میں اس طرح تبدیل کر دیا جیسے کل وہ تھی ہی نہیں۔(۱۲) اسی طرح ہم نشانیوں کو اُن لوگوں

---

(۱۱) اللہ تعالیٰ کے لئے ''چال'' کا لفظ ایک طنز کے طور پر ہے، اور اُس سے مراد اُن کی چالبازیوں کی سزا دینا ہے۔

(۱۲) دُنیا کی حالت بھی ایسی ہی ہے کہ اس وقت وہ بڑی خوبصورت اور بنی ٹھنی معلوم ہوتی ہے، لیکن اوّل تو کبھی قیامت سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے کسی عذاب کی وجہ سے اُس کی ساری خوبصورتی ملیامیٹ ہو جاتی ہے، دوسرے جب انسان کی موت کا وقت آتا ہے، تب بھی اُس کے لئے یہ دُنیا اندھیری ہو جاتی ہے، اور اگر ایمان اور عمل صالح کی پونجی پاس نہ ہو تو پتہ چلتا ہے کہ یہ ساری

بِالۡاَمۡسِ ؕ کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَاللّٰہُ یَدۡعُوۡۤا

کے لئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں ﴿۲۴﴾ اور اللہ لوگوں کو سلامتی کے گھر کی طرف دعوت دیتا ہے،

اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَیَہۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ﴿۲۵﴾

اور جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے تک پہنچا دیتا ہے۔(۱۳) ﴿۲۵﴾ جن لوگوں نے بہتر کام کئے ہیں، بہترین حالت اُنہی کے لئے ہے،

لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰی وَزِیَادَۃٌ ؕ وَلَا یَرۡہَقُ وُجُوۡہَہُمۡ قَتَرٌ وَّلَا

اور اُس سے بڑھ کر کچھ اور بھی!(۱۴) نیز اُن کے چہروں پر نہ کبھی سیاہی چھائے گی، نہ ذلت۔

ذِلَّۃٌ ؕ اُولٰٓئِکَ اَصۡحٰبُ الۡجَنَّۃِ ۚ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِیۡنَ

وہ جنت کے باسی ہیں! وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿۲۶﴾ رہے وہ لوگ جنہوں نے بُرائیاں کمائی ہیں، تو (ان کی)

کَسَبُوا السَّیِّاٰتِ جَزَآءُ سَیِّئَۃٍۭ بِمِثۡلِہَا ۙ وَتَرۡہَقُہُمۡ ذِلَّۃٌ ؕ مَا لَہُمۡ

بُرائی کا بدلہ اُسی جیسا برا ہوگا۔(۱۵) اور اُن پر ذِلت چھائی ہوئی ہوگی، اللہ (کے عذاب) سے انہیں کوئی

خوبصورتی درحقیقت ایک عذاب تھی۔ اور جب قیامت آئے گی تب تو یہ ظاہری زیب و زینت بھی پوری دُنیا سے ختم ہوجائے گی۔

(۱۳) سلامتی کے گھر سے مراد جنت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دعوت تو تمام انسانوں کے لئے عام ہے کہ وہ ایمان اور عملِ صالح کے ذریعے جنت حاصل کریں، لیکن اُس تک پہنچنے کا جو سیدھا راستہ ہے اُس تک اللہ تعالیٰ اُسی کو پہنچاتا ہے جسے وہ اپنی حکمت سے چاہتا ہے۔ اور اُس کی حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ اُسی کو پہنچایا جائے جو اپنے اختیار اور ہمت کو کام میں لاکر جنت کی ضروری شرائط پوری کرے۔

(۱۴) وعدے کا یہ انتہائی لطیف پیرایہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ''کچھ اور'' کو کھول کر بیان نہیں فرمایا، بلکہ پردے میں رکھا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنت میں تمام بہترین نعمتوں کے علاوہ کچھ نعمتیں ایسی ہوں گی کہ اگر اللہ تعالیٰ اُن کو بیان بھی فرمادیں تو اُن کی لذت اور حلاوت کو اِنسان اِس وقت محسوس کر ہی نہیں سکتا۔ بس انسان کے سمجھنے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ اضافی نعمتوں کا ذکر فرمایا ہے جو اُنہی کی شان کے مطابق ہوں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر یہ منقول ہے کہ جب تمام جنتی جنت کی نعمتوں سے سرشار اور اُن میں مگن ہو چکے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہم نے تم سے ایک وعدہ کیا تھا، اب ہم اُسے پورا کرنا چاہتے ہیں۔ جنت کے لوگ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں دوزخ سے بچا کر اور جنت عطا فرما کر سارے وعدے پورے کردیئے ہیں۔ اب کونسا وعدہ رہ گیا؟ اس موقع پر اللہ تعالیٰ اپنا حجاب ہٹا کر اپنی زیارت کرائیں گے، اور اُس وقت جنت والوں کو محسوس ہوگا کہ یہ نعمت اُن تمام نعمتوں سے زیادہ لذیذ اور محبوب ہے جو اُنہیں اب تک عطا ہوئی ہیں (روح المعانی بحوالہ صحیح مسلم وغیرہ)۔

(۱۵) یعنی نیکیوں پر تو ثواب کئی کئی گنا دیا جائے گا جس میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی وہ نعمت بھی داخل ہے جس کا ابھی ذکر ہوا، لیکن بُرائی کی سزا اُسی بُرائی کے برابر ملے گی، اُس سے زیادہ نہیں۔

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ

بچانے والا نہیں ہوگا۔ ایسا لگے گا جیسے اُن کے چہروں پر اندھیری رات کی تہیں چڑھادی گئی ہیں۔ وہ دوزخ کے باسی ہیں۔

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا

وہ اُس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۲۷) اور (یادرکھو) وہ دن جب ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے، پھر جن لوگوں نے شرک کیا تھا، اُن سے کہیں گے کہ: "ذرا

ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ

اپنی جگہ ٹھہرو، تم بھی اور وہ بھی جن کو تم نے اللہ کا شریک مانا تھا!" پھر اُن کے درمیان (عابد اور معبود کا) جو رشتہ تھا، ہم وہ ختم کردیں گے، اور اُن کے وہ

وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ بَيْنَنَا

شریک کہیں گے کہ: "تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔(۱۶) (۲۸) ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ بننے کے لئے کافی ہے (کہ) ہم تمہاری

وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ

عبادت سے بالکل بے خبر تھے۔" (۲۹) ہر شخص نے ماضی میں جو کچھ کیا ہوگا، اس موقع پر وہ خود اُس کو پرکھ لے گا،(۱۷) اور سب کو اللہ کی طرف لوٹا دیا

اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

جائے گا جو اُن کا مالکِ حقیقی ہے، اور جو جھوٹ اُنہوں نے تراش رکھے تھے، اُن کا کوئی سراغ اُنہیں نہیں ملے گا۔ (۳۰) (اے پیغمبر! ان مشرکوں

يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ ع ۸ النصف

سے) کہو کہ: "کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے؟ یا بھلا کون ہے جو سننے اور دیکھنے کی قوتوں کا مالک ہے؟ اور کون ہے جو

السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے باہر نکال لاتا ہے؟ اور کون ہے جو ہر کام کا انتظام کرتا ہے؟" تو یہ لوگ کہیں گے کہ: "اللہ!"(۱۸) تو

---

(۱۶) جن بتوں کو انہوں نے خدا مان رکھا تھا، وہ تو بے جان تھے، اس لئے انہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ یہ لوگ ان کی عبادت کرتے تھے۔ اس لئے جب اللہ تعالیٰ ان کو زبان عطا فرمائیں گے تو شروع میں تو وہ صاف انکار کردیں گے کہ یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ پھر جب بعد میں اُنہیں پتہ چلے گا کہ یہ واقعی ان کی عبادت کرتے تھے تو وہ کہیں گے کہ اگر کرتے بھی تھے تو ہمیں اس کا پتہ نہیں تھا۔

(۱۷) یعنی ہر عمل کی قلعی کھل جائے گی کہ اُس کی حقیقت کیا تھی؟

(۱۸) عرب کے مشرکین یہ مانتے تھے کہ ساری کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ اُس نے بیشتر اختیارات مختلف دیوتاؤں کو سونپ دیئے ہیں جو خدائی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہیں، اور اب اُن کو راضی رکھنے کے لئے اُن کی عبادت کرنی چاہئے۔ اس لئے یہ آیتِ کریمہ اُن پر یہ حقیقت واضح کررہی ہے کہ جب تم خود مانتے ہو کہ یہ سارے کام اللہ تعالیٰ کرتا ہے تو پھر کسی اور کی عبادت کرنا کیسی بے عقلی کی بات ہے۔

الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَذٰلِكُمُ

تم ان سے کہو کہ: ''کیا پھر بھی تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟ ﴿۳۱﴾ پھر تو لوگو! وہی اللہ ہے جو تمہارا مالک برحق ہے۔ پھر حق واضح ہو جانے کے بعد

اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ

گمراہی کے سوا اور کیا باقی رہ گیا؟ اس کے باوجود تمہیں کوئی کہاں اُلٹا لئے جارہا ہے؟''(۱۹) ﴿۳۲﴾ اسی طرح جن لوگوں نے نافرمانی کا شیوہ اپنا لیا ہے،

حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ هَلْ

اُن کے بارے میں اللہ کی یہ بات سچی ہوگئی ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔(۲۰) ﴿۳۳﴾ کہو کہ: ''جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک مانتے ہو، کیا اُن میں کوئی ایسا

مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا

ہے جو مخلوقات کو پہلی بار پیدا کرے، پھر (اُن کی موت کے بعد) اُنہیں دوبارہ پھر پیدا کردے؟'' کہو کہ: ''اللہ ہے جو مخلوقات کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر (اُن

الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ

کی موت کے بعد) اُنہیں دوبارہ پھر پیدا کردے گا۔ پھر آخر کوئی تمہیں کہاں اوندھے منہ لئے جارہا ہے؟'' ﴿۳۴﴾ کہو کہ: ''جن کو تم اللہ کے ساتھ شریک

يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى

مانتے ہو، کیا اُن میں کوئی ایسا ہے جو تمہیں حق کا راستہ دِکھائے؟'' کہو کہ: ''اللہ حق کا راستہ دِکھاتا ہے۔ اب بتاؤ کہ جو حق کا راستہ دِکھاتا ہو، کیا وہ اس بات کا

الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۗ

زیادہ حق دار ہے کہ اُس کی بات مانی جائے، یا وہ (زیادہ حق دار ہے) جس کو خود اُس وقت تک راستہ نہ سوجھے جب تک کوئی دوسرا اُس کی رہنمائی نہ کرے؟

كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا

بھلا تمہیں ہو کیا گیا ہے؟ تم کس طرح کی باتیں طے کرلیتے ہو؟'' ﴿۳۵﴾ اور (حقیقت یہ ہے کہ) اِن (مشرکین) میں سے اکثر لوگ کسی اور چیز کے نہیں،

يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَا كَانَ

صرف وہمی اندازے کے پیچھے چلتے ہیں، اور یہ یقینی بات ہے کہ حق کے معاملے میں وہمی اندازہ کچھ بھی کام نہیں دے سکتا۔ یقین جانو، جو کچھ یہ لوگ کر رہے

هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ

ہیں، اللہ اُس کا پورا پورا علم رکھتا ہے۔ ﴿۳۶﴾ اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اُسے کسی نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہو، اللہ نے نہ اُتارا ہو، بلکہ یہ (وحی کی) اُن باتوں

---

(۱۹) قرآنِ کریم نے مجہول کا جو صیغہ استعمال فرمایا ہے، آیت نمبر ۳۲ اور ۳۴ کے ترجمے میں اُس کا مفہوم ''کوئی'' کا لفظ بڑھا کر ادا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اور بظاہر قرآنِ کریم نے مجہول کا صیغہ یہ اشارہ کرنے کے لئے استعمال فرمایا ہے کہ درحقیقت اُن کی نفسانی خواہشات ہیں جو اُنہیں اُلٹی سمت لے جارہی ہیں۔

(۲۰) یعنی ان کی تقدیر میں اللہ تعالیٰ نے جو بات لکھی ہوئی تھی کہ یہ لوگ اپنی سرکشی کی وجہ سے اپنے اختیار کو صحیح استعمال نہیں کریں گے، اور ایمان نہیں لائیں گے، وہ بات سامنے آگئی۔

الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ
کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے آچکی ہیں، اور اللہ نے جو باتیں (لوحِ محفوظ میں) لکھ رکھی ہیں، اُن کی تفصیل بیان کرتا ہے۔(۲۱) اس میں ذرا بھی شک کی
الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَ
گنجائش نہیں ہے۔ یہ اُس ذات کی طرف سے ہے جو تمام جہانوں کی پرورش کرتی ہے۔ ﴿۳۷﴾ کیا پھر بھی یہ لوگ کہتے ہیں کہ: "پیغمبر نے اسے اپنی طرف سے گھڑ لیا
ادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۳۸﴾ بَلْ
ہے؟" کہو کہ: "پھر تو تم بھی اس جیسی ایک ہی سورت (گھڑ کر) لے آؤ، اور (اس کام میں مدد لینے کے لئے) اللہ کے سوا جس کسی کو بلا سکو بلا لو، اگر سچے ہو۔" ﴿۳۸﴾
كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ یُحِیْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا یَاْتِهِمْ تَاْوِیْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ
بات دراصل یہ ہے کہ جس چیز کا احاطہ یہ اپنے علم سے نہیں کر سکے، اُسے انہوں نے جھوٹ قرار دے دیا، اور ابھی اس کا انجام بھی ان کے سامنے نہیں آیا۔(۲۲) اسی
كَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۹﴾
طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے، انہوں نے بھی (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا۔ پھر دیکھو کہ ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا؟ ﴿۳۹﴾ اور ان میں سے کچھ ایسے
وَ مِنْهُمْ مَّنْ یُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ
ہیں جو اس (قرآن) پر ایمان لے آئیں گے، اور کچھ وہ ہیں جو اس پر ایمان نہیں لائیں گے، اور تمہارا پروردگار فساد پھیلانے والوں کو خوب جانتا
بِالْمُفْسِدِیْنَ ﴿۴۰﴾ وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّیْ عَمَلِیْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ ع ۴ ۱۰ ۹
ہے۔ ﴿۴۰﴾ اور (اے پیغمبر!) اگر یہ تمہیں جھٹلائیں تو (ان سے) کہہ دو کہ: "میرا عمل میرے لئے ہے، اور تمہارا عمل تمہارے لئے۔ جو کام میں کرتا ہوں، اُس
اَنْتُمْ بَرِیْٓـُٔوْنَ مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ مِنْهُمْ
کی ذمہ داری تم پر نہیں ہے، اور جو کام تم کرتے ہو، اُس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں۔" ﴿۴۱﴾ اور ان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو تمہاری باتوں کو (بظاہر) کان لگا کر
مَّنْ یَّسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَ لَوْ كَانُوْا لَا یَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾
سنتے ہیں (مگر دل میں حق کی طلب نہیں رکھتے، اس لئے درحقیقت بہرے ہیں) تو کیا تم بہروں کو سناؤ گے، چاہے وہ سمجھتے نہ ہوں؟ ﴿۴۲﴾ اور ان میں سے
وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْظُرُ اِلَیْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِی الْعُمْیَ وَ لَوْ كَانُوْا لَا
کچھ وہ ہیں جو تمہاری طرف دیکھتے ہیں، (مگر دل میں انصاف نہ ہونے کی وجہ سے وہ اندھوں جیسے ہیں) تو کیا تم اندھوں کو راستہ دکھاؤ گے، چاہے اُنہیں

---

(۲۱) اس فقرے میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ قرآنِ کریم کا مأخذ کوئی انسانی دماغ نہیں، بلکہ وہ لوحِ محفوظ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے تشریعی اور تکوینی اَحکام ازل سے لکھے ہوئے ہیں۔ ان اَحکام میں سے جن کی انسانوں کو ضرورت ہے، یہ قرآن اُن کی تفصیل بیان فرماتا ہے۔

(۲۲) یعنی ان کے جھٹلانے کا انجام جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی صورت میں ظاہر ہونے والا ہے، ابھی تک ان کے سامنے نہیں آیا، لیکن پچھلی قوموں کے انجام سے ان کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

يُبْصِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّ لٰكِنَّ النَّاسَ

کچھ بھی سجھائی نہ دیتا ہو؟(۲۳) ﴿۴۳﴾ حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا، لیکن انسان ہیں جو خود اپنی جانوں پر

اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَ يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا

ظلم کرتے ہیں۔ ﴿۴۴﴾ اور جس دن اللہ ان کو (میدانِ حشر میں) اکٹھا کرے گا، تو انہیں ایسا معلوم ہوگا جیسے وہ (دُنیا میں یا قبر میں) دن کی

سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ

ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے (اسی لئے) وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچانتے ہوں گے۔(۲۴) حقیقت یہ ہے کہ اُن لوگوں نے بڑے گھاٹے کا سودا کیا ہے

كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ

جنہوں نے اللہ سے (آخرت میں) جا ملنے کو جھٹلایا ہے، اور جو راہِ راست پر نہیں آئے۔ ﴿۴۵﴾ اور (اے پیغمبر!) جن باتوں کی ہم نے ان (کافروں) کو دھمکی

بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ

دی ہوئی ہے، چاہے اُن میں سے کوئی بات ہم تمہیں (تمہاری زندگی میں) دِکھا دیں، یا (اس سے پہلے) تمہاری روح قبض کرلیں، بہرصورت ان کو آخر میں

شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ

ہماری طرف ہی لوٹنا ہے،(۲۵) پھر (یہ تو ظاہر ہی ہے کہ) جو کچھ یہ کرتے ہیں، اللہ اس کا پورا پورا مشاہدہ کر رہا ہے۔ (لہٰذا وہاں ان کو سزا دے گا) ﴿۴۶﴾ اور ہر اُمت

قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا

کے لئے ایک رسول بھیجا گیا ہے۔ پھر جب اُن کا رسول آجاتا ہے تو اُن کا فیصلہ پورے انصاف سے کیا جاتا ہے، اور اُن پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ ﴿۴۷﴾ اور یہ (کافر)

---

(۲۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت پر جو غیر معمولی شفقت تھی، اُس کی وجہ سے آپ اکثر اس بات سے غمگین رہتے تھے کہ یہ کافر لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ یہ آیت آپ کو تسلی دے رہی ہے کہ آپ اُسی شخص کو راہِ راست پر لا سکتے ہیں جو دِل میں حق کی طلب رکھتا ہو، لیکن جن لوگوں میں اس طلب ہی کا فقدان ہے، ان کی مثال تو بہروں اور اندھوں کی سی ہے کہ آپ کتنا ہی چاہیں، نہ انہیں کوئی بات سنا سکتے ہیں، نہ کوئی راستہ دِکھا سکتے ہیں۔ ان کی ذمہ داری آپ پر نہیں، خود انہی پر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر کوئی ظلم نہیں کیا، بلکہ یہ خود اپنے اُوپر ظلم کر رہے ہیں کہ دوزخ کا راستہ اپنا رکھا ہے۔

(۲۴) یعنی دُنیوی زندگی اُنہیں اتنی قریب معلوم ہوگی کہ انہیں ایک دوسرے کو پہچاننے میں وہ دشواری پیش نہیں آئے گی جو کسی کو عرصۂ دراز کے بعد دیکھنے کی وجہ سے عموماً پیش آیا کرتی ہے۔

(۲۵) یہ اس شبہ کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو عذاب کی دھمکی تو دی ہوئی ہے، لیکن اب تک اُن کی سرکشی اور مسلمانوں کے ساتھ کٹر دُشمنی کے رویے کے باوجود اُن پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ان کو عذاب اللہ تعالیٰ کی حکمت کے مطابق اپنے وقت پر ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہی میں ان کو دُنیا میں سزا مل جائے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کی زندگی میں کوئی عذاب نہ آئے، لیکن بہرصورت یہ بات طے ہے کہ جب یہ آخرت کی زندگی میں اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جائیں گے تو انہیں ابدی عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا

لوگ (مسلمانوں سے مذاق اُڑانے کے لئے) کہتے ہیں کہ: "اگر تم سچے ہوتو (اللہ کی طرف سے عذاب کا) یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟" ﴿۴۸﴾ (اے پیغمبر! ان سے)

اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ

کہہ دو کہ: "میں تو خود اپنی ذات کو بھی نہ کوئی نقصان پہنچانے کا اختیار رکھتا ہوں، نہ فائدہ پہنچانے کا، مگر جتنا اللہ چاہے۔ ہر اُمت کا ایک وقت مقرر ہے۔ چنانچہ جب

سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا

اُن کا وہ وقت آجاتا ہے تو وہ اُس سے نہ ایک گھڑی پیچھے جاسکتے ہیں، نہ آگے آسکتے ہیں۔" ﴿۴۹﴾ ان سے کہو کہ: "ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ اگر اللہ کا عذاب تم پر رات کے

اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ

وقت آئے یا دن کے وقت تو اُس میں کونسی ایسی (اشتیاق کے قابل) چیز ہے جس کے جلد آنے کا یہ مجرم لوگ مطالبہ کررہے ہیں؟ ﴿۵۰﴾ کیا جب وہ عذاب آہی

اٰمَنْتُمْ بِهٖ ۭ اٰۗلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ

پڑے گا، تب اُسے مانو گے؟ (اُس وقت تو تم سے یہ کہا جائے گا کہ:) "اب مانے؟ حالانکہ تم ہی (اس کا انکار کرکے) اس کی جلدی مچایا کرتے تھے!" ﴿۵۱﴾ پھر

ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾

ظالموں سے کہا جائے گا کہ: "اب ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ تمہیں کسی اور چیز کا نہیں، صرف اُس (بدی) کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم کماتے رہے ہو" ﴿۵۲﴾

وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ۭ قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ

اور یہ لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ "کیا یہ (آخرت کا عذاب) واقعی سچ ہے؟" کہہ دو کہ: "ہاں میرے پروردگار کی قسم! یہ بالکل سچ ہے، اور تم (اللہ کو)

ع بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ

عاجز نہیں کرسکتے۔" ﴿۵۳﴾ اور جس جس شخص نے ظلم کا ارتکاب کیا ہے، اگر اُس کے پاس روئے زمین کی ساری دولت بھی ہوگی تو وہ

بِهٖ ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

اپنی جان چھڑانے کے لئے اُس کی پیشکش کردے گا۔ اور جب وہ عذاب کو آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو اپنی شرمندگی کو

بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

چھپانا چاہیں گے۔ اور اُن کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا، اور اُن پر ظلم نہیں ہوگا ﴿۵۴﴾ یاد رکھو کہ آسمانوں اور

اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ يُحْيٖ وَ

زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ﴿۵۵﴾ وہی زندہ کرتا ہے، اور وہی موت دیتا ہے،

يُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ

اور اُسی کے پاس تم سب کو لوٹایا جائے گا ﴿۵۶﴾ لوگو! تمہارے پاس ایک ایسی چیز آئی ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک نصیحت ہے، اور

رَّبِّكُمْ وَشِفَاۗءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ڏ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ

دلوں کی بیماریوں کے لئے شفا ہے، اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سامان ہے۔ ﴿۵۷﴾ (اے پیغمبر!) کہو کہ: "یہ سب کچھ اللہ کے

بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝٥٨

فضل اور رحمت سے ہوا ہے، لہٰذا اسی پر تو انہیں خوش ہونا چاہئے۔ یہ اُس تمام دولت سے کہیں بہتر ہے جسے یہ جمع کر کر کے رکھتے ہیں" (۵۸)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ

کہو کہ: "بھلا بتاؤ، اللہ نے تمہارے لئے جو رزق نازل کیا تھا، تم نے اپنی طرف سے اُس میں سے کسی کو حرام اور

حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ۝٥٩ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ

کسی کو حلال قرار دے دیا!(۲۶)" ان سے پوچھو کہ: "کیا اللہ نے تمہیں اس کی اجازت دی تھی یا تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہو؟" (۵۹) اور جو لوگ

يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى

اللہ پر بہتان باندھتے ہیں، روزِ قیامت کے بارے میں اُن کا کیا گمان ہے؟ اس میں شک نہیں کہ اللہ انسانوں کے ساتھ فضل کا

النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝٦٠ ع وَمَا تَكُوْنُ فِىْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا ع

معاملہ کرنے والا ہے، لیکن اُن میں سے اکثر لوگ شکر ادا نہیں کرتے۔ (۶۰) اور (اے پیغمبر!) تم جس حالت میں بھی ہوتے ہو، اور

مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ

قرآن کا جو حصہ بھی تلاوت کرتے ہو، اور (اے لوگو!) تم جو کام بھی کرتے ہو، تو جس وقت تم اس کام میں مشغول ہوتے ہو،

تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِى الْاَرْضِ وَلَا

ہم تمہیں دیکھتے رہتے ہیں۔ اور تمہارے رَبّ سے کوئی ذرّہ برابر چیز بھی پوشیدہ نہیں ہے، نہ زمین میں نہ

فِى السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٦١ اَلَاۤ اِنَّ

آسمان میں، نہ اس سے چھوٹی، نہ بڑی، مگر وہ ایک واضح کتاب میں درج ہے۔(۲۷) (۶۱) یاد رکھو کہ جو

اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝٦٢ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

اللہ کے دوست ہیں، اُن کو نہ کوئی خوف ہوگا، نہ وہ غمگین ہوں گے۔(۲۸) (۶۲) یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے، اور

---

(۲۶) عرب کے مشرکین نے مختلف جانوروں کو بتوں کے ناموں پر کر کے اُنہیں خواہ مخواہ حرام قرار دے دیا تھا، جس کی تفصیل سورۂ انعام (۶: ۱۳۸ا و ۱۳۹) میں گذری ہے۔ یہ ان کی اس بدعملی کی طرف اشارہ ہے۔

(۲۷) قیامت میں انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کو مشرکینِ عرب اس وجہ سے ناممکن سمجھتے تھے کہ اربوں انسان جب مر کر مٹی کے ذرّات میں تبدیل ہو چکے ہوں گے، اُس کے بعد اُن سب کو اکٹھا کر کے دوبارہ زندگی کیسے دی جاسکتی ہے؟ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ مٹی کا کونسا ذرّہ دراصل کس انسان کے جسم کا حصہ تھا۔ اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی قدرت اور علم کو اپنے اُوپر قیاس مت کرو۔ اللہ تعالیٰ کا علم اتنا وسیع ہے کہ اُس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔

(۲۸) اللہ کے دوست کی تشریح اگلی آیت میں کر دی گئی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان اور تقویٰ کی صفات رکھتے ہوں۔ ان کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ انہیں نہ آئندہ کا کوئی خوف ہوگا، اور نہ ماضی کی کسی بات کا کوئی غم ہوگا۔ کہنے کو یہ مختصر سی بات ہے،

كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۭ لَا تَبْدِيْلَ

تقویٰ اختیار کئے رہے (۶۳) اُن کے لئے خوشخبری ہے دُنیوی زندگی میں بھی، اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ یہی

لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّ

زبردست کامیابی ہے۔ (۶۴) اور (اے پیغمبر!) یہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں، وہ تمہیں رنجیدہ نہ کریں۔ یقین رکھو کہ اقتدار تمام تر

الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۭ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

اللہ کا ہے، وہ ہر بات سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ (۶۵) یاد رکھو کہ آسمانوں اور زمین میں جتنے جان دار ہیں وہ سب اللہ ہی کی ملکیت

وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ

میں ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں، وہ کوئی اللہ کے (حقیقی) شرکاء کی پیروی نہیں کرتے۔ وہ کسی اور چیز کی نہیں، محض گمان

اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ

کی پیروی کرتے ہیں، اور اُن کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ اندازوں کے تیر چلاتے رہیں۔ (۶۶) اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے

الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

رات بنائی، تاکہ تم اُس میں سکون حاصل کرو، اور دن کو ایسا بنایا جو تمہیں دیکھنے کی صلاحیت دے۔ اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں

يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ الْغَنِيُّ ۭ لَهٗ مَا فِي
(۲۹)

جو غور سے سنتے ہوں۔ (۶۷) (کچھ) لوگوں نے کہہ دیا کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ پاک ہے اُس کی ذات! وہ ہر چیز سے بے نیاز ہے۔

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۢ بِهٰذَا ۭ اَتَقُوْلُوْنَ

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اُسی کا ہے۔ تمہارے پاس اس بات کی ذرا بھی کوئی دلیل نہیں ہے۔ کیا تم

عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ

اللہ کے ذمے وہ بات لگاتے ہو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں؟ (۶۸) کہہ دو کہ: ''جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، وہ

لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ

فلاح نہیں پائیں گے۔'' (۶۹) (ان کے لئے) بس دُنیا میں تھوڑا سا مزہ ہے۔ پھر ہمارے پاس ہی اُنہیں لوٹ کر آنا ہے۔ پھر کفر کا جو رویہ انہوں

لیکن دیکھا جائے تو یہ اتنی بڑی نعمت ہے کہ دُنیا میں اس کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ دُنیا میں ہر انسان کو، خواہ وہ کتنا خوشحال ہو، ہر وقت مستقبل کا کوئی نہ کوئی خوف اور ماضی کا کوئی نہ کوئی رنج پریشان کرتا ہی رہتا ہے۔ یہ نعمت صرف جنت ہی میں حاصل ہوگی کہ انسان ہر طرح کے خوف اور صدمے سے بالکل آزاد ہوجائے گا۔

(۲۹) یعنی اولاد کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ یا تو وہ زندگی کے کاموں میں باپ کی مدد کرے، یا کم از کم اُسے نفسیاتی طور پر صاحبِ اولاد ہونے کی خواہش ہو، اللہ تعالیٰ ان دونوں باتوں سے بے نیاز ہے، اس لئے اُسے کسی اولاد کی ضرورت نہیں ہے۔

الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ ۘ اِذْ

نے اپنا رکھا تھا، اُس کے بدلے ہم اُنہیں شدید عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ (۷۰) اور (اے پیغمبر!) ان کے سامنے نوح کا واقعہ پڑھ کر سناؤ، جب

قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ

انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ: "میری قوم کے لوگو! اگر تمہارے درمیان میرا رہنا، اور اللہ کی آیات کے ذریعے خبردار کرنا تمہیں بھاری معلوم ہو رہا

اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ

ہے تو میں نے تو اللہ ہی پر بھروسہ کر رکھا ہے۔ اب تم اپنے شریکوں کو ساتھ ملا کر (میرے خلاف) اپنی تدبیروں کو خوب پختہ کر لو، پھر جو تدبیر تم کرو وہ

اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا

تمہارے دل میں کسی گھٹن کا باعث نہ بنے، بلکہ میرے خلاف جو فیصلہ تم نے کیا ہو، اُسے (دل کھول کر) کر گذرو، اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو، (۷۱)

سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ

پھر بھی اگر تم نے منہ موڑے رکھا تو میں نے تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اُجرت تو نہیں مانگی۔[30] میرا اجر کسی اور نے نہیں، اللہ نے ذمے لیا ہے، اور

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ

مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں فرماں بردار لوگوں میں شامل رہوں" (۷۲) پھر ہوا یہ کہ اُن لوگوں نے نوح کو جھٹلایا، اور نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے نوح کو اور

خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

جو لوگ اُن کے ساتھ کشتی میں تھے اُنہیں بچا لیا، اور اُن کو کافروں کی جگہ زمین میں بسایا، اور جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا، انہیں

الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ

(طوفان میں) غرق کر دیا۔ اب دیکھو کہ جن لوگوں کو خبردار کیا گیا تھا، اُن کا انجام کیسا ہوا؟[31] (۷۳) اس کے بعد ہم نے مختلف پیغمبر اُن کی اپنی اپنی

بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى

قوموں کے پاس بھیجے، وہ اُن کے پاس کھلے کھلے دلائل لے کر آئے، لیکن اُن لوگوں نے جس بات کو پہلی بار جھٹلا دیا تھا اُسے مان کر ہی نہ دیا۔ جو

قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى

لوگ حد سے گذر جاتے ہیں، اُن کے دِلوں پر ہم اسی طرح مہر لگا دیتے ہیں۔ (۷۴) اس کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اُس کے سرداروں

فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا

کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا، تو انہوں نے تکبر کا معاملہ کیا، اور وہ مجرم لوگ تھے۔ (۷۵) چنانچہ جب اُن کے

---

(۳۰) مطلب یہ ہے کہ اگر مجھے اپنی تبلیغ پر کوئی اُجرت وصول کرنی ہوتی تو تمہارے جھٹلانے سے میرا نقصان ہو سکتا تھا کہ میری اُجرت ماری جاتی، لیکن مجھے تو کوئی اُجرت وصول کرنی ہی نہیں ہے، اس لئے تمہارے جھٹلانے سے میرا کوئی ذاتی نقصان نہیں ہے۔

(۳۱) حضرت نوح علیہ السلام کے واقعے کی مزید تفصیل اگلی سورت یعنی سورۂ ہود (۱۱:۲۵ تا ۴۹) میں آنے والی ہے۔

جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧٦ قَالَ مُوْسٰٓى
پاس ہماری طرف سے حق کا پیغام آیا تو وہ کہنے لگے کہ ضرور یہ کھلا ہوا جادو ہے۔ (۷۶) موسیٰ نے کہا: "کیا تم
اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ۝٧٧
حق کے بارے میں ایسی بات کہہ رہے ہو جبکہ وہ تمہارے پاس آچکا ہے؟ بھلا کیا یہ جادو ہے؟ حالانکہ جادوگر فلاح نہیں پایا کرتے۔" (۷۷)
قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا
کہنے لگے: "کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ جس طور طریقے پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے، اُس سے ہمیں برگشتہ کردو، اور اس
الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝٧٨ وَقَالَ فِرْعَوْنُ
سرزمین میں تم دونوں کی چودھراہٹ قائم ہوجائے؟ ہم تو تم دونوں کی بات ماننے والے نہیں ہیں۔" (۷۸) اور فرعون نے (اپنے ملازموں سے)
ائْتُوْنِيْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ۝٧٩ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ
کہا کہ: "جتنے ماہر جادوگر ہیں، اُن سب کو میرے پاس لے کر آؤ۔" (۷۹) چنانچہ جب جادوگر آگئے، تو موسیٰ نے اُن سے کہا: "پھینکو جو کچھ تمہیں
اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝٨٠ فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ
پھینکنا ہے۔"(۳۲) (۸۰) پھر جب اُنہوں نے (اپنی لاٹھیوں اور رسیوں کو) پھینکا (اور وہ سانپ بن کر چلتی ہوئی نظر آئیں) تو موسیٰ نے کہا کہ: "یہ جو
اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝٨١ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ
کچھ تم نے دِکھایا ہے، جادو ہے۔ اللہ ابھی اس کو ملیامیٹ کئے دیتا ہے۔ اللہ فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا (۸۱) اور اللہ سچ کو اپنے حکم سے سچ کر
ع بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝٨٢ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ
دِکھاتا ہے، چاہے مجرم لوگ کتنا برا سمجھیں۔" (۸۲) پھر ہوا یہ کہ موسیٰ پر کوئی اور نہیں، لیکن خود اُن کی قوم کے کچھ نوجوان
عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ
فرعون اور اپنے سرداروں سے ڈرتے ڈرتے ایمان لائے کہ کہیں فرعون اُنہیں نہ ستائے۔(۳۳) اور یقیناً فرعون زمین میں بڑا زورآور تھا،

(۳۲) جادو کی یوں تو بہت سی قسمیں ہوتی ہیں، لیکن چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو معجزہ دِکھایا تھا، اُس میں انہوں نے اپنی لاٹھی زمین پر پھینکی تھی، اور وہ سانپ بن گئی تھی، اس لئے مقابلے پر جو جادوگر بلائے گئے اُن کے بارے میں ظاہر یہی تھا کہ وہ اسی قسم کا کوئی جادو دِکھائیں گے کہ کوئی چیز پھینک کر سانپ بنادیں، تاکہ یہ باور کرایا جاسکے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ بھی اسی قسم کا کوئی جادو ہے۔

(۳۳) شروع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بنو اسرائیل کے کچھ نوجوان ایمان لائے تھے، اور وہ بھی فرعون اور اُس کے سرداروں سے ڈرتے ڈرتے، اور فرعون کے سرداروں کو ان نوجوانوں کا سردار اس لئے کہا گیا ہے کہ عملاً وہ ان کے حاکم تھے۔

فِي الْأَرْضِ ۚ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٨٣﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ يَا قَوْمِ إِنْ كُنْتُمْ

اور وہ اُن لوگوں میں سے تھا جو کسی حد پر قائم نہیں رہتے۔ (۸۳) اور موسیٰ نے کہا: "اے میری قوم! اگر تم واقعی

آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ ﴿٨٤﴾ فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ

اللہ پر ایمان لے آئے ہو تو پھر اسی پر بھروسہ رکھو، اگر تم فرماں بردار ہو" (۸۴) اس پر انہوں نے کہا کہ "اللہ ہی پر ہم نے

تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٨٥﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ

بھروسہ کرلیا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ان ظالم لوگوں کے ہاتھوں آزمائش میں نہ ڈالئے۔ (۸۵) اور اپنی رحمت سے ہمیں کافر قوم سے

مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَنْ تَبَوَّآ لِقَوْمِكُمَا

نجات دے دیجئے" (۸۶) اور ہم نے موسیٰ اور اُن کے بھائی پر وحی بھیجی کہ: "تم دونوں اپنی قوم کو

بِمِصْرَ بُيُوتًا وَاجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قِبْلَةً وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ ۗ وَبَشِّرِ

مصر ہی کے گھروں میں بساؤ، اور اپنے گھروں کو نماز کی جگہ بنالو، (۳۴) اور (اس طرح) نماز قائم کرو، اور ایمان لانے والوں کو

الْمُؤْمِنِينَ ﴿٨٧﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَأَهُ زِينَةً

خوشخبری دے دو۔" (۸۷) اور موسیٰ نے کہا: "اے ہمارے پروردگار! آپ نے فرعون اور اُس کے سرداروں کو دُنیوی زندگی میں بڑی سج دھج

وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ ۖ

اور مال و دولت بخشی ہے۔ اے ہمارے پروردگار! اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ وہ لوگوں کو آپ کے راستے سے بھٹکا رہے ہیں۔ اے ہمارے

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا

پروردگار! اُن کے مال و دولت کو تہس نہس کردیجئے، اور اُن کے دلوں کو اتنا سخت کردیجئے کہ وہ اُس وقت تک ایمان نہ لائیں جب تک دردناک

الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدْ أُجِيبَتْ دَعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ

عذاب آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔" (۳۵) (۸۸) اللہ نے فرمایا: "تمہاری دُعا قبول کرلی گئی ہے۔ اب تم دونوں ثابت قدم رہو، اور اُن لوگوں کے پیچھے

---

(۳۴) اس آیت میں ایک تو بنو اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ابھی وہ مصر سے ہجرت نہ کریں، بلکہ اپنے گھروں میں ہی رہیں۔ دوسری طرف بنو اسرائیل کو اصل حکم یہ تھا کہ وہ نمازیں مسجد میں ادا کیا کریں۔ گھروں میں نماز پڑھنا اُن کے لئے عام حالات میں جائز نہیں تھا، لیکن چونکہ اُس وقت فرعون کی طرف سے پکڑ دھکڑ کا سلسلہ جاری تھا، اس لئے اس خاص مجبوری کی حالت میں اس حکم کے ذریعے اُنہیں گھروں میں نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی۔

(۳۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ کرتے ہوئے مدت گذر چکی تھی جس کے بعد نہ صرف وہ مایوس ہو چکے تھے، بلکہ فرعون نے جو مظالم ڈھائے تھے، وہ اتنے انسانیت سوز تھے کہ کوئی انصاف پسند انسان اُس کو سزا کے بغیر چھوڑ دینا پسند نہیں کرسکتا تھا۔ نیز شاید اُن کو وحی سے یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ فرعون کی قسمت میں ایمان نہیں ہے، اس لئے انہوں نے آخر میں یہ بددُعا فرمائی۔

سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ

ہرگز نہ چلنا جو حقیقت سے ناواقف ہیں۔" (۸۹) اور ہم نے بنو اسرائیل کو سمندر پار کرادیا، تو فرعون اور اُس کے لشکر نے بھی

فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ

ظلم اور زیادتی کی نیت سے اُن کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب ڈوبنے کا انجام اُس کے سر پر آپہنچا تو کہنے لگا: "

اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ

میں مان گیا کہ جس خدا پر بنو اسرائیل ایمان لائے ہیں، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور میں بھی فرماں برداروں میں

الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ

شامل ہوتا ہوں" (۹۰) (جواب دیا گیا کہ:) "اب ایمان لاتا ہے؟ حالانکہ اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا، اور مسلسل فساد ہی مچاتا رہا (۹۱) لہٰذا

نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ

آج ہم تیرے (صرف) جسم کو بچائیں گے، تاکہ تو اپنے بعد کے لوگوں کے لئے عبرت کا نشان بن جائے (۳۶)۔ (کیونکہ) بہت سے لوگ ہماری

ع ۱۰/۱۴ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ

نشانیوں سے غافل بنے ہوئے ہیں" (۹۲) اور ہم نے بنو اسرائیل کو ایسی جگہ بسایا جو صحیح معنی میں بسنے کے لائق جگہ تھی، اور اُن کو پاکیزہ چیزوں کا

رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

رزق بخشا۔ پھر انہوں نے (دینِ حق کے بارے میں) اُس وقت تک اختلاف نہیں کیا جب تک اُن کے پاس علم نہیں آگیا (۳۷)۔ یقین رکھو کہ جن

---

(۳۶) قانونِ قدرت یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب سر پر آ کر آنکھوں سے نظر آنے لگے، یا جب کسی پر نزع کی حالت طاری ہوجائے، تو توبہ کا دروازہ بند ہوجاتا ہے، اور اُس وقت کا ایمان معتبر نہیں ہوتا۔ اس لئے اب فرعون کے عذاب سے نجات پانے کی تو کوئی صورت نہیں تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو محفوظ رکھا۔ وہ لاش سمندر کی تہہ میں جانے کے بجائے پانی کی سطح پر تیرتی رہی، تاکہ سب دیکھنے والے اُسے دیکھ سکیں۔ اتنی بات تو اس آیت سے واضح ہے۔ اب آخری زمانے کے مؤرخین نے یہ تحقیق کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں جو فرعون تھا، اُس کا نام منفتاح تھا، اور اُس کی لاش صحیح سلامت دریافت ہوگئی ہے۔ اب تک یہ لاش قاہرہ کے عجائب گھر میں محفوظ ہے، اور سامانِ عبرت بنی ہوئی ہے۔ اگر یہ تحقیق درست ہے تو یہ آیتِ کریمہ قرآنِ کریم کی حقانیت کا منہ بولتا ثبوت ہے، کیونکہ یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی تھی جب لوگوں کو یہ معلوم بھی نہیں تھا کہ فرعون کی لاش اب بھی محفوظ ہے۔ سائنسی طور پر اس کا انکشاف بہت بعد میں ہوا۔

(۳۷) یعنی بنی اسرائیل کا عقیدہ ایک مدت تک دینِ حق کے مطابق ہی رہا۔ تورات اور اِنجیل میں آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی جو خبر دی گئی تھی، اُس کے مطابق وہ یہ بھی مانتے تھے کہ آخر میں نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہیں۔ لیکن جب آسمانی کتابوں میں مذکور نشانیوں کے ذریعے یہ علم آگیا کہ وہ نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اُس وقت انہوں نے دینِ حق سے اختلاف شروع کردیا۔

يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۹۳ فَاِنْ كُنْتَ فِيْ
باتوں میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے، اُن کا فیصلہ تمہارا پروردگار قیامت کے دن کرے گا۔ (۹۳) پھر (اے پیغمبر!) اگر (بفرضِ محال) تمہیں اس
شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْئَلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ
کلام میں ذرا بھی شک ہو جو ہم نے تم پر نازل کیا ہے تو اُن لوگوں سے پوچھو جو تم سے پہلے سے (آسمانی) کتاب پڑھتے ہیں۔ یقین رکھو کہ
لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝۹۴ۙ وَلَا تَكُوْنَنَّ
تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہی آیا ہے، لہٰذا تم کبھی بھی شک کرنے والوں میں شامل نہ ہونا۔(۳۸) (۹۴) نیز کبھی ہرگز اُن لوگوں
مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۹۵ اِنَّ الَّذِيْنَ
میں شامل نہ ہونا جنہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا ہے، ورنہ تم اُن لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے جنہوں نے گھاٹے کا سودا کرلیا ہے۔ (۹۵) بیشک
حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۹۶ۙ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى
جن لوگوں کے بارے میں تمہارے رَبّ کی بات طے ہو چکی ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے، (۹۶) چاہے ہر قسم کی نشانی اُن کے سامنے آجائے،
يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝۹۷ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ
یہاں تک کہ وہ دردناک عذاب آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔ (۹۷) بھلا کوئی بستی ایسی کیوں نہ ہوئی کہ ایسے وقت ایمان لے آتی کہ اُس کا ایمان
اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ۭ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ
اُسے فائدہ پہنچا سکتا؟ البتہ صرف یونس کی قوم کے لوگ ایسے تھے۔(۳۹) جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے دُنیوی زندگی میں رُسوائی کا عذاب اُن

(۳۸) اس آیت میں اگرچہ بظاہر خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، لیکن یہ بات بالکل واضح ہے کہ آپ کو قرآنِ کریم کی سچائی میں کوئی شک ہو ہی نہیں سکتا، اس لئے درحقیقت سنانا دوسروں کو مقصود ہے کہ جب آپ کو یہ انتباہ کیا جارہا ہے تو دوسروں کو تو اور زیادہ محتاط ہونا چاہئے۔

(۳۹) پچھلی آیتوں میں یہ حقیقت بیان فرمائی گئی تھی کہ کسی انسان کے لئے ایمان لانا اسی وقت کارآمد ہوتا ہے جب وہ موت سے پہلے اور عذابِ الٰہی کا مشاہدہ کرنے سے پہلے ایمان لائے۔ جب عذاب آجاتا ہے تو اُس وقت ایمان لانا کارآمد نہیں ہوتا۔ اس اُصول کے مطابق اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ پچھلی جتنی قوموں پر عذاب آیا، اُن سب کا حال یہ تھا کہ وہ عذاب کو دیکھنے سے پہلے ایمان نہیں لائے، اس لئے عذاب کا شکار ہوئے۔ البتہ ایک یونس علیہ السلام کی قوم ایسی تھی کہ وہ عذاب کے نازل ہونے سے ذرا پہلے ایمان لے آئی تھی، اس لئے اُس کا ایمان منظور کرلیا گیا، اور اُس کی وجہ سے اُس پر آنے والا عذاب ہٹا لیا گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ جب وہ اپنی قوم کو عذاب کی پیشگوئی کر کے بستی سے چلے گئے تو اُن کی قوم کو ایسی علامتیں نظر آئیں جن سے انہیں حضرت یونس علیہ السلام کے انتباہ کے سچے ہونے کا یقین ہوگیا، چنانچہ وہ عذاب کے آنے سے پہلے ہی ایمان لے آئے۔ حضرت یونس علیہ السلام کے واقعے کی پوری تفصیل اِن شاء اللہ سورۂ صٰفّٰت (۳۷: ۱۳۹) میں آئے گی۔ ان کے واقعے کا مختصر ذکر سورۂ انبیاء (۲۱: ۸۷) اور سورۂ قلم (۶۸: ۴۸) میں بھی آیا ہے۔

وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ
الدُّنْيَا وَ مَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۹۸﴾
سے اُٹھالیا، اور اُن کو ایک مدّت تک زندگی کا لطف اُٹھانے دیا۔ ﴿۹۸﴾ اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو رُوئے زمین پر بسنے والے سب کے سب ایمان لے
كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ وَمَا كَانَ
آتے۔(۴۰) تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کروگے تاکہ وہ سب مؤمن بن جائیں؟ ﴿۹۹﴾ اور کسی بھی شخص کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے
لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ قُلِ
بغیر مؤمن بن جائے، اور جو لوگ عقل سے کام نہیں لیتے، اللہ ان پر گندگی مسلط کردیتا ہے۔(۴۱) ﴿۱۰۰﴾ (اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ: "ذرا نظر دوڑاؤ کہ
انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَ النُّذُرُ
آسمانوں اور زمین میں کیا کیا چیزیں ہیں(۴۲)؟" لیکن جن لوگوں کو ایمان لانا ہی نہیں ہے، اُن کے لئے (زمین وآسمان میں پھیلی ہوئی) نشانیاں اور
عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ
آگاہ کرنے والے (پیغمبر) کچھ بھی کارآمد نہیں ہوتے۔ ﴿۱۰۱﴾ بھلا بتاؤ کہ یہ لوگ (ایمان لانے کے لئے) اس کے سوا کس بات کا انتظار کررہے ہیں
خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾
کہ اُس طرح کے دن یہ بھی دیکھیں جیسے ان سے پہلے کے لوگوں نے دیکھے تھے؟ کہہ دو کہ: "اچھا! تم انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں" ﴿۱۰۲﴾
ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ
پھر (جب عذاب آتا ہے تو) ہم اپنے پیغمبروں کو اور جو لوگ ایمان لے آتے ہیں، ان کو نجات دے دیتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے یہ بات اپنے

---

(۴۰) یعنی اللہ تعالیٰ زبردستی سب کو مؤمن بنا سکتا تھا، لیکن چونکہ دُنیا کے دار الامتحان میں ہر شخص سے مطالبہ یہ ہے کہ وہ اپنی آزاد مرضی اور اختیار سے ایمان لائے، اس لئے کسی کو زبردستی مسلمان کرنا نہ اللہ تعالیٰ کا طریقہ ہے، نہ کسی اور کے لئے جائز ہے۔

(۴۱) اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کائنات میں کچھ نہیں ہوسکتا، لہٰذا اُس کے بغیر کسی کا ایمان لانا بھی ممکن نہیں، لیکن جو شخص اپنی سمجھ اور اختیار کو صحیح استعمال کرکے ایمان لانا چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے ایمان کی توفیق دے دیتا ہے، اور جو شخص عقل اور اختیار سے کام نہ لے، اُس پر کفر کی گندگی مسلط ہوجاتی ہے۔

(۴۲) اس کائنات کی ہر چیز کو اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کا شاہکار ہے، اُس سے نہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محیر العقول کارخانہ خود بخود وجود میں نہیں آگیا، اسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، بلکہ اس سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ جو ذات اتنی عظیم کائنات پیدا کرنے پر قادر ہے، اُسے اپنی خدائی کے لئے کسی شریک یا مددگار کی حاجت نہیں ہے، لہٰذا وہ ہے، اور ایک ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔ ؎

اس آئنہ خانے میں سبھی عکس ہیں تیرے
اس آئنہ خانے میں تو یکتا ہی رہے گا

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ ع ۱۰

ذمے لے رکھی ہے کہ ہم تمام (دوسرے) مؤمنوں کو بھی نجات دیں۔ (۱۰۳) (اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ: "اے لوگو! اگر تم میرے دین کے

فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ

بارے میں کسی شک میں مبتلا ہو تو (سن لو کہ) تم اللہ کے سوا جن جن کی عبادت کرتے ہو میں اُن کی عبادت نہیں کرتا، بلکہ میں اُس اللہ کی عبادت

يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٤﴾ وَاَنْ اَقِمْ

کرتا ہوں جو تمہاری رُوح قبض کرتا ہے۔ اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں مؤمنوں میں شامل رہوں۔ (۱۰۴) اور (مجھ سے) یہ (کہا گیا ہے) کہ:

وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٥﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ

"اپنا رُخ یکسوئی کے ساتھ اس دِین کی طرف قائم رکھنا، اور ہرگز اُن لوگوں میں شامل نہ ہونا جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مانتے ہیں۔ (۱۰۵) اور

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ

اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کسی ایسے (من گھڑت معبود) کو نہ پکارنا جو تمہیں نہ کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے، نہ کوئی نقصان۔ پھر بھی اگر تم (بفرضِ محال) ایسا

الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ

کر بیٹھے تو تمہارا شمار بھی ظالموں میں ہوگا۔" (۱۰۶) اور اگر تمہیں اللہ کوئی تکلیف پہنچا دے تو اُس کے سوا کوئی نہیں ہے جو اُسے دُور کردے، اور اگر

يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۗ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَ

وہ تمہیں کوئی بھلائی پہنچانے کا ارادہ کرلے تو کوئی نہیں ہے جو اُس کے فضل کا رُخ پھیر دے۔ وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے،

هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿١٠٧﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ

پہنچا دیتا ہے، اور وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (۱۰۷) (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ: "لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس حق

رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ

آ گیا ہے۔ اب جو شخص ہدایت کا راستہ اپنائے گا، وہ خود اپنے فائدے کے لئے اپنائے گا، اور جو گمراہی اختیار کرے گا، اُس کی گمراہی کا نقصان

عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿١٠٨﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى

خود اُسی کو پہنچے گا، اور میں تمہارے کاموں کا ذمہ دار نہیں ہوں۔" (۴۳) (۱۰۸) اور جو وحی تمہارے پاس بھیجی جارہی ہے، تم اُس کی اتباع کرو، اور صبر سے

يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿١٠٩﴾ ع ۱۱

کام لو، یہاں تک کہ اللہ کوئی فیصلہ کردے، (۴۴) اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (۱۰۹)

---

(۴۳) یعنی میرا کام دعوت اور تبلیغ ہے، ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے، اور تمہارے کفر اور بداعمالیوں کی مجھ سے پوچھ نہیں ہوگی۔

(۴۴) مکی زندگی میں حکم یہ تھا کہ کفار کی طرف سے پہنچنے والی ہر تکلیف پر صبر کیا جائے، ہاتھوں سے انتقام لینے کی اجازت نہیں تھی۔ اس آیت میں یہی حکم دیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کافروں کا فیصلہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ وہی ان کے بارے میں مناسب فیصلہ کرے گا، چاہے اس طرح کہ دُنیا میں ان کو عذاب دے یا آخرت میں، اور چاہے اس طرح کہ مسلمانوں کو جہاد کی

اجازت دے جس کے ذریعے ان کی زیادتیوں کا بدلہ لیا جاسکے۔

الحمد للہ، سورۂ یونس کا ترجمہ اور حواشی آج جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ کی پہلی رات مطابق ۳۰ رمئی ۲۰۰۶ء کو دبی میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمالیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنے فضل و کرم سے اپنی رضا کے مطابق تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ ھُوۡدٍ

تعارف

یہ سورت بھی مکی ہے، اور اس کے مضامین پچھلی سورت کے مضامین سے ملتے جلتے ہیں، البتہ سورۂ یونس میں جن پیغمبروں کے واقعات اختصار کے ساتھ بیان ہوئے تھے، اس سورت میں انہیں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ خاص طور پر حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب اور حضرت لوط علیہم السلام کے واقعات زیادہ تفصیل سے انتہائی بلیغ اور مؤثر اُسلوب میں بیان فرمائے گئے ہیں۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بڑی بڑی زورآور قوموں کو تباہ کرچکی ہے، اور جب انسان اس نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے قہر اور عذاب کا مستحق ہوجائے تو چاہے وہ کتنے بڑے پیغمبر سے قریبی رشتہ رکھتا ہو، اُس کا یہ رشتہ اُسے عذابِ الٰہی سے نہیں بچاسکتا، جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کو نہیں بچاسکا۔ اس سورت میں عذابِ الٰہی کے واقعات اتنے مؤثر انداز میں بیان ہوئے ہیں اور دِین پر اِستقامت کا حکم اتنی تاکید سے فرمایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود اور اُس جیسی سورتوں نے بوڑھا کردیا ہے۔ ان سورتوں میں جو تنبیہ کی گئی ہے، اُس کی بنا پر آپ کو اپنی اُمت کے بارے میں بھی یہ خوف لگا ہوا تھا کہ کہیں وہ بھی اپنی نافرمانی کی وجہ سے اسی طرح کے کسی عذاب کا شکار نہ ہوجائے۔

اٰیاتھا ۱۲۳ ۱۱ سُوْرَۃُ ھُوْدٍ مَّکِّیَّۃٌ ۵۲ رکوعاتھا ۱۰

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ایک سو تئیس آیتیں اور دس رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ

الرٰ۔(۱) یہ وہ کتاب ہے جس کی آیتوں کو (دلائل سے) مضبوط کیا گیا ہے،(۲) پھر ایک ایسی ذات کی طرف سے اُن کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو

خَبِيْرٍ ۝۱ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ

حکمت کی مالک اور ہر بات سے باخبر ہے۔ ۝۱ (یہ کتاب پیغمبر کو حکم دیتی ہے کہ وہ لوگوں سے یہ کہیں) کہ: ''اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

وَّ بَشِيْرٌ ۝۲ وَّ اَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ

میں اُس کی طرف سے تمہیں آگاہ کرنے والا اور خوش خبری سنانے والا ہوں۔'' ۝۲ اور یہ (ہدایت دیتا ہوں) کہ: ''اپنے پروردگار سے گناہوں کی

مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ يُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَ

معافی مانگو، پھر اُس کی طرف رُجوع کرو،(۳) وہ تمہیں ایک مقرّر وقت تک (زندگی سے) اچھا لطف اُٹھانے کا موقع دے گا، اور ہر اُس شخص کو جس نے

اِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۝۳ اِلَى اللّٰهِ

زیادہ عمل کیا ہوگا، اپنی طرف سے زیادہ اجر دے گا۔ اور اگر تم نے منہ موڑا تو مجھے تم پر ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ ۝۳ اللہ ہی کے

مَرْجِعُكُمْ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۴ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ

پاس تمہیں لوٹ کر جانا ہے، اور وہ ہر چیز کی پوری قدرت رکھتا ہے'' ۝۴ دیکھو، یہ (کافر) لوگ اپنے سینوں کو اُس سے چھپنے کے لئے دُہرا کر لیتے

صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ

ہیں۔ یاد رکھو جب یہ اپنے اُوپر کپڑے لپیٹتے ہیں، اللہ اُن کی وہ باتیں بھی جانتا ہے جو یہ چھپاتے ہیں،

مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ

اور وہ بھی جو یہ علی الاعلان کرتے ہیں۔(۴) یقیناً اللہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کا (بھی) پورا پورا علم رکھتا ہے ۝۵ اور زمین پر چلنے والا کوئی جاندار

(۱) جیسا کہ پچھلی سورت میں عرض کیا گیا، ان حروف کو مقطعات کہتے ہیں، اور ان کے صحیح معنیٰ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہیں۔

(۲) مضبوط کرنے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ دلائل کے لحاظ سے مکمل ہیں اور ان میں کوئی نقص نہیں ہے۔

(۳) یہاں رُجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صرف معافی مانگ لینا کافی نہیں، آئندہ کے لئے گناہوں سے بچنے اور اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرنے کا عزم بھی ضروری ہے۔

(۴) بہت سے مشرک لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کرنے سے اپنے آپ کو بچاتے تھے، تاکہ آپ کی کوئی بات ان کے کان میں نہ پڑے، چنانچہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نظر آتے تو وہ اپنے سینوں کو دُہرا کر کے اور اپنے اُوپر کپڑے لپیٹ کر

فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ

ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ نے اپنے ذمے نہ لے رکھا ہو۔ وہ اُس کے مستقل ٹھکانے کو بھی جانتا ہے، اور عارضی ٹھکانے کو بھی۔ ہر بات ایک

فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ۝٦ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ

واضح کتاب میں درج ہے۔ ⑥ اور وہی ہے جس نے تمام آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، جبکہ اُس کا

وَّكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِنْ قُلْتَ

عرش پانی پر تھا[5] تاکہ تمہیں آزمائے کہ عمل کے اعتبار سے تم میں کون زیادہ اچھا ہے۔[6] اور اگر تم (لوگوں سے)

إِنَّكُمْ مَّبْعُوثُونَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هٰذَا إِلَّا

یہ کہو کہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا جائے گا تو جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، وہ یہ کہیں گے کہ یہ کھلے

سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝٧ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ

جادو کے سوا کچھ نہیں ہے۔[7] ⑦ اور اگر ہم ان لوگوں سے کچھ عرصے کے لئے عذاب کو مؤخر کردیں تو وہ یہی کہتے رہیں گے کہ:

لَّيَقُولُنَّ مَا يَحْبِسُهُ ۗ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ مَصْرُوفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ

"آخر کس چیز نے اس (عذاب) کو روک رکھا ہے[8]؟" ارے جس دن وہ عذاب آگیا تو وہ ان سے ٹلائے نہیں ٹلے گا، اور جس چیز کا یہ مذاق اُڑاتے

ع مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۝٨ وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ

رہے ہیں، وہ ان کو چاروں طرف سے گھیر لے گی۔ ⑧ اور جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھادیتے ہیں، پھر وہ اُس سے

نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ إِنَّهُ لَيَئُوسٌ كَفُورٌ ۝٩ وَلَئِنْ أَذَقْنٰهُ نَعْمَاءَ بَعْدَ ضَرَّاءَ

واپس لے لیتے ہیں تو وہ مایوس (اور) ناشکرا بن جاتا ہے ⑨ اور اگر اُسے کوئی تکلیف پہنچنے کے بعد ہم اُسے نعمتوں کا مزہ چکھادیں تو وہ کہتا ہے

وہاں سے کھسک جاتے تھے۔ اسی طرح بعض احمق کوئی گناہ کا کام کرتے تو اُس وقت بھی اپنے آپ کو چھپانے کے لئے دُہرے ہوجاتے، اور اپنے اُوپر کپڑے لپیٹ لیتے، اور اس طرح یہ سمجھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے چھپ گئے۔ یہ آیت ان دونوں قسم کے لوگوں کی طرف اشارہ کررہی ہے۔

(۵) اس سے معلوم ہوا کہ عرش اور پانی کی تخلیق زمین اور آسمانوں سے پہلے ہوچکی تھی۔ اور مفسرین نے فرمایا ہے کہ آسمانوں سے مراد عالم بالا کی تمام چیزیں ہیں، اور زمین سے مراد نیچے کی تمام چیزیں ہیں، اور سورۂ حٰم السجدة (۴۱: ۹ تا ۱۲) میں اس تخلیق کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے۔

(۶) اس آیت نے واضح فرمادیا ہے کہ اس کائنات کو پیدا کرنے کا اصل مقصد انسان کی آزمائش ہے۔ اور آزمائش یہ ہے کہ کون اچھا عمل کرتا ہے، یہ نہیں کہ کون زیادہ عمل کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نفلی اعمال کی گنتی سے زیادہ انسان کو اس کی فکر کرنی چاہئے کہ اس کا عمل اِخلاص اور خضوع وخشوع کے اعتبار سے زیادہ بہتر ہو۔

(۷) یعنی یہ قرآن جو آخرت کی زندگی کی خبر دے رہا ہے، یہ (معاذ اللہ) جادو ہے۔

(۸) یہ بات کہہ کر وہ دراصل آخرت اور عذابِ الٰہی کا مذاق اُڑاتے تھے۔

مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ﴿۱۰﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ

کہ ساری برائیاں مجھ سے دُور ہوگئیں۔ (اس وقت) وہ اِترا کر شیخیاں بگھارنے لگتا ہے۔(۱۰) ہاں! مگر جو لوگ

صَبَرُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿۱۱﴾

صبر سے کام لیتے ہیں، اور نیک عمل کرتے ہیں، وہ ایسے نہیں ہیں۔ ان کو مغفرت اور بڑا اجر نصیب ہوگا۔(۱۱)

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا

پھر (اے پیغمبر!) جو وحی تم پر نازل کی جارہی ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ تم اُس کا کوئی حصہ چھوڑ بیٹھو؟(۹) اور اس سے تمہارا دِل تنگ ہوجائے؟ کیونکہ یہ

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ

لوگ کہتے ہیں کہ: ''ان (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر کوئی خزانہ کیوں نازل نہیں ہوا، یا کوئی فرشتہ ان کے ساتھ کیوں نہیں آیا؟'' تم تو ایک آگاہ کرنے

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ

والے ہو! اور اللہ ہے جو ہر چیز کا مکمل اختیار رکھتا ہے۔(۱۲) بھلا کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ وحی اس (پیغمبر) نے اپنی طرف سے گھڑ لی ہے؟

مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

(اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ: ''پھر تو تم بھی اس جیسی گھڑی ہوئی دس سورتیں بنالاؤ(۱۰) اور (اس کام میں مدد کے لئے) اللہ کے سوا جس کسی کو

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ

بلاسکو بلالو، اگر تم سچے ہو۔''(۱۳) اس کے بعد اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو (اے لوگو!) یقین کرلو کہ یہ وحی صرف اللہ کے علم سے اُتری ہے،

لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ تو کیا اب تم فرماں بردار بنو گے؟(۱۴) جو لوگ (صرف) دُنیوی زندگی اور اُس کی سج دھج

---

(۹) مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں تو ہمارا آپ سے کوئی جھگڑا نہیں رہے گا۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا ہے کہ آپ کے لئے یہ تو ممکن نہیں ہے کہ جو وحی آپ پر نازل کی جارہی ہے اُس کا کوئی حصہ آپ ان لوگوں کو راضی کرنے کے لئے چھوڑ بیٹھیں۔ لہٰذا ان کی ایسی باتوں سے آپ زیادہ رنجیدہ نہ ہوں، کیونکہ آپ کا کام تو یہ ہے کہ انہیں حقیقت سے آگاہ فرمادیں۔ اس کے بعد یہ لوگ مانیں، یا نہ مانیں، یہ آپ کی نہیں، خود ان کی ذمہ داری ہے۔ اور یہ لوگ جو فرمائشیں کررہے ہیں کہ آپ پر کوئی خزانہ نازل ہو، تو بھلا نبوت کا خزانے سے کیا تعلق ہے؟ تمام تر اختیار اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ وہ اپنی حکمت کے تحت فیصلہ فرماتا ہے کہ کونسی فرمائش پوری کرنی چاہئے اور کونسی نہیں۔ واضح رہے کہ یہ ترجمہ بعض مفسرین کے اس قول پر مبنی ہے: ''قيل: إن لعلّ هنا ليست للترجي بل للتبعيد .... وقيل: إنها للإستفهام الإنكاري۔'' (روح المعانی ج: ۱۲ ص: ۳۰۷،۳۰۶)۔

(۱۰) شروع میں ان کو دس سورتیں قرآن جیسی بنا کرلانے کا چیلنج دیا گیا تھا۔ بعد میں اس چیلنج کو مزید آسان کردیا گیا، اور سورۂ بقرہ (۲: ۲۳) اور سورۂ یونس (۱۰: ۳۸) میں صرف ایک سورت بنا کرلانے کو کہا گیا۔ مگر مشرکینِ عرب جو اپنی فصاحت و بلاغت پر ناز کرتے تھے، ان میں سے کوئی بھی اس چیلنج کو قبول نہ کرسکا۔

وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَ هُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾

چاہتے ہیں، ہم اُن کے اعمال کا پورا پورا صلہ اسی دُنیا میں بھگتا دیں گے، اور یہاں اُن کے حق میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔(۱۱) ﴿۱۵﴾ یہ وہ لوگ ہیں جن کے

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَ حَبِطَ مَا

لئے آخرت میں دوزخ کے سوا کچھ نہیں ہے، اور جو کچھ کارگزاری انہوں نے کی تھی، وہ آخرت میں بیکار ہوجائے گی، اور جو عمل وہ کر رہے ہیں،

صَنَعُوْا فِيْهَا وَ بٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ

(آخرت کے لحاظ سے) کالعدم ہیں۔ ﴿۱۶﴾ بھلا بتاؤ کہ وہ شخص (ان کے برابر کیسے ہوسکتا ہے) جو اپنے رَبّ کی طرف سے آئی ہوئی روشن

رَّبِّهٖ وَ يَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَ مِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ؕ

ہدایت (یعنی قرآن) پر قائم ہو، جس کے پیچھے اُس کی حقانیت کا ایک ثبوت تو خود اُسی میں آیا ہے،(۱۲) اور اُس سے پہلے موسیٰ کی کتاب بھی (اُس کی

اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَ مَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ

حقانیت کا ثبوت ہے) جو لوگوں کے لئے قابلِ اتباع اور باعثِ رحمت تھی۔ ایسے لوگ اس (قرآن) پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور ان گروہوں میں سے

مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَ لٰكِنَّ

جو شخص اس کا انکار کرے، تو دوزخ ہی اس کی طے شدہ جگہ ہے۔ لہٰذا اس (قرآن) کے بارے میں کسی شک میں نہ پڑو۔ یقین رکھو کہ یہ حق ہے جو

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ

تمہارے پروردگار کی طرف سے آیا ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لا رہے۔ ﴿۱۷﴾ اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟

اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَ يَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا

ایسے لوگوں کی اُن کے رَبّ کے پاس پیشی ہوگی، اور گواہی دینے والے کہیں گے کہ: "یہ ہیں وہ لوگ جنہوں نے

عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ

اپنے پروردگار پر جھوٹی باتیں لگائی تھیں۔(۱۳)" سب لوگ سن لیں کہ اللہ کی لعنت ہے ان ظالموں پر ﴿۱۸﴾ جو اللہ کے راستے سے

---

(۱۱) کافر لوگ جو آخرت پر تو اِیمان نہیں رکھتے، اور جو کچھ کرتے ہیں، دُنیا ہی کی خاطر کرتے ہیں، اُن کی نیکیوں، مثلاً صدقہ خیرات وغیرہ کا صلہ دُنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے۔ آخرت میں ان کا کوئی ثواب نہیں ملتا، کیونکہ ایمان کے بغیر آخرت میں کوئی نیکی معتبر نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کوئی مسلمان کوئی نیک کام صرف دُنیوی شہرت یا دولت وغیرہ حاصل کرنے کے لئے کرے تو اُسے دُنیا میں تو وہ شہرت یا دولت مل سکتی ہے، لیکن اُس نیکی کا ثواب آخرت میں نہیں ملتا۔ بلکہ واجب عبادتوں میں اِخلاص کے فقدان کی وجہ سے اُلٹا گناہ ہوتا ہے۔ آخرت میں وہی نیکی معتبر ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے کی گئی ہو۔

(۱۲) یعنی قرآنِ کریم کی حقانیت کا ایک ثبوت تو خود قرآنِ کریم کا اعجاز ہے جس کا مظاہرہ پیچھے آیت نمبر ۱۳ میں ہو چکا ہے کہ ساری دُنیا کو اُس جیسا کلام بنالانے کا چیلنج دیا گیا، مگر کوئی آگے نہ بڑھا۔ اور دوسرا ثبوت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی تورات ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر اور آپ کی علامتیں واضح طور پر بتائی گئی تھیں۔

(۱۳) گواہی دینے والوں میں وہ فرشتے بھی شامل ہیں جو اِنسانوں کے اعمال لکھنے پر مقرر ہیں، اور وہ انبیائے کرام علیہم السلام

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِكَ
دوسروں کو روکتے تھے، اور اس میں کجی تلاش کرتے تھے،(۱۴) اور آخرت کے تو وہ بالکل ہی منکر تھے۔ ﴿۱۹﴾ ایسے لوگ
لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَ مَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ
رُوئے زمین پر کہیں بھی اللہ سے بچ کر نہیں نکل سکتے، اور اللہ کے سوا انہیں کوئی یار و مددگار میسر نہیں آسکتے۔
اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَ مَا كَانُوْا
اُن کو دُگنا عذاب دیا جائے گا۔(۱۵) یہ (حق بات کو نفرت کی وجہ سے) نہ سن سکتے تھے، اور نہ اُن کو (حق)
يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا
بجھائی دیتا تھا ﴿۲۰﴾ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی جانوں کے لئے گھاٹے کا سودا کرلیا تھا، اور جو معبود انہوں نے گھڑ رکھے تھے، انہیں اُن کا کوئی
يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
سراغ نہیں ملے گا۔ ﴿۲۱﴾ لامحالہ یہی لوگ ہیں جو آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ ﴿۲۲﴾ (دوسری طرف) جو لوگ ایمان
اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ
لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اور وہ اپنے پروردگار کے آگے جھک کر مطمئن ہوگئے ہیں، تو وہ جنت کے بسنے والے ہیں۔ وہ ہمیشہ
الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَ الْاَصَمِّ
اُسی میں رہیں گے۔ ﴿۲۳﴾ ان دو گروہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک اندھا اور بہرا ہو، اور دوسرا دیکھتا بھی ہو، سنتا بھی ہو۔ کیا یہ دونوں اپنے
وَ الْبَصِيْرِ وَ السَّمِيْعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۚ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ لَقَدْ ع
حالات میں برابر ہوسکتے ہیں؟ کیا پھر بھی تم عبرت حاصل نہیں کرتے؟ ﴿۲۴﴾ اور ہم نے نوح کو اُن کی قوم کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ: "میں
اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۫ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۵﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا
تمہیں اس بات سے صاف صاف آگاہ کرنے والا پیغمبر ہوں ﴿۲۵﴾ کہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو۔ یقین جانو مجھے تم پر ایک دُکھ دینے والے
اللّٰهَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ
دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔" ﴿۲۶﴾ اس پر اُن کی قوم کے وہ سردار لوگ جنہوں نے کفر اختیار کرلیا تھا، کہنے لگے کہ: "ہمیں تو اس سے زیادہ (تم میں)
كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا
کوئی بات نظر نہیں آرہی کہ تم ہم جیسے ہی ایک انسان ہو۔ اور ہم یہ بھی دیکھ رہے ہیں کہ صرف وہ لوگ تمہارے پیچھے لگے ہیں جو ہم میں سب سے زیادہ

بھی جو اپنی اپنی اُمتوں کے بارے میں گواہی دیں گے۔

(۱۴) یعنی دینِ حق کے بارے میں طرح طرح کے اعتراضات نکال کر اُس کو ٹیڑھا ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

(۱۵) ایک عذاب خود اُن کے کفر کا، اور دوسرا اس بات کا کہ وہ دوسروں کو حق کے راستے سے روکتے تھے۔

الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ ۚ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ

بے حیثیت ہیں، اور وہ بھی سطحی طور پر رائے قائم کر کے۔ اور ہمیں تم میں کوئی ایسی بات بھی دکھائی نہیں دیتی جس کی وجہ سے ہم پر تمہیں کوئی فضیلت

بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِنْ

حاصل ہو، بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ تم سب جھوٹے ہو۔" (۲۷) نوح نے کہا: "اے میری قوم! ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے آئی

رَبِّي وَآتَانِي رَحْمَةً مِنْ عِنْدِهِ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ۖ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنْتُمْ

ہوئی ایک روشن ہدایت پر قائم ہوں، اور اُس نے مجھے خاص اپنے پاس سے ایک رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہے، پھر بھی وہ تمہیں سجھائی نہیں دے

لَهَا كَارِهُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى

رہی، تو کیا ہم اُس کو تم پر زبردستی مسلط کر دیں جبکہ تم اُسے ناپسند کرتے ہو؟ (۲۸) اور اے میری قوم! میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی مال نہیں مانگتا۔ میرا

اللَّهِ ۚ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ إِنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَٰكِنِّي

اَجر اللہ کے سوا کسی اور نے ذمے نہیں لیا۔ اور جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، میں ان کو دُھتکارنے والا نہیں ہوں۔ ان سب کو اپنے رَبّ سے جاملنا ہے۔

أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٩﴾ وَيَا قَوْمِ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتُهُمْ ۚ

لیکن میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کی باتیں کر رہے ہو۔ (۲۹) اور اے میری قوم! اگر میں ان لوگوں کو دُھتکار دوں تو کون مجھے اللہ

أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣٠﴾ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ

(کی پکڑ) سے بچائے گا؟ کیا تم پھر بھی دِھیان نہیں دو گے؟ (۳۰) اور میں تم سے یہ نہیں کہہ رہا ہوں کہ میرے قبضے میں اللہ کے خزانے ہیں، نہ میں

الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ

غیب کی ساری باتیں جانتا ہوں، اور نہ میں تم سے یہ کہہ رہا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں[۱۶]، اور جن لوگوں کو تمہاری نگاہیں حقیر سمجھتی ہیں، اُن کے بارے

---

(۱۶) یہ اس جاہلانہ خیال کی تردید ہے کہ اللہ کے کسی پیغمبر یا مقرب بندے کے پاس ہر قسم کے اختیارات ہونے چاہئیں، اور اسے غیب کی ساری باتوں کا علم ہونا چاہئے، یا اُسے انسان کے بجائے فرشتہ ہونا چاہئے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے واضح فرمادیا کہ کسی نبی یا اللہ کے کسی ولی کا یہ کام نہیں ہوتا کہ وہ دُنیا کے خزانے لوگوں میں تقسیم کرے، یا غیب کی ہر بات بتائے۔ اُس کا مقصد تو لوگوں کے عقائد اور اعمال و اخلاق کی اصلاح ہوتا ہے۔ اُس کی ساری تعلیمات اسی مقصد کے گرد گھومتی ہیں، لہٰذا اُس سے اس قسم کی توقعات رکھنا نری جہالت ہے۔ اس طرح اس آیت میں اُن لوگوں کی ہدایت کا بڑا سامان ہے جو بزرگوں کے پاس اپنے دُنیوی مقاصد کے لئے جاتے ہیں، اور انہیں دُنیوی اور تکوینی اُمور میں اپنا مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہیں، اور یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ انہیں مستقبل کی ہر بات بتادیا کریں گے۔ جب اللہ تعالیٰ کا اتنا برگزیدہ پیغمبر ان باتوں کو اپنے اختیار سے باہر قرار دے رہا ہے تو کون ہے جو ان اختیارات کا دعویٰ کر سکے؟ اور حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھیوں کے بارے میں کافروں نے جو کہا تھا کہ یہ حقیر لوگ ہیں، اور دِل سے ایمان نہیں لائے، اُس کا آگے یہ جواب دیا ہے کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ دِل سے ایمان نہیں لائے، اور اللہ تعالیٰ انہیں کوئی بھلائی یعنی ثواب نہیں دے گا۔

يُؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ۭ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ښ اِنِّىْٓ اِذًا لَّمِنَ

میں بھی میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ انہیں کبھی کوئی بھلائی عطا نہیں کرے گا۔ ان کے دِلوں میں جو کچھ ہے، اُسے اللہ سب سے زیادہ جانتا ہے۔ اگر میں

الظّٰلِمِيْنَ (۳۱) قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا

ان کے بارے میں ایسی باتیں کہوں تو میرا شمار یقیناً ظالموں میں ہوگا۔" (۳۱) انہوں نے کہا کہ: "اے نوح! تم ہم سے بحث کر چکے، اور بہت بحث

تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۳۲) قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَاۗءَ

کر چکے۔ اب اگر تم سچے ہو تو لے آؤ وہ (عذاب) جس کی دھمکی ہمیں دے رہے ہو۔" (۳۲) نوح نے کہا کہ: "اُسے تو اللہ ہی تمہارے پاس لے کر

وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ (۳۳) وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ

آئے گا، اگر چاہے گا، اور تم اُسے بے بس نہیں کر سکتے۔ (۳۳) اگر میں تمہاری خیر خواہی کرنا چاہوں تو میری خیر خواہی اُس صورت میں تمہارے کوئی کام

لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ

نہیں آسکتی جب اللہ ہی نے (تمہاری ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے) تمہیں گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیا ہو۔ وہی تمہارا پروردگار ہے، اور اُسی کے پاس

تُرْجَعُوْنَ (۳۴) ۭ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ

تمہیں واپس لے جایا جائے گا۔" (۳۴) بھلا کیا (عرب کے یہ کافر) لوگ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ قرآن اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے؟

وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ (۳۵) ۧ وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ ع ۳

(اے پیغمبر!) کہہ دو کہ: "اگر میں نے اسے گھڑا ہو گا تو میرے جرم کا وبال مجھی پر ہوگا، اور جو جرم تم کر رہے ہو، میں اُس کا ذمہ دار نہیں ہوں(۱۷)۔" (۳۵)

يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا

اور نوح کے پاس وحی بھیجی گئی کہ: "تمہاری قوم میں سے جو لوگ اب تک ایمان لا چکے ہیں، اُن کے سوا اب کوئی اور ایمان نہیں لائے گا۔ لہٰذا جو

يَفْعَلُوْنَ (۳۶) ښ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي

حرکتیں یہ لوگ کرتے رہے ہیں، تم اُن پر صدمہ نہ کرو۔ (۳۶) اور ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کی مدد سے کشتی بناؤ(۱۸)، اور جو لوگ ظالم بن چکے

---

(۱۷) حضرت نوح علیہ السلام کے واقعے کے درمیان یہ آیت جملۂ معترضہ کے طور پر آئی ہے۔ توجہ اس طرف دِلائی گئی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کا یہ واقعہ جس تفصیل کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے ہیں، اُسے معلوم کرنے کا آپ کے پاس کوئی ذریعہ وحی کے سوا نہیں ہے، اور جس انداز و اُسلوب میں وہ بیان ہو رہا ہے، وہ من گھڑت نہیں ہو سکتا، بلکہ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کے باوجود کفارِ عرب کا انکار کرنا محض ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔

(۱۸) حضرت نوح علیہ السلام نے تقریباً ایک ہزار سال عمر پائی، اور صدیوں تک اپنی قوم کو نہایت دردمندی سے تبلیغ فرماتے رہے، اور اس کے بدلے سخت اذیتیں برداشت کیں۔ مگر بہت تھوڑے لوگوں کے سوا باقی سب لوگ اپنے کفر اور بداعمالیوں پر قائم رہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بتا دیا کہ یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں، اور اب ان پر طوفان کا عذاب آئے گا، اس لئے آپ کو کشتی بنانے کا حکم دیا تاکہ آپ اور آپ کے ساتھ ایمان لانے والے اُس میں سوار ہو کر طوفان کی تباہی سے بچ سکیں۔

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَ يَصْنَعُ الْفُلْكَ ۟ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ

ہیں، اُن کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرنا۔ یہ اب غرق ہوکر رہیں گے۔" ﴿٣٧﴾ چنانچہ وہ کشتی بنانے لگے۔ اور جب بھی اُن کی قوم کے کچھ

مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ

سردار اُن کے پاس سے گذرتے تو اُن کا مذاق اُڑاتے تھے۔[19] نوح نے کہا کہ: "اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو جیسے تم ہنس رہے ہو، اُسی طرح ہم بھی تم پر

كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ؕ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ

ہنستے ہیں۔[20] ﴿٣٨﴾ عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر وہ عذاب آرہا ہے جو اُسے رُسوا کر کے رکھ دے گا، اور کس پر وہ قہر نازل ہونے والا ہے جو کبھی

يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٣٩﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ ۙ

ٹل نہیں سکے گا۔" ﴿٣٩﴾ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا، اور تنور اُبل پڑا،[21] تو ہم نے (نوح سے) کہا کہ: "اس کشتی میں ہر قسم کے جانوروں میں سے

قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ

دو دو کے جوڑے سوار کرلو،[22] اور تمہارے گھر والوں میں سے جن کے بارے میں پہلے کہا جا چکا ہے (کہ وہ کفر کی وجہ سے غرق ہوں گے) اُن کو چھوڑ کر

عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ ؕ وَ مَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿٤٠﴾ وَ قَالَ

باقی گھر والوں کو بھی، اور جتنے لوگ ایمان لائے ہیں اُن کو بھی (ساتھ لے لو)۔" اور تھوڑے ہی سے لوگ تھے جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے! ﴿٤٠﴾

ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ

اور نوح نے (ان سب سے) کہا کہ: "اس کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ اس کا چلنا بھی اللہ ہی کے نام سے ہے، اور لنگر ڈالنا بھی۔ یقین رکھو کہ میرا پروردگار

رَّحِيْمٌ ﴿٤١﴾ وَ هِىَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۟ وَ نَادٰى نُوْحُ ابْنَهٗ وَ

بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔" ﴿٤١﴾ اور وہ کشتی انہیں لے کر پہاڑوں جیسی موجوں کے درمیان چلی جاتی تھی۔ اور نوح نے اپنے اُس بیٹے کو جو سب سے الگ

قر، حفص بفتح الميم وامالة الراء

بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ کشتی سازی کی صنعت سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام نے وحی کے ذریعے شروع فرمائی تھی، اور پہلی بار تین منزلہ جہاز تیار کیا تھا۔

(۱۹) وہ مذاق اس بات کا اُڑاتے تھے کہ اب انہوں نے دوسرے کام چھوڑ کر کشتی بنانی شروع کر دی ہے، حالانکہ پانی کا کہیں دُور دُور پتہ نہیں ہے۔

(۲۰) یعنی ہمیں اس بات پر ہنسی آتی ہے کہ عذاب تمہارے سر پر آ چکا ہے، اور تمہیں دِل لگی سوجھی ہے۔

(۲۱) عربی زبان میں "تنور" سطحِ زمین کو بھی کہتے ہیں، اور روٹی پکانے کے چولھے کو بھی۔ بعض روایات میں ہے کہ طوفانِ نوح کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی کہ ایک تنور سے پانی اُبلنا شروع ہوا، اور پھر کسی طرح نہ رُکا، اور بعض مفسرین نے تنور کو سطحِ زمین کے معنی میں لیا ہے، اور مطلب یہ بتایا ہے کہ زمین کی سطح سے پانی اُبلنا شروع ہو گیا، اور پھر ساری زمین میں پھیل گیا، اور اُوپر سے تیز بارش شروع ہو گئی۔

(۲۲) چونکہ طوفان میں وہ جانور بھی ہلاک ہونے والے تھے جن کی انسانوں کو ضرورت پڑتی ہے، اس لئے حکم دیا گیا کہ کشتی میں ضرورت کے تمام جانوروں کا ایک ایک جوڑا سوار کر لو، تاکہ ان کی نسل باقی رہے، اور طوفان کے بعد اُن سے کام لیا جا سکے۔

كَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَ لَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ

تھا، آواز دی کہ: "بیٹے! ہمارے ساتھ سوار ہوجاؤ، اور کافروں کے ساتھ نہ رہو۔"(۲۳) ﴿۴۲﴾ وہ بولا: "میں ابھی کسی

سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ

پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا۔" نوح نے کہا: "آج اللہ کے حکم سے کوئی کسی کو بچانے والا نہیں ہے،

اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَ

سوائے اُس کے جس پر وہ ہی رحم فرمادے۔" اس کے بعد اُن کے درمیان موج حائل ہوگئی، اور ڈوبنے والوں میں وہ بھی شامل ہوا۔ ﴿۴۳﴾ اور

قِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَ يٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَ غِيْضَ الْمَآءُ وَ قُضِيَ

حکم ہوا کہ: "اے زمین! اپنا پانی نگل لے، اور اے آسمان! تھم جا" چنانچہ پانی اُتر گیا، اور سارا قصہ چکادیا گیا،(۲۴)

ع الْاَمْرُ وَ اسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَ قِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

کشتی جودی پہاڑ پر آٹھہری،(۲۵) اور کہہ دیا گیا کہ: "بربادی ہے اُس قوم کی جو ظالم ہو!" ﴿۴۴﴾

وَ نَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَ اِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ

اور نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہا کہ: "اے میرے پروردگار! میرا بیٹا میرے گھر ہی کا ایک فرد ہے، اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے،

وَ اَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ

اور تو سارے حاکموں سے بڑھ کر حاکم ہے!"(۲۶) ﴿۴۵﴾ اللہ نے فرمایا: "اے نوح! یقین جانو وہ تمہارے گھر والوں میں سے نہیں ہے۔

---

(۲۳) حضرت نوح علیہ السلام کے اور بیٹے تو کشتی میں سوار ہوگئے تھے، مگر ایک بیٹا جس کا نام کنعان بتایا جاتا ہے، کافر تھا، اور کافروں ہی کے ساتھ اُٹھتا بیٹھتا تھا، وہ کشتی میں سوار نہیں ہوا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کو یا تو یہ علم نہیں تھا کہ وہ کافر ہے، اور وہ محض یہ سمجھتے تھے کہ اس کی صحبت خراب ہے، یا کافر ہونے کا علم تھا، مگر یہ چاہتے تھے کہ وہ مسلمان ہوجائے، اس لئے پہلے اُسے کشتی میں سوار ہونے کی دعوت دی، پھر وہ دُعا فرمائی جو آگے آیت: ۴۵ میں آرہی ہے کہ اُس کو بھی کشتی میں سوار ہونے کی اجازت مل جائے، یعنی اگر کافر ہے تو اُسے ایمان کی توفیق ہوجائے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے سارے گھر والے جو صاحبِ ایمان ہوں گے، انہیں عذاب سے نجات ملے گی، اس لئے حضرت نوح علیہ السلام نے اس وعدے کا حوالہ بھی دیا۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ وہ کافر ہے، اور اُس کے مقدر میں ایمان نہیں ہے، اس لئے وہ درحقیقت تمہارے گھر والوں میں شامل ہی نہیں ہے۔ یہ بات تمہارے علم میں نہیں تھی کہ اُس کے مقدر میں ایمان نہیں، اس لئے تم نے اس کی نجات یا ایمان کی دُعا مانگی۔ اگلی آیت میں جو ارشاد ہے کہ: "مجھ سے ایسی چیز نہ مانگو جس کی تمہیں خبر نہیں" اُس کا یہی مطلب ہے۔

(۲۴) یعنی قوم کے تمام افراد طوفان میں غرق کردیئے گئے۔

(۲۵) یہ اس پہاڑ کا نام ہے جو شمالی عراق میں واقع ہے، اور اُس پہاڑی سلسلے کا ایک حصہ ہے جو کردستان سے آرمینیا تک پھیلا ہوا ہے۔ بائبل میں اس پہاڑ کا نام "ارارات" مذکور ہے۔

(۲۶) یعنی آپ کو ہر چیز پر قدرت ہے، اگر چاہیں تو اسے ایمان کی توفیق دے دیں، اور پھر ایمان والوں کے حق میں آپ کا جو وعدہ ہے، وہ اس کے حق میں بھی پورا ہوجائے۔

عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۖ اِنِّيْٓ اَعِظُكَ اَنْ

وہ تو ناپاک عمل کا پلندہ ہے۔ لہٰذا مجھ سے ایسی چیز نہ مانگو جس کی تمہیں خبر نہیں، میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادانوں میں شامل

تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ مَا لَيْسَ

نہ ہو۔" (۴۶) نوح نے کہا: "میرے پروردگار! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ آئندہ آپ سے وہ چیز مانگوں جس کا مجھے علم نہیں۔ اور اگر

لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۖ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾ قِيْلَ

آپ نے میری مغفرت نہ فرمائی، اور مجھ پر رحم نہ کیا تو میں بھی اُن لوگوں میں شامل ہوجاؤں گا جو برباد ہوگئے ہیں۔" (۴۷) فرمایا گیا کہ: "اے نوح!

يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۖ

اب (کشتی سے) اُتر جاؤ، ہماری طرف سے وہ سلامتی اور برکتیں لے کر جو تمہارے لئے بھی ہیں، اور تمہارے ساتھ جتنی قومیں ہیں، اُن کے لئے بھی!

وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ

اور کچھ قومیں ایسی ہیں جن کو ہم (دُنیا میں) لطف اُٹھانے کا موقع دیں گے، پھر ان کو ہماری طرف سے ایک دردناک عذاب آ پکڑے گا۔"(۲۷) (۴۸)

اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا

(اے پیغمبر!) یہ غیب کی کچھ باتیں ہیں جو ہم تمہیں وحی کے ذریعے بتا رہے ہیں۔ یہ باتیں نہ تم اس سے پہلے جانتے تھے،

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ ع معانقة ۹

نہ تمہاری قوم۔ لہٰذا صبر سے کام لو، اور آخری انجام متقیوں ہی کے حق میں ہوگا۔(۲۸) (۴۹) اور قوم عاد کے پاس ہم نے

(۲۷) سلامتی اور برکتوں کا وعدہ جو حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھیوں کے لئے کیا گیا، اُس میں "قوموں" کا لفظ استعمال کرکے یہ اشارہ دیا گیا ہے کہ یہ لوگ اگرچہ اس وقت تھوڑے سے ہیں، لیکن ان کی نسل سے بہت سی قومیں پیدا ہوں گی، اور دینِ حق پر قائم رہیں گی، اس لئے سلامتی اور برکتوں میں وہ بھی شریک ہوں گی۔ البتہ آخر میں یہ فرمایا گیا کہ کچھ قومیں ان کی نسل میں ایسی آئیں گی کہ جو دینِ برحق پر قائم نہیں رہیں گی، لہٰذا انہیں دُنیا میں کچھ عرصے لطف اُٹھانے کا موقع دیا جائے گا، لیکن ان کا آخری انجام ان کے کفر کی وجہ سے یہی ہوگا کہ وہ دُنیا یا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہوں گے۔

(۲۸) حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اس آیت نے دو حقیقتوں کی طرف توجہ دِلائی ہے۔ ایک یہ کہ یہ واقعہ نہ صرف آپ کو بلکہ قریش اور عرب کے غیر اہلِ کتاب میں سے کسی کو پہلے معلوم نہیں تھا، اور آپ کے پاس اس کو اہلِ کتاب سے سیکھنے کا بھی کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے معلوم ہوا ہے۔ اس سے آپ کی نبوّت اور رِسالت کی دلیل ملتی ہے۔ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کی طرف سے جس تکذیب اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، اس واقعے کے ذریعے آپ کو اوّل تو صبر سے کام لینے کی تلقین فرمائی گئی ہے، اور دوسرے یہ تسلی دی گئی ہے کہ جس طرح حضرت نوح علیہ السلام کو شروع میں سخت مشکلات پیش آئیں، مگر آخری انجام انہی کے حق میں ہوا، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالآخر ان لوگوں پر غالب آئیں گے۔

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا

اُن کے بھائی ہود کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔(۲۹) انہوں نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝۵۰ يٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ

تمہاری حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ تم نے جھوٹی باتیں تراش رکھی ہیں۔ (۵۰) اے میری قوم! میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اُجرت نہیں مانگتا۔

اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۵۱ وَيٰقَوْمِ

میرا اَجر کسی اور نے نہیں، اُس ذات نے اپنے ذمے لیا ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ (۵۱) اے میری قوم!

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا

اپنے پروردگار سے گناہوں کی معافی مانگو، پھر اُس کی طرف رُجوع کرو، وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارشیں برسائے گا،(۳۰) اور تمہاری موجودہ قوت

وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۵۲ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا

میں مزید قوت کا اضافہ کرے گا، اور مجرم بن کر منہ نہ موڑو۔'' (۵۲) انہوں نے کہا: ''اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی

جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ

روشن دلیل لے کر نہیں آئے،(۳۱) اور ہم اپنے خداؤں کو صرف تمہارے کہنے سے چھوڑنے والے نہیں ہیں، اور نہ ہم تمہاری بات پر ایمان

بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۳ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّيْۤ

لاسکتے ہیں۔ (۵۳) ہم تو اس کے سوا کچھ اور نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے خداؤں میں سے کسی نے تمہیں بُری طرح جھپیٹے میں لے لیا ہے۔(۳۲)'' ہود نے

اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْۤا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝۵۴ مِنْ دُوْنِهٖ

کہا: ''میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں، اور تم بھی گواہ رہو کہ تم اللہ کے سوا جس جس کو اُس کی خدائی میں شریک مانتے ہو، میں اُس سے بَری ہوں۔ (۵۴)

---

(۲۹) قومِ عاد کا مختصر تعارف سورۂ اعراف (۷:۶۵) میں گذر چکا ہے۔

(۳۰) شروع میں اللہ تعالیٰ نے انہیں قحط میں مبتلا فرمادیا تھا، تاکہ وہ اپنی غفلت سے کچھ ہوش میں آئیں۔ اس موقع پر حضرت ہود علیہ السلام نے انہیں یاد دِلایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک تازیانہ ہے، اور اگر اب بھی تم بت پرستی سے باز آجاؤ تو یہ قحط تم سے دُور ہوسکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمہیں بارشوں سے نہال کرسکتا ہے۔

(۳۱) روشن دلیل سے اُن کی مراد اُن کے فرمائشی معجزات تھے۔ عقلی اور نقلی دلائل تو حضرت ہود علیہ السلام نے ہر قسم کے پیش کردیئے تھے، لیکن ان کا کہنا تھا کہ ہم جس جس معجزے کی فرمائش کرتے جائیں، وہ ہمیں دِکھاتے جاؤ۔ ظاہر ہے کہ پیغمبر کرشمے دِکھانے کے لئے وقف نہیں ہوسکتا، اس لئے ان کی یہ فرمائشیں پوری نہ ہوئیں تو انہوں نے کہہ دیا کہ تم کوئی روشن دلیل ہی ہمارے پاس نہیں لائے۔

(۳۲) یعنی تم ہمارے جن بتوں کی خدائی کا اِنکار کرتے ہو، ان میں سے کسی نے تم سے ناراض ہوکر تم پر آسیب مسلط کردیا ہے جس کے نتیجے میں تم (معاذ اللہ) ہوش وحواس کھو بیٹھے ہو۔

فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا تُنظِرُونِ ﴿٥٥﴾ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُم ۚ
اب تم سب کے سب مل کر میرے خلاف چالیں چل لو، اور مجھے ذرا مہلت نہ دو۔ (۵۵) میں نے تو اللہ پر بھروسہ کر رکھا ہے، جو میرا بھی پروردگار
مَّا مِن دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ
ہے، اور تمہارا بھی پروردگار۔ زمین پر چلنے والا کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی چوٹی اُس کے قبضے میں نہ ہو۔ یقیناً میرا پروردگار سیدھے راستے پر
مُّسْتَقِيمٍ ﴿٥٦﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُم مَّا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ ۚ
ہے۔(۳۳) (۵۶) پھر بھی اگر تم منہ موڑتے ہو، تو جو پیغام دے کر مجھے تمہارے پاس بھیجا گیا تھا، میں نے وہ تمہیں پہنچادیا ہے۔
وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُ شَيْئًا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ
اور (تمہارے کفر کی وجہ سے) میرا پروردگار تمہاری جگہ کسی اور قوم کو یہاں بسادے گا، اور تم اُس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ بیشک میرا پروردگار ہر چیز
شَيْءٍ حَفِيظٌ ﴿٥٧﴾ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
کی نگرانی کرتا ہے۔'' (۵۷) اور (آخرکار) جب ہمارا حکم آگیا(۳۴) تو ہم نے اپنی رحمت کے ذریعے ہود کو اور جو لوگ اُن کے ساتھ ایمان لائے تھے،
بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَنَجَّيْنَاهُم مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿٥٨﴾ وَتِلْكَ عَادٌ ۖ جَحَدُوا
اُن کو بچالیا، اور انہیں ایک سخت عذاب سے نجات دے دی۔ (۵۸) یہ تھے عاد کے لوگ جنہوں نے اپنے پروردگار کی نشانیوں کا انکار کیا، اور اُس
بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهُ وَاتَّبَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ﴿٥٩﴾ وَ
کے پیغمبروں کی نافرمانی کی، اور ہر ایسے شخص کا حکم مانا جو پرلے درجے کا جابر اور حق کا پکا دشمن تھا! (۵۹) اور
أُتْبِعُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ أَلَا إِنَّ عَادًا كَفَرُوا
(اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) اس دُنیا میں بھی پھٹکار اُن کے پیچھے لگادی گئی، اور قیامت کے دن بھی۔ یاد رکھو کہ قوم عاد نے اپنے ربّ کے ساتھ کفر کا
رَبَّهُمْ ۗ أَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُودٍ ﴿٦٠﴾ وَإِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۚ قَالَ وقف لازم ع ۵
معاملہ کیا تھا! یاد رکھو کہ بربادی عاد ہی کی ہوئی، جو ہود کی قوم تھی! (۶۰) اور قوم ثمود کے پاس ہم نے اُن کے بھائی صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا(۳۵) انہوں
يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ هُوَ أَنشَأَكُم مِّنَ الْأَرْضِ وَ
نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُسی نے تم کو زمین سے پیدا کیا، اور اُس میں تمہیں آباد کیا۔

(۳۳) اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لئے سیدھا راستہ مقرر کردیا ہے، اور اُسی پر چلنے سے خدا ملتا ہے۔

(۳۴) ''حکم'' سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا عذاب ہے۔ جیسا کہ سورۂ اعراف میں عرض کیا گیا، اُن پر تیز آندھی اور ہوا کا طوفان بھیجا گیا تھا۔ یہ قد و قامت کے اعتبار سے غیر معمولی قوم تھی، لیکن اس عذاب کے نتیجے میں ان کی ساری قوت دھری رہ گئی، اور پوری قوم تباہ ہوگئی۔

(۳۵) قوم ثمود اور اس کے واقعے کا مختصر تعارف اور تذکرہ سورۂ اعراف (۷:۷۳) کے حاشیے میں گذر چکا ہے۔

اسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ
لہٰذا اُس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو، پھر اُس کی طرف رُجوع کرو۔ یقین رکھو کہ میرا ربّ (تم سے) قریب بھی ہے، دُعائیں قبول کرنے
مُّجِيبٌ ﴿٦١﴾ قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَٰذَا ۖ أَتَنْهَانَا أَن
والا بھی۔" (٦١) وہ کہنے لگے: "اے صالح! اس سے پہلے تو تم ہمارے درمیان اس طرح رہے ہو کہ تم سے بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں۔(٣٦) جن (بتوں) کی
نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ
عبادت ہمارے باپ دادا کرتے آئے ہیں کیا تم ہمیں اُن کی عبادت کرنے سے منع کرتے ہو؟ جس بات کی تم دعوت دے رہے ہو، اُس کے بارے میں تو
مُرِيبٍ ﴿٦٢﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَ
ہمیں ایسا شک ہے جس نے ہمیں اِضطراب میں ڈال دیا ہے۔" (٦٢) صالح نے کہا: "اے میری قوم! ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے
آتَانِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَن يَنصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ ۖ فَمَا
آئی ہوئی ایک روشن ہدایت پر قائم ہوں، اور اُس نے مجھے خاص اپنے پاس سے ایک رحمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی ہے، پھر بھی اگر میں اُس کی نافرمانی
تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ﴿٦٣﴾ وَيَا قَوْمِ هَٰذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً
کروں تو کون ہے جو مجھے اللہ (کی پکڑ) سے بچالے؟ لہٰذا تم (میرے فرائض سے روک کر) بربادی میں مبتلا کرنے کے سوا مجھے اور کیا دے رہے ہو؟ (٦٣)
فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ
اور اے میری قوم! یہ اللہ کی اُونٹنی تمہارے لئے ایک نشانی بن کر آئی ہے۔ لہٰذا اس کو آزاد چھوڑ دو کہ یہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرے، اور اس کو بُرے ارادے
عَذَابٌ قَرِيبٌ ﴿٦٤﴾ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوا فِي دَارِكُمْ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ۖ
سے چھونا بھی نہیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہیں عنقریب آنے والا عذاب آ پکڑے۔" (٦٤) پھر ہوا یہ کہ انہوں نے اُس کو مار ڈالا۔ چنانچہ صالح نے کہا کہ: "تم
ذَٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ﴿٦٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِينَ
اپنے گھروں میں تین دن اور مزے کرلو،(٣٧) (اُس کے بعد عذاب آئے گا، اور) یہ ایسا وعدہ ہے جسے کوئی جھوٹا نہیں کرسکتا۔" (٦٥) پھر جب ہمارا حکم آگیا
آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ
تو ہم نے صالح کو اور ان کے ساتھ جو ایمان لائے تھے، اُن کو اپنی خاص رحمت کے ذریعے نجات دی، اور اُس دن کی رُسوائی سے بچالیا۔ یقیناً
الْعَزِيزُ ﴿٦٦﴾ وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ
تمہارا پروردگار بڑی قوت کا، بڑے اقتدار کا مالک ہے۔ (٦٦) اور جن لوگوں نے ظلم کا راستہ اپنایا تھا، اُن کو ایک چنگھاڑ نے آپکڑا،(٣٨) جس کے نتیجے

(٣٦) اس سے صاف واضح ہے کہ نبوت کے اعلان سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام کو پوری قوم بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قوم نے انہیں اپنا سردار یا بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا ہوا تھا۔

(٣٧) عذاب سے پہلے ان کو تین دن کی مہلت دی گئی تھی۔

(٣٨) اس عذاب کا تفصیلی واقعہ سورۂ اعراف سورت نمبر ٧ اور آیت نمبر ٧٣ کے تحت حاشیہ نمبر ٣٩ میں گزر چکا ہے۔

جٰثِمِيْنَ ﴿٦٧﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا

میں وہ اپنے گھروں میں اس طرح اوندھے پڑے رہ گئے (۶۷) جیسے کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے۔ یاد رکھو کہ ثمود نے اپنے رَبّ کے ساتھ کفر کا معاملہ کیا تھا!

بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿٦٨﴾ ع وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا

یاد رکھو کہ بربادی ثمود ہی کی ہوئی۔ (۶۸) اور ہمارے فرشتے (انسانی شکل میں) ابراہیم کے پاس (بیٹا پیدا ہونے کی) خوشخبری لے کر آئے (۳۹)۔ انہوں

سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ

نے سلام کہا، ابراہیم نے بھی سلام کہا، پھر ابراہیم کو کچھ دیر نہیں گذری تھی کہ وہ (ان کی مہمانی کے لئے) ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے، (۶۹) مگر

اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا

جب دیکھا کہ اُن کے ہاتھ اُس (بچھڑے) کی طرف نہیں بڑھ رہے، تو وہ ان سے کھٹک گئے، اور اُن کی طرف سے دِل میں خوف محسوس کیا (۴۰)۔

تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿٧٠﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ

فرشتوں نے کہا: "ڈریئے نہیں، ہمیں (آپ کو بیٹے کی خوشخبری سنانے اور) لوط کی قوم کے پاس بھیجا گیا ہے۔" (۷۰) اور ابراہیم کی بیوی کھڑی ہوئی

فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿٧١﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى

تھیں، وہ ہنس پڑیں (۴۱)، تو ہم نے اُنہیں (دوبارہ) اسحاق کی، اور اسحاق کے بعد یعقوب کی پیدائش کی خوشخبری دی۔ (۷۱) وہ کہنے لگیں: "ہائے! کیا

ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿٧٢﴾

میں اس حالت میں بچہ جنوں گی کہ میں بوڑھی ہوں، اور یہ میرے شوہر ہیں جو خود بڑھاپے کی حالت میں ہیں؟ واقعی یہ تو بڑی عجیب بات ہے!" (۷۲)

---

(۳۹) اللہ تعالیٰ نے یہ فرشتے دو کاموں کے لئے بھیجے تھے۔ ایک یہ کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ خوشخبری دیں کہ ان کے یہاں ایک بیٹا ہوگا، یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام پیدا ہوں گے۔ اور ان کا دوسرا کام یہ تھا کہ وہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کریں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دینے کے بعد وہ حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کی طرف جانے والے تھے۔

(۴۰) چونکہ فرشتے انسانی شکل میں آئے تھے، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام شروع میں انہیں انسان ہی سمجھے، اور ان کی مہمانی کے لئے بھنے ہوئے بچھڑے کا گوشت لے کر آئے۔ لیکن چونکہ وہ فرشتے تھے، اور کچھ کھا نہیں سکتے تھے، اس لئے انہوں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ اس زمانے میں رسم یہ تھی کہ اگر کوئی شخص میزبان کے یہاں کھانا پیش ہونے کے بعد نہ کھائے تو یہ اس بات کی علامت سمجھی جاتی تھی کہ وہ کوئی دُشمن ہے جو کسی بری نیت سے آیا ہے۔ اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خوف محسوس کیا۔ اس موقع پر فرشتوں نے واضح کر دیا کہ وہ فرشتے ہیں، اور ان دو کاموں کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

(۴۱) ہنسنے کی وجہ بعض مفسرین نے تو یہ بیان کی ہے کہ جب انہیں اطمینان ہوگیا کہ یہ فرشتے ہیں، اور خطرے کی کوئی بات نہیں ہے، تو خوشی کی وجہ سے وہ ہنس پڑیں۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ بیٹے کی خوشخبری سن کر ہنسی تھیں۔ سورۂ حجر (۱۵: ۵۳) اور سورۂ ذاریات (۵۱: ۲۹-۳۰) میں بیان فرمایا گیا ہے کہ فرشتوں نے بیٹے کی خوشخبری پہلے دے دی تھی، اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کا ذکر بعد میں کیا تھا۔ اس پر انہیں تعجب بھی ہوا، اور خوشی بھی۔ اور ان کو ہنستا

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ

فرشتوں نے کہا: "کیا آپ اللہ کے حکم پر تعجب کر رہی ہیں؟ آپ جیسے مقدس گھرانے(۴۲) پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہی برکتیں ہیں۔

الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝۷۳ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ

بیشک وہ ہر تعریف کا مستحق، بڑی شان والا ہے۔" (۷۳) پھر جب ابراہیم سے گھبراہٹ دُور ہوئی، اور اُن کو خوشخبری مل گئی تو انہوں نے

وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝۷۴ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ

ہم سے لوط کی قوم کے بارے میں (ناز کے طور پر) جھگڑنا شروع کردیا۔(۴۳) (۷۴) حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم بڑے بردبار، (اللہ کی یاد میں) بڑی

مُّنِيْبٌ ۝۷۵ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ

آہیں بھرنے والے، (اور) ہر وقت ہم سے لو لگائے ہوئے تھے۔(۴۴) (۷۵) (ہم نے اُن سے کہا:) "ابراہیم! اس بات کو جانے دو۔ یقین کرلو کہ

اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝۷۶ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ

تمہارے ربّ کا حکم آچکا ہے، اور ان لوگوں پر ایسا عذاب آکر رہے گا جس کو کوئی پیچھے نہیں لوٹا سکتا۔" (۷۶) اور جب ہمارے فرشتے لوط کے پاس

بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ۝۷۷ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ

پہنچے تو وہ اُن کی وجہ سے گھبرائے، اُن کا دِل پریشان ہوا، اور وہ کہنے لگے کہ: "آج کا یہ دن بہت کٹھن(۴۵) ہے۔" (۷۷) اور اُن کی قوم کے لوگ اُن

دیکھ کر فرشتوں نے دوبارہ خوشخبری دی۔

(۴۲) یہ ترجمہ "اہل البیت" کو عربی گرامر کے قاعدے سے منصوب علیٰ سبیل المدح قرار دینے پر مبنی ہے۔ ترجمے میں "مقدس" کا لفظ بھی اسی لئے بڑھایا گیا ہے۔ اس کا دوسرا ترجمہ اس طرح بھی ممکن ہے کہ: "اے اہلِ بیت! تم پر اللہ کی رحمت اور برکتیں ہیں۔"

(۴۳) جیسا کہ سورۂ اَعراف (۷:۸۰) کے حاشیہ میں بیان کیا جاچکا ہے، حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے جو عراق میں ہی ان پر ایمان لاکر اُن کے ساتھ وطن سے ہجرت میں اُن کے ساتھ شریک تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی پیغمبر بنا کر سدوم کے شہر میں بھیجا۔ اس شہر کے لوگ شرک کے علاوہ ہم جنس پرستی کی خباثت میں مبتلا تھے۔ جب انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی بات نہیں مانی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے ان فرشتوں کو بھیجا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ اُمید تھی کہ شاید یہ لوگ سنبھل جائیں، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ سے فرمائش کرتے رہے کہ ابھی ان پر عذاب نازل نہ کیا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ اللہ تعالیٰ کے لاڈلے پیغمبر تھے، اس لئے انہوں نے ناز کے انداز میں بار بار جس طرح عذاب کو مؤخر کرنے کی فرمائش کی، اُسے اس آیت میں پیار بھرے اُسلوب میں جھگڑنے سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

(۴۴) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ فرمائش تو منظور نہیں فرمائی گئی کہ قومِ لوط سے عذاب کو مؤخر کردیا جائے، لیکن جس جذبے اور جس انداز سے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے رُجوع فرمایا تھا، اس فقرے میں اُس کی بڑے بلیغ الفاظ میں تعریف فرمائی گئی ہے۔

(۴۵) حضرت لوط علیہ السلام کے پاس یہ فرشتے خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں آئے تھے، اور انہیں ابھی یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ فرشتے ہیں۔ دوسری طرف وہ اپنی قوم کی بدفطرت بے حیائی سے واقف تھے۔ اس لئے ان کی پریشانی کی وجہ یہ تھی کہ ان کی قوم

يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَ مِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوْمِ

کے پاس دوڑتے ہوئے آئے، اور اس سے پہلے وہ برے کام کیا ہی کرتے تھے۔ لوط نے کہا: "اے میری قوم کے لوگو! یہ میری بیٹیاں موجود

هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ لَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ؕ

ہیں، یہ تمہارے لئے کہیں زیادہ پاکیزہ ہیں(۴۶)، اس لئے اللہ سے ڈرو، اور میرے مہمانوں کے معاملے میں مجھے رُسوا نہ کرو۔ کیا تم میں کوئی ایک بھی

اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۞ ۷۸ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ بَنٰتِكَ مِنْ

بھلا آدمی نہیں ہے؟" ۷۸ کہنے لگے: "تمہیں معلوم ہے کہ تمہاری بیٹیوں سے ہمیں کچھ مطلب نہیں، اور تم خوب جانتے ہو

حَقٍّ ۚ وَ اِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ۞ ۷۹ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى

کہ ہم کیا چاہتے ہیں؟" ۷۹ لوط نے کہا: "کاش کہ میرے پاس تمہارے مقابلے میں کوئی طاقت ہوتی، یا میں کسی مضبوط سہارے

رُكْنٍ شَدِيْدٍ ۞ ۸۰ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْٓا اِلَيْكَ

کی پناہ لے سکتا!"(۴۷) ۸۰ (اب) فرشتوں نے (لوط سے) کہا: "اے لوط! ہم تمہارے پروردگار کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں۔ یہ (کافر) لوگ

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا

ہرگز تم تک رسائی حاصل نہیں کر سکیں گے۔ لہٰذا تم رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر بستی سے روانہ ہو جاؤ، اور تم میں سے کوئی پیچھے

ان مہمانوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کی کوشش کرے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا کہ اگلی آیت میں بیان فرمایا گیا ہے، وہ لوگ ان نوجوانوں کی آمد کی خبر سنتے ہی اسی مقصد سے دوڑتے ہوئے آئے، اور حضرت لوط علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ وہ ان مہمانوں کو ان کے حوالے کر دیں۔

(۴۶) کسی نبی کی اُمت میں جتنی عورتیں ہوتی ہیں، وہ اس نبی کی رُوحانی بیٹیاں ہوتی ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان بدقماش لوگوں کو نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی کہ تمہاری عورتیں جو میری رُوحانی بیٹیاں ہیں، تمہارے گھروں میں موجود ہیں۔ تم اپنی نفسانی خواہشات ان سے پوری کر سکتے ہو، اور یہی فطرت کا پاکیزہ طریقہ ہے۔

(۴۷) سدوم کی اس بستی میں حضرت لوط علیہ السلام کے خاندان یا قبیلے کا کوئی آدمی نہیں تھا۔ وہ تو عراق کے باشندے تھے، اور اس قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے تھے۔ سدوم کے لوگوں کو ان کی قوم بھی قرآنِ کریم نے اس معنی میں کہا ہے کہ وہ ان کی اُمت تھے جن کی طرف ان کو بھیجا گیا تھا۔ اس موقع پر انہوں نے انتہائی بے چارگی محسوس کی کہ اگر میرے خاندان کا کوئی فرد یہاں ہوتا تو شاید میری کچھ مدد کر سکتا۔ جیسا کہ اگلی آیت میں بتایا گیا ہے، اس موقع پر فرشتوں نے بات کھول دی کہ ہم فرشتے ہیں، اس لئے آپ بالکل نہ گھبرائیں، یہ آپ کا یا ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، اور ہمیں ان پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ صبح تک ان کا قلع قمع ہونے والا ہے۔ آپ اپنے گھر والوں کو ساتھ لے کر بستی سے راتوں رات نکل جائیں، تا کہ اس عذاب سے محفوظ رہیں۔ البتہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کافر تھی، اور اپنی قوم کی بداعمالیوں میں ان کا ساتھ دیا کرتی تھی، اس لئے حکم ہوا کہ وہ آپ کے ساتھ نہیں جائے گی، بلکہ دوسروں کے ساتھ وہ بھی عذاب کا شکار ہوگی۔

اِمْرَاَتَكَ ۭ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ۭ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۭ

مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ ہاں مگر تمہاری بیوی (تمہارے ساتھ نہیں جائے گی) اُس پر بھی وہی مصیبت آنے والی ہے جو اور لوگوں پر آرہی ہے۔ یقین

اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ۝۸۱ فَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا

رکھو کہ ان (پر عذاب نازل کرنے) کے لئے صبح کا وقت مقرّر ہے۔ کیا صبح بالکل نزدیک نہیں آگئی؟" (۸۱) پھر جب ہمارا حکم آگیا تو ہم نے اس

وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ڏ مَّنْضُوْدٍ ۝۸۲ۙ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ

زمین کے اُوپر والے حصے کو نیچے والے حصے میں تبدیل کردیا[۴۸] اوران پر پکی مٹی کے تہہ برتہہ پتھر برسائے (۸۲) جن پر تمہارے ربّ کی طرف سے

رَبِّكَ ۭ وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ۝۸۳ۧ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ

نشان لگے ہوئے تھے۔ اور یہ بستی (مکہ کے ان) ظالموں سے کچھ دُور نہیں ہے۔[۴۹] (۸۳) اور مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی

شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا

شعیب کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔[۵۰] انہوں نے (ان سے) کہا کہ: "اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو۔ اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ

اور ناپ تول میں کمی مت کیا کرو۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ خوشحال ہو[۵۱]، اور مجھے تم پر ایک ایسے دن کے عذاب کا خوف ہے جو تمہیں چاروں

(۴۸) روایات میں ہے کہ یہ کل چار بستیاں تھیں جن میں یہ بدقماش لوگ بستے تھے۔ ان ساری بستیوں کو فرشتوں نے جوں کا توں اُوپر اُٹھا کر زمین پر اوندھا پٹخ دیا، اور ان کا نام ونشان مٹ گیا۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ بحرِ میّت (Dead Sea) جسے "بحرِ مردار" بھی کہا جاتا ہے، ان بستیوں کے اُلٹنے سے پیدا ہوا ہے، ورنہ کسی بڑے سمندر سے اس کا رابطہ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جس مقام پر یہ بستیاں واقع تھیں، یعنی بحرِ مردار کے آس پاس کا علاقہ، اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ یہ پورے کرۂ زمین کا سب سے نچلا حصہ ہے، یعنی زمین کا کوئی اور حصہ سطحِ سمندر سے اتنا نیچا نہیں ہے جتنا نیچا یہ ہے۔ قرآنِ کریم نے جو فرمایا ہے کہ "ہم نے اس زمین کے اُوپر والے حصے کو نیچے والے حصے میں تبدیل کردیا" کچھ بعید نہیں کہ ان الفاظ میں اس جغرافیائی حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہو، اور ان کی انتہائی نچلی حرکتوں کو یہ محسوس شکل دے دی گئی ہو۔

(۴۹) حضرت لوط علیہ السلام کے واقعے کے آخر میں اب رُوئے سخن مکہ مکرّمہ کے کافروں کی طرف موڑا گیا ہے، اور ان کو توجہ دِلائی گئی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا یہ علاقہ تم سے زیادہ دُور نہیں ہے۔ جب تم تجارت کے لئے شام جاتے ہو تو یہ علاقہ تمہارے راستے میں پڑتا ہے، اور اگر تم میں ذرا بھی معقولیت ہو تو تمہیں اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔

(۵۰) مدین اور حضرت شعیب علیہ السلام کے مختصر تعارف کے لئے سورۂ اعراف (۸۵:۷) کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیے۔

(۵۱) مدین کا علاقہ بڑا زرخیز تھا، اور یہاں کے لوگ بحیثیت مجموعی خوش حالی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی خوشحالی کا دو وجہ سے خاص طور پر ذکر فرمایا۔ ایک یہ کہ اتنی خوشحالی کے بعد تمہیں دھوکا بازی کرکے کمائی کرنے کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے، اور دوسرے یہ کہ اس خوشحالی کے نتیجے میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا شکرگذار ہونا چاہئے، نہ یہ کہ اس کی نافرمانی پر آمادہ ہو جاؤ۔

يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ۞۸۴ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا
طرف سے گھیر لے گا۔ ۸۴ اور اے میری قوم کے لوگو! ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا پورا کیا کرو، اور لوگوں کو ان کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو،(۵۲)
النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۞۸۵ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ
اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو۔(۵۳) ۸۵ اگر تم میری بات مانو تو (لوگوں کا حق ان کو دینے کے بعد) جو کچھ اللہ کا دیا بچ رہے، وہ تمہارے حق
لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۞۸۶ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ
میں کہیں بہتر ہے۔ اور (اگر نہ مانو تو) میں تم پر پہرہ دار مقرر نہیں ہوا ہوں۔" ۸۶ وہ کہنے لگے: "اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے
اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ
کہ ہمارے باپ دادا جن کی عبادت کرتے آئے تھے، ہم انہیں بھی چھوڑ دیں، اور اپنے مال و دولت کے بارے میں جو کچھ ہم چاہیں، وہ بھی نہ کریں؟(۵۴)
اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۞۸۷ قَالَ يٰقَوْمِ
واقعی تم تو بڑے عقل مند، نیک چلن آدمی ہو!"(۵۵) ۸۷ شعیب نے کہا: "اے میری قوم کے لوگو! ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے
اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا
ایک روشن دلیل پر قائم ہوں، اور اُس نے خاص اپنے پاس سے مجھے اچھا رزق عطا فرمایا ہے(۵۶) (تو پھر میں تمہارے غلط طریقے پر کیوں چلوں؟) اور میرا

(۵۲) قرآنِ کریم نے یہاں جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں، وہ بڑے جامع ہیں، اور ان میں ہر قسم کے حقوق داخل ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم پر کسی بھی شخص کا کوئی حق واجب ہو تو اس میں ڈنڈی مار کر یا تاویلات کر کے اُسے کم کرنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ ہر حق دار کو اس کا حق پورا پورا ادا کرو۔

(۵۳) جیسا کہ سورۂ اعراف میں عرض کیا گیا تھا، اس قوم کے بعض افراد راستوں پر چوکیاں لگا کر بیٹھ جاتے، اور مسافروں سے زبردستی ٹیکس وصول کرتے تھے، اور بعض لوگ مسافروں پر ڈاکا ڈالا کرتے تھے۔ اس فقرے میں ان کی اسی بدعنوانی کی طرف اشارہ ہے۔

(۵۴) یہ درحقیقت وہ سرمایہ دارانہ ذہنیت ہے کہ جو کچھ مال ہے، وہ ہماری مکمل ملکیت میں ہے، اس لئے ہمیں پورا اختیار حاصل ہے کہ اس میں جو چاہیں تصرف کریں، کسی کو اس میں رُکاوٹ ڈالنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔ اس کے برعکس قرآنِ کریم کا ارشاد یہ ہے کہ ہر مال پر اصل ملکیت اللہ تعالیٰ کی ہے، البتہ اس نے اپنے فضل و کرم سے انسان کو عارضی ملکیت عطا فرمائی ہے (دیکھئے سورۂ یٰسٓ ۳۶:۷۱) لہٰذا اسی کو یہ حق ہے کہ وہ اس ملکیت پر کچھ پابندیاں عائد کرے (دیکھئے سورۂ قصص ۲۸:۷۷)، اور جہاں مناسب سمجھے، وہاں خرچ کرنے کا حکم دے (دیکھئے سورۂ نور ۲۴:۳۳) اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پابندیاں اس لئے عائد کی جاتی ہیں، تاکہ ہر شخص اپنی دولت کا حصول اور خرچ ایسے صحت مند طریقے پر کرے کہ معاشرے میں ہر ایک کو یکساں مواقع حاصل ہوں، کوئی کسی پر ظلم نہ کر سکے، اور معاشرے میں دولت کی تقسیم منصفانہ ہو سکے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے "اسلام کا نظام تقسیم دولت" از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

(۵۵) یہ جملہ انہوں نے طنز کے طور پر بولا تھا۔ البتہ بعض مفسرین نے اسے حقیقی معنی میں قرار دے کر اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ تم تو ہمارے درمیان ایک عقل مند اور نیک چلن آدمی کی حیثیت سے مشہور ہو۔ تم نے ایسی باتیں کیوں شروع کر دی ہیں؟

حَسَنًا ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰكُمْ عَنْهُ ۚ اِنْ اُرِيْدُ
ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ میں جس بات سے تمہیں منع کر رہا ہوں، تمہارے پیچھے جا کر وہی کام خود کرنے لگوں۔ میرا مقصد اپنی استطاعت کی حد تک
اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
اصلاح کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور مجھے جو کچھ توفیق ہوتی ہے، صرف اللہ کی مدد سے ہوتی ہے۔ اُسی پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے، اور اُسی کی طرف میں
وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ
(ہر معاملے میں) رُجوع کرتا ہوں۔ (۸۸) اور اے میری قوم! میرے ساتھ ضد کا جو معاملہ تم کر رہے ہو، وہ کہیں تمہیں اس انجام تک نہ پہنچا دے
اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۚ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ
کہ تم پر بھی ویسی ہی مصیبت نازل ہو جیسی نوح کی قوم پر یا ہود کی قوم پر یا صالح کی قوم پر نازل ہو چکی ہے۔ اور لوط کی قوم تو تم سے کچھ دُور بھی نہیں
بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۚ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾
ہے۔ (۸۹) تم اپنے رَبّ سے معافی مانگو، پھر اسی کی طرف رُجوع کرو۔ یقین رکھو کہ میرا رَبّ بڑا مہربان، بہت محبت کرنے والا ہے۔" (۹۰) وہ
قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَ
بولے: "اے شعیب! تمہاری بہت سی باتیں تو ہماری سمجھ ہی میں نہیں آتیں، اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہمارے درمیان ایک کمزور آدمی ہو، اور اگر
لَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ
تمہارا خاندان نہ ہوتا تو ہم تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیتے۔ ہم پر تمہارا کچھ زور نہیں چلتا۔" (۹۱) شعیب نے کہا: "اے میری قوم! کیا تم پر
اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۚ اِنَّ
میرے خاندان کا دباؤ اللہ سے زیادہ ہے؟ اور اُس کو تم نے بالکل ہی پس پشت ڈال رکھا ہے! یقین جانو کہ جو کچھ تم کر رہے ہو، میرا پروردگار اُس
رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ
سب کا پورا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ (۹۲) اور اے میری قوم! تم اپنے حال پر رہ کر (جو چاہو) عمل کئے جاؤ، میں بھی (اپنے طریقے کے مطابق)
سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۚ
عمل کر رہا ہوں (۵۷)۔ عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کس پر وہ عذاب نازل ہوگا جو اُسے رُسوا کر کے رکھ دے گا، اور کون ہے جو جھوٹا ہے؟ اور تم

---

(۵۶) اس رزق سے مراد کھانے پینے وغیرہ کا سامان بھی ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ نے سیدھے سیدھے طریقے سے مجھے رزق عطا فرمایا ہے تو میں اس کے حصول کے لئے وہ غلط طریقے کیوں اختیار کروں جو تم کرتے ہو؟ اور رزق سے یہاں مراد نبوت بھی ہوسکتی ہے۔

(۵۷) یعنی میری تبلیغ کے باوجود اگر تم اپنی ضد پر قائم رہتے ہو تو آخری چارۂ کار یہی ہے کہ تم اپنے طریقے پر قائم رہو، اور میں اپنے طریقے پر۔ پھر دیکھو کہ کس کا انجام کیا ہوتا ہے؟

وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّیْ مَعَكُمْ رَقِیْبٌ ۝۹۳ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّیْنَا شُعَیْبًا وَّ

بھی انتظار کرو، میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کررہا ہوں۔" (۹۳) اور (آخر کار) جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے شعیب کو اور اُن کے ساتھ جو ایمان

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ

لائے تھے، ان کو اپنی خاص رحمت سے بچالیا، اور جن لوگوں نے ظلم کیا تھا، انہیں ایک چنگھاڑ نے آپکڑا، (۵۸) اور وہ اپنے گھروں میں اس طرح

فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ۝۹۴ كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا

اوندھے منہ گرے رہ گئے (۹۴) جیسے کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے۔ یاد رکھو! مدین کی بھی ویسی ہی بربادی ہوئی

لِّمَدْیَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ۝۹۵ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ ع

جیسی بربادی ثمود کی ہوئی تھی۔ (۹۵) اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور روشن دلیل کے ساتھ

مُّبِیْنٍ ۝۹۶ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ

پیغمبر بنا کر (۹۶) فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا، تو انہوں نے فرعون ہی کی بات مانی، حالانکہ

فِرْعَوْنَ بِرَشِیْدٍ ۝۹۷ یَقْدُمُ قَوْمَهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ

فرعون کی بات کوئی ٹھکانے کی بات نہیں تھی (۹۷) وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا، اور ان سب کو دوزخ میں لا اُتارے گا۔ اور وہ

وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ۝۹۸ وَاُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّیَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ

بدترین گھاٹ ہے جس پر کوئی اُترے۔ (۹۸) اور پھٹکار اس دُنیا میں بھی ان کے پیچھے لگادی گئی ہے، اور قیامت کے دن بھی۔

بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۝۹۹ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰی نَقُصُّهٗ عَلَیْكَ مِنْهَا

یہ بدترین صلہ ہے جو کسی کو دیا جائے۔ (۹۹) یہ ان بستیوں کے کچھ حالات ہیں جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں۔ ان میں سے کچھ (بستیاں) وہ ہیں جو

قَآئِمٌ وَّحَصِیْدٌ ۝۱۰۰ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ

ابھی اپنی جگہ کھڑی ہیں، (۵۹) اور کچھ کٹی ہوئی فصل (کی طرح بے نشان) بن چکی ہیں (۱۰۰) اور ان پر ہم نے کوئی ظلم نہیں کیا، بلکہ انہوں نے خود اپنی

اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا

جانوں پر ظلم کیا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب تمہارے پروردگار کا حکم آیا تو جن معبودوں کو وہ اللہ کے بجائے پکارا کرتے تھے، وہ ان کے ذرا بھی کام نہ

زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ۝۱۰۱ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰی وَهِیَ

آئے، اور اُنہوں نے ان کو تباہی کے سوا اور کچھ نہیں دیا۔ (۱۰۱) اور جو بستیاں ظالم ہوتی ہیں، تمہارا رب جب اُن کو گرفت میں لیتا ہے تو اُس کی پکڑ ایسی

ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ۝۱۰۲ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّمَنْ خَافَ

ہی ہوتی ہے۔ واقعی اُس کی پکڑ بڑی دردناک، بڑی سخت ہے۔ (۱۰۲) ان ساری باتوں میں اُس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب

(۵۸) اس کی تشریح کے لئے دیکھئے سورۂ اعراف (۷:۹۱) کا حاشیہ۔

(۵۹) مثلاً فرعون کا ملک مصر فرعون کے غرق ہونے کے بعد بھی باقی رہا، اور عاد و ثمود اور قوم لوط علیہ السلام کی بستیاں ایسی تباہ

عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَ ذٰلِكَ يَوْمٌ
سے ڈرتا ہو۔ وہ ایسا دن ہوگا جس کے لئے تمام لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا، اور وہ ایسا دن ہوگا جسے سب کے سب کھلی آنکھوں دیکھیں
مَّشْهُوْدٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿١٠٤﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ
گے۔ (١٠٣) ہم نے اُسے ملتوی کیا ہے تو بس ایک گنی چنی مدّت کے لئے ملتوی کیا ہے (١٠٤) جب وہ دن آجائے گا تو کوئی اللہ کی اجازت کے بغیر
اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّ سَعِيْدٌ ﴿١٠٥﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ
بات نہیں کرسکے گا۔ پھر اُن میں کوئی بدحال ہوگا، اور کوئی خوش حال۔ (١٠٥) چنانچہ جو بدحال ہوں گے، وہ دوزخ میں ہوں گے جہاں ان کی چیخنے
فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌ ﴿١٠٦﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ
چلانے کی آوازیں آئیں گی۔ (١٠٦) یہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں،(٦٠) اِلَّا یہ کہ تمہارے رَبّ ہی کو کچھ اور منظور
اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٠٧﴾ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ
ہو۔(٦١) یقیناً تمہارا رَبّ جو اِرادہ کرلے، اس پر اچھی طرح عمل کرتا ہے۔ (١٠٧) اور جو لوگ خوش حال ہوں گے وہ جنت میں ہوں گے جس میں وہ
سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا
ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں، اِلَّا یہ کہ تمہارے رَبّ ہی کو کچھ اور منظور ہو۔ یہ ایک ایسی عطا ہوگی
مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿١٠٨﴾ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ
جو کبھی ختم ہونے میں نہیں آئے گی۔ (١٠٨) لہٰذا (اے پیغمبر!) یہ (مشرکین) جن (بتوں) کی عبادت کرتے ہیں، ان کے بارے میں
هٰۤؤُلَآءِ ؕ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَ اِنَّا
ذرا بھی شک میں نہ رہنا۔ یہ تو اسی طرح عبادت کررہے ہیں جیسے ان کے باپ دادے پہلے ہی عبادت کیا کرتے تھے، اور یقین رکھو کہ ہم ان

ہوئیں کہ بعد میں آباد نہ ہوسکیں۔

(٦٠) اس سے موجودہ زمین اور آسمان مراد نہیں ہیں، کیونکہ یہ تو قیامت کے ساتھ ختم ہوجائیں گے۔ البتہ قرآنِ کریم ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں وہاں کے حالات کے مطابق دوسرے زمین وآسمان پیدا کئے جائیں گے (دیکھئے سورۂ ابراہیم ١٤: ٤٨ اور سورۂ زُمر ٣٩: ٧٤) اور چونکہ وہ زمین وآسمان ہمیشہ رہیں گے، اس لئے آیت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ بھی دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔

(٦١) اسی قسم کا اِستثناء سورۂ اَنعام (٦: ١٢٨) میں بھی گذرا ہے۔ جیسا کہ وہاں ہم نے عرض کیا تھا، اس کی ٹھیک ٹھیک مراد تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ لیکن اس سے بظاہر ایک تو یہ حقیقت واضح فرمائی گئی ہے کہ کسی کے عذاب وثواب کا تمام تر فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے، کسی کی فرمائش یا سفارش کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ کافروں کو عذاب دینا اللہ تعالیٰ کی کوئی مجبوری نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ اگر کسی کو کفر کے باوجود عذاب سے نکالنا چاہے تو کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اُس کی مشیت کافروں کو ہمیشہ عذاب ہی میں رکھے، جیسا کہ قرآنِ کریم کی اکثر آیات سے معلوم ہوتا ہے۔

لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ ع۹

سب کو ان کا حصہ پورا پورا چکا دیں گے، جس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ (۱۰۹) اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی، تو اس میں بھی اختلاف کیا گیا

فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ

تھا۔ اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات پہلے ہی طے نہ ہو چکی ہوتی (کہ ان کو پورا عذاب آخرت میں دیا جائے گا) تو ان کا فیصلہ (یہیں

وَ اِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ

دنیا میں) ہو چکا ہوتا۔ اور یہ لوگ اس کے بارے میں (ابھی تک) سخت قسم کے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۱۱۰) اور یقین رکھو کہ سب لوگوں کا

اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ

معاملہ یہی ہے کہ تمہارا پروردگار اُن کے اعمال کا بدلہ پورا پورا دے گا۔ یقیناً وہ ان کے تمام اعمال سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۱۱۱) لہٰذا (اے پیغمبر!)

تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَ لَا تَرْكَنُوْۤا

جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے، اُس کے مطابق تم بھی سیدھے راستے پر ثابت قدم رہو، اور وہ لوگ بھی جو توبہ کرکے تمہارے ساتھ ہیں، اور حد سے

اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

آگے نہ نکلو۔ یقین رکھو کہ جو عمل بھی تم کرتے ہو، وہ اُسے پوری طرح دیکھتا ہے (۱۱۲) اور (مسلمانو!) ان ظالم لوگوں کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا، کبھی

اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا

دوزخ کی آگ تمہیں بھی آ پکڑے، اور تمہیں اللہ کو چھوڑ کر کسی قسم کے دوست میسر نہ آئیں، پھر تمہاری کوئی مدد بھی نہ کرے۔ (۱۱۳) اور (اے پیغمبر!)

مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى

دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کرو۔ (۶۲) یقیناً نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ (۶۳) یہ ایک نصیحت ہے اُن لوگوں کے لئے

لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ اصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوْ لَا

جو نصیحت مانیں۔ (۱۱۴) اور صبر سے کام لو، اس لئے کہ اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (۱۱۵) تم سے پہلے جو اُمتیں گذری ہیں، بھلا اُن

---

(۶۲) دن کے دونوں سروں سے مراد فجر اور عصر کی نمازیں ہیں، اور بعض مفسرین نے ان سے فجر اور مغرب کی نمازیں مراد لی ہیں۔ اور رات کے حصوں کی نماز سے مراد مغرب، عشاء اور تہجد کی نمازیں ہیں۔

(۶۳) برائیوں سے یہاں مراد صغیرہ گناہ ہیں۔ قرآن وسنت کے بہت سے دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ انسان سے جو صغیرہ گناہ سرزد ہوتے ہیں، ان کا کفارہ ان نیک کاموں سے ہوتا رہتا ہے جو انسان اُن کے بعد کرتا ہے۔ چنانچہ وضو، نماز اور دوسرے تمام کاموں کی خاصیت یہ ہے کہ وہ انسان کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو مٹاتے رہتے ہیں۔ سورۂ نساء (۴:۳۱) میں یہ مضمون گذر چکا ہے کہ: ''اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرو جن سے تمہیں روکا گیا ہے تو تمہاری چھوٹی بُرائیوں کا ہم خود کفارہ کردیں گے۔''

كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي
میں ایسے لوگ کیوں نہ ہوئے جن کے پاس اتنی بچی کچی سمجھ تو ہوتی کہ وہ لوگوں کو زمین میں فساد مچانے سے روکتے؟ ہاں تھوڑے سے لوگ تھے
الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ
جن کو ہم نے (عذاب سے) نجات دی تھی۔ اور جو لوگ ظالم تھے، وہ جس عیش و عشرت میں تھے، اُسی کے پیچھے لگے رہے، اور جرائم کا ارتکاب
اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى
کرتے رہے۔ ﴿۱۱۶﴾ اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں ہے کہ بستیوں پر ظلم کر کے اُنہیں تباہ کر دے جبکہ اُن کے باشندے صحیح رَوِش پر چل رہے
بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً
ہوں۔ ﴿۱۱۷﴾ اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک ہی طریقے کا پیرو بنا دیتا، (مگر کسی کو زبردستی کسی دِین پر مجبور کرنا حکمت کا تقاضا نہیں ہے،
وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ
اس لئے انہیں اپنے اختیار سے مختلف طریقے اپنانے کا موقع دیا گیا ہے) اور وہ اب ہمیشہ مختلف راستوں پر ہی رہیں گے۔ ﴿۱۱۸﴾ البتہ جن پر تمہارا
خَلَقَهُمْ ۭ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ
پروردگار رحم فرمائے گا، اُن کی بات اور ہے (کہ اللہ انہیں حق پر قائم رکھے گا) اور اسی (امتحان) کے لئے اس نے ان کو پیدا کیا ہے۔(۶۴) اور تمہارے رَبّ
اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ
کی وہ بات پوری ہوگی جو اُس نے کہی تھی کہ: "میں جہنم کو جنات اور اِنسانوں دونوں سے بھر دُوں گا۔" ﴿۱۱۹﴾ اور (اے پیغمبر!) گذشتہ پیغمبروں کے
فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى
واقعات میں سے وہ سارے واقعات ہم تمہیں سنا رہے ہیں جن سے ہم تمہارے دِل کو تقویت پہنچائیں، اور ان واقعات کے ضمن میں تمہارے پاس جو بات
لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا
آئی ہے، وہ خود بھی حق ہے، اور تمام مؤمنوں کے لئے نصیحت اور یاد دہانی بھی ہے۔ ﴿۱۲۰﴾ اور جو لوگ ایمان نہیں لا رہے ہیں، اُن سے کہو کہ: "تم اپنی موجودہ
عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ
حالت پر عمل کئے جاؤ، ہم بھی (اپنے طریقے پر) عمل کر رہے ہیں۔ ﴿۱۲۱﴾ اور تم بھی (اللہ کے فیصلے کا) انتظار کرو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔" ﴿۱۲۲﴾ آسمانوں

(۶۴) یہ بات قرآنِ کریم نے بار بار واضح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو تمام انسانوں کو زبردستی ایک ہی دِین کا پابند بنا دیتا۔ لیکن اس کائنات کی تخلیق اور اِنسان کو اُس میں بھیجنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ انسان کو اچھے برے کی تمیز سکھا کر اُسے یہ موقع دیا جائے کہ وہ اپنے اختیار اور اپنی مرضی سے جو راستہ چاہے، اختیار کرے۔ اسی میں اُس کا امتحان ہے کہ وہ اپنی مرضی اور اِختیار کو ٹھیک استعمال کرتا ہے، اور اس کے نتیجے میں جنت کماتا ہے، یا اُس کا غلط استعمال کر کے دوزخ کا مستحق بن جاتا ہے۔ اس امتحان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کسی کو اُس کے اختیار کے بغیر زبردستی کسی ایک راستے پر نہیں رکھا۔

وَالۡاَرۡضِ وَاِلَيۡهِ يُرۡجَعُ الۡاَمۡرُ كُلُّهٗ فَاعۡبُدۡهُ وَتَوَكَّلۡ عَلَيۡهِ ؕ وَمَا

اور زمین میں جتنے پوشیدہ بھید ہیں، وہ سب اللہ کے علم میں ہیں، اور اُسی کی طرف سارے معاملات لوٹائے جائیں گے۔ لہٰذا (اے پیغمبر!) اُس کی عبادت

ع۱۰ رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾ ع

کرو، اور اُس پر بھروسہ رکھو۔ اور تم لوگ جو کچھ کرتے ہو، تمہارا پروردگار اُس سے بے خبر نہیں ہے۔ ﴿۱۲۳﴾

الحمدللہ! آج بتاریخ ۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۲ر جون ۲۰۰۶ء کو شبِ جمعہ میں بمقام کراچی سورۂ ہود کا ترجمہ اور اُس کے حواشی کی تکمیل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضا کے مطابق بعافیت تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔

آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

سُورَۃُ یُوۡسُفَ

تعارف

یہ سورت بھی مکہ مکرّمہ میں نازل ہوئی تھی۔ بعض روایات میں ہے کہ کچھ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کروایا تھا کہ بنو اسرائیل کے لوگ جو فلسطین کے باشندے تھے، مصر میں جا کر کیوں آباد ہوئے؟ ان لوگوں کا خیال تھا کہ آپ کے پاس چونکہ بنو اسرائیل کی تاریخ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، اس لئے آپ اس سوال کا جواب نہیں دے پائیں گے، اور اس طرح آپ کے خلاف یہ پروپیگنڈا کرنے کا موقع مل جائے گا کہ آپ (معاذ اللہ) سچے نبی نہیں ہیں۔ اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ پوری سورۂ یوسف نازل فرمادی جس میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے۔ دراصل بنو اسرائیل کے جدِ امجد حضرت یعقوب علیہ السلام تھے، انہی کا دوسرا نام "اسرائیل" بھی تھا۔ ان کے بارہ صاحبزادے تھے، انہی کی نسل سے بنو اسرائیل کے بارہ قبیلے پیدا ہوئے۔ اس سورت میں بتایا گیا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے صاحبزادوں کے ساتھ فلسطین میں مقیم تھے جن میں حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی بنیامین بھی شامل تھے۔ ان دونوں کے سوتیلے بھائیوں نے سازش کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک کنویں میں ڈال دیا، جہاں سے ایک قافلے نے انہیں اُٹھا کر مصر کے ایک سردار کے ہاتھ بیچ دیا، شروع میں وہ غلامی کی زندگی گذارتے رہے، لیکن اُس واقعے کے تحت جس کی تفصیل اس سورت میں آرہی ہے، اُس سردار کی بیوی زلیخا نے انہیں گرفتار کر کے جیل بھجوا دیا۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ مصر کے بادشاہ کے ایک خواب کی صحیح تعبیر دینے پر بادشاہ ان پر مہربان ہوا، اور انہیں نہ صرف جیل سے نکال کر باعزت بری کر دیا، بلکہ انہیں اپنا وزیرِ خزانہ مقرّر کیا، اور بعد میں حکومت کے سارے اختیارات انہی کو سونپ دیئے۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو فلسطین سے مصر بلوالیا۔ اس طرح بنو اسرائیل فلسطین سے مصر منتقل ہو گئے۔

سورۂ یوسف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کا پورا واقعہ ایک ہی تسلسل میں تفصیل

کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اور تقریباً پوری سورت اسی کے لئے وقف ہے۔ اور یہ واقعہ کسی اور سورت میں نہیں آیا۔ اس واقعے کو اتنی تفصیل کے ساتھ بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے ان کافروں پر ایک حجت قائم فرمادی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا انکار کرتے تھے۔ یہ بات ان پر بھی واضح تھی کہ اس واقعے کا علم ہونے کا آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں تھا، لہٰذا یہ تفصیل آپ کو وحی کے علاوہ کسی اور طریقے سے حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔ اس کے علاوہ مکہ مکرّمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابۂ کرام کو کفارِ مکہ کی طرف سے جن تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، اُن کے پیشِ نظر اس واقعے میں آپ کے لئے تسلی کا بھی بڑا سامان تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائیوں کی سازش کے نتیجے میں بڑے سخت حالات سے گذرے، لیکن آخر کار اللہ تعالیٰ نے اُنہی کو عزت، شوکت اور سر بلندی عطا فرمائی، اور جن لوگوں نے انہیں تکلیفوں کا نشانہ بنایا تھا، اُن سب کو اُن کے آگے جھکنا پڑا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اگرچہ مکہ مکرّمہ میں تکلیفیں اُٹھانی پڑ رہی ہیں، لیکن آخر کار یہ سازشی لوگ آپ ہی کے سامنے جھکیں گے، اور حق غالب ہو کر رہے گا۔ اس کے علاوہ بھی اس واقعے میں مسلمانوں کے لئے بہت سے سبق ہیں، اور شاید اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو بہترین قصہ قرار دیا ہے۔

اٰیَاتُهَا ١١١ ١٢ سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ ٥٣ رکوعاتها ١٢

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿١﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ
الٓرٰ۔ یہ اُس کتاب کی آیتیں ہیں جو حق واضح کرنے والی ہے ﴿١﴾ ہم نے اس کو ایسا قرآن بنا کر اُتارا ہے جو عربی زبان میں ہے، تاکہ تم سمجھ
تَعْقِلُوْنَ ﴿٢﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا
سکو۔ ﴿٢﴾ (اے پیغمبر!) ہم نے یہ قرآن جو تم پر وحی کر کے بھیجا ہے، اُس کے ذریعے ہم تمہیں ایک بہترین واقعہ سناتے ہیں، جبکہ تم اس
الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿٣﴾ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ
سے پہلے اس (واقعے) سے بالکل بے خبر تھے۔ ﴿٣﴾ (یہ اُس وقت کی بات ہے) جب یوسف نے اپنے والد (یعقوب علیہ السلام) سے کہا تھا
يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ
کہ: "اَبّا جان! میں نے (خواب میں) گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ یہ سب مجھے سجدہ کر رہے
سٰجِدِيْنَ ﴿٤﴾ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ
ہیں۔" ﴿٤﴾ اُنہوں نے کہا: "بیٹا! اپنا یہ خواب اپنے بھائیوں کو نہ بتانا، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے لئے کوئی سازش تیار کریں،
كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٥﴾ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ
کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دُشمن ہے۔[1] ﴿٥﴾ اور اسی طرح تمہارا پروردگار تمہیں (نبوّت کے لئے) منتخب کرے گا،[2] اور تمہیں تمام باتوں کا صحیح مطلب نکالنا
وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ
سکھائے گا (جس میں خوابوں کی تعبیر کا علم بھی داخل ہے،) اور تم پر اور یعقوب کی اولاد پر اپنی نعمت اُسی طرح پوری کرے گا جیسے اُس نے اِس سے پہلے

---

(١) حضرت یعقوب علیہ السلام کو معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام نے جو خواب دیکھا ہے، اُس کی تعبیر یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام کو اتنا اُونچا مقام ملنے والا ہے کہ ان کے گیارہ بھائی اور ماں باپ کسی وقت اُن کے مطیع اور فرماں بردار ہو جائیں گے۔ دوسری طرف صورتِ حال یہ تھی کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے کل بارہ بیٹے تھے۔ ان میں سے دو بیٹے یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اور بنیامین ایک والدہ سے تھے، اور باقی صاحب زادے ان کی دوسری اہلیہ سے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو اندیشہ ہوا کہ دوسرے سوتیلے بھائیوں کو اس خواب کی وجہ سے حسد نہ ہو، اور شیطان کے بہکائے میں آکر وہ یوسف علیہ السلام کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر بیٹھیں۔

(٢) یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس خواب کے ذریعے یہ بشارت دی ہے کہ سب تمہارے فرماں بردار بنیں گے، اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہیں نبوّت سے سرفراز کر کے تمہیں بہت سی مزید نعمتوں سے نوازے گا۔

كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ

تمہارے دو باپ دادوں ابراہیم اور اسحاق پر پوری کی تھی۔ یقیناً تمہارا پروردگار علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔" (٦) حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ (تم

حَكِيْمٌ (٦) ۧ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ (٧) ع

سے یہ واقعہ) پوچھ رہے ہیں، اُن کے لئے یوسف اور اُن کے بھائیوں (کے حالات) میں بڑی نشانیاں ہیں۔[۳] (٧) (یہ اُس وقت کا واقعہ ہے) جب یوسف

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ

کے ان (سوتیلے) بھائیوں نے (آپس میں) کہا تھا کہ: "یقینی طور پر ہمارے والد کو ہمارے مقابلے میں یوسف اور اُس کے (حقیقی) بھائی (بنیامین) سے

عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ (٨) ۚۖ اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ

زیادہ محبت ہے، حالانکہ ہم (اُن کے لئے) ایک مضبوط جتھہ بنے ہوئے ہیں۔[۴] ہمیں یقین ہے کہ ہمارے والد کسی کھلی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ (٨) (اب اس کا

اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَ تَكُوْنُوْا مِنْ بَعْدِهٖ قَوْمًا

حل یہ ہے کہ) یوسف کو قتل ہی کر ڈالو، یا اُسے کسی اور سرزمین میں پھینک آؤ، تاکہ تمہارے والد کی ساری توجہ خالص تمہاری طرف ہو جائے، اور یہ سب

صٰلِحِيْنَ (٩) قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ

کرنے کے بعد پھر (توبہ کر کے) نیک بن جاؤ۔"[۵] (٩) انہی میں سے ایک کہنے والے نے کہا: "یوسف کو قتل تو نہ کرو، البتہ اگر تمہیں کچھ کرنا ہی ہے تو اُسے

---

(۳) یہ بظاہر اُن کافروں کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال پوچھا تھا کہ بنو اسرائیل کس وجہ سے فلسطین چھوڑ کر مصر میں آباد ہوئے تھے؟ یعنی اگر چہ ان کے پوچھنے کا اصل مقصد تو اپنے خیال کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے بس کرنا ہے، لیکن اگر ان میں ذرا بھی عقل ہو تو اس واقعے میں ان کے لئے بہت سی عبرتیں ہیں۔ اوّل تو یہ سبق ہی کیا کم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر اس واقعے کا جاری ہونا آپ کی نبوت کی کھلی دلیل ہے۔ دوسرے حضرت یوسف علیہ السلام کے خلاف جتنی سازشیں کی گئیں، چاہے وہ اُن کے بھائیوں نے کی ہوں، یا زلیخا اور اُس کی سہیلیوں نے، آخر کار اُن ساری سازشوں کا پول کھل گیا، اور عزت اور فتح تمام تر حضرت یوسف علیہ السلام ہی کے حصے میں آئی۔

(۴) مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ عمر اور طاقت میں بھی زیادہ ہیں، اور تعداد میں بھی، چنانچہ ہم اپنے باپ کی قوتِ بازو ہیں۔ جب کبھی انہیں کسی مدد کی ضرورت پڑے، ہم ہی ان کی مدد کرنے کے لائق ہیں، اس لئے ہم سے محبت زیادہ ہونی چاہئے۔

(۵) یہ ترجمہ اس آیت کی ایک تفسیر کے مطابق ہے۔ گویا اُن کا خیال یہ تھا کہ یہ زیادہ سے زیادہ ایک گناہ ہوگا، اور ہر گناہ کی معافی توبہ سے ہوسکتی ہے، چنانچہ توبہ مانگ کر پھر ساری عمر نیکی کرتے رہنا۔ حالانکہ کسی بندے پر اگر ظلم کیا جائے تو اُس کی معافی صرف توبہ سے نہیں ہوتی، جب تک کہ وہ مظلوم معاف نہ کرے۔ اس جملے کی ایک اور تفسیر بھی ممکن ہے، اور وہ یہ کہ ان کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ہم بعد میں نیک بن جائیں گے، بلکہ ان الفاظ کا ترجمہ یہ ہے کہ: "یہ سب کرنے کے بعد تمہارے سارے کام درست ہو جائیں گے"، یعنی والد کی طرف سے کسی امتیازی سلوک کا کوئی اندیشہ نہیں رہے گا۔ قرآنِ کریم کے الفاظ میں اس معنی کی بھی گنجائش موجود ہے۔

الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا

کسی اندھے کنویں میں پھینک آؤ، تاکہ کوئی قافلہ اُسے اُٹھا کر لے جائے۔" ﴿۱۰﴾ (چنانچہ) ان بھائیوں نے (اپنے والد سے) کہا کہ: "ابا! یہ آپ کو کیا

مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَرْسِلْهُ مَعَنَا

ہوگیا ہے کہ آپ یوسف کے معاملے میں ہم پر اطمینان نہیں کرتے؟ حالانکہ اس میں کوئی شک نہ ہونا چاہئے کہ ہم اُس کے پکے خیر خواہ ہیں۔(۶) ﴿۱۱﴾ کل آپ

غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۱۲﴾ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْۤ اَنْ

اُسے ہمارے ساتھ (تفریح کے لئے) بھیج دیجئے، تاکہ وہ کھائے پیئے، اور کچھ کھیل کود لے۔ اور یقین رکھئے کہ ہم اُس کی پوری حفاظت کریں گے۔" ﴿۱۲﴾

تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ

یعقوب نے کہا: "تم اُسے لے جاؤ گے تو مجھے (اُس کی جدائی کا) غم ہوگا،(۷) اور مجھے یہ اندیشہ بھی ہے کہ کسی وقت جب تم اُس کی طرف سے غافل ہو،

غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا

تو کوئی بھیڑیا اُسے کھا جائے۔(۸)" ﴿۱۳﴾ وہ بولے: "ہم ایک مضبوط جتھے کی شکل میں ہیں، اگر پھر بھی بھیڑیا اُسے کھا جائے تو ہم تو بالکل ہی گئے

لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ

گذرے ہوئے!" ﴿۱۴﴾ پھر ہوا یہ کہ جب وہ اُن کو ساتھ لے گئے، اور انہوں نے یہ طے کر ہی رکھا تھا کہ اُنہیں ایک اندھے کنویں میں ڈال دیں گے،

الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا

(چنانچہ ڈال بھی دیا) تو ہم نے یوسف پر وحی بھیجی کہ (ایک وقت آئے گا جب) تم ان سب کو جتلاؤ گے کہ انہوں نے یہ کیا کام کیا تھا،(۹) اور اُس وقت

---

(۶) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی اس سے پہلے بھی انہیں ساتھ لے جانے کی کوشش کر چکے تھے، لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام نے منع فرمادیا تھا۔

(۷) یعنی اگر کوئی اور حادثہ بھی پیش نہ آئے تو ان کا میری نظروں سے دُور چلا جانا بھی میرے لئے باعثِ رنج ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبوب اولاد کو کسی خاص ضرورت کے بغیر جدا کرنا بھی ماں باپ کے لئے تکلیف دہ ہے۔

(۸) بعض روایات میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک خواب دیکھا تھا کہ بھیڑیئے حضرت یوسف علیہ السلام پر حملہ کررہے ہیں۔

(۹) حضرت یوسف علیہ السلام اُس وقت بچے تھے، روایات میں اُن کی عمر سات سال بتائی گئی ہے۔ اس لئے یہ وحی نبوت کی وحی نہیں تھی، بلکہ یہ اُس قسم کی وحی تھی جیسی قرآنِ کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ یا حضرت مریم کے لئے بیان فرمائی ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کسی ذریعے سے یہ بتادیا کہ گھبراؤ نہیں، ایک وقت آنے والا ہے کہ یہ لوگ تمہارے آگے جھکیں گے، اور تم انہیں ان کی ساری حرکتوں کے بارے میں اُس وقت سب کچھ جتلا دو گے جب یہ تمہیں پہچانتے بھی نہیں ہوں گے۔ چنانچہ آگے آیت: ۸۹ میں آرہا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کا حاکم بننے کے بعد انہیں جتلایا تھا۔

يَشْعُرُوْنَ ﴿١٥﴾ وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا

اُنہیں پتہ بھی نہ ہوگا (کہ تم کون ہو؟) ⑮ اور رات کو وہ سب اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے پہنچ گئے۔ ⑯ کہنے لگے: "ابا جی! یقین جانئے،

ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ

ہم دوڑنے کا مقابلہ کرنے چلے گئے تھے، اور ہم نے یوسف کو اپنے سامان کے پاس چھوڑ دیا تھا، اتنے میں ایک بھیڑیا اُسے کھا گیا۔ اور آپ ہماری

اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ الثلثة

بات کا یقین نہیں کریں گے، چاہے ہم کتنے ہی سچے ہوں۔" ⑰ اور وہ یوسف کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگا کر لے آئے۔(10) اُن کے والد نے

كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ

کہا: "(حقیقت یہ نہیں ہے) بلکہ تمہارے دلوں نے اپنی طرف سے ایک بات بنالی ہے۔ اب تو میرے لئے صبر ہی بہتر ہے۔ اور جو باتیں تم بنا رہے

الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ

ہو، اُن پر اللہ ہی کی مدد درکار ہے۔" ⑱ اور (دوسری طرف جس جگہ انہوں نے یوسف کو کنویں میں ڈالا تھا، وہاں) ایک قافلہ آیا۔ قافلے کے لوگوں

فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ

نے ایک آدمی پانی لانے کے لئے بھیجا، اور اُس نے اپنا ڈول (کنویں میں) ڈالا تو (وہاں یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر) پکار اُٹھا: "لو خوشخبری سنو! یہ تو

عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ

ایک لڑکا ہے۔"(11) اور قافلے والوں نے اُنہیں ایک تجارت کا مال سمجھ کر چھپالیا، اور جو کچھ وہ کر رہے تھے، اللہ کو اس کا پورا پورا علم تھا۔ ⑲ اور (پھر)

وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿٢٠﴾ ع وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ ع ۲ ۱۲

انہوں نے یوسف کو بہت کم قیمت میں بیچ دیا جو گنتی کے چند درہموں کی شکل میں تھی، اور اُن کو یوسف سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔(12) ⑳ اور مصر کے جس

---

(۱۰) بعض روایات میں ہے کہ انہوں نے قمیص پر خون تو لگا دیا، لیکن قمیص صحیح سالم تھا، اس پر پھٹن کے کوئی آثار نہیں تھے۔ اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ بھیڑیا بڑا مہذب تھا کہ بچے کو کھا گیا، اور قمیص جوں کی توں صحیح سالم رہی۔ خلاصہ یہ کہ ان کو یہ بات یقین سے معلوم ہوگئی کہ بھیڑیے کے کھانے کی بات محض افسانہ ہے۔ اس لئے انہوں نے فرمایا کہ یہ بات تم نے اپنی طرف سے گھڑلی ہے۔

(۱۱) روایات میں ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ ایک پتھر پر جا بیٹھے تھے۔ جب قافلے کے اس آدمی نے پانی نکالنے کے لئے ڈول کنویں میں ڈالا تو وہ اُس ڈول میں سوار ہوگئے، اُس نے ڈول کھینچا تو حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر اُس کے منہ سے بے ساختہ وہ الفاظ نکلے جو اس آیت میں بیان فرمائے گئے ہیں۔

(۱۲) قرآنِ کریم کے الفاظ سے تو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بیچنے والے قافلے ہی کے لوگ تھے، اور حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس رکھنے سے دِلچسپی نہیں تھی، بلکہ ان کو بیچ کر جو بھی قیمت ہاتھ آجائے، وہ اُسے غنیمت سمجھتے تھے، کیونکہ مفت حاصل ہورہی تھی۔ اس لئے جب کوئی خریدار ملا، انہوں نے اُسے تھوڑی سی قیمت ہی پر بیچ دیا۔ البتہ بعض روایات میں واقعے کی یہ تفصیل آئی

لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ

آدمی نے اُنہیں خریدا، اُس نے اپنی بیوی سے کہا کہ: "اس کو عزّت سے رکھنا۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے گا، یا پھر ہم اسے بیٹا

مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۫ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ

بنالیں گے۔"(۱۳) اس طرح ہم نے اُس سرزمین میں یوسف کے قدم جمائے، تاکہ اُنہیں باتوں کا صحیح مطلب نکالنا سکھائیں، اور اللہ

غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ

کو اپنے کام پر پورا قابو حاصل ہے، لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ (۲۱) اور جب یوسف اپنی بھرپور جوانی کو پہنچے تو ہم نے

اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ

اُنہیں حکمت اور علم عطا کیا، اور جو لوگ نیک کام کرتے ہیں، اُن کو ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔ (۲۲) اور جس عورت کے گھر میں

الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ

وہ رہتے تھے، اُس نے اُن کو ورغلانے کی کوشش کی(۱۴) اور سارے دروازوں کو بند کر دیا، اور کہنے لگی: "آبھی جاؤ!" یوسف نے کہا:

ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی اُنہیں کنویں میں ڈال تو گئے تھے، لیکن بڑا بھائی یہوداہ روزانہ اُن کی خبر گیری کے لئے آتا تھا، اور کچھ کھانا بھی انہیں پہنچا دیتا تھا۔ تیسرے دن جب انہیں کنویں میں نہ پایا تو تلاش کرنے سے وہ قافلے والے مل گئے۔ اس موقع پر دوسرے بھائی بھی آگئے، اور انہوں نے قافلے والوں سے کہا کہ یہ ہمارا غلام ہے جو بھاگ گیا تھا، اور اگر تم چاہو تو ہم اُسے تمہارے ہاتھ فروخت کر سکتے ہیں۔ چونکہ ان بھائیوں کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ وہ ان کے والد کی سرزمین سے دُور چلے جائیں، قیمت لینا اصل مقصد نہیں تھا، اس لئے انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قافلے والوں کے ہاتھ معمولی قیمت پر بیچ دیا۔ بائبل میں بھی یہ مذکور ہے کہ بیچنے والے اُن کے بھائی ہی تھے، اور انہوں نے قافلے والوں کے ہاتھ حضرت یوسف علیہ السلام کو فروخت کیا تھا۔

(۱۳) قرآنِ کریم کا خاص اُسلوب یہ ہے کہ وہ کسی واقعے کو بیان کرتے ہوئے غیر ضروری تفصیلات کا ذکر نہیں کرتا، بلکہ واقعے کے اہم حصوں کو بیان کرنے پر اِکتفا کرتا ہے۔ یہاں بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ جن لوگوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فلسطین کے جنگل سے خریدا تھا، چاہے وہ خود قافلے والے ہوں، جیسا کہ اُوپر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے، یا وہ ہوں جنہوں نے قافلے والوں سے خریدا، بہر صورت وہ انہیں مصر لے گئے، اور وہاں جا کر انہیں بھاری قیمت پر فروخت کیا۔ وہاں جس شخص نے خریدا، وہ مصر کا وزیرِ خزانہ تھا جسے اُس وقت "عزیزِ مصر" کہتے تھے۔ اُس نے اپنی بیوی کو تاکید کی کہ ان کا خاص خیال رکھیں۔ بیوی کا نام روایات میں "زلیخا" بتایا گیا ہے۔

(۱۴) یہ وہی عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا تھی جس کا ذکر پچھلے حاشیہ میں گذرا ہے۔ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے غیر معمولی مردانہ حسن پر اتنی فریفتہ ہوئی کہ اُنہیں گناہ کی دعوت دے بیٹھی۔ قرآنِ کریم نے اُس کا نام لینے کے بجائے یہ فرمایا ہے کہ "جس کے گھر میں وہ رہتے تھے" اس میں اشارہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے اُس کی فرمائش سے انکار اور بھی زیادہ مشکل تھا، کیونکہ وہ اُسی کے گھر میں قیام پذیر تھے، اور وہ اُن پر ایک طرح سے حاکمہ کا درجہ رکھتی تھی۔

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۳

''اللہ کی پناہ! وہ میرا آقا ہے، اُس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے۔(۱۵) سچی بات یہ ہے کہ جو لوگ ظلم کرتے ہیں، انہیں فلاح حاصل نہیں ہوتی۔'' (۲۳)

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ

اُس عورت نے تو واضح طور پر یوسف (کے ساتھ برائی) کا ارادہ کرلیا تھا، اور یوسف کے دِل میں بھی اُس عورت کا خیال آچلا تھا، اگر وہ اپنے رَبّ کی

لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ۝۲۴ وَ

دلیل کو نہ دیکھ لیتے۔(۱۶) ہم نے ایسا اس لئے کیا تا کہ اُن سے برائی اور بے حیائی کا رُخ پھیر دیں۔ بیشک وہ ہمارے منتخب بندوں میں سے تھے۔ (۲۴) اور

اسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِیْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَیَا سَیِّدَهَا لَدَا

دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف دوڑے، اور (اس کشمکش میں) اُس عورت نے اُن کی قمیص کو پیچھے کی طرف سے پھاڑ ڈالا۔(۱۷) اتنے میں

---

(۱۵) یہاں ''آقا'' سے مراد اللہ تعالیٰ بھی ہوسکتے ہیں، اور وہ عزیزِ مصر بھی ہوسکتا ہے جس نے اُنہیں اپنے گھر میں عزّت سے رکھا ہوا تھا، اور مطلب یہ ہوگا کہ تم میرے آقا کی بیوی ہو، اور میں تمہاری بات مان کر اُس کے ساتھ خیانت کیسے کرسکتا ہوں؟

(۱۶) اس آیت کی تفسیر دو طریقے سے ممکن ہے۔ ایک یہ کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام اپنے رَبّ کی طرف سے ایک دلیل نہ دیکھ لیتے تو اُن کے دِل میں بھی اُس عورت کی طرف جھکاؤ پیدا ہوجاتا، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنہیں ایک دلیل نظر آگئی (جس کی تفصیل آگے آرہی ہے)، اس لئے اُن کے دِل میں اُس عورت کے بارے میں کوئی بُرا خیال تک نہیں آیا۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شروع میں اُن کے دِل میں بھی تھوڑا سا میلان پیدا ہوا تھا جو ایک بشری تقاضا ہے، مگر بقول حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، اس کی بہترین مثال ایسی ہے جیسے پیاس کی حالت میں روزہ دار کو ٹھنڈا پانی دیکھ کر طبعی طور پر اُس کی طرف میلان پیدا ہوتا ہے، لیکن روزہ توڑنے کا بالکل ارادہ نہیں ہوتا، اسی طرح غیر اِختیاری طور پر حضرت یوسف علیہ السلام کے دِل میں بھی میلان پیدا ہوا، اور اگر وہ اپنے رَبّ کی دلیل نہ دیکھ لیتے تو یہ میلان آگے بھی بڑھ سکتا تھا، لیکن اپنے رَبّ کی دلیل دیکھنے کے بعد وہ غیر اِختیاری جھکاؤ سے آگے نہیں بڑھا۔ زیادہ تر مفسرین نے اس دوسری تفسیر کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ اوّل تو یہ عربی زبان کے قواعد کے لحاظ سے زیادہ بہتر ہے، دوسرے اس سے حضرت یوسف علیہ السلام کے مقامِ بلند کا مزید اندازہ ہوتا ہے۔ اگر ان کے دِل میں یہ غیر اِختیاری خیال بھی پیدا نہ ہوتا تو گناہ سے بچنا اتنا مشکل نہیں تھا، لیکن اس جھکاؤ کے باوجود اپنے آپ کو بچانا زبردست اُولوالعزمی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اور قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دِل کے تقاضے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنے آپ پر قابو رکھنا اور گناہ سے بچنا بڑے اُجر وثواب کا کام ہے۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ وہ دلیل کیا تھی جسے اللہ تعالیٰ نے ''اپنے رَبّ کی دلیل'' سے تعبیر فرمایا ہے؟ اس سوال کا واضح اور بے غبار جواب یہ ہے کہ اس سے مراد اس عمل کے گناہ ہونے کی دلیل ہے جس کی طرف انہوں نے دھیان رکھا، اور گناہ سے محفوظ رہے۔ بعض روایات میں اس کی یہ تفسیر بھی آئی ہے کہ اُس وقت اُن کو اپنے والد ماجد حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت دِکھادی گئی تھی۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۱۷) حضرت یوسف علیہ السلام اُس عورت سے رُخ موڑ کر دروازے کی طرف بھاگ رہے تھے، عورت نے پیچھے سے اُنہیں

الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ
دونوں نے اُس عورت کے شوہر کو دروازے پر کھڑا پایا۔ اُس عورت نے فوراً (بات بنانے کے لئے اپنے شوہر سے) کہا کہ: "جو کوئی تمہاری بیوی
اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ
کے ساتھ بُرائی کا ارادہ کرے، اُس کی سزا اس کے سوا اور کیا ہے کہ اُسے قید کر دیا جائے، یا کوئی اور دردناک سزا دی جائے؟" ﴿۲۵﴾ یوسف نے
مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَ هُوَ مِنَ
کہا: "یہ خود تھیں جو مجھے ورغلا رہی تھیں۔" اور اُس عورت کے خاندان ہی میں سے ایک گواہی دینے والے نے یہ گواہی دی کہ: "اگر یوسف کی قمیص
الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ
سامنے کی طرف سے پھٹی ہو تو عورت سچ کہتی ہے، اور وہ جھوٹے ہیں۔ ﴿۲۶﴾ اور اگر ان کی قمیص پیچھے کی طرف سے پھٹی ہے تو عورت جھوٹ بولتی
الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ
ہے، اور یہ سچے ہیں (۱۸)۔" ﴿۲۷﴾ پھر جب شوہر نے دیکھا کہ ان کی قمیص پیچھے سے پھٹی ہے تو اُس نے کہا کہ: "یہ تم عورتوں کی مکاری ہے،
اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۜ وَ اسْتَغْفِرِيْ
واقعی تم عورتوں کی مکاری بڑی سخت ہے۔ ﴿۲۸﴾ یوسف! تم اس بات کا کچھ خیال نہ کرو، اور اے عورت! تو اپنے گناہ کی معافی مانگ،
لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ ع وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ ۳ ع ۹ ۱۲
یقینی طور پر تو ہی خطاکار تھی (۱۹)۔" ﴿۲۹﴾ اور شہر میں کچھ عورتیں یہ باتیں کرنے لگیں کہ: "عزیز کی بیوی اپنے نوجوان

کھینچنا چاہا، اس سے قمیص پیچھے سے پھٹ گئی۔

(۱۸) اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی عزیزِ مصر پر واضح کرنے کے لئے یہ انتظام فرمایا کہ خود زلیخا کے خاندان کے ایک شخص نے سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کرنے کے لئے ایک ایسی علامت بتائی جس کی معقولیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اُس کا کہنا یہ تھا کہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص سامنے کی طرف سے پھٹی ہو تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ وہ عورت کی طرف بڑھنا چاہتے تھے، عورت نے اپنے بچاؤ کے لئے ہاتھ بڑھایا، اور اس کشمکش میں اُن کی قمیص پھٹ گئی، لیکن اگر وہ پیچھے کی طرف سے پھٹی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آگے بھاگ رہے تھے، زلیخا اُن کا پیچھا کر کے اُنہیں روکنا چاہتی تھی، اور اُنہیں اپنی طرف کھینچنے کی وجہ سے قمیص پھٹ گئی۔ اوّل تو یہ بات ہی نہایت معقول تھی، دوسرے بعض مستند احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گواہی زلیخا کے خاندان کے ایک چھوٹے سے بچے نے دی تھی جو ابھی بولنے کے قابل نہیں تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے اُسے بولنے کی طاقت اسی طرح عطا فرما دی تھی جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عطا فرمائی تھی۔ غرض اس ناقابلِ انکار ثبوت کے بعد عزیزِ مصر کو یقین ہوگیا کہ سارا قصور اُس کی بیوی کا ہے، اور حضرت یوسف علیہ السلام بالکل بے گناہ ہیں۔

(۱۹) عزیزِ مصر کو یقین ہوگیا تھا کہ شرارت اُس کی بیوی ہی کی تھی، لیکن شاید بدنامی کے خوف سے اُس نے بات کو پوشیدہ رکھا۔

امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا

غلام کو ورغلا رہی ہے۔ اس نوجوان کی محبت نے اُسے فریفتہ کرلیا ہے۔ ہمارے خیال میں تو یقینی طور پر وہ کھلی گمراہی

لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَ

میں مبتلا ہے۔" (۳۰) چنانچہ جب اُس (عزیز کی بیوی) نے ان عورتوں کے مکر کی یہ بات (۲۰) سُنی تو اُس نے پیغام بھیج کر انہیں (اپنے گھر) بلوالیا،

اَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ

اور اُن کے لئے ایک تکیوں والی نشست تیار کی، اور اُن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چاقو دے دیا، (۲۱) اور (یوسف سے) کہا کہ: "ذرا باہر نکل

عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا

کر ان کے سامنے آجاؤ۔" اب جوان عورتوں نے یوسف کو دیکھا تو انہیں حیرت انگیز (حد تک حسین) پایا، اور (اُن کے حسن سے مبہوت ہوکر) اپنے

هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ

ہاتھ کاٹ ڈالے، اور بول اُٹھیں کہ: "حاشاللہ! یہ شخص کوئی انسان نہیں ہے، ایک قابلِ تکریم فرشتے کے سوا یہ کچھ اور نہیں ہوسکتا۔" (۳۱) عزیز کی بیوی

لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ

نے کہا: "اب دیکھو! یہ ہے وہ شخص جس کے بارے میں تم نے مجھے طعنے دیئے تھے! یہ بات واقعی سچ ہے کہ میں نے اپنا مطلب نکالنے کے لئے اس پر

يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ

ڈورے ڈالے، مگر یہ بچ نکلا۔ اور اگر یہ میرے کہنے پر عمل نہیں کرے گا تو اسے قید ضرور کیا جائے گا، اور یہ ذلیل ہوکر رہے گا۔" (۳۲) یوسف نے دُعا کی

اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ اَصْبُ

کہ: "یارَبّ! یہ عورتیں مجھے جس کام کی دعوت دے رہی ہیں، اُس کے مقابلے میں قید خانہ مجھے زیادہ پسند ہے۔ (۲۲) اور اگر تو نے مجھے ان کی چالوں سے

(۲۰) ان عورتوں کی اس بات کو "مکر" شاید اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ کسی خیر خواہی کی وجہ سے یہ باتیں نہیں بنا رہی تھیں، بلکہ محض زلیخا کو بدنام کرنا مقصود تھا، اور کچھ بعید نہیں کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کی شہرت سن کر یہ باتیں اسی لئے کی ہوں کہ زلیخا اُن کو بھی دیدار کا موقع فراہم کردے۔

(۲۱) ان کی مہمان نوازی کے لئے پھل دسترخوان پر رکھے گئے تھے، اور چاقو انہیں کاٹنے کے لئے دیا گیا تھا، لیکن شاید زلیخا کو یہ اندازہ تھا کہ جب یہ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھیں گی تو یہ چاقو بے خودی کی حالت میں خود ان کے ہاتھوں پر چل جائے گا۔ چنانچہ آگے بیان فرمایا گیا ہے کہ واقعی جب انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے حسن و جمال میں ایسی محو ہوئیں کہ بے خیالی میں چاقو ان کے ہاتھوں پر چل گیا۔

(۲۲) بعض روایات میں ہے کہ ان عورتوں نے جو پہلے زلیخا کو ملامت کر رہی تھیں، حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کے بعد اُلٹی حضرت یوسف علیہ السلام کو نصیحت کرنی شروع کردی کہ تمہیں اپنی مالکہ کا کہنا ماننا چاہئے، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان عورتوں میں سے بھی کچھ نے انہیں تنہائی میں نصیحت کے بہانے بلا کر گناہ کی دعوت دینی شروع کی۔ اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی دُعا میں صرف زلیخا کا نہیں، بلکہ تمام عورتوں کا ذکر فرمایا۔

اِلَيۡهِنَّ وَ اَكُنۡ مِّنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۳۳﴾ فَاسۡتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنۡهُ

محفوظ نہ کیا تو میرا دل بھی ان کی طرف کھنچنے لگے گا، اور جو لوگ جہالت کے کام کرتے ہیں، اُن میں میں بھی شامل ہو جاؤں گا۔" ﴿۳۳﴾ چنانچہ یوسف

كَيۡدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا رَاَوُا

کے رَبّ نے ان کی دُعا قبول کی، اور ان عورتوں کی چالوں سے اُنہیں محفوظ رکھا۔ بیشک وہی ہے جو ہر بات سننے والا، ہر چیز جاننے والا ہے۔ ﴿۳۴﴾ پھر

ع الۡاٰيٰتِ لَيَسۡجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيۡنٍ ﴿۳۵﴾ وَ دَخَلَ مَعَهُ السِّجۡنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ

ان لوگوں نے (یوسف کی پاکدامنی کی) بہت سی نشانیاں دیکھ لینے کے بعد بھی مناسب یہی سمجھا کہ اُنہیں ایک مدت تک قید خانے بھیج دیں۔(۲۳) ﴿۳۵﴾ اور

اَحَدُهُمَاۤ اِنِّىۡۤ اَرٰىنِىۡۤ اَعۡصِرُ خَمۡرًا ۚ وَ قَالَ الۡاٰخَرُ اِنِّىۡۤ اَرٰىنِىۡۤ اَحۡمِلُ

یوسف کے ساتھ دو اور نوجوان قید خانے میں داخل ہوئے۔(۲۴) اُن میں سے ایک نے (ایک دن یوسف سے) کہا کہ: "میں (خواب میں) اپنے آپ کو

فَوۡقَ رَاۡسِىۡ خُبۡزًا تَاۡكُلُ الطَّيۡرُ مِنۡهُ ؕ نَبِّئۡنَا بِتَاۡوِيۡلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰٮكَ

دیکھتا ہوں کہ میں شراب نچوڑ رہا ہوں" اور دوسرے نے کہا کہ: "میں (خواب میں) یوں دیکھتا ہوں کہ میں نے اپنے سر پر روٹی اُٹھائی ہوئی ہے،

مِنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا يَاۡتِيۡكُمَا طَعَامٌ تُرۡزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاۡتُكُمَا

(اور) پرندے اُس میں سے کھا رہے ہیں۔ ذرا ہمیں اس کی تعبیر بتاؤ، ہمیں تم نیک آدمی نظر آتے ہو۔" ﴿۳۶﴾ یوسف نے کہا: "جو کھانا تمہیں

بِتَاۡوِيۡلِهٖ قَبۡلَ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِىۡ رَبِّىۡ ؕ اِنِّىۡ تَرَكۡتُ

(قید خانے میں) دیا جاتا ہے، وہ ابھی آنے نہیں پائے گا کہ میں تمہیں اس کی حقیقت بتادوں گا۔(۲۵) یہ اُس علم کا ایک حصہ ہے جو میرے پروردگار نے مجھے

---

(۲۳) یعنی اگرچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی اور پارسائی کے بہت سے دلائل ان لوگوں کے سامنے آچکے تھے، لیکن عزیزِ مصر نے اپنی بیوی کو بدنامی سے بچانے اور اس واقعے کا چرچا ختم کرنے کے لئے مناسب یہ سمجھا کہ کچھ عرصے تک انہیں قید خانے ہی میں بند رکھا جائے۔

(۲۴) روایات میں ہے کہ ان دونوں میں سے ایک بادشاہ کو شراب پلایا کرتا تھا، اور دوسرا اُس کا باورچی تھا، اور ان پر اِلزام یہ تھا کہ انہوں نے بادشاہ کو زہر دینے کی کوشش کی ہے۔ اس اِلزام میں ان پر مقدمہ چل رہا تھا جس کی وجہ سے انہیں قید خانے میں بھیجا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کی ملاقات ہوئی، اور انہوں نے اپنے اپنے خوابوں کی تعبیر ان سے پوچھی۔

(۲۵) اس کا مطلب بعض مفسرین نے تو یہ بتایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں اطمینان دِلایا کہ میں تمہارے ان خوابوں کی تعبیر ابھی تھوڑی دیر میں بتادوں گا، اور جو کھانا تمہیں جیل سے ملنے والا ہے، اس کے تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی بتادوں گا۔ اور بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا علم عطا فرمایا ہے کہ جو کھانا تمہیں جیل سے ملنے والا ہو، اس کے آنے سے پہلے ہی میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ اس مرتبہ کونسا کھانا تمہیں دیا جائے گا۔ یعنی اللہ تعالیٰ مجھے بہت سی باتیں وحی کے ذریعے بتادیتے ہیں۔ یہ بات آپ نے اس لئے ارشاد فرمائی کہ آپ ان دونوں کو توحید کی دعوت دینا چاہتے تھے۔ اور ان کو آپ کے اس علم کا پتہ چلنے سے اس بات کی اُمید تھی کہ وہ آپ کی بات کو غور سے سنیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ

مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۳۷ وَاتَّبَعْتُ

عطا فرمایا ہے۔ (مگر اس سے پہلے میری ایک بات سنو۔) بات یہ ہے کہ میں نے اُن لوگوں کا دِین چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو

مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ

آخرت کے منکر ہیں۔(۲۶) (۳۷) اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کے دِین کی پیروی کی ہے۔

بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

ہمیں یہ حق نہیں ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک ٹھہرائیں۔ یہ (توحید کا عقیدہ) ہم پر اور تمام لوگوں پر اللہ کے فضل کا حصہ ہے، لیکن اکثر

النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۳۸ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ

لوگ (اس نعمت کا) شکر ادا نہیں کرتے۔ (۳۸) اے قیدخانے کے ساتھیو! کیا بہت سے متفرق رَبّ بہتر ہیں، یا وہ

اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۳۹ؕ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ

ایک اللہ جس کا اِقتدار سب پر چھایا ہوا ہے؟ (۳۹) اُس کے سوا جس جس کی تم عبادت کرتے ہو، اُن کی حقیقت چند ناموں سے

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ

زیادہ نہیں ہے جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں۔ اللہ نے اُن کے حق میں کوئی دلیل نہیں اُتاری۔ حاکمیت اللہ کے سوا

اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ

کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اُسی نے یہ حکم دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا سیدھا دِین ہے، لیکن اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۰ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا

نہیں جانتے۔ (۴۰) اے قیدخانے کے ساتھیو! (اب اپنے خوابوں کی تعبیر سنو) تم میں سے ایک کا معاملہ تو یہ ہے کہ وہ (قید سے آزاد

الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ

ہوکر) اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔ رہا دوسرا، تو اُسے سولی دی جائے گی، جس کے نتیجے میں پرندے اُس کے سر کو (نوچ کر) کھائیں گے۔ جس

فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۝۴۱ؕ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ

معاملے میں تم پوچھ رہے تھے، اُس کا فیصلہ (اسی طرح) ہو چکا ہے۔" (۴۱) اور ان دونوں میں سے جس کے بارے میں اُن کا گمان تھا کہ وہ رہا

کسی کو دِین کی کوئی بات بتانی ہو تو اُس کے دِل میں اپنا اعتماد پیدا کرنے کے لئے اگر کوئی شخص اپنے علم کا اظہار کردے، اور محض بڑائی جتانا مقصود نہ ہو تو ایسا اظہار کرنا جائز ہے۔

(۲۶) حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ یہ دونوں قیدی ان پر خواب کی تعبیر کے بارے میں بھروسہ کر رہے ہیں، اور انہیں نیک بھی سمجھتے ہیں تو خواب کی تعبیر بتانے سے پہلے ان کو دِینِ حق کی دعوت دینا مناسب سمجھا، بالخصوص اس وجہ سے بھی کہ ان میں سے ایک کے خواب کی تعبیر یہ تھی کہ اُسے سولی دی جائے گی، اور اس طرح اُس کی زندگی کی مہلت ختم ہونے والی ہے، اس لئے آپ نے چاہا کہ مرنے سے پہلے وہ ایمان لے آئے، تاکہ اس کی آخرت سنور جائے۔ یہی پیغمبرانہ اُسلوب ہے کہ وہ

رَبِّكَ فَاَنْسٰهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ

ہو جائے گا، اُس سے یوسف نے کہا کہ: "اپنے آقا سے میرا بھی تذکرہ کر دینا (۲۷)۔" پھر ہوا یہ کہ شیطان نے اُس کو یہ بات بھلا دی کہ وہ اپنے آقا سے

سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ ع ۵ ۱۵

یوسف کا تذکرہ کرتا۔ چنانچہ وہ کئی برس قید خانے میں رہے۔ (۴۲) اور (چند سال بعد مصر کے) بادشاہ نے (اپنے درباریوں سے) کہا کہ: "میں (خواب

سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۭ يٰٓاَيُّهَا

میں) کیا دیکھتا ہوں کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنہیں سات دُبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں، نیز سات خوشے ہرے بھرے ہیں، اور سات اور ہیں جو

الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْٓا

سوکھے ہوئے ہیں۔ اے درباریو! اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کا مطلب بتاؤ۔" (۴۳) انہوں نے کہا کہ: "یہ پریشان قسم کے

اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ

خیالات (معلوم ہوتے) ہیں، اور ہم خوابوں کی تعبیر کے علم سے واقف (بھی) نہیں (۲۸)۔" (۴۴) اور ان دو قیدیوں میں سے جو رہا ہو گیا تھا، اور اُسے ایک

الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ

لمبے عرصے کے بعد (یوسف کی) بات یاد آئی تھی، اُس نے کہا کہ: "میں آپ کو اس خواب کی تعبیر بتائے دیتا ہوں، بس مجھے (یوسف کے پاس

فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ

قید خانے میں) بھیج دیجئے (۲۹)۔" (۴۵) (چنانچہ اُس نے قید خانے میں پہنچ کر یوسف سے کہا:) "یوسف! اے وہ شخص جس کی ہر بات سچی ہوتی ہے! تم ہمیں

جب کوئی مناسب موقع دیکھتے ہیں، اپنی دعوت پیش کرنے سے نہیں چوکتے۔

(۲۷) آقا سے مراد بادشاہ ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے جس قیدی کے بارے میں یہ فرمایا تھا کہ وہ چھوٹ جائے گا، اور واپس جا کر حسبِ معمول اپنے آقا کو شراب پلائے گا، اُس سے آپ نے یہ بات فرمائی کہ تم اپنے آقا یعنی بادشاہ سے میرا تذکرہ کرنا کہ ایک شخص بے گناہ جیل میں پڑا ہوا ہے۔ اُس کے معاملے پر آپ کو توجہ کرنی چاہئے۔ مگر جیسا کہ آگے بیان فرمایا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ شخص بادشاہ سے یہ بات کہنا بھول گیا جس کی وجہ سے انہیں کئی سال اور جیل میں رہنا پڑا۔

(۲۸) بادشاہ نے جو خواب دیکھا تھا، وہ اُس کی تعبیر جاننا چاہتا تھا، مگر دربار کے لوگوں نے پہلے تو یہ کہا کہ یہ کوئی بامعنی خواب معلوم نہیں ہوتا، پریشان قسم کے خیالات بعض اوقات ایسے خوابوں کا رُوپ دھار لیتے ہیں۔ پھر یہ بھی کہا کہ اگر یہ واقعی کوئی بامعنی خواب ہے، تب بھی ہم اس کی تعبیر بتانے سے قاصر ہیں، کیونکہ ہم اس علم سے واقف نہیں ہیں۔

(۲۹) یہ وہی قیدی تھا جس کو حضرت یوسف علیہ السلام نے اُس کے خواب کی یہ تعبیر دی تھی کہ اُسے جیل سے رہائی مل جائے گی، اور جب وہ رہا ہوا تھا تو اُس سے کہا تھا کہ اپنے آقا سے میرا بھی تذکرہ کر دینا، مگر وہ اُن کا ذکر کرنا بھول گیا تھا۔ اب جو بادشاہ نے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تو اُسے یاد آیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خوابوں کی تعبیر کا خاص علم عطا فرمایا ہے، اور وہ اس خواب کی صحیح تعبیر بتا سکتے ہیں۔ اس لئے اُس نے بادشاہ کو بتایا کہ قید خانے میں ایک شخص ہے جو خواب کی بہترین تعبیر بتاتا

سِمَانٍ يَّاۡكُلُهُنَّ سَبۡعٌ عِجَافٌ وَّ سَبۡعِ سُنۡۢبُلٰتٍ خُضۡرٍ وَّ اُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ

اس (خواب) کا مطلب بتاؤ کہ سات موٹی تازی گائیں ہیں جنہیں سات دُبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں، اور سات خوشے ہرے بھرے ہیں، اور دوسرے

لَّعَلِّيۡۤ اَرۡجِعُ اِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزۡرَعُوۡنَ سَبۡعَ

سات اور ہیں جو سوکھے ہوئے ہیں۔ شاید میں لوگوں کے پاس واپس جاؤں (اور انہیں خواب کی تعبیر بتاؤں) تاکہ وہ بھی حقیقت جان لیں[۳۰]۔" ﴿۴۶﴾ یوسف

سِنِيۡنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدۡتُّمۡ فَذَرُوۡهُ فِىۡ سُنۡۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّمَّا

نے کہا: "تم سات سال تک مسلسل غلہ زمین میں اُگاؤ گے۔ اس دوران جو فصل کاٹو، اُس کو اُس کی بالیوں ہی میں رہنے دینا، البتہ تھوڑا سا غلہ جو

تَاۡكُلُوۡنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ سَبۡعٌ شِدَادٌ يَّاۡكُلۡنَ مَا قَدَّمۡتُمۡ

تمہارے کھانے کے کام آئے، (وہ نکال لیا کرو۔) ﴿۴۷﴾ پھر اس کے بعد تم پر سات سال ایسے آئیں گے جو بڑے سخت ہوں گے، اور جو کچھ ذخیرہ

لَهُنَّ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّمَّا تُحۡصِنُوۡنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ يَاۡتِىۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيۡهِ

تم نے ان سالوں کے واسطے جمع کر رکھا ہوگا، اُس کو کھا جائیں گے، ہاں البتہ تھوڑا سا حصہ جو تم محفوظ کر سکو گے، (صرف وہ بچ جائے گا) ﴿۴۸﴾ پھر

يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيۡهِ يَعۡصِرُوۡنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالَ الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِىۡ بِهٖ ۚ

اُس کے بعد ایک سال ایسا آئے گا جس میں لوگوں پر خوب بارش ہوگی، اور وہ اس میں (انگور کا شیرہ) نچوڑیں گے[۳۱]۔" ﴿۴۹﴾ اور بادشاہ نے کہا کہ:

ہے، آپ مجھے اُس کے پاس بھیج دیجئے۔ قرآنِ کریم چونکہ قصہ گوئی کی کتاب نہیں ہے، بلکہ ہر قصے سے اُس کا کوئی مقصد وابستہ ہوتا ہے، اس لئے اس کا یہ خاص اُسلوب ہے کہ جو باتیں سننے والا خود اپنی سمجھ سے نکال سکتا ہے، اُن کی تفصیل بیان نہیں کرتا۔ چنانچہ یہاں بھی صریح لفظوں میں یہ فرمانے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ اُس کے بعد بادشاہ نے اُس کو قید خانے میں بھیجا، اور وہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے اُس کی ملاقات ہوئی، اور اُس نے اُن سے کہا، بلکہ براہِ راست بات یہاں سے شروع فرمادی کہ: "یوسف! اے وہ شخص جس کی ہر بات سچی ہوتی ہے..."۔

(۳۰) حقیقت جان لینے کا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ خواب کی صحیح تعبیر سمجھ لیں، اور یہ بھی کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں حقیقتِ حال سے واقف ہو جائیں کہ ایک ایسا نیک اور راست باز انسان بے گناہ قید میں پڑا ہوا ہے۔

(۳۱) حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی جو تعبیر دی، اُس کا خلاصہ یہ تھا کہ آئندہ سات سال تک تو موسم ٹھیک رہے گا جس کے نتیجے میں لوگ خوب غلہ اُگائیں گے، لیکن اس کے بعد سات سال تک زبردست قحط پڑے گا۔ سات موٹی تازی گائیں جو خواب میں نظر آئی ہیں، اُن سے مراد سات خوشحالی کے سال ہیں، اور جو سات دُبلی پتلی گائیں دیکھی گئی ہیں، اُن سے قحط کے سات سالوں کی طرف اشارہ ہے۔ اب ان سات قحط کے سالوں کا پہلے سے انتظام کرنے کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ تدبیر بتائی کہ خوشحالی کے سات سالوں میں جتنا غلہ اُگے، اُس میں سے تھوڑا تھوڑا تو اپنے روزمرہ کے کھانے کے لئے نکال لیا جائے، اور باقی غلے کو اُس کی بالیوں ہی میں پڑا رہنے دیا جائے، تاکہ وہ سڑ کر خراب نہ ہو۔ جب قحط کے سات سال آئیں گے تو یہ ذخیرہ اُس وقت کام آئے گا، اور قحط کے یہ سات سال اس سارے ذخیرے کو کھا جائیں گے۔ اور خواب میں دُبلی پتلی گائیں

فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ

"اُس کو (یعنی یوسف کو) میرے پاس لے کر آؤ۔" چنانچہ جب اُن کے پاس ایلچی پہنچا تو یوسف نے کہا: "اپنے مالک کے پاس واپس جاؤ، اور

النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ۝۵۰ قَالَ

اُن سے پوچھو کہ اُن عورتوں کا کیا قصہ ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے؟ میرا پروردگار ان عورتوں کے مکر سے خوب واقف ہے۔"(۳۲) ۝۵۰

مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا

بادشاہ نے (اُن عورتوں کو بلا کر اُن سے) کہا: "تمہارا کیا قصہ تھا جب تم نے یوسف کو ورغلانے کی کوشش کی تھی؟" ان سب عورتوں نے کہا کہ: "حاشاللہ! ہم

عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ

کو ان میں ذرا بھی تو کوئی برائی معلوم نہیں ہوئی۔" عزیز کی بیوی نے کہا کہ: "اب تو حق بات سب پر کھل ہی گئی ہے۔ میں نے ہی ان کو ورغلانے کی کوشش کی

الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝۵۱ ذٰلِكَ

تھی، اور حقیقت یہ ہے کہ وہ بالکل سچے ہیں۔" ۝۵۱ (جب یوسف کو قید خانے میں اس گفتگو کی خبر ملی تو انہوں نے کہا کہ:) "یہ سب کچھ میں نے اس لئے کیا

جو موٹی گایوں کو کھاتی ہوئی نظر آئی ہیں، اُن کا مطلب یہی ہے کہ قحط کے سال خوشحالی کے سالوں میں جمع کئے ہوئے ذخیرے کو کھا جائیں گے۔ البتہ تھوڑا سا غلہ آئندہ بیج ڈالنے کے لئے بچا رہے گا جو آئندہ سال کی کاشت کے کام آئے گا۔ چنانچہ اگلے سال خوب بارشیں ہوں گی، اور لوگ انگور کا خوب رس نکالیں گے۔

(۳۲) یہاں پھر قرآنِ کریم نے واقعے کے وہ حصے حذف فرما دیئے ہیں جو خود سمجھ میں آسکتے ہیں۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی جو تعبیر دی تھی، وہ بادشاہ کو بتائی گئی، بادشاہ نے تعبیر سن کر ان کو قدر دانی کے طور پر اپنے پاس بلوانا چاہا، اور اس مقصد کے لئے اپنا ایک ایلچی بھیجا۔ اس موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ اپنی رہائی سے پہلے اُس جھوٹے اِلزام کی واضح طور پر صفائی کروائیں جو اُن پر لگایا گیا تھا۔ اس لئے اس مرحلے پر انہوں نے ایلچی کے ساتھ جانے کے بجائے بادشاہ کو یہ پیغام بھجوایا کہ آپ پہلے ان عورتوں کے معاملات کی تحقیق کریں جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے، چونکہ ان عورتوں کو ساری بات معلوم تھی، اور ان کے ذریعے حقیقت کا معلوم کرنا زیادہ آسان تھا، اس لئے زلیخا کے بجائے ان کا حوالہ دیا۔ اور اگرچہ یہ تحقیق جیل سے رہا ہونے کے بعد بھی کی جاسکتی تھی، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے شاید اس لئے یہ طریقہ اختیار فرمایا تاکہ بادشاہ اور عزیزِ مصر وغیرہ پر یہ بات واضح ہوجائے کہ ان کو اپنی بے گناہی پر اتنا یقین ہے کہ وہ بے گناہی ثابت ہوئے بغیر جیل سے رہا ہونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ دوسرے حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے انداز سے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ انہیں کوئی اعزاز دیں گے۔ اس اعزاز کے ملنے کے بعد تحقیقات کے غیر جانب دارانہ ہونے میں لوگوں کو شکوک اور شبہات ہوسکتے تھے، اس لئے آپ نے مناسب یہی سمجھا کہ جیل سے اُس وقت نکلیں جب غیر جانب دارانہ تحقیق کے نتیجے میں اِلزام کا ہر داغ دُھل چکا ہو۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ بادشاہ کو حضرت یوسف علیہ السلام کی سچائی کا یقین ہوگیا، اور اُس نے جب ان عورتوں کو بلا کر ان سے اس انداز میں سوال کیا جیسے اُسے ساری حقیقت معلوم ہے تو وہ حقیقت سے انکار نہ کرسکیں، بلکہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی بے گناہی کی صاف لفظوں میں گواہی دی۔ اس مرحلے پر عزیزِ مصر کی بیوی زلیخا کو بھی یہ اقرار کرنا پڑا کہ اصل غلطی اُسی کی تھی۔ شاید

لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ

تا کہ عزیز کو یہ بات یقین کے ساتھ معلوم ہوجائے کہ میں نے اُس کی غیر موجودگی میں اُس کے ساتھ کوئی خیانت نہیں کی، اور یہ بھی کہ جو لوگ خیانت کرتے

الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَ مَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ

ہیں، اللہ اُن کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔ ﴿۵۲﴾ اور میں یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ میرا نفس بالکل پاک صاف ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ نفس تو برائی کی تلقین کرتا ہی رہتا

بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾ وَ قَالَ

ہے، ہاں میرا ربّ رحم فرمادے تو بات اور ہے (کہ اس صورت میں نفس کا کوئی داؤ نہیں چلتا۔) بیشک میرا ربّ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔''(۳۳) ﴿۵۳﴾ اور

الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ

بادشاہ نے کہا کہ: ''اُس کو میرے پاس لے آؤ، میں اُسے خالص اپنا (معاون) بناؤں گا۔'' چنانچہ جب (یوسف بادشاہ کے پاس آگئے، اور) بادشاہ نے اُن

لَدَيْنَا مَكِيْنٌ اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ

سے باتیں کیں تو اُس نے کہا: ''آج سے ہمارے پاس تمہارا بڑا مرتبہ ہوگا، اور تم پر پورا بھروسہ کیا جائے گا(۳۴)۔'' ﴿۵۴﴾ یوسف نے کہا کہ: ''آپ مجھے ملک کے

حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا

خزانوں (کے انتظام) پر مقرر کردیجئے۔ یقین رکھئے کہ مجھے حفاظت کرنا خوب آتا ہے، (اور) میں (اس کام کا) پورا علم رکھتا ہوں(۳۵)۔'' ﴿۵۵﴾ اور اس طرح ہم

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے جرم کے اقرار اور توبہ کے ذریعے وہ بھی پاک صاف ہوسکے۔

(۳۳) حضرت یوسف علیہ السلام کی تواضع اور عبدیت کا کمال دیکھئے کہ اس موقع پر جب ان کی بے گناہی خود ان عورتوں کے اعتراف سے ثابت ہوگئی، تب بھی اس پر اپنی بڑائی کا مظاہرہ کرنے کے بجائے یہ فرما رہے ہیں کہ میں اس انتہائی خطرناک جال سے جو بچا ہوں، اُس میں میرا کوئی کمال نہیں، نفس تو میرے پاس بھی ہے جو اِنسان کو برائی کی تلقین کرتا رہتا ہے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا رحم وکرم ہے کہ وہ جس کو چاہتا ہے، اُس کے فریب سے بچالیتا ہے۔ البتہ دوسرے دلائل سے یہ بات واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ رحم وکرم اُسی پر ہوتا ہے جو گناہ سے بچنے کے لئے اپنی سی کوشش کرگذرے، جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے دروازے تک بھاگ کر کی تھی، اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے رُجوع کرکے اُس سے پناہ مانگے۔

(۳۴) بادشاہ نے حضرت یوسف علیہ السلام سے جو باتیں کیں، اُن کی تفصیل بعض روایات میں اس طرح آئی ہے کہ اُس نے پہلے تو خواب کی تعبیر خود حضرت یوسف علیہ السلام سے سننے کی خواہش ظاہر کی۔ اس موقع پر حضرت یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے خواب کی کچھ ایسی تفصیلات اُس سے بیان کیں جو بادشاہ نے اب تک کسی اور کو نہیں بتائی تھیں۔ اس پر وہ نہایت حیرت زدہ ہوا، پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے قحط کے سالوں کا انتظام کرنے کے لئے بھی بڑی مفید تجویزیں پیش کیں جو اُسے بہت پسند آئیں، اور اُسے آپ کی نیکی کا اطمینان ہوگیا۔ اس موقع پر اُس نے آپ سے کہا کہ آپ پر چونکہ ہمیں پورا بھروسہ ہوچکا ہے، اس لئے آپ کا شمار حکومت کے معتمد اَفراد میں ہوگا۔ نیز جب حضرت یوسف علیہ السلام نے قحط کے اثرات سے بچنے کی تدبیر بتائی تو بادشاہ نے پوچھا کہ اس کا انتظام کون کرے گا؟ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے پیشکش کی کہ میں یہ ذمہ داری لینے کو تیار ہوں۔

(۳۵) عام حالات میں حکومت کا کوئی عہدہ خود طلب کرنا شرعی اعتبار سے جائز نہیں ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

حَیۡثُ یَشَآءُ ؕ نُصِیۡبُ بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ وَ لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ

نے یوسف کو ملک میں ایسا اقتدار عطا کیا کہ وہ اُس میں جہاں چاہیں، اپنا ٹھکانا بنائیں۔ ہم اپنی رحمت جس کو چاہتے ہیں، پہنچاتے ہیں، اور نیک لوگوں کے

الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۵۶﴾ وَ لَاَجۡرُ الۡاٰخِرَۃِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا

اجر کو ضائع نہیں کرتے۔ ﴿۵۶﴾ اور آخرت کا جو اَجر ہے، وہ اُن لوگوں کے لئے کہیں زیادہ بہتر ہے جو ایمان لاتے اور تقویٰ پر کاربند رہتے

ع ۸ یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَ جَآءَ اِخۡوَۃُ یُوۡسُفَ فَدَخَلُوۡا عَلَیۡہِ فَعَرَفَہُمۡ وَ ہُمۡ

ہیں۔ ﴿۵۷﴾ اور (جب قحط پڑا تو) یوسف کے بھائی آئے، اور اُن کے پاس پہنچے، (۳۶) (۳۷) تو یوسف نے انہیں پہچان لیا، اور وہ یوسف کو

کی ممانعت فرمائی ہے، لیکن جب کسی سرکاری عہدے کے نااہلوں کے سپرد ہونے کی وجہ سے خلقِ خدا کی پریشانی کا قوی خطرہ ہو تو ایسی مجبوری کی حالت میں کسی نیک، پارسا اور متقی آدمی کے لئے عہدے کا طلب کرنا جائز ہے۔ یہاں حضرت یوسف علیہ السلام کو اندیشہ تھا کہ قحط کا جو زمانہ آنے والا ہے، اُس میں لوگوں کے ساتھ ناانصافیاں ہوں گی، اس کے علاوہ اُس ملک میں اللہ تعالیٰ کا قانون جاری کرنے کا اس کے سوا کوئی راستہ نہیں تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام خود یہ ذمہ داری قبول فرمائیں، اور اللہ تعالیٰ کے اَحکام کو نافذ فرمائیں۔ اس لئے آپ نے ملک کے خزانوں کا انتظام اپنے سر لے لیا۔ پھر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ بادشاہ نے حکومت کے سارے اختیارات اُنہی کے سپرد کردیئے تھے، اور وہ پورے ملک کے حکمران بن گئے تھے۔ اور حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت یہ ہے کہ بادشاہ اُن کے ہاتھ پر مسلمان بھی ہوگیا تھا۔ لہٰذا حضرت یوسف علیہ السلام کا اس ذمہ داری کو قبول کرنا پورے ملک پر اللہ تعالیٰ کا قانونِ انصاف نافذ ہونے کا ذریعہ بن گیا۔

(۳۶) دُنیا میں حضرت یوسف علیہ السلام کو جو عزت اور اِقتدار ملا، اُس کے ذکر کے ساتھ قرآنِ کریم نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ یہ اُس اَجرِ عظیم کے مقابلے میں بہت کم ہے جو اُن کے لئے اللہ تعالیٰ نے آخرت میں تیار کر رکھا ہے۔ اس طرح ہر وہ شخص جس کو دُنیا میں کوئی عزت اور دولت ملی ہو، اُسے یہ ابدی نصیحت فرمادی گئی ہے کہ اُس کو اصل فکر اس بات کی کرنی چاہئے کہ اس دُنیا کی عزت و دولت کے نتیجے میں آخرت کا اَجر ضائع نہ ہو۔

(۳۷) جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے تعبیر دی تھی، سات سال بعد پورے مصر میں سخت قحط پڑا، اور آس پاس کے علاقے بھی اس کی لپیٹ میں آگئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے مصر کے بادشاہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ خوشحالی کے سات سالوں میں مسلسل غلے کا ذخیرہ کیا جائے، تاکہ جب قحط کے سال آئیں تو یہ ذخیرہ لوگوں کے کام آئے۔ اس موقع پر آپ نہ صرف اپنے علاقے کے لوگوں کو سستے داموں غلہ فروخت کرسکیں گے، بلکہ اردگرد کے دوسرے علاقوں کے لوگوں کی بھی مدد کرسکیں گے۔ چنانچہ اس قحط کے نتیجے میں دُور دُور تک غلے کی بڑی قلت ہوگئی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام (یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے والد) اس پورے عرصے میں فلسطین کے علاقے کنعان ہی میں تھے، جب کنعان میں بھی قحط پڑا تو انہیں اور ان کے صاحبزادوں کو پتہ چلا کہ مصر کے بادشاہ نے قحط زدہ لوگوں کے لئے راشن مقرر کر رکھا ہے، اور وہاں سے مناسب قیمت پر غلہ مل سکتا ہے۔ اس خبر کو سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کے دس باپ شریک بھائی جنہوں نے ان کو بچپن میں کنویں میں ڈالا تھا، راشن لینے کے لئے مصر آئے۔ البتہ ان کے سگے بھائی بنیامین کو اپنے والد کے پاس چھوڑ آئے۔ یہاں راشن کی تقسیم کا سارا انتظام حضرت یوسف علیہ

لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ۝۵۸ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ
نہیں پہچانے۔[۳۸] (۵۸) اور جب یوسف نے اُن کا سامان تیار کردیا تو اُن سے کہا کہ (آئندہ) اپنے باپ شریک بھائی کو بھی میرے پاس لے کر آنا۔[۳۹] کیا تم یہ
اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ۝۵۹ فَاِنْ
نہیں دیکھ رہے ہو کہ میں پیمانہ بھر بھر کر دیتا ہوں، اور میں بہترین مہمان نواز بھی ہوں؟ (۵۹) اب اگر تم اُسے لے کر نہ آئے تو میرے پاس تمہارے لئے کوئی
لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ۝۶۰ قَالُوْا
غلہ نہیں ہوگا، اور تم میرے پاس بھی نہ پھٹکنا۔" (۶۰) وہ بولے: "ہم اُس کے والد کو اُس کے بارے میں بہلانے کی کوشش کریں گے (کہ وہ اُسے ہمارے
سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ۝۶۱ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا
ساتھ بھیج دیں) اور ہم ایسا ضرور کریں گے۔" (۶۱) اور یوسف نے اپنے نوکروں سے کہہ دیا کہ وہ ان (بھائیوں) کا مال (جس کے بدلے انہوں نے غلہ
بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَآ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمْ
خریدا ہے) انہی کے کجاووں میں رکھ دیں،[۴۰] تاکہ جب یہ اپنے گھر والوں کے پاس واپس پہنچیں تو اپنے مال کو پہچان لیں۔ شاید (اس احسان کی وجہ سے) وہ
لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۶۲ فَلَمَّا رَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مُنِعَ
دوبارہ آئیں۔ (۶۲) چنانچہ جب وہ اپنے والد کے پاس واپس پہنچے تو انہوں نے کہا: "اباجان! آئندہ ہمیں غلہ دینے سے انکار کردیا گیا

السلام خود کررہے تھے، تاکہ سب لوگوں کو انصاف کے ساتھ راشن مل سکے۔ چنانچہ ان بھائیوں کو اُن کے سامنے آنا پڑا۔

(۳۸) حضرت یوسف علیہ السلام تو اُن کو اس لئے پہچان گئے کہ ان کی صورتوں میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئی تھی، اور حضرت یوسف علیہ السلام کو توقع بھی تھی کہ وہ راشن لینے کے لئے آئیں گے۔ لیکن وہ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو اس لئے نہیں پہچان سکے کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سات سال کی عمر میں دیکھا تھا، اور اب وہ بہت بڑے ہوچکے تھے، اس لئے صورت میں بڑی تبدیلی آچکی تھی۔ اس کے علاوہ ان کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ مصر کے محلات میں ہوسکتے ہیں۔

(۳۹) دراصل ہوا یہ تھا کہ جب ان دس بھائیوں کو ایک ایک اُونٹ کا بوجھ غلہ مل گیا تو انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ ہمارا ایک باپ شریک بھائی ہے جو ہمارے والد کی خدمت کے لئے وہاں رہ گیا ہے، اور یہاں نہیں آسکا۔ آپ اس کے حصے کا غلہ بھی ہمیں دے دیجئے۔ اس پر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ راشن کے جو قواعد مقرر کئے گئے ہیں، اُن کی رُو سے میں ایسا نہیں کرسکتا۔ البتہ اگلی مرتبہ جب آپ آئیں تو اسے بھی ساتھ لے کر آئیں تو میں سب کا حصہ پورا پورا دُوں گا۔ اور اگر اس مرتبہ آپ لوگ اُسے ساتھ نہ لائے تو آپ کے اپنے حصے کا غلہ بھی آپ کو نہیں ملے گا، کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ نے جھوٹ بولا تھا کہ آپ کا کوئی اور بھائی بھی ہے، اور دھوکا دینے والوں کو راشن نہیں دیا جاسکتا۔

(۴۰) حضرت یوسف علیہ السلام نے ان بھائیوں کے ساتھ یہ احسان فرمایا کہ غلے کو خریدنے کے لئے جو قیمت انہوں نے دی تھی، وہ واپس انہی کے سامان میں رکھوادی۔ اُس زمانے میں سونے چاندی کے سکوں کے بجائے مختلف قسم کا سامان قیمت کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کنعان سے کچھ چمڑا اور جوتے لے کر آئے تھے، وہی انہوں نے غلے کی قیمت کے طور پر پیش کیا، اور اُسی کو حضرت یوسف علیہ السلام نے واپس ان کے سامان میں رکھوادیا۔ یہ ظاہر بات ہے کہ

مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَآ أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٦٣﴾ قَالَ
ہے، لہٰذا آپ ہمارے بھائی (بنیامین) کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے، تاکہ ہم (پھر) غلہ لا سکیں، اور یقین رکھئے کہ ہم اُس کی پوری پوری حفاظت کریں گے۔" (٤١) ﴿٦٣﴾
هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ؕ فَاللّٰهُ خَيْرٌ
والد نے کہا: "کیا میں اُس کے بارے میں تم پر ویسا ہی بھروسہ کروں جیسا اس کے بھائی (یوسف) کے بارے میں تم پر پہلے کیا تھا؟ خیر! اللہ سب
حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا
سے بڑھ کر نگہبان ہے، اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔" ﴿٦٤﴾ اور جب انہوں نے اپنا سامان کھولا تو دیکھا کہ اُن کا مال بھی اُن کو لوٹا
بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا
دیا گیا ہے۔ وہ کہنے لگے: "ابا جان! ہمیں اور کیا چاہئے؟ یہ ہمارا مال ہے جو ہمیں لوٹا دیا گیا ہے۔ اور (اس مرتبہ) ہم اپنے گھر والوں کے لئے
رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ ذٰلِكَ
اور غلہ لائیں گے، اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے، اور ایک اُونٹ کا بوجھ زیادہ لے کر آئیں گے۔ (اس طرح) یہ زیادہ غلہ بڑی آسانی سے مل
كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ
جائے گا۔" ﴿٦٥﴾ والد نے کہا: "میں اس (بنیامین) کو تمہارے ساتھ اُس وقت تک ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک تم اللہ کے نام پر مجھ سے یہ عہد نہ
لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا
کرو کہ اُسے ضرور میرے پاس واپس لے کر آؤ گے، اِلّا یہ کہ تم (واقعی) بے بس ہو جاؤ۔" چنانچہ جب انہوں نے اپنے والد کو یہ عہد دے دیا تو
نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ
والد نے کہا: "جو قول و قرار ہم کر رہے ہیں، اُس پر اللہ نگہبان ہے۔" ﴿٦٦﴾ اور (ساتھ ہی یہ بھی) کہا کہ: "میرے بیٹو! تم سب ایک دروازے
اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا
سے (شہر میں) داخل نہ ہونا، بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا۔ (٤٢) میں اللہ کی مشیت سے تمہیں نہیں بچا سکتا، حکم اللہ کے سوا کسی کا نہیں چلتا۔ (٤٣) اُسی
لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ
پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے، اور جن جن کو بھروسہ کرنا ہو، انہیں چاہئے کہ اُسی پر بھروسہ کریں۔" ﴿٦٧﴾ اور جب وہ (بھائی)

انہوں نے اپنی جیب سے اتنی قیمت سرکاری خزانے میں جمع کرادی ہوگی۔

(٤١) یعنی اگر ہم بنیامین کو ساتھ لے کر نہ گئے تو ہم میں سے کسی کو غلہ نہیں مل سکے گا۔

(٤٢) یہ تاکید حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس خیال سے فرمائی کہ یہ گیارہ کے گیارہ بھائی جو سب ماشاء اللہ قد آور اور حسین و جمیل تھے، جب ایک ساتھ شہر میں داخل ہوں گے، تو کہیں کسی کی نظر نہ لگ جائے۔

(٤٣) نظرِ بد سے بچنے کی تدبیر بتانے کے ساتھ ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ حقیقت بھی واضح فرما دی کہ انسان کی کسی تدبیر میں بذاتِ خود کوئی تاثیر نہیں ہوتی۔ جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مشیت سے ہوتا ہے، وہ چاہتا ہے تو انسان کی تدبیر

حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا

اُسی طرح (مصر میں) داخل ہوئے جس طرح اُن کے والد نے کہا تھا، تو یہ عمل اللہ کی مشیت سے اُن کو ذرا بھی بچانے والا نہیں تھا، لیکن

حَاجَةً فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَ اِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ

یعقوب کے دِل میں ایک خواہش تھی جو انہوں نے پوری کرلی۔ بیشک وہ ہمارے سکھائے ہوئے علم کے حامل تھے، لیکن اکثر لوگ (معاملے

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾ ۧ وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ ع

کی حقیقت) نہیں جانتے۔(۴۴) ﴿۶۸﴾ اور جب یہ لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے (سگے) بھائی (بنیامین) کو اپنے پاس خاص جگہ دی،(۴۵)

قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ

(اور انہیں) بتایا کہ میں تمہارا بھائی ہوں، لہٰذا تم ان باتوں پر رنجیدہ نہ ہونا جو یہ (دوسرے بھائی) کرتے رہے ہیں۔ ﴿۶۹﴾ پھر جب یوسف نے

بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا الْعِيْرُ

اُن کا سامان تیار کردیا تو پانی پینے کا پیالہ اپنے (سگے) بھائی کے کجاوے میں رکھوادیا، پھر ایک منادی نے پکار کر کہا کہ: ”اے قافلے والو! تم

اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿۷۰﴾ قَالُوْا وَ اَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿۷۱﴾ قَالُوْا

ضرور چور ہو۔“(۴۶) ﴿۷۰﴾ انہوں نے ان کی طرف مڑ کر پوچھا کہ: ”کیا چیز ہے جو تم سے گم ہوگئی ہے؟“ ﴿۷۱﴾ انہوں نے کہا کہ: ”ہمیں بادشاہ کا پیمانہ نہیں

میں اثر پیدا فرمادیتا ہے، اور چاہتا ہے تو وہ بے اثر ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ایک مؤمن کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی سی تدبیر تو ضرور کرے، لیکن بھروسہ اُس تدبیر کے بجائے اللہ تعالیٰ ہی پر رکھے۔

(۴۴) یعنی بہت سے لوگ یا تو اپنی ظاہری تدبیروں ہی کو مؤثرِ حقیقی سمجھ بیٹھتے ہیں، یا ان پر اتنا بھروسہ کرلیتے ہیں کہ انہیں کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ جب تک اللہ تعالیٰ ان تدبیروں میں تاثیر پیدا نہ فرمائیں، اُن کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا۔ لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام ایسے نہیں تھے، انہوں نے جب اپنے صاحبزادوں کو نظرِ بد سے بچنے کی تدبیر بتائی تو ساتھ ہی یہ کہہ دیا کہ یہ محض ایک تدبیر ہے، لیکن نفع اور نقصان پہنچانے کا اختیار اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ ان کی یہ تدبیر نظرِ بد سے حفاظت کی حد تک تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے کام آئی، لیکن اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے یہ بھائی ایک اور مشکل میں گرفتار ہوئے جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

(۴۵) روایات میں مذکور ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے دو دو بھائیوں کو ایک کمرے میں ٹھہرایا تھا، اس طرح پانچ کمروں میں دس بھائی مقیم ہوگئے۔ بنیامین رہ گئے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ میرے ساتھ رہیں گے۔ اس طرح انہیں اپنے سگے بھائی کے ساتھ تنہائی کا موقع مل گیا، جس میں ان کو بتادیا کہ میں تمہارا سگا بھائی ہوں۔ بنیامین نے اس موقع پر کہا کہ اب میں ان بھائیوں کے ساتھ واپس جانا نہیں چاہتا۔ اس کے لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے وہ تدبیر اختیار کی جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(۴۶) یہاں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خود اپنی طرف سے پیالہ ان کے سامان میں رکھنے کے بعد اتنے وثوق کے ساتھ ان کو چور قرار دینا کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ اس کے جواب میں بعض حضرات نے تو یہ موقف اختیار کیا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے پیالہ خفیہ طور پر رکھوایا تھا، اور جب عملے کے لوگوں کو پیالہ نہ ملا تو انہوں نے اپنی طرف سے ان لوگوں کو چور قرار دیا،

نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ۝

مل (رہا)، اور جو شخص اُسے لاکر دے گا، اُس کو ایک اونٹ کا بوجھ (انعام میں) ملے گا، اور میں اس (انعام کے دلوانے) کی ذمہ داری لیتا ہوں۔" (۷۲)

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كُنَّا

وہ (بھائی) بولے: "اللہ کی قسم! آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہم زمین میں فساد پھیلانے کے لئے نہیں آئے تھے، اور نہ ہم چوری کرنے والے لوگ

سٰرِقِيْنَ ۝ قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِيْنَ ۝ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ

ہیں۔" (۷۳) انہوں نے کہا کہ: "اگر تم لوگ جھوٹے (ثابت) ہوئے تو اس کی کیا سزا ہوگی؟" (۷۴) انہوں نے کہا: "اس کی سزا یہ ہے کہ جس کے

وُّجِدَ فِيْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ فَبَدَاَ

کجاوے میں سے وہ (پیالہ) مل جائے، وہ خود سزا میں دھر لیا جائے۔ جو لوگ ظلم کرتے ہیں، ہم ان کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں(۴۸)۔" (۷۵) چنانچہ یوسف

بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ۭ

نے اپنے (سگے) بھائی کے تھیلے سے پہلے دوسرے بھائیوں کے تھیلوں کی تلاشی شروع کی، پھر اُس پیالے کو اپنے (سگے) بھائی کے تھیلے میں سے برآمد

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ

کرلیا(۴۹)۔ اس طرح ہم نے یوسف کی خاطر یہ تدبیر کی۔ اللہ کی یہ مشیت نہ ہوتی تو یوسف کے لئے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ بادشاہ کے قانون کے مطابق اپنے بھائی

حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم سے نہیں۔ لیکن جس سیاق میں قرآنِ کریم نے یہ واقعہ بیان فرمایا ہے، اس میں یہ احتمال بہت بعید معلوم ہوتا ہے۔ بعض مفسرین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ ان کو چور قرار دینا ایک توریہ تھا، اور ان کو چور اس معنی میں کہا گیا تھا کہ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بچپن میں اپنے والد سے چرالیا تھا۔ تیسرے بعض مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ یہ تدبیر چونکہ خود اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سکھائی تھی، جیسا کہ آگے آیت:۷۶ میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ: "اس طرح ہم نے یوسف کی خاطر یہ تدبیر کی" اس لئے جو کچھ ہوا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوا، اور جس طرح سورۂ کہف میں حضرت خضر علیہ السلام نے کئی کام بظاہر شریعت کے خلاف کئے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے تکوینی حکم سے تھے، اس لئے ان کے لئے جائز تھے، اسی طرح یہاں حضرت یوسف علیہ السلام نے جو عمل کیا، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا، اس لئے اس پر کوئی اشکال نہیں ہونا چاہئے۔

(۴۷) یہ شاہی پیمانہ تھا، اور بظاہر قیمتی تھا، ورنہ اس کی تلاش میں اتنی محنت نہ کی جاتی۔

(۴۸) یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں یہی حکم ہے کہ جو چوری کرے، اُسے گرفتار کر کے رکھ لیا جائے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے خود ان بھائیوں سے یہ بات کہلوادی کہ چور کو یہ سزا ملنی چاہئے، چنانچہ جو سزا دی گئی، وہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے مطابق دی گئی، ورنہ بادشاہ کے قانون میں چور کی پٹائی کی جاتی تھی، اور جرمانہ عائد کیا جاتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے یہ سوال اس لئے فرمایا کہ انہیں حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے خلاف فیصلہ نہ کرنا پڑے، اور بھائی کو اپنے پاس رکھنے کا موقع بھی مل جائے۔

(۴۹) پہلے دوسرے بھائیوں کی تلاشی اس لئے شروع فرمائی تاکہ تلاشی غیر جانب دار سمجھی جائے۔

اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ

کو اپنے پاس رکھ لیتے، اور ہم جس کو چاہتے ہیں، اُس کے درجے بلند کر دیتے ہیں، اور جتنے علم والے ہیں، ان سب کے اُوپر ایک بڑا علم رکھنے والا موجود

عَلِيْمٌ (۷۶) قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ

ہے۔ (۵۰) (۷۶) (بہرحال!) وہ بھائی بولے کہ: "اگر اس (بنیامین) نے چوری کی ہے تو (کچھ تعجب نہیں، کیونکہ) اس کا ایک بھائی اس سے پہلے بھی چوری کر چکا

فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

ہے۔ (۵۱)" اس پر یوسف نے ان پر ظاہر کئے بغیر چپکے سے (دل میں) کہا کہ: "تم تو اس معاملے میں کہیں زیادہ بُرے ہو، (۵۲) اور جو بیان تم دے رہے ہو،

تَصِفُوْنَ (۷۷) قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ

اللہ اُس کی حقیقت خوب جانتا ہے۔" (۷۷) (اب) وہ کہنے لگے کہ: "اے عزیز! اس کا ایک بہت بوڑھا باپ ہے، اس لئے اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو

---

(۵۰) یہ سارے بھائی خوشی خوشی یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم نے اپنا مقصد پالیا، لیکن ان کو یہ علم نہیں تھا کہ چلتے چلتے کیا ہونے والا ہے؟ کوئی شخص کتنے ہی بڑے علم کا دعویٰ کرتا ہو، اللہ تعالیٰ کا علم اُس پر یقیناً فائق ہے۔

(۵۱) ان کا مطلب یہ تھا کہ بنیامین کے بھائی یعنی یوسف علیہ السلام نے بھی ایک مرتبہ چوری کی تھی۔ یہ اِلزام انہوں نے کیوں لگایا؟ اس کی وجہ قرآنِ کریم نے بیان نہیں فرمائی، لیکن بعض روایات میں اس کی وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ اُن کے بچپن ہی میں وفات پا گئی تھیں، اور ان کی پھوپی نے ان کی پرورش کی، کیونکہ بچپن کے بالکل ابتدائی دور میں بچے کی دیکھ بھال کے لئے کسی عورت کی ضرورت تھی، لیکن جب وہ ذرا بڑے ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے اُنہیں اپنے پاس رکھنا چاہا۔ پھوپی اس عرصے میں حضرت یوسف علیہ السلام سے اتنی محبت کرنے لگی تھیں کہ ان سے ان کی جدائی برداشت نہیں ہو رہی تھی، اس لئے انہوں نے یہ تدبیر کی کہ اپنا ایک پٹکا اُن کی کمر سے باندھ کر یہ مشہور کر دیا کہ وہ چوری ہو گیا ہے۔ بعد میں جب وہ پٹکا حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس سے برآمد ہوا تو حضرت یعقوب علیہ السلام کی شریعت کے مطابق انہیں یہ حق مل گیا کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے پاس رکھ لیں۔ چنانچہ جب تک وہ پھوپی زندہ رہیں، اُس وقت تک حضرت یوسف علیہ السلام ان کے پاس رہے۔ ان کی وفات کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے۔ یہ واقعہ ان کے بھائیوں کو معلوم تھا، اور وہ جانتے تھے کہ درحقیقت پٹکا انہوں نے چوری نہیں کیا تھا، مگر چونکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے مخالف تھے، اس لئے انہوں نے اس موقع پر چوری کا اِلزام بھی ان پر لگا دیا (ابن کثیر وغیرہ)۔ یہ واقعہ اس صورت میں درست ہو سکتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں ان روایات کو صحیح قرار دیا جائے جن کی رُو سے ان کا انتقال ہو چکا تھا، اور جن روایتوں میں یہ مذکور ہے کہ وہ زندہ تھیں، ان کے لحاظ سے چوری کے اِلزام کی یہ توجیہ ممکن نہیں ہے۔ بہرصورت یہ بات واضح ہے کہ اِلزام غلط تھا۔

(۵۲) یعنی اس چوری کے معاملے میں جس کا اِلزام تم مجھ پر لگا رہے ہو، تمہاری حالت کہیں زیادہ بُری ہے، کیونکہ تم نے خود مجھے میرے باپ سے چھڑا کر کنویں میں ڈال دیا تھا۔

أَحَدَنَا مَكَانَهُ ۚ إِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ۝٧٨ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ أَنْ

اپنے پاس رکھ لیجئے۔ ہم آپ کو ان لوگوں میں سے سمجھتے ہیں جو احسان کیا کرتے ہیں۔" (٧٨) یوسف نے کہا: "اس (ناانصافی) سے میں اللہ کی پناہ

ع نَّأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗٓ ۙ إِنَّآ إِذًا لَّظٰلِمُونَ ۝٧٩ فَلَمَّا

مانگتا ہوں کہ جس شخص کے پاس سے ہماری چیز ملی ہے، اُس کو چھوڑ کر کسی اور کو پکڑ لیں۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو یقینی طور پر ہم ظالم ہوں گے۔" (٧٩)

اسْتَيْـَٔسُوا مِنْهُ خَلَصُوا نَجِيًّا ۖ قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوٓا أَنَّ

چنانچہ جب وہ یوسف سے مایوس ہوگئے تو الگ ہو کر چپکے چپکے مشورہ کرنے لگے۔ ان سب میں جو بڑا تھا، اُس نے کہا: "کیا تمہیں معلوم نہیں کہ

أَبَاكُمْ قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُمْ فِي

تمہارے والد نے تم سے اللہ کے نام پر عہد لیا تھا، اور اس سے پہلے تم یوسف کے معاملے میں جو قصور کر چکے ہو، (وہ بھی معلوم ہے)۔ لہٰذا میں تو

يُوسُفَ ۚ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ حَتّٰى يَأْذَنَ لِيٓ أَبِيٓ أَوْ يَحْكُمَ اللّٰهُ لِي ۚ

اس ملک سے اُس وقت تک نہیں ٹلوں گا جب تک میرے والد مجھے اجازت نہ دیں، یا اللہ ہی میرے حق میں کوئی فیصلہ فرمادے۔ اور وہی سب

وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِينَ ۝٨٠ ارْجِعُوٓا إِلٰىٓ أَبِيكُمْ فَقُولُوا يٰٓأَبَانَآ إِنَّ

سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ (٨٠) اپنے والد کے پاس واپس جاؤ، اور ان سے کہو کہ: اباجان! آپ کے بیٹے نے

ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَآ إِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِينَ ۝٨١

چوری کرلی تھی، اور ہم نے وہی بات کہی ہے جو ہمارے علم میں آئی ہے، اور غیب کی نگہبانی تو ہمارے بس میں نہیں تھی۔ (٨١)

وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِي كُنَّا فِيهَا وَالْعِيرَ الَّتِيٓ أَقْبَلْنَا فِيهَا ۖ وَإِنَّا

اور جس بستی میں ہم تھے اس سے پوچھ لیجئے، اور جس قافلے میں ہم آئے ہیں، اس سے تحقیق کرلیجئے، یہ بالکل پکی بات ہے

لَصٰدِقُونَ ۝٨٢ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ

کہ ہم سچے ہیں۔" (٨٢) (چنانچہ یہ بھائی یعقوب علیہ السلام کے پاس گئے، اور ان سے وہی بات کہی جو بڑے بھائی نے سکھائی تھی) یعقوب نے

جَمِيلٌ ۖ عَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّأْتِيَنِي بِهِمْ جَمِيعًا ۚ إِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيمُ

(یہ سن کر) کہا: "نہیں، بلکہ تمہارے دِلوں نے اپنی طرف سے ایک بات بنالی ہے۔(٥٣) اب تو میرے لئے صبر ہی بہتر ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ اللہ

الْحَكِيمُ ۝٨٣ وَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓأَسَفٰى عَلٰى يُوسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ

میرے پاس ان سب کو لے آئے۔ بیشک اس کا علم بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل۔" (٨٣) اور (یہ کہہ کر) انہوں نے منہ پھیر لیا، اور کہنے لگے:

مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ۝٨٤ قَالُوا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوسُفَ حَتّٰى

"ہائے یوسف!" اور ان کی دونوں آنکھیں صدمے سے (روتے روتے) سفید پڑ گئی تھیں، اور وہ دل ہی دل میں گھٹے جاتے تھے۔ (٨٤) ان کے بیٹے

(٥٣) چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ بنیامین چوری نہیں کرسکتا، اس لئے انہوں نے یہ سمجھا کہ اس مرتبہ بھی ان لوگوں نے کوئی بہانہ بنایا ہے۔

تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ
کہنے لگے: "اللہ کی قسم! آپ یوسف کو یاد کرنا نہیں چھوڑیں گے، یہاں تک کہ بالکل گھل کر رہ جائیں گے، یا ہلاک ہو بیٹھیں گے۔" ﴿۸۵﴾ یعقوب نے
اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ
کہا: "میں اپنے رنج وغم کی فریاد (تم سے نہیں) صرف اللہ سے کرتا ہوں، اور اللہ کے بارے میں جتنا میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے۔ ﴿۸۶﴾
يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ
میرے بیٹو! جاؤ، اور یوسف اور اس کے بھائی کا کچھ سراغ لگاؤ، اور اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو۔ یقین جانو، اللہ کی رحمت سے وہی لوگ نا اُمید
اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ
ہوتے ہیں جو کافر ہیں(۵۴)۔" ﴿۸۷﴾ چنانچہ جب وہ یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے (یوسف سے) کہا: "اے عزیز! ہم پر اور ہمارے گھر والوں پر
مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ
سخت مصیبت پڑی ہوئی ہے، اور ہم ایک معمولی سی پونجی لے کر آئے ہیں، آپ ہمیں پورا پورا غلہ دے دیجئے(۵۵)، اور اللہ کے لئے ہم پر احسان
وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا
کیجئے۔ یقیناً اللہ اپنی خاطر احسان کرنے والوں کو بڑا اجر عطا فرماتا ہے۔" ﴿۸۸﴾ یوسف نے کہا: "تمہیں کچھ پتہ ہے کہ تم جب جہالت میں مبتلا
فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْۤا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ
تھے تو تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا کیا تھا؟" ﴿۸۹﴾ (اس پر) وہ بول اُٹھے: "ارے کیا تم ہی یوسف ہو(۵۶)؟"

(۵۴) چونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو یقین تھا کہ یوسف علیہ السلام بھی کہیں نہ کہیں زندہ ہیں، اور بنیامین گرفتار ہیں، اس لئے انہوں نے کچھ عرصے کے بعد پورے وثوق کے ساتھ حکم دیا کہ جا کر ان دونوں کو تلاش کرو۔ اتنے میں جو غلہ اب تک آیا تھا، وہ ختم ہو چکا تھا، اور قحط کی حالت جاری تھی۔ اس لئے ان بھائیوں نے یہ سوچا کہ پھر مصر جائیں، کیونکہ بنیامین تو وہاں یقینی طور پر موجود ہیں، پہلے ان کی واپسی کی کوشش کرنی چاہئے، پھر یوسف علیہ السلام کا بھی کچھ سراغ لگانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے مصر جا کر پہلے تو یوسف علیہ السلام سے غلے کی بات کی، تا کہ ان کا دِل کچھ نرم پڑے تو بنیامین کی واپسی کی بھی درخواست کریں۔ اگلی آیتوں میں حضرت یوسف علیہ السلام سے ان کی گفتگو بیان فرمائی گئی ہے۔

(۵۵) مطلب یہ ہے کہ قحط کی وجہ سے ہم سخت بدحالی کا شکار ہیں، اس لئے اس مرتبہ ہم اتنی قیمت بھی نہیں لا سکے جو اپنے حصے کا غلہ خریدنے کے لئے درکار ہوتی ہے۔ لہٰذا اب جو کچھ آپ دیں گے وہ محض احسان ہی ہوگا۔ قرآنِ کریم میں لفظ "صدقہ" استعمال ہوا ہے، صدقہ ایسے عطیہ کو کہتے ہیں جو کسی کے ذمے واجب نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر احسان کے طور پر دیا جائے۔

(۵۶) اب تک تو وہ حضرت یوسف علیہ السلام کو پہچانے نہیں تھے، لیکن جب انہوں نے اپنا نام خود لیا، تو غور کرنے کے بعد ان لوگوں کو بھی یہ احتمال پیدا ہو گیا کہ یہی یوسف علیہ السلام ہیں۔

يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَاۤ اَخِيْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ
یوسف نے کہا: "میں یوسف ہوں، اور یہ میرا بھائی ہے۔ اللہ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو شخص
يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ
تقویٰ اور صبر سے کام لیتا ہے، تو اللہ نیکی کرنے والوں کا اَجر ضائع نہیں کرتا۔" (۹۰) انہوں نے کہا: "اللہ کی قسم! اللہ نے
اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَ اِنْ كُنَّا لَخٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ
تم کو ہم پر ترجیح دی ہے، اور ہم یقیناً خطاکار تھے۔" (۹۱) یوسف بولے: "آج تم پر کوئی ملامت نہیں ہوگی، اللہ تمہیں
الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَ هُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ
معاف کرے، وہ سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ (۹۲) میری یہ قمیص لے جاؤ، اور اُسے میرے
ع هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَ اْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَ
والد کے چہرے پر ڈال دینا، اس سے ان کی بینائی واپس آجائے گی۔ اور اپنے سارے گھر والوں کو میرے پاس لے آؤ۔" (۵۷) (۹۳) اور جب یہ
لَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْ لَاۤ اَنْ
قافلہ (مصر سے کنعان کی طرف) روانہ ہوا تو ان کے والد نے (کنعان میں آس پاس کے لوگوں سے) کہا کہ: "اگر تم مجھے یہ نہ کہو کہ بوڑھا سٹھیا
تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ
گیا ہے، تو مجھے تو یوسف کی خوشبو آرہی ہے۔" (۵۸) (۹۴) لوگوں نے کہا: "اللہ کی قسم! آپ ابھی تک اپنی پرانی غلط فہمی میں پڑے ہوئے ہیں۔" (۵۹) (۹۵)

---

(۵۷) یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام یقیناً جانتے ہوں گے کہ ان کی جدائی سے ان کے والد بزرگوار پر کیا گذر رہی ہوگی۔ اس کے باوجود اتنے لمبے عرصے تک انہوں نے کسی بھی ذریعے سے اپنی خیریت کی کوئی خبر اپنے والد کو بھیجنے کی کوشش نہیں کی۔ اوّل تو عزیز کے گھر میں رہنے کے دوران خبر بھیجنا کچھ مشکل نہ ہونا چاہئے تھا، پھر قید سے آزادی کے بعد تو ان کو ملک پر مکمل اِقتدار بھی حاصل ہو چکا تھا، وہ شروع ہی میں حضرت یعقوب علیہ السلام اور اپنے سارے گھر والوں کو مصر بلانے کا انتظام کر سکتے تھے، اور جو بات انہوں نے اپنے بھائیوں سے اب کہی، وہ ان کی پہلی آمد کے موقع پر بھی فرما سکتے تھے، اور اس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے رنج وغم کا زمانہ مختصر ہو سکتا تھا، لیکن انہوں نے ایسا کوئی اقدام نہیں کیا۔ اس کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان سارے واقعات میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کی بڑی حکمتیں پوشیدہ تھیں، اور اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب بندے اور رسول حضرت یعقوب علیہ السلام کے صبر وضبط کا امتحان لینا تھا، اس لئے اس پورے عرصے میں حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ اجازت نہیں دی گئی کہ وہ اپنے والد سے رابطہ کریں۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۵۸) حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنے سب گھر والوں کو مصر لے آئیں۔ چنانچہ وہ ایک قافلے کی صورت میں مصر سے روانہ ہوئے۔ اِدھر وہ مصر سے نکلے، اور اُدھر کنعان میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو آنے لگی۔ یہ دونوں پیغمبروں کا ایک معجزہ تھا، اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے لئے بشارت کہ ان کی آزمائش کا زمانہ ختم ہونے والا ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کنعان کے قریب ہی کنویں میں موجود تھے، اُس وقت

الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْٓ
پھر جب خوشخبری دینے والا پہنچ گیا تو اُس نے (یوسف کی) قمیص ان کے منہ پر ڈال دی، چنانچہ فوراً ان کی بینائی واپس آ گئی۔(۶۰) انہوں نے (اپنے
اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ
بیٹوں سے) کہا: "کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اللہ کے بارے میں جتنا میں جانتا ہوں، تم نہیں جانتے؟" ﴿۹۶﴾ وہ کہنے لگے: "ابا جان! آپ
اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕيْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ
ہمارے گناہوں کی بخشش کی دُعا فرمایئے۔ ہم یقیناً بڑے خطا کار تھے۔" ﴿۹۷﴾ یعقوب نے کہا: "میں عنقریب اپنے پروردگار سے تمہاری بخشش کی دُعا
الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَ
کروں گا۔ بیشک وہی ہے جو بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔" ﴿۹۸﴾ پھر جب یہ سب لوگ یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے
قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾ ؕ وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى
پاس جگہ دی،(۶۱) اور سب سے کہا کہ: "آپ سب مصر میں داخل ہو جائیں، جہاں ان شاء اللہ سب چین سے رہیں گے۔" ﴿۹۹﴾ اور انہوں نے اپنے

حضرت یعقوب علیہ السلام کو ان کی خوشبو نہیں آئی، اس کے علاوہ مصر میں قیام کے دوران بھی انہیں اس سے پہلے اس کا احساس نہیں ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ معجزہ کسی نبی کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتے ہیں، اس کا مظاہرہ فرما دیتے ہیں۔

(۵۹) یعنی یہ غلط فہمی کہ حضرت یوسف علیہ السلام ابھی زندہ ہیں، اور ان سے ملاقات ہو سکتی ہے۔

(۶۰) "خوشخبری دینے والے" حضرت یوسف علیہ السلام کے سب سے بڑے بھائی تھے جن کا نام بعض روایات میں یہوداہ اور بعض میں روبن آیا ہے۔ اور خوشخبری دینے سے مراد یہ خوشخبری ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام ابھی زندہ ہیں، اور انہوں نے سب گھر والوں کو اپنے پاس بلایا ہے۔ یہ بھی ایک معجزہ تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص چہرے پر ڈالنے سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی واپس آ گئی۔ مفسرین نے فرمایا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص سے کئی اہم واقعات ظاہر ہوئے۔ انہی کی قمیص کو ان کے بھائی خون لگا کر لائے تھے، اور اس کو صحیح سالم دیکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام یہ سمجھ گئے تھے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیے نے نہیں کھایا، اور انہی کی قمیص تھی جو زلیخا نے پیچھے سے پھاڑی، اور اس سے ان کی بے گناہی ثابت ہوئی، اور اب یہی قمیص تھی جس کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کو دُور سے محسوس ہوئی، اور بالآخر اسی سے ان کی بینائی واپس آئی۔

(۶۱) حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والدین، بھائیوں اور دوسرے گھر والوں کے استقبال کے لئے شہر سے باہر تشریف لائے تھے، اور جب والدین سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان کا خاص اکرام کر کے انہیں اپنے پاس بٹھایا، اور ابتدائی باتوں کے بعد سارے آنے والوں سے کہا کہ اب سب لوگ شہر میں اطمینان کے ساتھ چل کر رہیں۔ اس معاملے میں روایات مختلف ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی حقیقی والدہ اُس وقت زندہ تھیں یا نہیں۔ اگر زندہ تھیں تب تو والدین سے مراد حقیقی والدین ہیں، اور اگر وفات پا چکی تھیں تو سوتیلی والدہ کو بھی چونکہ ماں ہی کی طرح سمجھا جاتا ہے، اس لئے ان کو بھی والدین میں شامل کر لیا گیا۔

الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ

والدین کو تخت پر بٹھایا، اور وہ سب ان کے سامنے سجدے میں گر پڑے(۶۲)، اور یوسف نے کہا: ''ابا جان! یہ میرے پُرانے خواب کی تعبیر ہے جسے

قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ

میرے پروردگار نے سچ کر دکھایا(۶۳)، اور اس نے مجھ پر بڑا احسان فرمایا کہ مجھے قید خانے سے نکال دیا، اور آپ لوگوں کو دیہات سے یہاں لے آیا،

وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ

حالانکہ اس سے پہلے شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان فساد ڈال دیا تھا(۶۴)۔ حقیقت یہ ہے کہ میرا پروردگار جو کچھ چاہتا ہے، اس

اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ

کے لئے بڑی لطیف تدبیریں کرتا ہے۔ بیشک وہی ہے جس کا علم بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل۔ (۱۰۰) میرے پروردگار!

اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ

تو نے مجھے حکومت سے بھی حصہ عطا فرمایا، اور مجھے تعبیر خواب کے علم سے بھی نوازا۔ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے!

وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ

تو ہی دُنیا اور آخرت میں میرا رکھوالا ہے۔ مجھے اس حالت میں دُنیا سے اُٹھانا کہ میں تیرا فرماں بردار ہوں، اور مجھے نیک لوگوں

بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ

میں شامل کرنا۔'' (۱۰۱) (اے پیغمبر!) یہ تمام واقعہ غیب کی خبروں کا ایک حصہ ہے جو ہم تمہیں وحی کے ذریعے بتا رہے ہیں(۶۵)۔ اور تم اُس وقت ان

---

(۶۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی جو تفسیر مروی ہے، اس کے مطابق ان سب حضرات نے یہ سجدہ یوسف علیہ السلام کے سامنے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کے لئے کیا تھا، یعنی سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کو تھا، البتہ یوسف علیہ السلام کے سامنے اور ان کے مل جانے کی خوشی میں کیا تھا۔ اِمام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی تفسیر کو راجح قرار دیا ہے۔ البتہ دوسرے مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ عبادت کا نہیں، بلکہ تعظیم کا ویسا ہی سجدہ تھا جیسا فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو کیا تھا، اور وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھا۔ تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو تعظیمی سجدہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

(۶۳) یعنی اس خواب میں چاند سورج سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین تھے، اور ستاروں سے مراد ان کے گیارہ بھائی۔

(۶۴) حضرت یوسف علیہ السلام کو مصائب وآلام کے جس طویل دور سے گذرنا پڑا تھا، اگر کوئی اور ہوتا تو والدین سے ملاقات کے بعد اپنی تکلیفوں کا دُکھڑا سناتا۔ لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھئے کہ ان مصائب کے بارے میں ایک لفظ کہے بغیر واقعات کے صرف اچھے رُخ کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا فرمایا۔ قید خانے میں جانے کا نہیں، وہاں سے نکلنے کا ذکر فرمایا، والدین کی جدائی کا بیان کرنے کے بجائے ان کے مصر آجانے کا تذکرہ فرما کر اس پر شکر اَدا کیا۔ بھائیوں نے جو ستم ڈھائے تھے، ان کو شیطان کا مچایا ہوا فساد قرار دے کر بات ختم فرمادی۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہر اِنسان کو چاہئے کہ وہ سخت سے سخت حالات میں بھی واقعات کے مثبت رُخ کا تصور کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر گذار رہو۔

(۶۵) جیسا کہ شروع سورت میں عرض کیا گیا تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ واقعہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے جواب میں

لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ ﴿١٠٢﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ

(یوسف کے بھائیوں) کے پاس موجود نہیں تھے جب انہوں نے سازش کر کے اپنا فیصلہ پختہ کرلیا تھا (کہ یوسف کو کنویں میں ڈالیں گے) (١٠٢) اس

لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ

کے باوجود اکثر لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں، چاہے تمہارا کیسا ہی دِل چاہتا ہو۔ (١٠٣) حالانکہ تم ان سے اس (تبلیغ) پر کوئی اُجرت نہیں مانگتے۔

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٤﴾ۧ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا ١١ع

یہ تو دُنیا جہان کے سب لوگوں کے لئے بس ایک نصیحت کا پیغام ہے۔ (١٠٤) اور آسمانوں اور زمین میں کتنی ہی نشانیاں ہیں جن پر ان کا گذر ہوتا رہتا

وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿١٠٥﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ

ہے، مگر یہ ان سے منہ موڑ جاتے ہیں۔ (١٠٥) اور ان میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اللہ پر ایمان رکھتے بھی ہیں تو اس طرح کہ وہ اس کے ساتھ شرک

مُّشْرِكُوْنَ ﴿١٠٦﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ

بھی کرتے جاتے ہیں۔ (١٠٦) بھلا کیا ان لوگوں کو اس بات کا ذرا ڈر نہیں ہے کہ اللہ کے عذاب کی کوئی بلا آ کر ان کو لپیٹ لے، یا ان پر قیامت اچانک

السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٠٧﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِىْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى

ٹوٹ پڑے اور انہیں پہلے سے احساس بھی نہ ہو؟ (١٠٧) (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ: ”یہ میرا راستہ ہے۔ میں بھی پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا

اللّٰهِ ۚ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِىْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہوں، اور جنہوں نے میری پیروی کی ہے وہ بھی۔ اور اللہ (ہر قسم کے شرک سے) پاک ہے، اور میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو اللہ کے ساتھ کسی کو

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٨﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِىْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ

شریک ٹھہراتے ہیں۔“ (١٠٨) اور ہم نے تم سے پہلے جو رسول بھیجے وہ سب مختلف بستیوں میں بسنے والے انسان ہی تھے جن پر ہم وحی بھیجتے تھے۔ (٦٦) تو

نازل فرمایا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھ رہے تھے کہ بنی اسرائیل کے مصر میں آباد ہونے کی کیا وجہ تھی؟ ان کو یقین تھا کہ آپ کے پاس بنی اسرائیل کی تاریخ کے اس حصے کا علم نہیں ہے، اور نہ کوئی ایسا ذریعہ ہے جس سے آپ کو یہ معلومات حاصل ہو سکیں۔ اس لئے ان کا خیال یہ تھا کہ آپ اس سوال کا صحیح جواب نہیں دے سکیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ پوری سورت اس واقعے کو بیان فرمانے کے لئے نازل فرمادی۔ اب آخر میں یہ نتیجہ نکالا جارہا ہے کہ اس واقعے کو معلوم کرنے کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی کے سوا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ جو لوگ یہ سوال کر رہے تھے، وہ یہ تفصیل سننے کے بعد آپ کی نبوت اور رِسالت پر اِیمان لے آئیں۔ لیکن چونکہ ان میں سے اکثر لوگوں کا ان سوالات سے یہ مقصد نہیں تھا کہ حق واضح ہونے کے بعد اس کو قبول کرلیں، بلکہ یہ سارے سوالات صرف ضد کی وجہ سے کئے جارہے تھے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اگلی آیات میں واضح فرمادیا کہ ان کھلے کھلے دلائل کے باوجود ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے۔

(٦٦) یہ کافروں کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی فرشتہ ہمارے پاس رسول بنا کر کیوں نہیں بھیجا؟

أَهْلِ الْقُرٰى ۗ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر یہ نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے کی قوموں کا انجام کیسا ہوا؟ اور آخرت کا گھر یقیناً ان لوگوں کے لئے کہیں بہتر

الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۗ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ اتَّقَوْا ۗ أَفَلَا

ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا۔ کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ (١٠٩) (پچھلے انبیاء کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ ان کی قوموں پر عذاب آنے

تَعْقِلُونَ ﴿١٠٩﴾ حَتّٰى إِذَا اسْتَيْأَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوا

میں کچھ دیر لگی) یہاں تک کہ جب پیغمبر لوگوں سے مایوس ہوگئے، اور کافر لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اُنہیں جھوٹی دھمکیاں دی گئی تھیں تو ان پیغمبروں کے

جَاءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَن نَّشَاءُ ۖ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ

پاس ہماری مدد پہنچ گئی (٦٧) (یعنی کافروں پر عذاب آیا) اور جن کو ہم چاہتے تھے، انہیں بچالیا گیا، اور جو لوگ مجرم ہوتے ہیں، ان سے ہمارے

الْمُجْرِمِينَ ﴿١١٠﴾ لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ مَا كَانَ

عذاب کو ٹالا نہیں جاسکتا۔ (١١٠) یقیناً ان کے واقعات میں عقل و ہوش رکھنے والوں کے لئے بڑا عبرت کا سامان ہے۔ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جو

حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِن تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍ

جھوٹ موٹ گھڑ لی گئی ہو، بلکہ اس سے پہلے جو کتابیں آچکی ہیں، ان کی تصدیق ہے، اور ہر بات کی وضاحت (٦٨)، اور جو لوگ ایمان لائیں

وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ﴿١١١﴾ ع ١٢

ان کے لئے ہدایت اور رحمت کا سامان! (١١١)

---

(٦٧) اس آیت کا یہ ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ اور بعض دوسرے تابعین وغیرہ کی تفسیر پر مبنی ہے جسے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی طویل بحث کے بعد آخر میں راجح قرار دیا ہے۔ آیت کی دوسری تفسیریں بھی ممکن ہیں، اور بعض مفسرین نے ان کو بھی اختیار کیا ہے، لیکن شاید یہ تفسیر جو ترجمے میں اختیار کی گئی ہے، سب سے زیادہ بے غبار ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ پچھلے انبیائے کرام کے دور میں بھی ایسا ہو چکا ہے کہ ان کو جھٹلانے والے کفار کو جب لمبی مہلت دی گئی، اور ان پر مدت تک عذاب نہ آیا تو ایک طرف انبیائے کرام ان کے ایمان لانے سے مایوس ہوگئے، اور دوسری طرف وہ کافر یہ سمجھ بیٹھے کہ انبیائے کرام نے ان کو عذابِ الٰہی کی جو دھمکیاں دی تھیں، (معاذ اللہ) وہ جھوٹی تھیں۔ لیکن اس کے بعد اچانک انبیائے کرام کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد آئی، ان کے جھٹلانے والوں پر عذاب نازل ہوا، اور ان کی بات سچی ہوئی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(٦٨) ایک طرف تو قرآنِ کریم یہ فرما رہا ہے کہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان کر کے پچھلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کی ہے جن میں یہ واقعہ مجموعی طور پر اسی طرح بیان ہوا ہے، مگر دوسری طرف ''ہر بات کی وضاحت'' فرما کر شاید اس طرف اشارہ ہے کہ اس واقعے کے سلسلے میں ان پچھلی کتابوں میں کچھ کتر بیونت ہوگئی تھی، قرآنِ کریم نے اس کی وضاحت فرما دی ہے۔ چنانچہ اگر حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے کو بائبل کی کتابِ پیدائش میں پڑھا جائے، تو بعض تفصیلات میں وہ قرآنِ

کریم کے بیان سے مختلف نظر آتا ہے۔ اِشارہ غالبًا اس طرف ہے کہ قرآنِ کریم نے ان تفصیلات کی وضاحت فرمادی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

الحمدللہ تعالیٰ! سورۂ یوسف کا ترجمہ اور حواشی آج بتاریخ ۲۰ / جمادی الثانیہ ۱۴۲۷ھ مطابق ۱۷ / جولائی ۲۰۰۶ء بروز دوشنبہ بعد عشاء کراچی میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سُوْرَةُ الرَّعْد

تعارف

یہ سورت بھی ہجرت سے پہلے نازل ہوئی تھی، اور اس کا بنیادی موضوع اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کا اِثبات اور ان پر عائد کئے جانے والے اِعتراضات کا جواب ہے۔ پچھلی سورت یعنی سورۂ یوسف کے آخر (آیت نمبر ۱۰۵) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور اس کی وحدانیت کی بہت سی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں، لیکن کفار ان کی طرف دھیان دینے کے بجائے ان سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ اب اس سورت میں کائنات کی ان نشانیوں کی کچھ تفصیل بیان فرمائی گئی ہے جو پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ جس قادرِ مطلق نے اس کائنات کا یہ محیر العقول نظام بنایا ہے، اُسے اپنی خدائی قائم کرنے کے لئے کسی مددگار یا شریک کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر اِنصاف کے ساتھ غور کیا جائے تو اس کائنات کا ہر ذرّہ اللہ تعالیٰ کی توحید کی بھی گواہی دیتا ہے، اور اس بات کی بھی کہ یہ سارا نظام اُس نے بے مقصد پیدا نہیں کر دیا۔ اس کا یقیناً کوئی مقصد ہے، اور وہ یہ کہ اس دُنیوی زندگی میں کئے ہوئے ہر کام کا کسی دن حساب ہو، اور اُس دن نیکیوں کا انعام اور برائیوں کی سزا دی جائے۔ اس سے خود بخود آخرت کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔ پھر نیکی اور برائی کا تعین کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح ہدایات بندوں کو دی جائیں۔ ان ہدایات کا ذریعہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں جو وحی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے اَحکام معلوم کر کے دُنیا والوں تک پہنچاتے ہیں۔ لہٰذا اسی سے رسالت کا عقیدہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کائنات کی جو نشانیاں اس سورت میں بیان کی گئی ہیں، ان میں بادلوں کی گرج چمک بھی ہے جس کا ذکر اس سورت کی آیت نمبر ۱۳ میں آیا ہے۔ عربی میں گرج کو "رعد" کہا جاتا ہے۔ اسی پر اس سورت کا نام "رعد" رکھا گیا ہے۔

ایاتها ۴۳ ۱۳ سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَكِّيَّةٌ ۹٦ رکوعاتها ٦

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں تینتالیس آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَ

الٓمّٓرٰ(۱)۔ یہ (اللہ کی) کتاب کی آیتیں ہیں۔ اور (اے پیغمبر!) جو کچھ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے، برحق ہے،

لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ

لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لا رہے۔ ۝۱ اللہ وہ ہے جس نے ایسے ستونوں کے بغیر آسمانوں کو بلند کیا جو تمہیں نظر آسکیں(۲)،

عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ

پھر اُس نے عرش پر استواء فرمایا(۳) اور سورج اور چاند کو کام پر لگادیا(۴)۔ ہر چیز ایک معین میعاد تک کے لئے رواں دواں ہے۔

يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ

وہی تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے۔ وہی ان نشانیوں کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم اس بات کا یقین کرلو کہ (ایک دن) تمہیں

رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَ هُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَ

اپنے پروردگار سے جاملنا ہے(۵)۔ ۝۲ اور وہی ذات ہے جس نے یہ زمین پھیلائی، اُس میں پہاڑ اور دریا بنائے، اور اُس میں ہر قسم کے پھلوں کے

---

(۱) جیسا کہ سورۂ بقرہ کے شروع میں عرض کیا گیا، ان حروفِ مقطعات کا صحیح مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۲) یعنی یہ آسمان ایسے ستونوں پر نہیں کھڑے ہیں جو آنکھوں سے نظر آسکیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ ہی کے سہارے انہیں کھڑا کیا ہوا ہے۔ آیت کی یہ تفسیر حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے (روح المعانی ۱۳: ۱۱۰)۔

(۳) "اِستواء" کے لفظی معنی سیدھا ہونے، قابو پانے اور بیٹھ جانے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلوقات کی طرح نہیں ہیں، اس لئے اُن کا اِستواء بھی مخلوقات جیسا نہیں۔ اس کی ٹھیک ٹھیک کیفیت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے ہم نے اس لفظ کا اُردو میں ترجمہ کرنے کے بجائے اسی لفظ کو برقرار رکھا ہے، کیونکہ ہمارے لئے اتنا ایمان رکھنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عرش پر اس طرح استواء فرمایا جو اُن کی شان کے لائق ہے۔ اس سے زیادہ کسی بحث میں پڑنے کی نہ ضرورت ہے، نہ ہماری محدود عقل اس کا احاطہ کرسکتی ہے۔

(۴) اشارہ اس طرف ہے کہ یہ چاند سورج بے مقصد گردش نہیں کررہے ہیں، ان کے سپرد ایک کام ہے جو وہ انتہائی نظم وضبط اور اِستقامت کے ساتھ اس طرح انجام دیئے جارہے ہیں کہ ان کے نظام الاوقات میں ایک لمحے کا بھی فرق نہیں آتا۔ اگر غور کیا جائے تو ان کے سپرد پوری دُنیا کی خدمت ہے، لہٰذا ایک ہوش مند اِنسان کو یہ سوچنا چاہئے کہ یہ عظیم الشان مخلوقات اُس کی خدمت کیوں انجام دے رہی ہیں؟ اگر خود اُس کے سپرد کوئی بڑی خدمت نہیں ہے تو چاند سورج کو کیا ضرورت ہے کہ وہ مستقل طور پر اِنسان کی خدمت انجام دیں؟

(۵) یعنی آخرت کا یقین پیدا کرلو، اور وہ اس طرح کہ جس ذات نے اتنی حیرت انگیز کائنات پیدا فرمائی ہے، وہ اس بات پر

اَنْهٰرًا ۖ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ

دو دو جوڑے پیدا کئے۔[۶] وہ دن کو رات کی چادر اُڑھادیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان ساری باتوں میں اُن لوگوں

النَّهَارَ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝٣ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ

کے لئے نشانیاں ہیں جو غور و فکر کریں۔ (۳) اور زمین میں مختلف قطعے ہیں جو پاس پاس واقع ہوئے ہیں[۷]،

مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ

اور انگور کے باغ اور کھیتیاں اور کھجور کے درخت ہیں، جن میں سے کچھ دُہرے تنے والے ہیں، اور کچھ اکہرے تنے والے۔ سب ایک ہی پانی

يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۙ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

سے سیراب ہوتے ہیں، اور ہم ان میں سے کسی کو ذائقے میں دوسرے پر فوقیت دے دیتے ہیں۔[۸] یقیناً ان سب باتوں میں اُن لوگوں کے لئے

لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٤ وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا

نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیں۔ (۴) اور اگر تمہیں (ان کافروں پر) تعجب ہوتا ہے تو ان کا یہ کہنا (واقعی) عجیب ہے کہ: ''کیا جب ہم مٹی

ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ

ہوجائیں گے تو کیا سچ مچ ہم نئے سرے سے پیدا ہوں گے؟''[۹] یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ (کی قدرت) کا انکار کیا ہے، اور یہی وہ

الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝٥

لوگ ہیں جن کے گلوں میں طوق پڑے ہوئے ہیں[۱۰]، اور وہ دوزخ کے باسی ہیں۔ وہ ہمیشہ اُسی میں رہیں گے۔ (۵) اور یہ لوگ خوشحالی (کی میعاد

کیوں قادر نہیں ہوسکتی کہ انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کردے۔ نیز اُس کی حکمت اور اِنصاف سے بعید ہے کہ وہ اچھے اور برے، ظالم اور مظلوم دونوں کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کرے، اور اُس نے اِس دُنیا کے بعد کوئی ایسا عالم پیدا نہ کیا ہو جس میں نیک لوگوں کو اُن کی نیکی کا اچھا بدلہ اور برائی کرنے والوں کو اُن کی برائی کی سزا دی جاسکے۔

(۶) نباتات میں نر اور مادہ کے جوڑے ہوتے ہیں۔ کسی زمانے میں یہ حقیقت لوگوں کو معلوم نہیں تھی کہ نر اور مادہ کا یہ نظام ہر درخت اور ہر پودے میں ہوتا ہے، لیکن جدید سائنس کو یہ حقیقت اب دریافت ہوگئی ہے۔

(۷) یعنی پاس پاس ہونے کے باوجود زمین کے مختلف حصوں کی خصوصیات میں فرق ہوتا ہے۔ زمین کا ایک قطعہ کاشت کے لائق ہے، مگر اُس کے بالکل برابر والا کاشت کے لائق نہیں۔ ایک حصے سے میٹھا پانی نکل رہا ہے، مگر اُس کے قریب ہی دوسرے حصے سے کھارا پانی برآمد ہوتا ہے۔ ایک قطعہ نرم ہے اور دوسرا سنگلاخ۔

(۸) یعنی کسی درخت سے زیادہ پھل نکلتے ہیں، کسی سے کم، کسی کا ذائقہ بہت اچھا ہوتا ہے، اور کسی کا اتنا اچھا نہیں ہوتا۔

(۹) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مردوں کو زندہ کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں، اس لئے کہ جو ذات یہ عظیم کائنات عدم سے وجود میں لاسکتی ہے، اُس کے لئے انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے؟ لیکن تعجب کے لائق تو یہ بات ہے کہ یہ کافر لوگ کھلی آنکھوں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے بیشمار مظاہر دیکھنے کے بعد بھی نئے سرے سے پیدا کرنے کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بعید سمجھتے ہیں۔

(۱۰) جب کسی کے گلے میں طوق پڑا ہوا ہو تو وہ اِدھر اُدھر دیکھنے کی صلاحیت سے محروم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ حقائق کو

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ

ختم ہونے) سے پہلے تم سے بدحالی کی جلدی مچائے ہوئے ہیں،(۱۱) حالانکہ ان سے پہلے ایسے عذاب کے واقعات گذر چکے ہیں جس نے لوگوں کو رُسوا

الْمَثُلٰتُ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَ اِنَّ

کرڈالا تھا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ لوگوں کے لئے اُن کی زیادتی کے باوجود تمہارے ربّ کی ذات ایک معاف کرنے والی ذات ہے، اور یہ بھی حقیقت

رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَاۤ

ہے کہ اُس کا عذاب بڑا سخت ہے۔(۱۲) ﴿۶﴾ اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے وہ کہتے ہیں کہ: ''بھلا ان پر (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر)

اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ

ان کے ربّ کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نہیں اُتارا گیا؟''(۱۳) (اے پیغمبر!) بات یہ ہے کہ تم تو صرف خطرے سے ہوشیار کرنے والے ہو، اور ہر قوم

هَادٍ ﴿۷﴾ ع اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَ مَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَ مَا ع

کے لئے کوئی نہ کوئی ایسا شخص ہوا ہے جو ہدایت کا راستہ دِکھائے۔ ﴿۷﴾ جس کسی مادہ کو جو حمل ہوتا ہے، اللہ اُس کو بھی جانتا ہے، اور ماؤں کے رحم میں

تَزْدَادُ ؕ وَ كُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ﴿۸﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ

جو کوئی کمی بیشی ہوتی ہے، اُس کو بھی۔(۱۴) اور ہر چیز کا اُس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے۔ ﴿۸﴾ وہ غائب و حاضر تمام باتوں کا جاننے والا ہے، اُس

دیکھنے اور اُن کی طرف دھیان کرنے سے محروم ہیں (روح المعانی)۔ اس کے علاوہ گلے میں طوق دراصل غلامی کی علامت ہے۔ چنانچہ اسلام سے پہلے معاشروں میں غلاموں کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاتا تھا۔ لہٰذا آیت کا اشارہ اس طرف بھی ہوسکتا ہے کہ ان لوگوں کے گلوں میں اپنی خواہشات اور شیطان کی غلامی کا طوق پڑا ہوا ہے، اس لئے وہ غیر جانب داری سے کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل نہیں رہے۔ اور بعض مفسرین نے اس جملے کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ آخرت میں ان کے گلوں میں طوق ڈالے جائیں گے۔

(۱۱) کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مطالبہ کرتے تھے کہ اگر ہمارا دِین غلط ہے تو اللہ تعالیٰ سے کہئے کہ ہم پر عذاب نازل کردے۔ یہ ان کے اس بے ہودہ مطالبے کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۲) یعنی جو چھوٹے چھوٹے گناہ انسان سے نادانی میں سرزد ہوجائیں، یا بڑے گناہ ہوں، مگر اِنسان اُن سے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ ان زیادتیوں کے باوجود اپنے بندوں کو معاف فرمادیتا ہے، لیکن کفر و شرک اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ضد اور عناد کا معاملہ ایسا ہے کہ اُس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی بڑا سخت ہے۔ لہٰذا بندوں کو یہ سوچ کر بے فکر نہ ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے، اس لئے وہ ہماری ہر نافرمانی کو ضرور معاف فرمادے گا۔

(۱۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے معجزات دیئے گئے تھے، لیکن کفارِ مکہ اپنی طرف سے نت نئے معجزات کی فرمائش کرتے رہتے تھے۔ اور جب ان کا کوئی مطالبہ پورا نہ ہوتا تو وہ یہ بات کہتے تھے جو اس آیت میں مذکور ہے۔ جواب میں قرآنِ کریم نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک پیغمبر ہیں، وہ اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے بغیر کوئی معجزہ نہیں دِکھا سکتے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کے پاس ایسے پیغمبر بھیجے ہیں۔ ان سب کا یہی حال تھا۔

(۱۴) یعنی اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ کس ماں کے پیٹ میں کیسا بچہ ہے، اور رحم میں رہتے ہوئے حمل بڑھ رہا ہے یا گھٹ رہا ہے۔

الْمُتَعَالِ ﴿٩﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنْ هُوَ
کی ذات بہت بڑی ہے، اُس کی شان بہت اُونچی۔ ﴿٩﴾ تم میں سے کوئی چپکے سے بات کرے یا زور سے، کوئی رات کے وقت چھپا ہوا ہو، یا دن
مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿١٠﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ
کے وقت چل پھر رہا ہو، وہ سب (اللہ کے علم کے لحاظ سے) برابر ہیں۔ ﴿١٠﴾ ہر شخص کے آگے اور پیچھے وہ نگراں (فرشتے)
مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى
مقرر ہیں جو اللہ کے حکم سے باری باری اُس کی حفاظت کرتے ہیں۔(۱۵) یقین جانو کہ اللہ کسی قوم کی حالت اُس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود
يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَ اِذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ
اپنے حالات میں تبدیلی نہ لے آئے۔(۱۶) اور جب اللہ کسی قوم پر کوئی آفت لانے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اُس کا ٹالنا ممکن نہیں، اور ایسے لوگوں کا خود اُس
وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿١١﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا
کے سوا کوئی رکھوالا نہیں ہوسکتا۔ ﴿١١﴾ وہی ہے جو تمہیں بجلی کی چمک دِکھلاتا ہے جس سے تمہیں (اُس کے گرنے کا) ڈر بھی لگتا ہے، اور (بارش کی)
وَّ طَمَعًا وَّ يُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿١٢﴾ وَ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَ
اُمید بھی بندھتی ہے، اور وہی (پانی سے) لدے ہوئے بادل اُٹھاتا ہے۔ ﴿١٢﴾ اور بادلوں کی گرج اُسی کی تسبیح اور حمد کرتی ہے،(۱۷) اور اُس کے رُعب

---

(۱۵) "نگراں" سے یہاں مراد فرشتے ہیں۔ اس آیت نے واضح فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اِنسان کی حفاظت کے لئے کچھ فرشتے مقرّر فرمارکھے ہیں جو باری باری اپنے فرائض انجام دیتے ہیں۔ قرآنِ کریم میں اصل لفظ "مُعَقِّبٰتٌ" استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں: "باری باری آنے والے" اس کی تفصیل صحیح بخاری کی ایک حدیث میں آئی ہے کہ فرشتوں کی ایک جماعت دن کے وقت انسانوں کی نگرانی پر مأمور ہے، اور دوسری جماعت رات کے وقت ان کی حفاظت کرتی ہے۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ فرشتے مختلف حادثات سے انسانوں کی حفاظت کرتے ہیں، البتہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہی یہ ہو کہ کسی شخص کو کسی تکلیف میں مبتلا کیا جائے تو یہ فرشتے وہاں سے ہٹ جاتے ہیں (تفصیل کے لئے دیکھئے معارف القرآن)۔

(۱۶) انسانوں کی حفاظت پر جو فرشتے مقرّر ہیں، اُس سے کسی کو یہ غلط فہمی ہوسکتی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا یہ انتظام کر رکھا ہے تو اِنسان کو بے فکر ہوجانا چاہئے، اور گناہ ثواب کی پروا بھی نہ کرنی چاہئے، کیونکہ یہ فرشتے حفاظت کرلیں گے۔ آیت کے اس حصے میں اس غلط فہمی کو دُور کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ یوں تو اللہ تعالیٰ کسی قوم کی اچھی حالت کو بدحالی سے خود بخود نہیں بدلتا، لیکن جب وہ نافرمانی پر کمر باندھ کر اپنی حالت خود بدل ڈالیں تو پھر اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے، اور اسے کوئی دُور نہیں کرسکتا، چنانچہ وہ نگراں فرشتے بھی ایسی صورت میں کام نہیں دیتے۔

(۱۷) "بادلوں کی گرج" کا حمد اور تسبیح کرنا حقیقی معنی میں بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ کائنات کی ہر چیز کے بارے میں قرآنِ کریم نے سورۂ بنی اسرائیل میں فرمایا ہے کہ وہ اپنے اپنے انداز میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے، مگر لوگ ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہیں (۱۷:۴۴)۔ اور اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جو شخص بھی بادلوں کی گرج چمک، اس کے اسباب اور اس کے نتائج پر غور کرے گا، وہ دُنیا کے کونے کونے تک پانی پہنچانے کے اس حیرت انگیز نظام کو دیکھ کر اُس خالق و مالک کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا

الْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَ يُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ

سے فرشتے بھی (تسبیح میں لگے ہوئے ہیں) اور وہی کڑکتی ہوئی بجلیاں بھیجتا ہے، پھر جس پر چاہتا ہے اُنہیں مصیبت بنا کر گرا دیتا ہے۔ اور ان

وَ هُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَ هُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ

(کافروں) کا حال یہ ہے کہ یہ اللہ ہی کے بارے میں بحثیں کر رہے ہیں، حالانکہ اُس کی طاقت بڑی زبردست ہے۔ (۱۳) وہی ہے جس سے دُعا کرنا

وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ

برحق ہے۔ اور اُس کو چھوڑ کر یہ لوگ جن (دیوتاؤں) کو پکارتے ہیں، وہ اُن کی دُعاؤں کا کوئی جواب نہیں دیتے، البتہ ان کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو

كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَ مَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَ مَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ

پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر یہ چاہے کہ پانی خود اُس کے منہ تک پہنچ جائے، حالانکہ وہ کبھی خود منہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور (بتوں سے) کافروں

اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا

کے دُعا کرنے کا نتیجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ بھٹکتی ہی پھرتی رہے۔ (۱۴) اور وہ اللہ ہی ہے جس کو آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوقات سجدہ کرتی ہیں،

السجدة ۲ وَّ كَرْهًا وَّ ظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدة قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ

کچھ خوشی سے، کچھ مجبوری سے،(۱۸) اور ان کے سائے بھی صبح و شام اُس کے آگے سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ (۱۵) (اے پیغمبر! ان کافروں سے) کہو کہ: "وہ

وَ الْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ

کون ہے جو آسمانوں اور زمین کی پرورش کرتا ہے؟" کہو کہ: "وہ اللہ ہے!" کہو کہ: "کیا پھر بھی تم نے اس کو چھوڑ کر ایسے کارساز بنا لئے ہیں جنہیں خود

لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَ الْبَصِيْرُ ۙ۬ اَمْ

اپنے آپ کو بھی نہ کوئی فائدہ پہنچانے کی قدرت حاصل ہے نہ نقصان پہنچانے کی؟" کہو کہ: "کیا اندھا اور دیکھنے والا برابر ہو سکتا ہے؟ یا کیا اندھیریاں

هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَ النُّوْرُ ۚ۬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ

اور روشنی ایک جیسی ہو سکتی ہیں؟" یا ان لوگوں نے اللہ کے ایسے شریک مانے ہوئے ہیں جنہوں نے کوئی چیز اسی طرح پیدا کی ہو جیسے اللہ پیدا کرتا ہے،(۱۹)

جس نے یہ نظام بنایا ہے، نیز وہ اس نتیجے تک ضرور پہنچے گا کہ جس ذات نے یہ محیر العقول نظام بنایا ہے، وہ ہر عیب سے پاک ہے، اور اس کو اپنی خدائی میں کسی شریک یا مددگار کی ضرورت نہیں، اور تسبیح کے یہی معنی ہیں۔

(۱۸) سجدہ کرنے سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کے اَحکام کے آگے جھک جانا ہے۔ مؤمن خوشی خوشی ان اَحکام کے آگے جھکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلے پر راضی رہتا ہے، اور کافر اللہ تعالیٰ کے تکوینی فیصلوں کے آگے مجبور ہے، اس لئے وہ چاہے یا نہ چاہے، اللہ تعالیٰ کائنات میں جو فیصلے فرماتا ہے، مجبوراً ان کے آگے سر جھکانے کے سوا اس کے پاس کوئی چارہ نہیں۔ واضح رہے کہ یہ سجدے کی آیت ہے، اس کی تلاوت یا سننے سے سجدہ واجب ہوتا ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی احتیاطاً سجدہ کر لینا ضروری ہے۔

(۱۹) مشرکینِ عرب جن دیوتاؤں کو خدا مان کر ان کی عبادت کرتے تھے، عام طور سے وہ یہ مانتے تھے کہ انہوں نے کائنات کی

فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ

اور اس وجہ سے ان کو دونوں کی تخلیق ایک جیسی معلوم ہو رہی ہو؟ (اگر کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا ہے تو اس سے) کہہ دو کہ: "صرف اللہ ہر چیز کا

الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ

خالق ہے، اور وہ تنہا ہی ایسا ہے کہ اس کا اقتدار سب پر حاوی ہے۔" (۱۶) اُسی نے آسمان سے پانی برسایا جس سے ندی نالے اپنی اپنی بساط کے

السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ

مطابق بہہ پڑے، پھر پانی کے ریلے نے پھولے ہوئے جھاگ کو اُوپر اُٹھا لیا۔ اور اسی قسم کا جھاگ اس وقت بھی اُٹھتا ہے جب لوگ زیور یا برتن

مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۚ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَاَمَّا الزَّبَدُ

بنانے کے لئے دھاتوں کو آگ پر تپاتے ہیں۔ اللہ حق اور باطل کی مثال اسی طرح بیان کر رہا ہے کہ (دونوں قسم کا) جو جھاگ ہوتا ہے، وہ تو باہر گر

فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۚ كَذٰلِكَ

کر ضائع ہو جاتا ہے، لیکن وہ چیز جو لوگوں کے لئے فائدہ مند ہوتی ہے، وہ زمین میں ٹھہر جاتی ہے۔ (۲۰) اسی قسم کی تمثیلیں ہیں جو اللہ بیان کرتا

يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ﴿۱۷﴾ لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ۚ وَالَّذِيْنَ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہے۔ (۱۷) بھلائی انہی لوگوں کے حصے میں ہے جنہوں نے اپنے ربّ کا کہنا مانا ہے، اور جنہوں نے اُس کا کہنا نہیں مانا، اگر ان کے پاس دُنیا بھر

لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا

کی ساری چیزیں بھی ہوں گی، بلکہ اتنی ہی اور بھی، تو وہ (قیامت کے دن) اپنی جان بچانے کے لئے وہ سب کچھ دینے کو تیار ہو جائیں گے۔ ان

بِهٖ ۚ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ ع ۱۱ / ۸ النصف

لوگوں کے حصے میں بری طرح کا حساب ہے، اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ (۱۸) جو شخص یہ یقین رکھتا ہو کہ تم پر تمہارے

اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ۚ اِنَّمَا

پروردگار کی طرف سے جو کچھ نازل ہوا ہے، برحق ہے، بھلا وہ اُس جیسا کیسے ہو سکتا ہے جو بالکل اندھا ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ نصیحت تو وہی لوگ

تخلیق میں کوئی حصہ نہیں لیا، بلکہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کی ہے۔ لیکن ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے خدائی کے بہت سے اختیارات ان کو دے رکھے ہیں، اس لئے ان کی عبادت کرنی چاہئے، تا کہ وہ اپنے اختیارات ہمارے حق میں استعمال کریں، اور اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش بھی کریں۔ اس آیت میں اوّل تو یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ من گھڑت دیوتا کوئی نفع یا نقصان اپنے آپ کو بھی نہیں پہنچا سکتے، دوسروں کو تو کیا پہنچائیں گے۔ پھر فرمایا گیا ہے کہ اگر ان دیوتاؤں نے بھی اللہ تعالیٰ کی طرح کچھ پیدا کیا ہوتا تب بھی ان کو خدا کا شریک ماننے کی کوئی وجہ ہو سکتی تھی، لیکن نہ واقعۃً انہوں نے کچھ پیدا کیا ہے، اور نہ اکثر اہلِ عرب کا ایسا عقیدہ ہے۔ پھر ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے کر ان کی عبادت کرنے کا آخر کیا جواز ہے؟

(۲۰) یعنی باطل، چاہے کچھ عرصے غالب نظر آئے، لیکن وہ جھاگ کی طرح بے فائدہ اور فنا ہو جانے والا ہے، اور حق پانی اور دوسری نفع بخش چیزوں کی طرح فائدہ مند اور باقی رہنے والا ہے۔

يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ يُوفُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُونَ
قبول کرتے ہیں جو عقل و ہوش رکھتے ہوں، (۱۹) (یعنی) وہ لوگ جو اللہ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں، اور معاہدے کی خلاف ورزی نہیں

الْمِيثَاقَ ﴿٢٠﴾ وَ الَّذِينَ يَصِلُونَ مَآ أَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ أَنْ يُّوصَلَ وَ يَخْشَوْنَ
کرتے، (۲۰) اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے، یہ لوگ انہیں جوڑے رکھتے ہیں،(۲۱) اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، اور

رَبَّهُمْ وَ يَخَافُونَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾ وَ الَّذِينَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ
حساب کے برے انجام سے خوف کھاتے ہیں۔ (۲۱) اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی خوشنودی کی خاطر صبر سے کام لیا ہے،(۲۲) اور

رَبِّهِمْ وَ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ أَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ
نماز قائم کی ہے، اور ہم نے انہیں جو رزق عطا فرمایا ہے، اُس میں سے خفیہ بھی اور علانیہ بھی خرچ کیا ہے، اور وہ بدسلوکی کا دفاع حسن سلوک

يَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ
سے کرتے ہیں،(۲۳) وطنِ اصلی میں بہترین انجام ان کا حصہ ہے،(۲۴) (۲۲) یعنی ہمیشہ رہنے کے لئے وہ باغات جن میں وہ خود بھی داخل ہوں گے،

(۲۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے جن تعلقات کو قائم رکھنے اور ان کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا ہے، انہیں پوری طرح ادا کرتے ہیں۔ اس میں رشتہ داروں کے تمام حقوق بھی داخل ہیں، اور دینی رشتے سے جو حقوق پیدا ہوتے ہیں، وہ بھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیائے کرام پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے، ان سب پر ایمان بھی لاتے ہیں، اور جن کی اطاعت کا حکم دیا ہے، ان کی اطاعت بھی کرتے ہیں۔

(۲۲) قرآنِ کریم کی اصطلاح میں "صبر" کا مفہوم بہت عام ہے۔ انسان اپنی نفسانی خواہشات کے تقاضوں کو جب بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے دبالے تو یہ صبر ہے۔ مثلاً نفس کی خواہش یہ ہو رہی ہے کہ اس وقت کی نماز چھوڑ دی جائے۔ ایسے موقع پر اس خواہش کی خلاف ورزی کر کے نماز پڑھنا صبر ہے۔ یا اگر کسی گناہ کی خواہش دل میں پیدا ہو رہی ہے تو اس کو دبا کر گناہ سے بچ جانا صبر ہے۔ اسی طرح اگر کسی تکلیف کے موقع پر اگر نفس کا تقاضا یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر شکوہ اور غیر ضروری واویلا کیا جائے، تو ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی رہ کر اختیاری واویلا نہ کرنا بھی صبر ہے۔ اس طرح صبر کا لفظ دین کے تمام احکام پر عمل کو حاوی ہے۔ یہی معنی آیت نمبر ۲۴ میں بھی مراد ہیں۔

(۲۳) یعنی برائی کا بدلہ اچھائی سے دیتے ہیں، اور "دفاع" کا لفظ استعمال فرما کر قرآنِ کریم نے یہ بھی واضح فرما دیا کہ اچھائی کرنے کا انجام بالآخر یہ ہوتا ہے کہ دوسرے کی بدسلوکی کے برے اثرات مٹ جاتے ہیں۔

(۲۴) اس آیت میں اصل الفاظ یہ ہیں: "لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ" اس میں "الدَّار" کے لفظی معنی "گھر" کے ہیں۔ بہت سے مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد آخرت کا عالم ہے۔ یہ لفظ بکثرت وطن کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اور یہاں آخرت کے بجائے اس لفظ کو استعمال کرنے سے بظاہر اشارہ اس طرف ہے کہ انسان کا اصلی گھر اور وطن آخرت ہے، اس لئے کہ دُنیا کی زندگی تو فنا ہو جانے والی ہے۔ انسان کو ہمیشہ ہمیشہ جہاں رہنا ہے، وہ آخرت کا عالم ہے۔ اس لئے یہاں "الدَّار" کا ترجمہ "اصلی وطن" سے کیا گیا ہے۔ یہی بات آگے آیت نمبر ۲۴، ۲۵ اور ۴۲ میں بھی ملحوظ رہنی چاہئے۔

يَدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ

اور ان کے باپ دادوں، بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک ہوں گے، وہ بھی۔ اور (ان کے استقبال کے لئے) فرشتے ان کے پاس ہر

الْمَلٰٓىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا

دروازے سے (یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے (۲۳) کہ ''تم نے (دُنیا میں) جو صبر سے کام لیا تھا، اس کی بدولت اب تم پر سلامتی ہی سلامتی

صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

نازل ہوگی، اور (تمہارے) اصلی وطن میں یہ تمہارا بہترین انجام ہے!'' (۲۴) اور (دوسری طرف) جو لوگ اللہ سے کئے ہوئے عہد کو مضبوطی

مِيْثَاقِهٖ وَ يَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يُفْسِدُوْنَ فِي

سے باندھنے کے بعد توڑتے ہیں، اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑے رکھنے کا حکم دیا ہے، انہیں کاٹ ڈالتے ہیں، اور زمین میں فساد مچاتے ہیں، تو

الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ

ایسے لوگوں کے حصے میں لعنت آتی ہے، اور اصلی وطن میں برا انجام انہی کا ہے۔ (۲۵) اللہ جس کے لئے چاہتا ہے، رزق میں وسعت کر دیتا ہے،

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ وَ فَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَا

اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا ہے۔ (۲۵) یہ (کافر) لوگ دُنیوی زندگی پر مگن ہیں، حالانکہ آخرت کے مقابلے میں دُنیوی زندگی کی حیثیت

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ ع وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ

اس سے زیادہ نہیں کہ وہ معمولی سی پونجی ہے۔ (۲۶) اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ یہ کہتے ہیں کہ ان پر (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) ان کے

لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ

پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اُتاری گئی؟ (۲۶) کہہ دو کہ: ''اللہ جس کو چاہتا ہے، گمراہ کر دیتا ہے، اور اپنے راستے پر اُنہی کو لاتا ہے جو

---

(۲۵) پیچھے یہ بتایا گیا تھا کہ جو لوگ دینِ حق کو جھٹلا رہے ہیں، ان پر اللہ کی لعنت ہے۔ اس پر کسی کو شبہ ہوسکتا تھا کہ دُنیا میں تو ان لوگوں کو خوب رزق مل رہا ہے، اور بظاہر وہ خوش حال نظر آتے ہیں۔ اس آیت میں اس شبہے کا جواب دیا گیا ہے کہ دُنیا میں رزق کی فراوانی یا اس کی تنگی کا اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبولیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، اپنی حکمتِ بالغہ کے تحت رزق خوب عطا فرماتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے رزق کی تنگی میں مبتلا کر دیتا ہے۔ کافر لوگ اگرچہ یہاں کی خوش حالی پر مگن ہیں، مگر انہیں یہ اندازہ نہیں کہ اس چند دن کی زندگی کا عیش آخرت کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

(۲۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے معجزات دیئے گئے تھے، لیکن کفارِ مکہ اپنی طرف سے نت نئے معجزات کی فرمائش کرتے رہتے تھے۔ اور جب ان کا کوئی مطالبہ پورا نہ ہوتا تو وہ یہ بات کہتے تھے جو اس آیت میں مذکور ہے، اور پیچھے آیت نمبر ۷ میں بھی گذری ہے۔ اس کا جواب آگے آیت نمبر ۳۱ میں آرہا ہے۔ یہاں اس کا جواب دینے کے بجائے یہ فرمایا گیا ہے کہ یہ مطالبات ان کی گمراہی کی دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، گمراہی میں پڑا رہنے دیتا ہے، اور ہدایت اُسی کو نصیب ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے رُجوع کر کے ہدایت مانگے، اور حق کی طلب رکھتا ہو۔ ایسا شخص ایمان لانے کے بعد اس کے حقوق ادا کرتا ہے،

يَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿٢٧﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ
اُس کی طرف رُجوع کریں۔" ﴿٢٧﴾ یہ وہ لوگ ہیں جو اِیمان لائے ہیں، اور جن کے دِل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ یاد رکھو کہ صرف
اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ﴿٢٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
اللہ کا ذکر ہی وہ چیز ہے جس سے دِلوں کو اِطمینان نصیب ہوتا ہے۔ ﴿٢٨﴾ (غرض) جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان کے
الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿٢٩﴾ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ
حصے میں خوش حالی بھی ہے، اور بہترین انجام بھی۔ ﴿٢٩﴾ (اے پیغمبر! جس طرح دوسرے رسول بھیجے گئے تھے) اسی طرح ہم نے تمہیں ایک ایسی اُمت
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ
میں رسول بنا کر بھیجا ہے جس سے پہلے بہت سی اُمتیں گذر چکی ہیں، تاکہ تم ان کے سامنے وہ کتاب پڑھ کر سنادو جو ہم نے وحی کے ذریعے تم پر نازل کی
هُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ
ہے، اور یہ لوگ اس ذات کی ناشکری کر رہے ہیں جو سب پر مہربان ہے۔ کہہ دو کہ: "وہ میرا پالنے والا ہے، اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔
تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴿٣٠﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ
اُسی پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے، اور اُسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے۔" ﴿٣٠﴾ اور اگر کوئی قرآن ایسا بھی اُترتا جس کے ذریعے پہاڑ اپنی جگہ سے
قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ
ہٹادیئے جاتے، یا اُس کی بدولت زمین شق کر دی جاتی (اور اس سے دریا نکل پڑتے) یا اُس کے نتیجے میں مردوں سے بات کر لی جاتی، (تب بھی یہ لوگ
اَفَلَمْ يَايْــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ
ایمان نہ لاتے)(٢٧)۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تمام تر اِختیار اللہ کا ہے۔ کیا پھر بھی ایمان والوں نے یہ سوچ کر اپنا ذہن فارغ نہیں کیا کہ اگر اللہ چاہتا تو سارے

اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں سکون حاصل کر لیتا ہے۔ پھر اس کو اس قسم کے شکوک نہیں ستاتے۔ وہ ہر حال کو اللہ تعالیٰ کی مشیت پر چھوڑ کر اس پر مطمئن رہتا ہے۔ اگر اچھی حالت ہو تو اس پر شکر اَدا کرتا ہے، اور اگر کوئی تکلیف ہو تو اس پر صبر کر کے اللہ تعالیٰ سے اس کے دُور ہونے کی دُعا کرتا ہے، اور اس بات پر مطمئن ہوتا ہے کہ جب تک یہ تکلیف ہے، اللہ تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت کے تحت ہے، اس لئے مجھے اس سے شکوہ نہیں ہے۔ اس طرح اسے تکلیف کے حالات میں بھی اطمینانِ قلب نصیب رہتا ہے۔ اور یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنی بیماری دُور کرنے کے لئے آپریشن کروائے، تو آپریشن کی تکلیف کے باوجود اُسے یہ اطمینان رہتا ہے کہ یہ عمل عین حکمت کے مطابق ہے۔

(٢٧) اس آیت میں ان چند معجزات کا ذکر فرمایا گیا ہے جن کی فرمائش مکہ مکرّمہ کے کافر لوگ کیا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ مکہ مکرّمہ کے اِردگرد جو پہاڑ ہیں، ان کو یہاں سے ہٹادو، اور یہاں کی زمین کو شق کر کے یہاں سے دریا نکال دو، اور ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر کے ان سے ہماری بات کروادو۔ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ اگر بالفرض یہ بے ہودہ مطالبات پورے کر بھی دیئے جاتے، تب بھی یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں تھے، کیونکہ یہ فرمائشیں حق طلبی کے جذبے سے نہیں، صرف ضد کی وجہ سے کی

جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ

ہی انسانوں کو (زبردستی) راہ پر لے آتا؟(۲۸) اور جنہوں نے کفر اپنایا ہے، ان پر تو ان کے کرتوت کی وجہ سے ہمیشہ کوئی نہ کوئی کھڑکھڑانے والی مصیبت پڑتی

اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

رہتی ہے، یا ان کی بستی کے قریب کہیں نازل ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ (ایک دن) اللہ نے جو وعدہ کر رکھا ہے، وہ آکر پورا ہو جائے گا۔(۲۹) یقین رکھو کہ

ع ۵/۱۰ يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۳۱ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ

اللہ وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ (۳۱) اور (اے پیغمبر!) حقیقت یہ ہے کہ تم سے پہلے پیغمبروں کا بھی مذاق اُڑایا گیا تھا، اور ایسے کافروں کو بھی میں

لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۳۲ اَفَمَنْ هُوَ

نے مہلت دی تھی، مگر کچھ وقت کے بعد میں نے ان کو گرفت میں لے لیا، اب دیکھ لو کہ میرا عذاب کیسا تھا؟ (۳۲) بھلا بتاؤ کہ ایک طرف وہ ذات ہے جو

قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ

ہر ہر شخص کے ہر ہر کام کی نگرانی کر رہی ہے، اور دوسری طرف اِن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شریک مانے ہوئے ہیں!(۳۰) کہو کہ: "ذرا اُن (خدا کے شریکوں)

جا رہی ہیں۔ سورۂ بنی اسرائیل (۱۷: ۹۰ تا ۹۳) میں اسی قسم کی کچھ اور فرمائشیں بھی مذکور ہیں جو کفار کیا کرتے تھے، اور اسی سورت کی آیت نمبر ۵۹ میں فرمائشی معجزات نہ دِکھانے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ جب کسی کو قوم کو کسی خاص معجزے کی فرمائش پر وہ معجزہ دِکھا دیا جاتا ہے اور وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتی تو اُس پر عذاب نازل ہوتا ہے۔ چنانچہ پچھلی اُمتوں عاد اور ثمود وغیرہ کے ساتھ یہی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ یہ لوگ اپنے فرمائشی معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے، اور ابھی ان کو ہلاک کرنا منظور نہیں ہے، اس لئے بھی ایسے معجزات نہیں دِکھائے جا رہے۔

(۲۸) کبھی کبھی مسلمانوں کو یہ خیال ہوتا تھا کہ جو معجزات یہ لوگ مانگ رہے ہیں، اگر وہ ان کو دِکھا دیئے جائیں تو شاید یہ لوگ مسلمان ہو جائیں۔ یہ آیت ان مسلمانوں کو ہدایت دے رہی ہے کہ انہیں اب اس بات سے اپنا ذہن فارغ کر لینا چاہئے، اور یہ سوچنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو یہ بھی ہے کہ وہ ان سب کو اپنی قدرت سے زبردستی مسلمان کر دے، لیکن چونکہ دُنیا کی اس امتحان گاہ کا اصل مقصد ہی یہ ہے کہ ہر شخص اپنی عقل استعمال کر کے اپنے اختیار سے ایمان لائے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں اپنی قدرت کو اِستعمال نہیں کیا، البتہ ایسے دلائل واضح کر دیئے ہیں کہ اگر انسان ان پر انصاف سے غور کرے، اور ہٹ دھرمی چھوڑ دے تو اُس کو حقیقت تک پہنچنے میں دیر نہیں لگنی چاہئے۔ اس کے بعد کافروں کی ہر فرمائش پوری کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

(۲۹) بعض مسلمانوں کو کبھی یہ خیال بھی ہوتا تھا کہ جب یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں ہیں، تو ان پر ابھی کوئی عذاب کیوں نہیں آجاتا۔ اس آیت میں اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ ان لوگوں پر چھوٹی چھوٹی مصیبتیں تو اس دُنیا میں بھی پڑتی رہتی ہیں، مثلاً کبھی قحط آجاتا ہے، کبھی کوئی اور بلا نازل ہو جاتی ہے، اور بعض اوقات ان کی قریبی بستیوں پر ایسی مصیبتیں آجاتی ہیں جن سے یہ لوگ خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ مگر ان کو اصل عذاب اس وقت ہوگا جب قیامت آنے کا وعدہ پورا ہوگا۔

(۳۰) یہ ترجمہ اُس تفسیر پر مبنی ہے جو اِمام رازیؒ اور علامہ آلوسیؒ نے "حل العقد" کے مصنف کے حوالے سے بیان کی ہے۔ اس

سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّـُٔوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ

کے نام تو بتاؤ (اگر کوئی نام لوگے) تو کیا اللہ کو کسی ایسے وجود کی خبر دوگے جس کا دُنیا بھر میں اللہ کو بھی پتہ نہیں ہے؟ یا خالی زبان سے ایسے نام لے لوگے

الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ

جن کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں؟[۳۱] حقیقت تو یہ ہے کہ ان کافروں کو اپنی مکارانہ باتیں بڑی خوبصورت لگتی ہیں، اور (اس طرح) ان کی ہدایت کے راستے

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

میں رُکاوٹ پیدا ہوگئی ہے۔ اور جسے اللہ گمراہی میں پڑا رہنے دے، اُسے کوئی راہ پر لانے والا میسر نہیں آسکتا۔[۳۲] ﴿۳۳﴾ ایسے لوگوں کے لئے دُنیوی زندگی میں

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ

بھی عذاب ہے، اور یقیناً آخرت کا عذاب کہیں زیادہ بھاری ہوگا، اور کوئی نہیں ہے جو انہیں اللہ (کے عذاب) سے بچا سکے۔ ﴿۳۴﴾ (دوسری طرف) وہ

الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ

جنت جس کا متقی لوگوں سے وعدہ کیا گیا ہے، اُس کا حال یہ ہے کہ اُس کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اُس کے پھل بھی سدا بہار ہیں، اور اُس کی

وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖۗ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَ

چھاؤں بھی! یہ انجام ہے ان لوگوں کا جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، جبکہ کافروں کا انجام دوزخ کی آگ ہے۔ ﴿۳۵﴾ اور (اے پیغمبر!) جن لوگوں کو

الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ

ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس کلام سے خوش ہوتے ہیں جو تم پر نازل کیا گیا ہے۔ اور انہی گروہوں میں وہ بھی ہیں جو اس کی بعض باتوں کو ماننے

تفسیر کے مطابق "مَنْ هُوَ قَآئِمٌ" کی خبر "موجود" ہے جو محذوف ہے، اور "وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ" جملہ حالیہ ہے۔ بندے کو یہ ترکیب دوسرے احتمالات کے مقابلے میں بہتر معلوم ہوتی ہے، واللہ اعلم۔

(۳۱) نام تو انہوں نے بہت سے بتوں اور دیوتاؤں کے رکھ رکھے تھے، اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر ان ناموں کے پیچھے کوئی حقیقت ہے تو اللہ تعالیٰ سے زیادہ اُسے کون جان سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے علم میں تو ایسا کوئی بھی وجود ہے نہیں۔ اب اگر تم اس کو حقیقی وجود قرار دوگے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ علم رکھنے کے مدعی ہوگے، بلکہ تمہارا یہ کہنا لازم آئے گا کہ جس وجود کا اللہ تعالیٰ کو بھی علم نہیں ہے، تم (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو اس کا پتہ بتا رہے ہو۔ اس سے بڑی جہالت اور کیا ہو سکتی ہے؟ اور اگر ان ناموں کے پیچھے کوئی حقیقت نہیں ہے تو یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں۔ بہر حال! دونوں صورتوں میں یہی ثابت ہوتا ہے کہ تمہارا شرک کا عقیدہ بے بنیاد ہے۔

(۳۲) یعنی جب کوئی شخص اس ضد پر اَڑ جائے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں، وہی اچھا کام ہے، اور اس کے مقابلے میں بڑی سے بڑی دلیل کو بھی سننے ماننے کو تیار نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اُس کو گمراہی میں پڑا رہنے دیتے ہیں، اور پھر اُسے کوئی راہِ راست پر لانے والا میسر نہیں آسکتا۔

مَنۡ يُّنۡكِرُ بَعۡضَهٗ ؕ قُلۡ اِنَّمَاۤ اُمِرۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ اللّٰهَ وَلَاۤ اُشۡرِكَ بِهٖ ؕ

سے انکار کرتے ہیں۔ (۳۳) کہہ دو کہ: "مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں، اور اُس کے ساتھ کسی کو خدائی میں شریک نہ مانوں، اسی بات

اِلَيۡهِ اَدۡعُوۡا وَاِلَيۡهِ مَاٰبِ ۝ وَكَذٰلِكَ اَنۡزَلۡنٰهُ حُكۡمًا عَرَبِيًّا ؕ وَلَئِنِ

کی میں دعوت دیتا ہوں، اور اُسی (اللہ) کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے۔" (۳۴) ۝۳۶ اور اسی طرح ہم نے اس (قرآن) کو عربی زبان میں ایک حکم

اتَّبَعۡتَ اَهۡوَآءَهُمۡ بَعۡدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنۡ

نامہ بنا کر نازل کیا ہے۔ (۳۵) اور (اے پیغمبر!) تمہارے پاس جو علم آچکا ہے، اگر اُس کے بعد بھی تم ان لوگوں کی خواہشات کے پیچھے چلے تو اللہ کے

---

(۳۳) اس آیت میں یہودیوں اور عیسائیوں کے مختلف گروہوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جو قرآنِ کریم کی آیات سن کر خوش ہوتے ہیں کہ یہ وہی اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جس کی پیشینگوئی پچھلی آسمانی کتابوں میں کی گئی تھی، چنانچہ اس گروہ کے بہت سے افراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے، عیسائیوں میں سے بھی، اور یہودیوں میں سے بھی۔ یہ حقیقت ذکر فرما کر ایک طرف تو کفارِ مکہ کو شرم دِلائی گئی ہے کہ جن لوگوں کے پاس آسمانی ہدایت موجود ہے، وہ تو ایمان لا رہے ہیں، اور جن لوگوں کے پاس نہ کوئی کتاب ہے، نہ کوئی اور آسمانی ہدایت، وہ ایمان لانے سے کترا رہے ہیں، اور دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مسلمانوں کو تسلی بھی دی گئی ہے کہ جہاں اسلام کے دُشمن موجود ہیں، وہاں بہت سے لوگ اس پیغام ہدایت کو قبول بھی کر رہے ہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں میں دوسرا گروہ کافروں کا ہے۔ ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کے بعض حصوں کا انکار کرتے ہیں۔ بعض حصوں کا ذکر کر کے اشارہ یہ کیا گیا ہے کہ یہودیوں اور عیسائیوں میں سے جو لوگ ایمان نہیں لائے، وہ بھی قرآنِ کریم کی ساری باتوں کا انکار نہیں کر سکتے، کیونکہ اُس کی بہت سی باتیں وہ ہیں جو تورات یا انجیل میں بھی موجود ہیں۔ مثلاً توحید، پچھلے انبیائے کرام پر ایمان اور ان کے واقعات، آخرت کا عقیدہ وغیرہ۔ اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ یہ سوچتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتوں کے معلوم ہونے کا کوئی ذریعہ آپ کے پاس نہیں ہے اس لئے یہ بات ظاہر ہے کہ آپ کو یہ باتیں وحی سے معلوم ہوئی ہیں۔ اس صورت میں آپ کی رسالت کو تسلیم کرنا چاہئے۔

(۳۴) اس آیت میں اسلام کے تین بنیادی عقائد توحید، رسالت اور آخرت کا بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلا فقرہ توحید کے اعلان پر مشتمل ہے، دوسرے فقرے میں فرمایا گیا ہے کہ: "اسی بات کی میں دعوت دیتا ہوں" اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا اِثبات کیا گیا ہے، اور آخری فقرہ یعنی: "اُسی کی طرف مجھے لوٹ کر جانا ہے" آخرت کے عقیدے کو ظاہر کرتا ہے۔ کہنا یہ مقصود ہے کہ یہ تینوں عقائد پچھلی کتابوں میں بھی بیان ہوئے ہیں، پھر قرآنِ کریم کے انکار کا کیا جواز ہے؟

(۳۵) یہاں سے آیت ۳۸ تک اس بات کی وضاحت فرمائی گئی ہے کہ قرآنِ کریم کے جن حصوں کا یہ لوگ انکار کرتے ہیں، اس کا بھی کوئی جواز نہیں ہے۔ وہ لوگ قرآنِ کریم کے ان اَحکام پر اِعتراض کرتے تھے جو تورات اور انجیل کے اَحکام سے مختلف ہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ بنیادی عقیدے تو تمام انبیائے کرام کی دعوت میں مشترک رہے ہیں، لیکن فروعی اور جزوی اَحکام مختلف انبیائے کرام کی شریعتوں میں مختلف ہوتے رہے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ ہر زمانے اور ہر اُمت

ع ۶ / ۱۱ وَّلِيٍّ وَّ لَا وَاقٍ ۝۳۷ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ
مقابلے میں نہ تمہارا کوئی مددگار ہوگا، نہ کوئی بچانے والا۔(۳۶) ۝۳۷ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے ہیں، اور انہیں بیوی
اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّيَّةً ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ
بچے بھی عطا فرمائے ہیں، اور کسی رسول کو یہ اختیار نہیں تھا کہ وہ کوئی ایک آیت بھی اللہ کے حکم کے بغیر لا سکے۔ ہر زمانے کے لئے الگ
لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝۳۸ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ
کتاب دی گئی ہے۔(۳۷) ۝۳۸ اللہ جس (حکم) کو چاہتا ہے، منسوخ کر دیتا ہے، اور (جس کو چاہتا ہے) باقی رکھتا ہے۔ اور تمام کتابوں کی جو اصل ہے، وہ
الْكِتٰبِ ۝۳۹ وَ اِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ
اُسی کے پاس ہے۔(۳۸) ۝۳۹ اور جس بات کی دھمکی ہم ان (کافروں) کو دیتے ہیں، چاہے اُس کا کوئی حصہ ہم تمہیں (تمہاری زندگی ہی میں) دِکھا دیں، یا
فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝۴۰ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ
(اُس سے پہلے ہی) تمہیں دُنیا سے اُٹھالیں، بہر حال تمہارے ذمے تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے، اور حساب لینے کی ذمہ داری ہماری ہے۔(۳۹) ۝۴۰ کیا ان

کے حالات مختلف ہوتے ہیں، اُس کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت مختلف زمانوں میں اَحکام بھی بدلتے رہتے ہیں۔ یعنی بہت سی چیزیں جو ایک نبی کی شریعت میں ناجائز تھیں، دوسرے نبی کی شریعت میں حلال کر دی گئیں۔ اور بعض اوقات اس کے برعکس بھی ہوا ہے۔ تو جس طرح پچھلی اُمتوں میں اَحکام کی تبدیلی کا یہ سلسلہ چلتا رہا ہے، اسی طرح یہ قرآن بھی ایک نیا حکم نامہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے، اور اُس کے عربی زبان میں ہونے سے اشارہ یہ کیا گیا ہے کہ یہ ان حالات سے بالکل مختلف حالات میں نازل ہوا ہے جن میں پچھلی کتابیں نازل ہوئی تھیں، اس لئے اُسے عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے جو رہتی دُنیا تک باقی رہنے والی زبان ہے، اور اس میں اس آخری دور کے حالات کی رعایت رکھی گئی ہے۔

(۳۶) یعنی قرآنِ کریم کے جو اَحکام ان کافروں کو اپنی خواہشات کے خلاف نظر آرہے ہیں، ان میں آپ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ان کی رعایت سے ان میں کوئی تبدیلی کر سکیں۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کا تصور بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے اَحکام میں کوئی تبدیلی فرمائیں، لیکن ایک اُصول کے طور پر یہ بات ارشاد فرما کر ساری دُنیا کے لوگوں کو متنبہ کر دیا گیا ہے۔

(۳۷) اس آیت میں ایک تو کفار کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو آپ کے بیوی بچے کیوں ہیں؟ جواب یہ دیا گیا ہے کہ بیوی بچے ایک دو انبیائے کرام کو چھوڑ کر تقریباً سارے انبیاء کو بھی عطا فرمائے گئے ہیں، کیونکہ نبوت کا ان سے کوئی تعارض نہیں ہے، بلکہ انبیائے کرام اپنے عمل سے واضح کرتے ہیں کہ ان کے حقوق کیسے ادا کئے جاتے ہیں، اور ان کے حقوق اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں توازن کیسے قائم رکھا جاتا ہے۔ دوسرے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ مختلف انبیائے کرام کی شریعتوں میں جزوی فرق ہوتا رہا ہے۔

(۳۸) تمام کتابوں کی اصل سے مراد "لوحِ محفوظ" ہے جس میں اَزل سے یہ بات درج ہے کہ کس اُمت کو کون سی کتاب اور کیسے اَحکام دیئے جائیں گے۔

(۳۹) بعض مسلمانوں کے دِل میں یہ خیال آتا تھا کہ ان کافروں کی سرکشی کے باوجود ان پر کوئی عذاب کیوں نہیں آرہا ہے؟ اس

نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ وَهُوَ سَرِيْعُ

لوگوں کو یہ حقیقت نظر نہیں آئی کہ ہم ان کی زمین کو چاروں طرف سے گھٹاتے چلے آرہے ہیں؟ (۴۰) ہر حکم اللہ دیتا ہے۔ کوئی نہیں ہے جو اُس کے حکم کو توڑ سکے،

الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا

اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (۴۱) جو لوگ ان سے پہلے گذرے ہیں، چالیں انہوں نے بھی چلی تھیں، لیکن چال تو تمام تر اللہ ہی کی چلتی ہے۔ کوئی بھی

تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ

شخص جو کچھ کرتا ہے، سب اُسے معلوم ہے، اور کافروں کو عنقریب پتہ لگ جائے گا کہ اصلی وطن کا نیک انجام کس کے حصے میں آتا ہے۔ (۴۲) اور جن

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ

لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: ''تم پیغمبر نہیں ہو'' کہہ دو کہ: ''میرے اور تمہارے درمیان گواہی کے لئے اللہ کافی ہے، نیز

وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۶ ۱۲

ہر وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے!'' (۴۳)

کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے کہ عذاب کا صحیح وقت اللہ تعالیٰ ہی نے اپنی حکمت کے تحت مقرر فرمایا ہوا ہے، وہ کسی وقت بھی آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا ذہن فارغ رکھنا چاہئے کہ ان کی ذمہ داری تبلیغ کی ہے، ان کافروں کا محاسبہ کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے جو وہ اپنی حکمت کے تحت مناسب وقت پر انجام دے گا۔

(۴۰) مطلب یہ ہے کہ جزیرۂ عرب پر مشرکین اور ان کے عقائد کا جو تسلط تھا، وہ رفتہ رفتہ سمٹ رہا ہے، اور مشرکین کے اثر و رسوخ کا دائرہ روز بروز کم ہو کر سکڑ رہا ہے، اور اس کی جگہ اسلام کے اثرات پھیل رہے ہیں۔ یہ ایک تازیانہ ہے جس سے ان مشرکین کو سبق لینا چاہئے۔

(۴۱) یعنی تم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر رہے ہو، اُس سے کیا ہوتا ہے؟ تمہارے انکار سے حقیقت نہیں بدل سکتی۔ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود آپ کی رسالت کا گواہ ہے، اور ہر وہ شخص جسے آسمانی کتابوں کا علم ہے، اگر انصاف کے ساتھ اس علم کی روشنی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا جائزہ لے گا تو وہ بھی یہ گواہی دیئے بغیر نہیں رہ سکے گا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

الحمد للہ! آج بتاریخ ۳؍رجب ۱۴۲۷ھ مطابق ۳۰؍جولائی ۲۰۰۶ء شبِ دوشنبہ میں سورۂ رعد کا
ترجمہ اور تفسیری حواشی تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس خدمت کو قبول فرمائیں،
اور باقی سورتوں کی خدمت کی بھی اپنی رضا کے مطابق توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ اِبۡرٰھِیۡمَ

تعارف

دوسری مکی سورتوں کی طرح اس سورت کا موضوع بھی اسلام کے بنیادی عقائد کا اِثبات اور ان کا انکار کرنے کے خوفناک نتائج پر تنبیہ ہے۔ چونکہ عرب کے مشرکین حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے تھے، اس لئے سورت کے آخر سے پہلے رُکوع میں اُن کی وہ پُر اَثر دُعا نقل فرمائی گئی ہے جس میں انہوں نے شرک اور بت پرستی کی صاف صاف بُرائی بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ اُنہیں اور اُن کے بیٹوں کو بت پرستی سے محفوظ رکھا جائے۔ اسی وجہ سے اس سورت کا نام سورۂ ابراہیم ہے۔

اٰیاتہا ۵۲ ۱۴ سُوْرَۃُ اِبْرٰھِیْمَ مَکِّیَّۃٌ ۷۲ رکوعاتہا ۷

سورۂ ابراہیم مکی ہے، اور اس میں باون آیتیں اور سات رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ
الٓرٰ۔ (اے پیغمبر!) یہ ایک کتاب ہے جو ہم نے تم پر نازل کی ہے، تاکہ تم لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے اندھیروں سے نکال کر روشنی میں
بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ﴿۱﴾ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي
لے آؤ، یعنی اُس ذات کے راستے کی طرف جس کا اقتدار سب پر غالب ہے، (اور) جو ہر تعریف کا مستحق ہے۔ (۱) وہ اللہ کہ آسمانوں اور زمین
السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ﴿۲﴾
میں جو کچھ ہے، اُسی کی ملکیت ہے۔ اور افسوس ہے اُن لوگوں پر جو حق کا انکار کرتے ہیں، کیونکہ انہیں سخت عذاب ہونے والا ہے۔ (۲) وہ لوگ
الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ
جو آخرت کے مقابلے میں دُنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہیں، اور دوسروں کو اللہ کے راستے پر آنے سے روکتے ہیں، اور اُس میں ٹیڑھ تلاش کرتے
اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ
رہتے ہیں[1]! وہ پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ (۳) اور ہم نے جب بھی کوئی رسول بھیجا، خود اُس کی قوم کی زبان میں بھیجا، تاکہ وہ ان کے
رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ
سامنے حق کو اچھی طرح واضح کرسکے[2]۔ پھر اللہ جس کو چاہتا ہے، گمراہ کردیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے، ہدایت دے دیتا ہے[3]، اور وہی ہے جس کا
مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ
اقتدار بھی کامل ہے، جس کی حکمت بھی کامل۔ (۴) اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ: "اپنی قوم کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں

(۱) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ وہ اسلام میں کوئی نہ کوئی عیب تلاش کرتے رہتے ہیں، تاکہ اُنہیں اعتراض کا موقع ملے، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ وہ اس فکر میں لگے رہتے ہیں کہ قرآن وسنت میں کوئی بات اُن کے خیالات اور خواہشات کے مطابق مل جائے تو اس کو اپنے باطل نظریات کی تائید میں پیش کریں۔

(۲) کفارِ مکہ کا ایک اعتراض یہ بھی تھا کہ قرآن عربی زبان میں کیوں اُتارا گیا ہے؟ اگر یہ کسی ایسی زبان میں ہوتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں جانتے تو اس کا معجزہ ہونا بالکل واضح ہوجاتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے ہر رسول کو اُس کی قوم کی مادری زبان میں اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اپنی قوم کو اُس کی اپنی زبان میں اللہ تعالیٰ کے اَحکام سمجھا سکے۔ کسی اور زبان میں قرآن نازل کیا جاتا تو تم یہ اعتراض کرتے کہ اسے ہم کیسے سمجھیں؟ چنانچہ یہی بات سورۂ حٰم السجدہ (۴۱: ۴۴) میں فرمائی گئی ہے۔

(۳) یعنی جو کوئی حق کا طلب گار بن کر اُس کو پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو ہدایت دے دیتے ہیں، اور جو شخص ضد اور عناد کے ساتھ پڑھتا ہے، اُسے گمراہی میں بھٹکتا چھوڑ دیتے ہیں۔ مزید دیکھئے پچھلی سورت (۱۳: ۳۳) کا حاشیہ۔

اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ

لاؤ، اور (مختلف لوگوں کو) اللہ نے (خوشحالی اور بدحالی کے) جو دن دِکھائے ہیں(۴) اُن کے حوالے سے اُنہیں نصیحت کرو۔" حقیقت یہ ہے کہ ہر وہ

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ

شخص جو صبر اور شکر کا خوگر ہو، اُس کے لئے اِن واقعات میں بڑی نشانیاں ہیں۔ (۵) وہ وقت یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ: "اللہ

اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ وَ

نے تم پر جو انعام کیا ہے، اُسے یاد رکھو کہ اُس نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے نجات دی، جو تمہیں بدترین تکلیفیں پہنچاتے تھے، اور تمہارے بیٹوں

يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَاۗءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَاۗءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

کو ذبح کر ڈالتے، اور تمہاری عورتوں کو زندہ رکھتے تھے، اور ان تمام واقعات میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارا زبردست امتحان

عَظِيْمٌ ۝ۧ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ ع ۱۲

تھا۔ (۶) اور وہ وقت بھی جب تمہارے پروردگار نے اعلان فرمادیا تھا کہ اگر تم نے واقعی شکر ادا کیا تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا، اور اگر تم نے

اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ

ناشکری کی تو یقین جانو، میرا عذاب بڑا سخت ہے۔" (۷) اور موسیٰ نے کہا تھا کہ: "اگر تم اور زمین پر بسنے والے تمام لوگ بھی ناشکری کریں، تو (اللہ

جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

کا کوئی نقصان نہیں، کیونکہ) اللہ بڑا بے نیاز ہے، بذاتِ خود قابلِ تعریف!" (۸) (اے کفارِ مکہ!) کیا تمہیں اُن لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے

قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ڜ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ مع

گذر چکے ہیں، قومِ نوح، عاد، ثمود اور اُن کے بعد آنے والی قومیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا؟(۵) ان سب کے پاس اُن کے رسول کھلے کھلے

جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا

دلائل لے کر آئے، تو انہوں نے اُن کے منہ پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے(۶) اور کہا کہ: "جو پیغام تمہیں دے کر بھیجا گیا ہے، ہم اس کو ماننے سے انکار

(۴) اصل قرآنی لفظ "ایّـام الله" ہے، جس کے لفظی معنی ہیں "اللہ کے دن" لیکن محاورے میں اس سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے خاص خاص اور اہم واقعات دِکھلائے ہیں، مثلاً نافرمان قوموں پر عذاب کا نازل ہونا، اور فرماں برداروں کو دُشمنوں کے مقابلے میں کامیابی عطا ہونا۔ لہٰذا آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان خاص خاص واقعات کا حوالہ دے کر اپنی قوم کو نصیحت کیجئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اختیار کریں۔

(۵) اس سے مراد وہ قومیں بھی ہوسکتی ہیں جن کی تاریخ محفوظ نہیں رہ سکی، اور وہ بھی جن کا اِجمالی حال تو معلوم ہے، لیکن ان کی تعداد اور اُن کے تفصیلی حالات کا کسی کو پتہ نہیں۔

(۶) یہ ایک محاورہ ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اُنہیں زبردستی بولنے اور تبلیغ کرنے سے روکا۔

منزل ۳ كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۞
کرتے ہیں، اور جس بات کی تم ہمیں دعوت دے رہے ہو، اُس کے بارے میں ہمیں بڑا بھاری شک ہے۔" (۹)
قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ
ان کے پیغمبروں نے اُن سے کہا: "کیا اللہ کے بارے میں شک ہے جو سارے آسمانوں اور زمین کا خالق ہے؟ وہ تمہیں بلا رہا ہے کہ تمہاری
لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ
خاطر تمہارے گناہ معاف کردے، اور تمہیں ایک مقررہ مدت تک مہلت دے۔(۷)" انہوں نے کہا کہ: "تمہاری حقیقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ
اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا
تم ایسے ہی انسان ہو جیسے ہم ہیں۔ تم یہ چاہتے ہو کہ ہمارے باپ دادا جن کی عبادت کرتے آئے ہیں اُن سے ہمیں روک دو، لہٰذا کوئی صاف
بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۞ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ
صاف معجزہ لاکر دکھاؤ(۸)۔" (۱۰) ان سے ان کے پیغمبروں نے کہا: "ہم واقعی تمہارے ہی جیسے انسان ہیں، لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر
اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ
چاہتا ہے خصوصی احسان فرمادیتا ہے۔ اور یہ بات ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ ہم اللہ کے حکم کے بغیر تمہیں کوئی
اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۞ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ
معجزہ لا دکھائیں، اور مومنوں کو صرف اللہ پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔(۹) (۱۱) اور آخر ہم کیوں اللہ پر بھروسہ نہ رکھیں جبکہ اُس نے ہمیں اُن راستوں کی
عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ
ہدایت دے دی ہے جن پر ہمیں چلنا ہے؟ اور تم نے ہمیں جو تکلیفیں پہنچائی ہیں، ان پر ہم یقیناً صبر کریں گے، اور جن لوگوں کو بھروسہ رکھنا ہو،
ع فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۞ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ
اُنہیں اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔" (۱۲) اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا تھا، اُنہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ: "ہم تمہیں اپنی سرزمین سے
مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ
نکال کر رہیں گے، ورنہ تمہیں ہمارے دین میں واپس آنا پڑے گا۔" چنانچہ اُن کے پروردگار نے ان پر وحی بھیجی کہ: "یقین رکھو، ہم ان ظالموں کو

(۷) مطلب یہ ہے کہ عذابِ الٰہی سے تمہیں نجات مل جائے، اور گناہوں کی معافی کے بعد تمہیں تمہاری عمر پوری ہونے تک زندگی سے لطف اندوز ہونے کا موقع ملے۔

(۸) اللہ تعالیٰ نے تقریباً ہر نبی کو کوئی نہ کوئی معجزہ عطا فرمایا تھا، لیکن ان کافروں کا کہنا تھا کہ جس جس معجزے کی ہم فرمائش کرتے جائیں، وہ دِکھاتے جاؤ۔

(۹) یعنی اگر تم اس بات کو نہیں مانتے اور ایمان لانے والوں کو تکلیف پہنچانے کے درپے ہو تو مومن کو ان اوچھے ہتھکنڈوں سے ڈرایا نہیں جاسکتا، کیونکہ اُس کا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے۔

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ لا وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ

ہلاک کردیں گے، ﴿۱۳﴾ اور اُن کے بعد یقیناً تمہیں زمین میں بسائیں گے۔ یہ ہے ہر اُس شخص کا صلہ جو میرے سامنے کھڑا ہونے کا خوف رکھتا

مَقَامِيْ وَ خَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ لا مِّنْ

اور میری وعید سے ڈرتا ہو۔'' ﴿۱۴﴾ اور ان کافروں نے خود فیصلہ مانگا،(۱۰) اور (نتیجہ یہ ہوا کہ) ہر ڈینگیں مارنے والا ہٹ دھرم نامراد ہو کر رہا۔ ﴿۱۵﴾

وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ لا يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ

اُس کے آگے جہنم ہے، اور (وہاں) اُسے پیپ کا پانی پلایا جائے گا، ﴿۱۶﴾ وہ اُسے گھونٹ گھونٹ کر کے پیئے گا، اور اُسے ایسا محسوس ہوگا کہ وہ

وَ يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَ مِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ

اُسے حلق سے اُتار نہیں سکے گا۔(۱۱) موت اُس پر ہر طرف سے آرہی ہوگی، مگر وہ مرے گا نہیں،(۱۲) اور اُس کے آگے (ہمیشہ) ایک اور سخت عذاب

غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ

موجود ہوگا۔(۱۳) ﴿۱۷﴾ جن لوگوں نے اپنے رَبّ کے ساتھ کفر کی رَوِش اختیار کی ہے، ان کی حالت یہ ہے کہ اُن کے اعمال اُس راکھ کی طرح ہیں جسے

الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

آندھی طوفان والے دن میں ہوا تیزی سے اُڑا لے جائے۔(۱۴) انہوں نے جو کچھ کمائی کی ہوگی، اُس میں سے کچھ اُن کے ہاتھ نہیں آئے گا۔ یہی تو

الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ

پرلے درجے کی گمراہی ہے۔ ﴿۱۸﴾ کیا تمہیں یہ بات نظر نہیں آتی کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو برحق مقصد سے پیدا کیا ہے۔

(۱۰) یعنی پیغمبروں سے یہ مطالبہ کیا کہ اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ سے کہہ کر ایسا عذاب ہم پر بھجوا دو جس سے حق و باطل کا فیصلہ ہو جائے۔ یہ بات کہہ کر وہ دراصل پیغمبروں کا متکبرانہ انداز میں مذاق اُڑاتے تھے۔

(۱۱) یہ ترجمہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمائی ہوئی ایک تفسیر پر مبنی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں محسوس یہ ہوگا کہ وہ اس پانی کو حلق سے اُتار نہیں سکیں گے، لیکن گھونٹ گھونٹ کر کے بڑی مشکل سے اور بڑی دیر میں وہ حلق سے اُترے گا۔

(۱۲) ہر طرف سے موت آنے کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کی جو مختلف صورتیں سامنے آئیں گی، وہ ایسی ہوں گی جو دُنیا میں جان لیوا اور موت کا سبب ہوتی ہیں، مگر وہاں ان کی وجہ سے انہیں موت نہیں آئے گی۔

(۱۳) یعنی ہر عذاب کے بعد ایک دوسرا سخت عذاب آنے والا ہوگا، تاکہ ایک ہی قسم کا عذاب سہہ سہہ کر اِنسان اُس کا عادی نہ ہو جائے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۱۴) کافر لوگ دُنیا میں کچھ اچھے کام بھی کرتے ہیں، مثلاً غریبوں کی امداد وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ اُن کے ایسے اچھے کاموں کا بدلہ اُنہیں دُنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے۔ آخرت میں اُن کا کوئی ثواب نہیں ملتا، کیونکہ وہاں ثواب ملنے کے لئے ایمان شرط ہے۔ لہٰذا آخرت میں وہ اعمال ان کے کچھ کام نہیں آتے۔ اس کی مثال یہ دی گئی ہے کہ جس طرح راکھ کو آندھی اُڑا لے جائے تو اُس کا کوئی پتہ نشان نہیں ملتا، اسی طرح کافروں کے ان اعمال کو ان کا کفر کالعدم کر دے گا، اور ان اعمال کا کوئی فائدہ ان کو آخرت میں نہیں ملے گا۔

إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ﴿١٩﴾ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ
اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کردے، اور ایک نئی مخلوق وجود میں لے آئے۔(۱۵) ﴿۱۹﴾ اور یہ بات اللہ کے لئے کچھ بھی
بِعَزِيزٍ ﴿٢٠﴾ وَبَرَزُوا لِلَّهِ جَمِيعًا فَقَالَ الضُّعَفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا
مشکل نہیں ہے۔ ﴿۲۰﴾ اور یہ سب لوگ اللہ کے آگے پیش ہوں گے۔ پھر جو لوگ (دنیا میں) کمزور تھے، وہ بڑائی بگھارنے والوں سے کہیں گے
كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنتُم مُّغْنُونَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللَّهِ مِن شَيْءٍ ۚ قَالُوا لَوْ
کہ: ”ہم تو تمہارے پیچھے چلنے والے لوگ تھے، تو کیا اب تم ہمیں اللہ کے عذاب سے کچھ بچالو گے؟“ وہ کہیں گے: ”اگر اللہ نے ہمیں ہدایت
هَدَانَا اللَّهُ لَهَدَيْنَاكُمْ ۖ سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَجَزِعْنَا أَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِن
دی ہوتی تو ہم بھی تمہیں ہدایت دے دیتے۔ چاہے ہم چیخیں چلائیں یا صبر کریں، دونوں صورتیں ہمارے لئے برابر ہیں، ہمارے لئے چھٹکارے
مَّحِيصٍ ﴿٢١﴾ وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ ع ۱۵
کا کوئی راستہ نہیں۔“ ﴿۲۱﴾ اور جب ہر بات کا فیصلہ ہوجائے گا تو شیطان (اپنے ماننے والوں سے) کہے گا: ”حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے تم سے سچا
وَوَعَدتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن
وعدہ کیا تھا، اور میں نے تم سے وعدہ کیا تو اُس کی خلاف ورزی کی۔ اور مجھے تم پر اس سے زیادہ کوئی اختیار حاصل نہیں تھا کہ میں نے تمہیں (اللہ کی
دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم ۖ مَّا أَنَا
نافرمانی کی) دعوت دی تو تم نے میری بات مان لی۔ لہٰذا اب مجھے ملامت نہ کرو، بلکہ خود اپنے آپ کو ملامت کرو۔ نہ تمہاری فریاد پر میں تمہاری
بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ ۖ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِن
مدد کرسکتا ہوں، اور نہ میری فریاد پر تم میری مدد کرسکتے ہو۔ تم نے اس سے پہلے مجھے اللہ کا جو شریک مان لیا تھا، (آج) میں نے اُس کا انکار کردیا

---

(۱۵) اس آیتِ کریمہ میں آخرت کی زندگی کا ضروری ہونا بھی بیان فرمایا گیا ہے، اور اس پر کافروں کو جو شبہہ ہوتا ہے، اُس کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ پہلے تو یہ فرمایا گیا ہے کہ اس کائنات کی تخلیق ایک برحق مقصد کے لئے کی گئی ہے۔ اور وہ مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں کو اِنعام دیا جائے، اور نافرمانوں اور ظالموں کو سزا ملے۔ اگر آخرت کی زندگی نہ ہوتی تو نیک اور بد سب برابر ہوجاتے۔ لہٰذا انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اس دُنیا کے بعد ایک دوسری زندگی ہو جس میں ہر انسان کو اُس کے مناسب بدلہ دیا جاسکے۔ رہا کافروں کا یہ اِعتراض کہ مرکر مٹی میں مل جانے کے بعد اِنسان کس طرح دوبارہ زندہ ہوں گے؟ تو اس کا جواب اگلے جملے میں یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تو یہ بھی ہے کہ تم سب کو فنا کر کے ایک نئی مخلوق پیدا کردے۔ اور ظاہر ہے کہ ایک مخلوق کو بالکل عدم سے وجود میں لانا زیادہ مشکل کام ہے اور جو مخلوق ایک مرتبہ وجود میں آچکی ہو، اُس پر موت طاری کر کے اُسے زندہ کردینا اُس کے مقابلے میں زیادہ آسان ہے۔ جب اللہ تعالیٰ پہلے مشکل کام پر قادر ہے تو اس دوسرے کام کی تو یقیناً قدرت رکھتا ہے۔

قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۲﴾ وَ اُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

ہے۔(۱۶) جن لوگوں نے یہ ظلم کیا تھا، اُن کے حصے میں تو اَب دردناک عذاب ہے۔'' (۲۲) اور جو لوگ ایمان لائے تھے، اور انہوں نے نیک عمل کئے

وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا بِاِذْنِ

تھے، اُنہیں ایسے باغات میں داخل کیا جائے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اپنے پروردگار کے حکم سے وہ ان (باغوں) میں ہمیشہ رہیں

رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کَلِمَةً

گے۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کا استقبال سلام سے کریں گے۔(۱۷) (۲۳) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کلمۂ طیبہ کی کیسی مثال بیان کی ہے؟ وہ

طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا

ایک پاکیزہ درخت کی طرح ہے جس کی جڑ (زمین میں) مضبوطی سے جمی ہوئی ہے، اور اُس کی شاخیں آسمان میں ہیں،(۱۸) (۲۴) اپنے ربّ کے حکم

كُلَّ حِیْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ یَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ

سے وہ ہر آن پھل دیتا ہے۔(۱۹) اللہ (اس قسم کی) مثالیں اس لئے دیتا ہے تاکہ لوگ نصیحت

(۱۶) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان کو شریک ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی ایسی ہی اطاعت کی جائے جیسی اللہ تعالیٰ کی کرنی چاہئے۔ شیطان اُس وقت کہے گا کہ اب میں تمہارے اس طریق کار کے صحیح ہونے کا انکار کرتا ہوں۔

(۱۷) اُوپر دوزخیوں کا مکالمہ مذکور تھا کہ وہ ایک دوسرے کو ملامت بھی کریں گے اور اس بات کا اعلان بھی کہ ان کے لئے تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ اس کے مقابلے میں جنت والوں کا طریقہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ہر ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو تباہی کے بجائے سلامتی کا پیغام دیں گے۔

(۱۸) کلمۂ طیبہ سے مراد کلمۂ توحید یعنی ''لا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ'' ہے۔ اور اکثر مفسرین نے فرمایا ہے کہ پاکیزہ درخت سے مراد ''کھجور'' کا درخت ہے، جس کی جڑیں زمین میں مضبوطی کے ساتھ جمی ہوتی ہیں، اور تیز ہوائیں اور آندھیاں اُسے نقصان نہیں پہنچا سکتیں، نہ اُسے اپنی جگہ سے ہلاسکتی ہیں۔ اسی طرح جب توحید کا کلمہ انسان کے دِل و دِماغ میں پیوست ہوجاتا ہے تو اِیمان کی خاطر اُسے کیسی ہی تکلیفوں یا مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے، اُس کے ایمان میں کوئی کمزوری نہیں آتی۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو ہر قسم کی اذیتیں دی گئیں، لیکن توحید کا جو کلمہ اُن کے دِل میں گھر کر چکا تھا، اُس میں مصائب کی ان آندھیوں سے ذرّہ برابر تزلزل نہیں آیا۔ کھجور کے درخت کی دوسری صفت اس آیت میں یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اُس کی شاخیں آسمان کی طرف بلند ہوتی ہیں، اور زمین کی کثافتوں سے دُور رہتی ہیں، اسی طرح جب توحید کا کلمہ مؤمن کے دِل میں پیوست ہوجاتا ہے تو اُس کے تمام نیک کام جو درحقیقت اسی کلمے کی شاخیں ہیں، آسمان کی طرف بلند ہوتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچ کر اُس کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں، اور دُنیا پرستی کی کثافتوں سے محفوظ رہتے ہیں۔

(۱۹) یعنی یہ درخت سدابہار ہے، اُس پر کبھی خزاں طاری نہیں ہوتی، اور وہ ہر حال میں پھل دیتا ہے۔ اگر اس سے مراد کھجور کا درخت ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کا پھل سارے سال کھایا جاتا ہے۔ نیز جس زمانے میں بظاہر اُس پر پھل نہیں ہوتا، اُس زمانے میں بھی اُس سے مختلف فائدے حاصل کئے جاتے ہیں۔ کبھی اُس سے نیرا نکال کر پیا جاتا ہے، کبھی اُس کے تنے کا گودا

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۣاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ
حاصل کریں۔ (۲۵) اور ناپاک کلمے کی مثال ایک خراب درخت کی طرح ہے جسے زمین کے اُوپر ہی اُوپر سے اُکھاڑ لیا جائے،
الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ
اُس میں ذرا بھی جماؤ نہ ہو۔[۲۰] (۲۶) جو لوگ ایمان لائے ہیں، اللہ اُن کو اس مضبوط بات پر دُنیا کی زندگی میں بھی
الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ
جماؤ عطا کرتا ہے، اور آخرت میں بھی[۲۱] اور ظالم لوگوں کو اللہ بھٹکا دیتا ہے، اور اللہ (اپنی حکمت کے مطابق)
ع وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿٢٧﴾ ۧ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا
جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ (۲۷) کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کی نعمت کو کفر سے بدل ڈالا،
وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ ۙ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ وَبِئْسَ
اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں لا اُتارا (۲۸) جس کا نام جہنم ہے؟[۲۲] وہ اُس میں جلیں گے، اور وہ بہت برا
الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا
ٹھکانا ہے۔ (۲۹) اور انہوں نے اللہ کے ساتھ (اُس کی خدائی میں) کچھ شریک بنا لئے، تاکہ لوگوں کو اُس کے راستے سے گمراہ کریں۔ ان سے کہو کہ:

نکال کر کھایا جاتا ہے، اور کبھی اُس کے پتوں سے مختلف چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ اسی طرح جب کوئی شخص توحید کے کلمے پر ایمان لے آتا ہے تو چاہے خوش حال ہو یا تنگدست، عیش و آرام میں ہو یا تکلیفوں میں، ہر حال میں اُس کے ایمان کی بدولت اُس کے اعمال نامے میں نیکیاں بڑھتی رہتی ہیں، اور اس کے نتیجے میں اُس کے ثواب میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے جو درحقیقت توحید کے کلمے کا پھل ہے۔

(۲۰) ناپاک کلمے سے مراد "کفر کا کلمہ" ہے، اس کی مثال ایسا خراب درخت ہے جس کی کوئی مضبوط جڑ نہ ہو، بلکہ وہ جھاڑ جھنکاڑ کی شکل میں خود اُگ آئے۔ اُس میں جماؤ بالکل نہیں ہوتا، اس لئے جو شخص چاہے اُسے آسانی سے اُکھاڑ ڈالتا ہے۔ اسی طرح کافرانہ عقیدوں کی کوئی عقلی یا نقلی بنیاد نہیں ہوتی۔ اُن کی تردید آسانی سے کی جاسکتی ہے۔ اور غالباً اس سے مسلمانوں کو یہ تسلی بھی دی گئی ہے کہ کفر و شرک کے جن عقیدوں نے آج مسلمانوں پر زمین تنگ کی ہوئی ہے، عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب ان کو اس طرح اُکھاڑ پھینکا جائے گا جیسے جھاڑ جھنکاڑ کو اُکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے۔

(۲۱) دُنیا میں جماؤ عطا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ مؤمن پر کتنی زبردستی کی جائے، وہ توحید کے اس کلمے کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اور آخرت میں جماؤ پیدا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ قبر میں جب اُس سے سوال و جواب ہوگا تو وہ اپنے اس کلمے اور عقیدے کا اظہار کرے گا جس کے نتیجے میں اُسے آخرت کی ابدی نعمتیں نصیب ہوں گی۔

(۲۲) یہ مکہ مکرّمہ کے کافر سرداروں کی طرف اشارہ ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا تھا، لیکن انہوں نے ان نعمتوں کی ناشکری کی، جس کے نتیجے میں خود بھی تباہی مول لی اور اپنی قوم کو بھی تباہی کے راستے پر لے گئے۔

فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾ قُلْ لِعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا

"(تھوڑے سے) مزے اُڑالو، کیونکہ آخرکار تمہیں جانا دوزخ ہی کی طرف ہے۔" (۳۰) میرے جو بندے ایمان لائے ہیں، اُن سے کہہ دو کہ وہ نماز

الصَّلَاةَ وَيُنْفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ

قائم کریں، اور ہم نے ان کو جو رزق دیا ہے اُس میں سے پوشیدہ طور پر بھی اور علانیہ بھی (نیکی کے کاموں میں) خرچ کریں، (اور یہ کام) اُس دن

يَوْمٌ لَا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ﴿٣١﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

کے آنے سے پہلے پہلے (کرلیں) جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہوگی، نہ کوئی دوستی کام آئے گی۔[۲۳] (۳۱) اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا

وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ

کیا، اور آسمان سے پانی برسایا، پھر اُس کے ذریعے تمہارے رزق کے لئے پھل اُگائے،

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ﴿٣٢﴾

اور کشتیوں کو تمہارے لئے رام کردیا، تاکہ وہ اُس کے حکم سے سمندر میں چلیں، اور دریاؤں کو بھی تمہاری خدمت پر لگادیا۔ (۳۲)

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿٣٣﴾

اور تمہاری خاطر سورج اور چاند کو اس طرح کام پر لگایا کہ وہ مسلسل سفر میں ہیں، اور تمہاری خاطر رات اور دن کو بھی کام پر لگایا۔ (۳۳)

وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا

اور تم نے جو کچھ مانگا، اُس نے اُس میں سے (جو تمہارے لئے مناسب تھا) تمہیں دیا۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنے لگو تو شمار (بھی) نہیں

ع ۵ ۱۷ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا

کرسکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان بہت بے انصاف، بڑا ناشکرا ہے۔ (۳۴) اور یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم نے (اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے

الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾ رَبِّ إِنَّهُنَّ

ہوئے) کہا تھا کہ: "یا ربّ! اس شہر کو پُرامن بنادیجئے،[۲۴] اور مجھے اور میرے بیٹوں کو اس بات سے بچائیے کہ ہم بتوں کی پرستش کریں۔[۲۵]" (۳۵)

---

(۲۳) اس سے مراد حساب و کتاب کا دن ہے۔ اُس دن کوئی شخص پیسے خرچ کرکے جنت نہیں خرید سکے گا، اور نہ دوستی کے تعلقات کی بناپر اپنے آپ کو عذاب سے بچا سکے گا۔

(۲۴) اس سے مراد مکہ مکرّمہ کا شہر ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ حضرت ہاجرہؓ اور اپنے صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چھوڑا تھا۔ اُس وقت یہاں کوئی آبادی نہیں تھی، نہ بظاہر زندہ رہنے کا کوئی سامان، لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں پہلے زمزم کا کنواں جاری فرمایا جسے دیکھ کر قبیلہ جرہم کے لوگ یہاں آکر حضرت ہاجرہؓ کی اجازت سے آباد ہوئے، اور پھر رفتہ رفتہ یہ ایک شہر بن گیا۔

(۲۵) مکہ مکرّمہ کے مشرکین حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا بڑا مانتے تھے۔ اس لئے ان آیات میں اللہ تعالیٰ اُن کی یہ دُعا نقل فرما کر انہیں متنبہ فرما رہے ہیں کہ وہ تو بت پرستی سے اتنے بیزار تھے کہ انہوں نے اپنی اولاد کو اُس سے محفوظ رہنے کی دُعا مانگی تھی۔

أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي ۚ وَمَنْ عَصَانِي
میرے پروردگار! ان بتوں نے لوگوں کی بڑی تعداد کو گمراہ کیا ہے۔ لہٰذا جو کوئی میری راہ پر چلے، وہ تو میرا ہے، اور جو میرا کہنا نہ مانے، تو (اُس کا
فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٦﴾ رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي
معاملہ میں آپ پر چھوڑتا ہوں) آپ بہت بخشنے والے بڑے مہربان ہیں۔(۲۶) ﴿۳۶﴾ اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنی کچھ اولاد کو آپ کے حرمت
زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ
والے گھر کے پاس ایک ایسی وادی میں لا بسایا ہے جس میں کوئی کھیتی نہیں ہوتی۔ ہمارے پروردگار! (یہ میں نے اس لئے کیا) تاکہ یہ نماز قائم
النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُم مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ ﴿٣٧﴾
کریں، لہٰذا لوگوں کے دلوں میں ان کے لئے کشش پیدا کردیجئے، اور ان کو پھلوں کا رزق عطا فرمایئے(۲۷) تاکہ وہ شکر گذار بنیں۔ ﴿۳۷﴾ اے
رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِن شَيْءٍ فِي
ہمارے ربّ! ہم جو کام چھپ کر کرتے ہیں، وہ بھی آپ کے علم میں ہیں، اور جو کام علانیہ کرتے ہیں، وہ بھی۔ اور اللہ سے نہ زمین کی کوئی چیز
الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿٣٨﴾ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ
چھپی ہوئی ہے، نہ آسمان کی کوئی چیز۔ ﴿۳۸﴾ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل اور اسحاق (جیسے بیٹے) عطا
وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبِّي لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٩﴾ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَ
فرمائے۔ بیشک میرا ربّ بڑا دُعائیں سننے والا ہے۔ ﴿۳۹﴾ یا ربّ! مجھے بھی نماز قائم کرنے والا بنا دیجئے، اور میری اولاد میں سے بھی (ایسے لوگ
مِن ذُرِّيَّتِي ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴿٤٠﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ
پیدا فرمایئے جو نماز قائم کریں۔) اے ہمارے پروردگار! اور میری دُعا قبول فرمالیجئے۔ ﴿۴۰﴾ اے ہمارے پروردگار! جس دن حساب قائم ہوگا، اُس

پھر تم لوگوں نے کہاں سے بت پرستی شروع کردی۔

(۲۶) مطلب یہ ہے کہ میں اپنی اولاد اور دوسرے لوگوں کو بت پرستی سے بچنے کی تاکید کرتا رہوں گا۔ پھر جو لوگ میری ان ہدایات پر عمل کریں گے، وہ تو مجھ سے تعلق رکھنے کا دعویٰ کرسکیں گے، لیکن جو میری بات نہیں مانیں گے، ان کے لئے میں بددُعا نہیں کرتا، بلکہ اُن کا معاملہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔ آپ غفور رحیم ہیں، اس لئے ان کی مغفرت کا یہ راستہ بھی نکال سکتے ہیں کہ ان کو ہدایت عطا فرمادیں۔

(۲۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا ایسی قبول ہوئی کہ دُنیا بھر کے مسلمانوں کے دِل مکہ مکرّمہ کی طرف کھنچے چلے جاتے ہیں، موسمِ حج میں تو یہ نظارہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ کہاں کہاں سے لوگ مشقتیں اُٹھا کر اس خشک اور بے آب وگیاہ علاقے میں پہنچتے ہیں۔ موسمِ حج کے علاوہ بھی لوگ بار بار عمرے اور دوسری عبادتوں کے لئے وہاں پہنچتے ہیں، اور جو ایک مرتبہ وہاں چلا جاتا ہے، اُسے بار بار حاضری کا شوق لگا رہتا ہے۔ اور پھلوں کی اِفراط کا یہ عالم ہے کہ دُنیا بھر کے پھل بڑی تعداد میں وہاں پہنچتے ہیں، حالانکہ وہاں کی زمین میں اپنا کوئی پھل پیدا نہیں ہوتا۔

ع ۱۸
وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ﴿۴۱﴾ وَ لَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا

دن میری بھی مغفرت فرمائیے، میرے والدین کی بھی،(۲۸) اور ان سب کی بھی جو ایمان رکھتے ہیں۔" (۴۱) اور یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جو کچھ یہ ظالم کر رہے

يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ؕ اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ﴿۴۲﴾

ہیں، اللہ اُس سے غافل ہے۔(۲۹) وہ تو ان لوگوں کو اُس دن تک کے لئے مہلت دے رہا ہے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔ (۴۲)

مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۚ وَ اَفْـِٕدَتُهُمْ

وہ سروں کو اُوپر اُٹھائے دوڑ رہے ہوں گے، اُن کی نگاہیں جھپکنے کو واپس نہیں آئیں گی،(۳۰) اور اُن کے دِل (بدحواسی میں) اُڑے

هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ وَ اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

جارہے ہوں گے۔ (۴۳) اور (اے پیغمبر!) تم لوگوں کو اُس دن سے خبردار کرو جب عذاب اُن پر آن پڑے گا، تو اُس وقت یہ ظالم کہیں گے کہ:

ظَلَمُوْا رَبَّنَاۤ اَخِّرْنَاۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ

"اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مدّت کے لئے اور مہلت دے دیجئے تاکہ ہم آپ کی دعوت قبول کرلیں، اور پیغمبروں کی پیروی کریں۔"

الرُّسُلَ ؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾

(اُس وقت اُن سے کہا جائے گا کہ:) "ارے کیا تم لوگوں نے قسمیں کھا کھا کر پہلے یہ نہیں کہا تھا کہ تم پر کوئی زوال نہیں آسکتا؟ (۴۴) اور تم اُن لوگوں

وَّ سَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا

کی بستیوں میں رہ چکے تھے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اور یہ بات کھل کر تمہارے سامنے آچکی تھی کہ ہم نے اُن کے ساتھ کیسا سلوک کیا، اور ہم

(۲۸) یہاں یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر تو کافر تھا، اُس کے لئے آپ نے مغفرت کی دُعا کیسے فرمائی؟ جواب یہ ہے کہ جس وقت یہ دُعا فرمائی، ہوسکتا ہے کہ اُس کے کفر کی حالت میں مرنے کی آپ کو خبر نہ ہوئی ہو، لہٰذا دُعا کا مطلب یہ ہوا کہ اُس کو اِیمان کی توفیق مل جائے، جو اُس کے لئے مغفرت کا سبب ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُس وقت تک آپ کو مشرک باپ کے لئے دُعا کرنے سے منع نہ فرمایا گیا ہو۔

(۲۹) پیچھے یہ فرمایا گیا تھا کہ ان ظالموں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کر کے اپنی قوم کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا ہے۔ اس پر کسی کے دِل میں خیال ہوسکتا تھا کہ دُنیا میں تو یہ لوگ ترقی کرتے نظر آرہے ہیں۔ اس خیال کا جواب ان آیتوں میں دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ڈھیل دے رکھی ہے، اور بالآخر یہ ایک ہولناک عذاب میں پکڑے جائیں گے۔ اُس وقت ہیبت سے ان کا جو حال ہوگا، اُس کی تفصیل انتہائی بلیغ اُسلوب میں بیان فرمائی گئی ہے جس کی تاثیر کو کسی ترجمے کے ذریعے دوسری زبان میں منتقل نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگرچہ یہ انجام براہِ راست تو مکہ مکرمہ کے کافروں کا بیان فرمایا گیا ہے، لیکن الفاظ عام ہیں، اور جب کبھی ظالم لوگ بڑھتے چڑھتے نظر آئیں، تو ان پر بھی یہ آیات پوری طرح صادق آتی ہیں۔

(۳۰) یعنی جو ہولناک انجام ان کے سامنے ہوگا، اُس کی وجہ سے وہ ٹکٹکی باندھ کر ایک ہی طرف دیکھ رہے ہوں گے، اور پلک جھپکانے کی جو صلاحیت دُنیا میں تھی، وہ ان کے پاس اُس وقت واپس نہیں آئے گی۔

بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ

نے تمہیں مثالیں بھی دی تھیں۔ ﴿۴۵﴾ اور وہ لوگ اپنی ساری چالیں چل چکے تھے، اور ان کی ساری چالوں کا توڑ اللہ کے پاس تھا، چاہے اُن کی چالیں ایسی

مَكْرُهُمْ ؕ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ

کیوں نہ ہوں جن سے پہاڑ بھی اپنی جگہ سے ہل جائیں۔" ﴿۴۶﴾ لہٰذا اللہ کے بارے میں ہرگز یہ خیال بھی دِل میں نہ لانا کہ اُس نے اپنے پیغمبروں

اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ ؕ يَوْمَ

سے جو وعدہ کر رکھا ہے، اُس کی خلاف ورزی کرے گا۔ یقین رکھو کہ اللہ اپنے اقتدار میں سب پر غالب ہے، (اور) انتقام لینے والا ہے۔ ﴿۴۷﴾ اُس

تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ

دن جب یہ زمین ایک دوسری زمین سے بدل دی جائے گی، اور آسمان بھی (بدل جائیں گے) اور سب کے سب خدائے واحد وقہار کے سامنے

الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ ج

پیش ہوں گے۔ ﴿۴۸﴾ اور اُس دن تم مجرموں کو اس حالت میں دیکھو گے کہ وہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ ﴿۴۹﴾

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لا لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ

اُن کے قمیص تارکول کے ہوں گے، اور آگ اُن کے چہروں پر چھائی ہوئی ہوگی، ﴿۵۰﴾ تاکہ اللہ ہر شخص کو اُس کے کئے کا بدلہ دے۔ یقیناً اللہ جلد

مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا

حساب چکانے والا ہے۔ ﴿۵۱﴾ یہ تمام لوگوں کے لئے ایک پیغام ہے، اور اس لئے دیا جا رہا ہے تاکہ اُنہیں اس کے ذریعے خبردار کیا جائے، اور

بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع ع ۱۱ ۱۹

تاکہ وہ جان لیں کہ معبودِ برحق بس ایک ہی ہے، اور تاکہ سمجھ رکھنے والے نصیحت حاصل کرلیں۔ ﴿۵۲﴾

الحمدللہ! سورۂ ابراہیم کا ترجمہ اور حواشی شبِ دوشنبہ ۱۱؍رجب ۱۴۲۷ھ مطابق ۶؍اگست ۲۰۰۶ء کو مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر باقی سورتوں کی بھی اپنی رضا کے مطابق بعافیت تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الۡحِجۡرِ

تعارف

اس سورت کی آیت نمبر ۹۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکہ مکرّمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی زمانے میں نازل ہوئی تھی، کیونکہ اس آیت میں پہلی بار آپ کو کھل کر اِسلام کی عام تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے۔ سورت کے شروع میں یہ حقیقت بیان فرمائی گئی ہے کہ قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی ہوئی کتاب ہے، اور جو لوگ اس کی مخالفت کر رہے ہیں، ایک وقت آئے گا جب وہ تمنا کریں گے کہ کاش وہ اسلام لے آتے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی (معاذ اللہ) مجنون کہتے، اور کبھی کاہن قرار دیتے تھے۔ ان باتوں کی تردید کرتے ہوئے کہانت کی حقیقت آیت نمبر ۱۷ اور ۱۸ میں بیان فرمائی گئی ہے۔ ان لوگوں کے کفر کی اصل وجہ ان کا تکبر تھا، اس لئے اِبلیس کا واقعہ آیات نمبر ۲۶ تا ۴۴ میں بیان کیا گیا ہے کہ اُس کے تکبر نے کس طرح اُس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم کیا۔ کفار کی عبرت کے لئے حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت شعیب اور حضرت صالح علیہم السلام کے واقعات اختصار کے ساتھ بیان فرمائے گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ ان کافروں کی ہٹ دھرمی کی وجہ سے وہ یہ نہ سمجھیں کہ ان کی محنت بیکار جا رہی ہے۔ اُن کا فریضہ اتنا ہے کہ وہ مؤثر انداز میں تبلیغ کریں، جو وہ بہترین طریقے پر انجام دے رہے ہیں۔ نتائج کی ذمہ داری اُن پر نہیں ہے۔ سورت کا نام قومِ ثمود کی بستیوں کے نام پر رکھا گیا ہے جو "حِجر" کہلاتی تھیں، اور اُن کا ذکر اس سورت کی آیت نمبر ۸۰ میں آیا ہے۔

آیاتها ۹۹ — ۱۵ سُوْرَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ ۵۴ — رکوعاتها ۶

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ننانوے آیتیں اور چھ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ (۱) رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ

الٓرٰ۔ یہ (اللہ کی) کتاب اور روشن قرآن کی آیتیں ہیں۔ (۱) ایک وقت آئے گا جب یہ کافر لوگ بڑی تمنائیں کریں گے کہ کاش وہ مسلمان

كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (۲) ذَرْهُمْ يَاْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ

ہوتے۔ (۲) (اے پیغمبر!) انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دو کہ یہ خوب کھالیں، مزے اُڑالیں، اور خیالی اُمیدیں انہیں غفلت میں ڈالے رکھیں[1] کیونکہ

يَعْلَمُوْنَ (۳) وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ (۴) مَا

عنقریب اُنہیں پتہ چل جائے گا (کہ حقیقت کیا تھی) (۳) اور ہم نے جس کسی بستی کو ہلاک کیا تھا، اُس کے لئے ایک معین وقت لکھا ہوا تھا۔ (۴) کوئی

تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ (۵) وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ

قوم اپنے معین وقت سے نہ پہلے ہلاک ہوتی ہے، اور نہ اُس سے آگے جاسکتی ہے۔ (۵) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ: ''اے وہ شخص جس پر یہ ذکر

نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ (۶) ؕ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ

(یعنی قرآن) اُتارا گیا ہے! تم یقینی طور پر مجنون ہو۔ (۶) اگر تم واقعی سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں

الصّٰدِقِيْنَ (۷) مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ (۸)

لے آتے؟'' (۷) ہم فرشتوں کو اُتارتے ہیں تو برحق فیصلہ دے کر اُتارتے ہیں، اور ایسا ہوتا تو اِن کو مہلت بھی نہ ملتی[2] (۸)

---

(۱) اس آیت میں قرآنِ کریم نے توجہ دِلائی ہے کہ صرف کھانے پینے اور دُنیا میں مزے اُڑانے کو اپنی زندگی کا اصل مقصد بنالینا اور اسی کے لئے اس طرح لمبی لمبی خیالی اُمیدیں باندھتے رہنا جیسے زندگی بس یہی ہے، یہ کافروں کا کام ہے، مسلمان دُنیا میں رہتا ضرور ہے، اور اُس میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں سے فائدہ بھی اُٹھاتا ہے، مگر اس دُنیا کو اپنی زندگی کا مقصد نہیں بناتا، بلکہ اُسے آخرت کی بھلائی کے لئے استعمال کرتا ہے جس کا بہترین راستہ شریعت کے اَحکام کی پابندی ہے۔

(۲) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتے اُتارنے کی فرمائش کا جواب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس قوم کے لئے کوئی پیغمبر بھیجا گیا ہو، اُس کے پاس ہم فرشتے اُس وقت اُتارتے ہیں جب اُس قوم کی نافرمانی حد سے گذر جاتی ہے، اور اس فیصلے کا وقت آجاتا ہے کہ اب ان پر عذاب نازل ہوگا۔ اور جب یہ فیصلہ کرکے فرشتے بھیج دیئے جاتے ہیں تو پھر اُس قوم کو اِیمان لانے کی مہلت نہیں ملتی۔ کیونکہ یہ دُنیا ایک امتحان کی جگہ ہے۔ یہاں انسان سے جو اِیمان مطلوب ہے، وہ ایمان بالغیب ہے، جس میں انسان اپنی عقل اور سمجھ کو کام میں لاکر اللہ تعالیٰ اور اُس کی توحید کے آگے سرِ تسلیم خم کرے۔ اگر غیب کی ساری چیزیں دُنیا میں دِکھا دی جائیں تو اِمتحان ہی کیا ہوا؟

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝٩ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ
حقیقت یہ ہے کہ یہ ذکر (یعنی قرآن) ہم نے ہی اُتارا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔(۳) ۝۹ اور (اے پیغمبر!) ہم تم سے پہلے
فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ۝١٠ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ
بھی پچھلی قوموں کے مختلف گروہوں میں اپنے پیغمبر بھیج چکے ہیں۔ ۝۱۰ اور اُن کے پاس کوئی رسول ایسا نہیں آتا تھا جس کا وہ مذاق نہ اُڑاتے
يَسْتَهْزِئُونَ ۝١١ كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝١٢ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ
ہوں۔ ۝۱۱ مجرم لوگوں کے دِلوں میں یہ بات(۴) ہم اسی طرح داخل کرتے ہیں ۝۱۲ کہ وہ اس پر ایمان نہیں لاتے۔
وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۝١٣ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ فَظَلُّوا
اور پچھلے لوگوں کا بھی یہی طریقہ چلا آیا ہے۔ ۝۱۳ اور اگر (بالفرض) ہم اُن کے لئے آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں، اور وہ دن کی روشنی میں اُس
فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝١٤ لَقَالُوا إِنَّمَا سُكِّرَتْ أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ
پر چڑھتے بھی چلے جائیں، ۝۱۴ تب بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کردی گئی ہے، بلکہ ہم لوگ جادو کے اثر میں
مَّسْحُورُونَ ۝١٥ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ۝١٦ وَ ع ۱۵
آئے ہوئے ہیں۔(۵) ۝۱۵ اور ہم نے آسمان میں بہت سے برج بنائے ہیں،(۶) اور اُس کو دیکھنے والوں کے لئے سجاوٹ عطا کی ہے،(۷) ۝۱۶ اور

(۳) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا ہے کہ اگرچہ قرآنِ کریم سے پہلے بھی آسمانی کتابیں بھیجی گئی تھیں، لیکن چونکہ وہ خاص خاص قوموں اور خاص خاص زمانوں کے لئے آئی تھیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو قیامت تک محفوظ رکھنے کی کوئی ضمانت نہیں دی تھی، بلکہ اُن کی حفاظت کا کام اُنہی لوگوں کو سونپ دیا گیا تھا جو اُن کے مخاطب تھے، جیسا کہ سورۂ مائدہ (۵:۴۴) میں فرمایا گیا ہے۔ لیکن قرآنِ کریم چونکہ آخری آسمانی کتاب ہے جو قیامت تک کے لئے نافذ العمل رہے گی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا خود ذمہ لیا ہے، چنانچہ اس میں قیامت تک کوئی ردّ و بدل نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اس طرح فرمائی ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کے سینوں میں اُسے اس طرح محفوظ کردیا ہے کہ اگر بالفرض کوئی دُشمن قرآنِ کریم کے سارے نسخے (معاذ اللہ) ختم کردے تب بھی چھوٹے چھوٹے بچے اُسے دوبارہ کسی معمولی تبدیلی کے بغیر لکھوا سکتے ہیں جو بذاتِ خود قرآنِ کریم کا زندہ معجزہ ہے۔

(۴) "یہ بات" سے قرآنِ کریم بھی مراد ہوسکتا ہے، یعنی قرآنِ کریم ان کے دِلوں میں داخل تو ہوتا ہے، لیکن اُن کے مجرمانہ طرزِ عمل کی وجہ سے وہ اُنہیں ایمان کی دولت نہیں بخشتا۔ اور "یہ بات" سے ان کے مذاق اُڑانے کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے۔ یعنی اُن کے مجرمانہ طرزِ عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں پر مہر لگادی ہے، اور کفر و بغاوت اور اِستہزاء اُن کے دِلوں میں داخل کردیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے۔

(۵) مطلب یہ ہے کہ ان کے سارے مطالبات محض ضد پر مبنی ہیں۔ فرشتے اُتارنا تو درکنار، اگر خود ان کو آسمان پر لے جایا جائے تب بھی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلانے کا کوئی نہ کوئی بہانہ گھڑ لیں گے، اور یہ کہیں گے کہ ہم پر جادو کردیا گیا ہے۔

(۶) برج اصل میں تو قلعے کو کہتے ہیں، لیکن اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں "بروج" سے مراد ستارے ہیں۔

حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ
اُسے ہر مردود شیطان سے محفوظ رکھا ہے، ﴿۱۷﴾ البتہ جو کوئی چوری سے کچھ سننے کی کوشش کرے تو ایک روشن شعلہ اُس کا
شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا
پیچھا کرتا ہے۔(۸) ﴿۱۸﴾ اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا ہے، اور اُس کو جمانے کے لئے اُس میں پہاڑ رکھ دیئے ہیں،(۹) اور اُس میں ہر قسم کی
فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ
چیزیں توازن کے ساتھ اُگائی ہیں۔ ﴿۱۹﴾ اور اُس میں تمہارے لئے بھی روزی کے سامان پیدا کئے ہیں، اور اُن (مخلوقات) کے لئے بھی جنہیں
بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ
تم رزق نہیں دیتے۔(۱۰) ﴿۲۰﴾ اور کوئی (ضرورت کی) چیز ایسی نہیں ہے جس کے ہمارے پاس خزانے موجود نہ ہوں، مگر ہم اُس کو ایک معین مقدار میں

(۷) یعنی آسمان ستاروں سے سجا ہوا نظر آتا ہے۔ یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ قرآنِ کریم نے "آسمان" کا لفظ مختلف مقامات پر مختلف معنی میں استعمال فرمایا ہے۔ کہیں اس سے مراد اُن سات آسمانوں میں سے کوئی آسمان ہوتا ہے جن کے بارے میں قرآنِ کریم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اُوپر تلے پیدا فرمایا ہے۔ اور کہیں اُس سے اُوپر کی سمت مراد ہوتی ہے، چنانچہ آگے آیت نمبر ۲۲ میں جہاں یہ فرمایا گیا ہے کہ آسمان سے پانی ہم نے اُتارا ہے، وہاں آسمان سے یہی معنی مراد ہیں۔ بظاہر اس آیت میں بھی یہی معنی مراد ہیں۔

(۸) یہ حقیقت قرآنِ کریم نے کئی جگہ بیان فرمائی ہے کہ شیطان آسمان کے اُوپر جا کر عالمِ بالا کی خبریں حاصل کرنا چاہتے ہیں، تاکہ وہ خبریں کاہنوں اور نجومیوں تک پہنچائیں، اور وہ اُن کے ذریعے لوگوں کو یہ باور کرائیں کہ انہیں غیب کی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں۔ لیکن آسمان میں ان کا داخلہ شروع ہی سے بند ہے۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُنیا میں تشریف آوری سے پہلے یہ شیاطین آسمان کے قریب جا کر فرشتوں کی باتیں چوری چھپے سننے کی کوشش کرتے تھے، اور وہاں سے کوئی بات کان میں پڑ جاتی تو اُس کے ساتھ سینکڑوں جھوٹ ملا کر کاہنوں کو بتا دیتے تھے، اس طرح کبھی کوئی بات صحیح بھی نکل آتی تھی۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد ان کو آسمان کے قریب جانے سے بھی روک دیا گیا۔ اب اگر وہ ایسی کوشش کرتے ہیں تو اُن کو ایک شعلے کے ذریعے مار کر بھگا دیا جاتا ہے۔ ستارہ ٹوٹنے کے جو واقعات ہمیں آسمان پر نظر آتے ہیں، بعض اوقات وہ یہی شعلہ ہوتا ہے جس کے ذریعے شیطان کو مار بھگایا جاتا ہے۔ اس حقیقت کی پوری تفصیل اِن شاء اللہ تعالیٰ سورۂ جن میں آئے گی۔

(۹) قرآنِ کریم نے کئی جگہ بیان فرمایا ہے کہ شروع میں جب زمین کو سمندر پر بچھایا گیا تو وہ ڈولتی تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پیدا فرمائے، تاکہ وہ زمین کو جما کر رکھیں۔ دیکھئے سورۂ نحل (۱۶:۱۵)۔

(۱۰) اگرچہ ہر چیز کو رِزق تو حقیقت میں اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے، لیکن بعض پالتو جانور ایسے ہیں جنہیں انسان ظاہری طور پر چارہ فراہم کرتا ہے۔ ان کے علاوہ اکثر مخلوقات ایسی ہیں کہ جنہیں رزق مہیا کرنے میں ظاہری طور پر بھی انسان کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہم نے انسانوں کے لئے بھی رزق کے سامان پیدا کئے ہیں، اور اُن مخلوقات کے لئے بھی جنہیں انسان ظاہری طور پر بھی کوئی غذا فراہم نہیں کرتا۔ عربی گرامر کی رُو سے اس آیت کا ترجمہ ایک اور طرح بھی ممکن ہے، اور

مَّعۡلُوۡمٍ ﴿۲۱﴾ وَ اَرۡسَلۡنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنۡزَلۡنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اُتارتے ہیں۔ (۲۱) اور وہ ہوائیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں، ہم نے بھیجی ہیں، پھر آسمان سے پانی ہم نے اُتارا ہے، پھر اُس سے تمہیں

فَاَسۡقَيۡنٰكُمُوۡهُ ۚ وَ مَاۤ اَنۡتُمۡ لَهٗ بِخٰزِنِيۡنَ ﴿۲۲﴾ وَ اِنَّا لَنَحۡنُ نُحۡيٖ وَ نُمِيۡتُ وَ

سیراب ہم نے کیا ہے، اور تمہارے بس میں یہ نہیں ہے کہ تم اُس کو ذخیرہ کر کے رکھ سکو۔ (۲۲) ہم ہی زندگی دیتے ہیں، اور ہم ہی موت دیتے ہیں،

نَحۡنُ الۡوٰرِثُوۡنَ ﴿۲۳﴾ وَ لَقَدۡ عَلِمۡنَا الۡمُسۡتَقۡدِمِيۡنَ مِنۡكُمۡ وَ لَقَدۡ عَلِمۡنَا

اور ہم ہی سب کے وارث ہیں۔ (۲۳) تم میں سے جو آگے نکل گئے ہیں، اُن کو بھی ہم جانتے ہیں، اور جو پیچھے رہ گئے ہیں، ان سے بھی ہم واقف

الۡمُسۡتَاۡخِرِيۡنَ ﴿۲۴﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحۡشُرُهُمۡ ؕ اِنَّهٗ حَكِيۡمٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۵﴾ ع وَ

ہیں۔(۱۱) (۲۴) اور یقین رکھو کہ تمہارا پروردگار ہی ہے جو ان سب کو حشر میں اِکٹھا کرے گا، بیشک اُس کی حکمت بھی بڑی ہے، اُس کا علم بھی بڑا۔ (۲۵)

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۲۶﴾ ۚ وَ الۡجَآنَّ خَلَقۡنٰهُ

ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔(۱۲) (۲۶) اور جانّ کو اس سے پہلے ہم نے لُو کی

مِنۡ قَبۡلُ مِنۡ نَّارِ السَّمُوۡمِ ﴿۲۷﴾ وَ اِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيۡ خَالِقٌۢ بَشَرًا

آگ سے پیدا کیا تھا۔(۱۳) (۲۷) اور وہ وقت یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا تھا کہ: ”میں سڑے ہوئے گارے کی

مِّنۡ صَلۡصَالٍ مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيۡتُهٗ وَ نَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِيۡ

کھنکھناتی ہوئی مٹی سے ایک بشر کو پیدا کرنے والا ہوں۔ (۲۸) لہٰذا جب میں اُس کو پوری طرح بنالوں، اور اُس میں اپنی رُوح پھونک دُوں تو تم

فَقَعُوۡا لَهٗ سٰجِدِيۡنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الۡمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمۡ اَجۡمَعُوۡنَ ﴿۳۰﴾ ۙ اِلَّاۤ

سب اُس کے آگے سجدے میں گر جانا۔“ (۲۹) چنانچہ سارے کے سارے فرشتوں نے سجدہ کیا، (۳۰) سوائے

وہ یہ کہ: ”ہم نے تمہارے فائدے کے لئے اس (زمین) میں روزی کے سامان بھی پیدا کئے ہیں، اور وہ مخلوقات بھی پیدا کی ہیں جن کو تم رزق نہیں دیتے۔“ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے فائدے کے لئے وہ مخلوقات بھی پیدا کی ہیں جن کو وہ ظاہری طور پر بھی رزق نہیں دیتا، مگر ان سے فائدہ اُٹھاتا ہے، جیسے شکار کے جانور۔

(۱۱) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو قومیں تم سے پہلے گذر چکی ہیں اُن کے حالات سے بھی ہم واقف ہیں، اور جو قومیں آگے آنے والی ہیں، اُن کے حالات سے بھی۔ اور یہ مطلب بھی ممکن ہے کہ تم میں سے جو لوگ نیک کاموں میں دوسروں سے آگے بڑھ گئے ہیں اُن کو بھی ہم جانتے ہیں، اور جو پیچھے رہ گئے ہیں، اُن کو بھی۔

(۱۲) اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہے جس کا مفصل واقعہ سورۂ بقرہ (۲: ۳۰ تا ۳۴) میں گذر چکا ہے، اور وہاں فرشتوں کو سجدے کا حکم دینے سے متعلق ضروری نکات بھی بیان ہو چکے ہیں۔

(۱۳) جس طرح انسان کے جدِ اَمجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اسی طرح جنّات میں سب سے پہلے جس جن کو پیدا کیا گیا، اُس کا نام ”جان“ تھا، اور اُسے آگ سے پیدا کیا گیا تھا۔

اِبۡلِيۡسَ ؕ اَبٰۤى اَنۡ يَّكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰۤاِبۡلِيۡسُ مَا لَكَ اَلَّا

اِبلیس کے کہ اُس نے سجدہ کرنے والوں میں شامل ہونے سے انکار کر دیا۔ ﴿۳۱﴾ اللہ نے کہا: "اِبلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں میں

تَكُوۡنَ مَعَ السّٰجِدِيۡنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمۡ اَكُنۡ لِّاَسۡجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقۡتَهٗ مِنۡ صَلۡصَالٍ

شامل نہیں ہوا؟" ﴿۳۲﴾ اُس نے کہا: "میں ایسا (گراہوا) نہیں ہوں کہ ایک ایسے بشر کو سجدہ کروں جسے تو نے سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی

مِّنۡ حَمَاٍ مَّسۡنُوۡنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخۡرُجۡ مِنۡهَا فَاِنَّكَ رَجِيۡمٌ ۙ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَيۡكَ

سے پیدا کیا ہے۔" ﴿۳۳﴾ اللہ نے کہا: "اچھا تو یہاں سے نکل جا، کیونکہ تو مردود ہوگیا ہے، ﴿۳۴﴾ اور تجھ پر قیامت کے دن تک پھٹکار پڑی رہے

اللَّعۡنَةَ اِلٰى يَوۡمِ الدِّيۡنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنۡظِرۡنِىۡۤ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ ﴿۳۶﴾

گی۔" ﴿۳۵﴾ کہنے لگا: "یا ربّ! پھر مجھے اُس دن تک (زندہ رہنے کی) مہلت دیدے جب لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔" ﴿۳۶﴾

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الۡمُنۡظَرِيۡنَ ۙ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوۡمِ الۡوَقۡتِ الۡمَعۡلُوۡمِ ﴿۳۸﴾ قَالَ رَبِّ

اللہ نے فرمایا کہ: "جا پھر تجھے مہلت (تو) دے دی گئی ﴿۳۷﴾ (مگر) ایک ایسی میعاد کے دن تک جو (ہمیں) معلوم ہے۔[۱۴]" ﴿۳۸﴾ کہنے لگا: "یا ربّ! چونکہ تو

بِمَاۤ اَغۡوَيۡتَنِىۡ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ وَلَاُغۡوِيَنَّهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ۙ﴿۳۹﴾ اِلَّا

نے مجھے گمراہ کیا ہے، اس لئے اب میں قسم کھاتا ہوں کہ ان انسانوں کے لئے دُنیا میں دِلکشی پیدا کروں گا،[۱۵] اور ان سب کو گمراہ کر کے رہوں گا، ﴿۳۹﴾

عِبَادَكَ مِنۡهُمُ الۡمُخۡلَصِيۡنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَىَّ مُسۡتَقِيۡمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ

سوائے تیرے اُن بندوں کے جنہیں تو نے ان میں سے اپنے لئے مخلص بنا لیا ہو۔" ﴿۴۰﴾ اللہ نے فرمایا: "یہ ہے وہ سیدھا راستہ جو مجھ تک پہنچتا ہے۔[۱۶]" ﴿۴۱﴾

عِبَادِىۡ لَيۡسَ لَكَ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الۡغٰوِيۡنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ

یقین رکھ کہ جو میرے بندے ہیں، ان پر تیرا کوئی زور نہیں چلے گا،[۱۷] سوائے اُن گمراہ لوگوں کے جو تیرے پیچھے چلیں گے۔ ﴿۴۲﴾ اور جہنم ایسے تمام

---

(۱۴) شیطان نے مہلت تو روزِ حشر تک کے لئے مانگی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس وقت کے بجائے ایک اور معین وقت تک کے لئے اُسے مہلت دی۔ اکثر مفسرین کے مطابق وہ پہلے صور کے پھونکنے تک ہے جس کے بعد ساری مخلوقات کو موت آئے گی، اُس وقت شیطان کو بھی موت آجائے گی۔

(۱۵) یعنی ایسی دِلکشی پیدا کروں گا جو انہیں تیری نافرمانی پر آمادہ کرے گی۔

(۱۶) اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت یہ واضح فرما دیا کہ جو لوگ اِخلاص اور بندگی کا راستہ اختیار کریں گے، وہ سیدھا مجھ تک پہنچے گا، اور ایسے لوگوں پر شیطان کے بہکاوے کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

(۱۷) "میرے بندوں" سے مراد وہ بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلنے کا پختہ عزم رکھتے اور اُسی سے مدد مانگتے ہوں۔ ایسے لوگوں پر شیطان کا زور نہ چلنے کا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ شیطان اُنہیں بھی گمراہ کرنے کی کوشش تو کرے گا، لیکن وہ اپنے اِخلاص اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس کے دھوکے میں نہیں آئیں گے۔

جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾ۙ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ
لوگوں کا طے شدہ ٹھکانا ہے۔ ﴿۴۳﴾ اُس کے سات دروازے ہیں۔ ہر دروازے (میں داخلے) کے لئے اُن (دوزخیوں) کا ایک ایک گروہ بانٹ دیا
جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ؑ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ؕ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ع ۳ ۱۹ ۳
گیا ہے۔" ﴿۴۴﴾ (دوسری طرف) متقی لوگ باغات اور چشموں کے درمیان رہیں گے۔ ﴿۴۵﴾ (اُن سے کہا جائے گا کہ) "ان (باغات) میں سلامتی
اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ
کے ساتھ بے خوف ہو کر داخل ہو جاؤ۔" ﴿۴۶﴾ اُن کے سینوں میں جو کچھ رنجش ہوگی، اُسے ہم نکال پھینکیں گے،(۱۸) وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے
مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ
اُونچی نشستوں پر بیٹھے ہوں گے۔ ﴿۴۷﴾ وہاں نہ کوئی تھکن اُن کے پاس آئے گی، اور نہ اُن کو وہاں سے نکالا جائے گا۔ ﴿۴۸﴾ میرے بندوں کو بتا دو
عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ۙ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَ
کہ میں ہی بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہوں۔ ﴿۴۹﴾ اور یہ بھی بتا دو کہ میرا عذاب ہی دردناک عذاب ہے۔ ﴿۵۰﴾ اور انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا
وقف لازم نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ؔ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا
حال سنا دو،(۱۹) ﴿۵۱﴾ اُس وقت کا حال جب وہ اُن کے پاس پہنچے، اور سلام کیا۔ ابراہیم نے کہا کہ: "ہمیں تو تم سے ڈر لگ
مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ
رہا ہے۔"(۲۰) ﴿۵۲﴾ انہوں نے کہا: "ڈریئے نہیں، ہم تو آپ کو ایک صاحبِ علم لڑکے (کی ولادت) کی خوشخبری دے رہے ہیں۔" ﴿۵۳﴾ ابراہیم نے کہا: "کیا

---

(۱۸) یعنی دُنیا میں ان حضرات کے درمیان اگر کوئی رنجش رہی ہو تو جنت میں پہنچنے کے بعد اللہ تعالیٰ وہ ان کے دِلوں سے نکال دیں گے۔

(۱۹) مہمانوں سے مراد وہ فرشتے ہیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجے گئے تھے۔ اُوپر یہ بیان کیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی بہت وسیع ہے، اور عذاب بھی بڑا سخت ہے، لہٰذا ایک انسان کو نہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس ہونا چاہئے، اور نہ اُس کے عذاب سے بے فکر ہو کر بیٹھنا چاہئے۔ اس مناسبت سے ان مہمانوں کا یہ واقعہ ذکر فرمایا گیا ہے، کیونکہ اس واقعے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بھی بیان ہے کہ یہ فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بڑھاپے میں حضرت اسحاق علیہ السلام جیسے بیٹے کی پیدائش کی خبر لے کر آئے، اور اللہ تعالیٰ کے سخت عذاب کا بھی ذکر ہے کہ انہی فرشتوں کے ذریعے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کیا گیا۔ یہ واقعہ قدرے تفصیل کے ساتھ سورۂ ہود (۱۱:۶۹ تا ۸۳) میں گذر چکا ہے۔ اس کے مختلف حصوں کی وضاحت ہم نے وہاں کی ہے۔

(۲۰) سورۂ ہود میں گذر چکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کو انسان سمجھ کر اُن کی مہمانی کے لئے بچھڑے کا بھنا ہوا گوشت لے کر آئے تھے، لیکن انہوں نے کھانے سے پرہیز کیا جو اُس علاقے کے رواج کے مطابق اس بات کی علامت تھی کہ یہ کوئی دُشمن ہیں، اور کسی بُرے ارادے سے آئے ہیں، اس لئے انہیں خوف محسوس ہوا۔

اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ۝۵۴ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ

تم مجھے اس حالت میں خوشخبری دے رہے ہو جبکہ مجھ پر بڑھاپا چھا چکا ہے؟ پھر کس بنیاد پر مجھے خوشخبری دے رہے ہو؟" ۝۵۴ وہ بولے: "ہم نے آپ کو

بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ۝۵۵ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ

سچی خوشخبری دی ہے، لہٰذا آپ اُن لوگوں میں شامل نہ ہوں جو نااُمید ہوجاتے ہیں۔" ۝۵۵ ابراہیم نے کہا: "اپنے پروردگار کی رحمت سے گمراہوں کے سوا

اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝۵۶ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۷ قَالُوْٓا اِنَّآ

کون نااُمید ہوسکتا ہے؟" ۝۵۶ (پھر) انہوں نے پوچھا کہ: "اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو! اب آپ کے سامنے کیا مہم ہے؟" ۝۵۷ انہوں نے کہا: "ہمیں

اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ۝۵۸ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۵۹

ایک مجرم قوم کی طرف (عذاب نازل کرنے کے لئے) بھیجا گیا ہے، ۝۵۸ البتہ لوط کے گھر والے اس سے مستثنیٰ ہیں، اُن سب کو ہم بچالیں گے، ۝۵۹ سوائے

اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ۝۶۰ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ع

اُن کی بیوی کے۔ ہم نے یہ طے کر رکھا ہے کہ وہ اُن لوگوں میں شامل رہے گی جو (عذاب کا نشانہ بننے کے لئے) پیچھے رہ جائیں گے۔" ۝۶۰ چنانچہ جب یہ

الْمُرْسَلُوْنَ ۝۶۱ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ۝۶۲ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا

فرشتے لوط کے گھر والوں کے پاس پہنچے ۝۶۱ تو لوط نے کہا: "آپ لوگ اجنبی معلوم ہوتے ہیں(۲۱)۔" ۝۶۲ انہوں نے کہا: "نہیں، بلکہ ہم آپ کے پاس وہ

فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ۝۶۳ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝۶۴ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ

(عذاب) لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ شک کیا کرتے تھے۔ ۝۶۳ ہم آپ کے پاس اٹل فیصلہ لے کر آئے ہیں، اور یقین رکھئے کہ ہم سچے ہیں۔ ۝۶۴

بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا

لہٰذا آپ رات کے کسی حصے میں اپنے گھر والوں کو لے کر نکل جایئے، اور آپ خود ان کے پیچھے پیچھے چلئے(۲۲)، اور آپ میں سے کوئی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے، اور وہیں

حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ۝۶۵ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ

جانے کے لئے چلتے رہیں جہاں کا آپ کو حکم دیا جارہا ہے۔" ۝۶۵ اور (اس طرح) ہم نے لوط تک اپنا یہ فیصلہ پہنچادیا کہ صبح ہوتے ہی ان لوگوں کی جڑ کاٹ

مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ۝۶۶ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝۶۷ قَالَ اِنَّ

کر رکھ دی جائے گی۔ ۝۶۶ اور شہر والے خوشی مناتے ہوئے (لوط کے پاس) آپہنچے(۲۳)۔ ۝۶۷ لوط نے (ان سے) کہا کہ: "یہ لوگ میرے مہمان

---

(۲۱) حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کی بدفطرتی سے واقف تھے کہ یہ لوگ اجنبیوں کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس لئے انہوں نے گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی اس بدنہاد قوم کے مختصر تعارف کے لئے دیکھئے سورۂ اعراف (۸۰:۷) پر ہمارا حاشیہ۔

(۲۲) حضرت لوط علیہ السلام کو پیچھے چلنے کا حکم اس لئے دیا گیا تا کہ آپ اپنے تمام ساتھیوں کی نگرانی کرسکیں، خاص طور پر ان سب کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھیں۔ حضرت لوط علیہ السلام کے پیچھے ہونے کی وجہ سے کسی کو یہ جرأت نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ اس حکم کی خلاف ورزی کرے۔

هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا

ہیں، لہٰذا مجھے رُسوا نہ کرو، ﴿۶۸﴾ اور اللہ سے ڈرو، اور مجھے ذلیل نہ کرو۔" ﴿۶۹﴾ کہنے لگے: "کیا ہم نے آپ کو پہلے ہی دُنیا جہان کے لوگوں (کو

اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ

مہمان بنانے) سے منع نہیں کر رکھا تھا؟" ﴿۷۰﴾ لوط نے کہا: "اگر تم میرے کہنے پر عمل کرو تو یہ میری بیٹیاں (جو تمہارے نکاح میں ہیں، تمہارے

فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ

پاس) موجود ہی ہیں۔"(۲۴) ﴿۷۱﴾ (اے پیغمبر!) تمہاری زندگی کی قسم! حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی بدمستی میں اندھے بنے ہوئے تھے۔ ﴿۷۲﴾ چنانچہ

الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ

سورج نکلتے ہی ان کو چنگھاڑ نے آ پکڑا، ﴿۷۳﴾ پھر ہم نے اُس زمین کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا، اور ان پر پکی مٹی کے پتھروں کی

حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾ وَ اِنَّهَا

بارش برسادی۔ ﴿۷۴﴾ حقیقت یہ ہے کہ اس سارے واقعے میں اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوں۔ ﴿۷۵﴾ اور یہ بستیاں

لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ

ایک ایسے راستے پر واقع ہیں جس پر لوگ مستقل چلتے رہتے ہیں۔(۲۵) ﴿۷۶﴾ یقیناً اس میں ایمان والوں کے لئے بڑی عبرت ہے۔ ﴿۷۷﴾ اور اَیکہ کے باشندے

الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾ وَ

وقف لازم ع ۵

(بھی) بڑے ظالم تھے۔(۲۶) ﴿۷۸﴾ چنانچہ ہم نے اُن سے بھی انتقام لیا۔ اور ان دونوں قوموں کی بستیاں کھلی شاہراہ پر واقع ہیں۔(۲۷) ﴿۷۹﴾ اور

---

(۲۳) یہ فرشتے خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں آئے تھے، اس لئے جیسا کہ حضرت لوط علیہ السلام کو اندیشہ تھا، یہ لوگ اپنی ہوس پوری کرنے کے شوق میں خوشی مناتے ہوئے آئے۔

(۲۴) کسی نبی کی اُمت میں جتنی عورتیں ہوتی ہیں، وہ اس نبی کی رُوحانی بیٹیاں ہوتی ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان بدقماش لوگوں کو نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی کہ تمہاری عورتیں جو میری رُوحانی بیٹیاں ہیں، تمہارے گھروں میں موجود ہیں۔ تم اپنی نفسانی خواہشات ان سے پوری کر سکتے ہو، اور یہی فطرت کا پاکیزہ طریقہ ہے۔

(۲۵) حضرت لوط علیہ السلام کی بستیاں اُردُن کے بحیرۂ مردار کے آس پاس واقع تھیں، اور عرب کے لوگ جب شام کا سفر کرتے تو ان بستیوں کے آثار ان کے راستے میں پڑتے تھے۔ آیت ۷۲ کے بارے میں یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے سوا کسی کی قسم کھانا انسانوں کے لئے جائز نہیں۔ دیکھئے سورۂ صٰفّٰت کا حاشیہ نمبر ا۔

(۲۶) "اَیکہ" اصل میں گھنے جنگل کو کہتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام جس قوم کی طرف بھیجے گئے تھے، وہ ایسے ہی گھنے جنگل کے پاس واقع تھی۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اسی بستی کا نام مدین تھا، اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ مدین کے علاوہ کوئی اور بستی تھی، اور حضرت شعیب علیہ السلام اُس کی طرف بھی بھیجے گئے تھے۔ اس قوم کا واقعہ سورۂ اَعراف (۷:۸۵ تا ۹۳) میں گذر گیا ہے۔ تفصیلات کے لئے ان آیات کے حواشی ملاحظہ فرمایئے۔

(۲۷) دونوں سے مراد حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کی بستیاں ہیں۔ جیسا کہ اُوپر گذرا، حضرت لوط

لَقَدْ كَذَّبَ أَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا

حجر کے باشندوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔(۲۸) (۸۰) اور ہم نے اُن کو اپنی نشانیاں دیں تو وہ اُن سے منہ

مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَكَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾

موڑے رہے۔(۸۱) اور وہ پہاڑوں کو تراش تراش کر بے خوف و خطر مکان بنایا کرتے تھے۔(۸۲)

فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾ فَمَآ أَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۴﴾

آخر اُنہیں صبح صبح ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا۔(۸۳) اور نتیجہ یہ ہوا کہ جس ہنر سے وہ کمائی کرتے تھے، وہ اُن کے کچھ کام نہ آیا۔(۸۴)

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ

اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان جو کچھ ہے اُس کو کسی برحق مقصد کے بغیر پیدا نہیں کیا۔(۲۹) اور قیامت کی گھڑی آ کر رہے گی۔ لہٰذا

السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ

(اے پیغمبر! ان کافروں کے طرزِ عمل پر) خوبصورتی کے ساتھ درگذر سے کام لو۔(۳۰) (۸۵) یقین رکھو کہ تمہارا ربّ ہی سب کو پیدا کرنے والا، سب

الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾

کچھ جاننے والا ہے۔(۸۶) اور ہم نے تمہیں سات ایسی آیتیں دے رکھی ہیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں،(۳۱) اور عظمت والا قرآن عطا کیا ہے۔(۸۷)

علیہ السلام کی بستیاں تو بحیرۂ مردار کے پاس تھیں، اور حضرت شعیب علیہ السلام کی بستی مدین بھی اُردُن میں واقع تھی، اور اہلِ عرب شام جاتے ہوئے ان دونوں کے پاس سے گذرا کرتے تھے۔

(۲۸) حِجر (حا کے نیچے زیر ہے) قومِ ثمود کی ان بستیوں کا نام تھا جن کے پاس حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ ان کا واقعہ بھی سورۂ اعراف (۷:۷۳ تا ۷۹) میں گذر چکا ہے۔ ان کے تعارف کے لئے اُسی سورت کی مذکورہ آیات پر ہمارے حواشی ملاحظہ فرمایئے۔

(۲۹) یعنی اس کائنات کو پیدا کرنے کا مقصد یہ ہے کہ نیک لوگوں کو آخرت میں اِنعام دیا جائے، اور نافرمانوں کو سزا دی جائے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ ان کافروں کے اعمال کے ذمہ دار نہیں ہیں، بلکہ ان کا فیصلہ اللہ تعالیٰ خود کرے گا۔

(۳۰) درگذر سے مراد یہ نہیں ہے کہ ان کو تبلیغ نہ کی جائے، بلکہ مقصد یہ ہے کہ ان کو سزا دینا آپ کی ذمہ داری نہیں ہے۔ مکی زندگی میں ان سے لڑنے کی بھی اجازت نہیں تھی، اور اُن کی طرف سے جو اَذیتیں مسلمانوں کو پہنچ رہی تھیں، اُن کا بدلہ لینے کا بھی حکم نہیں تھا۔ درگذر کرنے سے یہ مراد ہے کہ فی الحال ان سے کوئی بدلہ بھی نہ لو۔ اس طرح مسلمانوں کو تکلیفوں کی بھٹی سے گذار کر اُن میں اعلیٰ اخلاق پیدا کئے جارہے تھے۔

(۳۱) اس سے مراد سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں جو ہر نماز میں بار بار پڑھی جاتی ہیں۔ غالباً اس موقع پر سورۂ فاتحہ کا خصوصی حوالہ اس لئے دیا گیا ہے کہ اس سورت میں بندوں کو "إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ" کے ذریعے ہر بات اللہ سے مانگنے کی تلقین فرمائی

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا

اور تم اُن چیزوں کی طرف ہرگز آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھو جو ہم نے ان (کافروں) میں سے مختلف لوگوں کو مزے اُڑانے کے لئے دے رکھی ہیں، اور نہ ان لوگوں پر

تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا

اپنا دل کڑھاؤ، اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اُن کے لئے اپنی شفقت کا بازو پھیلا دو۔ (۸۸) اور (کفر کرنے والوں سے) کہہ دو کہ میں تو بس کھلے الفاظ میں

النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ

تنبیہ کرنے والا ہوں۔ (۸۹) (یہ تنبیہ قرآنِ عظیم کے ذریعے اُسی طرح نازل کی گئی ہے) جیسے ہم نے اُن تفرقہ کرنے والوں پر نازل کی تھی (۹۰) جنہوں نے

جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا الربع

(اپنی) پڑھی جانے والی کتاب کے حصے بخرے کر لئے تھے۔(۳۲) (۹۱) چنانچہ تمہارے ربّ کی قسم! ہم ایک ایک کر کے ان سب سے پوچھیں گے (۹۲) کہ وہ کیا کچھ

يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا

کیا کرتے تھے۔ (۹۳) لہٰذا جس بات کا تمہیں حکم دیا جا رہا ہے، اُسے علی الاعلان لوگوں کو سنا دو،(۳۳) اور جو لوگ (پھر بھی) شرک کریں، اُن کی پروا مت کرو۔ (۹۴)

كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ

یقین رکھو کہ ہم تمہاری طرف سے ان لوگوں سے نمٹنے کے لئے کافی ہیں جو (تمہارا) مذاق اُڑاتے ہیں، (۹۵) جنہوں نے اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود گھڑ

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا

رکھا ہے۔ چنانچہ عنقریب انہیں سب پتہ چل جائے گا۔ (۹۶) یقیناً ہم جانتے ہیں کہ جو باتیں یہ بناتے ہیں، اُن سے تمہارا دل تنگ ہوتا

يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ

ہے۔ (۹۷) تو (اس کا علاج یہ ہے کہ) تم اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتے رہو، اور سجدہ بجا لانے والوں میں شامل رہو۔ (۹۸) اور اپنے

رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ ع ۶

پروردگار کی عبادت کرتے رہو، یہاں تک کہ تم پر وہ چیز آجائے جس کا آنا یقینی ہے۔(۳۴) (۹۹)

گئی ہے۔ گویا یہ ہدایت فرمائی جا رہی ہے کہ جب کوئی تکلیف یا مصیبت پیش آئے، اللہ تعالیٰ سے رُجوع کر کے اُسی سے مدد مانگو، اور اُسی سے صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی دُعا کرو۔

(۳۲) اس سے مراد یہودی اور عیسائی ہیں، اُنہوں نے اپنی کتابوں کے حصے بخرے اس طرح کئے تھے کہ اُس کے جس حکم کو چاہتے، مان لیتے، اور جس کی چاہتے، خلاف ورزی کرتے تھے۔

(۳۳) یہ وہ آیت ہے جس کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو علی الاعلان تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ اس سے پہلے آپ انفرادی طور پر تبلیغ فرماتے تھے۔

(۳۴) اس سے مراد موت ہے۔ یعنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گذار دو، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کو وفات دے کر اپنے پاس بلا لیں۔

الحمدللہ! سورۂ حجر کا ترجمہ اور حواشی مؤرخہ ۱۴/ اگست ۲۰۰۶ء مطابق ۱۸/ رجب ۱۴۲۷ھ بروز دوشنبہ بوقتِ ظہر کراچی میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما کر اُسے نافعِ خلائق بنائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

سُوۡرَةُ النَّحۡلِ

تعارف

اس سورت کا بنیادی موضوع اللہ تعالیٰ کی اُن نعمتوں کا مفصل بیان ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں انسان کے فائدے کے لئے پیدا فرمائی ہیں۔ اسی لئے اس سورت کو "سورۃ النعم" (نعمتوں کی سورت) بھی کہا جاتا ہے۔ عرب کے مشرکین عام طور سے یہ مانتے تھے کہ ان میں سے بیشتر نعمتیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اس کے باوجود وہ یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی خدائی میں وہ بت بھی شریک ہیں جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا تذکرہ فرما کر اُنہیں توحید پر اِیمان لانے کی دعوت دی گئی ہے۔ اُن کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے، اور اِیمان نہ لانے کی صورت میں اُنہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا گیا ہے۔ یہ سورت جس زمانے میں نازل ہوئی، اُس وقت بہت سے مسلمان کفار کے ظلم وستم سے تنگ آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہو رہے تھے۔ آیت نمبر ۴۱ و ۴۲ میں اُن کو تسلی دی گئی ہے کہ اُن کے مصائب وآلام کا دور ختم ہونے والا ہے، اور انہیں دُنیا میں بھی اچھا ٹھکانا عطا ہوگا، اور آخرت میں بھی اُن کے لئے بڑا اَجر وثواب ہے، بشرطیکہ وہ صبر سے کام لیں، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ سورت کے آخری حصے میں اسلامی شریعت کے کچھ اہم اَحکام بھی بیان فرمائے گئے ہیں جو ایک مسلمان کے طرزِ عمل کی بنیاد ہونے چاہئیں۔ "نحل" عربی میں شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر ۶۸ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اِنعامات کا تذکرہ کرتے ہوئے شہد کی مکھی کا حوالہ دیا ہے کہ وہ کس طرح اللہ کے حکم سے پہاڑوں اور جنگلوں میں اپنے چھتے بناتی اور شہد پیدا کرتی ہے۔ اسی لئے سورت کا نام "نحل" رکھا گیا ہے۔

أياتها ۱۲۸ ۱۶ سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ ۷۰ ركوعاتها ۱۶

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ایک سو اٹھائیس آیتیں اور سولہ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ① يُنَزِّلُ

اللہ کا حکم آن پہنچا ہے، لہٰذا اُس کے لئے جلدی نہ مچاؤ۔[1] جو شرک یہ لوگ کررہے ہیں، وہ اُس سے پاک اور بہت بالا و برتر ہے۔ ① وہ اپنے حکم

الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا

سے فرشتوں کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اِس زندگی بخشنے والی وحی کے ساتھ اُتارتا ہے کہ: "لوگوں کو آگاہ کردو کہ میرے سوا کوئی معبود

اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ

نہیں ہے، لہٰذا تم مجھی سے ڈرو، (کسی اور سے نہیں)" ② اُس نے آسمانوں اور زمین کو برحق مقصد سے پیدا کیا ہے۔ جو شرک یہ لوگ کرتے ہیں، وہ

تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ④

اُس سے بہت بالا و برتر ہے۔ ③ اُس نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے وہ کھلم کھلا جھگڑے پر آمادہ ہوگیا۔[2] ④ اور چوپائے اُسی نے

---

(۱) عربی زبان کے اعتبار سے یہ انتہائی زوردار فقرہ ہے جس میں آئندہ ہونے والے کسی یقینی واقعے کو ماضی کے صیغے سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور اس کے زور اور تاثیر کو کسی اور زبان میں ادا کرنا بہت مشکل ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے یہ فرماتے تھے کہ کفر کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی صورت میں ظاہر ہوگا، اور مسلمان غالب آئیں گے تو وہ مذاق اُڑانے کے انداز میں کہا کرتے تھے کہ اگر عذاب آنا ہے تو اللہ تعالیٰ سے کہئے کہ اُسے ابھی بھیج دے۔ اس کا مقصد درحقیقت یہ تھا کہ عذاب کی یہ دھمکی اور مسلمانوں کی فتح کا وعدہ (معاذ اللہ) محض بناوٹی بات ہے، اس کی حقیقت کچھ نہیں۔ اس سورت کا آغاز اُن کے اس طرزِ عمل کے مقابلے میں یہ فرما کر کیا گیا ہے کہ کافروں پر آنے والے جس عذاب اور مسلمانوں کے غلبے کی جس خبر کو تم ناممکن سمجھ رہے ہو، وہ اللہ تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے، اور اتنا یقینی ہے کہ گویا آن ہی پہنچا ہے، لہٰذا اُس کے آنے کی جلدی مچا کر اُس کا مذاق نہ اُڑاؤ، کیونکہ وہ تمہارے سر پر کھڑا ہے۔ پھر اگلے فقرے میں اس عذاب کے یقینی ہونے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نہ صرف اُس سے پاک بلکہ اُس سے بہت بالا و برتر ہے، لہٰذا اُس کے ساتھ شرک کرنا اُس کی توہین ہے، اور خالقِ کائنات کی توہین کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ توہین کرنے والے پر عذاب نازل ہو (تفسیر المہائمی ۱:۴۰۲)۔

(۲) یعنی انسان کی حقیقت تو اتنی ہے کہ وہ ایک ناپاک بوند سے پیدا ہوا ہے، لیکن جب اُسے ذرا قوتِ گویائی ملی تو جس ذات نے اُسے اس ناپاک بوند سے ایک مکمل انسان بنایا تھا، اور اُسے اشرف المخلوقات کا رُتبہ بخشا تھا، اُسی ذات کے ساتھ شریک ٹھہرا کر اُس سے جھگڑنا شروع کردیا۔

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۵﴾ۖ
پیدا کئے جن میں تمہارے لئے سردی سے بچاؤ کا سامان ہے،(۳) اور اس کے علاوہ بھی بہت سے فائدے ہیں، اور اُنہی میں سے تم کھاتے بھی ہو۔ ﴿۵﴾ اور
وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿۶﴾ۖ وَتَحْمِلُ
جب تم اُنہیں شام کے وقت گھر واپس لاتے ہو، اور جب اُنہیں صبح کو چرانے لے جاتے ہو تو اُن میں تمہارے لئے ایک خوشنما منظر بھی ہے۔ ﴿۶﴾ اور یہ
اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ
تمہارے بوجھ لاد کر ایسے شہر تک لے جاتے ہیں جہاں تم جان جوکھوں میں ڈالے بغیر نہیں پہنچ سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار بہت
لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷﴾ۙ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ
شفیق، بڑا مہربان ہے۔ ﴿۷﴾ اور گھوڑے، خچر اور گدھے اُسی نے پیدا کئے ہیں تاکہ تم اُن پر سواری کرو، اور وہ زینت کا سامان بنیں۔ اور وہ بہت
وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ
سی ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جن کا تمہیں علم بھی نہیں ہے۔(۴) ﴿۸﴾ اور سیدھا راستہ دِکھانے کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے، اور بہت سے راستے
شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾ۧ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ ع ۱ ۹
ٹیڑھے ہیں، اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو سیدھے راستے پر پہنچا بھی دیتا۔(۵) ﴿۹﴾ وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا جس سے تمہیں پینے کی
مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ
چیزیں حاصل ہوتی ہیں، اور اُسی سے وہ درخت اُگتے ہیں جن میں تم مویشیوں کو چراتے ہو۔ ﴿۱۰﴾ اُسی سے اللہ تمہارے لئے کھیتیاں، زیتون،

---

(۳) یعنی اُن کی کھالوں سے ایسے لباس بنائے جاتے ہیں جو اِنسان کو سردی سے محفوظ رکھ سکیں۔

(۴) یعنی اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی بہت سی سواریاں وہ ہیں جن کا ابھی تمہیں پتہ بھی نہیں ہے۔ اس طرح اس آیتِ کریمہ نے یہ خبر دی ہے کہ اگرچہ فی الحال تم صرف گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو سواری کے لئے استعمال کرتے ہو، لیکن اللہ تعالیٰ آئندہ نئی نئی سواریاں پیدا کرے گا، اور اس طرح اس آیت میں اُن ساری سواریوں کا ذکر آ گیا ہے جو نزولِ قرآن کے بعد پیدا ہوئیں، مثلاً کاریں، بسیں، ریلیں، ہوائی اور بحری جہاز وغیرہ۔ بلکہ قیامت تک جتنی سواریاں مزید پیدا ہوں وہ سب اس آیت کے مفہوم میں داخل ہیں۔ عربی زبان کے قاعدے کے مطابق اس جملے کا یہ ترجمہ بھی ہوسکتا ہے کہ ''وہ ایسی چیزیں پیدا کرے گا جن کا تمہیں ابھی علم بھی نہیں ہے۔'' اس ترجمے سے یہ مفہوم زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

(۵) مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو دُنیا کے راستے طے کرنے کے لئے یہ سواریاں پیدا کی ہیں، اسی طرح آخرت کا رُوحانی سفر طے کرنے کے لئے سیدھا راستہ دِکھانے کی ذمہ داری بھی لی ہے، کیونکہ لوگوں نے اس کام کے لئے بہت سے ٹیڑھے راستے بنا رکھے ہیں، اُن سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ لوگوں کو سیدھا راستہ اپنے پیغمبروں اور اپنی کتابوں کے ذریعے دِکھاتا ہے۔ البتہ وہ کسی کو زبردستی اُٹھا کر اس راستے پر نہیں لے جاتا، اگرچہ وہ چاہتا تو یہ بھی کرسکتا تھا، لیکن اس دُنیا میں انسان سے مطالبہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دِکھائے ہوئے راستے پر اپنے اختیار سے چلے، زبردستی نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کے ذریعے راستہ دِکھانے پر اِکتفا فرماتا ہے۔

الزَّيْتُوْنَ وَ النَّخِيْلَ وَ الْاَعْنَابَ وَ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

کھجور کے درخت، انگور اور ہر قسم کے پھل اُگاتا ہے۔(۶) حقیقت یہ ہے کہ ان سب باتوں میں اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانی ہے

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ۙ وَ الشَّمْسَ وَ

جو سوچتے سمجھتے ہوں۔ ﴿۱۱﴾ اور اُس نے دن اور رات کو اور سورج اور چاند کو تمہاری خدمت پر لگا رکھا ہے، اور

الْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ

ستارے بھی اُس کے حکم سے کام پر لگے ہوئے ہیں۔ یقیناً ان باتوں میں اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو عقل

يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ۙ وَ مَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

سے کام لیں۔ ﴿۱۲﴾ اسی طرح وہ ساری رنگ برنگ کی چیزیں جو اُس نے تمہاری خاطر زمین میں پھیلا رکھی ہیں، وہ بھی اُس کے حکم سے کام پر لگی

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا

ہوئی ہیں۔ بیشک اِن سب میں اُن لوگوں کے لئے نشانی ہے جو سبق حاصل کریں۔ ﴿۱۳﴾ اور وہی ہے جس نے سمندر کو کام پر لگایا، تاکہ تم اُس سے

طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ

تازہ گوشت کھاؤ(۷) اور اُس سے وہ زیورات نکالو جو تم پہنتے ہو۔(۸) اور تم دیکھتے ہو کہ اُس میں کشتیاں پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں، تاکہ تم اللہ کا فضل

فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَ اَلْقٰى فِي الْاَرْضِ

تلاش کرو، اور تاکہ شکر گذار بنو۔(۹) ﴿۱۴﴾ اور اُس نے زمین میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ تم کو لے کر ڈگمگائے

---

(۶) کھیتیوں سے اُس پیداوار کی طرف اشارہ ہے جو اِنسان غذا کے طور پر استعمال کرتا ہے، جیسے گندم، سبزیاں وغیرہ، اور زیتون اُن اشیاء کا ایک نمونہ ہے جو کھانا پکانے اور کھانے کے لئے چکنائی کے طور پر استعمال ہوتی ہیں، اور کھجور، انگور اور باقی پھلوں سے اُس پیداوار کی طرف اشارہ ہے جو مزید لذت حاصل کرنے کے کام آتی ہیں۔

(۷) مچھلی کا گوشت مراد ہے۔

(۸) سمندر سے موتی نکلتے ہیں جو زیورات میں کام آتے ہیں۔

(۹) یعنی سمندر میں تجارتی سفر کر کے اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بنو۔ قرآنِ کریم نے "اللہ کا فضل تلاش کرنے" کی اِصطلاح بہت سی آیتوں میں تجارت کے لئے استعمال فرمائی ہے۔ دیکھئے سورۂ بقرہ (۲:۱۹۸)، سورۂ بنی اسرائیل (۱۷:۱۲ و ۱۷:۶۶)، سورۂ قصص (۲۸:۷۳)، سورۂ رُوم (۳۰:۴۶)، سورۂ فاطر (۳۵:۱۲)، سورۂ جاثیہ (۴۵:۱۲)، سورۂ جمعہ (۶۲:۱۰) اور سورۂ مزمل (۷۳:۲۰)۔ تجارت کو اللہ تعالیٰ کا فضل کہنے سے ایک طرف تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر تجارت شرعی اَحکام کی پابند ہو تو وہ ایک پسندیدہ چیز ہے، اور دوسری طرف اس اِصطلاح سے تاجروں کو یہ تنبیہ بھی کی جارہی ہے کہ تجارت میں جو نفع حاصل ہوتا ہے، وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، کیونکہ انسان کوشش ضرور کرتا ہے، لیکن اگر اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال نہ ہو تو کوشش کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اگر تجارت کے ذریعے مال و دولت حاصل ہوجائے تو اِنسان کو مغرور ہونے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنا چاہئے۔

رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝١٥ وَ عَلٰمٰتٍ ۭ

نہیں،(۱۰) اور دریا اور راستے بنائے ہیں، تاکہ تم منزلِ مقصود تک پہنچ سکو۔ (۱۵) اور (راستوں کی پہچان کے لئے) بہت سی علامتیں بنائی ہیں۔ اور

وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝١٦ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ۭ اَفَلَا

ستاروں سے بھی لوگ راستہ معلوم کرتے ہیں۔ (۱۶) اب بتاؤ کہ جو ذات (یہ ساری چیزیں) پیدا کرتی ہے، کیا وہ اُن کے برابر ہوسکتی ہے جو کچھ

تَذَكَّرُوْنَ ۝١٧ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ

پیدا نہیں کرتے؟ کیا پھر بھی تم کوئی سبق نہیں لیتے؟ (۱۷) اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو، تو اُنہیں شمار نہیں کرسکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ بہت بخشنے

رَّحِيْمٌ ۝١٨ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ۝١٩ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ

والا، بڑا مہربان ہے۔(۱۱) (۱۸) اور اللہ وہ باتیں بھی جانتا ہے جو تم چھپ کر کرتے ہو، اور وہ بھی جو تم علی الاعلان کرتے ہو۔ (۱۹) اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝٢٠ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ

کر یہ لوگ جن (دیوتاؤں) کو پکارتے ہیں، وہ کچھ بھی پیدا نہیں کرتے، وہ تو خود ہی مخلوق ہیں۔ (۲۰) وہ بے جان ہیں، اُن میں زندگی نہیں، اور

وَ مَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝٢١ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا ع ۲

اُن کو اس بات کا بھی احساس نہیں ہے کہ ان لوگوں کو کب زندہ کرکے اُٹھایا جائے گا۔(۱۲) (۲۱) تمہارا معبود تو بس ایک ہی خدا ہے۔ لہٰذا جو لوگ

يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّ هُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝٢٢ لَا جَرَمَ اَنَّ

آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اُن کے دل میں انکار پیوست ہوگیا ہے، اور وہ گھمنڈ میں مبتلا ہیں۔ (۲۲) ظاہر بات ہے کہ اللہ وہ باتیں بھی جانتا

اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ۝٢٣ وَ

ہے جو وہ چھپ کر کرتے ہیں، اور وہ بھی جو وہ علی الاعلان کرتے ہیں۔ وہ یقیناً گھمنڈ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔(۱۳) (۲۳) اور جب اُن سے کہا جاتا ہے

---

(۱۰) جب زمین کو شروع میں سمندر پر بچھایا گیا تو وہ ڈگمگاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کے ذریعے اُس کو جمادیا ہے۔ جدید سائنس کے مطابق اب بھی بڑے بڑے براعظم سمندر کے پانی پر تھوڑے تھوڑے سرکتے رہتے ہیں، لیکن یہ سرکنا اتنا معمولی ہوتا ہے کہ انسان کو احساس نہیں ہوتا۔

(۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جب اتنی زیادہ ہیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں تو ان کا حق تو یہ تھا کہ انسان ہر آن اللہ تعالیٰ کا شکر ہی ادا کرتا رہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ انسان کے بس میں نہیں ہے، اس لئے وہ اپنی مغفرت اور رحمت کا معاملہ فرما کر شکر کی اس کوتاہی کو معاف فرماتا رہتا ہے۔ البتہ یہ مطالبہ ضرور ہے کہ وہ اُس کے اَحکام کے مطابق زندگی گذارے، اور ظاہر و باطن ہر اِعتبار سے اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار رہے۔ اس کے لئے اُسے یہ حقیقت پیشِ نظر رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اُس کے ہر کام کو جانتا ہے، چاہے وہ چھپ کر کرے یا علانیہ۔ چنانچہ اگلی آیت میں یہی حقیقت بیان فرمائی گئی ہے۔

(۱۲) اس سے وہ بت مراد ہیں جن کی وہ پوجا کرتے تھے۔ فرمایا گیا ہے کہ وہ کسی کو پیدا تو کیا کرتے؟ خود پیدا کئے گئے ہیں، اور نہ اُن میں جان ہے، نہ اُنہیں یہ احساس ہے کہ ان کے پجاریوں کو مرنے کے بعد کب زندہ کیا جائے گا۔

اِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾

کہ: "تمہارے رَبّ نے کیابات نازل کی ہے؟" تو وہ کہتے ہیں کہ: "گذرے ہوئے لوگوں کے افسانے!" ﴿۲۴﴾ (ان باتوں کا) نتیجہ یہ ہے

لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَ مِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ

کہ وہ قیامت کے دن خود اپنے (گناہوں کے) پورے پورے بوجھ بھی اپنے اُوپر لادیں گے، اوراُن لوگوں کے بوجھ کا ایک حصہ بھی جنہیں یہ

ع ۳ / ۹ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ

کسی علم کے بغیر گمراہ کررہے ہیں۔(۱۴) یاد رکھو کہ بہت بُرا بوجھ ہے جو یہ لاد رہے ہیں۔ ﴿۲۵﴾ ان سے پہلے کے لوگوں نے بھی مکر کے منصوبے بنائے

قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ

تھے۔ پھر ہوا یہ کہ (منصوبوں کی) جو عمارتیں انہوں نے تعمیر کی تھیں، اللہ تعالیٰ نے اُنہیں جڑ بنیاد سے اُکھاڑ پھینکا، پھر اُن کے اُوپر سے چھت بھی

فَوْقِهِمْ وَ اَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اُن پر آگری، اور اُن پر عذاب ایسی جگہ سے آدھمکا جس کا اُنہیں احساس تک نہیں تھا۔ ﴿۲۶﴾ پھر قیامت کے دن اللہ اُنہیں رُسوا کرے گا، اور ان

يُخْزِيْهِمْ وَ يَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ؕ قَالَ

سے پوچھے گا کہ: "کہاں ہیں وہ میرے شریک جن کی خاطر تم (مسلمانوں سے) جھگڑا کیا کرتے تھے؟" جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے، وہ (اس

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَ السُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٧﴾

دن) کہیں گے کہ: "بڑی رُسوائی اور بدحالی مسلط ہے آج اُن کافروں پر ﴿۲۷﴾ جن کی رُوحیں فرشتوں نے اس حالت میں قبض کیں جب انہوں

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۠ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا

نے اپنی جانوں پر (کفر کی وجہ سے) ظلم کر رکھا تھا۔"(۱۵) اُس موقع پر کافر لوگ بڑی فرماں برداری کے بول بولیں گے کہ ہم تو کوئی بُرا کام نہیں

نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٢٨﴾ فَادْخُلُوْٓا

کرتے تھے۔ (ان سے کہا جائے گا:) "کیسے نہیں کرتے تھے؟ اللہ کو سب معلوم ہے کہ تم کیا کچھ کرتے رہے ہو۔ ﴿۲۸﴾ لہٰذا اب ہمیشہ جہنم میں

اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَ قِيْلَ

رہنے کے لئے اُس کے دروازوں میں داخل ہوجاؤ، کیونکہ تکبر کرنے والوں کا یہی بُرا ٹھکانا ہے۔" ﴿۲۹﴾ اور (دوسری طرف) متقی لوگوں سے

---

(۱۳) چونکہ وہ گھمنڈ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اس لئے اُنہیں سزا بھی ضرور دے گا، اور اس کے لئے آخرت کا وجود ضروری ہے۔ لہٰذا اُس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

(۱۴) یعنی اللہ کے کلام کو اَفسانہ قرار دے کر انہوں نے جن لوگوں کو گمراہ کیا ہے، اُن کے ایسے گناہوں کا بوجھ بھی ان پر لادا جائے گا جو انہوں نے ان کے زیرِ اثر آکر کئے۔

(۱۵) اس سے معلوم ہوا کہ عذاب صرف اُن لوگوں کو ہوگا جو کفر کی حالت میں مرے ہوں۔ اگر کوئی مرنے سے پہلے پہلے سچی توبہ کرلے تو اُس کی توبہ قبول ہوجاتی ہے، اور اُسے معاف کر دیا جاتا ہے۔

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ

پوچھا گیا کہ: ''تمہارے پروردگار نے کیا چیز نازل کی ہے؟'' تو انہوں نے کہا: ''خیر ہی خیر اُتاری ہے۔'' (اس طرح) جن لوگوں نے نیکی کی

هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾

روش اختیار کی ہے، اُن کے لئے اس دُنیا میں بھی بہتری ہے، اور آخرت کا گھر تو ہے ہی سراپا بہتری، یقیناً متقیوں کا گھر بہترین ہے، (۳۰) ہمیشہ

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا

بسنے کے لئے وہ باغات جن میں وہ داخل ہوں گے، جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، اور وہاں جو کچھ وہ چاہیں گے، اُنہیں ملے گا۔ متقی

يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۱﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ

لوگوں کو اللہ ایسا ہی صلہ دیتا ہے۔ (۳۱) یہ وہ لوگ ہیں جن کی رُوحیں فرشتے ایسی حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک صاف ہوتے ہیں۔ وہ ان

طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾

سے کہتے ہیں کہ: ''سلامتی ہو تم پر! جو عمل تم کرتے رہے ہو، اُس کے صلے میں جنت میں داخل ہوجاؤ۔'' (۳۲) یہ (کافر) لوگ اب

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ كَذٰلِكَ

(ایمان لانے کے لئے) اس کے سوا کس بات کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آکھڑے ہوں، یا (قیامت یا عذاب کی صورت میں)

فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

تمہارے پروردگار کا حکم ہی آجائے۔ جو اُمتیں ان سے پہلے گذری ہیں، اُنہوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ اور اللہ نے اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا، لیکن وہ

يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

خود اپنی جانوں پر ظلم ڈھاتے رہے تھے۔ (۳۳) اس لئے اُن کے بُرے اعمال کا وبال اُن پر پڑا، اور جس چیز کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے، اُسی نے

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ ع ۱۰

اُن کو آکر گھیر لیا۔ (۳۴) اور جن لوگوں نے شرک اختیار کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: ''اگر اللہ چاہتا تو ہم اُس کے سوا کسی اور چیز کی عبادت نہ کرتے، نہ

دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ

ہم، نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم اُس کے (حکم کے) بغیر کوئی چیز حرام قرار دیتے۔'' جو اُمتیں ان سے پہلے گذری ہیں،

كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ

انہوں نے بھی ایسا ہی کیا تھا۔ لیکن پیغمبروں کی ذمہ داری اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ صاف صاف طریقے پر پیغام

الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا

پہنچادیں[۱٦]۔ (۳۵) اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ہر اُمت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر اس ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اور

---

(۱٦) اُن کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے سراسر ہٹ دھرمی پر مبنی تھا، کیونکہ اس طرح ہر مجرم یہ کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو میں یہ جرم نہ کرتا۔ ایسی باتیں قابلِ جواب نہیں ہوتیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُس کا جواب دینے کے بجائے

الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ

طاغوت سے اجتناب کرو۔(۱۷) پھر ان میں سے کچھ وہ تھے جن کو اللہ نے ہدایت دے دی، اور کچھ ایسے تھے جن پر گمراہی مسلط ہوگئی۔

فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ

تو ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ (پیغمبروں کو) جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ (۳۶) (اے پیغمبر!) اگر تمہیں یہ حرص ہے کہ یہ لوگ ہدایت پر

تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ

آجائیں، تو حقیقت یہ ہے کہ اللہ جن کو (اُن کے عناد کی وجہ سے) گمراہ کردیتا ہے، اُن کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا، اور ایسے لوگوں کو کسی قسم کے

نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ

مددگار بھی میسر نہیں آتے۔ (۳۷) اور ان لوگوں نے بڑا زور لگا لگا کر اللہ کی قسمیں کھائی ہیں کہ جو لوگ مرجاتے ہیں، اللہ اُن کو دوبارہ زندہ نہیں

يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ۙ

کرے گا۔ بھلا کیوں نہیں کرے گا؟ یہ تو ایک وعدہ ہے جسے سچا کرنے کی ذمہ داری اللہ نے لے رکھی ہے، لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ (۳۸)

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا

(دوبارہ زندہ کرنے کا یہ وعدہ اللہ نے اس لئے کیا ہے) تاکہ وہ لوگوں کے سامنے اُن باتوں کو اچھی طرح واضح کردے جن میں وہ اختلاف

كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ

کررہے ہیں، اور تاکہ کافر لوگ جان لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔ (۳۹) اور جب ہم کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری طرف سے صرف

فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ع وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ ع ۱۱

اتنی بات ہوتی ہے کہ ہم اُسے کہتے ہیں: "ہوجا" بس وہ ہوجاتی ہے۔(۱۸) (۴۰) اور جن لوگوں نے دوسروں کے ظلم سہنے کے بعد اللہ کی خاطر اپنا وطن

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ۙ وقف لازم

چھوڑا ہے، یقین رکھو کہ اُنہیں ہم دُنیا میں بھی اچھی طرح بسائیں گے، اور آخرت کا اجر تو یقیناً سب سے بڑا ہے۔ کاش کہ یہ لوگ جان لیتے!(۱۹) (۴۱)

صرف یہ فرمادیا ہے کہ رسولوں کی ذمہ داری پیغام پہنچانے کی حد تک محدود ہے۔ اُن کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ ایسے ضدی لوگ راہِ راست پر آہی جائیں۔ اور انہوں نے جو یہ کہا ہے کہ "ہم کوئی چیز حرام قرار نہ دیتے" اس سے ان جانوروں کی طرف اشارہ ہے جو انہوں نے بتوں کے نام پر حرام کر رکھے تھے۔ اس کی تفصیل سورۂ انعام (۶: ۱۳۹ تا ۱۴۵) میں گذر چکی ہے۔

(۱۷) "طاغوت" شیطان کو بھی کہتے ہیں، اور بتوں کو بھی۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شیطان کے پیچھے نہ چلو، اور یہ بھی کہ بت پرستی سے اجتناب کرو۔

(۱۸) پچھلی آیت میں آخرت کی دوسری زندگی کا مقصد بیان فرمایا تھا، اور اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرنے کے بعد زندہ ہونے کو تم اس لئے ناممکن سمجھ رہے ہو کہ وہ تمہارے تصور سے باہر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بھی کام مشکل نہیں ہے۔ کسی چیز کو پیدا کرنے کے لئے اُسے کوئی محنت کرنی نہیں پڑتی، وہ تو ایک حکم دیتا ہے، اور وہ چیز پیدا ہوجاتی ہے۔

(۱۹) جیسا کہ اس سورت کے تعارف میں عرض کیا گیا، یہ آیت اُن صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی جو کفار کے ظلم سے تنگ

الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر سے کام لیا ہے، اور جو اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ﴿٤٢﴾ اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے بھی کسی اور کو

اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا

نہیں، انسانوں ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے۔ (اے منکرو!) اب اگر تمہیں اس بات کا علم نہیں ہے تو جو علم والے ہیں اُن

تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٣﴾ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ

سے پوچھ لو۔ ﴿٤٣﴾ اُن پیغمبروں کو روشن دلائل اور آسمانی کتابیں دے کر بھیجا گیا تھا۔ اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر بھی یہ قرآن اس لئے نازل کیا

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٤٤﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا النصف

ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُن باتوں کی واضح تشریح کر دو جو اُن کے لئے اُتاری گئی ہیں، اور تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔ ﴿٤٤﴾ تو کیا وہ لوگ جو

السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ

بُرے بُرے منصوبے بنا رہے ہیں اس بات سے بالکل بے خوف ہو گئے ہیں کہ اللہ اُنہیں زمین میں دھنسا دے، یا اُن پر عذاب ایسی جگہ سے

حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٤٥﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٤٦﴾

آپڑے کہ انہیں احساس تک نہ ہو؟ ﴿٤٥﴾ یا اُنہیں چلتے پھرتے ہی اپنی پکڑ میں لے لے، کیونکہ وہ اُسے عاجز نہیں کر سکتے، ﴿٤٦﴾

اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ۭ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤٧﴾ اَوَلَمْ

یا اُنہیں اِس طرح گرفت میں لے کہ وہ دھیرے دھیرے گھٹتے چلے جائیں؟ (٢٠) کیونکہ تمہارا پروردگار بڑا شفیق، نہایت مہربان ہے۔ (٢١) ﴿٤٧﴾ کیا انہوں

يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَاۗىِٕلِ

نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے جو چیز بھی پیدا کی ہے، اُس کے سائے اللہ کو سجدے کرتے ہوئے دائیں اور بائیں جھکے رہتے ہیں،

آ کر حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ البتہ اس میں جو عام الفاظ استعمال ہوئے ہیں، وہ ہر اُس شخص کو شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ کے دِین کی خاطر اپنا وطن چھوڑ کر ہجرت کرے۔ اور آخر میں جو فرمایا گیا ہے کہ: ''کاش یہ لوگ جان لیتے'' اس سے مراد بظاہر یہ مہاجرین ہی ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو اس اَجر کا علم ہو جائے تو بے وطن ہونے سے انہیں جو تکلیف ہو رہی ہے، وہ بالکل باقی نہ رہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ان سے مراد کافر لوگ ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ کاش اس حقیقت کا علم ان کافروں کو بھی ہو جائے تو وہ اپنے کفر سے توبہ کر لیں۔

(٢٠) یعنی ایک دم سے تو عذاب آ کر انہیں ہلاک نہ کرے، لیکن اپنی بدعملی کی سزا میں دھیرے دھیرے اُن کی افرادی قوت اور ان کا مال و دولت گھٹتا چلا جائے۔ یہ تفسیر رُوح المعانی میں متعدد صحابہ اور تابعین سے منقول ہے۔

(٢١) اس ''کیونکہ'' کا تعلق بے خوف ہونے سے ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چونکہ شفیق اور مہربان ہے، اس لئے اُس نے کافروں کو مہلت دی ہوئی ہے، اور فوری طور پر اُنہیں عذاب میں نہیں پکڑا، اس لئے یہ کافر لوگ بے خوف ہو گئے ہیں، حالانکہ پچھلی اُمتوں کے واقعات سے سبق لے کر انہیں بے خوف نہیں ہونا چاہئے۔

سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَ هُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ لِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي
اور وہ سب عاجزی کا اظہار کررہے ہوتے ہیں؟(۲۲) ﴿۴۸﴾ اور آسمانوں اور زمین میں جتنے جاندار ہیں،
الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ
وہ اور سارے فرشتے اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں، اور وہ ذرا تکبر نہیں کرتے۔ ﴿۴۹﴾ وہ اپنے اُس پروردگار سے ڈرتے ہیں
مِّنْ فَوْقِهِمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾۩ وَ قَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ ع ۶ السجدۃ ۳
جو اُن کے اُوپر ہے، اور وہی کام کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔(۲۳) ﴿۵۰﴾ اور اللہ نے فرمایا ہے کہ: ”دو دو معبود نہ بنا بیٹھنا۔
اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَ لَهٗ مَا فِي
وہ تو بس ایک ہی معبود ہے۔ اس لئے بس مجھی سے ڈرا کرو۔“ ﴿۵۱﴾ اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے،
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ مَا بِكُمْ
اُسی کا ہے، اور اُسی کی اطاعت ہر حال میں لازم ہے۔ کیا پھر بھی تم اللہ کے سوا اوروں سے ڈرتے ہو؟ ﴿۵۲﴾ اور تم کو
مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ
جو نعمت بھی حاصل ہوتی ہے، وہ اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اُسی سے فریادیں کرتے ہو۔ ﴿۵۳﴾ اس کے بعد
عَنْكُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۭ
جب وہ تم سے تکلیف دُور کردیتا ہے، تو تم میں سے ایک گروہ اچانک اپنے پروردگار کے ساتھ شرک شروع کردیتا ہے، ﴿۵۴﴾ تاکہ ہم نے اُسے جو نعمت
فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ يَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا
دی تھی اُس کی ناشکری کرے۔ اچھا! کچھ عیش کرلو، پھر عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا۔ ﴿۵۵﴾ اور ہم نے جو رزق اُنہیں دیا ہے، اُس میں وہ اُن
رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَ يَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ
(بتوں) کا حصہ لگاتے ہیں جن کی حقیقت خود اُنہیں معلوم نہیں ہے۔(۲۴) اللہ کی قسم! تم سے ضرور بازپُرس ہوگی کہ تم کیسے بہتان باندھا کرتے تھے۔ ﴿۵۶﴾

---

(۲۲) انسان کتنا بھی مغرور یا متکبر ہوجائے، اُس کا سایہ جب زمین پر پڑتا ہے تو وہ عاجزی اور اِنکساری کا مظاہرہ کرتا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کے ساتھ اُس کے سائے کی شکل میں ایک ایسی چیز پیدا فرمادی ہے جو اُس کے اختیار کے بغیر ہر وقت اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ ریز رہتی ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ سورج کی پوجا کرتے ہیں، وہ خود تو سورج کے آگے جھک رہے ہوتے ہیں، اور اُن کے سائے اُس کی مخالف سمت میں سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

(۲۳) یہ آیتِ سجدہ ہے۔ یعنی جو شخص بھی یہ آیت عربی زبان میں پڑھے، اس پر سجدہ کرنا واجب ہوجاتا ہے۔ اسے ”سجدۂ تلاوت“ کہتے ہیں جو نماز کے سجدے کے علاوہ ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی احتیاطاً سجدہ کرلینا ضروری ہے۔

(۲۴) عرب کے مشرکین اپنی زرعی پیداوار اور جانوروں کا ایک حصہ بتوں کے نام پر نذر کردیتے تھے۔ اس کی طرف اشارہ ہے

الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى

اور اللہ کے لئے تو انہوں نے بیٹیاں گھڑ رکھی ہیں۔ سبحان اللہ! اور خود اپنے لئے وہ (بیٹے چاہتے ہیں) جو اپنی خواہش کے مطابق ہوں![25] ﴿۵۷﴾ اور

ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ ۚ يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ

جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی (پیدائش کی) خوشخبری دی جاتی ہے تو اُس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، اور وہ دِل ہی دِل میں کڑھتا رہتا ہے۔ ﴿۵۸﴾ اس

مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا

خوشخبری کو برا سمجھ کر لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے، (اور سوچتا ہے کہ) ذِلت برداشت کرکے اُسے اپنے پاس رہنے دے، یا اُسے زمین میں

يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ

گاڑ دے۔ دیکھو انہوں نے کتنی بری باتیں طے کر رکھی ہیں۔ ﴿۵۹﴾ بری بری باتیں تو اُنہی میں ہیں جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور اعلیٰ درجے

ع ۷ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ ع وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ

کی صفات صرف اللہ کی ہیں، اور وہ اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ ﴿۶۰﴾ اور اگر اللہ لوگوں کو اُن کے ظلم کی وجہ سے (فوراً) اپنی پکڑ

مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا

میں لیتا تو رُوئے زمین پر کوئی جاندار باقی نہ چھوڑتا، لیکن وہ اُن کو ایک معین وقت تک مہلت دیتا ہے۔ پھر جب اُن کا وہ معین وقت آجائے گا تو

جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ

وہ گھڑی بھر بھی اُس سے آگے پیچھے نہیں ہوسکیں گے۔ ﴿۶۱﴾ اور انہوں نے اللہ کے لئے وہ چیزیں گھڑ رکھی ہیں جنہیں خود ناپسند کرتے ہیں، پھر بھی ان

لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا

کی زبانیں (اپنی) جھوٹی تعریف کرتی رہتی ہیں کہ ساری بھلائی اُنہی کے حصے میں ہے۔ لازمی بات ہے کہ (ایسے رویے کی وجہ سے) اُن کے حصے

جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ

میں تو دوزخ ہے، اور انہیں اسی میں پڑا رہنے دیا جائے گا۔ ﴿۶۲﴾ (اے پیغمبر!) اللہ کی قسم! تم سے پہلے جو اُمتیں گذری ہیں، ہم نے اُن کے پاس

قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ

پیغمبر بھیجے تھے، تو شیطان نے اُن کے اعمال کو خوب بنا سنوار کر ان کے سامنے پیش کیا۔[26] چنانچہ وہی (شیطان) آج ان کا سرپرست بنا ہوا ہے، اور

کہ جن بتوں کی نہ حقیقت ان کو معلوم ہے، نہ ان کے وجود کی کوئی دلیل ان کے پاس ہے، اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق کو ان کے لئے نذر کردیتے ہیں۔ اس رسم کی تفصیل سورۂ انعام (۶:۱۳۶) میں گذری ہے۔

(۲۵) مشرکینِ عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اوّل تو اللہ تعالیٰ اولاد کی ضرورت سے پاک ہے، دوسرے یہ خود اپنے لئے بیٹیوں کو پسند نہیں کرتے، بلکہ بیٹوں کی ولادت کے خواہش مند رہتے ہیں، جو بذاتِ خود بڑی گمراہی کی بات ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی بیٹیاں ہیں۔

(۲۶) یعنی یہ پٹی پڑھائی کہ تم جو اَعمال کررہے ہو وہی بہترین اعمال ہیں۔

أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾ وَمَآ أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا
(اس کی وجہ سے) ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔ (۶۳) اور ہم نے تم پر یہ کتاب اسی لئے اُتاری ہے تاکہ تم ان کے سامنے وہ باتیں کھول کھول
فِيهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ ﴿٦٤﴾ وَاللّٰهُ أَنزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
کر بیان کردو جن میں انہوں نے مختلف راستے اپنائے ہوئے ہیں، اور تاکہ یہ ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت کا سامان ہو۔ (۶۴) اور
فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ
اللہ نے آسمان سے پانی برسایا، اور زمین کے مردہ ہوجانے کے بعد اُس میں جان ڈال دی۔ یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے نشانی ہے جو بات
ع يَّسْمَعُونَ ﴿٦٥﴾ وَإِنَّ لَكُمْ فِي الْأَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۖ نُّسْقِيكُم مِّمَّا فِي بُطُونِهِ
سنتے ہیں۔ (۶۵) اور بیشک تمہارے لئے مویشیوں میں بھی سوچنے سمجھنے کا بڑا سامان ہے۔ اُن کے پیٹ میں جو گوبر اور خون ہے،
مِنۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِينَ ﴿٦٦﴾ وَمِن ثَمَرٰتِ
اُس کے بیچ میں سے ہم تمہیں ایسا صاف ستھرا دودھ پینے کو دیتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہوتا ہے۔ (۶۶) اور کھجور کے
النَّخِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۗ إِنَّ فِي
پھلوں اور انگوروں سے بھی (ہم تمہیں ایک مشروب عطا کرتے ہیں) جس سے تم شراب بھی بناتے ہو، اور پاکیزہ رزق بھی۔(۲۷)
ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ ﴿٦٧﴾ وَأَوْحٰى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي
بیشک اس میں بھی اُن لوگوں کے لئے نشانی ہے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ (۶۷) اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈال
مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ﴿٦٨﴾ ۙ ثُمَّ كُلِي مِن كُلِّ
دی کہ: ''تو پہاڑوں میں، اور درختوں میں اور لوگ جو چھتریاں اُٹھاتے ہیں، اُن میں اپنے گھر بنا۔(۲۸) (۶۸) پھر ہر قسم کے پھلوں سے اپنی خوراک
الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۚ يَخْرُجُ مِنۢ بُطُونِهَا شَرَابٌ
حاصل کر، پھر اُن راستوں پر چل جو تیرے رَبّ نے تیرے لئے آسان بنادیئے ہیں۔'' (اس طرح) اس مکھی کے پیٹ سے وہ
مُّخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً لِّقَوْمٍ
مختلف رنگوں والا مشروب نکلتا ہے جس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔ یقیناً ان سب باتوں میں اُن لوگوں کے لئے نشانی ہے جو سوچتے

---

(۲۷) یہ سورت مکی ہے۔ جب یہ نازل ہوئی تو اُس وقت تک شراب حرام نہیں ہوئی تھی، لیکن اسی آیت میں شراب کو پاکیزہ رزق کے مقابلے میں ذکر فرما کر ایک لطیف اشارہ اس طرف کردیا گیا تھا کہ شراب پاکیزہ رزق نہیں ہے۔

(۲۸) چھتریاں اُٹھانے سے مراد وہ ٹٹیاں ہیں جن پر مختلف قسم کی بیلیں چڑھائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر شہد کی مکھی کے گھر بنانے کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ وہ جو چھتے بناتی ہے، وہ عجیب وغریب صنعت کا شاہکار ہوتے ہیں۔ اور عام طور پر وہ یہ چھتے اُونچی جگہوں پر بناتی ہے تاکہ اُس میں بننے والا شہد زمین کی کثافتوں سے بھی محفوظ رہے، اور اُسے تازہ ہوا بھی میسر آئے۔ توجہ اس طرف دِلائی جارہی ہے کہ یہ سب کچھ اُسے اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے معارف القرآن ج:۵

يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۛ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ
سمجھتے ہوں۔ ﴿۷۰﴾ اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا ہے، پھر وہ تمہاری رُوح قبض کرتا ہے۔ اور تم میں سے کوئی ایسا ہوتا ہے جو عمر کے سب سے ناکارہ حصے
الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾ ع وَاللّٰهُ
تک پہنچادیا جاتا ہے، جس میں پہنچ کر وہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی کچھ نہیں جانتا۔(۲۹) بیشک اللہ بڑے علم والا، بڑی قدرت والا ہے۔ ﴿۷۱﴾ اور اللہ
فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ
نے تم میں سے کچھ لوگوں کو رزق کے معاملے میں دوسروں پر برتری دے رکھی ہے۔ اب جن لوگوں کو برتری دی گئی ہے،
رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ
وہ اپنا رزق اپنے غلاموں کو اس طرح نہیں لوٹا دیتے کہ وہ سب برابر ہوجائیں۔(۳۰) تو کیا یہ لوگ اللہ کی نعمت کا انکار
يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ
کرتے ہیں؟(۳۱) ﴿۷۲﴾ اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے بیویاں بنائی ہیں، اور تمہاری
اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ
بیویوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے ہیں، اور تمہیں اچھی اچھی چیزوں میں سے رزق فراہم کیا ہے۔
يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ لا وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا
کیا پھر بھی یہ لوگ بے بنیاد باتوں پر ایمان لاتے اور اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں؟ ﴿۷۳﴾ اور یہ اللہ کو چھوڑ کر اُن چیزوں کی عبادت

ص: ۳۶۲ تا ۳۶۷۔

(۲۹) انتہائی بڑھاپے کی حالت کو ''ناکارہ عمر'' سے تعبیر کیا گیا ہے جس میں انسان کی جسمانی اور ذہنی قوتیں ناکارہ ہوجاتی ہیں۔ اور سب کچھ جاننے کے باوجود کچھ نہ جاننے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ بڑھاپے کے اس حصے میں انسان اُس علم کا اکثر حصہ بھول جاتا ہے جو اُس نے اپنی پچھلی زندگی میں حاصل کیا تھا، اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ ابھی اُسے ایک بات بتائی گئی، اور تھوڑی سی دیر میں وہ ایسا ہوگیا جیسے اُس کو کچھ بتایا ہی نہیں گیا تھا۔ یہ حقائق بیان فرما کر غافل انسان کو اس طرف متوجہ کیا جارہا ہے کہ اُسے اپنی کسی طاقت اور صلاحیت پر غرور نہیں کرنا چاہئے۔ جو کوئی طاقت اُسے ملی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اور جب وہ چاہے واپس لے لیتا ہے۔ ان تغیرات سے اُسے یہ سبق سیکھنا چاہئے کہ یہ سارا کارخانہ ایک بڑے علم والے، بڑی قدرت والے خدا کا بنایا ہوا ہے جس کا کوئی شریک نہیں، اور بالآخر ہر شخص کو اُسی کے پاس واپس جانا ہے۔

(۳۰) مطلب یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایسا نہیں کرتا کہ اپنے غلام کو اپنی دولت اس طرح دیدے کہ وہ دولت میں اُس کے برابر ہوجائے۔ اب تم خود مانتے ہو کہ جن دیوتاؤں کو تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے مملوک یعنی غلام ہیں۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اللہ نے انہیں اپنی خدائی اس طرح دے دی ہو کہ انہیں اللہ کے برابر معبود بننے کا حق حاصل ہوگیا ہو۔

(۳۱) یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کر کے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ فلاں نعمت اللہ نے نہیں، بلکہ ان کے گھڑے ہوئے دیوتاؤں نے دی ہے۔

يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿٧٣﴾ فَلَا

کرتے ہیں جو ان کو آسمانوں اور زمین میں سے کسی طرح کا رزق دینے کا نہ کوئی اختیار رکھتی ہیں، نہ رکھ سکتی ہیں۔ (۷۳) لہٰذا

تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٧٤﴾ ضَرَبَ

تم اللہ کے لئے مثالیں نہ گھڑو۔(۳۲) بیشک اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے۔ (۷۴) اللہ ایک مثال دیتا ہے کہ ایک طرف ایک غلام ہے جو کسی کی

اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا

ملکیت میں ہے، اُس کو کسی چیز پر کوئی اختیار نہیں، اور دوسری طرف وہ شخص ہے جس کو ہم نے اپنے پاس سے عمدہ رزق عطا کیا ہے، اور وہ اُس

حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ

میں سے پوشیدہ طور پر بھی اور کھلے بندوں بھی خوب خرچ کرتا ہے۔ کیا یہ دونوں برابر ہوسکتے ہیں؟ ساری تعریفیں اللہ کی ہیں، لیکن ان میں سے

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا

اکثر لوگ (ایسی صاف بات بھی) نہیں جانتے۔ (۷۵) اور اللہ ایک اور مثال دیتا ہے کہ دو آدمی ہیں، اُن میں سے ایک گونگا ہے جو کوئی کام نہیں

يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ

کرسکتا، اور اپنے آقا پر بوجھ بنا ہوا ہے، وہ اُسے جہاں کہیں بھیجتا ہے، وہ کوئی ڈھنگ کا کام کر کے نہیں لاتا، کیا ایسا شخص اُس دوسرے آدمی کے

هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٦﴾ وَ ع ١٦

برابر ہوسکتا ہے جو دوسروں کو بھی اعتدال کا حکم دیتا ہے، اور خود بھی سیدھے راستے پر قائم ہے؟ (۷۶) اور

لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ

آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اللہ کے قبضے میں ہیں۔ اور قیامت کا معاملہ آنکھ جھپکنے سے زیادہ نہیں ہوگا،

هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٧٧﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ

بلکہ اس سے بھی جلدی۔ یقین رکھو کہ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (۷۷) اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے

---

(۳۲) مشرکینِ عرب بعض اوقات اپنے شرک کی تائید میں یہ مثال دیتے تھے کہ جس طرح دُنیا کا بادشاہ تنہا اپنی حکومت نہیں چلاتا، بلکہ اُسے حکومت کے بہت سے کام اپنے مددگاروں کو سونپنے پڑتے ہیں، اسی طرح (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی خدائی کے بہت سے کام ان دیوتاؤں کو سونپ رکھے ہیں۔ اور ان معاملات میں وہ خود مختار ہوگئے ہیں۔ اس آیت میں اُن سے کہا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے دُنیا کے بادشاہوں کی، بلکہ کسی بھی مخلوق کی مثال دینا انتہائی جہالت کی بات ہے۔ اس کے بعد آیت نمبر ۷۵ و ۷۶ میں اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں، جن کا مقصد یہ ہے کہ اگر مخلوقات ہی کی مثال لینی ہے تو ان دو مثالوں سے ظاہر ہے کہ مخلوق مخلوق میں بھی فرق ہوتا ہے، کوئی مخلوق اعلیٰ درجے کی ہے، کوئی ادنیٰ درجے کی، جب مخلوق مخلوق میں اتنا فرق ہے تو خالق اور مخلوق میں کتنا فرق ہوگا؟ پھر کسی مخلوق کو خالق کے ساتھ عبادت میں کیسے شریک کیا جاسکتا ہے؟

أُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ
اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے، اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل پیدا کئے، تاکہ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا
تم شکر ادا کرو۔ (۷۸) کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ وہ آسمان کی فضا میں اللہ کے حکم کے پابند ہیں؟
يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ
اُنہیں اللہ کے سوا کوئی اور تھامے ہوئے نہیں ہے۔ یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو ایمان رکھتے ہوں۔ (۷۹) اور اُس نے
لَكُمْ مِّنْ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا
تمہارے لئے تمہارے گھروں کو سکون کی جگہ بنایا، اور تمہارے لئے مویشیوں کی کھالوں سے ایسے گھر بنائے جو تمہیں سفر پر روانہ ہوتے وقت اور
تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا
کسی جگہ ٹھہرتے وقت ہلکے پھلکے محسوس ہوتے ہیں۔(۳۳) اور اُن کے اُون، اُن کے رُویں اور اُن کے بالوں سے گھریلو سامان اور ایسی چیزیں پیدا کیں
وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا
جو ایک مدّت تک تمہیں فائدہ پہنچاتی ہیں۔ (۸۰) اور اللہ ہی نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں سے تمہارے لئے سائے پیدا کئے، اور پہاڑوں میں
وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ
تمہارے لئے پناہ گاہیں بنائیں، اور تمہارے لئے ایسے لباس پیدا کئے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں، اور ایسے لباس جو تمہاری جنگ میں تمہیں
تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾
محفوظ رکھتے ہیں۔(۳۴) اس طرح وہ اپنی نعمتوں کو تم پر مکمل کرتا ہے تاکہ تم فرماں بردار بنو۔ (۸۱) پھر بھی اگر یہ (کافر) منہ موڑے رہیں تو (اے پیغمبر!)
فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ
تمہاری ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ واضح طریقے پر پیغام پہنچادو۔ (۸۲) یہ لوگ اللہ کی نعمتوں کو پہچانتے ہیں، پھر بھی ان کا انکار کرتے ہیں، اور ان
يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ع ۱۱/۱۷
میں سے اکثر لوگ ناشکرے ہیں۔ (۸۳) اور اُس دن کو یاد رکھو جب ہم ہر ایک اُمت میں سے ایک گواہ کھڑا کریں گے،(۳۵) پھر جن لوگوں نے کفر اپنایا

---

(۳۳) ان گھروں سے مراد وہ خیمے ہیں جو چمڑے سے بنائے جاتے ہیں، اور عرب کے لوگ اُنہیں سفر میں ساتھ لے جاتے تھے تاکہ جہاں چاہیں، انہیں نصب کر کے پڑاؤ ڈال لیں۔

(۳۴) یعنی لوہے کی زرہیں جو جنگ میں تلوار وغیرہ کے وار کو روکنے کے لئے پہنی جاتی تھیں۔

(۳۵) اس سے مراد ہر اُمت کے پیغمبر ہیں جو یہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے اس اُمت کے لوگوں کو حق کا پیغام پہنچایا تھا، اور ان کافروں نے اُسے قبول نہیں کیا۔

ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ

تھا، اُنہیں (عذر پیش کرنے کی) اجازت نہیں دی جائے گی، اور نہ اُن سے یہ فرمائش کی جائے گی کہ وہ توبہ کریں۔ (۳۶) ﴿۸۴﴾ اور جب یہ ظالم عذاب کو

ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اِذَا رَاَ

آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو نہ اُن سے اُس عذاب کو ہلکا کیا جائے گا، اور نہ اُن کو مہلت دی جائے گی۔ ﴿۸۵﴾ اور جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ شرک کیا

الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا

تھا، جب وہ اپنے (گھڑے ہوئے) شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے کہ: ”اے ہمارے پروردگار! یہ ہیں ہمارے (بنائے ہوئے) وہ شریک جن کو

نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَ

ہم تجھے چھوڑ کر پکارا کرتے تھے۔“ (۳۷) اس موقع پر وہ (گھڑے ہوئے شریک) ان پر بات پھینک ماریں گے کہ: ”تم بالکل جھوٹے ہو۔“ (۳۸) ﴿۸۶﴾ اور

اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ ِالسَّلَمَ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾

وہ اُس دن اللہ کے سامنے فرماں برداری کے بول بولنے لگیں گے، اور جو بہتان وہ باندھا کرتے تھے، اُس کا اُنہیں کوئی سراغ نہیں ملے گا۔ ﴿۸۷﴾

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ

جن لوگوں نے کفر اپنالیا تھا، اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکا تھا، اُن کے عذاب پر ہم مزید عذاب کا اضافہ کرتے رہیں گے،

بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ

کیونکہ وہ فساد مچایا کرتے تھے۔ ﴿۸۸﴾ اور وہ دن بھی یاد رکھو جب ہر اُمت میں ایک گواہ اُنہی میں سے کھڑا کریں گے،

اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

اور (اے پیغمبر!) ہم تمہیں ان لوگوں کے خلاف گواہی دینے کے لئے لائیں گے۔ اور ہم نے تم پر یہ کتاب اُتار دی ہے

تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ ۧ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ

تاکہ وہ ہر بات کھول کھول کر بیان کردے، اور مسلمانوں کے لئے ہدایت، رحمت اور خوشخبری کا سامان ہو۔ ﴿۸۹﴾ بیشک اللہ

بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ

انصاف کا، احسان کا، اور رشتہ داروں کو (اُن کے حقوق) دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، بدی اور ظلم سے روکتا ہے۔

---

(۳۶) اس لئے کہ توبہ کا دروازہ موت سے پہلے پہلے تک تو کھلا رہتا ہے۔ اُس کے بعد توبہ قبول نہیں ہوتی۔

(۳۷) اس موقع پر اُن بتوں کو بھی سامنے لایا جائے گا جن کی یہ عبادت کیا کرتے تھے، تاکہ اُن کی بیچارگی سب کے سامنے واضح ہو، اور ان شیاطین کو بھی جن کی پیروی کر کے گویا ان کو خدا کا شریک بنالیا تھا۔

(۳۸) عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بتوں کو بھی زبان دیدے، اور وہ ان کے جھوٹا ہونے کا اعلان کریں، کیونکہ دُنیا میں بے جان ہونے کی بنا پر اُنہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ کون ان کی عبادت کر رہا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ زبانِ حال سے یہ بات کہیں۔ اور شیاطین یہ بات کہہ کر ان سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کریں گے۔

وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝۹۰ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا
وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے، تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ (۹۰) اور جب تم نے کوئی معاہدہ کیا ہو تو اللہ سے کئے ہوئے
عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ
عہد کو پورا کرو، اور قسموں کو پختہ کرنے کے بعد اُنہیں نہ توڑو، جبکہ تم اپنے اُوپر اللہ کو گواہ بنا چکے ہو۔
عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۹۱ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ
تم جو کچھ کرتے ہو، یقیناً اللہ اُسے جانتا ہے۔ (۹۱) اور جس عورت نے اپنے سوت کو مضبوطی سے کاتنے کے بعد
غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ اَنْ
اُسے اُدھیڑ کر تار تار کردیا تھا، تم اُس جیسے نہ بن[۳۹] جانا کہ تم بھی اپنی قسموں کو (توڑکر) آپس کے فساد کا ذریعہ بنانے لگو،
تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ
صرف اس لئے کہ کچھ لوگ دوسروں سے زیادہ فائدے حاصل کرلیں[۴۰]۔ اللہ اس کے ذریعے تمہاری آزمائش کررہا ہے۔ اور قیامت کے دن وہ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۹۲ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً
تمہیں وہ باتیں ضرور کھول کر بتادے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔ (۹۲) اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی اُمت (یعنی ایک ہی دِین
وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَلَتُسْـَٔــلُنَّ عَمَّا
کا پیرو) بنادیتا، لیکن وہ جس کو چاہتا ہے (اُس کی ضد کی وجہ سے) گمراہی میں ڈال دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے ہدایت تک پہنچادیتا ہے۔ اور تم
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹۳ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ
جو عمل بھی کرتے تھے اُس کے بارے میں تم سے ضرور بازپرس ہوگی۔ (۹۳) اور تم اپنی قسموں کو آپس میں فساد ڈالنے کا ذریعہ نہ بناؤ، جس کے نتیجے
ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ عَذَابٌ
میں کسی (اور) کا پاؤں جمنے کے بعد پھسل جائے[۴۱]، پھر تمہیں (اس کو) اللہ کے راستے سے روکنے کی وجہ سے بری سزا چکھنی پڑے، اور تمہیں (ایسی

(۳۹) روایات میں ہے کہ مکہ مکرّمہ میں ایک دیوانی عورت تھی جسے خرقاء کہتے تھے۔ وہ بڑی محنت سے دن بھر سوت کاتتی تھی، اور شام کو اُسے اُدھیڑ ڈالتی تھی۔ یہ عورت اس معاملے میں ایک ضرب المثل بن گئی تھی۔ جب کوئی شخص اچھا خاصا کام کرکے خود ہی اُسے بگاڑ دے تو اُسے اس عورت سے تشبیہ دی جاتی ہے۔ یہاں یہ تشبیہ اُن لوگوں کے لئے استعمال کی گئی ہے جو زور شور سے کسی بات کی قسم کھا کر اُسے توڑ ڈالیں۔

(۴۰) جھوٹی قسم کھانے یا قسم کو توڑنے کا مقصد عام طور پر کوئی نہ کوئی دُنیا کا فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اس معمولی سے فائدے کی خاطر ایسے گناہ کا ارتکاب نہ کرو۔

(۴۱) یہ قسم کو توڑنے کا ایک اور نقصان بیان فرمایا جارہا ہے، اور وہ یہ کہ جب تم قسم توڑوگے تو عین ممکن ہے کہ تمہیں دیکھ کر کوئی اور شخص بھی اس گناہ پر آمادہ ہوجائے۔ پہلے تو اس کے پاؤں جمے ہوئے تھے، تمہیں دیکھ کر وہ پھسل گیا تو چونکہ تم اس کے گناہ کا سبب

عَظِيۡمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِعَهۡدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ اِنَّمَا عِنۡدَ اللّٰهِ هُوَ خَيۡرٌ لَّكُمۡ

صورت میں) بڑا عذاب ہوگا۔ ﴿۹۴﴾ اور اللہ کے عہد کو تھوڑی سی قیمت میں نہ بیچ ڈالو۔ اگر تم حقیقت سمجھو تو جو (اجر) اللہ کے پاس ہے، وہ

اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَلَنَجۡزِيَنَّ

تمہارے لئے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ ﴿۹۵﴾ جو کچھ تمہارے پاس ہے، وہ سب ختم ہوجائے گا، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے، وہ باقی رہنے والا ہے۔

الَّذِيۡنَ صَبَرُوۡۤا اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۶﴾ مَنۡ عَمِلَ

اور جن لوگوں نے صبر سے کام لیا ہوگا،(۴۲) ہم انہیں اُن کے بہترین کاموں کے مطابق اُن کا اجر ضرور عطا کریں گے۔ ﴿۹۶﴾ جس شخص نے بھی

صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ

مؤمن ہونے کی حالت میں نیک عمل کیا ہوگا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، ہم اُسے پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے،

وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ

اور ایسے لوگوں کو اُن کے بہترین اعمال کے مطابق اُن کا اجر ضرور عطا کریں گے۔ ﴿۹۷﴾ چنانچہ جب تم قرآن پڑھنے لگو

فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى

تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔(۴۳) ﴿۹۸﴾ اُس کا بس ایسے لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لائے ہیں،

الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ

اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ﴿۹۹﴾ اُس کا بس تو اُن لوگوں پر چلتا ہے جو اُسے دوست بناتے ہیں،

ع ۱۳ ۱۱ ۱۹ يَتَوَلَّوۡنَهٗ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ ع وَاِذَا بَدَّلۡنَاۤ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ

اور اللہ کے ساتھ شرک کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ﴿۱۰۰﴾ اور جب ہم ایک آیت کو دوسری آیت سے بدلتے ہیں(۴۴)

بنے تو تمہیں دُہرا گناہ ہوگا، کیونکہ تم نے اُس کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا۔

(۴۲) پہلے کئی بار عرض کیا جاچکا ہے کہ قرآنِ کریم کی اِصطلاح میں "صبر" کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اپنی نفسانی خواہشات کو دبا کر اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی پابندی کو بھی صبر کہا جاتا ہے، اور کسی تکلیف کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر کوئی شکایت نہ کی جائے تو وہ بھی صبر ہے۔

(۴۳) پچھلی آیتوں میں نیک عمل کی فضیلت بیان فرمائی گئی تھی۔ چونکہ نیکی کے کاموں میں سب سے زیادہ خلل شیطان کے اثر سے پڑتا ہے، اس لئے اس آیت میں اُس کا یہ علاج بتایا گیا ہے کہ قرآنِ کریم کی تلاوت سے پہلے شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لی جائے۔ یعنی "اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ" پڑھا جائے۔ تلاوتِ قرآن کا ذکر خاص طور پر اس لئے فرمایا گیا ہے کہ قرآنِ کریم ہی تمام نیک کاموں کی ہدایت دینے والا ہے۔ لیکن شیطان سے پناہ مانگنا صرف تلاوت ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ ہر نیک کام کے وقت پناہ مانگ لی جائے تو اِن شاء اللہ شیطانی اثرات سے حفاظت رہے گی۔

(۴۴) اللہ تعالیٰ مختلف حالات کے لحاظ سے اپنے اَحکام میں کبھی کبھی تبدیلی فرماتے تھے، جیسا کہ قبلے کے اَحکام کے متعلق سورۂ بقرہ میں تفصیل گذر چکی ہے۔ اس پر کفار اِعتراض کرتے تھے کہ یہ اُحکام کیوں بدلے جارہے ہیں؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام نہیں، بلکہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے یہ تبدیلیاں کررہے ہیں، اس آیت میں اس اعتراض

وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا

اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا نازل کرے ـــــ تو یہ (کافر) کہتے ہیں کہ: "تم تو اللہ پر جھوٹ باندھنے والے ہو۔" حالانکہ ان میں سے اکثر

يَعْلَمُوْنَ (١٠١) قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ

لوگ حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔ (١٠١) کہہ دو کہ: "یہ (قرآنِ کریم) تو رُوح القدس (یعنی جبریل علیہ السلام) تمہارے رَبّ کی طرف سے ٹھیک

اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ (١٠٢) وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا

ٹھیک لے کر آئے ہیں، تاکہ وہ ایمان والوں کو ثابت قدم رکھے، اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری کا سامان ہو۔" (١٠٢) اور (اے پیغمبر!)

يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّ هٰذَا لِسَانٌ

ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ (تمہارے بارے میں) یہ کہتے ہیں کہ: "ان کو تو ایک انسان سکھا تا پڑھاتا ہے۔" (حالانکہ) جس شخص کا یہ بے بنیاد حوالہ دے

عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ (١٠٣) اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَ

رہے ہیں، اُس کی زبان عجمی ہے،(۴۵) اور یہ (قرآن کی زبان) صاف عربی زبان ہے۔ (١٠٣) جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں رکھتے، اُن کو اللہ

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (١٠٤) اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ

ہدایت پر نہیں لاتا، اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (١٠٤) اللہ پر جھوٹ تو (پیغمبر نہیں) وہ لوگ باندھتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں

اللّٰهِ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (١٠٥) مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ

رکھتے، اور وہی حقیقت میں جھوٹے ہیں۔ (١٠٥) جو شخص اللہ پر ایمان لانے کے بعد اُس کے ساتھ کفر کا ارتکاب کرے ـــــ وہ نہیں جسے زبردستی

اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا

(کفر کا کلمہ کہنے پر) مجبور کر دیا گیا ہو، جبکہ اُس کا دِل ایمان پر مطمئن ہو، بلکہ وہ شخص جس نے اپنا سینہ کفر کے لئے کھول دیا ہو ـــــ تو ایسے لوگوں

فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (١٠٦) ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا

پر اللہ کی طرف سے غضب نازل ہوگا،(۴۶) اور ان کے لئے زبردست عذاب تیار ہے۔ (١٠٦) یہ اس لئے کہ ایسے لوگوں نے دُنیا کی زندگی کو آخرت

کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ کس وقت کونسا حکم نازل کیا جائے۔

(۴۵) مکہ مکرّمہ میں ایک لوہار تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں دِل لگا کر سنا کرتا تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی اُس کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے، اور وہ کبھی کبھی آپ کو اِنجیل کی کوئی بات بھی سنا دیا کرتا تھا۔ مکہ مکرّمہ کے بعض کافروں نے اس کو بنیاد بنا کر یہ کہنا شروع کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ قرآن اس لوہار سے سیکھتے ہیں۔ یہ آیتِ کریمہ اس اعتراض کی لغویت کو بیان کر رہی ہے کہ وہ بیچارہ لوہار تو عرب نہیں ہے، عجمی ہے۔ وہ عربی زبان کے اس فصیح و بلیغ کلام کا مصنف کیسے ہوسکتا ہے۔

(۴۶) یعنی کسی شخص کو جان کا خوف ہو کہ اگر زبان سے کفر کا کلمہ نہیں کہے گا تو جان چلی جائے گی، تو ایسا شخص معذور ہے، جبکہ اس کا دِل ایمان پر مطمئن ہو، لیکن اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہوگا جو اپنے اختیار سے کفر کی باتیں کرے۔

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

کے مقابلے میں زیادہ محبوب سمجھا، اور اس لئے کہ اللہ ایسے ناشکرے لوگوں کو ہدایت تک نہیں پہنچایا کرتا۔ (۱۰۷)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَ

یہ ایسے لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دِلوں پر، ان کے کانوں پر اور ان کی آنکھوں پر مہر لگادی ہے، اور یہی لوگ ہیں

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ

جو (اپنے انجام سے) بالکل غافل ہیں۔ (۱۰۸) لازمی بات ہے کہ یہی لوگ ہیں جو آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اُٹھائیں گے۔ (۱۰۹) پھر یقین

اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ

جانو تمہارے پروردگار کا معاملہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے فتنے میں مبتلا ہونے کے بعد ہجرت کی، پھر جہاد کیا اور صبر سے کام لیا تو

ع ۱۴ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ ع يَوْمَ تَاْتِىْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ

ان باتوں کے بعد تمہارا پروردگار یقیناً بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔(۴۷) (۱۱۰) یہ سب کچھ اُس دن ہوگا جب ہر شخص اپنے دفاع کی باتیں کرتا ہوا آئے

نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

گا، اور ہر ہر شخص کو اُس کے سارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور لوگوں پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ (۱۱۱) اللہ ایک بستی کی مثال دیتا ہے

قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ

جو بڑی پُر امن اور مطمئن تھی، اُس کا رزق اُس کو ہر جگہ سے بڑی فراوانی کے ساتھ پہنچ رہا تھا۔ پھر اُس نے

فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا

اللہ کی نعمتوں کی ناشکری شروع کردی، تو اللہ نے اُن کے کرتوت کی وجہ سے اُن کو یہ مزہ چکھایا کہ بھوک اور خوف اُن کا پہننا

يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ

اوڑھنا بن گیا۔ (۱۱۲) اور اُن کے پاس اُنہی میں سے ایک پیغمبر آیا تھا، مگر انہوں نے اُس کو جھٹلایا، چنانچہ جب انہوں نے ظلم اپنالیا تو اُن کو

---

(۴۷) اس آیت میں فتنے میں مبتلا ہونے سے اُن صحابہ کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے جو مکہ مکرمہ میں کافروں کے ظلم وستم کا نشانہ بنے۔ پہلے چونکہ کافروں کے بُرے انجام کا ذکر تھا تو اس آیت میں نیک مسلمانوں کا اجر بھی بیان فرمادیا گیا ہے۔ لیکن بعض مفسرین نے یہاں فتنے میں مبتلا ہونے کا مطلب یہ لیا ہے کہ وہ پہلے کفر میں مبتلا ہوگئے، بعد میں توبہ کی۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ پہلے سے جن مرتد لوگوں کا ذکر چلا آرہا ہے، اُنہی کے بارے میں اب یہ فرمایا جارہا ہے کہ اب بھی اگر وہ توبہ کر کے ہجرت کریں اور جہاد کریں تو اللہ تعالیٰ اُن کے پچھلے گناہ معاف فرمادیں گے۔

(۴۸) یہ اللہ تعالیٰ نے ایک عام مثال دی ہے کہ جو بستیاں خوشحال تھیں، جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری اور نافرمانی پر کمر باندھ لی تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو عذاب کا مزہ چکھایا۔ لیکن بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد مکہ مکرمہ کی بستی ہے جس میں سب لوگ خوشحالی اور امن کے ساتھ رہ رہے تھے، لیکن جب اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تو اُن پر سخت قسم کا قحط

الْعَذَابُ وَ هُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪

عذاب نے آ پکڑا۔ ﴿۱۱۳﴾ لہٰذا اللہ نے جو حلال پاکیزہ چیزیں تمہیں رزق کے طور پر دی ہیں، انہیں کھاؤ،(۴۹)

وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ

اور اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو، اگر تم واقعی اُسی کی عبادت کرتے ہو۔ ﴿۱۱۴﴾ اُس نے تو تمہارے لئے بس مردار،

الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ

خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور حرام کیا ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو۔ البتہ جو شخص بھوک سے بالکل بے تاب ہو، لذت حاصل

غَيْرَ بَاغٍ وَّ لَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ

کرنے کے لئے نہ کھائے، اور (ضرورت کی) حد سے آگے نہ بڑھے تو اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔(۵۰) ﴿۱۱۵﴾ اور جن چیزوں کے بارے

اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ

میں تمہاری زبانیں جھوٹی باتیں بناتی ہیں، اُن کے بارے میں یہ مت کہا کرو کہ یہ چیز حلال ہے، اور یہ حرام ہے،

الْكَذِبَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ ۭ

کیونکہ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اللہ پر جھوٹا بہتان باندھو گے۔ یقین جانو کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹا بہتان باندھتے ہیں، وہ فلاح نہیں پاتے۔ ﴿۱۱۶﴾

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا

(دُنیا میں) اُنہیں جو عیش حاصل ہے، وہ بہت تھوڑا سا ہے، اور اُن کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔ ﴿۱۱۷﴾ اور یہودیوں کے لئے ہم نے وہ

قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

چیزیں حرام کی تھیں جن کا تذکرہ ہم تم سے پہلے ہی کر چکے ہیں۔(۵۱) اور ہم نے اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر

مسلط کر دیا گیا جس کے نتیجے میں لوگ چمڑا تک کھانے پر مجبور ہوئے۔ بعد میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ قحط دُور ہونے کی دُعا فرمائیں۔ چنانچہ وہ آپ کی دُعا سے دُور ہوا۔ اس واقعے کا ذکر سورۂ دُخان میں بھی آنے والا ہے۔

(۴۹) جس ناشکری کی پیچھے مذمت کی گئی ہے، اُسی کی ایک صورت مشرکینِ عرب نے یہ اختیار کر رکھی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی بہت سی نعمتوں کو من گھڑت طریقے سے حرام قرار دے رکھا تھا، جس کی تفصیل سورۂ اَنعام (۶: ۱۳۹ تا ۱۴۵) میں گذر چکی ہے۔ یہاں ناشکری کی اس خاص صورت سے منع کیا جارہا ہے۔

(۵۰) اس کی تفصیل سورۂ مائدہ (۵: ۳) میں گذر چکی ہے۔

(۵۱) بتلانا یہ مقصود ہے کہ کفارِ مکہ اپنے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دِین کا پیرو کہتے تھے، حالانکہ جن حلال چیزوں کو ان مشرکین نے حرام کر رکھا تھا، وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت ہی سے حلال چلی آتی تھیں، البتہ اُن میں سے صرف چند چیزوں کو یہودیوں پر بطورِ سزا حرام کر دیا گیا تھا۔ جیسا کہ سورۂ نساء (۴: ۱۶۰) میں گذر چکا ہے۔ باقی سب چیزیں اُس وقت سے آج تک حلال ہی چلی آتی ہیں۔

يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ

ظلم ڈھاتے رہے۔ (۱۱۸) پھر بھی تمہارا ربّ ایسا ہے کہ جن لوگوں نے نادانی میں برائی کا ارتکاب کرلیا، اور اُس کے بعد توبہ کرلی، اور اپنی اصلاح

بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ اِنَّ ع

کرلی تو ان سب باتوں کے بعد بھی تمہارا پروردگار بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (۱۱۹) بیشک ابراہیم ایسے پیشوا تھے جنہوں نے ہر طرف سے

اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ ۙ

یکسو ہوکر اللہ کی فرماں برداری اختیار کرلی تھی، اور وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ (۱۲۰) وہ اللہ کی

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي

نعمتوں کے شکر گذار تھے۔ اُس نے اُنہیں چن لیا تھا، اور ان کو سیدھے راستے تک پہنچا دیا تھا۔ (۱۲۱) اور ہم نے ان کو دُنیا میں بھی بھلائی دی تھی،

الدُّنْيَا حَسَنَةً ؕ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ؕ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ

اور آخرت میں تو یقیناً اُن کا شمار صالحین میں ہے۔ (۱۲۲) پھر (اے پیغمبر!) ہم نے تم پر بھی وحی کے ذریعے یہ حکم نازل کیا ہے کہ تم ابراہیم کے دِین

اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

کی پیروی کرو جس نے اپنا رُخ اللہ ہی کی طرف کیا ہوا تھا، اور وہ اُن لوگوں میں سے نہیں تھے جو اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔ (۱۲۳) سنیچر کے

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ

دن کے اَحکام تو اُن لوگوں پر لازم کیے گئے تھے جنہوں نے اُس کے بارے میں اختلاف کیا تھا، (۵۲) اور یقین رکھو کہ تمہارا ربّ قیامت کے دن ان

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ

کے درمیان اُن تمام باتوں کا فیصلہ کردے گا جن میں لوگ اختلاف کیا کرتے تھے۔ (۱۲۴) اپنے رَبّ کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت کے ساتھ

بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

اور خوش اُسلوبی سے نصیحت کرکے دعوت دو، اور (اگر بحث کی نوبت آئے تو) ان سے بحث بھی ایسے طریقے سے کرو جو بہترین ہو۔ یقیناً تمہارا

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ

پروردگار اُن لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو اُس کے راستے سے بھٹک گئے ہیں، اور اُن سے بھی خوب واقف ہے جو راہِ راست پر قائم ہیں۔ (۱۲۵) اور

---

(۵۲) یہ ایک دوسرا اِستثنا ہے جس میں یہودیوں کے لئے بعض وہ چیزیں ممنوع کردی گئی تھیں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت میں جائز تھیں۔ اور وہ یہ کہ یہودیوں کے لئے سنیچر کے دن معاشی سرگرمیاں ممنوع کردی گئی تھیں۔ پھر ان میں بھی اختلاف رہا کہ کچھ لوگوں نے اس پابندی پر عمل کیا، اور کچھ نے نہیں کیا۔ بہر حال! یہ بھی ایک اِستثنائی حکم تھا جو صرف یہودیوں کو دیا گیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت اس سے خالی تھی۔ لہٰذا کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام قرار دیدے۔

عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ۭ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ

اگر تم لوگ (کسی کے ظلم کا) بدلہ لو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی زیادتی تمہارے ساتھ کی گئی تھی۔ اور اگر صبر ہی کر لو تو یقیناً یہ صبر کرنے والوں کے حق میں

لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا

بہت بہتر ہے۔ ﴿۱۲۶﴾ اور (اے پیغمبر!) تم صبر سے کام لو، اور تمہارا صبر اللہ ہی کی توفیق سے ہے۔ اور ان (کافروں) پر صدمہ نہ کرو، اور جو

تَكُ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ

مکاریاں یہ لوگ کر رہے ہیں، اُن کی وجہ سے تنگ دِل نہ ہو۔ ﴿۱۲۷﴾ یقین رکھو کہ اللہ اُن لوگوں کا ساتھی ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، اور جو

۱۶ ع ۲۲ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع

اِحسان پر عمل پیرا ہیں۔(۵۳) ﴿۱۲۸﴾

(۵۳) ''احسان'' بڑا عام لفظ ہے جس میں ہر طرح کے نیک کام داخل ہیں۔ اور ایک حدیث میں اس کی یہ تشریح فرمائی گئی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرے کہ جیسے وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہو، یا کم از کم اس تصور کے ساتھ کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ۔

الحمد للہ! آج بتاریخ ۲۸ رجب ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۴ اگست ۲۰۰۶ء سورۂ نحل کا ترجمہ اور تشریحی حواشی کرغیزستان کے دارالحکومت بشکیک میں بروز جمعرات عصر سے ذرا پہلے تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کا کام بھی بآسانی اپنی رضائے کامل کے ساتھ پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

سُوۡرَۃُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡل

تعارف

اس سورت کی سب سے پہلی آیت ہی یہ بتارہی ہے کہ اس کا نزول معراج مبارک کے واقعے کے بعد ہوا ہے۔ اگر چہ معراج کے واقعے کی ٹھیک ٹھیک تاریخ یقینی طور پر متعین کرنا مشکل ہے، لیکن زیادہ تر روایات کا رُجحان اس طرف ہے کہ یہ عظیم واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے دس سال بعد اور ہجرت سے تین سال پہلے پیش آیا تھا۔ اُس وقت تک اسلام کی دعوت کا پیغام نہ صرف عرب کے بت پرستوں تک، بلکہ یہودیوں اور عیسائیوں تک بھی پہنچ چکا تھا۔ اس سورت میں معراج کے غیر معمولی واقعے کا حوالہ دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا نا قابلِ انکار ثبوت فراہم کردیا گیا ہے۔ اُس کے بعد بنو اِسرائیل کے واقعے کا ذکر فرمایا گیا ہے کہ کس طرح اُنہیں دو مرتبہ اللہ کی نافرمانی کی پاداش میں ذِلت ورُسوائی اور دُشمن کے ہاتھوں بربادی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس طرح مشرکینِ عرب کو سبق دیا گیا ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی مخالفت سے باز آجائیں، ورنہ ان کو بھی اسی قسم کے انجام سے سابقہ پیش آسکتا ہے، کیونکہ اس وقت قرآنِ کریم ہی وہ واحد کتاب ہے جو اِعتدال کے ساتھ سیدھے راستے کی طرف ہدایت کررہی ہے (آیت نمبر ۹)۔ پھر آیت نمبر ۲۲ سے ۳۸ تک مسلمانوں کو اُن کے دِینی، معاشرتی اور اخلاقی طرزِ عمل کے بارے میں نہایت اہم ہدایات دی گئی ہیں۔ اور مشرکین کے نامعقول اور معاندانہ طرزِ عمل کی مذمت کرکے اُن کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے، اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہوئے اُسی کی عبادت کرتے رہیں۔

چونکہ سورت کے شروع میں بنو اِسرائیل کے ساتھ پیش آنے والے دو اہم واقعات کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس لئے سورت کا نام سورۂ بنی اسرائیل ہے۔ اور اس کا دوسرا نام ''سورۃ الاسراء'' بھی ہے۔ ''اسراء'' سفرِ معراج کو، اور خاص طور پر اس سفر کے اُس حصے کو کہا جاتا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجدِ حرام سے بیت المقدس تک لے جایا گیا، سورت کا آغاز ہی چونکہ اِس معجزانہ سفر کے تذکرے سے ہوا ہے، اس لئے اس کو ''سورۃ الاسراء'' بھی کہا جاتا ہے۔

آیاتھا ۱۱۱ ۱۷ سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ ۵۰ رکوعاتھا ۱۲

اس سورت میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ

پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی جس کے ماحول پر

الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ

ہم نے برکتیں نازل کی ہیں، تاکہ ہم اُنہیں اپنی کچھ نشانیاں دِکھائیں۔(۱) بیشک وہ ہر بات سننے والی، ہر چیز دیکھنے

الْبَصِیْرُ ① وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا

والی ذات ہے۔ ① اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی، اور اُس کو بنی اسرائیل کے لئے اس ہدایت کا ذریعہ بنایا تھا کہ تم میرے سوا

تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا ② ؕ ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّہٗ کَانَ

کسی اور کو اپنا کارساز قرار نہ دینا، ② اے اُن لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا تھا!(۲) اور وہ بڑے

(۱) اس سے معراج کے واقعے کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل حدیث اور سیرت کی کتابوں میں آئی ہے۔ اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور رات کے وقت اُنہیں ایک جانور پر سوار کیا جس کا نام "براق" تھا، وہ انتہائی تیز رفتاری کے ساتھ آپ کو مسجدِ حرام سے بیت المقدس تک لے گیا۔ یہ سفرِ معراج کا پہلا مرحلہ تھا جسے "اسراء" کہا جاتا ہے۔ پھر وہاں سے حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو ساتوں آسمانوں پر لے گئے۔ ہر آسمان پر آپ کی ملاقات پچھلے پیغمبروں میں سے کسی پیغمبر سے ہوئی۔ اُس کے بعد جنت کے ایک درخت "سدرۃ المنتہیٰ" پر تشریف لے گئے، اور آپ کو اللہ تعالیٰ سے براہِ راست ہم کلامی کا شرف عطا ہوا۔ اُسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت پر پانچ نمازیں فرض فرمائیں۔ پھر رات ہی رات میں آپ واپس مکہ مکرّمہ تشریف لے آئے۔ اس آیت میں اس سفر کے صرف پہلے حصے کا بیان اس لئے کیا گیا ہے کہ آنے والے تذکرے سے اُسی کا تعلق زیادہ تھا۔ البتہ سفر کے دوسرے حصے کا تذکرہ سورۂ نجم ۵۳: ۱۳ تا ۱۸ میں آیا ہے۔ صحیح روایات کے مطابق یہ معجزانہ سفر بیداری کی حالت میں پیش آیا تھا، اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی ایک عظیم نشانی آپ کو دِکھائی گئی تھی۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ یہ واقعہ بیداری کے بجائے خواب میں دِکھایا گیا، کیونکہ یہ بات صحیح احادیث کے تو خلاف ہے ہی، خود قرآن کریم کا اُسلوب واضح طور پر یہ بتا رہا ہے کہ یہ ایک غیر معمولی واقعہ تھا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک نشانی قرار دیا ہے، اگر یہ صرف ایک خواب کا واقعہ ہوتا تو یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی، انسان خواب میں بہت کچھ دیکھتا رہتا ہے۔ پھر اُسے اپنی ایک نشانی قرار دینے کے کوئی معنی نہیں تھے۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا حوالہ خاص طور پر اس لئے دیا گیا ہے کہ جو لوگ اُس کشتی میں سوار ہوئے تھے، اُنہیں اللہ تعالیٰ نے طوفان میں ڈُوبنے سے بچالیا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا، اُسے یاد دِلا کر فرمایا جا رہا ہے کہ اس نعمت کا شکر یہ ہے

عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِى الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِى
شکرگذار بندے تھے۔ ۳ اور ہم نے کتاب میں فیصلہ کرکے بنو اسرائیل کو اس بات سے آگاہ کردیا تھا کہ تم
الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا
زمین میں دومرتبہ فساد مچاؤ گے، اور بڑی سرکشی کا مظاہرہ کروگے۔ ۴ چنانچہ جب ان دو واقعات میں سے پہلا واقعہ پیش آیا تو ہم نے تمہارے
عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ
سروں پر اپنے ایسے بندے مسلط کردیئے جو سخت جنگجو تھے، اور وہ تمہارے شہروں میں گھس کر پھیل گئے۔[۳] اور یہ ایک ایسا وعدہ تھا جسے
وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ
پورا ہوکر رہنا ہی تھا۔ ۵ پھر ہم نے تمہیں یہ موقع دیا کہ تم پلٹ کر اُن پر غالب آؤ، اور تمہارے مال و دولت
وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝۶ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ قف
اور اولاد میں اضافہ کیا، اور تمہاری نفری پہلے سے زیادہ بڑھادی۔[۴] ۶ اگر تم اچھے کام کروگے تو اپنے ہی فائدے کے لئے کروگے، اور بُرے کام
وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ
کروگے تو بھی وہ تمہارے لئے ہی بُرا ہوگا۔ چنانچہ جب دوسرے واقعے کی میعاد آئی (تو ہم نے دوسرے دُشمنوں کو تم پر مسلط کردیا) تاکہ وہ
لِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا
تمہارے چہروں کو بگاڑ ڈالیں، اور تاکہ وہ مسجد میں اُسی طرح داخل ہوں جیسے پہلے لوگ داخل ہوئے تھے، اور جس جس چیز پر اُن کا زور چلے، اُس
تَتْبِيْرًا ۝۷ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَاِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا (وقف لازم)
کو تہس نہس کرکے رکھ دیں۔[۵] ۷ عین ممکن ہے کہ (اب) تمہارا ربّ تم پر رحم کرے۔ لیکن اگر تم پھر وہی کام کروگے، تو ہم بھی دوبارہ وہی کریں

کہ ان لوگوں کی اولاد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا معبود نہ بنائے۔

(۳) جب بنو اِسرائیل کی نافرمانیاں حد سے بڑھ گئی تھیں تو بابل کے بادشاہ بخت نصر نے اُن پر حملہ کرکے اُن کا قتلِ عام کیا تھا، اور جو زندہ رہ گئے تھے، اُنہیں گرفتار کرکے فلسطین سے بابل لے گیا تھا جہاں مدت دراز تک وہ اُس کی غلامی میں جلاوطنی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ اس آیت میں اسی واقعے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

(۴) تقریباً ستر سال تک بخت نصر کی غلامی میں رہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اُن پر اس طرح رحم فرمایا کہ ایران کے بادشاہ اخسویرس نے بابل پر حملہ کرکے اُسے فتح کرلیا۔ اس موقع پر اُسے ان یہودیوں کی حالتِ زار پر رحم آیا، اور اُس نے ان کو آزاد کرکے دوبارہ فلسطین میں بسادیا۔ اس طرح ان کو دوبارہ خوشحالی ملی، اور ایک مدت تک وہ بڑی تعداد میں وہاں آباد رہے۔ مگر جب خوشحالی ملنے پر اُنہوں نے دوبارہ بداعمالیوں پر کمر باندھی تو وہ دوسرا واقعہ پیش آیا جس کا ذکر اگلی آیت میں آرہا ہے۔

(۵) بعض حضرات نے تو کہا ہے کہ اس دوسرے دُشمن سے مراد انٹیوکس اپی فانیوس ہے جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے کچھ پہلے دوبارہ بیت المقدس پر حملہ کرکے یہودیوں کا قتلِ عام کیا تھا۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اس سے

جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِىْ لِلَّتِىْ هِىَ اَقْوَمُ

گے، اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لئے قید خانہ بنا ہی رکھا ہے۔ (۸) حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راستہ دِکھاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے،

وَ يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴿۹﴾

اور جو لوگ (اس پر) ایمان لاکر نیک عمل کرتے ہیں، اُنہیں خوشخبری دیتا ہے کہ اُن کے لئے بڑا اَجر ہے، (۹)

وَّ اَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۰﴾ وَ ع

اور یہ بتاتا ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اُن کے لئے ہم نے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۱۰) اور

يَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾ وَ

اِنسان بُرائی اس طرح مانگتا ہے جیسے اُسے بھلائی مانگنی چاہئے، (۶) اور اِنسان بڑا جلدباز واقع ہوا ہے۔ (۱۱) اور

جَعَلْنَا الَّيْلَ وَ النَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَ جَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ

ہم نے رات اور دن کو دو نشانیوں کے طور پر پیدا کیا ہے۔ پھر رات کی نشانی کو تو اندھیری بنادیا، اور دن کی نشانی کو روشن کردیا، تاکہ تم اپنے رَبّ کا

مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ وَ

فضل تلاش کرسکو، (۷) اور تاکہ تمہیں سالوں کی گنتی اور (مہینوں کا) حساب معلوم ہوسکے۔ اور

مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفعِ آسمانی کے بعد رُوم کے شاہ طیطوس کا حملہ ہے۔ اگرچہ بنی اسرائیل پر مختلف زمانوں میں بہت سے دُشمن مسلط ہوتے رہے ہیں، لیکن ان دو دُشمنوں کا ذکر اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس لئے فرمایا ہے کہ ان کے حملوں میں اُنہیں سب سے زیادہ نقصان اُٹھانا پڑا، اور ان میں سے پہلا دُشمن یعنی بخت نصر اُن پر اُس وقت مسلط کیا گیا جب اُنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی خلاف ورزی کی، اور دوسرا دُشمن اُس وقت مسلط کیا گیا جب اُنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی۔ اور آگے یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کروگے تو تمہارے ساتھ ویسا ہی سلوک دوبارہ کیا جائے گا۔

(۶) کافر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کہا کرتے تھے کہ اگر ہمیں ہمارے کفر پر عذاب ہونا ہے تو ابھی فوراً کیوں نہیں ہوجاتا؟ یہ ان کی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ لوگ جلد بازی میں عذاب کی برائی کو اس طرح مانگ رہے ہیں جیسے وہ کوئی اچھی چیز ہو۔

(۷) یعنی دن اور رات کا ایک دوسرے کے بعد تسلسل کے ساتھ آنا اللہ تعالیٰ کی قدرت اور رحمت وحکمت کی نشانی ہے۔ رات کے وقت اندھیرا چھا جاتا ہے، تاکہ لوگ اُس میں آرام کرسکیں، اور دن کے وقت روشنی ہوتی ہے، تاکہ لوگ اپنا روزگار تلاش کرسکیں، جس کو قرآنِ کریم "اللہ کے فضل" سے تعبیر کرتا ہے (تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ نحل، آیت: ۱۴ کا حاشیہ) اور رات اور دن کے بدلنے ہی سے تاریخوں کا تعین ہوتا ہے۔

كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝۱۲ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَ

ہم نے ہر چیز کو الگ الگ واضح کردیا ہے۔ (۱۲) اور ہر شخص (کے عمل) کا انجام ہم نے اُس کے اپنے گلے سے چمٹادیا ہے، (۸) اور

نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُوْرًا ۝۱۳ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى

قیامت کے دن ہم (اُس کا) اعمال نامہ ایک تحریر کی شکل میں نکال کر اُس کے سامنے کردیں گے جسے وہ کھلا ہوا دیکھے گا۔ (۱۳) (کہا جائے گا کہ)

بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ۝۱۴ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ

لو پڑھ لو اپنا اعمال نامہ! آج تم خود اپنا حساب لینے کے لئے کافی ہو۔ (۱۴) جو شخص سیدھی راہ پر چلتا ہے، تو وہ خود اپنے فائدے کے لئے چلتا ہے،

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ

اور جو گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے، وہ اپنے ہی نقصان کے لئے اختیار کرتا ہے۔ اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ اور

اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝۱۵ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ

ہم کبھی کسی کو اُس وقت تک سزا نہیں دیتے جب تک کوئی پیغمبر (اُس کے پاس) نہ بھیج دیں۔ (۱۵) اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ

نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

کرتے ہیں تو اُس کے خوش حال لوگوں کو (ایمان اور اطاعت کا) حکم دیتے ہیں، پھر وہ وہاں نافرمانیاں کرتے ہیں، تو ان پر بات پوری ہوجاتی

فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۝۱۶ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ

ہے، چنانچہ ہم انہیں تباہ و برباد کرڈالتے ہیں۔ (۱۶) اور کتنی ہی نسلیں ہیں جو ہم نے نوح کے بعد ہلاک کیں! اور تمہارا ربّ اپنے بندوں کے

وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ۝۱۷ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ

گناہوں سے پوری طرح باخبر ہے، سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ (۱۷) جو شخص دُنیا کے فوری فائدے ہی چاہتا ہے تو ہم جس کے لئے چاہتے ہیں، جتنا

عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا

چاہتے ہیں، اُسے یہیں پر جلدی دے دیتے ہیں، (۹) پھر اُس کے لئے ہم نے جہنم رکھ چھوڑی ہے جس میں وہ

---

(۸) انجام کو گلے سے چمٹانے کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے تمام اعمال ہر لمحے لکھے جارہے ہیں جو اُس کے اچھے یا بُرے انجام کی نشان دہی کرتے ہیں۔ اور جب قیامت آئے گی تو یہ سارا اعمال نامہ اُس کے سامنے کھول کر رکھ دیا جائے گا جسے وہ خود پڑھ سکے گا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جو شخص دُنیا میں اَن پڑھ تھا، قیامت کے دن اُسے بھی اپنا اعمال نامہ پڑھنے کی صلاحیت دے دی جائے گی۔

(۹) یہ اُس شخص کا ذکر ہے جس نے اپنی زندگی کا مقصد ہی دُنیا کی بہتری کو بنا رکھا ہے، اور آخرت پر یا تو اِیمان نہیں، یا اُس کی کوئی فکر نہیں۔ نیز اس قسم میں وہ شخص بھی داخل ہے جو کوئی نیکی کا کام دُنیا کی دولت یا شہرت حاصل کرنے کے لئے کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کو دُنیا کے یہ فوائد ملنے کی بھی کوئی گارنٹی نہیں ہے، نہ اس بات کی گارنٹی ہے کہ جتنے فائدے وہ چاہ رہے ہیں، وہ سب مل جائیں۔ البتہ اُن میں سے جن کو ہم مناسب سمجھتے ہیں جتنا مناسب سمجھتے

مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۱۸ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ

ذلیل وخوار ہوکر داخل ہوگا۔ (۱۸) اور جو شخص آخرت (کا فائدہ) چاہے، اور اُس کے لئے ویسی ہی کوشش کرے جیسی اُس کے لئے کرنی چاہئے،

مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۱۹ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ

جبکہ وہ مؤمن بھی ہو، تو ایسے لوگوں کی کوشش کی پوری قدردانی کی جائے گی۔ (۱۹) (اے پیغمبر!) جہاں تک (دُنیا میں) تمہارے رَبّ کی عطا کا

مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۲۰ اُنْظُرْ كَيْفَ

تعلق ہے، ہم اِن کو بھی اُس سے نوازتے ہیں، اور اُن کو بھی۔(۱۰) اور (دُنیا میں) تمہارے رَبّ کی عطا کسی کے لئے بند نہیں ہے۔ (۲۰) دیکھو ہم نے

فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ

کس طرح ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے رکھی ہے۔(۱۱) اور یقین رکھو کہ آخرت درجات کے اعتبار سے بھی بہت بڑی ہے، اور فضیلت

تَفْضِيْلًا ۲۱ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ۲۲ ع وَ ع ۲ ۱۲ ۲

کے اعتبار سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ (۲۱) اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ، ورنہ تم قابلِ ملامت (اور) بے یار و مددگار ہو کر بیٹھ رہوگے۔(۱۲) (۲۲)

قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ

اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ

اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو اُنہیں اُف تک نہ کہو، اور نہ اُنہیں جھڑکو، بلکہ اُن سے عزّت کے

لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۲۳ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ

ساتھ بات کیا کرو، (۲۳) اور اُن کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے اُن کے سامنے اپنے آپ کو اِنکساری سے جھکاؤ، اور یہ دُعا کرو کہ: ''یا رَبّ!

ہیں دُنیا میں دے دیتے ہیں۔ مگر آخرت میں اُن کا انجام جہنم ہے۔

(۱۰) یہاں عطا سے مراد دُنیا کا رزق ہے۔ یعنی مؤمن و کافر اور متقی اور فاسق ہر شخص کو دُنیا میں اللہ تعالیٰ رزق عطا فرماتے ہیں۔ یہ رزق کسی پر بند نہیں ہے۔

(۱۱) یعنی دُنیا میں کسی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت زیادہ رزق عطا فرمایا ہے، اور کسی کو کم۔ البتہ جس چیز کے لئے انسان کو پوری کوشش کرنی چاہئے، وہ آخرت کے فوائد ہیں، کیونکہ وہ دُنیا کے فوائد کے مقابلے میں بدرجہا زیادہ ہیں۔

(۱۲) آیت نمبر ۱۹ میں فرمایا گیا تھا کہ آخرت کی بھلائی حاصل کرنے کے لئے بندے کو ویسی ہی کوشش کرنی ہے جیسی کرنی چاہئے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی اطاعت کی طرف اشارہ تھا۔ اب یہاں سے ایسے کچھ اَحکام کی تفصیل بیان فرمائی جارہی ہے جس کو سب سے پہلے توحید کے حکم سے شروع کیا گیا ہے، کیونکہ اُس کے بغیر کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔ اس کے بعد کچھ اَحکام حقوق العباد سے متعلق بیان کئے گئے ہیں۔

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (۲۴) رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ

جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی اُن کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجئے۔'' (۲۴) تمہارا ربّ خوب جانتا ہے کہ تمہارے

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا (۲۵) وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى

دِلوں میں کیا ہے۔ اگر تم نیک بن جاؤ، تو وہ اُن لوگوں کی خطائیں بہت معاف کرتا ہے جو کثرت سے اُس کی طرف رُجوع کرتے ہیں۔(۱۳) (۲۵) اور

حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (۲۶) اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ

رشتہ دار کو اُس کا حق دو، اور مسکین اور مسافر کو (اُن کا حق،) اور اپنے مال کو بے ہودہ کاموں میں نہ اُڑاؤ۔(۱۴) (۲۶) یقین جانو کہ جو لوگ بے ہودہ

كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا (۲۷) وَاِمَّا

کاموں میں مال اُڑاتے ہیں، وہ شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے۔ (۲۷) اور اگر کبھی تمہیں ان

تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا

(رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں) سے اس لئے منہ پھیرنا پڑے کہ تمہیں اللہ کی متوقع رحمت کا انتظار ہو(۱۵) تو ایسے میں اُن کے ساتھ نرمی سے

مَّيْسُوْرًا (۲۸) وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ

بات کر لیا کرو۔ (۲۸) اور نہ تو (ایسے کنجوس بنو کہ) اپنے ہاتھ کو گردن سے باندھ کر رکھو، اور نہ (ایسے فضول خرچ کہ) ہاتھ کو بالکل ہی کھلا چھوڑ دو، جس کے

الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (۲۹) اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

نتیجے میں تمہیں قابلِ ملامت اور قلاش ہو کر بیٹھنا پڑے۔ (۲۹) حقیقت یہ ہے کہ تمہارا ربّ جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں وسعت عطا فرما دیتا ہے، اور

ع يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۢ بَصِيْرًا (۳۰) ع وَلَا تَقْتُلُوْٓا

(جس کے لئے چاہتا ہے) تنگی پیدا کر دیتا ہے۔ یقین رکھو کہ وہ اپنے بندوں کے حالات سے اچھی طرح باخبر ہے، اُنہیں پوری طرح دیکھ رہا ہے۔ (۳۰)

---

(۱۳) مطلب یہ ہے کہ اگر تم ایمان رکھتے ہو، اور مجموعی حیثیت سے نیکی کے کام کرنے کی کوشش کرتے ہو، پھر بشری تقاضوں سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے، اور تم اُس پر توبہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے رُجوع کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیں گے۔

(۱۴) قرآنِ کریم نے یہاں ''تبذیر'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ عام طور سے تبذیر اور اِسراف دونوں کا ترجمہ فضول خرچی سے کیا جاتا ہے۔ لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ اگر جائز کام میں خرچ کیا جائے، لیکن ضرورت یا اعتدال سے زیادہ خرچ کیا جائے تو وہ ''اِسراف'' ہے۔ اور اگر مال کو ناجائز اور گناہ کے کام میں خرچ کیا جائے تو وہ ''تبذیر'' ہے۔ اسی لئے یہاں ترجمہ ''بیہودہ کاموں میں مال اُڑانے'' سے کیا گیا ہے۔

(۱۵) یعنی کسی ضرورت مند کو کچھ دینے سے اس لئے انکار کرنے کی نوبت آ جائے کہ اُس وقت تمہارے پاس دینے کے لئے کچھ نہ ہو، لیکن تمہیں یہ توقع ہو کہ آئندہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے وسعت عطا فرما دیں گے تو ایسے میں اُس ضرورت مند سے نرم الفاظ میں معذرت کر سکتے ہو۔

أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ ۖ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ
اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرو۔(۱۶) ہم اُنہیں بھی رزق دیں گے، اور تمہیں بھی۔ یقین جانو کہ اُن کو قتل کرنا
خِطْـًٔا كَبِيرًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰٓ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ فَاحِشَةً ۖ وَسَآءَ سَبِيلًا ﴿٣٢﴾ وَ
بڑی بھاری غلطی ہے۔ (۳۱) اور زنا کے پاس بھی نہ پھٹکو۔ وہ یقینی طور پر بڑی بے حیائی اور بے راہ روی ہے۔ (۳۲) اور
لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ۗ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا
جس جان کو اللہ نے حرمت عطا کی ہے، اُسے قتل نہ کرو، اِلاَّ یہ کہ تمہیں (شرعاً) اس کا حق پہنچتا ہو۔(۱۷) اور جو شخص مظلومانہ طور پر قتل ہو جائے تو ہم
فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِۦ سُلْطَٰنًا فَلَا يُسْرِف فِّي الْقَتْلِ ۖ إِنَّهُۥ كَانَ
نے اُس کے ولی کو (قصاص کا) اختیار دیا ہے۔ چنانچہ اس پر لازم ہے کہ وہ قتل کرنے میں حد سے تجاوز نہ کرے۔(۱۸) یقیناً وہ اس لائق ہے کہ اُس کی
مَنْصُورًا ﴿٣٣﴾ وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ
مدد کی جائے۔ (۳۳) اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ پھٹکو، مگر ایسے طریقے سے جو (اُس کے حق میں) بہترین ہو،(۱۹) یہاں تک کہ وہ اپنی پختگی کو پہنچ
أَشُدَّهُۥ ۚ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔولًا ﴿٣٤﴾ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ
جائے۔ اور عہد کو پورا کرو، یقین جانو کہ عہد کے بارے میں (تمہاری) بازپرس ہونے والی ہے۔ (۳۴) اور جب کسی کو کوئی چیز

---

(۱۶) مشرکینِ عرب بعض اوقات تو لڑکیوں کو اس لئے زندہ دفن کر دیتے تھے کہ اپنے گھر میں لڑکی کے وجود ہی کو وہ باعثِ شرم سمجھتے تھے۔ اس کے علاوہ بعض مرتبہ اولاد کو اس لئے قتل کر دیتے تھے کہ اُن کو کھلانے سے مفلس ہو جانے کا احتمال تھا۔

(۱۷) کسی کو قتل کرنے کا حق صرف چند صورتوں میں پہنچتا ہے جن میں سے ایک اہم صورت کا ذکر اگلے جملے میں آ رہا ہے، اور وہ یہ کہ کسی شخص کو ظالمانہ طور پر قتل کر دیا گیا ہو تو اُس کے ولی یعنی وارثوں کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ بدلے میں عدالتی کارروائی کے بعد قاتل کو قتل کریں، یا کروائیں۔ اس بدلے کو "قصاص" کہا جاتا ہے۔

(۱۸) قاتل کو قصاص میں قتل کروانے کا حق تو اولیاء مقتول کو حاصل ہے، لیکن اس سے زیادہ کسی کارروائی کا حق نہیں ہے۔ چنانچہ ہاتھ پاؤں یا دوسرے اعضاء کو کاٹنا یا قتل کرنے کے لئے کوئی زیادہ تکلیف دہ طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے۔ ایسا کوئی طریقہ اختیار کیا جائے تو اُسے قرآنِ کریم نے حد سے تجاوز قرار دیا ہے۔

(۱۹) یہ یتیم کے رشتہ داروں اور خاص طور پر اُس کے سرپرستوں کو خطاب ہو رہا ہے کہ اگر یتیم کو اپنے مرحوم باپ سے میراث میں کوئی مال ملا ہو تو اُسے امانت سمجھو، اور اُس میں وہی تصرف تمہارے لئے جائز ہے جو یتیم کے حق میں فائدہ مند ہو، کوئی ایسا کام جائز نہیں جس میں اُس کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو، مثلاً کسی کو قرض دے دینا، یا اُس کی طرف سے کسی کو تحفہ دے دینا۔ البتہ جب وہ پختگی کو پہنچ جائے، یعنی بالغ ہو کر اُسے اتنی سمجھ آ جائے کہ وہ اپنے نفع نقصان کو خود سمجھنے لگے تو اُس وقت اُس کا مال اُسی کے حوالے کر دینا واجب ہے۔ یہ مسئلہ قرآنِ کریم نے تفصیل کے ساتھ سورۂ نساء (۴:۲) میں بیان فرمایا ہے۔

اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾ وَ

پیمانے سے ناپ کر دو تو پورا ناپو، اور تولنے کے لئے صحیح ترازو استعمال کرو۔ یہی طریقہ درست ہے، اور اسی کا انجام بہتر ہے۔ (۳۵) اور

لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ

جس بات کا تمہیں یقین نہ ہو، (اُسے سچ سمجھ کر) اُس کے پیچھے مت پڑو۔(۲۰) یقین رکھو کہ کان، آنکھ اور دِل

اُولٰۗىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ

سب کے بارے میں (تم سے) سوال ہوگا۔(۲۱) (۳۶) اور زمین پر اَکڑ کر مت چلو۔ نہ تم زمین کو پھاڑ سکتے ہو،

تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ

اور نہ بلندی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتے ہو۔(۲۲) (۳۷) یہ سارے بُرے کام ایسے ہیں جو تمہارے پروردگار کو

رَبِّكَ مَكْرُوْهًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۭ وَلَا

بالکل ناپسند ہیں۔ (۳۸) (اے پیغمبر!) یہ وہ حکمت کی باتیں ہیں جو تمہارے پروردگار نے تم پر وحی کے ذریعے پہنچائی ہیں۔ اور

تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۳۹﴾

(اے انسان!) اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بنا، ورنہ تجھے ملامت کرکے، دھکے دے کر دوزخ میں پھینک دیا جائے گا۔ (۳۹)

اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ اِنَاثًا ۭ اِنَّكُمْ

بھلا کیا تمہارے ربّ نے تمہیں تو بیٹے دینے کے لئے چن لیا ہے، اور خود اپنے لئے فرشتوں کو بیٹیاں بنالیا ہے؟(۲۳) حقیقت یہ ہے کہ

---

(۲۰) مثلاً جب تک کسی شخص کے بارے میں شرعی دلیل سے کوئی جرم یا گناہ ثابت نہ ہو جائے، اُس وقت تک صرف شبہے کی بنیاد پر نہ اُس کے خلاف سزا کی کارروائی جائز ہے، اور نہ دِل میں یہ یقین کرلینا جائز ہے کہ واقعی اُس نے جرم یا گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اس آیت کا ایک مطلب یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جن باتوں کا نہ یقینی علم حاصل ہے، اور نہ ایسے علم پر دُنیا اور آخرت کا کوئی کام موقوف ہے، بلا وجہ ایسی چیزوں کی تحقیق اور جستجو میں پڑنا بھی جائز نہیں ہے۔

(۲۱) اگر شرعی دلیل کے بغیر کوئی شخص دوسرے کے بارے میں یقین کرکے بیٹھ جائے کہ اس نے فلاں گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو یہ دِل کا گناہ ہے، اور اس سے آخرت میں باز پرس ہوگی۔

(۲۲) اَکڑ کر چلنے کے لئے ایک تو کچھ لوگ زمین پر زور زور سے پاؤں مار کر چلتے ہیں، دوسرے سینہ تان کر چلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ پہلی صورت کے لئے کہا گیا ہے کہ پاؤں چاہے کتنے زور سے مارلو، تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے، اور دوسری صورت کے لئے فرمایا گیا ہے کہ سینہ تان کر اپنا قد اُونچا کرنے کی کتنی ہی کوشش کرلو، تمہاری لمبائی پہاڑوں سے زیادہ نہیں ہوسکتی، اور اگر لمبا قد ہی فضیلت اور بڑائی کا معیار ہوتا تو پہاڑوں کو تم سے افضل ہونا چاہئے تھا۔

(۲۳) پیچھے کئی مرتبہ گذرا ہے کہ مشرکینِ عرب فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے، حالانکہ خود اپنے لئے بیٹیوں کی پیدائش کو وہ بہت بُرا سمجھتے تھے، اور اپنے لئے ہمیشہ بیٹوں کی تمنا کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ عجیب معاملہ ہے کہ تمہارے خیال

لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ ع وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا ع

تم لوگ بڑی سنگین بات کہہ رہے ہو۔ ﴿۴۰﴾ اور ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے وضاحتیں کی ہیں، تاکہ لوگ ہوش میں آئیں، مگر یہ لوگ

يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿۴۱﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا

ہیں کہ اس سے ان کے بدکنے ہی میں اور اضافہ ہورہا ہے۔ ﴿۴۱﴾ کہہ دو کہ: "اگر اللہ کے ساتھ اور بھی خدا ہوتے جیسے کہ یہ لوگ کہتے ہیں تو وہ عرش

لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا

والے (حقیقی خدا) پر چڑھائی کرنے کے لئے کوئی راستہ پیدا کرلیتے۔"(۲۴) ﴿۴۲﴾ حقیقت یہ ہے کہ جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں اُس کی ذات اُن سے

كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ

بالکل پاک اور بہت بالا و برتر ہے۔ ﴿۴۳﴾ ساتوں آسمان اور زمین اور اُن کی ساری مخلوقات اُس کی پاکی بیان کرتی ہیں، اور کوئی

شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا

چیز ایسی نہیں ہے جو اُس کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح نہ کررہی ہو، لیکن تم لوگ اُن کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔(۲۵) حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا بردبار، بہت

غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا

معاف کرنے والا ہے۔ ﴿۴۴﴾ اور (اے پیغمبر!) جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور اُن لوگوں کے درمیان جو

کے مطابق تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے بیٹے دینے کے لئے چن لیا ہے، اور خود بیٹیاں رکھی ہیں جو تمہارے خیال کے مطابق باپ کے لئے باعثِ عار ہوا کرتی ہیں۔

(۲۴) یہ توحید کے حق میں اور شرک کے خلاف ایک عام فہم دلیل ہے۔ اور وہ یہ کہ خدا ایسی ذات ہی کو کہا جاسکتا ہے جو ہر کام پر قدرت رکھتی ہو، اور کسی کے حکم کے تابع نہ ہو۔ اب اگر اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سوا اور بھی خدا ہوتے تو ان میں سے ہر ایک دوسرے سے آزاد ہوتا، اور سب کی قدرت کامل ہوتی۔ چنانچہ یہ دوسرے خدا مل کر عرش والے خدا پر چڑھائی بھی کرسکتے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ ان کو خدا پر چڑھائی کرنے کی قدرت نہیں ہے، اور وہ خود اللہ تعالیٰ کے محکوم ہیں تو پھر وہ خدا ہی کیا ہوئے؟ ثابت ہوگیا کہ کائنات میں حقیقی خدا تو ایک ہی ہے، اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔

(۲۵) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ساری چیزیں زبانِ حال سے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں، کیونکہ ان میں سے ہر چیز ایسی ہے کہ اگر اس کی تخلیق پر غور کیا جائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور اُس کی وحدانیت پر دلالت کرتی ہے، نیز ہر چیز اُسی کے تابع فرمان ہے۔ اور یہ مطلب بھی کچھ بعید نہیں ہے کہ یہ ساری چیزیں حقیقی معنی میں تسبیح کرتی ہوں، اور ہم اُسے نہ سمجھتے ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز یہاں تک کہ پتھروں میں بھی ایک طرح کی حس پیدا فرمائی ہے، اور یہ بات قرآنِ کریم کی کئی آیتوں کی روشنی میں زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ اور آج کی سائنس نے بھی یہ تسلیم کرلیا ہے کہ پتھروں میں بھی ایک طرح کی حس پائی جاتی ہے۔

يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً

آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ایک اَن دیکھا پردہ حائل کردیتے ہیں۔(۲۶) ﴿۴۵﴾ اور ہم ان کے دِلوں پر ایسے غلاف چڑھادیتے ہیں کہ

اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ

وہ اُسے سمجھتے نہیں، اور اُن کے کانوں میں گرانی پیدا کردیتے ہیں۔ اور جب تم قرآن میں تنہا اپنے رَبّ کا ذکر کرتے ہو تو

وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ

یہ لوگ نفرت کے عالم میں پیٹھ پھیر کر چل دیتے ہیں۔ ﴿۴۶﴾ ہمیں خوب معلوم ہے کہ جب یہ لوگ تمہاری بات کان لگا کر سنتے ہیں تو کس لئے سنتے

يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا

ہیں، اور جب یہ آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں (تو ان باتوں کا بھی ہمیں پورا علم ہے) جب یہ ظالم (اپنی برادری کے مسلمانوں سے) یوں کہتے

رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا

ہیں کہ: ''تم تو بس ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل پڑے ہو جس پر جادُو ہوگیا ہے۔'' ﴿۴۷﴾ دیکھو انہوں نے تم پر کیسی کیسی پھبتیاں چست کی ہیں۔

يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَ اِنَّا

یہ راہ سے بھٹک چکے ہیں، چنانچہ یہ راستے پر نہیں آسکتے۔ ﴿۴۸﴾ اور یہ کہتے ہیں کہ: ''کیا جب ہمارا وجود ہڈیوں میں تبدیل ہو کر چورا چورا ہو جائے

لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ

گا تو بھلا کیا اُس وقت ہمیں نئے سرے سے پیدا کر کے اُٹھایا جائے گا؟'' ﴿۴۹﴾ کہہ دو کہ: ''تم پتھر یا لوہا بھی بن جاؤ ﴿۵۰﴾ یا کوئی اور ایسی مخلوق بن

خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ

جاؤ جس کے بارے میں تم دِل میں سوچتے ہو کہ (اُس کا زندہ ہونا) اور بھی مشکل ہے، (پھر بھی تمہیں زندہ کردیا جائے گا)'' اب وہ کہیں گے کہ:

فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ رُءُوْسَهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ

''کون ہمیں دوبارہ زندہ کرے گا؟'' کہہ دو کہ: ''وہی زندہ کرے گا جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔''(۲۷) پھر وہ تمہارے سامنے سر ہلا ہلا کر کہیں

---

(۲۶) جو لوگ اپنی اصلاح اور آخرت کی فکر سے غافل ہو کر بس دُنیا کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، اور حق کی کوئی طلب اُن کے دِلوں میں پیدا نہیں ہوتی، بلکہ وہ حق کے مقابلے میں ضد اور عناد کی رَوِش اختیار کرلیتے ہیں، وہ حق کو سوچنے سمجھنے سے محروم ہوجاتے ہیں۔ یہی وہ اَن دیکھا پردہ ہے جو اُن کے اور پیغمبر کے درمیان حائل ہوجاتا ہے، اور یہی وہ غفلت کا غلاف ہے جو اُن کے دِلوں پر مسلط ہوجاتا ہے، اور اُن کے کانوں میں وہ گرانی پیدا کردیتا ہے جس کی بنا پر وہ حق بات سننے کی صلاحیت سے محروم ہوجاتے ہیں۔

(۲۷) اشارہ اس طرف ہے کہ کسی چیز کو پہلی بار عدم سے وجود میں لانا زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ اس کے برخلاف ایک مرتبہ پیدا کرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا۔ جس خدا نے پہلی بار پیدا کرنے کا زیادہ مشکل کام اپنی قدرت سے انجام دیا ہے، اُس کے بارے میں یہ ماننے میں کیا دُشواری ہے کہ وہ دوبارہ بھی پیدا کرسکتا ہے۔

عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ

گے کہ: "ایسا کب ہوگا؟" کہہ دینا کہ: "کیا بعید ہے کہ وہ وقت قریب ہی آگیا ہو۔" ﴿۵۱﴾ جس دن وہ تمہیں بلائے گا تو تم اُس کی حمد کرتے

ع ۵ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ

ہوئے اُس کے حکم کی تعمیل کروگے، اور یہ سمجھ رہے ہوگے کہ تم بس تھوڑی سی مدّت (دُنیا میں) رہے تھے۔ ﴿۵۲﴾ میرے (مؤمن) بندوں سے کہہ

الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۵۳﴾

دو کہ وہی بات کہا کریں جو بہترین ہو۔ درحقیقت شیطان لوگوں کے درمیان فساد ڈالتا ہے۔ شیطان یقینی طور پر انسان کا کھلا دشمن ہے۔(۲۸) ﴿۵۳﴾

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَآ

تمہارا پروردگار تمہیں خوب جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم پر رحم فرمادے، اور چاہے تو تمہیں عذاب دیدے، اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں ان کی

اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

باتوں کا ذمہ دار بناکر نہیں بھیجا ہے۔ ﴿۵۴﴾ اور تمہارا پروردگار اُن سب کو جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں

وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾

اور جو زمین میں ہیں۔ اور ہم نے کچھ نبیوں کو دوسرے نبیوں پر فضیلت دی ہے، اور ہم نے داود کو زبور عطا کی تھی۔ ﴿۵۵﴾

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا

(جو لوگ اللہ کے علاوہ دوسرے معبودوں کو مانتے ہیں، اُن سے) کہہ دو کہ: "جن کو تم نے اللہ کے سوا معبود سمجھ رکھا ہے، انہیں پکار کر دیکھو۔ ہوگا یہ

تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ

کہ نہ وہ تم سے کوئی تکلیف دُور کرسکیں گے، اور نہ اُسے تبدیل کرسکیں گے۔" ﴿۵۶﴾ جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں، وہ تو خود اپنے پروردگار تک پہنچنے کا

اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ

وسیلہ تلاش کرتے ہیں کہ اُن میں سے کون اللہ کے زیادہ قریب ہوجائے، اور وہ اُس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں، اور اُس کے عذاب سے

مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ

ڈرتے ہیں۔(۲۹) یقیناً تمہارے ربّ کا عذاب ہے ہی ایسی چیز جس سے ڈرا جائے۔ ﴿۵۷﴾ اور کوئی بستی ایسی نہیں ہے جسے ہم روزِ قیامت سے پہلے

(۲۸) اس آیت میں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ جب ان کی کافروں کے ساتھ گفتگو ہو تو اُن کے ساتھ بھی خوش اُسلوبی کے ساتھ بات کیا کریں، کیونکہ غصّے کے عالم میں سخت قسم کی باتوں سے فائدے کے بجائے نقصان ہوتا ہے، اور ایسی باتیں شیطان اس لئے کہلواتا ہے کہ ان سے فساد پیدا ہو۔

(۲۹) اس سے مراد بت نہیں، بلکہ وہ فرشتے اور جنّات ہیں جن کو مشرکینِ عرب خدائی کا درجہ دیا کرتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ خدا تو کیا ہوتے، خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اور اُس کے تقرّب کے راستے ڈھونڈتے رہتے ہیں۔

مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾ وَ مَا

ہلاک نہ کریں، یا اُسے سخت عذاب نہ دیں۔ یہ بات (تقدیر کی) کتاب میں لکھی جا چکی ہے۔[۳۰] ﴿۵۸﴾ اور ہم کو نشانیاں (یعنی کفار کے مانگے ہوئے

مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَيْنَا ثَمُوْدَ

معجزات) بھیجنے سے کسی اور چیز نے نہیں، بلکہ اس بات نے روکا ہے کہ پچھلے لوگ ایسی نشانیوں کو جھٹلا چکے ہیں۔[۳۱] اور ہم نے قوم ثمود کو اُونٹنی دی تھی

النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَ مَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَ اِذْ

جو آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھی، مگر انہوں نے اُس کے ساتھ ظلم کیا۔ اور ہم نشانیاں ڈرانے ہی کے لئے بھیجتے ہیں۔ ﴿۵۹﴾ اور (اے پیغمبر!) وہ

قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَ مَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ

وقت یاد کرو جب ہم نے تم سے کہا تھا کہ تمہارا پروردگار (اپنے علم سے) تمام لوگوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔[۳۲] اور ہم نے جو نظارہ تمہیں دِکھایا ہے،

---

(۳۰) یعنی اگر کافروں پر ابھی جلدی سے کوئی عذاب نہیں آ رہا ہے تو وہ یہ نہ سمجھیں کہ ہمیشہ کے لئے عذاب سے بچ گئے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یا تو ان پر کوئی سخت عذاب دُنیا ہی میں آ جائے گا، ورنہ قیامت سے پہلے پہلے سبھی کو ہلاک ہونا ہے، اور پھر آخرت میں ان کافروں کو دائمی عذاب ہو کر رہے گا۔

(۳۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد معجزات دیکھنے کے باوجود مشرکین آپ سے نت نئے معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے۔ یہ ان مطالبات کا جواب ہے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب کافروں کو کوئی فرمائشی معجزہ دِکھا دیا جاتا ہے، اور وہ اُس کے باوجود اِیمان نہیں لاتے، تو اُنہیں عذاب سے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ جس کی ایک مثال یہ ہے کہ قوم ِثمود کے مطالبے پر پہاڑ سے اُونٹنی نکال دی تھی، مگر وہ پھر بھی نہ ماننے اس لئے عذاب کا شکار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ یہ مشرکینِ عرب بھی اپنا فرمائشی معجزہ دیکھنے کے باوجود اُسی طرح پیغمبر کو جھٹلاتے رہیں گے جس طرح پچھلی قوموں نے جھٹلایا تھا۔ چونکہ ابھی ان کو ہلاک کرنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کو منظور نہیں ہے، اس لئے فرمائشی معجزات نہیں دِکھائے جا رہے ہیں۔

(۳۲) یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ یہ ہٹ دھرم لوگ کسی صورت میں ایمان نہیں لائیں گے۔ چنانچہ ان کی ہٹ دھرمی کی آگے دو مثالیں دی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کے موقع پر جو نظارہ دِکھایا، وہ آپ کے پیغمبر ہونے کی کھلی ہوئی دلیل تھی۔ کافروں نے آپ سے بیت المقدس کے بارے میں مختلف سوالات کئے، اور آپ نے سب کے ٹھیک ٹھیک جوابات دے دیئے جس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ واقعی آپ نے راتوں رات یہ سفر کیا ہے۔ لیکن اتنی کھلی ہوئی بات سامنے آ جانے کے بعد بھی یہ لوگ اپنی ہٹ دھرمی پر ڈٹے رہے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے فرمایا تھا کہ زَقوم کا درخت دوزخیوں کی غذا ہوگی، اور یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ درخت جہنم ہی میں پیدا ہوتا ہے۔ اس پر کافروں نے ایمان لانے کے بجائے مذاق اُڑانا شروع کیا کہ بھلا آگ میں درخت کیسے پیدا ہو سکتا ہے، اور یہ نہ سوچا کہ جس ذات نے آگ پیدا کی ہے، اگر وہ اُسی آگ میں کوئی درخت بھی پیدا کر دے جس کی خاصیت عام درختوں سے مختلف ہو تو بھلا اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا

اُس کو ہم نے (کافر) لوگوں کے لئے بس ایک فتنہ بنادیا(۳۳) نیز اُس درخت کو بھی جس پر قرآن میں لعنت آئی ہے۔ اور ہم تو ان کو ڈراتے رہتے

يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ۝٦٠ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ ع۸

ہیں، لیکن اس سے ان کی سخت سرکشی ہی میں اضافہ ہورہا ہے۔ (۶۰) اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو۔ چنانچہ

فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ ۚ قَالَ أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ۝٦١ قَالَ

انہوں نے سجدہ کیا، لیکن ابلیس نے نہیں کیا۔ اُس نے کہا کہ: ''کیا میں اُس کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے پیدا کیا ہے؟'' (۶۱) کہنے لگا: ''بھلا

أَرَأَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

بتاؤ، یہ ہے وہ مخلوق جسے تو نے میرے مقابلے میں عزّت بخشی ہے! اگر تو نے مجھے قیامت کے دن تک مہلت دی تو میں اس کی اولاد میں سے

لَأَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ۝٦٢ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَإِنَّ

تھوڑے سے لوگوں کو چھوڑ کر باقی سب کے جبڑوں میں لگام ڈالوں گا۔(۳۴)'' (۶۲) اللہ نے کہا: ''جا پھر ان میں سے جو تیرے پیچھے چلے گا تو جہنم ہی

جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَوْفُورًا ۝٦٣ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ

تم سب کی سزا ہوگی، مکمل اور بھرپور سزا۔ (۶۳) اور ان میں سے جس جس پر تیرا بس چلے، انہیں اپنی آواز سے بہکا لے،(۳۵) اور ان پر اپنے سواروں

بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَ

اور پیادوں کی فوج چڑھا لا،(۳۶) اور ان کے مال اور اولاد میں اپنا حصہ لگا لے،(۳۷) اور اُن سے خوب وعدے کرلے ـــــ اور (حقیقت یہ ہے کہ)

الْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ۝٦٤ إِنَّ عِبَادِي

شیطان اُن سے جو وعدہ بھی کرتا ہے، وہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہوتا ـــــ (۶۴) یقین رکھ کہ جو میرے بندے ہیں، ان پر تیرا کوئی بس نہیں چلے

(۳۳) یعنی اُس سے ہدایت حاصل کرنے کے بجائے یہ اور گمراہی میں پڑ گئے، جس کی تفصیل اُوپر کے حاشیہ میں گذری۔

(۳۴) یعنی اُنہیں اس طرح اپنے قابو میں کرلوں گا جیسے گھوڑے وغیرہ کو جبڑوں میں لگام دے کر قابو میں کیا جاتا ہے۔

(۳۵) آواز سے بہکانے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُن کے دلوں میں گناہ کے وسوسے پیدا کرے، اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس سے مراد گانے بجانے کی آواز ہے جو اِنسان کو گناہ میں مبتلا کرتی ہے۔

(۳۶) شیطان کو دُشمن کی فوج سے تشبیہ دی گئی ہے کہ جس طرح ایک فوج میں سواروں کے بھی دستے ہوتے ہیں، اور پیدل چلنے والے دستے بھی، اسی طرح شیطان اپنی ایک فوج رکھتا ہے جس میں شریر جنّات اور اِنسان شامل ہیں۔ یہ سب مل کر اِنسانوں کو بہکانے میں شیطان کی مدد کرتے ہیں۔

(۳۷) اس میں اشارہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنے مال و دولت اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کے اَحکام کے خلاف حاصل کرتا یا اُنہیں ناجائز کاموں میں استعمال کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنے مال اور اولاد میں شیطان کا حصہ لگالیا ہے۔

لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ

گا(۳۸)" اور تیرا پروردگار (ان کی) رکھوالی کے لئے کافی ہے۔" ﴿۶۵﴾ تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے

لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا

سمندر میں کشتیاں لے چلتا ہے، تاکہ تم اُس کا فضل تلاش کرو۔ یقیناً وہ تمہارے ساتھ بڑی رحمت کا معاملہ کرنے والا ہے۔ ﴿۶۶﴾ اور جب

مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى

سمندر میں تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے، تو جن (دیوتاؤں) کو تم پکارا کرتے ہو، وہ سب غائب ہوجاتے ہیں، بس اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے۔ پھر

الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ

جب اللہ تمہیں بچا کر خشکی تک پہنچا دیتا ہے تو تم منہ موڑ لیتے ہو۔ اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔ ﴿۶۷﴾ تو کیا تمہیں اس بات کا کوئی ڈر نہیں رہا کہ اللہ

بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ ۙ

تمہیں خشکی ہی کے ایک حصے میں دھنسا دے، یا تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے، اور پھر تمہیں اپنا کوئی رکھوالا نہ ملے؟ ﴿۶۸﴾

اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ

اور کیا تم اس بات سے بھی بے فکر ہوگئے ہو کہ وہ تمہیں دوبارہ اُسی (سمندر) میں لے جائے، پھر تم پر ہوا کا

الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾

طوفان بھیج کر تمہاری ناشکری کی سزا میں تمہیں غرق کر ڈالے، پھر تمہیں کوئی نہ ملے جو اس معاملے میں ہمارا پیچھا کرسکے؟(۳۹) ﴿۶۹﴾

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْۤ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی ہے، اور انہیں خشکی اور سمندر دونوں میں سواریاں مہیا کی ہیں، اور ان کو پاکیزہ چیزوں کا رزق

ع وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ ع يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ

دیا ہے، اور اُن کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت عطا کی ہے۔ ﴿۷۰﴾ اُس دن کو یاد رکھو جب ہم تمام انسانوں کو اُن کے

بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا

اعمال ناموں کے ساتھ بلائیں گے۔ پھر جنہیں اُن کا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ اپنے اعمال نامے کو پڑھیں گے، اور ان پر ریشہ

يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ

برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔ ﴿۷۱﴾ اور جو شخص دُنیا میں اندھا بنا رہا، وہ آخرت میں بھی اندھا، بلکہ راستے سے اور زیادہ

(۳۸) "میرے بندوں" سے مراد وہ مخلص بندے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کی فکر رکھتے ہیں۔

(۳۹) یعنی اس معاملے میں نہ کوئی ہم سے کسی قسم کی باز پرس کرسکتا ہے کہ ہم نے ایسے لوگوں کو کیوں ہلاک کیا، اور نہ کوئی ہمارے فیصلے کو ٹالنے کے لئے ہمارا پیچھا کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔

اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ وَ اِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

بھٹکا ہوا رہے گا۔(۴۰) ﴿۷۲﴾ اور (اے پیغمبر!) جو وحی ہم نے تمہارے پاس بھیجی ہے، یہ (کافر) لوگ تمہیں فتنے میں ڈال کر اُس سے ہٹانے لگے تھے،

لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَ اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَ لَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ

تاکہ تم اُس کے بجائے کوئی اور بات ہمارے نام پر گھڑ کر پیش کرو، اور اُس صورت میں یہ تمہیں اپنا گہرا دوست بنا لیتے۔ ﴿۷۳﴾ اور اگر ہم نے تمہیں

لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْــًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾ اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ

ثابت قدم نہ بنایا ہوتا تو تم بھی اُن کی طرف کچھ کچھ جھکنے کے قریب جا پہنچتے۔ ﴿۷۴﴾ اور اگر ایسا ہوجاتا تو ہم تمہیں دُنیا میں بھی

وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَ اِنْ كَادُوْا

دُگنی سزا دیتے، اور مرنے کے بعد بھی دُگنی، پھر تمہیں ہمارے مقابلے میں کوئی مددگار نہ ملتا۔(۴۱) ﴿۷۵﴾ اس کے علاوہ یہ لوگ اس فکر میں بھی ہیں

لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَ اِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا

کہ اس سرزمین (مکہ) سے تمہارے قدم اُکھاڑیں، تاکہ تمہیں یہاں سے نکال باہر کریں۔ اور اگر ایسا ہوا تو یہ بھی تمہارے بعد زیادہ دیر یہاں نہیں

قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا

ٹھہر سکیں گے۔(۴۲) ﴿۷۶﴾ یہ ہمارا وہ طریقِ کار ہے جو ہم نے اپنے اُن پیغمبروں کے ساتھ اختیار کیا تھا جو ہم نے تم سے پہلے بھیجے تھے۔ اور تم ہمارے

تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ ع ۸

طریقے میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔ ﴿۷۷﴾ (اے پیغمبر!) سورج ڈھلنے کے وقت سے لے کر رات کے اندھیرے تک نماز قائم کرو،(۴۳) اور فجر کے

(۴۰) یہاں اندھا ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ دُنیا میں حق کو دیکھنے سے محروم رہا، چنانچہ وہ آخرت میں بھی نجات کا راستہ نہیں دیکھ سکے گا۔

(۴۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کے گناہوں سے معصوم بنایا تھا، جس کی بنا پر آپ ہر موقع پر ثابت قدم رہے۔ اگرچہ آپ سے کافروں کی بات ماننے کا دُور دُور اِحتمال نہیں تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی فرضی نافرمانی کی صورت میں سزا کا تذکرہ کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح فرمادی کہ کسی بھی شخص کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقرّب ہونے کا اصل مدار اُس کے اعمال پر ہے، اور کوئی شخص کتنا ہی مقرّب ہو، اگر گناہ کا ارتکاب کرے گا تو سزا کا مستحق ہوگا، بلکہ مقرّب ہونے کی وجہ سے اُسے دُگنی سزا دی جائے گی۔

(۴۲) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرّمہ سے ہجرت فرمانے کے بعد یہ کافر لوگ بھی مکہ مکرّمہ میں زیادہ عرصہ نہیں رہ سکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہجرت کے آٹھ سال بعد مکہ مکرّمہ فتح ہوگیا، اور نویں سال تمام کافروں کو یہاں سے نکل جانے کا حکم مل گیا جس کی تفصیل سورۂ توبہ کے شروع میں گذر چکی ہے۔

(۴۳) سورج ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے تک ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی چار نمازوں کی طرف اشارہ ہے۔ اور فجر کی نماز کا ذکر الگ سے اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اُس وقت لوگوں کو نماز کے لئے اُٹھنا پڑتا ہے جس میں دوسری نمازوں کے مقابلے میں زیادہ مشقت ہوتی ہے۔ اس لئے اُس کو خاص اہمیت کے ساتھ الگ ذکر فرمایا گیا ہے۔

الْفَجْرِ ۭ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ۝۷۸ وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً

وقت قرآن پڑھنے کا اہتمام کرو۔ یاد رکھو کہ فجر کی تلاوت میں مجمع حاضر ہوتا ہے۔(۴۴) ﴿۷۸﴾ اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کرو جو تمہارے لئے

لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۝۷۹ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِىْ

ایک اضافی عبادت ہے۔(۴۵) اُمید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہیں مقامِ محمود تک پہنچائے گا۔(۴۶) ﴿۷۹﴾ اور یہ دُعا کرو کہ: "یا ربّ! مجھے جہاں داخل فرما

مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِىْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّىْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا

اچھائی کے ساتھ داخل فرما، اور جہاں سے نکال اچھائی کے ساتھ نکال، اور مجھے خاص اپنے پاس سے ایسا اقتدار عطا فرما جس کے ساتھ

نَّصِيْرًا ۝۸۰ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۭ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝۸۱

(تیری) مدد ہو۔"(۴۷) ﴿۸۰﴾ اور کہو کہ: "حق آن پہنچا، اور باطل مٹ گیا، اور یقیناً باطل ایسی ہی چیز ہے جو مٹنے والی ہے۔"(۴۸) ﴿۸۱﴾

---

(۴۴) اکثر مفسرین نے اس کا یہ مطلب بیان فرمایا ہے کہ صبح کی نماز میں جو تلاوت کی جاتی ہے، اُس میں فرشتوں کا مجمع حاضر ہوتا ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کی نگرانی کے لئے جو فرشتے مقرر ہیں، وہ باری باری اپنے فرائض انجام دیتے ہیں، چنانچہ ایک جماعت فجر کے وقت آتی ہے جو سارے دن اپنے فرائض انجام دیتی ہے، اور دوسری جماعت شام کو عصر کے وقت آتی ہے۔ پہلی جماعت فجر کی نماز میں آکر شریک ہوتی ہے۔ اور بعض مفسرین نے اس سے نمازیوں کی حاضری مراد لی ہے۔ یعنی فجر کی نماز میں نمازیوں کو حاضری کا موقع دینے کے لئے اُس نماز میں لمبی تلاوت کرنی چاہئے۔

(۴۵) اضافی عبادت کا مطلب بعض مفسرین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ یہ نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اضافی طور پر فرض تھی، عام مسلمانوں کے لئے فرض نہیں تھی۔ اور بعض مفسرین نے اضافی عبادت کا مطلب یہ لیا ہے کہ وہ دوسرے مسلمانوں کی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی نفلی عبادت ہے۔

(۴۶) مقامِ محمود کے لفظی معنی ہیں "قابلِ تعریف مقام" اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ منصب ہے جس کے تحت آپ کو شفاعت کا حق دیا جائے گا۔

(۴۷) یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرّمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ کو اپنا مستقر قرار دینے کا حکم ہوا تھا۔ اُس وقت آپ کو یہ دُعا مانگنے کی تلقین فرمائی گئی تھی، اور اس میں داخل کرنے سے مدینہ منوّرہ میں داخل کرنا اور نکالنے سے مکہ مکرّمہ سے نکالنا مراد ہے۔ لیکن الفاظ عام ہیں، اس لئے یہ دُعا ہر اُس موقع پر کی جاسکتی ہے جب کوئی شخص کسی نئی جگہ جانے کا یا نیا کام شروع کرنے کا ارادہ کر رہا ہو۔

(۴۸) اس آیتِ کریمہ میں یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ حق یعنی اسلام اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہونے والا ہے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرّمہ فتح کرلیا اور حرم میں داخل ہو کر کعبے میں بنے ہوئے بت گرائے تو اُس وقت آپ کی زبان مبارک پر یہی آیات تھیں۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَلَا يَزِيْدُ

اور ہم وہ قرآن نازل کررہے ہیں جو مؤمنوں کے لئے شفا اور رحمت کا سامان ہے، البتہ ظالموں کے حصے میں اُس سے نقصان کے سوا

الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ

کسی اور چیز کا اضافہ نہیں ہوتا۔ (۸۲) اور جب ہم انسان کو کوئی نعمت دیتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے، اور پہلو بدل لیتا ہے،

وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى

اور اگر اُس کو کوئی بُرائی چھوجائے تو مایوس ہوبیٹھتا ہے۔ (۸۳) کہہ دو کہ: ''ہر شخص اپنے اپنے طریقے پر کام کررہا ہے۔

شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ

اب تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کہ کون زیادہ صحیح راستہ پر ہے۔'' (۸۴) اور (اے پیغمبر!) یہ لوگ تم سے رُوح کے بارے

الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾

میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ: ''رُوح میرے پروردگار کے حکم سے (بنی) ہے۔ اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے، وہ بس تھوڑا ہی سا علم ہے۔(۴۹)'' (۸۵)

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ

اور اگر ہم چاہیں تو جو کچھ وحی ہم نے تمہارے پاس بھیجی ہے، وہ ساری واپس لے جائیں، پھر تم اُسے واپس لانے کے لئے ہمارے

عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ ۙ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ

مقابلے میں کوئی مددگار بھی نہ پاؤ۔ (۸۶) لیکن یہ تو تمہارے رَبّ کی طرف سے ایک رحمت ہے (کہ وحی کا سلسلہ جاری ہے) حقیقت یہ ہے کہ

كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا

تمہارے رَبّ کی طرف سے تم پر جو فضل ہورہا ہے، وہ بڑا عظیم ہے۔ (۸۷) کہہ دو کہ: ''اگر تمام انسان اور جنات اس کام پر اکٹھے بھی ہوجائیں کہ

الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ

اس قرآن جیسا کلام بنا کر لے آئیں، تب بھی وہ اس جیسا نہیں لاسکیں گے، چاہے وہ ایک دوسرے کی کتنی مدد کرلیں۔'' (۸۸) اور ہم نے انسانوں

---

(۴۹) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا امتحان لینے کے لئے یہ سوال کیا تھا کہ رُوح کی حقیقت کیا ہے؟ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اور جواب میں اتنی ہی بات بیان فرمائی گئی ہے جو انسان کی سمجھ میں آسکتی ہے، اور وہ یہ کہ رُوح کی پیدائش براہِ راست اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی ہے۔ انسان کے جسم اور دوسری مخلوقات میں تو یہ بات مشاہدے میں آجاتی ہے کہ ان کی پیدائش میں کچھ ظاہری اسباب کا دخل ہوتا ہے، مثلاً نر اور مادہ کے ملاپ سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ لیکن رُوح ایسی چیز ہے جس کی تخلیق کا کوئی عمل انسان کے مشاہدے میں نہیں آتا۔ یہ براہِ راست اللہ تعالیٰ کے حکم سے وجود میں آتی ہے۔ اس سے زیادہ رُوح کی حقیقت کو سمجھنا انسانی عقل کے بس میں نہیں ہے۔ اس لئے یہ فرما دیا گیا ہے کہ تمہیں بہت تھوڑا علم عطا کیا گیا ہے، اور بہت سی چیزیں تمہاری سمجھ سے باہر ہیں۔

صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا

کی بھلائی کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی حکمت کی باتیں طرح طرح سے بیان کی ہیں، پھر بھی اکثر لوگ انکار کے سوا کسی اور بات پر راضی نہیں

كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ﴿٩٠﴾ۙ

ہیں۔ (۸۹) اور کہتے ہیں کہ: ''ہم تم پر اُس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک تم زمین کو پھاڑ کر ہمارے لئے ایک چشمہ نہ نکال دو، (۹۰) یا

اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿٩١﴾ۙ

پھر تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا ایک باغ پیدا ہوجائے، اور تم اُس کے بیچ بیچ میں زمین کو پھاڑ کر نہریں جاری کردو، (۹۱)

اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ

یا جیسے تم دعوے کرتے ہو، آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے اُسے ہم پر گرادو، یا پھر اللہ کو اور فرشتوں کو ہمارے آمنے سامنے

قَبِيْلًا ﴿٩٢﴾ۙ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ۭ وَلَنْ

لے آؤ، (۹۲) یا پھر تمہارے لئے ایک سونے کا گھر پیدا ہوجائے، یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ، اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی اُس وقت تک نہیں مانیں

نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ۭ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ

گے جب تک تم ہم پر ایسی کتاب نازل نہ کردو جسے ہم پڑھ سکیں۔'' (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ: ''سبحان اللہ! میں تو ایک بشر ہوں

ع كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٣﴾ۧ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَاۗءَهُمُ

جسے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔''(۵۱) (۹۳) اور جب ان لوگوں کے پاس ہدایت کا پیغام آیا تو ان کو

الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿٩٤﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي

ایمان لانے سے اسی بات نے تو روکا کہ وہ کہتے تھے: ''کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟'' (۹۴) کہہ دو کہ: ''اگر

الْاَرْضِ مَلٰۗئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَىِٕنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ مَلَكًا

زمین میں فرشتے آباد ہو کر چل پھر رہے ہوتے تو بیشک ہم آسمان سے کسی فرشتے کو رسول بنا کر

رَّسُوْلًا ﴿٩٥﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ

اُن پر اُتار دیتے۔''(۵۲) (۹۵) کہہ دو کہ: ''اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ بننے کے لئے کافی ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر

---

(۵۰) آیت ۹۰ سے ۹۳ تک مشرکین مکہ کے وہ مطالبات بیان فرمائے گئے ہیں جو وہ محض ضد کی بناپر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے۔ آپ کے متعدد معجزات ان پر ظاہر ہوچکے تھے، لیکن وہ پھر بھی نت نئی فرمائشوں سے باز نہیں آتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ساری فرمائشوں کا یہ مختصر جواب دینے کی تلقین فرمائی گئی ہے کہ میں خدا نہیں ہوں کہ یہ سارے کام میرے اختیار میں ہوں۔ میں تو ایک انسان ہوں، البتہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کے تحت جو معجزات مجھے عطا فرمادیے ہیں، اُن سے زیادہ اپنے اختیار سے میں کوئی معجزہ نہیں دِکھا سکتا۔

(۵۱) مطلب یہ ہے کہ پیغمبر کے لئے ضروری ہے کہ وہ اُسی جنس سے ہو جس کی طرف وہ بھیجا جارہا ہے، تاکہ وہ ان کی فطری

خَبِيرًا بَصِيرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ

ہے، سب کچھ دیکھ رہا ہے۔'' ﴿۹۶﴾ اور جسے اللہ ہدایت دے، وہی صحیح راستے پر ہوتا ہے، اور جن لوگوں کو وہ گمراہی میں مبتلا کردے،

تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۗ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ

تو اُس کے سوا تمہیں اُن کے کوئی مددگار نہیں مل سکتے۔ اور ہم اُنہیں قیامت کے دن منہ کے بل اس طرح اِکٹھا کریں گے کہ وہ اندھے،

عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۗ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۗ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ نصف

گونگے اور بہرے ہوں گے۔ ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا۔ جب کبھی اُس کی آگ دھیمی ہونے لگے گی، ہم اُسے اور زیادہ بھڑکا دیں گے۔ ﴿۹۷﴾

ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ

یہ اُن کی سزا ہے، کیونکہ اُنہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا، اور یہ کہا تھا کہ: ''کیا جب ہم (مرکر) ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ جائیں گے، اور

رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ

چوراچورا ہوجائیں گے تو کیا پھر بھی ہمیں نئے سرے سے زندہ کرکے اُٹھایا جائے گا؟'' ﴿۹۸﴾ بھلا کیا اُنہیں اتنی سی بات نہیں سوجھی کہ وہ اللہ جس

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ

نے سارے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے آدمی پھر سے پیدا کردے؟ اور اُس نے ان کے لئے ایک ایسی

اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۗ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ

میعاد مقرر کر رکھی ہے جس (کے آنے) میں ذرا بھی شک نہیں ہے۔ پھر بھی یہ ظالم انکار کے سوا کسی بات پر راضی نہیں۔ ﴿۹۹﴾ (اے پیغمبر! ان

تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ۗ وَكَانَ

کافروں سے) کہہ دو کہ: ''اگر میرے پروردگار کی رحمت کے خزانے کہیں تمہارے اختیار میں ہوتے تو تم خرچ ہوجانے کے ڈر سے ضرور ہاتھ

الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ ع ۱۱

روک لیتے،(۵۲) اور اِنسان ہے ہی بڑا تنگ دِل!'' ﴿۱۰۰﴾ اور ہم نے موسیٰ کو نو (۹) کھلی کھلی نشانیاں دی تھیں۔(۵۳) اب بنواِسرائیل سے پوچھ لو کہ جب وہ ان

ضروریات کو سمجھ کر اور ان کی نفسیات سے واقف ہوکر ان کی رہنمائی کرے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِنسانوں کی طرف بھیجا گیا ہے، اس لئے آپ کا انسان ہونا قابلِ اِعتراض نہیں، بلکہ حکمت کے عین مطابق ہے۔ ہاں اگر دُنیا میں فرشتے آباد ہوتے تو بیشک ان کے پاس فرشتے کو رسول بنا کر بھیجا جاتا۔

(۵۲) رحمت کے خزانوں سے یہاں مراد نبوت عطا کرنے کا اختیار ہے۔ کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کا انکار کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ یہ مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی کو کیوں نہیں دی گئی؟ گویا وہ یہ کہہ رہے تھے کہ کسی کو نبوت ہماری مرضی سے دینی چاہئے تھی۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرما رہے ہیں کہ اگر نبوت عطا کرنے کا اختیار تمہیں دے دیا جاتا تو تم اس میں اُسی طرح بخل سے کام لیتے جیسے دُنیوی دولت کے معاملے میں بخل کرتے ہو کہ خرچ ہونے کے ڈر سے کسی کو نہیں دیتے۔

(۵۳) ایک صحیح حدیث میں ان نو۹ نشانیوں کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بیان فرمائی ہے کہ یہ نو اَحکام تھے۔ شرک نہ

إِسْرَآءِيلَ إِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهُۥ فِرْعَوْنُ إِنِّى لَأَظُنُّكَ يَٰمُوسَىٰ

لوگوں کے پاس گئے تو فرعون نے اُن سے کہا کہ: "اے موسیٰ! تمہارے بارے میں میرا تو خیال یہ ہے کہ کسی نے تم پر

مَسْحُورًا ﴿١٠١﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ أَنزَلَ هَٰٓؤُلَآءِ إِلَّا رَبُّ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَ

جادو کردیا ہے۔" (۱۰۱) موسیٰ نے کہا: "تمہیں خوب معلوم ہے کہ یہ ساری نشانیاں کسی اور نے نہیں، آسمانوں اور زمین کے پروردگار نے بصیرت پیدا

ٱلْأَرْضِ بَصَآئِرَ وَإِنِّى لَأَظُنُّكَ يَٰفِرْعَوْنُ مَثْبُورًا ﴿١٠٢﴾ فَأَرَادَ أَن

کرنے کے لئے نازل کی ہیں۔ اور اے فرعون! تمہارے بارے میں میرا گمان یہ ہے کہ تمہاری بربادی آنے والی ہے۔" (۱۰۲) پھر فرعون نے یہ ارادہ

يَسْتَفِزَّهُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَٰهُ وَمَن مَّعَهُۥ جَمِيعًا ﴿١٠٣﴾ وَقُلْنَا مِنۢ

کیا تھا کہ ان سب (بنو اسرائیل) کو اس سرزمین سے اُکھاڑ پھینکے، لیکن ہم نے اُسے اور جتنے لوگ اُس کے ساتھ تھے، اُن سب کو غرق کردیا، (۱۰۳) اور

بَعْدِهِۦ لِبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ٱسْكُنُوا۟ ٱلْأَرْضَ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ ٱلْءَاخِرَةِ

اُس کے بعد بنو اسرائیل سے کہا کہ: "تم زمین میں بسو، پھر جب آخرت کا وعدہ پورا ہونے کا وقت آئے گا تو ہم تم سب کو جمع کرکے

جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفًا ﴿١٠٤﴾ وَبِٱلْحَقِّ أَنزَلْنَٰهُ وَبِٱلْحَقِّ نَزَلَ ۗ وَمَآ

حاضر کردیں گے۔" (۱۰۴) اور ہم نے اس قرآن کو حق ہی کے ساتھ نازل کیا ہے، اور حق ہی کے ساتھ یہ اُترا ہے۔ اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں کسی اور

أَرْسَلْنَٰكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿١٠٥﴾ وَقُرْءَانًا فَرَقْنَٰهُ لِتَقْرَأَهُۥ عَلَى وقف لازم

کام کے لئے نہیں، بلکہ صرف اس لئے بھیجا ہے کہ تم (فرماں برداروں کو) خوشخبری دو، اور (نافرمانوں کو) خبردار کرو۔ (۱۰۵) اور ہم نے قرآن کے جدا

ٱلنَّاسِ عَلَىٰ مُكْثٍ وَنَزَّلْنَٰهُ تَنزِيلًا ﴿١٠٦﴾ قُلْ ءَامِنُوا۟ بِهِۦٓ أَوْ لَا تُؤْمِنُوٓا۟ ۚ إِنَّ

جدا حصے بنائے، تاکہ تم اُسے ٹھہر ٹھہر کر لوگوں کے سامنے پڑھو، اور ہم نے اُسے تھوڑا تھوڑا کرکے اُتارا ہے۔ (۱۰۶) (کافروں سے) کہہ دو کہ: "چاہے تم

ٱلَّذِينَ أُوتُوا۟ ٱلْعِلْمَ مِن قَبْلِهِۦٓ إِذَا يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ يَخِرُّونَ لِلْأَذْقَانِ

اس پر ایمان لاؤ، یا نہ لاؤ، جب یہ (قرآن) اُن لوگوں کے سامنے پڑھا جاتا ہے جن کو اس سے پہلے علم دیا گیا تھا تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں

سُجَّدًا ﴿١٠٧﴾ وَيَقُولُونَ سُبْحَٰنَ رَبِّنَآ إِن كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُولًا ﴿١٠٨﴾ وَ

گر جاتے ہیں، (۱۰۷) اور کہتے ہیں: "پاک ہے ہمارا پروردگار! بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ تو پورا ہی ہو کر رہتا ہے۔" (۵۴) (۱۰۸) اور وہ روتے ہوئے

کرو، چوری نہ کرو، زِنا نہ کرو، کسی کو ناحق قتل نہ کرو، کسی پر جھوٹا الزام لگا کر اُسے قتل یا سزا کے لئے پیش نہ کرو، جادو نہ کرو، سود نہ کھاؤ، پاک دامن عورتوں پر بہتان نہ باندھو، اور جہاد میں پیٹھ دِکھا کر نہ بھاگو (ابوداود، نسائی، ابن ماجہ)۔

(۵۴) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں تورات اور انجیل کا علم دیا گیا تھا۔ چونکہ ان کتابوں میں نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر دی گئی تھی، اس لئے ان کے مخلص لوگ قرآنِ کریم کو سن کر یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آخر زمانے میں جس کتاب کے نازل کرنے اور جس پیغمبر کو بھیجنے کا وعدہ فرمایا تھا، وہ پورا ہوگیا۔

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ

ٹھوڑیوں کے بل گر جاتے ہیں، اور یہ (قرآن) اُن کے دِلوں کی عاجزی کو اور بڑھا دیتا ہے۔(۵۵) ﴿۱۰۹﴾ کہہ دو کہ: ''چاہے تم اللہ کو پکارو، یا رحمٰن کو پکارو،

ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ

جس نام سے بھی (اللہ کو) پکارو گے، (ایک ہی بات ہے) کیونکہ تمام بہترین نام اُسی کے ہیں۔(۵۶)'' اور تم اپنی نماز نہ بہت اُونچی آواز سے پڑھو، اور

بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾ وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ

نہ بہت پست آواز سے، بلکہ ان دونوں کے درمیان (معتدل) راستہ اختیار کرو۔(۵۷) ﴿۱۱۰﴾ اور کہو کہ: ''تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے نہ کوئی بیٹا

الَّذِيْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ

بنایا، نہ اُس کی سلطنت میں کوئی شریک ہے، اور نہ اُسے عاجزی سے بچانے کے لئے کوئی حمایتی درکار ہے۔(۵۸)'' اور اُس کی ایسی بڑائی بیان کرو جیسی

وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿۱۱۱﴾

بڑائی بیان کرنے کا اُسے حق حاصل ہے۔ ﴿۱۱۱﴾

(۵۵) یہ سجدۂ تلاوت کی آیت ہے۔ یہ آیت جب بھی عربی زبان میں پڑھی جائے، سجدہ کرنا واجب ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی احتیاطاً سجدہ کرلینا ضروری ہے۔

(۵۶) اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ عرب کے مشرکین اللہ تعالیٰ کے نام ''رحمٰن'' کو نہیں مانتے تھے، چنانچہ جب مسلمان ''یا اللہ! یا رحمٰن!'' کہہ کر کوئی دُعا کرتے تو وہ مذاق اُڑاتے تھے، اور کہتے تھے کہ ایک طرف تو تم کہتے ہو کہ اللہ ایک ہے، اور دوسری طرف دو خداؤں کو پکار رہے ہو، ایک اللہ کو، اور ایک رحمٰن کو۔ اس آیت میں ان کے لغو اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اللہ اور رحمٰن دونوں اللہ ہی کے نام ہیں، بلکہ اُس کے اور بھی اچھے اچھے نام ہیں جنہیں ''اسمائے حسنیٰ'' کہا جاتا ہے، ان میں سے کسی بھی نام سے اُس کو پکارا جاسکتا ہے۔ اس سے عقیدۂ توحید پر کوئی حرف نہیں آتا۔

(۵۷) نماز میں جب بلند آواز سے تلاوت کی جاتی تو مشرکین شور مچا کر مذاق اُڑاتے اور اُس میں خلل ڈالنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ بہت اُونچی آواز سے تلاوت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یوں بھی معتدل آواز زیادہ پسندیدہ ہے۔

(۵۸) بہت سے کافروں کا یہ خیال تھا کہ جس ذات کا نہ کوئی بیٹا ہو، اور نہ اُس کی سلطنت میں کوئی شریک ہو، وہ تو بڑی کمزور ذات ہوگی۔ اس آیت نے واضح فرمادیا کہ اولاد اور مددگاروں کی حاجت اُس کو ہوتی ہے جو کمزور ہو، اور اللہ تعالیٰ کی ذات اتنی قوی ہے کہ اُسے کمزوری دُور کرنے کے لئے نہ کسی اولاد کی ضرورت ہے، نہ کسی مددگار کی حاجت۔

الحمدللہ! آج مؤرخہ ۱۷ ستمبر ۲۰۰۶ء مطابق ۲۳ شعبان ۱۴۲۷ھ بروز ہفتہ سورۂ بنی اسرائیل کا ترجمہ
اور تفسیری حواشی اسلام آباد سے کراچی جاتے ہوئے پی آئی اے کے طیارے میں تکمیل کو پہنچے۔ اور اس
پوری سورت کا ترجمہ وتشریح کرغیزستان، برطانیہ، البانیہ اور اسلام آباد کے سفروں کے دوران لکھا گیا۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ بِنِعْمَتِهٖ تَتِمُّ الصَّالِحَاتُ،
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّنَا الْكَرِيْمِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الۡکَہۡفِ

تعارف

حافظ ابنِ جریر طبریؒ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس سورت کا شانِ نزول یہ نقل کیا ہے کہ مکہ مکرّمہ کے کچھ سرداروں نے دو آدمی مدینہ منوّرہ کے یہودی علماء کے پاس یہ معلوم کرنے کے لئے بھیجے کہ تورات اور انجیل کے یہ علماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوّت کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔ یہودی علماء نے ان سے کہا کہ آپ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوالات کیجئے۔ اگر وہ ان کا صحیح جواب دے دیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، اور اگر وہ صحیح جواب نہ دے سکے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ان کا نبوّت کا دعویٰ صحیح نہیں ہے۔ پہلا سوال یہ تھا کہ اُن نوجوانوں کا وہ عجیب واقعہ بیان کریں جو کسی زمانے میں شرک سے بچنے کے لئے اپنے شہر سے نکل کر کسی غار میں چھپ گئے تھے۔ دوسرے اُس شخص کا حال بتائیں جس نے مشرق سے مغرب تک پوری دُنیا کا سفر کیا تھا۔ تیسرے اُن سے پوچھیں کہ رُوح کی حقیقت کیا ہے۔ چنانچہ یہ دونوں شخص مکہ مکرّمہ واپس آئے، اور اپنی برادری کے لوگوں کو ساتھ لے کر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تین سوال پوچھے۔ تیسرے سوال کا جواب تو پچھلی سورت (۸۵:۱۷) میں آچکا ہے۔ اور پہلے دو سوالات کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی جس میں غار میں چھپنے والے نوجوانوں کا واقعہ تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے، انہی کو "اَصحابِ کہف" کہا جاتا ہے۔ "کہف" عربی میں "غار" کو کہتے ہیں، "اَصحابِ کہف" کے معنی ہوئے: "غار والے" اور اسی غار کے نام پر سورت کو سورۃ الکہف کہا جاتا ہے۔ دوسرے سوال کے جواب میں سورت کے آخر میں ذُوالقرنین کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے جنہوں نے مشرق ومغرب کا سفر کیا تھا۔

اس کے علاوہ اسی سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ بھی بیان فرمایا گیا ہے جس میں وہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے تھے، اور کچھ عرصہ ان کی معیت میں سفر کیا تھا۔ یہ تین واقعات تو اس سورت کا مرکزی موضوع ہیں۔ ان کے علاوہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو خدا کا بیٹا قرار دے رکھا تھا، اس سورت میں بطورِ خاص اُس کی تردید بھی ہے، اور حق کا انکار کرنے والوں کو وعیدیں بھی سنائی گئی ہیں، اور حق کے ماننے والوں کو نیک انجام کی خوشخبری بھی دی گئی ہے۔

سورۂ کہف کی تلاوت کے کئی فضائل احادیث میں آئے ہیں۔ خاص طور پر جمعہ کے دن اُس کی تلاوت کی بڑی فضیلت آئی ہے، اور اسی لئے بزرگانِ دِین کا معمول رہا ہے کہ وہ جمعہ کے دن اس کی تلاوت کا خاص اہتمام کرتے تھے۔

أیاتها ۱۱۰ ۱۸ سُوْرَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ ۲۹ رکوعاتها ۱۲

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ایک سو دس آیتیں اور بارہ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۞

تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی، اور اس میں کسی قسم کی کوئی خامی نہیں رکھی، (۱)

قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ

ایک سیدھی سیدھی کتاب جو اُس نے اس لئے نازل کی ہے کہ لوگوں کو اپنی طرف سے ایک سخت عذاب سے آگاہ کرے، اور جو مؤمن نیک عمل

يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۞ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۞ وَّ

کرتے ہیں اُن کو خوشخبری دے کہ اُن کو بہترین اَجر ملنے والا ہے، (۲) جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، (۳) اور

يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۞ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا

تاکہ اُن لوگوں کو متنبہ کرے جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کوئی بیٹا بنا رکھا ہے۔ (۴) اس بات کا کوئی علمی ثبوت نہ خود اُن کے پاس ہے، نہ اُن کے

لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا

باپ دادوں کے پاس تھا۔ بڑی سنگین بات ہے جو اُن کے منہ سے نکل رہی ہے۔ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں، وہ جھوٹ کے

كَذِبًا ۞ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا

سوا کچھ نہیں۔ (۵) اب (اے پیغمبر!) اگر لوگ (قرآن کی) اس بات پر ایمان نہ لائیں، تو ایسا لگتا ہے جیسے تم افسوس کر کر کے ان کے پیچھے اپنی جان کو

الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۞ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا

گھلا بیٹھو گے! (۶) یقین جانو کہ رُوئے زمین پر جتنی چیزیں ہیں، ہم نے اُنہیں زمین کی سجاوٹ کا ذریعہ اس لئے بنایا ہے تاکہ لوگوں کو آزمائیں کہ اُن

لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۞ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا

میں کون زیادہ اچھا عمل کرتا ہے۔(۱) (۷) اور یہ بھی یقین رکھو کہ رُوئے زمین پر جو کچھ ہے، ایک دن ہم اُسے ایک سپاٹ میدان بنا دیں

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے کفر اور معاندانہ طرزِ عمل سے سخت صدمہ ہوتا تھا، ان آیات میں آپ کو تسلی دی گئی ہے کہ یہ دُنیا تو لوگوں کے امتحان کے لئے بنائی گئی ہے، تاکہ یہ دیکھا جائے کہ کون ہے جو دُنیا کی سجاوٹ میں محو ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھول جاتا ہے، اور کون ہے جو اس کو اللہ تعالیٰ کے اَحکام کے مطابق استعمال کر کے اپنے لئے آخرت کا ذخیرہ بناتا ہے۔ اور جب یہ امتحان گاہ ہے تو اس میں وہ لوگ بھی ہوں گے جو اِمتحان میں کامیاب ہوں گے، اور وہ بھی جو ناکام ہوں گے۔ لہٰذا اگر یہ لوگ کفر وشرک کا ارتکاب کر کے امتحان میں ناکام ہو رہے ہیں تو اس میں نہ کوئی تعجب کی بات ہے، اور نہ اس پر آپ کو اتنا افسوس کرنا چاہئے کہ آپ اپنی جان کو گھلا بیٹھیں۔

جُرُزًا ﴿٨﴾ اَمۡ حَسِبۡتَ اَنَّ اَصۡحٰبَ الۡكَهۡفِ وَالرَّقِيۡمِ ۙ كَانُوۡا مِنۡ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾

گے۔(۲) ﴿٨﴾ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ غار اور رقیم والے لوگ(۳) ہماری نشانیوں میں سے کچھ (زیادہ) عجیب چیز تھے؟(۴) ﴿٩﴾ یہ اُس وقت کا ذکر ہے

(۲) یعنی جتنی چیزوں سے یہ زمین سجی ہوئی اور بارونق نظر آتی ہے، ایک دن وہ سب فنا ہوجائیں گی، نہ کوئی عمارت باقی رہے گی، نہ پہاڑ اور درخت، بلکہ وہ ایک چٹیل اور سپاٹ میدان میں تبدیل ہوجائے گی۔ اُس وقت یہ حقیقت واضح ہوگی کہ دُنیا کی ظاہری خوبصورتی بڑی ناپائیدار تھی۔ اور یہی وہ وقت ہوگا جب آپ کے ساتھ ضد اور دُشمنی کا معاملہ کرنے والے اپنے بُرے انجام کو پہنچیں گے۔ لہٰذا اگر ان لوگوں کو دُنیا میں ڈھیل دی جارہی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُنہیں بدعملی کے باوجود آزاد چھوڑ دیا گیا ہے۔ لہٰذا نہ آپ کو زیادہ رنجیدہ ہونے کی ضرورت ہے، اور نہ ان کے انجام پر فکرمند ہونے کی۔ آپ کا کام تبلیغ ہے، بس اُسی میں اپنے آپ کو مصروف رکھئے۔

(۳) ان حضرات کے واقعے کا خلاصہ قرآنِ کریم کے بیان کے مطابق یہ ہے کہ یہ کچھ نوجوان تھے جو ایک مشرک بادشاہ کے عہدِ حکومت میں توحید کے قائل تھے۔ بادشاہ نے ان کو توحید پر ایمان رکھنے کی بنا پر پریشان کیا تو یہ حضرات شہر سے نکل کر ایک غار میں چھپ گئے تھے۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے ان پر گہری نیند طاری فرمادی، اور یہ تین سو نو (۳۰۹) سال تک اُسی غار میں پڑے سوتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نیند کے دوران اپنی قدرتِ کاملہ سے اُن کی زندگی کو بھی سلامت رکھا، اور اُن کے جسم بھی گلنے سڑنے سے محفوظ رہے۔ تین سو نو سال بعد ان کی آنکھ کھلی تو اُنہیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ اتنی لمبی مدّت تک سوتے رہے ہیں۔ لہٰذا ان کو بھوک محسوس ہوئی تو اپنے میں سے ایک صاحب کو کچھ کھانا خرید کر لانے کے لئے شہر بھیجا، اور یہ ہدایت کی کہ احتیاط کے ساتھ شہر میں جائیں، تاکہ ظالم بادشاہ کو پتہ نہ چل سکے۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس تین سو سال کے عرصے میں وہ ظالم بادشاہ مرکھپ گیا تھا، اور ایک نیک اور صحیح العقیدہ شخص بادشاہ بن چکا تھا۔ یہ صاحب جب شہر میں پہنچے تو کھانا خریدنے کے لئے وہی پُرانا سکہ پیش کیا جو تین سو سال پہلے اس ملک میں چلا کرتا تھا، دُکان دار نے وہ پُرانا سکہ دیکھا تو اس طرح یہ بات سامنے آئی کہ یہ حضرات صدیوں تک سوتے رہے تھے۔ بادشاہ کو پتہ چلا تو اُس نے ان لوگوں کو بڑی عزّت اور اِکرام کے ساتھ اپنے پاس بلایا، اور بالآخر جب ان حضرات کی وفات ہوئی تو ان کی یادگار میں ایک مسجد تعمیر کی۔ عیسائیوں کے یہاں یہ واقعہ "سات سونے والوں" (Seven Sleepers) کے نام سے مشہور ہے۔ معروف مؤرخ ایڈورڈ گبن نے اپنی مشہور کتاب "زوال وسقوطِ سلطنتِ رُوم" میں بیان کیا ہے کہ وہ ظالم بادشاہ ڈوسیس تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیرووں پر ظلم ڈھانے میں بہت مشہور ہے۔ اور یہ واقعہ ترکی کے شہر افسس میں پیش آیا تھا۔ جس بادشاہ کے زمانے میں یہ حضرات بیدار ہوئے، گبن کے بیان کے مطابق وہ تھیوڈوسیس تھا۔ مسلمان مؤرخین اور مفسرین نے بھی اس سے ملتی جلتی تفصیلات بیان فرمائی ہیں، اور ظالم بادشاہ کا نام دقیانوس ذکر کیا ہے۔ ہمارے دور کے بعض محققین کا کہنا ہے کہ یہ واقعہ اُردُن کے شہر عمان کے قریب پیش آیا تھا جہاں ایک غار میں کچھ لاشیں اب تک موجود ہیں۔ یہ تحقیق میں نے تفصیل کے ساتھ اپنی کتاب "جہانِ دیدہ" میں بیان کردی ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی بات بھی اتنی مستند نہیں ہے کہ اُس پر بھروسہ کیا جاسکے۔ قرآنِ کریم کا اُسلوب یہ ہے کہ وہ کسی واقعے کی اُتنی ہی تفصیل بیان فرماتا ہے جو فائدہ مند ہو۔ اس سے زیادہ تفصیلات میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَ

جب اُن نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تھی، اور (اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہوئے) کہا تھا کہ: "اے ہمارے پروردگار! ہم پر خاص اپنے پاس سے

هَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ⑩ فَضَرَبْنَا عَلَىٰ آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ

رحمت نازل فرمایئے، اور ہماری اس صورتِ حال میں ہمارے لئے بھلائی کا راستہ مہیا فرما دیجئے۔" (۱۰) چنانچہ ہم نے اُن کے کانوں کو تھپکی دے

سِنِينَ عَدَدًا ⑪ ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَىٰ لِمَا لَبِثُوا

کر کئی سال تک اُن کو غار میں سلائے رکھا(۵)۔ (۱۱) پھر ہم نے اُن کو جگایا، تاکہ یہ دیکھیں کہ ان کے دو گروہوں میں سے کونسا گروہ اپنے سوئے

أَمَدًا ⑫ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ ۚ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ آمَنُوا ع ۱۲

رہنے کی مدت کا زیادہ صحیح شمار کرتا ہے(۶)۔ (۱۲) ہم تمہارے سامنے اُن کا واقعہ ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہیں۔ یہ کچھ نوجوان تھے جو اپنے پروردگار پر

بِرَبِّهِمْ وَزِدْنَاهُمْ هُدًى ⑬ وَرَبَطْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا

ایمان لائے تھے، اور ہم نے اُن کو ہدایت میں خوب ترقی دی تھی، (۱۳) اور ہم نے اُن کے دِل خوب مضبوط کر دیئے تھے(۷)۔ یہ اُس وقت کا ذکر

رَبُّنَا رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوَ مِنْ دُونِهِ إِلَٰهًا لَقَدْ

ہے جب وہ اُٹھے، اور انہوں نے کہا کہ: "ہمارا پروردگار وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ ہم اُس کے سوا کسی کو معبود بنا کر ہرگز نہیں

ان حضرات کو "اصحاب الکہف" (غار والے) کہنے کی وجہ تو ظاہر ہے کہ انہوں نے غار میں پناہ لی تھی۔ لیکن ان کو "رقیم والے" کیوں کہتے ہیں؟ اس کے بارے میں مفسرین کی رائیں مختلف ہیں۔ بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ "رقیم" اس غار کے نیچے والی وادی کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ "رقیم" تختی پر لکھے ہوئے کتبے کو کہتے ہیں، اور ان حضرات کے انتقال کے بعد ان کے نام ایک تختی پر کتبے کی صورت میں لکھوا دیئے گئے تھے، اس لئے ان کو "اصحاب الرقیم" بھی کہا جاتا ہے۔ تیسرے بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ اُس پہاڑ کا نام ہے جس پر وہ غار واقع تھا۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۴) جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان نوجوانوں کے بارے میں سوال کیا تھا، انہوں نے یہ بھی کہا تھا کہ ان کا واقعہ بڑا عجیب ہے۔ اس آیت میں اُنہی کے حوالے سے فرمایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے پیش نظر یہ واقعہ کوئی بہت عجیب نہیں ہے، کیونکہ اُس کی قدرت کے کرشمے تو بیشمار ہیں۔

(۵) "کانوں پر تھپکی دینا" عربی کا ایک محاورہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ گہری نیند طاری کر دی۔ وجہ یہ ہے کہ نیند کے شروع میں کان آوازیں سنتے رہتے ہیں، اور ان کا سننا اُسی وقت بند ہوتا ہے جب نیند گہری ہو گئی ہو۔

(۶) آگے آرہا ہے کہ جب یہ لوگ بیدار ہوئے تو آپس میں گفتگو کرنے لگے کہ وہ کتنی دیر سوئے ہیں۔ اُسی کی طرف اشارہ ہے۔

(۷) ابن کثیر کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بادشاہ کو ان کے عقیدے کا پتہ لگا تو اُس نے انہیں اپنے دربار میں طلب کر لیا، اور ان سے ان کے عقیدے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بڑی بے باکی سے توحید کا عقیدہ بیان کیا جس کا آگے ذکر آرہا ہے۔ دِل کی اسی مضبوطی کا حوالہ اس آیت میں دیا گیا ہے۔

قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿١٤﴾ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ لَوْلَا

پکاریں گے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہم یقیناً انتہائی لغو بات کہیں گے۔ (۱۴) یہ ہماری قوم کے لوگ ہیں جنہوں نے اُس پروردگار کو چھوڑ کر

يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

دوسرے معبود بنا رکھے ہیں۔ (اگر ان کا عقیدہ صحیح ہے تو) وہ اپنے معبودوں کے ثبوت میں کوئی واضح دلیل کیوں پیش نہیں کرتے؟ بھلا اُس شخص

كَذِبًا ﴿١٥﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗٓا اِلَى

سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے؟ (۱۵) اور (ساتھیو!) جب تم نے اِن لوگوں سے بھی علیحدگی اختیار کر لی ہے، اور اُن سے بھی جن

الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ

کی یہ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں، تو چلو اب تم اُس غار میں پناہ لے لو،(۸) تمہارا پروردگار تمہارے لئے اپنا دامنِ رحمت پھیلا دے گا، اور

مِّرْفَقًا ﴿١٦﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ

تمہارے کام میں آسانی کے اسباب مہیا فرمائے گا۔" (۱۶) اور (وہ غار ایسا تھا کہ) تم سورج کو نکلتے وقت دیکھتے تو وہ اُن کے غار سے دائیں

الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ

طرف ہٹ کر نکل جاتا، اور جب غروب ہوتا تو اُن سے بائیں طرف کترا کر چلا جاتا،(۹) اور وہ اُس غار کے ایک کشادہ حصے میں (سوئے ہوئے)

مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ

تھے۔ یہ سب کچھ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔(۱۰) جسے اللہ ہدایت دیدے، وہی ہدایت پاتا ہے، اور جسے وہ گمراہ کردے،

يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ ع

اُس کا تمہیں ہرگز کوئی مددگار نہیں مل سکتا جو اُسے راستے پر لائے۔ (۱۷) تم اُنہیں (دیکھ کر) یہ سمجھتے کہ وہ جاگ رہے ہیں،

رُقُوْدٌ ڰ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ڰ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ

حالانکہ وہ سوئے ہوئے تھے،(۱۱) اور ہم اُن کو دائیں اور بائیں کروٹ دِلواتے رہتے تھے، اور اُن کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں

(۸) یعنی جب تم نے دینِ حق اختیار کر لیا ہے، اور تمہارے شہر کے لوگ تمہارے مخالف ہو گئے ہیں، تو اب اس دین کے مطابق عبادت کرنے کی یہی صورت ہے کہ شہر سے باہر پہاڑ پر جو غار ہے، اس میں جا بیٹھو کہ کسی کو تمہارا پتہ نہ چلے۔

(۹) اس غار کا محلِ وقوع کچھ ایسا تھا کہ اس میں دُھوپ نہیں آتی تھی۔ طلوعِ آفتاب کے وقت سورج اس کی دائیں جانب ہٹ کر نکل جاتا تھا، اور غروب کے وقت بائیں جانب۔ اور اس طرح یہ لوگ دُھوپ کی تپش سے محفوظ بھی رہے، اور اس سے ان کے جسم اور کپڑے بھی خراب نہیں ہوئے، اور دُھوپ کے قریب سے گذرنے کی وجہ سے گرمی کے فوائد بھی حاصل ہوتے رہے۔

(۱۰) یعنی ان لوگوں کا اس غار میں پناہ لینا، اتنے لمبے عرصے تک سوتے رہنا اور دُھوپ سے محفوظ رہنا، یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کی نشانی تھی۔

(۱۱) یعنی سونے والے پر نیند کی جو علامتیں دیکھنے والوں کو نظر آتی ہیں، وہ ان میں نظر نہیں آتی تھیں، اور ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ

ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّ
ہاتھ پھیلائے ہوئے (بیٹھا) تھا۔ اگر تم اُنہیں جھانک کر دیکھتے تو اُن سے پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوتے، اور
لَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ
تمہارے اندر اُن کی دہشت سما جاتی۔ (۱۸) اور (جیسے ہم نے انہیں سلایا تھا) اسی طرح ہم نے اُنہیں اُٹھا دیا تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے
قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا
پوچھ گچھ کریں۔ اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا: "تم اس حالت میں کتنی دیر رہے ہوگے؟" کچھ لوگوں نے کہا: "ہم ایک دن یا ایک دن
رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى
سے کچھ کم (نیند میں) رہے ہوں گے۔" دوسروں نے کہا: "تمہارا ربّ ہی بہتر جانتا ہے کہ تم کتنی دیر اس حالت میں رہے ہو۔ اب اپنے میں
الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ
سے کسی کو چاندی کا یہ سکہ دے کر شہر کی طرف بھیجو، وہ جا کر دیکھ بھال کرے کہ اس کے کونسے علاقے میں زیادہ پاکیزہ کھانا (مل سکتا) ہے،[۱۲] پھر
وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾ اِنَّهُمْ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ
تمہارے پاس وہاں سے کچھ کھانے کو لے آئے، اور اُسے چاہئے کہ ہوشیاری سے کام کرے، اور کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے۔ (۱۹) کیونکہ اگر
يَرْجُمُوْكُمْ اَوْ يُعِيْدُوْكُمْ فِيْ مِلَّتِهِمْ وَلَنْ تُفْلِحُوْٓا اِذًا
ان (شہر کے) لوگوں کو تمہاری خبر مل گئی تو یہ تمہیں پتھراؤ کر کے ہلاک کر ڈالیں گے، یا تمہیں اپنے دِین میں واپس آنے کے لئے مجبور کریں گے،
اَبَدًا ﴿۲۰﴾ وَكَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ
اور ایسا ہوا تو تمہیں کبھی فلاح نہیں مل سکے گی۔" (۲۰) اور یوں ہم نے اُن کی خبر لوگوں تک پہنچا دی[۱۳] تاکہ وہ یقین سے جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا

نصف القرآن باعتبار عدد الحروف بان التاء بعد الباء من النصف الاول و اللام الثانية من النصف الاخير ۱۲

لیٹے ہوئے جاگ رہے ہیں۔

(۱۲) پاکیزہ کھانے سے مراد بظاہر حلال کھانا ہے۔ ان حضرات کو فکر یہ تھی کہ بت پرستوں کے شہر میں حلال کھانا ملنا آسان نہیں۔ اس لئے جانے والے کو یہ تاکید کی کہ وہ ایسی جگہ سے کھانا لائے جہاں حلال کھانا میسر ہو۔ نیز چونکہ ان کے خیال میں ابھی تک اُسی بت پرست بادشاہ کی حکومت تھی، اس لئے انہیں دوسری فکر یہ تھی کہ کہیں کسی کو ان کے غار میں چھپنے کا پتہ نہ لگ جائے۔ اس لئے جانے والے کو دوسری تاکید یہ کی کہ ہوشیاری سے جا کر کھانا لائے۔

(۱۳) جب وہ صاحب، جن کا نام بعض روایتوں میں "تملیخا" بتایا گیا ہے، کھانا لینے کے لئے شہر پہنچے، اور دُکان دار کو وہ سکہ پیش کیا جو تین سو سال پُرانا تھا، اور اُس پر پُرانے بادشاہ کی علامتیں تھیں تو دُکان دار بڑا حیران ہوا، اور ان کو لے کر اُس وقت کے بادشاہ کے پاس پہنچا۔ یہ بادشاہ نیک تھا، اور اس نے یہ قصہ سن رکھا تھا کہ کچھ نوجوان دقیانوس کے ظلم سے تنگ آ کر کہیں غائب ہوگئے تھے۔ اس نے معاملے کی مزید تحقیق کی تو پتہ چل گیا کہ یہ وہی نوجوان ہیں۔ اس پر بادشاہ نے ان کا خوب اِکرام کیا، لیکن یہ حضرات دوبارہ اُسی غار میں چلے گئے، اور وہیں پر اللہ تعالیٰ نے اُنہیں وفات دے دی۔

السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا

ہے، نیز یہ کہ قیامت کی گھڑی (آنے والی ہے)(۱۴) اس میں کوئی شک نہیں۔ (پھر وہ وقت بھی آیا) جب لوگ ان کے بارے میں آپس میں جھگڑ رہے

ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ

تھے،(۱۵) چنانچہ کچھ لوگوں نے کہا کہ ان پر ایک عمارت بنا دو۔ ان کا ربّ ہی ان کے معاملے کو بہتر جانتا ہے۔(۱۶) (آخر کار) جن لوگوں کو ان کے

أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ

معاملات پر غلبہ حاصل تھا، انہوں نے کہا کہ: "ہم تو ان کے اُوپر ایک مسجد ضرور بنائیں گے۔" ﴿۲۱﴾ کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ تین آدمی تھے، اور چوتھا

وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۖ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّ

اُن کا کتا تھا، اور کچھ کہیں گے کہ وہ پانچ تھے، اور چھٹا اُن کا کتا تھا۔ یہ سب اَٹکل کے تیر چلانے کی باتیں ہیں۔ اور کچھ کہیں گے کہ وہ سات تھے،

ثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ فَلَا

اور آٹھواں ان کا کتا تھا۔ کہہ دو کہ: "میرا ربّ ہی ان کی صحیح تعداد کو جانتا ہے۔ تھوڑے سے لوگوں کے سوا کسی کو ان کا پورا علم نہیں۔" لہٰذا ان کے

---

(۱۴) ان اصحابِ کہف کا اتنی لمبی مدّت تک سوتے رہنا اور پھر زندہ جاگ اُٹھنا اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی واضح دلیل تھی، اور اس واقعے کو دیکھ کر ہر شخص بآسانی اس نتیجے تک پہنچ سکتا تھا کہ جو ذات اتنے عرصے تک سونے کے بعد ان نوجوانوں کو زندہ اُٹھا سکتی ہے، یقیناً وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمام انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کردے۔ بعض روایات میں ہے کہ اُس وقت کا بادشاہ تو قیامت اور آخرت پر ایمان رکھتا تھا، لیکن کچھ لوگ آخرت کے بارے میں شکوک وشبہات کا اظہار کر رہے تھے، اور بادشاہ نے یہ دُعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو کوئی ایسا واقعہ دِکھا دے جس سے آخرت پر ان کا ایمان مضبوط ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت ان نوجوانوں کو جگا کر اپنی قدرت کا یہ کرشمہ دِکھا دیا۔

(۱۵) جیسا کہ پیچھے عرض کیا گیا، یہ حضرات جاگنے کے بعد جلد ہی اُسی غار میں وفات پا گئے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ کرشمہ سامنے آیا کہ جن نوجوانوں کو کبھی اس شہر میں اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے، اب اُسی شہر میں اُن کی ایسی عزّت ہوئی کہ لوگ اُن کی یادگار میں کوئی عمارت بنانے کی فکر میں پڑ گئے۔ اور آخر کار جن لوگوں کو اِقتدار حاصل تھا، انہوں نے یہ طے کیا کہ جس غار میں ان کی وفات ہوئی ہے، اس پر ایک مسجد بنا دیں۔ واضح رہے کہ عمان کے پاس جو غار دریافت ہوا ہے، اس میں کھدائی کرنے سے غار کے اُوپر بنی ہوئی ایک مسجد بھی برآمد ہوئی ہے۔ یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ اُن کی وفات کی جگہ پر مسجد بنانے کی یہ تجویز اس زمانے کے اصحابِ اِقتدار نے دی تھی، قرآنِ کریم نے اس تجویز کی تائید نہیں فرمائی۔ لہٰذا اس آیت سے مقبرے بنانے یا قبروں کو عبادت گاہ میں تبدیل کرنے کا کوئی جواز نہیں نکلتا۔ بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی احادیث میں اس عمل سے منع فرمایا ہے۔

(۱۶) روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب ان حضرات کی یادگار تعمیر کرنے کی تجویز آئی تو لوگوں نے یہ بھی سوچا کہ ان کے صحیح صحیح نام اور ان کا نسب اور مذہب وغیرہ بھی اس یادگار پر لکھا جائے، لیکن چونکہ کسی کو ان کے پورے حالات معلوم نہیں تھے، اس لئے پھر لوگوں نے کہا کہ ان کے ٹھیک ٹھیک حالات تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن ہم ان کے نسب وغیرہ کی تحقیق میں پڑے بغیر ہی ان کی یادگار بنا دیتے ہیں۔

تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۖ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيهِمْ مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَلَا ع۳ ۱۵
بارے میں سرسری گفتگو سے آگے بڑھ کر کوئی بحث نہ کرو، اور نہ ان کے بارے میں کسی سے پوچھ گچھ کرو۔(۱۷) ﴿۲۲﴾ اور (اے پیغمبر!)
تَقُولَنَّ لِشَا۟يْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ ذَٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ إِلَّآ أَن يَشَآءَ ٱللَّهُ ۚ وَٱذْكُر
کسی بھی کام کے بارے میں کبھی یہ نہ کہو کہ میں یہ کام کل کرلوں گا، ﴿۲۳﴾ ہاں (یہ کہو کہ) اللہ چاہے گا تو (کرلوں گا)(۱۸)۔ اور جب کبھی بھول
رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰٓ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّي لِأَقْرَبَ مِنْ هَٰذَا
جاؤ تو اپنے رَبّ کو یاد کرلو، اور کہو: ''مجھے اُمید ہے کہ میرا رَبّ کسی ایسی بات کی طرف میری رہنمائی کردے جو ہدایت میں اس سے بھی
رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَلَبِثُوا۟ فِي كَهْفِهِمْ ثَلَٰثَ مِا۟ئَةٍ سِنِينَ وَٱزْدَادُوا۟ تِسْعًا ﴿۲۵﴾
زیادہ قریب ہو۔''(۱۹) ﴿۲۴﴾ اور وہ (اصحابِ کہف) اپنے غار میں تین سو سال اور مزید نو سال (سوتے) رہے۔ ﴿۲۵﴾
قُلِ ٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا۟ ۖ لَهُۥ غَيْبُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ أَبْصِرْ بِهِۦ وَ
(اگر کوئی اس میں بحث کرے تو) کہہ دو کہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کتنی مدّت (سوتے) رہے(۲۰)۔ آسمانوں اور زمین کے سارے بھید اُسی کے علم

---

(۱۷) اس آیت نے یہ مستقل سبق دے دیا ہے کہ جس معاملے پر اِنسان کا کوئی عملی مسئلہ موقوف نہ ہو، اُس کے بارے میں خواہ مخواہ بحثیں نہیں کرنی چاہئیں۔ اصحابِ کہف کے واقعے میں اصل سبق لینے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے کس طرح ناموافق حالات میں حق پر ثابت قدم رہنے کا مظاہرہ کیا، اور پھر اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کی مدد فرمائی۔ رہا یہ کہ ان کی صحیح تعداد کیا تھی؟ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس پر بحث کا بازار گرم کیا جائے۔ لہٰذا اس میں اُلجھنے کے بجائے یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اگر کوئی اس معاملے میں بحث کرنا بھی چاہے تو اُسے سرسری گفتگو کرکے ٹال دو، اور اپنا وقت ضائع نہ کرو۔

(۱۸) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحابِ کہف اور ذُوالقرنین کے بارے میں سوال کیا گیا تھا، اُس وقت آپ نے سوال کرنے والوں سے ایک طرح کا وعدہ کرلیا تھا کہ میں اس سوال کا جواب کل دُوں گا۔ اُس وقت آپ ''اِن شاء اللہ'' کہنا بھول گئے تھے، اور آپ کو یہ اُمید تھی کہ کل تک وحی کے ذریعے آپ کو ان واقعات سے باخبر کردیا جائے گا۔ اس واقعے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے یہ مستقل ہدایت عطا فرمائی کہ کسی بھی مسلمان کو آئندہ کے بارے میں کوئی بات ''اِن شاء اللہ'' کہے بغیر نہیں کہنی چاہئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس معاملے میں چونکہ آپ نے ''اِن شاء اللہ'' نہیں فرمایا تھا، اس لئے اگلے روز وحی نہیں آئی، بلکہ کئی روز کے بعد وحی آئی، اور اُس میں یہ ہدایت بھی دی گئی۔

(۱۹) اصحابِ کہف کا واقعہ سوال کرنے والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل کے طور پر پوچھا تھا۔ اس آیت میں فرمایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوّت کے اور بھی دلائل عطا فرمائے ہیں جو اصحابِ کہف کا واقعہ سنانے سے بھی زیادہ واضح ہیں۔

(۲۰) اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کے بارے میں یہ بتلادیا کہ وہ غار میں تین سو نو سال تک سوتے رہے، لیکن آگے پھر وہی بات ارشاد فرمائی کہ محض قیاسات کی بنیاد پر اس بحث میں بھی پڑنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر کوئی اس مدّت سے اختلاف کرے تو یہ کہہ کر بحث کا دروازہ بند کردو کہ اللہ تعالیٰ ہی اس مدّت کو خوب جانتا ہے۔ اُس نے جو مدّت بتادی ہے، وہی درست ہے۔

أَسْمِعْ ۚ مَا لَهُم مِّن دُونِهِۦ مِن وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِى حُكْمِهِۦٓ أَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ

میں ہیں۔ وہ کتنا دیکھنے والا، اور کتنا سننے والا ہے! اُس کے سوا ان کا کوئی رکھوالا نہیں ہے، اور وہ اپنی حکومت میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔ (۲۶) اور

مَآ أُوحِىَ إِلَيْكَ مِن كِتَابِ رَبِّكَ ۖ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَـٰتِهِۦ وَلَن تَجِدَ مِن

(اے پیغمبر!) تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے وحی کے ذریعے جو کتاب بھیجی گئی ہے، اُسے پڑھ کر سنادو۔ کوئی نہیں ہے جو اُس کی باتوں کو بدل

دُونِهِۦ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَوٰةِ

سکے، اور اُسے چھوڑ کر تمہیں ہرگز کوئی پناہ کی جگہ نہیں مل سکتی۔(۲۱) (۲۷) اور اپنے آپ کو اِستقامت سے اُن لوگوں کے ساتھ ساتھ رکھو جو صبح وشام اپنے

وَالْعَشِىِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُۥ ۖ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيدُ زِينَةَ الْحَيَوٰةِ

رَبّ کو اس لئے پکارتے ہیں کہ وہ اُس کی خوشنودی کے طلبگار ہیں۔(۲۲) اور تمہاری آنکھیں دُنیوی زندگی کی خوبصورتی کی تلاش میں ایسے لوگوں سے

الدُّنْيَا ۖ وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُۥ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَىٰهُ وَكَانَ أَمْرُهُۥ

ہٹنے نہ پائیں۔ اور کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانو جس کے دِل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے، اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہوا ہے، اور

فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ ۖ فَمَن شَآءَ فَلْيُؤْمِن وَمَن شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۚ الثلث

جس کا معاملہ حد سے گذر چکا ہے۔ (۲۸) اور کہہ دو کہ: ”حق تو تمہارے رَبّ کی طرف سے آچکا ہے۔ اب جو چاہے، ایمان لے آئے، اور جو

إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظَّـٰلِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۚ وَإِن يَسْتَغِيثُوا۟

چاہے کفر اختیار کرے(۲۳)۔“ ہم نے بیشک (ایسے) ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں ان کو گھیرے میں لے لیں گی، اور اگر وہ

---

(۲۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خطاب درحقیقت ان کافروں کو سنانے کے لئے ہے جو آپ سے یہ مطالبہ کیا کرتے تھے کہ آپ اس قرآن میں ہماری خواہش اور عقیدے کے مطابق تبدیلیاں کرلیں تو ہم آپ کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ ان کا یہ مطالبہ پیچھے سورۂ یونس (۱۰:۱۵) میں گذر چکا ہے۔ یہاں فرمایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں تبدیلی کرنے کا کسی کو اِختیار نہیں، اور اگر کوئی ایسا کرے تو اُسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے کوئی پناہ گاہ میسر نہیں آسکتی۔

(۲۲) بعض کفار کا مطالبہ یہ بھی تھا کہ جو غریب اور کم حیثیت لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے ہیں، اگر آپ انہیں اپنے پاس سے ہٹادیں تو ہم آپ کی بات سننے کو تیار ہوں گے، موجودہ حالت میں ہم ان غریبوں کے ساتھ بیٹھ کر آپ کی کوئی بات نہیں سن سکتے۔ یہ آیت اس مطالبے کو رَدّ کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دے رہی ہے کہ آپ اس مطالبے کو نہ مانیں، اور اپنے غریب صحابہ کی رفاقت نہ چھوڑیں۔ اور اس ضمن میں ان غریب صحابۂ کرام کی فضیلت اور ان کے مقابلے میں ان مال دار کافروں کی برائی بیان فرمائی گئی ہے۔ یہی مضمون سورۂ انعام (۶:۵۲) میں بھی گذر چکا ہے۔

(۲۳) یعنی حق کے واضح ہوجانے کے بعد دُنیا میں کسی کو ایمان لانے پر زبردستی مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ جو شخص ایمان نہیں لائے گا، اُس کو آخرت میں بیشک ایک خوفناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔

يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ؕ بِئْسَ الشَّرَابُ ؕ وَسَآءَتْ

فریاد کریں گے تو اُن کی فریاد کا جواب ایسے پانی سے دیا جائے گا جو تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا، (اور) چہروں کو بھون کر رکھ دے گا۔ کیسا بدترین پانی،

مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ

اور کیسی بری آرام گاہ! (۲۹) البتہ جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے نیک عمل کئے، تو یقیناً ہم ایسے لوگوں کے اَجر کو ضائع نہیں کرتے جو اچھی

اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ

طرح عمل کریں۔ (۳۰) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں، اُن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی۔ اُن کو وہاں

فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ

سونے کے کنگنوں سے مزین کیا جائے گا، وہ اُونچی مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے باریک اور دبیز ریشم کے سبز کپڑے پہنے ہوں گے۔

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ ع ۹ / ۱۶

کتنا بہترین اَجر، اور کیسی حسین آرام گاہ! (۳۱) اور (اے پیغمبر!) ان لوگوں کے سامنے اُن دو آدمیوں کی مثال پیش کرو (۲۴)

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ

جن میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دے رکھے تھے، اور ان کو کھجور کے درختوں سے گھیرا ہوا تھا،

وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّجَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ﴿۳۲﴾ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا

اور ان دونوں باغوں کے درمیان کھیتی لگائی ہوئی تھی۔ (۳۲) دونوں باغ پورا پورا پھل دیتے تھے، اور کوئی باغ پھل دینے

وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ ۙ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ

میں کوئی کمی نہیں چھوڑتا تھا، اور ان دونوں کے درمیان ہم نے ایک نہر جاری کردی تھی، (۳۳) اور اس شخص کو خوب دولت حاصل ہوئی تو وہ اپنے

لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ

ساتھی سے باتیں کرتے ہوئے کہنے لگا کہ: "میرا مال بھی تم سے زیادہ ہے، اور میرا جتھہ بھی تم سے زیادہ مضبوط ہے۔" (۳۴) اور وہ اپنی جان پر ستم

(۲۴) آیت نمبر ۲۸ میں کافر سرداروں کے اس تکبر کی طرف اشارہ کیا گیا تھا جس کی وجہ سے وہ غریب مسلمانوں کے ساتھ بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ ایک ایسا واقعہ بیان فرمارہے ہیں جس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ مال و دولت کی زیادتی کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر کوئی شخص اِترائے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ مضبوط نہ ہوتو بڑے بڑے مال دار لوگ انجام کار ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صحیح ہوتو غریب لوگ ان سے کہیں آگے نکل جاتے ہیں۔ جن دو آدمیوں کا یہاں ذکر فرمایا گیا ہے، ان کی کوئی تفصیل کسی مستند مرفوع روایت میں موجود نہیں ہے۔ البتہ بعض مفسرین نے کچھ روایتوں کی بنیاد پر یہ کہا ہے کہ یہ بنی اِسرائیل میں سے تھے، اور انہیں اپنے باپ سے وراثت میں بڑی دولت ہاتھ آئی تھی۔ ان میں سے ایک نے کافر ہوکر اسی دولت سے دِل لگالیا، اور دوسرے نے اپنی دولت کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا، اور اس کی وجہ سے اُس کی دولت پہلے شخص کے مقابلے میں گنتی میں کم رہ گئی۔ لیکن آخرکار کافر شخص کی دولت پر آفت آگئی، اور اُسے حسرت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔

جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ۙ ﴿۳۵﴾ وَّمَآ

داخل ہوا۔ کہنے لگا: ''میں نہیں سمجھتا کہ یہ باغ کبھی بھی تباہ ہوگا، ﴿۳۵﴾ اور میرا خیال یہ ہے ڈھاتا ہوا اپنے باغ میں

اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا

کہ قیامت کبھی نہیں آئے گی۔ اور اگر کبھی مجھے اپنے رَبّ کے پاس واپس بھیجا بھی گیا، تب بھی مجھے یقین ہے کہ مجھے اس سے بھی

مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ

اچھی جگہ ملے گی۔'' ﴿۳۶﴾ اُس کے ساتھی نے اُس سے باتیں کرتے ہوئے کہا: ''کیا تم اُس ذات کے ساتھ کفر کا معاملہ کر رہے ہو جس نے تمہیں

خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ؕ ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ

مٹی سے، اور پھر نطفے سے پیدا کیا، پھر تمہیں ایک بھلا چنگا انسان بنا دیا؟ ﴿۳۷﴾ جہاں تک میرا تعلق ہے، میں تو یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اللہ میرا

رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ

پروردگار ہے، اور میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتا۔ ﴿۳۸﴾ اور جب تم اپنے باغ میں داخل ہو رہے تھے، اُس وقت تم نے یہ کیوں

مَا شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ

نہیں کہا کہ ماشاء اللہ لاقوۃ الّا باللہ! (جو اللہ چاہتا ہے، وہی ہوتا ہے، اللہ کی توفیق کے بغیر کسی میں کوئی طاقت نہیں)۔ اگر تمہیں یہ نظر آرہا ہے کہ

وَلَدًا ﴿۳۹﴾ ۚ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا

میری دولت اور اولاد تم سے کم ہے، ﴿۳۹﴾ تو میرے رَبّ سے کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ مجھے تمہارے باغ سے بہتر چیز عطا فرما دے، اور تمہارے اس

حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۙ ﴿۴۰﴾ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا

باغ پر کوئی آسمانی آفت بھیج دے، جس سے وہ چکنے میدان میں تبدیل ہو کر رہ جائے۔ ﴿۴۰﴾ یا اُس کا پانی زمین میں اُتر جائے، پھر تم اُسے تلاش

فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ

بھی نہ کر سکو۔'' ﴿۴۱﴾ اور (پھر ہوا یہ کہ) اُس کی ساری دولت عذاب کے گھیرے میں آگئی، اور صبح ہوئی تو اِس حالت میں کہ اُس نے باغ پر جو کچھ

فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ

خرچ کیا تھا، وہ اُس پر ہاتھ ملتا رہ گیا، جبکہ اُس کا باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا پڑا تھا، اور وہ کہہ رہا تھا: ''کاش! میں نے اپنے رَبّ کے ساتھ کسی کو شریک

اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ؕ ﴿۴۳﴾

نہ مانا ہوتا۔'' ﴿۴۲﴾ اور اُسے کوئی ایسا جتھہ میسر نہ آیا جو اللہ کو چھوڑ کر اُس کی مدد کرتا، اور نہ وہ خود اس قابل تھا کہ اپنا دِفاع کر سکے۔ ﴿۴۳﴾ ایسے موقع پر

ع ۵ ۱۲ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع وَاضْرِبْ لَهُمْ

(آدمی کو پتہ چلتا ہے کہ) مدد کا سارا اِختیار سچے اللہ کو حاصل ہے۔ وہی ہے جو بہتر ثواب دیتا اور بہتر اَنجام دِکھاتا ہے۔ ﴿۴۴﴾

مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ

اور ان لوگوں سے دُنیوی زندگی کی یہ مثال بھی بیان کردو کہ وہ ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا، تو اُس سے زمین کا سبزہ خوب گھنا

فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا (٤٥) اَلْمَالُ

ہوگیا، پھر وہ ایسا ریزہ ریزہ ہوا کہ اُسے ہوائیں اُڑا لے جاتی ہیں[٢٥]۔ اور اللہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔ (٤٥) مال اور اولاد دُنیوی زندگی کی

وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ

زینت ہیں، اور جو نیکیاں پائیدار رہنے والی ہیں، وہ تمہارے ربّ کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی بہتر ہیں، اور اُمید وابستہ کرنے کے لئے

ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا (٤٦) وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ

بھی بہتر۔[٢٦] (٤٦) اور (اُس دن کا دھیان رکھو) جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے،[٢٧] اور تم زمین کو دیکھو گے کہ وہ کھلی پڑی ہے،[٢٨] اور ہم ان سب کو

وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۚ (٤٧) وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ

گھیر کر اِکٹھا کر دیں گے، اور ان میں سے کسی ایک کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ (٤٧) اور سب کو تمہارے ربّ کے سامنے صف باندھ کر پیش کیا جائے

لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ

گا۔ آخر تم ہمارے پاس اُسی طرح آ گئے جس طرح ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اس کے برعکس تمہارا دعویٰ یہ تھا کہ ہم تمہارے لئے (یہ)

مَّوْعِدًا (٤٨) وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ

مقرّر وقت کبھی نہیں لائیں گے۔ (٤٨) اور (اعمال کی) کتاب سامنے رکھ دی جائے گی، چنانچہ تم مجرموں کو دیکھو گے کہ وہ اُس کے مندرجات سے

يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ

خوف زدہ ہیں، اور کہہ رہے ہیں کہ: "ہائے ہماری بربادی! یہ کیسی کتاب ہے جس نے ہمارا کوئی چھوٹا بڑا عمل ایسا نہیں چھوڑا جس کا پورا احاطہ نہ

اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۧ (٤٩) وَ ع ٦ ٥ ١٨

کر لیا ہو۔" اور وہ اپنا سارا کیا دھرا اپنے سامنے موجود پائیں گے۔ اور تمہارا پروردگار کسی پر کوئی ظلم نہیں کرے گا۔ (٤٩) اور وہ وقت یاد کرو جب ہم

---

(٢٥) جس طرح یہ سبزہ ناپائیدار ہے کہ شروع میں اُس کی خوب بہار نظر آتی ہے، لیکن آخر کار وہ چورا چورا ہو کر ہوا میں بکھر جاتا ہے، اُسی طرح دُنیوی زندگی بھی شروع میں بڑی خوبصورت اور بارونق معلوم ہوتی ہے، لیکن انجام کار وہ فنا ہو جانے والی ہے۔

(٢٦) دُنیا کے مال و اَسباب سے اُمیدیں لگا کر بیٹھو تو ایک وقت وہ دھوکا دے جاتے ہیں، لیکن نیک اعمال جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کئے جائیں، اُن سے ثواب کی جو اُمیدیں وابستہ کی جاتی ہیں، وہ پوری ہوتی ہیں۔

(٢٧) قرآنِ کریم کی آیات کو سامنے رکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ قیامت کے موقع پر پہاڑوں کو پہلے اپنی جگہ سے ہٹا کر چلایا جائے گا، پھر ان کو کوٹ پیس کر غبار کی طرح ہوا میں اُڑا دیا جائے گا۔ چلانے کا ذکر اس جگہ کے علاوہ سورۂ نمل (٢٧:٨٨) اور سورۂ تکویر (٨١:٣) میں بھی آیا ہے، اور انہیں کوٹ پیس کر غبار میں تبدیل کر دینے کا ذکر سورۂ طٰہٰ (٢٠:١٠٥)، سورۂ واقعہ (٥٦:٥-٦) اور سورۂ مرسلات (٧٧:١٠) میں موجود ہے۔

(٢٨) اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ جو چیزیں زمین کے اندر پوشیدہ ہیں، وہ سامنے آ جائیں گی جیسا کہ سورۂ انشقاق (٨٤:٤) میں بیان فرمایا گیا ہے، اور یہ مطلب بھی ہے کہ پہاڑوں، درختوں اور عمارتوں کے فنا ہو جانے کے بعد زمین حدِ نظر تک سپاٹ نظر آئے گی جس میں کوئی نشیب و فراز نہیں ہوگا، جیسا کہ سورۂ طٰہٰ (٢٠:١٠٦ و ١٠٧) میں بیان فرمایا گیا ہے۔

اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ
نے فرشتوں سے کہا تھا کہ: "آدم کے آگے سجدہ کرو۔" چنانچہ سب نے سجدہ کیا، سوائے ابلیس کے۔(۲۹) وہ جنات میں سے تھا، چنانچہ اُس نے اپنے
فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ
ربّ کے حکم کی نافرمانی کی۔ کیا پھر بھی تم میرے بجائے اُسے اور اُس کی ذُرّیت کو اَپنا رکھوالا بناتے ہو، حالانکہ وہ سب تمہارے دُشمن ہیں؟ (اللہ
لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝٥٠ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ
تعالیٰ کا) کتنا برا متبادل ہے جو ظالموں کو ملا ہے!(۳۰) ۝٥٠ میں نے نہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق کے وقت اُن کو حاضر کیا تھا، نہ خود اُن کو پیدا کرتے
وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۠ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝٥١ وَ
وقت،(۳۱) اور میں ایسا نہیں ہوں کہ گمراہ کرنے والوں کو دست و بازو بناؤں۔ ۝٥١ اور اُس دن کا دھیان کرو جب اللہ (ان مشرکوں سے) کہے گا کہ:
يَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا
"ذرا پکارو اُن کو جنہیں تم نے میری خدائی میں شریک سمجھ رکھا تھا!" چنانچہ وہ پکاریں گے، لیکن وہ ان کو کوئی جواب نہیں دیں گے، اور ہم اُن کے
لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝٥٢ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ
درمیان ایک مہلک آڑ حائل کر دیں گے۔ ۝٥٢ اور مجرم لوگ آگ کو دیکھیں گے تو سمجھ جائیں گے کہ انہیں اسی میں گرنا ہے، اور اس سے بچ نکلنے کا
مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا ۝٥٣ؑ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ ع ١٩
کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔ ۝٥٣ اور ہم نے لوگوں کے فائدے کے لئے اس قرآن میں طرح طرح سے ہر قسم کے مضامین بیان کئے ہیں، اور
لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝٥٤ وَمَا مَنَعَ
انسان ہے کہ جھگڑا کرنے میں ہر چیز سے بڑھ گیا ہے۔ ۝٥٤ اور جب لوگوں کے پاس ہدایت آچکی تو اَب اُنہیں ایمان لانے اور اپنے رَبّ سے
النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوْا رَبَّهُمْ اِلَّآ اَنْ
معافی مانگنے سے اس (مطالبے) کے سوا کوئی اور چیز نہیں روک رہی کہ اُن کے ساتھ بھی پچھلے لوگوں جیسے واقعات پیش آجائیں، یا عذاب ان کے
تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝٥٥ وَمَا نُرْسِلُ
بالکل سامنے آ کھڑا ہو۔(۳۲) ۝٥٥ اور ہم پیغمبروں کو صرف اس لئے بھیجتے ہیں کہ وہ (مؤمنوں کو) خوشخبری دیں، اور (کافروں کو عذاب سے) متنبہ

---

(۲۹) تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ بقرہ (۲: ۳۱تا ۳۶) اور ان آیات کے حواشی۔

(۳۰) یعنی اللہ تعالیٰ کے بدلے ان ظالموں نے کتنا برا رکھوالا چنا ہے۔

(۳۱) یعنی جن شیاطین کو ان کافروں نے اپنا سرپرست بنا رکھا ہے، ان کو میں نے تخلیقِ کائنات کا منظر دِکھانے کے لئے یا ان سے مدد لینے کے لئے نہیں بلایا تھا کہ وہ تخلیق کے اسرار سے واقف ہوتے۔ لیکن کافروں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ یہ شیاطین تمام حقائق کو جانتے ہیں، چنانچہ ان کے بہکائے میں آکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو یا جن کو وہ کہیں، خدائی کا شریک قرار دیتے ہیں۔

(۳۲) یعنی ان لوگوں پر ساری حجتیں تو تمام ہو چکیں۔ اب ان کے پاس اپنے کفر پر اس کے سوا کوئی دلیل باقی نہیں رہی کہ یہ پیغمبر

الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

کریں۔ اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، وہ باطل کا سہارا لے کر جھگڑا کرتے ہیں، تاکہ اُس کے ذریعے حق کو ڈگمگادیں، اور انہوں نے میری

بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

آیتوں کو اور اُنہیں جو تنبیہ کی گئی تھی، اُس کو مذاق بنا رکھا ہے۔ (۵۶) اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جسے اُس کے ربّ کی آیتوں کے حوالے

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ

سے نصیحت کی جائے، تو وہ اُن سے منہ موڑ لے، اور اپنے ہاتھوں کے کرتوت کو بھلا بیٹھے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے (ان لوگوں کے کرتوت کی وجہ

يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ

سے) اُن کے دِلوں پر غلاف چڑھا دیئے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس (قرآن) کو نہیں سمجھتے، اور ان کے کانوں میں ڈاٹ لگادی ہے۔ اور اگر تم

وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ

انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ، تب بھی وہ صحیح راستے پر ہرگز نہیں آئیں گے۔ (۵۷) اور تمہارا پروردگار بہت بخشنے والا، بڑا رحمت والا ہے۔ جو کمائی انہوں

ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ

نے کی ہے، اگر وہ اس کی وجہ سے انہیں پکڑنے پر آتا تو ان کو جلد ہی عذاب دے دیتا، لیکن ان کے لئے ایک وقت مقرّر ہے، جس سے بچنے کے لئے

لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ

انہیں کوئی پناہ گاہ نہیں ملے گی۔ (۵۸) یہ ساری بستیاں (تمہارے سامنے) ہیں، جب انہوں نے ظلم کی روش اپنائی تو ہم نے ان کو ہلاک کرڈالا، اور ان

لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ ع ۸ ۲ ۲۰

کی ہلاکت کے لئے (بھی) ہم نے ایک وقت مقرر کیا ہوا تھا۔ (۵۹) اور (اُس وقت کا ذکر سنو) جب موسیٰ نے اپنے نوجوان (شاگرد) سے کہا تھا کہ:

اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ

''میں اُس وقت تک اپنا سفر جاری رکھوں گا جب تک دو سمندروں کے سنگم پر نہ پہنچ جاؤں، ورنہ برسوں چلتا رہوں گا۔''[۳۳] (۶۰) چنانچہ جب وہ ان کے

سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جیسا عذاب پچھلی اُمتوں پر آیا تھا، اگر ہم باطل پر ہیں تو ویسا ہی عذاب ہم پر لا کر دِکھاؤ۔ آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ پیغمبروں کا کام اپنے اختیار سے عذاب نازل کرنا نہیں ہوتا۔ وہ تو لوگوں کو عذاب سے متنبہ کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہے کہ وہ نافرمانوں پر فوراً عذاب نہیں بھیجتا، بلکہ اپنی رحمت کی وجہ سے انہیں مہلت دیتا ہے، تاکہ اس مہلت کے دوران جن کو ایمان لانا ہو، وہ ایمان لے آئیں۔ البتہ اُس کی طرف سے نافرمانوں کو عذاب دینے کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو کوئی اس عذاب کو ٹلا نہیں سکے گا۔

(۳۳) یہاں سے آیت نمبر ۸۲ تک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وہ واقعہ بیان فرمایا ہے جو حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ پیش آیا۔ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعے کی تفصیل ایک طویل حدیث میں بیان فرمائی ہے جو صحیح بخاری میں کئی سندوں سے منقول ہے۔ اس حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کسی نے یہ

بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ

سنگم پر پہنچے تو دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے، اور اس نے سمندر میں ایک سرنگ کی طرح کا راستہ بنالیا۔(۳۴) ﴿۶۱﴾ پھر جب دونوں آگے نکل گئے، تو

لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ۡ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ

موسیٰ نے اپنے نوجوان سے کہا کہ: ''ہمارا ناشتہ لاؤ، سچی بات یہ ہے کہ ہمیں اس سفر میں بڑی تھکاوٹ لاحق ہوگئی ہے۔'' ﴿۶۲﴾ اُس نے کہا:

اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ۡ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ

''بھلا بتایئے! (عجیب قصہ ہوگیا) جب ہم اُس چٹان پر ٹھہرے تھے تو میں مچھلی (کا آپ سے ذکر کرنا) بھول گیا۔ اور شیطان کے سوا کوئی نہیں

سوال کیا کہ اس وقت رُوئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے؟ چونکہ ہر پیغمبر اپنے وقت میں دِین کا سب سے بڑا عالم ہوتا ہے، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں یہی فرمادیا کہ میں ہی سب سے بڑا عالم ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ ہدایت دی گئی کہ اس سوال کا صحیح جواب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ سب سے بڑا عالم کون ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم کے کچھ ایسے گوشوں سے روشناس کرائیں جوان کی واقفیت کے دائرے سے باہر تھے۔ چنانچہ انہیں حکم دیا کہ وہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جائیں۔ ان کو پتہ یہ بتایا گیا کہ جہاں دو دریا ملتے ہیں، وہاں تک سفر کریں، اور اپنے ساتھ ایک مچھلی لے جائیں۔ ایک موقع ایسا آئے گا کہ وہ مچھلی گم ہو جائے گی۔ بس اُسی جگہ انہیں حضرت خضر علیہ السلام مل جائیں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے نوجوان شاگرد حضرت یوشع علیہ السلام کو ساتھ لے کر اس سفر پر روانہ ہوئے، جو بعد میں خود پیغمبر بننے والے تھے۔ آگے کا واقعہ خود قرآنِ کریم میں آرہا ہے۔ البتہ یہاں اتنا سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو یہ سفر کرایا گیا، اُس کا ایک مقصد تو یہ ادب سکھانا تھا کہ اپنے آپ کو سب سے بڑا عالم کہنا کسی کو بھی زیب نہیں دیتا۔ علم تو ایک ناپیدا کنار سمندر ہے، اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ کونسا علم کس کے پاس زیادہ ہے۔ اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام خود آنکھوں سے اس بات کی ایک جھلک دیکھ لیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور علم سے اس کائنات کا نظام کس طرح چلا رہا ہے۔ اس کائنات میں بہت سے ایسے واقعات روزمرہ انسان کے سامنے آتے رہتے ہیں جن کا مقصد اس کی سمجھ میں نہیں آتا، حالانکہ کوئی واقعہ اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی حکمت کے بغیر نہیں ہوتا۔ انسان کی نظر چونکہ محدود ہے، اس لئے وہ اس حکمت کو بسا اوقات نہیں سمجھتا، لیکن جس قادرِ مطلق کے ہاتھ میں پوری کائنات کی باگ ڈور ہے، وہی جانتا ہے کہ کس وقت کیا واقعہ پیش آنا چاہئے۔ اس بات کی مزید وضاحت اِن شاء اللہ اسی واقعے کے آخر میں آئے گی (دیکھئے ذیل میں حاشیہ نمبر ۴۱)۔

(۳۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک چٹان پر پہنچ کر کچھ دیر کے لئے سو گئے تھے۔ اسی دوران وہ مچھلی جو ایک زنبیل میں تھی، وہاں سے کھسک کر دریا میں جا گری، اور جس جگہ گری، وہاں پانی میں سرنگ سی بن گئی جس میں جا کر مچھلی غائب ہوگئی۔ حضرت یوشع علیہ السلام اُس وقت جاگ رہے تھے، اور انہوں نے یہ عجیب واقعہ دیکھا، مگر چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سوئے ہوئے تھے، اس لئے ان کو جگانا مناسب نہیں سمجھا۔ بعد میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جاگ کر آگے روانہ ہوئے تو حضرت یوشع علیہ السلام اُن کو یہ بات بتانا بھول گئے۔ اور یاد اُس وقت آیا جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگے چل کر ناشتہ مانگا۔

اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِى الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا

ہے جس نے مجھ سے اس کا تذکرہ کرنا بھلایا ہو۔ اور اُس (مچھلی) نے تو بڑے عجیب طریقے پر دریا میں اپنی راہ لے لی تھی۔" (۶۳) موسیٰ نے

نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰٓى اٰثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ

کہا: "اسی بات کی تو ہمیں تلاش تھی۔(۳۵)" چنانچہ دونوں اپنے قدموں کے نشان دیکھتے ہوئے واپس لوٹے۔ (۶۴) تب انہیں ہمارے بندوں میں

اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ

سے ایک بندہ ملا جس کو ہم نے اپنی خصوصی رحمت سے نوازا تھا، اور خاص اپنی طرف سے ایک علم سکھایا تھا۔(۳۶) (۶۵) موسیٰ نے اُن سے کہا: "کیا

مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ

میں آپ کے ساتھ اس غرض سے رہ سکتا ہوں کہ آپ کو بھلائی کا جو علم عطا ہوا ہے، اُس کا کچھ حصہ مجھے بھی سکھا دیں؟" (۶۶) انہوں نے کہا: "مجھے

اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ

یقین ہے کہ آپ میرے ساتھ رہنے پر صبر نہیں کرسکیں گے۔ (۶۷) اور جن باتوں کی آپ کو پوری پوری واقفیت نہیں ہے، ان پر آپ صبر کر

بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِىْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِىْ

بھی کیسے سکتے ہیں(۳۷)؟" (۶۸) موسیٰ نے کہا: "ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے، اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی

لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِىْ فَلَا تَسْـَٔلْنِىْ عَنْ شَىْءٍ حَتّٰٓى

نہیں کروں گا۔" (۶۹) انہوں نے کہا: "اچھا! اگر آپ میرے ساتھ چلتے ہیں تو جب تک میں خود ہی آپ سے کسی بات کا تذکرہ شروع نہ کروں،

اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ ع فَانْطَلَقَا ۔ وقفة حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ ع ۹ ۱۱ ۲۱

آپ مجھ سے کسی بھی چیز کے بارے میں سوال نہ کریں۔" (۷۰) چنانچہ دونوں روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ جب دونوں ایک کشتی میں سوار ہوئے تو

---

(۳۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہی علامت بتائی گئی تھی کہ جس جگہ مچھلی گم ہوگی، وہیں حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوگی۔ اس لئے حضرت یوشع علیہ السلام نے تو ڈرتے ڈرتے یہ واقعہ ذکر کیا تھا، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام اُسے سن کر خوش ہوئے کہ منزلِ مقصود کا پتہ لگ گیا۔

(۳۶) صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اُس چٹان کے پاس واپس پہنچے تو وہاں وہ چادر اوڑھے ہوئے لیٹے نظر آئے۔ اور ان کو جس خصوصی علم کے سکھانے کا ذکر فرمایا گیا ہے، اس سے مراد "تکوینیات" کا علم ہے جس کی تشریح اس واقعے کے آخر میں آرہی ہے۔

(۳۷) صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ بھی کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک ایسا علم دیا ہے جو آپ کے پاس نہیں ہے، (یعنی تکوینیات کا علم) اور آپ کو ایک ایسا علم دیا ہے جو میرے پاس نہیں (یعنی شریعت کا علم)۔

خَرَقَهَا ۗ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا

اُن صاحب نے کشتی میں چھید کردیا۔(۳۸) موسیٰ بولے: "ارے کیا آپ نے اس میں چھید کردیا تاکہ سارے کشتی والوں کو ڈبو ڈالیں؟ یہ تو آپ نے

اِمْرًا ﴿٧١﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿٧٢﴾ قَالَ لَا

بڑا خوفناک کام کیا۔" (۷۱) انہوں نے کہا: "کیا میں نے کہا نہیں تھا کہ آپ میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کرسکیں گے؟" (۷۲) موسیٰ نے کہا: "مجھ

تُؤَاخِذْنِيْ بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿٧٣﴾ فَانْطَلَقَا ۫ وقفة

سے جو بھول ہوگئی، اس پر میری گرفت نہ کیجئے، اور میرے کام کو زیادہ مشکل نہ بنائیے۔" (۷۳) وہ دونوں پھر روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ اُن کی

حَتّٰۤى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۗ

ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی تو اُن صاحب نے اُسے قتل کرڈالا۔(۳۹) موسیٰ بول اُٹھے: "ارے کیا آپ نے ایک پاکیزہ جان کو ہلاک کردیا، جبکہ اُس

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُّكْرًا ﴿٧٤﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ

نے کسی کی جان نہیں لی تھی جس کا بدلہ اُس سے لیا جائے؟ یہ تو آپ نے بہت ہی بُرا کام کیا!" (۷۴) اُنہوں نے کہا: "کیا میں نے آپ سے نہیں

صَبْرًا ﴿٧٥﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ

کہا تھا کہ آپ میرے ساتھ رہنے پر صبر نہیں کرسکیں گے؟" (۷۵) موسیٰ بولے: "اگر اب میں آپ سے کوئی بات پوچھوں تو آپ مجھے اپنے

بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿٧٦﴾ فَانْطَلَقَا ۫ وقفة حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ۣ

ساتھ نہ رکھئے۔ یقیناً آپ میری طرف سے عذر کی حد کو پہنچ گئے ہیں۔" (۷۶) چنانچہ وہ دونوں پھر روانہ ہوگئے، یہاں تک کہ جب ایک بستی

اسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ

والوں کے پاس پہنچے تو اُس کے باشندوں سے کھانا مانگا تو اُن لوگوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کردیا۔ پھر انہیں وہاں ایک دیوار ملی

اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۗ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿٧٧﴾ قَالَ

جو گرا ہی چاہتی تھی، اُن صاحب نے اُسے کھڑا کردیا۔ موسیٰ نے کہا: "اگر آپ چاہتے تو اس کام پر کچھ اُجرت لے لیتے۔"(۴۰) (۷۷) انہوں نے

هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ

کہا: "لیجئے میرے اور آپ کے درمیان جدائی کا وقت آگیا۔ اب میں آپ کو اُن باتوں کا مقصد بتائے دیتا ہوں جن پر آپ سے صبر نہیں

صَبْرًا ﴿٧٨﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ

ہوسکا۔ (۷۸) جہاں تک کشتی کا تعلق ہے، وہ کچھ غریب آدمیوں کی تھی جو دریا میں مزدوری کرتے تھے، میں نے چاہا کہ اُس میں کوئی عیب پیدا

(۳۸) صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کشتی کا ایک تختہ نکال کر اس میں سوراخ کردیا تھا۔

(۳۹) مذکورہ حدیث میں ہے کہ وہ لڑکا دوسرے بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ حضرت خضر علیہ السلام نے اُس کا سر دھڑ سے الگ کردیا۔

(۴۰) مطلب یہ ہے کہ بستی والوں نے مہمانی سے تو انکار کردیا تھا، لیکن اس دیوار کی مرمت پر اُن سے جائز اُجرت وصول کی جاسکتی تھی، جس سے ہمارے کھانے کا بھی انتظام ہوسکتا تھا۔

أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُم مَّلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾ وَأَمَّا الْغُلٰمُ

کردوں، (کیونکہ) ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر (اچھی) کشتی کو زبردستی چھین کر رکھ لیا کرتا تھا۔ (۷۹) اور لڑکے کا معاملہ یہ تھا کہ اُس کے

فَكَانَ أَبَوٰهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَآ أَن يُرْهِقَهُمَا طُغْيَٰنًا وَكُفْرًا ﴿٨٠﴾

ماں باپ مؤمن تھے، اور ہمیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ یہ لڑکا اُن دونوں کو سرکشی اور کفر میں نہ پھنسا دے۔ (۸۰) چنانچہ ہم نے یہ چاہا کہ اُن کا

فَأَرَدْنَآ أَن يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكَوٰةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾ وَ

پروردگار اُنہیں اس لڑکے کے بدلے ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں بھی اس سے بہتر ہو، اور حسنِ سلوک میں بھی اُس سے بڑھی ہوئی ہو۔ (۸۱)

أَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِى الْمَدِينَةِ وَكَانَ تَحْتَهُۥ كَنزٌ لَّهُمَا

رہی یہ دیوار، تو وہ اس شہر میں رہنے والے دو یتیم لڑکوں کی تھی، اور اُس کے نیچے ان کا ایک خزانہ گڑا ہوا تھا، اور ان دونوں کا

وَكَانَ أَبُوهُمَا صَٰلِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ أَن يَبْلُغَآ أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا

باپ ایک نیک آدمی تھا۔ اس لئے آپ کے پروردگار نے یہ چاہا کہ یہ دونوں لڑکے اپنی جوانی کی عمر کو پہنچیں، اور اپنا

كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن رَّبِّكَ وَمَا فَعَلْتُهُۥ عَنْ أَمْرِى ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ

خزانہ نکال لیں۔ یہ سب کچھ آپ کے ربّ کی رحمت کی بنا پر ہوا ہے، اور میں نے کوئی کام اپنی رائے سے نہیں کیا۔ یہ تھا مقصد اُن

تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَن ذِى الْقَرْنَيْنِ قُلْ سَأَتْلُوا۟ عَلَيْكُم ع ۱۲

باتوں کا جن پر آپ سے صبر نہیں ہوسکا۔" (۴۱) (۸۲) اور یہ لوگ تم سے ذُوالقرنین کے بارے میں پوچھتے ہیں (۴۲)۔ کہہ دو کہ: "میں ان کا کچھ حال تمہیں

---

(۴۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت خضر علیہ السلام سے ملوانے اور یہ واقعات دِکھانے کا اصل مقصد ایک اہم حقیقت کا مشاہدہ کرانا تھا، اور اسی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے قرآنِ کریم نے یہ واقعہ ہمارے لئے بیان فرمایا ہے۔ اسلامی شریعت کی رُو سے کسی کے لئے یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کی ملکیت میں اُس کی اجازت کے بغیر کوئی تصرف کرے، خاص طور پر اس کی تو ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی کہ اُس کی ملکیت کو کوئی نقصان پہنچادے، چاہے وہ نقصان خود مالک کے فائدے کی نیت ہی سے پہنچایا گیا ہو، لیکن حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی والوں کی اجازت کے بغیر اس کا تختہ نکال دیا۔ اسی طرح کسی بے گناہ کو قتل کرنا شریعت میں انتہائی سنگین جرم ہے، خاص طور پر کسی نابالغ لڑکے کو قتل کرنا تو حالتِ جنگ میں بھی جائز نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر یہ معلوم ہو کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر کوئی فساد مچائے گا، تب بھی اس وقت اُسے قتل کرنے کا کوئی جواز نہیں بنتا۔ اس کے باوجود حضرت خضر علیہ السلام نے لڑکے کو قتل کردیا، اور چونکہ یہ دونوں باتیں شریعت میں ناجائز تھیں، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان پر خاموش نہیں رہ سکے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے شریعت کے بالکل خلاف یہ کام کیسے کئے؟ اس سوال کا جواب جاننے کے لئے پہلے یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اس کائنات میں جتنے واقعات ہوتے ہیں، چاہے وہ ہماری نظر میں اچھے معلوم ہوتے ہوں یا بُرے، ان کا تعلق ایک ایسے جہان سے ہے جو ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہے، اور جسے اِصطلاح میں "عالمِ تکوین" کہا جاتا ہے، جو براہِ راست اللہ تعالیٰ

کی حکمت اور اُس کے تکوینی اَحکام کے ذریعے کنٹرول ہورہا ہے۔ کس شخص کو کتنے عرصے زندہ رہنا ہے؟ اور کب اُس کی موت واقع ہوگی؟ وہ کتنے عرصے صحت مندر ہے گا، اور کب بیمار ہوجائے گا؟ اُسے کب کونسا روزگار نصیب ہوگا؟ اور اُس کے ذریعے وہ کتنی روزی کما سکے گا؟ اس قسم کے سارے معاملات اللہ تعالیٰ براہِ راست طے فرماتے ہیں، اور ان فیصلوں کو نافذ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ کارندے مقرر فرمارکھے ہیں جو ہماری نگاہوں سے پوشیدہ رہ کر اللہ تعالیٰ کے ان تکوینی اَحکام کی تعمیل کرتے ہیں۔ مثلاً جب اللہ تعالیٰ نے یہ طے فرمالیا کہ فلاں شخص کی موت کا وقت آگیا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے موت کا فرشتہ اُس شخص کی رُوح قبض کرنے کے لئے پہنچ جاتا ہے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے تکوینی حکم کی تعمیل میں کسی کی موت واقع کررہا ہوتا ہے تو وہ کسی جرم کا ارتکاب نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے۔ کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی دوسرے کی جان لے، لیکن جس فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے اسی کام پر مقرر فرمایا ہے، اُس کے لئے یہ کوئی جرم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے تکوینی اَحکام کو نافذ کرنے کے لئے عام طور سے فرشتے مقرر ہوتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں، یہ فریضہ سونپ سکتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام اگرچہ انسان تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو فرشتوں کی طرح عالمِ تکوین کا پیغمبر بنادیا تھا۔ انہوں نے جو کچھ کیا، اللہ تعالیٰ کے تکوینی حکم کے ذریعے کیا۔ لہٰذا جس طرح موت کے فرشتے پر یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ اُس نے ایک بے گناہ کی جان لے کر گناہ کا اِرتکاب کیا ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی بات کے لئے مأمور تھا، اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام بھی اُس کشتی کو عیب لگانے اور اُس لڑکے کو قتل کرنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکوینی طور پر مأمور تھے، اس لئے ان کا یہ عمل کوئی جرم نہیں تھا۔ البتہ ہم لوگ دُنیا میں رہتے ہوئے شریعت کے اَحکام کے پابند ہیں، اور ہمیں عالمِ تکوین کا نہ علم عطا کیا گیا ہے، اور نہ اس عالم سے متعلق ہمیں کوئی ذمہ داری سونپی گئی ہے، اس لئے ہم اُنہی اَحکام کے مکلّف ہیں جو اس جیتی جاگتی زندگی میں ہمیں آنکھوں سے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جو اسی جیتی جاگتی دُنیا کے پیغمبر تھے، اور جو شریعت ان کو دی گئی تھی، اُسی کے پابند تھے، اس لئے وہ نہ حضرت خضر علیہ السلام کی ان باتوں پر خاموش رہ سکے، اور نہ آئندہ ان کے ساتھ چل سکے۔ ان تین واقعات کے بعد وہ سمجھ گئے کہ ان صاحب کا دائرۂ کار میرے دائرۂ کار سے بالکل الگ ہے، اور میں ان کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ البتہ اس طرح اُنہیں یہ حقیقت کھلی آنکھوں دِکھادی گئی کہ اس کائنات میں جو کچھ ہورہا ہے، اُس کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی لامحدود حکمت کارفرما ہے۔ اگر ہمیں کسی واقعے کی وجہ سمجھ میں نہ آئے تو اس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر کسی اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ جس عالمِ تکوین میں اُس کی حکمت واضح ہوسکتی ہے، وہ ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہے۔ روزمرہ کی زندگی میں ہمیں بہت سے منظر ایسے نظر آتے ہیں جن پر ہمارا دِل دُکھتا ہے، بہت سے انسانوں کی مظلومیت کو دیکھ کر بعض اوقات دِل میں شکوک وشبہات پیدا ہونے لگتے ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعے عالمِ تکوین کی ایک جھلک دِکھا کر ایک مؤمن کے لئے ایسے شکوک وشبہات کا خاتمہ کردیا گیا ہے۔ البتہ یہ یادرکھنا چاہئے کہ یہ عالمِ تکوین اور اس کے کارندے ہماری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام بھی اسی طرح پوشیدہ تھے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عالمِ تکوین کی ایک جھلک دِکھانے کے لئے وحی کے ذریعے ان کا پتہ بتادیا گیا۔ اب جبکہ وحی کا دروازہ بند ہوچکا ہے، کسی کے لئے ممکن نہیں ہے کہ وہ یقینی طور پر تکوین کے کسی کارندے تک رسائی حاصل کرسکے، اور نہ نظر آنے والی دُنیا میں کوئی شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ وہ

مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿٨٣﴾ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾

پڑھ کر سناتا ہوں۔'' ﴿٨٣﴾ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو زمین میں اقتدار بخشا تھا، اور اُنہیں ہر کام کے وسائل عطا کئے تھے، ﴿٨٤﴾ جس کے نتیجے میں

فَاَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ

وہ ایک راستے کے پیچھے چل پڑے۔ ﴿٨٥﴾ یہاں تک کہ جب وہ سورج کے ڈُوبنے کی جگہ پہنچے، تو انہیں دِکھائی دیا کہ وہ ایک دلدل جیسے (سیاہ)

حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۗ قُلْنَا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَ

چشمے میں ڈُوب رہا ہے،(۴۳) اور وہاں انہیں ایک قوم ملی۔ ہم نے (ان سے) کہا: ''اے ذُوالقرنین! (تمہارے پاس دو راستے ہیں:) یا تو ان لوگوں

اِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ

کو سزا دو، یا پھر ان کے معاملے میں اچھا رویہ اختیار کرو۔''(۴۴) ﴿٨٦﴾ انہوں نے کہا: ''ان میں سے جو کوئی ظلم کا راستہ اختیار کرے گا، اُسے تو ہم سزا

تکوین کا کارندہ ہے، اور اُسے تکوینی اختیارات حاصل ہیں۔ لہٰذا جن لوگوں نے حضرت خضر علیہ السلام کے واقعے کی بنیاد پر شریعت کے ظاہری اَحکام کی خلاف ورزی کو جائز قرار دینے کی کوشش کی ہے، انہوں نے سراسر گمراہی پھیلائی ہے۔ مثلاً بعض نام نہاد درویشوں کا تصوف وغیرہ کا نام لے کر یہ کہنا کہ: ''شریعت کے اَحکام ظاہر بیں لوگوں کے لئے ہیں، اور ہم ان سے مستثنیٰ ہیں'' پرلے درجے کی گمراہی ہے۔ آج کسی کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے جس سے وہ شریعت کے اَحکام سے مستثنیٰ ہو سکے۔

(۴۲) اس سورت کے تعارف میں گذر چکا ہے کہ مشرکین نے حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تین سوالات کئے تھے، ان میں سے ایک سوال یہ تھا کہ اُس شخص کا حال بتائیں جس نے مشرق سے مغرب تک پوری دُنیا کا سفر کیا تھا۔ یہاں سے اس سوال کا جواب دیا جا رہا ہے۔ قرآنِ کریم نے بتایا ہے کہ اُس شخص کا نام ذُوالقرنین تھا۔ ''ذُوالقرنین'' کے لفظی معنی ہیں: ''دو سینگوں والا'' یہ کسی نامعلوم وجہ سے ایک بادشاہ کا لقب تھا۔ قرآنِ کریم نے اس بادشاہ کی تفصیلات نہیں بتائیں کہ وہ کون تھا، اور کس زمانے میں تھا۔ البتہ ہمارے زمانے کے بیشتر محققین کا رُجحان یہ ہے کہ وہ ایران کا بادشاہ سائرس تھا جس نے بنی اِسرائیل کو بابل کی جلاوطنی سے نجات دِلا کر انہیں دوبارہ فلسطین میں آباد کیا تھا۔ قرآنِ کریم نے اتنا بتایا ہے کہ اُنہوں نے تین لمبے سفر کئے تھے۔ پہلا دُنیا کی انتہائی مغربی آبادی تک، دوسرا اِنتہائی مشرقی آبادی تک، اور تیسرا اِنتہائی شمالی علاقے تک، جہاں انہوں نے یاجوج ماجوج کے وحشیانہ حملوں سے لوگوں کو بچانے کے لئے ایک دیوار تعمیر کی تھی۔

(۴۳) یہ اُن کے پہلے سفر کا ذکر ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اُس وقت مغرب میں دُنیا کی جو آخری آبادی تھی، ذُوالقرنین وہاں تک پہنچے۔ وہ ایسی جگہ تھی کہ اُس کے بعد کوئی آبادی نہیں تھی، اور حدِ نظر تک سمندر پھیلا ہوا تھا، اور سمندر کی شکل بھی ایک سیاہ رنگ کی دلدل جیسی تھی، اور شام کے وقت جب سورج غروب ہوتا تو دیکھنے والے کو ایسا لگتا تھا جیسے وہ ایک دلدل نما چشمے میں ڈُوب رہا ہے۔

(۴۴) اس علاقے میں کافر لوگ آباد تھے، اور حضرت ذُوالقرنین نے اُسے فتح کر لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن سے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو دوسرے فاتحوں کی طرح تم بھی ان لوگوں کو قتلِ عام کر کے تکلیف میں مبتلا کر سکتے ہو، اور اگر چاہو تو ان کے ساتھ اچھا رویہ اختیار کر سکتے ہو۔ دوسری صورت کو ''اچھا رویہ'' قرار دے کر اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرما دیا کہ یہ صورت بہتر ہے۔ ذُوالقرنین کے

يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨٧﴾ وَأَمَّا مَنْ ءَامَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا
دیں گے، پھر اُسے اپنے رَبّ کے پاس پہنچا دیا جائے گا، اور وہ اُسے سخت عذاب دے گا۔ (۸۷) البتہ جو کوئی ایمان لائے گا، اور نیک عمل کرے گا،
فَلَهُۥ جَزَآءً ٱلْحُسْنَىٰ ۖ وَسَنَقُولُ لَهُۥ مِنْ أَمْرِنَا يُسْرًا ﴿٨٨﴾ ثُمَّ أَتْبَعَ
تو وہ بدلے کے طور پر اچھے انجام کا مستحق ہوگا، اور ہم بھی اُس کو اپنا حکم دیتے وقت آسانی کی بات کہیں گے۔(۴۵) (۸۸) اس کے بعد وہ ایک اور
سَبَبًا ﴿٨٩﴾ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ ٱلشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلَىٰ قَوْمٍ لَّمْ
راستے کے پیچھے چل پڑے۔ (۸۹) یہاں تک کہ جب وہ سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ ایک ایسی قوم پر طلوع ہو رہا
نَجْعَل لَّهُم مِّن دُونِهَا سِتْرًا ﴿٩٠﴾ كَذَٰلِكَ ۖ وَقَدْ أَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ
ہے جسے ہم نے اُس (کی دُھوپ) سے بچنے کے لئے کوئی اوٹ مہیا نہیں کی تھی۔(۴۶) (۹۰) واقعہ اسی طرح ہوا، اور ذُوالقرنین کے پاس جو کچھ (ساز و
خُبْرًا ﴿٩١﴾ ثُمَّ أَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٩٢﴾ حَتَّىٰٓ إِذَا بَلَغَ بَيْنَ ٱلسَّدَّيْنِ وَجَدَ
سامان) تھا، ہمیں اُس کی پوری پوری خبر تھی۔ (۹۱) اس کے بعد وہ ایک اور راستے کے پیچھے چل پڑے۔ (۹۲) یہاں تک کہ جب وہ دو پہاڑوں
مِن دُونِهِمَا قَوْمًا لَّا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ قَوْلًا ﴿٩٣﴾ قَالُوا۟ يَٰذَا ٱلْقَرْنَيْنِ
کے درمیان پہنچے تو انہیں ان پہاڑوں سے پہلے کچھ لوگ ملے جن کے بارے میں ایسا لگتا تھا کہ وہ کوئی بات نہیں سمجھتے۔(۴۷) (۹۳) انہوں نے کہا:
إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِى ٱلْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا
''اے ذُوالقرنین! یاجوج اور ماجوج اس زمین میں فساد پھیلانے والے لوگ ہیں۔ تو کیا ہم آپ کو کچھ مال کی پیش کش کر سکتے ہیں، جس کے

بارے میں یہ بات یقینی نہیں ہے کہ وہ پیغمبر تھے یا نہیں۔ اگر وہ پیغمبر تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بات اُن سے براہِ راست وحی کے ذریعے فرمائی ہوگی، اور اگر وہ پیغمبر نہیں تھے، تو ان کو اُس زمانے کے کسی پیغمبر کے ذریعے یہ بات پہنچائی ہوگی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وحی کے بجائے اِلہام کے ذریعے ان کے دِل میں یہ بات ڈالی گئی ہو۔ واللہ اعلم۔

(۴۵) ذُوالقرنین کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ میں انہیں راہِ راست پر آنے کی دعوت دُوں گا، جو لوگ اس دعوت کو قبول نہ کر کے ظلم کا ارتکاب کریں گے، انہیں تو میں سزا دُوں گا، اور جو لوگ دعوت قبول کر کے ایمان اور عملِ صالح اختیار کر لیں گے، ان کے ساتھ میں آسانی کا معاملہ کروں گا۔

(۴۶) یہ ذُوالقرنین کے دوسرے سفر کا ذکر ہے۔ اس سفر میں وہ دُنیا کی انتہائی مشرقی آبادی تک جا پہنچے تھے۔ یہاں کچھ غیر متمدن لوگ رہتے تھے۔ ان میں مکان بنانے اور چھتیں ڈالنے کا دستور نہیں تھا، سب کھلے میدان میں رہتے تھے، اس لئے دُھوپ سے بچاؤ کے لئے کوئی اوٹ نہیں تھی، بلکہ سورج کی کرنیں ان پر براہِ راست پڑتی تھیں۔

(۴۷) یہ ذُوالقرنین کا تیسرا سفر ہے۔ قرآنِ کریم نے اس سفر کی سمت متعین نہیں فرمائی، لیکن بیشتر مفسرین کا خیال یہ ہے کہ یہ سفر شمال میں دُنیا کی انتہائی آبادی کی طرف ہوا تھا۔ یہاں کے لوگوں کی زبان بالکل مختلف تھی، اور شاید حلیہ بھی ایسا ہو کہ ان میں سمجھ کے آثار نظر نہ آتے ہوں۔ اور آگے ان سے جو گفتگو ہوئی ہے، وہ یا تو کسی ترجمان کے ذریعے ہوئی ہوگی، یا اشاروں سے۔

عَلٰٓى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَ بَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿٩٤﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّىْ فِيْهِ رَبِّىْ خَيْرٌ

بدلے آپ ہمارے اور ان کے درمیان کوئی دیوار بنادیں؟"(۴۸) ﴿۹۵﴾ ذُوالقرنین نے کہا: "اللہ نے مجھے جو اقتدار عطا فرمایا ہے، وہی (میرے لئے)

فَاَعِيْنُوْنِىْ بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِىْ زُبَرَ

بہتر ہے۔ لہٰذا تم لوگ (ہاتھ پاؤں کی) طاقت سے میری مدد کرو، تو میں تمہارے اور اُن کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنادُوں گا۔ ﴿۹۶﴾ مجھے لوہے کی

الْحَدِيْدِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا ؕ حَتّٰٓى

چادریں لادو۔" یہاں تک کہ جب انہوں نے (درمیانی خلا کو پاٹ کر) دونوں پہاڑی سروں کو ایک دوسرے سے ملادیا تو کہا کہ: "اب آگ دہکاؤ"(۴۹)

اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا ۙ قَالَ اٰتُوْنِىْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ فَمَا اسْطَاعُوْٓا

یہاں تک کہ جب اس (دیوار) کو لال انگارا کردیا تو کہا کہ: "پگھلا ہوا تانبا لاؤ، اب میں اس پر اُنڈیلوں گا۔" ﴿۹۷﴾ چنانچہ (وہ دیوار ایسی بن گئی کہ)

اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ

یاجوج ماجوج نہ اس پر چڑھنے کی طاقت رکھتے تھے، اور نہ اُس میں کوئی سوراخ بناسکتے تھے۔ ﴿۹۸﴾ ذُوالقرنین نے کہا: "یہ میرے رَبّ کی رحمت

رَّبِّىْ ۚ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّىْ جَعَلَهٗ دَكَّآءَ ۚ وَ كَانَ وَعْدُ رَبِّىْ

ہے (کہ اُس نے ایسی دیوار بنانے کی توفیق دی) پھر میرے رَبّ نے جس وقت کا وعدہ کیا ہے، جب وہ وقت آئے گا تو وہ اس (دیوار) کو

حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَ تَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِىْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِى

ڈھا کر زمین کے برابر کردے گا(۵۰)، اور میرے رَبّ کا وعدہ بالکل سچا ہے۔" ﴿۹۹﴾ اور اُس دن ہم ان کی یہ حالت کردیں گے کہ وہ موجوں کی طرح

---

(۴۸) یاجوج اور ماجوج دو وحشی قبیلے تھے جو ان پہاڑوں کے پیچھے رہتے تھے، اور تھوڑے تھوڑے وقفوں سے وہ پہاڑوں کے درمیانی درّے سے اس علاقے میں آکر قتل و غارت گری کا بازار گرم کردیتے تھے۔ علاقے کے لوگ ان سے پریشان تھے، اس لئے انہوں نے ذُوالقرنین کو دیکھا کہ وہ بڑے وسائل کے مالک ہیں، تو ان سے درخواست کی کہ پہاڑوں کے درمیان جو درّہ ہے، اسے ایک دیوار بناکر بند کردیں، تاکہ یاجوج ماجوج کا راستہ بند ہوجائے، اور وہ یہاں آکر فساد نہ پھیلاسکیں۔ اس کام کے لئے انہوں نے کچھ مال کی بھی پیش کش کی، لیکن حضرت ذُوالقرنین نے کوئی معاوضہ لینے سے انکار کردیا، البتہ یہ کہا کہ تم اپنی افرادی طاقت سے میری مدد کرو تو میں یہ دیوار بلا معاوضہ بنادُوں گا۔

(۴۹) ذُوالقرنین نے پہلے لوہے کی بڑی بڑی چادریں پہاڑوں کے درمیان رکھ کر درّے کو پاٹ دیا، پھر اُن چادروں کو آگ سے گرم کرکے ان پر پگھلا ہوا تانبہ ڈالا، تاکہ وہ چادروں کی درمیانی درازوں میں جاکر بیٹھ جائے، اور اس طرح یہ دیوار نہایت مضبوط بن گئی۔

(۵۰) ذُوالقرنین نے اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے کے بعد دو حقیقتوں کو واضح کیا۔ ایک یہ کہ یہ سارا کارنامہ میرے قوتِ بازو کا کرشمہ نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مجھے اس کی توفیق ہوئی ہے۔ اور دوسرے یہ کہ اگرچہ اس وقت یہ دیوار بہت مستحکم بن گئی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے اسے توڑنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا، یہ قائم رہے گی، اور جب وہ

الصُّوۡرِ فَجَمَعۡنٰهُمۡ جَمۡعًا ﴿٩٩﴾ۙ وَّ عَرَضۡنَا جَهَنَّمَ يَوۡمَئِذٍ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ

ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے،(۵۱) اور صور پھونکا جائے گا، تو ہم سب کو ایک ساتھ جمع کرلیں گے۔ ﴿٩٩﴾ اور اُس دن ہم دوزخ کو اُن کافروں

عَرۡضَا ﴿١٠٠﴾ۙ الَّذِيۡنَ كَانَتۡ اَعۡيُنُهُمۡ فِىۡ غِطَآءٍ عَنۡ ذِكۡرِىۡ وَكَانُوۡا لَا

کے سامنے کھلی آنکھوں لے آئیں گے، ﴿١٠٠﴾ جن کی آنکھوں پر (دُنیا میں) میری نصیحت کی طرف سے پردہ پڑا ہوا تھا، اور جو سننے کی صلاحیت نہیں

ع يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ سَمۡعًا ﴿١٠١﴾ؑ اَفَحَسِبَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اَنۡ يَّتَّخِذُوۡا

رکھتے تھے۔ ﴿١٠١﴾ جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، کیا وہ پھر بھی یہ سمجھتے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے ہی بندوں کو

عِبَادِىۡ مِنۡ دُوۡنِىۡۤ اَوۡلِيَآءَ‌ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾

اپنا رکھوالا بنالیں گے؟ یقین رکھو کہ ہم نے ایسے کافروں کی مہمانی کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ ﴿١٠٢﴾

قُلۡ هَلۡ نُـنَبِّئُكُمۡ بِالۡاَخۡسَرِيۡنَ اَعۡمَالًا ﴿١٠٣﴾ؕ اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى

کہہ دو کہ: "کیا ہم تمہیں بتائیں کہ کون لوگ ہیں جو اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام ہیں؟ ﴿١٠٣﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ دُنیوی زندگی میں ان کی

وقت آجائے گا جس میں اللہ تعالیٰ نے اس کا ٹوٹنا مقرّر کر رکھا ہے تو یہ ٹوٹ کر زمین کے برابر ہوجائے گی۔ اس طرح قرآنِ کریم سے یہ بات یقینی طور پر معلوم نہیں ہوتی کہ یہ دیوار قیامت تک قائم رہے گی، بلکہ اس کا قیامت سے پہلے ٹوٹنا بھی ممکن ہے۔ چنانچہ بعض محققین نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ دیوار رُوس کے علاقے داغستان میں دربند کے مقام پر بنائی گئی تھی، اور اَب وہ ٹوٹ چکی ہے۔ یاجوج ماجوج کے مختلف ریلے تاریخ کے مختلف زمانوں میں متمدن آبادیوں پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں، اور پھر وہ ان متمدن علاقوں میں پہنچ کر خود بھی متمدن ہوتے رہے ہیں۔ البتہ ان کا آخری ریلا قیامت سے کچھ پہلے نکلے گا۔ اس موضوع کی مفصل تحقیق حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "قصص القرآن" میں اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر "معارف القرآن" میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اور آگے ذُوالقرنین نے جو فرمایا کہ: "میرے رَبّ کا وعدہ بالکل سچا ہے" اس سے مراد قیامت کا وعدہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ تو ابھی معلوم نہیں ہے کہ اس دیوار کے ٹوٹنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کونسا وقت مقرّر فرمایا ہے، لیکن ایک وعدہ واضح طور پر معلوم ہے کہ ایک وقت قیامت آنے والی ہے، اور جب وہ آئے گی تو ہر مضبوط سے مضبوط چیز بھی ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہوجائے گی۔ ذُوالقرنین نے اس موقع پر قیامت کا جو حوالہ دیا، اُس کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے آگے قیامت کے کچھ حالات بیان فرمائے ہیں۔

(۵۱) اس سے مراد یاجوج ماجوج کا وہ ریلا بھی ہوسکتا ہے جو قیامت کے قریب نکلے گا، اور مطلب یہ ہے کہ جب وہ قیامت کے قریب نکلیں گے تو ایک غیر منظّم بھیڑ کی شکل میں نکلیں گے، اور موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ قیامت کے وقت عام لوگوں کی بدحواسی کا بیان ہو کہ قیامت کے ہولناک مناظر دیکھ کر لوگ بدحواسی میں ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوں گے۔

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

ساری دوڑ دُھوپ سیدھے راستے سے بھٹکی رہی، اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔"(٥٢) ﴿١٠٤﴾ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ

مالک کی آیتوں کا اور اُس کے سامنے پیش ہونے کا انکار کیا، اس لئے ان کا سارا کیا دھرا غارت ہوگیا، چنانچہ قیامت کے دن ہم اُن کا کوئی وزن

الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَ

شمار نہیں کریں گے۔ ﴿١٠٥﴾ یہ ہے جہنم کی شکل میں اُن کی سزا، کیونکہ انہوں نے کفر کی رَوِش اِختیار کی تھی، اور میری آیتوں اور میرے پیغمبروں کا

رُسُلِيْ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ

مذاق بنایا تھا۔ ﴿١٠٦﴾ (دوسری طرف) جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اُن کی مہمانی کے لئے بیشک فردوس کے باغ

الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿١٠٧﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿١٠٨﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ

ہوں گے، ﴿١٠٧﴾ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے، (اور) وہ وہاں سے کہیں اور جانا نہیں چاہیں گے۔ ﴿١٠٨﴾ (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ: "اگر

الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ

میرے رَبّ کی باتیں لکھنے کے لئے سمندر روشنائی بن جائے، تو میرے رَبّ کی باتیں ختم نہیں ہوں گی کہ اُس سے پہلے سمندر ختم ہو چکا ہوگا،

جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ

چاہے اُس سمندر کی کمی پوری کرنے کے لئے ہم ویسا ہی ایک اور سمندر کیوں نہ لے آئیں۔"(٥٣) ﴿١٠٩﴾ کہہ دو کہ: "میں تو تمہی جیسا ایک انسان

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ

ہوں، (البتہ) مجھ پر یہ وحی آتی ہے کہ تم سب کا خدا بس ایک خدا ہے۔ لہٰذا جس کسی کو اپنے مالک سے جا ملنے کی اُمید ہو، اُسے چاہئے کہ وہ نیک

ع ١٢ ٩
لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾

عمل کرے، اور اپنے مالک کی عبادت میں کسی اور کو شریک نہ ٹھہرائے۔" ﴿١١٠﴾

---

(٥٢) اس آیت کریمہ نے یہ بڑی اہم حقیقت واضح فرمائی ہے کہ کسی عمل کے مقبول ہونے کے لئے صرف خلوصِ نیت کافی نہیں ہے، بلکہ راستے کا سیدھا ہونا بھی ضروری ہے۔ بہت سے کافر خلوص کے ساتھ ایک کام کو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں، لیکن چونکہ وہ کام انہوں نے خود اپنی طرف سے گھڑا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ یا اُس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کی طرف سے اُس کام کی کوئی سند نہیں ہوتی، اس لئے وہ ساری محنت اکارت ہوکر رہ جاتی ہے۔

(٥٣) "اللہ تعالیٰ کی باتوں" سے مراد اللہ تعالیٰ کی صفات اور کمالات کا تذکرہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت، اُس کی حکمت اور اُس کے کمالات اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان کو قلم بند کیا جائے تو بڑے بڑے سمندروں کو روشنائی بنا کر لکھا جائے تو سمندر کے سمندر خشک ہو جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور کمالات کا بیان ختم نہیں ہوگا۔

الحمدللہ تعالیٰ! آج شبِ دوشنبہ ۲۹؍رمضان المبارک ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۴؍اکتوبر ۲۰۰۶ء کو رات کے چار بجے سحری سے کچھ قبل **سورۂ کہف** کا ترجمہ اور حواشی تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کا کام بھی اپنی رضا کے مطابق مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین، ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ مَرۡیَمَ

تعارف

اس سورت کا بنیادی مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت مریم علیہا السلام کے بارے میں صحیح عقائد کی وضاحت اور اُن کے بارے میں عیسائیوں کی تردید ہے۔ اگرچہ مکہ مکرّمہ میں، جہاں یہ سورت نازل ہوئی، عیسائیوں کی کوئی خاص آبادی نہیں تھی، لیکن مکہ مکرّمہ کے بت پرست کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوائے نبوّت کی تردید کے لئے عیسائیوں سے مدد لیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بہت سے صحابہ کفارِ مکہ کے مظالم سے تنگ آکر حبشہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے جہاں عیسائی مذہب ہی کی حکمرانی تھی۔ اس لئے ضروری تھا کہ مسلمان حضرت عیسیٰ، حضرت مریم، حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کی صحیح حقیقت سے واقف ہوں۔ چنانچہ اس سورت میں ان حضرات کے واقعات اسی سیاق وسباق میں بیان ہوئے ہیں۔ اور چونکہ یہ واضح کرنا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں ہیں، جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے، بلکہ وہ انبیائے کرام ہی کے مقدس سلسلے کی ایک کڑی ہیں، اس لئے بعض دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کا بھی مختصر تذکرہ اس سورت میں آیا ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ ولادت اور اُس وقت حضرت مریم علیہا السلام کی کیفیات سب سے زیادہ تفصیل کے ساتھ اسی سورت میں بیان ہوئی ہیں، اس لئے اس کا نام "سورۂ مریم" رکھا گیا ہے۔

ایاتها ٩٨ ١٩ سُوْرَةُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ ٤٤ رکوعاتها ٦

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں اٹھانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝١ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝٢ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً
کٓھٰیٰعٓصٓ(١) (١) یہ تذکرہ ہے اُس رحمت کا جو تمہارے پروردگار نے اپنے بندے زکریا پر کی تھی، (٢) یہ اُس وقت کی بات ہے جب انہوں نے
خَفِيًّا ۝٣ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّيْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَيْبًا وَّلَمْ
اپنے پروردگار کو آہستہ آہستہ آواز سے پکارا تھا۔ (٣) انہوں نے کہا تھا کہ: "میرے پروردگار! میری ہڈیاں تک کمزور پڑ گئی ہیں، اور سر بڑھاپے کی
اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝٤ وَاِنِّيْ خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَّرَآءِيْ وَ
سفیدی سے بھڑک اُٹھا ہے، اور میرے پروردگار! میں آپ سے دُعا مانگ کر کبھی نامراد نہیں ہوا۔ (٤) اور مجھے اپنے بعد اپنے چچازاد بھائیوں کا
كَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۝٥ يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ
اندیشہ لگا ہوا ہے،(٢) اور میری بیوی بانجھ ہے، لہٰذا آپ خاص اپنے پاس سے مجھے ایک ایسا وارث عطا کر دیجئے (٥) جو میرا بھی وارث ہو، اور یعقوب
مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا ۝٦ يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ
(علیہ السلام) کی اولاد سے بھی میراث پائے،(٣) اور یا رب! اُسے ایسا بنایئے جو (خود آپ کا) پسندیدہ ہو۔" (٦) (آواز آئی کہ:) اے زکریا! ہم تمہیں
اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝٧ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ
ایک ایسے لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہوگا۔ اس سے پہلے ہم نے اس کے نام کا کوئی اور شخص پیدا نہیں کیا۔" (٧) زکریا نے کہا: "میرے

(١) جیسا کہ سورۂ بقرہ کے شروع میں عرض کیا گیا، مختلف سورتوں کے شروع میں جو حروفِ مقطعات آئے ہیں، ان کا ٹھیک ٹھیک مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہے۔

(٢) یعنی میری کوئی اولاد تو ہے نہیں، اور میرے پیچھے میرے چچازاد بھائی اپنے علم اور تقویٰ کے اعتبار سے اُس مقام پر نہیں ہیں کہ وہ میرے مشن کو آگے جاری رکھ سکیں، اس لئے مجھے اُن سے اندیشہ ہے کہ وہ دِین کی خدمت نہیں کرسکیں گے۔ لہٰذا مجھے ایسا بیٹا عطا فرما دیجئے جو میرے علومِ نبوت کا وارث ہو۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی اس دُعا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے جواب میں بیٹا عطا فرمانے کا تذکرہ پیچھے سورۂ آلِ عمران (٣:٣٨ تا ٤٠) میں بھی گذر چکا ہے۔ ان آیتوں کے حواشی بھی ملاحظہ فرما لئے جائیں۔

(٣) ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ میراث پانے سے حضرت زکریا علیہ السلام کا مطلب مال و دولت کی میراث نہیں تھا، بلکہ علومِ نبوّت کی میراث پانا مراد تھا، کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد سے مالی وراثت پانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہٰذا ان کی یہ دُعا اس اُصول کے خلاف نہیں ہے جو معروف حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا ترکہ ان کے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا۔

لِیۡ غُلٰمٌ وَّ کَانَتِ امۡرَاَتِیۡ عَاقِرًا وَّ قَدۡ بَلَغۡتُ مِنَ الۡکِبَرِ عِتِیًّا ﴿٨﴾

پروردگار! میرے یہاں لڑکا کس طرح پیدا ہوگا جبکہ میری بیوی بانجھ ہے، اور میں بڑھاپے سے اس حال کو پہنچ گیا ہوں کہ میرا جسم سوکھ چکا ہے!"[٤] ﴿٨﴾

قَالَ کَذٰلِکَ ۚ قَالَ رَبُّکَ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَّ قَدۡ خَلَقۡتُکَ مِنۡ قَبۡلُ

کہا: "ہاں! ایسا ہی ہوگا۔ تمہارے رَبّ نے فرمایا ہے کہ یہ تو میرے لئے معمولی بات ہے۔ اور اس سے پہلے میں نے تمہیں پیدا کیا تھا جب تم

وَ لَمۡ تَکُ شَیۡـًٔا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ اجۡعَلۡ لِّیۡۤ اٰیَۃً ؕ قَالَ اٰیَتُکَ اَلَّا

کچھ بھی نہیں تھے۔"[٥] ﴿٩﴾ زکریا نے کہا: "میرے پروردگار! میرے لئے کوئی نشانی مقرّر فرما دیجئے۔"[٦] فرمایا: "تمہاری نشانی یہ ہے کہ تم صحت

تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَیَالٍ سَوِیًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلٰی قَوۡمِہٖ مِنَ

مند ہونے کے باوجود تین رات تک لوگوں سے بات نہیں کر سکو گے۔"[٧] ﴿١٠﴾ چنانچہ وہ عبادت گاہ سے نکل کر اپنی قوم کے سامنے آئے، اور ان کو

الۡمِحۡرَابِ فَاَوۡحٰۤی اِلَیۡہِمۡ اَنۡ سَبِّحُوۡا بُکۡرَۃً وَّ عَشِیًّا ﴿١١﴾ یٰیَحۡیٰی خُذِ

اِشارے سے ہدایت دی کہ تم لوگ صبح و شام اللہ کی تسبیح کیا کرو۔ ﴿١١﴾ (پھر جب یحیٰی پیدا ہو کر بڑے ہوگئے تو ہم نے ان سے فرمایا:) "اے

الۡکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ ؕ وَ اٰتَیۡنٰہُ الۡحُکۡمَ صَبِیًّا ﴿١٢﴾ۙ وَّ حَنَانًا مِّنۡ لَّدُنَّا وَ

یحیٰی! کتاب کو مضبوطی سے تھام لو۔"[٨] اور ہم نے بچپن ہی میں ان کو دانائی بھی عطا کر دی تھی، ﴿١٢﴾ اور خاص اپنے پاس سے نرم دِلی اور پاکیزگی بھی۔

زَکٰوۃً ؕ وَ کَانَ تَقِیًّا ﴿١٣﴾ۙ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَیۡہِ وَ لَمۡ یَکُنۡ جَبَّارًا عَصِیًّا ﴿١٤﴾

اور وہ بڑے پرہیزگار تھے، ﴿١٣﴾ اور اپنے والدین کے خدمت گذار! نہ وہ سرکش تھے، نہ نافرمان۔ ﴿١٤﴾ اور (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) سلام ہے ان پر

ع ١٥/٤ وَ سَلٰمٌ عَلَیۡہِ یَوۡمَ وُلِدَ وَ یَوۡمَ یَمُوۡتُ وَ یَوۡمَ یُبۡعَثُ حَیًّا ﴿١٥﴾ع

اُس دن بھی جس روز وہ پیدا ہوئے، اُس دن بھی جس روز انہیں موت آئے گی، اور اُس دن بھی جس روز انہیں زندہ کر کے دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔ ﴿١٥﴾

وقف لازم وَ اذۡکُرۡ فِی الۡکِتٰبِ مَرۡیَمَ ۘ اِذِ انۡتَبَذَتۡ مِنۡ اَھۡلِہَا مَکَانًا

اور اس کتاب میں مریم کا بھی تذکرہ کرو۔ اُس وقت کا تذکرہ جب وہ اپنے گھر والوں سے علیحدہ ہو کر اُس جگہ چلی گئیں جو مشرق کی طرف واقع

---

(٤) یہ تعجب کا اظہار در حقیقت فرطِ مسرّت میں اللہ تعالیٰ کے اس اِنعام پر شکر ادا کرنے کا ایک اُسلوب تھا۔

(٥) یعنی جس اللہ تعالیٰ نے تمہیں عدم سے وجود عطا فرمایا ہے، وہ یقیناً اس بات پر بھی قادر ہے کہ تمہیں بڑھاپے میں اولاد عطا فرما دے۔

(٦) یعنی کوئی ایسی نشانی بتا دیجئے جس سے مجھے یہ پتہ چل جائے کہ حمل قرار پا چکا ہے۔

(٧) یعنی جب حمل قرار پائے گا تو تم سے بولنے کی قوت تین دن کے لئے سلب کر لی جائے گی، البتہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور حمد کر سکو گے۔

(٨) کتاب سے مراد "تورات" ہے، اور مضبوطی کے ساتھ تھامنے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر خود بھی پورا پورا عمل کرو، اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرو۔

شَرْقِيًّا ﴿١٦﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ

تھی۔ (١٦) پھر انہوں نے ان لوگوں کے اور اپنے درمیان ایک پردہ ڈال لیا۔(9) اس موقع پر ہم نے ان کے پاس اپنی رُوح (یعنی ایک فرشتے) کو

اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿١٧﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ

بھیجا جو ان کے سامنے ایک مکمل انسان کی شکل میں ظاہر ہوا۔ (١٧) مریم نے کہا: ''میں تم سے خدائے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اگر تم میں خدا کا

بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿١٨﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ

خوف ہے (تو یہاں سے ہٹ جاؤ) (١٨) فرشتے نے کہا: ''میں تو تمہارے ربّ کا بھیجا ہوا (فرشتہ) ہوں، (اور اس لئے آیا ہوں) تاکہ تمہیں

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿١٩﴾ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ

ایک پاکیزہ لڑکا دُوں۔(10)'' (١٩) مریم نے کہا: ''میرے لڑکا کیسے ہو جائے گا، جبکہ مجھے کسی بشر نے چھوا تک نہیں ہے، اور نہ میں کوئی بدکار عورت

يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿٢٠﴾ قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ

ہوں؟'' (٢٠) فرشتے نے کہا: ''ایسے ہی ہو جائے گا۔ تمہارے ربّ نے فرمایا ہے کہ: ''یہ میرے لئے ایک معمولی بات ہے۔ اور ہم یہ کام اس لئے کریں

هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ

گے تاکہ اُس لڑکے کو لوگوں کے لئے (اپنی قدرت کی) ایک نشانی بنائیں، اور اپنی طرف سے رحمت کا مظاہرہ کریں۔(11) اور یہ بات پوری طرح طے ہو چکی

اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿٢١﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿٢٢﴾ فَاَجَآءَهَا

ہے۔'' (٢١) پھر ہوا یہ کہ مریم کو اُس بچے کا حمل ٹھہر گیا، (اور جب ولادت کا وقت قریب آیا) تو وہ اس کو لے کر لوگوں سے الگ ایک دُور مقام پر چلی گئیں۔ (٢٢)

الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ

پھر زچگی کے درد نے انہیں ایک کھجور کے درخت کے پاس پہنچا دیا۔ وہ کہنے لگیں: ''کاش کہ میں اس سے پہلے ہی مر گئی ہوتی، اور مر کر بھولی بسری

نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ

ہو جاتی!(12)'' (٢٣) پھر فرشتے نے ان کے نیچے ایک جگہ سے اُنہیں آواز دی کہ: ''غم نہ کرو، تمہارے ربّ نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا

(9) علیحدہ جا کر پردہ ڈالنے کی وجہ بعض مفسرین نے یہ بیان کی ہے کہ وہ غسل کرنا چاہتی تھیں، اور بعض نے کہا ہے کہ عبادت کے لئے تنہائی اختیار کرنا مقصود تھا۔ علامہ قرطبی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

(10) پاکیزہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اپنے نسب اور اپنے اخلاق و عادات کے اعتبار سے پاکیزہ ہوگا۔

(11) انسان کی پیدائش کا عام طریقہ تو یہ ہے کہ وہ مرد اور عورت دونوں کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس طرح پیدا فرمایا کہ ان کی پیدائش میں نہ کسی مرد کا کوئی دخل تھا، نہ کسی عورت کا، اور حضرت حواء کو چونکہ انہی کی پسلی سے پیدا کیا گیا، اس لئے ان کی پیدائش میں مرد کا تو فی الجملہ دخل تھا، عورت کا کوئی دخل نہیں تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے پیدائش کی چوتھی صورت اپنی قدرت سے ظاہر فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو باپ کے بغیر صرف ماں سے پیدا فرمایا۔ اس سے ایک تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مظاہرہ مقصود تھا، اور دوسرے وہ ایک پیغمبر کی حیثیت میں لوگوں کے لئے رحمت بن کر تشریف لا رہے تھے۔

(12) ایک پاکباز عورت کو کنوارے پن میں بچہ پیدا ہونے کے تصوّر سے جو بے چینی ہو سکتی ہے، وہ ظاہر ہے۔ اگرچہ عام حالات

سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿٢٥﴾

ہے۔ ﴿٢٤﴾ اور کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلاؤ، اُس میں سے پکی ہوئی تازہ کھجوریں تم پر جھڑیں گی۔ ﴿٢٥﴾ اب کھاؤ، اور پیو، اور آنکھیں ٹھنڈی

فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ

رکھو۔[١٣] اور اگر لوگوں میں سے کسی کو آتا دیکھو تو (اشارے سے) کہہ دینا کہ: "آج میں نے خدائے رحمٰن کے لئے ایک روزے کی منّت مانی ہے،

نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ ۚ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا

اس لئے میں کسی بھی انسان سے بات نہیں کروں گی۔"[١٤] ﴿٢٦﴾ پھر وہ اُس بچے کو اُٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئیں۔[١٥]

تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا

وہ کہنے لگے کہ: "مریم! تم نے تو بڑا غضب ڈھادیا۔ ﴿٢٧﴾ اے ہارون کی بہن![١٦] نہ تو تمہارا باپ کوئی بُرا آدمی تھا،

كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ ۖ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ۭ

نہ تمہاری ماں کوئی بدکار عورت تھی!" ﴿٢٨﴾ اس پر مریم نے اُس بچے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا:

قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ ۣ اٰتٰىنِيَ

"بھلا ہم اس سے کیسے بات کریں جو ابھی پالنے میں پڑا ہوا بچہ ہے؟" ﴿٢٩﴾ (اس پر) بچہ بول اُٹھا کہ: "میں اللہ کا بندہ ہوں۔

میں موت کی تمنا کرنا منع ہے، لیکن کسی دِینی نقصان کے اندیشے سے ایسی تمنا منع نہیں۔ اور ایسا لگتا ہے کہ شدید بے چینی کے عالم میں حضرت مریم علیہا السلام کو فرشتے کی دی ہوئی بشارتوں کی طرف وقتی طور سے دھیان نہیں رہا۔ اس لئے بے ساختہ یہ کلمات زبان سے نکلے۔

(١٣) حضرت مریم علیہا السلام جس جگہ تشریف لے گئی تھیں، وہ کچھ بلندی پر واقع تھی، (اور شاید یہی جگہ "بیت اللحم" کہلاتی ہے جو بیت المقدس سے چند میل کے فاصلے پر ہے) اس کے نیچے نشیب میں سے فرشتہ ان سے دوبارہ ہم کلام ہوا، اور انہیں تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے کھانے پینے کا یہ انتظام فرمادیا ہے کہ نیچے ایک چشمہ بہہ رہا ہے، اور معمولی کوشش سے تازہ کھجوریں آپ پر خود بخود جھڑ جائیں گی جن میں پوری غذائیت بھی ہے، اور تقویت کا سامان بھی۔

(١٤) بعض پچھلی شریعتوں میں بات چیت نہ کرنے کا روزہ رکھنا بھی عبادت کی ایک شکل تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں منسوخ ہوگئی۔ اب ایسا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو یہ ہدایت دی گئی کہ وہ ایسے روزے کی منّت مان کر روزہ رکھ لیں، اور کوئی بات کرنا چاہے تو اسے اشاروں سے بتادیں کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے، تاکہ خواہ مخواہ لوگوں کے سوال و جواب سے مزید تکلیف نہ ہو۔

(١٥) بچے کی پیدائش کے بعد حضرت مریم علیہا السلام پوری طرح مطمئن ہو چکی تھیں کہ جس اللہ تعالیٰ نے یہ بچہ اپنی خاص قدرت سے پیدا فرمایا ہے، وہی ان کی براءت بھی ظاہر فرمائے گا، اس لئے اب اطمینان کے ساتھ خود ہی بچے کو لے کر لوگوں کے سامنے تشریف لے گئیں۔

(١٦) یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں، اور ان کے قبیلے کی طرف منسوب

الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿٣٠﴾ لا وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ص وَ اَوْصٰنِیْ

اُس نے مجھے کتاب دی ہے، اور نبی بنایا ہے،[17] ﴿۳۰﴾ اور جہاں بھی میں رہوں، مجھے بابرکت بنایا ہے، اور جب تک زندہ رہوں،

بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿٣١﴾ صلے وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ز وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ

مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے،[18] ﴿۳۱﴾ اور مجھے اپنی والدہ کا فرماں بردار بنایا ہے، اور مجھے سرکش اور

جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿٣٢﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ

سنگ دِل نہیں بنایا۔ ﴿۳۲﴾ اور (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) سلامتی ہے مجھ پر اُس دن بھی جب میں پیدا ہوا، اور اُس دن بھی جس دن میں مروں گا،

اُبْعَثُ حَیًّا ﴿٣٣﴾ ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ ج قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ

اور اُس دن بھی جب مجھے دوبارہ زندہ کرکے اُٹھایا جائے گا۔" ﴿۳۳﴾ یہ ہیں عیسیٰ بن مریم! ان (کی حقیقت) کے بارے میں سچی بات یہ ہے جس

یَمْتَرُوْنَ ﴿٣٤﴾ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ لا سُبْحٰنَهٗ ط اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا

میں لوگ جھگڑ رہے ہیں۔[19] ﴿۳۴﴾ اللہ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ کوئی بیٹا بنائے، اُس کی ذات پاک ہے۔ جب وہ کسی بات کا فیصلہ کرلیتا ہے تو بس

فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿٣٥﴾ ط وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ط

اُس سے یہ کہتا ہے کہ: "ہوجا" چنانچہ وہ ہوجاتی ہے۔ ﴿۳۵﴾ اور (اے پیغمبر! لوگوں سے کہہ دو کہ:) یقیناً اللہ میرا بھی پروردگار ہے، اور تمہارا بھی

هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿٣٦﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَیْنِهِمْ ج فَوَیْلٌ

پروردگار، اس لئے اُس کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ ﴿۳۶﴾ پھر بھی ان میں سے مختلف گروہوں نے اختلاف ڈال دیا ہے، چنانچہ جس دن یہ

لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿٣٧﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ لا یَوْمَ

ایک زبردست دن کا مشاہدہ کریں گے، اُس دن اُن کی بڑی تباہی ہوگی جنھوں نے کفر کا ارتکاب کیا ہے۔ ﴿۳۷﴾ جس روز یہ ہمارے پاس آئیں گے،

یَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْیَوْمَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿٣٨﴾ وَ اَنْذِرْهُمْ یَوْمَ

اُس دن یہ کتنے سننے والے اور دیکھنے والے بن جائیں گے! لیکن یہ ظالم آج کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔ ﴿۳۸﴾ اور (اے پیغمبر!) ان کو اُس

کرکے ان کو ہارون کی بہن کہہ دیا گیا ہو جیسے حضرت ہود علیہ السلام کو "عاد کا بھائی" کہا گیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے کسی بھائی کا نام ہارون ہو، اور چونکہ وہ نیک نام بزرگ تھے، اس لئے ان کی قوم نے ان کا حوالہ دیا ہو۔

(۱۷) یعنی بڑے ہوکر مجھے انجیل عطا کی جائے گی، اور نبی بنایا جائے گا، اور یہ بات اتنی یقینی ہے جیسے ہو ہی چکی۔ دُودھ پیتے بچے کا اس طرح بولنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھلا ہوا معجزہ تھا جس نے حضرت مریم علیہا السلام کی براءت بالکل واضح کردی۔

(۱۸) یعنی جب تک میں اس دُنیا میں زندہ رہوں گا، مجھ پر نماز اور زکوٰۃ فرض رہے گی۔

(۱۹) اس پورے واقعے کو ذکر فرماکر یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو اِفراط وتفریط اختیار کر رکھی ہے، وہ حقیقت نہیں ہے۔ نہ وہ الزامات درست ہیں جو یہودیوں نے ان پر لگا رکھے ہیں، اور نہ انہیں اللہ تعالیٰ کا بیٹا ماننا صحیح ہے جیسا کہ عیسائیوں نے مان رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی بیٹے کی ضرورت نہیں ہے۔

الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّا نَحْنُ وقف لازم

پچھتاوے کے دن سے ڈرایئے جب ہر بات کا آخری فیصلہ ہوجائے گا، جبکہ یہ لوگ (اس وقت) غفلت میں ہیں، اور ایمان نہیں لا رہے۔ ﴿٣٩﴾

نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٤٠﴾ ع وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ

یقین جانو کہ زمین اور اُس پر سارے رہنے والوں کے وارث ہم ہی ہوں گے، اور ہماری طرف ہی ان سب کو لوٹایا جائے گا۔ ﴿٤٠﴾ اور اس کتاب

اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿٤١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا

میں ابراہیم کا بھی تذکرہ کرو۔ بیشک وہ سچائی کے خوگر نبی تھے۔ ﴿٤١﴾ یاد کرو جب انہوں نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ: ''اباجان! آپ ایسی

لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا ﴿٤٢﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ

چیزوں کی کیوں عبادت کرتے ہیں جو نہ سنتی ہیں، نہ دیکھتی ہیں، اور نہ آپ کا کوئی کام کرسکتی ہیں؟ (٢٠) ﴿٤٢﴾ اباجان! میرے پاس ایک ایسا علم آیا ہے

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿٤٣﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ

جو آپ کے پاس نہیں آیا، اس لئے میری بات مان لیجئے، میں آپ کو سیدھا راستہ بتلادوں گا۔ ﴿٤٣﴾ اباجان! شیطان کی عبادت نہ کیجئے۔(٢١) یقین

الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿٤٤﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ

جانئے کہ شیطان خدائے رحمٰن کا نافرمان ہے۔ ﴿٤٤﴾ اباجان! مجھے اندیشہ ہے کہ خدائے رحمٰن کی طرف سے آپ کو کوئی عذاب نہ آپکڑے،

يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿٤٥﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ

جس کے نتیجے میں آپ شیطان کے ساتھی بن کر رہ جائیں۔(٢٢)'' ﴿٤٥﴾ ان کے باپ نے کہا: ''ابراہیم! کیا تم میرے خداؤں سے بیزار ہو؟ یاد

اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿٤٦﴾

رکھو، اگر تم باز نہ آئے تو میں تم پر پتھر برساؤں گا، اور اب تم ہمیشہ کے لئے مجھ سے دُور ہوجاؤ۔'' ﴿٤٦﴾ ابراہیم نے کہا: ''میں آپ کو (رُخصت

قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿٤٧﴾ وَ

کا) سلام کرتا ہوں۔(٢٣) میں اپنے پروردگار سے آپ کی بخشش کی دُعا کروں گا۔(٢٤) بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے۔ ﴿٤٧﴾ اور میں آپ

---

(٢٠) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا باپ آزر نہ صرف بت پرست تھا، بلکہ خود بت تراشی کیا کرتا تھا۔

(٢١) بتوں کی عبادت کرنے کا خیال درحقیقت شیطان کا ڈالا ہوا خیال تھا، اس لئے بتوں کی عبادت کا مطلب یہی تھا کہ انسان شیطان کو قابلِ اطاعت سمجھ کر اس کی عبادت کرے۔

(٢٢) یعنی جو انجام شیطان کا ہو، وہ آپ کا بھی ہو۔

(٢٣) عام حالات میں کافروں کو سلام کی ابتدا کرنا جائز نہیں ہے، لیکن جہاں کوئی دِینی مصلحت داعی ہو تو اس نیت سے سلام کرنے کی گنجائش ہے کہ اللہ تعالیٰ اُسے اسلام کی توفیق دے کر سلامتی سے ہمکنار فرمائیں۔

(٢٤) سورۂ توبہ (٩:١١٤) میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس وعدے کا حوالہ دیا ہے، اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ نے یہ وعدہ اُس وقت کیا تھا جب آپ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اُس کے مقدر میں ایمان نہیں ہے، چنانچہ جب یہ بات

أَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَأَدْعُوْا رَبِّيْ ۖ عَسٰٓى أَلَّآ أَكُوْنَ

لوگوں سے بھی الگ ہوتا ہوں، اور اللہ کو چھوڑ کر آپ لوگ جن جن کی عبادت کرتے ہیں، اُن سے بھی، اور میں اپنے پروردگار کو پکارتا رہوں گا۔

بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ

مجھے پوری اُمید ہے کہ اپنے رَبّ کو پکار کر میں نامراد نہیں رہوں گا۔" (۴۸) چنانچہ جب وہ اُن سے اور ان (بتوں) سے الگ ہوگئے جنہیں وہ

وَهَبْنَا لَهٗٓ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾ وَوَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ

اللہ کے بجائے پکارا کرتے تھے، تو ہم نے انہیں اسحاق اور یعقوب (جیسی اولاد) بخشی، اور ان میں سے ہر ایک کو نبی بنایا۔ (۴۹) اور ان کو

رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿٥٠﴾ ع وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى ۡ

اپنی رحمت سے نوازا، اور انہیں اُونچے درجے کی نیک نامی عطا کی۔(۲۵) (۵۰) اور اس کتاب میں موسیٰ کا بھی تذکرہ کرو۔

إِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ

بیشک وہ اللہ کے چنے ہوئے بندے تھے، اور رسول اور نبی تھے۔(۲۶) (۵۱) ہم نے اُنہیں کوہِ طور کی دائیں جانب سے پکارا، اور انہیں

الْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَآ أَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿٥٣﴾

اپنا رازدار بنا کر اپنا قرب عطا کیا۔ (۵۲) اور ہم نے ان کے بھائی ہارون کو نبی بنا کر اپنی رحمت سے انہیں (ایک مددگار) عطا کیا۔ (۵۳)

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِسْمٰعِيْلَ ۡ إِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿٥٤﴾ ج

اور اس کتاب میں اسمٰعیل کا بھی تذکرہ کرو۔ بیشک وہ وعدے کے سچے تھے،(۲۷) اور رسول اور نبی تھے۔ (۵۴)

وَكَانَ يَأْمُرُ أَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۠ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا ﴿٥٥﴾

اور وہ اپنے گھر والوں کو بھی نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کرتے تھے، اور اپنے پروردگار کے نزدیک پسندیدہ تھے۔ (۵۵)

معلوم ہوگئی تو پھر آپ اس کے لئے دُعا کرنے سے دست بردار ہوگئے۔

(۲۵) چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نہ صرف مسلمان، بلکہ یہودی اور عیسائی بھی اپنا مقتدا سمجھتے ہیں۔

(۲۶) حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کا مفصل واقعہ اگلی سورت میں آرہا ہے۔

(۲۷) پیچھے آیت نمبر ۴۹ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا تھا کہ اُن کی اہمیت کے پیشِ نظر اُن کا تذکرہ علیحدہ کرنا مقصود تھا جو اس آیت میں کیا گیا ہے۔ یوں تو سارے انبیائے علیہم السلام ہی وعدے کے سچے ہوتے ہیں، لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لئے خاص طور پر یہ صفت اس لئے بیان فرمائی گئی ہے کہ جب انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے اپنے والد سے وعدہ کیا تھا کہ ذبح کے وقت وہ انہیں صبر کرنے والا پائیں گے (جس کا ذکر سورۂ صافات میں آئے گا)۔ موت کو سامنے دیکھ کر بھی انہیں اپنا یہ وعدہ یاد رہا، اور انہوں نے مثالی صبر و ضبط کا مظاہرہ فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی وعدے کی پابندی کے معاملے میں ان کے کئی واقعات مفسرین نے بیان فرمائے ہیں۔

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ إِدْرِيْسَ ۚ إِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا

اور اس کتاب میں اِدریس کا بھی تذکرہ کرو۔ بیشک وہ سچائی کے خوگر نبی تھے۔ ﴿۵۶﴾ اور ہم نے انہیں رفعت دے کر ایک بلند مقام تک پہنچا دیا

عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ

تھا۔(۲۸) ﴿۵۷﴾ آدم کی اولاد میں سے یہ وہ نبی ہیں جن پر اللہ نے اِنعام فرمایا، اور ان میں سے کچھ ان لوگوں کی اولاد میں سے ہیں جن کو ہم نے نوح

اٰدَمَ ۙ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۫ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ إِبْرٰهِيْمَ وَإِسْرَآءِيْلَ ۫

کے ساتھ (کشتی میں) سوار کیا تھا، اور کچھ ابراہیم اور اِسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کی اولاد میں سے ہیں۔ اور یہ سب ان لوگوں میں سے ہیں

وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۭ إِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا

جن کو ہم نے ہدایت دی، اور (اپنے دِین کے لئے) منتخب کیا۔ جب ان کے سامنے خدائے رحمٰن کی آیتوں کی تلاوت کی جاتی تو یہ روتے ہوئے

السجدۃ ۵ وَّبُكِيًّا ۩ ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا

سجدے میں گر جاتے تھے۔(۲۹) ﴿۵۸﴾ پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کی جگہ آئے جنہوں نے نمازوں کو برباد کیا، اور اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے

الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا

چلے۔ چنانچہ ان کی گمراہی بہت جلد ان کے سامنے آجائے گی۔(۳۰) ﴿۵۹﴾ البتہ جن لوگوں نے توبہ کرلی، اور اِیمان لے آئے، اور نیک عمل کئے، تو ایسے

فَأُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ الَّتِيْ وَعَدَ

لوگ جنت میں داخل ہوں گے، اور ان پر ذرا بھی ظلم نہیں ہوگا۔ ﴿۶۰﴾ (ان کا داخلہ) ایسے ہمیشہ باقی رہنے والے باغات میں (ہوگا) جن کا

الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ إِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَأْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا

خدائے رحمٰن نے اپنے بندوں سے ان کے دیکھے بغیر وعدہ کر رکھا ہے۔ یقیناً اس کا وعدہ ایسا ہے کہ یہ اس تک ضرور پہنچیں گے۔ ﴿۶۱﴾ وہ اس میں

لَغْوًا إِلَّا سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ

سلامتی کی باتوں کے سوا کوئی لغو بات نہیں سنیں گے۔ اور وہاں ان کا رزق انہیں صبح و شام ملا کرے گا۔ ﴿۶۲﴾ یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے

---

(۲۸) اس سے مراد نبوّت و رسالت اور تقویٰ اور بزرگی کا اعلیٰ مرتبہ ہے جو ان کے زمانے میں انہی کو عطا ہوا۔ بائبل میں ان کے بارے میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ آسمان پر اُٹھا لیا تھا۔ تفسیر کی بعض کتابوں میں بھی ایسی کچھ روایتیں آئی ہیں جن کی بنیاد پر کہا گیا ہے کہ اس آیت میں اسی واقعے کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن یہ روایتیں سند کے اعتبار سے نہایت کمزور اور ناقابلِ اعتبار ہیں۔

(۲۹) یہ سجدے کی آیت ہے۔ جو کوئی شخص عربی میں یہ آیت پڑھے، یا سنے اُس پر سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی احتیاطاً سجدہ کرلینا ضروری ہے۔

(۳۰) یعنی ان کی گمراہی کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی صورت میں اُن کے سامنے آجائے گا۔

نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿٦٣﴾ وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ

بندوں میں سے اس کو بنائیں گے جو متقی ہو۔ (٦٣) اور (فرشتے تم سے یہ کہتے ہیں کہ) ہم آپ کے رَبّ کے حکم کے بغیر اُتر کر نہیں آتے۔(٣١) جو کچھ

لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَ مَا خَلْفَنَا وَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ

ہمارے آگے ہے، اور جو کچھ ہمارے پیچھے ہے، اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، وہ سب اُسی کی ملکیت ہے۔ اور تمہارا رَبّ ایسا نہیں ہے جو بھول

نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ ۚ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ

جایا کرے۔ (٦٤) وہ آسمانوں اور زمین کا بھی مالک ہے، اور جو مخلوقات اُن کے درمیان ہیں، اُن کا بھی۔ لہٰذا تم اُس کی عبادت کرو، اور اُس کی

ع ١٥ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ ع وَ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ

عبادت پر جمے رہو۔ کیا تمہارے علم میں کوئی اور ہے جو اُس جیسی صفات رکھتا ہو؟ (٦٥) اور (کافر) انسان یہ کہتا ہے کہ: "جب میں مر چکا ہوں گا

ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَ لَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ اَنَّا

تو کیا واقعی اُس وقت مجھے زندہ کرکے نکالا جائے گا؟" (٦٦) کیا اس انسان کو یہ بات یاد نہیں آتی کہ ہم نے اُسے شروع میں اُس وقت پیدا کیا تھا

خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَ لَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَ رَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَ الشَّيٰطِيْنَ

جب وہ کچھ بھی نہیں تھا؟(٣٢) (٦٧) تو قسم ہے تمہارے پروردگار کی! ہم ان کو اور ان کے ساتھ سارے شیطانوں کو ضرور اکٹھا کریں گے،(٣٣) پھر ان کو

ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ

دوزخ کے گرد اس طرح لے آئیں گے کہ یہ سب گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے۔ (٦٨) پھر ان کے ہر گروہ میں سے اُن لوگوں کو کھینچ

---

(٣١) صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ہوئے کافی عرصہ ہوگیا تھا۔ اس پر بعض کفار نے آپ کا مذاق بھی بنایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو (معاذ اللہ) چھوڑ دیا ہے۔ چنانچہ جب جبرئیل علیہ السلام آئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ آپ جلدی جلدی ہمارے پاس کیوں نہیں آتے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جواب نقل فرمایا ہے کہ ہمارا اُتر کر آنا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت ہوتا ہے۔ ساری کائنات کی مصلحتیں وہی جانتا ہے، کیونکہ آسمان، زمین اور ان کی درمیانی مخلوقات سب اُسی کے قبضے میں ہیں۔ اور اگر کسی وقت دیر ہوتی ہے تو کسی حکمت کی وجہ سے ہوتی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے، اور دیر کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ (معاذ اللہ) وہ وحی نازل کرنا بھول گیا ہے۔

(٣٢) یعنی جب انسان کا وجود بالکل تھا ہی نہیں، تب اللہ تعالیٰ نے اُسے محض اپنی قدرت سے پیدا فرمایا تھا، اب مرنے کے بعد تو انسان کے جسم کے کچھ نہ کچھ حصے کسی نہ کسی شکل میں باقی رہتے ہیں۔ ان کو دوبارہ زندگی دے دینا اُس کے لئے کیا مشکل ہے جو بالکل عدم سے انسان کو پیدا کر چکا ہے؟

(٣٣) یعنی اُن شیطانوں کو جو انہیں گمراہ کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ ہر انسان کے ساتھ وہ شیطان بھی لایا جائے گا جس نے اُس انسان کو گمراہ کیا تھا (تفسیر عثمانی)۔

أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ

نکالیں گے جو خدائے رحمٰن کے ساتھ سرکشی کرنے میں زیادہ سخت تھے۔ ﴿٦٩﴾ پھر یہ بات ہم ہی خوب جانتے ہیں کہ وہ کون لوگ ہیں جو سب سے

هُمْ أَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ

پہلے اس دوزخ میں جھونکے جانے کے زیادہ مستحق ہیں۔ ﴿٧٠﴾ اور تم میں سے کوئی نہیں ہے جس کا اِس (دوزخ) پر گذر نہ ہو۔(٣٤) اس بات کا تمہارے

حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِينَ فِيهَا

پروردگار نے حتمی طور پر ذمہ لے رکھا ہے۔ ﴿٧١﴾ پھر جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے، انہیں تو ہم نجات دے دیں گے، اور جو ظالم ہیں، انہیں اس

جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا

حالت میں چھوڑ دیں گے کہ وہ اس (دوزخ میں) گھٹنوں کے بل پڑے ہوں گے۔ ﴿٧٢﴾ اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں تلاوت کی جاتی

لِلَّذِينَ اٰمَنُوٓا ۙ أَيُّ الْفَرِيقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّأَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾

ہیں، تو کافر لوگ مؤمنوں سے کہتے ہیں کہ: ''بتاؤ، ہم دونوں فریقوں میں سے کس کا مقام زیادہ بہتر ہے اور کس کی مجلس زیادہ اچھی ہے؟'' ﴿٧٣﴾ اور

وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ أَحْسَنُ أَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾

(یہ نہیں دیکھتے کہ) ان سے پہلے ہم کتنی نسلیں ہلاک کر چکے ہیں، جو اپنے ساز و سامان اور ظاہری آن بان میں ان سے کہیں بہتر تھیں۔ ﴿٧٤﴾ کہہ

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى إِذَا

دو کہ: ''جو لوگ گمراہی میں جا پڑیں تو اُن کے لئے مناسب یہی ہے کہ خدائے رحمٰن اُنہیں خوب ڈھیل دیتا رہے۔'' یہاں تک کہ جب یہ لوگ وہ

رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ إِمَّا الْعَذَابَ وَإِمَّا السَّاعَةَ ۗ فَسَيَعْلَمُونَ

چیز خود دیکھ لیں گے جس سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے، چاہے وہ (اس دُنیا کا) عذاب ہو، یا قیامت، تو اُس وقت انہیں پتہ چلے گا کہ بدترین مقام کس

مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّأَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيدُ اللّٰهُ الَّذِينَ اهْتَدَوْا

کا تھا، اور لشکر کس کا زیادہ کمزور تھا۔ ﴿٧٥﴾ اور جن لوگوں نے سیدھا راستہ اختیار کر لیا ہے، اللہ ان کو ہدایت میں اور ترقی دیتا ہے۔ اور جو نیک عمل

هُدًى ۗ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾

باقی رہنے والے ہیں، ان کا بدلہ بھی تمہارے پروردگار کے یہاں بہتر ملے گا، اور ان کا (مجموعی) انجام بھی بہتر ہوگا۔ ﴿٧٦﴾ بھلا تم نے اُس شخص کو

---

(٣٤) اس سے مراد ''پل صراط'' ہے جو دوزخ ہی پر بنا ہوا ہے، اور اس پل پر سے ہر شخص کو گذرنا ہوگا، چاہے وہ مسلمان ہو یا کافر، نیک ہو یا بدعمل۔ پھر جیسے اگلی آیت میں آرہا ہے، نیک لوگ تو اس پل سے اس طرح گذر جائیں گے کہ انہیں دوزخ کی ذرا سی بھی تکلیف نہیں ہوگی، اور کافر اور بدعمل لوگوں کو دوزخ میں گرا دیا جائے گا۔ پھر جن کے دِلوں میں ایمان ہوگا، انہیں تو اپنے اعمال کی سزا بھگتنے کے بعد دوزخ سے نکال لیا جائے گا، اور جن کے دِلوں میں رائی برابر بھی ایمان نہیں ہوگا، وہ دوزخ میں پڑے رہیں گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ اور نیک لوگوں کو دوزخ سے گذارنے کی حکمت یہ بھی ہے کہ جہنم کا ہولناک نظارہ دیکھنے کے بعد جنت کی قدر و قیمت یقیناً زیادہ ہوگی۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ اَطَّلَعَ
بھی دیکھا جس نے ہماری آیتوں کو ماننے سے انکار کیا ہے، اور یہ کہا ہے کہ: "مجھے مال اور اولاد (آخرت میں بھی) ضرور ملیں گے۔"(٣٥) ﴿٧٧﴾ کیا
الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۭ سَنَكْتُبُ مَا يَقُوْلُ
اُس نے عالمِ غیب میں جھانک کر دیکھ لیا ہے، یا اُس نے خدائے رحمٰن سے کوئی عہد لے رکھا ہے؟ ﴿٧٨﴾ ہرگز نہیں! جو کچھ یہ کہہ رہا ہے، ہم اُسے بھی
وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا
لکھ رکھیں گے، اور اُس کے عذاب میں اور اِضافہ کردیں گے۔ ﴿٧٩﴾ اور جس (مال اور اولاد) کا یہ حوالہ دے رہا ہے، اُس کے وارث ہم ہوں گے،
فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾
اور یہ ہمارے پاس تنِ تنہا آئے گا۔ ﴿٨٠﴾ اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے معبود اس لئے بنا رکھے ہیں تاکہ وہ ان کی پشت پناہی کریں۔(٣٦) ﴿٨١﴾
كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ ع ٥ / ١٧ / ٨
یہ سب غلط بات ہے! وہ تو ان کی عبادت ہی کا انکار کردیں گے، اور اُلٹے ان کے مخالف ہوجائیں گے۔ ﴿٨٢﴾ (اے پیغمبر!) کیا تمہیں یہ معلوم نہیں
اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ۭ
ہے کہ ہم نے کافروں پر شیاطین چھوڑ رکھے ہیں جو انہیں برابر اُکساتے رہتے ہیں؟ ﴿٨٣﴾ لہٰذا تم ان کے معاملے میں جلدی نہ کرو۔ ہم تو ان کے
اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿٨٤﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿٨٥﴾
لئے گنتی گن رہے ہیں۔ ﴿٨٤﴾ (اُس دن کو نہ بھولو) جس دن ہم سارے متقی لوگوں کو مہمان بنا کر خدائے رحمٰن کے پاس جمع کریں گے، ﴿٨٥﴾ اور

(٣٥) صحیح بخاری میں حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ میں نے مکہ مکرّمہ میں لوہار کا پیشہ اختیار کر رکھا تھا۔ اور (اسی سلسلے میں) میرے کچھ پیسے مکہ مکرّمہ کے ایک کافر سردار عاص بن وائل کے ذمے واجب ہوگئے تھے۔ میں اس سے اپنا حق مانگنے کے لئے گیا تو اُس نے قسم کھا کر کہا کہ: "میں تمہارے پیسے اُس وقت تک نہیں دُوں گا جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہ جھٹلاؤ۔" میں نے کہا کہ: "تم مر کر دوبارہ زندہ ہوجاؤ، تب بھی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا نہیں سکتا۔" اس پر عاص بن وائل نے کہا: "اچھا جب میں مر کر دوبارہ زندہ ہوں گا تو وہاں بھی میرے پاس بہت سا مال اور اولاد ہوگی، اُس وقت میں تمہارے پیسے ادا کردُوں گا۔" اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔

(٣٦) بعض مشرکین یہ کہا کرتے تھے کہ ہم لات اور عزّیٰ جیسے بتوں یا دوسرے معبودوں کی عبادت اس لئے کرتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کریں (سورۂ یونس ١٠:١٨)۔ یہ اُن کے اسی عقیدے کی طرف اشارہ ہے۔ اور جواب میں فرمایا گیا ہے کہ جن دیوتاؤں پر یہ بھروسہ کئے بیٹھے ہیں، قیامت کے دن وہ تو اس بات ہی سے انکار کردیں گے کہ ان کی عبادت کی گئی تھی، اور وہ ان کی سفارش تو کیا کرتے، اُلٹے ان کے مخالف ہوجائیں گے۔ یہ مضمون سورۂ نحل (١٦:٨٦) میں بھی گذرا ہے، جیسا کہ وہاں بھی عرض کیا گیا تھا، عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بتوں کو بھی زبان دیدے، اور وہ ان کے جھوٹا ہونے کا اعلان کریں، کیونکہ دُنیا میں بے جان ہونے کی بنا پر اُنہیں پتہ ہی نہیں تھا کہ کون ان کی عبادت کر رہا ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ زبانِ حال سے یہ بات کہیں، اور شیاطین واقعی زبان سے یہ بات کہہ کر ان سے اپنی بے تعلقی کا اظہار کریں۔

وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿٨٦﴾ لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ وقف لازم
مجرموں کو پیاسے جانوروں کی طرح ہنکا کر دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔ (٨٦) لوگوں کو کسی کی سفارش کرنے کا اختیار بھی نہیں ہوگا، سوائے
اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٨٧﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿٨٨﴾ لَقَدْ وقف لازم
اُن لوگوں کے جنہوں نے خدائے رحمٰن سے کوئی اجازت حاصل کر لی ہو۔ (٨٧) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد ہے! (٨٨) (ایسی
جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ﴿٨٩﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ
بات کہنے والو!) حقیقت یہ ہے کہ تم نے بڑی سنگین حرکت کی ہے۔ (٨٩) کچھ بعید نہیں کہ اس کی وجہ سے آسمان پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور
وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿٩٠﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿٩١﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ
پہاڑ ٹوٹ کر گر پڑیں۔ (٩٠) کہ ان لوگوں نے خدائے رحمٰن کے لئے اولاد ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ (٩١) حالانکہ خدائے رحمٰن کی یہ شان نہیں ہے کہ
اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿٩٢﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي
اُس کی کوئی اولاد ہو۔ (٩٢) آسمانوں اور زمین میں جتنے لوگ ہیں، ان میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو خدائے رحمٰن کے حضور بندہ بن کر نہ
الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿٩٤﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ
آئے۔ (٩٣) یقین رکھو کہ اُس نے سب کا احاطہ کر رکھا ہے اور انہیں خوب اچھی طرح گن رکھا ہے۔ (٩٤) اور قیامت کے دن ان میں سے ایک
الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿٩٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ
ایک شخص اُس کے پاس اکیلا آئے گا۔ (٩٥) (ہاں) بیشک جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، خدائے رحمٰن ان کے
الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿٩٦﴾ فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ
لئے دلوں میں محبت پیدا کر دے گا۔[٣٧] (٩٦) چنانچہ (اے پیغمبر!) ہم نے اس قرآن کو تمہاری زبان میں آسان بنا دیا ہے تاکہ تم اس کے ذریعے متقی
بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿٩٧﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ۭ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ
لوگوں کو خوشخبری دو، اور اسی کے ذریعے ان لوگوں کو ڈراؤ جو ضد کی وجہ سے جھگڑے پر آمادہ ہیں۔ (٩٧) ان سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں کو ہلاک
مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿٩٨﴾ ع ٦ النصف
کر چکے ہیں۔ کیا تمہیں ٹٹولنے سے بھی ان میں سے کسی کا پتہ ملتا ہے، یا ان میں سے کسی کی بھنک بھی تمہیں سنائی دیتی ہے؟ (٩٨)

(٣٧) یعنی اس وقت تو مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ کفار ان کی مخالفت پر تلے ہوئے ہیں۔ لیکن عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب مخلوقِ خدا کے دلوں میں ان مسلمانوں کی محبت پیدا ہو جائے گی۔

الحمدللہ! آج شبِ جمعہ ٢ ذیقعدہ ١٤٢٧ھ مطابق ٢٣ نومبر ٢٠٠٦ء کو بحرین میں بعد نمازِ عشاء سورۂ مریم کے ترجمے اور حواشی کی تکمیل ہوئی، اللہ تعالیٰ بندے کے گناہوں کو معاف فرما کر اس ناچیز خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضا کے مطابق تکمیل کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

سُوۡرَۃُ طٰہٰ

تعارف

یہ سورت مکہ مکرّمہ کے بالکل ابتدائی دور میں نازل ہوئی تھی۔ مستند روایات سے ثابت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی سورت کو سن کر اسلام لائے تھے۔ ان کی بہن حضرت فاطمہ اور ان کے بہنوئی حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہما ان سے پہلے خفیہ طور پر اسلام لا چکے تھے جس کا انہیں پتہ نہیں تھا۔ ایک روز وہ گھر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے ارادے سے نکلے۔ راستے میں نعیم بن عبداللہ نامی ایک صاحب انہیں ملے، انہوں نے حضرت عمر سے کہا کہ آپ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں جہاں آپ کی بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں۔ حضرت عمر غصّے کے عالم میں واپس آئے تو بہن اور بہنوئی حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ سے سورۂ طٰہٰ پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر کو آتے دیکھا تو انہوں نے وہ صحیفہ جس پر سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی، کہیں چھپا دیا، لیکن حضرت عمر پڑھنے کی آواز سن چکے تھے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے پتہ چل گیا ہے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو، اور یہ کہہ کر بہن اور بہنوئی دونوں کو بہت مارا۔ اس وقت ان دونوں نے کہا کہ آپ ہمیں کوئی بھی سزا دیں، ہم مسلمان ہو چکے ہیں، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوا ہے، وہ پڑھ رہے تھے۔ حضرت عمر نے کہا کہ اچھا مجھے بھی دِکھاؤ، وہ کیسا کلام ہے۔ بہن نے ان سے غسل کروا کر صحیفہ ان کو دِکھایا جس میں سورۂ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی۔ اسے پڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مبہوت رہ گئے، اور انہیں یقین ہو گیا کہ یہ کسی انسان کا نہیں، اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے بھی انہیں اسلام لانے کی ترغیب دی، اور بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعا فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ابوجہل یا عمر بن خطاب میں سے کسی ایک کو اسلام کی توفیق دے کر اسلام کی قوّت کا سامان پیدا فرمادے۔ چنانچہ اسی وقت وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور اسلام قبول کرلیا۔

جس زمانے میں یہ سورت نازل ہوئی، وہ مسلمانوں کے لئے بڑی آزمائش اور تکلیفوں کا زمانہ تھا۔ کفارِ مکہ نے ان پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا۔ اس لئے اس سورت کا بنیادی مقصد ان کو تسلی دینا تھا کہ اس قسم کی آزمائشیں حق کے علم برداروں کو ہر زمانے میں پیش آئی ہیں، لیکن آخری انجام انہی کے حق میں ہوا ہے۔ چنانچہ اسی سلسلے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ نہایت تفصیل کے ساتھ اسی سورت میں بیان ہوا ہے جس سے دونوں باتیں ثابت ہوتی ہیں، یہ بھی کہ ایمان والوں کو آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور یہ بھی کہ آخری فتح انہی کی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ثابت کرنا مقصود ہے کہ تمام انبیائے کرام کی بنیادی دعوت ایک ہی ہوتی ہے کہ انسان خدائے واحد پر ایمان لائے، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔

آیاتھا ١٣٥ ٢٠ سُوْرَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ ٤٥ رکوعاتھا ٨

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ایک سو پینتیس آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

طٰهٰ ① مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰٓى ② اِلَّا تَذْكِرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ③

طٰهٰ[1] ① ہم نے تم پر قرآن اس لئے نازل نہیں کیا کہ تم تکلیف اُٹھاؤ[2] ② البتہ یہ اس شخص کے لئے ایک نصیحت ہے جو ڈرتا ہو[3] ③ اسے

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ④ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى

اُس ذات کی طرف سے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا جارہا ہے جس نے زمین اور اُونچے اُونچے آسمان پیدا کئے ہیں۔ ④ وہ بڑی رحمت والا عرش

الْعَرْشِ اسْتَوٰى ⑤ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا

پر اِستوا فرمائے ہوئے ہے[4] ⑤ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اور ان کے درمیان جو کچھ ہے، وہ سب بھی اسی کی ملکیت ہے، اور زمین کی

وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ⑥ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ

تہوں کے نیچے جو کچھ ہے وہ بھی۔ ⑥ اگر تم کوئی بات بلند آواز سے کہو (یا آہستہ)، تو وہ چپکے سے کہی ہوئی باتوں کو، بلکہ اور زیادہ چھپی ہوئی

وَاَخْفٰى ⑦ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ⑧ وَهَلْ اَتٰىكَ

باتوں کو بھی جانتا ہے[5] ⑦ اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اُسی کے اچھے اچھے نام ہیں۔ ⑧ اور (اے پیغمبر!) کیا تم تک موسیٰ کا

---

(١) بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ طٰهٰ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے گرامی میں سے ایک نام ہے۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ ان حروفِ مقطعات میں سے ہے جو مختلف سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، اور ان کے ٹھیک ٹھیک معنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(٢) اس تکلیف سے مراد وہ تکلیفیں بھی ہوسکتی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی طرف سے پہنچ رہی تھیں، اس صورت میں مطلب یہ ہے کہ یہ تکلیفیں ہمیشہ باقی رہنے والی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دُور فرما کر آپ کو فتح عطا فرمائے گا۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شروع میں ساری ساری رات جاگ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ اس آیت نے ارشاد فرمایا کہ آپ کو اتنی تکلیف اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد آپ نے رات کے شروع حصے میں سونا اور آخری حصے میں عبادت کرنا شروع کردیا۔

(٣) یہ نصیحت اس کے لئے کارآمد ہے جو ڈرتا رہتا ہو کہ میرا طرزِ عمل صحیح ہے یا نہیں، دوسرے الفاظ میں جس کے دِل میں حق کی طلب ہو، اور جو ہٹ دھرمی یا لاپروائی کی رَوِش اختیار کرنے کے بعد بےفکر ہو کر نہ بیٹھ گیا ہو۔

(٤) اس کی تشریح پیچھے سورۂ اعراف (٥٤:٧) کے حاشیے میں گذر چکی ہے۔

(٥) اور زیادہ چھپی ہوئی باتیں وہ ہیں جو زبان سے کہی ہی نہیں گئیں، بلکہ جن کا صرف خیال دِل میں آیا۔ اللہ تعالیٰ ان باتوں

وقف لازم

حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿٩﴾ اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ

واقعہ پہنچا ہے؟ (٩) یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کو ایک آگ نظر آئی تو انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: ''تم یہیں ٹھہرو، میں نے ایک

نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾

آگ دیکھی ہے۔ شاید میں اس میں سے کوئی شعلہ تمہارے پاس لے آؤں، یا اُس آگ کے پاس مجھے راستے کا پتہ مل جائے(٦)۔'' (١٠) چنانچہ

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ يٰمُوْسٰى ﴿١١﴾ اِنِّيْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَيْكَ ۚ

جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو انہیں آواز دی گئی کہ: ''اے موسیٰ! (١١) یقین سے جان لو کہ میں ہی تمہارا رب ہوں(٧)۔ اب تم اپنے جوتے اُتار

اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٢﴾ وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا

دو۔ تم اس وقت طویٰ کی مقدس وادی میں ہو(٨)۔ (١٢) اور میں نے تمہیں (نبوّت کے لئے) منتخب کیا ہے۔ لہٰذا جو بات وحی کے ذریعے کہی جارہی

يُوْحٰى ﴿١٣﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ

ہے، اُسے غور سے سنو۔ (١٣) حقیقت یہ ہے کہ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اس لئے میری عبادت کرو، اور مجھے یاد رکھنے

الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿١٤﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى

کے لئے نماز قائم کرو۔ (١٤) یقین رکھو کہ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے۔ میں اُس (کے وقت) کو خفیہ رکھنا چاہتا ہوں، تاکہ ہر شخص کو اُس کے

سے بھی باخبر ہے۔

(٦) سورۂ قصص میں آگے اس واقعے کی تفصیل آنے والی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مدین میں ایک عرصۂ دراز گذارنے کے بعد اپنی اہلیہ کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہوئے تھے۔ جب صحرائے سینا میں پہنچے تو راستہ بھول گئے، اور سخت سردی کا بھی احساس ہوا۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک آگ کی سی شکل نظر آئی جو درحقیقت ایک نور تھا۔ اُس وقت انہوں نے اپنی اہلیہ کو وہاں رُکنے کی ہدایت دی، اور خود آگ کی طرف چلے۔

(٧) سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ یقین کیسے آیا کہ یہ آواز اللہ تعالیٰ کی طرف سے آرہی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دِل کو یہ اطمینان عطا فرمادیا کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ہم کلام ہیں۔ اور حالات بھی ایسے پیدا کردیئے گئے کہ انہیں یہ یقین آجائے۔ مثلاً بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو یہ عجیب منظر نظر آیا کہ وہ آگ ایک درخت کے اُوپر شعلے ماررہی ہے، مگر درخت کا کوئی پتہ جلتا نہیں ہے۔ انہوں نے انتظار کیا کہ شاید کوئی چنگاری اُڑکر ان کے پاس آجائے، مگر وہ بھی نہ آئی۔ پھر انہوں نے کچھ گھاس پھونس لے کر اسے آگ کے قریب کیا، تاکہ اس میں آگ لگ جائے تو وہ آگ پیچھے ہٹ گئی۔ اس وقت یہ آواز سنائی دی، اور آواز کسی ایک جہت سے نہیں، بلکہ چاروں طرف سے آتی محسوس ہورہی تھی، اور موسیٰ علیہ السلام صرف کان سے نہیں، بلکہ تمام اعضاء سے یہ آواز سن رہے تھے۔

(٨) کوہِ طور کے دامن میں جو وادی ہے، اس کا نام ''طویٰ'' ہے۔ اور یہ ان مقامات میں سے ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے خصوصی تقدس عطا فرمایا ہے۔ اور جوتے اُتارنے کا حکم ایک تو اس وادی کے تقدس کی وجہ سے تھا، اور دوسرے یہ موقع جبکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلامی کا شرف مل رہا تھا، ادب اور عجز و نیاز کے اظہار کا موقع تھا، اس لئے بھی جوتے اُتار دینا مناسب تھا۔

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى ﴿١٥﴾ فَلَا يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ

کئے کا بدلہ ملے۔ (۱۵) لہٰذا کوئی ایسا شخص تمہیں اس سے ہرگز غافل نہ کرنے پائے جو اس پر ایمان نہ رکھتا ہو، اور اپنی خواہشات کے پیچھے چلتا

فَتَرْدٰى ﴿١٦﴾ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ﴿١٧﴾ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ اَتَوَكَّؤُا

ہو، ورنہ تم ہلاکت میں پڑ جاؤ گے۔ (۱۶) اور موسیٰ! یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟'' (۱۷) موسیٰ نے کہا: ''یہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس کا

عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿١٨﴾ قَالَ اَلْقِهَا

سہارا لیتا ہوں، اور اس سے اپنی بکریوں پر (درخت سے) پتے جھاڑتا ہوں، اور اس سے میری دوسری ضروریات بھی پوری ہوتی ہیں۔'' (۱۸)

يٰمُوْسٰى ﴿١٩﴾ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ﴿٢٠﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۫ وقفة

فرمایا: ''موسیٰ! اسے نیچے پھینک دو'' (۱۹) چنانچہ انہوں نے اسے پھینک دیا۔ بس پھر کیا تھا! وہ اچانک ایک دوڑتا ہوا سانپ بن گئی۔ (۲۰) اللہ

سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰى جَنَاحِكَ تَخْرُجْ

نے فرمایا: ''اسے پکڑ لو، اور ڈرو نہیں۔ ہم ابھی اسے اس کی پچھلی حالت پر لوٹا دیں گے۔ (۲۱) اور اپنے ہاتھ کو اپنی بغل میں دباؤ، وہ کسی بیماری

بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ اٰيَةً اُخْرٰى ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ اٰيٰتِنَا

کے بغیر سفید ہو کر نکلے گا۔(۹) یہ (تمہاری نبوت کی) ایک اور نشانی ہوگی۔ (۲۲) (یہ ہم اس لئے کر رہے ہیں) تاکہ اپنی بڑی نشانیوں میں سے

ع الْكُبْرٰى ﴿٢٣﴾ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ

کچھ تمہیں دکھائیں۔ (۲۳) (اب) فرعون کے پاس جاؤ۔ وہ سرکشی میں حد سے نکل گیا ہے۔'' (۲۴) موسیٰ نے کہا: ''پروردگار! میری خاطر میرا

صَدْرِيْ ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ﴿٢٧﴾ يَفْقَهُوْا

سینہ کھول دیجئے، (۲۵) اور میرے لئے میرا کام آسان بنا دیجئے، (۲۶) اور میری زبان میں جو گرہ ہے، اُسے دُور کر دیجئے(۱۰) (۲۷) تاکہ لوگ میری

قَوْلِيْ ﴿٢٨﴾ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ﴿٢٩﴾ هٰرُوْنَ اَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهٖٓ

بات سمجھ سکیں۔ (۲۸) اور میرے لئے میرے خاندان ہی کے ایک فرد کو مددگار مقرر کر دیجئے، (۲۹) یعنی ہارون کو جو میرے بھائی ہیں! (۳۰) ان کے

اَزْرِيْ ﴿٣١﴾ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ﴿٣٣﴾ وَّنَذْكُرَكَ

ذریعے میری طاقت مضبوط کر دیجئے، (۳۱) اور ان کو میرا شریک کار بنا دیجئے، (۳۲) تاکہ ہم کثرت سے آپ کی تسبیح کریں، (۳۳) اور کثرت سے

كَثِيْرًا ﴿٣٤﴾ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ

آپ کا ذکر کریں۔(۱۱) (۳۴) بیشک آپ ہمیں اچھی طرح دیکھنے والے ہیں۔'' (۳۵) اللہ نے فرمایا: ''موسیٰ! تم نے جو کچھ مانگا ہے، تمہیں دے دیا

(۹) یعنی جب ہاتھ کو بغل سے نکالو گے تو سفیدی سے چمک رہا ہوگا، اور یہ سفیدی برص وغیرہ کی کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہوگی۔

(۱۰) بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک انگارا زبان پر رکھ لیا تھا جس کی وجہ سے ان کی زبان میں تھوڑی سی لکنت پیدا ہوگئی تھی۔ اسی لکنت کو یہاں ''گرہ'' سے تعبیر فرمایا ہے۔

(۱۱) اگرچہ تسبیح اور ذکر تنہا بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن اگر اچھے رُفقاء میسر ہوں، اور ماحول سازگار ہو تو یہ رفاقت خود بخود اس تسبیح اور

يٰمُوْسٰى ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓى ﴿٣٧﴾ اِذْ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى

گیا، ﴿٣٦﴾ اور ہم نے تم پر ایک اور مرتبہ بھی احسان کیا تھا، ﴿٣٧﴾ جب ہم نے تمہاری ماں سے وحی کے ذریعے وہ بات کہی تھی جو اَب وحی کے

اُمِّكَ مَا يُوْحٰٓى ﴿٣٨﴾ اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ

ذریعے (تمہیں) بتائی جارہی ہے۔ ﴿٣٨﴾ کہ اس (بچے) کو صندوق میں رکھو، پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دو۔[١٢] پھر دریا اسے

فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَ اَلْقَيْتُ

ساحل کے پاس لاکر ڈال دے، جس کے نتیجے میں ایک ایسا شخص اس (بچے) کو اُٹھالے گا جو میرا بھی دُشمن ہوگا، اور اس کا بھی دُشمن۔[١٣] اور میں

عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ ﴿٣٩﴾ اِذْ تَمْشِيْٓ اُخْتُكَ وقف لازم

نے اپنی طرف سے تم پر ایک محبوبیت نازل کردی تھی،[١٤] اور یہ سب اس لئے کیا تھا تا کہ تم میری نگرانی میں پرورِش پاؤ۔[١٥] ﴿٣٩﴾ اس وقت کا تصور کرو

فَتَقُوْلُ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى مَنْ يَّكْفُلُهٗ ؕ فَرَجَعْنٰكَ اِلٰٓى اُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ

جب تمہاری بہن گھر سے چلتی ہے، اور (فرعون کے کارندوں سے) یہ کہتی ہے کہ: "کیا میں تمہیں اُس (عورت) کا پتہ بتاؤں جو اِس (بچے) کو

عَيْنُهَا وَ لَا تَحْزَنَ ؕ وَ قَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ وَ فَتَنّٰكَ

پالے؟"[١٦] اس طرح ہم نے تمہیں تمہاری ماں کے پاس لوٹا دیا، تا کہ اُس کی آنکھ ٹھنڈی رہے، اور وہ غمگین نہ ہو۔ اور تم نے ایک شخص کو مار ڈالا

ذکر کا داعیہ بن جاتی ہے۔

(١٢) فرعون کو کسی نجومی نے یہ کہہ دیا تھا کہ بنی اِسرائیل کا ایک شخص تمہاری سلطنت ختم کرے گا۔ اس لئے اُس نے یہ حکم جاری کردیا تھا کہ بنی اِسرائیل میں جو کوئی بچہ پیدا ہوا سے قتل کردیا جائے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی والدہ کو فکر ہوئی کہ ان کو بھی فرعون کے آدمی قتل کرڈالیں گے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دِل پر اِلہام فرمایا کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دو۔

(١٣) چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس پہنچ گیا، اور فرعون کے کارندوں نے بچے کو اُٹھا کر فرعون کے پاس پیش کیا، اور اس کی بیوی حضرت آسیہ نے اسے آمادہ کرلیا کہ اُسے اپنا بیٹا بنا کر پالیں۔

(١٤) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شکل وصورت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی معصومیت رکھ دی تھی کہ جو بھی آپ کو دیکھتا، آپ سے محبت کرتا تھا۔ اسی وجہ سے فرعون بھی انہیں اپنے گھر میں رکھنے پر راضی ہوگیا۔

(١٥) یوں تو ہر شخص کی پرورِش اللہ تعالیٰ ہی کی نگرانی میں ہوتی ہے، مگر یہاں مطلب یہ ہے کہ عام طور سے پرورِش کے جو اَسباب ہوتے ہیں کہ ماں باپ اپنے خرچ اور ذمہ داری پر بچے کی پرورِش کرتے ہیں، وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں اختیار نہیں فرمائے گئے۔ اس کے بجائے اللہ تعالیٰ نے براہِ راست ان کی پرورِش ان کے دُشمن سے کرائی۔

(١٦) فرعون کی اہلیہ نے جب بچے کو پالنے کا ارادہ کرلیا تو ان کو دُودھ پلانے والی کی تلاش شروع ہوئی، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی بھی عورت کا دُودھ منہ میں نہیں لیتے تھے۔ حضرت آسیہ نے اپنی کنیزیں بھیجیں کہ وہ کوئی ایسی عورت تلاش کریں جس کا دُودھ یہ قبول کرلیں۔ اُدھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بچے کو دریا میں ڈالنے کے بعد بے چین تھیں۔ انہوں نے

فُتُوْنًا ۬ فَلَبِثْتَ سِنِيْنَ فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ ۬ ثُمَّ جِئْتَ عَلٰى قَدَرٍ
تھا،(۱۷) پھر ہم نے تمہیں اس گھٹن سے نجات دی، اور تمہیں کئی آزمائشوں سے گذارا۔(۱۸) پھر تم کئی سال مدین والوں میں رہے، اس کے بعد اے
يّٰمُوْسٰى ﴿۴۰﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿۴۱﴾ اِذْهَبْ اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ
موسیٰ! تم ایک ایسے وقت پر یہاں آئے ہو جو پہلے سے مقدر تھا، (۴۰) اور میں نے تمہیں خاص اپنے لئے بنایا ہے۔ (۴۱) تم اور تمہارا بھائی دونوں
وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ
میری نشانیاں لے کر جاؤ، اور میرا ذکر کرنے میں سستی نہ کرنا۔(۱۹) (۴۲) دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ وہ حد سے آگے نکل چکا ہے۔ (۴۳) جا کر دونوں
قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ
اُس سے نرمی سے بات کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرے، یا (اللہ سے) ڈر جائے۔" (۴۴) دونوں نے کہا: "ہمارے پروردگار! ہمیں اندیشہ ہے کہ
يَّفْرُطَ عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَ
کہیں وہ ہم پر زیادتی نہ کرے، یا کہیں سرکشی پر آمادہ نہ ہو جائے۔" (۴۵) اللہ نے فرمایا: "ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں، سن بھی رہا ہوں، اور
اَرٰى ﴿۴۶﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ
دیکھ بھی رہا ہوں۔ (۴۶) اب اُس کے پاس جاؤ، اور کہو کہ ہم دونوں تمہارے رَبّ کے پیغمبر ہیں، اس لئے بنو
اِسْرَآءِيْلَ ۬ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ
اِسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دو، اور انہیں تکلیفیں نہ پہنچاؤ، ہم تمہارے پاس تمہارے رَبّ کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں، اور سلامتی اُسی
عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ
کے لئے ہے جو ہدایت کی پیروی کرے۔ (۴۷) ہم پر یہ وحی نازل کی گئی ہے کہ عذاب اُس کو ہوگا جو (حق کو) جھٹلائے،

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو دیکھنے کے لئے بھیجا کہ بچہ کا انجام کیا ہوا؟ یہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے اُسی جگہ پہنچ گئیں جہاں فرعون کی کنیزیں پریشانی کے عالم میں دُودھ پلانے والی عورتوں کو تلاش کر رہی تھیں۔ ان کو موقع مل گیا، اور انہوں نے اپنی والدہ کو یہ خدمت سونپنے کی تجویز پیش کی، اور انہیں وہاں لے بھی آئیں۔ جب انہوں نے بچے کو دُودھ پلانا چاہا تو بچے نے آرام سے دُودھ پی لیا، اور پھر اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق بچہ دوبارہ ان کے پاس آ گیا۔

(۱۷) یہ سارے واقعات تفصیل سے سورۂ قصص میں آنے والے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے ایک مظلوم اِسرائیلی کو ایک ظالم سے بچانے کے لئے اُسے ایک مکا مارا تھا، ان کا مقصد اُسے ظلم سے باز رکھنا تھا، قتل کرنا مقصود نہیں تھا، لیکن وہ مکے ہی سے مر گیا۔

(۱۸) ان آزمائشوں کی تفصیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک طویل روایت میں بتائی ہے جو تفسیر ابن کثیرؒ میں مروی ہے، اور اس کا مکمل ترجمہ "معارف القرآن" جلد ۶ ص ۸۴ تا ۱۰۳ میں موجود ہے۔

(۱۹) یہاں یہ سبق دینا مقصود ہے کہ ایک داعیٔ حق کو ہر وقت اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم رکھنا چاہئے، اور ہر مشکل میں اسی سے مدد مانگنی چاہئے۔

كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿٤٨﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿٤٩﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ

اور منہ موڑے۔" ﴿٤٨﴾ (یہ ساری باتیں سن کر) فرعون نے کہا: "موسیٰ! تم دونوں کا ربّ ہے کون؟" ﴿٤٩﴾ موسیٰ نے کہا: "ہمارا ربّ وہ ہے جس

اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿٥٠﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ

نے ہر چیز کو وہ بناوٹ عطا کی جو اُس کے مناسب تھی، پھر (اس کی) رہنمائی بھی فرمائی۔"(٢٠) ﴿٥٠﴾ فرعون بولا: "اچھا پھر ان قوموں کا کیا معاملہ ہوا

الْاُوْلٰى ﴿٥١﴾ قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَ لَا

جو پہلے گذر چکی ہیں(٢١)؟" ﴿٥١﴾ موسیٰ نے کہا: "ان کا علم میرے رَبّ کے پاس ایک کتاب میں محفوظ ہے۔ میرے رَبّ کو نہ کوئی غلطی لگتی ہے، نہ وہ

يَنْسَى ﴿٥٢﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّ

بھولتا ہے۔" ﴿٥٢﴾ یہ وہ ذات ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنادیا، اور اُس میں تمہارے لئے راستے بنائے، اور

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿٥٣﴾ كُلُوْا وَ

آسمان سے پانی برسایا، پھر ہم نے اُس کے ذریعے طرح طرح کی مختلف نباتات نکالیں۔ ﴿٥٣﴾ خود بھی کھاؤ، اور اپنے

ع ٢ ارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿٥٤﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ

مویشیوں کو بھی چراؤ۔ یقیناً ان سب باتوں میں عقل والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔ ﴿٥٤﴾ اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا، اسی میں ہم

فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿٥٥﴾ وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا

تمہیں واپس لے جائیں گے، اور اسی سے ایک مرتبہ پھر تمہیں نکال لائیں گے۔ ﴿٥٥﴾ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اُس (فرعون) کو اپنی ساری

(٢٠) یعنی یہ اللہ تعالیٰ ہی کی قدرت اور حکمت ہے کہ جس مخلوق کے لئے جو بناوٹ مقرر کردی، اُس کو اسی کے مطابق کائنات میں اپنی ڈیوٹی بجالانے کا طریقہ بھی سکھادیا۔ مثلاً سورج کو کائنات میں روشنی اور حرارت پیدا کرنے کے لئے ایک خاص بناوٹ عطا فرمائی تو اسے یہ طریقہ بھی سکھادیا کہ وہ کس طرح اپنے نظامِ شمسی کے ساتھ گردش کرے، اسی طرح ہر جاندار کو یہ سکھادیا کہ وہ کس طرح چلے، اور کس طرح اپنی غذا حاصل کرے۔ مچھلی کا بچہ پانی میں پیدا ہوتا ہے، اور کسی کے سکھائے بغیر تیرنا شروع کردیتا ہے۔ پرندے ہوا میں اُڑنا خود بخود سیکھ لیتے ہیں۔ غرض ہر مخلوق کو اس کی ساخت کے مناسب زندہ رہنے کا طریقہ اللہ تعالیٰ ہی سکھاتے ہیں۔

(٢١) اس سوال سے فرعون کا مقصد یہ تھا کہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں گذر چکی ہیں جو توحید کی قائل نہیں تھیں، اس کے باوجود وہ زندہ رہیں، اور ان پر کوئی عذاب نازل نہیں ہوا۔ اگر توحید کے انکار سے انسان عذابِ الٰہی کا مستحق ہوجاتا ہے تو ان قوموں پر عذاب کیوں نہیں آیا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سوال کا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر ہر شخص کا اور اُس کے کئے ہوئے کاموں کا پورا پورا حال معلوم ہے۔ وہ اپنی حکمت ہی سے فیصلہ فرماتا ہے کہ حق کا انکار کرنے والوں میں سے کس کو اسی دُنیا میں سزا دینی ہے، اور کس کی سزا آخرت تک مؤخر کرنی ہے۔ اگر کسی کافر قوم کو دُنیا میں کسی عذاب کا سامنا نہیں ہوا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے معاذ اللہ کوئی بھول چوک ہوگئی ہے، بلکہ یہ اس کی حکمت کا فیصلہ ہے کہ اس کو دُنیا کے بجائے آخرت میں عذاب دیا جائے۔

كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿٥٦﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ
نشانیاں دِکھائیں، مگر وہ جھٹلاتا ہی رہا، اور مان کر نہیں دیا۔ ﴿٥٦﴾ کہنے لگا: ''موسیٰ! کیا تم اس لئے آئے ہو کہ اپنے جادو کے ذریعے ہمیں اپنی زمین
يٰمُوْسٰى ﴿٥٧﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا
سے نکال باہر کرو؟ ﴿٥٧﴾ اچھا تو ہم بھی تمہارے سامنے ایسا ہی جادو لاکر رہیں گے۔ اب تم کسی کھلے میدان میں ہمارے اور اپنے درمیان مقابلے کا
نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَلَآ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾ قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ
ایسا وقت طے کرلو جس کی خلاف ورزی نہ ہم کریں، نہ تم کرو۔'' ﴿٥٨﴾ موسیٰ نے کہا: ''تم سے وہ دن طے ہے جس میں جشن منایا جاتا ہے،(٢٢) اور یہ
الزِّيْنَةِ وَاَنْ يُّحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلّٰى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهٗ ثُمَّ
بھی طے ہے کہ دن چڑھے ہی لوگوں کو جمع کرلیا جائے۔'' ﴿٥٩﴾ چنانچہ فرعون (اپنی جگہ) واپس چلا گیا، اور اُس نے اپنی ساری تدبیریں اِکٹھی
اَتٰى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ
کیں، پھر (مقابلے کے لئے) آ گیا۔ ﴿٦٠﴾ موسیٰ نے ان (جادوگروں سے) کہا: ''افسوس ہے تم پر! اللہ پر بہتان نہ باندھو،(٢٣) ورنہ وہ ایک سخت عذاب
بِعَذَابٍ ۚ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَ
سے تمہیں ملیا میٹ کردے گا، اور جو کوئی بہتان باندھتا ہے، نامراد ہوتا ہے۔'' ﴿٦١﴾ اس پر ان کے درمیان اپنی رائے قائم کرنے میں اختلاف ہوگیا،
اَسَرُّوا النَّجْوٰى ﴿٦٢﴾ قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ
اور وہ چپکے چپکے سرگوشیاں کرنے لگے۔ ﴿٦٢﴾ (آخرکار) انہوں نے کہا کہ: ''یقینی طور پر یہ دونوں (یعنی موسیٰ اور ہارون) جادوگر ہیں جو یہ چاہتے ہیں
اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ
کہ اپنے جادو کے زور پر تم لوگوں کو تمہاری سرزمین سے نکال باہر کریں، اور تمہارے بہترین (دِینی) طریقے کا خاتمہ ہی کرڈالیں۔ ﴿٦٣﴾ لہٰذا اپنی
ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ
ساری تدبیریں پختہ کرلو، پھر صف باندھ کر آؤ، اور یقین رکھو کہ آج جو غالب آجائے گا، فلاح اُسی کو حاصل ہوگی۔'' ﴿٦٤﴾ جادوگر بولے: ''موسیٰ!
تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ
یا تو تم (اپنی لاٹھی پہلے) ڈال دو، یا پھر ہم ڈالنے میں پہل کریں؟ ﴿٦٥﴾ موسیٰ نے کہا: ''نہیں، تم ہی ڈالو'' بس پھر اچانک ان کی (ڈالی ہوئی)
وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ خِيْفَةً
رسیاں اور لاٹھیاں اُن کے جادو کے نتیجے میں موسیٰ کو ایسی محسوس ہونے لگیں جیسے دوڑ رہی ہیں۔ ﴿٦٦﴾ اس پر موسیٰ کو اپنے دِل میں کچھ خوف محسوس

(٢٢) یہ کوئی تہوار تھا جس میں فرعون کی قوم جشن منایا کرتی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا انتخاب اس لئے فرمایا تاکہ ایک بڑا مجمع موجود ہو، اور اس کے سامنے حق کی فتح کا مظاہرہ ہوسکے۔

(٢٣) یعنی کفر کی راہ اختیار نہ کرو، کیونکہ کفر کا ہر باطل عقیدہ اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھنے کے مرادف ہے۔

مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ
ہوا۔(٢٤) ﴿٦٧﴾ ہم نے کہا: "ڈرو نہیں، یقین رکھو تم ہی سربلند رہوگے۔ ﴿٦٨﴾ اور جو (لاٹھی) تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، اُسے (زمین پر) ڈال
مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ
دو، ان لوگوں نے جو کاریگری کی ہے، وہ اُس سب کو نگل جائے گی۔ ان کی ساری کاریگری ایک جادوگر کا کرتب ہی تو ہے، اور جادوگر
اَتٰى ﴿٦٩﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَمُوْسٰى ﴿٧٠﴾
چاہے کہیں چلا جائے، اُسے فلاح نصیب نہیں ہوتی۔" ﴿٦٩﴾ چنانچہ (یہی ہوا اور) سارے جادوگر سجدے میں گرادیئے گئے۔(٢٥) کہنے لگے کہ:
قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ؕ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ
"ہم ہارون اور موسیٰ کے رَبّ پر ایمان لے آئے۔" ﴿٧٠﴾ فرعون بولا: "تم ان پر میرے اجازت دینے سے پہلے ہی ایمان لے آئے۔ مجھے یقین
السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ
ہے کہ یہ (موسیٰ) تم سب کا سرغنہ ہے، جس نے تمہیں جادو سکھلایا ہے۔ اب میں نے بھی پکا ارادہ کرلیا ہے کہ تمہارے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں
فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿٧١﴾ قَالُوْا لَنْ
سے کاٹوں گا، اور تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی چڑھاؤں گا۔ اور تمہیں یقیناً پتہ لگ جائے گا کہ ہم دونوں میں سے کس کا عذاب زیادہ سخت اور دیرپا
نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ
ہے۔" ﴿٧١﴾ جادوگروں نے کہا: "قسم اُس ذات کی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے! ہمارے سامنے جو روشن نشانیاں آگئی ہیں، ان پر ہم تمہیں ہرگز
قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿٧٢﴾ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا
ترجیح نہیں دے سکتے۔ اب تمہیں جو کچھ کرنا ہو، کرلو۔ تم جو کچھ بھی کروگے، اسی دُنیوی زندگی کے لئے ہوگا۔ ﴿٧٢﴾ ہم تو اپنے رَبّ پر ایمان لاچکے
الثلثة خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿٧٣﴾
ہیں، تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو بھی بخش دے، اور جادو کے اُس کام کو بھی جس پر تم نے ہمیں مجبور کیا۔(٢٦) اور اللہ ہی سب سے اچھا اور ہمیشہ باقی

(٢٤) یہ طبعی خوف تھا، اور اس لئے تھا کہ جو شعبدہ ان جادوگروں نے دِکھایا، وہ بظاہر اُس معجزے سے ملتا جلتا تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام دِکھا چکے تھے۔ لہٰذا خوف یہ تھا کہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو بھی کہیں جادو ہی نہ سمجھ بیٹھیں۔

(٢٥) یعنی اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا زمین پر پھینکا تو اُس نے ایک اژدہا بن کر جادوگروں کے بنائے ہوئے جعلی سانپوں کو ایک ایک کرکے نگل لیا۔ اس پر جادوگروں کو یقین ہوگیا کہ یہ جادو نہیں، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ چنانچہ وہ سجدے میں گر پڑے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ قرآنِ کریم نے ان کے لئے "سجدے میں گر گئے" کے بجائے "سجدے میں گرادیئے گئے" فرمایا ہے۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو معجزہ دِکھلایا، وہ اس درجہ مؤثر تھا کہ اُس نے انہیں بے ساختہ سجدے میں گرادیا۔

(٢٦) اندازہ لگایئے کہ جب ایمان دِل میں گھر کر جاتا ہے تو وہ انسان کی سوچ اور اس کے ارادوں میں کتنا بڑا انقلاب پیدا کردیتا

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا

رہنے والا ہے۔" (٧٣) حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اپنے پروردگار کے پاس مجرم بن کر آئے گا، اُس کے لئے جہنم ہے جس میں نہ

يَحْيٰى ۝٧٤ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ

وہ مرے گا اور نہ جئے گا۔(٢٧) (٧٤) اور جو شخص اُس کے پاس مؤمن بن کر آئے گا جس نے نیک عمل بھی کئے ہوں گے، تو ایسے ہی لوگوں کے لئے

الْعُلٰى ۝٧٥ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَ ذٰلِكَ

بلند درجات ہیں، (٧٥) وہ ہمیشہ رہنے والے باغات جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے!

٣ ع ٢٢ ١٣ جَزٰۗؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝٧٦ وَ لَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ڏ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ

اور یہ صلہ ہے اُس کا جس نے پاکیزگی اختیار کی۔ (٧٦) اور ہم نے موسیٰ پر وحی بھیجی کہ: "تم میرے بندوں کو لے کر راتوں رات روانہ ہوجاؤ،(٢٨)

فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ۝٧٧ فَاَتْبَعَهُمْ

پھر ان کے لئے سمندر میں ایک خشک راستہ اس طرح نکال لینا کہ نہ تمہیں (دُشمن کے) آ پکڑنے کا اندیشہ رہے، اور نہ کوئی اور خوف ہو۔(٢٩)" (٧٧)

فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۝٧٨ وَ اَضَلَّ فِرْعَوْنُ

چنانچہ فرعون نے اپنے لشکروں سمیت اُن کا پیچھا کیا تو سمندر کی جس (خوفناک) چیز نے انہیں ڈھانپا، وہ انہیں ڈھانپ کر ہی رہی۔(٣٠) (٧٨) اور

ہے۔ یہ وہ جادوگر تھے جن کی سب سے بڑی معراج یہ تھی کہ فرعون ان کو اِنعام و اِکرام سے نواز کر اپنی خوشنودی اور تقرب عطا کردے۔ چنانچہ مقابلے پر آنے کے وقت فرعون سے ان کا سب سے پہلا سوال یہ تھا کہ: "اگر ہم غالب آگئے تو ہمیں کوئی اُجرت بھی ملے گی؟" (دیکھئے سورۂ اَعراف ٧: ١١٣) لیکن جب حق کھل کر ان کے سامنے آگیا اور اس پر ایمان و یقین دِل میں گھر کر گیا تو انہیں نہ فرعون کی ناراضی کا خوف رہا، نہ اپنے ہاتھ پاؤں کٹوانے یا سولی پر لٹکنے کا۔ اللہ اکبر!

(٢٧) مرے گا تو اس لئے نہیں کہ وہاں کسی کو موت نہیں آئے گی، اور جینے کی جو نفی کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جینا چونکہ موت سے بھی بدتر ہوگا، اس لئے وہ جینے میں شمار کرنے کے لائق نہیں ہوگا۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ ذٰلِكَ۔

(٢٨) جادوگروں سے مقابلے میں فتح پانے کے بعد بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کافی عرصے مصر میں رہے، اور اس دوران فرعون کو ان کی تبلیغ بھی جاری رہی، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعدد نشانیاں بھی دِکھائی جاتی رہیں، جن کا ذکر سورۂ اَعراف میں گذرا ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ تمام بنی اِسرائیل کو لے کر راتوں رات مصر سے نکل جائیں۔

(٢٩) یعنی تمہارے راستے میں سمندر آئے گا، تم اپنا عصا اُس پر مارو گے تو اُس میں تمہاری قوم کے گذرنے کے لئے خشک راستہ بن جائے گا۔ اس کی تفصیل سورۂ یونس (١٠: ٨٩ تا ٩٢) میں بھی گذری ہے، اور سورۂ شعراء (٢٦: ٦٠ تا ٦٦) میں بھی آئے گی۔ چونکہ یہ راستہ اللہ تعالیٰ نے صرف تمہارے لئے پیدا کیا ہوگا، اس لئے فرعون کا لشکر اُس سے گذر کر تمہیں نہیں پکڑ سکے گا، لہٰذا نہ تمہیں پکڑے جانے کا خوف ہوگا، نہ ڈوب جانے کا۔

(٣٠) عربی محاورے کے مطابق "وہ چیز" کہہ کر اُس کے ناقابلِ بیان حد تک خوفناک ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

قَوْمَهٗ وَ مَا هَدٰى ﴿٧٩﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ

فرعون نے اپنی قوم کو برے راستے پر لگایا، اور انہیں صحیح راستہ نہ دکھایا۔ (۷۹) اے بنی اسرائیل! ہم نے تمہیں تمہارے

وَ وٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ﴿٨٠﴾

دشمن سے نجات دی، اور تم سے کوہِ طور کے دائیں جانب آنے کا وعدہ ٹھہرایا، اور تم پر من و سلویٰ نازل کیا۔ (۸۰)

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَ لَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ

جو پاکیزہ رزق ہم نے تمہیں عطا کیا ہے، اُس میں سے کھاؤ، اور اس میں سرکشی نہ کرو جس کے نتیجے میں تم پر میرا غضب نازل ہوجائے۔ اور جس کسی

وَ مَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿٨١﴾ وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ

پر میرا غضب نازل ہوجاتا ہے، وہ تباہی میں گر کر رہتا ہے۔ (۸۱) اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جو شخص توبہ کرے، ایمان لائے، اور نیک عمل کرے، پھر

وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿٨٢﴾ وَ مَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ

سیدھے راستے پر قائم رہے تو میں اُس کے لئے بہت بخشنے والا ہوں۔ (۸۲) اور (جب موسیٰ کوہِ طور پر اپنے لوگوں سے پہلے چلے آئے تو اللہ نے ان

يٰمُوْسٰى ﴿٨٣﴾ قَالَ هُمْ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِيْ وَ عَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ

سے کہا:) "موسیٰ! تم اپنی قوم سے پہلے جلدی کیوں آگئے؟(۳۱)" (۸۳) انہوں نے کہا: "وہ میرے پیچھے پیچھے آیا ہی چاہتے ہیں، اور پروردگار! میں آپ

لِتَرْضٰى ﴿٨٤﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ مِنْۢ بَعْدِكَ وَ اَضَلَّهُمُ

کے پاس اس لئے جلدی آ گیا تاکہ آپ خوش ہوں۔" (۸۴) اللہ نے فرمایا: "پھر تمہارے آنے کے بعد ہم نے تمہاری قوم کو فتنے میں مبتلا کر دیا

السَّامِرِيُّ ﴿٨٥﴾ فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ

ہے، اور انہیں سامری نے گمراہ کر ڈالا ہے(۳۲)۔" (۸۵) چنانچہ موسیٰ غم وغصّے میں بھرے ہوئے اپنی قوم کے پاس واپس لوٹے۔ کہنے لگے: "میری قوم

يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ؕ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ

کے لوگو! کیا تمہارے پروردگار نے تم سے ایک اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟(۳۳) تو کیا تم پر کوئی بہت لمبی مدّت گذر گئی تھی(۳۴)، یا تم چاہتے ہی یہ تھے کہ تم پر

---

(۳۱) صحرائے سینا میں قیام کے دوران اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پر بلایا تھا، تاکہ وہ وہاں چالیس دن تک اعتکاف کریں تو انہیں تورات عطا کی جائے گی۔ شروع میں بنی اسرائیل کے کچھ منتخب لوگوں کے بارے میں بھی یہ طے ہوا تھا کہ وہ بھی آپ کے ساتھ جائیں گے۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام جلدی روانہ ہوگئے، اور ان کا خیال تھا کہ باقی ساتھی بھی پیچھے آرہے ہوں گے۔ لیکن وہ لوگ نہیں آئے۔

(۳۲) سامری ایک جادوگر تھا جو بظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا، اور اسی لئے ان کے ساتھ لگ گیا تھا، مگر حقیقت میں وہ منافق تھا۔

(۳۳) "اچھے وعدے" سے مراد کوہِ طور پر تورات دینے کا وعدہ ہے۔

(۳۴) یعنی مجھے کوہِ طور پر گئے ہوئے کوئی ایسی لمبی مدت تو نہیں گذری تھی کہ تم میرا انتظار کئے بغیر اس بچھڑے کو معبود بنا بیٹھو۔

يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَآ اَخْلَفْنَا

تمہارے رَبّ کا غضب نازل ہوجائے، اور اس وجہ سے تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی؟" ﴿۸۶﴾ کہنے لگے: "ہم نے اپنے اختیار سے آپ کے

مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا

وعدے کی خلاف ورزی نہیں کی، بلکہ ہوا یہ کہ ہم پر لوگوں کے زیورات کے بوجھ لدے ہوئے تھے، اس لئے ہم نے انہیں پھینک دیا،(۳۵) پھر اسی

فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ

طرح سامری نے کچھ ڈالا"(۳۶) ﴿۸۷﴾ اور لوگوں کے سامنے ایک بچھڑا بنا کر نکال لیا، ایک جسم تھا جس میں سے آواز نکلتی تھی۔ لوگ کہنے لگے کہ: "یہ

---

(۳۵) بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ فرعون کے لشکر کا چھوڑا ہوا مالِ غنیمت تھا، اُس دور میں مالِ غنیمت کو اِستعمال کرنا جائز نہیں تھا۔ اس کے بجائے اُسے ایک میدان میں رکھ دیا جاتا تھا، اور آسمان سے ایک آگ آ کر اُسے جلا دیتی تھی۔ شاید ان زیورات کو پھینکنے کا یہی مقصد ہو کہ آسمانی آگ اُنہیں آ کر جلا دے۔ اس کے برخلاف عام طور پر تفسیروں میں یہ روایت مذکور ہے کہ بنی اِسرائیل جب مصر سے نکلے تھے تو نکلنے سے پہلے انہوں نے فرعون کی قوم کے لوگوں سے بہت سے زیورات عید کے موقع پر پہننے کے لئے مستعار لئے تھے۔ وہ سارے زیورات مصر سے نکلتے ہوئے ان کے ساتھ تھے۔ چونکہ یہ زیورات دوسروں کی امانت تھی، اس لئے بنی اِسرائیل کے لئے جائز نہیں تھا کہ وہ انہیں مالکوں کی اجازت کے بغیر اِستعمال کریں۔ دوسری طرف انہیں واپس کرنے کا بھی کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس لئے حضرت ہارون علیہ السلام نے اُن سے کہا کہ یہ زیورات یہیں پھینک دو، اور ان کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو دُشمن سے حاصل کئے ہوئے مالِ غنیمت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی روایت بہت مستند نہیں ہے، اور اِحتمال یہ بھی ہے کہ سامری نے اپنا شعبدہ دِکھانے کے لئے لوگوں سے کہا ہو کہ تم اپنے اپنے زیور نیچے پھینکو، میں تمہیں ایک تماشا دِکھاتا ہوں۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ عام لوگوں نے جو زیورات پھینکے، اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے "قذف" کا لفظ استعمال فرمایا ہے، اور سامری نے جو کچھ پھینکا، اُس کے لئے دوسرا لفظ "القاء" استعمال فرمایا ہے۔ اس میں یہ بھی امکان ہے کہ یہ صرف اُسلوب کی تبدیلی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ سامری کے پھینکنے سے مراد اس کی شعبدہ بازی کی کاریگری ہو، کیونکہ "القاء" کا لفظ جادوگروں کے کرتب کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔

(۳۶) جب سارے لوگوں نے اپنے زیورات پھینک دیئے تو سامری بھی کوئی چیز مٹھی میں دبا کر لایا، اور حضرت ہارون علیہ السلام سے کہا کہ کیا میں بھی پھینک دُوں؟ حضرت ہارون علیہ السلام نے سمجھا کہ وہ بھی کوئی زیور ہوگا، اس لئے فرمایا کہ ڈال دو۔ اُس پر سامری نے کہا کہ آپ میرے لئے دُعا فرمائیں کہ جب میں ڈالوں تو جو کچھ میں چاہتا ہوں، وہ پورا ہوجائے۔ حضرت ہارون علیہ السلام کو اس کی منافقت معلوم نہیں تھی، اس لئے دُعا فرمادی۔ حقیقت میں وہ مٹھی میں زیور کے بجائے مٹی لے کر آیا تھا، اور اُس نے وہ مٹی ان زیورات پر ڈال کر انہیں پگھلایا، اور اُن سے ایک بچھڑے کی سی مورت بنالی جس میں سے آواز نکلتی تھی۔

فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَ اِلٰهُ مُوْسٰى ۙ فَنَسِيَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ

تمہارا معبود ہے، اور موسیٰ کا بھی معبود ہے، مگر موسیٰ بھول گئے ہیں۔" (۸۸) بھلا کیا انہیں یہ نظر نہیں آرہا تھا کہ

ع ۱۴ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّ لَا يَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ ع وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ

وہ نہ ان کی بات کا جواب دیتا تھا، اور نہ ان کو کوئی نقصان یا نفع پہنچا سکتا تھا؟ (۸۹) اور ہارون نے ان سے پہلے ہی کہا تھا کہ:

هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ

"میری قوم کے لوگو! تم اس (بچھڑے) کی وجہ سے فتنے میں مبتلا ہوگئے ہو، اور حقیقت میں تمہارا رَبّ تو رحمٰن ہے،

وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا

اس لئے تم میرے پیچھے چلو اور میری بات مانو۔" (۳۷) (۹۰) وہ کہنے لگے کہ: "جب تک موسیٰ واپس نہ آجائیں، ہم تو اسی کی عبادت پر

مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ ۙ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ

جمے رہیں گے۔" (۹۱) موسیٰ نے (واپس آکر) کہا: "ہارون! جب تم نے دیکھ لیا تھا کہ یہ لوگ گمراہ ہوگئے ہیں تو تمہیں کس چیز نے روکا تھا (۹۲)

اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَ لَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ

کہ تم میرے پیچھے چلے آتے؟ بھلا کیا تم نے میری بات کی خلاف ورزی کی؟" (۳۸) (۹۳) ہارون نے کہا: "میرے ماں کے بیٹے! میری داڑھی نہ

خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ لَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾

پکڑو، اور نہ میرا سر۔ حقیقت میں مجھے یہ اندیشہ تھا کہ تم یہ کہو گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا، اور میری بات کا پاس نہیں کیا۔" (۳۹) (۹۴)

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿۹۵﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ

موسیٰ نے کہا: "اچھا تو سامری! تجھے کیا ہوا تھا؟" (۹۵) وہ بولا: "میں نے ایک ایسی چیز دیکھ لی تھی جو دوسروں کو نظر نہیں آئی تھی۔ اس لئے میں نے

---

(۳۷) قرآنِ کریم کی اس آیت نے بائبل کی اس روایت کی واضح طور پر تردید فرمادی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام خود بھی (معاذ اللہ) بچھڑے کی پرستش میں مبتلا ہوگئے تھے (دیکھئے خروج ۳۲: ۱ تا ۶)۔ یہ روایت اس لئے بھی قطعی طور پر لغو ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی تھے، اور کسی نبی کے شرک میں ملوّث ہونے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۳۸) جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر جارہے تھے تو حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا نائب بناتے ہوئے انہوں نے فرمایا تھا کہ: "اصلاح کرتے رہنا اور مفسدوں کے پیچھے نہ چلنا" (۷: ۱۴۲) یہاں اپنی اسی ہدایت کی طرف اشارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے تھے تو آپ کو چاہئے تھا کہ ان سے الگ ہو کر میرے پاس چلے آتے۔ اس طرح آپ مفسدوں کے ساتھی بھی نہ بنتے، اور میرے ذریعے اصلاح بھی کرتے۔

(۳۹) یعنی میرے چلے جانے سے قوم دو ٹکڑوں میں بٹ جاتی، کچھ لوگ میرا ساتھ دیتے، اور کچھ ان گمراہوں کا جو مجھے قتل تک کرنے کے درپے تھے۔ (جیسا کہ سورۂ اعراف ۷: ۱۵۰ میں حضرت ہارون علیہ السلام کی زبانی بیان فرمایا گیا ہے) لہٰذا آپ نے جو فرمایا تھا کہ "اصلاح کرتے رہنا" مجھے اندیشہ تھا کہ ایسا کرنے سے آپ کے اس حکم کی خلاف ورزی ہوجاتی۔

قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَ كَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿۹۶﴾ قَالَ

رسول کے نقشِ قدم سے ایک مٹھی اُٹھالی، اور اُسے (بچھڑے پر) ڈال دیا۔[۴۰] اور میرے دِل نے مجھے کچھ ایسا ہی سجھایا۔" ﴿۹۶﴾ موسیٰ نے کہا: "اچھا تو جا،

فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۪ وَ اِنَّ لَكَ مَوْعِدًا

اب زندگی بھر تیرا کام یہ ہوگا کہ تو لوگوں سے یہ کہا کرے گا کہ مجھے نہ چھونا۔[۴۱] اور (اس کے علاوہ) تیرے لئے ایک وعدے کا وقت مقرر ہے جو تجھ سے

لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَ انْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ؕ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ

ٹلایا نہیں جاسکتا۔[۴۲] اور دیکھ اپنے اس (جھوٹے) معبود کو جس پر تو جما بیٹھا تھا! ہم اسے جلا ڈالیں گے، اور پھر اس (کی راکھ) کو چورا چورا کر کے سمندر

لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿۹۷﴾ اِنَّمَاۤ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ

میں بکھیر دیں گے۔ ﴿۹۷﴾ حقیقت میں تم سب کا معبود تو بس ایک ہی اللہ ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾ كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ

اُس کا علم ہر چیز کا اِحاطہ کئے ہوئے ہے۔ ﴿۹۸﴾ (اے پیغمبر!) ماضی میں جو حالات گذرے ہیں اُن میں سے کچھ واقعات ہم اسی طرح تم کو سناتے

وَ قَدْ اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿۹۹﴾ۚۖ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ يَحْمِلُ

ہیں، اور ہم نے تمہیں خاص اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ عطا کیا ہے۔[۴۳] ﴿۹۹﴾ جو لوگ اُس سے منہ موڑیں گے، تو وہ قیامت کے دن بڑا بھاری بوجھ

---

(۴۰) رسول سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے ساتھ تھے۔ عام طور سے مفسرین نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام انسانی شکل میں ایک گھوڑے پر سوار تھے، اور سامری نے دیکھا کہ گھوڑے کا پاؤں جس جگہ پڑتا، وہاں زندگی کے کچھ آثار پیدا ہوجاتے تھے۔ سامری نے سمجھا کہ اس مٹی میں جو زندگی کے آثار پیدا ہورہے ہیں، ان سے یہ کام بھی لیا جاسکتا ہے کہ کسی بے جان چیز پر ڈالنے سے اس میں زندگی کی کچھ خصوصیات پیدا ہوجائیں، چنانچہ اُس نے ایک مٹھی اس مٹی کی لے کر بچھڑے پر ڈال دی جس سے آواز نکلنے لگی۔ لیکن بعض مفسرین مثلاً حضرت مولانا حقانی نے تفسیر حقانی (جلد: ۳ ص: ۲۷۲-۲۷۳) میں فرمایا ہے کہ یہ سامری کی طرف سے ایک جھوٹا بہانہ تھا، ورنہ بچھڑے میں آواز خلا میں ہوا کے گذرنے سے نکلتی تھی۔ چونکہ قرآنِ کریم نے نہ کوئی تفصیل خود بیان فرمائی، نہ کسی مضبوط حدیث سے ثابت ہے، اور نہ کوئی دِینی ضرورت اس کے جاننے پر موقوف ہے، اس لئے بہتر یہی ہے کہ اس تفصیل کو اللہ تعالیٰ ہی کے حوالے کیا جائے۔

(۴۱) سامری کے جرم کی سزا اُس کو یہ دی گئی کہ تمام لوگ اُس کا بائیکاٹ کریں، نہ کوئی اُسے چھوئے، اور نہ وہ کسی کو ہاتھ لگائے۔ اب یہ بھی ممکن ہے کہ اُس کو یہ سزا قانونی حکم کے ذریعے دی گئی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے، جیسا کہ بعض روایات میں آیا بھی ہے، کہ اُس کے جسم میں کوئی ایسی بیماری پیدا ہوگئی تھی کہ کوئی شخص اُسے ہاتھ لگاتا تو اُس کو بھی اور ہاتھ لگانے والے کو بھی بخار چڑھ جاتا تھا۔

(۴۲) اس سے مراد آخرت کے عذاب کا وعدہ ہے۔

(۴۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان فرمانے کے بعد اس آیت میں بتایا جارہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر اس جیسے واقعات کا جاری ہونا جبکہ آپ اُمّی ہیں، اور آپ کے پاس ان معلومات کے حصول کا کوئی ذریعہ نہیں ہے، اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں، اور جو آیات آپ تلاوت کر رہے ہیں، وہ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ۝١٠٠ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَاۗءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ۝١٠١

لادے ہوں گے، (۱۰۰) جس (کے عذاب) میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور قیامت کے دن اُن کے لئے یہ بدترین بوجھ ہوگا، (۱۰۱) جس دن صور پھونکا جائے

يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ۝١٠٢ يَّتَخَافَتُوْنَ

گا، اور اُس دن ہم سارے مجرموں کو گھیر کر اس طرح جمع کریں گے کہ وہ نیلے پڑے ہوں گے، (۱۰۲) آپس میں سرگوشیاں کر رہے ہوں گے کہ تم (قبروں

بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ۝١٠٣ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ

میں یا دُنیا میں) دس دن سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔ (۴۴) (۱۰۳) جس بارے میں وہ باتیں کریں گے اُس کی حقیقت ہمیں خوب معلوم ہے، (۴۵) جبکہ ان میں سے جس

اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ۝١٠٤ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ ع

کا طریقہ سب سے بہتر ہوگا، وہ کہے گا کہ تم ایک دن سے زیادہ نہیں ٹھہرے۔ (۴۶) (۱۰۴) اور لوگ تم سے پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں (کہ قیامت

فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝١٠٥ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝١٠٦ لَّا تَرٰى

میں ان کا کیا بنے گا؟) جواب میں کہہ دو کہ میرا پروردگار ان کو دُھول کی طرح اُڑا دے گا (۱۰۵) اور زمین کو ایسا ہموار چٹیل میدان بنا کر چھوڑے گا (۱۰۶) کہ

فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۝١٠٧ يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ

اس میں تمہیں نہ کوئی بل نظر آئے گا، نہ کوئی اُبھار (۱۰۷) اُس دن سب کے سب منادی کے پیچھے اس طرح چلے آئیں گے کہ اُس کے سامنے کوئی ٹیڑھ نہیں

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ۝١٠٨ يَوْمَىِٕذٍ لَّا تَنْفَعُ

دِکھا سکیں گے۔ اور خدائے رحمٰن کے آگے تمام آوازیں دب کر رہ جائیں گی، چنانچہ تمہیں پاؤں کی سرسراہٹ کے سوا کچھ سنائی نہیں دے گا۔ (۱۰۸) اُس دن

الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ۝١٠٩ يَعْلَمُ مَا

کسی کی سفارش کام نہیں آئے گی، سوائے اُس شخص (کی سفارش) کے جسے خدائے رحمٰن نے اجازت دے دی ہو، اور جس کے بولنے پر وہ راضی ہو۔ (۱۰۹) وہ

بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ۝١١٠ وَعَنَتِ الْوُجُوْهُ

لوگوں کی ساری اگلی پچھلی باتوں کو جانتا ہے، اور وہ اُس کے علم کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ (۱۱۰) اور سارے کے سارے چہرے حی وقیوم کے آگے جھکے ہوں

لِلْحَيِّ الْقَيُّوْمِ ۭ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ۝١١١ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ

گے، اور جو کوئی ظلم کا بوجھ لاد کر لایا ہوگا، نامراد ہوگا۔ (۱۱۱) اور جس نے نیک عمل کئے ہوں گے، جبکہ وہ مومن بھی ہو، تو اُسے نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا،

اللہ تعالیٰ کی نازل فرمائی ہوئی ہیں۔

(۴۴) قیامت کا دن ان کے لئے اتنا ہولناک ہوگا کہ وہ دُنیا کی ساری زندگی کو ایسا سمجھیں گے جیسے وہ دس دن کی بات ہو۔

(۴۵) یعنی جن دنوں کا شمار وہ صرف دس دن سمجھ کر کر رہے تھے، اُن کی صحیح تعداد ہم جانتے ہیں۔

(۴۶) یعنی جس شخص کو زیادہ سمجھدار سمجھا جاتا تھا، وہ تو کہے گا کہ ہمارے دُنیا میں قیام کی مدت یا قبروں میں رہنے کی مدت صرف ایک ہی دن تھی۔

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا

نہ کسی حق تلفی کا۔ (١١٢) اور ہم نے اسی طرح یہ وحی ایک عربی قرآن کی شکل میں نازل کی ہے، اور اُس میں تنبیہات کو طرح طرح سے بیان کیا ہے،

وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعٰلَى

تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں، یا یہ قرآن اُن میں کچھ سوچ سمجھ پیدا کرے۔ (١١٣) ایسی ہی اُونچی شان ہے اللہ کی، جو سلطنت کا حقیقی مالک ہے!

اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ

اور (اے پیغمبر!) جب قرآن وحی کے ذریعے نازل ہو رہا ہو تو اُس کے مکمل ہونے سے پہلے قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کیا کرو، (٤٧)

وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿١١٤﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ

اور یہ دُعا کرتے رہا کرو کہ: "میرے پروردگار! مجھے علم میں اور ترقی عطا فرما۔" (٤٨) (١١٤) اور ہم نے اس سے پہلے آدم کو ایک بات کی تاکید کی تھی،

ع ١١/١٥ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿١١٥﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ

پھر اُن سے بھول ہوگئی، اور ہم نے اُن میں عزم نہیں پایا۔ (٤٩) (١١٥) یاد کرو وہ وقت جب ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰى ﴿١١٦﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَ

سجدہ کرو، چنانچہ سب نے سجدہ کیا، البتہ ابلیس تھا جس نے انکار کیا۔ (١١٦) چنانچہ ہم نے کہا کہ: "اے آدم! یہ تمہارا اور

---

(٤٧) جب حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآنِ کریم کی آیتیں وحی کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کرتے، تو آپ اس ڈر سے کہ کہیں بھول نہ جائیں، ساتھ ساتھ اُن آیتوں کو دُہراتے رہتے تھے جس سے ظاہر ہے کہ آپ کو سخت مشقت ہوتی تھی۔ اس آیت میں آپ سے فرمایا گیا ہے کہ آپ کو یہ محنت اُٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی قرآنِ کریم کو آپ کے سینۂ مبارک میں محفوظ فرمادے گا۔ یہی بات سورۂ قیامہ (٧٥: ١٦-١٨) میں بھی فرمائی گئی ہے۔

(٤٨) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دُعا کی تلقین فرما کر یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ علم ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں، اور اِنسان کو علم کے کسی بھی درجے پر قناعت کر کے نہیں بیٹھنا چاہئے، بلکہ ہر وقت علم میں ترقی کی کوشش اور دُعا کرتے رہنا چاہئے۔ اس دُعا میں یادداشت کی قوت کی دُعا بھی شامل ہے، اور معلومات کی زیادتی اور ان کی صحیح سمجھ کی بھی۔

(٤٩) جس تاکید کا یہاں ذکر ہے، اُس سے مراد ایک خاص درخت کا پھل نہ کھانے کی تاکید ہے۔ اس واقعے کی تفصیل اور اس سے متعلق سوالات کا جواب سورۂ بقرہ (٢: ٣٤ تا ٣٩) میں گذر چکا ہے۔ اور یہاں آدم علیہ السلام کے بارے میں جو فرمایا گیا ہے کہ ہم نے ان میں عزم نہیں پایا، اس کا ایک مطلب بعض مفسرین نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ان سے درخت کا پھل کھانے کے سلسلے میں جو غلطی ہوئی، اُس میں ان کے عزم کو دخل نہیں تھا، یعنی انہوں نے نافرمانی کے ارادے سے حکم کی خلاف ورزی نہیں کی، بلکہ ان سے بھول ہوگئی۔ اور دوسرے مفسرین نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ اُن میں ایسا پختہ عزم نہیں تھا کہ شیطان کے بہکائے میں نہ آتے۔ اس سے انسان کی اُس سرشت کی طرف اشارہ ہے جس میں شیطان اور نفس کے بہکائے میں آنے کی صلاحیت موجود ہے۔ چونکہ قرآنِ کریم نے عزم کی نفی کو بھول ہوجانے کے ساتھ ملا کر ذکر کیا ہے، اس لئے یہاں پہلے معنی زیادہ بہتر معلوم ہوتے ہیں۔

لِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿١١٧﴾ اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَ

تمہاری بیوی کا دُشمن ہے، لہٰذا ایسا نہ ہو کہ یہ تم دونوں کو جنت سے نکلوا دے، اور تم مشقت میں پڑ جاؤ۔(۵۰) ﴿١١٧﴾ یہاں تو تمہیں یہ فائدہ ہے کہ نہ تم

لَا تَعْرٰى ﴿١١٨﴾ وَاَنَّكَ لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ

بھوکے ہوگے، نہ ننگے، ﴿١١٨﴾ اور نہ یہاں پیاسے رہوگے، نہ دُھوپ میں تپوگے۔" ﴿١١٩﴾ پھر شیطان نے اُن کے دِل میں وسوسہ ڈالا۔ کہنے لگا:

الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰۤاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا

"اے آدم! کیا میں تمہیں ایک ایسا درخت بتاؤں جس سے جاودانی زندگی اور وہ بادشاہی حاصل ہوجاتی ہے جو کبھی پرانی نہیں پڑتی؟"(۵۱) ﴿١٢٠﴾ چنانچہ

يَبْلٰى ﴿١٢٠﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ

ان دونوں نے اُس درخت میں سے کچھ کھالیا جس سے اُن دونوں کے شرم کے مقامات اُن کے سامنے کھل گئے، اور وہ دونوں جنت کے پتوں کو اپنے

وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۫ وَعَصٰۤى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿١٢١﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ

اُوپر گانٹھنے لگے۔ اور (اس طرح) آدم نے اپنے رَبّ کا کہا ٹالا، اور بھٹک گئے۔(۵۲) ﴿١٢١﴾ پھر اُن کے رَبّ نے اُنہیں چن لیا، چنانچہ ان کی توبہ قبول

عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿١٢٢﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًۢا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا

فرمائی، اور انہیں ہدایت عطا فرمائی۔ ﴿١٢٢﴾ اللہ نے فرمایا: "تم دونوں کے دونوں یہاں سے نیچے اُتر جاؤ، تم ایک دوسرے کے دُشمن ہوگے۔(۵۳) پھر

يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ۬ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾

اگر تمہیں میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے، تو جو کوئی میری ہدایت کی پیروی کرے گا، وہ نہ گمراہ ہوگا، اور نہ کسی مشکل میں گرفتار ہوگا۔ ﴿١٢٣﴾

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اور جو میری نصیحت سے منہ موڑے گا تو اُس کو بڑی تنگ زندگی ملے گی، اور قیامت کے دن ہم اُسے اندھا کرکے

---

(۵۰) اس آیت کو اگلی آیت سے ملا کر پڑھا جائے تو مطلب یہ ہے کہ جنت میں تو تمہیں زندگی کی ساری ضروریات یعنی خوراک، کپڑا اور رہنے کے لئے گھر بغیر کسی محنت کے حاصل ہے۔ جنت سے نکل گئے تو ان چیزوں کو حاصل کرنے کے لئے محنت اور مشقت اُٹھانی پڑے گی۔

(۵۱) ساتھ ہی شیطان نے یہ تاویل بھی سجھائی کہ اس درخت کی جو ممانعت کی گئی تھی، وہ اس لئے تھی کہ تم میں اُس وقت اس درخت کا پھل کھانے کی طاقت نہیں تھی۔ اب ایک عرصہ گذر جانے کے بعد یہ رُکاوٹ باقی نہیں رہی۔

(۵۲) سورۂ بقرہ میں ہم لکھ چکے ہیں کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کی اِجتہادی غلطی تھی جس کی حقیقت اُوپر آیت نمبر ۱۱۵ میں یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اُن سے بھول ہوگئی، اور اِجتہادی غلطی اور بھول میں جو کام کیا جاتا ہے، وہ گناہ نہیں ہوتا، لیکن چونکہ پیغمبروں کی شان بہت بلند ہوتی ہے، اس لئے ان سے اس قسم کی اِجتہادی غلطی کا سرزد ہونا بھی ان کے شایانِ شان نہیں ہوتا، اس لئے اُسے حکم ٹالنے اور بھٹکنے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور اس پر بھی توبہ کی تلقین فرمائی گئی ہے۔

(۵۳) یعنی انسان اور شیطان ایک دوسرے کے دُشمن ہوں گے۔

قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ
وہ کہے گا کہ: ''یارَبّ! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اُٹھایا، حالانکہ میں تو آنکھوں والا تھا؟'' ﴿١٢٥﴾ اللہ کہے گا: ''اسی طرح
كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾ وَكَذٰلِكَ
ہماری آیتیں تیرے پاس آئی تھیں، مگر تو نے اُنہیں بھلا دیا۔ اور آج اُسی طرح تجھے بھلا دیا جائے گا۔'' ﴿١٢٦﴾ اور جو شخص حد سے گذر
نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ
جاتا ہے، اور اپنے پروردگار کی نشانیوں پر ایمان نہیں لاتا، اُسے ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں، اور آخرت کا عذاب واقعی زیادہ سخت اور
اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿١٢٧﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ
زیادہ دیر رہنے والا ہے۔ ﴿١٢٧﴾ پھر کیا ان لوگوں کو اس بات نے بھی کوئی ہدایت کا سبق نہیں دیا کہ ان سے پہلے کتنی نسلیں تھیں جنہیں ہم نے ہلاک کر دیا،
يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿١٢٨﴾ۧ وَلَوْلَا ع ١٢ ١٦
جن کی بستیوں میں یہ لوگ چلتے پھرتے بھی ہیں؟ یقیناً جن لوگوں کے پاس عقل ہے، اُن کے لئے اس بات میں عبرت کے بڑے سامان ہیں۔ ﴿١٢٨﴾ اور
كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿١٢٩﴾ۭ فَاصْبِرْ عَلٰى
اگر تمہارے رَبّ کی طرف سے ایک بات پہلے ہی طے نہ کر دی گئی ہوتی، اور (اس کے نتیجے میں عذاب کی) ایک میعاد مقرر نہ ہوتی، تو لازمی طور پر
مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ
عذاب (ان کو) چمٹ چکا ہوتا۔(۵۵) ﴿١٢٩﴾ لہٰذا (اے پیغمبر!) یہ لوگ جو باتیں کرتے ہیں، تم ان پر صبر کرو، اور سورج نکلنے سے پہلے اور اُس کے
غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَاۗئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ
غروب سے پہلے اپنے رَبّ کی تسبیح اور حمد کرتے رہو، اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرو، اور دن کے کناروں میں بھی، تاکہ تم خوش
تَرْضٰى ﴿١٣٠﴾ وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ
ہو جاؤ۔(۵۶) ﴿١٣٠﴾ اور دُنیوی زندگی کی اُس بہار کی طرف آنکھیں اُٹھا کر بھی نہ دیکھو جو ہم نے ان (کافروں) میں سے مختلف لوگوں کو مزے اُڑانے

---

(۵۴) جب قبر سے اُٹھا کر حشر کی طرف لائے جائیں گے، اُس وقت تو یہ لوگ اندھے ہوں گے، لیکن بعد میں انہیں بینائی دے دی جائے گی، جیسا کہ سورۂ کہف (۱۸: ۵۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جہنم کی آگ کو دیکھیں گے۔

(۵۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے ان کافروں کو عذاب دینے کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، اور یہ طے کر رکھا ہے کہ اُس سے پہلے ان کو مہلت دی جائے گی۔ اس لئے ان کی نافرمانیوں کے باوجود ان پر عذاب نازل نہیں ہو رہا ہے۔ اگر یہ بات پہلے سے طے نہ ہوتی تو ان کے کرتوت ایسے تھے کہ ان کو فوری طور پر عذاب آ چمٹتا۔

(۵۶) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یہ لوگ آپ کے خلاف جو بے ہودہ باتیں کرتے ہیں، ان کا جواب دینے کے بجائے ان پر صبر کرتے رہئے، اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس میں لگے رہئے جس کا بہترین طریقہ نماز پڑھنا ہے، چنانچہ سورج نکلنے سے پہلے فجر کی نماز اور غروب سے پہلے عصر کی نماز اور رات میں عشاء اور تہجد کی نماز اور دن کے کناروں پر مغرب کی نماز کا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿١٣١﴾ وَاْمُرْ اَهْلَكَ
کے لئے دے رکھی ہے، تاکہ ہم ان کو اُس کے ذریعے آزمائیں۔ اور تمہارے ربّ کا رزق سب سے بہتر اور سب سے زیادہ دیرپا ہے۔ (١٣١) اور
بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ
اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو، اور خود بھی اُس پر ثابت قدم رہو۔ ہم تم سے رزق نہیں چاہتے، (٥٧) رزق تو ہم تمہیں دیں گے۔ اور بہتر انجام تقویٰ ہی
لِلتَّقْوٰى ﴿١٣٢﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي
کا ہے۔ (١٣٢) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ: ”یہ (نبی) ہمارے پاس اپنے ربّ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتے؟“ بھلا کیا ان کے پاس
الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿١٣٣﴾ وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا
پچھلے (آسمانی) صحیفوں کے مضامین کی گواہی نہیں آگئی؟ (٥٨) (١٣٣) اور اگر ہم انہیں اس (قرآن) سے پہلے ان کو کسی عذاب سے ہلاک کردیتے تو یہ
لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ
لوگ کہتے کہ: ”ہمارے پروردگار! آپ نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہیں بھیجا، تاکہ ہم ذلیل اور رُسوا ہونے سے پہلے آپ کی آیتوں کی

اہتمام کرتے رہئے۔ اس طرزِ عمل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بالآخر آپ خوش ہوجائیں گے، ایک تو اس لئے کہ اس پر آپ کو جو اَجر ملنے والا ہے، وہ انتہائی عظیم الشان ہے، اور دوسرے یہی طرزِ عمل آخر کار دُشمنوں پر آپ کی فتح کا ضامن ہے، اور تیسرے اس لئے کہ آپ کو اُمت کی شفاعت کا مقام حاصل ہوگا تو اُمت کی نجات سے آپ کو خوشی ہوگی۔

(٥٧) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جس طرح دُنیا میں آقا اپنے غلاموں کو معاشی مشغلے میں لگا کر ان کی آمدنی سے رزق حاصل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ تمہاری اس طرح کی بندگی سے بے نیاز ہے، اس کے بجائے وہ خود تمہیں رزق دینے کا وعدہ کرچکا ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہم نے تم پر یہ ذمہ داری عائد نہیں کی کہ تم اپنا رزق خود پیدا کرو۔ تم زیادہ سے زیادہ جو کچھ کرتے ہو، وہ یہ کہ اسباب کو اِختیار کرلیتے ہو، مثلاً زمین میں بیج بو دیتے ہو، لیکن اُس بیج سے دانہ اُگانے کا کام ہم نے تم پر نہیں رکھا، بلکہ ہم خود اُس سے وہ پیداوار پیدا کرتے ہیں جو تمہیں رزق مہیا کرتی ہے۔

(٥٨) اس سے مراد قرآنِ کریم ہے، اور آیت کی تشریح دو طرح کی جاسکتی ہے۔ ایک یہ کہ یہ قرآن وہ کتاب ہے جس کی پیشین گوئی پچھلے آسمانی صحیفوں میں موجود تھی، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان صحیفوں نے قرآنِ کریم کی حقانیت کی گواہی دی تھی، اور دوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ قرآنِ کریم پچھلے آسمانی صحیفوں کے مضامین کی تصدیق کرکے ان کی گواہی دے رہا ہے، حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی زبان مبارک پر یہ کلام جاری ہوا ہے، وہ اُمی ہیں، اور ان کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ہے جس سے وہ پچھلی کتابوں کا علم حاصل کرسکتے۔ اب جو ان آسمانی کتابوں کے مضامین ان کی زبان پر جاری ہورہے ہیں، اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ یہ مضامین اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہیں، اور قرآنِ کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ اس سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی اور کیا نشانی چاہتے ہو؟

وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ

پیروی کرتے؟" ﴿۱۳۴﴾ (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ: "(ہم) سب انتظار کر رہے ہیں، لہٰذا تم بھی انتظار کرو (۵۹)، کیونکہ عنقریب تمہیں پتہ چل

الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع

جائے گا کہ سیدھے راستے والے لوگ کون ہیں، اور کون ہیں جو ہدایت پا گئے ہیں؟ ﴿۱۳۵﴾

(۵۹) یعنی دلیلیں اور حجتیں تو ساری تمام ہو چکیں۔ اب اللہ تعالیٰ کے فیصلے کا تم بھی انتظار کرو، اور ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ وہ وقت دُور نہیں جب ہر شخص کے سامنے دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی الگ ہو کر واضح ہو جائے گا۔

الحمدللہ! سورۂ طٰہٰ کا ترجمہ اور حواشی آج بتاریخ ۲۷ ردسمبر ۲۰۰۶ء – ۵ رذوالحجہ ۱۴۲۷ھ دُبی سے کراچی جاتے ہوئے طیارے میں تکمیل کو پہنچے۔ اور اس سورت کا بیشتر کام بحرین، دُبی، لاہور اور اسلام آباد کے سفروں میں انجام پایا۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر باقی سورتوں کی بھی اپنی رضا کے مطابق تکمیل فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

سُوۡرَةُ الۡاَنۡبِیَآءِ

تعارف

اس سورت کا بنیادی مقصد اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کا اِثبات ہے، اور ان عقائد کے خلاف کفارِ مکہ جو اِعتراضات اُٹھایا کرتے تھے، سورت میں اُن کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت پر ان لوگوں کا ایک اعتراض یہ تھا کہ ایک ہم جیسے انسان کو پیغمبر بنا کر کیوں بھیجا گیا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ انسانوں کے پاس انسان ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجنا مناسب تھا، اور اس ضمن میں بہت سے پچھلے پیغمبروں کا حوالہ دیا گیا ہے کہ وہ سب انسان ہی تھے، اور انہوں نے اپنی اپنی قوموں کو انہی عقائد کی تعلیم دی تھی جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عقائد ہیں۔ انبیائے کرام کے اسی حوالے کی بنا پر اس سورت کا نام سورۃ الانبیاء رکھا گیا ہے۔

آیاتها ١١٢ ٢١ سُوْرَةُ الْاَنْبِيَاۗءِ مَكِّيَّةٌ ٧٣ رکوعاتها ٧

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ایک سو بارہ آیتیں اور سات رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝١ مَا يَاْتِيْهِمْ
لوگوں کے لئے ان کے حساب کا وقت قریب آپہنچا ہے، اور وہ ہیں کہ غفلت کی حالت میں منہ پھیرے ہوئے ہیں! (١) جب کبھی ان کے پروردگار کی
مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۝٢ لَاهِيَةً
طرف سے نصیحت کی کوئی نئی بات ان کے پاس آتی ہے تو وہ اسے مذاق بنا بنا کر اس حالت میں سنتے ہیں (٢) کہ ان کے دِل فضولیات میں منہمک
قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ڰ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ڰ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ
ہوتے ہیں۔ اور یہ ظالم چپکے چپکے (ایک دوسرے سے) سرگوشی کرتے ہیں کہ: ''یہ شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تمہی جیسا ایک انسان نہیں تو اور کیا
مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ۝٣ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ
ہے؟ کیا پھر بھی تم سوجھتے بوجھتے جادو کی بات سننے جاؤ گے؟'' (٣) پیغمبر نے (جواب میں) کہا کہ: ''آسمان اور زمین میں جو کچھ کہا جاتا ہے، میرا
فِي السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝٤ بَلْ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ
پروردگار اُس سب کو جانتا ہے۔ وہ ہر بات سنتا ہے، ہر چیز سے باخبر ہے۔''(١) (٤) یہی نہیں بلکہ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ: ''یہ (قرآن) بے جوڑ
اَحْلَامٍۢ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ښ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ
خوابوں کا مجموعہ ہے، بلکہ یہ ان صاحب نے خود گھڑ لیا ہے، بلکہ یہ ایک شاعر ہیں۔ بھلا یہ ہمارے سامنے کوئی نشانی تو لے آئیں جیسے پچھلے پیغمبر
الْاَوَّلُوْنَ ۝٥ مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ۚ اَفَهُمْ
(نشانیوں کے ساتھ) بھیجے گئے تھے!'' (٥) حالانکہ ان سے پہلے جس کسی بستی کو ہم نے ہلاک کیا، وہ ایمان نہیں لائی، اب کیا یہ لوگ ایمان لے
يُؤْمِنُوْنَ ۝٦ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْـَٔــلُوْٓا اَهْلَ
آئیں گے؟(٢) (٦) اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے کسی اور کو نہیں، آدمیوں ہی کو رسول بنا کر بھیجا تھا جن پر ہم وحی نازل کرتے تھے۔ لہٰذا (کافروں

(١) جو باتیں یہ کافر لوگ خفیہ طور پر کیا کرتے تھے، بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے ذریعے اُن سے باخبر ہو کر وہ باتیں بتادیا کرتے تھے، اس بات کو وہ لوگ جادو کہہ دیا کرتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ یہ جادو نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی وحی ہے جو زمین و آسمان میں کہی ہوئی ہر بات سے پوری طرح باخبر ہے۔

(٢) نشانی سے مراد معجزہ ہے۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے معجزات ان کے سامنے آچکے تھے، لیکن وہ نت نئے معجزوں کے مطالبات کرتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ فرمایا ہے کہ پچھلی قوموں نے بھی ایسے مطالبات کئے تھے، لیکن جب ان کو ان کی فرمائش کے مطابق معجزات دِکھائے گئے تب بھی وہ ایمان نہیں لائے جس کے نتیجے میں انہیں ہلاک

الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷﴾ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ

سے کہو کہ) اگر تمہیں خود علم نہیں ہے تو نصیحت کا علم رکھنے والوں سے پوچھ لو۔(۳) (۷) اور ہم نے ان (رسولوں) کو ایسے جسم بنا کر پیدا نہیں کر دیا تھا کہ

وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ ﴿۸﴾ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ

وہ کھانا نہ کھاتے ہوں، اور نہ وہ ایسے تھے کہ ہمیشہ زندہ رہیں۔ (۸) پھر ہم نے ان سے جو وعدہ کیا تھا، اُسے سچا کر دِکھایا کہ ان کو بھی بچالیا، اور

وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۹﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ؕ اَفَلَا

(ان کے علاوہ) جن کو ہم نے چاہا ان کو بھی، اور جو لوگ حد سے گذر چکے تھے، انہیں ہلاک کر دیا۔ (۹) (اب) ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا ع

کتاب اُتاری ہے جس میں تمہارے لئے نصیحت ہے۔(۴) کیا پھر بھی تم نہیں سمجھتے؟ (۱۰) اور ہم نے کتنی بستیوں کو پیس ڈالا جو ظالم تھیں اور ان کے

اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ ؕ لَا

بعد ہم نے دوسری نسلیں پیدا کیں۔ (۱۱) چنانچہ جب انہوں نے ہمارے عذاب کی آہٹ پائی تو وہ ایک دم وہاں سے بھاگنے لگے۔ (۱۲) (ان

تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ

سے کہا گیا:) ''بھاگو مت، اور واپس جاؤ اپنے انہی مکانات اور اسی عیش و عشرت کے سامان کی طرف جس کے مزے تم لوٹ رہے تھے، شاید تم

تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ دَعْوٰىهُمْ

سے کچھ پوچھا جائے۔''(۵) (۱۳) وہ کہنے لگے: ''ہائے ہماری کم بختی! سچی بات یہ ہے کہ ہم لوگ ہی ظالم تھے۔'' (۱۴) ان کی یہی پکار جاری رہی یہاں

کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ یہ لوگ بھی اپنے فرمائشی معجزے دیکھنے کے بعد ایمان نہیں لائیں گے، اور اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب کوئی قوم اپنے فرمائشی معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہ لائے تو اسے ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اور ابھی اللہ تعالیٰ کو ان کی فوری ہلاکت منظور نہیں ہے۔

(۳) نصیحت کا علم رکھنے والوں سے مراد اہلِ کتاب ہیں۔ یعنی اگر تمہیں خود پچھلے پیغمبروں کا علم نہیں ہے تو اہلِ کتاب سے پوچھ لو، وہ اس بات کی تصدیق کریں گے کہ تمام انبیائے کرام انسانوں ہی میں سے آئے ہیں۔

(۴) اس آیت کا ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: ''ہم نے تمہارے پاس ایک ایسی کتاب اُتاری ہے جس میں تمہارے ہی ذکرِ خیر کا سامان ہے'' اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ کتاب عربی زبان میں نازل کی گئی ہے جس کے براہِ راست مخاطب تم عرب لوگ ہو، اور یہ تمہارے لئے بہت بڑے اِعزاز کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری کلام تم پر تمہاری زبان میں نازل فرمایا، اور اس سے رہتی دُنیا تک دُنیا کی ساری قوموں میں تمہارا ذکرِ خیر جاری رہے گا۔

(۵) یہ بات اُن سے طنز کے طور پر کہی گئی۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے عیش و عشرت میں منہمک تھے تو تمہارے نوکر چاکر تم سے پوچھا کرتے تھے کہ ''کیا حکم ہے؟'' اب ذرا اپنے گھروں میں واپس جا کر دیکھو، شاید تمہارے نوکر چاکر تم سے تمہارا حکم پوچھیں۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ اب نہ تمہیں اپنے گھروں کا کوئی نشان ملے گا، نہ عیش و عشرت کے سامان کا، اور نہ ان نوکروں کا جو تمہارے اَحکام کے منتظر رہا کرتے تھے۔

حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَ الْاَرْضَ وَ مَا

تک کہ ہم نے ان کو ایک کٹی ہوئی کھیتی، ایک بجھی ہوئی آگ بنا کر رکھ دیا۔ (۱۵) اور ہم نے آسمان، زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، اُس کو اس

بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ ۖۗ اِنْ

لئے پیدا نہیں کیا کہ ہم کوئی کھیل کرنا چاہتے ہوں(۶)۔ (۱۶) اگر ہمیں کوئی کھیل بنانا ہوتا تو ہم خود اپنے پاس سے بنا لیتے، اگر ہمیں ایسا کرنا ہی

كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ

ہوتا(۷)۔ (۱۷) بلکہ ہم تو حق بات کو باطل پر کھینچ مارتے ہیں، جو اُس کا سر توڑ ڈالتا ہے، اور وہ ایک دم ملیامیٹ ہو جاتا ہے(۸)۔

زَاهِقٌ ؕ وَ لَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

اور جو باتیں تم بنا رہے ہو، اُن کی وجہ سے خرابی تمہاری ہی ہے۔ (۱۸) اور آسمانوں اور زمین میں جو لوگ بھی ہیں،

الْاَرْضِ ؕ وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ ۚ

اللہ کے ہیں۔ اور جو (فرشتے) اللہ کے پاس ہیں، وہ نہ اُس کی عبادت سے سرکشی کرتے ہیں، نہ تھکتے ہیں۔ (۱۹)

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمِ اتَّخَذُوْۤا اٰلِهَةً مِّنَ

وہ رات دن اُس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، اور سست نہیں پڑتے۔ (۲۰) بھلا کیا ان لوگوں نے زمین میں سے ایسے خدا

الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ

بنا رکھے ہیں جو نئی زندگی دیتے ہیں(۹)؟ (۲۱) اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا دوسرے خدا ہوتے تو دونوں درہم برہم

---

(۶) جو لوگ دُنیا کے بعد آخرت کی زندگی کا انکار کرتے ہیں، درحقیقت اُن کے دعوے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات یونہی کسی مقصد کے بغیر ایک کھیل بنا کر پیدا کر دی ہے، اور جو کچھ اس دُنیا میں ہو رہا ہے، اُس کا کوئی نتیجہ بعد میں ظاہر ہونے والا نہیں ہے، نہ کسی شخص کو اس کی نیکی کا کوئی صلہ ملے گا، اور نہ کسی ظالم اور بدکار کو اُس کے گناہ کی سزا ملے گی۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی بات کی نسبت بہت بڑی گستاخی ہے۔

(۷) یعنی اوّل تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ تصور کرنا حماقت ہے کہ وہ کوئی کھیل کرنا چاہتا ہے، دوسرے اگر بفرضِ محال اُسے کوئی دِل لگی کرنی ہوتی تو اُس کے لئے کائنات کا یہ سارا کارخانہ پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی، وہ اپنے پاس ہی سے کوئی مشغلہ بنا سکتا تھا۔

(۸) یعنی کھیل دِل لگی ہمارا کام نہیں ہے۔ ہم تو جو کام کرتے ہیں، وہ حق ہی حق ہوتا ہے، اور اُس کے مقابلے میں باطل آتا ہے تو حق ہی کے ذریعے اُس کا توڑ کیا جاتا ہے۔

(۹) اکثر مفسرین نے "نئی زندگی دینے" کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جن دیوتاؤں کو انہوں نے خدا بنا رکھا ہے، کیا وہ اس بات پر قادر ہیں کہ مردوں کو نئی زندگی دے سکیں؟ اگرچہ مشرکینِ عرب مرنے کے بعد کی زندگی کے قائل نہیں تھے، لیکن جب کسی ذات کو خدا مان لیا تو اُس کا منطقی تقاضا یہ ہونا چاہئے کہ اُس ذات کو نئی زندگی دینے پر بھی قدرت حاصل ہو، تو کیا یہ لوگ بتوں کو ایسا قادر مانتے ہیں؟ لیکن بعض مفسرین نے یہاں "نئی زندگی دینے" کا مطلب یہ لیا ہے کہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ دیوتا زمین کو نئی زندگی دیتے ہیں جس سے وہ سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے، کیونکہ ان میں سے بعض کافروں کا یہ عقیدہ تھا کہ آسمان کا خدا کوئی اور ہے، اور

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ

ہوجاتے۔(۱۰) لہٰذا عرش کا مالک اللہ اُن باتوں سے بالکل پاک ہے جو یہ لوگ بنایا کرتے ہیں۔ (۲۲) وہ جو کچھ کرتا ہے، اُس کا کسی کو جواب دہ نہیں ہے، اور ان

يُسْـَٔلُوْنَ ﴿۲۳﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا

سب کو جواب دہی کرنی ہوگی۔ (۲۳) بھلا کیا اُسے چھوڑ کر انہوں نے دوسرے خدا بنا رکھے ہیں؟ (اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ: "لاؤ اپنی دلیل!" یہ

ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ

(قرآن) بھی موجود ہے جس میں میرے ساتھ والوں کے لئے نصیحت ہے، اور وہ (کتابیں) بھی موجود ہیں جن میں مجھ سے پہلے لوگوں کے لئے

مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ

نصیحت تھی۔(۱۱) لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ حق بات کا یقین نہیں کرتے، اس لئے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ (۲۴) اور تم سے پہلے ہم نے کوئی

اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۭ بَلْ عِبَادٌ

ایسا رسول نہیں بھیجا جس پر ہم نے یہ وحی نازل نہ کی ہو کہ: "میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے، لہٰذا میری عبادت کرو۔" (۲۵) یہ لوگ کہتے ہیں کہ: "خدائے

مُّكْرَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ۙ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ

رحمٰن (فرشتوں کی شکل میں) اولاد رکھتا ہے۔"(۱۲) سبحان اللہ! بلکہ (فرشتے تو اللہ کے) بندے ہیں جنہیں عزت بخشی گئی ہے۔ (۲۶) وہ اُس سے آگے

زمین کا کوئی اور، اللہ تعالیٰ کی خدائی تو آسمان پر ہے، اور زمین کا سارا انتظام یہ دیوتا کرتے ہیں۔

(۱۰) یہ توحید کی ایک عام فہم دلیل ہے۔ اور وہ یہ کہ اگر اس کائنات میں ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو ہر خدا مستقل خدائی کا حامل ہوتا، اور کوئی کسی کا تابع نہ ہوتا۔ اس صورت میں ان کے فیصلوں کے درمیان اختلاف بھی ہوسکتا تھا۔ اب اگر ایک خدا نے ایک فیصلہ کیا، اور دوسرے خدا نے دوسرا فیصلہ تو یا تو اُن میں سے ایک دوسرے کے آگے ہار مان لیتا، تو پھر وہ خدا ہی کیا ہوا جو کسی سے ہار مان لے، یا دونوں اپنے اپنے فیصلے کو نافذ کرنے کے لئے زور لگاتے تو متضاد فیصلوں کی تنفیذ سے آسمان اور زمین کا نظام درہم برہم ہوجاتا۔ اسی دلیل کی ایک دوسری تشریح یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ جو لوگ آسمان اور زمین کے لئے الگ الگ خدا مانتے ہیں، اُن کا یہ عقیدہ اس لئے بالکل باطل ہے کہ مشاہدے سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ پوری کائنات ایک ہی مربوط نظام میں بندھی ہوئی ہے۔ چاند، سورج اور ستاروں سے لے کر دریاؤں، پہاڑوں اور زمین کی نباتات اور جمادات تک سب میں ایک ہم آہنگی پائی جاتی ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ان سب کو ایک ہی ارادے، ایک ہی مشیت اور ایک ہی منصوبہ بندی نے کام پر لگا رکھا ہے۔ اگر آسمان اور زمین کے خدا الگ الگ ہوتے تو کائنات میں اس ربط اور ہم آہنگی کا فقدان ہوتا، جس کے نتیجے میں یہ سارا نظام درہم برہم ہوجاتا۔

(۱۱) اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے پر ایک عقلی دلیل تو پچھلی آیت میں بیان فرمادی گئی ہے جس کی تشریح اُوپر کے حاشیے میں گذری۔ اب اس آیت میں نقلی دلیل بیان کی جارہی ہے کہ تمام آسمانی کتابوں میں توحید کے عقیدے پر ہی زور دیا گیا ہے۔ اس قرآنِ کریم کے علاوہ جتنی کتابیں پچھلی قوموں پر نازل کی گئیں، اُن سب میں بھی یہی عقیدہ بیان ہوا ہے۔

(۱۲) اہل عرب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔

اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِّنْ

بڑھ کر کوئی بات نہیں کرتے، اور وہ اُسی کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ (٢٧) وہ اُن کی تمام اگلی پچھلی باتوں کو جانتا ہے، اور وہ کسی کی سفارش نہیں کرسکتے،

خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَ مَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ

سوائے اُس کے جس کے لئے اللہ کی مرضی ہو، اور وہ اُس کے خوف سے سہمے رہتے ہیں۔ (٢٨) اور اگر اُن میں سے کوئی (بالفرض) یہ کہے کہ: "اللہ

ع نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ اَوَ لَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

کے علاوہ میں بھی معبود ہوں" تو اُس کو ہم جہنم کی سزا دیں گے۔ ایسے ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ (٢٩) جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، کیا

اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ

اُنہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ سارے آسمان اور زمین بند تھے، پھر ہم نے اُنہیں کھول دیا،[13] اور پانی سے ہر جاندار

شَيْءٍ حَيٍّ ؕ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَ جَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ

چیز پیدا کی ہے؟[14] کیا پھر بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے؟ (٣٠) اور ہم نے زمین میں جمے ہوئے پہاڑ پیدا کئے ہیں، تاکہ وہ اُنہیں لے کر ہلنے نہ

تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَ جَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿٣١﴾ وَ جَعَلْنَا

پائے،[15] اور اُس میں ہم نے چوڑے چوڑے راستے بنائے ہیں، تاکہ وہ منزل تک پہنچ سکیں۔ (٣١) اور ہم نے

السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّ هُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ

آسمان کو ایک محفوظ چھت بنادیا ہے،[16] اور یہ لوگ ہیں کہ اُس کی نشانیوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ (٣٢) اور وہی (اللہ) ہے

---

(١٣) اکثر مفسرین کی تفسیر کے مطابق اس آیت میں آسمان کے بند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس سے بارش نہیں ہوتی تھی، اور زمین کے بند ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس سے کوئی پیداوار نہیں ہوتی تھی، اور ان دونوں کو کھولنے کا مطلب یہ ہے کہ آسمان سے پانی برسنے لگا، اور زمین سے سبزیاں اُگنے لگیں۔ یہ تفسیر متعدد صحابہ اور تابعین سے منقول ہے۔ لیکن دوسرے بعض مفسرین نے اس کی یہ تفسیر بھی کی ہے کہ آسمان اور زمین دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے اور یک جان تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو الگ الگ کیا۔

(١٤) اس آیت نے واضح کردیا ہے کہ ہر جان دار چیز کی تخلیق میں پانی کا کوئی نہ کوئی دخل ضرور ہے۔

(١٥) یہ حقیقت قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر بیان فرمائی ہے کہ جب زمین کو بچھایا گیا تو وہ ہلتی تھی، اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے پہاڑ پیدا کرکے اُس پر جمائے تو اُس کو قرار حاصل ہوا۔ جدید سائنس نے بھی صدیوں کے بعد یہ پتہ لگایا ہے کہ بڑے بڑے براعظم اب بھی بہت سست رفتار سے سمندر کے پانی پر سرکتے رہتے ہیں، مگر اب ان کی رفتار اتنی دھیمی ہے کہ عام آنکھیں ان کا اِدراک نہیں کرسکتیں۔

(١٦) یعنی وہ گرنے اور ٹوٹنے پھوٹنے سے بھی محفوظ ہے، اور شیطانوں کی دست برد سے بھی۔

خَلَقَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ وَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝۳۳

جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند پیدا کئے۔ سب کسی نہ کسی مدار میں تیر رہے ہیں۔(۱۷) ۝۳۳ اور (اے پیغمبر!) تم سے پہلے بھی

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ ؕ اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ ۝۳۴

ہمیشہ زندہ رہنا ہم نے کسی فردِ بشر کے لئے طے نہیں کیا۔(۱۸) چنانچہ اگر تمہارا انتقال ہوگیا تو کیا یہ لوگ ایسے ہیں جو ہمیشہ زندہ رہیں؟ ۝۳۴

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً ؕ وَ اِلَيْنَا

ہر جان دار کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم تمہیں آزمانے کے لئے بُری بھلی حالتوں میں مبتلا کرتے ہیں، اور تم سب ہمارے پاس ہی لوٹا کر لائے

تُرْجَعُوْنَ ۝۳۵ وَ اِذَا رَاٰكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا

جاؤ گے۔ ۝۳۵ اور جن لوگوں نے کفر اپنا رکھا ہے، وہ جب تمہیں دیکھتے ہیں تو اس کے سوا اُن کا کوئی کام نہیں ہوتا کہ وہ تمہارا مذاق بنانے لگتے ہیں (اور

هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَ هُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ

کہتے ہیں:) ''کیا یہی صاحب ہیں جو تمہارے خداؤں کا ذکر کیا کرتے ہیں؟ (یعنی یہ کہتے ہیں کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں)'' حالانکہ ان (کافروں)

هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۳۶ خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ ؕ سَاُورِيْكُمْ اٰيٰتِيْ

کی اپنی حالت یہ ہے کہ وہ خدائے رحمٰن ہی کا ذکر کرنے سے انکار کئے بیٹھے ہیں!(۱۹) ۝۳۶ انسان جلد بازی کی خصلت لے کر پیدا ہوا ہے۔ میں عنقریب

فَلَا تَسْتَعْجِلُوْنِ ۝۳۷ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

تمہیں اپنی نشانیاں دکھلا دوں گا، لہٰذا تم مجھ سے جلدی مت مچاؤ۔(۲۰) ۝۳۷ اور یہ لوگ (مسلمانوں سے) کہتے ہیں کہ: ''اگر تم سچے ہو تو آخر یہ (عذاب

(۱۷) قرآنِ کریم میں اصل لفظ ''فلک'' ہے جو عربی زبان میں گول دائرے کو کہتے ہیں۔ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے، اُس وقت فلکیات میں یہ بطلیموسی نظریہ دُنیا پر چھایا ہوا تھا کہ چاند سورج اور دوسرے سیارے آسمانوں میں جڑے ہوئے ہیں، اور آسمان کی گردش کے ساتھ وہ سیارے بھی گردش کرتے ہیں۔ لیکن اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو الفاظ اختیار فرمائے، وہ اس بطلیموسی نظریے پر پوری طرح منطبق نہیں ہوتے۔ اس کے بجائے اس آیت کے مطابق ہر سیارے کا اپنا مدار ہے جس میں وہ ''تیر رہا ہے''۔ تیرنے کا لفظ بطورِ خاص قابلِ توجہ ہے، جو خلا میں تیرنے پر زیادہ صادق آتا ہے۔ سائنس اس حقیقت تک بھی بہت بعد میں پہنچی ہے کہ سیارے خلا میں تیر رہے ہیں۔

(۱۸) سورۂ طور (۵۲:۳۰) میں مذکور ہے کہ کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہتے تھے کہ ہم ان کی موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ آپ کے انتقال کے موقع پر وہ خوشی منائیں گے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اوّل تو موت ہر شخص کو آنی ہے، اور کیا خود یہ خوشی منانے والے موت سے بچ جائیں گے؟

(۱۹) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو بتوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کی خدائی کی کوئی حقیقت نہیں، اس پر یہ لوگ عیب لگاتے ہیں کہ آپ ہمارے خداؤں کا برائی سے ذکر کر رہے ہیں، لیکن ان کا اپنا حال یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا نام ''رحمٰن'' ذکر کرتے ہیں تو یہ اُس کا انکار کرتے ہیں کہ: ''رحمٰن کیا ہوتا ہے؟'' دیکھئے سورۂ فرقان (۲۵:۶۰)۔

صٰدِقِيْنَ ۝۳۸ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا حِيْنَ لَا يَكُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ

کی) دھمکی کب پوری ہوگی؟" (۳۸) کاش ان کافروں کو اُس وقت کی کچھ خبر لگ جاتی جب یہ نہ اپنے چہروں سے آگ کو دُور کرسکیں گے، اور نہ اپنی

النَّارَ وَلَا عَنْ ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝۳۹ بَلْ تَاْتِيْهِمْ بَغْتَةً

پشتوں سے، اور نہ ان کو کوئی مدد میسر آئے گی۔ (۳۹) بلکہ وہ (آگ) ان کے پاس ایک دم آدھمکے گی، اور ان کے ہوش و حواس

فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝۴۰ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ

گم کرکے رکھ دے گی، پھر نہ یہ اُسے پیچھے ہٹا سکیں گے، اور نہ انہیں کوئی مہلت دی جائے گی۔ (۴۰) اور (اے پیغمبر!)

بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

تم سے پہلے بھی پیغمبروں کا مذاق اُڑایا گیا تھا، پھر اُن کا مذاق بنانے والوں کو اُسی چیز نے آگھیرا جس کا وہ مذاق

يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۴۱ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ

اُڑایا کرتے تھے۔ (۴۱) کہہ دو کہ: "کون ہے جو رات میں اور دن میں خدائے رحمٰن (کے عذاب سے) سے تمہارا بچاؤ کرے؟" مگر وہ ہیں کہ

هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝۴۲ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا

اپنے پروردگار کے ذکر سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ (۴۲) بھلا کیا ان کے پاس ہمارے سوا کوئی ایسے خدا ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہوں؟ وہ تو

يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ۝۴۳ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ

خود اپنی مدد نہیں کرسکتے، اور نہ ہمارے مقابلے میں کوئی ان کا ساتھ دے سکتا ہے۔ (۴۳) بلکہ معاملہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو

وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ

سامانِ عیش عطا کیا، یہاں تک کہ (اسی حالت میں) ان پر ایک عمر گذر گئی[۲۱]۔ بھلا کیا انہیں یہ نظر نہیں آتا کہ ہم زمین کو اس کے مختلف کناروں سے

نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝۴۴ قُلْ اِنَّمَاۤ اُنْذِرُكُمْ

گھٹاتے چلے آرہے ہیں[۲۲]۔ پھر کیا وہ غالب آجائیں گے؟ (۴۴) کہہ دو کہ: "میں تو تمہیں وحی کے ذریعے ڈراتا ہوں"

---

(۲۰) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا یا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے تھے تو یہ لوگ اُس کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہتے تھے کہ وہ عذاب ابھی لے آؤ۔ ان آیتوں میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

(۲۱) یعنی ہم نے انہیں اور ان کے باپ دادوں کو عیش وعشرت کا جو سامان دے دیا تھا، اُس سے وہ لمبے عرصے تک مزے اُڑاتے رہے، اور یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ ان کا حق ہے، اور وہ جو کچھ کررہے ہیں، ٹھیک کررہے ہیں۔ اس غرور میں مبتلا ہوکر وہ حق کے انکار پر آمادہ ہوگئے۔

(۲۲) یہ وہی بات ہے جو سورۂ رعد (۱۳: ۴۱) میں بھی گذری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جزیرۂ عرب کے مختلف اطراف سے شرک اور مشرکین کا اثر و رسوخ گھٹتا چلا جارہا ہے، اور اسلام اور مسلمانوں کے اثرات بڑھ رہے ہیں۔

بِالْوَحْيِ ۚ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ إِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ
لیکن بہرے لوگ ایسے ہیں کہ جب انہیں ڈرایا جاتا ہے تو وہ کوئی پکار نہیں سنتے۔ (۴۵) اور اگر تمہارے پروردگار کے
نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ إِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَنَضَعُ
عذاب کا ایک جھونکا بھی انہیں چھوجائے تو یہ کہہ اُٹھیں گے کہ: ''ہائے ہماری کم بختی! واقعی ہم لوگ ظالم تھے۔'' (۴۶) اور ہم
الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ۗ وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ
قیامت کے دن ایسی ترازویں لارکھیں گے جو سراپا انصاف ہوں گی، (۲۳) چنانچہ کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ اور اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی
حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۗ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَ
ہوگا، تو ہم اُسے سامنے لے آئیں گے۔ اور حساب لینے کے لئے ہم کافی ہیں۔ (۴۷) اور ہم نے موسیٰ اور
هٰرُوْنَ الْفُرْقَانَ وَضِيَآءً وَّذِكْرًا لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٨﴾ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ
ہارون کو حق و باطل کا ایک معیار، (ہدایت کی) ایک روشنی اور اُن متقی لوگوں کے لئے نصیحت کا سامان عطا کیا تھا (۴۸) جو دیکھے بغیر اپنے پروردگار
رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَهُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ
سے ڈریں، اور جن کو قیامت کی گھڑی کا خوف لگا ہوا ہو۔ (۴۹) اور اب یہ (قرآن) برکتوں والا پیغام نصیحت ہے جو ہم نے
اَنْزَلْنٰهُ ۗ اَفَاَنْتُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ
نازل کیا ہے۔ کیا پھر بھی تم اسے ماننے سے انکار کرتے ہو؟ (۵۰) اور اس سے پہلے ہم نے ابراہیم کو وہ سمجھ بوجھ عطا کی تھی جو اُن کے
قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ﴿٥١﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ
لائق تھی، اور ہم اُنہیں خوب جانتے تھے۔ (۵۱) وہ وقت یاد کرو جب انہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ: ''یہ کیا مورتیں ہیں
الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿٥٢﴾ قَالُوْا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا لَهَا عٰبِدِيْنَ ﴿٥٣﴾ قَالَ
جن کے آگے تم دھرنا دیئے بیٹھے ہو؟'' (۵۲) وہ بولے کہ: ''ہم نے اپنے باپ دادوں کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا ہے۔'' (۵۳) ابراہیم نے
لَقَدْ كُنْتُمْ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ اَمْ
کہا: ''حقیقت یہ ہے کہ تم بھی اور تمہارے باپ دادے بھی کھلی گمراہی میں مبتلا رہے ہو۔'' (۵۴) انہوں نے کہا: ''کیا تم ہم سے سچ مچ کی بات

(۲۳) اس آیت نے واضح فرمایا ہے کہ قیامت کے دن صرف یہی نہیں کہ تمام لوگوں سے انصاف ہوگا، بلکہ اس بات کا بھی اہتمام کیا جائے گا کہ انصاف سب لوگوں کو آنکھوں سے نظر آئے۔ اس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ ایسی ترازویں برسرِ عام نصب فرمائیں گے جن میں انسانوں کے اعمال کو تولا جائے گا، اور اعمال کے وزن کے حساب سے انسانوں کے انجام کا فیصلہ ہوگا۔ انسان جو عمل بھی کرتا ہے، اس دُنیا میں اگرچہ ان کا نہ کوئی جسم نظر آتا ہے، اور نہ ان میں کسی وزن کا احساس ہوتا ہے، لیکن آخرت میں اللہ تعالیٰ ان کا وزن کرنے کی ایسی صورت پیدا فرمائیں گے جن سے ان اعمال کی حقیقت واضح ہوجائے۔ اگر انسان سردی گرمی جیسی چیزوں کو تولنے کے لئے نئے نئے آلات ایجاد کرسکتا ہے تو ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ ان

اَنْتَ مِنَ اللّٰعِبِيْنَ ۝٥٥ قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

کر رہے ہو، یا دل لگی کر رہے ہو؟" (۲۴) (۵۵) ابراہیم نے کہا: "نہیں، بلکہ تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمام آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، جس نے یہ

الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَ اَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝٥٦ وَ تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ

ساری چیزیں پیدا کی ہیں، اور لوگو! میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں۔ (۵۶) اور اللہ کی قسم! جب تم پیٹھ پھیر کر چلے جاؤ گے تو میں تمہارے بتوں کے

اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝٥٧ فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا

ساتھ ایک (ایسا) کام کروں گا (جس سے ان کی حقیقت کھل جائے گی)۔" (۵۷) چنانچہ ابراہیم نے ان کے بڑے بت کے سوا سارے بتوں کو ٹکڑے

لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ۝٥٨ قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ

ٹکڑے کر دیا، تاکہ وہ لوگ اُن کی طرف رُجوع کریں۔ (۲۵) (۵۸) وہ کہنے لگے کہ: "ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کس نے کی ہے؟ وہ کوئی بڑا ہی ظالم

الظّٰلِمِيْنَ ۝٥٩ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ۝٦٠ قَالُوْٓا

تھا۔" (۵۹) کچھ لوگوں نے کہا: "ہم نے ایک نوجوان کو سنا ہے کہ وہ ان بتوں کے بارے میں باتیں بنایا کرتا ہے، اُسے ابراہیم کہتے ہیں۔" (۶۰)

فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓى اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ۝٦١ قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ

انہوں نے کہا: "تو پھر اُس کو سب لوگوں کے سامنے لے کر آؤ، تاکہ سب گواہ بن جائیں۔" (۶۱) (پھر جب ابراہیم کو لایا گیا تو) وہ بولے:

هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝٦٢ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ

"ابراہیم! کیا ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت تم ہی نے کی ہے؟" (۶۲) ابراہیم نے کہا: "نہیں، بلکہ یہ حرکت اُن کے اس بڑے سردار نے کی

اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ۝٦٣ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ

ہے، اب انہی بتوں سے پوچھ لو، اگر یہ بولتے ہوں۔ (۲۶)" (۶۳) اس پر وہ لوگ اپنے دِل میں کچھ سوچنے لگے، اور (اپنے آپ سے) کہنے لگے کہ:

اعمال کو تولنے کا عملی مظاہرہ فرمادیں۔

(۲۴) انہیں چونکہ توقع نہیں تھی کہ کوئی ان کے بتوں کے بارے میں ایسی بات کہہ سکتا ہے، اس لئے شروع میں انہیں یہ شک ہوا کہ شاید حضرت ابراہیم علیہ السلام سنجیدگی سے نہیں، بلکہ مذاق کے طور پر یہ بات کہہ رہے ہیں۔

(۲۵) جیسا کہ سورۂ صافات (۳۷:۸۸-۸۹) میں آنے والا ہے، وہ کوئی جشن کا دن تھا جس میں ساری قوم شہر چھوڑ کر کہیں جایا کرتی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے ساتھ جانے سے معذرت کر لی تھی، اور جب سارے لوگ چلے گئے تو بت خانے میں جا کر سارے بتوں کو توڑ ڈالا، صرف ایک بڑے بت کو چھوڑ دیا، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی کلہاڑی بھی اُس کی گردن میں لٹکا کر چھوڑ دی۔ اس عمل سے اُن کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ اپنی آنکھوں سے ان بتوں کی بے بسی کا منظر دیکھ سکیں، اور یہ سوچیں کہ جو بت خود اپنا دِفاع نہیں کر سکتے، وہ دوسروں کی کیا مدد کریں گے۔ بڑے بت کو چھوڑنے کی مصلحت اس سوال و جواب سے واضح ہوگی جو آیت نمبر ۶۳ میں آگے آرہا ہے۔

(۲۶) یہ درحقیقت ان کے عقیدے پر ایک طنز تھا، وہ لوگ چونکہ بتوں کو بڑے اختیارات کا مالک سمجھتے تھے، اور بڑا بت بنانے کا

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ

''سچی بات تو یہی ہے کہ تم خود ظالم ہو۔'' ﴿۶۴﴾ پھر انہوں نے اپنے سر جھکالئے، (اور کہا:) ''تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ یہ بولتے نہیں

يَنْطِقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا

ہیں۔'' (۲۷) ﴿۶۵﴾ ابراہیم نے کہا: ''بھلا بتاؤ کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کر رہے ہو جو تمہیں نہ کچھ فائدہ پہنچاتی ہیں نہ

يَضُرُّكُمْ ﴿۶۶﴾ اُفٍّ لَّكُمْ وَ لِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا

نقصان؟ ﴿۶۶﴾ تف ہے تم پر بھی، اور اُن پر بھی جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو۔ بھلا کیا تمہیں اتنی سمجھ نہیں؟'' ﴿۶۷﴾ وہ (ایک دوسرے

تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَ انْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْنَا

سے) کہنے لگے: ''آگ میں جلا ڈالو اس شخص کو، اور اپنے خداؤں کی مدد کرو، اگر تم میں کچھ کرنے کا دَم خم ہے۔'' ﴿۶۸﴾ (چنانچہ

يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۶۹﴾ وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا

انہوں نے ابراہیم کو آگ میں ڈال دیا، اور) ہم نے کہا: ''اے آگ! ٹھنڈی ہو جا، اور ابراہیم کے لئے سلامتی بن جا۔'' (۲۸) ﴿۶۹﴾ اُن لوگوں نے

فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿۷۰﴾ وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا

ابراہیم کے لئے بُرائی کا منصوبہ بنایا تھا، مگر نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اُنہی کو بُری طرح ناکام کر دیا۔ ﴿۷۰﴾ اور ہم اُنہیں اور لوط کو بچا کر اُس سرزمین کی

مقصد یہی تھا کہ یہ چھوٹے چھوٹے خداؤں کے لئے سردار کی حیثیت رکھتا ہے، اس لئے اس طنز سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصد یہ تھا کہ جب تم اس بڑے بت کو بتوں کا سردار سمجھتے ہو، اور سردار اپنے ماتحتوں کا محافظ ہوا کرتا ہے، اس لئے اگر کسی اور شخص نے چھوٹے بتوں کو توڑا ہوتا تو تمہارے اعتقاد کے مطابق یہ سردار اُسے ایسا کرنے نہ دیتا، لہٰذا یہ احتمال تو ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی اور شخص بتوں کی یہ گت بنائے، اور ان کا یہ سردار چپ چاپ دیکھتا رہے، اب تمہارے اعتقاد کے مطابق ایک ہی احتمال رہ جاتا ہے کہ خود یہ سردار ہی ان سے ناراض ہو گیا ہو، اور اسی نے ان کو توڑ پھوڑ ڈالا ہو۔ چونکہ یہ واضح طور پر ایک طنز تھا، اس لئے اس میں غلط بیانی کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ دوسری طرف یہ چھوٹے بت بھی ان کے عقیدے کے مطابق چھوٹے ہونے کے باوجود خدا ہی تھے، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ان میں اتنی طاقت تو ہونی چاہیئے کہ جو واقعہ ان کے ساتھ پیش آیا ہے، کم از کم وہ تمہیں بتا سکیں، اس لئے انہی سے پوچھ کر دیکھ لو کہ کیا قصہ ہوا تھا۔

(۲۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں کی حقیقت بتانے کے لئے جو طریقہ اختیار فرمایا، اُس نے انہیں کم از کم اپنے دِل میں سوچنے پر مجبور کر دیا، اور اُن کے دِل نے گواہی دی کہ قصور دراصل ہمارا ہی ہے۔ لیکن مدتوں سے جمے ہوئے عقیدے کو چھوڑنے کی جرأت نہ ہوئی، لاجواب ہو کر سر توجھکا دیا، لیکن کہا یہ کہ یہ بات تو تم بھی جانتے ہو، اور ہم بھی پہلے سے جانتے ہیں کہ یہ بت بولتے نہیں ہیں۔

(۲۸) اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا یہ معجزہ دِکھایا کہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈک اور سلامتی کا سبب بن گئی۔ جو لوگ معجزات کو ماننے سے انکار کرتے ہیں، ان کا موقف درحقیقت اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر شک کرنے کے مرادف ہے۔

فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿٧١﴾ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ ؕ وَ يَعْقُوْبَ نَافِلَةً ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا
طرف لے گئے جس میں ہم نے دُنیا جہان کے لوگوں کے لئے برکتیں رکھی ہیں۔ (٢٩) ﴿٧١﴾ اور ہم نے اُن کو انعام کے طور پر اِسحاق اور یعقوب عطا
صٰلِحِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ
کئے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو ہم نے نیک بنایا۔ ﴿٧٢﴾ اور ان سب کو ہم نے پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے،
الْخَيْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِيْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ وَ
اور ہم نے وحی کے ذریعے انہیں نیکیاں کرنے، نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی تاکید کی تھی، اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے۔ ﴿٧٣﴾ اور
لُوْطًا اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا وَّ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ تَّعْمَلُ
لوط کو ہم نے حکمت اور علم عطا کیا، اور انہیں اُس بستی سے نجات دی جو گندے کام کرتی تھی۔ (٣٠)
الْخَبٰٓئِثَ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فٰسِقِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ
حقیقت میں وہ بہت بُرائی والی نافرمان قوم تھی۔ ﴿٧٤﴾ اور لوط کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کرلیا، وہ یقیناً نیک لوگوں
ع اِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ وَ نُوْحًا اِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ
میں سے تھے۔ ﴿٧٥﴾ اور نوح کو بھی (ہم نے حکمت اور علم عطا کیا)، وہ وقت یاد کرو جب اس واقعے سے پہلے اُنہوں نے ہمیں پکارا، تو ہم نے ان کی
فَنَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَ نَصَرْنٰهُ مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ
دُعا قبول کی، اور ان کو اور ان کے ساتھیوں کو بڑی بھاری مصیبت سے بچالیا۔ ﴿٧٦﴾ اور جس قوم نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا تھا، اُس کے مقابلے میں
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٧٧﴾ وَ دَاوٗدَ وَ
اُن کی مدد کی۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بہت برے لوگ تھے، اس لئے ہم نے اُن سب کو غرق کردیا۔ ﴿٧٧﴾ اور داود اور سلیمان (کو بھی ہم نے حکمت اور علم
سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَ كُنَّا
عطا کیا تھا) جب وہ دونوں ایک کھیت کے جھگڑے کا فیصلہ کر رہے تھے، کیونکہ کچھ لوگوں کی بکریاں رات کے وقت اُس کھیت میں جا گھسی

حالانکہ اگر اللہ تعالیٰ پر اِیمان ہے تو یہ ماننا پڑے گا کہ آگ میں جلانے کی خاصیت اُسی نے پیدا فرمائی ہے، اگر وہ اپنے ایک جلیل القدر پیغمبر کو دُشمنوں کے ظلم سے بچانے کے لئے اُس کی یہ خاصیت ختم کردے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

(٢٩) لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، اور سورۂ عنکبوت (٢٦:٢٩) سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قوم میں سے تنہا وہی ان پر اِیمان لائے تھے۔ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انہیں آگ میں ڈالنے کی سازش ناکام ہوگئی تو نمرود نے مرعوب ہوکر ان سے تعرض نہیں کیا، اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنے بھتیجے کو لے کر عراق سے شام کے علاقے میں تشریف لے گئے۔ قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر شام اور فلسطین کے علاقے کو برکتوں والا علاقہ قرار دیا ہے۔

(٣٠) یوں تو یہ قوم بہت سے گندے کاموں میں مبتلا تھی، لیکن ان کی جس گھناؤنی حرکت کا قرآنِ کریم نے خاص طور پر ذکر کیا ہے، وہ ہم جنس پرستی یعنی مردوں کا مردوں سے جنسی لذّت حاصل کرنا ہے۔ اس کا مفصل تذکرہ سورۂ ہود (١١:٧٧-٨٣) میں گذر چکا ہے۔

لِحُكۡمِهِمۡ شٰهِدِيۡنَ ۝۷۸ۙ فَفَهَّمۡنٰهَا سُلَيۡمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيۡنَا حُكۡمًا وَّعِلۡمًا ۫

تھیل،(۳۱) اور ان لوگوں کے بارے میں جو فیصلہ ہوا اُسے ہم خود دیکھ رہے تھے۔ ۝۷۸ چنانچہ اس فیصلے کی سمجھ ہم نے سلیمان کو دے دی، اور (ویسے) ہم

وَّسَخَّرۡنَا مَعَ دَاوٗدَ الۡجِبَالَ يُسَبِّحۡنَ وَالطَّيۡرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيۡنَ ۝۷۹ وَعَلَّمۡنٰهُ

نے دونوں ہی کو حکمت اور علم عطا کیا تھا۔(۳۲) اور ہم نے داود کے ساتھ پہاڑوں کو تابع دار بنا دیا تھا کہ وہ پرندوں کو ساتھ لے کر تسبیح کریں،(۳۳) اور یہ سارے

صَنۡعَةَ لَبُوۡسٍ لَّكُمۡ لِتُحۡصِنَكُمۡ مِّنۡۢ بَاۡسِكُمۡ ۚ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ

کام کرنے والے ہم تھے۔ ۝۷۹ اور ہم نے اُنہیں تمہارے فائدے کے لئے ایک جنگی لباس (یعنی زرہ) بنانے کی صنعت سکھائی تا کہ وہ تمہیں لڑائی

---

(۳۱) واقعہ یہ ہوا تھا کہ ایک شخص کی بکریوں نے رات کے وقت دوسرے کے کھیت میں گھس کر ساری فصل تباہ کر دی تھی۔ کھیت والا مقدمہ لے کر حضرت داود علیہ السلام کے پاس آیا، حضرت داود علیہ السلام نے فیصلہ یہ فرمایا کہ بکریوں کے مالک کا فرض تھا کہ وہ رات کے وقت بکریوں کو باندھ کر رکھتا، اور چونکہ اُس کی غلطی سے کھیت والے کا نقصان ہوا، اس لئے بکری والا اپنی اتنی بکریاں کھیت والے کو دے جو قیمت میں تباہ ہونے والی فصل کے برابر ہوں۔ یہ فیصلہ عین شریعت کے مطابق تھا، لیکن جب یہ لوگ باہر نکلنے لگے تو دروازے پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُن سے پوچھا کہ میرے والد نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ انہوں نے بتا دیا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے ذہن میں ایک اور صورت آ رہی ہے جس میں دونوں کا فائدہ ہے۔ حضرت داود علیہ السلام نے اُن کی یہ بات سن لی تو انہیں بلا کر پوچھا کہ وہ کیا صورت ہے؟ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ بکری والا کچھ عرصے کے لئے اپنی بکریاں کھیت والے کو دیدے جن کے دُودھ وغیرہ سے کھیت والا فائدہ اُٹھاتا رہے، اور کھیت والا اپنا کھیت بکری والے کے حوالے کر دے کہ وہ اُس میں کھیتی اُگائے، اور جب فصل اُتنی ہی ہو جائے جتنی بکریوں کے نقصان پہنچانے سے پہلے تھی تو اُس وقت بکریوں والا کھیت والے کو کھیت واپس کر دے، اور کھیت والا اُسے بکریاں واپس کر دے۔ یہ ایک مصالحت کی صورت تھی جس میں دونوں کا فائدہ تھا، اس لئے حضرت داود علیہ السلام نے اسے پسند فرمایا، اور دونوں فریق بھی اس پر راضی ہو گئے۔

(۳۲) چونکہ حضرت داود علیہ السلام کا فیصلہ اصل قانون کے مطابق تھا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی تجویز باہمی رضامندی سے ایک صلح کی صورت تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں کے بارے میں یہ فرمایا کہ ہم نے علم اور حکمت دونوں کو عطا کی تھی، لیکن مصالحت کی جو صورت حضرت سلیمان علیہ السلام نے تجویز کی، اُس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اُس کی سمجھ اُنہیں ہم نے عطا فرمائی تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مقدمے کے دوران قانونی فیصلہ حاصل کرنے سے بہتر ہے کہ فریقین آپس کی رضامندی سے مصالحت کی کوئی ایسی شکل نکال لیں جس میں دونوں کا بھلا ہو۔

(۳۳) اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کو بہت دِلکش آواز عطا فرمائی تھی، اور معجزے کے طور پر یہ خصوصیت بخشی تھی کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تو پہاڑ بھی آپ کے ساتھ ذکر اور تسبیح میں شریک ہوتے تھے، اور اُڑتے ہوئے پرندے بھی رُک جاتے، اور وہ بھی ذکر کرنے لگتے تھے۔

شٰکِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَ لِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ عَاصِفَةً تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖۤ اِلَى

میں ایک دوسرے کی زد سے بچائے۔(۳۴) اب بتاؤ کہ کیا تم شکر گزار ہو؟ ﴿۸۰﴾ اور ہم نے تیز چلتی ہوئی ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا تھا جو اُن کے حکم سے

الْاَرْضِ الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَ كُنَّا بِكُلِّ شَیْءٍ عٰلِمِیْنَ ﴿۸۱﴾ وَ مِنَ الشَّیٰطِیْنِ

اُس سرزمین کی طرف چلتی تھی جس میں ہم نے برکتیں رکھی ہیں۔(۳۵) اور ہمیں ہر ہر بات کا پورا پورا علم ہے۔ ﴿۸۱﴾ اور کچھ ایسے شریر جنات بھی ہم نے

مَنْ یَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَ یَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ كُنَّا لَهُمْ

اُن کے تابع کر دیئے تھے جو اُن کی خاطر پانی میں غوطے لگاتے تھے،(۳۶) اور اس کے سوا اور بھی کام کرتے تھے۔ اور ان سب کی دیکھ بھال کرنے

حٰفِظِیْنَ ﴿۸۲﴾ وَ اَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗۤ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ

والے ہم تھے۔ ﴿۸۲﴾ اور ایوب کو دیکھو! جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ: "مجھے یہ تکلیف لگ گئی ہے، اور تو سارے رحم کرنے والوں سے

الرّٰحِمِیْنَ ﴿۸۳﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ ضُرٍّ وَّ اٰتَیْنٰهُ اَهْلَهٗ وَ

بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔"(۳۷) ﴿۸۳﴾ پھر ہم نے ان کی دُعا قبول کی، اور انہیں جو تکلیف لاحق تھی، اُسے دُور کر دیا، اور ان کو ان کے گھر والے بھی

---

(۳۴) سورۂ سبأ (۱۰:۳۴) میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوہے کو ان کے ہاتھ میں نرم کر دیا تھا، اور وہ اُسے جس طرح چاہتے موڑ لیتے تھے، اور لوہے کی زرہ اس طرح بناتے تھے کہ اُس کے تمام خانے نہایت متوازن ہوتے تھے۔ علمائے کرام نے اس آیت کے تحت فرمایا ہے کہ اس میں ہر اُس صنعت کے قابلِ تعریف ہونے کی طرف اشارہ ہے جو انسانوں کے لئے فائدہ مند ہو۔

(۳۵) حضرت داود علیہ السلام کے لئے اللہ تعالیٰ نے لوہے جیسی سخت چیز کو نرم کر دیا تھا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا جیسی لطیف چیز کو۔ چنانچہ وہ اپنے تخت پر بیٹھ کر ہوا کو حکم دیتے تو وہ اُنہیں ان کی مرضی کے مطابق جہاں چاہتے لے جاتی تھی، اور سورۂ سبأ (۱۲:۳۴) میں مذکور ہے کہ وہ ایک مہینے کا فاصلہ صبح کے سفر میں، اور ایک مہینے کا فاصلہ شام کے سفر میں طے کر لیا کرتے تھے۔ اور برکتوں والی سرزمین سے مراد شام یا فلسطین کا علاقہ ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جب وہ کہیں دُور چلے جاتے تو وہ ہوا انہیں تیز رفتاری کے ساتھ واپس اپنے شہر میں لے آتی تھی جو فلسطین میں واقع تھا۔

(۳۶) شریر جنّات سے مراد وہ جنّات ہیں جو اِیمان نہیں لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کر دیا تھا، وہ ان کے حکم سے دریا میں غوطے لگا کر موتی نکالتے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کو لا کر دیتے تھے۔ اور اس کے سوا اور کام بھی کرتے تھے جن کی کچھ تفصیل اِن شاء اللہ سورۂ سبأ (۱۳:۳۴) میں آئے گی۔

(۳۷) حضرت ایوب علیہ السلام کے بارے میں قرآنِ کریم نے اتنا بتایا ہے کہ انہیں کوئی سخت بیماری لاحق ہوگئی تھی، لیکن انہوں نے صبر وضبط سے کام لیا، اور اللہ تعالیٰ کو پکارتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا عطا فرمائی۔ وہ بیماری کیا تھی؟ اس کی تشریح قرآنِ کریم نے بیان کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی، اس لئے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے، اور جو روایتیں اس سلسلے میں مشہور ہیں، وہ عام طور سے مستند نہیں ہیں۔

مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ

دیئے، اور ان کے ساتھ اتنے ہی لوگ اور بھی،(٣٨) تاکہ ہماری طرف سے رحمت کا مظاہرہ ہو، اور عبادت کرنے والوں کو ایک یادگار سبق ملے۔ ﴿٨٤﴾

اِدْرِيْسَ وَ ذَا الْكِفْلِ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾ وَ اَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ؕ

اور اسماعیل اور اِدریس اور ذُوالکفل کو دیکھو! یہ سب صبر کرنے والوں میں سے تھے۔(٣٩) ﴿٨٥﴾ اور ان کو ہم نے اپنی رحمت میں داخل کرلیا تھا۔ یقیناً ان

اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٨٦﴾ وَ ذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ

کا شمار نیک لوگوں میں ہے۔ ﴿٨٦﴾ اور مچھلی والے (پیغمبر یعنی یونس علیہ السلام) کو دیکھو! جب وہ خفا ہوکر چل کھڑے ہوئے تھے، اور یہ سمجھے

نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖۗ اِنِّيْ

تھے کہ ہم ان کی کوئی پکڑ نہیں کریں گے۔ پھر انہوں نے اندھیریوں میں سے آواز لگائی کہ: ''(یا اللہ!) تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو ہر عیب

كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٨٧﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَ كَذٰلِكَ

سے پاک ہے۔ بیشک میں قصوروار ہوں۔(٤٠)'' ﴿٨٧﴾ اس پر ہم نے ان کی دُعا قبول کی، اور انہیں گھٹن سے نجات عطا کی۔ اور اسی طرح ہم

نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨٨﴾ وَ زَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّ

ایمان رکھنے والوں کو نجات دیتے ہیں۔ ﴿٨٨﴾ اور زکریا کو دیکھو! جب انہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا کہ: ''یا ربّ! مجھے اکیلا نہ

---

(٣٨) بیماری کے دوران اُن کی باوفا بیوی کے سوا گھر کے بیشتر اَفراد حضرت ایوبؑ علیہ السلام کا ساتھ چھوڑ گئے تھے، پھر جب انہیں صحت حاصل ہوئی تو ان کی اولاد اور پوتے پوتیوں کی تعداد ان لوگوں سے دُگنی ہوگئی جو بیماری کے دوران ان کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

(٣٩) حضرت اسماعیل اور حضرت اِدریس علیہما السلام کا ذکر تو پہلے سورۂ مریم میں گذر چکا ہے۔ حضرت ذُوالکفل کا قرآنِ کریم میں صرف نام آیا ہے، ان کا کوئی واقعہ قرآنِ کریم نے بیان نہیں فرمایا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ بھی کوئی پیغمبر تھے، اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ یہ حضرت الیسع علیہ السلام کے خلیفہ تھے، اور نبی تو نہیں تھے، لیکن بڑے اُونچے درجے کے ولی اللہ تھے۔ واللہ اعلم۔

(٤٠) حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ پیچھے سورۂ یونس (١٠:٩٧) میں گذر چکا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا حکم آنے سے پہلے اپنی بستی کو چھوڑ گئے تھے، اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی، اور اس کی وجہ سے ان پر یہ آزمائش آئی کہ جس کشتی میں وہ سوار ہوئے تھے، انہیں اس میں سے دریا میں اُتار دیا گیا، اور ایک مچھلی انہیں نگل گئی، جس کے پیٹ میں وہ تین دن رہے۔ اس آیت میں اندھیریوں سے مراد مچھلی کے پیٹ کی اندھیریاں ہیں۔ وہاں وہ مستقل اللہ تعالیٰ کو ان الفاظ میں پکارتے رہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ انہیں ایک کنارے پر لاکر پھینک دے، اور اس طرح انہیں اُس گھٹن سے نجات ملی۔ واقعے کی مزید تفصیل ان شاء اللہ سورۂ صافات (٣٧:١٣٩ تا ١٤٨) میں آئے گی۔

اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۸۹﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَ وَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى

چھوڑیئے، اور آپ سب سے بہتر وارث ہیں۔" (۴۱) ﴿۸۹﴾ چنانچہ ہم نے ان کی دُعا قبول کی، اور ان کو یحییٰ (جیسا بیٹا) عطا کیا، اور ان کی خاطر

وَاَصْلَحْنَا لَهٗ زَوْجَهٗ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا

ان کی بیوی کو اچھا کر دیا۔ (۴۲) یقیناً یہ لوگ بھلائی کے کاموں میں تیزی دکھاتے تھے، اور ہمیں شوق اور رُعب کے عالم میں پکارا کرتے تھے، اور

رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا

ان کے دل ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے۔ ﴿۹۰﴾ اور اُس خاتون کو دیکھو جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تھی، پھر ہم نے اُس کے اندر اپنی

فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ

رُوح پھونکی، اور اُنہیں اور اُن کے بیٹے کو دُنیا جہان کے لوگوں کے لئے ایک نشانی بنادیا۔ (۴۳) ﴿۹۱﴾ (لوگو!) یقین رکھو کہ یہ (دِین جس کی یہ تمام انبیاء

اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ

دعوت دیتے رہے ہیں) تمہارا دین ہے جو ایک ہی دین ہے، اور میں تمہارا پروردگار ہوں، لہٰذا تم میری عبادت کرو۔ ﴿۹۲﴾ اور لوگوں نے اپنے

كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ ع

دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے بانٹ لیا، (مگر) سب ہمارے پاس لوٹ کر آنے والے ہیں۔ ﴿۹۳﴾ پھر جو مؤمن بن کر نیک عمل کرے گا تو

لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا

اُس کی کوشش کی ناقدری نہیں ہوگی، اور ہم اُس کوشش کو لکھتے جاتے ہیں۔ ﴿۹۴﴾ اور جس کسی بستی (کے لوگوں) کو ہم نے ہلاک کیا ہے، اُس کے

يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ

لئے ناممکن ہے کہ وہ پلٹ کر (دُنیا میں) آجائیں۔ (۴۴) ﴿۹۵﴾ یہاں تک کہ جب یاجوج اور ماجوج کو کھول دیا جائے گا، اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے نظر

يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَاِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ اَبْصَارُ الَّذِيْنَ

آئیں گے، (۴۵) ﴿۹۶﴾ اور سچا وعدہ پورا ہونے کا وقت قریب آجائے گا تو اچانک حالت یہ ہوگی کہ جن لوگوں نے کفر اپنایا تھا اُن کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ

(۴۱) حضرت زکریا علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں تھی، انہوں نے اللہ تعالیٰ سے بیٹے کے لئے دُعا کی تو انہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا بیٹا عطا فرمایا گیا۔ اس واقعے کی تفصیل سورۂ آل عمران (۳: ۳۷ تا ۴۰) میں گذر چکی ہے۔

(۴۲) یعنی ان کی بیوی بانجھ تھیں، اللہ تعالیٰ نے ان میں اولاد کی صلاحیت پیدا فرمادی۔

(۴۳) مراد حضرت مریم علیہا السلام ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر کے انہیں اپنی قدرتِ کاملہ کی ایک عظیم نشانی بنادیا تھا۔

(۴۴) کافر لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر مرنے کے بعد دوبارہ زندگی آنے والی ہے تو جو کافر پہلے مر چکے ہیں، انہیں زندہ کر کے ابھی ان کا حساب کیوں نہیں لے لیا جاتا؟ یہ آیت اُس کا جواب دے رہی ہے کہ حساب و کتاب اور جزا و سزا کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، اس سے پہلے کسی کا زندہ ہو کر اس دُنیا میں آجانا ممکن نہیں ہے۔

كَفَرُوْا ؕ يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۹۷﴾ اِنَّكُمْ وَمَا
جائیں گی، (اور وہ کہیں گے کہ:) "ہائے ہماری کم بختی! ہم اس چیز سے بالکل ہی غفلت میں تھے، بلکہ ہم نے بڑے ستم ڈھائے تھے۔" (۹۷) (اے
تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ﴿۹۸﴾ لَوْ كَانَ
شرک کرنے والو!) یقین رکھو کہ تم اور جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، وہ سب جہنم کا ایندھن (۴۶) ہیں۔ تمہیں اسی جہنم میں جا اُترنا ہے۔ (۹۸)
هٰۤؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَكُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۹۹﴾ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ
اگر یہ واقعی خدا ہوتے تو اُس (جہنم) میں نہ جاتے۔ اور سب کے سب اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۹۹) وہاں اُن کی چیخیں نکلیں گی، اور وہاں وہ
هُمْ فِيْهَا لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰۤى ۙ
کچھ سن نہیں سکیں گے۔ (۱۰۰) (البتہ) جن لوگوں کے لئے ہماری طرف سے بھلائی پہلے سے لکھی جا چکی ہے، (یعنی نیک مؤمن)
اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ ۙ لَا يَسْمَعُوْنَ حَسِيْسَهَا ۚ وَهُمْ فِيْ مَا اشْتَهَتْ
اُن کو اُس جہنم سے دُور رکھا جائے گا۔ (۱۰۱) وہ اُس کی سرسراہٹ بھی نہیں سنیں گے، اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اپنی من پسند چیزوں کے
اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ ۚ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ
درمیان رہیں گے۔ (۱۰۲) اُن کو وہ (قیامت کی) سب سے بڑی پریشانی غمگین نہیں کرے گی، اور فرشتے اُن کا (یہ کہہ کر) استقبال کریں گے
هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ
(کہ:) "یہ تمہارا وہ دن ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔" (۱۰۳) اُس دن (کا دھیان رکھو) جب ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ دیں گے جیسے
السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ؕ كَمَا بَدَاْنَاۤ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ؕ وَعْدًا عَلَيْنَا ؕ اِنَّا
کاغذوں کے طومار میں تحریریں لپیٹ دی جاتی ہیں۔ جس طرح ہم نے پہلی بار تخلیق کی ابتدا کی تھی، اسی طرح ہم اُسے دوبارہ پیدا کر دیں گے۔ یہ
كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ
ایک وعدہ ہے جسے پورا کرنے کا ہم نے ذمہ لیا ہے۔ ہمیں یقیناً یہ کام کرنا ہے۔ (۱۰۴) اور ہم نے زبور میں نصیحت کے بعد یہ لکھ دیا تھا کہ زمین کے
يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ ؕ وَمَاۤ
وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔ (۴۷) (۱۰۵) بیشک اس (قرآن) میں عبادت گزار لوگوں کے لئے کافی پیغام ہے۔ (۱۰۶) اور (اے پیغمبر!) ہم نے

(۴۵) مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو دوبارہ زندہ کرنا اُس وقت ہوگا جب قیامت آئے گی، اور اُس کی ایک علامت یہ ہوگی کہ یاجوج اور ماجوج کے وحشی قبیلے بہت بڑی تعداد میں دُنیا پر حملہ آور ہوں گے، اور ایسا محسوس ہوگا کہ وہ ہر بلند جگہ سے پھسلتے ہوئے آرہے ہیں۔

(۴۶) پتھر کے جن بتوں کی یہ مشرکین عبادت کرتے تھے، ان کو بھی سزا کے طور پر نہیں، بلکہ اس لئے جہنم میں ڈالا جائے گا تاکہ اس بات کا عملی مظاہرہ کیا جائے کہ جن بتوں کو تم خدا سمجھتے تھے، وہ آخر کار کتنے بے بس ثابت ہوئے۔

(۴۷) یعنی آخرت میں ساری زمین پر کسی کافر کا کوئی حصہ نہیں ہوگا، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں ہی کو ملے گی۔

اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ

تمہیں سارے جہانوں کے لئے رحمت ہی رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ ﴿۱۰۷﴾ کہہ دو کہ: ''مجھ پر تو یہی وحی آتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔ تو

وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ؕ

کیا تم اطاعت قبول کرتے ہو؟'' ﴿۱۰۸﴾ پھر بھی اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ: ''میں نے تمہیں علی الاعلان خبردار کر دیا ہے۔ اور مجھے یہ معلوم

وَاِنْ اَدْرِيْۤ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ

نہیں ہے کہ جس (سزا) کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے، وہ قریب ہے یا دُور۔ ﴿۱۰۹﴾ بیشک اللہ وہ باتیں بھی جانتا ہے جو بلند آواز سے کہی جاتی ہیں،

مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنْ اَدْرِيْ لَعَلَّهٗ فِتْنَةٌ لَّكُمْ

اور وہ باتیں بھی جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو۔ ﴿۱۱۰﴾ اور میں نہیں جانتا شاید (سزا میں) یہ (تاخیر) تمہارے لئے ایک آزمائش ہے، اور کسی خاص

وَمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ

وقت تک کے لئے مزے کرنے کا موقع دینا ہے۔'' ﴿۱۱۱﴾ (آخرکار) پیغمبر نے کہا کہ: ''اے میرے پروردگار! حق کا فیصلہ کر دیجئے، اور ہمارا

الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع ۷

پروردگار بڑی رحمت والا ہے، اور جو باتیں تم بناتے ہو، اُن کے مقابلے میں اُسی کی مدد درکار ہے۔'' ﴿۱۱۲﴾

الحمدللہ! سورۂ انبیاء کے ترجمے اور تشریحی حواشی کی تکمیل آج شبِ جمعہ میں عشاء کے بعد لندن میں ۱۵؍فروری ۲۰۰۷ء مطابق ۲۶؍محرّم ۱۴۲۸ھ کو ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کاوِش کو شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضا کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سُوْرَةُ الْحَجّ

تعارف

اس سورت کا کچھ حصہ مدنی ہے، اور کچھ مکی۔ مطلب یہ ہے کہ اس سورت کا نزول مکہ مکرّمہ میں ہجرت سے پہلے شروع ہو چکا تھا، اور تکمیل ہجرت کے بعد مدینہ منوّرہ میں ہوئی۔ اسی سورت میں یہ بتایا گیا ہے کہ حج کی عبادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں کس طرح شروع ہوئی، اور اس کے بنیادی ارکان کیا ہیں؟ اسی وجہ سے اس کا نام سورۂ حج ہے۔ مکہ مکرّمہ میں مشرکین نے مسلمانوں کو طرح طرح کے ظلم کا نشانہ بنایا تھا، وہاں مسلمانوں کو صبر کی تلقین کی جاتی تھی، لیکن مدینہ منوّرہ آنے کے بعد اسی سورت میں پہلی بار مسلمانوں کو کفار کے ظلم وستم کے مقابلے میں جہاد کی اجازت دی گئی، اور فرمایا گیا کہ جن کافروں نے مسلمانوں پر ظلم کر کے انہیں اپنا وطن اور گھر بار چھوڑنے پر مجبور کیا ہے، اب مسلمان ان کے خلاف تلوار اُٹھا سکتے ہیں۔ اس طرح جہاد کو ایک عبادت قرار دے کر یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ نہ صرف اس کا ثواب آخرت میں ملے گا، بلکہ دُنیا میں بھی مسلمانوں کو اِن شاء اللہ فتح نصیب ہوگی۔ اس کے علاوہ اسلام کے بنیادی عقائد بھی بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ سورت کا آغاز آخرت کے بیان سے ہوا ہے جس میں قیامت کا ہولناک منظر بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔

ایاتها ٧٨ ۔ ٢٢ سُوْرَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ ١٠٣ ۔ رکوعاتها ١٠

سورۂ حج مدنی ہے، اور اس میں اٹھتر آیتیں اور دس رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ﴿١﴾ يَوْمَ
اے لوگو! اپنے پروردگار (کے غضب) سے ڈرو۔ یقین جانو کہ قیامت کا بھونچال بڑی زبردست چیز ہے۔ (١) جس دن
تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ
وہ تمہیں نظر آجائے گا، اُس دن ہر دُودھ پلانے والی اُس بچے (تک) کو بھول بیٹھے گی جس کو اُس نے دُودھ پلایا، اور ہر حمل والی
حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ
اپنا حمل گرا بیٹھے گی، اور لوگ تمہیں یوں نظر آئیں گے کہ وہ نشے میں بدحواس ہیں، حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے، بلکہ اللہ کا عذاب بڑا
شَدِيْدٌ ﴿٢﴾ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ يَتَّبِعُ كُلَّ
سخت ہوگا۔ (٢) اور لوگوں میں کچھ ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں بے جانے بوجھے جھگڑے کرتے ہیں، اور ہر اُس سرکش شیطان کے پیچھے چل
شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ﴿٣﴾ كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ يَهْدِيْهِ اِلٰى
کھڑے ہوتے ہیں (٣) جس کے مقدر میں یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جو کوئی اُسے دوست بنائے گا، تو وہ اُس کو گمراہ کرے گا، اور اُسے بھڑکتی دوزخ کے
عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿٤﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا
عذاب کی طرف لے جائے گا۔ (٤) اے لوگو! اگر تمہیں دوبارہ زندہ ہونے کے بارے میں کچھ شک ہے تو (ذرا سوچو کہ) ہم نے تمہیں مٹی سے
خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ
پیدا کیا،(١) پھر نطفے سے، پھر ایک جمے ہوئے خون سے، پھر ایک گوشت کے لوتھڑے سے جو (کبھی) پورا بن جاتا ہے، اور (کبھی) پورا نہیں(٢) بنتا،
غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰۤى اَجَلٍ
تاکہ ہم تمہارے لئے (تمہاری) حقیقت کھول کر بتادیں، اور ہم (تمہیں) ماؤں کے پیٹ میں جب تک چاہتے ہیں، ایک متعین مدت تک

(١) جو لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کو ناممکن یا مشکل سمجھتے ہیں، اُن سے کہا جارہا ہے کہ خود اپنی تخلیق پر غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے کس حیرت انگیز طریقے پر کتنے مرحلوں سے گذار کر تمہیں پیدا فرمایا تھا۔ تمہارا کوئی وجود نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے تمہیں وجود بخشا، تم میں جان نہیں تھی، اللہ تعالیٰ نے تم میں جان ڈالی۔ جس ذات نے اس حیرت انگیز طریقے سے تمہیں اُس وقت پیدا کیا جب تم کچھ بھی نہیں تھے تو کیا وہ تمہیں مردہ لاش بننے کے بعد دوبارہ زندگی نہیں دے سکتا؟

(٢) یعنی بعض اوقات تو اس گوشت کے لوتھڑے سے ماں کے پیٹ میں بچے کے اعضاء پورے بن جاتے ہیں، اور بعض اوقات پورے نہیں بنتے۔ پھر بعض اوقات اسی نامکمل حالت میں عورت کو اِسقاط ہوجاتا ہے، اور بعض اوقات بچہ ناقص اعضاء کے ساتھ

مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ

ٹھہرائے رکھتے ہیں، پھر تمہیں ایک بچے کی شکل میں باہر لاتے ہیں، پھر (تمہیں پالتے ہیں) تاکہ تم اپنی بھرپور عمر تک پہنچ جاؤ، اور تم میں سے

مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ وَ

بعض وہ ہیں جو (پہلے ہی) دُنیا سے اٹھالئے جاتے ہیں، اور تمہی میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جن کو بدترین عمر (یعنی انتہائی بڑھاپے) تک لوٹا دیا

تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ

جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ سب کچھ جاننے کے بعد بھی کچھ نہیں جانتے۔(٣) اور تم دیکھتے ہو کہ زمین مرجھائی ہوئی پڑی ہے، پھر جب ہم اُس پر پانی

اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ

برساتے ہیں تو وہ حرکت میں آتی ہے، اُس میں بڑھوتری ہوتی ہے، اور وہ ہر قسم کی خوشنما چیزیں اُگاتی ہے۔(٤) ۝ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ

الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ۙ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ

اللہ ہی کا وجود برحق ہے،(٥) اور وہی بے جانوں میں جان ڈالتا ہے، اور وہ ہر چیز پر مکمل قدرت رکھتا ہے، ۝ اور اس لئے کہ قیامت کی گھڑی آنے

فِيْهَا ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ ۝ وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي

والی ہے، جس میں کوئی شک نہیں ہے، اور اس لئے کہ اللہ اُن سب لوگوں کو دوبارہ زندہ کرے گا جو قبروں میں ہیں۔(٦) ۝ اور لوگوں میں کچھ ایسے

پیدا ہوتا ہے۔

(٣) یعنی زیادہ بڑھاپے کی حالت میں انسان بچپن کی سی ناسمجھی کی طرف لوٹ جاتا ہے، اور جوانی میں اُس نے کتنا علم حاصل کیا ہو، اس بڑھاپے میں وہ سب یا اکثر حصہ بھول جاتا ہے۔

(٤) یہ دوبارہ زندگی دینے کی دوسری دلیل ہے، اور وہ یہ کہ زمین جب خشک ہوتی ہے تو اُس میں زندگی کے آثار ختم ہو جاتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ بارش برسا کر اُس میں زندگی کی نئی لہر دوڑا دیتا ہے، اور اُسی بے جان زمین سے پودے اُگنے لگتے ہیں۔ جو خدا اس پر قادر ہے، کیا وہ تمہیں دوبارہ زندگی دینے پر قادر نہیں؟

(٥) مطلب یہ ہے کہ تمہاری اپنی تخلیق ہو، یا زمین سے پودے اُگانے کا معاملہ، ان ساری باتوں کی اصل علت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا وجود ایسا ہے جو کسی کا محتاج نہیں، اور باقی ساری چیزیں اُسی کی قدرت سے وجود میں آتی ہیں۔ لہٰذا وہ مردوں کو زندہ کرنے کی بھی پوری قدرت رکھتا ہے۔

(٦) انسان کی جس پیدائش کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے، وہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کی دلیل ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کے مرنے کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کرسکتا ہے، اور دوسری طرف اسی سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ جن لوگوں کو دُنیا میں پیدا کیا گیا ہے، اُن کی پیدائش ہی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اُنہیں ایک اور زندگی دی جائے، کیونکہ اگر دوسری زندگی نہ ہو تو دُنیا میں نیکی کرنے والے اور بدی کرنے والے، ظالم اور مظلوم سب برابر ہو جائیں گے، اور اللہ تعالیٰ ایسی ناانصافی کے لئے انسانوں کو پیدا نہیں کرسکتا کہ جو چاہے دوسروں پر ظلم کرتا رہے، یا گناہوں کا طومار لگا دے، اور اُسے اپنے عمل کی کوئی سزا نہ ملے، اور اسی طرح دُنیا میں کوئی شخص کتنی پاکباز زندگی گذارے، اُس کو کوئی انعام نہ ملے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی حکمت کا یہ

اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ۙ﴿٨﴾ ثَانِيَ عِطْفِهٖ لِيُضِلَّ عَنْ

ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑے کرتے ہیں، حالانکہ اُن کے پاس نہ کوئی علم ہے، نہ ہدایت، اور نہ کوئی روشنی دینے والی کتاب۔ (٨) وہ تکبر

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ لَهٗ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّنُذِيْقُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَذَابَ

سے اپنا پہلو اُکڑائے ہوئے ہیں، تاکہ دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے گمراہ کریں۔ ایسے ہی شخص کے لئے دُنیا میں رُسوائی ہے، اور قیامت کے

الْحَرِيْقِ ﴿٩﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ

دن ہم اُسے جلتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے (٩) (کہ) یہ سب کچھ تیرے اُس کرتوت کا بدلہ ہے جو تو نے اپنے ہاتھوں سے آگے بھیجا تھا،

ع ٨ لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٠﴾ ع وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰي حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ

اور یہ بات طے ہے کہ اللہ بندوں پر ظلم ڈھانے والا نہیں ہے۔ (١٠) اور لوگوں میں وہ شخص بھی ہے جو ایک کنارے پر رہ کر اللہ کی عبادت کرتا

خَيْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨ انْقَلَبَ عَلٰي وَجْهِهٖ ڗ خَسِرَ

ہے۔ چنانچہ اگر اُسے (دُنیا میں) کوئی فائدہ پہنچ گیا تو وہ اُس سے مطمئن ہو جاتا ہے، اور اگر اُسے کوئی آزمائش پیش آ گئی تو وہ منہ موڑ کر (پھر کفر کی

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿١١﴾ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ

طرف) چل دیتا ہے۔(٧) ایسے شخص نے دُنیا بھی کھوئی، اور آخرت بھی۔ یہی تو کھلا ہوا گھاٹا ہے۔ (١١) وہ اللہ کو چھوڑ کر اُن کی عبادت کرتا ہے جو نہ

اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿١٢﴾ ۚ يَدْعُوْا

اُسے نقصان پہنچا سکتے ہیں، نہ کوئی فائدہ دے سکتے ہیں۔ یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے۔ (١٢) یہ ایسے (جھوٹے خدا)

لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ۭ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ﴿١٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ

کو پکارتے ہیں جس کا نقصان اس کے فائدے سے زیادہ قریب ہے۔(٨) ایسا مددگار بھی کتنا بُرا ہے، اور ایسا ساتھی بھی کتنا بُرا!(٩) (١٣) جو لوگ ایمان

لازمی تقاضا ہے کہ جب انسانوں کو دُنیا میں پیدا کیا ہے تو آخرت میں انہیں دوسری زندگی دے کر اُنہیں اِنعام یا سزا ضرور دے۔

(٧) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منوّرہ تشریف لانے کے بعد کئی واقعات ایسے پیش آئے کہ کچھ لوگ اس لالچ میں اسلام لائے کہ اسلام کی وجہ سے انہیں دُنیا میں کچھ فوائد حاصل ہوں گے، لیکن جب ان کی توقع پوری نہیں ہوئی، بلکہ کوئی آزمائش آ گئی تو وہ دوبارہ کفر کی طرف لوٹ گئے۔ یہ آیت ان کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ یہ لوگ حق کو حق ہونے کی وجہ سے قبول نہیں کرتے، بلکہ دُنیا کے مفادات کی خاطر قبول کرتے ہیں، اور ان کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو کسی جنگ میں اس نیت سے ایک کنارے کھڑا ہو گیا ہو کہ دونوں لشکروں میں سے جس کا پلہ بھاری نظر آئے گا، اُس کے ساتھ ہو جاؤں گا، تاکہ کچھ مفادات حاصل کر سکوں۔ سبق یہ دیا گیا ہے کہ اسلام پر عمل اس لالچ میں نہ کرو کہ اس دُنیا ہی میں تمہیں کوئی فائدہ مل جائے گا، بلکہ اس لئے کرو کہ وہ برحق ہے، اور اللہ تعالیٰ کی بندگی کا تقاضا یہی ہے۔ جہاں تک دُنیا کے مفادات کا تعلق ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی حکیمانہ مشیت ہے کہ کس کو کیا دیا جائے، چنانچہ اسلام لانے کے بعد دُنیوی فوائد بھی حاصل ہو سکتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور کوئی آزمائش بھی آ سکتی ہے جس میں صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے، اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنی چاہئے کہ مصیبت دُور فرما کر آزمائش سے نکال دے۔

(٨) اصل میں ان جھوٹے خداؤں میں خود تو نہ کوئی فائدہ پہنچانے کی طاقت ہے، نہ نقصان پہنچانے کی۔ البتہ یہ نقصان پہنچنے کا سبب

يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اللہ یقیناً ان کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔
الْاَنْهٰرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿١٤﴾ مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ اللّٰهُ فِي
یقیناً اللہ ہر وہ کام کرتا ہے جس کا ارادہ کرلیتا ہے۔ (١٤) جو شخص یہ سمجھتا تھا کہ اللہ دُنیا اور آخرت میں اس (پیغمبر)
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ اِلَى السَّمَآءِ ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ
کی مدد نہیں کرے گا تو وہ آسمان تک ایک رسّی تان کر رابطہ کاٹ ڈالے، پھر دیکھے کہ کیا اُس کی یہ تدبیر
يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ﴿١٥﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ
اُس کی جھنجلاہٹ دُور کرسکتی ہے(١٠)؟ (١٥) اور ہم نے اس (قرآن) کو کھلی کھلی نشانیوں کی صورت میں اسی طرح اُتارا ہے، اور اللہ
يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ﴿١٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِيْنَ وَ
جس کو چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے۔ (١٦) بلاشبہ مؤمن ہوں یا یہودی، صابی ہوں یا
النَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ
نصرانی اور مجوسی، یا وہ جنہوں نے شرک اختیار کیا ہے، اللہ قیامت کے دن ان سب کے
الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿١٧﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ
درمیان فیصلہ کرے گا۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا گواہ ہے۔ (١٧) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ کے آگے وہ سب سجدہ کرتے ہیں

بن سکتے ہیں، اور وہ اس طرح کہ جو شخص انہیں اللہ تعالیٰ کی خدائی میں شریک مانے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا کا مستحق ہوگا۔

(٩) جس کا نقصان فائدے سے زیادہ ہو، وہ نہ مددگار بنانے کے لائق ہے، اور نہ ساتھی بنانے کے لائق۔ لہٰذا ان بتوں سے اُمیدیں لگانا حماقت کے سوا کچھ نہیں۔

(١٠) رسّی تان کر رابطہ کاٹ ڈالنے کے ایک معنی تو عربی محاورے کے مطابق پھانسی دے کر گلا گھونٹنے کے ہوتے ہیں۔ اگر یہاں یہ معنی لئے جائیں، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں، تو اُس صورت میں آسمان سے مراد اُوپر کی سمت یعنی چھت ہوگی، اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسا شخص جس کا خیال یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی کامیابی حاصل نہیں ہوگی، اُس کا یہ خیال نہ تو پورا ہوا ہے، نہ ہوگا۔ اس پر اگر اُسے غصہ اور جھنجلاہٹ ہے تو وہ چھت کی طرف ایک رسّی تان کر اپنے آپ کو پھانسی دے، اور اپنا گلا گھونٹ لے۔

اور آسمان تک رسّی تان کر رابطہ کاٹ لینے کی ایک دوسری تشریح حضرت جابر بن زید سے منقول ہے، اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں، اُن کا سرچشمہ وہ وحی ہے جو آپ پر آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اب اگر کسی شخص کو ان کامیابیوں پر غم و غصہ ہے، اور وہ ان کامیابیوں کا راستہ روکنا چاہتا ہے تو اُس کا ایک ہی طریقہ ہوسکتا ہے کہ وہ کوئی رسّی تان کر آسمان تک جائے، اور وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ رابطہ کاٹ دے جس کے ذریعے آپ پر وحی آرہی ہے، اور کامیابیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ بات کسی کے بس میں نہیں ہے، اس لئے آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے شخص کو مایوسی

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَ

جو آسمانوں میں ہیں اور وہ سب جو زمین میں ہیں،(۱۱) نیز سورج اور چاند، اور ستارے اور پہاڑ، اور درخت اور جانور، اور بہت سے انسان بھی! اور بہت

الشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ؕ وَ

سے ایسے بھی ہیں جن پر عذاب طے ہوچکا ہے۔ اور جسے اللہ ذلیل کردے، کوئی نہیں ہے جو اُسے عزت دے سکے۔

السجدة مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ۩ ﴿١٨﴾ هٰذٰنِ

یقیناً اللہ وہی کرتا ہے جو چاہتا ہے۔(۱۸) یہ (مؤمن اور کافر) دو فریق ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کے بارے میں

خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ز فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ

ایک دوسرے سے جھگڑا کیا ہے۔ اب (اس کا فیصلہ اس طرح ہوگا کہ) جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے، اُن کے لئے

نَّارٍ ؕ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ

آگ کے کپڑے تراشے جائیں گے۔ اُن کے سروں کے اُوپر سے کھولتا ہوا پانی چھوڑا جائے گا(۱۹) جس سے اُن کے پیٹ کے اندر کی چیزیں اور

وَالْجُلُوْدُ ﴿٢٠﴾ ؕ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا

کھالیں گل جائیں گی،(۲۰) اور اُن کے لئے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے،(۲۱) جب کبھی تکلیف سے تنگ آکر وہ اُس سے نکلنا

مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ق وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ ع ۲/۱۲/۹

چاہیں گے، تو اُنہیں پھر اُسی میں لوٹا دیا جائے گا، کہ چکھو جلتی آگ کا مزہ!(۲۲) (دوسری طرف)

يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک کام کئے ہیں، اللہ اُن کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا

الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا

جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں اُنہیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے سجایا جائے گا، اور جہاں اُن کا لباس

کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوسکتا (رُوح المعانی)۔

(۱۱) ان مخلوقات کے سجدہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی تابع فرمان ہیں، اور ہر چیز اُس کے ہر حکم کے آگے سر جھکائے ہوئے ہے۔ نیز اس سے عبادت کا سجدہ بھی مراد ہوسکتا ہے، کیونکہ اتنی سمجھ کائنات کی ہر چیز میں موجود ہے کہ اُسے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، اور اُسی کی عبادت کرنی چاہئے، البتہ ہر چیز کے سجدے کی صورت مختلف ہے۔ اس پوری کائنات میں انسان ہی ایسی مخلوق ہے جس کے تمام افراد عبادت کا یہ سجدہ نہیں کرتے، بلکہ بہت سے کرتے ہیں، بعض نہیں کرتے، اس لئے انسانوں کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا گیا ہے کہ ''بہت سے انسان بھی''۔ یاد رہے کہ یہ سجدے کی آیت ہے، جو شخص اصل عربی میں یہ آیت تلاوت کرے یا سنے، اُس پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی احتیاطاً سجدہ کرلینا ضروری ہے۔

حَرِيْرٌ ﴿٢٣﴾ وَ هُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَ هُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ

ریشم ہوگا۔ (٢٣) اور (وجہ یہ ہے کہ) ان لوگوں کی رسائی پاکیزہ بات (یعنی کلمہ توحید) تک ہوگئی تھی، اور وہ اُس خدا کے راستے تک پہنچ گئے تھے

الْحَمِيْدِ ﴿٢٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمَسْجِدِ

جو ہر تعریف کا مستحق ہے۔ (٢٤) بیشک وہ لوگ (سزا کے لائق ہیں) جنہوں نے کفر اپنالیا ہے، اور جو دوسروں کو اللہ کے راستے سے اور اُس مسجدِ

الْحَرَامِ الَّذِيْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ ۨ الْعَاكِفُ فِيْهِ وَ الْبَادِ ۭ وَ مَنْ

حرام سے روکتے ہیں جسے ہم نے لوگوں کے لئے ایسا بنایا ہے کہ اُس میں وہاں کے باشندے اور باہر سے آنے والے سب برابر ہیں۔(١٢) اور جو کوئی

يُّرِدْ فِيْهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٥﴾ ع وَ اِذْ بَوَّاْنَا ٣ ع ١٠

شخص اُس میں ظلم کر کے ٹیڑھی راہ نکالے گا،(١٣) ہم اُسے دردناک عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ (٢٥) اور یاد کرو وہ وقت جب ہم نے ابراہیم کو اس

لِاِبْرٰهِيْمَ مَكَانَ الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِيْ شَيْـًٔا وَّ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ

گھر (یعنی خانہ کعبہ) کی جگہ بتادی تھی،(١٤) (اور یہ ہدایت دی تھی کہ:) "میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، اور میرے گھر کو اُن لوگوں کے لئے

وَ الْقَآئِمِيْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿٢٦﴾ وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَاْتُوْكَ

پاک رکھنا جو (یہاں) طواف کریں، اور عبادت کے لئے کھڑے ہوں، اور رُکوع سجدے بجالائیں۔ (٢٦) اور لوگوں میں حج کا اعلان کردو، کہ وہ

رِجَالًا وَّ عَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَّاْتِيْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ ﴿٢٧﴾ لا لِّيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ

تمہارے پاس پیدل آئیں، اور دُور دراز کے راستوں سے سفر کرنے والی اُن اُونٹنیوں پر سوار ہو کر آئیں جو (لمبے سفر سے) دُبلی ہوگئی ہوں، (٢٧) تاکہ

لَهُمْ وَ يَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ

وہ اُن فوائد کو آنکھوں سے دیکھیں جو اُن کے لئے رکھے گئے ہیں، اور متعین دنوں میں اُن چوپایوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے اُنہیں عطا کئے ہیں(١٥)"،

---

(١٢) مسجدِ حرام اور اُس کے آس پاس کے وہ مقامات جن میں حج کے افعال ادا ہوتے ہیں، مثلاً صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی جگہ، منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کسی شخص کی ذاتی ملکیت نہیں ہیں، بلکہ وہ دُنیا بھر کے مسلمانوں کے لئے وقفِ عام ہیں، اور ان کو عبادت کے لئے استعمال کرنے میں مقامی باشندے اور باہر سے آنے والے سب برابر ہیں۔

(١٣) ٹیڑھی راہ نکالنے سے مراد کفر و شرک، حرم کے اَحکام کی خلاف ورزی، بلکہ ہر قسم کا گناہ ہے۔ حرم میں جس طرح ہر نیکی کا ثواب بڑھ جاتا ہے، اسی طرح بعض صحابہ کرامؓ سے منقول ہے کہ یہاں گناہوں کا وبال بھی دوسری جگہوں کے مقابلے میں زیادہ ہے۔

(١٤) جیسا کہ سورۂ بقرہ (٢:١٢٧) میں گذر چکا ہے، بیت اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے تعمیر ہو کر منہدم ہوگیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اُنہیں وہ جگہ بتائی جہاں بیت اللہ کو دوبارہ تعمیر کرنا منظور تھا۔

(١٥) حج کے کاموں میں ایک اہم کام جانوروں کی قربانی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اُنہیں ذبح کیا جائے۔ یہ اُس کی طرف اشارہ ہے۔

الْأَنْعَامِ ۚ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾ ثُمَّ لْيَقْضُوا

چنانچہ (مسلمانو!) اُن جانوروں میں سے خود بھی کھاؤ، اور تنگ دست محتاج کو بھی کھلاؤ۔ (۲۸) پھر (حج کرنے والے) لوگوں کو چاہئے کہ وہ اپنا

تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ ۖ وَمَنْ

میل کچیل دُور کریں، اور اپنی منتیں پوری کریں، اور اس بیتِ عتیق کا طواف کریں[۱۶]۔ (۲۹) یہ ساری باتیں یاد رکھو، اور جو شخص اُن چیزوں کی تعظیم

يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَهُ عِنْدَ رَبِّهِ ۗ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ الْأَنْعَامُ إِلَّا

کرے گا جن کو اللہ نے حرمت دی ہے، تو اُس کے حق میں یہ عمل اُس کے پروردگار کے نزدیک بہت بہتر ہے۔ سارے مویشی تمہارے لئے

مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ۖ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ

حلال کردیئے گئے ہیں، سوائے اُن جانوروں کے جن کی تفصیل تمہیں پڑھ کر سنادی گئی ہے[۱۷]۔ لہٰذا بتوں کی گندگی سے اور جھوٹی بات سے اس

الزُّورِ ﴿٣٠﴾ حُنَفَاءَ لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَكَأَنَّمَا

طرح بچ کر رہو (۳۰) کہ تم یکسوئی کے ساتھ اللہ کی طرف رُخ کئے ہوئے ہو، اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ مانتے ہو۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی

خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴿٣١﴾

کو شریک ٹھہرائے تو گویا وہ آسمان سے گر پڑا، پھر یا تو پرندے اُسے اُچک لے جائیں، یا ہوا اُسے کہیں دُور دراز کی جگہ لا پھینکے[۱۸]۔ (۳۱) یہ ساری

---

(۱۶) حج کے دوران انسان اِحرام میں ہوتا ہے تو اُس کے لئے بال کاٹنا اور ناخن تراشنا جائز نہیں رہتا۔ یہ پابندیاں اُس وقت ختم ہوتی ہیں جب وہ حج کی قربانی سے فارغ ہوجائے۔ چنانچہ یہاں میل کچیل دُور کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حج کرنے والے قربانی کے بعد جسم کے بال اور ناخن کاٹ سکتے ہیں۔ اور منتیں پوری کرنے کا مطلب یہ ہے کہ واجب قربانی کے علاوہ بہت سے حضرات یہ منتیں مان لیا کرتے تھے کہ حج کے موقع پر ہم اپنی طرف سے بھی قربانی کریں گے۔ اس کے بعد بیت اللہ شریف کے جس طواف کا ذکر ہے، اُس سے مراد ''طوافِ زیارت'' ہے۔ یہ طواف عام طور پر قربانی اور سر منڈانے کے بعد کیا جاتا ہے، اور حج کا اہم رُکن ہے۔ بیت اللہ کو یہاں ''بیتِ عتیق'' کہا گیا ہے۔ اس کے ایک معنی تو قدیم کے ہیں، یعنی یہ اس معنی میں قدیم ترین گھر ہے کہ دُنیا میں سب سے پہلا گھر ہے جو عبادت کے لئے تعمیر کیا گیا۔ اور اس کے ایک معنی ''آزاد'' کے بھی ہیں، اور ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے آزاد کہنے کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے ظالموں کے قبضہ کرلینے سے آزاد رکھا ہے۔

(۱۷) جانوروں کی قربانی کا ذکر آیا تو مشرکینِ عرب کی اُس جاہلانہ رسم کی بھی تردید کردی گئی جس کی رُو سے انہوں نے بتوں کے نام پر بہت سے جانوروں کو حرام قرار دے رکھا تھا (تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ اَنعام ۶: ۱۳۸ تا ۱۴۴)۔ چنانچہ یہ بتادیا گیا کہ یہ سب چوپائے تمہارے لئے حلال ہیں، سوائے اُن چیزوں کے جنہیں قرآنِ کریم نے سورۂ مائدہ (۵: ۳) میں حرام قرار دیا ہے۔ پھر اسی کے ساتھ جس بنیاد پر مشرکین ان جانوروں کو حرام قرار دیتے تھے، یعنی بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ماننا اور اُن کے نام پر جانوروں کو چھوڑ دینا، اُس بنیاد کو بھی یہ فرما کر ختم کردیا گیا ہے کہ بتوں کی گندگی سے اور جھوٹی باتوں سے بچو۔

(۱۸) اس تمثیل کا مطلب یہ ہے کہ ایمان کی مثال آسمان کی سی ہے۔ جو شخص شرک کا اِرتکاب کرتا ہے، وہ ایمان کے بلند مقام سے نیچے گر پڑتا ہے۔ پھر پرندوں کے اُچک لے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی خواہشات اُسے راہِ راست سے بھٹکا کر اِدھر

ذٰلِكَ ۗ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ﴿٣٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا

باتیں یاد رکھو، اور جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے، تو یہ بات دِلوں کے تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے۔(١٩) ﴿٣٢﴾ تمہیں ایک معین وقت تک ان

مَنَافِعُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَآ اِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴿٣٣﴾ ع وَلِكُلِّ اُمَّةٍ ع ٨

(جانوروں سے) فوائد حاصل کرنے کا حق ہے،(٢٠) پھر اُن کے حلال ہونے کی منزل اُسی قدیم گھر (یعنی خانۂ کعبہ) کے آس پاس ہے۔ ﴿٣٣﴾ اور

جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ

ہم نے ہر اُمت کے لئے قربانی اس غرض کے لئے مقرر کی ہے کہ وہ اُن مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے اُنہیں عطا فرمائے ہیں۔ لہٰذا تمہارا خدا

الْاَنْعَامِ ؕ فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا ؕ وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿٣٤﴾ ۙ

بس ایک ہی خدا ہے، چنانچہ تم اُسی کی فرماں برداری کرو، اور خوشخبری سنادو اُن لوگوں کو جن کے دِل اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں، ﴿٣٤﴾ جن کا حال یہ

الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ

ہے کہ جب اُن کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو اُن کے دِلوں پر رُعب طاری ہوجاتا ہے، اور جو اپنے اُوپر پڑنے والی ہر مصیبت پر صبر کرنے والے

وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ

ہیں، اور نماز کو قائم کرنے والے ہیں، اور جو رزق ہم نے اُنہیں دیا ہے، اُس میں سے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں۔ ﴿٣٥﴾ اور قربانی کے اُونٹ

مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا

اور گائے کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کے شعائر میں شامل کیا ہے، تمہارے لئے اُن میں بھلائی ہے۔ چنانچہ جب وہ ایک قطار میں کھڑے ہوں، اُن پر

وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ كَذٰلِكَ

اللہ کا نام لو، پھر جب (ذبح ہوکر) اُن کے پہلو زمین پر گر جائیں تو اُن (کے گوشت) میں سے خود بھی کھاؤ، اور اُن محتاجوں کو بھی کھلاؤ جو صبر سے بیٹھے

سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٣٦﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَ

ہوں، اور اُن کو بھی جو اپنی حاجت ظاہر کریں۔(٢١) اور ان جانوروں کو ہم نے اسی طرح تمہارے تابع بنادیا ہے تاکہ تم شکر گذار بنو۔ ﴿٣٦﴾ اللہ کو نہ ان کا گوشت

اُدھر لئے پھرتی ہیں، اور ہوا کے دُور دراز پھینک دینے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ شیطان اُسے مزید گمراہی میں مبتلا کردیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایسا شخص ایمان کے بلند مقام سے نیچے گر کر اپنی نفسانی خواہشات اور شیاطین کا غلام بن بیٹھتا ہے جو اُسے گمراہی کی انتہا تک پہنچا دیتے ہیں۔

(١٩) ''شعائر'' کے معنی ہیں وہ علامتیں جن کو دیکھ کر کوئی دوسری چیز یاد آئے۔ اللہ تعالیٰ نے جو عبادتیں واجب قرار دی ہیں، اور خاص طور پر جن مقامات پر حج کی عبادت مقرر فرمائی ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کے شعائر میں داخل ہیں، اور اُن کی تعظیم ایمان کا تقاضا ہے۔

(٢٠) یعنی جب تک تم نے ان جانوروں کو حج کی قربانی کے لئے خاص نہ کرلیا ہو، اُس وقت تک تم ان سے ہر طرح کے فوائد حاصل کرسکتے ہو، ان پر سواری کرنا بھی جائز ہے، اُن کا دُودھ پینا بھی، اُن کے جسم سے اُون حاصل کرنا بھی، لیکن جب انہیں حج کے لئے خاص کرلیا گیا تو پھر ان میں سے کوئی کام جائز نہیں رہتا۔ اُس کے بعد تو اُنہیں بیت اللہ کے آس پاس یعنی حدودِ حرم میں ذبح کرکے حلال کرنا ہی واجب ہے۔ اور حج کے لئے خاص کرنے کی مختلف علامتیں ہیں جن کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔

لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا

پہنچتا ہے، نہ ان کا خون، لیکن اس کے پاس تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اُس نے یہ جانور اسی طرح تمہارے تابع بنادیئے ہیں، تاکہ تم اس بات پر اللہ کی تکبیر کرو

هَدٰىكُمْ ؕ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٣٧ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ

کہ اُس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔ اور جو لوگ خوش اُسلوبی سے نیک عمل کرتے ہیں، اُنہیں خوشخبری سنادو۔ (۳۷) بیشک اللہ اُن لوگوں کا دِفاع کرے گا

ع ۵/۱۰ الثلثة اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ۝٣٨ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ

جو ایمان لے آئے ہیں۔(۲۲) یقین جانو کہ اللہ کسی دغاباز ناشکرے کو پسند نہیں کرتا۔ (۳۸) جن لوگوں سے جنگ کی جارہی ہے، اُنہیں اجازت دی جاتی ہے

ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝٣٩ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ

(کہ وہ اپنے دِفاع میں لڑیں) کیونکہ اُن پر ظلم کیا گیا ہے،(۲۳) اور یقین رکھو کہ اللہ ان کو فتح دِلانے پر پوری طرح قادر ہے۔ (۳۹) یہ وہ لوگ ہیں جنہیں

دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ

صرف اتنی بات پر اپنے گھروں سے ناحق نکالا گیا ہے کہ اُنہوں نے یہ کہا تھا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے۔ اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر) کو

بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا

دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کردی

اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝٤٠

جاتیں۔(۲۴) اور اللہ ضرور اُن لوگوں کی مدد کرے گا جو اُس (کے دِین) کی مدد کریں گے۔ بلاشبہ اللہ بڑی قوّت والا، بڑے اقتدار والا ہے۔ (۴۰)

---

(۲۱) یہاں قرآنِ کریم نے دو لفظ استعمال فرمائے ہیں، ایک "قانع" جس کا مطلب ہے وہ شخص جو حاجت مند تو ہے، لیکن اپنی حاجت کسی کے سامنے ظاہر نہیں کرتا، بلکہ صبر کئے بیٹھا ہے، اور دوسرا "معتر" جس کا مطلب وہ شخص ہے جو اپنی حاجت اپنے کسی قول یا فعل سے ظاہر کردے۔

(۲۲) مکہ مکرّمہ میں کافروں کی طرف سے مسلمانوں پر جو ظلم توڑے جارہے تھے، شروع میں قرآنِ کریم ہی نے اُنہیں بار بار صبر سے کام لینے کا حکم دیا تھا۔ اب اس آیت میں یہ تسلی دی جارہی ہے کہ مسلمانوں کے لئے یہ صبر آزما مرحلہ اب ختم ہونے والا ہے، اور وقت آگیا ہے کہ ان ظالموں کے ظلم کا جواب دیا جائے، چنانچہ اگلی آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی گئی ہے، لیکن اس سے پہلے یہ خوشخبری دے دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود مسلمانوں کا دِفاع کرے گا، اس لئے وہ اب بے خوف ہوکر لڑیں۔ اور وجہ یہ ہے کہ جن لوگوں سے لڑائی ہونی ہے، وہ دغاباز اور ناشکرے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ اس لئے وہ ان کے خلاف مسلمانوں ہی کی مدد کرے گا۔

(۲۳) مکہ مکرّمہ میں تیرہ سال تک صبر وضبط کی تلقین کے بعد یہ پہلی آیت ہے جس میں مسلمانوں کو کافروں کے خلاف تلوار اُٹھانے کی اجازت دی گئی۔ اس سے پہلے مسلمانوں کو کفار کے ظلم وستم کا کوئی جواب دینے کی اجازت نہیں تھی، بلکہ ہر زیادتی پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔

(۲۴) اس آیت میں جہاد کی حکمت بیان فرمائی گئی ہے، اور وہ یہ کہ جتنے انبیائے کرام علیہم السلام دُنیا میں آئے ہیں، اپنے اپنے

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ
یہ ایسے لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، اور
اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَ اِنْ
لوگوں کو نیکی کی تاکید کریں، اور بُرائی سے روکیں۔(۲۵) اور تمام کاموں کا انجام اللہ ہی کے قبضے میں ہے۔(۴۱) اور (اے پیغمبر!)
يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ عَادٌ وَّ ثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَ قَوْمُ اِبْرٰهِيْمَ وَ
اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں، تو ان سے پہلے نوح کی قوم، اور عاد وثمود کی قومیں بھی (اپنے اپنے پیغمبروں کو) جھٹلا چکی ہیں، (۴۲) نیز ابراہیم کی
قَوْمُ لُوْطٍ ﴿۴۳﴾ وَّ اَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَ كُذِّبَ مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ
قوم اور لوط کی قوم (۴۳) اور مدین کے لوگ بھی۔ اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا تھا، چنانچہ ان کافروں کو میں نے کچھ ڈھیل دی، پھر اُنہیں پکڑ میں لے لیا،
ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا وَ هِيَ
اب دیکھ لو کہ میری پکڑ کیسی تھی! (۴۴) غرض کتنی بستیاں تھیں جن کو ہم نے اُس وقت ہلاک کیا جب وہ ظلم کر رہی تھیں، چنانچہ وہ اپنی
ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَ بِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّ قَصْرٍ مَّشِيْدٍ ﴿۴۵﴾ اَفَلَمْ
چھتوں کے بل گری پڑی ہیں، اور کتنے ہی کنویں جو اَب بیکار ہوئے پڑے ہیں، اور کتنے پکے بنے ہوئے محل (جو کھنڈر بن چکے ہیں) (۴۵) تو کیا
يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَتَكُوْنَ لَهُمْ قُلُوْبٌ يَّعْقِلُوْنَ بِهَآ اَوْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ
یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں جس سے اُنہیں وہ دِل حاصل ہوتے جو انہیں سمجھ دے سکتے، یا ایسے کان
بِهَا ۚ فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي
حاصل ہوتے جن سے وہ سن سکتے؟ حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں، بلکہ وہ دِل اندھے ہوجاتے ہیں جو
الصُّدُوْرِ ﴿۴۶﴾ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَ اِنَّ
سینوں کے اندر ہیں۔(۴۶) اور یہ لوگ تم سے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ کرتے ہیں، حالانکہ اللہ اپنے وعدے کی ہرگز خلاف ورزی نہیں کرے گا، اور

وقت میں اُنہوں نے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی تعلیم دی، اور اس کے لئے عبادت گاہیں بنائیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں اس کام کے لئے خانقاہیں اور کلیسا بنائے گئے جنہیں عربی میں "صومعہ" اور "بیعہ" کہا جاتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرووں نے جو عبادت گاہیں بنائیں، اُن کو "صلوات" کہا گیا ہے، اور مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو "مسجد" کہا جاتا ہے۔ جو لوگ ان آسمانی مذاہب کے مخالف تھے، وہ ان عبادت گاہوں کو مٹانے کے درپے رہے، اگر ان کے خلاف جہاد کی اجازت نہ ہوتی، تو وہ ان عبادت گاہوں کو مسمار کر ڈالتے۔

(۲۵) مسلمانوں کو مدینہ منوّرہ میں حکومت قائم کرنے اور کافروں کے خلاف لڑائی میں ان کی مدد کرنے کا مقصد اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ لوگ زمین میں اقتدار حاصل کرنے کے بعد اپنی جان اور مال سے اللہ تعالیٰ کی عبادت خود بھی کریں گے، اور دوسروں کو بھی نیکی کی تلقین اور برائی سے روکنے کا فریضہ انجام دیں گے۔ اس طرح یہ آیت ایک اسلامی ریاست کے بنیادی

يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ﴿٤٧﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ

یقین جانو کہ تمہارے رَبّ کے یہاں کا ایک دن تمہاری گنتی کے مطابق ایک ہزار سال کی طرح کا ہوتا ہے۔(٢٦) ﴿٤٧﴾ اور کتنی ہی بستیاں ایسی تھیں جنہیں

ع ١٢ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ﴿٤٨﴾ ع قُلْ يٰٓاَيُّهَا

میں نے مہلت دی تھی، اور وہ ظلم کرتی رہیں، پھر میں نے اُنہیں پکڑ میں لے لیا، اور سب کو آخر کار میرے پاس ہی لوٹنا ہوگا۔ ﴿٤٨﴾ (اے پیغمبر!) کہہ دو

النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٩﴾ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

کہ: ''اے لوگو! میں تو تمہیں وضاحت کے ساتھ خبردار کرنے والا ہوں۔'' ﴿٤٩﴾ پھر جو لوگ ایمان لے آئے، اور نیک عمل کرنے لگے، تو اُن کے

الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿٥٠﴾ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا

لئے مغفرت ہے، اور باعزت رزق ہے۔ ﴿٥٠﴾ اور جن لوگوں نے ہماری نشانیوں کو نیچا دِکھانے کے لئے دوڑ دُھوپ کی ہے، تو وہ دوزخ کے باسی

مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿٥١﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ

ہیں۔ ﴿٥١﴾ اور (اے پیغمبر!) تم سے پہلے ہم نے جب بھی کوئی رسول یا نبی بھیجا تو اس کے ساتھ یہ واقعہ ضرور ہوا کہ جب اُس نے (اللہ کا کلام)

رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا

پڑھا تو شیطان نے اُس کے پڑھنے کے ساتھ ہی (کفار کے دِلوں میں) کوئی رُکاوٹ ڈال دی، پھر جو رُکاوٹ شیطان ڈالتا ہے، اللہ اُسے دُور

يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجْعَلَ مَا

کر دیتا ہے، پھر اپنی آیتوں کو زیادہ مضبوط کر دیتا ہے،(٢٧) اور اللہ بڑے علم کا، بڑی حکمت کا مالک ہے۔ ﴿٥٢﴾ یہ (شیطان نے رُکاوٹ اس لئے

اغراض و مقاصد بیان فرما رہی ہے۔

(٢٦) اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن کے ایک ہزار سال کے برابر ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس کی صحیح تشریح تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے متشابہات میں بھی شمار کیا ہے، لیکن اس آیت کو سمجھنے کے لئے اتنی تشریح کافی ہے کہ کفار کے سامنے جب یہ کہا جاتا تھا کہ ان کے کفر کے نتیجے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دُنیا یا آخرت میں عذاب آئے گا تو وہ اس کا مذاق اُڑاتے تھے، اور کہتے تھے کہ اتنے دن گذر گئے، لیکن کوئی عذاب نہیں آیا، اگر واقعی عذاب آنا ہے تو ابھی کیوں نہیں آجاتا؟ اس کے جواب میں فرمایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کر رکھا ہے، وہ تو ضرور پورا ہوگا۔ رہا اُس کا وقت، تو وہ اللہ تعالیٰ کی اپنی حکمت کے مطابق متعین ہوگا۔ اور تم جو سمجھ رہے ہو کہ اس کے آنے میں بہت دیر ہوگئی ہے تو درحقیقت تم جس مدت کو ایک ہزار سال سمجھتے ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن کے برابر ہے۔ اس آیت کی کچھ مزید تفصیل اِن شاء اللہ سورۂ معارج (٧٠: ٤) میں آئے گی۔

(٢٧) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ کے مخالفین کی طرف سے جن شکوک وشبہات کا اِظہار ہو رہا ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ پچھلے انبیائے کرام کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے کہ جب وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھ کر سناتے تو شیطان کافروں کے دِل میں شکوک وشبہات پیدا کر دیتا جس کی بنا پر وہ لوگ ایمان نہیں لاتے تھے، لیکن چونکہ یہ شکوک وشبہات اصل میں بے بنیاد ہوتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ ان کا کوئی اثر مخلص مسلمانوں پر باقی نہیں رہنے دیتا، بلکہ اُنہیں نیست و نابود

يُلْقِي الشَّيْطٰنُ فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ

ڈالی) تاکہ جو رُکاوٹ شیطان نے ڈالی تھی، اللہ اُسے ان لوگوں کے لئے فتنہ بنادے جن کے دِلوں میں روگ ہے، اور جن کے دِل سخت ہیں۔

اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ۙ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ

اور یقین جانو کہ یہ ظالم لوگ مخالفت میں بہت دُور چلے گئے ہیں۔ ﴿۵۳﴾ اور (اُس رُکاوٹ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے دُور کیا) تاکہ جن لوگوں کو علم

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ

عطا ہوا ہے، وہ جان لیں کہ یہی (کلام) برحق ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے آیا ہے، پھر وہ اُس پر ایمان لائیں، اور اُن کے دِل اُس

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ

کے آگے جھک جائیں۔ اور یقین رکھو کہ اللہ ایمان والوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دینے والا ہے۔ ﴿۵۴﴾ اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، وہ

مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ

اس (کلام) کی طرف سے برابر شک ہی میں پڑے رہیں گے، یہاں تک کہ اُن پر اچانک قیامت آجائے، یا ایسے دن کا عذاب ان تک آپہنچے جو

عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

(ان کے لئے) کسی بھلائی کو جنم دینے کی صلاحیت سے خالی ہوگا۔ ﴿۵۵﴾ بادشاہی اُس دن اللہ کی ہوگی، وہ اُن کے درمیان فیصلہ کرے گا، چنانچہ

الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، وہ نعمتوں کے باغات میں ہوں گے۔ ﴿۵۶﴾ اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، اور

فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ ع وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْۤا ع

ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے، تو ایسے لوگوں کے لئے ذِلت والا عذاب ہوگا۔ ﴿۵۷﴾ اور جن لوگوں نے اللہ کے راستے میں ہجرت کی، پھر قتل کردیئے

اَوْ مَاتُوْا لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾

گئے یا اُن کا انتقال ہوگیا، تو اللہ اُنہیں ضرور اچھا رزق دے گا، اور یقین رکھو کہ اللہ ہی بہترین رزق دینے والا ہے۔ ﴿۵۸﴾ وہ انہیں ضرور ایسی جگہ

لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ

پہنچائے گا جس سے وہ خوش ہوجائیں گے، اور اللہ یقیناً ہر بات جاننے والا، بڑا بردبار ہے۔ ﴿۵۹﴾ یہ بات تو طے ہے، اور (آگے یہ بھی سن لو کہ)

کردیتا ہے۔ اس آیت کا ایک اور ترجمہ اس طرح بھی ممکن ہے کہ: "تم سے پہلے ہم نے جو کوئی رسول یا نبی بھیجا، تو اُس کے ساتھ یہی ہوا کہ جب اُس نے کوئی تمنا کی تو شیطان نے اُس کی تمنا میں کوئی کھنڈت ڈال دی، پھر شیطان جو کھنڈت ڈالتا ہے، اللہ اُسے ختم کردیتا ہے پھر اپنی آیتوں کو اور مضبوط کردیتا ہے۔" اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ انبیائے کرام اپنی قوم کی اصلاح کے لئے کسی بات کی تمنا کرتے تھے، مگر شروع میں شیطان اس تمنا کے پورے ہونے میں کوئی رُکاوٹ پیدا کردیتا تھا، لیکن آخرکار اللہ تعالیٰ اُس رُکاوٹ کو دُور فرماکر اپنی اُن آیتوں کو مزید مستحکم بنادیتا جن میں انبیائے کرام کی مدد کی بشارت دی گئی تھی، البتہ شیطان نے جو رُکاوٹ ڈالی تھی، وہ کافر لوگ جن کے دِلوں میں روگ ہے، اُسے انبیائے کرام کے خلاف دلیل کے طور پر پیش

وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ
جس شخص نے کسی کو بدلے میں اتنی ہی تکلیف پہنچائی جتنی اُس کو پہنچائی گئی تھی، اُس کے بعد پھر اُس سے زیادتی کی گئی، تو اللہ اُس کی ضرور مدد
لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي
کرے گا۔[۲۸] یقین رکھو کہ اللہ بہت معاف کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے۔ ﴿۶۰﴾ یہ اس لئے کہ اللہ (کی قدرت اتنی بڑی ہے کہ وہ) رات کو دن
الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا
میں داخل کر دیتا اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے،[۲۹] اور اس لئے کہ اللہ ہر بات سنتا، ہر چیز دیکھتا ہے۔ ﴿۶۱﴾ یہ اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے، اور یہ
يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ
لوگ اُسے چھوڑ کر جن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں، وہ سب باطل ہیں، اور اللہ ہی وہ ہے جس کی شان بھی اُونچی ہے، رُتبہ بھی بڑا۔ ﴿۶۲﴾ کیا تم
اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۫ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ
نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا، جس سے زمین سرسبز ہو جاتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا مہربان، ہر بات سے باخبر
خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ ۚ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ
ہے۔ ﴿۶۳﴾ جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اُسی کا ہے۔ اور یقین رکھو کہ اللہ ہی وہ ذات ہے جو سب سے بے نیاز ہے،
الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ ع ۸ ۱۵
بذاتِ خود قابلِ تعریف۔ ﴿۶۴﴾ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے زمین کی ساری چیزیں تمہارے کام میں لگا رکھی ہیں، اور وہ کشتیاں بھی جو اُس کے

کر کے فتنے میں مبتلا ہو جاتے تھے۔

(۲۸) اُوپر آیت نمبر ۳۹ میں مسلمانوں کو ان کافروں سے لڑنے کی اجازت دی گئی تھی جنہوں نے اُن پر ظلم ڈھائے تھے، حالانکہ اس سے پہلے ان کے ظلم کے جواب میں صبر اور درگذر کے اَحکام دیئے جاتے رہے تھے۔ اب یہاں صرف جنگ ہی کے معاملے میں نہیں، بلکہ ہر قسم کے ظلم کا بدلہ لینے کی اجازت دی جارہی ہے، بشرطیکہ وہ اتنا ہی ہو جتنا ظلم ہوا۔ اور بتایا جارہا ہے کہ اگرچہ درگذر کا معاملہ زیادہ افضل ہے، لیکن برابر کا بدلہ لینا بھی جائز ہے، اور اُس پر بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا وعدہ ہے۔ بلکہ یہاں اور آگے بڑھ کر یہ فرمایا گیا ہے کہ اگر برابر کا بدلہ لینے کے بعد ظالم دوبارہ زیادتی کرے تو اُس پر بھی اللہ تعالیٰ مدد فرمائیں گے۔

(۲۹) یعنی ایک موسم میں جو دن کا وقت تھا، دوسرے موسم میں اللہ تعالیٰ نے اُسے رات بنا دیا، اور ایک موسم میں جو رات کا وقت تھا، اُسے دوسرے موسم میں دن بنا دیا۔ چاند سورج کی گردش کا یہ نظام اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اس طرح بنایا ہے کہ اس میں ذرّہ برابر فرق نہیں آتا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بیشمار مظاہر میں سے یہاں خاص طور پر اس کو شاید اس لئے ذکر کیا گیا ہو کہ یہاں مظلوم کی مدد فرمانے کا ذکر ہے، اور جس طرح رات دن کے اوقات بدلتے رہتے ہیں، اسی طرح جو کبھی مظلوم تھا، اللہ تعالیٰ اُس کی مدد کر کے اُسے فتح دِلا دیتے ہیں، اور جو ظالم اور بالا دست تھا، اُسے نیچا دِکھا دیتے ہیں۔

فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهٖ ۗ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ أَنْ تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا

حکم سے سمندر میں چلتی ہیں؟ اور اُس نے آسمان کو اس طرح تھام رکھا ہے کہ وہ اُس کی اجازت کے بغیر زمین پر نہیں گر سکتا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ

بِإِذْنِهٖ ۗ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٥﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ أَحْيَاكُمْ ۡ

لوگوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (٦٥) اور وہی ہے جس نے تمہیں زندگی دی، پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر تمہیں

ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۗ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا

زندہ کرے گا۔ واقعی انسان بڑا ناشکرا ہے۔ (٦٦) ہم نے ہر اُمت کے لوگوں کے لئے عبادت کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے، جس کے مطابق وہ

مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلٰى رَبِّكَ ۗ إِنَّكَ

عبادت کرتے ہیں،(٣٠) لہٰذا (اے پیغمبر!) لوگوں کو تم سے اس معاملے میں جھگڑا نہیں کرنا چاہئے، اور تم اپنے پروردگار کی طرف دعوت دیتے رہو۔ تم

لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾ وَإِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا

یقیناً سیدھے راستے پر ہو۔ (٦٧) اور اگر وہ تم سے جھگڑیں تو کہہ دو کہ: ”جو کچھ تم کر رہے ہو، اللہ اُسے

تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾

خوب جانتا ہے۔ (٦٨) اللہ قیامت کے دن تمہارے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں تم اختلاف کیا کرتے تھے۔“ (٦٩) کیا تم نہیں

أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۗ إِنَّ ذٰلِكَ

جانتے کہ آسمان اور زمین کی تمام چیزیں اللہ کے علم میں ہیں؟ یہ سب باتیں ایک کتاب میں محفوظ ہیں۔ بیشک یہ سارے کام اللہ کے لئے بہت

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا

آسان ہیں۔ (٧٠) اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر اُن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن (کے معبود ہونے) کی اللہ نے کوئی دلیل نازل نہیں کی، اور خود

لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۗ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ

ان لوگوں کو بھی اس کے بارے میں کوئی علم حاصل نہیں۔(٣١) اور ان ظالموں کا (آخرت میں) کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ (٧١) اور جب ان کو ہماری

اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۗ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ

آیتیں اپنی پوری وضاحتوں کے ساتھ پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، تو تم ان کافروں کے چہروں پر ناگواری کے اثرات صاف پہچان لیتے ہو، ایسا لگتا

---

(٣٠) بعض لوگ اس بات پر اعتراض کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اَحکام دیئے ہیں، اُن میں سے کچھ اُن اَحکام سے مختلف ہیں جو پچھلے انبیائے کرام کی اُمتوں کو دیئے گئے تھے۔ اس آیت میں اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ یعنی مختلف انبیائے کرام کی شریعتوں میں اللہ تعالیٰ نے عبادت کے مختلف طریقے مقرر فرمائے تھے اور ہر دور کے مناسب شریعت کے مختلف اَحکام دیئے تھے۔ لہٰذا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے کچھ اَحکام پچھلی شریعتوں سے الگ ہیں تو اس میں نہ کوئی اعتراض کی بات ہے، اور نہ بحث مباحثے کا کوئی موقع۔

(٣١) یعنی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے جس سے یہ علم حاصل ہو سکے کہ یہ بت واقعی خدائی کا درجہ رکھتے ہیں۔

بِالَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ؕ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ

ہے کہ یہ ان لوگوں پر حملہ کردیں گے جو انہیں ہماری آیتیں پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ کہہ دو کہ: ''لوگو! کیا میں تمہیں ایسی چیز بتلا دوں جو اس سے زیادہ

اَلنَّارُ ؕ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۲﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ

ناگوار ہے؟[۳۲] آگ! اللہ نے کافروں سے اس کا وعدہ کر رکھا ہے، اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔'' ﴿۷۲﴾ لوگو! ایک مثال بیان کی

ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ

جارہی ہے، اب اُسے کان لگا کر سنو! تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن جن کو دُعا کے لئے پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتے،

يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا

چاہے اس کام کے لئے سب کے سب اِکٹھے ہوجائیں، اور اگر مکھی اُن سے کوئی چیز چھین کر لے جائے تو وہ اُس سے چھڑا

يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ﴿۷۳﴾ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ

بھی نہیں سکتے۔ ایسا دُعا مانگنے والا بھی بودا اور جس سے دُعا مانگی جارہی ہے وہ بھی! ﴿۷۳﴾ ان لوگوں نے اللہ کی ٹھیک ٹھیک

قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴿۷۴﴾ اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ

قدر ہی نہیں پہچانی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ قوت کا بھی مالک ہے، اقتدار کا بھی مالک۔ ﴿۷۴﴾ اللہ فرشتوں میں سے بھی اپنا پیغام پہنچانے والے منتخب

النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۷۵﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا

کرتا ہے، اور اِنسانوں میں سے بھی۔[۳۳] یقیناً اللہ ہر بات سنتا ہر چیز دیکھتا ہے۔ ﴿۷۵﴾ وہ اُن کے آگے اور پیچھے کی ساری باتوں کو جانتا ہے،

خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۷۶﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا

اور اللہ ہی پر تمام معاملات کا دار و مدار ہے۔ ﴿۷۶﴾ اے ایمان والو! رُکوع کرو، اور سجدہ کرو،

وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۷۷﴾ السجدة ۱ عند الشافعی

اور اپنے پروردگار کی بندگی کرو، اور بھلائی کے کام کرو، تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔[۳۴] ﴿۷۷﴾

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي

اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو، جیسا کہ جہاد کا حق ہے۔[۳۵] اُس نے تمہیں (اپنے دِین کے لئے) منتخب کرلیا ہے،

(۳۲) مطلب یہ ہے کہ ابھی تو تم ان آیتوں ہی کو ناگوار سمجھ رہے ہو، آخرت میں جب آگ سامنے آئے گی تو پتہ چلے گا کہ اصل ناگوار چیز کیا تھی؟

(۳۳) کونسے فرشتے پیغمبروں کے پاس وحی کا پیغام لے کر جائیں، اور کن انسانوں کو پیغمبری کے مقام پر سرفراز کیا جائے، ان سب باتوں کا تعین اللہ تعالیٰ ہی کرتے ہیں۔

(۳۴) شافعی مذہب میں یہاں سجدہ ہے۔

(۳۵) ''جہاد'' کے لفظی معنی جدوجہد اور کوشش کے ہیں، اور یہ لفظ دِین کے راستے میں ہر کوشش کو شامل ہے۔ اس میں مسلح

الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ۬ مِنْ

اور تم پر دِین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ اپنے باپ ابراہیم کے دِین کو مضبوطی سے تھام لو،

قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى

اُس نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا، اور اس (قرآن) میں بھی، تاکہ یہ رسول تمہارے لئے گواہ بنیں،

النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ

اور تم دوسرے لوگوں کے لئے گواہ بنو۔(۳۶) لہٰذا نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھو،

ع مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۟ ۷۸

وہ تمہارا رکھوالا ہے، دیکھو، کتنا اچھا رکھوالا، اور کتنا اچھا مددگار! ۷۸

جدوجہد یعنی اللہ کے راستے میں جنگ کرنا بھی داخل ہے، پُرامن جدوجہد بھی، اور اِنسان اپنی اصلاح کے لئے جو محنت کرے، وہ بھی۔

(۳۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت کے مؤمنوں کے حق میں گواہی دیں گے کہ یہ لوگ ایمان لے آئے تھے، اور مسلمان دوسری اُمتوں کے بارے میں گواہی دیں گے کہ پیغمبروں نے اُن کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچا دیا تھا۔ یہ مضمون سورۂ بقرہ (۲: ۱۴۳) میں گذر چکا ہے۔ وہاں اس کی تشریح دیکھ لی جائے۔

الحمدللہ، آج بروز دوشنبہ ۱۵ / صفر المظفر ۱۴۲۸ھ مطابق ۵ / مارچ ۲۰۰۷ء مدینہ منوّرہ میں سورۂ حج کا ترجمہ اور حواشی تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرما کر باقی سورتوں کی بھی اپنی رضاء کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

سُوۡرَةُ الۡمُؤۡمِنُوۡن

تعارف

اس سورت کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے وہ بنیادی صفات ذکر فرمائی ہیں جو مسلمانوں میں پائی جانی چاہئیں۔ مسندِ احمد کی ایک حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ اس سورت کی پہلی دس آیتوں میں جو باتیں ذکر کی گئی ہیں، اگر کوئی شخص وہ ساری باتیں اپنے اندر پیدا کرلے تو وہ سیدھا جنت میں جائے گا۔ اسی لئے اس سورت کا نام "مؤمنون" ہے، یعنی وہ سورت جو یہ بیان کرتی ہے کہ مسلمانوں کو کیسا ہونا چاہئے۔ نیز نسائی میں روایت ہے کہ ایک صاحب نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور اوصاف کیسے تھے؟ اس کے جواب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سورۂ مؤمنون کی یہ دس آیتیں تلاوت فرمادیں کہ یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف تھے۔ سورت کا بنیادی مقصد انسان کو اُس کی اصلیت کی طرف متوجہ کرکے اس بات پر غور وفکر کی دعوت دینا ہے کہ اُس کے دُنیا میں آنے کا مقصد کیا ہے، اور بالآخر مرنے کے بعد جو زندگی آنی ہے، اُس میں انسان کا انجام کیا ہوگا؟ اس کے علاوہ حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک بہت سے انبیائے کرام کے واقعات اس سورت میں دُہرائے گئے ہیں، تاکہ یہ بات واضح ہو کہ ان سب پیغمبروں کی دعوت تواتر کے ساتھ ایک ہی تھی، اور جن لوگوں نے اُن کا انکار کیا، اُنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کا نشانہ بننا پڑا۔ مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ انسانوں کو دوبارہ زندہ کرکے اُن کی نیکیوں اور بُرائیوں کا حساب لیں گے، اور ہر انسان کو اپنے عقیدے اور عمل کے اعتبار سے جزا وسزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس عقیدے کو کائنات میں پھیلی ہوئی قدرتِ خداوندی کی نشانیوں کی طرف متوجہ کرکے ثابت کیا گیا ہے۔

ایاتها ۱۱۸ ۲۳ سُوْرَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ مَكِّيَّةٌ ۷۴ رکوعاتها ۶

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ایک سو اٹھارہ آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَ

اُن ایمان والوں نے یقیناً فلاح پالی ہے ۝۱ جو اپنی نماز میں دِل سے جھکنے والے ہیں،(۱) ۝۲ اور

الَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴

جو لغو چیزوں سے منہ موڑے ہوئے ہیں(۲) ۝۳ اور جو زکوٰۃ پر عمل کرنے والے ہیں،(۳) ۝۴

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰۤى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ

اور جو اپنی شرم گاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں،(۴) ۝۵ سوائے اپنی بیویوں اور اُن کنیزوں کے جو اُن کی ملکیت

اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

میں آچکی ہوں(۵)، کیونکہ ایسے لوگ قابل ملامت نہیں ہیں، ۝۶ ہاں جو اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں تو ایسے لوگ حد

---

(۱) یہ "خشوع" کا ترجمہ ہے۔ عربی میں "خضوع" کے معنی ہیں ظاہری اعضاء کو جھکانا، اور "خشوع" کے معنی ہیں دِل کو عاجزی کے ساتھ نماز کی طرف متوجہ رکھنا۔ اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ انسان نماز میں جو کچھ زبان سے پڑھ رہا ہو، اُس کی طرف دھیان رکھے، اور اگر غیر اِختیاری طور پر کوئی خیال آجائے تو وہ معاف ہے، لیکن جونہی یاد آئے، دوبارہ نماز کے الفاظ کی طرف متوجہ ہوجانا چاہئے۔

(۲) "لغو" کا مطلب ہے بیکار مشغلہ جس میں نہ دُنیا کا کوئی فائدہ ہو، نہ آخرت کا۔

(۳) "زکوٰۃ" کے لفظی معنی ہیں کسی چیز کو پاک صاف کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جو فریضہ عائد کیا ہے کہ وہ اپنے مال میں سے کچھ حصہ غریبوں کے لئے نکالیں، اُسے زکوٰۃ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اُس سے اُن کا باقی مال بھی پاک صاف ہوجاتا ہے، اور ان کے دِلوں کو بھی پاکی حاصل ہوتی ہے۔ یہاں زکوٰۃ سے مراد وہ مالی فریضہ بھی ہوسکتا ہے، اور اُس کے دوسرے معنی بھی مراد ہوسکتے ہیں، یعنی اپنے آپ کو بُرے اعمال اور اخلاق سے پاک صاف کرنا۔ اس کو "تزکیہ" بھی کہتے ہیں۔ قرآنِ کریم نے یہاں زکوٰۃ کے ساتھ "ادا کرنے" کے بجائے زکوٰۃ پر "عمل کرنے والے" کا جو لفظ استعمال فرمایا ہے، اُس کی وجہ سے بہت سے مفسرین نے یہاں دوسرے معنی کو ترجیح دی ہے۔

(۴) یعنی اس بات سے حفاظت کرتے ہیں کہ اپنی جنسی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کوئی ناجائز طریقہ اختیار کیا جائے۔

(۵) اس سے مراد وہ کنیزیں ہیں جو شرعی اَحکام کے مطابق کسی کی ملکیت میں آئی ہوں، لیکن آج کل ایسی کنیزوں کا کوئی وجود نہیں رہا۔

الْعٰدُوْنَ ﴿٧﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿٨﴾ وَالَّذِيْنَ
سے گذرے ہوئے ہیں۔(٦) ﴿٧﴾ اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس رکھنے والے ہیں، ﴿٨﴾ اور جو اپنی
هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿٩﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ
نمازوں کی پوری نگرانی رکھتے ہیں۔(٧) ﴿٩﴾ یہ ہیں وہ وارث ﴿١٠﴾ جنہیں
يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ۗ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿١١﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ
جنت الفردوس کی میراث ملے گی۔(٨) یہ اُس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ﴿١١﴾ اور ہم نے انسان کو مٹی کے
سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ﴿١٢﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿١٣﴾ ثُمَّ خَلَقْنَا
ست سے پیدا کیا،(٩) ﴿١٢﴾ پھر ہم نے اُسے ٹپکی ہوئی بوند کی شکل میں ایک محفوظ جگہ پر رکھا،(١٠) ﴿١٣﴾ پھر ہم نے اُس بوند کو جمے ہوئے خون کی شکل
النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ
دے دی، پھر اُس جمے ہوئے خون کو ایک لوتھڑا بنا دیا، پھر اُس لوتھڑے کو ہڈیوں میں تبدیل کر دیا، پھر ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنایا، پھر اُسے ایسی
لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ۗ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴿١٤﴾ ثُمَّ
اُٹھان دی کہ وہ ایک دوسری ہی مخلوق بن کر کھڑا ہو گیا۔ غرض بڑی شان ہے اللہ کی جو سارے کاریگروں سے بڑھ کر کاریگر ہے! ﴿١٤﴾ پھر اس
اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ﴿١٦﴾ وَلَقَدْ
سب کے بعد تمہیں یقیناً موت آنے والی ہے، ﴿١٥﴾ پھر قیامت کے دن تمہیں یقیناً دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ ﴿١٦﴾ اور ہم نے
خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿١٧﴾ وَاَنْزَلْنَا
تمہارے اُوپر سات تہہ برتہہ راستے پیدا کئے ہیں، اور ہم مخلوق سے غافل نہیں ہیں۔(١١) ﴿١٧﴾ اور ہم نے

منزل ٤

---

(٦) یعنی بیوی اور شرعی کنیز کے سوا کسی اور طریقے سے اپنی جنسی خواہش پوری کرنے کی کوشش کرنا حرام ہے۔

(٧) نمازوں کی نگرانی میں یہ بات بھی داخل ہے کہ نماز کی پوری پابندی کی جائے، اور یہ بھی کہ اُن کو صحیح طریقے سے آداب اور شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے۔

(٨) جنت کو مؤمنوں کی میراث اس لئے کہا گیا ہے کہ ملکیت کے اسباب میں سے میراث ہی ایک ایسا طریقہ ہے جس میں ایک چیز خود بخود اس طرح انسان کی ملکیت میں آجاتی ہے کہ اُس ملکیت کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ اشارہ اس طرف ہے کہ جنت کے مل جانے کے بعد اُس کے چھن جانے کا کوئی اندیشہ نہیں ہوگا۔

(٩) انسان کا مٹی سے پیدا ہونا یا تو اس اعتبار سے ہے کہ تمام انسانوں کے باپ حضرت آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا کئے گئے تھے، پھر تمام انسان اُن کی پشت سے پیدا ہوئے، اس لئے بالواسطہ تمام انسانوں کی اصل مٹی ہے، یا پھر اس کا مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انسان کی تخلیق منی کے قطرے سے ہوتی ہے، اور وہ غذا سے پیدا ہوتی ہے جس کے اُگنے اور بننے میں مٹی کا دخل واضح ہے۔

(١٠) محفوظ جگہ سے مراد رحمِ مادر ہے۔

(١١) یہاں آسمانوں کو تہہ برتہہ راستوں سے تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے انہی آسمانوں سے آتے جاتے ہیں۔ اور یہ

مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَ اِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ
آسمان سے ٹھیک اندازے کے مطابق پانی اُتارا، پھر اُسے زمین میں ٹھہرا دیا،(١٢) اور یقین رکھو، ہم اُسے غائب کردینے پر
لَقٰدِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا وقف لازم
بھی قادر ہیں۔ (١٨) پھر ہم نے اُس سے تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کے باغات پیدا کئے جن سے تمہیں
فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ
بہت سے میوے حاصل ہوتے ہیں، اور اُنہی میں سے تم کھاتے ہو۔ (١٩) اور وہ درخت بھی پیدا کیا جو طورِ سینا سے نکلتا ہے،(١٣) جو اپنے ساتھ
تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَ اِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ
تیل لے کر اور کھانے والوں کے لئے سالن لے کر اُگتا ہے۔ (٢٠) اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے مویشیوں میں بڑی نصیحت کا سامان
نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا
ہے۔ جو (دُودھ) ان کے پیٹ میں ہے، اُس سے ہم تمہیں سیراب کرتے ہیں، اور اُن میں تمہارے لئے بہت سے فوائد ہیں، اور انہی سے تم
تَاْكُلُوْنَ ﴿٢١﴾ وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾ ۧ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا ع
غذا بھی حاصل کرتے ہو۔ (٢١) اور اُنہی پر اور کشتیوں پر تمہیں سوار بھی کیا جاتا ہے۔ (٢٢) اور ہم نے نوح کو اُن کی
اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا
قوم کے پاس بھیجا تھا، چنانچہ اُنہوں نے (قوم سے) کہا کہ: ''میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ بھلا
تَتَّقُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ
کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟'' (٢٣) اس پر اُن کی قوم کے کافر سرداروں نے (ایک دوسرے سے) کہا: ''اس شخص کی اس کے سوا کوئی حقیقت نہیں کہ یہ
مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا
تمہی جیسا ایک انسان ہے جو تم پر اپنی برتری جمانا چاہتا ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے نازل کردیتا۔ یہ بات تو ہم نے اپنے پچھلے باپ دادوں

جو فرمایا گیا ہے کہ ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں خوب معلوم ہے کہ ہماری مخلوق کی ضروریات کیا ہیں، اور ان کی مصلحت کا کیا تقاضا ہے، اس لئے ہماری تمام تخلیقات میں ان مصالح کی پوری رعایت ہے۔

(١٢) یعنی اگر آسمان سے پانی برسا کر تمہیں ذمہ داری دی جاتی کہ تم خود اس کا ذخیرہ کرو، تو یہ تمہارے بس میں نہیں تھا۔ ہم نے یہ پانی پہاڑوں پر برسا کر اُسے برف کی شکل میں جما دیا، جو رفتہ رفتہ پگھل کر دریاؤں کی شکل اختیار کرتا ہے، اور اُس کی جڑیں زمین بھر میں پھیلی ہوئی ہیں، جن سے کنویں بنتے ہیں، اور اس طرح زمین کی تہہ میں وہ پانی محفوظ رہتا ہے۔

(١٣) اس سے مراد زیتون کا درخت ہے جو طورِ سینا کے علاقے میں کثرت سے پایا جاتا تھا۔ اس سے جو تیل نکلتا ہے، اُس سے روغن کا کام بھی لیا جاتا ہے، اور عرب میں اُسے روٹی کے ساتھ سالن کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ اس درخت کا خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ اس کے فوائد بہت ہیں۔

سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۚ ﴿۲۴﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌۢ بِهٖ جِنَّةٌ

میں کبھی نہیں سنی۔ (۲۴) (رہا یہ شخص، تو) یہ اور کچھ نہیں، ایک ایسا آدمی ہے جسے جنون لاحق ہوگیا ہے، اس لئے کچھ وقت تک اس کا انتظار کر کے دیکھ لو

فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿۲۶﴾ فَاَوْحَيْنَآ

(کہ شاید اپنے حواس میں آجائے)" (۲۵) نوح نے کہا: "یارب! ان لوگوں نے مجھے جس طرح جھوٹا بنایا ہے، اُس پر تو ہی میری مدد فرما۔" (۲۶)

اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ

چنانچہ ہم نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ: "تم ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق کشتی بناؤ۔ پھر جب ہمارا حکم آجائے، اور

التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ

تنور اُبل پڑے، (۱۴) تو ہر قسم کے جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا لے کر اُسے بھی اُس کشتی میں سوار کرلینا، (۱۵) اور اپنے گھر والوں کو بھی،

عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ

سوائے اُن کے جن کے خلاف پہلے ہی حکم صادر ہو چکا ہے۔ (۱۶) اور ان ظالموں کے بارے میں مجھ سے کوئی بات نہ کرنا، یہ بات طے ہے کہ یہ سب

مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِذَا اسْتَوَيْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ

غرق کئے جائیں گے۔ (۲۷) پھر جب تم اور تمہارے ساتھی کشتی میں ٹھیک ٹھیک بیٹھ چکیں، تو کہنا: "شکر ہے

لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجّٰىنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۸﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا

اللہ کا جس نے ہمیں ظالم لوگوں سے نجات عطا فرمائی۔" (۲۸) اور کہنا: "یا ربّ! مجھے ایسا اُترنا نصیب کر

مُّبٰرَكًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ وَّاِنْ كُنَّا

جو برکت والا ہو، اور تو بہترین اُتارنے والا ہے۔" (۲۹) اس سارے واقعے میں بڑی نشانیاں ہیں، اور یقینی بات ہے کہ ہمیں

لَمُبْتَلِيْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۚ ﴿۳۱﴾ فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ

آزمائش تو کرنی ہی کرنی تھی۔ (۳۰) پھر اُن کے بعد ہم نے دوسری نسلیں پیدا کیں، (۳۱) اور اُن کے درمیان اُنہی میں کے ایک شخص کو

ع ۲ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۳۲﴾

رسول بنا کر بھیجا (۱۷) (جس نے کہا) کہ: "اللہ کی عبادت کرو، اُس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ بھلا کیا تم ڈرتے نہیں ہو؟" (۳۲)

---

(۱۴) تنور چولھے کو بھی کہتے ہیں، اور سطحِ زمین کو بھی۔ بعض روایات میں ہے کہ طوفانِ نوح اس طرح شروع ہوا تھا کہ ایک چولھے سے پانی اُبلنے لگا، اُوپر سے بارش شروع ہوگئی، اور رفتہ رفتہ وہ ایک ہولناک طوفان میں بدل گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ قدرے تفصیل کے ساتھ سورۂ ہود (۱۱: ۲۵ تا ۴۸) میں گذر چکا ہے۔

(۱۵) تاکہ ضرورت کے جانوروں کی نسل باقی رہے۔

(۱۶) اس سے مراد حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان کے وہ لوگ ہیں جو ایمان نہیں لائے تھے، اور نہ اُن کا ایمان لانا مقدر تھا، مثلاً اُن کا بیٹا کنعان جس کا واقعہ سورۂ ہود میں گذر چکا ہے۔

(۱۷) یہاں قرآنِ کریم نے پیغمبر کا نام نہیں لیا، لیکن زیادہ ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد حضرت صالح علیہ السلام ہیں جنہیں قومِ ثمود

وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ

اُن کی قوم کے وہ سردار جنہوں نے کفر اَپنا رکھا تھا، اور جنہوں نے آخرت کا سامنا کرنے کو جھٹلایا تھا، اور جن کو ہم نے دُنیوی زندگی میں خوب عیش

اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يَاْكُلُ مِمَّا

دے رکھا تھا، اُنہوں نے (ایک دوسرے سے) کہا: ''اس شخص کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہ تمہی جیسا ایک انسان ہے۔ جو چیز تم

تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ ﴿٣٣﴾ۙ وَ لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ

کھاتے ہو، یہ بھی کھاتا ہے، اور جو تم پیتے ہو، یہ بھی پیتا ہے۔ (٣٣) اور اگر کہیں تم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی فرماں برداری قبول کر لی تو تم

اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿٣٤﴾ۙ اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ

بڑے ہی گھاٹے کا سودا کرو گے۔ (٣٤) بھلا بتاؤ، یہ شخص تمہیں ڈراتا ہے کہ جب تم مرجاؤ گے، اور مٹی اور ہڈیوں میں تبدیل ہو جاؤ گے، تو تمہیں

عِظَامًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ ﴿٣٥﴾ۙ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٦﴾ۙ اِنْ

دوبارہ زمین سے نکالا جائے گا؟ (٣٥) جس بات سے تمہیں ڈرایا جارہا ہے، وہ تو بہت ہی بعید بات ہے، سمجھ سے بالکل ہی دُور! (٣٦) زندگی تو

هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿٣٧﴾ۙ

ہماری اس دُنیوی زندگی کے سوا کوئی اور نہیں ہے، (یہیں) ہم مرتے اور جیتے ہیں، اور ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جاسکتا۔ (٣٧) (رہا یہ شخص، تو) یہ

اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلُ ِۨافْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا وَّ مَا نَحْنُ لَهٗ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿٣٨﴾

اور کچھ نہیں، ایک ایسا آدمی ہے جس نے اللہ پر جھوٹا بہتان گھڑا ہے، اور ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں ہیں۔'' (٣٨) پیغمبر نے کہا: ''یا رَبّ!

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٣٩﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيْلٍ لَّيُصْبِحُنَّ

ان لوگوں نے مجھے جس طرح جھوٹا بنایا ہے، اُس پر تو ہی میری مدد فرما۔'' (٣٩) اللہ نے فرمایا: ''اب تھوڑی ہی دیر کی بات ہے کہ یہ لوگ

نٰدِمِيْنَ ﴿٤٠﴾ۚ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنٰهُمْ غُثَآءً ۚ فَبُعْدًا

پچھتاتے رہ جائیں گے۔'' (٤٠) چنانچہ اس سچے وعدے کے مطابق اُن کو ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا، اور ہم نے اُنہیں کوڑا کرکٹ بنا کر رکھ دیا۔

لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤١﴾ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ﴿٤٢﴾ؕ مَا

پھٹکار ہے ایسے ظالم لوگوں پر! (٤١) اس کے بعد ہم نے دوسری نسلیں پیدا کیں۔ (٤٢) کوئی اُمت نہ اپنے

تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَ مَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ؕ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا

معین وقت سے پہلے جاسکتی ہے، نہ اُس کے بعد ٹھہر سکتی ہے۔[١٨] (٤٣) پھر ہم نے پے درپے اپنے پیغمبر بھیجے۔

کی طرف بھیجا گیا تھا، کیونکہ آگے آیت نمبر ۴۰ میں فرمایا گیا ہے کہ اُن کی قوم کو چنگھاڑ سے ہلاک کیا گیا تھا۔ اور بعض مفسرین نے یہ احتمال بھی ذکر کیا ہے کہ شاید حضرت ہود علیہ السلام مراد ہوں جنہیں قومِ عاد کی طرف بھیجا گیا تھا، اور چنگھاڑ سے مراد ہوا کا وہ عذاب ہے جس کے ساتھ یقیناً خوفناک آواز بھی ہوگی۔ ان دونوں قوموں کے واقعات سورۂ اَعراف (۷: ۶۵ و ۷۳) اور سورۂ ہود (۱۱: ۵۰ و ۶۱) میں گذر چکے ہیں۔

تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا

جب بھی کسی قوم کے پاس اُس کا پیغمبر آتا تو وہ اُسے جھٹلاتے، چنانچہ ہم نے بھی ایک کے بعد ایک (کو ہلاک کرنے) کا سلسلہ باندھ دیا،

وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝۴۴ ثُمَّ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى وَ

اور اُنہیں قصہ کہانیاں بناڈالا۔ پھٹکار ہے اُن لوگوں پر جو ایمان نہیں لاتے! (۴۴) پھر ہم نے موسیٰ اور اُن کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور واضح

اَخَاهُ هٰرُوْنَ ڏ بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۴۵ۙ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ

ثبوت کے ساتھ فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس بھیجا تو اُنہوں نے گھمنڈ کا مظاہرہ کیا، اور وہ بڑے تکبر والے لوگ تھے۔ (۴۵)، (۴۶)

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا عَالِيْنَ ۝۴۶ۚ فَقَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا

چنانچہ کہنے لگے: "کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں، حالانکہ اُن کی

وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ۝۴۷ۚ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ۝۴۸ وَلَقَدْ

قوم ہماری غلامی کر رہی ہے؟"[۱۹] (۴۷) اس طرح انہوں نے ان دونوں کو جھٹلایا، اور آخر کار وہ بھی اُن لوگوں سے جا ملے جنہیں ہلاک کیا گیا تھا۔ (۴۸)

اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۴۹ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰيَةً

اور موسیٰ کو ہم نے کتاب عطا فرمائی، تاکہ اُن کے لوگ رہنمائی حاصل کریں۔ (۴۹) اور مریم کے بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو اور اُن کی ماں کو ہم نے

وَّاٰوَيْنٰهُمَآ اِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ ۝۵۰ۧ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ ع ۱۸ ۳

ایک نشانی بنایا، اور ان دونوں کو ایک ایسی بلندی پر پناہ دی جو ایک پرسکون جگہ تھی، اور جہاں صاف ستھرا پانی بہتا تھا۔[۲۰] (۵۰) اے پیغمبرو! پاکیزہ

الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝۵۱ۭ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ

چیزوں میں سے (جو چاہو) کھاؤ، اور نیک عمل کرو۔ یقین رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو، مجھے اُس کا پورا پورا علم ہے۔ (۵۱) اور حقیقت یہ ہے کہ یہ

اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝۵۲ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ

تمہارا دین ہے، (سب کے لئے) ایک ہی دین! اور میں تمہارا پروردگار ہوں، اس لئے دِل میں (صرف) میرا رُعب رکھو۔ (۵۲) پھر ہوا یہ کہ لوگوں

بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۭ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝۵۳ فَذَرْهُمْ فِيْ

نے اپنے دین میں باہم پھوٹ ڈال کر فرقے بنالئے۔ ہر گروہ نے اپنے خیال میں جو طریقہ اختیار کرلیا ہے، اُسی پر مگن ہے۔ (۵۳) لہٰذا (اے

---

(۱۸) یعنی تقدیر میں اللہ تعالیٰ نے جس قوم کے لئے فنا ہونے کا جو وقت مقرر کر رکھا ہے، وہ اُس سے آگے پیچھے نہیں ہوسکتی۔

(۱۹) حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی قوم بنی اسرائیل تھی جسے فرعون نے غلام بنایا ہوا تھا۔

(۲۰) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی قدرت کی ایک نشانی کے طور پر بغیر باپ کے بیت اللحم کے مقام پر پیدا ہوئے تھے۔ بیت اللحم کا بادشاہ ان کا اور ان کی والدہ کا دُشمن ہوگیا تھا، اس لئے حضرت مریم علیہا السلام کو وہاں سے نکل کر کسی ایسی جگہ اپنے آپ کو اور اپنے صاحبزادے کو چھپانا پڑا جہاں اُس بادشاہ کی پہنچ نہ ہو۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ ہم نے اُنہیں ایک ایسی بلند جگہ پر پناہ دی جو اُن کے لئے پرسکون بھی تھی، اور وہاں چشمے کا پانی بھی بہتا تھا جو ان کی ضروریات پوری کرسکے۔

غَمْرَتِهِمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٥٤﴾ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ
پیغمبر!) ان کو ایک خاص وقت تک اپنی جہالت میں ڈوبا رہنے دو۔ ﴿٥٤﴾ کیا یہ لوگ اس خیال میں ہیں کہ ہم ان کو جو دولت اور اولاد دیئے جارہے
وَّ بَنِيْنَ ﴿٥٥﴾ لا نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرٰتِ ط بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
ہیں، ﴿٥٥﴾ تو اُن کو بھلائیاں پہنچانے میں جلدی دِکھارہے ہیں(٢١)؟ نہیں، بلکہ ان کو حقیقت کا شعور نہیں ہے۔ ﴿٥٦﴾ حقیقت یہ ہے
هُمْ مِّنْ خَشْيَةِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٥٧﴾ لا وَ الَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ
کہ جو لوگ اپنے پروردگار کے رُعب سے ڈرے رہتے ہیں، ﴿٥٧﴾ اور جو اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان
يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٨﴾ لا وَالَّذِيْنَ هُمْ بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾ لا وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ
لاتے ہیں، ﴿٥٨﴾ اور جو اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتے، ﴿٥٩﴾ اور وہ جو عمل بھی کرتے ہیں، اُسے کرتے وقت
اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ﴿٦٠﴾ لا اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِي
ان کے دِل اس بات سے سہمے ہوتے ہیں کہ اُنہیں اپنے پروردگار کے پاس واپس جانا ہے(٢٢)، ﴿٦٠﴾ وہ ہیں جو بھلائیاں حاصل کرنے میں جلدی
الْخَيْرٰتِ وَ هُمْ لَهَا سٰبِقُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا
دِکھارہے ہیں، اور وہ ہیں جو اُن کی طرف تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ﴿٦١﴾ اور ہم کسی شخص کو اُس کی طاقت سے زیادہ کسی کام کی ذمہ داری
كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٢﴾ بَلْ قُلُوْبُهُمْ فِيْ غَمْرَةٍ مِّنْ هٰذَا
نہیں دیتے، اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو (سب کا حال) ٹھیک ٹھیک بول دے گی، اور اُن پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ ﴿٦٢﴾ لیکن ان کے دِل اس
وَلَهُمْ اَعْمَالٌ مِّنْ دُوْنِ ذٰلِكَ هُمْ لَهَا عٰمِلُوْنَ ﴿٦٣﴾ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا
بات سے غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں، اور اس کے علاوہ اُن کی اور بھی کارستانیاں ہیں جو وہ کرتے رہتے ہیں(٢٣)۔ ﴿٦٣﴾ یہاں تک کہ جب ہم اُن
مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿٦٤﴾ ط لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ قف اِنَّكُمْ
کے دولت مند لوگوں کو عذاب میں پکڑلیں گے تو وہ ایک دم بلبلا اُٹھیں گے۔ ﴿٦٤﴾ آج بلبلاؤ نہیں، ہماری طرف سے تمہیں

(٢١) بہت سے کفار اپنے حق پر ہونے کی یہ دلیل دیتے تھے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے بہت سا مال و دولت دے رکھا ہے، ہماری اولاد بھی خوشحال ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سے خوش ہے، اور ہمیں آئندہ بھی خوشحال رکھے گا۔ اگر ناراض ہوتا تو یہ مال اور اولاد ہمیں میسر نہ ہوتا، یہ آیت اُن کا جواب دے رہی ہے، اور وہ یہ کہ دُنیا میں مال و دولت مل جانا اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی دلیل نہیں ہے، کیونکہ وہ کافروں اور نافرمانوں کو بھی رزق دیتا ہے۔ اس کے بجائے وہ اُن لوگوں سے خوش ہے، اور اُن کا انجام بہتر کرے گا جن کے حالات آیت نمبر ۵۷ تا ۶۰ میں بیان فرمائے گئے ہیں۔

(٢٢) یعنی نیک عمل کرتے ہوئے بھی اُن کے دِل میں کوئی بڑائی نہیں آتی، بلکہ وہ سہمے رہتے ہیں کہ اس عمل میں کوئی ایسی کوتاہی نہ رہ گئی ہو جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا سبب بن جائے۔

(٢٣) یعنی کفر اور شرک کے علاوہ ان لوگوں کے اور بھی بہت سے بُرے کام ہیں جو وہ کرتے رہتے ہیں۔

مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَدْ كَانَتْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ
کوئی مدد نہیں ملے گی۔ (۶۵) میری آیتیں تم کو پڑھ کر سنائی جاتی تھیں، تو تم اُلٹے پاؤں
تَنْكِصُوْنَ ﴿٦٦﴾ مُسْتَكْبِرِيْنَ ۖ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿٦٧﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ
مڑ جاتے تھے، (۶۶) بڑے غرور سے اس (قرآن) کے بارے میں رات کو مجلسیں جما کر بے ہودہ باتیں کرتے تھے۔ (۶۷) بھلا کیا ان لوگوں نے
اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا
اس کلام پر غور نہیں کیا، یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آ گئی ہے جو ان کے پچھلے باپ دادوں کے پاس نہیں آئی تھی؟ (۶۸) یا یہ اپنے پیغمبر کو (پہلے سے)
رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٦٩﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَآءَهُمْ
جانتے ہی نہیں تھے، اس وجہ سے ان کا انکار کر رہے ہیں؟(۲۴) (۶۹) یا ان کا کہنا ہے کہ ان (پیغمبر) کو جنون لاحق ہو گیا ہے؟ نہیں، بلکہ (اصل وجہ یہ
بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ
ہے کہ) یہ پیغمبر ان کے پاس حق لے کر آئے ہیں، اور ان میں سے اکثر لوگ حق کو پسند نہیں کرتے۔(۲۵) (۷۰) اور اگر حق ان کی خواہشات کے تابع
لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ
ہو جاتا تو آسمان اور زمین اور اُن میں بسنے والے سب برباد ہو جاتے۔ نہیں، بلکہ ہم ان کے پاس خود ان کے لئے نصیحت کا سامان لے کر آئے ہیں،
بِذِكْرِهِمْ فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ
اور وہ ہیں کہ خود اپنی نصیحت سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ (۷۱) یا (ان کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ) تم ان سے کوئی معاوضہ مانگ رہے ہو؟ تو (یہ بات
رَبِّكَ خَيْرٌ ڰ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ ربع
بھی غلط ہے، اس لئے کہ) تمہارے پروردگار کا دیا ہوا معاوضہ (تمہارے لئے) کہیں بہتر ہے، اور وہ بہترین رزق دینے والا ہے۔ (۷۲) اور حقیقت
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ
یہ ہے کہ تم تو انہیں سیدھے راستے کی طرف بلا رہے ہو، (۷۳) اور جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ راستے سے بالکل
لَنٰكِبُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ
ہٹے ہوئے ہیں۔ (۷۴) اور اگر ہم ان پر رحم کریں اور اُس تکلیف کو دُور کر دیں جس میں یہ مبتلا ہیں تب بھی یہ بھٹکتے ہوئے اپنی سرکشی پر

---

(۲۴) اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سچائی اور اَمانت و دیانت سے واقف نہ ہوتا تو اُس کے دِل میں آپ کی نبوّت میں شک ہونا کم از کم شروع میں سمجھ میں آ سکتا تھا، لیکن یہ لوگ چالیس سال سے آپ کی سچائی اور اعلیٰ اخلاق و کردار کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتے رہے ہیں، اور انہیں یقین سے معلوم ہے کہ آپ نے کبھی نہ جھوٹ بولا ہے، نہ کسی کو دھوکا دیا ہے، اس کے باوجود وہ آپ کو اس طرح جھٹلا رہے ہیں جیسے وہ آپ کے حالات سے کبھی واقف ہی نہیں تھے۔

(۲۵) ان کے جھٹلانے کی نہ یہ وجہ ہے کہ آپ کوئی ایسی نئی بات لے کر آئے ہیں جو پچھلے انبیائے کرام لے کر نہ آئے ہوں، نہ آپ کے اعلیٰ اخلاق ان لوگوں سے پوشیدہ ہیں، اور نہ یہ سچ مچ آپ کو (معاذ اللہ) مجنون سمجھتے ہیں۔ اصل وجہ اس کے برعکس یہ ہے کہ حق کی

يَعْمَهُوْنَ ۝۷۵ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا
اڑے رہیں گے۔[۲۶] ۝۷۶ واقعہ یہ ہے کہ ہم نے ان کو (ایک مرتبہ) عذاب میں پکڑا تھا، تو اُس وقت بھی یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے نہیں
يَتَضَرَّعُوْنَ ۝۷۶ حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ
جھکے۔ اور یہ تو عاجزی کی رَوِش اختیار کرتے ہی نہیں ہیں۔ ۝۷۷ یہاں تک کہ جب ہم ان پر سخت عذاب والا دروازہ کھول دیں گے، تو یہ ایک دم
فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ۝۷۷ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ ع
اس میں مایوس ہوکر رہ جائیں گے۔ ۝۷۸ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دِل پیدا کئے۔ (مگر)
وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۷۸ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ
تم لوگ بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔[۲۷] ۝۷۹ اور وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا، اور اُسی کی طرف تمہیں اِکٹھا
اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝۷۹ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَ
کرکے لے جایا جائے گا۔ ۝۸۰ اور وہی ہے جو زندگی اور موت دیتا ہے، اور اُسی کے قبضے میں رات اور دن کی تبدیلیاں ہیں۔
النَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۸۰ بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ۝۸۱
کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ ۝۸۰ اس کے بجائے یہ لوگ بھی ویسی ہی باتیں کرتے ہیں جیسی پچھلے لوگوں نے کی تھیں۔ ۝۸۱ کہتے ہیں کہ:
قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝۸۲ لَقَدْ
"کیا جب ہم مرجائیں گے اور مٹی اور ہڈیوں میں تبدیل ہوجائیں گے، تو کیا واقعی ہمیں دوبارہ زندہ کرکے اُٹھایا جائے گا؟ ۝۸۲ یہ وہ یقین دہانی ہے
وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ
جو ہم سے بھی کی گئی ہے، اور اس سے پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی کی گئی تھی۔ اس کی کوئی حقیقت اس کے سوا نہیں کہ یہ پچھلے لوگوں کے بنائے
الْاَوَّلِيْنَ ۝۸۳ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۸۴
ہوئے افسانے ہیں۔" ۝۸۳ (اے پیغمبر! ذرا ان سے) کہو کہ: "یہ ساری زمین اور اُس میں بسنے والے کس کی ملکیت ہیں؟ بتاؤ اگر جانتے ہو۔" ۝۸۴
سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۸۵ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ
وہ ضرور یہی کہیں گے کہ: "یہ سب کچھ اللہ کا ہے۔"[۲۸] کہو کہ: "کیا پھر بھی تم سبق نہیں لیتے؟" ۝۸۵ کہو کہ: "سات آسمانوں کا مالک اور عالیشان

جو بات آپ لے کر آئے ہیں، وہ ان کی خواہشات کے خلاف ہے، اس لئے اُسے جھٹلانے کے لئے مختلف بہانے بناتے رہتے ہیں۔

(۲۶) اللہ تعالیٰ نے مشرکینِ مکہ کو جھنجھوڑنے کے لئے دو ایک مرتبہ اُنہیں قحط اور معاشی بدحالی میں مبتلا کیا۔ یہ آیت کسی ایسے ہی موقع پر نازل ہوئی تھی۔

(۲۷) یہاں سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے مختلف مظاہر بیان فرما رہے ہیں جنہیں کفارِ مکہ بھی مانتے تھے۔ مقصد یہ ہے کہ جو ذات اتنے عظیم اور حیرت انگیز کام کرنے پر قادر ہے، وہ انسانوں کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیوں نہیں کرسکتی؟

(۲۸) کفارِ عرب مانتے تھے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کی ملکیت ہے، اس کے باوجود مختلف خداؤں کے بھی قائل تھے۔

وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٨٦﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٨٧﴾ قُلْ

عرش کا مالک کون ہے؟" (۸۶) وہ ضرور یہی کہیں گے کہ: "یہ سب کچھ اللہ کا ہے۔" کہو کہ: "کیا پھر بھی تم اللہ سے نہیں ڈرتے؟" (۸۷) کہو کہ:

مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ

"کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا مکمل اختیار ہے، اور جو پناہ دیتا ہے، اور اُس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا؟ بتاؤ اگر جانتے

تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٨﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ؕ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿٨٩﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ

ہو۔" (۸۸) وہ ضرور یہی کہیں گے کہ: "سارا اختیار اللہ کا ہے۔" کہو کہ: "پھر کہاں سے تم پر کوئی جادو چل جاتا ہے؟" (۸۹) نہیں، (یہ افسانے

بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿٩٠﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ

نہیں) بلکہ ہم نے اُنہیں حق بات پہنچائی ہے، اور یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔ (۹۰) نہ تو اللہ نے کوئی بیٹا بنایا ہے، اور نہ اُس کے ساتھ کوئی اور خدا

اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ

ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہر خدا اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا، اور پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھائی کر دیتے۔[۲۹] پاک ہے اللہ اُن باتوں سے جو یہ لوگ

اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿٩١﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٩٢﴾ ع

بناتے ہیں، (۹۱) وہ اللہ جسے تمام چھپی اور کھلی باتوں کا مکمل علم ہے۔ لہٰذا وہ ان کے شرک سے بہت بلند و بالا ہے۔ (۹۲) (اے پیغمبر!) دُعا کرو کہ:

قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿٩٣﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي

"میرے پروردگار! جس عذاب کی دھمکی ان (کافروں) کو دی جارہی ہے، اگر آپ اُسے میری آنکھوں کے سامنے لے آئیں، (۹۳) تو اے

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَاِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ

میرے پروردگار! مجھے ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے گا۔" (۹۴) اور یقین جانو کہ ہم جس چیز کی انہیں دھمکی دے رہے ہیں، اُسے تمہاری

لَقٰدِرُوْنَ ﴿٩٥﴾ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ؕ نَحْنُ

آنکھوں کے سامنے لانے پر پوری طرح قادر ہیں۔ (۹۵) (لیکن جب تک وہ وقت نہ آئے) تم برائی کا دفعیہ ایسے طریقے سے کرتے رہو جو

اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ هَمَزٰتِ

بہترین ہو۔[۳۰] جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں، ہم خوب جانتے ہیں۔ (۹۶) اور دُعا کرو کہ: "میرے پروردگار! میں شیطان کے لگائے ہوئے چرکوں

الشَّيٰطِيْنِ ﴿٩٧﴾ وَاَعُوْذُ بِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنِ ﴿٩٨﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ

سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں، (۹۷) اور میرے پروردگار! میں اُن کے اپنے قریب آنے سے بھی آپ کی پناہ مانگتا ہوں۔" (۹۸) یہاں تک کہ جب

---

(۲۹) یہ توحید کی تقریباً وہی دلیل ہے جو سورۂ بنی اسرائیل (۱۷:۴۲) اور سورۂ انبیاء (۲۱:۲۲) میں گذری ہے۔ تشریح کے لئے ان آیتوں کے حواشی ملاحظہ فرمائیے۔

(۳۰) یعنی ان کی بے ہودگیوں کا اور ان کی طرف سے جو تکلیفیں پہنچ رہی ہیں اُن کا جواب حتی الامکان نرمی، خوش اخلاقی اور احسان سے دیا جائے۔

أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُونِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّي أَعْمَلُ صَالِحًا فِيمَا

ان میں سے کسی پر موت آ کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا کہ: "میرے پروردگار! مجھے واپس بھیج دیجئے، (۹۹) تاکہ جس دُنیا کو میں چھوڑ آیا ہوں، اُس میں

تَرَكْتُ كَلَّا إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَائِلُهَا وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ

جا کر نیک عمل کروں۔" ہرگز نہیں! یہ تو ایک بات ہی بات ہے جو وہ زبان سے کہہ رہا ہے، اور ان (مرنے والوں) کے سامنے عالم برزخ کی آڑ

يُبْعَثُونَ ﴿١٠٠﴾ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا

ہے (۳۱) جو اُس وقت تک قائم رہے گی جب تک ان کو دوبارہ زندہ کر کے اُٹھایا جائے۔ (۱۰۰) پھر جب صور پھونکا جائے گا تو اُس دن نہ ان کے درمیان

يَتَسَاءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ

رشتے ناتے باقی رہیں گے، اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔ (۳۲) (۱۰۱) اُس وقت جن کے پلڑے بھاری نکلے، تو وہی ہوں گے جو فلاح پائیں گے، (۱۰۲) اور

خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ

جن کے پلڑے ہلکے پڑ گئے، تو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنے لئے گھاٹے کا سودا کیا تھا، وہ دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ

خَالِدُونَ ﴿١٠٣﴾ تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ﴿١٠٤﴾ أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي

رہیں گے۔ (۱۰۳) آگ اُن کے چہروں کو جھلس ڈالے گی، اور اُس میں اُن کی صورتیں بگڑ جائیں گی۔ (۱۰۴) (اُن سے کہا جائے گا کہ:) "کیا میری

تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿١٠٥﴾ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا

آیتیں تمہیں پڑھ کر سنائی نہیں جاتی تھیں؟ اور تم اُن کو جھٹلایا کرتے تھے۔" (۱۰۵) وہ کہیں گے: "ہمارے پروردگار! ہم پر ہماری

شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ﴿١٠٦﴾ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا

بدبختی چھا گئی تھی، اور ہم گمراہ لوگ تھے۔ (۱۰۶) ہمارے پروردگار! ہمیں یہاں سے باہر نکال دیجئے، پھر اگر ہم دوبارہ وہی کام کریں تو بیشک ہم

فَإِنَّا ظَالِمُونَ ﴿١٠٧﴾ قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ﴿١٠٨﴾ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ

ظالم ہوں گے۔" (۱۰۷) اللہ فرمائے گا: "اسی (دوزخ) میں ذلیل ہو کر پڑے رہو، اور مجھ سے بات بھی نہ کرو۔ (۱۰۸) میرے بندوں میں سے

مِنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ

ایک جماعت یہ دُعا کرتی تھی کہ: "اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے ہیں، پس ہمیں بخش دیجئے، اور ہم پر رحم فرمائیے، اور آپ سب

خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنْسَوْكُمْ

رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ہیں" (۱۰۹) تو تم نے ان لوگوں کا مذاق بنایا تھا۔ یہاں تک کہ اُن ہی (کے ساتھ چھیڑ چھاڑ) نے

---

(۳۱) مرنے کے بعد سے قیامت تک مردہ جس عالم میں رہتا ہے، اُسے "عالمِ برزخ" کہا جاتا ہے، اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ مرنے کے بعد تمہارا دُنیا میں واپس جانا اب ممکن نہیں، کیونکہ تمہارے سامنے عالمِ برزخ ہے، جو قیامت تک باقی رہے گا۔

(۳۲) دُنیا میں رشتہ دار اور دوست ایک دوسرے کے بارے میں یہ پوچھتے رہتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہیں۔ قیامت کا منظر اتنا ہولناک ہوگا کہ ہر شخص کو اپنی فکر پڑی ہوگی، اور اُسے اتنی فرصت نہیں ہوگی کہ وہ رشتہ داروں اور ملاقاتیوں کا حال معلوم کرے۔

ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا

تمہیں میری یاد تک سے غافل کردیا، اور تم اُن کی ہنسی اُڑاتے رہے۔(۳۳) ﴿۱۱۰﴾ اُنہوں نے جس طرح صبر سے کام لیا تھا، آج میں نے اُنہیں اُس کا

صَبَرُوْٓا ۙ اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ

یہ بدلہ دیا ہے کہ اُنہوں نے اپنی مراد پالی ہے۔" ﴿۱۱۱﴾ (پھر) اللہ (ان دوزخیوں سے) فرمائے گا: "تم زمین میں گنتی کے کتنے سال

عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ

رہے؟" ﴿۱۱۲﴾ وہ کہیں گے کہ: "ہم ایک دن یا ایک دن سے بھی کم رہے ہوں گے۔(۳۴) (ہمیں پوری طرح یاد نہیں) اس لئے جنہوں نے (وقت

الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ

کی) گنتی کی ہو، اُن سے پوچھ لیجئے۔" ﴿۱۱۳﴾ اللہ فرمائے گا: "تم تھوڑی مدت سے زیادہ نہیں رہے۔ کیا خوب ہوتا اگر یہ بات تم نے (اُس

تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا

وقت) سمجھ لی ہوتی!(۳۵) ﴿۱۱۴﴾ بھلا کیا تم یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ ہم نے تمہیں یونہی بے مقصد پیدا کردیا،(۳۶) اور تمہیں واپس ہمارے پاس نہیں لایا جائے

تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ

گا؟" ﴿۱۱۵﴾ غرض بہت اُونچی شان ہے اللہ کی جو صحیح معنی میں بادشاہ ہے! اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عزت والے عرش

الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا

کا مالک ہے۔ ﴿۱۱۶﴾ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور خدا کو پکارے، جس پر اُس کے پاس کسی قسم کی کوئی دلیل نہیں، تو اُس کا حساب اُس کے

---

(۳۳) یعنی تمہارا جرم صرف یہی نہیں ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے حقوق پامال کئے، بلکہ نیک بندوں پر ظلم کر کے حقوق العباد بھی پامال کئے۔ اس دن کی ہولناک سزا سے تمہیں پہلے ہی آگاہ کردیا گیا تھا، مگر تم اس کا مذاق اُڑاتے رہے، اس لئے اب تم کسی رعایت کے مستحق نہیں ہو۔

(۳۴) آخرت کا عذاب اتنا سخت ہوگا کہ اُس کے مقابلے میں دُنیا کی ساری زندگی اور اُس میں جو عیش و عشرت کئے تھے، وہ ان دوزخیوں کو ایک دن یا اُس سے بھی کم معلوم ہوں گے۔

(۳۵) یعنی اب تو تم نے خود دیکھ لیا کہ دُنیا کا عیش ایک دن کا نہ سہی، مگر آخرت کے مقابلے میں بہت تھوڑا سا تھا۔ یہی بات تم سے دُنیا میں کہی جاتی تھی تو تم اُسے ماننے کو تیار نہیں ہوتے تھے۔ کاش یہ حقیقت تم نے اُس وقت سمجھ لی ہوتی تو آج تمہارا یہ حشر نہ ہوتا۔

(۳۶) جو لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں، اُن کے موقف کا لازمی مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات بے مقصد پیدا کردی ہے۔ یہاں جس کے جو جی میں آئے کرتا رہے، اُس کا کوئی بدلہ کسی اور زندگی میں ملنے والا نہیں ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے وجود اور اُس کی حکمت پر ایمان رکھتا ہو، اُس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی غلط بات منسوب کرے، لہٰذا آخرت پر ایمان اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا منطقی تقاضا ہے۔

حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿١١٧﴾ وَقُلْ رَّبِّ اغْفِرْ

پروردگار کے پاس ہے۔ یقین جانو کہ کافر لوگ فلاح نہیں پا سکتے۔ ﴿١١٧﴾ اور تم (اے پیغمبر!) یہ کہو کہ: "میرے پروردگار! ہماری خطائیں بخش

وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿١١٨﴾

دے، اور رحم فرمادے، تو سارے رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔" ﴿١١٨﴾

الحمدللہ! سورۂ مؤمنون کا ترجمہ اور تشریحی حواشی آج شبِ جمعہ ٢٦ ؍ صفر المظفر ١٤٢٨ھ مطابق ١٦ ؍ مارچ ٢٠٠٧ء کو کراچی میں تکمیل تک پہنچے، جبکہ سورت کا آغاز مدینہ منوّرہ میں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق بخشیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ النُّوۡرِ

تعارف

اس سورت کا مرکزی موضوع معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی کو روکنے اور عفت وعصمت کو فروغ دینے کے لئے ضروری ہدایات اور اَحکام دینا ہے۔ پچھلی سورت کے شروع میں مؤمنوں کی جو خصوصیات بیان فرمائی گئی تھیں، اُن میں سے ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں، یعنی باعفت زندگی گذارتے ہیں۔ اب اس سورت میں باعفت زندگی گذارنے کے ضروری تقاضے بیان فرمائے گئے ہیں۔ چنانچہ سورت کے شروع ہی میں زنا کی شرعی سزا بیان فرمائی گئی ہے، اور ساتھ ہی یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح زنا انتہائی گھناؤنا جرم ہے، اُسی طرح کسی بے گناہ پر شرعی ثبوت کے بغیر زنا کا الزام لگانا بھی نہ صرف سخت گناہ ہے، بلکہ اُس پر بھی سخت قانونی سزا مقرر فرمائی گئی ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ یہ سورت ہجرت کے بعد چھٹے سال نازل ہوئی۔ اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے ایک قبیلے بنوالمصطلق کے بارے میں یہ اطلاع ملی تھی کہ وہ آپ پر حملہ کرنے کے لئے ایک لشکر جمع کر رہا ہے۔ آپ نے اُس کے حملے سے پہلے ہی پیش قدمی کر کے اُس کے عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ اسی سفر سے واپسی پر منافقین نے حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خلاف بڑی کمینگی کے ساتھ ایک بے بنیاد تہمت لگائی، اور اُسے مدینہ منوّرہ میں بڑے پیمانے پر شہرت دی جس سے کچھ مخلص مسلمان بھی متأثر ہوگئے۔ اس سورت کی آیات: ۱۱ تا ۲۰ حضرت عائشہؓ کی براءت کا اعلان کرنے کے لئے نازل ہوئیں، اور جن لوگوں نے تہمت لگانے کا گھناؤنا جرم کیا تھا، اُن کو اور معاشرے میں عریانی وفحاشی پھیلانے والوں کو سخت عذاب کی وعیدیں سنائی گئیں۔ نیز عفت وعصمت کی حفاظت کے پہلے قدم کے طور پر خواتین کو پردے کے اَحکام بھی اسی سورت میں دیئے گئے ہیں، اور دوسروں کے گھر جانے کے لئے ضروری آداب واَحکام کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

آیاتها ۶۴ ۲۴ سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۲ رکوعاتها ۹

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں چونسٹھ آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَ فَرَضْنٰهَا وَ اَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ
یہ ایک سورت ہے جو ہم نے نازل کی ہے، اور جس (کے احکام) کو ہم نے فرض کیا ہے، اور اس میں کھلی کھلی آیتیں نازل کی ہیں، تاکہ تم
تَذَكَّرُوْنَ ۝۱ اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ
نصیحت حاصل کرو۔ (۱) زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد دونوں کو سو سو کوڑے لگاؤ،[۱]
جَلْدَةٍ ۪ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ
اور اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، تو اللہ کے دین کے معاملے میں ان پر ترس کھانے کا
وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ اَلزَّانِيْ
کوئی جذبہ تم پر غالب نہ آئے۔ اور یہ بھی چاہئے کہ مؤمنوں کا ایک مجمع ان کی سزا کو کھلی آنکھوں دیکھے۔ (۲) زانی
لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّ الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ اِلَّا زَانٍ اَوْ
مرد نکاح کرتا ہے تو زنا کار یا مشرک عورت ہی سے نکاح کرتا ہے، اور زنا کار عورت سے نکاح کرتا ہے تو وہی مرد جو خود زانی ہو، یا
مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۳ وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ
مشرک ہو،[۲] اور یہ بات مؤمنوں کے لئے حرام کردی گئی ہے۔[۳] (۳) اور جو لوگ پاک دامن عورتوں

(۱) یہ وہ سزا ہے جو مرد یا عورت کے زنا کرنے پر قرآنِ کریم نے مقرر فرمائی ہے، اور جسے اِصطلاح میں "حدِ زنا" کہا جاتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات اور اپنے عمل سے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ اگر زنا کا اِرتکاب کسی غیر شادی شدہ مرد یا عورت نے کیا ہو تب تو یہی سزا دی جائے گی، اور اگر اس جرم کا اِرتکاب شادی شدہ مرد یا عورت نے کیا ہو، تو اُس کی سزا رجم یعنی سنگساری ہے۔ اس مسئلے کی مکمل تحقیق میری کتاب "عدالتی فیصلے" میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(۲) یعنی جو شخص بدکاری کا عادی ہو، اور اُس پر نہ شرمندہ ہو، نہ توبہ کرتا ہو، اُس کا مزاج ایسی ہی عورت سے ملتا ہے جو بدکار ہو، اس لئے اوّل تو وہ بدکاری ہی کی کوشش میں رہتا ہے، اور اگر نکاح کرنا پڑ جائے تو وہ نکاح بھی ایسی ہی بدکار عورت سے کرنا چاہتا ہے، چاہے وہ مشرک ہی کیوں نہ ہو، اسی طرح جو عورت اسی طرح کی عادی بدکار ہو اُس کا مزاج بھی بدکار مرد ہی سے ملتا ہے، اس لئے اُس سے نکاح وہی کرتا ہے جو خود بدکاری کا عادی رہا ہو، اور اُسے اس بات سے کوئی شرم محسوس نہ ہوتی ہو کہ اُس کی بیوی بدکاری میں ملوّث ہے، اور وہ خود بھی ایسے ہی مرد کو پسند کرتی ہے، چاہے وہ مشرک ہی کیوں نہ ہو۔

(۳) یعنی بدکار مرد یا عورت کو نکاح کے لئے پسند کرنا مسلمانوں کے لئے حرام ہے۔ اُنہیں چاہئے کہ وہ اپنے لئے شریکِ زندگی تلاش

الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ

پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، تو اُن کو اَسّی کوڑے لگاؤ،(۴) اور

لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ ۴ اِلَّا الَّذِيْنَ

اُن کی گواہی کبھی قبول نہ کرو،(۵) اور وہ خود فاسق ہیں۔ ۴ ہاں جو لوگ اس کے بعد

تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ۵ وَالَّذِيْنَ

توبہ کرلیں، اور (اپنی) اصلاح کرلیں، تو اللہ بہت بخشنے والا، بڑا رحم کرنے والا ہے۔(۶) ۵ اور جو لوگ

يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ

اپنی بیویوں پر تہمت لگائیں(۷) اور خود اپنے سوا اُن کے پاس کوئی اور گواہ نہ ہوں تو ایسے کسی شخص کو جو گواہی دینی ہوگی وہ یہ ہے کہ

کرتے وقت اُس کی نیکی اور پاک دامنی کا ضرور خیال رکھیں۔ یہ اور بات ہے کہ اگر کسی نے کسی بدکار مرد یا عورت سے نکاح کرلیا تو اُس نکاح کو باطل نہیں کہا جائے گا، اور اُس پر نکاح کے تمام اَحکام جاری ہوں گے، لیکن اس غلط انتخاب کا گناہ ضرور ہوگا۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ حکم اُن عادی بدکاروں کا ہے جنہوں نے اپنے اس گناہ سے توبہ نہ کی ہو۔ لیکن اگر کسی نے توبہ کرلی تو پھر اُس کے ساتھ نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس آیت کی تشریح اس کے علاوہ بھی دوسرے طریقوں سے کی گئی ہے لیکن جو تشریح یہاں لکھی گئی ہے وہ آسان اور بے غبار ہے۔ حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے بھی ''بیان القرآن'' میں اسی کو ترجیح دی ہے۔

(۴) جس طرح زنا ایک انتہائی گھناؤنا جرم ہے، اور اُس پر سزا بھی بڑی سخت رکھی گئی ہے، اسی طرح کسی بے گناہ پر زنا کی جھوٹی تہمت لگانے کو بھی نہایت سنگین جرم قرار دیا گیا ہے، اور اُس کی سزا اَسّی کوڑے مقرر کی گئی ہے۔ اس کو اِصطلاح میں ''حدِقذف'' کہا جاتا ہے۔

(۵) یہ بھی جھوٹی تہمت کی سزا کا ایک حصہ ہے کہ ایسی تہمت لگانے والے کی گواہی کسی بھی مقدمے میں قبول نہیں کی جائے گی۔

(۶) توبہ سے جھوٹی تہمت کا گناہ تو معاف ہوجائے گا، لیکن جو سزائیں اُوپر بیان کی گئی ہیں، وہ پھر بھی دی جائیں گی۔

(۷) اگر کوئی شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے تو اُوپر جو قاعدہ بیان کیا گیا ہے، اُس کی رُو سے اگر وہ چار گواہ نہ لا سکے تو اُس پر بھی اَسّی کوڑوں کی سزا لاگو ہونی چاہئے تھی، لیکن میاں بیوی کے تعلقات کی خصوصی نوعیت کی وجہ سے اُن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک الگ خصوصی طریقۂ کار مقرّر فرمایا ہے جسے اِصطلاح میں ''لعان'' کہا جاتا ہے۔ یہ طریقِ کار ان آیات میں بیان ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شوہر اور بیوی دونوں کو قاضی اُن الفاظ میں پانچ پانچ قسمیں کھانے کو کہے گا جو ان آیتوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ اور اس سے پہلے دونوں کو یہ ترغیب دے گا کہ آخرت کا عذاب دُنیا کی سزا سے زیادہ سخت ہے، اس لئے جھوٹی قسم کھانے کے بجائے اصل حقیقت کا اعتراف کرلو۔ اگر بیوی قسم کھانے کے بجائے اپنے جرم کا اعتراف کرلے تو اُس پر زنا کی حد جاری ہوگی، اور اگر شوہر قسم کھانے کے بجائے یہ اعتراف کرلے کہ اُس نے جھوٹا الزام لگایا تھا تو اُس پر وہ حدِقذف جاری ہوگی جو آیت نمبر ۴ میں بیان ہوئی ہے۔ اور اگر دونوں قسم کھالیں تو کسی پر دُنیا میں سزا جاری نہیں ہوگی، البتہ اس کے بعد قاضی دونوں کے درمیان نکاح فسخ کردے گا۔ اور اگر کوئی بچہ پیدا ہوا اور شوہر اُسے اپنا بچہ ماننے سے انکار کرے تو وہ صرف ماں کی طرف منسوب ہوگا۔

أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَٰدَٰتٍۭ بِٱللَّهِ ۙ إِنَّهُۥ لَمِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ۝٦ وَٱلْخَٰمِسَةُ

وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ بیان دے کہ وہ (بیوی پر لگائے ہوئے الزام میں) یقیناً سچا ہے۔ (۶) اور پانچویں

أَنَّ لَعْنَتَ ٱللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ ٱلْكَٰذِبِينَ ۝٧ وَيَدْرَؤُا۟ عَنْهَا ٱلْعَذَابَ

مرتبہ یہ کہے کہ: "اگر میں (اپنے الزام میں) جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔" (۷) اور عورت سے (زنا کی) سزا

أَن تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَٰدَٰتٍۭ بِٱللَّهِ ۙ إِنَّهُۥ لَمِنَ ٱلْكَٰذِبِينَ ۝٨ ۙ وَٱلْخَٰمِسَةَ

دُور کرنے کا راستہ یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ گواہی دے کہ اُس کا شوہر (اس الزام میں) جھوٹا ہے۔ (۸) اور پانچویں

أَنَّ غَضَبَ ٱللَّهِ عَلَيْهَآ إِن كَانَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ۝٩ وَلَوْلَا فَضْلُ ٱللَّهِ عَلَيْكُمْ

مرتبہ یہ کہے کہ: "اگر وہ سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب نازل ہو۔" (۹) اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی

وَرَحْمَتُهُۥ وَأَنَّ ٱللَّهَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ ۝١٠ ع إِنَّ ٱلَّذِينَ جَآءُو بِٱلْإِفْكِ ع

رحمت نہ ہوتی اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ کثرت سے توبہ قبول کرنے والا، حکمت والا ہے (تو خود سوچ لو کہ تمہارا کیا بنتا؟)(۸)۔ (۱۰) یقین جانو کہ جو

عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ ٱمْرِئٍ

لوگ یہ جھوٹی تہمت گھڑ کر لائے ہیں، وہ تمہارے اندر ہی کا ایک ٹولہ ہے(۹)۔ تم اس بات کو اپنے لئے بُرا نہ سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لئے بہتر ہی بہتر

---

(۸) یعنی لعان کا جو طریق کار مقرر کیا گیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے، ورنہ اگر میاں بیوی کے درمیان بھی وہی قاعدہ جاری ہوتا کہ اگر کوئی شوہر اپنی بیوی کو بدکاری میں مبتلا دیکھے تو اُس وقت تک زبان نہ کھولے جب تک چار گواہ میسر نہ ہوں، ورنہ خود اُس کو اَسّی کوڑے لگائے جائیں گے تو سخت دُشواری کا سامنا ہوتا۔

(۹) یہاں سے آیت نمبر ۲۶ تک جس واقعے کی طرف اشارہ ہے، اُس کا پس منظر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منوّرہ تشریف لانے کے بعد اِسلام کو جو تیز رفتار فروغ حاصل ہوا، اُس پر کفر کی طاقتیں دانت پیس رہی تھیں۔ خود مدینہ منورہ میں اُن منافقوں کا ایک گروہ موجود تھا جو زبان سے تو اِسلام لے آئے تھے، لیکن اُن کے دِلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے خلاف کینہ بھرا ہوا تھا، اور وہ مسلمانوں کو بدنام کرنے اور تکلیف پہنچانے کا کوئی موقع چھوڑتے نہیں تھے۔ اسی زمانے میں غزوۂ بنو المصطلق پیش آیا جس میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ واپسی کے سفر میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا گیا تو حضرت عائشہؓ کا ایک ہار گم ہوگیا، اور وہ اُس کی تلاش میں جنگل کی طرف نکل گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعے کا علم نہیں تھا، اس لئے آپ نے لشکر کو روانہ ہونے کا حکم دے دیا، اور جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا واپس آئیں تو قافلہ جا چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ذہانت اور تحمّل کا غیر معمولی مقام عطا فرمایا تھا، وہ پریشان ہو کر اِدھر اُدھر جانے کے بجائے اُسی جگہ بیٹھ گئیں جہاں سے روانہ ہوئی تھیں، کیونکہ اُنہیں یقین تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اُن کی غیر موجودگی کا احساس ہوگا تو آپ اُن کی تلاش میں اسی جگہ یا تو خود تشریف لائیں گے یا کسی کو بھیجیں گے۔ قافلوں کا ایک دستور یہ تھا کہ ایک شخص کو قافلے کے بالکل پیچھے اس طرح رکھا جاتا تھا کہ قافلے کی روانگی کے بعد وہ یہ دیکھتا ہوا آئے کہ کوئی چیز گری پڑی تو نہیں رہ گئی ہے۔ اس قافلے میں آپ نے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کو اس کام پر مقرر فرمایا تھا۔ وہ جب اُس جگہ سے

مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ
ہے۔(۱۰) ان لوگوں میں سے ہر ایک کے حصے میں اپنے کئے کا گناہ آیا ہے۔ اور ان میں سے جس شخص نے اس (بہتان) کا بڑا حصہ اپنے سر لیا ہے،
عَظِيمٌ ﴿١١﴾ لَّوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنفُسِهِمْ
اُس کے لئے تو زبردست عذاب ہے۔(۱۱) ﴿۱۱﴾ جس وقت تم لوگوں نے یہ بات سنی تھی، تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ مؤمن مرد بھی اور مؤمن عورتیں بھی
خَيْرًا وَقَالُوا هَٰذَا إِفْكٌ مُّبِينٌ ﴿١٢﴾ لَّوْلَا جَاءُوا عَلَيْهِ بِأَرْبَعَةِ شُهَدَاءَ ۚ
اپنے لوگوں کے بارے میں نیک گمان رکھتے اور کہہ دیتے کہ یہ کھلم کھلا جھوٹ ہے؟ ﴿۱۲﴾ وہ (بہتان لگانے والے) اس بات پر چار گواہ کیوں نہیں لے
فَإِذْ لَمْ يَأْتُوا بِالشُّهَدَاءِ فَأُولَٰئِكَ عِندَ اللَّهِ هُمُ الْكَاذِبُونَ ﴿١٣﴾ وَلَوْلَا
آئے؟ اب جبکہ وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ ﴿۱۳﴾ اور اگر تم پر دُنیا اور آخرت میں اللہ کا
فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِي مَا أَفَضْتُمْ
فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو جن باتوں میں تم پڑگئے تھے، اُن کی وجہ سے تم پر اُس وقت
فِيهِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿١٤﴾ إِذْ تَلَقَّوْنَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُولُونَ بِأَفْوَاهِكُم مَّا
سخت عذاب آپڑتا، ﴿۱۴﴾ جب تم اپنی زبانوں سے اس بات کو ایک دوسرے سے نقل کررہے تھے،(۱۲) اور اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا
لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِندَ اللَّهِ عَظِيمٌ ﴿١٥﴾ وَلَوْلَا إِذْ
تمہیں کوئی علم نہیں تھا، اور تم اس بات کو معمولی سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی سنگین بات تھی۔ ﴿۱۵﴾ اور جس وقت تم نے

گذرے جہاں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں تو اُنہیں اس سانحے کا علم ہوا، اور پھر اُنہوں نے اپنا اُونٹ اُمّ المؤمنین کو پیش کیا، جس پر سوار ہوکر وہ مدینہ منوّرہ پہنچ گئیں۔ اس واقعے کو منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی نے ایک بتنگڑ بنالیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تنہا صفوان بن معطلؓ کے ساتھ سفر کیا ہے، اور اس کی وجہ سے آپ پر وہ گھناؤنی تہمت لگائی جسے زبان سے نکالنا بھی ایک غیرت مند مسلمان کے لئے مشکل ہے۔ عبداللہ بن اُبی نے اس تہمت کو اتنی شہرت دی کہ دو تین سادہ لوح مسلمان بھی اس کے فریب میں آگئے، اور اس طرح کئی دن تک یہ بے سروپا باتیں لوگوں میں پھیلائی جاتی رہیں۔ بالآخر سورۂ نور کی یہ آیات نازل ہوئیں جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی مکمل براءت ظاہر کرنے کے ساتھ اُن لوگوں کو سخت وعیدیں سنائیں جو اس سازش کے کرتا دھرتا تھے۔

(۱۰) یعنی اگرچہ بظاہر یہ واقعہ بڑا تکلیف دہ تھا، لیکن انجام کے لحاظ سے تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے، اوّل تو اس لئے کہ اس کے ذریعے وہ لوگ بے نقاب ہوگئے جو خانوادۂ نبوّت کے خلاف سازشیں کرتے تھے، دوسرے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقامِ بلند لوگوں پر ظاہر ہوا، تیسرے اس واقعے سے مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی، اُس پر انہیں بڑا ثواب ہوا۔

(۱۱) اس سے مراد منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبی ہے جس نے یہ ساری سازش تیار کی تھی۔

(۱۲) اگرچہ اکثر مخلص مسلمان اس تہمت کو جھوٹ ہی سمجھتے تھے، لیکن مجلسوں میں اس کا تذکرہ ہونے لگا تھا۔ اس آیت نے بتایا کہ اس طرح کی بے بنیاد اور بے دلیل باتوں کا تذکرہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔

سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ

یہ بات سنی تھی، اُسی وقت تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ: "ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم یہ بات منہ سے نکالیں، یااللہ! آپ کی ذات ہرعیب سے

عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَ

پاک ہے، یہ تو بڑا زبردست بہتان ہے۔" (۱۶) اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا، اگر واقعی تم مؤمن ہو۔ (۱۷) اور

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ

اللہ تمہارے سامنے ہدایت کی باتیں صاف صاف بیان کررہا ہے۔ اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (۱۸) یادرکھو کہ جو لوگ یہ

تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَ

چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلے، اُن کے لئے دُنیا اور

الْاٰخِرَةِ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اور اللہ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے۔ (۱۹) اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ کا فضل اور اُس کی

وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۰﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا النصف

رحمت تمہارے شامل حال ہے، اور اللہ بڑا شفیق، بڑا مہربان ہے (تو تم بھی نہ بچتے) (۲۰) اے ایمان والو! تم شیطان کے پیچھے نہ چلو، اور اگر کوئی

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۗ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ

شخص شیطان کے پیچھے چلے، تو شیطان تو ہمیشہ بے حیائی اور بدی کی تلقین کرے گا۔

وَالْمُنْكَرِ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک صاف نہ ہوتا،

اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ وَلَا يَاْتَلِ

لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے، پاک صاف کردیتا ہے، اور اللہ ہر بات سنتا، ہر چیز جانتا ہے۔ (۲۱) اور تم میں سے جو لوگ

اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَ

اہل خیر ہیں اور مالی وسعت رکھتے ہیں، وہ ایسی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کے راستے میں

الْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ

ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے، (۱۳) اور اُنہیں چاہئے کہ معافی اور درگزر سے کام لیں۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ

---

(۱۳) جو دو تین مخلص مسلمان اپنی سادہ لوحی سے منافقوں کے پروپیگنڈے کا شکار ہوگئے تھے، اُن میں ایک مسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے جو مہاجر صحابی تھے، اور حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رشتہ دار بھی تھے۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ اُن کی مالی مدد فرمایا کرتے تھے۔ جب ان کو پتہ چلا کہ مسطح رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عائشہؓ کے خلاف ایسی باتیں کی ہیں تو انہوں نے قسم کھالی کہ میں آئندہ ان کی مالی مدد نہیں کروں گا۔ حضرت مسطح سے غلطی ضرور ہوگئی تھی، لیکن پھر انہوں نے سچے دِل سے توبہ بھی کرلی تھی، اس

اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ
اللہ تمہاری خطائیں بخش دے؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (۲۲) یاد رکھو کہ جو لوگ پاک دامن
الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ
بھولی بھالی مسلمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، اُن پر دُنیا اور آخرت میں پھٹکار پڑ چکی ہے، اور ان کو اُس دن زبردست عذاب
عَظِيْمٌ ﴿۲۳﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا
ہوگا (۲۳) جس دن خود اُن کی زبانیں، اُن کے ہاتھ اور اُن کے پاؤں اُن کے خلاف اُس کرتوت کی گواہی دیں گے جو وہ
يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۴﴾ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ
کرتے رہے ہیں۔ (۲۴) اُس دن اللہ اُن کو وہ بدلہ پورا پورا دیدے گا جس کے وہ مستحق ہیں، اور اُن کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے، اور وہی
الْمُبِيْنُ ﴿۲۵﴾ اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ
ساری بات کھول دینے والا ہے۔ (۲۵) گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق۔ اور پاکباز عورتیں
لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۗ لَهُمْ
پاکباز مردوں کے لائق ہیں، اور پاکباز مرد پاکباز عورتوں کے لائق۔(۱۴) یہ (پاکباز مرد اور عورتیں) اُن باتوں سے بالکل بری ہیں جو یہ لوگ بنا رہے
ع مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ
ہیں۔ اُن (پاکبازوں) کے حصے میں تو مغفرت ہے اور باعزت رزق۔ (۲۶) اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اُس
بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ۗ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ
وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو، اور اُن میں بسنے والوں کو سلام نہ کرلو۔(۱۵) یہی طریقہ تمہارے لئے بہتر ہے، اُمید ہے

لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں متنبہ فرمایا کہ اُن کی مالی مدد نہ کرنے کی قسم کھانا ٹھیک نہیں ہے۔ جب انہوں نے توبہ کرلی ہے تو ان کو معاف کردینا چاہئے۔ چنانچہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے نزول کے بعد اُن کی مالی امداد دوبارہ جاری کردی، اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا، اور فرمایا کہ آئندہ کبھی اس امداد کو بند نہیں کروں گا۔

(۱۴) اشارہ فرمادیا گیا کہ اس کائنات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ پاکباز شخصیت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ اس اُصول کے تحت یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی زوجیت میں کسی ایسی خاتون کو لائے جو (معاذ اللہ) پاکباز نہ ہو۔ کوئی شخص اسی بات پر غور کرلیتا تو اُس پر اس تہمت کی حقیقت واضح ہوجاتی۔

(۱۵) یہاں سے معاشرے میں بے حیائی پھیلنے کے بنیادی اسباب پر پہرہ بٹھانے کے لئے کچھ احکام دیئے جارہے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا حکم یہ دیا گیا ہے کہ کسی دوسرے کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اُس سے اجازت لینا ضروری ہے۔ اس میں ایک تو حکمت یہ ہے کہ کسی دوسرے کے گھر میں بے جا مداخلت نہ ہو جس سے اُسے تکلیف پہنچے۔ دوسرے بلا اجازت کسی کے گھر میں چلے جانے سے بے حیائی کو بھی فروغ مل سکتا ہے۔ اور اجازت لینے کا طریقہ بھی یہ بتایا گیا ہے کہ باہر سے "السلام علیکم" کہا

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ

کہ تم خیال رکھو گے۔ ﴿۲۷﴾ اور اگر تم اُن گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تب بھی اُن میں اُس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تمہیں اجازت نہ دے دی

لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا

جائے۔(۱۶) اور اگر تم سے کہا جائے کہ: "واپس چلے جاؤ" تو واپس چلے جاؤ۔ یہی تمہارے لئے پاکیزہ ترین طریقہ ہے، اور تم جو عمل بھی کرتے ہو،

تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ

اللہ کو اُس کا پورا پورا علم ہے۔ ﴿۲۸﴾ تمہارے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم ایسے گھروں میں (اجازت لئے بغیر) داخل ہو جن میں کوئی رہتا

فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ

نہ ہو، اور اُن سے تمہیں فائدہ اُٹھانے کا حق ہو۔(۱۷) اور تم جو کام علانیہ کرتے ہو، اور جو چھپ کر کرتے ہو، اللہ اُن سب کو جانتا ہے۔ ﴿۲۹﴾ مؤمن

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۗ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۗ

مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہی اُن کے لئے پاکیزہ ترین طریقہ ہے۔ وہ جو کارروائیاں

اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ

کرتے ہیں، اللہ اُن سب سے پوری طرح باخبر ہے۔ ﴿۳۰﴾ اور مؤمن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی

اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا

حفاظت کریں، اور اپنی سجاوٹ کو کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اُس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے،(۱۸) اور اپنی اوڑھنیوں

جائے، یا اگر یہ خیال ہو کہ گھر والا سلام نہیں سن سکے گا، اور اجازت دستک دے کر یا گھنٹی بجا کر لی جا رہی ہے تو جب گھر والا سامنے آجائے اُس وقت اُسے سلام کیا جائے۔

(۱۶) یعنی اگر کوئی گھر کسی اور کا ہے اور بظاہر خالی معلوم ہو رہا ہے، تب بھی اُس میں بلا اجازت داخل ہونا جائز نہیں ہے۔ اوّل تو ممکن ہے کہ وہ اندر موجود ہو، اور نظر نہ آرہا ہو، اور اگر موجود نہ بھی ہو تو کسی اور کے گھر میں اُس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر داخل ہونا جائز نہیں ہے۔

(۱۷) اس سے مراد وہ عوامی مقامات ہیں جو کسی ایک شخص یا اشخاص کی ملکیت نہیں ہوتے، بلکہ عوام کو اُن سے فائدہ اُٹھانے کی اجازت ہوتی ہے، مثلاً عوامی مسافر خانے، ہوٹل کے بیرونی حصے، ہسپتال، ڈاک خانے، پارک، مدرسے، وغیرہ۔ اجازت طلب کرنے کے مفصل اَحکام کے لئے ان آیات کے تحت "معارف القرآن" کی طرف رُجوع کیا جائے جس میں یہ اہم اَحکام بڑے شرح و بسط کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔

(۱۸) سجاوٹ سے مراد جسم کے وہ حصے ہیں جن پر زیور پہنا جاتا ہے، یا خوشنما کپڑے پہنے جاتے ہیں۔ لہٰذا اس آیتِ کریمہ نے عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ غیر محرم مردوں کے سامنے اپنا پورا جسم کسی ایسی چادر یا برقع سے چھپائیں جو ان کے سجاوٹ کے مقامات کو چھپا لے۔ البتہ ان مقامات میں سے کوئی حصہ کام کاج کے دوران بے اختیار کھل جائے، یا کسی ضرورت کی وجہ سے

وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوۡلَتِهِنَّ اَوۡ

کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں، اور اپنی سجاوٹ اور کسی پر ظاہر نہ کریں،(۱۹) سوائے اپنے شوہروں کے،

اٰبَآئِهِنَّ اَوۡ اٰبَآءِ بُعُوۡلَتِهِنَّ اَوۡ اَبۡنَآئِهِنَّ اَوۡ اَبۡنَآءِ بُعُوۡلَتِهِنَّ اَوۡ

یا اپنے باپ، یا اپنے شوہروں کے باپ کے، یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے،

اِخۡوَانِهِنَّ اَوۡ بَنِيۡۤ اِخۡوَانِهِنَّ اَوۡ بَنِيۡۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوۡ نِسَآئِهِنَّ اَوۡ مَا

یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے، یا اپنی عورتوں کے،(۲۰) یا اُن کے

مَلَكَتۡ اَيۡمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيۡنَ غَيۡرِ اُولِى الۡاِرۡبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفۡلِ

جو اپنے ہاتھوں کی ملکیت میں ہیں،(۲۱) یا اُن خدمت گذاروں کے جن کے دِل میں کوئی (جنسی) تقاضا نہیں ہوتا،(۲۲)

کھولنا پڑے تو اُسے یہ کہہ کر مستثنیٰ کردیا گیا ہے کہ ''سوائے اُس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے۔'' تفسیر ابنِ جریرؒ کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد وہ چادر ہے جو عورت نے اوڑھی ہوئی ہو کہ اُس کو چھپانا ممکن نہیں ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں فرمایا کہ ضرورت کے وقت عورت کو اگر اپنا چہرہ اور ہتھیلیوں تک ہاتھ کھولنے پڑیں تو اس آیت نے اُس کی بھی اجازت دی ہے۔ لیکن چونکہ چہرہ ہی عورت کے حسن کا اصل مرکز ہوتا ہے، اس لئے عام حالات میں اُس کو بھی چھپانے کا حکم ہے جیسا کہ سورۂ اَحزاب (۵۹:۳۳) میں بیان فرمایا گیا ہے، البتہ صرف ضرورت کے مواقع پر اُسے کھولنے کی اجازت ہے، اور اُس حالت میں بھی مردوں کو یہ حکم ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، جیسا کہ پچھلی آیت میں گذرا۔

(۱۹) یہاں سے اُن افراد کی فہرست دی جارہی ہے جن سے عورتوں کو پردہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲۰) بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں، لہٰذا غیر مسلم عورتوں سے بھی پردہ ضروری ہے، لیکن چونکہ متعدّد احادیث سے ثابت ہے کہ غیر مسلم عورتیں اَزواجِ مطہراتؓ کے پاس جایا کرتی تھیں، اس لئے اِمام رازیؒ اور علامہ آلوسیؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ ''اپنی عورتوں'' سے مراد اپنے میل جول کی عورتیں ہیں، چاہے مسلمان ہوں یا کافر۔ اُن سے پردہ واجب نہیں ہے (معارف القرآن)۔

(۲۱) اس سے مراد باندیاں ہیں، چاہے مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔ اور بعض فقہاء نے اپنے غلاموں کو بھی اس میں شامل قرار دیا ہے، یعنی اُن سے پردہ نہیں ہے۔

(۲۲) قرآنِ کریم میں اصل لفظ ''تابعین'' استعمال ہوا ہے، اس کے معنی ایسے لوگ ہیں جو کسی دوسرے کے تابع ہوں۔ اکثر مفسرین نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ اُس زمانے میں کچھ بے عقل قسم کے لوگ ایسے ہوتے تھے جو کسی گھر والے کے اس لئے پیچھے لگ جاتے تھے کہ وہ انہیں کھانا کھلادے، یا کسی مہمان کے طفیلی بن کر کسی کے گھر میں چلے جاتے تھے، اور کھانے کے سوا اُنہیں کسی سے سروکار نہیں ہوتا تھا، اور نہ ان میں کوئی جنسی خواہش ہوتی تھی۔ البتہ اِمام شعبیؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد وہ نوکر چاکر ہیں جو اتنے بوڑھے ہو چکے ہوں کہ اُن کے دِل میں عورتوں کی طرف کوئی میلان باقی نہ رہا ہو (تفسیر ابنِ جریر)۔

الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ
یا اُن بچوں کے جو ابھی عورتوں کے چھپے ہوئے حصوں سے آشنا نہیں ہوئے(۲۳)۔ اور مسلمان عورتوں کو چاہئے کہ
لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ
وہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ اُنہوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے، وہ معلوم ہو جائے(۲۴)۔ اور اے مؤمنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ
کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔ (۳۱) تم میں سے جن (مردوں یا عورتوں) کا اس وقت نکاح نہ ہو، اُن کا بھی نکاح کراؤ، اور تمہارے غلاموں
وَاِمَآئِكُمْ ؕ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
اور باندیوں میں سے جو نکاح کے قابل ہوں، اُن کا بھی۔ اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ اپنے فضل سے اُنہیں بے نیاز کر دے گا(۲۵)۔ اور اللہ بہت
عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ
وسعت والا ہے، سب کچھ جانتا ہے۔ (۳۲) اور جن لوگوں کو نکاح کے مواقع میسر نہ ہوں، وہ پاک دامنی کے ساتھ رہیں، یہاں تک کہ اللہ اپنے
فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ
فضل سے اُنہیں بے نیاز کر دے۔ اور تمہاری ملکیت کے غلام باندیوں میں سے جو مکاتبت کا معاہدہ کرنا چاہیں، اگر اُن میں بھلائی دیکھو تو اُن
عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖۗ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا
سے مکاتبت کا معاہدہ کر لیا کرو(۲۶)، اور (مسلمانو!) اللہ نے تمہیں جو مال دے رکھا ہے، اُس میں سے ایسے غلام باندیوں کو بھی دیا کرو۔ اور اپنی

---

(۲۳) یعنی وہ نابالغ بچے جن کو ابھی مرد و عورت کے جنسی تعلقات کا کچھ پتہ ہی نہ ہو۔

(۲۴) یعنی اگر پاؤں میں پازیب پہنی ہوئی ہے تو اس طرح نہ چلیں کہ پازیب کی آواز سنائی دے، یا زیوروں کے ایک دوسرے سے ٹکرا کر بجنے کی آواز غیر محرم مرد سنیں۔

(۲۵) اس سورت میں جہاں بے حیائی اور بدکاری کو روکنے کے لئے مختلف اَحکام دیئے گئے ہیں، وہاں انسان کی فطرت میں جو جنسی خواہش موجود ہے، اُس کو حلال طریقے سے پورا کرنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے، چنانچہ اس آیت میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ جو بالغ مرد و عورت نکاح کے قابل ہوں، تمام متعلقین کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ اُن کا نکاح ہو جائے، اور یہ اندیشہ نہ کرنا چاہئے کہ اگرچہ اس وقت تو وسعت موجود ہے، لیکن نکاح کے نتیجے میں بیوی بچوں کا خرچ زیادہ ہونے کی وجہ سے کہیں مفلسی نہ ہو جائے، بلکہ جب اس وقت نکاح کی وسعت موجود ہے تو اللہ تعالیٰ کے بھروسے پر نکاح کر لینا چاہئے۔ پاک دامنی کی نیت سے نکاح کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ آئندہ اِخراجات کا بھی مناسب انتظام فرما دے گا۔ البتہ اگلی آیت میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جن کے پاس اس وقت بھی نکاح کی وسعت نہیں ہے۔ اُن کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان میں وسعت پیدا کرے، اُس وقت تک وہ پاک دامنی کے ساتھ رہیں۔

(۲۶) جب غلاموں اور باندیوں کا رواج تھا، اُس وقت وہ اپنے آقاؤں سے یہ معاملہ کر لیتے تھے کہ وہ ایک طے شدہ رقم کما کر

تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ

باندیوں کو دُنیوی زندگی کا ساز و سامان حاصل کرنے کے لئے بدکاری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاک دامنی چاہتی ہوں۔(۲۷) اور جو کوئی اُنہیں مجبور

الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾

کرے گا تو اُن کو مجبور کرنے کے بعد اللہ (اُن باندیوں کو) بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔(۲۸) ﴿۳۳﴾

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ

اور ہم نے وہ آیتیں بھی اُتار کر تم تک پہنچادی ہیں جو ہر بات کو واضح کرنے والی ہیں، اور اُن لوگوں کی مثالیں بھی جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں، اور

ع ۸ ۱۰ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ

وہ نصیحت بھی جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے کارآمد ہے۔ ﴿۳۴﴾ اللہ تمام آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔(۲۹) اُس کے نور کی مثال کچھ یوں ہے

كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا

جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ رکھا ہو،(۳۰) چراغ ایک شیشے میں ہو۔ شیشہ ایسا ہو جیسے ایک ستارا، موتی کی طرح چمکتا ہوا!

اپنے آقاؤں کو دیں گے جس کے بعد وہ آزاد ہوجائیں گے۔ یہ معاملہ ''مکاتبت'' کہلاتا ہے۔ اس آیت نے آقاؤں کو یہ ترغیب دی ہے کہ جب اُن کے غلام یا باندیاں اُن سے یہ معاملہ کرنا چاہیں تو اُنہیں قبول کرلینا چاہئے، اور دوسرے مسلمانوں کو یہ ترغیب دی ہے کہ وہ ایسے غلاموں اور بندیوں کی مالی مدد کریں، تا کہ وہ آزادی حاصل کرسکیں۔

(۲۷) جاہلیت میں یہ بھی رواج تھا کہ لوگ اپنی کنیزوں سے عصمت فروشی کراتے، اور اس طرح اُن کو بدکاری پر مجبور کرکے پیسہ کماتے تھے۔ اس آیت نے اس گھناؤنی رسم کو شدید گناہ قرار دے کر اُسے ختم کیا۔

(۲۸) یعنی جس کنیز کو اُس کی مرضی کے خلاف بدکاری پر مجبور کیا گیا، اُس کو مجبور ہونے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں ہوگا، بشرطیکہ اُس نے بدکاری سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کی ہو، نیز اُسے بدکاری کی شرعی سزا بھی نہیں دی جائے گی، البتہ بدکاری کی سزا اُس کو ملے گی جس نے اُس سے بدکاری کی، نیز اُس آقا کو بھی تعزیری سزا ہوگی جس نے اُسے عصمت فروشی پر مجبور کیا۔

(۲۹) اس جملے کا سادہ مطلب یہ ہے کہ آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات کو ہدایت کا نور پہنچانے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ البتہ اِمام غزالیؒ نے اس آیت کی تشریح میں ایک مستقل مقالہ لکھا ہے جس میں اس فقرے کا مطلب بڑے لطیف فلسفیانہ انداز میں سمجھایا ہے، اُن کی یہ پوری بحث اِمام رازیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت نقل فرمائی ہے جو اہلِ علم کے لئے قابلِ دید ہے۔

(۳۰) اِمام رازیؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ سورج کی روشنی ایک چراغ کی روشنی سے کہیں زیادہ ہوتی ہے، لیکن یہاں اللہ تعالیٰ کے نورِ ہدایت کی مثال سورج کے بجائے چراغ سے اس لئے دی گئی ہے کہ یہاں مقصود اُس ہدایت کی مثال دینا ہے جو گمراہی کے اندھیروں کے عین درمیان راستہ دِکھائے، اور چراغ ہمیشہ اندھیرے کے بیچوں بیچ روشنی پیدا کرتا ہے، اس کے برعکس سورج کی موجودگی میں کوئی اندھیرا باقی نہیں رہتا، اس لئے اندھیرے سے اُس کا تقابل ساتھ ساتھ ظاہر نہیں ہوتا (تفسیر کبیر)۔

كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ

وہ چراغ ایسے برکت والے درخت یعنی زیتون سے روشن کیا جائے جو نہ (صرف) مشرقی ہو نہ (صرف) مغربی،(۳۱)

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِى اللّٰهُ

ایسا لگتا ہو کہ اُس کا تیل خود ہی روشنی دیدے گا، چاہے اُسے آگ بھی نہ لگے۔(۳۲) نور بالائے نور! اللہ اپنے

لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ

نور تک جسے چاہتا ہے، پہنچا دیتا ہے، اور اللہ لوگوں کے فائدے کے لئے تمثیلیں بیان کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب

عَلِيْمٌ ﴿۳۵﴾ ۙ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ ۙ يُسَبِّحُ لَهٗ

جاننے والا ہے۔(۳۵) جن گھروں کے بارے میں اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ اُن کو بلند مقام دیا جائے، اور اُن میں

فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۳۶﴾ ۙ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ

اُس کا نام لے کر ذکر کیا جائے، اُن میں صبح و شام وہ لوگ اُس کی تسبیح کرتے ہیں جنہیں کوئی تجارت یا کوئی

ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ

خرید وفروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے۔(۳۳) وہ اُس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور

---

(۳۱) یعنی سورج چاہے مشرق میں ہو یا مغرب میں، اُس کی دُھوپ اُس درخت کو ہر حال میں پہنچتی ہو۔ ایسے درخت کا پھل اچھی طرح پکتا ہے، اور اُس کا تیل بھی زیادہ شفاف ہوتا ہے۔

(۳۲) پکے ہوئے زیتون کا تیل اگر خالص ہو تو خود اُس میں اتنی چمک ہوتی ہے کہ وہ دُور سے روشن معلوم ہوتا ہے۔

(۳۳) پچھلی آیت میں یہ بیان تھا کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، نورِ ہدایت تک پہنچا دیتا ہے۔ اب اُن لوگوں کی خصوصیات بیان فرمائی جارہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے نورِ ہدایت تک پہنچایا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ یہ لوگ مسجدوں اور عبادت گاہوں میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ یہ مسجدیں اور عبادت گاہیں ایسے گھر ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ ان کو بلند مرتبہ دے کر اُن کی تعظیم کی جائے۔ پھر یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ ان عبادت گاہوں میں عبادت کرنے والے دُنیا کو بالکل چھوڑ کر نہیں بیٹھتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق معاشی کاروبار میں حصہ لے کر تجارت اور خرید وفروخت بھی کرتے ہیں، لیکن یہ تجارتی سرگرمیاں اُن کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اُس کے اَحکام کی اطاعت سے غافل نہیں کرتیں۔ چنانچہ وہ اپنے وقت پر نماز بھی قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ بھی دیتے ہیں، اور کسی وقت اس حقیقت سے بے پروا نہیں ہوتے کہ ایک ایسا دن آنے والا ہے جس میں سارے اعمال کا حساب دینا ہوگا، اور وہ دن اتنا ہولناک ہوگا کہ اُس میں لوگوں اور خاص طور پر نافرمانوں کے دل اُلٹ جائیں گے، اور آنکھیں پلٹ کر رہ جائیں گی۔

الْقُلُوْبُ وَ الْاَبْصَارُ ﴿۳۷﴾ قلا لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا

نگاہیں اُلٹ پلٹ کر رہ جائیں گی۔ (۳۶)-(۳۷) نتیجہ یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے گا،

وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۸﴾ وَ

اور اپنے فضل سے مزید کچھ اور بھی دے گا،(۳۴) اور اللہ جس کو چاہتا ہے، بے حساب دیتا ہے۔ (۳۸) اور (دوسری طرف) جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے،

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰٓى

اُن کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹیل صحرا میں ایک سراب ہو جسے پیاسا آدمی پانی سمجھ بیٹھتا ہے، یہاں تک کہ جب اُس کے پاس پہنچتا

اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّ وَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ

ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں تھا،(۳۵) اور اُس کے پاس اللہ کو پاتا ہے، چنانچہ اللہ اُس کا پورا پورا حساب چکا دیتا ہے۔(۳۶) اور اللہ بہت جلدی

سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ لا اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ

حساب لے لیتا ہے۔ (۳۹) یا پھر اُن (اعمال) کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گہرے سمندر میں پھیلے ہوئے اندھیرے، کہ سمندر کو ایک موج نے

فَوْقِهٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ؕ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ

ڈھانپ رکھا ہو، جس کے اُوپر ایک اور موج ہو، اور اُس کے اُوپر بادل، غرض اُوپر تلے اندھیرے ہی اندھیرے! اگر کوئی اپنا ہاتھ باہر نکالے تو

يَكَدْ يَرٰىهَا ؕ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ ع اَلَمْ تَرَ ع ۶ ۱۱

اُسے بھی نہ دیکھ پائے۔(۳۷) اور جس شخص کو اللہ ہی نور عطا نہ کرے، اُس کے نصیب میں کوئی نور نہیں۔ (۴۰) کیا تم نے دیکھا نہیں

---

(۳۴) نیک اعمال کا ثواب کچھ تو وہ ہے جس کا ذکر قرآن و حدیث میں آ گیا ہے۔ اس آیت نے بڑے لطیف انداز میں یہ بتایا ہے کہ نیک لوگوں کا ثواب صرف اُن نعمتوں میں منحصر نہیں ہوگا جن کا تذکرہ قرآن و حدیث میں کر دیا گیا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اُس کے علاوہ ایسی نعمتیں بھی عطا فرمائیں گے جن کا تذکرہ نہ قرآن و حدیث میں آیا ہے، اور نہ کسی کے دِل میں اُن کا تصوّر آیا ہے۔

(۳۵) ریگستان میں جو ریت چمکتا نظر آتا ہے، دُور سے وہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ پانی ہو، اُسے ''سراب'' کہتے ہیں۔ جس طرح سفر کرتے ہوئے آدمیوں کو سراب دھوکا دیتا ہے کہ وہ اُسے پانی سمجھتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ کچھ بھی نہیں ہوتا، اسی طرح کافر لوگ جو عبادت نیکی سمجھ کر کرتے ہیں، وہ سراب کی طرح ایک دھوکا ہے۔

(۳۶) یہ مثال اُن کافروں کی ہے جو آخرت کو مانتے ہیں، لیکن توحید اور رِسالت کے منکر ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جن اعمال کے بارے میں یہ کافر لوگ سمجھے بیٹھے تھے کہ وہ ان کو آخرت میں فائدہ پہنچائیں گے، مرنے کے بعد اُنہیں اندازہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کا پورا پورا حساب دُنیا میں چکا کر انہیں سزا کا مستحق قرار دیا ہے، اور اس طرح اُن سارے کاموں نے فائدے کے بجائے نقصان پہنچایا ہے۔

(۳۷) یہ اُن کافروں کی مثال ہے جو آخرت کو سرے سے مانتے ہی نہیں، اس لئے ان کے پاس اتنا نور بھی نہیں جتنا پہلے گروہ کے پاس تھا کہ کم از کم وہ یہ اُمید رکھتے تھے کہ اُن کے اعمال اُنہیں آخرت میں فائدہ پہنچائیں گے، لیکن ان لوگوں کے پاس اُمید

اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ

کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں، اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں، اور وہ پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے اُڑتے ہیں۔

عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤١﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

ہر ایک کو اپنی نماز اور اپنی تسبیح کا طریقہ معلوم ہے۔ (٣٨) اور اللہ ان کے سارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ ﴿٤١﴾ اور

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٤٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ

آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لئے ہے، اور اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔ ﴿٤٢﴾ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ بادلوں کو

سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ

ہنکاتا ہے، پھر ان کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتا ہے، پھر انہیں تہہ بر تہہ گھٹا میں تبدیل کر دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ بارش اُس کے درمیان سے برس رہی

خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ

ہے۔ اور آسمان میں (بادلوں کی شکل میں) جو پہاڑ کے پہاڑ ہوتے ہیں، اللہ ان سے اولے برساتا ہے، پھر جس کے لئے چاہتا ہے، ان کو مصیبت

يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿٤٣﴾

بنا دیتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے، اُن کا رُخ پھیر دیتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اُس کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی اُچک لے جائے گی۔ ﴿٤٣﴾ وہی اللہ

يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿٤٤﴾ وَ

رات اور دن کا اُلٹ پھیر کرتا ہے۔ یقیناً ان سب باتوں میں اُن لوگوں کے لئے نصیحت کا سامان ہے جن کے پاس دیکھنے والی آنکھیں ہیں۔ ﴿٤٤﴾

اللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

اور اللہ نے زمین پر چلنے والے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو

کی یہ کرن بھی نہیں ہے۔ اور بعض مفسرین نے دونوں مثالوں میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ کافروں کے اعمال دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو وہ نیکی سمجھ کر کرتے ہیں، اور اُن سے فائدے کی اُمید رکھتے ہیں، اُن کی مثال تو سراب جیسی ہے، اور ایک وہ اعمال ہیں جو وہ نیکی سمجھ کر نہیں کرتے، اُن کی مثال اُن اندھیروں کی ہے جن میں روشنی کی کوئی کرن نہیں ہوتی۔ پھر سمندر کی تہہ کا اندھیرا اُن کے کافرانہ عقائد کی مثال ہے، اور ایک موج کا اندھیرا اُن کے برے اعمال کی مثال ہے، اور دوسری موج کا اندھیرا اُن کی ہٹ دھرمی کی مثال ہے۔ اس طرح اُن میں اُوپر تلے بہت سے اندھیرے جمع ہو گئے ہیں۔ ایسے سخت اندھیرے میں جس طرح انسان کو اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا، اسی طرح کفر اور فسق کے اندھیروں میں ان لوگوں کو خود اپنی حقیقت بھی سمجھ میں نہیں آتی۔

(٣٨) سورۂ بنی اسرائیل (١٧: ٤٤) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، لیکن تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ فرما دیا ہے کہ ہر چیز کے تسبیح کرنے کا طریقہ مختلف ہے، اور کائنات کی تمام چیزیں اپنے اپنے مخصوص انداز میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہی ہیں۔ جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل کے حاشیے میں عرض کیا گیا، قرآنِ کریم کی متعدّد آیتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جن چیزوں کو ہم دُنیا میں بے حس سمجھتے ہیں، اُن سب میں کچھ نہ کچھ حس موجود ہے، اور یہ بات اب رفتہ رفتہ موجودہ سائنس بھی تسلیم کر رہی ہے۔

يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰۤى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا

اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں، کچھ وہ ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو چار (پاؤں) پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔

يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴۵﴾ لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ؕ وَ

یقیناً اللہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔ ﴿۴۵﴾ بیشک ہم نے وہ آیتیں نازل کی ہیں جو حقیقت کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہیں، اور

اللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۶﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ

اللہ جس کو چاہتا ہے، سیدھے راستے تک پہنچا دیتا ہے۔ ﴿۴۶﴾ اور یہ (منافق) لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور

بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ

رسول پر ایمان لے آئے ہیں اور ہم فرماں بردار ہو گئے ہیں، پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد بھی منہ موڑ لیتا ہے۔ یہ لوگ (حقیقت میں)

بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ

مؤمن نہیں ہیں۔(۳۹) ﴿۴۷﴾ اور جب انہیں اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان میں سے کچھ

مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿۴۹﴾ اَفِيْ

لوگ ایک دم رُخ پھیر لیتے ہیں۔ ﴿۴۸﴾ اور اگر خود انہیں حق وصول کرنا ہو تو وہ بڑے فرماں بردار بن کر رسول کے پاس چلے آتے ہیں۔ ﴿۴۹﴾ کیا

قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

ان کے دِلوں میں کوئی روگ ہے، یا یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں، یا انہیں یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اُس کا

وَ رَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا الثلثة ع

رسول ان پر ظلم ڈھائے گا؟ نہیں، بلکہ ظلم ڈھانے والے تو خود یہ لوگ ہیں۔ ﴿۵۰﴾ مؤمنوں کی بات تو یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں

دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ

اللہ اور اُس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول اُن کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ: ’’ہم نے (حکم) سن لیا، اور مان لیا‘‘ اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ

ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ ﴿۵۱﴾ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کریں، اللہ سے ڈریں، اور اس کی نافرمانی

---

(۳۹) منافقین چونکہ دِل سے ایمان نہیں لائے تھے، اس لئے اُن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے خلاف معاندانہ حرکتیں سرزد ہوتی رہتی تھیں۔ چنانچہ ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ بشر نامی ایک منافق کا ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا۔ یہودی جانتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق کا فیصلہ کریں گے، اس لئے اُس نے بشر کو پیشکش کی کہ چلو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرالیں۔ بشر کے دِل میں چور تھا، اس لئے اُس نے آپ سے فیصلہ کرانے کے بجائے ایک یہودی سردار کعب بن اشرف سے فیصلہ کرانے کی تجویز پیش کی۔ اُس کے بارے میں یہ آیات نازل ہوئیں (ابن جریر طبری)۔

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ

سے بچیں، تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔ ﴿۵۳﴾ اور یہ (منافق لوگ) بڑے زوروں سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر (اے پیغمبر!) تم انہیں حکم

اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ

دو گے تو یہ نکل کھڑے ہوں گے۔ (ان سے) کہو کہ: "قسمیں نہ کھاؤ۔ (تمہاری) فرماں برداری کا سب کو پتہ ہے۔ (۴۰) یقین جانو کہ تم جو کچھ کرتے

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

ہو اللہ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔" ﴿۵۴﴾ (ان سے) کہو کہ: "اللہ کا حکم مانو، اور رسول کے فرماں بردار بنو، پھر بھی اگر تم نے منہ پھیرے رکھا تو

عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى

رسول پر تو اتنا ہی بوجھ ہے جس کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی ہے، اور جو بوجھ تم پر ڈالا گیا ہے، اُس کے ذمہ دار تم خود ہو۔ اگر تم اُن کی فرماں برداری

الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۵۴﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا

کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے، اور رسول کا فرض اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ صاف صاف بات پہنچا دیں۔" ﴿۵۵﴾ تم میں سے جو لوگ ایمان لے

الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَ

آئے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اُن سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا، جس طرح اُن سے پہلے

لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ

لوگوں کو بنایا تھا، اور اُن کے لئے اُس دین کو ضرور اقتدار بخشے گا جسے اُن کے لئے پسند کیا ہے، اور اُن کو جو خوف لاحق رہا ہے، اُس کے بدلے

اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ

اُنہیں ضرور اَمن عطا کرے گا۔ (بس) وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

کریں گے، تو ایسے لوگ نافرمان ہوں گے۔ (۴۱) ﴿۵۵﴾ اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رسول کی فرماں برداری کرو، تاکہ تمہارے ساتھ رحمت کا

---

(۴۰) جب جہاد کا موقع نہ ہوتا تو یہ منافق لوگ منہ بھر بھر کر قسمیں کھاتے تھے کہ اگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو یہ جہاد کے لئے گھروں سے نکل کھڑے ہوں گے، لیکن جب وقت آتا تو کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے جہاد سے جان چھڑا لیتے تھے۔ اس لئے فرمایا گیا کہ تمہاری فرماں برداری کی حقیقت تو سب کو معلوم ہے۔ بار بار تجربہ ہو چکا ہے کہ وقت پڑنے پر تمہاری ساری قسمیں دھری رہ جاتی ہیں۔

(۴۱) مکہ مکرمہ میں صحابۂ کرام نے کفار کے ظلم وستم کا سامنا کیا تھا، اور جب وہ ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ آ گئے تو اُس کے بعد بھی کافروں کی طرف سے ہر وقت حملوں کا خوف لاحق رہتا تھا۔ اس موقع پر ایک صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا وقت بھی آئے گا کہ ہم ہتھیار کھول کر چین سکون کے ساتھ رہ سکیں۔ اُس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ بہت جلد وہ وقت آنے والا ہے۔ یہ آیت اس موقع پر نازل ہوئی، اور اس میں پیشین گوئی فرمائی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٥٦﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ

برتاؤ کیا جائے۔ (۵۶) یہ ہرگز نہ سمجھنا کہ جن لوگوں نے کفر کا راستہ اپنالیا ہے، وہ زمین میں (کہیں بھاگ کر ہمیں)

ع وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۗ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٥٧﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ

بے بس کردیں گے۔ اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور یقیناً وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔ (۵۷) اے ایمان والو! جو غلام لونڈیاں

الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ

تمہاری ملکیت میں ہیں، اور تم میں سے جو بچے ابھی بلوغ تک نہیں پہنچے، ان کو چاہئے کہ وہ تین اوقات میں (تمہارے پاس آنے کے لئے)

مَرّٰتٍ ۗ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ

تم سے اجازت لیا کریں: نمازِ فجر سے پہلے، اور جب تم دوپہر کے وقت اپنے کپڑے اُتار کر رکھا کرتے ہو،

وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۗ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۗ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا

اور نمازِ عشاء کے بعد۔ (۴۲) یہ تین وقت تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ نہ تم پر کوئی تنگی ہے، نہ اُن پر۔

عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۗ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۗ كَذٰلِكَ

اُن کا بھی تمہارے پاس آنا جانا لگا رہتا ہے، تمہارا بھی ایک دوسرے کے پاس۔ اللہ اسی طرح آیتوں کو تمہارے سامنے

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٨﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ

کھول کھول کر بیان کرتا ہے، اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (۵۸) اور جب تمہارے بچے بلوغ کو پہنچ جائیں،

صحابہ کرام کو زمین پر اِقتدار حاصل ہونے والا ہے۔ چنانچہ اس وعدے کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانے میں پورا جزیرۂ عرب اِسلام کے جھنڈے تلے آچکا تھا، اور خلافتِ راشدہ کے دور میں اسلامی حکومت کا دائرہ تقریباً آدھی دُنیا تک وسیع ہوگیا تھا۔

(۴۲) آیات: ۲۷ تا ۲۹ میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ کسی دوسرے کے گھر میں اجازت مانگے بغیر داخل نہیں ہونا چاہئے۔ عام طور سے مسلمان اس حکم پر عمل کرنے لگے تھے، لیکن کسی گھر کے غلام باندیوں اور نابالغ لڑکے لڑکیوں کو چونکہ بکثرت گھروں میں آنا جانا رہتا تھا، اس لئے وہ اس حکم کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ بعض واقعات ایسے پیش آئے کہ یہ لوگ کسی کے گھر ایسے وقت بلا اِجازت داخل ہوگئے جو اُس کے آرام اور تنہائی کا وقت تھا، جس سے نہ صرف یہ کہ اُس کو تکلیف ہوئی، بلکہ بے پردگی بھی ہوئی۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں، اور ان میں یہ واضح کردیا گیا کہ کم از کم تین اوقات میں ان لوگوں کو بھی بلا اِجازت گھروں میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔ یہ تین اوقات وہ ہیں جن میں عام طور سے انسان تنہائی پسند کرتا ہے، اور بے تکلفی سے صرف ضروری کپڑوں میں رہنا چاہتا ہے، اور ایسے میں کسی کے اچانک آجانے سے بے پردگی کا بھی احتمال رہتا ہے۔ البتہ دوسرے اوقات میں چونکہ یہ خطرہ نہیں ہے، اس لئے ضرورت کی وجہ سے ان کو بلا اِجازت بھی چلے جانے کی اجازت دی گئی ہے۔

مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَأْذِنُوْا كَمَا اسْتَأْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ

تو وہ بھی اُسی طرح اجازت لیا کریں جیسے اُن سے پہلے بالغ ہونے والے اجازت لیتے رہے ہیں۔ اللہ اسی طرح اپنی آیتیں

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ

کھول کھول کر تمہارے سامنے بیان کرتا ہے، اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (۵۹) اور جن بڑی بوڑھی عورتوں کو نکاح کی کوئی

الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ

توقع نہ رہی ہو، اُن کے لئے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے، (مثلاً چادریں نامحرَموں کے سامنے) اُتار کر رکھ دیں،

مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۶۰﴾ لَيْسَ

بشرطیکہ زینت کی نمائش نہ کریں، (۴۳) اور اگر وہ احتیاط ہی رکھیں تو اُن کے لئے اور زیادہ بہتر ہے۔ اور اللہ سب کچھ سنتا، ہر بات جانتا ہے۔ (۶۰)

عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى

نہ کسی نابینا کے لئے اس میں کوئی گناہ ہے، نہ کسی پاؤں سے معذور شخص کے لئے کوئی گناہ ہے، نہ کسی بیمار شخص کے لئے کوئی گناہ ہے، اور نہ خود

اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

تمہارے لئے کہ تم اپنے گھروں سے کچھ کھالو، (۴۴) یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے،

اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے، (۴۵) یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپیوں کے گھروں سے،

(۴۳) یہ ان بوڑھی عورتوں کا حکم ہے جن کی طرف نہ کسی کو رغبت ہوتی ہے، نہ وہ نکاح کے قابل ہوتی ہیں۔ ان کو یہ سہولت دی گئی ہے کہ عام عورتیں غیر محرَموں کے سامنے جانے کے لئے جو چادر یا برقع وغیرہ استعمال کرتی ہیں، یہ بوڑھی عورتیں اُن کے بغیر بھی نامحرَم مردوں کے سامنے جاسکتی ہیں، بشرطیکہ بن سنور کر اور سنگھار کر کے نہ جائیں۔ اس سہولت کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا گیا ہے کہ ان کے لئے بھی احتیاط اس میں ہے کہ وہ بھی دوسری عورتوں کی طرح پردہ کریں۔

(۴۴) ان آیات کا پس منظر یہ ہے کہ بعض افراد جو نابینا یا پاؤں سے معذور یا بیمار ہوتے تھے، وہ دوسروں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے سے اس لئے شرماتے تھے کہ شاید دوسروں کو ان کے ساتھ کھاتے ہوئے کراہیت محسوس ہو، اور بعض معذور افراد یہ بھی سوچتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی معذوری کی وجہ سے دوسروں سے زیادہ جگہ گھیر لیں، یا نابینا ہونے کی بنا پر دوسروں سے زیادہ کھالیں۔ دوسری طرف صحت مند لوگ بھی بعض اوقات یہ خیال کرتے تھے کہ کہیں یہ اپنی معذوری کی وجہ سے دوسروں کا ساتھ نہ دے سکیں، کم کھائیں اور مشترک کھانے میں سے اپنا مناسب حصہ نہ لے سکیں۔ یہ احساس ان حضرات کے دِل میں اسلام کے اُن اَحکام نے پیدا کیا تھا جن کی رُو سے کسی دوسرے کو اپنی طرف سے ادنیٰ سی تکلیف پہنچانا گناہ قرار دیا گیا ہے، نیز مشترک چیزوں کے استعمال میں احتیاط کی تاکید کی گئی ہے۔ ان آیات نے یہ واضح فرمایا کہ بے تکلف مقامات پر اتنی باریک بینی کی ضرورت نہیں ہے۔

(۴۵) عرب کے لوگوں میں یہ عام رواج تھا کہ اُن کے گھر میں آنے والے یہ رشتہ دار جن کا اس آیت میں ذکر ہے، اگر اُن کی

اَعۡمَامِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ عَمّٰتِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ اَخۡوَالِكُمۡ اَوۡ بُيُوۡتِ خٰلٰتِكُمۡ

یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے، یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے، یا اُن گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے اختیار میں ہوں،(۴۶)

اَوۡ مَا مَلَكۡتُمۡ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوۡ صَدِيۡقِكُمۡ ؕ لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَاۡكُلُوۡا

یا اپنے دوستوں کے گھروں سے۔ اس میں بھی تمہارے لئے کوئی گناہ نہیں ہے کہ سب مل کر کھاؤ، یا الگ الگ۔

جَمِيۡعًا اَوۡ اَشۡتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلۡتُمۡ بُيُوۡتًا فَسَلِّمُوۡا عَلٰۤى اَنۡفُسِكُمۡ تَحِيَّةً مِّنۡ

چنانچہ جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو، کہ یہ ملاقات کی وہ بابرکت پاکیزہ دُعا ہے

عِنۡدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ

جو اللہ کی طرف سے آئی ہے۔ اللہ اسی طرح آیتوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے،

تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا بِاللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاِذَا كَانُوۡا ع

تاکہ تم سمجھ جاؤ۔ (۶۱) مؤمن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول کو دِل سے مانتے ہیں، اور جب رسول کے ساتھ کسی

مَعَهٗ عَلٰۤى اَمۡرٍ جَامِعٍ لَّمۡ يَذۡهَبُوۡا حَتّٰى يَسۡتَاۡذِنُوۡهُ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ

اجتماعی کام میں شریک ہوتے ہیں تو اُن سے اجازت لئے بغیر کہیں نہیں جاتے۔(۴۷) (اے پیغمبر!)

اجازت کے بغیر بھی اُن کے گھر سے کچھ کھالیتے تو وہ نہ صرف یہ کہ بُرا نہیں مناتے تھے، بلکہ خوش ہوتے تھے۔ جب یہ اَحکام آئے کہ کسی کی چیز اُس کی خوش دِلی کے بغیر اِستعمال کرنا جائز نہیں تو بعض صحابہ یہاں تک پرہیز کرنے لگے کہ اگر کسی شخص کی غیر موجودگی میں اُس کے گھر جاتے، اور اُس کے بیوی بچے اُن کی کچھ خاطر تواضع کرتے تو اُن کو کھانے میں تردّد ہوتا تھا کہ گھر کا اصل مالک تو موجود نہیں ہے، اس لئے ہمیں اُس کی اجازت کے بغیر کھانا نہیں چاہئے۔ اس آیت نے واضح فرمادیا کہ جہاں یہ بات یقینی ہو کہ اصل مالک ہمارے کھانے سے خوش ہوگا، وہاں کھانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ البتہ جہاں یہ بات مشکوک ہو، وہاں یہ حکم نہیں ہے، چاہے وہ کتنے قریبی رشتہ دار کا گھر ہو (روح المعانی و معارف القرآن)۔

(۴۶) بعض حضرات جب جہاد کے لئے جاتے تو اپنے گھر کی چابیاں ایسے معذور اَفراد کے حوالے کر جاتے جو جہاد میں جانے کے لائق نہیں تھے، اور اُن کو یہ بھی کہہ جاتے تھے کہ ہمارے گھر کی کوئی چیز اگر آپ کھانا چاہیں تو کھالیا کریں، اس کے باوجود یہ معذور حضرات احتیاط کی وجہ سے کھانے سے پرہیز کرتے تھے۔ اس آیت نے اُن کو بھی یہ ہدایت فرمادی کہ اتنی احتیاط کی ضرورت نہیں ہے، جب مالک کی طرف سے چابیاں تک آپ کے حوالے کردی گئی ہیں، اور اِجازت بھی دے دی گئی ہے تو اَب کھانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(۴۷) یہ آیت غزوۂ اَحزاب کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔ اُس وقت عرب کے کئی قبیلوں نے مل کر مدینہ منورہ پر چڑھائی کی تھی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر کے دِفاع کے لئے مدینہ منوّرہ کے گرد ایک خندق کھودنے کے لئے تمام مسلمانوں کو جمع کیا تھا۔ سارے مسلمان خندق کھودنے میں مصروف تھے، اور اگر کسی کو اپنے کسی کام سے جانا ہوتا تو آپ سے اجازت لے کر جاتا تھا۔ لیکن منافق لوگ اوّل تو اس کام کے لئے آنے میں سستی کرتے تھے، اور اگر آجاتے تو کبھی کسی بہانے سے اُٹھ کر چلے جاتے،

يَسْتَأْذِنُوْنَكَ أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا

جو لوگ تم سے اجازت لیتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اُس کے رسول کو دِل سے مانتے ہیں۔

اسْتَأْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ

چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لئے تم سے اجازت مانگیں تو اُن میں سے جن کو چاہو، اجازت دے دیا کرو، اور اُن کے لئے

اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ

اللہ سے مغفرت کی دُعا کیا کرو۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (۶۲) (اے لوگو!) اپنے درمیان رسول کے بلانے کو ایسا (معمولی) نہ

كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۭ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ

سمجھو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے کو بلا لیا کرتے ہو(۴۸)۔ اللہ تم میں سے اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ایک دوسرے کی آڑ لے کر چپکے سے کھسک

لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ

جاتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ اُس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اُن کو اس بات سے ڈرنا چاہئے کہ کہیں اُن پر کوئی آفت نہ آپڑے، یا اُنہیں کوئی

يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ قَدْ

دردناک عذاب نہ آپکڑے۔ (۶۳) یاد رکھو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ ہی کا ہے۔ تم جس حالت پر بھی ہو، اللہ اُسے خوب جانتا ہے،

يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۭ وَ يَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ

اور جس دن سب کو اُس کے پاس لوٹایا جائے گا، اُس دن وہ اُن کو بتادے گا کہ انہوں نے کیا عمل کیا تھا،

ع وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾ ع

اور اللہ کو ہر بات کا پورا پورا علم ہے۔ (۶۴)

اور کبھی بلا اِجازت ہی چپکے سے روانہ ہوجاتے۔ اس آیت میں اُن کی مذمت اور اُن مخلص مسلمانوں کی تعریف کی گئی ہے جو بلا اِجازت نہیں جاتے تھے۔

(۴۸) برابر کے آدمی جب ایک دوسرے کو بلاتے ہیں تو اُس کی زیادہ اہمیت نہیں سمجھی جاتی، اگر کوئی اُس کے جواب میں نہ جائے تو اتنا بُرا نہیں سمجھا جاتا، اور اگر چلا بھی جائے تو بغیر اِجازت کے واپس آجانے کو بھی گوارا کرلیا جاتا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں کسی کام کے لئے بلائیں تو اُسے آپس کا بلانا نہ سمجھو کہ چاہے گئے چاہے نہ گئے، بلکہ اہتمام کرکے جانا ہی ضروری ہے، دوسرے یہ بات بھی معمولی نہ سمجھو کہ جب چاہو، بلا اِجازت اُٹھ کر چلے آؤ، بلکہ جب کہیں جانا ہو تو آپ سے اجازت لے کر جاؤ۔

اسی آیت کی ایک اور تفسیر یہ بھی ممکن ہے کہ جب تم حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرو تو اس طرح نہ کرو جیسے ایک دوسرے کو نام لے کر مخاطب کرتے ہو، لہٰذا ''یا محمد'' کہہ کر نہ بلاؤ، بلکہ آپ کو تعظیم کے ساتھ ''یارسول اللہ'' کہہ کر مخاطب کرو۔

الحمد للہ! سورۂ نور کا ترجمہ اور حواشی آج کراچی میں شبِ دوشنبہ ٢٦ ربیع الاوّل ١٤٢٨ھ مطابق ١٤ اپریل ٢٠٠٧ء کو تکمیل تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضا کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الۡفُرۡقَانِ

تعارف

یہ سورت مکہ مکرّمہ میں نازل ہوئی تھی، اور اس کا بنیادی مقصد اِسلام کے بنیادی عقائد کا اِثبات اور ان کے بارے میں کفارِ مکہ کے مختلف اِعتراضات کا جواب دینا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے کائنات میں انسان کے لئے جو بیشمار نعمتیں پیدا فرمائی ہیں، اُنہیں یاد دِلا کر اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری، اُس کی توحید کے اقرار اور شرک سے علیحدگی کی طرف دعوت دی گئی ہے۔ سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی خصوصیات بیان فرمائی گئی ہیں، اور اُن کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے آخرت میں جو اَجر وثواب رکھا ہے، اُس کا بیان فرمایا گیا ہے۔

ایاتها ۷۷ ۲۵ سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ ۴۲ رکوعاتها ۶

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ستتر آیتیں اور چھ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ ﴿۱﴾

بڑی شان ہے اُس ذات کی جس نے اپنے بندے پر حق وباطل کا فیصلہ کردینے والی یہ کتاب نازل کی، تاکہ وہ دُنیا جہان کے لوگوں کو خبردار کردے۔ (۱)

الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ

وہ ذات جو آسمانوں اور زمین کی بادشاہت کی تنہا مالک ہے اور جس نے نہ تو کوئی بیٹا بنایا ہے، اور نہ اُس کی بادشاہت میں کوئی

شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴿۲﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ

شریک ہے، اور جس نے ہر چیز کو پیدا کرکے اُس کو ایک نپا تلا انداز عطا کیا ہے۔ (۲) اور لوگوں نے اُسے چھوڑ کر

دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ

ایسے خدا بنا رکھے ہیں جو کچھ پیدا نہیں کرتے، بلکہ خود پیدا کئے جاتے ہیں، اور جن کا خود اپنے نقصان یا فائدے پر بھی کوئی بس نہیں چلتا،

ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ﴿۳﴾ وَقَالَ

اور نہ کسی کا مرنا یا جینا اُن کے اختیار میں ہے، نہ کسی کو دوبارہ زندہ کرنا۔ (۳) اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ:

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ

"یہ (قرآن) تو کچھ بھی نہیں، بس ایک من گھڑت چیز ہے جو اِس شخص نے گھڑلی ہے، اور اس کام میں کچھ اور لوگ بھی اس کے مددگار بنے

معانقة

اٰخَرُوْنَ ۛ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ﴿۴﴾ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ

ہیں(۱)۔" اس طرح (یہ بات کہہ کر) یہ لوگ بڑے ظلم اور کھلے جھوٹ پر اُتر آئے ہیں۔ (۴) اور کہتے ہیں کہ: "یہ تو پچھلے لوگوں کی لکھی ہوئی کہانیاں

اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۵﴾ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي

ہیں جو اس شخص نے لکھوالی ہیں، اور صبح وشام وہی اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔" (۵) کہہ دو کہ: "یہ کلام تو اُس (اللہ) نے نازل کیا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۶﴾ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا

ہے جو ہر بھید کو پوری طرح جانتا ہے، آسمانوں میں بھی، زمین میں بھی۔ بیشک وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔" (۶) اور یہ کہتے ہیں کہ: "یہ

(۱) مکہ مکرّمہ کے بعض کافروں نے یہ الزام لگایا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھلے انبیائے کرام کے واقعات کچھ یہودیوں سے سیکھ لئے ہیں، اور وہی واقعات لکھوا کر (معاذ اللہ) یہ قرآن بنالیا ہے، حالانکہ جن یہودیوں کا وہ ذکر کرتے تھے، وہ اسلام لاچکے تھے۔ اگر آپ (معاذ اللہ) اُنہی سے سیکھ کر اس کلام کے کلامِ الٰہی ہونے کا غلط دعویٰ کر رہے تھے تو یہ حقیقت سب سے پہلے اُن یہودیوں پر ظاہر ہوتی، پھر وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر مان کر آپ پر ایمان ہی کیوں لاتے؟

الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ
کیسا رسول ہے جو کھانا بھی کھاتا ہے، اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے؟ اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا جو اس کے ساتھ رہ کر لوگوں
فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۙ (۷) اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ
کو ڈراتا؟ (۷) یا اس کے اوپر کوئی خزانہ ہی آپڑتا، یا اس کے پاس کوئی باغ ہوتا جس میں سے یہ کھایا کرتا۔" اور یہ ظالم (مسلمانوں سے) کہتے
مِنْهَا ؕ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (۸) اُنْظُرْ كَيْفَ
ہیں کہ: "تم جس کے پیچھے چل رہے ہو، وہ اور کچھ نہیں، بس ایک شخص ہے جس پر جادو ہوگیا ہے۔" (۸) (اے پیغمبر!) دیکھو ان لوگوں نے
ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا (۹) ع تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ
تمہارے بارے میں کیسی کیسی باتیں بنائی ہیں، چنانچہ ایسے بھٹکے ہیں کہ راستے پر آنا ان کے بس سے باہر ہے۔ (۹) بڑی شان ہے اُس (اللہ)
اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ
کی جو اگر چاہے تو تمہیں ان سب سے کہیں بہتر چیز، (ایک باغ کے بجائے) بہت سے باغات دیدے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں، اور تمہیں
يَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا (۱۰) بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۫ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ
بہت سے محلات کا مالک بنادے۔ (۱۰) اصل حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے قیامت کی گھڑی کو جھٹلایا ہوا ہے،(۲) اور جو کوئی قیامت کی گھڑی کو
بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۚ (۱۱) اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ
جھٹلائے، اُس کے لئے ہم نے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔ (۱۱) جب وہ ان کو دور سے دیکھے گی تو یہ لوگ اُس کے بپھرنے اور پھنکارنے
زَفِيْرًا (۱۲) وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ
کی آوازیں سنیں گے۔ (۱۲) اور جب ان کو اچھی طرح باندھ کر اُس کی ایک تنگ جگہ میں پھینکا جائے گا تو وہاں یہ موت کو آواز دے کر پکاریں
ثُبُوْرًا ؕ (۱۳) لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (۱۴) قُلْ
گے۔ (۱۳) (اُس وقت ان سے کہا جائے گا کہ:) "آج تم موت کو صرف ایک بار نہ پکارو، بلکہ بار بار موت کو پکارتے ہی رہو۔"(۳) (۱۴) کہو کہ یہ
اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً
انجام بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے والی جنت، جس کا وعدہ متقی لوگوں سے کیا گیا ہے؟ وہ اُن کے لئے انعام ہوگی، اور اُن کا

---

(۲) یعنی یہ لوگ جو باتیں بنا رہے ہیں، اُن کی اصل وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ حق کے طلب گار ہیں، اور ان کے شبہات دُور ہو جائیں تو یہ ایمان لے آئیں، بلکہ اصل وجہ ان کی بے فکری ہے۔ چونکہ ان کو قیامت اور آخرت پر ایمان نہیں ہے، اس لئے ان کو بے ہودہ اعتراضات کرتے ہوئے کوئی خوف نہیں ہوتا کہ آخرت میں ان پر سزا بھی مل سکتی ہے۔

(۳) یہ ترجمہ مشہور مفسر ابو السعودؒ کی تفسیر پر مبنی ہے جسے علامہ آلوسیؒ نے بھی نقل فرمایا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کی جس شدّت سے گھبرا کر تم موت کو پکار رہے ہو، وہ تو آنے والی نہیں ہے، بلکہ تمہیں بار بار نت نئے عذاب سے سابقہ پڑے گا، اور ہر مرتبہ تمہیں اُس کی شدّت سے گھبرا کر موت کو پکارنا پڑے گا۔

وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا

آخری انجام۔ (۱۵) وہاں اُنہیں ہمیشہ ہمیشہ بستے ہوئے ہر وہ چیز ملے گی جو وہ چاہیں گے۔ یہ وہ ذمہ دارانہ وعدہ ہے جو تمہارے رَبّ نے اپنے اُوپر

مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ

لازم کرلیا ہے۔ (۱۶) اور وہ دن (اُنہیں یاد دِلاؤ) جب اللہ ان (کافروں) کو بھی حشر میں جمع کرے گا اور اُن (معبودوں) کو بھی جن کی یہ خدا کو چھوڑ کر

اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ؕ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا

عبادت کرتے تھے، اور (ان کے معبودوں) سے کہے گا کہ: ''کیا تم نے میرے ان بندوں کو بہکایا تھا، یا یہ راستے سے خود بھٹکے تھے؟'' (۱۷) وہ کہیں

كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ

گے کہ: ''آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے۔ ہماری مجال نہیں تھی کہ ہم آپ کو چھوڑ کر دوسرے رکھوالوں کے قائل ہوں(۴)، لیکن ہوا یہ کہ آپ نے اِن

وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ

کو اور اِن کے باپ دادوں کو دُنیا کا ساز و سامان دیا، یہاں تک کہ جو بات یاد رکھنی تھی، یہ اُسے بھلا بیٹھے، اور (اس طرح) یہ خود برباد ہوکر رہے۔'' (۱۸)

بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ

لو، (اے کافرو!) انہوں نے تو تمہاری وہ ساری باتیں جھٹلا دیں جو تم کہا کرتے ہو۔ اب نہ (عذاب کو) ٹالنا تمہارے بس میں ہے، نہ کوئی مدد

نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ

حاصل کرنا۔ اور تم میں سے جو کوئی ظلم کا مرتکب ہے، ہم اُسے بڑے بھاری عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ (۱۹) اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے

اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ

پہلے جتنے پیغمبر بھیجے، وہ سب ایسے تھے کہ کھانا بھی کھاتے تھے، اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے۔ اور ہم نے تم لوگوں کو ایک دوسرے کی

ع ۲ ۱۱ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ع وَقَالَ الَّذِيْنَ

آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے۔ بتاؤ کیا صبر کروگے؟(۵) اور تمہارا پروردگار ہر بات دیکھ رہا ہے۔ (۲۰) جن لوگوں کو یہ توقع ہی نہیں ہے کہ وہ (کسی

---

(۴) جن معبودوں کو انہوں نے خدائی کا درجہ دے رکھا تھا، اُن میں سے کچھ تو فرشتے تھے جنہیں یہ خدا کی بیٹیاں کہتے تھے یا بعض لوگوں نے کچھ انبیاء یا بزرگوں کو خدا بنا رکھا تھا، اُن کی طرف سے تو یہ جواب ظاہر ہی ہے، لیکن جو لوگ بتوں کو پوجتے تھے، اُن کے بارے میں یہ سوال ہوسکتا ہے کہ وہ تو پتھر تھے، اور اُن میں بولنے کی صلاحیت کہاں تھی؟ اُس کا جواب یہ ہے کہ یہاں صرف اُن مشرکین کا ذکر ہے جو اِنسانوں یا فرشتوں کو خدا بنائے بیٹھے تھے، اور اُن کی علامت کے طور پر بتوں کو پوجتے تھے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس موقع پر اللہ تعالیٰ اُن پتھروں میں بھی بولنے کی صلاحیت پیدا فرمادے۔

(۵) کفار کے اِعتراضات کا جواب دینے کے بعد درمیان میں اب اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے خطاب فرمارہے ہیں کہ تمہارے مخالفین تم پر طرح طرح کے اِعتراضات کرکے تمہیں جو تکلیفیں دے رہے ہیں، وہ اس لئے کہ ہم نے تمہیں ان کی آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے کہ یہ حق واضح ہوجانے کے باوجود اُسے مانتے ہیں یا نہیں، اور انہیں تمہاری آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے کہ تم ان کی

لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ
وقت) ہم سے آملیں گے، وہ یوں کہتے ہیں کہ: ''ہم پر فرشتے کیوں نہیں اُتارے جاتے؟ یا پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ ہم خود اپنے پروردگار کو
لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ
دیکھ لیں؟'' حقیقت یہ ہے کہ یہ اپنے دِلوں میں اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھے ہوئے ہیں،(۶) اور انہوں نے بڑی سرکشی اختیار کی ہوئی ہے۔ (۲۱)
الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا
جس دن ان کو فرشتے نظر آ گئے، اُس دن ان مجرموں کے لئے کوئی خوشی کا موقع نہیں ہوگا، بلکہ یہ کہتے پھریں گے کہ خدایا! ہمیں ایسی پناہ دے
مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً
کہ یہ ہم سے دُور ہو جائیں۔(۷) (۲۲) اور انہوں نے (دُنیا میں) جو عمل کئے ہیں، ہم اُن کا فیصلہ کرنے پر آئیں گے تو اُنہیں فضا میں بکھرے ہوئے
مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿۲۴﴾ وَيَوْمَ
گرد وغبار (کی طرح بے قیمت) بنا دیں گے۔(۸) (۲۳) اُس دن جنتی لوگ ہوں گے جن کا مستقر بھی بہترین ہوگا، اور آرام گاہ بھی خوب ہوگی۔ (۲۴)
تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ
اور جس دن آسمان پھٹ کر ایک بادل کو راہ دے گا، اور فرشتے اس طرح اُتارے جائیں گے کہ اُن کا تار بندھ جائے گا۔ (۲۵) اُس دن صحیح معنی
الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿۲۶﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ
میں بادشاہی خدائے رحمٰن کی ہوگی، اور وہ دن کافروں پر بہت سخت ہوگا۔ (۲۶) اور جس دن ظالم انسان (حسرت سے)
الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿۲۷﴾ يٰوَيْلَتٰى
اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا، اور کہے گا: ''کاش میں نے پیغمبر کی ہمراہی اختیار کرلی ہوتی! (۲۷) ہائے میری بربادی!
لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ
کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا! (۲۸) میرے پاس نصیحت آچکی تھی، مگر اس (دوست) نے مجھے اُس سے

پہنچائی ہوئی تکلیفوں پر صبر کرتے ہو یا نہیں، کیونکہ تمہارے صبر ہی سے یہ ظاہر ہوگا کہ تم نے حق کو سچے دِل سے قبول کیا ہے۔

(۶) یہ ان کا تکبر ہے جو اُن سے ایسی باتیں کہلوا رہا ہے۔ یہ اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھتے ہیں کہ اپنی ہدایت کے لئے کسی پیغمبر کی بات ماننا اپنی توہین سمجھتے ہیں، اور مطالبہ یہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خود آکر انہیں سمجھائیں، یا کم از کم کوئی فرشتہ بھیجیں۔

(۷) مطلب یہ ہے کہ فرشتوں کو دیکھنے کی ان میں تاب ہی نہیں ہے، اور فرشتے انہیں اُس وقت دِکھائے جائیں گے جب وہ انہیں دوزخ میں ڈالنے کے لئے آئیں گے، اُس وقت یہ ان کو دیکھنے سے پناہ مانگیں گے۔

(۸) جن اعمال کو انہوں نے نیکی سمجھ رکھا تھا، وہ آخرت میں گرد وغبار کی طرح بے حقیقت نظر آئیں گے۔ اور ان کے جو کام واقعی اچھے تھے، اُن کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دُنیا میں دے دیا ہوگا، لیکن آخرت میں تمام نیکیوں کے قبول ہونے کے لئے ایمان لازمی شرط ہے، اس لئے وہاں یہ نیکیاں بھی کام نہیں آئیں گی۔

جَآءَنِيْ ۗ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ

بھٹکا دیا۔'' اور شیطان تو ہے ہی ایسا کہ وقت پڑنے پر انسان کو بے کس چھوڑ جاتا ہے۔ (۲۹) اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کہیں گے کہ: ''یا

اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ

رَبّ! میری قوم اس قرآن کو بالکل چھوڑ بیٹھی تھی(۹)۔'' (۳۰) اور ہم نے اسی طرح مجرم لوگوں کو ہر نبی کا

عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۗ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ

دُشمن بنایا ہے(۱۰)۔ اور تمہارا پروردگار ہدایت دینے اور مدد کرنے کے لئے کافی ہے۔ (۳۱) اور یہ کافر لوگ کہتے ہیں کہ: ''ان پر سارا قرآن ایک ہی

ع كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ

دفعہ میں کیوں نازل نہیں کر دیا گیا؟'' (اے پیغمبر!) ہم نے ایسا اس لئے کیا ہے تاکہ اس کے ذریعے تمہارا دِل مضبوط رکھیں(۱۱)، اور ہم نے اُسے ٹھہر

فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ

ٹھہر کر پڑھوایا ہے۔ (۳۲) اور جب کبھی یہ لوگ تمہارے پاس کوئی انوکھی بات لے کر آتے ہیں، ہم تمہیں (اُس کا) ٹھیک ٹھیک جواب اور زیادہ

اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ

وضاحت کے ساتھ عطا کر دیتے ہیں(۱۲)۔ (۳۳) جن لوگوں کو گھیر کر منہ کے بل دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا، وہ بدترین مقام پر ہیں،

ع ۱۴ ۳ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا

اور اُن کا راستہ بدترین گمراہی کا راستہ ہے۔ (۳۴) بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی، اور اُن کے ساتھ اُن کے

مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

بھائی ہارون کو مددگار کے طور پر مقرر کیا تھا۔ (۳۵) چنانچہ ہم نے کہا تھا کہ: ''تم دونوں اُن لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا

---

(۹) اگرچہ سیاق وسباق کی روشنی میں یہاں قوم سے مراد کافر لوگ ہیں، لیکن یہ مسلمانوں کے لئے بھی ڈرنے کا مقام ہے کہ اگر مسلمان ہونے کے باوجود قرآنِ کریم کو پسِ پشت ڈال دیا جائے تو کہیں وہ بھی اس سنگین جملے کا مصداق نہ بن جائیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کے بجائے شکایت پیش کریں، والعیاذ باللہ العلی العظیم۔

(۱۰) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے کہ کفارِ مکہ آپ کے ساتھ جو دُشمنی کر رہے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں، ہر پیغمبر کے ساتھ ایسا ہی ہوا ہے، پھر جن کے مقدر میں ہدایت قبول کرنا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اُن کو ہدایت دے دیتے ہیں، اور اپنے پیغمبروں کی مدد فرماتے ہیں۔

(۱۱) یعنی قرآنِ کریم کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخالفین کی طرف سے جو نت نئی تکلیفیں پہنچتی رہتی ہیں، ہم کوئی نئی آیت نازل کر کے آپ کو تسلی دے دیتے ہیں۔

(۱۲) یہ قرآنِ کریم کو تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کرنے کا دُوسرا فائدہ ہے کہ جب کوئی نیا اعتراض کافروں کی طرف سے آتا ہے تو قرآنِ کریم کی کسی نئی آیت کے ذریعے اُس کا واضح جواب فراہم کر دیا جاتا ہے۔

بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَ قَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ

ہے۔'' آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اُن کو تباہ کرکے نیست و نابود کردیا۔ ﴿۳۶﴾ اور نوح کی قوم نے جب پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے اُنہیں

اَغْرَقْنٰهُمْ وَ جَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ ۚ

غرق کردیا، اور اُن کو لوگوں کے لئے عبرت کا سامان بنادیا۔ اور ہم نے اُن ظالموں کے لئے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ﴿۳۷﴾

وَّ عَادًا وَّ ثَمُوْدَا۠ وَ اَصْحٰبَ الرَّسِّ وَ قُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَ كُلًّا

اسی طرح ہم نے عاد و ثمود اور اَصحاب الرس کو(۱۳) اور اُن کے درمیان بہت سی نسلوں کو تباہ کیا۔ ﴿۳۸﴾ ان میں سے ہر ایک کو

ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَ كُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَ لَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ

سمجھانے کے لئے ہم نے مثالیں دیں، اور (جب وہ نہ مانے تو) ہر ایک کو ہم نے پیس کر رکھ دیا۔ ﴿۳۹﴾ اور یہ (کفارِ مکہ) اُس بستی سے ہوکر

الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا

گذرتے رہے ہیں جس پر بری طرح (پتھروں کی) بارش برسائی گئی تھی(۱۴)۔ بھلا کیا یہ اُس بستی کو دیکھتے نہیں رہے؟ (پھر بھی انہیں عبرت نہیں

يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾ وَ اِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ

ہوئی) بلکہ ان کے دِل میں دوسری زندگی کا اندیشہ تک پیدا نہیں ہوا۔ ﴿۴۰﴾ اور (اے پیغمبر!) جب یہ لوگ تمہیں دیکھتے ہیں تو ان کا کوئی کام اس

اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَاۤ اَنْ

کے سوا نہیں ہوتا کہ یہ تمہارا مذاق بناتے ہیں کہ: ''کیا یہی وہ صاحب ہیں جنہیں اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ ﴿۴۱﴾ اگر ہم اپنے خداؤں (کی

صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَ سَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ

عقیدت) پر مضبوطی سے جمے نہ رہتے تو اِن صاحب نے تو ہمیں اُن سے بھٹکانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔'' (جو لوگ یہ باتیں کہہ رہے

سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ

ہیں) جب اُنہیں عذاب آنکھوں سے نظر آجائے گا تب اُنہیں پتہ چلے گا کہ کون راستے سے بالکل بھٹکا ہوا تھا؟ ﴿۴۲﴾ بھلا بتاؤ جس شخص نے اپنا

وَكِيْلًا ﴿۴۳﴾ ۙ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ

خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنالیا ہو، تو (اے پیغمبر!) کیا تم اُس کی ذمہ داری لے سکتے ہو؟(۱۵) ﴿۴۳﴾ یا تمہارا خیال یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے یا

---

(۱۳) عاد و ثمود کا تعارف سورۂ اعراف (۷:۶۵ تا ۸۴) میں گذر چکا ہے، اور ''اَصحاب الرس'' کے لفظی معنی ہیں ''کنویں والے۔'' بظاہر یہ لوگ کسی کنویں کے پاس آباد تھے۔ قرآنِ کریم نے بس اتنا ذکر فرمایا ہے کہ انہیں ان کی نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کیا گیا، ان کے بارے میں مختلف تاریخی روایتیں ملتی ہیں، لیکن ان کے واقعے کی کوئی تفصیل نہ قرآنِ کریم نے بتائی ہے، نہ کسی مستند حدیث میں آئی ہے۔ اتنی بات ظاہر ہے کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر بھیجے گئے تھے جن کی انہوں نے نافرمانی کی، اور اس کی وجہ سے ان کو ہلاک کیا گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے اپنے پیغمبر کو کنویں میں لٹکا کر پھانسی دی تھی۔ واللہ اعلم

(۱۴) اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی قوم ہے جس کا واقعہ سورۂ ہود (۱۱:۷۷ تا ۸۳) میں گذر چکا ہے۔

(۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ اپنی اُمت پر بہت شفقت تھی، اس لئے آپ کی یہ خواہش رہتی تھی کہ جو لوگ کفر و شرک پر

ع ۴ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ

سمجھتے ہیں؟ نہیں! ان کی مثال تو بس چار پاؤں کے جانوروں کی سی ہے، بلکہ یہ اُن سے زیادہ راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ (۴۵) کیا تم نے اپنے

مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ

پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ وہ کس طرح سائے کو پھیلاتا ہے؟ اور اگر وہ چاہتا تو اُسے ایک جگہ ٹھہرا دیتا۔ پھر ہم نے سورج کو اُس کے

دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ

لئے رہنما بنا دیا ہے (۴۶) پھر ہم اُسے تھوڑا تھوڑا کر کے اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔[۱۶] (۴۷) اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے رات کو لباس بنایا، اور

لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ

نیند کو سراپا سکون، اور دن کو دوبارہ اُٹھ کھڑے ہونے کا ذریعہ بنا دیا۔ (۴۸) اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت (یعنی بارش) سے پہلے ہوائیں بھیجیں جو

الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْيِۦَ

(بارش کی) خوشخبری لے کر آتی ہیں، اور ہم نے ہی آسمان سے پاکیزہ پانی اُتارا ہے، (۴۹) تاکہ ہم اُس کے ذریعے مردہ زمین کو زندگی بخشیں، اور اپنی

بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ

مخلوق میں سے بہت سے مویشیوں اور انسانوں کو اُس سے سیراب کریں۔ (۵۰) اور ہم نے لوگوں کے فائدے کے لئے اُس (پانی) کی اُلٹ پھیر کر

صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ شِئْنَا

رکھی ہے،[۱۷] تاکہ وہ سبق حاصل کریں۔ لیکن اکثر لوگ ناشکری کے سوا ہر بات سے انکاری ہیں۔ (۵۱) اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک الگ

اَڑے ہوئے ہیں، وہ کسی طرح ایمان لے آئیں، اور جب وہ ایمان نہیں لاتے تھے تو آپ کو صدمہ ہوتا تھا۔ قرآن کریم نے جابجا آپ کو تسلی دی ہے کہ آپ کا فریضہ حق بات کو پہنچانے کی حد تک محدود ہے۔ جن لوگوں نے اپنی خواہشات کو خدا بنا رکھا ہے، اُن کی کوئی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔

(۱۶) یہاں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ کی کئی نشانیوں کی طرف توجہ دلائی ہے جن پر انسان غور کرے تو ان میں سے ہر چیز اللہ تعالیٰ کی توحید پر واضح دلیل ہے۔ سب سے پہلے یاد دلایا گیا ہے کہ دُھوپ چھاؤں کی تبدیلیاں انسان کی زندگی کے لئے کتنی ضروری ہیں۔ اگر دُنیا میں ہمیشہ دُھوپ رہتی تب بھی زندگی دوبھر ہو جاتی، اور اگر ہر وقت سایہ ہی سایہ رہتا تو بھی انسان کا کاروبارِ زندگی معطل ہو کر رہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ ہر روز ان دونوں کا حسین امتزاج اس طرح پیدا فرماتا ہے کہ صبح کے وقت سایہ زمین پر پھیلا ہوا ہوتا ہے، پھر جوں جوں سورج چڑھتا جاتا ہے، اُس کا سایہ سمٹتا رہتا ہے۔ "سورج کو سائے کا رہنما بنانے" کا مطلب یہی ہے کہ سورج کے چڑھنے کے ساتھ ساتھ سایہ گھٹنا شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ عین دوپہر کے وقت وہ کالعدم ہو جاتا ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سمیٹنے سے تعبیر فرمایا ہے، پھر جوں جوں سورج مغرب کی طرف ڈھلتا ہے، سایہ پھر رفتہ رفتہ بڑھنا شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ غروب کے وقت پورے اُفق کو گھیر لیتا ہے۔ اور اس طرح انسانوں کو دُھوپ چھاؤں کی یہ تبدیلی دھیرے دھیرے حاصل ہوتی ہے، اور ناگہانی تبدیلی کے نقصانات سے بچاؤ ہوتا رہتا ہے۔

(۱۷) پانی کی اُلٹ پھیر کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ وہ پانی اللہ تعالیٰ انسانوں کے درمیان اپنی حکمت سے ایک خاص تناسب کے

لَبَعَثْنَا فِیْ كُلِّ قَرْیَةٍ نَّذِیْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ

آگاہ کرنے والا (پیغمبر) بھیج دیتے۔ ﴿۵۱﴾ لہٰذا (اے پیغمبر!) تم ان کافروں کا کہنا نہ مانو، اور اس قرآن کے ذریعے ان کے خلاف پوری قوت

جِهَادًا كَبِیْرًا ﴿۵۲﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا

سے جدوجہد کرو۔ ﴿۵۲﴾ اور وہی ہے جس نے دو دریاؤں کو اس طرح ملا کر چلایا ہے کہ ایک میٹھا ہے جس سے تسکین ملتی ہے، اور ایک نمکین ہے، سخت

مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَ جَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ

کڑوا۔ اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ اور ایسی رُکاوٹ حائل کردی ہے جس کو (دونوں میں سے) کوئی عبور نہیں کرسکتا۔(۱۸) ﴿۵۳﴾ اور وہی ہے جس نے

خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ؕ وَ كَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ﴿۵۴﴾ وَ

پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اُس کو نسبی اور سسرالی رشتے عطا کئے، اور تمہارا پروردگار بڑی قدرت والا ہے۔ ﴿۵۴﴾ اور یہ لوگ ہیں کہ اللہ کو چھوڑ کر

یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُهُمْ وَ لَا یَضُرُّهُمْ ؕ وَ كَانَ الْكَافِرُ عَلٰی

ایسی چیزوں کی عبادت کررہے ہیں جو نہ ان کو کوئی فائدہ پہنچاتی ہیں، نہ نقصان۔ اور کافر انسان نے اپنے پروردگار ہی کی مخالفت پر کمر باندھ رکھی

رَبِّهٖ ظَهِیْرًا ﴿۵۵﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَاۤ

ہے۔ ﴿۵۵﴾ اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں کسی اور کام کے لئے نہیں، بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ تم لوگوں کو خوشخبری دو، اور خبردار کرو۔ ﴿۵۶﴾ کہہ دو کہ:

اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا ﴿۵۷﴾

"میں اس کام پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا، ہاں جو شخص یہ چاہے کہ اپنے رَبّ تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرلے (تو یہی میری اُجرت ہے)"۔ ﴿۵۷﴾

وَ تَوَكَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ؕ وَ كَفٰی بِهٖ

اور تم اُس ذات پر بھروسہ رکھو جو زندہ ہے، جسے کبھی موت نہیں آئے گی، اور اُسی کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہو، اور

بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِیْرَا ﴿۵۸﴾ۚۛ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا

وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر رکھنے کے لئے کافی ہے۔ ﴿۵۸﴾ وہ ذات جس نے چھ دن میں سارے آسمان اور زمین اور ان کے

مطابق تقسیم فرماتے ہیں۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پانی کا اصل ذخیرہ سمندر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ وہاں سے اُسے بادلوں کے ذریعے اُٹھاتے ہیں، اور پہاڑوں پر برف کی صورت میں جمادیتے ہیں جہاں سے وہ پگھل پگھل کر دریاؤں کی صورت اختیار کرتا ہے، اور لوگ اُس سے اپنی ضروریات پوری کرکے اُسے ضائع کردیتے ہیں، لیکن یہی مستعمل پانی ندی نالوں کے ذریعے دوبارہ سمندروں میں جاگرتا ہے، اور پاک پانی کے اس ذخیرے میں بہہ بہہ کر دوبارہ اس قابل ہوجاتا ہے کہ اُسے پھر بادلوں کے ذریعے اُوپر اُٹھایا جائے۔

(۱۸) دریاؤں اور سمندروں کے سنگم پر یہ نظارہ ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ دو الگ الگ قسم کے پانی ساتھ ساتھ چلتے ہیں، لیکن ایک دوسرے میں گڈمڈ نہیں ہوتے، بلکہ دُور تک ان کی خصوصیات الگ الگ دیکھی اور محسوس کی جاسکتی ہیں۔ یہی وہ عجیب وغریب آڑ ہے جو دونوں کو ایک دوسرے کی سرحد عبور کرنے نہیں دیتی۔

مع بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ
درمیان کی چیزیں پیدا کیں، پھر اُس نے عرش پر اِستواء فرمایا[19] وہ رحمٰن ہے، اس لئے اس کی شان کسی جاننے والے
خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَ مَا الرَّحْمٰنُ ق
سے پوچھو۔ ﴿۵۹﴾ اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو یہ کہتے ہیں کہ: ''رحمٰن کیا ہوتا ہے؟ کیا جسے بھی تم کہہ دو،
السجدة ع اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَ زَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ
ہم اُسے سجدہ کیا کریں[20]؟'' اور اس بات سے وہ اور زیادہ بدکنے لگتے ہیں۔[21] ﴿۶۰﴾ بڑی شان ہے اُس کی جس نے آسمان
بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ
میں برج بنائے،[22] اور اُس میں ایک روشن چراغ اور نور پھیلانے والا چاند پیدا کیا۔ ﴿۶۱﴾ اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایسا بنایا کہ وہ ایک دوسرے
وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾ وَ عِبَادُ
کے پیچھے چلے آتے ہیں، (مگر یہ ساری باتیں) اُس شخص کے لئے (کارآمد ہیں) جو نصیحت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہو یا شکر بجالانا چاہتا ہو۔ ﴿۶۲﴾ اور
الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ
رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں، اور جب جاہل لوگ اُن سے (جاہلانہ) خطاب کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات
قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾ وَ الَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا ﴿۶۴﴾ وَ الَّذِيْنَ
کہتے ہیں۔[23] ﴿۶۳﴾ اور جو راتیں اس طرح گذارتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے آگے (کبھی) سجدے میں ہوتے ہیں، اور (کبھی) قیام میں۔ ﴿۶۴﴾ اور
يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾
جو یہ کہتے ہیں کہ: ''ہمارے پروردگار! جہنم کے عذاب کو ہم سے دُور رکھئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس کا عذاب وہ تباہی ہے جو چمٹ کر رہ جاتی ہے۔ ﴿۶۵﴾

---

(۱۹) ''اِستواء'' کے لفظی معنی سیدھا ہو جانے اور مضبوطی سے بیٹھ جانے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عرش پر اِستواء فرمانے کا کیا مطلب اور اُس کی کیا کیفیت ہے؟ یہ بات ہماری محدود عقل سے ماورا ہے، اور اُن متشابہات میں سے ہے جن کا ذکر سورۂ آل عمران کے بالکل شروع میں آیا ہے۔ اس لئے اس پر جوں کا توں ایمان رکھنا چاہئے، اور اس کی کیفیت کی تحقیق و جستجو میں نہیں پڑنا چاہئے۔

(۲۰) مشرکینِ مکہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر اِیمان رکھتے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے ''رحمٰن'' کے نام کو تسلیم نہیں کرتے تھے، اس لئے جب اللہ تعالیٰ کا ذکر اس نام کے ساتھ کیا جاتا تو وہ بڑی بدتمیزی سے اس مبارک نام کی تردید کرتے تھے۔

(۲۱) یہ سجدے کی آیت ہے، جو کوئی شخص عربی میں یہ آیت پڑھے یا سنے اُس پر سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی احتیاطاً سجدہ کرلینا ضروری ہے۔

(۲۲) ''بروج'' سے مراد ستارے بھی ہوسکتے ہیں، اور آسمان کے وہ مختلف حصے بھی جنہیں فلکیات والے بروج کہتے ہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے بالائی فضا کے کچھ ایسے اَجسام مراد ہوں جن تک ابھی انسان کی پہنچ نہیں ہوسکی۔

(۲۳) یعنی ان کی بدکلامی اور گالی گفتار کا جواب بُرے الفاظ میں دینے کے بجائے شریفانہ انداز میں دیتے ہیں۔

إِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَ

یقیناً وہ کسی کا مستقر اور قیام گاہ بننے کے لئے بدترین جگہ ہے۔" (۶۶) اور جو خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں، نہ تنگی کرتے ہیں، بلکہ اُن

لَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ

کا طریقہ اس (افراط و تفریط) کے درمیان اعتدال کا طریقہ ہے۔ (۶۷) اور جو اللہ کے ساتھ کسی بھی دوسرے معبود کی

إِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا

عبادت نہیں کرتے، اور جس جان کو اللہ نے حرمت بخشی ہے، اُسے ناحق قتل نہیں کرتے، اور نہ وہ زنا کرتے ہیں۔ اور

يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۝ لا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ

جو شخص بھی یہ کام کرے گا، اُسے اپنے گناہ کے وبال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ (۶۸) قیامت کے دن اُس کا عذاب بڑھا بڑھا کر دُگنا کر دیا جائے گا،

الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ۝ ۖ إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

اور وہ ذلیل ہو کر اُس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔(۲۴) (۶۹) ہاں مگر جو کوئی توبہ کر لے، ایمان لے آئے، اور نیک عمل کرے تو

فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

اللہ ایسے لوگوں کی بُرائیوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دے گا،(۲۵) اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (۷۰)

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهٗ يَتُوْبُ إِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِيْنَ لَا

اور جو کوئی توبہ کرتا اور نیک عمل کرتا ہے تو وہ درحقیقت اللہ کی طرف ٹھیک ٹھیک لوٹ آتا ہے۔ (۷۱) اور (رحمٰن کے بندے وہ ہیں) جو ناحق کاموں

يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَإِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ۝ وَالَّذِيْنَ إِذَا

میں شامل نہیں ہوتے،(۲۶) اور جب کسی لغو چیز کے پاس سے گذرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گذر جاتے ہیں۔(۲۷) (۷۲) اور جب انہیں اپنے رَبّ کی آیات

---

(۲۴) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کفر و شرک کا اِرتکاب کریں، کیونکہ مؤمن عذاب میں ہمیشہ نہیں رہیں گے، اور اگر انہوں نے گناہ کئے ہوں گے تو اس کی سزا پا کر جنت میں جائیں گے۔

(۲۵) یعنی حالتِ کفر میں انہوں نے جو بُرے کام کئے تھے، وہ ان کے نامۂ اعمال سے مٹا دیئے جائیں گے، اور اسلام لا کر جو نیک عمل کئے ہوں گے، وہ ان کی جگہ لے لیں گے۔

(۲۶) قرآنِ کریم میں اصل لفظ "زور" اِستعمال ہوا ہے جس کے معنی جھوٹ کے ہیں، اور ہر باطل اور ناحق کو بھی "زور" کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں ناحق اور ناجائز کام ہو رہے ہوں، اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اُن میں شامل نہیں ہوتے۔ اور اس کا ایک یہ ترجمہ بھی ممکن ہے کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

(۲۷) یعنی نہ تو اُس لغو اور بے ہودہ کام میں شریک ہوتے ہیں، اور نہ اُن لوگوں کی تحقیر کرتے ہیں جو ان کاموں میں مبتلا ہیں، البتہ اُس بُرے کام کو بُرا سمجھتے ہوئے وقار کے ساتھ وہاں سے گذر جاتے ہیں۔

ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّ عُمْيَانًا ۝۷۳ وَالَّذِيْنَ

کے ذریعے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے بن کر نہیں گرتے[۲۸] ۝۷۳ اور جو

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا

(دُعا کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ: "ہمارے پروردگار! ہمیں اپنی بیوی بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہمیں

لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝۷۴ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ

پرہیزگاروں کا سربراہ بنادے۔"[۲۹] ۝۷۴ یہ لوگ ہیں جنہیں اُن کے صبر کے بدلے جنت کے بالاخانے عطا ہوں گے، اور وہاں دُعاؤں اور سلام

فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ۝۷۵ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ۝۷۶

سے اُن کا استقبال کیا جائے گا۔ ۝۷۵ وہ وہاں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ کسی کا مستقر اور قیام گاہ بننے کے لئے وہ بہترین جگہ ہے۔ ۝۷۶ (اے پیغمبر!

قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ

لوگوں سے) کہہ دو کہ: "میرے پروردگار کو تمہاری ذرا بھی پروا نہ ہوتی، اگر تم اُس کو نہ پکارتے۔[۳۰] اب جبکہ (اے کافرو!) تم نے حق کو جھٹلا دیا ہے

يَكُوْنُ لِزَامًا ۝۷۷

تو یہ جھٹلانا تمہارے گلے پڑ کر رہے گا۔" ۝۷۷

---

(۲۸) یہ منافقین پر طنز ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں سن کر وہ بظاہر تو بڑے اشتیاق کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ اُن کے آگے گرے اور جھکے ہوئے نظر آتے ہیں، لیکن حقیقت میں انہوں نے حق بات کے لئے اپنے کان بند کئے ہوتے ہیں، اور آنکھیں اندھی بنائی ہوتی ہیں اس لئے اُن آیتوں سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ان آیتوں کا شوق سے استقبال کرتے ہیں تو اُن کے مضامین کو توجہ سے سنتے بھی ہیں، اور جن حقائق کی طرف وہ توجہ دِلاتی ہیں، اُنہیں کھلی آنکھوں سمجھنے اور محسوس کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

(۲۹) باپ عام طور سے اپنے خاندان کا سربراہ ہوتا ہے۔ اُس کو یہ دُعا سکھائی جارہی ہے کہ بحیثیت باپ اور شوہر کے مجھے اپنے بیوی بچوں کا سربراہ تو بننا ہے، لیکن میرے بیوی بچوں کو متقی پرہیزگار بنادیجئے تاکہ میں پرہیزگاروں کا سربراہ بنوں جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوں، فاسق و فاجر لوگوں کا سربراہ نہ بنوں جو میرے لئے عذابِ جان بن جائیں۔ جو لوگ اپنے گھر والوں کے رویے سے پریشان رہتے ہیں، اُنہیں یہ دُعا ضرور مانگتے رہنا چاہئے۔

(۳۰) یہ خطاب اُن لوگوں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے رُجوع نہ کرتے، اور اُس کی عبادت سے روگردانی کرتے تو اللہ تعالیٰ کو بھی تمہاری کوئی پروا نہیں تھی، لیکن جو لوگ اُس کی عبادت کرتے ہیں اور جن کے نیک کاموں کا اُوپر بیان کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ اُن کے بہتر انجام کا کفیل ہے۔ پھر آگے کافروں سے خطاب ہے کہ جب تمہیں یہ اُصول معلوم ہوگیا، اور تم نے حق کو جھٹلانے کی رَوِش اختیار کررکھی ہے تو تمہارا وہ انجام نہیں ہوسکتا جو اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کا ہوتا ہے۔ تمہارا یہ طرزِ عمل تمہارے گلے پڑے گا، اور آخرت کے عذاب کی شکل میں تم سے اس طرح چمٹ جائے گا کہ اس سے

خلاصی ممکن نہیں ہوگی۔

الحمدللہ، آج بروز دوشنبہ ۱۲/ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ مطابق ۳۰/اپریل ۲۰۰۷ء سورۂ فرقان کا ترجمہ اور حواشی کراچی میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضا کے مطابق تکمیل کی توفیق بخشیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سُوْرَةُ الشُّعَرَآءِ

تعارف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت کے مطابق یہ سورت سورۂ واقعہ (سورت نمبر ۵۶) کے بعد نازل ہوئی تھی۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کا وہ زمانہ تھا جس میں کفارِ مکہ آپ کی دعوت کی بڑے زور شور سے مخالفت کرتے ہوئے آپ سے اپنی پسند کے معجزات دکھانے کا مطالبہ کررہے تھے۔ اس سورت کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی دی گئی ہے، اور کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کی طرف توجہ دِلا کر اشارہ فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی کے دِل میں انصاف ہو اور وہ سچے دِل سے حق کی تلاش کرنا چاہتا ہو تو اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کی قدرت کی یہ نشانیاں اُس کی توحید کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں، اور اُسے کسی اور معجزے کی تلاش کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی ضمن میں پچھلے انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کی اُمتوں کے واقعات یہ بیان کرنے کے لئے سنائے گئے ہیں کہ ان کی قوموں نے جو معجزات مانگے تھے، اُنہیں وہی معجزات دِکھائے گئے، لیکن وہ پھر بھی نہ مانے جس کے نتیجے میں انہیں عذابِ الٰہی کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ جب منہ مانگے معجزات دیکھنے کے باوجود کوئی قوم ایمان نہیں لاتی تو اُسے ہلاک کردیا جاتا ہے۔ اس بنا پر کفارِ مکہ کو مہلت دی جارہی ہے کہ وہ نت نئے معجزات کا مطالبہ کرنے کے بجائے توحید و رسالت کے دوسرے دلائل پر کھلی آنکھوں سے غور کرکے ایمان لائیں، اور ہلاکت سے بچ جائیں۔

کفارِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کاہن کہتے تھے، کبھی جادوگر اور کبھی آپ کو شاعر کا نام دیتے تھے۔ سورت کے آخری رُکوع میں ان باتوں کی مدلل تردید فرمائی گئی ہے، اور کاہنوں اور شاعروں کی خصوصیات بیان کرکے جتایا گیا ہے کہ ان میں سے کوئی بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں پائی جاتی۔ اسی ضمن میں آیت: ۲۲۴ تا آیت ۲۲۷ میں شعراء کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ اسی وجہ سے سورت کا نام شعراء رکھا گیا ہے۔

آیاتہا ۲۲۷ | ۲۶ سُوْرَۃُ الشُّعَرَآءِ مَکِّیَّۃٌ ۴۷ | رکوعاتہا ۱۱

سورۂ شعراء مکی ہے، اور اس میں دو سو ستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

طٰسٓمّٓ ○ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ○ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا
طٰسٓمّٓ[1] ○ یہ اُس کتاب کی آیتیں ہیں جو حق کو واضح کرنے والی ہے۔ ○ (اے پیغمبر!) شاید تم اس غم میں اپنی جان ہلاک کئے جارہے ہو کہ یہ
مُؤْمِنِيْنَ ○ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا
لوگ ایمان (کیوں) نہیں لاتے! ○ اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے کوئی ایسی نشانی اُتار دیں کہ اُس کے آگے ان کی گردنیں جھک کر رہ
خٰضِعِيْنَ ○ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا
جائیں۔[2] ○ (ان کا حال تو یہ ہے کہ) ان کے پاس خدائے رحمٰن کی طرف سے جو کوئی نئی نصیحت آتی ہے، یہ اُس سے منہ
عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ○ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ
موڑ لیتے ہیں۔ ○ اس طرح انہوں نے حق کو جھٹلا دیا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ جن باتوں کا مذاق اُڑاتے رہے ہیں، اب عنقریب اُن کے ٹھیک ٹھیک
يَسْتَهْزِءُوْنَ ○ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ
حقائق ان کے سامنے آجائیں گے۔ ○ اور کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں ہر نفیس قسم کی کتنی چیزیں
كَرِيْمٍ ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَاِنَّ
اُگائی ہیں؟ ○ یقیناً ان سب چیزوں میں عبرت کا بڑا سامان ہے، پھر بھی ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، ○ اور یقین رکھو کہ تمہارا
رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○ۧ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ ع ۱
پروردگار صاحبِ اقتدار بھی ہے، بہت مہربان بھی۔ ○ اور اُس وقت کا حال سنو جب تمہارے پروردگار نے موسیٰ کو آواز دے کر کہا تھا کہ: ''اس
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ○ۙ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ○ قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ
ظالم قوم کے پاس جاؤ، ○ یعنی فرعون کی قوم کے پاس۔ کیا ان کے دِل میں خدا کا خوف نہیں ہے؟'' ○ موسیٰ نے کہا کہ: ''میرے پروردگار!

(۱) جیسا کہ سورۂ بقرہ کے شروع میں عرض کیا گیا تھا، مختلف سورتوں کے شروع میں جو حروف آئے ہیں، اُنہیں حروفِ مقطعات کہا جاتا ہے، اور ان کا ٹھیک ٹھیک مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۲) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ کچھ مشکل نہیں تھا کہ ان کو ایمان لانے پر مجبور کر دیتا، لیکن اس دُنیا میں انسان کو بھیجنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ اُسے زبردستی مسلمان بنایا جائے، بلکہ انسان سے مطالبہ یہ ہے کہ وہ کسی زور زبردستی کے بغیر اپنی عقل کو استعمال کر کے اور دلائل پر غور کر کے ایمان کا راستہ اختیار کرے۔ یہی وہ آزمائش ہے جس کے لئے اُسے دُنیا میں بھیجا گیا ہے۔ اس لئے اگر یہ لوگ ایمان نہیں لا رہے ہیں تو آپ کو اتنا صدمہ نہیں کرنا چاہئے کہ اپنی جان کو ہلکان کر لیں۔

اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ۝ وَ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَ لَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ
مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھوٹا بنائیں گے۔ (۱۲) اور میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے، اور میری زبان نہیں چلتی۔ اس لئے آپ ہارون کو بھی (نبوت کا) پیغام
فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝ وَ لَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ۝
بھیج دیجئے۔ (۱۳) اور میرے خلاف ان لوگوں نے ایک جرم بھی عائد کر رکھا ہے،(۳) جس کی وجہ سے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل نہ کر ڈالیں۔" (۱۴) اللہ
قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ
نے فرمایا کہ: "ہرگز نہیں! تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ۔ یقین رکھو کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ساری باتیں سنتے رہیں گے۔ (۱۵) اب تم دونوں
فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِیْۤ
فرعون کے پاس جاؤ، اور کہو کہ: "ہم دونوں ربّ العالمین کے پیغمبر ہیں (۱۶) (اور یہ پیغام لائے ہیں) کہ تم بنو اسرائیل کو ہمارے
اِسْرَآءِیْلَ ۝ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّ لَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ
ساتھ بھیج دو(۴)۔" (۱۷) فرعون نے (جواب میں موسیٰ علیہ السلام سے) کہا: "کیا ہم نے تمہیں اُس وقت اپنے پاس رکھ کر نہیں پالا تھا جب تم بالکل
عُمُرِكَ سِنِیْنَ ۝ وَ فَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَ اَنْتَ مِنَ
بچے تھے؟(۵) اور تم نے اپنی عمر کے بہت سے سال ہمارے یہاں رہ کر گذارے، (۱۸) اور جو حرکت تم نے کی تھی وہ بھی کر گذرے،(۶) اور تم بڑے
الْكٰفِرِیْنَ ۝ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ۝ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا
ناشکرے آدمی ہو۔" (۱۹) موسیٰ نے کہا: "اُس وقت وہ کام میں ایسی حالت میں کر گذرا تھا کہ مجھے پتہ نہیں تھا۔(۷) (۲۰) چنانچہ جب مجھے تم لوگوں
خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّ جَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ
سے خوف ہوا تو میں تمہارے پاس سے فرار ہو گیا، پھر اللہ نے مجھے حکمت عطا فرمائی، اور پیغمبروں میں شامل فرمادیا۔(۸) (۲۱) اور وہ احسان جو تم مجھ پر

---

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مظلوم کو بچاتے ہوئے ظالم کو ایک مکا مارا تھا جس سے وہ مر ہی گیا۔ اس وجہ سے ان پر قتل کا الزام لگ گیا تھا۔ تفصیلی واقعہ سورۂ قصص (سورت نمبر:۲۸) میں آنے والا ہے۔

(۴) بنو اسرائیل اصل میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کا نام ہے۔ یہ فلسطین کے علاقے کنعان کے باشندے تھے، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام جب مصر کے حکمران بنے تو انہوں نے اپنے سارے خاندان کو مصر بلا کر آباد کر لیا تھا، جس کا واقعہ سورۂ یوسف میں گذر چکا ہے۔ کچھ عرصے یہ لوگ وہاں اطمینان سے رہے، لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد مصر کے بادشاہوں نے جنہیں فرعون کہا جاتا تھا، ان کو غلام بنا کر ان پر طرح طرح کے ظلم ڈھانے شروع کر دیئے۔

(۵) یہ واقعہ سورۂ طٰہٰ (۲۰:۳۹) میں گذر چکا ہے۔

(۶) یہ اُسی قتل کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر اُوپر حاشیہ نمبر ۳ میں کیا گیا ہے۔

(۷) یعنی یہ پتہ نہیں تھا کہ وہ ایک ہی مکا کھا کر مر جائے گا۔

(۸) حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے مدین چلے گئے تھے جہاں سے واپسی میں اُنہیں نبوت عطا ہوئی۔ تفصیلی واقعہ سورۂ قصص (سورت نمبر ۲۸) میں آنے والا ہے۔

تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٢٢﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ

رکھ رہے ہو، (اُس کی حقیقت) یہ ہے کہ تم نے سارے بنو اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔" (٢٢) فرعون نے کہا: "اور یہ ربّ العالمین کیا چیز

الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٣﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ

ہے؟" (٢٣) موسیٰ نے کہا: "وہ سارے آسمانوں اور زمین کا، اور اُن ساری چیزوں کا پروردگار ہے جو ان کے درمیان پائی جاتی ہیں، اگر تم کو واقعی

مُّوْقِنِيْنَ ﴿٢٤﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗٓ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ

یقین کرنا ہو۔" (٢٤) فرعون نے اپنے اردگرد کے لوگوں سے کہا: "سن رہے ہو کہ نہیں؟" (٢٥) موسیٰ نے کہا: "وہ تمہارا بھی پروردگار ہے، اور

اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٦﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ

تمہارے پچھلے باپ دادوں کا بھی۔" (٢٦) فرعون بولا: "تمہارا یہ پیغمبر جو تمہارے پاس بھیجا گیا ہے، یہ تو بالکل ہی

لَمَجْنُوْنٌ ﴿٢٧﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ

دیوانہ ہے۔"(٩) (٢٧) موسیٰ نے کہا: "وہ مشرق و مغرب کا بھی پروردگار ہے، اور اُن کے درمیان ساری چیزوں کا بھی، اگر تم عقل

تَعْقِلُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ

سے کام لو۔" (٢٨) کہنے لگا: "یاد رکھو، اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود مانا تو میں تمہیں ضرور اُن لوگوں میں شامل کردوں گا جو جیل خانے میں

الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿٢٩﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿٣٠﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ

پڑے ہوئے ہیں۔" (٢٩) موسیٰ بولے: "اور اگر میں تمہیں کوئی ایسی چیز لا دکھاؤں جو حق کو واضح کردے، پھر؟" (٣٠) فرعون نے کہا: "اچھا، اگر

كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣١﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿٣٢﴾ وَّنَزَعَ

واقعی سچے ہو تو لے آؤ وہ چیز۔" (٣١) چنانچہ موسیٰ نے اپنا عصا پھینکا، اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ کھلا ہوا اژدہا بن گیا، (٣٢) اور انہوں نے اپنا ہاتھ

يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿٣٣﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ ع

(بغل میں سے) کھینچ کر نکالا تو پل بھر میں وہ سب دیکھنے والوں کے سامنے سفید ہوگیا۔(١٠) (٣٣) فرعون نے اپنے اردگرد کے سرداروں سے کہا:

عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا

"یقیناً یہ کوئی ماہر جادوگر ہے۔ (٣٤) یہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے ذریعے تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال باہر کرے۔ اب بتاؤ تمہاری

---

(٩) فرعون نے جو سوال کیا تھا، اس کا مطلب یہ تھا کہ ربّ العالمین کی حقیقت و ماہیت بتاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جواب کا حاصل یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقت و ماہیت کوئی نہیں جان سکتا، البتہ اُس کو اُس کی صفات سے پہچانا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں باری تعالیٰ کی صفات ہی بیان فرمائیں۔ اس پر فرعون نے کہا کہ "یہ بالکل دیوانہ ہے" کیونکہ سوال حقیقت کا کیا گیا تھا، اور جواب صفات سے دے رہے ہیں۔

(١٠) یعنی چمک دار ہوگیا۔

تَأْمُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۳۶﴾

کیا رائے ہے؟" (۳۵) انہوں نے کہا: "ان کو اور ان کے بھائی کو کچھ مہلت دیجئے، اور تمام شہروں میں ہرکارے بھیج دیجئے (۳۶) جو ہر ماہر جادوگر

يَأْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿۳۷﴾ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۳۸﴾

کو آپ کے پاس لے آئیں (اور ان جادوگروں کا مقابلہ کریں)" (۳۷) چنانچہ ایک دن مقررہ وقت پر سارے جادوگر جمع کر لئے گئے۔ (۳۸)

وَّ قِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿۳۹﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ

اور لوگوں سے کہا گیا کہ: "کیا تم لوگ جمع ہو رہے ہو؟ (۳۹) شاید اگر یہ جادوگر ہی غالب آگئے تو ہم انہی کے راستے

الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا

پر چلیں۔" (۴۰) پھر جب جادوگر آئے تو انہوں نے فرعون سے کہا: "یہ بات تو یقینی ہے ناکہ اگر ہم غالب آگئے تو ہمیں کوئی

نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ لَهُمْ

انعام ملے گا؟" (۴۱) فرعون نے کہا: "ہاں ہاں، اور تمہیں اُس صورت میں مقرب لوگوں میں بھی ضرور شامل کرلیا جائے گا۔" (۴۲) موسیٰ نے اُن

مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَ عِصِيَّهُمْ وَ قَالُوْا

جادوگروں سے کہا: "جو کچھ تمہیں پھینکنا ہے، پھینکو۔" (۴۳) اس پر اُن جادوگروں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر ڈال دیں،(۱۱) اور کہا کہ:

بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ

"فرعون کی عزت کی قسم! ہم ہی ہم غالب آئیں گے۔" (۴۴) اب موسیٰ نے اپنا عصا زمین پر ڈالا، تو اچانک اُس نے (اژدھا بن کر) اُس تماشے

تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۴۵﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ

کو نگلنا شروع کردیا جو وہ جھوٹ موٹ بنا رہے تھے۔ (۴۵) بس پھر وہ جادوگر سجدے میں گرا دیئے گئے۔(۱۲) (۴۶) کہنے لگے کہ: "ہم رب العالمین پر

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ

ایمان لے آئے، (۴۷) جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے۔" (۴۸) فرعون بولا: "تم میرے اجازت دینے سے پہلے ہی موسیٰ پر ایمان لے آئے۔

لَكُمْ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ

ثابت ہوا کہ یہ تم سب کا سرغنہ ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔ اچھا ابھی تمہیں پتہ چل جائے گا۔ میں تم سب کے ایک طرف کے ہاتھ اور

---

(۱۱) سورۂ طٰہٰ (۲۰:۶۶) میں گذر چکا ہے کہ اچانک ان کی ڈالی ہوئی رسیاں اور لاٹھیاں اُن کے جادو کے نتیجے میں ایسی محسوس ہونے لگیں جیسے دوڑ رہی ہیں۔

(۱۲) یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ قرآنِ کریم نے ان کے لئے "سجدے میں گر گئے" کے بجائے "سجدے میں گرا دیئے گئے" فرمایا ہے۔ اس میں اشارہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو معجزہ دِکھلایا، وہ اس درجہ مؤثر تھا کہ اُس نے انہیں بے ساختہ سجدے میں گرا دیا۔

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾
دوسری طرف کے پاؤں کٹواؤں گا، اور تم سب کو سولی پر لٹکا دوں گا۔" ﴿٤٩﴾ جادوگروں نے کہا: "ہمارا کچھ نہیں بگڑے گا، ہمیں یقین ہے کہ ہم
قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا
لوٹ کر اپنے پروردگار کے پاس چلے جائیں گے۔ ﴿٥٠﴾ ہم تو شوق سے اُمید لگائے ہوئے ہیں کہ ہمارا پروردگار اس وجہ سے ہماری خطائیں بخش
خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ ع ٣
دے گا کہ ہم سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔" ﴿٥١﴾ اور ہم نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ: "میرے بندوں کو لے کر راتوں رات روانہ ہو جاؤ، تمہارا
بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٥٢﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٥٣﴾
پیچھا یقیناً کیا جائے گا۔" ﴿٥٢﴾ اس پر فرعون نے شہروں میں ہرکارے بھیج دیئے ﴿٥٣﴾ (اور یہ کہلا بھیجا کہ:) "یہ (بنی اسرائیل) ایک چھوٹی سی ٹولی
اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ
کے تھوڑے سے لوگ ہیں ﴿٥٤﴾ اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے دِل جلائے ہوئے ہیں، ﴿٥٥﴾ اور ہم سب احتیاطی تدبیریں کئے ہوئے ہیں
حٰذِرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ
(لہٰذا سب مل کر ان کا تعاقب کرو)" ﴿٥٦﴾ اس طرح ہم انہیں باہر نکال لائے باغوں اور چشموں سے بھی ﴿٥٧﴾ اور خزانوں اور باعزّت مقامات سے
كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ
بھی ﴿٥٨﴾ ان کا معاملہ تو اسی طرح ہوا، اور (دوسری طرف) ان چیزوں کا وارث ہم نے بنی اسرائیل کو بنا دیا۔[١٣] ﴿٥٩﴾ غرض ہوا یہ کہ یہ سب لوگ سورج
مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا
نکلتے ہی اُن کا پیچھا کرنے نکل کھڑے ہوئے۔ ﴿٦٠﴾ پھر جب دونوں جتھے ایک دوسرے کو نظر آنے لگے تو موسیٰ کے ساتھیوں نے کہا کہ: "اب تو پکی
لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى
بات ہے کہ ہم پکڑے ہی لئے گئے۔[١٤]" ﴿٦١﴾ موسیٰ نے کہا: "ہرگز نہیں، میرے ساتھ یقینی طور سے میرا پروردگار ہے، وہ مجھے راستہ بتائے گا۔" ﴿٦٢﴾ چنانچہ ہم
اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾
نے موسیٰ کے پاس وحی بھیجی کہ اپنی لاٹھی سمندر پر مارو۔ بس پھر سمندر پھٹ گیا، اور ہر حصہ ایک بڑے پہاڑ کی طرح کھڑا ہو گیا۔[١٥] ﴿٦٣﴾ اور دوسرے
وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ
فریق کو بھی ہم اُس جگہ کے نزدیک لے آئے۔[١٦] ﴿٦٤﴾ اور موسیٰ اور اُن کے تمام ساتھیوں کو ہم نے بچا لیا، ﴿٦٥﴾ پھر دوسروں کو

(١٣) اس کی تشریح کے لئے دیکھئے سورۂ اعراف (١٣٧:٧) کا حاشیہ۔
(١٤) موسیٰ علیہ السلام کے لشکر کے سامنے سمندر آ گیا تھا، اور پیچھے سے فرعون کا لشکر۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی سمجھے کہ اب بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔
(١٥) اللہ تعالیٰ نے پانی کے کئی حصے کر کے اُن کو پہاڑ کی طرح کھڑا کر دیا، اور اُن حصوں کے درمیان خشک راستے بن گئے۔

أَغْرَقْنَا الْآخَرِينَ ﴿٦٦﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿٦٧﴾

غرق کرڈالا۔ (۶۶) یقیناً اس سارے واقعے میں عبرت کا بڑا سامان ہے، پھر بھی ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، (۶۷) اور یقین رکھو کہ

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦٨﴾ ع وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾

تمہارا پروردگار صاحبِ اقتدار بھی ہے، بڑا مہربان بھی۔ (۶۸) اور (اے پیغمبر!) ان کو ابراہیم کا واقعہ سناؤ، (۶۹) جب انہوں نے

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا

اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ: ''تم کس چیز کی عبادت کرتے ہو؟'' (۷۰) انہوں نے کہا کہ: ''ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں، اور اُنہی کے

عَاكِفِينَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ﴿٧٢﴾ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ

آگے دھرنا دیئے رہتے ہیں۔'' (۷۱) ابراہیم نے کہا: ''جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا یہ تمہاری بات سنتے ہیں؟ (۷۲) یا تمہیں کوئی فائدہ یا نقصان

يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧٤﴾ قَالَ

پہنچاتے ہیں؟'' (۷۳) انہوں نے کہا: ''اصل بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے۔'' (۷۴) ابراہیم نے کہا:

أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٥﴾ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ﴿٧٦﴾

''بھلا کبھی تم نے ان چیزوں کو غور سے دیکھا بھی جن کی تم عبادت کرتے رہے ہو؟ (۷۵) تم بھی اور تمہارے پُرانے باپ دادے بھی! (۷۶) میرے

فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٧﴾ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٧٨﴾

لئے تو یہ سب دُشمن ہیں، سوائے ایک ربّ العالمین کے (۷۷) جس نے مجھے پیدا کیا ہے، پھر وہی میری رہنمائی فرماتا ہے، (۷۸)

وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿٧٩﴾ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾

اور جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے (۷۹) اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے، (۱۷) (۸۰)

وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ

اور جو مجھے موت دے گا، پھر زندہ کرے گا، (۸۱) اور جس سے میں یہ اُمید لگائے ہوئے ہوں کہ وہ حساب و کتاب کے دن میری خطا

الدِّينِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِي

بخش دے گا۔'' (۸۲) میرے پروردگار! مجھے حکمت عطا فرما، اور مجھے نیک لوگوں میں شامل فرمالے، (۸۳) اور آنے والی نسلوں میں میرے لئے وہ

---

(۱۶) یعنی فرعون کے لشکر نے جب دیکھا کہ سمندر کے درمیان راستے بنے ہوئے ہیں، تو اُس نے بھی اُس راستے سے گذرنے کی کوشش کی، لیکن جب وہ لوگ وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے سمندر کو اپنی اصل حالت پر لوٹا دیا، اور فرعون اور اُس کے ساتھی اُسی سمندر میں غرق ہوگئے۔ یہ تفصیل سورۂ یونس (۱۰: ۹۱و۹۲) میں گذر چکی ہے۔

(۱۷) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ادب ملاحظہ فرمایئے کہ انہوں نے بیمار ہونے کی نسبت تو اپنی طرف فرمائی، اور شفا دینے کو اللہ تعالیٰ کا عمل قرار دیا۔ اس میں یہ اشارہ بھی ہوسکتا ہے کہ بیماری انسان کی کسی اپنی غلطی کے سبب آتی ہے، اور شفا براہِ راست اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔

لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ۙ (۸۴) وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ۙ (۸۵)

زبانیں پیدا فرما دے جو میری سچائی کی گواہی دیں۔ (۸۴) اور مجھے اُن لوگوں میں سے بنا دے جو نعمتوں والی جنت کے وارث ہوں گے۔ (۸۵)

وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ۙ (۸۶) وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۙ (۸۷)

اور میرے باپ کی مغفرت فرما۔ یقیناً وہ گمراہ لوگوں میں سے ہے۔(۱۸) (۸۶) اور اُس دن مجھے رُسوا نہ کرنا جس دن لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا، (۸۷)

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۙ (۸۸) إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۗ (۸۹)

جس دن نہ کوئی مال کام آئے گا، نہ اولاد، (۸۸) ہاں جو شخص اللہ کے پاس سلامتی والا دل لے کر آئے گا، (اس کو نجات ملے گی) (۸۹)

وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ۙ (۹۰) وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ۙ (۹۱) وَقِيلَ لَهُمْ

اور جنت متقی لوگوں کے لئے قریب کر دی جائے گی، (۹۰) اور دوزخ کھلے طور پر گمراہوں کے سامنے کر دی جائے گی (۹۱) اور اُن سے کہا جائے گا

أَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۙ (۹۲) مِنْ دُونِ اللَّهِ ۗ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ۗ (۹۳)

کہ: ''کہاں ہیں وہ جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے؟ کیا وہ تمہاری مدد کریں گے یا خود اپنا بچاؤ کر لیں گے؟'' (۹۲)، (۹۳) پھر اُن کو

فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ۙ (۹۴) وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ۗ (۹۵) قَالُوا وَ

اور گمراہوں کو بھی اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا،(۱۹) (۹۴) اور ابلیس کے سارے لشکروں کو بھی۔ (۹۵) وہاں یہ سب آپس میں جھگڑتے

هُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ۙ (۹۶) تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ۙ (۹۷) إِذْ نُسَوِّيكُمْ

ہوئے (اپنے معبودوں سے) کہیں گے (۹۶) کہ: ''اللہ کی قسم ہم تو اُس زمانے میں کھلی گمراہی میں مبتلا تھے (۹۷) جب ہم نے تمہیں ربّ العالمین

بِرَبِّ الْعَالَمِينَ (۹۸) وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ (۹۹) فَمَا لَنَا مِنْ

کے برابر قرار دے رکھا تھا (۹۸) اور ہمیں تو ان بڑے بڑے مجرموں نے ہی گمراہ کیا تھا۔(۲۰) (۹۹) نتیجہ یہ ہے کہ نہ تو ہمیں کسی قسم کی سفارش کرنے

شَافِعِينَ ۙ (۱۰۰) وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ (۱۰۱) فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ

والے میسر ہیں (۱۰۰) اور نہ کوئی ایسا دوست جو ہمدردی کر سکے (۱۰۱) اب کاش کہ ہمیں ایک مرتبہ دُنیا میں واپس جانے کا موقع مل جائے تو ہم مؤمن

---

(۱۸) سورۂ مریم (۱۹: ۴۷) میں گذر چکا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے وعدہ کیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اُس کی مغفرت کی دُعا کریں گے، لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ممانعت آ گئی اور معلوم ہو گیا کہ وہ کبھی ایمان نہیں لائے گا تو اُنہوں نے بھی اس سے براءت کا اظہار فرما دیا، جیسا کہ سورۂ توبہ (۹: ۱۱۴) میں گذر چکا ہے۔

(۱۹) یعنی ان گمراہوں کے ساتھ ان کے جھوٹے معبودوں کو بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ ان میں سے بعض تو وہ ہیں جنہوں نے خود اپنی خدائی کا دعویٰ کیا تھا، اور بعض پتھر کے بت ہیں، اُن کو یہ دِکھانے کے لئے دوزخ میں ڈالا جائے گا کہ جن کو یہ گمراہ لوگ معبود سمجھتے تھے، ان کا حشر بھی آنکھوں سے دیکھ لیں۔

(۲۰) مجرموں سے یہاں مراد وہ بڑے بڑے سردار ہیں جو کفر پر قائم رہے، اور انہیں دیکھ کر دوسروں نے بھی کفر اختیار کئے رکھا۔

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾

بن جائیں(۲۱)!" (۱۰۲) یقیناً اس سارے واقعے میں عبرت کا بڑا سامان ہے، پھر بھی ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ (۱۰۳)

ع وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۰۵﴾

اور یقین رکھو کہ تمہارا پروردگار صاحبِ اقتدار بھی ہے، بہت مہربان بھی۔ (۱۰۴) نوح کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا، (۱۰۵)

اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۰۷﴾

جبکہ اُن کے بھائی نوح نے اُن سے کہا کہ: "کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ (۱۰۶) یقین جانو کہ میں تمہارے لئے ایک امانت دار پیغمبر ہوں، (۱۰۷)

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ

لہٰذا تم اللہ سے ڈرو، اور میری بات مانو۔ (۱۰۸) اور میں تم سے اس کام پر کسی قسم کی کوئی اُجرت نہیں مانگتا۔ میرا اَجر تو صرف اُس ذات نے اپنے ذمے

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۱۰﴾ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ

لے رکھا ہے جو سارے دُنیا جہان کی پرورش کرتی ہے۔ (۱۰۹) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو، اور میری بات مانو۔" (۱۱۰) وہ لوگ بولے: "کیا ہم تم پر ایمان لے

لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ اِنْ

آئیں، حالانکہ بڑے نیچے درجے کے لوگ تمہارے پیچھے لگے ہوئے ہیں؟" (۱۱۱) نوح نے کہا: "میں کیا جانوں کہ وہ کیا کام کرتے ہیں(۲۲)؟ (۱۱۲) اُن کا

حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

حساب لینا کسی اور کا نہیں، میرے پروردگار کا کام ہے(۲۳)۔ کاش! تم سمجھ سے کام لو! (۱۱۳) اور میں ان مؤمنوں کو دُھتکار کر اپنے سے دُور نہیں کرسکتا۔ (۱۱۴)

اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۱۵﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ

میں تو بس ایک خبردار کرنے والا ہوں جو (تمہارے سامنے) حقیقت کھول کر رکھ رہا ہے۔" (۱۱۵) وہ کہنے لگے: "اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو

الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿۱۱۷﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَ

تمہیں پتھر مار مار کر ہلاک کردیا جائے گا۔" (۱۱۶) نوح نے کہا: "میرے پروردگار! میری قوم نے مجھے جھٹلا دیا ہے۔ (۱۱۷) اب آپ میرے اور ان

(۲۱) یہ وہ تقریر تھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے فرمائی۔ باقی واقعہ یہاں بیان نہیں کیا گیا، اس کی تفصیل پیچھے سورۂ انبیاء (۲۱:۵۱) میں گذر چکی ہے، اور کچھ تفصیل سورۂ صافات (۳۷:۸۳) میں بھی آنے والی ہے۔

(۲۲) کافروں نے حضرت نوح علیہ السلام کو یہ طعنہ دیا تھا کہ اُن کے پیروکار اکثر ایسے لوگ ہیں جن کا پیشہ نچلے درجے کا سمجھا جاتا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے جواب میں فرمایا کہ مجھے اس سے کیا سروکار کہ اُن کا پیشہ کیا ہے، اور وہ کیا کام کرتے ہیں۔

(۲۳) کافروں کے مذکورہ اعتراض میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ یہ نچلے درجے کے لوگ سوچ سمجھ کر دِل سے ایمان نہیں لائے ہیں، بلکہ کسی ذاتی مفاد کی خاطر آپ کے ساتھ ہولئے ہیں۔ اس جملے میں اس کا جواب ہے کہ اگر بالفرض اُن کے دِل میں کوئی اور بات ہے بھی، تو میں اُس کی تحقیق کا مکلّف نہیں ہوں، اُن کا حساب اللہ تعالیٰ خود لے لیں گے۔

بَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١٨﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي

کے درمیان دوٹوک فیصلہ کردیجئے، اور مجھے اور میرے مؤمن ساتھیوں کو بچالیجئے۔" (۱۱۸) چنانچہ ہم نے انہیں اور اُن کے ساتھیوں کو بھری ہوئی

الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿١١٩﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ

کشتی میں بچالیا، (۱۱۹) پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو غرق کردیا۔(۲۴) (۱۲۰) یقیناً اس سارے واقعے میں عبرت کا بڑا سامان ہے،

مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٢﴾ ع

پھر بھی ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، (۱۲۱) اور یقین رکھو کہ تمہارا پروردگار صاحبِ اقتدار بھی ہے، بہت مہربان بھی۔ (۱۲۲)

كَذَّبَتْ عَادُ ۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾

عاد کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا (۱۲۳) جبکہ اُن کے بھائی ہود نے اُن سے کہا کہ: "کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ (۱۲۴) یقین جانو کہ

اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٢٥﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٢٦﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ

میں تمہارے لئے ایک امانت دار پیغمبر ہوں، (۱۲۵) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو، اور میری بات مانو۔ (۱۲۶) اور میں تم سے اس کام پر کسی قسم کی کوئی اُجرت نہیں

عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٢٧﴾ اَتَبْنُوْنَ

مانگتا۔ میرا اَجر تو صرف اُس ذات نے اپنے ذمے لے رکھا ہے جو سارے دُنیا جہان کی پرورش کرتی ہے۔ (۱۲۷) کیا تم ہر اُونچی جگہ پر کوئی یادگار بنا کر

بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿١٢٨﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿١٢٩﴾

فضول حرکتیں کرتے ہو؟(۲۵) (۱۲۸) اور تم نے بڑی کاریگری سے بنائی ہوئی عمارتیں اس طرح رکھ چھوڑی ہیں جیسے تمہیں ہمیشہ زندہ رہنا ہے؟(۲۶) (۱۲۹)

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿١٣٠﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٣١﴾ وَ

اور جب کسی کی پکڑ کرتے ہو تو پکے ظالم وجابر بن کر پکڑ کرتے ہو۔(۲۷) (۱۳۰) اب اللہ سے ڈرو، اور میری بات مانو۔ (۱۳۱) اور اُس ذات سے ڈرو جس

---

(۲۴) پورا واقعہ سورۂ ہود (۱۱: ۲۵ تا ۴۸) میں گذر چکا ہے۔

(۲۵) فضول حرکتوں کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہر بلند جگہ پر کوئی یادگار تعمیر کرنے کو ہی فضول حرکت کہا گیا ہے، کیونکہ اس کا کوئی صحیح مقصد نہیں تھا، بلکہ محض دِکھاوے اور بڑائی کے اظہار کے لئے یہ کام کیا جاتا تھا۔ دوسری تشریح بعض مفسرین، مثلاً حضرت ضحاکؒ نے یہ کی ہے کہ وہ لوگ ان اُونچی تعمیروں پر بیٹھ کر یا کھڑے ہوکر نیچے سے گذرنے والوں کے ساتھ طرح طرح کی ناشائستہ حرکتیں کیا کرتے تھے۔ اس کو فضول حرکت سے تعبیر کیا گیا ہے (رُوح المعانی)۔

(۲۶) قرآنِ کریم میں یہاں "مصانع" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے اصل معنی ہیں وہ چیزیں جو کاریگری کا مظاہرہ کرکے بنائی گئی ہوں، اس میں ہر طرح کی وہ تعمیرات داخل ہیں جو نام ونمود کی خاطر بڑی شان وشوکت سے بنائی گئی ہوں، چاہے وہ زرق برق محل ہوں، یا پُرشکوہ قلعے یا نہریں اور راستے۔ یہاں حضرت ہود علیہ السلام نے اس طرزِ عمل پر جو اعتراض فرمایا ہے، دراصل اُس کا منشا یہ ہے کہ تم نے اپنی ساری دوڑ دھوپ کا مرکز اس نام ونمود اور شان وشوکت کو بنایا ہوا ہے، اور اسی کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھ بیٹھے ہو، جیسے تمہیں ہمیشہ اسی دُنیا میں رہنا ہے، اور کبھی اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش نہیں ہونا۔

(۲۷) یعنی ایک طرف تو تمہارا حال یہ ہے کہ ان نام ونمود کی عمارتوں پر پانی کی طرح پیسہ بہاتے ہو، اور دوسری طرف غریبوں

اتَّقُوا الَّذِيٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّ بَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَ
نے اُن چیزوں سے نواز کر تمہاری قوت میں اضافہ کیا ہے جو تم خود جانتے ہو۔ (١٣٢) اُس نے تمہیں مویشیوں اور اولاد سے بھی نوازا ہے، (١٣٣)
جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوْا
اور باغوں اور چشموں سے بھی۔ (١٣٤) حقیقت یہ ہے کہ مجھے تم پر ایک زبردست دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔" (١٣٥) وہ کہنے لگے:
سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ
"چاہے تم نصیحت کرو، یا نہ کرو، ہمارے لئے سب برابر ہے۔ (١٣٦) یہ باتیں تو وہی ہیں جو پچھلے لوگوں کی عادت
الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ
رہی ہیں۔(٢٨) (١٣٧) اور ہم عذاب کا نشانہ بننے والے نہیں ہیں۔" (١٣٨) غرض ان لوگوں نے ہود کو جھٹلایا، جس کے نتیجے میں ہم نے اُن کو ہلاک
ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ
کر دیا۔(٢٩) یقیناً اس سارے واقعے میں عبرت کا بڑا سامان ہے، پھر بھی ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، (١٣٩) اور یقین رکھو کہ تمہارا
الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ ع ١١
پروردگار صاحبِ اقتدار بھی ہے، بڑا مہربان بھی۔ (١٤٠) قوم ثمود نے پیغمبروں کو جھٹلایا،(٣٠) (١٤١) جبکہ اُن کے بھائی صالح نے اُن سے کہا کہ: "کیا
اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ (١٤٢) یقین جانو کہ میں تمہارے لئے ایک امانت دار پیغمبر ہوں، (١٤٣) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو،
وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٤٤﴾ وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى
اور میری بات مانو۔ (١٤٤) اور میں تم سے اس کام پر کسی قسم کی کوئی اُجرت نہیں مانگتا۔ میرا اَجر تو صرف اُس ذات نے اپنے ذمے لے رکھا ہے جو
رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٤٥﴾ اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿١٤٦﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ
سارے دُنیا جہان کی پرورش کرتی ہے۔ (١٤٥) کیا تمہیں اطمینان کے ساتھ ان ساری نعمتوں میں ہمیشہ رہنے دیا جائے گا جو یہاں موجود ہیں؟ (١٤٦) ان

کے ساتھ تمہارا رویہ انتہائی ظالمانہ ہے کہ ذرا سی بات پر کسی کی پکڑ کر لی تو اس کی جان عذاب میں آگئی۔ حضرت ہود علیہ السلام کی یہ باتیں نقل کر کے قرآنِ کریم نے ہم سب کو توجہ دِلائی ہے کہ کہیں ہمارا طرزِ عمل بھی اس زُمرے میں تو نہیں آتا کہ بس دُنیا کی شان وشوکت ہی کو سب کچھ سمجھ کر آخرت سے غافل ہوں، اور دولت مندی کے نشے میں غریبوں کو اپنے ظلم وستم کی چکی میں پیس رکھا ہو؟

(٢٨) اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ تم جو ہمیں دُنیا کی شان وشوکت سے بیزار کر کے آخرت کی باتیں کر رہے ہو، پچھلے زمانے میں بھی لوگ اس طرح کے جھوٹے دعوے کرتے آئے ہیں، اس لئے تمہاری بات توجہ کے لائق نہیں ہے۔ اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ پرانے زمانے سے لوگ یہی کرتے آرہے ہیں۔ اس لئے اس پر اِعتراض درست نہیں۔

(٢٩) قومِ عاد اور حضرت ہود علیہ السلام کے مزید تعارف کے لئے دیکھئے سورۂ اعراف (٧:٦٥) اور سورۂ ہود (١١:٥٠ تا ٥٩)۔

(٣٠) قومِ ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کا تعارف پیچھے سورۂ اعراف (٧:٧٣) اور سورۂ ہود (١١:٦١ تا ٦٨) میں گذر چکا ہے۔

عُيُونٍ (۱۴۷) وَّ زُرُوْعٍ وَّ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ (۱۴۸) وَ تَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ

باغوں اور چشموں میں؟ (۱۴۷) اور ان کھیتیوں اور ان نخلستانوں میں جن کے خوشے ایک دوسرے میں پیوست ہیں؟ (۱۴۸) اور کیا پہاڑوں کو بڑے

بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ (۱۴۹) فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْنِ (۱۵۰) وَ لَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ

ناز کے ساتھ تراش کر تم (ہمیشہ) گھر بناتے رہو گے؟ (۱۴۹) اب اللہ سے ڈرو، اور میری بات مانو۔ (۱۵۰) اور اُن حد سے گذرے ہوئے لوگوں کا

الْمُسْرِفِيْنَ (۱۵۱) الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ (۱۵۲) قَالُوْٓا

کہنا مت مانو (۱۵۱) جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، اور اصلاح کا کام نہیں کرتے۔" (۱۵۲) وہ کہنے لگے کہ: "تم پر تو

اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ (۱۵۳) مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۖ فَاْتِ بِاٰيَةٍ

کسی نے بڑا بھاری جادو کردیا ہے، (۱۵۳) تمہاری حقیقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ تم ہم جیسے ہی ایک انسان ہو۔ لہٰذا

اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ (۱۵۴) قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّ لَكُمْ شِرْبُ

اگر سچے ہو تو کوئی نشانی لے کر آؤ۔"(۳۱) (۱۵۴) صالح نے کہا: "(لو) یہ اُونٹنی ہے۔ پانی پینے کے لئے ایک باری اس کی ہوگی، اور ایک معین دن میں

يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ (۱۵۵) وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۱۵۶)

ایک باری تمہاری۔(۳۲) (۱۵۵) اور اس کو بری نیت سے ہاتھ بھی نہ لگانا، ورنہ ایک زبردست دن کا عذاب تمہیں آ پکڑے گا۔" (۱۵۶)

فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ (۱۵۷) فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

پھر ہوا یہ کہ انہوں نے اس اُونٹنی کی کونچیں کاٹ ڈالیں، اور آخر کار پشیمان ہوئے۔ (۱۵۷) چنانچہ عذاب نے اُنہیں آ پکڑا۔(۳۳) یقیناً اس سارے

لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (۱۵۸) وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

واقعے میں عبرت کا بڑا سامان ہے، پھر بھی ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، (۱۵۸) اور یقین رکھو کہ تمہارا پروردگار صاحبِ اقتدار بھی ہے،

الرَّحِيْمُ (۱۵۹) كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ الْمُرْسَلِيْنَ (۱۶۰) اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ ع ۱۹ ۱۲

بڑا مہربان بھی۔ (۱۵۹) لوط کی قوم نے پیغمبروں کو جھٹلایا، (۱۶۰) جبکہ اُن کے بھائی لوط نے اُن سے کہا کہ:

لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ (۱۶۱) اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ (۱۶۲) فَاتَّقُوا اللّٰهَ

"کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ (۱۶۱) یقین جانو کہ میں تمہارے لئے ایک امانت دار پیغمبر ہوں، (۱۶۲) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو، اور میری بات

---

(۳۱) نشانی سے مراد معجزہ ہے، اور انہوں نے خود فرمائش کی تھی کہ پہاڑ کے اندر سے ایک اُونٹنی نکال کر دِکھاؤ۔

(۳۲) چونکہ اُونٹنی کا معجزہ اُنہوں نے خود مانگا تھا، اس لئے ان سے کہا گیا کہ اس اُونٹنی کے کچھ حقوق ہوں گے، اور اُن میں سے ایک حق یہ ہے کہ ایک دن تمہارے کنویں سے صرف یہ اُونٹنی پانی پیئے گی، اور ایک دن تم کنویں سے جتنا پانی بھر سکو، بھر کر رکھ لو۔

(۳۳) سورۂ ہود (۶۸:۱۱) میں قرآنِ کریم ہی نے بتایا ہے کہ یہ عذاب ایک خوفناک چنگھاڑ کی شکل میں آیا جس سے اُن کے کلیجے پھٹ کر رہ گئے۔ مزید تفصیل وہیں پر گذر چکی ہے۔

وَاَطِيْعُوْنِ ﴿١٦٣﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى

مانو۔ ﴿۱۶۳﴾ اور میں تم سے اس کام پر کسی قسم کی کوئی اُجرت نہیں مانگتا۔ میرا اَجر تو صرف اُس ذات نے اپنے ذمے لے رکھا ہے جو سارے دُنیا جہان کی

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٤﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦٥﴾ وَتَذَرُوْنَ

پرورِش کرتی ہے۔ ﴿۱۶۴﴾ کیا دُنیا جہان کے سارے لوگوں میں تم ہو جو مردوں کے پاس جاتے ہو، ﴿۱۶۵﴾ اور تمہاری بیویاں جو تمہارے رَبّ نے تمہارے

مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿١٦٦﴾ قَالُوْا

لئے پیدا کی ہیں، اُن کو چھوڑے بیٹھے ہو؟ حقیقت تو یہ ہے کہ تم حد سے بالکل گذرے ہوئے لوگ ہو۔"(۳۴) ﴿۱۶۶﴾ کہنے لگے: "لوط! اگر تم باز نہ آئے تو تم بھی

لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿١٦٧﴾ قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ

اُن لوگوں میں شامل ہو جاؤ گے جنہیں (بستی سے) نکال باہر کیا جاتا ہے۔" ﴿۱۶۷﴾ لوط نے کہا: "یقین جانو، میں اُن لوگوں میں سے ہوں جو تمہارے اس

مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿١٦٨﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَنَجَّيْنٰهُ

کام سے بالکل بیزار ہیں۔ ﴿۱۶۸﴾ میرے پروردگار! جو حرکتیں یہ لوگ کر رہے ہیں، مجھے اور میرے گھر والوں کو اُن سے نجات دیدے۔"(۳۵) ﴿۱۶۹﴾ چنانچہ ہم

وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿١٧٠﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿١٧١﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا

نے اُن کو اور اُن کے سب گھر والوں کو نجات دی، ﴿۱۷۰﴾ سوائے ایک بڑھیا کے جو پیچھے رہنے والوں میں شامل رہی۔(۳۶) ﴿۱۷۱﴾ پھر اور سب کو

الْاٰخَرِيْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٣﴾ اِنَّ

ہم نے تباہ کر دیا۔ ﴿۱۷۲﴾ اور اُن پر ایک زبردست بارش برسا دی۔(۳۷) غرض بہت بُری بارش تھی جو اُن پر برسی جنہیں پہلے سے ڈرا دیا گیا تھا۔ ﴿۱۷۳﴾

فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٤﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ

یقیناً اس سارے واقعے میں عبرت کا بڑا سامان ہے، پھر بھی ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، ﴿۱۷۴﴾ اور یقین رکھو کہ تمہارا پروردگار صاحبِ

ع ۹ ۱۶ ۱۲ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٧٥﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧٦﴾ اِذْ قَالَ

اقتدار بھی ہے، بڑا مہربان بھی۔ ﴿۱۷۵﴾ اَیکہ کے باشندوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا،(۳۸) ﴿۱۷۶﴾ جبکہ شعیب نے اُن سے کہا کہ:

---

(۳۴) حضرت لوط علیہ السلام جس قوم کی طرف بھیجے گئے تھے، اُن کے مرد فطرت کے خلاف مردوں ہی سے اپنی جنسی ہوس پوری کرتے تھے۔ اُن کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سورۂ ہود (۱۱:۷۷ تا ۸۳) اور سورۂ حجر (۱۵:۵۸ تا ۷۶) میں گذر چکا ہے، اور ہم نے ان کا مختصر تعارف سورۂ اَعراف (۷:۸۰) میں کرایا ہے۔

(۳۵) یعنی اُس کڑھن سے نجات دیدے جو ان لوگوں کو ایسے گھناؤنے کردار میں ملوّث دیکھ کر پیدا ہوتی ہے، اور اُس عذاب سے محفوظ رکھ جو ان کی حرکتوں کی وجہ سے ان پر نازل ہونے والا ہے۔

(۳۶) اس سے مراد خود حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہے جو ایمان لانے کے بجائے اپنی بدکردار قوم کا ساتھ دیتی تھی۔ جب عذاب آنے سے پہلے حضرت لوط علیہ السلام کو شہر سے باہر نکلنے کا حکم ہوا تو یہ عورت اللہ تعالیٰ ہی کے حکم سے پیچھے رہ گئی تھی، اور جب بستی والوں پر عذاب آیا تو یہ بھی اُس کا شکار ہوئی۔

(۳۷) پتھروں کی بارش مراد ہے جو ان لوگوں پر برسائی گئی تھی، جیسا کہ سورۂ حجر میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے۔

لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
"کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ (۱۷۷) یقین جانو کہ میں تمہارے لئے ایک امانت دار پیغمبر ہوں، (۱۷۸) لہٰذا تم اللہ سے ڈرو،
وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ
اور میری بات مانو۔ (۱۷۹) اور میں تم سے اس کام پر کسی قسم کی کوئی اُجرت نہیں مانگتا۔ میرا اُجر تو صرف اُس ذات نے اپنے ذمے لے رکھا ہے
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوْا
جو سارے دُنیا جہان کی پرورش کرتی ہے۔ (۱۸۰) پورا پورا ناپ دیا کرو، اور اُن لوگوں میں سے نہ بنو جو دوسروں کو گھاٹے میں ڈالتے ہیں۔(۳۹) (۱۸۱)
بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي
اور سیدھی ترازو سے تولا کرو، (۱۸۲) اور لوگوں کو اُن کی چیزیں گھٹا کر نہ دیا کرو، اور زمین میں
الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۸۴﴾
فساد مچاتے مت پھرو۔(۴۰) (۱۸۳) اور اُس ذات سے ڈرو جس نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے، اور پچھلی خلقت کو بھی۔" (۱۸۴)
قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ
کہنے لگے: "تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کردیا ہے، (۱۸۵) تمہاری حقیقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ تم ہم جیسے ہی
نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۱۸۶﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ
ایک انسان ہو، اور ہم تمہیں پورے یقین کے ساتھ جھوٹا سمجھتے ہیں۔ (۱۸۶) لہٰذا اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی
الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ
ٹکڑا گرا دو۔" (۱۸۷) شعیب نے کہا: "میرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ تم کیا کر رہے ہو۔"(۴۱) (۱۸۸) غرض ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا جس کا نتیجہ
عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ
یہ ہوا کہ انہیں سائبان والے دن کے عذاب نے آپکڑا۔(۴۲) بیشک وہ ایک زبردست دن کا عذاب تھا۔ (۱۸۹) یقیناً اس سارے واقعے میں عبرت کا

(۳۸) "اَیکہ" اصل میں گھنے جنگل کو کہتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام جس قوم کی طرف بھیجے گئے تھے، وہ ایسے ہی گھنے جنگل کے پاس واقع تھی۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اسی بستی کا نام مدین تھا، اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ مدین کے علاوہ کوئی اور بستی تھی، اور حضرت شعیب علیہ السلام اُس کی طرف بھی بھیجے گئے تھے۔ اس قوم کا واقعہ سورۂ اَعراف (۷: ۸۵ تا ۹۳) میں گذر گیا ہے۔ تفصیلات کے لئے ان آیات کے حواشی ملاحظہ فرمایئے۔

(۳۹) کفر و شرک کے علاوہ ان لوگوں کی ایک خرابی یہ تھی کہ یہ تجارت میں ڈنڈی مارنے کے عادی تھے۔

(۴۰) یہ لوگ مسافروں کو لوٹنے کے لئے ڈاکے بھی ڈالتے تھے۔

(۴۱) یعنی کس وقت کونسا عذاب نازل کیا جائے، یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، وہ جب چاہے گا، جس قسم کا عذاب مناسب ہوگا، نازل فرمادے گا، کیونکہ وہ تمہارے سب کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔

(۴۲) کئی دن تک سخت گرمی پڑنے کے بعد ایک بادل ان کی بستی کے قریب آیا جس کے نیچے بظاہر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، بستی

وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (١٩٠) وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ
بڑا سامان ہے، پھر بھی ان میں سے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، (١٩٠) اور یقین رکھو کہ تمہارا پروردگار صاحبِ اقتدار بھی ہے،
الرَّحِيْمُ (١٩١) وَ اِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (١٩٢) نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ
بڑا مہربان بھی۔ (١٩١) بیشک یہ قرآن رَبّ العالمین کا نازل کیا ہوا ہے۔ (١٩٢) امانت دار فرشتہ اسے لے کر
الْاَمِيْنُ (١٩٣) عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ (١٩٤) بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ
اُترا ہے (١٩٣) (اے پیغمبر!) تمہارے قلب پر اُترا ہے تاکہ تم اُن (پیغمبروں) میں شامل ہو جاؤ جو لوگوں کو خبردار کرتے ہیں، (١٩٤) ایسی عربی زبان
مُّبِيْنٍ (١٩٥) وَ اِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (١٩٦) اَوَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً
میں اُترا ہے جو پیغام کو واضح کردینے والی ہے۔ (١٩٥) اور اس (قرآن) کا تذکرہ پچھلی (آسمانی) کتابوں میں بھی موجود ہے۔ (٤٣) (١٩٦) بھلا کیا ان
اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ (١٩٧) وَ لَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ
لوگوں کے لئے یہ کوئی دلیل نہیں ہے کہ بنو اسرائیل کے علماء اس سے واقف ہیں؟ (٤٤) (١٩٧) اور اگر ہم یہ کتاب عجمی لوگوں میں سے کسی پر نازل
الْاَعْجَمِيْنَ (١٩٨) فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ (١٩٩) كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ
کردیتے، (١٩٨) اور وہ ان کے سامنے پڑھ بھی دیتا تو یہ لوگ تب بھی اُس پر ایمان نہ لاتے۔ (٤٥) (١٩٩) مجرموں کے دِلوں میں تو ہم نے اس کو اسی
فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ (٢٠٠) لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ (٢٠١)
طرح داخل کیا ہے، (٤٦) (٢٠٠) یہ لوگ اس پر اُس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک دردناک عذاب آنکھوں سے نہ دیکھ لیں، (٢٠١) اور وہ ان

کے سب لوگ اس بادل کے نیچے جمع ہو گئے تو اُس بادل نے ان پر انگارے برسائے جس سے وہ سب ہلاک ہو گئے۔

(۴۳) یعنی تورات، زبور اور انجیل میں، نیز دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام کے صحیفوں میں یہ بشارت دی گئی ہے کہ آخری پیغمبر تشریف لانے والے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہوگا۔ اگرچہ اب ان کتابوں میں بہت سی تحریفات ہو گئی ہیں، لیکن ان میں سے متعدد بشارتیں آج بھی ان کتابوں میں موجود ہیں۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے اپنی کتاب "اظہار الحق" کے آخری باب میں یہ بشارتیں تفصیل کے ساتھ نقل فرمائی ہیں۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ راقم الحروف کی شرح و تحقیق کے ساتھ "بائبل سے قرآن تک" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

(۴۴) بنو اسرائیل میں سے جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے، وہ تو کھلم کھلا یہ بتاتے تھے کہ یہود و نصاریٰ کی کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت اور آپ کی علامتیں درج ہیں، لیکن بنی اسرائیل کے جو علماء ایمان نہیں لائے تھے، وہ بھی تنہائی میں کبھی کبھی اس حقیقت کا اعتراف کر لیتے تھے۔

(۴۵) یعنی اگر ہم قرآنِ کریم کے معجزہ ہونے کی اور زیادہ وضاحت اس طرح کردیتے کہ یہ عربی زبان کی کتاب کسی غیر عرب پر نازل ہوتی جو عربی سے ناواقف ہوتا، اور وہ عربی نہ جاننے کے باوجود اس عربی قرآن کو پڑھ کر سنا تا تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے، کیونکہ ایمان نہ لانے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ قرآنِ کریم کی حقانیت کے دلائل معاذ اللہ کمزور ہیں، بلکہ انہوں نے ضد کی بنا پر طے کر رکھا ہے کہ کیسے ہی دلائل سامنے آجائیں، یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

کے پاس اس طرح اچانک آ کھڑا ہو کہ ان کو پتہ بھی نہ چلے، (۲۰۲) پھر یہ کہہ اُٹھیں کہ کیا ہمیں کچھ مہلت مل سکتی ہے؟ (۲۰۳) تو کیا یہ لوگ ہمارے

اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ ثُمَّ

عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں (۴۷)؟ (۲۰۴) بھلا بتاؤ اگر ہم کئی سال تک انہیں عیش کا سامان مہیا کرتے رہیں، (۲۰۵) پھر وہ (عذاب) ان کے اُوپر

جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿۲۰۷﴾ وَمَآ

آ کھڑا ہو جس سے انہیں ڈرایا جا رہا ہے (۲۰۶) تو عیش کا جو سامان ان کو دیا جاتا رہا وہ انہیں (عذاب کے وقت) کیا فائدہ پہنچا سکتا ہے (۴۸)؟ (۲۰۷) اور

اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿۲۰۸﴾ ذِكْرٰى ۖ وَمَا كُنَّا مع

ہم نے کسی بستی کو اس کے بغیر ہلاک نہیں کیا کہ (پہلے) اُس کے لئے خبردار کرنے والے موجود تھے، (۲۰۸) تاکہ وہ نصیحت کریں، اور ہم ایسے تو نہیں

ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۰۹﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۱۰﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا

ہیں کہ ظلم کریں۔ (۲۰۹) اور اس قرآن کو شیاطین لے کر نہیں اُترے (۴۹)، (۲۱۰) نہ یہ قرآن اُن کے مطلب کا ہے، اور نہ وہ

يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۲۱۱﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا

ایسا کر سکتے ہیں، (۲۱۱) اُنہیں تو (وحی کے) سننے سے بھی روک دیا گیا ہے۔ (۲۱۲) لہٰذا اللہ کے ساتھ کوئی معبود نہ مانو،

---

(۴۶) مطلب یہ ہے کہ قرآنِ کریم اگرچہ ہدایت کی کتاب ہے، اور جو لوگ حق کے طلب گار ہوں، اُن کے دِل پر اثر انداز ہوتی ہے اور ان کی ہدایت کا ذریعہ بنتی ہے، لیکن چونکہ انہوں نے ضد کا راستہ اپنا رکھا ہے، اس لئے ہم بھی ان کے دِلوں میں قرآن اس طرح داخل کرتے ہیں کہ اُس کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

(۴۷) اُوپر عذاب کا جو ذکر آیا، اُس کو سن کر کافر لوگ مذاق اُڑانے کے انداز میں یہ کہتے تھے کہ اگر ہم پر عذاب ہونا ہے تو ابھی جلدی ہو جائے۔ یہ آیات اُس کا جواب ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے فوراً کسی پر عذاب نازل نہیں کرتا، بلکہ اُس کے پاس ایسے رہنما بھیجتا ہے جو اُسے خبردار کریں، اور پھر اُسے مہلت دیتا ہے کہ وہ اگر حق کو قبول کرنا چاہے تو کرلے۔

(۴۸) عذاب کے جلدی نہ آنے پر کافروں کا ایک استدلال یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں بڑے عیش دے رکھے ہیں اگر ہم لوگ غلط راستے پر ہوتے تو یہ عیش ہمیں کیوں دیا جاتا؟ ان آیات میں جواب دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ مہلت سنبھلنے کے لئے دی ہوئی ہے، اگر کچھ لوگ سنبھل گئے تو خیر، ورنہ جب مہلت ختم ہونے پر، مثلاً مرنے کے بعد عذاب آئے گا تو یہ عیش و عشرت جس کے مزے تم دُنیا میں اُڑا رہے ہو، کچھ بھی کام نہیں آئے گا، بلکہ اُس وقت معلوم ہوگا کہ آخرت کی زندگی کے مقابلے میں اُس کی ذرّہ برابر کوئی وقعت نہیں ہے۔

(۴۹) یہاں سے چند اُن باتوں کی تردید کی جارہی ہے جو کفارِ مکہ قرآنِ کریم کے بارے میں کہا کرتے تھے۔ بنیادی طور پر اُن کے دو دعوے تھے، بعض لوگوں کا کہنا تھا کہ معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاہن ہیں، اور بعض لوگ آپ کو شاعر کہہ کر قرآنِ کریم کو شاعری کی کتاب قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں ان دونوں باتوں کی تردید فرمائی ہے۔ "کاہن" اُن لوگوں کو کہا جاتا تھا جن کا دعویٰ یہ تھا کہ جنات اُن کے قبضے میں ہیں جو اُنہیں غیب کی خبریں لا کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان

اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿٢١٣﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿٢١٤﴾

کبھی تم بھی اُن لوگوں میں شامل ہوجاؤ جنہیں عذاب ہوگا۔ ﴿٢١٣﴾ اور (اے پیغمبر!) تم اپنے قریب ترین خاندان کو خبردار کرو،(٥٠) ﴿٢١٤﴾

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢١٥﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ

اور جو مؤمن تمہارے پیچھے چلیں، اُن کے لئے انکساری کے ساتھ اپنی شفقت کا بازو جھکادو، ﴿٢١٥﴾ اور اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو کہہ دو کہ:

فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٢١٦﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٢١٧﴾

"جو کچھ تم کررہے ہو، اُس سے میرا کوئی تعلق نہیں۔" ﴿٢١٦﴾ اور اُس (اللہ) پر بھروسہ رکھو جو بڑا اقتدار والا، بہت مہربان ہے، ﴿٢١٧﴾ جو تمہیں اُس وقت

الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿٢١٩﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ

بھی دیکھتا ہے جب تم (عبادت کے لئے) کھڑے ہوتے ہو، ﴿٢١٨﴾ اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تمہاری آمد و رفت کو بھی دیکھتا ہے، ﴿٢١٩﴾ یقین

الْعَلِيْمُ ﴿٢٢٠﴾ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ

رکھو کہ وہی ہے جو ہر بات سنتا ہر چیز جانتا ہے۔ ﴿٢٢٠﴾ کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کن لوگوں پر اُترتے ہیں؟ ﴿٢٢١﴾ وہ ہر ایسے شخص پر اُترتے ہیں جو

اَثِيْمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿٢٢٣﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ

پرلے درجے کا جھوٹا گنہگار ہو، ﴿٢٢٢﴾ وہ سنی سنائی بات لا ڈالتے ہیں،(٥١) اور اُن میں سے اکثر جھوٹے ہوتے ہیں۔ ﴿٢٢٣﴾ رہے شاعر لوگ، تو اُن کے

الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا

پیچھے تو بے راہ لوگ چلتے ہیں ﴿٢٢٤﴾ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں بھٹکتے پھرتے ہیں(٥٢)؟ ﴿٢٢٥﴾ اور یہ کہ وہ ایسی باتیں کہتے ہیں

آیات میں کاہنوں کی یہ حقیقت بیان فرمائی ہے کہ جو جِنّات اُن کے پاس آتے ہیں، وہ دراصل شیاطین ہیں۔ اور قرآنِ کریم کے مضامین ایسے ہیں کہ شیاطین کو کبھی پسند نہیں آسکتے، اور نہ وہ ایسی نیکی کی باتیں کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

(٥٠) یہ وہ آیت ہے جس کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلی بار تبلیغ کا حکم ہوا، اور یہ ہدایت دی گئی کہ تبلیغ کا آغاز اپنے قریبی خاندان کے لوگوں سے فرمائیں، چنانچہ اسی آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ نے اپنے خاندان کے قریبی لوگوں کو جمع کر کے اُن کو دِینِ حق کی دعوت دی۔ اس میں یہ سبق بھی دیا گیا ہے کہ اصلاح کا کام کرنے والے کو سب سے پہلے اپنے گھر اور اپنے خاندان سے شروع کرنا چاہئے۔

(٥١) یعنی شیاطین کی باتوں پر بھروسہ کرنے والے کوئی نیک لوگ نہیں، گنہگار لوگ ہوتے ہیں، اور ان شیاطین کا یہ دعویٰ بھی بالکل لغو ہے کہ اُنہیں غیب کی خبریں معلوم ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ کبھی فرشتوں کی کوئی بات اُن کے کانوں میں پڑجاتی ہے تو وہ اُس میں بہت سے جھوٹ شامل کر کے اپنے معتقدین کو آکر بتادیتے ہیں۔

(٥٢) یہ کفار کی دوسری بات کی تردید ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معاذ اللہ شاعر ہیں، اور قرآنِ کریم شاعری کی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شاعری تو ایک تخیلاتی چیز ہے جس کا بسا اوقات حقیقت سے تعلق نہیں ہوتا، چنانچہ وہ اپنی خیالی وادیوں میں بھٹکتے رہتے ہیں، طرح طرح کے مبالغے کرتے ہیں، اور تشبیہات اور اِستعاروں میں حد سے گذر جاتے ہیں۔ اس لئے جو

لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ

جو کرتے نہیں ہیں،(۵۳) ﴿۲۲۶﴾ ہاں مگر وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جو ایمان لائے، اور انہوں نے نیک عمل کئے، اور اللہ کو

كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَ سَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ

کثرت سے یاد کیا، اور اپنے اُوپر ظلم ہونے کے بعد اُس کا بدلہ لیا۔(۵۴) اور ظلم کرنے والوں کو عنقریب پتہ چل جائے گا کہ

مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾

وہ کس انجام کی طرف پلٹ رہے ہیں۔ ﴿۲۲۷﴾

لوگ شاعری ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیتے ہیں، اُن کو کوئی بھی اپنا دِینی پیشوا نہیں بناتا، اور اگر کوئی اُن کو اپنا مقتدا بناتا بھی ہے تو وہ جو خود گمراہ ہو، اور حقیقت کے بجائے خیالی دُنیا میں رہنا چاہتا ہو۔

(۵۳) یعنی اپنی شیخی بگھارتے ہوئے ایسے دعوے کرتے ہیں جن کا اُن کی عملی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

(۵۴) یہ اِستثناذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ اگر شاعری میں یہ خرابیاں نہ ہوں، اور اِیمان اور عملِ صالح کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے کوئی شاعری کرے، اور اپنے شاعرانہ تخیلات کو دِین و مذہب کے خلاف استعمال نہ کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور ظلم کا بدلہ لینے کا ذکر بطورِ خاص اس لئے کیا گیا ہے کہ اُس زمانے میں شاعری پروپیگنڈے کا سب سے مؤثر ذریعہ سمجھی جاتی تھی۔ کوئی شاعر کسی کے خلاف کوئی شاندار ہجو یہ قصیدہ کہہ دیتا تو وہ لوگوں کی زبانوں پر چڑھ جاتا تھا۔ چنانچہ بعض بدنہاد کافروں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی اس قسم کے اَشعار کہہ کر مشہور کردیئے تھے۔ بعض صحابہ مثلاً حضرت حسان بن ثابتؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اُس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعتیہ قصیدے کہے، اور اُن میں کفار کے اعتراضات کا جواب دیا، بلکہ اُن کی اپنی حقیقت واضح فرمائی۔ اس آیت میں اُن حضرات کی شاعری کی تائید کی گئی ہے۔

الحمدللہ! آج بتاریخ ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۴ مئی ۲۰۰۷ء کو دُبئی سے فرینکفرٹ جاتے ہوئے جہاز میں سورۂ شعراء کے ترجمے اور تشریحی حواشی کی تکمیل ہوئی۔ اور آیت نمبر ۱۶۰ کے حواشی سے لے کر آخر سورت تک کا سارا کام اسی سفر کے دوران جہاز ہی میں مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی خالص رضا کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

وصلى الله تعالىٰ علىٰ نبينا الكريم وعلىٰ آله وأصحابه أجمعين۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

سُوۡرَةُ النَّمۡلِ

تعارف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک روایت کے مطابق یہ سورت پچھلی سورت یعنی سورۂ شعراء کے فوراً بعد نازل ہوئی تھی۔ دوسری مکی سورتوں کی طرح اس کا موضوع بھی اسلام کے بنیادی عقائد کا اِثبات اور کفر کے بُرے نتائج کا بیان ہے۔ حضرت موسیٰ، اور حضرت صالح علیہما السلام کے واقعات کی طرف مختصر اِشارہ کرتے ہوئے یہ بتایا گیا ہے کہ ان کی قوموں نے اس بنا پر اُن کی بات نہیں مانی کہ اُنہیں اپنی دولت اور اپنے سماجی رُتبے پر گھمنڈ تھا۔ اسی طرح کفارِ مکہ بھی گھمنڈ میں مبتلا ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کر رہے تھے۔ دوسری طرف حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی دولت اور بے نظیر بادشاہت سے نوازا تھا، لیکن یہ دولت اور بادشاہت اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کے اَحکامات پر عمل کرنے سے مانع نہیں ہوئی۔ اسی طرح سبأ کی ملکہ بلقیس بھی بہت دولت مند تھی، لیکن حق واضح ہونے کے بعد اُس نے اُس کو فوراً قبول کرلیا۔ اس سیاق میں حضرت سلیمان علیہ السلام اور سبأ کی ملکہ کا واقعہ اس سورت میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اور اُس کے بعد کائنات میں پھیلی ہوئی قدرتِ خداوندی کی نشانیوں کو بڑے مؤثر انداز میں ذکر فرمایا گیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ثابت ہوتی ہے۔ "نمل" کے معنی عربی میں "چیونٹی" کے ہوتے ہیں، اور چونکہ اس سورت کی آیت نمبر ۱۸ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ چیونٹیوں کی وادی کے پاس سے گذرے تھے، اس لئے، اس کا نام "سورۂ نمل" رکھا گیا ہے۔

آیاتها ۹۳ ۲۷ سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ ۴۸ رکوعاتها ۷

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ترانوے آیتیں اور سات رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۙ﴿۱﴾ هُدًى وَّ بُشْرٰى

طٰسٓ۔ یہ قرآن کی اور ایک ایسی کتاب کی آیتیں ہیں جو حقیقت کھول دینے والی ہے، ﴿۱﴾ یہ اُن مؤمنوں کے لئے

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۲﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ هُمْ

سراپا ہدایت اور خوشخبری بن کر آئی ہے ﴿۲﴾ جو نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور وہی ہیں جو

بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ﴿۳﴾ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ہم نے اُن کے اعمال کو

زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ

اُن کی نظروں میں خوشنما بنادیا ہے،(۱) اس لئے وہ بھٹکتے پھر رہے ہیں۔ ﴿۴﴾ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے برا

الْعَذَابِ وَ هُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾ وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى

عذاب ہے، اور وہی ہیں جو آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ ﴿۵﴾ اور (اے پیغمبر!) بلاشبہ تمہیں یہ

الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ﴿۶﴾ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ

قرآن اُس (اللہ) کی طرف سے عطا کیا جارہا ہے جو حکمت کا بھی مالک ہے، علم کا بھی مالک۔ ﴿۶﴾ اُس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے گھر

اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ

والوں سے کہا تھا کہ: ''مجھے ایک آگ نظر آئی ہے۔ میں ابھی تمہارے پاس وہاں سے کوئی خبر لے کر آتا ہوں، یا پھر تمہارے پاس آگ کا کوئی

لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ الثلث

شعلہ اُٹھا کر لے آؤں گا، تا کہ تم آگ سے گرمی حاصل کر سکو۔''(۲) ﴿۷﴾ چنانچہ جب وہ اُس آگ کے پاس پہنچے تو اُنہیں آواز دی گئی کہ: ''برکت ہو اُن

وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸﴾ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ

پر بھی جو اس آگ کے اندر ہیں، اور اُس پر بھی جو اس کے آس پاس ہے،(۳) اور پاک ہے اللہ جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ ﴿۸﴾ اے موسیٰ! بات

(۱) یعنی اُن کی ضد کی وجہ سے اُنہیں اُن کے حال پر چھوڑ دیا گیا ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنے سارے برے اعمال کو اچھا سمجھتے ہیں، اور ہدایت کی طرف نہیں آتے۔

(۲) یہاں یہ واقعہ محض ایک اشارے کے طور پر آیا ہے، مفصل واقعہ اگلی سورت یعنی ''سورۂ قصص'' میں آنے والا ہے۔

(۳) یہ حقیقت میں آگ نہیں تھی، بلکہ ایک نور تھا، اور اُس میں فرشتے تھے، ان کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت کی دُعا دی گئی،

الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٩ وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ

یہ ہے کہ میں اللہ ہوں، بڑے اقتدار والا، بڑی حکمت والا، (۹) اور ذرا اپنی لاٹھی کو نیچے پھینکو۔" پھر جب اُنہوں نے لاٹھی کو دیکھا کہ وہ اس طرح

وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۣ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ

حرکت کر رہی ہے جیسے وہ کوئی سانپ ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے، اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ (ارشاد ہوا:) "موسیٰ! ڈرو نہیں، جن کو پیغمبر بنایا جاتا ہے، ان

الْمُرْسَلُوْنَ ۝١٠ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْۗءٍ فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ

کو میرے حضور کوئی اندیشہ نہیں ہوتا، (۱۰) الا یہ کہ کسی نے کوئی زیادتی کی ہو(۴) پھر وہ برائی کے بعد اُسے بدل کر اچھے کام کر لے، تو میں بہت بخشنے

رَّحِيْمٌ ۝١١ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۣ

والا، بڑا مہربان ہوں۔ (۱۱) اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کرو، تو وہ کسی بیماری کے بغیر سفید ہو کر نکلے گا۔ یہ دونوں باتیں اُن نو نشانیوں میں سے

فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝١٢

ہیں جو فرعون اور اُس کی قوم کی طرف (تمہارے ذریعے) بھیجی جا رہی ہیں(۵)۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ نافرمان لوگ ہیں۔" (۱۲) پھر ہوا یہ کہ جب اُن کے

فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝١٣ۚ وَجَحَدُوْا

پاس ہماری نشانیاں اس طرح پہنچیں کہ وہ آنکھیں کھولنے والی تھیں، تو اُنہوں نے کہا کہ: "یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔" (۱۳) اور اگرچہ اُن کے دلوں

بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کو ان (کی سچائی) کا یقین ہو چکا تھا، مگر انہوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے اُن کا انکار کیا۔ اب دیکھ لو کہ ان فساد مچانے والوں کا

الْمُفْسِدِيْنَ ۝١٤ ۧ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ ع

انجام کیسا ہوا؟(۶) (۱۴) اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو علم عطا کیا۔ اور انہوں نے کہا: "تمام تعریفیں اللہ کی ہیں جس نے ہمیں اپنے بہت سے مؤمن

الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰي كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١٥ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ

بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔" (۱۵) اور سلیمان کو داؤد کی وراثت ملی(۷) اور اُنہوں نے کہا: "اے لوگو!

اور اُس کے آس پاس موسیٰ علیہ السلام تھے، اُن کو بھی۔

(۴) یعنی اللہ تعالیٰ کے حضور پیغمبروں کو کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہیں ہوتا، البتہ کسی سے کوئی قصور ہو گیا ہو، تو اُسے یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس پر ناراض نہ ہوں، لیکن جب ایسا کوئی شخص توبہ اور استغفار کے بعد اپنے حالات کی اصلاح کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے معاف فرما دیتے ہیں۔

(۵) ان نشانیوں کا بیان سورۂ اعراف (۷:۱۳۰ و ۱۳۳) میں گذر چکا ہے۔

(۶) اس انجام کا مفصل ذکر سورۂ یونس (۱۰:۹۰ تا ۹۲) اور سورۂ شعراء (۲۶:۶۰ تا ۶۶) میں گذر چکا ہے۔

(۷) یاد رہے کہ ایک صحیح حدیث کے مطابق انبیاء علیہم السلام کا ترکہ اُن کے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا اس لئے یہاں وراثت ملنے کا مطلب یہ ہے کہ نبوّت اور سلطنت میں وہ اپنے والد حضرت داود علیہ السلام کے جانشین ہوئے۔

دَاوٗدَ وَقَالَ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ
ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے،(۸) اور ہمیں ہر (ضرورت کی) چیز عطا کی گئی ہے۔
شَيْءٍ ۭ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ﴿١٦﴾ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ
یقیناً یہ (اللہ تعالیٰ کا) کھلا ہوا فضل ہے۔" (۱۶) اور سلیمان کے لئے اُن کے سارے لشکر جمع کردیئے گئے تھے جو
الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿١٧﴾ حَتّٰٓي اِذَآ اَتَوْا عَلٰي وَادِ
جنات، انسانوں اور پرندوں پر مشتمل تھے، چنانچہ اُنہیں قابو میں رکھا جاتا تھا۔(۹) (۱۷) یہاں تک کہ ایک دن جب یہ سب چیونٹیوں کی وادی میں
النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ
پہنچے تو ایک چیونٹی نے کہا: "چیونٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور
جُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ
اُن کا لشکر تمہیں پیس ڈالے، اور اُنہیں پتہ بھی نہ چلے۔" (۱۸) اُس کی بات پر سلیمان مسکرا کر ہنسے، اور کہنے لگے: "میرے پروردگار! مجھے اس
اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ
بات کا پابند بنادیجئے کہ میں آپ کی اُن نعمتوں کا شکر ادا کروں جو آپ نے مجھے اور میرے والدین کو عطا فرمائی ہیں،
صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٩﴾ وَتَفَقَّدَ
اور وہ نیک عمل کروں جو آپ کو پسند ہو، اور اپنی رحمت سے مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل فرمالیجئے۔" (۱۹) اور
الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ڮ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَاۗىِٕبِيْنَ ﴿٢٠﴾
انہوں نے (ایک مرتبہ) پرندوں کی حاضری لی تو کہا: "کیا بات ہے، مجھے ہدہد نظر نہیں آرہا، کیا وہ کہیں غائب ہوگیا ہے؟ (۲۰)

---

(۸) حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی بولیاں سکھا دی تھیں جس کی وجہ سے اُن کو پتہ چل جاتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ بلکہ آگے چیونٹی کا جو واقعہ آرہا ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہیں پرندوں کے علاوہ دوسرے جانوروں کی بولی بھی سکھائی گئی تھی۔ بعض معاصرین نے نہ جانے اس بات کو تسلیم کرنے میں کیا دشواری محسوس کی ہے جس کی وجہ سے اُنہوں نے ان آیتوں میں دُور اَز کار تاویلات کا دروازہ کھول دیا ہے، حالانکہ یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ جانوروں کی ایک بولی ہوتی ہے۔ ہم چاہیں اُسے نہ سمجھیں، لیکن جس پروردگار نے اُنہیں پیدا کیا ہے، اور بولنے پر قدرت عطا فرمائی ہے، ظاہر ہے کہ وہ اُن کی بولی کو بھی جانتا اور سمجھتا ہے۔ لہٰذا اگر وہ یہ بولی اپنے کسی پیغمبر کو سکھادے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟

(۹) یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو سلطنت عطا فرمائی تھی، وہ صرف انسانوں پر ہی نہیں، بلکہ جنات اور پرندوں پر بھی تھی، چنانچہ جب اُن کا لشکر چلتا تھا تو اُس میں جنات، انسان اور پرندے سب شامل ہوتے تھے، اور اس طرح لشکر کے افراد اتنے زیادہ ہوجاتے تھے کہ اُنہیں قابو میں رکھنے کا خاص اہتمام کرنا پڑتا تھا، لیکن نظم وضبط پھر بھی قائم رہتا تھا۔

لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢١﴾

میں اُسے سخت سزا دُوں گا، یا اُسے ذبح کرڈالوں گا، اِلّا یہ کہ وہ میرے سامنے کوئی واضح وجہ پیش کرے۔" ﴿٢١﴾

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍۭ

پھر ہدہد نے زیادہ دیر نہیں لگائی، اور (آکر) کہا کہ: "میں نے ایسی معلومات حاصل کی ہیں جن کا آپ کو علم نہیں ہے، اور میں ملکِ سبأ سے آپ

بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ

کے پاس ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔(١٠) ﴿٢٢﴾ میں نے وہاں ایک عورت کو پایا جو اُن لوگوں پر بادشاہت کررہی ہے، اور اُس کو ہر طرح کا ساز و

شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ

سامان دیا گیا ہے، اور اُس کا ایک شاندار تخت بھی ہے۔ ﴿٢٣﴾ میں نے اُس عورت اور اُس کی قوم کو پایا ہے کہ وہ اللہ کو چھوڑ کر سورج کے آگے

دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا

سجدے کرتے ہیں، اور شیطان نے اُن کو یہ سمجھا دیا ہے کہ اُن کے اعمال بہت اچھے ہیں، چنانچہ اُس نے اُنہیں صحیح راستے سے روک رکھا ہے اور

يَهْتَدُوْنَ ﴿٢٤﴾ لا اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ

اس طرح وہ ہدایت سے اتنے دُور ہیں ﴿٢٤﴾ کہ اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کو باہر نکال لاتا ہے، اور تم جو کچھ

وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ

چھپاؤ، اور جو کچھ ظاہر کرو، سب کو جانتا ہے۔ ﴿٢٥﴾ اللہ تو وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، (اور)

رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۩ ﴿٢٦﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ السجدة ١٠

جو عرشِ عظیم کا مالک ہے۔" (*) ﴿٢٦﴾ سلیمان نے کہا: "ہم ابھی دیکھ لیتے ہیں کہ تم نے سچ کہا ہے، یا جھوٹ بولنے والوں میں تم بھی

الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ

شامل ہوگئے ہو۔ ﴿٢٧﴾ میرا یہ خط لے کر جاؤ، اور اُن کے پاس ڈال دینا، پھر الگ ہٹ جانا، اور دیکھنا کہ وہ جواب

مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ

میں کیا کرتے ہیں۔" ﴿٢٨﴾ (چنانچہ ہدہد نے ایسا ہی کیا اور) ملکہ نے (اپنے درباریوں سے) کہا: "قوم کے سردارو! میرے سامنے ایک باوقار

كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾ لا اَلَّا

خط ڈالا گیا ہے، ﴿٢٩﴾ وہ سلیمان کی طرف سے آیا ہے، اور وہ اللہ کے نام سے شروع کیا گیا ہے جو رحمٰن و رحیم ہے، ﴿٣٠﴾ (اُس میں لکھا ہے) کہ:

---

(١٠) "سبأ" ایک قوم کا نام تھا جو یمن کے ایک علاقے میں آباد تھی، اُسی قوم کے نام پر اُس علاقے کو بھی "سبأ" کہا جاتا تھا۔ اُس وقت یہاں ایک ملکہ حکمرانی کررہی تھی جس کا نام تاریخی روایتوں میں "بلقیس" بیان کیا گیا ہے۔

(*) یہ سجدے کی آیت ہے، جو کوئی شخص عربی میں یہ آیت پڑھے یا سنے اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی احتیاطاً سجدہ کرلینا ضروری ہے۔

تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْ
"میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو، اور میرے پاس تابع دار بن کر چلے آؤ(۱۱)" ﴿۳۱﴾ ملکہ نے کہا: "قوم کے سردارو! جو مسئلہ میرے سامنے آیا ہے،
اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا
اُس میں مجھے فیصلہ کن مشورہ دو۔ میں کسی مسئلے کا حتمی فیصلہ اُس وقت تک نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود نہ ہو۔" ﴿۳۲﴾ انہوں نے کہا:
قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ۬ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ
"ہم طاقت ور اور ڈٹ کر لڑنے والے لوگ ہیں، آگے معاملہ آپ کے سپرد ہے، اب آپ دیکھ لیں کہ کیا حکم دیتی ہیں۔" ﴿۳۳﴾ ملکہ بولی:
اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْۤا اَعِزَّةَ اَهْلِهَاۤ
"حقیقت یہ ہے کہ بادشاہ لوگ جب کسی بستی میں گھس آتے ہیں تو اُسے خراب کر ڈالتے ہیں، اور اُس کے باعزت باشندوں کو ذلیل کر کے
اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ
چھوڑتے ہیں، اور یہی کچھ یہ لوگ بھی کریں گے۔ ﴿۳۴﴾ اور میں ان کے پاس ایک تحفہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھوں گی کہ ایلچی
بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۫ فَمَاۤ
کیا جواب لے کر واپس آتے ہیں؟" ﴿۳۵﴾ چنانچہ جب ایلچی سلیمان کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا: "کیا تم مال سے میری امداد کرنا چاہتے ہو؟
اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّاۤ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ
اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے جو کچھ مجھے دیا ہے، وہ اُس سے کہیں بہتر ہے جو تمہیں دیا ہے، البتہ تم ہی لوگ اپنے تحفے پر خوش ہوتے ہو۔ ﴿۳۶﴾ اُن
اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَاۤ اَذِلَّةً
کے پاس واپس جاؤ، کیونکہ اب ہم اُن کے پاس ایسے لشکر لے کر پہنچیں گے جن کے مقابلے کی اُن میں تاب نہیں ہوگی، اور انہیں وہاں سے اس طرح
وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ
نکالیں گے کہ وہ ذلیل ہوں گے، اور ماتحت بن کر رہیں گے۔" ﴿۳۷﴾ سلیمان نے کہا: "اے اہل دربار! تم میں سے کون ہے جو اُس عورت کا تخت ان
اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ
کے تابع دار بن کر آنے سے پہلے ہی میرے پاس لے آئے(۱۲)؟" ﴿۳۸﴾ ایک قوی ہیکل جن نے کہا: "آپ اپنی جگہ سے اُٹھے بھی نہ ہوں گے کہ میں اُس

---

(۱۱) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یمن کا یہ علاقہ بھی اصل میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ماتحت تھا، لیکن کسی وقت اس عورت نے خفیہ طور پر یہاں اپنی حکومت قائم کرلی تھی، جس کی خبر آکر ہدہد نے دی۔ اسی وجہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مختصر مگر نہایت بلیغ خط میں کوئی تفصیلی بات کرنے کے بجائے بلقیس اور اُس کی قوم کو سرکشی سے باز رہنے اور تابع دار بننے کا حکم دیا۔

(۱۲) حضرت سلیمان علیہ السلام دراصل یہ چاہتے تھے کہ جب ملکہ آئے تو اُس کے سامنے اُن کا یہ معجزہ ظاہر ہو کہ اتنا بھاری تخت ملکہ کے آنے سے پہلے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا، اور اس طرح اُن کی طاقت کا بھی مظاہرہ ہو۔

اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّیْ عَلَیْهِ لَقَوِیٌّ اَمِیْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ

سے پہلے ہی اُسے آپ کے پاس لے آؤں گا، اور یقین رکھئے کہ میں اس کام کی پوری طاقت رکھتا ہوں، (اور) امانت دار بھی ہوں(۱۳)۔" ﴿۳۹﴾ جس کے

عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِیْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ یَّرْتَدَّ اِلَیْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ

پاس کتاب کا علم تھا، وہ بول اُٹھا: "میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی اُسے آپ کے پاس لے آتا ہوں(۱۴)۔" چنانچہ جب سلیمان نے وہ تخت اپنے

مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ ۖ لِیَبْلُوَنِیْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ

پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا: "یہ میرے پروردگار کا فضل ہے، تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری؟ اور جو کوئی شکر کرتا ہے، تو وہ اپنے

وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا یَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ كَرِیْمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ

ہی فائدے کے لئے شکر کرتا ہے، اور اگر کوئی ناشکری کرے تو میرا پروردگار بے نیاز ہے، کریم ہے۔" ﴿۴۰﴾ سلیمان نے (اپنے خدام سے) کہا

نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِیْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِیْنَ لَا یَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾

کہ: "اس ملکہ کے تخت کو اس کے لئے اجنبی بنادو،(۱۵) دیکھیں وہ اُسے پہچانتی ہے، یا وہ اُن لوگوں میں سے ہے جو حقیقت تک نہیں پہنچتے؟" ﴿۴۱﴾

فَلَمَّا جَآءَتْ قِیْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِیْنَا

غرض جب وہ آئی تو اُس سے پوچھا گیا: "کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے؟" کہنے لگی: "ایسا لگتا ہے کہ یہ تو بالکل وہی ہے(۱۶)۔ ہمیں تو اس سے پہلے ہی

---

(۱۳) یہ کوئی جن تھا جس نے یہ پیشکش کی کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار ختم کرنے سے پہلے ہی وہ تخت اُٹھالائے گا۔ اور یہ اطمینان دلایا کہ نہ صرف یہ کہ اُس میں اتنی طاقت ہے، بلکہ وہ امانت دار بھی ہے، اس لئے اُس تخت میں جو سونا چاندی یا ہیرے جواہرات لگے ہوں گے، اُن میں کوئی خرد برد نہیں کرے گا۔

(۱۴) قرآنِ کریم نے اس شخص کا تعین نہیں فرمایا، صرف اتنا کہا ہے کہ اس کے پاس کتاب کا علم تھا۔ بظاہر اس کتاب سے مراد "تورات" ہے، اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وزیر "آصف بن برخیا" تھے، اور ان کو اسم اعظم کا علم حاصل تھا جس کی بنا پر اُنہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کی برکت سے پلک جھپکنے کی دیر میں تخت وہاں لے آئیں گے۔ دوسری طرف امام رازیؒ وغیرہ نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اس سے مراد خود حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں، کیونکہ کتاب کا جتنا علم اُن کو حاصل تھا، اُتنا کسی اور کو نہیں تھا، اور شروع میں تو آپ نے اہلِ دربار اور خاص طور پر جنات کو خطاب کر کے فرمایا تھا کہ کون ہے جو اس ملکہ کا تخت اُس کے آنے سے پہلے ہی یہاں لے آئے، لیکن اس سے اُن کا مقصد جنات کا غرور توڑنا تھا۔ چنانچہ جب ایک جن نے بڑے فخریہ انداز میں یہ کہا کہ میں دربار ختم ہونے سے پہلے ہی تخت لے آؤں گا تو اُس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے خود یہ فرمایا کہ تم تو دربار ختم ہونے کی بات کر رہے ہو، میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے معجزے کے طور پر اُسے تمہاری پلک جھپکنے سے پہلے ہی یہاں لے آؤں گا۔ چنانچہ پھر اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی ہوگی، اور اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت وہ تخت وہاں حاضر کرادیا۔

(۱۵) یعنی اس کی شکل میں کوئی ایسی تبدیلی کردو جس کی وجہ سے اُسے پہچاننے میں کچھ دقت ہو، اور اُس کی سمجھ کو آزمایا جاسکے۔

(۱۶) بلقیس سمجھ گئی کہ اس تخت کی شکل میں کچھ رَدّو بدل کیا گیا ہے، اس لئے اُس نے ایک طرف تو یقین ظاہر کرنے کے بجائے یہ کہا کہ: "ایسا لگتا ہے" لیکن دوسری طرف یہ بھی ظاہر کردیا کہ وہ اپنے تخت کو پہچان گئی ہے۔

الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَ كُنَّا مُسْلِمِيْنَ ۝۴۲ وَ صَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ
(آپ کی سچائی کا) علم عطا ہوگیا تھا، اور ہم سر جھکا چکے تھے۔"(۱۷) ۝۴۲ اور (اب تک) اُس کو (ایمان لانے سے) اس بات نے روک رکھا تھا کہ وہ
اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ۝۴۳ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ
اللہ کے بجائے دوسروں کی عبادت کرتی تھی، آخر وہ ایک کافر قوم سے تعلق رکھتی تھی۔(۱۸) ۝۴۳ اُس سے کہا گیا کہ: "اس محل میں داخل ہو جاؤ۔"(۱۹) اُس
فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّ كَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ
نے جو دیکھا تو یہ سمجھی کہ یہ پانی ہے، اس لئے اُس نے (پائینچے چڑھا کر) اپنی پنڈلیاں کھول دیں۔ سلیمان نے کہا کہ: "یہ تو محل ہے جو شیشوں کی
مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ وَ اَسْلَمْتُ مَعَ
وجہ سے شفاف نظر آرہا ہے۔" ملکہ بول اٹھی: "میرے پروردگار! حقیقت یہ ہے کہ میں نے (اب تک) اپنی جان پر ظلم کیا ہے، اور اَب میں نے
سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۴ ۧ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَاۤ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ع
سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین کی فرماں برداری قبول کرلی ہے۔"(۲۰) ۝۴۴ اور ہم نے قوم ثمود کے پاس اُن کے بھائی صالح کو یہ پیغام دے کر

(۱۷) یعنی مجھے آپ کی سچائی کا یقین کرنے کے لئے یہ معجزہ دیکھنے کی ضرورت نہیں تھی، بلکہ آپ کے ایلچیوں کے ذریعے آپ کے جو حالات مجھے معلوم ہوئے تھے، اُن کی وجہ سے مجھے پہلے ہی آپ کی سچائی کا علم حاصل ہوگیا تھا، اور ہم نے آپ کی تابع داری میں سر جھکانے کا ارادہ کرلیا تھا۔

(۱۸) بلقیس نے چونکہ سمجھ کی بات کی تھی کہ ہمیں پہلے ہی آپ کی سچائی کا علم ہو چکا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی اُس کی تعریف فرمائی کہ وہ ایک سمجھدار عورت تھی، اور اب تک وہ جو ایمان نہیں لائی تھی، اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کی ساری قوم کافر تھی، اور انسان جب ایسے ماحول میں ہو تو بے سوچے سمجھے ماحول کے مطابق کام کرتا رہتا ہے، لیکن جب اُسے توجہ دِلائی گئی تو اُس نے حق بات کے ماننے میں دیر نہیں لگائی۔

(۱۹) حضرت سلیمان علیہ السلام نے دُنیا پرستوں پر رُعب ڈالنے کے لئے ایک ایسا شیش محل بنوایا تھا جس کے صحن میں ایک پانی کا حوض تھا، اور اُس پر بھی مہین اور شفاف شیشے کی چھت اس طرح ڈال دی تھی کہ غور سے دیکھے بغیر شیشہ نظر نہیں آتا تھا، اور سرسری نظر سے دیکھیں تو وہ کھلا ہوا حوض معلوم ہوتا تھا۔ محل میں داخل ہونے کے لئے اُسی حوض کے اُوپر سے گذرنا پڑتا تھا، چنانچہ جب بلقیس محل میں داخل ہونے کے لئے چلی تو سامنے وہ حوض نظر آیا جس کا پانی گہرا نہیں تھا، اس لئے اُس نے حوض سے گذرنے کے لئے اپنے پائینچے چڑھا لئے۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُسے بتایا کہ پائینچے چڑھانے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ اس حوض کے اُوپر شیشہ چڑھا ہوا ہے، اور اس پر سے گذرتے ہوئے پانی میں بھیگنے کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

(۲۰) ملکہ بلقیس حضرت سلیمان علیہ السلام کی سچائی کی تو پہلے ہی قائل ہو چکی تھی، محل کی یہ شان وشوکت دیکھ کر اُس کے دِل میں آپ کی مزید عظمت پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دُنیا کے لحاظ سے بھی ایسی شان وشوکت سے نوازا ہے۔ اس لئے وہ بالکل فرماں بردار ہوکر رہی۔ اس واقعے کو ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس طرف توجہ دِلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے دُنیا کے مال ودولت اور اقتدار حاصل کرنے کے بعد ناشکری کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی اور زیادہ اطاعت اختیار کرتے ہیں، اور دُنیا کی

اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ

بھیجا کہ تم اللہ کی عبادت کرو،(٢١) تو اچانک وہ دو گروہ بن گئے جو آپس میں جھگڑنے لگے۔ ﴿٤٥﴾ صالح نے کہا: "میری قوم کے لوگو! اچھائی سے پہلے

تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿٤٦﴾

بُرائی کو کیوں جلدی مانگتے ہو؟(٢٢) تم اللہ سے معافی کیوں نہیں مانگتے تاکہ تم پر رحم فرمایا جائے؟" ﴿٤٦﴾ انہوں نے کہا:

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَ بِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ

"ہم نے تو تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے بُرا شگون لیا ہے۔"(٢٣) صالح نے کہا: "تمہارا شگون تو اللہ کے قبضے میں ہے، البتہ تم

قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَ كَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي

لوگوں کی آزمائش ہو رہی ہے۔"(٢٤) ﴿٤٧﴾ اور شہر میں نو آدمی ایسے تھے جو زمین میں فساد مچاتے تھے، اور اصلاح کا کام نہیں

الْاَرْضِ وَ لَا يُصْلِحُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗ ثُمَّ

کرتے تھے۔(٢٥) ﴿٤٨﴾ انہوں نے (آپس میں ایک دوسرے سے) کہا: "سب مل کر اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم صالح اور اُس کے گھر والوں پر رات کے وقت

لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَ مَكَرُوْا

حملہ کریں گے، پھر اُس کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم ان گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود ہی نہ تھے، اور یقین جانو ہم بالکل سچے ہیں۔" ﴿٤٩﴾

مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٥٠﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

انہوں نے یہ چال چلی، اور ہم نے بھی ایک چال اس طرح چلی کہ اُن کو پتہ بھی نہ لگ سکا۔(٢٦) ﴿٥٠﴾ اب دیکھو کہ اُن کی چال بازی کا انجام کیسا ہوا

رنگینیاں اُن کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے نہیں روکتیں۔

(٢١) قومِ ثمود اور حضرت صالح علیہ السلام کا تعارف پیچھے سورۂ اعراف (٧: ٧٣) اور سورۂ ہود (١١: ٦١ تا ٦٨) میں گذر چکا ہے۔

(٢٢) اچھائی سے مراد ایمان ہے، اور برائی سے مراد عذاب۔ مطلب یہ ہے کہ چاہئے تو یہ تھا کہ تم ایمان لاکر اچھائی حاصل کرتے، لیکن ایمان لانے کے بجائے تم نے عذاب جلدی لانے کا مطالبہ شروع کر دیا۔

(٢٣) یعنی آپ کے نبوت کا دعویٰ کرنے کے بعد ہماری قوم دو حصوں میں بٹ گئی ہے، اور ہم اسے آپ کی نحوست سمجھتے ہیں۔ نیز بعض روایات میں ہے کہ ان پر قحط بھی آپڑا تھا، اس کو بھی انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی نحوست قرار دیا۔

(٢٤) یعنی نحوست تو تمہارے اعمال کی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے، اور اس لئے آئی ہے کہ تمہیں آزمایا جائے کہ ان مصائب کے وقت اللہ تعالیٰ سے رُجوع کرتے ہو یا اپنی بداعمالیوں پر قائم رہتے ہو۔

(٢٥) یہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے نو سردار تھے، جن میں سے ہر ایک کے پیچھے ایک جتھہ تھا۔ اور بالآخر یہی لوگ تھے جنہوں نے اُس اُونٹنی کو ہلاک کیا جو معجزے کے طور پر پیدا ہوئی تھی۔ جب حضرت صالح علیہ السلام نے اُن کو عذاب سے ڈرایا تو انہوں نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ وہ رات کے وقت اُن پر خفیہ طور پر حملہ کریں گے، اور اُن کو اور اُن کے گھر والوں کو ہلاک کر دیں گے۔

(٢٦) قرآنِ کریم نے یہ تفصیل نہیں بتائی کہ اُن لوگوں کی سازش کس طرح ناکام ہوئی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ جب یہ لوگ بُرا

مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٥١﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا
کہ ہم نے اُنہیں اور اُن کی ساری قوم کو تباہ کر کے رکھ دیا۔ (۵۱) چنانچہ وہ رہے اُن کے گھر جو اُن کے ظلم کی وجہ سے ویران پڑے ہیں۔ یقیناً اس
ظَلَمُوْا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
واقعے میں اُن لوگوں کے لئے عبرت کا سامان ہے جو علم سے کام لیتے ہیں۔ (۵۲) اور جو لوگ ایمان لائے تھے، اور تقویٰ اختیار کئے ہوئے تھے
كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٣﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ
اُن سب کو ہم نے بچا لیا۔ (۵۳) اور ہم نے لوط کو پیغمبر بنا کر بھیجا جبکہ اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ: "کیا تم کھلی آنکھوں دیکھتے ہوئے بھی بے
تُبْصِرُوْنَ ﴿٥٤﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ
حیائی کا یہ کام کرتے ہو؟ (۵۴) کیا یہ کوئی یقین کرنے کی بات ہے کہ تم اپنی جنسی خواہش کے لئے عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس جاتے ہو؟
اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿٥٥﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا
حقیقت یہ ہے کہ تم بڑی جہالت کے کام کرنے والے لوگ ہو۔" (۵۵) اس پر یہ کہنے کے سوا اُن کی قوم کا کوئی جواب نہیں تھا کہ: "لوط کے گھر
اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ
والوں کو اپنی بستی سے نکال باہر کرو، یہ بڑے پاکباز بنتے ہیں۔" (۵۶) پھر ہوا یہ کہ ہم نے لوط اور اس کے گھر والوں کو بچا لیا، سوائے اُن کی بیوی
اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿٥٧﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ
کے جس کے بارے میں ہم نے یہ طے کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں شامل رہے گی۔ (۵۷) اور ہم نے اُن پر ایک زبردست بارش
فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٥٨﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ
برسائی، چنانچہ بہت بری بارش تھی جو اُن لوگوں پر برسی جنہیں پہلے سے خبردار کر دیا گیا تھا۔ (۲۸) (۵۸) (اے پیغمبر!) کہو: "تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اور

ارادہ لے کر چلے تو ایک چٹان ان پر آ گری، اور یہ سب ہلاک ہوگئے، اور بعد میں پوری قوم پر عذاب آ گیا۔ اور بعض روایتوں میں ہے کہ جب وہ مسلح ہو کر حضرت صالح علیہ السلام کے گھر پہنچے تو فرشتوں نے اُن کا محاصرہ کر لیا، اور اُنہی کے ہاتھوں وہ مارے گئے۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ ابھی وہ اپنی سازش پر عمل نہیں کر پائے تھے کہ پوری قوم پر عذاب آ گیا، اور اپنی قوم کے دوسرے لوگوں کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہوگئے۔

(۲۷) حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی بستیاں عرب ہی کے علاقے میں تھیں، اور مدینہ منورہ سے کچھ ہی فاصلے پر واقع تھیں، اور اہلِ عرب جب شام کا سفر کرتے تو اُن کے پاس سے گذرا کرتے تھے۔ اس لئے قرآنِ کریم نے اُن کی طرف اس طرح اشارہ فرمایا ہے جیسے وہ نظر آرہے ہوں۔ آج بھی یہ ویران بستیاں اور اُن کے کھنڈر "مدائنِ صالح" کے نام سے مشہور ہیں، اور سامانِ عبرت بنی ہوئی ہیں۔

(۲۸) حضرت لوط علیہ السلام کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سورۂ ہود (۱۱: ۷۷ تا ۸۳) اور سورۂ حجر (۱۵: ۵۸ تا ۷۶) میں گذر چکا ہے، نیز پچھلی سورت سورۂ شعراء میں (۲۶: ۱۶۰ تا ۱۷۵) بھی گذرا ہے اور ہم نے ان کا مختصر تعارف سورۂ اعراف (۷: ۸۰) میں کرایا ہے۔

اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

سلام ہو اُس کے اُن بندوں پر جن کو اُس نے منتخب فرمایا ہے![۲۹] بتاؤ کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو ان لوگوں نے اللہ کی خدائی میں شریک بنا رکھا ہے؟ ﴿۵۹﴾

وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ

بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور تمہارے لئے آسمان سے پانی اُتارا؟ ــــ پھر ہم نے اُس پانی سے بارونق باغ اُگائے،

مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ

تمہارے بس میں نہیں تھا کہ تم اُن کے درختوں کو اُگا سکتے۔ کیا (پھر بھی تم کہتے ہو کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟[۳۰] نہیں! بلکہ ان لوگوں نے

يَّعْدِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ

راستے سے منہ موڑ رکھا ہے۔ ﴿۶۰﴾ بھلا وہ کون ہے جس نے زمین کو قرار کی جگہ بنایا، اور اُس کے بیچ بیچ میں دریا پیدا کئے، اور اُس (کو ٹھہرانے)

لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ

کے لئے (پہاڑوں کی) میخیں گاڑ دیں، اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ رکھ دی؟[۳۱] کیا (پھر بھی تم کہتے ہو کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟

اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ

نہیں! بلکہ ان میں سے اکثر لوگ حقیقت سے ناواقف ہیں۔ ﴿۶۱﴾ بھلا وہ کون ہے کہ جب کوئی بے قرار اُسے پکارتا ہے تو وہ اُس کی دُعا قبول کرتا

السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا

ہے، اور تکلیف دُور کر دیتا ہے، اور جو تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟ کیا (پھر بھی تم کہتے ہو کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ نہیں! بلکہ تم بہت کم

---

(۲۹) مختلف پیغمبروں کے واقعات بیان فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ عقیدۂ توحید کے دلائل بیان فرما رہے ہیں جو تمام پیغمبروں کا مشترک اور متفقہ عقیدہ تھا۔ کائنات میں پھیلی ہوئی قدرتِ خداوندی کی نشانیوں کی طرف توجہ دِلا کر فرمایا جا رہا ہے کہ جو ذات اس کائنات کی تخلیق کر کے اُس کا محیر العقول انتظام کر رہی ہے، کیا اُسے اپنی خدائی کا نظام چلانے میں کسی اور کی مدد کی ضرورت ہو سکتی ہے؟ یہ توحید کے بارے میں ایک انتہائی بلیغ خطبہ ہے جس کے زورِ بیان کو کسی ترجمے میں منتقل کرنا ممکن نہیں، تاہم مفہوم ادا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ چونکہ یہ خطبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہی لوگوں تک پہنچنا تھا، اس لئے اُس کے شروع میں آپ کو ہدایت فرمائی گئی ہے کہ اُس کا آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر سلام بھیج کر کیا جائے، اور اس طرح یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ جب کوئی تقریر کرنی ہو تو اُسے اللہ تعالیٰ کی حمد اور اُس کے پیغمبروں پر دُرود و سلام بھیج کر کیا جائے۔

(۳۰) واضح رہے کہ کفارِ مکہ یہ بات مانتے تھے کہ اس کائنات کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے، مگر ساتھ ہی وہ کہتے تھے کہ اُس نے کائنات کے انتظام کے بہت سے شعبے دوسرے خداؤں کو سونپ دیئے ہیں، اس لئے اُن کی عبادت کرنی چاہئے۔

(۳۱) جہاں دو دریا یا دو سمندر ملتے ہیں، وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا یہ کرشمہ دِکھایا ہے کہ دونوں کے پانی آپس میں ملتے نہیں ہیں، بلکہ دُور تک دونوں دریا ساتھ ساتھ بہنے کے باوجود الگ الگ نظر آتے ہیں، گویا اُن کے درمیان ایک آڑ کھڑی کر دی گئی ہے۔

تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ
نصیحت قبول کرتے ہو۔ (۶۲) بھلا وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں تمہیں راستہ دکھاتا ہے، اور جو اپنی رحمت (کی بارش) سے پہلے
الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا
ہوائیں بھیجتا ہے جو تمہیں (بارش کی) خوشخبری دیتی ہیں؟ کیا (پھر بھی تم کہتے ہو کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ (نہیں! بلکہ) اللہ اُس شرک
يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ
سے بہت بالا و برتر ہے جس کا ارتکاب یہ لوگ کر رہے ہیں۔ (۶۳) بھلا وہ کون ہے جس نے ساری مخلوق کو پہلی بار پیدا کیا، پھر وہ اُس کو دوبارہ پیدا
وَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
کرے گا، اور جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق فراہم کرتا ہے؟ کیا (پھر بھی تم کہتے ہو کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ کہو: "لاؤ اپنی کوئی
صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ
دلیل، اگر تم سچے ہو۔" (۶۴) کہہ دو کہ: "اللہ کے سوا آسمانوں اور زمین میں کسی کو بھی غیب کا علم نہیں ہے، (۳۲) اور لوگوں کو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ انہیں
وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ
کب دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔" (۶۵) بلکہ آخرت کے بارے میں ان (کافروں) کا علم بے بس ہو کر رہ گیا ہے، بلکہ وہ اُس کے بارے میں شک
هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ع
میں مبتلا ہیں، بلکہ اُس سے اندھے ہو چکے ہیں۔ (۶۶) جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: "کیا جب ہم اور ہمارے باپ دادے مٹی
ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿٦٧﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ
ہو چکے ہوں گے تو کیا اُس وقت واقعی ہمیں (قبروں سے) نکالا جائے گا؟ (۶۷) ہم سے اور ہمارے باپ دادوں سے اس قسم کے وعدے پہلے بھی
وَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي
کئے گئے تھے، (لیکن) ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ قصہ کہانیاں ہیں جو پرانے زمانے کے لوگوں سے نقل ہوتی چلی آ رہی ہیں۔" (۶۸)
الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ
کہو کہ: "ذرا زمین میں سفر کر کے دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا ہے۔" (۶۹) اور (اے پیغمبر!) تم ان لوگوں پر غم نہ کرو، اور یہ جس مکاری کا
وَ لَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ
مظاہرہ کر رہے ہیں، ان کی وجہ سے گھٹن محسوس نہ کرو۔ (۷۰) یہ (تم سے) یوں کہتے ہیں کہ: "یہ وعدہ کب پورا ہوگا، اگر
كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ
تم سچے ہو؟" (۷۱) کہہ دو کہ: "کچھ بعید نہیں ہے کہ جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو، اُس کا کچھ حصہ تمہارے بالکل

(۳۲) اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو غیب کی بہت سی باتیں وحی کے ذریعے بتا دیتے ہیں، اور اس سلسلے میں سب سے زیادہ غیب کی خبریں حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی گئی تھیں، لیکن مکمل علمِ غیب اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اس لئے

تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۷۲ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

پاس آلگا ہو۔(۳۳) ۝۷۲ اور حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار لوگوں پر بہت فضل کرنے والا ہے، لیکن اُن میں سے اکثر لوگ

لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۷۳ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَ مَا

شکر نہیں کرتے۔ ۝۷۳ اور یقین رکھو کہ تمہارا پروردگار وہ ساری باتیں بھی جانتا ہے جو ان کے سینے چھپائے ہوئے ہیں، اور وہ باتیں بھی جو وہ

يُعْلِنُوْنَ ۝۷۴ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۷۵ اِنَّ

علانیہ کرتے ہیں۔ ۝۷۴ اور آسمان اور زمین کی کوئی پوشیدہ چیز ایسی نہیں ہے جو ایک واضح کتاب میں درج نہ ہو۔(۳۴) ۝۷۵ واقعہ یہ ہے

هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ

کہ یہ قرآن بنواسرائیل کے سامنے اکثر اُن باتوں کی حقیقت واضح کرتا ہے جن میں وہ

يَخْتَلِفُوْنَ ۝۷۶ وَ اِنَّهٗ لَهُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۷۷ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ

اختلاف کرتے ہیں۔(۳۵) ۝۷۶ اور یقیناً یہ ایمان لانے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔ ۝۷۷ اور تمہارا پروردگار یقیناً اُن کے

بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ۝۷۸ۚۖ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّكَ عَلَى

درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کرے گا، اور وہ بڑا اِقتدار والا، بڑا علم والا ہے۔ ۝۷۸ لہٰذا (اے پیغمبر!) تم اللہ پر بھروسہ رکھو۔ یقیناً تم

الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ۝۷۹ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا

کھلے کھلے حق پر ہو۔ ۝۷۹ یاد رکھو کہ تم مُردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتے، اور نہ تم بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہو، جب وہ پیٹھ پھیر کر

وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ۝۸۰ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ

چل کھڑے ہوں۔ ۝۸۰ اور نہ تم اندھوں کو اُن کی گمراہی سے بچا کر راستے پر لا سکتے ہو۔ تم تو اُنہی لوگوں کو اپنی بات سنا سکتے ہو

اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۸۱ وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ

جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں، پھر وہی لوگ فرماں بردار ہوں گے۔ ۝۸۱ اور جب ہماری بات پوری ہونے کا وقت

اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا

ان لوگوں پر آپہنچے گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے بات کرے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین

اُس کے سوا کسی کو "عالم الغیب" نہیں کہا جا سکتا۔

(۳۳) یعنی کفر کا اصل عذاب تو آخرت ہی میں ہوگا، لیکن اُس کا کچھ حصہ دُنیا میں بھی ظاہر ہو سکتا ہے، چنانچہ قریش کے بڑے بڑے سردار جنگِ بدر میں مارے گئے، اور باقی لوگوں کو بری طرح شکست ہوئی۔

(۳۴) اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔

(۳۵) یہ بھی قرآنِ کریم کی حقانیت کی دلیل ہے کہ جن معاملات میں بنی اسرائیل کے بڑے بڑے علماء میں بھی اختلاف رہا، قرآنِ کریم نے اُن کی حقیقت واضح فرمادی۔

يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ

نہیں رکھتے تھے۔(۳۶) ﴿۸۲﴾ اور اُس دن کو نہ بھولو جب ہم ہر اُمت میں سے اُن لوگوں کی پوری فوج کو گھیر لائیں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے

يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا

تھے، پھر اُن کی جماعت بندی کی جائے گی۔ ﴿۸۳﴾ یہاں تک کہ جب سب آجائیں گے تو اللہ کہے گا کہ: ''کیا تم نے میری آیتوں کو پوری طرح

عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا

سمجھے بغیر ہی جھٹلا دیا تھا، یا کیا کرتے رہے تھے؟'' ﴿۸۴﴾ اور اُنہوں نے جو ظلم کیا تھا، اُس کی وجہ سے اُن پر عذاب کی بات پوری ہو جائے گی،

يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ

چنانچہ وہ کچھ بول نہیں سکیں گے۔ ﴿۸۵﴾ کیا اُنہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم نے رات اس لئے بنائی ہے کہ وہ اُس میں سکون حاصل کریں، اور دن اس

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ

طرح بنایا ہے کہ اُس میں چیزیں دِکھائی دیں؟ یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ ﴿۸۶﴾ اور جس دن صور پھونکا

فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ

جائے گا تو آسمانوں اور زمین کے سب رہنے والے گھبرا اُٹھیں گے، ـــــ سوائے اُن کے جنہیں اللہ چاہے گا(۳۷) ـــــ اور سب اُس کے پاس جھکے ہوئے

دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِىَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ

حاضر ہوں گے۔ ﴿۸۷﴾ تم (آج) پہاڑوں کو دیکھتے ہو تو سمجھتے ہو کہ یہ اپنی جگہ جمے ہوئے ہیں، حالانکہ (اُس وقت) وہ اس طرح پھر رہے ہوں گے جیسے

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِىْۤ اَتْقَنَ كُلَّ شَىْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ

بادل پھرتے ہیں۔ یہ سب اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مستحکم طریقے سے بنایا ہے۔ یقیناً اُسے پوری خبر ہے کہ تم کیا کام کرتے ہو۔ ﴿۸۸﴾ جو

بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ

کوئی نیکی لے کر آئے گا اُسے اُس سے بہتر بدلہ ملے گا،(۳۸) اور ایسے لوگ اُس دن ہر قسم کی گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے۔ ﴿۸۹﴾ اور جو کوئی برائی لے

بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ

کر آئے گا، تو ایسے لوگوں کو منہ کے بل آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ تمہیں کسی اور بات کی نہیں، اُنہی اعمال کی سزا دی جائے گی جو تم کیا کرتے

---

(۳۶) قیامت کی آخری علامتوں میں سے ایک علامت قیامت کے بالکل قریب یہ ظاہر ہوگی کہ اللہ تعالیٰ زمین سے ایک عجیب الخلقت جانور پیدا کریں گے جو اِنسانوں سے بات کرے گا، بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے فوراً بعد قیامت آجائے گی، اور اس جانور کے نکلنے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

(۳۷) آگے آیت نمبر ۸۹ میں اس کی وضاحت آرہی ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو نیک اعمال لے کر آئیں گے، اور بعض روایات میں ہے کہ اس سے مراد وہ شہداء ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جانیں قربان کیں۔

(۳۸) اللہ تعالیٰ نے ہر نیکی کا ثواب دس گنا دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِیْ حَرَّمَهَا

تھے۔ ﴿۹۰﴾ (اے پیغمبر! ان سے کہہ دو کہ:) ''مجھے تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر کے ربّ کی عبادت کروں جس نے اس شہر کو حرمت بخشی ہے،

وَلَهٗ كُلُّ شَیْءٍ ز وَّ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا

اور ہر چیز کا مالک وہی ہے، اور مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں فرماں برداروں میں شامل رہوں۔ ﴿۹۱﴾ اور یہ کہ میں قرآن کی تلاوت کروں۔'' اب جو

الْقُرْاٰنَ ج فَمَنِ اهْتَدٰی فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَاۤ

شخص ہدایت کے راستے پر آئے، وہ اپنے ہی فائدے کے لئے راستے پر آئے گا، اور جو گمراہی اختیار کرے، تو کہہ دینا کہ: ''میں تو بس اُن لوگوں

اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ط وَمَا

میں سے ہوں جو خبردار کرتے ہیں۔'' ﴿۹۲﴾ اور کہہ دو کہ: ''تمام تعریفیں اللہ کی ہیں، وہ تمہیں اپنی نشانیاں دِکھائے گا، پھر تم اُنہیں پہچان بھی

رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ع ﴿۹۳﴾ ع

لو گے۔ (۳۹) اور تمہارا پروردگار تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں ہے۔'' ﴿۹۳﴾

---

(۳۹) اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت اور اپنی قدرت کی بہت سی نشانیاں دُنیا میں بھی دِکھاتا رہا ہے، مثلاً بہت سی پیشگی خبریں جو آپ نے وحی کی بنیاد پر دی تھیں، وہ لوگوں نے کھلی آنکھوں پوری ہوتی ہوئی دیکھیں، جیسا کہ سورۂ رُوم کے شروع میں اُس کی ایک مثال آنے والی ہے۔ یہاں اس قسم کی نشانیاں بھی مراد ہو سکتی ہیں، اور قیامت بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اُس وقت قیامت کے منکر بھی اُسے پہچان لیں گے، لیکن اس وقت کا پہچاننا فائدہ مند نہیں ہوگا، کیونکہ ایمان لانے کا وقت گذر چکا ہوگا۔

الحمد للہ! آج بروز اتوار ۲۰ رمئی ۲۰۰۷ء مطابق ۲ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ کو سورۂ نمل کا ترجمہ اور تفسیری حواشی دُبئی سے کراچی جاتے ہوئے تکمیل کو پہنچے، اور یہ پوری سورت یورپ کے سفر میں مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بندہ کی خطاؤں سے درگذر فرما کر اس کاوش کو قبول فرمائیں، اور باقی سورتوں کی تکمیل بھی اپنی رضا کے مطابق کرنے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

سُوْرَةُ الْقَصَصِ

تعارف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت میں ہے کہ یہ سورت سورۂ نمل (سورت نمبر ۲۷) کے بعد نازل ہوئی تھی، اور مختلف روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری سورت ہے جو مکہ مکرّمہ میں ہجرت سے پہلے نازل ہوئی، کیونکہ اس کی آیت نمبر ۸۵ اُس وقت نازل ہوئی تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کی غرض سے مدینہ منوّرہ کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔ سورت کا مرکزی موضوع حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آپ کی دعوت کی سچائی کو ثابت کرنا ہے۔ سورت کی پہلی ۴۳ آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ابتدائی زندگی کی وہ تفصیلات بیان فرمائی گئی ہیں جو کسی اور سورت میں بیان نہیں ہوئیں۔ اس واقعے کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمانے کے بعد آیات ۴۴ تا ۴۷ میں اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان واقعات کو اتنی تفصیل سے معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا، اس کے باوجود جب آپ یہ واقعات بیان فرما رہے ہیں تو اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ کفارِ مکہ کی طرف سے آپ کی نبوّت اور رِسالت پر جو اعتراضات کئے جاتے تھے، اُن کا شافی جواب بھی اس سورت میں دیا گیا ہے، اور آپ کو تسلی دی گئی ہے کہ جو لوگ ضد پر اَڑے ہوئے ہیں، ان کے طرزِ عمل کی کوئی ذمہ داری آپ پر عائد نہیں ہوتی۔ پھر کفارِ مکہ جن جھوٹے خداؤں پر ایمان رکھتے تھے، اُن کی تردید کی گئی ہے۔ قریش کے بڑے بڑے سردار اپنی دولت پر غرور کی وجہ سے بھی آپ کی دعوت کو قبول کرنے سے انکار کرتے تھے۔ اُن کی عبرت کے لئے آیات ۷۶ تا ۸۲ میں قارون کا واقعہ بیان کیا گیا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سب سے زیادہ دولت مند شخص تھا، لیکن اس کی دولت اُسے تباہی سے نہ بچا سکی جو غرور اور ضد کے نتیجے میں اُس پر آ کر رہی۔ سورت کے آخر میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اگرچہ اس وقت آپ بے سروسامانی کی حالت میں مکہ مکرّمہ چھوڑنے پر مجبور ہو رہے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو فاتح کی حیثیت سے دوبارہ مکہ مکرّمہ واپس آنے کا موقع عنایت فرمائے گا۔

ایاتها ۸۸ ۲۸ سُوْرَۃُ الْقَصَصِ مَکِّیَّۃٌ ۴۹ رکوعاتها ۹

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں اٹھاسی آیتیں اور نو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

طٰسٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۝۲ نَتْلُوْا عَلَیْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰی وَ
طٰسٓمّٓ۔ ۝۱ یہ اُس کتاب کی آیتیں ہیں جو حقیقت واضح کرنے والی ہے۔ ۝۲ ہم ایمان والے لوگوں کے فائدے کے لئے تمہیں موسیٰ اور فرعون

فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝۳ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلَ
کے کچھ حالات ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سناتے ہیں۔ ۝۳ واقعہ یہ ہے کہ فرعون نے زمین میں سرکشی اختیار کر رکھی تھی، اور اُس نے وہاں کے باشندوں

اَهْلَهَا شِیَعًا یَّسْتَضْعِفُ طَآىِٕفَةً مِّنْهُمْ یُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَ یَسْتَحْیٖ
کو الگ الگ گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا جن میں سے ایک گروہ کو اُس نے اتنا دبا کر رکھا ہوا تھا کہ اُن کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا[1]، اور اُن کی عورتوں کو

نِسَآءَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۴ وَ نُرِیْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِیْنَ
زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھا جو فساد پھیلایا کرتے ہیں۔ ۝۴ اور ہم یہ چاہتے تھے کہ جن لوگوں کو

اسْتُضْعِفُوْا فِی الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِیْنَ ۝۵ ۙ وَ نُمَكِّنَ
زمین میں دبا کر رکھا گیا ہے، اُن پر احسان کریں، اُن کو پیشوا بنائیں، اُنہی کو (ملک و مال کا) وارث بنادیں، ۝۵ اور اُنہیں

لَهُمْ فِی الْاَرْضِ وَ نُرِیَ فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ جُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا
زمین میں اقتدار عطا کریں، اور ان کی طرف سے فرعون، ہامان اور اُن کے لشکروں کو وہی کچھ دِکھا دیں جس سے بچاؤ کی وہ تدبیریں

یَحْذَرُوْنَ ۝۶ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّ مُوْسٰۤى اَنْ اَرْضِعِیْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَیْهِ
کر رہے تھے۔[2] ۝۶ اور ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ: "تم اس (بچے) کو دودھ پلاؤ، پھر جب تمہیں اس کے بارے میں کوئی خطرہ ہو تو

(۱) جیسا کہ سورۂ طٰہٰ (۳۶:۲۰) کے حاشیے میں ہم نے عرض کیا ہے، فرعون کو کسی نجومی نے یہ کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل کا ایک شخص تمہاری سلطنت ختم کرے گا۔ اس لئے اُس نے یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں جو کوئی بچہ پیدا ہو اُسے قتل کر دیا جائے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ان کی والدہ کو فکر ہوئی کہ ان کو بھی فرعون کے آدمی قتل کر ڈالیں گے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دِل پر الہام فرمایا کہ اس بچے کو صندوق میں رکھ کر دریائے نیل میں ڈال دو۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر وہ صندوق بہتا ہوا فرعون کے محل کے پاس پہنچ گیا، اور فرعون کے کارندوں نے بچے کو اُٹھا کر فرعون کے پاس پیش کیا، اور اس کی بیوی حضرت آسیہ نے اسے آمادہ کر لیا کہ اُسے اپنا بیٹا بنا کر پالیں۔ یہی واقعہ آگے آیت نمبر ۷ تا ۹ میں بیان فرمایا گیا ہے۔

(۲) اُنہیں جو خطرہ تھا کہ کوئی بچہ بڑا ہو کر اُن کے زوال کا باعث بنے گا، اُسی سے بچنے کے لئے وہ تدبیریں کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم یہ چاہتے تھے کہ اُنہیں یہ دِکھائیں کہ اُن کی ساری تدبیریں ناکام ہوگئی ہیں، اور وہ خطرہ حقیقت بن کر سامنے آگیا ہے۔

فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ

اُسے دریا میں ڈال دینا، اور ڈرنا نہیں، اور نہ صدمہ کرنا، یقین رکھو ہم اُسے واپس تمہارے پاس پہنچا کر رہیں گے، اور اُس کو پیغمبروں میں سے ایک

مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷﴾ فَالْتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ؕ

پیغمبر بنائیں گے۔" ﴿۷﴾ اس طرح فرعون کے لوگوں نے اُس بچے (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام) کو اُٹھالیا، تاکہ آخر کار وہ اُن کے لئے دُشمن اور

اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ﴿۸﴾ وَقَالَتِ امْرَاَتُ

غم کا ذریعہ بنے۔ بیشک فرعون، ہامان اور اُن کے لشکر بڑے خطا کار تھے۔[۳] ﴿۸﴾ اور فرعون کی بیوی نے (فرعون سے) کہا کہ:

فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰۤى اَنْ يَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ

"یہ بچہ میری اور تمہاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو، کچھ بعید نہیں کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے، یا ہم اسے بیٹا بنالیں۔"

وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾ وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ

اور (یہ فیصلہ کرتے وقت) اُنہیں انجام کا پتہ نہیں تھا۔ ﴿۹﴾ ادھر موسیٰ کی والدہ کا دِل بے قرار تھا۔ قریب تھا کہ وہ یہ سارا راز کھول دیتیں، اگر ہم

لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَ

نے ان کے دِل کو سنبھالا نہ ہوتا، تاکہ وہ (ہمارے وعدے پر) یقین کئے رہیں۔ ﴿۱۰﴾ اور اُنہوں نے موسیٰ کی بہن سے کہا کہ: "اس بچے کا کچھ

قَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۱﴾ ۙ

سراغ لگاؤ۔" چنانچہ اُس نے بچے کو دُور سے اس طرح دیکھا کہ اُن لوگوں کو پتہ نہیں چلا۔ ﴿۱۱﴾ اور ہم نے موسیٰ پر پہلے ہی سے یہ بندش لگادی تھی

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ

کہ دُودھ پلانے والیاں اُنہیں دُودھ نہ پلاسکیں، اس لئے اُن کی بہن نے کہا: "کیا میں تمہیں ایسے گھر کا پتہ بتاؤں جس کے لوگ تمہارے لئے

يَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا

اس بچے کی پرورش کریں، اور اس کے خیر خواہ رہیں؟"[۴] ﴿۱۲﴾ اس طرح ہم نے موسیٰ کو اُن کی ماں کے پاس لوٹا دیا، تاکہ اُن کی آنکھ ٹھنڈی رہے،

---

(۳) خطا کار ہونے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ کافر اور گناہگار لوگ تھے، اور یہ بھی کہ اُنہوں نے اُس بچے کو اُٹھا کر اپنے حق میں غلطی کی، کیونکہ وہی بچہ آخر اُن کے زوال کا سبب بنا۔

(۴) فرعون کی اہلیہ نے جب بچے کو پالنے کا ارادہ کرلیا تو ان کو دُودھ پلانے والی کی تلاش شروع ہوئی، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کسی بھی عورت کا دُودھ منہ میں نہیں لیتے تھے۔ حضرت آسیہ نے اپنی کنیزیں بھیجیں کہ وہ کوئی ایسی عورت تلاش کریں جس کا دُودھ یہ قبول کرلیں۔ اُدھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ بچے کو دریا میں ڈالنے کے بعد بے چین تھیں۔ انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کو دیکھنے کے لئے بھیجا کہ بچہ کا انجام کیا ہوا؟ یہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے اُسی جگہ پہنچ گئیں جہاں فرعون کی کنیزیں پریشانی کے عالم میں دُودھ پلانے والی عورتوں کو تلاش کررہی تھیں۔ ان کو موقع مل گیا، اور انہوں نے اپنی والدہ کو یہ خدمت سونپنے کی تجویز پیش کی، اور انہیں وہاں لے بھی آئیں۔ جب انہوں نے بچے کو دُودھ پلانا چاہا تو بچے نے آرام سے دُودھ پی لیا، اور پھر

ربع تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣﴾

اور وہ غمگین نہ ہوں، اور تاکہ انہیں اچھی طرح معلوم ہوجائے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (13) اور جب

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰٓى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى

موسیٰ اپنی بھرپور توانائی کو پہنچے، اور پورے جوان ہوگئے تو ہم نے انہیں حکمت اور علم سے نوازا، اور نیک لوگوں کو ہم یوں ہی

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٤﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا

صلہ دیا کرتے ہیں۔ (14) اور (ایک دن) وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوئے جب اُس کے باشندے غفلت میں تھے،(5) تو انہوں نے دیکھا کہ

فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۟ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ

وہاں دو آدمی لڑ رہے ہیں، ایک تو اُن کی اپنی برادری کا تھا، اور دوسرا اُن کی دشمن قوم کا۔ اب جو شخص اُن کی برادری کا تھا، اُس نے انہیں اُن کی

فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى

دشمن قوم کے آدمی کے مقابلے میں مدد کے لئے پکارا، اس پر موسیٰ نے اُس کو ایک مکا مارا جس نے اُس کا کام تمام کردیا۔(6) (پھر) انہوں نے

فَقَضٰى عَلَيْهِ ۟ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾

(پچھتا کر) کہا کہ: "یہ تو کوئی شیطان کی کارروائی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ ایک کھلا دشمن ہے جو غلط راستے پر ڈال دیتا ہے۔" (15) کہنے لگے:

قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ

"میرے پروردگار! میں نے اپنی جان پر ظلم کرلیا، آپ مجھے معاف فرمادیجئے۔"(7) چنانچہ اللہ نے انہیں معاف کردیا۔ یقیناً وہی ہے جو بہت بخشنے

الرَّحِيْمُ ﴿١٦﴾ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا

والا، بڑا مہربان ہے۔ (16) موسیٰ نے کہا: "میرے پروردگار! آپ نے جو مجھ پر انعام کیا ہے، تو میں آئندہ کبھی مجرموں کا

اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق بچہ دوبارہ ان کے پاس آگیا۔

(۵) یعنی اکثر لوگ دوپہر کے وقت بے خبر سوئے ہوئے تھے۔

(۶) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقصد تو صرف یہ تھا کہ اسرائیلی شخص کو اُس کے ظلم سے بچائیں، اُسے قتل کرنا مقصود نہیں تھا، لیکن وہ ایک ہی مکے سے مرگیا۔

(۷) چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جان بوجھ کر اُسے قتل نہیں کیا تھا، بلکہ وہ بلا ارادہ مارا گیا، اس لئے اصل میں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام معذور تھے، لیکن بہرحال کسی کا قتل ہوجانا ایک سنگین معاملہ ہے، اور ایک ہونے والے پیغمبر کے شایانِ شان نہیں، اس لئے وہ شرمندہ بھی ہوئے، اور اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگی۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس جگہ مسلمان اور غیر مسلم آپس میں امن کے ساتھ رہ رہے ہوں، خواہ وہاں حکومت غیر مسلموں ہی کی ہو، وہاں کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی غیر مسلم کو قتل کرے، یا اُس کی جان و مال کو کسی اور طرح نقصان پہنچائے۔

لِلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي
مددگار نہیں بنوں گا۔"(۸) ﴿۱۷﴾ پھر صبح کے وقت وہ شہر میں ڈرتے ڈرتے حالات کا جائزہ لے رہے تھے، اتنے میں دیکھا کہ جس شخص نے کل اُن سے
اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾
مدد مانگی تھی، وہ پھر اُنہیں فریاد کے لئے پکار رہا ہے۔ موسیٰ نے اُس سے کہا کہ: "معلوم ہوا کہ تم تو کھلم کھلا شریر آدمی ہو۔"(۹) ﴿۱۸﴾
فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ
پھر جب اُنہوں نے اُس شخص کو پکڑنے کا ارادہ کیا جو ان دونوں کا دُشمن تھا تو اُس (اسرائیلی) نے کہا: "موسیٰ! کیا تم مجھے بھی
اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا
اسی طرح قتل کرنا چاہتے ہو جیسے تم نے کل ایک آدمی کو قتل کردیا تھا؟(۱۰) تمہارا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ
فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ
تم زمین میں اپنی زبردستی جماؤ، اور تم مصلح بننا نہیں چاہتے۔" ﴿۱۹﴾ اور (اُس کے بعد یہ ہوا کہ) شہر کے بالکل
اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ
دُور دراز علاقے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا، اُس نے کہا کہ: "موسیٰ! سردار لوگ تمہارے بارے میں مشورے کررہے ہیں کہ تمہیں قتل کرڈالیں،
لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا
اس لئے تم یہاں سے نکل جاؤ، یقین رکھو میں تمہارے خیرخواہوں میں سے ہوں۔" ﴿۲۰﴾ چنانچہ موسیٰ ڈرتے ڈرتے، حالات کا جائزہ لیتے شہر
يَّتَرَقَّبُ ۡ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ ع وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ ع
سے نکل کھڑے ہوئے۔ کہنے لگے: "میرے پروردگار! مجھے ظالم لوگوں سے بچالے۔" ﴿۲۱﴾ اور جب اُنہوں نے مدین کی طرف رُخ کیا تو کہا
مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ
کہ: "مجھے پوری اُمید ہے کہ میرا پروردگار مجھے سیدھے راستے پر ڈال دے گا۔"(۱۱) ﴿۲۲﴾ اور جب وہ مدین کے کنویں پر پہنچے تو دیکھا کہ اُس پر ایسے

---

(۸) اب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے ساتھ رہ رہے تھے، اور اُس کے ساتھ آتے جاتے تھے۔ اس واقعے نے اُن کے دِل میں ایک انقلاب پیدا کردیا، اور اُنہیں یہ محسوس ہوا کہ یہ سارا جھگڑا درحقیقت فرعون کے جابرانہ طرزِ حکومت کا نتیجہ ہے جس کی وجہ سے مصریوں کو اِسرائیلیوں پر ظلم ڈھانے کی جرأت ہوئی ہے۔ اس لئے اس واقعے کے بعد اُنہوں نے تہیہ کرلیا کہ آئندہ میں فرعون اور اُس کے اہل کاروں سے مکمل علیحدگی اختیار کرلوں گا، تاکہ اُن کی بالواسطہ بھی کسی بھی قسم کی مدد کا ارتکاب نہ ہو۔

(۹) یعنی لڑائی بھڑائی تمہارا روز کا وطیرہ معلوم ہوتا ہے کہ کل کسی اور سے لڑے تھے، اور آج اس شخص سے لڑ رہے ہو۔

(۱۰) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہاتھ تو اُس مصری قبطی کی طرف بڑھایا تھا، تاکہ اُسے مارنے سے روکیں، لیکن اسرائیلی نے جب اُن کا یہ جملہ سنا کہ: "تم بڑے شریر آدمی ہو" تو وہ یہ سمجھا کہ وہ اُس کو مارنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔ اس لئے اُس نے یہ بات کہی۔

(۱۱) مدین حضرت شعیب علیہ السلام کی بستی تھی اور وہ علاقہ فرعون کی حکومت سے باہر تھا، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۫ وَ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ

لوگوں کا ایک مجمع ہے جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں، اور دیکھا کہ اُن سے پہلے دو عورتیں ہیں جو اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں۔ موسیٰ

امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ

نے اُن سے کہا: "تم کیا چاہتی ہو؟" اُن دونوں نے کہا: "ہم اپنے جانوروں کو اُس وقت تک پانی نہیں پلا سکتیں جب تک سارے چرواہے پانی

الرِّعَآءُ ٜ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ۲۳ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ

پلا کر نکل نہیں جاتے، اور ہمارے والد بہت بوڑھے آدمی ہیں۔" (۱۲) ۲۳ اس پر موسیٰ نے اُن کی خاطر اُن کے جانوروں کو پانی پلا دیا، (۱۳) پھر مڑ کر ایک

رَبِّ اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ۲۴ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا

سائے کی جگہ چلے گئے، اور کہنے لگے: "میرے پروردگار! جو کوئی بہتری تو مجھ پر اُوپر سے نازل کردے، میں اُس کا محتاج ہوں۔" (۱۴) ۲۴ تھوڑی

وہاں جانے کا ارادہ کیا، لیکن شاید راستہ پوری طرح معلوم نہیں تھا، محض اندازے سے چل رہے تھے، اس لئے یہ جملہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحیح راستے پر ڈال دے گا۔

(۱۲) مطلب یہ تھا کہ ہمارے والد بوڑھے ہونے کی وجہ سے جانوروں کو پانی پلانے کے لئے نہیں آسکتے، اور ہم چونکہ عورت ذات ہیں، اس لئے مردوں میں گھس کر پانی نہیں پلا سکتیں، اس لئے اس انتظار میں ہیں کہ مرد چلے جائیں اور کنواں خالی ہو جائے تو ہم اپنے جانوروں کو لے جا کر پانی پلائیں۔ واضح رہے کہ ان عورتوں کے والد حضرت شعیب علیہ السلام تھے جنہیں مدین کے لوگوں کی اصلاح کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا، اور جن کا واقعہ سورۂ اَعراف، سورۂ ہود وغیرہ میں تفصیل سے آچکا ہے۔

اس واقعے سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے وقت خواتین کا کسی کام کے لئے باہر نکلنا جائز ہے، البتہ اگر مرد وہ کام انجام دے سکتے ہوں تو مردوں ہی کو اَنجام دینا چاہئے، اسی لئے انہوں نے اپنے آنے کی وجہ یہ بیان کی کہ ہمارے والد ضعیف ہیں، اور گھر میں کوئی اور مرد نہیں ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خواتین سے بات کرنا جائز ہے، خاص طور پر اگر اُنہیں کسی مشکل میں مبتلا دیکھیں تو اُن کی مدد کے لئے اُن کا حال پوچھ کر حتی الامکان اُن کی مدد کرنی چاہئے، بشرطیکہ کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو۔

(۱۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن عورتوں سے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی اور کنواں بھی ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ایک کنواں اور ہے، مگر اُس کے منہ پر ایک بہت بھاری پتھر رکھا ہوا ہے جسے اُٹھانا آسان نہیں۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں گئے، اور پتھر کو اُٹھا کر اُن کی بکریوں کو پانی پلا دیا (رُوح المعانی بحوالہ عبد بن حمید ص:۳۶۷ ج:۲۰)۔

(۱۴) اس مختصر دُعا میں عبدیت کا عجیب مظاہرہ ہے، ایک طرف اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے محتاج ہونے کا ذکر فرما رہے ہیں کہ اس غریب الوطنی میں جہاں کوئی شخص آشنا نظر نہیں آتا، زندگی کی ہر ضرورت کی احتیاج ہے، اور دوسری طرف خود سے کوئی نعمت تجویز کرنے کے بجائے معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑ رہے ہیں کہ آپ بھلائی کی جو صورت بھی تجویز کر کے مجھ پر اُوپر سے نازل فرمادیں گے، تو سمجھو کہ اُسی کی احتیاج ظاہر کر کے وہی میں نے مانگی ہے، میں اپنی طرف سے کوئی متعین حاجت مانگنے کی حالت میں نہیں ہوں۔

تَمۡشِیۡ عَلَی اسۡتِحۡیَآءٍ ۫ قَالَتۡ اِنَّ اَبِیۡ یَدۡعُوۡکَ لِیَجۡزِیَکَ اَجۡرَ مَا

دیر بعد اُن دونوں عورتوں میں سے ایک اُن کے پاس شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی آئی۔(۱۵) کہنے لگی: ''میرے والد آپ کو بلا رہے ہیں، تا کہ آپ

سَقَیۡتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَ قَصَّ عَلَیۡهِ الۡقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفۡ ٝ

کو اس بات کا انعام دیں کہ آپ نے ہماری خاطر جانوروں کو پانی پلایا ہے۔''(۱۶) چنانچہ جب وہ عورتوں کے والد کے پاس پہنچے اور اُن کو ساری

نَجَوۡتَ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۲۵﴾ قَالَتۡ اِحۡدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ

سرگزشت سنائی، تو انہوں نے کہا: ''کوئی اندیشہ نہ کرو، تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو۔'' ﴿۲۵﴾ اُن دونوں عورتوں میں سے ایک نے کہا: ''ابا جان!

---

(۱۵) معلوم ہوا کہ اگرچہ اُس وقت پردے کے باقاعدہ اُحکام نہیں تھے جو قرآنِ کریم نے عطا فرمائے، لیکن خواتین شرم وحیا کے لباس میں رہتی تھیں، اور مردوں سے معاملات کرتے وقت شرم وحیا کو پوری طرح ملحوظ رکھتی تھیں، چنانچہ ابن جریر، ابن ابی حاتم اور سعید بن منصور نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ یہ خاتون جب آئیں تو انھوں نے اپنی قمیص کی آستین اپنے چہرے پر رکھی ہوئی تھی۔

(۱۶) اگرچہ کسی نیکی کا اِنعام وصول کرنے کے لئے جانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی غیرت اور شرافت کے خلاف تھا، لیکن اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی تھی کہ آپ کی طرف سے جو بھلائی بھی آئے گی، میں اُس کا محتاج ہوں، اور اس خاتون کی دعوت سے ایک راستہ ایسا پیدا ہوا تھا کہ اس بستی میں کسی بزرگ سے جان پہچان ہو جائے، اور دوسری طرف اُن کے اپنی بیٹی کو بھیجنے سے اُن کی شرافت اور بزرگی ظاہر ہو رہی تھی، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُس وقت یہ خیال فرمایا کہ اس دعوت کو رَدّ کرنا ناشکری اور اُس عبدیت کے خلاف ہوگا جس کے ساتھ دُعا مانگی گئی تھی، اور ہوسکتا ہے کہ ان بزرگ سے کوئی مفید مشورہ مل جائے۔ چنانچہ دعوت کو قبول کر کے اُن کے پاس چلے گئے، لیکن ابنِ عساکر کی ایک روایت میں حضرت ابو حازمؒ سے یہ تفصیل منقول ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں پہنچے تو حضرت شعیب علیہ السلام نے کھانا پیش کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''میں اس سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔'' حضرت شعیب علیہ السلام نے پوچھا: ''کیوں؟ کیا آپ کو بھوک نہیں ہے؟'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ''بھوک تو ہے، لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ یہ کھانا میرے اُس عمل کا معاوضہ نہ بن جائے کہ میں نے بکریوں کو پانی پلا دیا تھا، اور ہم ایسے لوگ ہیں کہ جو کام آخرت کی خاطر کریں، اُس کے معاوضے میں کوئی پوری زمین سونے سے بھر کر بھی دیدے تو اُسے قبول نہیں کرتے۔'' حضرت شعیب علیہ السلام نے جواب دیا کہ: ''اللہ کی قسم، ایسا نہیں ہے، لیکن میری اور میرے آباؤ اجداد کی یہ عادت رہی ہے کہ ہم مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔'' اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھ گئے۔'' (روح المعانی، حوالۂ بالا)۔ اس روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاتون نے جو کہا تھا کہ میرے والد آپ کو اس لئے بلا رہے ہیں کہ آپ کو آپ کی نیکی کا اِنعام دیں گے، یہ اُنہوں نے اپنے خیال کے مطابق کہہ دیا تھا، حضرت شعیب علیہ السلام نے یہ الفاظ استعمال نہیں فرمائے ہوں گے۔ واللہ سبحانہ اعلم

اسْتَأْجِرْهُ ۫ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ﴿٢٦﴾ قَالَ إِنِّيٓ

آپ ان کو اُجرت پر کوئی کام دے دیجئے۔ آپ کسی سے اُجرت پر کام لیں تو اس کے لئے بہترین شخص وہ ہے جو طاقتور بھی ہو، امانت دار بھی۔" (۱۷) (۲۶)

أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمٰنِيَ

اُن کے باپ نے کہا: "میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو لڑکیوں میں سے ایک سے تمہارا نکاح کردوں، بشرطیکہ تم

حِجَجٍ ۚ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ

آٹھ سال تک اُجرت پر میرے پاس کام کرو، (۱۸) پھر اگر تم دس سال پورے کردو تو یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہوگا۔ اور میرا کوئی ارادہ نہیں ہے

---

(۱۷) یہ وہی خاتون تھیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بلانے گئی تھیں، ان کا نام صفورا تھا، اور پھر انہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہوا۔ گھر میں ایک ایسے مرد کی ضرورت تھی جو گھر کے باہر کے کاموں کی دیکھ بھال کرے، اور عورتوں کو بکریاں چرانے اور اُنہیں پانی پلانے کی ضرورت نہ پڑے۔ اس لئے انہوں نے یہ تجویز پیش کی کہ آپ انہیں اس کام پر رکھ لیں، اور اُس کی باقاعدہ اُجرت طے کرلیں۔ اور خاتون کا یہ جملہ کہ: "آپ کسی سے اُجرت پر کام لیں تو اس کے لئے بہترین شخص وہ ہے جو طاقتور بھی ہو، امانت دار بھی۔" ان کی کمالِ عقل مندی کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ جملہ نقل فرماکر ملازمت کے فیصلے کے لئے بہترین معیار عطا فرمادیا ہے کہ ایک اچھے ملازم میں یہی دو بنیادی خصوصیات ہونی چاہئیں، ایک یہ کہ جو فرائض اُس کے سپرد کئے گئے ہیں، وہ اُن کو بجالانے کی جسمانی اور ذہنی طاقت رکھتا ہو، اور دوسرے یہ کہ امانت دار ہو۔ خاتون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان دونوں باتوں کا تجربہ ہوچکا تھا، پانی پلانے کے لئے اُنہوں نے جو طریقہ اختیار فرمایا کہ ایک نہایت بھاری پتھر کو ہٹا کر کنویں سے پانی نکالا، یہ اُن کی جسمانی اور ذہنی صلاحیت کی دلیل تھی، اور جہاں تک امانت داری کا تعلق ہے، اُس کا تجربہ خاتون کو اس طرح ہوا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام خاتون کے ساتھ چلنے لگے تو اُن سے کہا کہ آپ میرے پیچھے رہیں، اور راستہ بتاتی جائیں، تاکہ اُن کی شرم وحیا اور عفت وعصمت کا پورا احترام ہو۔ اس قسم کی امانت چونکہ کم دیکھنے میں آتی ہے، اس لئے وہ سمجھ گئیں کہ امانت ودیانت ان کا خاص وصف ہے۔

(۱۸) اُس وقت تو حضرت شعیب علیہ السلام نے دونوں میں سے کسی ایک صاحبزادی کی تعیین نہیں کی، لیکن جب باقاعدہ نکاح ہوا تو متعین کرکے معروف طریقے کے مطابق ہوا۔ اور اُجرت پر کام کرنے سے مراد بکریاں چرانا تھا۔ بہت سے فقہاء اور مفسرین نے یہ قرار دیا ہے کہ بکریاں چرانے کو حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی کا مہر مقرر کیا تھا، لیکن اُس پر اوّل تو یہ اِشکال پیدا ہوتا ہے کہ آیا بیوی کا کوئی کام کرنا مہر بن سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، دوسرے یہاں تو بیوی کا نہیں، بلکہ بیوی کے والد کا کام کرنے کا معاہدہ ہوا تھا۔ جو حضرات اس معاہدے کو مہر قرار دیتے ہیں اگرچہ اُنہوں نے اس اِشکال کا بھی جواب دینے کی کوشش کی ہے، لیکن وہ تکلف سے خالی نہیں ہے۔ اس کے برعکس بعض مفسرین اور فقہاء نے یہ موقف اختیار فرمایا ہے کہ بکریاں چرانا بطور مہر نہیں تھا، بلکہ یہ دو الگ الگ باتوں کی مفاہمت تھی، حضرت شعیب علیہ السلام یہ چاہتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن کی بکریاں بھی چرائیں جس کی اُجرت الگ مقرّر ہو، اور اُن کی صاحبزادی سے نکاح بھی کریں، جس کا مہر الگ سے قاعدے کے مطابق طے کیا جائے۔ ان دونوں باتوں کے بارے میں اُن کی مرضی معلوم کرنے کے لئے آپ نے

عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ

کہ تم پر مشقت ڈالوں، ان شاء اللہ تم مجھے اُن لوگوں میں سے پاؤ گے جو بھلائی کا معاملہ کرتے ہیں۔" ﴿۲۷﴾ موسیٰ نے کہا:

وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا

"یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی۔ دونوں مدتوں میں سے جو بھی میں پوری کردوں، تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی، اور جو بات ہم

نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾ فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ ع

کررہے ہیں، اللہ اُس کا رکھوالا ہے۔" ﴿۲۸﴾ پھر جب موسیٰ نے وہ مدّت پوری کرلی، اور اپنی اہلیہ کو لے کر چلے[19] تو اُنہوں نے کوہِ طور کی طرف

جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ

سے ایک آگ دیکھی۔ اُنہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا: "ٹھہرو! میں نے ایک آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے تمہارے پاس کوئی خبر

مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ

لے آؤں، یا آگ کا کوئی انگارہ اُٹھا لاؤں، تاکہ تم گرمائی حاصل کرسکو۔" ﴿۲۹﴾ چنانچہ جب وہ اُس آگ کے

مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى

پاس پہنچے تو دائیں وادی کے کنارے پر جو برکت والے علاقے میں واقع تھی، ایک درخت سے آواز آئی کہ: "اے موسیٰ!

اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۰﴾ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ

میں ہی اللہ ہوں، تمام جہانوں کا پروردگار!" ﴿۳۰﴾ اور یہ کہ: "اپنی لاٹھی نیچے ڈال دو۔" پھر ہوا یہ کہ جب اُنہوں نے اُس لاٹھی کو دیکھا

كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۫ اِنَّكَ

کہ وہ اس طرح حرکت کررہی ہے جیسے وہ سانپ ہو، تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے، اور مڑ کر بھی نہ دیکھا۔[20] (اُن سے کہا گیا:) "موسیٰ! سامنے آؤ، اور

دونوں باتیں ذکر فرمائیں، تاکہ جب وہ ان باتوں کو منظور کر کے وعدہ کرلیں تو نکاح اُس کے اپنے طریقے سے کیا جائے جس میں لڑکی کا تعین بھی ہو، گواہ بھی ہوں اور مہر بھی مقرر کیا جائے، اور ملازمت کا معاہدہ اپنے طریقے سے کیا جائے جس میں اُجرت باقاعدہ مقرر کی جائے۔ چنانچہ یہ دونوں معاملات اپنے اپنے اَحکام کے مطابق اپنے اپنے وقت پر اَنجام پائے، اور اِس وقت صرف اُن معاملات کو آئندہ وجود میں لانے کا دونوں طرف سے وعدہ کیا گیا۔ لہٰذا اس پر یہ اِشکال بھی نہیں ہوسکتا کہ ایک معاملے کو دوسرے معاملے کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے۔ یہی موقف علامہ بدرالدین عینیؒ نے شرح بخاری میں اختیار فرمایا ہے (دیکھئے عمدۃ القاری، کتاب الاجارات، ص:۸۵ ج:۱۲)۔

(۱۹) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنہوں نے دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پورے کئے تھے۔ اُس کے بعد غالباً اُنہوں نے اپنی والدہ اور دوسرے رشتہ داروں کے پاس مصر جانے کا ارادہ فرمایا، اور یہ سوچا کہ قبطی کے قتل کا قصہ اب بھولا بسرا ہو چکا ہوگا، اور واپس مصر جانے میں کوئی خطرہ نہیں رہا۔

(۲۰) یہ ایک طبعی خوف تھا جو نبوّت کے منافی نہیں ہوتا۔

مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ز وَّ
ڈرو نہیں، تم بالکل محفوظ ہو۔ ﴿۳۱﴾ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، وہ کسی بیماری کے بغیر چمکتا ہوا نکلے گا، اور ڈر دُور کرنے کے لئے اپنا بازو
اضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى
اپنے جسم سے لپٹا لینا۔(۲۱) اب یہ دو زبردست دلیلیں ہیں جو تمہارے پروردگار کی طرف سے فرعون اور اُس کے درباریوں کے
فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ
پاس بھیجی جارہی ہیں۔ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔" ﴿۳۲﴾ موسیٰ نے کہا: "میرے پروردگار! میں نے اُن کا ایک آدمی قتل کردیا تھا،
مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿۳۳﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ
اس لئے مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے قتل نہ کردیں۔ ﴿۳۳﴾ اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ صاف ہے،(۲۲) اس لئے
لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ز اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾
اُن کو بھی میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دیجئے کہ وہ میری تائید کریں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔" ﴿۳۴﴾
قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ
ارشاد ہوا: "ہم تمہارے بھائی کے ذریعے تمہارے ہاتھ مضبوط کئے دیتے ہیں، اور تم دونوں کو ایسا دبدبہ عطا کردیتے ہیں کہ اُن کو ہماری نشانیوں
اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى
کی برکت سے تم پر دسترس حاصل نہیں ہوگی، تم اور تمہارے پیروکار ہی غالب رہوگے۔" ﴿۳۵﴾ چنانچہ جب موسیٰ اُن کے
بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ
پاس ہماری کھلی ہوئی نشانیاں لے کر پہنچے تو انہوں نے کہا: "یہ کچھ نہیں، بس بناوٹی جادو ہے، اور ہم نے یہ بات اپنے پچھلے
اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ
باپ دادوں میں نہیں سنی۔" ﴿۳۶﴾ اور موسیٰ نے کہا: "میرا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اُس کے پاس سے ہدایت لے کر آیا ہے،
عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ
اور آخرکار بہتر ٹھکانا کس کے ہاتھ آئے گا،(۲۳) یہ یقینی بات ہے کہ ظالم لوگ فلاح نہیں پائیں گے۔" ﴿۳۷﴾ اور فرعون بولا:

---

(۲۱) لاٹھی کے سانپ بننے اور ہاتھ سے اچانک روشنی نکلنے کے واقعات سے جو طبعی گھبراہٹ ہوئی، اُس کا علاج بھی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ جس ہاتھ کو بغل سے نکالا تھا، اور وہ چمکنے لگا تھا، اُسے دوبارہ اپنے جسم سے لپٹالو، تو گھبراہٹ دُور ہوجائے گی۔

(۲۲) جیسا کہ سورۂ طٰہٰ (۲۰:۲۵) میں گذرا ہے، بچپن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک انگارا زبان پر رکھ لیا تھا جس کی وجہ سے ان کی زبان میں تھوڑی سی لکنت پیدا ہوگئی تھی۔ اس لئے اُنہوں نے درخواست کی کہ اُن کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بھی اُن کے ساتھ نبی بنا کر بھیج دیا جائے، کیونکہ اُن کی زبان زیادہ صاف ہے۔

(۲۳) ٹھکانے سے مراد دُنیا بھی ہوسکتی ہے کہ دُنیا میں اچھا انجام کس کا ہوگا کہ خاتمہ بخیر ہو، اور آخرت بھی مراد ہوسکتی ہے کہ

فِرْعَوْنُ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِیْ ۚ فَاَوْقِدْ لِیْ

"اے دربار والو! میں تو اپنے سوا تمہارے کسی اور خدا سے واقف نہیں ہوں۔ ہامان! تم ایسا کرو کہ میرے لئے گارے کو آگ دے کر

يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّیْ

پکواؤ، اور میرے لئے ایک اُونچی عمارت بناؤ، تاکہ میں اُس پر سے موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں،(۲۴) اور میں تو پورے یقین کے

لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِی الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ

ساتھ یہ سمجھتا ہوں کہ یہ شخص جھوٹا ہے۔" (۳۸) غرض یہ کہ اُس نے اور اُس کے لشکروں نے زمین میں ناحق گھمنڈ کیا، اور یہ سمجھ بیٹھے کہ انہیں

وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِی

ہمارے پاس واپس نہیں لایا جائے گا۔ (۳۹) اس لئے ہم نے اُس کو اور اُس کے لشکروں کو پکڑ میں لے کر سمندر میں پھینک دیا۔

الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ

اب دیکھ لو کہ ظالموں کا انجام کیسا ہوا۔ (۴۰) ہم نے اُنہیں قائد بنایا تھا جو لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے،

اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

اور قیامت کے دن اُن کو کسی کی مدد نہیں پہنچے گی۔ (۴۱) اِس دُنیا میں ہم نے لعنت اُن کے پیچھے لگا دی ہے، اور

لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى ع

قیامت کے دن وہ اُن لوگوں میں شامل ہوں گے جن کی بُری حالت ہونے والی ہے۔ (۴۲) ہم نے پچھلی اُمتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ

الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّ

کو ایسی کتاب دی تھی جو لوگوں کے لئے بصیرت کی باتوں پر مشتمل، اور سراپا ہدایت

رَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَيْنَاۤ اِلٰى

ورحمت تھی، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔(۲۵) (۴۳) اور (اے پیغمبر!) تم اُس وقت (کوہِ طور کی) مغربی جانب موجود نہیں تھے جب ہم نے

مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ ۙ وَلٰكِنَّاۤ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا

موسیٰ کو اَحکام سپرد کئے تھے،(۲۶) اور نہ تم اُن لوگوں میں سے تھے جو اس کا مشاہدہ کر رہے ہوں۔ (۴۴) ـــــ بلکہ اُن کے بعد ہم نے بہت سی نسلیں پیدا

آخرت میں انجام بہتر ہو۔

(۲۴) یہ اُس نے محض مذاق اُڑانے کے طور پر کہا تھا۔

(۲۵) اس سے مراد تورات ہے۔

(۲۶) یہاں سے آیت نمبر ۶۱ تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ کریم کی سچائی کا بیان ہے۔ پہلے یہ دلیل پیش کی گئی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو واقعات قرآنِ کریم نے بیان فرمائے ہیں، مثلاً کوہِ طور کے مغربی کنارے پر اُن کو تورات دیا جانا، اور صحرائے سینا میں اُن کو پکار کر نبوت عطا کرنا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عرصۂ دراز تک مدین میں رہنا، یہ ساری باتیں ایسی

فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْۤ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ

گیں، جن پر طویل زمانہ گذر گیا ـــــ اور تم مدین کے بسنے والوں کے درمیان بھی مقیم نہیں تھے کہ اُن کو ہماری

اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا

آیتیں پڑھ کر سناتے ہو، بلکہ (تمہیں) رسول بنانے والے ہم ہیں، ﴿۴۵﴾ اور نہ تم اُس وقت طور کے کنارے موجود تھے جب ہم نے (موسیٰ کو)

وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ

پکارا تھا، بلکہ یہ تمہارے رَبّ کی رحمت ہے (کہ تمہیں وحی کے ذریعے یہ باتیں بتائی جارہی ہیں) تاکہ تم اُس قوم کو خبردار کرو جس کے پاس تم سے

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَاۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ

پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا، شاید وہ نصیحت قبول کرلیں۔ ﴿۴۶﴾ اور تاکہ جب ان لوگوں پر ان کے ہاتھوں کے کرتوت کی وجہ سے کوئی

اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَ

مصیبت آئے تو وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ: ”ہمارے پروردگار! آپ نے ہمارے پاس کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم آپ کی آیتوں کی پیروی کرتے

نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَاۤ

اور ایمان والوں میں ہم بھی شامل ہوجاتے؟“ ﴿۴۷﴾ پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آگیا تو کہنے لگے کہ: ”اس پیغمبر کو اُس جیسی چیز کیوں

اُوْتِيَ مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ

نہیں دی گئی جیسی موسیٰ (علیہ السلام) کو دی گئی تھی؟“ (۲۷) حالانکہ جو چیز موسیٰ کو دی گئی تھی، کیا انہوں نے پہلے ہی اُس کا انکار نہیں کردیا تھا؟ انہوں نے کہا تھا

قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظَاهَرَا ۗ وَقَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا

کہ: ”یہ دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں، اور انہوں نے کہا کہ ”ہم ان میں سے ہر ایک کے منکر ہیں۔“ ﴿۴۸﴾ (ان سے) کہو:

بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾

”اچھا، اگر تم سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی اور ایسی کتاب لے آؤ جو ان دونوں سے زیادہ ہدایت پر مشتمل ہو، میں اُس کی اِتباع کرلوں گا۔“ ﴿۴۹﴾ پھر

فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ

اگر یہ تمہاری فرمائش پوری نہ کریں، تو سمجھ لو کہ درحقیقت یہ لوگ اپنی خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں۔ اور اُس سے زیادہ

ہیں کہ نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت خود موجود تھے کہ ان واقعات کو دیکھتے، اور نہ ان کو معلوم کرنے کا آپ کے پاس کوئی اور ذریعہ تھا، اس کے باوجود آپ یہ واقعات اتنی تفصیل سے بیان فرمارہے ہیں، تو اس کا کوئی اور مطلب سوائے اس کے نہیں ہوسکتا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی ہے جس نے آپ کو ان واقعات سے باخبر کیا۔

(۲۷) یعنی جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پوری تورات ایک ہی مرتبہ عطا کردی گئی تھی، اسی طرح آپ کو سارا قرآن ایک ہی مرتبہ کیوں نہیں دے دیا گیا؟ اس اعتراض کا یہ جواب آگے دیا گیا ہے کہ تم لوگ تورات پر کونسا ایمان لے آئے تھے جو قرآن کے بارے میں یہ مطالبہ کررہے ہو؟

اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى

گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی ہدایت کے بغیر بس اپنی خواہش کے پیچھے چلے؟ بیشک اللہ

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٠﴾ وَ لَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ ع

ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ ﴿٥٠﴾ اور واقعہ یہ ہے کہ ہم ان کے فائدے کے لئے ایک کے بعد ایک (نصیحت کی) بات بھیجتے رہے ہیں،(۲۸) تاکہ

يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٥١﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَ النصف

وہ متنبہ ہوں۔ ﴿٥١﴾ جن کو ہم نے قرآن سے پہلے آسمانی کتابیں دی ہیں، وہ اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں،(۲۹) ﴿٥٢﴾ اور جب وہ اُن کو پڑھ کر

اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ

سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ: ''ہم اس پر ایمان لائے، یقیناً یہ برحق کلام ہے جو ہمارے پروردگار کی طرف سے آیا ہے۔ ہم تو اس سے پہلے بھی

مُسْلِمِيْنَ ﴿٥٣﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ

اسے مانتے تھے۔ ﴿٥٣﴾ ایسے لوگوں کو اُن کا ثواب دُہرا دیا جائے گا، کیونکہ انہوں نے صبر سے کام لیا،(۳۰) اور وہ نیکی سے برائی کا دفعیہ کرتے ہیں،(۳۱) اور

بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٥٤﴾ وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ

ہم نے جو کچھ اُن کو دیا ہے، اُس میں سے (اللہ کے راستے میں) خرچ کرتے ہیں۔ ﴿٥٤﴾ اور جب وہ کوئی بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اُسے ٹال

---

(۲۸) قرآنِ کریم ایک ہی مرتبہ کیوں نازل نہیں کیا گیا؟ اس کی وجہ بیان کی جارہی ہے کہ اس میں تم لوگوں ہی کا فائدہ مقصود تھا کہ ہر موقع پر اُس کے مناسب ہدایات دی جاسکیں، اور ایک کے بعد ایک ہدایت دے کر تمہیں اس بات کا موقع دیا جائے کہ تم کسی بات کو تو قبول کرلو۔

(۲۹) یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ کریم کی سچائی کی ایک اور دلیل ہے، اور وہ یہ کہ جن لوگوں کو پہلے آسمانی کتابیں دی جاچکی ہیں، یعنی یہودی اور عیسائی، اُن میں سے جو لوگ حق کے طالب تھے، وہ اس پر ایمان لے آئے ہیں، اور انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور قرآنِ کریم کے نزول کی بشارت پچھلی کتابوں میں موجود ہے، اس لئے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ہی آپ کو اور قرآنِ کریم کو مانتے تھے۔

(۳۰) جو شخص پہلے ایک دِین کو اِختیار کئے ہوئے ہو، اور جسے اس بات پر فخر بھی ہو کہ وہ ایک آسمانی کتاب کی پیروی کررہا ہے، اُس کے لئے نیا دِین اختیار کرنا بہت مشکل ہوتا ہے، اس لئے بھی کہ اپنی پرانی عادت چھوڑنا دُشوار ہے، اور اس لئے بھی کہ اُس کے ہم مذہب اُسے تکلیفیں پہنچاتے ہیں، لیکن ان حضرات نے ان تمام تکلیفوں پر صبر کیا، اور حق پر ثابت قدم رہے، اس لئے ان کو دُہرا ثواب ملے گا۔

(۳۱) یعنی بُرائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں۔

أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۡ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۡ لَا

جاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ: "ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں، اور تمہارے لئے تمہارے اعمال۔ ہم تمہیں سلام کرتے ہیں(۳۲)۔ ہم نادان لوگوں

نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿۵۵﴾ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ

سے اُلجھنا نہیں چاہتے۔" (۵۵) (اے پیغمبر!) حقیقت یہ ہے کہ تم جس کو خود چاہو، ہدایت تک نہیں پہنچا سکتے، بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے، ہدایت تک

يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ

پہنچا دیتا ہے، اور ہدایت قبول کرنے والوں کو وہی خوب جانتا ہے۔ (۵۶) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ: "اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں

نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ۭ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ

گے تو ہمیں اپنی زمین سے کوئی اُچک کر لے جائے گا۔"(۳۳) بھلا کیا ہم نے ان کو اُس حرم میں جگہ نہیں دے رکھی جو اتنا پُر امن ہے کہ ہر قسم کے پھل

ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَكَمْ

اُس کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں، جو خاص ہماری طرف سے دیا ہوا رزق ہے؟ لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۵۷) اور کتنی ہی بستیاں

اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ

وہ ہیں جو اپنی معیشت پر اتراتی تھیں، ہم نے اُن کو تباہ کر ڈالا، اب وہ اُن کی رہائش گاہیں تمہارے سامنے ہیں، جو اُن کے بعد تھوڑے عرصے کو

بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ

چھوڑ کر کبھی آباد ہی نہ ہو سکیں، اور ہم ہی تھے جو اُن کے وارث بنے۔ (۵۸) اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں ہے کہ وہ بستیاں یونہی ہلاک کر ڈالے جب

الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي

تک اُس نے اُن بستیوں کے مرکزی مقام پر کوئی رسول نہ بھیجا ہو جو اُن کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائے، اور ہم بستیوں کو اُس وقت تک ہلاک

---

(۳۲) یعنی تم سے بحث میں اُلجھنا نہیں چاہتے، ہاں یہ دُعا کرتے ہیں کہ تمہیں اسلام کی توفیق ملے، اور اس کے نتیجے میں تمہیں سلامتی عطا ہو۔

(۳۳) بعض کافروں نے اسلام لانے میں یہ رُکاوٹ ظاہر کی تھی کہ اسلام لانے کے بعد عرب کے لوگ ہماری عزت کرنا چھوڑ دیں گے، اور ہمارے خلاف قتل و غارت گری کا بازار گرم کر کے ہمیں یہاں سے نکال باہر کریں گے۔ قرآنِ کریم نے اس کے تین جواب دیئے ہیں۔ پہلا جواب تو اسی آیت میں یہ دیا ہے کہ ہم نے ان کے کفر کے باوجود ان کو حدودِ حرم میں اتنا محفوظ بنایا ہوا ہے کہ سارے عرب میں قتل و غارت گری ہو رہی ہے، لیکن حرم والوں کو کوئی کچھ نہیں کہتا، بلکہ چاروں طرف سے ہر قسم کے پھل کھنچ کھنچ کر وہاں آتے ہیں، اور حرم آنے والے کسی سامان پر کوئی ڈاکا نہیں ڈالتا۔ جب تمہارے کفر کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ حفاظت بخشی ہوئی ہے تو جب تم ایمان لے آؤ گے تو کیا اُس وقت اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت نہیں کرے گا؟ پھر آیت ۵۸ میں دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ بربادی تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے آتی ہے، چنانچہ تم سے پہلی جن قوموں نے کفر کی راہ اختیار کی، آخرکار وہی تباہ ہوئیں، نہ کہ وہ لوگ جو ایمان لے آئے تھے۔ پھر آیت نمبر ۶۰ میں تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر بالفرض اسلام لانے کے نتیجے میں تمہیں دُنیا کے اندر کچھ تکلیفیں پہنچ بھی جائیں تو وہ آخرت کی تکلیفوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔

الْقُرٰٓى اِلَّا وَ اَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ

کرنے والے نہیں ہیں جب تک اُن کے باشندے ظالم نہ بن جائیں۔(۳۴) ﴿۵۹﴾ اور تم کو جو کچھ بھی دیا گیا ہے، وہ دُنیوی زندگی کی پونجی اور اُس کی

الدُّنْيَا وَ زِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَفَمَنْ ع ۶

سجاوٹ ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے، وہ کہیں زیادہ بہتر اور کہیں زیادہ پائیدار ہے۔ کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے؟ ﴿۶۰﴾ بھلا بتاؤ کہ جس

وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ

شخص سے ہم نے اچھا سا وعدہ کر رکھا ہے، اور وہ اُس وعدے کو پا کر رہے گا، کیا وہ اُس جیسا ہوسکتا ہے جسے ہم نے دُنیوی زندگی کی پونجی کے کچھ

هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ

مزے دے دیئے ہیں، پھر وہ اُن لوگوں میں شامل ہونے والا ہے جو قیامت کے دن دھر لئے جائیں گے؟ ﴿۶۱﴾ اور وہ دن (کبھی نہ بھولو) جب

شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ

اللہ ان لوگوں کو پکارے گا، اور کہے گا: "کہاں ہیں (خدائی میں) میرے وہ شریک جن کا تم دعویٰ کیا کرتے تھے؟(۳۵)" ﴿۶۲﴾ جن کے خلاف (اللہ

رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ

کی) بات پوری ہوچکی ہوگی،(۳۶) وہ کہیں گے: "اے ہمارے پروردگار! یہ لوگ جن کو ہم نے گمراہ کیا تھا، ہم نے ان کو اُسی طرح گمراہ کیا جیسے ہم خود

---

(۳۴) یہ بیچ میں کفارِ عرب کے ایک اور اِعتراض کا جواب دے دیا گیا ہے۔ وہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے مذہب اور طریقِ کار سے ناراض ہے، تو جس طرح اُس نے پچھلی قوموں کو ہلاک کیا ہے، جن کا حوالہ پچھلی آیت میں بھی دیا گیا ہے، اُسی طرح ہم کو اب تک کیوں ہلاک نہیں کیا؟ جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ لوگوں کو ہلاک کرنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔ وہ سب سے پہلے اپنا کوئی پیغمبر اُن کے مرکزی علاقے میں بھیجتا ہے جو اُنہیں سیدھے راستے کی دعوت دے، اور بار بار دیتا رہے، تاکہ وہ راہِ راست پر آئیں، اور اُنہیں سزا دینے کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ اگر وہ اپنی گمراہی سے باز آجاتے ہیں تو اُنہیں ہلاک نہیں کیا جاتا، البتہ اگر وہ اپنی ظالمانہ رَوش پر اَڑے رہتے ہیں، تب اُنہیں سزا دی جاتی ہے۔ یہی معاملہ پچھلی قوموں کے ساتھ ہوا، اور وہی سلوک تمہارے ساتھ ہو رہا ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں بار بار حق کو قبول کرنے کی دعوت دے رہے ہیں، اور تمہیں مہلت دی جارہی ہے۔ اس کا یہ مطلب لینا پرلے درجے کی نادانی ہے کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوش ہیں، اور تمہیں کبھی سزا نہیں ملے گی۔

(۳۵) اس سے مراد وہ شیاطین ہیں جن کو کافروں نے معبود بنا رکھا تھا۔

(۳۶) ان سے مراد بھی وہی شیاطین ہیں جن کو نفع نقصان کا مالک سمجھ کر کافر لوگ ان کی عبادت کرتے تھے۔ اور بات پوری ہونے سے مراد اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے کہ جو شیاطین دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں، انہیں آخرکار دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ان شیاطین کے دوزخ میں جانے کا وقت آچکا ہوگا، اُس وقت وہ یہ بات کہیں گے۔

إِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوٓا إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿٦٣﴾ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ

گمراہ ہوئے۔(۳۷) ہم آپ کے سامنے ان سے دست بردار ہوتے ہیں، یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔(۳۸) ﴿٦٣﴾ اور (ان کافروں سے) کہا جائے گا

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ أَنَّهُمْ

کہ: "پکارو اُن کو جنہیں تم نے اللہ کا شریک بنا رکھا تھا!" چنانچہ وہ اُن کو پکاریں گے، مگر وہ ان کو جواب نہیں دیں گے، اور یہ عذاب آنکھوں سے دیکھ لیں

كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿٦٤﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ أَجَبْتُمُ

گے۔ کاش یہ ایسے ہوتے کہ ہدایت کو قبول کر لیتے! ﴿٦٤﴾ اور وہ دن (بھی ہرگز نہ بھولو) جب اللہ ان کو پکارے گا، اور کہے گا: "تم نے پیغمبروں کو کیا

الْمُرْسَلِينَ ﴿٦٥﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْأَنْبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا

جواب دیا تھا؟" ﴿٦٥﴾ اس پر ساری باتیں (جو یہ بنایا کرتے ہیں) اُس دن بے نشان ہو چکی ہوں گی، چنانچہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے کچھ پوچھ بھی

يَتَسَآءَلُونَ ﴿٦٦﴾ فَأَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰٓ أَنْ يَكُونَ

نہیں سکیں گے۔ ﴿٦٦﴾ البتہ جن لوگوں نے توبہ کر لی، اور ایمان لے آئے، اور نیک عمل کئے، تو پوری اُمید ہے کہ وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے

مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٧﴾ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۗ مَا كَانَ لَهُمُ

جنہیں فلاح حاصل ہوگی۔ ﴿٦٧﴾ اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور (جو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے۔ ان کو کوئی اختیار نہیں

الْخِيَرَةُ ۗ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٦٨﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ

ہے۔(۳۹) اللہ ان کے شرک سے پاک اور بہت بالا و برتر ہے۔ ﴿٦٨﴾ اور تمہارا پروردگار اُن باتوں کو بھی جانتا ہے جو ان کے

صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٦٩﴾ وَهُوَ اللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۗ لَهُ الْحَمْدُ فِي

سینے چھپائے ہوئے ہیں، اور اُن باتوں کو بھی جو یہ کھلم کھلا کرتے ہیں۔ ﴿٦٩﴾ اللہ وہی ہے، اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تعریف اُسی کی

الْأُولَىٰ وَالْآخِرَةِ ۖ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٧٠﴾ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ

ہے، دُنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور حکم اُسی کا چلتا ہے، اور اُسی کی طرف تم سب واپس بھیجے جاؤ گے۔ ﴿٧٠﴾ (اے پیغمبر! ان سے) کہو: "ذرا

جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ اللَّيْلَ سَرْمَدًا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ

یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تم پر رات کو ہمیشہ کے لئے قیامت کے دن تک مسلط رکھے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہارے پاس

---

(۳۷) یعنی جس طرح ہم نے اپنے اختیار سے گمراہی اختیار کی، ان لوگوں نے بھی اپنے اختیار سے گمراہی اپنائی، ورنہ ہم نے ان پر کوئی زبردستی نہیں کی تھی کہ یہ ضرور ہماری بات مانیں۔

(۳۸) یعنی درحقیقت یہ لوگ ہماری عبادت کرنے کے بجائے اپنی نفسانی خواہشات کی عبادت کرتے تھے۔

(۳۹) یہ کفار کے اس اعتراض کا جواب ہے کہ پیغمبر ہمارے سرداروں اور دولت مند لوگوں میں سے کسی کو کیوں نہیں بنایا گیا؟ مختصر جواب یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی نے یہ ساری کائنات پیدا کی ہے، اور اُسی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ کس کو اپنا پیغمبر بنائے۔ ان لوگوں کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

يَأْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ
روشنی لے کر آئے؟ بھلا کیا تم سنتے نہیں ہو؟" ﴿۷۱﴾ کہو: "ذرا یہ بتلاؤ کہ اگر اللہ تم پر دن کو ہمیشہ کے لئے
النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَأْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ
قیامت کے دن تک مسلط کردے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہیں وہ رات لاکر دیدے جس میں تم
تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ
سکون حاصل کرسکو؟ بھلا کیا تمہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا؟ ﴿۷۲﴾ یہ تو اُسی نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات بھی بنائی ہے اور دن بھی، تا کہ تم اُس
لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَيَوْمَ
میں سکون حاصل کرو، اور اِس میں اللہ کا فضل تلاش کرو، (۴۰) اور تا کہ تم شکر اَدا کرو۔ ﴿۷۳﴾ اور وہ دن (نہ بھولو) جب
يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا
وہ ان (مشرکوں) کو پکارے گا، اور کہے گا کہ: "کہاں ہیں (خدائی میں) میرے وہ شریک جن کا تم دعویٰ کیا کرتے تھے؟" ﴿۷۴﴾ اور ہم ہر
مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ
اُمت میں سے ایک گواہی دینے والا نکال لائیں گے، پھر کہیں گے کہ: "لاؤ اپنی کوئی دلیل!" اُس وقت اُن کو پتہ چل جائے گا کہ سچی بات اللہ
عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى ع
کی ہی تھی، اور وہ ساری باتیں جو انہوں نے گھڑ رکھی تھیں، سب گم ہو کر رہ جائیں گی۔ ﴿۷۵﴾ قارون موسیٰ کی قوم کا ایک شخص تھا، (۴۱) پھر اُس نے اُنہی

(۴۰) یہ اللہ تعالیٰ کے اس عظیم اِنعام کا تذکرہ ہے کہ اُس نے رات کے وقت کو سکون حاصل کرنے کا ذریعہ بنا دیا، اندھیرا طاری کر کے سب کو مجبور کر دیا کہ وہ اُس وقت آرام کریں، ورنہ یہ ممکن نہیں تھا کہ سب لوگ کسی ایک وقت پر متفق ہو کر اُسے آرام کا وقت قرار دے دیتے، اور نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک شخص آرام کرنا چاہتا ہے تو دوسرا اُس وقت کوئی کام کرنا چاہتا ہے، اور اُس کے کام میں مشغول ہونے سے پہلے شخص کے آرام میں خلل واقع ہوتا۔ اسی طرح دن کے وقت کو اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل تلاش کرنے یعنی روزی روزگار کمانے کا وقت بنا دیا، تا کہ اُس وقت سب کام میں لگیں۔ اگر تمام وقت دن رہتا تو سکون حاصل کرنا مشکل ہوتا، اور اگر تمام وقت رات رہتی تو سارے کام ناممکن ہو جاتے۔

(۴۱) اتنی بات تو خود قرآنِ کریم سے واضح ہے کہ قارون بنو اِسرائیل ہی کا ایک شخص تھا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے پہلے فرعون نے اُس کو بنو اِسرائیل کی نگرانی پر متعین کیا ہوا تھا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بنایا اور حضرت ہارون علیہ السلام آپ کے نائب قرار پائے تو اسے حسد ہوا، اور بعض روایات میں ہے کہ اُس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مطالبہ بھی کیا کہ اُسے کوئی منصب دیا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا کہ اُسے کوئی منصب ملے، اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے معذرت کر لی، اس پر اُس کے حسد کی آگ اور زیادہ بھڑک اُٹھی، اور اُس نے منافقت شروع کر دی۔

عَلَيْهِمْ ۖ وَ اٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي

پر زیادتی کی۔(۴۲) اور ہم نے اُسے اتنے خزانے دیئے تھے کہ اُس کی چابیاں طاقت ور لوگوں کی ایک جماعت سے بھی مشکل

الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَ ابْتَغِ

سے اُٹھتی تھیں۔ ایک وقت تھا جب اُس کی قوم نے اُس سے کہا کہ: ''اِتراؤ نہیں، اللہ اِترانے والوں کو پسند نہیں کرتا، ۝ اور اللہ نے تمہیں جو

فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَ لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَ اَحْسِنْ

کچھ دے رکھا ہے، اُس کے ذریعے آخرت والا گھر بنانے کی کوشش کرو،(۴۳) اور دُنیا میں سے بھی اپنے حصے کو نظر انداز نہ کرو،(۴۴) اور جس طرح

كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَ لَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ

اللہ نے تم پر اِحسان کیا ہے، تم بھی (دوسروں پر) احسان کرو،(۴۵) اور زمین میں فساد مچانے کی کوشش نہ کرو۔ یقین جانو اللہ

الْمُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَ لَمْ يَعْلَمْ اَنَّ

فساد مچانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔'' ۝ کہنے لگا: ''یہ سب کچھ تو مجھے خود اپنے علم کی وجہ سے ملا ہے۔'' بھلا کیا اُسے اتنا بھی علم نہیں تھا کہ اللہ نے

اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ

اُس سے پہلی نسلوں کے ایسے ایسے لوگوں کو ہلاک کر ڈالا تھا جو طاقت میں بھی اُس سے زیادہ مضبوط تھے،(۴۶) اور جن کی جمعیت بھی زیادہ تھی۔ اور

جَمْعًا ۭ وَ لَا يُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ فِيْ

مجرموں سے اُن کے گناہوں کے بارے میں پوچھا بھی نہیں جاتا۔(۴۷) ۝ پھر (ایک دن) وہ اپنی قوم کے سامنے اپنی آن بان کے

---

(۴۲) قرآنِ کریم نے یہاں جو لفظ استعمال فرمایا ہے، اُس کے معنی ظلم اور زیادتی کرنے کے بھی ہو سکتے ہیں، اور تکبر کرنے کے بھی۔ کہتے ہیں کہ جب اُس کو فرعون کی طرف سے بنو اِسرائیل کی نگرانی سونپی گئی تھی تو اُس نے اپنے ہی قوم کے لوگوں پر زیادتیاں کی تھیں۔

(۴۳) مطلب یہ ہے کہ مال و دولت کو اللہ تعالیٰ کے اَحکام کے مطابق استعمال کرو جس کے نتیجے میں آخرت کا ثواب حاصل ہو۔

(۴۴) یعنی آخرت کا گھر بنانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دُنیا کی ضروریات کو بالکل نظر انداز کر دو، بلکہ ضرورت کے مطابق دُنیا کا ساز و سامان رکھنے اور کمانے میں بھی کچھ گناہ نہیں ہے۔ البتہ دُنیا اس انداز سے نہ کماؤ جس سے آخرت میں نقصان اُٹھانا پڑے۔

(۴۵) یہاں اشارہ فرما دیا گیا کہ جو مال و دولت تمہیں دُنیا میں ملا ہے، حقیقت میں وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، اور اُس نے تم پر اِحسان کر کے تمہیں عطا فرمایا ہے۔ اسی طرح تم بھی لوگوں پر اِحسان کر کے اُنہیں اس مال و دولت میں شریک کرو۔

(۴۶) ایک طرف تو قارون یہ دعویٰ کر رہا تھا کہ میں نے جو مال و دولت حاصل کیا ہے اپنے علم و ہنر سے حاصل کیا ہے، اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ علم کا کوئی اعلیٰ درجہ تو در کنار اُسے اتنی معمولی بات بھی معلوم نہیں تھی کہ اگر بالفرض اُس نے اپنے علم و ہنر ہی سے یہ سب کچھ حاصل کیا تو وہ علم و ہنر کس کا دیا ہوا تھا؟ نیز یہ بات بھی اُس نے نظر انداز کر دی کہ اللہ تعالیٰ ایسے بہت سے انسانوں کو ہلاک کر چکا ہے جو اُس سے زیادہ مضبوط تھے، اور اسی قسم کے دعوے کیا کرتے تھے۔

(۴۷) یعنی اللہ تعالیٰ کو مجرموں کے حالات کا پورا علم ہے، اس لئے اُس کو حالات جاننے کے لئے اُن سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں آخرت میں اُن سے جو سوالات ہوں گے، وہ اُن کا جرم خود اُن پر ثابت کرنے کے لئے ہوں گے۔

زِيْنَتِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ
ساتھ نکلا۔ جو لوگ دُنیوی زندگی کے طلبگار تھے، وہ کہنے لگے: ''اے کاش! ہمارے پاس بھی وہ چیزیں ہوتیں جو
اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ
قارون کو عطا کی گئی ہیں۔ یقیناً وہ بڑے نصیبوں والا ہے۔'' (۷۹) اور جن لوگوں کو (اللہ کی طرف سے) علم عطا ہوا تھا، اُنہوں نے کہا: ''تم پر افسوس
وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا
ہے (کہ تم ایسا کہہ رہے ہو)۔ اللہ کا دیا ہوا ثواب اُس شخص کے لئے کہیں زیادہ بہتر ہے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اور وہ اُنہی کو ملتا ہے
الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ
جو صبر سے کام لیتے ہیں۔''(۴۸) (۸۰) پھر ہوا یہ کہ ہم نے اُسے اور اُس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر اُسے کوئی ایسا گروہ میسر نہ آیا جو اللہ کے مقابلے
يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ
میں اُس کی مدد کرتا اور نہ وہ خود اپنا بچاؤ کرسکا۔ (۸۱) اور کل جو لوگ اُس جیسا ہونے کی تمنا کر رہے تھے، کہنے لگے: ''اوہو!
تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ
پتہ چل گیا کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں وسعت کردیتا ہے، اور (جس کے لئے چاہتا ہے)
مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا
تنگی کردیتا ہے۔ اگر اللہ نے ہم پر اِحسان نہ کیا ہوتا تو وہ ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا۔ اوہو! پتہ چل گیا کہ کافر لوگ
يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۲﴾ ۧ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ ع
فلاح نہیں پاتے۔'' (۸۲) وہ آخرت والا گھر تو ہم اُن لوگوں کے لئے مخصوص کردیں گے جو زمین میں نہ تو بڑائی چاہتے ہیں،
عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَاۗءَ
اور نہ فساد، اور آخری انجام پرہیزگاروں کے حق میں ہوگا۔ (۸۳) جو شخص کوئی نیکی لے کر آئے گا تو اُس کو اُس سے بہتر چیز ملے گی،
بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَاۗءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا
اور جو کوئی بدی لے کر آئے گا تو جنہوں نے برے کام کئے ہیں، اُن کو کسی اور چیز کی نہیں، اُن کے کئے ہوئے کاموں ہی کی
السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ
سزا دی جائے گی۔ (۸۴) (اے پیغمبر!) جس ذات نے تم پر اس قرآن کی ذمہ داری ڈالی ہے، وہ تمہیں دوبارہ اُس جگہ پر لاکر رہے گا جو
لَرَاۗدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ۭ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَاۗءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ
(تمہارے لئے) اُنسیت کی جگہ ہے۔(۴۹) کہہ دو: ''میرا رب اُس سے بھی خوب واقف ہے جو ہدایت لے کر آیا ہے، اور اُس سے بھی جو کھلی گمراہی

(۴۸) ''صبر'' قرآنِ کریم کی ایک اِصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی ناجائز خواہشات پر قابو پاکر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری پر ثابت قدم رکھے۔

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۸۵ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ

میں مبتلا ہے۔" (۸۵) اور (اے پیغمبر!) تمہیں پہلے سے یہ اُمید نہیں تھی کہ تم پر یہ کتاب نازل کی جائے گی، لیکن یہ تمہارے رَبّ کی طرف سے

رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ۝۸۶ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ

رحمت ہے، لہٰذا کافروں کے ہرگز مددگار نہ بننا۔ (۸۶) اور جب اللہ کی آیتیں تم پر نازل کردی گئی ہیں، تو اس کے بعد یہ لوگ تمہیں ہرگز اُن (پر عمل

اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۸۷ وَلَا

کرنے) سے روکنے نہ پائیں۔ اور تم اپنے رَبّ کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہو، اور ہرگز ان مشرکین میں شامل نہ ہونا۔ (۸۷) اور اللہ کے

وقف لازم

تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ

ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ ہر چیز فنا ہونے والی ہے، سوائے اُس کی ذات کے۔ حکومت اُسی کی ہے،

ع ۹

لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۸۸

اور اُسی کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔ (۸۸)

---

(۴۹) قرآنِ کریم میں اصل لفظ "معاد" استعمال ہوا ہے۔ بعض مفسرین کے نزدیک یہ "عادت" سے نکلا ہے، یعنی وہ جگہ جس میں رہنے اور آنے جانے کا انسان عادی اور اُس سے مانوس ہو۔ اور بعض حضرات نے اس کے معنیٰ "لوٹنے کی جگہ" بیان کئے ہیں۔ دونوں صورتوں میں اس سے مراد مکہ مکرّمہ ہے۔ اور یہ آیت اُس وقت نازل ہوئی تھی جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرّمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منوّرہ تشریف لے جارہے تھے، جب جحفہ کے قریب اُس جگہ پہنچے جہاں سے مکہ مکرّمہ کا راستہ الگ ہوتا تھا تو آپ کو اپنے وطن سے جدائی کا احساس ہوا، اُس موقع پر اس آیت کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تسلی دی، اور وعدہ فرمایا کہ آپ کو دوبارہ اس سرزمین پر فاتح کی حیثیت سے لایا جائے گا۔ چنانچہ آٹھ سال کی مدت میں یہ وعدہ پورا ہوگیا، اور مکہ مکرّمہ میں آپ فاتح بن کر داخل ہوئے۔ اور بعض مفسرین نے "اُنسیت کی جگہ" یا "لوٹنے کی جگہ" سے مراد جنت لی ہے۔ اور آیت کا مطلب یہ بتایا ہے کہ آپ کو اگرچہ اس دُنیا میں تکلیفیں پہنچ رہی ہیں، لیکن آخرکار آپ کا مقام جنت ہے۔

الحمدللہ! آج بروز اتوار مؤرخہ ۱۶ر جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۳ر جون ۲۰۰۷ء کوڈربن جنوبی افریقہ میں سورۂ قصص کا ترجمہ اور تشریحی حواشی تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے ساتھ تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْت

تعارف

یہ سورت مکہ مکرمہ کے اُس دور میں نازل ہوئی تھی جب مسلمانوں کو اُن کے دشمنوں کے ہاتھوں طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھانی پڑ رہی تھیں۔ بعض مسلمان ان تکلیفوں کی شدت سے بعض اوقات پریشان ہوتے، اور اُن کی ہمت ٹوٹنے لگتی تھی۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ایسے مسلمانوں کو بڑی قیمتی ہدایات عطا فرمائی ہیں۔ اوّل تو سورت کے بالکل شروع میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لئے جو جنت تیار فرمائی ہے، وہ اتنی سستی نہیں ہے کہ کسی تکلیف کے بغیر حاصل ہو جائے۔ ایمان لانے کے بعد انسان کو مختلف آزمائشوں سے گذرنا ہی پڑتا ہے۔ دوسرے یہ تسلی بھی دی گئی ہے کہ یہ ساری تکلیفیں عارضی نوعیت کی ہیں، اور آخرکار ایک وقت آنے والا ہے جب ظالموں کو ظلم کرنے کی طاقت نہیں رہے گی، اور غلبہ اسلام اور مسلمانوں ہی کو حاصل ہوگا۔ اسی پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں پچھلے کئی انبیائے کرام علیہم السلام کے واقعات سنائے ہیں جن میں سے ہر واقعے میں یہی ہوا کہ شروع میں ایمان لانے والوں کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آخرکار اللہ تعالیٰ نے ظالموں کو برباد کیا، اور مظلوم مؤمنوں کو فتح عطا فرمائی۔ مکی زندگی کے اسی زمانے میں کئی واقعات ایسے پیش آئے کہ اولاد مسلمان ہوگئی، اور والدین کفر پر بضد رہے، اور اپنی اولاد کو واپس کفر اختیار کرنے پر مجبور کرنے لگے۔ اُن کا کہنا تھا کہ والدین ہونے کی وجہ سے اُن کی اولاد کو دین و مذہب کے معاملے میں بھی اُن کی فرماں برداری کرنی چاہئے۔ اس سورت کی آیت نمبر ۸ میں اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے میں یہ معتدل اور برحق اُصول بیان فرمایا کہ والدین کے ساتھ اچھا برتاؤ انسان کا فرض ہے، لیکن اگر وہ کفر یا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیں تو اُن کی اطاعت جائز نہیں ہے۔ جن مسلمانوں کے لئے مکہ مکرمہ کے کافروں کا ظلم و ستم ناقابلِ برداشت ہو رہا تھا، اُن کو اس سورت میں نہ صرف اجازت، بلکہ ترغیب دی گئی ہے کہ وہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے کسی ایسی جگہ چلے جائیں جہاں وہ اطمینان کے ساتھ اپنے دین پر عمل کر سکیں۔ بعض کافر لوگ مسلمانوں پر زور دیتے تھے کہ دینِ اسلام کو چھوڑ دو، اور اگر اس کے نتیجے میں تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سزا آئی تو تمہاری طرف سے ہم اُسے بھگت لیں گے۔ اس سورت کی آیات ۱۲ و ۱۳ میں اس لغو پیشکش کی حقیقت واضح کر دی گئی ہے کہ آخرت میں کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اُٹھا سکے گا۔ اس کے علاوہ توحید، رسالت اور آخرت کے دلائل بھی اس سورت میں بیان ہوئے ہیں، اور اس سلسلے میں جو اعتراضات کافروں کی طرف سے اُٹھائے جاتے تھے، اُن کا جواب بھی دیا گیا ہے۔

''عنکبوت'' عربی میں مکڑی کو کہتے ہیں، اور اس سورت کی آیت نمبر ۴۱ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مشرکین کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے مکڑی کے جالے پر بھروسہ کر رکھا ہو، اس لئے اس سورت کا نام سورۂ عنکبوت ہے۔

ایاتها ۶۹ ۲۹ سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ ۸۵ رکوعاتها ۷

یہ سورت مکی ہے، اوراس میں اُنہتر آیتیں اورسات رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جوسب پرمہربان ہے، بہت مہربان ہے

الٓمّٓ ۞ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا

الٓمّٓ۔ (۱) کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یونہی چھوڑ دیا جائے گا کہ بس وہ یہ کہہ دیں کہ: "ہم ایمان لے آئے" اوراُن کوآزمایا نہ

يُفْتَنُوْنَ ۞ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

جائے؟ (۲) حالانکہ ہم نے اُن سب کی آزمائش کی ہے جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں۔ لہٰذا اللہ ضرور معلوم کرکے رہے گا کہ کون لوگ ہیں جنہوں

صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۞ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ

نے سچائی سے کام لیا ہے، اوروہ یہ بھی معلوم کرکے رہے گا کہ کون لوگ جھوٹے ہیں۔[۱] (۳) جن لوگوں نے بُرے بُرے کام کئے ہیں، کیا وہ یہ سمجھتے

اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۞ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ

ہیں کہ وہ ہم سے بازی لے جائیں گے؟ بہت بُرا اندازہ ہے جو وہ لگا رہے ہیں۔ (۴) جوشخص اللہ سے جاملنے کی اُمید رکھتا ہو، اُسے یقین رکھنا

اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ

چاہئے کہ اللہ کی مقرر کی ہوئی میعاد ضرور آکر رہے گی، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، ہر چیز جانتا ہے۔ (۵) اور جوشخص بھی ہمارے راستے میں محنت

لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۞ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اُٹھاتا ہے، وہ اپنے ہی فائدے کے لئے محنت اُٹھاتا ہے۔[۲] یقیناً اللہ تمام دُنیا جہان کے لوگوں سے بے نیاز ہے۔ (۶) اور جو لوگ ایمان لے آئے

الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا

ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ہم اُن کی خطاؤں کو ضرور اُن سے جھاڑ دیں گے، اور جو عمل وہ کرتے رہے ہیں، اُن کا بہترین بدلہ انہیں

يَعْمَلُوْنَ ۞ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ

ضرور دیں گے۔ (۷) اور ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ اور اگر وہ تم پر زور ڈالیں کہ تم میرے ساتھ

---

(۱) اگرچہ اللہ تعالیٰ کو شروع ہی سے سب کچھ معلوم ہے کہ کون فرماں بردار ہوگا، اور کون نافرمان، لیکن اللہ تعالیٰ اس اَزَلی علم کی بنیاد پر جزا وسزا کا فیصلہ کرنے کے بجائے لوگوں پر حجت تمام کرنے کے لئے انہیں موقع دیتا ہے کہ وہ اپنے اختیار سے ہدایت یا گمراہی کا راستہ خود چنیں، اور یہاں یہی دیکھنا مراد ہے کہ کس نے کونسا راستہ عملاً چنا ہے۔

(۲) اس میں دِین کے راستے میں کی ہوئی ہر محنت داخل ہے، چاہے وہ نفس اور شیطان کا مقابلہ کرنے کی محنت ہو، یا تبلیغ ودعوت کی محنت، یا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کی محنت۔

لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ

کسی ایسے (معبود) کو شریک ٹھہراؤ جس کے بارے میں تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے تو اُن کا کہنا مت مانو۔(۳) میری ہی طرف تم سب کو لوٹ

فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

کر آنا ہے، اُس وقت میں تمہیں بتاؤں گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ ﴿۸﴾ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور اُنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ہم

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ﴿۹﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَآ

اُنہیں ضرور نیک لوگوں میں شامل کریں گے۔ ﴿۹﴾ اور کچھ لوگ ایسے ہیں کہ وہ کہہ دیتے ہیں کہ: "ہم اللہ پر ایمان لے آئے ہیں" پھر جب اُن

اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ

کو اللہ کے راستے میں کوئی تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو وہ لوگوں کی پہنچائی ہوئی تکلیف کو ایسا سمجھتے ہیں جیسا اللہ کا عذاب۔(۴) اور اگر کبھی تمہارے

مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ

پروردگار کی طرف سے کوئی مدد ان (مسلمانوں) کے پاس آگئی ہے تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ: "ہم تو تمہارے ساتھ تھے(۵)" بھلا کیا اللہ کو وہ باتیں

صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ

اچھی طرح معلوم نہیں ہیں جو سارے دُنیا جہان کے لوگوں کے سینوں میں چھپی ہیں؟ ﴿۱۰﴾ اور اللہ تعالیٰ ضرور معلوم کر کے رہے گا کہ کون لوگ

الْمُنٰفِقِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا

ایمان لائے ہیں، اور وہ ضرور معلوم کر کے رہے گا کہ کون لوگ منافق ہیں۔(۶) ﴿۱۱﴾ اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، اُنہوں نے ایمان والوں سے

وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ

کہا کہ: "ہمارے راستے کے پیچھے چلو تو ہم تمہاری خطاؤں کا بوجھ اُٹھالیں گے"، حالانکہ وہ اُن کی خطاؤں کا ذرا بھی بوجھ نہیں اُٹھا سکتے، یہ لوگ

اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز وَ

یقیناً بالکل جھوٹے ہیں۔ ﴿۱۲﴾ اور وہ اپنے گناہوں کے بوجھ بھی ضرور اُٹھائیں گے، اور اپنے بوجھ کے ساتھ کچھ اور بوجھ بھی۔(۷) اور یہ لوگ جتنے

---

(۳) اس آیت نے یہ اُصول بتادیا ہے کہ اگر والدین کافر ہوں، تب بھی اُن کے ساتھ عام برتاؤ میں نیک سلوک کرنا چاہئے، اور ان کی توہین یا ان کو تکلیف پہنچانا مسلمان کا کام نہیں ہے، لیکن اگر وہ کفر و شرک پر مجبور کریں تو ان کا کہنا ماننا جائز نہیں۔

(۴) یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب جتنا سنگین ہے، یہ لوگ انسانوں کی پہنچائی ہوئی تکلیف کو بھی اتنا ہی سنگین سمجھتے ہیں، اور اس کی وجہ سے کفار کی بات مان کر واپس کفر کی طرف چلے جاتے ہیں، اور یہ بات منافقت کے طور پر مسلمانوں سے چھپاتے ہیں۔

(۵) یعنی جب مسلمانوں کو فتح ہوگی، اور فتح کے اچھے نتائج سامنے آئیں گے تو یہ لوگ مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہم تو دِل سے تمہارے ساتھ تھے، اس لئے ہم سے کافروں جیسا معاملہ کرنے کے بجائے ہمیں اس فتح کے نتائج میں شریک کرو۔

(۶) دیکھئے حاشیہ نمبر ا۔

(۷) یعنی جن لوگوں کو انہوں نے گمراہ کیا، اُن کے گناہوں کا بوجھ بھی ان کو اُٹھانا ہوگا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ لوگ گناہوں کی سزا سے بچ جائیں گے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ اُن کو تو گناہ ہوگا ہی، لیکن ان کے ساتھ ان لوگوں کو بھی گناہ ہوگا جنہوں

ع لَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۱۳ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى

جھوٹ گھڑا کرتے تھے، قیامت کے دن ان سے اُن سب کی بازپرس ضرور کی جائے گی۔ (۱۳) اور ہم نے نوح کو اُن کی

قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَهُمُ

قوم کے پاس بھیجا تھا، چنانچہ پچاس کم ایک ہزار سال تک وہ اُن کے درمیان رہے، پھر اُن کو

الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۱۴ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَاۤ اٰيَةً

طوفان نے آ پکڑا، اور وہ ظالم لوگ تھے۔ (۱۴) پھر ہم نے نوح کو اور کشتی والوں کو بچالیا، اور ہم نے اُس کو دُنیا جہان والوں کے لئے

لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۵ وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ

ایک عبرت بنادیا[۸]۔ (۱۵) اور ہم نے ابراہیم کو بھیجا جبکہ اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ: "اللہ کی عبادت کرو، اور اُس سے ڈرو، یہی بات تمہارے

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۶ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّ

لئے بہتر ہے، اگر تم سمجھ سے کام لو۔ (۱۶) جو کچھ تم کرتے ہو وہ یہ ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر تم بتوں کو پوجتے ہو، اور جھوٹی باتیں گھڑتے ہو۔

تَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ

یقین جانو کہ اللہ کو چھوڑ کر جن جن کی تم عبادت کرتے ہو، وہ تمہیں رزق دینے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے، اس لئے

رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَيْهِ

رزق اللہ کے پاس تلاش کرو، اور اُس کی عبادت کرو، اور اُس کا شکر ادا کرو۔ اُسی کے پاس تمہیں واپس

تُرْجَعُوْنَ ۝۱۷ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ؕ وَمَا عَلَى

لوٹایا جائے گا۔ (۱۷) اور اگر تم مجھے جھٹلا رہے ہو تو تم سے پہلے بہت سی قومیں جھٹلانے کی رَوِش اختیار کرچکی ہیں، اور رسول پر اس کے سوا کوئی ذمہ

الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۱۸ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ

داری نہیں ہوتی کہ وہ صاف صاف بات پہنچا دے۔" (۱۸) بھلا کیا ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح مخلوق کو شروع میں پیدا کرتا ہے؟

ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۱۹ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ

پھر وہی اُسے دوبارہ پیدا کرے گا، یہ کام تو اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔ (۱۹) کہو کہ: "ذرا زمین میں چل پھر کر دیکھو

فَانْظُرُوْا كَيْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ يُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کہ اللہ نے کس طرح مخلوق کو شروع میں پیدا کیا، پھر اللہ ہی آخرت والی تخلیق وجود میں لائے گا۔ یقیناً اللہ

عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۰ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ

ہر چیز پر قادر ہے۔ (۲۰) وہ جس کو چاہے گا، سزا دے گا، اور جس پر چاہے گا رحم کرے گا، اور اُسی کی طرف تم سب کو پلٹا کر

نے ان کو گمراہ کیا۔

(۸) حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سورۂ ہود (۱۱:۲۵) میں گذر چکا ہے۔

تُقْلَبُوْنَ ۝ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۡ وَمَا لَكُمْ
لے جایا جائے گا۔ (۲۱) اور تم نہ زمین میں (اللہ کو) عاجز کرسکتے ہو، اور نہ آسمان میں، اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی
مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ؑ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ ع ۲
رکھوالا ہے، اور نہ کوئی مددگار۔" (۲۲) اور جن لوگوں نے اللہ کی آیتوں کا اور اُس سے جاملنے کا انکار کیا ہے،
اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ فَمَا كَانَ
وہ میری رحمت سے مایوس ہوچکے ہیں، اور اُن کے لئے دُکھ دینے والا عذاب ہے۔ (۲۳) غرض ابراہیم کی قوم کا
جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ
جواب اس کے سوا کچھ نہیں تھا کہ اُنہوں نے کہا: "قتل کرڈالو اس کو یا جلاڈالو اسے!" پھر اللہ نے ابراہیم کو
النَّارِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ
آگ سے بچایا۔ یقیناً اس واقعے میں اُن لوگوں کے لئے بڑی عبرتیں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔(۹) (۲۴) اور ابراہیم نے یہ بھی کہا کہ:
دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
"تم نے اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو (خدا) مانا ہوا ہے جس کے ذریعے دُنیوی زندگی میں تمہاری آپس کی دوستی قائم ہے۔(۱۰) پھر قیامت کے دن
يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۡ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ
تم ایک دوسرے کا انکار کروگے، اور ایک دوسرے پر لعنت بھیجوگے، اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا، اور تمہیں کسی بھی طرح کے
مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ۝ۙۖ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ وقف لازم
مددگار میسر نہیں ہوں گے۔" (۲۵) پھر لوط اُن پر ایمان لائے،(۱۱) اور ابراہیم نے کہا کہ: "میں اپنے پروردگار کی طرف ہجرت کرکے جارہا ہوں،(۱۲)
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ
وہی ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل۔" (۲۶) اور ہم نے اُنہیں اسحاق اور یعقوب (جیسے بیٹے) عطا فرمائے،

---

(۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعے کے لئے دیکھئے سورۂ انبیاء (۵۱:۲۱)۔

(۱۰) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ جو لوگ بتوں کی عبادت کرتے ہیں، انہوں نے اسی بت پرستی کی بنیاد پر دوستیاں قائم کر رکھی ہیں۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تم لوگوں نے بت پرستی سوچ سمجھ کر اختیار نہیں کی، بلکہ اپنے دوستوں کو دیکھا کہ وہ بت پرستی کررہے ہیں، تو اُنہی کے طریقے پر چل پڑے، اور صرف دوستی قائم رکھنے کے لئے اس مذہب کو اپنالیا۔ سبق یہ دیا گیا ہے کہ حق و باطل کے معاملے میں دوستوں اور رشتہ داروں کی مروّت میں کوئی راستہ اختیار نہیں کرنا چاہئے، بلکہ بصیرت کے ساتھ وہی راستہ اختیار کرنا چاہئے جو حق ہو۔

(۱۱) لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وطن یعنی عراق میں اُن پر حضرت لوط علیہ السلام کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔ چنانچہ انہوں نے بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہجرت کی، لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو بھی پیغمبر بنا کر سدوم اور عمورہ کی بستیوں کی طرف بھیجا تھا۔

ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي
اور اُن کی اولاد میں نبوّت اور کتاب کا سلسلہ جاری رکھا، اور اُن کا اجر ہم نے انہیں دُنیا میں (بھی) دیا اور یقیناً
الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ
آخرت میں اُن کا شمار صالحین میں ہوگا۔ (۲۷) اور ہم نے لوط کو بھیجا جبکہ اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا: ''حقیقت یہ ہے کہ تم
الْفَاحِشَةَ ۡ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ
ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دُنیا جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا۔ (۲۸) کیا تم واقعی مردوں کے پاس جاتے (۱۳) ہو،
الرِّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ ۙ وَتَاْتُوْنَ فِيْ نَادِيْكُمُ الْمُنْكَرَ ۭ فَمَا كَانَ
اور راستوں میں ڈاکے ڈالتے ہو، اور اپنی بھری مجلس میں بدی کا ارتکاب کرتے ہو؟'' پھر اُن کی قوم کے لوگوں کے
جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ
پاس اس کے سوا کوئی جواب نہیں تھا کہ اُنہوں نے کہا: ''لے آؤ ہم پر اللہ کا عذاب اگر تم
الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۳۰﴾ ۧ وَلَمَّا ع ۱۵
سچے ہو!'' (۲۹) لوط نے کہا: ''میرے پروردگار! ان مفسد لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرمایئے۔'' (۳۰) اور جب ہمارے
جَاۗءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مُهْلِكُوْٓا اَهْلِ هٰذِهِ
بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم کے پاس (اُن کے بیٹا ہونے کی) خوشخبری لے کر پہنچے (۱۴) تو اُنہوں نے کہا کہ: ''ہم اس بستی والوں کو ہلاک کرنے
الْقَرْيَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ښ قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا ۭ قَالُوْا
والے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کے باشندے بڑے ظالم بنے ہوئے ہیں۔'' (۳۱) ابراہیم نے کہا: ''اس بستی میں تو لوط موجود ہیں۔'' فرشتوں
نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِيْهَا ڡ لَنُنَجِّيَنَّهٗ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۤ كَانَتْ مِنَ
نے کہا: ''ہمیں خوب معلوم ہے کہ اُس میں کون ہے۔ ہم اُنہیں اور اُن کے متعلقین کو ضرور بچالیں گے، سوائے اُن کی بیوی کے کہ وہ اُن لوگوں
الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَاۗءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْۗءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ
میں شامل رہے گی جو پیچھے رہ جائیں گے۔'' (۳۲) اور جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط کے پاس پہنچے تو لوط اُن کی وجہ سے سخت پریشان
ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۣ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا
ہوئے، اور ان کی وجہ سے اُن کا دِل تنگ ہونے لگا۔ اُن فرشتوں نے کہا: ''آپ نہ ڈریئے، اور نہ غم کیجئے۔ ہم آپ کو اور آپ کے متعلقین کو

(۱۲) مطلب یہ ہے کہ وطن چھوڑ کر اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔

(۱۳) یعنی اپنی جنسی خواہش عورتوں کے بجائے مردوں سے پوری کرتے ہو۔

(۱۴) جو فرشتے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس یہ خوشخبری لے کر آئے تھے کہ اُن کے یہاں بیٹا پیدا ہوگا، اُنہی کو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھی بھیجا گیا تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ ہود (۱۱:۶۹) اور سورۂ

امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ
بچالیں گے، سوائے آپ کی بیوی کے جو پیچھے رہ جانے والوں میں شامل رہے گی۔ ﴿۳۳﴾ اس بستی کے باشندے جو بدکاریاں کرتے رہے ہیں،
رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً
اُن کی وجہ سے ہم ان پر آسمان سے عذاب نازل کرنے والے ہیں۔" ﴿۳۴﴾ اور ہم نے اس بستی کی کچھ کھلی نشانی اُن لوگوں کے لئے چھوڑ دی ہے
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا
جو سمجھ سے کام لیں۔[۱۵] ﴿۳۵﴾ اور مدین کی طرف ہم نے اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ چنانچہ اُنہوں نے کہا: "میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو،
اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ
اور آخرت والے دن کی اُمید رکھو، اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو۔" ﴿۳۶﴾ پھر ہوا یہ کہ ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا،
فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ
چنانچہ زلزلے نے اُن کو آ پکڑا، اور وہ اپنے گھر میں اوندھے پڑے رہ گئے۔[۱۶] ﴿۳۷﴾ اور ہم نے عاد اور ثمود کو بھی ہلاک کیا،
وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۗ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ
اور اُن کی تباہی تم پر اُن کے گھروں سے واضح ہوچکی ہے۔[۱۷] اور شیطان نے اُن کے اعمال کو ان کی نگاہوں میں خوشنما بنا کر
عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ ۙ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۗ
اُنہیں راہِ راست سے روک دیا تھا، حالانکہ وہ سوجھ بوجھ کے لوگ تھے۔[۱۸] ﴿۳۸﴾ اور قارون، فرعون اور ہامان کو بھی
وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا
ہم نے ہلاک کیا۔[۱۹] موسیٰ اُن کے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے تھے، مگر اُنہوں نے زمین میں تکبر سے کام لیا، اور وہ (ہم سے)
سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَ
جیت نہ سکے۔ ﴿۳۹﴾ ہم نے ان سب کو ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ میں لیا، چنانچہ ان میں سے کچھ وہ تھے جن پر ہم نے
مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ
پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیجی،[۲۰] اور کچھ وہ تھے جن کو ایک چنگھاڑ نے آ پکڑا،[۲۱] اور کچھ وہ تھے جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا،[۲۲] اور کچھ

حجر (۱۵:۵۱)۔

(۱۵) یعنی ان کی بستیوں کے کھنڈر آج بھی موجود ہیں، اور نشانِ عبرت بنے ہوئے ہیں۔

(۱۶) دیکھئے سورۂ اعراف (۷:۸۵) اور سورۂ ہود (۱۱:۸۴)۔

(۱۷) دیکھئے سورۂ اعراف (۷:۶۵ و ۷:۷۳) و سورۂ ہود (۱۱:۵۰ و ۱۱:۶۱)۔

(۱۸) یعنی دُنیا کے معاملات میں بڑے سمجھدار اور ہوشیار تھے، مگر آخرت سے بالکل غافل اور جاہل۔

(۱۹) دیکھئے سورۂ قصص (۲۸:۳۸ و ۲۸:۷۶ تا ۸۲)۔

مَنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

وہ جنہیں ہم نے پانی میں غرق کردیا۔(۲۳) اور اللہ ایسا نہیں تھا کہ ان پر ظلم کرتا، لیکن یہ لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کیا کرتے تھے۔ ﴿۴۰﴾

مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر دوسرے رکھوالے بنا رکھے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جس نے کوئی

بَيْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ

گھر بنالیا ہو۔ اور کھلی بات ہے کہ تمام گھروں میں سب سے کمزور گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ کاش کہ یہ لوگ جانتے!(۲۴) ﴿۴۱﴾ یہ لوگ

اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۴۲﴾ وَ

اللہ کو چھوڑ کر جس جس چیز کو پکارتے ہیں اللہ اُسے خوب جانتا ہے، اور وہ اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ ﴿۴۲﴾ ہم

تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَمَا يَعْقِلُهَآ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ

یہ مثالیں لوگوں کے فائدے کے لئے دیتے ہیں، اور اُنہیں سمجھتے وہی ہیں جو علم والے ہیں۔ ﴿۴۳﴾ اللہ نے

ع السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۴﴾ اُتْلُ

آسمانوں اور زمین کو برحق (مقصد کے لئے) پیدا کیا ہے۔(۲۵) درحقیقت اس میں ایمان والوں کے لئے بڑی نشانی ہے۔ ﴿۴۴﴾ (اے پیغمبر!)

مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ

جو کتاب تمہارے پاس وحی کے ذریعے بھیجی گئی ہے، اُس کی تلاوت کرو، اور نماز قائم کرو۔ بیشک نماز بے حیائی اور بُرے

الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَلَا

کاموں سے روکتی ہے،(۲۶) اور اللہ کا ذکر سب سے بڑی چیز ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سب کو جانتا ہے۔ ﴿۴۵﴾ اور

---

(۲۰) قوم عاد اسی طرح ہلاک ہوئی۔ دیکھئے سورۂ اعراف (۷:۶۵)۔

(۲۱) قوم ثمود اسی طرح تباہ ہوئی۔ دیکھئے سورۂ اعراف (۷:۷۳)۔

(۲۲) قارون کو زمین میں دھنسایا گیا تھا۔ دیکھئے سورۂ قصص (۲۸:۷۵)۔

(۲۳) حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر طوفان آیا تھا جس میں وہ غرق ہوئی، اسی طرح فرعون اور اس کی قوم کو بھی سمندر میں غرق کیا گیا۔

(۲۴) یعنی کاش یہ لوگ جانتے کہ جن جھوٹے خداؤں پر انہوں نے بھروسہ کیا ہوا ہے، وہ مکڑی کے جالے سے زیادہ کمزور ہیں، اور انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔

(۲۵) یعنی یہ کائنات اس مقصد کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ اُس کے ذریعے لوگوں کو آزمایا جائے، اور پھر لوگوں کے اعمال کے مطابق انہیں جزا یا سزا ملے۔ اگر آخرت کی زندگی آنے والی نہ ہو تو کائنات کو پیدا کرنے کا یہ اصل مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔

(۲۶) یعنی اگر اِنسان نماز کو نماز کی طرح پڑھے، اور اس کے مقصد پر دھیان دے تو وہ اُسے بے حیائی اور ہر بُرے کام سے روکے گی، اس لئے کہ انسان نماز میں سب سے پہلے تکبیر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی بڑائی کا اعلان اور اقرار کرتا ہے، جس کا لازمی مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے کسی بات کو وقعت نہیں دیتا۔ پھر ہر رکعت میں وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس بات کا اقرار اور عہد کرتا ہے کہ

تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۖ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا
(مسلمانو!) اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو، مگر ایسے طریقے سے جو بہترین ہو، ــــ البتہ اُن میں سے جو زیادتی کریں، اُن کی بات اور ہے ــــ (۲۷)
مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَاُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَاِلٰهُنَا
اور (ان سے) یہ کہو کہ: ''ہم اُس کتاب پر بھی ایمان لائے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی ہے، اور اُس پر بھی جو تم پر نازل کی گئی تھی،
وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (۴۶) وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ
اور ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہے، اور ہم اُسی کے فرماں بردار ہیں۔'' (۴۶) اور (اے پیغمبر!) اسی طرح ہم نے تم پر
الْكِتٰبَ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ مَنْ
کتاب نازل کی ہے، اس لئے جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے، وہ اس پر ایمان لاتے ہیں، اور ان (بت پرستوں) میں سے بھی کچھ لوگ ہیں
يُّؤْمِنُ بِهٖ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الْكٰفِرُوْنَ (۴۷) وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ
جو اس پر ایمان لا رہے ہیں، اور ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی لوگ کرتے ہیں جو کافر ہیں۔ (۴۷) اور تم اس سے پہلے نہ کوئی
قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ (۴۸) بَلْ هُوَ
کتاب پڑھتے تھے، اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو باطل والے مین میخ نکال سکتے تھے۔(۲۸) (۴۸) حقیقت تو یہ ہے

یا اللہ! میں آپ ہی کی بندگی کرتا ہوں، اور آپ ہی سے مدد مانگتا ہوں۔ لہٰذا جب اس کے بعد کسی گناہ کا خیال اُس کے دِل میں آئے تو اگر اُس نے نماز دھیان سے پڑھی ہے تو اُسے اپنا یہ عہد یاد آنا چاہئے جو یقیناً اُسے گناہ سے روکے گا۔ نیز وہ رُکوع، سجدے اور نماز کی ہر حرکت وسکون میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوئے زبانِ حال سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار بنا کر پیش کرتا ہے۔ اس لئے جو شخص نماز کو سوچ سمجھ کر اُس طرح پڑھے جیسے پڑھنا چاہئے تو نماز یقیناً اُسے برائیوں سے روکے گی۔

(۲۷) یوں تو دعوتِ اسلام میں ہر جگہ یہی تعلیم دی گئی ہے کہ وہ شائستگی کے ساتھ ہو، لیکن خاص طور پر اہلِ کتاب، یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں اس لئے یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ آسمانی کتابوں پر فی الجملہ ایمان رکھتے ہیں، اس لئے بت پرستوں کے مقابلے میں وہ مسلمانوں سے زیادہ قریب ہیں۔ تاہم اگر زیادتی اُن کی طرف سے ہو تو ترکی بہ ترکی جواب دینے کی بھی اجازت دی گئی ہے۔

(۲۸) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اُمی بنایا، یعنی آپ لکھتے پڑھتے نہیں تھے۔ اس آیت میں اُس کی حکمت بیان فرمائی گئی ہے کہ اُمی ہونے کے باوجود جب آپ کی زبان مبارک پر قرآنِ کریم جاری ہوا تو یہ بذاتِ خود ایک عظیم الشان معجزہ تھا کہ جس شخص نے کبھی نہ پڑھنا سیکھا، نہ لکھنا، وہ ایسا فصیح وبلیغ کلام پیش کر رہا ہے جس کی مثال پیش کرنے سے سارا عرب عاجز ہو گیا۔ قرآنِ کریم فرما رہا ہے کہ اگر آپ پڑھتے لکھتے ہوتے تو آپ کے مخالفین کو یہ کہنے کا کچھ نہ کچھ موقع مل جاتا کہ آپ نے کہیں سے پڑھ پڑھا کر یہ مضامین اکٹھے کر لئے ہیں۔ اگرچہ اعتراض اُس پر بھی فضول ہی ہوتا، لیکن اب تو یہ کہنے کا کوئی موقع ہی باقی نہیں رہا۔

اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا

کہ یہ قرآن ایسی نشانیوں کا مجموعہ ہے جو اُن لوگوں کے سینوں میں بالکل واضح ہیں جنہیں علم عطا کیا گیا ہے، اور ہماری آیتوں کا انکار صرف وہی

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا

لوگ کرتے ہیں جو ظالم ہیں۔ (۴۹) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ: "ان (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) پر ان کے پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نہیں

الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۵۰﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا

اُتاری گئیں (۲۹)؟" (اے پیغمبر! ان سے) کہہ دو کہ: "نشانیاں صرف اللہ کے پاس ہیں، اور میں تو ایک واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں۔" (۵۰)

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ

بھلا کیا ان کے لئے یہ (نشانی) کافی نہیں ہے کہ ہم نے تم پر کتاب اُتاری ہے جو ان کو پڑھ کر سنائی جارہی ہے؟ یقیناً اس میں اُن لوگوں کے

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ ع قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي ع۵ ۱

لئے بڑی رحمت اور نصیحت ہے جو ماننے والے ہوں۔ (۵۱) کہہ دو کہ: "میرے اور تمہارے درمیان گواہی دینے کے لئے اللہ کافی ہے، اُسے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ

اُن تمام چیزوں کا علم ہے جو آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں۔ اور جو لوگ باطل پر ایمان لائے ہیں، اور اللہ کا انکار کیا ہے، وہی ہیں جو سخت

اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَلَوْلَآ اَجَلٌ

نقصان اُٹھانے والے ہیں۔" (۵۲) اور یہ لوگ تم سے عذاب کی جلدی مچارہے ہیں۔ اگر (عذاب کا) ایک معین وقت

مُّسَمًّى لَّجَاۗءَهُمُ الْعَذَابُ ۭ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

نہ ہوتا تو ان پر ضرور عذاب آجاتا، اور وہ آئے گا ضرور (مگر) اتنا اچانک کہ ان کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔ (۵۳)

يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ۙ يَوْمَ

یہ تم سے عذاب کی جلدی مچارہے ہیں، اور یقیناً جہنم کافروں کو گھیرے میں لے لے گی، (۵۴) اُس دن

يَغْشٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا

جب عذاب اُن پر اُوپر سے بھی چھا جائے گا، اور ان کے پاؤں کے نیچے سے بھی، اور کہے گا کہ: "چکھو اُن کاموں کا

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ

مزہ جو تم کیا کرتے تھے۔" (۵۵) اے میرے بندو جو ایمان لاچکے ہو! یقین جانو میری زمین بہت وسیع ہے، لہٰذا خالص

---

(۲۹) یعنی وہ معجزات کیوں نہیں دیئے گئے جن کی ہم فرمائش کرتے ہیں۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے معجزات عطا فرمائے گئے تھے، لیکن کفارِ مکہ نت نئے معجزات کا مطالبہ کرتے رہتے تھے، جیسے سورۂ بنی اسرائیل (۱۷: ۹۳) میں تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔ جواب یہ دیا گیا ہے کہ معجزات دِکھانا اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے، میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبردار کرنے کے لئے آیا ہوں۔ نیز اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ قرآنِ کریم بذاتِ خود ایک بڑا معجزہ ہے جو ایک طالبِ حق کے لئے بالکل کافی ہونا چاہیے۔

فَاعْبُدُوْنِ ۞ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۞ وَ
میری عبادت کرو۔(۳۰) ﴿۵۶﴾ ہر متنفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے، پھر ہماری ہی طرف تم سب کو واپس لایا جائے گا۔(۳۱) ﴿۵۷﴾ اور
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ
جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اُن کو ہم ضرور جنت کے ایسے بالاخانوں میں آباد کریں گے
تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۞ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا
جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بہترین اجر ہے ان عمل کرنے والوں کا، ﴿۵۸﴾ جنہوں نے صبر سے کام لیا،
وَ عَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۞ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ
اور جو اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ ﴿۵۹﴾ اور کتنے جانور ہیں جو اپنا رزق اُٹھائے نہیں پھرتے! اللہ
يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ ۖ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ
اُنہیں بھی رزق دیتا ہے، اور تمہیں بھی،(۳۲) اور وہی ہے جو ہر بات سنتا، ہر چیز جانتا ہے۔ ﴿۶۰﴾ اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ: "کون ہے جس نے
السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى
آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور سورج اور چاند کو کام پر لگایا؟" تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ: "اللہ!" پھر آخر یہ لوگ کہاں سے اوندھے
يُؤْفَكُوْنَ ۞ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ يَقْدِرُ لَهٗ ۗ
چل پڑتے ہیں؟(۳۳) ﴿۶۱﴾ اللہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے، رزق میں کشادگی کردیتا ہے، اور جس کے لئے چاہتا ہے،

(۳۰) جیسا کہ اس سورت کے تعارف میں عرض کیا گیا، یہ سورت اُس زمانے میں نازل ہوئی تھی جب کفارِ مکہ نے مسلمانوں پر ظلم وستم کی انتہا کررکھی تھی، اور بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس صورتِ حال سے پریشان تھے۔ اس سورت کے شروع میں تو انہیں صبر واستقامت کی تلقین فرمائی گئی ہے، اور اب اس آیت میں اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر مکہ مکرمہ میں دین پر عمل کرنا مشکل ہورہا ہے تو اللہ کی زمین بہت وسیع ہے، ہجرت کرکے کسی اور ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں امن وسکون کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرسکو۔

(۳۱) یعنی اگر ہجرت کرنے سے اس لئے رُکاوٹ محسوس ہو کہ اپنے عزیزوں دوستوں کو چھوڑنا پڑے گا تو یہ جدائی کبھی نہ کبھی تو ہونی ہی ہے، کیونکہ ہر انسان کو موت آنی ہے۔ پھر جب سب ہمارے پاس واپس آجاؤ گے تو پھر کبھی جدائی نہیں ہوگی۔

(۳۲) ہجرت کرنے میں ایک خوف یہ ہوسکتا تھا کہ یہاں تو ہمارے روزگار کا ایک نظام موجود ہے، کہیں اور جا کر معلوم نہیں کوئی مناسب روزگار ملے یا نہ ملے۔ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ دُنیا میں کتنے جانور ایسے ہیں جو اپنا رزق ساتھ لئے نہیں پھرتے، بلکہ وہ جہاں کہیں جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ وہیں ان کے رزق کا انتظام فرماتا ہے۔ لہٰذا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت میں وطن چھوڑیں گے، کیا اللہ تعالیٰ اُن کے رزق کا انتظام نہیں فرمائے گا؟ البتہ رزق کی کمی اور زیادتی تمام تر اللہ تعالیٰ کی مشیت اور حکمت پر موقوف ہے۔ لہٰذا وہی فیصلہ فرماتا ہے کہ کس کو کس وقت کتنا رزق دینا ہے۔

(۳۳) یعنی اس حقیقت کا اعتراف کرنے کا منطقی تقاضا یہ تھا کہ وہ اُسی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے، کسی اور کی نہیں، لیکن اس کے

اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

تنگی کر دیتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز کا مکمل علم رکھتا ہے۔ (۶۲) اور اگر تم ان سے پوچھو کہ: ''کون ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اُس کے

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ

ذریعے زمین کے مردہ ہونے کے بعد اُسے زندگی بخشی؟'' تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ: ''اللہ!'' کہو: ''الحمدللہ!''(۳۴) لیکن ان میں سے

ع اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ مَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّ لَعِبٌ ؕ وَ

اکثر لوگ عقل سے کام نہیں لیتے۔ (۶۳) اور یہ دُنیوی زندگی کھیل کود کے سوا کچھ بھی نہیں،(۳۵) اور حقیقت یہ ہے کہ

اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي

دارِ آخرت ہی اصل زندگی ہے، اگر یہ لوگ جانتے ہوتے! (۶۴) چنانچہ جب یہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو

الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا

اللہ کو اس طرح پکارتے ہیں کہ ان کا اعتقاد خالص اُسی پر ہوتا ہے۔(۳۶) پھر جب وہ اُنہیں بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو فوراً

هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ۚۛ وَ لِيَتَمَتَّعُوْا ۛ فَسَوْفَ

شرک کرنے لگتے ہیں۔ (۶۵) کرلیں یہ لوگ ناشکری اُس نعمت کی جو ہم نے اُن کو دی ہے، اور اُڑالیں کچھ مزے! پھر وہ وقت دُور نہیں جب اِنہیں

يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّ يُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ

سب پتہ چل جائے گا۔ (۶۶) بھلا کیا اِنہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے (ان کے شہر کو) ایک پرامن حرم بنادیا ہے، جبکہ ان کے اِردگرد لوگوں کا

حَوْلِهِمْ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ مَنْ اَظْلَمُ

حال یہ ہے کہ اُنہیں اُچک لیا جاتا ہے۔(۳۷) کیا پھر بھی یہ باطل پر ایمان لاتے ہیں، اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہیں؟ (۶۷) اور اُس شخص سے

بعد انہیں کیا ہوجاتا ہے کہ اس منطقی تقاضے پر عمل کرنے کے بجائے شرک شروع کر دیتے ہیں۔

(۳۴) یعنی الحمدللہ! کہ انہوں نے خود اپنی زبان سے اللہ تعالیٰ کے خالقِ کائنات ہونے کا اعتراف کرلیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کے مشرکانہ عقائد بے بنیاد اور سراسر باطل ہیں۔

(۳۵) یعنی جس طرح کھیل کود میں کچھ دیر تو مزہ آتا ہے، مگر وہ کوئی پائیدار چیز نہیں ہے، ذرا دیر گذرنے کے بعد سارا تماشا ختم ہوجاتا ہے، اسی طرح دُنیا کی لذتیں بھی ناپائیدار ہیں، اور کچھ ہی عرصے میں سب ختم ہوجائیں گی۔ اس کے برخلاف آخرت کی زندگی ہمیشہ کے لئے ہے، اس لئے اُس کی لذتیں اور نعمتیں سدابہار ہیں۔ اس لئے اصل زندگی آخرت ہی کی زندگی ہے۔

(۳۶) مشرکینِ عرب کا یہ عجیب طریقہ تھا کہ جب سمندر کی موجوں میں گھر کر موت نظر آنے لگتی تو اُس وقت اُنہیں نہ کوئی بت یاد آتا تھا، نہ کوئی دیوی یاد یوتا۔ اُس وقت وہ مدد کے لئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے۔ لیکن جب ڈوبنے سے بچ کر کنارے پہنچ جاتے تو اللہ تعالیٰ کے بجائے پھر انہی بتوں کی عبادت شروع کر دیتے تھے۔

(۳۷) پچھلی سورت یعنی سورۂ قصص (۲۸:۵۷) میں گذرا ہے کہ مشرکینِ مکہ اپنے ایمان نہ لانے کا ایک بہانہ یہ پیش کرتے تھے

مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوۡ كَذَّبَ بِالۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ؕ اَلَيۡسَ فِىۡ

بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹا بہتان باندھے، یا جب اُس کے پاس حق کی بات پہنچے تو وہ اُسے جھٹلائے؟ کیا جہنم میں (ایسے)

جَهَنَّمَ مَثۡوًى لِّلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا لَنَهۡدِيَنَّهُمۡ سُبُلَنَا ؕ

کافروں کا ٹھکانا نہیں ہوگا؟ ﴿۶۸﴾ اور جن لوگوں نے ہماری خاطر کوشش کی ہے، ہم اُنہیں ضرور بالضرور اپنے راستوں پر پہنچائیں گے، (۳۸)

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۶۹﴾

اور یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ ﴿۶۹﴾

رکوع

کہ اگر ہم ایمان لے آئے تو سارا عرب جو اس وقت ہماری عزت کرتا ہے، ہمارا مخالف ہو جائے گا، اور ہمیں اپنی سرزمین سے نکال باہر کرے گا۔ اس آیت میں اوّل تو اس بہانے کا جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی مکہ مکرمہ کو حرم بنا کر اُسے اتنا پُرامن علاقہ بنا دیا ہے کہ وہاں کوئی قتل و غارت گری کی جرأت نہیں کرتا، حالانکہ اُس کے اِردگرد اچھے خاصے لوگوں کو دن دہاڑے اُچک کر قتل اور لوٹ مار کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ لہٰذا جب تمہاری نافرمانی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ چین کی زندگی دے رکھی ہے تو جب تم اُس کے فرماں بردار بن جاؤ گے تو کیا وہ تمہیں اس نعمت سے محروم کر دے گا؟ دوسرے اس آیت نے اس طرف بھی توجہ دِلائی ہے کہ مکہ مکرّمہ کو کیا کسی بت نے یا دیوتا نے حرم بنا دیا تھا جو تم اُن کی عبادت کے پیچھے پڑے ہوئے ہو؟ یقیناً اس خطے کو یہ تقدس تو اللہ تعالیٰ ہی نے عطا فرمایا ہے۔ پھر خود سوچ لو کہ عبادت کے لائق کون ہے؟

(۳۸) یہ اُن لوگوں کے لئے بڑی عظیم خوشخبری ہے جو اللہ تعالیٰ کے دِین پر خود چلنے اور دوسروں کو چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب تک انسان اس راستے میں کوشش جاری رکھے، اور مایوس ہو کر نہ بیٹھ جائے، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اُس کی مدد فرما کر ضرور منزل تک پہنچا دیں گے۔ لہٰذا راستے کی مشکلات سے ہار مان کر بیٹھنے کے بجائے نئے عزم و ہمت کے ساتھ یہ کوشش ہمیشہ جاری رہنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی مکمل توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

الحمد للہ! سورۂ عنکبوت کا ترجمہ اور حواشی آج شب چہار شنبہ ۲۶/ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۲/ جون ۲۰۰۷ء کو اَذانِ عشاء کے وقت کراچی میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس خدمت کو قبول فرما کر نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کا کام بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل تک پہنچانے کی توفیق بخشیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سُوْرَةُ الرُّوْم

تعارف

اس سورت کا ایک خاص تاریخی پس منظر ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ کریم کی سچائی اور حقانیت کا ناقابلِ انکار ثبوت فراہم کرتا ہے۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوّت عطا ہوئی، اُس وقت دُنیا میں دو بڑی طاقتیں تھیں، ایک ایران کی حکومت جو مشرق کے علاقے میں پھیلی ہوئی تھی، اور اُس کے ہر بادشاہ کو ''کسریٰ'' کہا جاتا تھا، یہ لوگ آتش پرست تھے، یعنی آگ کو پوجتے تھے۔ دوسری بڑی طاقت رُوم کی تھی جو مکہ مکرّمہ کے شمال اور مغرب میں پھیلی ہوئی تھی۔ شام، مصر، ایشیائے کوچک اور یورپ کے علاقے اسی سلطنت کے ماتحت تھے، اور اس کے ہر بادشاہ کو ''قیصر'' کہا جاتا تھا، اور ان کی اکثریت عیسائی مذہب پر تھی۔ جس زمانے میں یہ سورت نازل ہوئی ہے، اُس وقت ان دونوں طاقتوں کے درمیان شدید جنگ ہورہی تھی، اور اس جنگ میں ایران کا پلہ ہر لحاظ سے بھاری تھا، اور اُس کی فوجوں نے ہر محاذ پر رُوم کی فوجوں کو شکست دے کر اُن کے بڑے بڑے شہر فتح کرلئے تھے، یہاں تک کہ وہ بیت المقدس میں عیسائیوں کا مقدس ترین کلیسا تباہ کرکے رُومیوں کو مسلسل پیچھے دھکیلتی جارہی تھیں، اور رُوم کے بادشاہ ہرقل کو جائے پناہ تلاش کرنا مشکل ہورہا تھا۔ ایران کی حکومت چونکہ آتش پرست تھی، اس لئے مکہ مکرّمہ کے بت پرستوں کی ہمدردیاں اُس کے ساتھ تھیں، اور جب کبھی ایران کی کسی فتح کی خبر آتی تو مکہ مکرّمہ کے بت پرست اُس پر نہ صرف خوشی مناتے، بلکہ مسلمانوں کو چڑاتے کہ عیسائی لوگ جو آسمانی کتاب پر ایمان رکھتے ہیں، مسلسل شکست کھاتے جارہے ہیں، اور ایران کے لوگ جو ہماری طرح کسی پیغمبر یا آسمانی کتاب کو نہیں مانتے، اُنہیں برابر فتح نصیب ہورہی ہے۔ اس موقع پر یہ سورت نازل ہوئی، اور اُس کے بالکل شروع میں یہ پیشینگوئی کی گئی کہ رُوم کے لوگ اگرچہ اس وقت شکست کھاگئے ہیں، لیکن چند سالوں میں وہ فتح حاصل کرکے ایرانیوں پر غالب آجائیں گے، اور اُس دن مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے۔ اس طرح اس سورت کے شروع میں بیک وقت دو پیشینگوئیاں کی گئیں۔ ایک یہ کہ رُوم کے جو لوگ شکست کھاگئے ہیں، وہ چند سالوں میں ایرانیوں پر غالب آجائیں گے، اور دوسرے یہ کہ مسلمان جو اِس وقت مکہ مکرّمہ کے مشرکین کے ہاتھوں ظلم وستم کا شکار ہیں، اُس دن وہ بھی مشرکین پر فتح منائیں گے۔ یہ دونوں پیشین گوئیاں اُس وقت کے ماحول میں اتنی بعید اَز قیاس تھیں کہ کوئی بھی شخص جو اُس وقت کے حالات سے واقف ہو، ایسی پیشینگوئی نہیں کرسکتا

تھا۔ مسلمان اُس وقت جس طرح کافروں کے ظلم وستم میں دبے اور پسے ہوئے تھے، اُس کے پیشِ نظر بظاہر کوئی امکان نہیں تھا کہ وہ اپنی فتح کی خوشی منائیں۔ دوسری طرف سلطنتِ روما کا حال بھی یہ تھا کہ اُس کے ایرانیوں کے مقابلے میں اُبھرنے کا دُور دُور کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ چنانچہ سلطنتِ روما کا مشہور مؤرخ ایڈورڈ گبن اس پیشینگوئی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ: "جس وقت مبینہ طور پر یہ پیشینگوئی کی گئی، اُس وقت کسی بھی پیشینگوئی کا پورا ہونا اس سے زیادہ بعید نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے کہ قیصر ہرقل کی حکومت کے پہلے بارہ سالوں میں یہ بات کھل کر سامنے آگئی تھی کہ رومی سلطنت کا خاتمہ بالکل قریب آچکا ہے۔"

(Gibbon: The Decline and Fall of the Roman Empire, chapter 46, Volume 2, p.125, Great Books, v.38, University of Chicago, 1990)

چنانچہ مکہ مکرمہ کے مشرکین نے اس پیشینگوئی کا بہت مذاق اُڑایا، یہاں تک کہ اُن کے ایک مشہور سردار اُبی بن خلف نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ شرط لگالی کہ اگر آئندہ نو سال کے درمیان رُوم کے لوگ ایرانیوں پر غالب آگئے تو وہ حضرت ابوبکرؓ کو سو اُونٹ دے گا، اور اگر اس عرصے میں وہ غالب نہ آئے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ اُس کو سو اُونٹ دیں گے (اُس وقت تک اس قسم کی دوطرفہ شرط لگانا حرام نہیں کیا گیا تھا)۔ چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی ایرانیوں کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا، یہاں تک کہ وہ قیصر کے پایۂ تخت قسطنطنیہ کی دیواروں تک پہنچ گئے، اور اُنہوں نے قیصر ہرقل کی طرف سے صلح کی ہر پیشکش کو ٹھکرا کر یہ جواب دیا کہ انہیں ہرقل کے سر کے سوا کوئی اور پیشکش منظور نہیں ہے، جس کے نتیجے میں ہرقل تیونس کی طرف بھاگنے کا منصوبہ بنانے لگا۔ لیکن اس کے فوراً بعد حالات نے عجیب وغریب پلٹا کھایا، ہرقل نے مجبور ہوکر اِیرانیوں پر عقب سے حملہ کیا جس میں اُسے ایسی کامیابی حاصل ہوئی جس نے جنگ کا پانسہ پلٹ کر رکھ دیا۔ اس پیشینگوئی کو ابھی سات سال گذرے تھے کہ رُومیوں کی فتح کی خبر عرب تک پہنچ گئی۔ جس وقت یہ خبر پہنچی، یہ ٹھیک وہ وقت تھا جب بدر کے میدان میں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشِ مکہ کے لشکر کو عبرتناک شکست دی تھی، اور مسلمانوں کو اس فتح پر غیر معمولی خوشی حاصل ہوئی تھی۔ اس طرح قرآنِ کریم کی دونوں پیشینگوئیاں کھلی آنکھوں اس طرح پوری ہوئیں جن کا بظاہر حالات کوئی اِمکان نظر نہیں آتا تھا، اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ کریم کی سچائی روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی۔ اُس وقت اُبی بن خلف جس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شرط لگائی تھی، مرچکا تھا، لیکن اُس کے بیٹوں نے شرط کے مطابق سو اُونٹ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اَدا کئے، اور چونکہ اُس وقت جوے کی حرمت آچکی تھی، اور دوطرفہ شرط جوے ہی کی ایک شکل ہے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ اُونٹ خود اِستعمال کرنے کے بجائے صدقہ کردیں۔

اس پیشینگوئی کے علاوہ اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد توحید، رسالت اور آخرت کو مختلف دلائل سے ثابت کیا گیا ہے، اور مخالفین کی تردید کی گئی ہے۔

آیاتها ٦٠ ۳۰ سُورَةُ الرُّوْمِ مَكِّيَّةٌ ۸۴ رکوعاتها ٦

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ساٹھ آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿۲﴾ فِیْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ

الٓمّٓ ﴿۱﴾ رُومی لوگ قریب کی سرزمین میں مغلوب ہوگئے ہیں، اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے(۱) ﴿۲﴾، ﴿۳﴾

سَیَغْلِبُوْنَ ﴿۳﴾ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ ؕ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ ؕ وَ یَوْمَىِٕذٍ

چند ہی سالوں میں! سارا اختیار اللہ ہی کا ہے، پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ اور اُس دن ایمان والے اللہ کی دی ہوئی

یَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۴﴾ بِنَصْرِ اللّٰهِ ؕ یَنْصُرُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ

فتح سے خوش ہوں گے۔(۲) وہ جس کو چاہتا ہے، فتح دیتا ہے، اور وہی صاحبِ اقتدار بھی ہے، بڑا

الرَّحِیْمُ ﴿۵﴾ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

مہربان بھی۔ ﴿۴﴾، ﴿۵﴾ یہ اللہ کا کیا ہوا وعدہ ہے۔ اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا، لیکن اکثر لوگ

---

(۱) اس پیشینگوئی کی تفصیل اُوپر سورت کے تعارف میں آچکی ہے، یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ "چند سالوں" کے لئے قرآنِ کریم نے "بضع" کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کا ترجمہ اُردو میں "چند" کیا جاتا ہے، لیکن عربی زبان میں "بضع" کا لفظ تین سے لے کر نو تک کے لئے بولا جاتا ہے۔ چنانچہ شروع میں اُبیّ بن خلف نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے جو شرط لگائی تھی، وہ یہ تھی کہ اگر تین سال کے اندر اندر رُومی فتح پاگئے تو وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دس اُونٹ دے گا، ورنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اُس کو دس اُونٹ دیں گے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شرط کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآنِ کریم میں "بضع" کا لفظ آیا ہے، اور اُس میں تین سے لے کر نو سال تک کا احتمال ہے، اس لئے تم اُبیّ بن خلف سے دس کے بجائے سو اُونٹوں کی شرط لگالو، البتہ مدّت کو تین سال سے بڑھا کر نو سال کردو۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ چونکہ رُومیوں کے فتح پانے کا دُور دُور بھی کوئی احتمال نظر نہیں آتا تھا، اس لئے اُبیّ بن خلف بھی اس پر راضی ہوگیا، اور اَب شرط یہ قرار پائی کہ اگر نو سال کے اندر اندر رُومی غالب آگئے تو اُبیّ بن خلف سو اُونٹ حضرت ابوبکر کو دے گا، ورنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کو سو اُونٹ دیں گے۔ اور یہ بات اُوپر عرض کی جاچکی ہے کہ اُس وقت ایسی شرط لگانا حرام نہیں ہوا تھا، لیکن جب یہ پیشینگوئی پوری ہوگئی اور اُبیّ بن خلف کے بیٹے نے سو اُونٹ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ادا کئے تو اُس وقت ایسی شرط لگانا جائز نہیں رہا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں حکم دیا کہ ان اُونٹوں کو صدقہ کردیں۔

(۲) جیسا کہ اُوپر تعارف میں عرض کیا گیا، اس سے مراد غزوۂ بدر کی فتح ہے۔

يَعْلَمُوْنَ ۞ يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۖ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ
نہیں جانتے۔ (۷) وہ دُنیوی زندگی کے صرف ظاہری رُخ کو جانتے ہیں، اور آخرت کے بارے میں اُن کا حال یہ ہے
هُمْ غٰفِلُوْنَ ۞ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ
کہ وہ اُس سے بالکل غافل ہیں۔ (۸) بھلا کیا انہوں نے اپنے دِلوں میں غور نہیں کیا؟ اللہ نے آسمانوں اور
الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ
زمین کو اور ان کے درمیان پائی جانے والی چیزوں کو بغیر کسی برحق مقصد کے اور کوئی میعاد مقرر کئے بغیر پیدا نہیں کردیا(۳)" اور بہت سے لوگ ہیں
بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۞ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ
کہ اپنے پروردگار سے جاملنے کے منکر ہیں۔ (۹) کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں ہیں، تاکہ وہ یہ دیکھتے
كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ كَانُوْۤا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا
کہ اُن سے پہلے جو لوگ تھے، اُن کا انجام کیسا ہوا؟ وہ طاقت میں ان سے زیادہ مضبوط تھے، اور اُنہوں نے
الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَاۤ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۗ
زمین کو بھی جوتا تھا، اور جتنا اِن لوگوں نے اُسے آباد کیا ہے، اُس سے زیادہ اُنہوں نے اُس کو آباد کیا تھا، اور اُن کے پاس اُن کے پیغمبر
فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۞ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ
کھلے کھلے دلائل لے کرآئے تھے! چنانچہ اللہ تو ایسا نہیں تھا کہ اُن پر ظلم کرے، لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہے۔ (۹) پھر جن لوگوں نے
الَّذِيْنَ اَسَآءُوا السُّوْۤاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا
برائی کی تھی، اُن کا انجام بھی برا ہی ہوا، کیونکہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا تھا، اور وہ اُن کا مذاق اُڑایا
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۞ وَ ع
کرتے تھے۔ (۱۰) اللہ ہی مخلوق کی ابتدا کرتا ہے، اور وہی اُس کو دوبارہ پیدا کرے گا،(۴) پھر تم سب اُس کے پاس واپس بلالئے جاؤ گے۔ (۱۱) اور

---

(۳) یعنی اگر آخرت کو نہ مانا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات یونہی بغیر کسی مقصد کے پیدا کردی ہے جس میں نہ کسی ظالم اور بدکار سے کوئی حساب کبھی لیا جائے گا، اور نہ کسی نیک انسان کو اُس کی نیکی کا کوئی اِنعام کبھی مل سکے گا، نیز یہ کائنات غیر محدود مدت تک اسی طرح بے مقصد چلتی رہے گی۔

(۴) جو لوگ اس بات کو ناممکن سمجھتے تھے کہ انسان کے مرنے اور گلنے سڑنے کے بعد اُسے دوبارہ کیسے زندہ کیا جائے گا، یہ اُن کا جواب ہے۔ یعنی ہر چیز کا قاعدہ یہ ہے کہ اُسے پہلی بار بنانا زیادہ مشکل ہوتا ہے، لیکن جب کوئی چیز ایک مرتبہ بنالی جائے تو دوبارہ اُسی جیسی چیز بنانا اتنا مشکل نہیں ہوتا۔ یہ آیت بتارہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہی تمام چیزوں کو پہلی بار پیدا فرمایا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کے لئے اُنہیں دوبارہ پیدا کردینا کیا مشکل ہے؟

يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝۱۲ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ

جس دن قیامت برپا ہوگی، اُس روز مجرم لوگ نا اُمید ہو جائیں گے۔ (۱۲) اور انہوں نے جن کو اللہ کا شریک مان رکھا تھا، اُن میں سے کوئی اُن کا

شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَ كَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ۝۱۳ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ

سفارشی نہیں ہوگا، اور خود یہ لوگ اپنے مانے ہوئے شریکوں سے منکر ہو جائیں گے۔(۵) (۱۳) اور جس دن قیامت برپا ہوگی، اُس روز لوگ مختلف

يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ۝۱۴ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ

قسموں میں بٹ جائیں گے۔ (۱۴) چنانچہ جو لوگ ایمان لائے تھے، اور انہوں نے نیک عمل کئے تھے، اُن کو تو جنت میں ایسی خوشیاں دی جائیں

رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ۝۱۵ وَ اَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ لِقَآئِ

گی جو اُن کے چہروں سے پھوٹی پڑ رہی ہوں گی۔ (۱۵) اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا تھا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کا سامنا کرنے کو جھٹلایا تھا، تو

الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ۝۱۶ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ

ایسے لوگوں کو عذاب میں دھر لیا جائے گا۔ (۱۶) لہٰذا اللہ کی تسبیح کرو اُس وقت بھی جب تمہارے پاس شام آتی ہے، اور اُس وقت بھی جب تم پر صبح

وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۝۱۷ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ

طلوع ہوتی ہے، (۱۷) ـــــ اور اُسی کی حمد ہوتی ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی ـــــ اور سورج ڈھلنے کے وقت بھی (اُس کی تسبیح

تُظْهِرُوْنَ ۝۱۸ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ يُحْيِ

کرو) اور اُس وقت بھی جب تم پر ظہر کا وقت آتا ہے۔ (۱۸) وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے، اور بے جان کو جاندار سے نکال لیتا ہے،(۶) اور

ع ۲ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۗ وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝۱۹ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ

وہ زمین کو اُس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ اور اسی طرح تم کو (قبروں سے) نکال لیا جائے گا۔ (۱۹) اور اُس کی (قدرت کی)

مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۝۲۰ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ

ایک نشانی یہ ہے کہ اُس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر تم دیکھتے ہی دیکھتے انسان بن کر (زمین میں) پھیلے پڑے ہو۔(۷) (۲۰) اور اُس کی ایک نشانی یہ

---

(۵) یعنی ایک مرحلے پر یہ مشرک لوگ صاف جھوٹ بول جائیں گے کہ ہم نے دُنیا میں کبھی شرک ہی نہیں کیا تھا، چنانچہ سورۂ اَنعام میں قرآنِ کریم نے ان کا یہ مقولہ نقل فرمایا ہے کہ: "وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ" (ہم اللہ اپنے پروردگار کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم لوگ مشرک نہیں تھے۔) دیکھئے سورۂ اَنعام (۶:۲۳)۔

(۶) جاندار کو بے جان سے نکالنے کی مثال جیسے انڈے سے مرغی، اور بے جان کو جاندار سے نکالنے کی مثال جیسے مرغی سے انڈا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ مثال دی ہے کہ زمین قحط کی وجہ سے مردہ ہو چکی ہوتی ہے، اور اس میں کچھ اُگانے کی صلاحیت نہیں رہتی، لیکن اللہ تعالیٰ بارش برسا کر اُسے دوبارہ زندگی بخشتے ہیں۔ اسی طرح انسانوں کو بھی مرنے کے بعد وہ دوبارہ زندہ کر دیں گے۔

(۷) یہاں سے آیت نمبر ۲۷ تک اللہ تعالیٰ کی توحید کا بیان ہے۔ اس غرض کے لئے اللہ تعالیٰ نے کائنات میں پھیلی ہوئی اپنی قدرت کی بہت سی نشانیوں کی طرف توجہ دِلائی ہے۔ اگر کوئی شخص حقیقت پسندی اور اِنصاف سے ان پر غور کرے تو اُسے نظر

مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ

ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے بیویاں پیدا کیں، تا کہ تم اُن کے پاس جا کر سکون حاصل کرو، اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت کے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝٢١ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ

جذبات رکھ دیئے (۸)۔ یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ (۲۱) اور اُس کی نشانیوں کا ایک حصہ

الْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے۔ یقیناً اس میں دانش مندوں کے لئے بڑی

لِّلْعٰلِمِيْنَ ۝٢٢ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاۗؤُكُمْ مِّنْ

نشانیاں ہیں۔ (۲۲) اور اُس کی نشانیوں کا ایک حصہ تمہارا رات اور دن کے وقت سونا اور اللہ کا فضل تلاش کرنا ہے (۹)۔ یقیناً اس میں

فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝٢٣ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ

اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو بات سنتے ہوں۔ (۲۳) اور اُس کی ایک نشانی یہ ہے کہ وہ تمہیں

الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ

بجلی کی چمک دکھاتا ہے جس سے ڈر بھی لگتا ہے، اور اُمید بھی ہوتی ہے (۱۰)، اور آسمان سے پانی برساتا ہے، جس کے ذریعے وہ زمین کو اُس کے

مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٢٤ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ تَقُوْمَ

مردہ ہو جانے کے بعد زندگی بخشتا ہے۔ یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔ (۲۴) اور اُس کی ایک نشانی

السَّمَاۗءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ۭ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ڰ مِّنَ الْاَرْضِ ڰ

یہ ہے کہ آسمان اور زمین اُس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب وہ ایک پکار دے کر تمہیں زمین سے

آئے گا کہ ان میں سے ہر چیز گواہی دے رہی ہے کہ جس ذات نے کائنات کا یہ محیر العقول نظام بنایا ہے، وہ اپنی خدائی میں کسی شریک کی محتاج نہیں ہو سکتی، اور نہ یہ بات معقول ہے کہ اتنے عظیم الشان کارناموں کے بعد چھوٹے چھوٹے کاموں کے لئے (معاذ اللہ) وہ چھوٹے چھوٹے خداؤں کی ضرورت محسوس کرے۔

(۸) عام طور پر نکاح سے پہلے میاں بیوی الگ الگ ماحول میں پرورش پاتے ہیں، لیکن نکاح کے بعد اُن میں ایسا گہرا رشتہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے پچھلے طرزِ زندگی کو خیر باد کہہ کر ایک دوسرے کے ہو رہتے ہیں۔ اُن کے درمیان یک بیک وہ محبت پیدا ہو جاتی ہے کہ ایک دوسرے کے بغیر رہنا اُن کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ جوانی میں اُن کے درمیان محبت کا جوش ہوتا ہے، اور بڑھاپے میں اُس پر رحمت اور ہمدردی کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

(۹) رات کے وقت سونے اور دن کے وقت اللہ کا فضل یعنی روزگار تلاش کرنے کا یہ نظام اللہ تعالیٰ ہی نے بنایا ہے۔ اس کے لئے انسانوں کے درمیان کوئی معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ اگر یہ کام لوگوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا جاتا تو کچھ لوگ ایک وقت سونا چاہتے، اور دوسرے لوگ اُسی وقت کام میں مشغول ہو کر اُن کی نیند خراب کرتے۔

(۱۰) ڈر اس بات کا کہ بجلی گر کر کوئی نقصان نہ پہنچا دے، اور اُمید اس بات کی کہ اس کے نتیجے میں رحمت کی بارش برسے۔

اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ

بلائے گا تو تم فوراً نکل پڑو گے۔ ﴿۲۵﴾ اور آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب اُسی کی ملکیت ہیں۔ سب اُسی کے حکم

قٰنِتُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ

کے تابع ہیں۔ ﴿۲۶﴾ اور وہی ہے جو مخلوق کی ابتدا کرتا ہے، پھر اُسے دوبارہ پیدا کرے گا، اور یہ کام اُس کے لئے

وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

بہت آسان ہے۔ اور اُسی کی سب سے اُونچی شان ہے، آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی، اور وہی ہے جو اقتدار والا بھی ہے،

الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ ع ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ ع ۳ ۸ ۶ ربع

حکمت والا بھی۔ ﴿۲۷﴾ وہ تمہیں خود تمہارے اندر سے ایک مثال دیتا ہے۔ ہم نے جو رزق تمہیں دیا ہے، کیا تمہارے غلاموں میں سے کوئی اُس

اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ

میں تمہارا شریک ہے کہ اُس رزق میں تمہارا درجہ اُن کے برابر ہو (اور) تم اُن غلاموں سے ویسے ہی ڈرتے ہو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے

كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ

ڈرتے ہو؟ (۱۱) ہم اسی طرح دلائل اُن لوگوں کے لئے کھول کھول کر بیان کرتے ہیں جو عقل سے کام لیں۔ ﴿۲۸﴾ لیکن ظالم لوگ کسی

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَ

علم کے بغیر اپنی خواہشات کے پیچھے چل پڑے ہیں۔ اب اُس شخص کو کون ہدایت دے سکتا ہے جسے اللہ نے گمراہ کردیا ہو، (۱۲) اور

مَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ

ایسے لوگوں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ ﴿۲۹﴾ لہٰذا تم یکسو ہو کر اپنا رُخ اِس دِین کی طرف قائم رکھو۔ اللہ کی بنائی ہوئی اُس فطرت پر چلو

فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ

جس پر اُس نے تمام لوگوں کو پیدا کیا ہے (۱۳) ـــــ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں لائی جاسکتی، (۱۴) یہی بالکل سیدھا راستہ ہے، لیکن

---

(۱۱) کوئی بھی شخص یہ گوارا نہیں کرتا کہ اُس کا غلام اُس کی املاک میں اُس کے برابر ہو جائے، اور کوئی کام کرتے وقت اُس سے اسی طرح ڈرنا پڑے جیسے دو آزاد آدمی جو کاروبار میں ایک دوسرے کے شریک ہوں، ایک دوسرے سے ڈرتے ہیں۔ اگر یہ بات یہ مشرک لوگ اپنے لئے گوارا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ کی خدائی میں دوسروں کو کیسے شریک ٹھہرا دیتے ہیں؟

(۱۲) یعنی اُس کی ضد اور ہٹ دھرمی کے نتیجے میں اُسے ہدایت کی توفیق نہ دی ہو۔

(۱۳) اللہ تعالیٰ نے ہر اِنسان میں یہ صلاحیت رکھ دی ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو پہچانے، اُس کی توحید کا قائل ہو، اور اُس کے پیغمبروں کے لائے ہوئے دِین کی پیروی کرے۔ اسی کو آیت میں فطرت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(۱۴) یعنی یہ فطری صلاحیت جو اللہ تعالیٰ نے ہر اِنسان کو عطا فرمائی ہے، اس صلاحیت کو ختم نہیں کیا جاسکتا۔ ماحول کے اثر سے انسان غلط راستے پر جاسکتا ہے، لیکن اُس کی یہ صلاحیت ختم نہیں ہوسکتی، چنانچہ جب کبھی وہ ضد اور عناد کو چھوڑ کر حق پرستی کے

أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا
اکثر لوگ نہیں جانتے ۔ (٣٠) (فطرت کی پیروی) اس طرح (کرو) کہ تم نے اُسی (اللہ) سے لو لگا رکھی ہو، اور اُس سے ڈرتے رہو، اور نماز
تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا
قائم کرو، اور اُن لوگوں کے ساتھ شامل نہ ہو جو شرک کا ارتکاب کرتے ہیں، (٣١) وہ جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کرلیا، اور مختلف فرقوں
كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۝ وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا
میں بٹ گئے۔ ہر گروہ اپنے اپنے طریقے پر مگن ہے۔(١٥) (٣٢) اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف چھو جاتی ہے تو وہ اپنے پروردگار سے لو لگا کر اُسی کو
رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَذَاقَهُمْ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ
پکارتے ہیں، پھر جب وہ اپنی طرف سے اُنہیں کسی رحمت کا ذائقہ چکھا دیتا ہے، تو اُن میں سے کچھ لوگ یکا یک اپنے پروردگار
بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ۝ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَاهُمْ فَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ
کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں، (٣٣) تاکہ ہم نے اُنہیں جو کچھ دیا تھا، اُس کی ناشکری کریں۔ اچھا! کچھ مزے اُڑا لو، پھر وہ وقت دُور نہیں جب
تَعْلَمُونَ ۝ أَمْ أَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ
تمہیں سب پتہ چل جائے گا۔ (٣٤) بھلا کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی ہے جو اُس شرک کا ارتکاب کرنے کو کہتی ہو جو یہ اللہ کے ساتھ
يُشْرِكُونَ ۝ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِبْهُمْ
کرتے رہے ہیں؟ (٣٥) اور جب ہم لوگوں کو رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس پر اِترا جاتے ہیں، اور اگر انہیں خود اپنے ہاتھوں کے
سَيِّئَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ۝ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللّٰهَ
کرتوت کی وجہ سے کوئی برائی پہنچ جائے تو ذرا سی دیر میں وہ مایوس ہونے لگتے ہیں۔ (٣٦) کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ
يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ
جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے، اور (جس کے لئے چاہے) تنگ کر دیتا ہے۔(١٦) اس میں یقیناً اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں

جذبے سے غور کرے گا تو اُس کی یہ صلاحیت کام دِکھائے گی، اور وہ حق تک پہنچ جائے گا۔ البتہ یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص مسلسل ضد اور عناد کی رَوِش اختیار کیے رکھے، اور حق بات سننے کے لئے تیار ہی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ خود اُس کے دِل پر مہر لگا دے، جیسا کہ کئی آیتوں میں بعض کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا ہے۔ سورۂ بقرہ (٢:٧) اور پیچھے آیت نمبر ٢٩ میں یہی حقیقت بیان فرمائی گئی ہے۔

(١٥) انسان جب پہلے پہل دُنیا میں آیا، تو اُس نے اسی فطری صلاحیت سے کام لے کر دِینِ حق کو اِختیار کیا، لیکن پھر لوگوں نے الگ الگ طریقے اختیار کر کے اپنے آپ کو مختلف مذاہب میں بانٹ لیا۔ اسی کو دِین کے ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور فرقوں میں بٹ جانے سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

(١٦) یعنی تنگی کے مواقع پر مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ کی ناشکری کرنے کے بجائے اوّل تو یہ سمجھنا چاہئے کہ وسعت اور تنگی کا فیصلہ

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ

جو ایمان لائیں۔ ﴿۳۷﴾ لہٰذا تم رشتہ دار کو اُس کا حق دو، اور مسکین اور مسافر کو بھی۔(۱۷) جو لوگ اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں،

خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَ مَآ

اُن کے لئے یہ بہتر ہے، اور وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ ﴿۳۸﴾ اور یہ جو تم سود دیتے ہو تاکہ

اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَاۡ فِيْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَ مَآ

وہ لوگوں کے مال میں شامل ہوکر بڑھ جائے تو وہ اللہ کے نزدیک بڑھتا نہیں ہے،(۱۸) اور جو زکوۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور مصلحت کے تحت فرماتا ہے جو ضروری نہیں کہ ہر ایک کی خواہشات کے مطابق ہو، یا اُس کی سمجھ میں بھی آجائے، دوسرے چونکہ وسعت اور تنگی اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں، اس لئے تنگی کے مواقع پر اُسی کی طرف رُجوع کرکے اُسی سے مدد مانگنی چاہئے۔

(۱۷) پچھلی آیت میں بتایا گیا تھا کہ رزق تمام تر اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اس لئے جو کچھ اُس نے عطا فرمایا ہے، وہ اُسی کے حکم اور ہدایت کے مطابق خرچ ہونا چاہئے، لہٰذا اُس میں غریبوں مسکینوں اور رشتہ داروں کے جو حقوق اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں، وہ اُن کو دینا ضروری ہے، اور دیتے وقت یہ اندیشہ نہیں ہونا چاہئے کہ اس سے مال میں کمی آجائے گی، کیونکہ جیسا کہ پچھلی آیت میں فرمایا گیا، رزق کی کشادگی اور تنگی اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے، وہ تمہیں حقوق کی ادائیگی کے بعد محروم نہیں فرمائے گا۔ چنانچہ آج تک نہیں دیکھا گیا کہ حقوق ادا کرنے کے نتیجے میں کوئی مفلس ہوگیا ہو۔

(۱۸) واضح رہے کہ سورۂ رُوم کی یہ آیت مکہ مکرّمہ میں نازل ہوئی تھی، اور یہ پہلی آیت ہے جس میں سود کی مذمت کی گئی ہے، اُس وقت تک سود کو واضح لفظوں میں حرام نہیں کیا گیا تھا، لیکن اشارہ فرمادیا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سود کی آمدنی بڑھتی نہیں، یعنی سود لینے والا لیتا تو اسی ارادے سے ہے کہ اُس سے اُس کی دولت بڑھے گی، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑھتی نہیں ہے، کیونکہ اوّل تو دُنیا میں بھی حرام مال اگرچہ گنتی میں بڑھ جائے، لیکن اُس میں برکت نہیں ہوتی، مال و دولت کا اصل فائدہ تو یہ ہے کہ انسان کو اس سے آرام و راحت نصیب ہو، لیکن حرام آمدنی کی گنتی بڑھانے والے بکثرت دُنیا میں بھی پریشانیوں کا شکار رہتے ہیں، اور اُنہیں راحت نصیب نہیں ہوتی۔ دوسرے دولت کی یہ بڑھوتری آخرت میں کچھ کام نہیں آتی، اس کے برخلاف صدقات آخرت میں کام آتے ہیں۔ اسی حقیقت کو سورۂ بقرہ (۲:۲۷۶) میں بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے، اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔

واضح رہے کہ اس آیت میں ''رِبا'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے مشہور معنیٰ ''سود'' کے ہیں۔ لیکن اس کے ایک معنیٰ اور ہیں، اور وہ یہ کہ کوئی شخص اس نیت سے کسی کو کوئی تحفہ دے کہ وہ اُس کو اُس سے زیادہ قیمتی تحفہ دے گا، مثلاً شادی بیاہ کے موقع پر ''نیوتہ'' کی جو رسم ہوتی ہے، اُس کا یہی مقصد ہوتا ہے۔ چنانچہ بہت سے مفسرین نے یہاں ''ربا'' کے یہی معنیٰ مراد لئے ہیں اور فرمایا ہے کہ اس آیت میں ''نیوتہ'' کی رسم کو ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ اس قسم کا تحفہ جس کا مقصد زیادہ قیمتی تحفہ حاصل کرنا ہو، اُس کو سورۂ مدثر (آیت نمبر ۶) میں بھی ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ۝۳۹ اَللّٰهُ
کے ارادے سے دیتے ہو، تو جو لوگ بھی ایسا کرتے ہیں وہ ہیں جو (اپنے مال کو) کئی گنا بڑھالیتے ہیں۔(۱۹) ۝۳۹ اللہ
الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ
وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر اُس نے تمہیں رزق دیا، پھر وہ تمہیں موت دیتا ہے، پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ جن کو تم نے اللہ کا
شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا
شریک مانا ہوا ہے، کیا اُن میں سے کوئی ہے جو ان میں سے کوئی کام کرتا ہو؟ پاک ہے وہ اور بہت بالا و برتر اُس شرک سے جس کا ارتکاب
يُشْرِكُوْنَ ۝۴۰ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ ع
یہ لوگ کرتے ہیں۔ ۝۴۰ لوگوں نے اپنے ہاتھوں جو کمائی کی، اُس کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد پھیلا(۲۰) تاکہ انہوں نے
لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۴۱ قُلْ سِيْرُوْا فِي
جو کام کئے ہیں اللہ اُن میں سے کچھ کا مزہ انہیں چکھائے، شاید وہ باز آجائیں۔ ۝۴۱ (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ:
الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ كَانَ اَكْثَرُهُمْ
"زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ جو لوگ پہلے گذرے ہیں، اُن کا کیسا انجام ہوا۔ اُن میں سے اکثر
مُّشْرِكِيْنَ ۝۴۲ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ
مشرک تھے۔" ۝۴۲ لہٰذا تم اپنا رُخ صحیح دِین کی طرف قائم رکھو، قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس کے ٹلنے کا اللہ کی طرف سے
لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ۝۴۳ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ
کوئی امکان نہیں ہے۔ اُس دن لوگ الگ الگ ہوجائیں گے۔ ۝۴۳ جس نے کفر کیا ہے، اُس کا کفر اُسی پر پڑے گا، اور جن لوگوں نے نیک عمل
صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۝۴۴ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
کیا ہے، وہ اپنے لئے ہی راستہ بنارہے ہیں، ۝۴۴ نتیجہ یہ کہ اللہ اُن لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے گا جو ایمان لائے ہیں،

(۱۹) سورۂ بقرہ (۲:۲۶۱) میں فرمایا گیا ہے کہ صدقے کا ثواب سات سو گنا ملتا ہے، اور اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتے ہیں مزید اضافہ فرمادیتے ہیں۔

(۲۰) مطلب یہ ہے کہ دُنیا میں جو عام مصیبتیں لوگوں پر آئیں، مثلاً قحط، وبائیں، زلزلے، ظالموں کا تسلط، ان سب کا اصل سبب یہ تھا کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی خلاف ورزی کی، اور اس طرح یہ مصیبتیں اپنے ہاتھوں مول لیں، اور ان کا ایک مقصد یہ تھا کہ ان مصائب سے دوچار ہوکر لوگوں کے دِل کچھ نرم پڑیں، اور وہ اپنے بُرے اعمال سے باز آئیں۔ یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہئے کہ دُنیوی مصیبتوں کا بعض اوقات کوئی ظاہری سبب بھی ہوتا ہے جو کائنات کے طبعی قوانین کے مطابق اپنا اثر دِکھاتا ہے، لیکن ظاہر ہے کہ وہ سبب بھی اللہ تعالیٰ ہی کا پیدا کیا ہوا ہے، اور اُس کو کسی خاص وقت یا خاص جگہ پر مؤثر بنادینا اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت سے ہوتا ہے، اور عموماً اُس کی بنیادی وجہ انسانوں کی بداَعمالیاں ہوتی ہیں۔ اس طرح آیتِ کریمہ یہ سبق دے رہی ہے کہ عام مصیبتوں کے وقت، چاہے وہ ظاہری اسباب کے ماتحت وجود میں آئی ہوں، اپنے گناہوں پر اِستغفار اور اللہ تعالیٰ کی طرف رُجوع کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝٤٥ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ

اور اُنہوں نے نیک عمل کئے ہیں۔ یقیناً اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔ (۴۵) اور اُس (اللہ کی قدرت) کی ایک نشانی یہ ہے کہ

الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ

وہ ہوائیں بھیجتا ہے جو (بارش کی) خوشخبری لے کر آتی ہیں، اور اس لئے بھیجتا ہے تاکہ تمہیں اپنی رحمت کا کچھ مزہ چکھائے،

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝٤٦ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ

اور تاکہ کشتیاں اُس کے حکم سے پانی میں چلیں، اور تم اُس کا فضل تلاش کرو، (۲۱) اور شکر ادا کرو۔ (۴۶) اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے بھی بہت

رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَاۗءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ

سے پیغمبر اُن کی قوموں کے پاس بھیجے، چنانچہ وہ اُن کے پاس کھلے کھلے دلائل لے کر آئے۔ پھر جنہوں نے جرائم کا ارتکاب کیا تھا، ہم نے اُن

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٤٧ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ

سے انتقام لیا، اور ہم نے یہ ذمہ داری لی تھی کہ ایمان والوں کی مدد کریں۔ (۴۷) اللہ ہی وہ ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے، چنانچہ وہ

سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَاۗءِ كَيْفَ يَشَاۗءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ

بادل کو اُٹھاتی ہیں، پھر وہ اُس (بادل) کو جس طرح چاہتا ہے، آسمان میں پھیلا دیتا ہے، اور اُسے کئی تہوں (والی گھٹا)

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ

میں تبدیل کردیتا ہے۔ تب تم دیکھتے ہو کہ اُس کے درمیان سے بارش برس رہی ہے۔ چنانچہ جب وہ اپنے بندوں میں سے

يَسْتَبْشِرُوْنَ ۝٤٨ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ

جن کو چاہتا ہے، وہ بارش پہنچاتا ہے تو وہ اچانک خوشی منانے لگتے ہیں، (۴۸) حالانکہ اس سے پہلے جب تک اُن پر بارش نہیں برسائی گئی تھی، وہ

لَمُبْلِسِيْنَ ۝٤٩ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ

نااُمید ہو رہے تھے۔ (۴۹) اب ذرا اللہ کی رحمت کے اثرات دیکھو کہ وہ زمین کو اُس کے مردہ ہونے کے بعد

---

(۲۱) ہوائیں چلانے کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ وہ بارش کی خوشخبری لاتی ہیں، اور بادلوں کو اُٹھا کر پانی برسانے کا سبب بنتی ہیں، اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ وہ سمندروں اور دریاؤں میں کشتیوں کو چلاتی ہیں، بادبانی کشتیوں کا تو سارا دارومدار ہی ہواؤں پر ہوتا ہے، لیکن مشینی جہاز بھی ہوا کی مدد سے بے نیاز نہیں ہوتے۔ اور سمندروں میں کشتیاں چلانے کا فائدہ یہ بتایا گیا ہے کہ اُس کے ذریعے لوگ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کریں، جیسا کہ بار بار عرض کیا گیا، "اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنا" قرآنِ کریم کی ایک اِصطلاح ہے جس سے مراد تجارت اور روزگار کے دوسرے ذرائع اختیار کرنا ہے۔ لہٰذا قرآنِ کریم نے توجہ دِلائی ہے کہ اگر یہ ہوائیں نہ ہوں جن سے کشتیاں اور جہاز سمندروں میں چلنے کے لائق ہوتے ہیں، تو تمہاری ساری تجارت ٹھپ ہو کر رہ جائے، کیونکہ ساری بین الاقوامی تجارت کا دارومدار پانی کے جہازوں پر ہی ہوتا ہے۔

مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰی ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾ وَلَىِٕنْ

کس طرح زندگی بخشتا ہے! حقیقت یہ ہے کہ وہ مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ (۵۰) اور اگر ہم

اَرْسَلْنَا رِیْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ یَكْفُرُوْنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا

(نقصان دہ) ہوا چلادیں (۲۲) جس کے نتیجے میں وہ اپنے کھیت کو پیلا پڑا ہوا دیکھیں تو اس کے بعد یہ ناشکری کرنے لگیں۔ (۵۱) غرض (اے پیغمبر!)

تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَآ

تم مُردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتے، اور نہ بہروں کو اپنی پکار سنا سکتے ہو جب وہ پیٹھ پھیر کر جا رہے ہوں، (۵۲) اور نہ تم

اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ

اندھوں کو اُن کی گمراہی سے نکال کر راستے پر ڈال سکتے ہو۔ (۲۳) تم تو انہی لوگوں کو اپنی بات سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائیں، پھر

ع ۱۴ / ۱

مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾ ۧ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ

فرماں بردار بن جائیں۔ (۵۳) اللہ وہ ہے جس نے تمہاری تخلیق کی ابتدا کمزوری سے کی، پھر کمزوری کے بعد طاقت عطا فرمائی،

قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ

پھر طاقت کے بعد (دوبارہ) کمزوری اور بڑھاپا طاری کردیا۔ وہ جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے، اور وہی ہے جس کا علم بھی کامل ہے،

الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ﴿۵۴﴾ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ۬ مَا

قدرت بھی کامل۔ (۵۴) اور جس دن قیامت برپا ہوگی، اُس دن مجرم لوگ قسم کھالیں گے کہ وہ (برزخ میں)

لَبِثُوْا غَیْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا یُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا

ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے۔ اسی طرح (دُنیا میں بھی) وہ اوندھے چلا کرتے تھے۔ (۵۵) جن لوگوں کو

الْعِلْمَ وَالْاِیْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰی یَوْمِ الْبَعْثِ ۫ فَهٰذَا

علم اور ایمان عطا کیا گیا ہے، وہ کہیں گے کہ: ''تم اللہ کی لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق حشر کے دن تک (برزخ میں) پڑے رہے ہو۔

یَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَیَوْمَىِٕذٍ لَّا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ

اب یہ وہی حشر کا دن ہے، لیکن تم لوگ یقین نہیں کرتے تھے۔'' (۵۶) چنانچہ جن لوگوں نے ظلم کی راہ اپنائی تھی، اُس دن اُن کی معذرت انہیں کوئی

ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا

فائدہ نہیں پہنچائے گی، اور نہ اُن سے یہ کہا جائے گا کہ اللہ کی ناراضی دُور کرو۔ (۵۷) اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس

---

(۲۲) قرآنِ کریم میں جہاں کہیں ''ریاح'' (ہوائیں) کا لفظ جمع کے صیغے میں آیا ہے، اُس سے مراد فائدہ مند ہوائیں ہیں۔

(۲۳) یعنی وہ اندھے جو کسی کی رہنمائی قبول نہ کریں۔

اَلْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ

قرآن میں لوگوں (کو سمجھانے) کی خاطر ہر قسم کی باتیں بیان کی ہیں۔ اور (اے پیغمبر!) اِن کا حال یہ ہے کہ تم ان کے پاس کوئی بھی نشانی لے

كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ

آؤ، یہ کافر لوگ پھر بھی یہی کہیں گے کہ تم کچھ بھی نہیں، بالکل غلط کار ہو۔ (۵۸) اللہ اسی طرح اُن لوگوں کے دِلوں پر ٹھپہ لگادیتا ہے

الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ

جو سمجھ سے کام نہیں لیتے۔ (۵۹) لہٰذا (اے پیغمبر!) تم صبر سے کام لو، یقین جانو اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور ایسا ہرگز نہ ہونا چاہئے کہ جو لوگ

الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

یقین نہیں کرتے، اُن کی وجہ سے تم ڈھیلے پڑجاؤ۔ (۶۰)

الحمدللہ! آج شبِ جمعہ ۶ رجمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۲ رجون ۲۰۰۷ء کو رات کے بارہ بجے دوحہ (قطر) ایئرپورٹ پر سورۂ رُوم کا ترجمہ اور تشریحی حواشی تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کا کام بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل تک پہنچائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سُوْرَۃُ لُقْمٰن

تعارف

یہ سورت بھی مکہ مکرّمہ کے اُس دور میں نازل ہوئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کے بارے میں کفارِ مکہ کی مخالفت اپنے شباب پر تھی، اور کافروں کے سردار حیلوں بہانوں اور پرتشدد کارروائیوں سے اسلام کی نشر و اشاعت کا راستہ روکنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ قرآنِ کریم کا اثر انگیز اُسلوب جب لوگوں کے دِلوں پر اثر انداز ہوتا تو وہ اُن کی توجہ اُس سے ہٹانے کے لئے اُنہیں قصے کہانیوں اور شعر و شاعری میں اُلجھانے کی کوشش کرتے تھے جس کا تذکرہ اس سورت کے شروع (آیت نمبر ۶) میں کیا گیا ہے۔ حضرت لقمان اہلِ عرب کے ایک بڑے عقل منداور دانشور کی حیثیت سے مشہور تھے۔ اُن کی حکیمانہ باتوں کو اہلِ عرب بڑا وزن دیتے تھے، یہاں تک کہ شاعروں نے اپنے اَشعار میں اُن کا ایک حکیم کی حیثیت سے تذکرہ کیا ہے۔ قرآنِ کریم نے اس سورت میں یہ واضح فرمایا ہے کہ لقمان جیسے حکیم اور دانشور جن کی عقل و حکمت کا تم بھی لوہا مانتے ہو، وہ بھی توحید کے قائل تھے، اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی شریک ماننے کو ظلمِ عظیم قرار دیا تھا، اور اپنے بیٹے کو وصیت کی تھی کہ تم کبھی شرک مت کرنا۔ اس ضمن میں اس سورت نے اُن کی اور بھی کئی قیمتی نصیحتیں ذکر فرمائی ہیں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو کی تھیں۔ دوسری طرف مکہ مکرّمہ کے مشرکین کا حال یہ تھا کہ وہ اپنی اولاد کو توحید اور نیک عمل کی نصیحت تو کیا کرتے، اُنہیں شرک پر مجبور کرتے تھے، اور اگر اُن کی اولاد میں سے کوئی مسلمان ہوجاتا تو اُس پر دباؤ ڈالتے تھے کہ وہ دوبارہ شرک کو اِختیار کرلے۔ اس مناسبت سے حضرت لقمان کی نصیحتوں کے درمیان (آیات نمبر ۱۴ و ۱۵ میں) اللہ تعالیٰ نے ایک بار پھر وہ اُصول بیان فرمایا ہے جو پیچھے سورۂ عنکبوت (۸:۲۹) میں بھی گذرا ہے کہ والدین کی عزت اور اِطاعت اپنی جگہ، لیکن اگر وہ اپنی اولاد کو شرک اختیار کرنے کے لئے دباؤ ڈالیں تو انکا کہنا ماننا جائز نہیں۔ اس کے علاوہ یہ سورت توحید کے دلائل اور آخرت کی یاد دہانی کے مؤثر مضامین پر مشتمل ہے۔

آیاتها ۳۴ ۳۱ سُوْرَةُ لُقْمٰنَ مَكِّيَّةٌ ۵۷ رکوعاتها ۴

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں چونتیس آیتیں اور چار رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

الٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝۲ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝۳
الٓمّٓ۔ (۱) یہ اُس حکمت والی کتاب کی آیتیں ہیں، (۲) جو نیک لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت بن کر آئی ہے، (۳)
الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ
وہ نیک لوگ جو نماز قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور آخرت کا پورا
يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ وَ
یقین رکھتے ہیں۔ (۴) وہی ہیں جو اپنے پروردگار کی طرف سے سیدھے راستے پر ہیں، اور وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ (۵) اور
مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ
کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی باتوں کے خریدار بنتے ہیں (۱)، تاکہ اُن کے ذریعے لوگوں کو بے سمجھے بوجھے اللہ کے راستے سے
عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۶ وَاِذَا تُتْلٰى
بھٹکائیں، اور اُس کا مذاق اُڑائیں۔ ان لوگوں کو وہ عذاب ہوگا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ (۶) اور جب ایسے شخص کے سامنے ہماری آیتیں
عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ
پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ پورے تکبر کے ساتھ منہ موڑ لیتا ہے، جیسے اُنہیں سنا ہی نہیں، گویا اُس کے دونوں کانوں میں بہرا پن ہے۔ لہٰذا اُس کو

(۱) جیسا کہ اُوپر سورت کے تعارف میں عرض کیا گیا، قرآنِ کریم کی تأثیر ایسی تھی کہ جو لوگ ابھی ایمان نہیں لائے تھے، وہ بھی چھپ چھپ کر قرآنِ کریم سنا کرتے تھے جس کے نتیجے میں بعض لوگ اسلام قبول بھی کر لیتے تھے۔ کافروں کے سردار اس صورتِ حال کو اپنے لئے ایک خطرہ سمجھتے تھے، اس لئے چاہتے تھے کہ قرآنِ کریم کے مقابلے میں کوئی ایسی دِلچسپ صورت پیدا کریں کہ لوگ قرآنِ کریم کو سننا بند کر دیں۔ اسی کوشش میں مکہ مکرّمہ کا ایک تاجر نضر بن حارث جو اپنی تجارت کے لئے غیر ملکوں کا سفر کرتا تھا، ایران سے وہاں کے بادشاہوں کے قصوں پر مشتمل کتابیں خرید لایا، اور بعض روایات میں ہے کہ وہ وہاں سے ایک گانے والی کنیز بھی خرید کر لایا، اور لوگوں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں عاد وثمود کے قصے سناتے ہیں، میں تمہیں اُن سے زیادہ دِلچسپ قصے اور گانے سناؤں گا۔ چنانچہ لوگ اس کے گرد اِکٹھے ہونے لگے۔ یہ آیت اس واقعے کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ نیز اس میں یہ اُصول بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہر وہ دِل بہلانے کا مشغلہ جو اِنسان کو اپنے دِینی فرائض سے غافل اور بے پروا کرے، ناجائز ہے۔ کھیل اور دِل بہلانے کے صرف وہ مشغلے جائز ہیں جن میں کوئی فائدہ ہو، مثلاً جسمانی یا ذہنی ورزش، یا تھکن دُور کرنا، اور جن کی وجہ سے نہ کسی کو کوئی تکلیف پہنچے، اور نہ وہ انسان کو اپنے دِینی فرائض سے غافل کریں۔

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۷ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ
ایک دُکھ دینے والے عذاب کی خوشخبری سنا دو۔ (۷) البتہ جو لوگ ایمان لے آئے، اور اُنہوں نے نیک عمل کئے اُن کے لئے نعمتوں کے
النَّعِيْمِ ۝۸ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹
باغات ہیں، (۸) جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے، اور وہ اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (۹)
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ
اُس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر پیدا کیا جو تمہیں نظر آسکیں،[۲] اور زمین میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے ہیں،
تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا
تاکہ وہ تمہیں لے کر ڈگمگائے نہیں،[۳] اور اُس میں ہر قسم کے جانور پھیلا دیئے ہیں۔ اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اُس (زمین)
فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۱۰ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ
میں ہر قابلِ قدر قسم کی نباتات اُگائیں۔ (۱۰) یہ ہے اللہ کی تخلیق! اب ذرا مجھے دِکھاؤ کہ اللہ کے سوا کسی نے کیا پیدا کیا؟
مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۱ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ ع
بات دراصل یہ ہے کہ یہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ (۱۱) اور ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی تھی[۴] (اور اُن سے کہا تھا)
اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ
کہ اللہ کا شکر کرتے رہو۔[۵] اور جو کوئی اللہ کا شکر اَدا کرتا ہے، وہ خود اپنے فائدے کے لئے شکر کرتا ہے، اور اگر کوئی ناشکری کرے تو اللہ بڑا بے نیاز

(۲) آسمانوں کا پورا نظام کسی ایسے ستونوں پر نہیں کھڑا جو اِنسان کو نظر آسکیں، بلکہ اُسے اللہ تعالیٰ نے محض اپنی قدرت کے سہارے قائم فرمایا ہے جو معنوی ستون ہیں، نظر نہیں آتے۔ آیت کی یہ تفسیر حضرت مجاہدؒ سے منقول ہے، جیسا کہ سورۂ رعد (۲:۱۳) میں بھی گذر چکا ہے۔

(۳) یہ مضمون بھی قرآنِ کریم میں کئی جگہ آیا ہے کہ زمین کو پانی پر ڈگمگانے سے بچانے کے لئے پہاڑ پیدا کئے گئے ہیں۔ دیکھئے پیچھے سورۂ رعد (۳:۱۳)، سورۂ حجر (۱۹:۱۵)، سورۂ نحل (۱۵:۱۶)، سورۂ انبیاء (۳۱:۲۱) اور سورۂ نمل (۶۱:۲۷) اور آگے سورۂ حم السجدہ (۱۰:۴۱)، سورۂ ق (۷:۵۰) اور سورۂ مرسلات (۲۷:۷۷)۔

(۴) حضرت لقمان کے بارے میں راجح بات یہی ہے کہ وہ نبی نہیں، بلکہ ایک دانشمند شخص تھے۔ وہ کس زمانے میں تھے؟ اور کس علاقے کے باشندے تھے، اس کے بارے میں بھی روایات بہت مختلف ہیں جن سے کوئی حتمی نتیجہ نکالنا مشکل ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ یمن کے باشندے تھے، اور حضرت ہود علیہ السلام کے جو ساتھی عذاب سے بچ گئے تھے، اُن میں یہ بھی شامل تھے، اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ حبشہ سے تعلق رکھتے تھے، لیکن قرآنِ کریم نے اُن کا جس غرض سے تذکرہ فرمایا ہے، وہ ان تفصیلات کے جاننے پر موقوف نہیں ہے۔ یہ بات واضح ہے کہ عرب کے لوگ اُن کو ایک عظیم دانشور سمجھتے تھے، اور اُن کی حکمت کی باتیں اُن کے درمیان مشہور تھیں۔ جاہلیت کے زمانے کے کئی شعراء نے اُن کا تذکرہ کیا ہے۔ لہٰذا اُن کی باتیں بجا طور پر ان اہلِ عرب کے سامنے حجت کے طور پر پیش کی جاسکتی تھیں۔

غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۱۲ وَ اِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَ هُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ

ہے، بذاتِ خود قابلِ تعریف! (۱۲) اور وہ وقت یاد کرو جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ: ''میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ

بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝۱۳ وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ

شرک نہ کرنا۔ یقین جانو شرک بڑا بھاری ظلم ہے(۶)۔'' (۱۳) اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے بارے میں یہ تاکید کی ہے ـــــ (کیونکہ) اُس

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ

کی ماں نے اُسے کمزوری پر کمزوری برداشت کرکے پیٹ میں رکھا، اور دو سال میں اُس کا دُودھ چھوٹتا ہے ـــــ کہ تم میرا شکر ادا کرو، اور

النصف

لِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ ۝۱۴ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا

اپنے ماں باپ کا(۷)۔ میرے پاس ہی (تمہیں) لوٹ کر آنا ہے۔ (۱۴) اور اگر وہ تم پر یہ زور ڈالیں کہ تم میرے ساتھ کسی کو (خدائی میں) شریک

لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ۫ وَّ اتَّبِعْ

قرار دو جس کی تمہارے پاس کوئی دلیل نہیں تو اُن کی بات مت مانو، اور دُنیا میں اُن کے ساتھ بھلائی سے رہو(۸)، اور

---

(۵) بعض اوقات اللہ تعالیٰ پیغمبروں کے علاوہ اپنے خاص بندوں پر بھی اِلہام فرماتے ہیں جو انبیائے کرام پر نازل ہونے والی وحی کی طرح تو حجت نہیں ہوتا، لیکن اُس کے ذریعے عام ہدایات دی جاتی ہیں جو وحی کے کسی حکم کے خلاف نہ ہوں۔

(۶) ''ظلم'' کے معنی یہ ہیں کسی کا حق چھین کر دوسرے کو دے دیا جائے۔ شرک اس لحاظ سے واضح طور پر بہت بڑا ظلم ہے کہ عبادت اللہ تعالیٰ کا خالص حق ہے، شرک کرنے والے اللہ تعالیٰ کا یہ حق اُس کو اَدا کرنے کے بجائے خود اُسی کے بندوں اور اُسی کی مخلوقات کو دیتے ہیں۔

(۷) یہ حضرت لقمان کی نصیحتوں کے درمیان ایک جملہ معترضہ ہے جو اس مناسبت سے لایا گیا ہے کہ حضرت لقمان تو اپنے بیٹے کو شرک سے بچنے اور توحید کا عقیدہ رکھنے کی تاکید کررہے تھے، دوسری طرف مکہ مکرمہ کے بعض مشرکین، جو حضرت لقمان کو ایک دانش مند شخص سمجھتے تھے، جب اُن کی اولاد نے توحید کا عقیدہ اختیار کیا تو وہ اُنہیں دوبارہ شرک اختیار کرنے پر زور دے رہے تھے، اور اولاد پریشان تھی کہ وہ ان ماں باپ کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو یہ بیان فرمایا ہے کہ ہم نے ہی انسان کو یہ تاکید کی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے والدین کا بھی شکر اَدا کرے، کیونکہ اگرچہ اُسے پیدا تو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، لیکن ظاہری اسباب میں والدین ہی اُس کا سبب بنے ہیں۔ پھر والدین میں سے بھی خاص طور پر ماں کی مشقتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے کہ کتنی محنت سے اُس نے بچے کو پیٹ میں اُٹھائے رکھا، اور دو سال تک اُسے دُودھ پلایا، اور بچے کی پرورش میں دُودھ پلانے کا زمانہ ماں کے لئے سب سے زیادہ محنت کا ہوتا ہے۔ اس لئے ماں بطورِ خاص اولاد کی طرف سے اچھے سلوک کی مستحق ہے۔ لیکن اس اچھے سلوک کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان اپنے دِین اور عقیدے کے معاملے میں اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے کے بجائے ماں باپ کا حکم ماننا شروع کردے۔ اسی لئے اس آیت میں والدین کا شکر اَدا کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنا شکر اَدا کرنے کی تاکید فرمائی ہے، کیونکہ والدین تو صرف ایک ذریعہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کی پرورش کے لئے پیدا کردیا ہے، ورنہ خالقِ حقیقی تو خود اللہ تعالیٰ ہیں، لہٰذا ایک ذریعے کی اہمیت کو خالقِ حقیقی کی اہمیت سے بڑھایا نہیں جاسکتا۔

(۸) یعنی دِین کے معاملے میں اگر والدین کوئی غلط بات کہیں تو اُن کی بات ماننا تو جائز نہیں ہے، لیکن اُن کی بات رَدّ کرنے کے

سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ ۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

ایسے شخص کا راستہ اپناؤ جس نے مجھ سے لو لگا رکھی ہو۔(۹) پھر تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے، اُس وقت میں تمہیں بتاؤں گا کہ

تَعْمَلُوْنَ ⑮ يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ

تم کیا کرتے رہے ہو۔ ⑮ (لقمان نے یہ بھی کہا:) ''بیٹا! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر بھی ہو، اور وہ کسی

صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ

چٹان میں ہو، یا آسمانوں میں یا زمین میں، تب بھی اللہ اُسے حاضر کردے گا۔ یقین جانو اللہ بڑا باریک بیں،

خَبِيْرٌ ⑯ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ

بہت باخبر ہے۔(۱۰) ⑯ بیٹا! نماز قائم کرو، اور لوگوں کو نیکی کی تلقین کرو، اور برائی سے روکو،

وَاصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ⑰ۚ وَلَا تُصَعِّرْ

اور تمہیں جو تکلیف پیش آئے، اُس پر صبر کرو۔ بیشک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔ ⑰ اور لوگوں کے سامنے (غرور سے)

خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ

اپنے گال مت پھلاؤ، اور زمین پر اِتراتے ہوئے مت چلو۔ یقین جانو اللہ کسی اِترانے والے

لئے کوئی ایسا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے جو اُن کے لئے تکلیف دہ ہو، یا جس سے وہ اپنی توہین محسوس کریں، بلکہ نرم الفاظ میں اُن کو بتادینا چاہئے کہ میں آپ کی یہ بات ماننے سے معذور ہوں۔ اور صرف اتنا ہی نہیں، اپنے عام برتاؤ میں بھی اُن کے ساتھ بھلائی کا معاملہ کرتے رہنا چاہئے، مثلاً اُن کی خدمت کرنا، اُن کی مالی امداد کرنا، وہ بیمار ہوجائیں تو اُن کی تیمارداری کرنا، وغیرہ۔

(۹) چونکہ والدین غلط راستے پر ہیں، اس لئے اُن کا غلط راستہ اپنانا جائز نہیں، بلکہ راستہ اُنہی کا اپنانا چاہئے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق قائم کیا ہوا ہو، یعنی وہ اُسی کی عبادت اور اِطاعت کرتے ہوں۔ اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ دِین پر عمل بھی صرف اپنی سمجھ اور رائے سے نہیں کرنا چاہئے، بلکہ یہ دیکھنا چاہئے کہ جن لوگوں کے بارے میں یہ بات واضح طور پر معلوم ہے کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے لو لگائی ہوئی ہے اُن کو دیکھنا چاہئے کہ اُنہوں نے دِین پر کس طرح عمل کیا، اور پھر اُنہی کا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے، اور بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ قرآن وحدیث کے صرف ذاتی مطالعے کی بنیاد پر کوئی ایسا نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے جو اُمت کے علماء اور بزرگوں کی تشریح کے خلاف ہو۔

(۱۰) یہ اللہ تعالیٰ کے علم محیط کا بیان ہے۔ جو لوگ آخرت کا انکار کرتے تھے، وہ یہ کہا کرتے تھے کہ جب انسان کے مرنے کے بعد اُس کے سارے اجزاء منتشر ہوجائیں گے تو اُنہیں کیسے جمع کیا جاسکے گا؟ حضرت لقمان نے بیٹے کو بتایا کہ کوئی چھوٹے سے چھوٹا ذرّہ بھی زمین و آسمان کی کسی بھی پوشیدہ جگہ چلا جائے، وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے، اور وہ اُسے نکال لانے پر پوری طرح قادر ہے۔ یاد رہے کہ جب کسی شخص کی کوئی چیز گم ہوجائے، تو اُسے تلاش کرنے کے لئے بعض بزرگوں نے بتایا ہے کہ گیارہ مرتبہ "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ" پڑھ کر سورۂ لقمان کی یہ آیت تلاوت کی جاتی رہے تو عموماً وہ گمشدہ چیز مل جاتی ہے۔ بندہ نے بھی اس کا درجنوں بار تجربہ کیا ہے۔

مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝ وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ اِنَّ اَنْكَرَ

شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔ ۝ اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کرو،(۱۱) اور اپنی آواز آہستہ رکھو۔(۱۲) بیشک سب سے

الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ ۝ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی ع

بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔'' ۝ کیا تم لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اُسے

السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَیْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَ

اللہ نے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے،(۱۳) اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری پوری نچھاور کی ہیں؟ پھر بھی انسانوں میں سے کچھ لوگ ہیں جو اللہ

مِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًی وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ۝

کے بارے میں بحثیں کرتے ہیں، جبکہ اُن کے پاس نہ کوئی علم ہے، نہ ہدایت ہے، اور نہ کوئی ایسی کتاب ہے جو روشنی دکھائے۔ ۝

وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا

اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ: ''اُس چیز کی اِتباع کرو جو اللہ نے اُتاری ہے'' تو وہ کہتے ہیں: ''نہیں، بلکہ ہم تو اُس طریقے کے پیچھے چلیں گے

عَلَیْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّیْطٰنُ یَدْعُوْهُمْ اِلٰی عَذَابِ

جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔'' بھلا اگر شیطان اُن (باپ دادوں) کو بھڑکتی آگ کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو، کیا تب بھی

السَّعِیْرِ ۝ وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَی اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ

(وہ اُنہی کے پیچھے چلیں گے؟) ۝ اور جو شخص فرماں بردار بن کر اپنا رُخ اللہ کی طرف کردے، اور نیک عمل کرنے والا ہو، تو اُس نے یقیناً بڑا

---

(۱۱) یعنی انسان کو درمیانی رفتار سے چلنا چاہئے، رفتار نہ اتنی تیز ہو کہ بھاگنے کے قریب پہنچ جائے، اور نہ اتنی آہستہ کہ سستی میں داخل ہو جائے۔ یہاں تک کہ جب کوئی شخص جماعت سے نماز پڑھنے جا رہا ہو تو اُس کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھاگنے سے منع فرما کر وقار اور سکون کے ساتھ چلنے کی تاکید فرمائی ہے۔

(۱۲) آواز آہستہ رکھنے سے مراد یہ نہیں ہے کہ انسان اتنا آہستہ بولے کہ سننے والے کو دِقت پیش آئے، بلکہ مراد یہ ہے کہ جن کو سنانا مقصود ہے، اُن تک تو آواز وضاحت کے ساتھ پہنچ جائے، لیکن اس سے زیادہ چیخ چیخ کر بولنا اسلامی آداب کے خلاف ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص درس دے رہا ہو، یا وعظ کر رہا ہو، تو اُس کی آواز اتنی ہی بلند ہونی چاہئے جتنی اُس کے مخاطبوں کو سننے سمجھنے کے لئے ضرورت ہے۔ اُس سے زیادہ آواز بڑھانے کو بھی اس آیت کے تحت بزرگوں نے منع فرمایا ہے۔ اس حکم پر خاص طور سے اُن حضرات کو غور کرنے کی ضرورت ہے جو بلاضرورت لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کر کے لوگوں کے لئے تکلیف کا باعث بنتے ہیں۔

(۱۳) حضرت لقمان کی بنیادی نصیحت میں توحید پر جو زور دیا گیا تھا، اب اُس کے وہ دلائل بیان فرمائے جا رہے ہیں جو اس کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں، اور انسان ذرا غور کرے تو اُن سے اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کے سوا کوئی اور نتیجہ معقولیت کے ساتھ نہیں نکالا جا سکتا۔

بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿۲۲﴾ وَ مَنْ كَفَرَ فَلَا

مضبوط کنڈا تھام لیا۔ اور تمام کاموں کا آخری انجام اللہ ہی کے حوالے ہے۔ ﴿۲۳﴾ اور (اے پیغمبر!) جس کسی نے کفر اپنا لیا ہے، تمہیں اُس کا کفر

يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

صدمے میں نہ ڈالے۔ آخر انہیں ہمارے پاس ہی تو لوٹنا ہے، پھر ہم انہیں بتائیں گے کہ انہوں نے کیا کیا ہے؟ یقیناً اللہ

عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۳﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ

سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ ﴿۲۴﴾ ہم انہیں کچھ مزے اُڑانے کا موقع دے رہے ہیں، پھر ہم انہیں ایک سخت عذاب کی

غَلِيْظٍ ﴿۲۴﴾ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ

طرف کھینچ کر لے جائیں گے۔ ﴿۲۵﴾ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ:

اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾ لِلّٰهِ مَا فِي

''اللہ!'' کہو: ''الحمد للہ!'' اس کے باوجود ان میں سے اکثر لوگ سمجھ سے کام نہیں لیتے۔(۱۴) ﴿۲۶﴾ اللہ ہی کا ہے جو کچھ

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۶﴾ وَ لَوْ اَنَّ مَا فِي

آسمانوں اور زمین میں ہے، بیشک اللہ ہی ہے جو سب سے بے نیاز ہے، بذاتِ خود قابل تعریف۔ ﴿۲۷﴾ اور زمین میں جتنے درخت ہیں، اگر وہ قلم

الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ

بن جائیں، اور یہ جو سمندر ہے، اُس کے علاوہ سات سمندر اس کے ساتھ اور مل جائیں، (اور وہ روشنائی بن کر اللہ کی صفات لکھیں) تب بھی اللہ

مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۷﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَ لَا

کی باتیں ختم نہیں ہوں گی۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ ﴿۲۸﴾ تم سب کو پیدا کرنا اور دوبارہ زندہ کرنا (اللہ

بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ

کے لئے) ایسا ہی ہے جیسے ایک انسان کو (پیدا کرنا اور دوبارہ زندہ کرنا)۔ یقیناً اللہ ہر بات سنتا، ہر چیز دیکھتا ہے۔ ﴿۲۹﴾ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَ يُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؗ

اللہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے، اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے، اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک کسی متعین

كُلٌّ يَّجْرِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّ اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ

میعاد تک رواں دواں ہے، اور (کیا تمہیں یہ معلوم نہیں) کہ اللہ پوری طرح باخبر ہے کہ تم کیا کرتے ہو؟ ﴿۳۰﴾ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اللہ ہی کا

---

(۱۴) یعنی الحمد للہ! ان لوگوں نے اس حقیقت کا تو اعتراف کر لیا کہ اس کائنات کا خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اس سے جو کھلا ہوا نتیجہ نکالنا چاہئے تھا کہ جب یہ کائنات تنہا اُسی نے پیدا کی ہے تو عبادت کے لائق بھی تنہا وہی ہے، اُس نتیجے تک پہنچنے کے لئے انہوں نے سمجھ سے کام نہیں لیا، اور اپنے باپ دادوں کی تقلید میں شرک اختیار کئے ہوئے ہیں۔

اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ
وجود سچا ہے، اور اس کے سوا جن (معبودوں) کو یہ (مشرک) پکارتے ہیں، وہ بے بنیاد ہیں، اور اللہ ہی وہ ہے جس کی شان بہت اُونچی ہے، جس
الْكَبِيْرُ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ ع ۳ ۱۱ ۱۲
کی ذات بہت بڑی۔ (۳۰) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کشتیاں سمندر میں اللہ کی مہربانی سے چلتی ہیں، تاکہ وہ تمہیں اپنی کچھ نشانیاں دکھائے؟ یقیناً
مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۱﴾ وَ اِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ
اس میں ہر اُس شخص کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں جو صبر کا پکا، اعلیٰ درجے کا شکر گذار ہو۔ (۳۱) اور جب موجیں سائبانوں کی طرح اُن پر چڑھ آتی
كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ۬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ
ہیں تو وہ اللہ کو اس طرح پکارتے ہیں کہ اُس وقت اُن کا اعتقاد خالص اُسی پر ہوتا ہے۔ پھر جب وہ اُن کو بچا کر خشکی پر لے آتا ہے تو اُن میں سے کچھ
فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَ مَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿۳۲﴾ يٰۤاَيُّهَا
ہیں جو راہِ راست پر رہتے ہیں (باقی پھر شرک کرنے لگتے ہیں) اور ہماری آیتوں کا انکار وہی شخص کرتا ہے جو پکا بدعہد، پرلے درجے کا ناشکرا ہو۔ (۳۲)
النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ وَ اخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِيْ وَالِدٌ عَنْ وَّلَدِهٖ ۫
اے لوگو! اپنے پروردگار (کی ناراضی) سے بچو، اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام نہیں آئے گا، اور نہ کسی بیٹے کی یہ مجال ہوگی
وَ لَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَازٍ عَنْ وَّالِدِهٖ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا
کہ وہ اپنے باپ کے ذرا بھی کام آجائے۔ یقین جانو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اس لئے ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ یہ دُنیوی زندگی تمہیں دھوکے میں
تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٙ وَ لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۳۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ
ڈال دے، اور ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ وہ (شیطان) تمہیں اللہ کے معاملے میں دھوکے میں ڈال دے جو سب سے بڑا دھوکا باز ہے۔ (۳۳)
عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَ مَا
یقیناً (قیامت کی) گھڑی کا علم اللہ ہی کے پاس ہے، وہی بارش برساتا ہے، اور وہی جانتا ہے کہ ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے، اور کسی
تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ
متنفس کو یہ پتہ نہیں ہے کہ وہ کل کیا کمائے گا، اور نہ کسی متنفس کو یہ پتہ ہے کہ کونسی زمین میں اُسے موت آئے گی۔
تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿۳۴﴾ ع ۴ ۴ ۱۳
بیشک اللہ ہر چیز کا مکمل علم رکھنے والا، ہر بات سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۳۴)

الحمدللہ! سورۂ لقمان کا ترجمہ اور تفسیری حواشی آج بروز منگل ۲۶ / جون ۲۰۰۷ء مطابق ۱۰ / جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ کو مغرب سے ذرا پہلے جدہ، (سعودی عرب) میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کا ترجمہ اور تشریح بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق مکمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ السَّجۡدَۃِ

تعارف

اس سورت کا مرکزی موضوع اسلام کے بنیادی عقائد، یعنی توحید، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور آخرت کا اِثبات ہے۔ نیز جو کفارِ عرب ان عقائد کی مخالفت کرتے تھے، اس سورت میں اُن کے اِعتراضات کا جواب بھی دیا گیا ہے، اور اُن کا انجام بھی بتایا گیا ہے۔ چونکہ اس سورت کی آیت نمبر ۱۵ سجدے کی آیت ہے، یعنی جو شخص بھی اس کی تلاوت کرے یا سنے، اس پر سجدۂ تلاوت واجب ہے، اس لئے اس کا نام ''تنزیل السجدہ'' یا ''الم السجدہ'' یا صرف ''سورۂ سجدہ'' رکھا گیا ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نمازِ فجر کی پہلی رکعت میں بکثرت یہ سورت پڑھا کرتے تھے۔ اور مسندِ احمد (۳:۳۴۰) کی ایک حدیث میں ہے کہ آپ رات کو سونے سے پہلے دو سورتوں کی تلاوت ضرور فرماتے تھے، ایک سورۂ تنزیل السجدہ اور دوسری سورۂ ملک۔

اٰیاتها ٣٠ | ٣٢ سُوْرَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ٧٥ | رکوعاتها ٣

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں تیس آیتیں اور تین رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

الٓمّٓ (١) تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (٢) اَمْ
الٓمّٓ (١) رَبّ العالمین کی طرف سے یہ ایک ایسی کتاب اُتاری جارہی ہے جس میں کوئی شک کی بات نہیں ہے۔ (٢) کیا لوگ
يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ
یہ کہہ رہے ہیں کہ پیغمبر نے اسے خود گھڑ لیا ہے؟ نہیں! (اے پیغمبر!) یہ تو وہ حق ہے جو تمہارے پروردگار کی طرف سے اس لئے آیا ہے کہ تم اس
نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ (٣) اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ
کے ذریعے اُن لوگوں کو خبردار کرو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا،[1] تاکہ وہ صحیح راستے پر آجائیں۔ (٣) اللہ وہ ہے جس نے
وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۗ مَا
آسمانوں اور زمین کو اور اُن کے درمیان ساری چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر اُس نے عرش پر اِستواء فرمایا۔[2]
لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۗ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (٤) يُدَبِّرُ الْاَمْرَ
اُس کے سوا نہ تمہارا کوئی رکھوالا ہے، نہ کوئی سفارشی ہے۔[3] کیا پھر بھی تم کسی نصیحت پر دھیان نہیں دیتے؟ (٤) وہ آسمان سے لے کر
مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ
زمین تک ہر کام کا انتظام خود کرتا ہے، پھر وہ کام ایک ایسے دن میں اُس کے پاس اُوپر پہنچ جاتا ہے جس کی مقدار تمہاری گنتی کے حساب سے ایک
سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (٥) ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (٦)
ہزار سال ہوتی ہے۔[4] (٥) وہ ہر چھپی اور کھلی چیز کا جاننے والا ہے، جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کی رحمت بھی کامل۔ (٦)

(١) مکہ مکرّمہ میں جب سے بت پرستی شروع ہوئی، کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ انفرادی طور پر کچھ ایسے حضرات حق کی تعلیم و تبلیغ کرتے رہے ہیں جو نبی نہیں تھے، لیکن نبی کوئی نہیں آیا تھا۔

(٢) ''اِستواء'' کے لفظی معنیٰ سیدھا ہونے اور بیٹھنے کے آتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے عرش پر اِستواء فرمانے کا صحیح مطلب ہماری فہم اور اِدراک سے باہر ہے۔ اس لئے اس کی تفصیلات میں جانے کی نہ ضرورت ہے، نہ اُس کا کوئی یقینی نتیجہ نکل سکتا ہے۔ اتنا ایمان رکھنا کافی ہے کہ جو کچھ قرآنِ کریم نے فرمایا ہے، وہ برحق ہے۔

(٣) اہلِ عرب بتوں کی پوجا اس عقیدے سے کیا کرتے تھے کہ یہ بت اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش کرکے ہماری دُنیوی ضروریات پوری کریں گے۔ جیسا کہ سورۂ یونس (١٠:١٨) میں اللہ تعالیٰ نے اُن کا یہ عقیدہ بیان فرمایا ہے۔

(٤) اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن کے ایک ہزار سال کے برابر ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اس کی صحیح تشریح تو اللہ تعالیٰ ہی کو

الَّذِیْۤ اَحْسَنَ كُلَّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ وَ بَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِیْنٍ ۝ ثُمَّ

اُس نے جو چیز بھی پیدا کی، اُسے خوب بنایا، اور انسان کی تخلیق کی ابتدا گارے سے کی۔(۷) پھر اُس کی

جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۝ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ

نسل ایک نچوڑے ہوئے حقیر پانی سے چلائی۔(۸) پھر اُسے ٹھیک ٹھاک کرکے اُس میں اپنی رُوح پھونکی،

وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝

اور (انسانو!) تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دِل پیدا کئے۔ تم لوگ شکر تھوڑا ہی کرتے ہو۔(۹)

وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ؕ بَلْ هُمْ

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ: ''کیا جب ہم زمین میں رَل کر کھو جائیں گے، تو کیا اُس وقت ہم کسی نئے جنم میں پیدا ہوں گے؟'' بات دراصل یہ ہے

بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ قُلْ یَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ

کہ یہ لوگ اپنے پروردگار سے جا ملنے کا انکار کرتے ہیں۔(۱۰) کہہ دو کہ: ''تمہیں موت کا وہ فرشتہ پورا پورا وصول کرلے گا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے،

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا ع

پھر تمہیں واپس تمہارے پروردگار کے پاس لے جایا جائے گا۔''(۱۱) اور کاش تم وہ منظر دیکھو جب یہ مجرم لوگ اپنے رَبّ کے سامنے سر جھکائے

رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَ سَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ

ہوئے (کھڑے) ہوں گے، (کہہ رہے ہوں گے کہ:) ''ہمارے پروردگار! ہماری آنکھیں اور ہمارے کان کھل گئے، اس لئے ہمیں (دُنیا میں)

معلوم ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے متشابہات میں بھی شمار کیا ہے، لیکن دوسرے مفسرین کے مطابق اس آیت کی ایک تفسیر تو یہ ہے کہ اس دن سے مراد قیامت کا دن ہے جو ایک ہزار سال کے برابر ہوگا، اور مطلب یہ ہے کہ جتنی مخلوقات کا انتظام اس وقت اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں، وہ سب آخر کار قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن اُمور کا فیصلہ فرماتے ہیں، اُن کی تنفیذ اپنے اپنے طے شدہ وقت پر ہوتی ہے، چنانچہ بعض اُمور کی تنفیذ میں انسانوں کی گنتی کے مطابق ایک ہزار سال بھی لگ جاتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک ہزار سال بھی کوئی بڑی مدت نہیں ہے، بلکہ ایک دن کے برابر ہے۔ چنانچہ جیسا کہ سورۂ حج (۲۲: ۴۷) میں فرمایا گیا ہے، کفار کے سامنے جب یہ کہا جاتا تھا کہ ان کے کفر کے نتیجے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دُنیا یا آخرت میں عذاب آئے گا تو وہ اس کا مذاق اُڑاتے تھے، اور کہتے تھے کہ اتنے دن گذر گئے، لیکن کوئی عذاب نہیں آیا، اگر واقعی عذاب آنا ہے تو ابھی کیوں نہیں آجاتا؟ اس کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کر رکھا ہے، وہ تو ضرور پورا ہوگا۔ رہا اُس کا وقت، تو وہ اللہ تعالیٰ کی اپنی حکمت کے مطابق متعین ہوگا۔ اور تم جو سمجھ رہے ہو کہ اس کے آنے میں بہت دیر ہوگئی ہے تو درحقیقت تم جس مدّت کو ایک ہزار سال سمجھتے ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن کے برابر ہے۔ اس آیت کی کچھ مزید تفصیل اِن شاء اللہ سورۂ معارج (۷۰: ۴) میں آئے گی۔

صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ

دوبارہ بھیج دیجئے، تاکہ ہم نیک عمل کریں۔ ہمیں اچھی طرح یقین آچکا ہے۔" ﴿۱۲﴾ اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو (پہلے ہی) اُس کی ہدایت دے دیتے،

الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳﴾

لیکن وہ بات جو میری طرف سے کہی گئی تھی، طے ہوچکی ہے کہ: "میں جہنم کو جنات اور انسانوں سب سے ضرور بھر دُوں گا۔"(۵) ﴿۱۳﴾ اب (جہنم کا) مزہ

فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَ ذُوْقُوْا

چکھو کیونکہ تم نے اپنے اس دن کا سامنا کرنے کو بھلا ڈالا تھا۔ ہم نے (بھی) تمہیں بھلا دیا ہے۔ جو کچھ تم کرتے رہے ہو، اُس کے بدلے اب

عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا

ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔ ﴿۱۴﴾ ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں جن کا حال یہ ہے کہ جب اُنہیں ان آیتوں کے ذریعے نصیحت

ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۱۵﴾ السجدۃ ۹

کی جاتی ہے تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں، اور اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتے ہیں، اور وہ تکبر نہیں کرتے۔(۶) ﴿۱۵﴾ اُن کے پہلو

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا ۫ وَّ مِمَّا

(رات کے وقت) اپنے بستروں سے جدا ہوتے ہیں(۷) وہ اپنے پروردگار کو ڈر اور اُمید (کے ملے جلے جذبات) کے ساتھ پکار رہے ہوتے ہیں،(۸) اور ہم

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ

نے اُن کو جو رزق دیا ہے، وہ اس میں سے (نیکی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں۔ ﴿۱۶﴾ چنانچہ کسی متنفس کو کچھ پتہ نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کے

جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا وقف غفران

لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا سامان اُن کے اعمال کے بدلے میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔(۹) ﴿۱۷﴾ بھلا بتاؤ کہ جو شخص مؤمن ہو، کیا وہ اُس شخص کے برابر

(۵) یعنی اگر اللہ تعالیٰ زبردستی لوگوں کو ہدایت پر لانا چاہتے تو وہ ضرور ایسا کر سکتے تھے، لیکن اس صورت میں وہ آزمائش نہ ہوتی جو انسان کی تخلیق کا اصل مقصد ہے۔ انسان کی آزمائش تو اسی میں تھی کہ وہ اپنی عقل سے کام لے کر پیغمبروں کی بات پر ایمان لائے۔ جنت اور جہنم کا آنکھ سے نظارہ کر لینے کے بعد اُس پر زبردستی ایمان لانے میں کوئی آزمائش نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اس آزمائش کی خاطر انسان کو پیدا کر کے اَزل ہی میں یہ طے کر لیا تھا کہ جو لوگ عقل سے کام لے کر پیغمبروں کی اطاعت نہیں کریں گے، بلکہ اُن کو جھٹلائیں گے، اُن سے میں جہنم کو بھر دُوں گا۔

(۶) یہ سجدے کی آیت ہے جس کی تلاوت کرنے یا سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی احتیاطاً سجدہ کر لینا ضروری ہے۔

(۷) یعنی رات کے وقت وہ نمازیں پڑھتے ہیں۔ اس میں عشاء کی نماز بھی داخل ہے جو فرض ہے، اور تہجد کی نماز بھی جو سنت ہے۔

(۸) وہ اس بات سے ڈرتے بھی ہیں کہ ان کی عبادت میں جو قصور ہوا ہے، کہیں وہ نامنظور نہ ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے یہ اُمید بھی رکھتے ہیں کہ وہ اُسے قبول فرما کر اَجر و ثواب عطا فرمائے۔

(۹) یعنی خزانۂ غیب میں ایسے نیک لوگوں کے لئے جو نعمتیں چھپی ہوئی ہیں، وہ انسان کے تصور سے بھی بلند ہیں۔

يَسْتَوٗنَ ۝١٨ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ وقفِ غفران

ہو جائے جو فاسق ہے؟ ـــــ (ظاہر ہے کہ) وہ برابر نہیں ہو سکتے۔ (۱۸) چنانچہ جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور اُنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اُن کے

الْمَاْوٰى ۫ نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٩ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ

لئے مستقل قیام کے باغات ہیں جو اُن کو پہلی مہمانی ہی کے طور پر دے دیئے جائیں گے، اُن اعمال کے صلے میں جو وہ کیا کرتے تھے۔ (۱۹) رہے وہ

النَّارُ ؕ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَآ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ

لوگ جنہوں نے نافرمانی کی ہے، تو اُن کے مستقل قیام کی جگہ جہنم ہے۔ جب بھی وہ اُس سے نکلنا چاہیں گے، اُنہیں وہیں واپس لوٹا دیا جائے گا،

ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝٢٠ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ

اور اُن سے کہا جائے گا کہ: ”آگ کے جس عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے، اُس کا مزہ چکھو۔“ (۲۰) اور اُس بڑے

الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝٢١ وَمَنْ

عذاب سے پہلے بھی ہم اُنہیں کم درجے کے عذاب کا مزہ بھی ضرور چکھائیں گے،(۱۰) شاید یہ باز آجائیں۔ (۲۱) اور اُس سے بڑا

اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ؕ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ

ظالم کون ہوگا جس کو اپنے پروردگار کی آیتوں کے ذریعے نصیحت کی گئی، تو اُس نے اُن سے منہ موڑ لیا۔ ہم یقیناً ایسے مجرموں سے

ع ۱۱/۱۵ مُنْتَقِمُوْنَ ۝٢٢ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ

بدلہ لے کر رہیں گے۔ (۲۲) اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی، لہٰذا (اے پیغمبر!) تم اس کے ملنے کے بارے میں کسی شک میں نہ

وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝٢٣ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ

رہو،(۱۱) اور ہم نے اُس کتاب کو بنو اسرائیل کے لئے ہدایت بنایا تھا، (۲۳) اور ہم نے ان میں سے کچھ لوگوں کو، جب اُنہوں نے

بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ ۝٢٤ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ

صبر کیا، ایسے پیشوا بنا دیا جو ہمارے حکم سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے، اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ (۲۴) یقیناً تمہارا پروردگار ہی

---

(۱۰) یعنی آخرت کے بڑے عذاب سے پہلے اسی دُنیا میں انسان کو چھوٹی چھوٹی مصیبتیں اس لئے پیش آتی ہیں کہ وہ اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کر کے اپنے گناہوں سے باز آجائے۔ سبق یہ دیا گیا ہے کہ دُنیا میں پیش آنے والی مصیبتوں کے وقت اللہ تعالیٰ سے رُجوع کر کے اپنے گناہوں سے توبہ کرنی چاہئے، اور اپنے طرزِ عمل کی اِصلاح کرنی چاہئے۔

(۱۱) اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کے ملنے میں کوئی شک نہ کرو، اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی گئی تھی، اُسی طرح آپ کو بھی کتاب دی گئی ہے، لہٰذا اس قرآن کے منجانب اللہ وصول کرنے میں آپ کوئی شک نہ کریں، اور جب آپ صاحبِ کتاب رسول ہیں تو ان کافروں کی بنائی ہوئی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں۔ ایک تیسری تفسیر بعض حضرات نے یہ کی ہے کہ ”اس کے ملنے“ سے مراد کافروں کو اُس عذاب کا ملنا ہے جس کا ذکر پچھلی

بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ

قیامت کے دن اُن کے درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ ﴿۲۵﴾ اور کیا ان (کافروں) کو اس بات سے کوئی

اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

ہدایت نہیں ملی کہ اُن سے پہلے کتنی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کے گھروں میں یہ خود چلتے پھرتے ہیں؟[12] یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے

لَاٰيٰتٍ ؕ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۲۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ

بڑی نشانیاں ہیں۔ تو کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں؟ ﴿۲۶﴾ اور کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم پانی کو کھینچ کر خشک زمین کی طرف لے جاتے ہیں، پھر

الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ النصف

اُس سے وہ کھیتی نکالتے ہیں جس سے اُن کے چوپائے بھی کھاتے ہیں، اور وہ خود بھی۔ تو کیا اُنہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا؟ ﴿۲۷﴾

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا

اور وہ یہ کہتے ہیں کہ: ”اگر تم سچے ہو تو یہ فیصلہ کب ہوگا؟“ ﴿۲۸﴾ کہہ دو کہ: ”جس دن فیصلہ ہوگا، اُس دن کافروں کو

يَنْفَعُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِيْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ

اُن کا ایمان لانا کچھ فائدہ نہیں دے گا، اور نہ اُنہیں کوئی مہلت دی جائے گی۔“ ﴿۲۹﴾ لہٰذا (اے پیغمبر!) تم ان لوگوں کی پروا نہ کرو،

وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع ۳ ۱۶ ۲

اور اِنتظار کرو۔ یہ بھی انتظار کررہے ہیں۔ ﴿۳۰﴾

---

(۱۲) مثلاً قومِ ثمود کی بستیوں سے عرب کے لوگ بکثرت گذرا کرتے تھے، اور اُن کے مکانوں کے کھنڈرات میں چلتے پھرتے بھی تھے۔

الحمدللہ! سورۂ سجدہ کے ترجمہ اور تفسیری حواشی کی تکمیل آج بروز جمعہ بتاریخ ۶ رجولائی ۲۰۰۷ء مطابق ۲۰ رجمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ عشاء سے ذرا پہلے کراچی میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائیں، اور باقی سورتوں کی تکمیل کی بھی اپنے فضل وکرم سے توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الۡاَحۡزَاب

تعارف

یہ سورت حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منوّرہ ہجرت فرمانے کے بعد چوتھے اور پانچویں سال کے درمیان نازل ہوئی ہے۔ اس کے پس منظر میں چار واقعات خصوصی اہمیت رکھتے ہیں جن کا حوالہ اس سورت میں آیا ہے۔ ان چار واقعات کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔ تفصیلات اِن شاء اللہ متعلقہ آیتوں کی تشریح میں آگے آئیں گی۔

پہلا واقعہ "جنگِ اَحزاب" کا ہے، جس کے نام پر اس سورت کا نام رکھا گیا ہے۔ بدر واُحد کی ناکامیوں کے بعد قریش کے لوگوں نے عرب کے دوسرے قبائل کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف اُکسایا، اور اُن کا ایک متحدہ محاذ بنا کر مدینہ منوّرہ پر حملہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورے پر مدینہ منوّرہ کے دِفاع کے لئے شہر کے گرد ایک خندق کھودی تا کہ دُشمن اُسے عبور کر کے شہر تک نہ پہنچ سکے۔ اسی لئے اس جنگ کو "جنگِ خندق" بھی کہا جاتا ہے۔ اس جنگ کے اہم واقعات اس سورت میں بیان ہوئے ہیں، اور اس موقع پر مسلمانوں کو جس شدید آزمائش سے گذرنا پڑا، اُس کی تفصیل بھی بیان فرمائی گئی ہے۔

دوسرا اہم واقعہ "جنگِ قریظہ" کا ہے۔ قریظہ یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا جو مدینہ منوّرہ کے مضافات میں آباد تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ان سے امن کا ایک معاہدہ کیا تھا جس کا ایک حصہ یہ بھی تھا کہ مسلمان اور یہودی ایک دوسرے کے دُشمنوں کی مدد نہیں کریں گے۔ لیکن قریظہ کے یہودیوں نے معاہدے کی دوسری خلاف ورزیوں کے علاوہ جنگِ اَحزاب کے نازک موقع پر خفیہ سازباز کر کے پیچھے سے مسلمانوں کی پشت میں خنجر گھونپنا چاہا۔ اس لئے جنگِ اَحزاب سے فراغت کے بعد اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ آپ فوراً بنو قریظہ پر حملہ کر کے ان آستین کے سانپوں کا قلع قمع فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے اُن کا محاصرہ فرمایا جس کے نتیجے میں ان کے بہت سے افراد قتل ہوئے، اور بہت سے گرفتار۔ اس واقعے کی بھی کچھ تفصیل اس سورت میں آئی ہے۔

تیسرا اہم واقعہ یہ تھا کہ اہلِ عرب جب کسی کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیتے تو اُسے ہر معاملے میں سگے بیٹے کا درجہ دیتے تھے، یہاں تک کہ وہ میراث بھی پاتا تھا، اور اُس کے منہ بولے باپ کے لئے جائز نہیں سمجھا جاتا تھا کہ وہ اس کی بیوہ یا مطلقہ بیوی سے نکاح کرے، بلکہ اس کو بدترین معیوب عمل سمجھا جاتا تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی کوئی ممانعت نہیں تھی۔ عرب کی یہ جاہلانہ رسمیں دِلوں میں ایسا گھر کر گئی تھیں کہ اُن کا خاتمہ صرف زبانی نصیحت سے نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی رسموں کا خاتمہ کرنے کے لئے سب سے پہلے خود علی الاعلان اُن رسموں کے خلاف عمل فرمایا، تا کہ یہ بات واضح ہوجائے کہ اگر اس کام میں ذرا بھی کوئی خرابی ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے پاس بھی نہ جاتے۔ اس کی بہت سی مثالیں آپ کی سیرتِ طیبہ میں موجود ہیں۔ منہ بولے بیٹے کے بارے میں جو رسم تھی، اُس کے سدِّ باب کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ آپ اپنے ایک منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہؓ کی مطلقہ بیوی حضرت زینب بنت جحشؓ سے نکاح فرمائیں۔ واضح رہے کہ حضرت زینبؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی تھیں، اور حضرت زیدؓ سے اُن کا نکاح خود آپ نے کروایا تھا، اس لئے اگرچہ اب اُن سے نکاح کرنا آپ کے لئے ایک صبر آزما عمل تھا، لیکن آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم اور دِینی مصلحت کے آگے سر جھکا دیا، اور اُن سے نکاح کرلیا۔ اسی نکاح کے ولیمے میں حجاب (پردے) کے اَحکام پر مشتمل آیات نازل ہوئیں جو اس سورت کا حصہ ہیں۔

چوتھا واقعہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ نے اگرچہ ہر طرح کے سرد و گرم حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور ساتھ دیا، لیکن جب آپ کے پاس مختلف فتوحات کے نتیجے میں مالی طور پر وسعت ہوئی تو اُنہوں نے اپنے نفقے میں اضافے کا مطالبہ کردیا۔ یہ مطالبہ عام حالات میں کسی بھی طرح کوئی ناجائز مطالبہ نہیں تھا، لیکن پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت کا شرف رکھنے والی ان مقدس خواتین کا مقامِ بلند اس قسم کے مطالبات سے بالاتر تھا۔ اس لئے اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے ازواجِ مطہراتؓ کو یہ اختیار دیا ہے کہ اگر وہ دُنیا کی زیب و زینت چاہتی ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنہیں اِعزاز و اِکرام کے ساتھ علیحدہ کرنے کو تیار ہیں، اور اگر وہ پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کی ساتھی ہیں، اور آخرت کے اِنعامات کی طلبگار ہیں تو پھر اس قسم کے مطالبے اُن کو زیب نہیں دیتے۔

چونکہ حضرت زینبؓ سے نکاح کے واقعے پر کفار اور منافقین نے آپ کے خلاف اعتراضات کئے تھے، اس لئے اسی سورت میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقامِ بلند بتایا گیا ہے، اور آپ کی تعظیم و تکریم اور اِطاعت کا حکم دے کر یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ آپ جیسی عظیم شخصیت پر نادانوں کے یہ اعتراضات آپ کے مقامِ بلند میں ذرّہ برابر کمی نہیں کرسکتے۔ اس کے علاوہ ازواجِ مطہرات کے ساتھ آپ کے طرزِ عمل اور اس سے متعلق بعض تفصیلات بھی اسی سورت میں بیان ہوئی ہیں۔

ایاتھا ۷۳ ۳۳ سُوْرَةُ الْاَحْزَابِ مَدَنِيَّةٌ ۹۰ رکوعاتھا ۹

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں تہتر آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللّٰهَ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

اے نبی! اللہ سے ڈرتے رہو، اور کافروں اور منافقوں کا کہنا مت مانو۔ (۱) بیشک اللہ

عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۙ﴿۱﴾ وَّ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

بہت علم والا، بڑا حکمت والا ہے۔ ﴿۱﴾ اور تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر جو وحی بھیجی جارہی ہے، اُس کی پیروی کرو۔ تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۙ﴿۲﴾ وَّ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۳﴾ مَا جَعَلَ

یقینی طور پر اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ ﴿۲﴾ اور اللہ پر بھروسہ رکھو، اور کام بنانے کے لئے اللہ بالکل کافی ہے۔ ﴿۳﴾ اللہ نے کسی بھی شخص کے

اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ الّٰٓـِٔيْ تُظٰهِرُوْنَ

سینے میں دو دِل پیدا نہیں کئے، (۲) اور تم اپنی جن بیویوں کو ماں کی پشت سے تشبیہ دے دیتے ہو، اُن کو تمہاری

---

(۱) بعض اوقات کچھ کافر لوگ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف قسم کی تجویزیں پیش کرتے تھے کہ اگر آپ ہماری فلاں بات مان لیں تو ہم آپ کی بات مان لیں گے۔ بعض منافقین بھی اُن کی تائید کرتے کہ یہ اچھی تجویز ہے، اور اس پر عمل کرنے سے بڑی تعداد میں لوگوں کی حمایت حاصل ہوسکتی ہے، حالانکہ وہ تجویز ایمان کے تقاضوں کے خلاف ہوتی تھی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطمینان دِلایا ہے کہ ایسی تجویزوں پر کان دھرنے کے بجائے اپنے کام میں لگے رہئے، اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھئے۔ وہ خود ہی سارے معاملات ٹھیک کردے گا۔

(۲) اس معجزانہ جملے کا تعلق پچھلی آیت سے بھی ہے، اور اگلی آیت سے بھی۔ پچھلی آیت سے اس کا تعلق یہ ہے کہ کافر اور منافق لوگ آپ کو یہ تجویز پیش کررہے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کو بھی خوش رکھئے، اور ان کے مطالبات مان کر اُن کو بھی خوش کردیجئے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے سینے میں ایک ہی دِل پیدا فرمایا ہے، اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا ہورہے تو پھر اُس کی مرضی کے خلاف کسی اور کو خوش رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یہ ممکن نہیں ہے کہ انسان ایک دِل اللہ تعالیٰ کو دیدے، اور دُوسرا دِل کسی اور کو۔ اور اگلی آیت سے اس کا تعلق یہ ہے کہ اہلِ عرب میں یہ رسم تھی کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو یہ کہہ دیتا تھا کہ: "تم میرے لئے ایسی ہو جیسے میری ماں کی پشت" اور یہ کہنے کے بعد وہ بیوی کو ماں کی طرح حرام سمجھتا تھا، اسی طرح جب کوئی کسی کو منہ بولا بیٹا بنالیتا تو اُسے اپنا سگا بیٹا ہی سمجھ لیتا تھا، اور اس پر میراث وغیرہ میں بھی ویسے ہی اَحکام جاری کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح ایک انسان کے سینے میں دو دِل نہیں ہوسکتے، اسی طرح انسان کی دو مائیں نہیں ہوسکتیں، اور نہ دو قسم کے بیٹے ہوسکتے ہیں کہ ایک انسان کی اپنی صلب سے پیدا ہو، اور دُوسرا زبانی اعلان سے بیٹا بن جائے۔

مِنْهُنَّ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ وَ مَا جَعَلَ اَدْعِيَآءَكُمْ اَبْنَآءَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ
ماں نہیں بنایا،[۳] اور نہ تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا قرار دیا ہے۔ یہ تو باتیں ہی باتیں ہیں جو تم
بِاَفْوَاهِكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِی السَّبِيْلَ ﴿۴﴾ اُدْعُوْهُمْ
اپنے منہ سے کہہ دیتے ہو، اور اللہ وہی بات کہتا ہے جو حق ہو، اور وہی صحیح راستہ بتلاتا ہے۔ (۴) تم ان (منہ بولے بیٹوں)
لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْۤا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِی
کو ان کے اپنے باپوں کے نام سے پکارا کرو۔[۴] یہی طریقہ اللہ کے نزدیک پورے انصاف کا ہے۔ اور اگر تمہیں اُن کے باپ معلوم نہ ہوں،
الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ ؕ وَ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَاۤ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَ لٰكِنْ مَّا
تو وہ تمہارے دینی بھائی اور تمہارے دوست ہیں۔[۵] اور تم سے جو غلطی ہوجائے، اُس کی وجہ سے تم پر کوئی گناہ نہیں ہوگا،
تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵﴾ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی
البتہ جو بات تم اپنے دِلوں سے جان بوجھ کر کرو، (اُس پر گناہ ہے۔) بیشک اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔[۶] (۵) ایمان والوں کے لئے یہ نبی
بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ اَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ
اُن کی اپنی جانوں سے بھی زیادہ قریب تر ہیں، اور ان کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔ اس کے باوجود اللہ کی کتاب کے مطابق پیٹ کے رشتہ دار
بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّاۤ اَنْ
دوسرے مؤمنوں اور مہاجرین کے مقابلے میں ایک دوسرے پر (میراث کے معاملے میں) زیادہ حق رکھتے ہیں،[۷] اِلَّا یہ کہ تم اپنے دوستوں

---

(۳) اس کو اِصطلاح میں "ظِہار" کہتے ہیں، اور آگے سورۂ مجادلہ میں اس کی تفصیل آنے والی ہے۔

(۴) یعنی اس میں تو کوئی حرج نہیں ہے کہ تم اپنے منہ بولے بیٹے کے ساتھ محبت اور حسنِ سلوک میں بیٹے جیسا معاملہ کرو، لیکن جب اُس کی ولدیت بتانے کی ضرورت پیش آئے تو اُس کو اپنی طرف منسوب کرنے کے بجائے اُس کی صحیح ولدیت بتاؤ۔

(۵) مطلب یہ ہے کہ اگر منہ بولے بیٹے کی صحیح ولدیت معلوم نہ ہو تب بھی اُسے اپنی طرف منسوب کرنے کے بجائے اُسے اپنا بھائی یا اپنا ہم قبیلہ دوست کہو۔

(۶) بھول چوک میں یا مجازی طور پر منہ بولے بیٹے کو بیٹا کہہ دینے کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا ہے، البتہ جب سنجیدگی سے ولدیت بتائی جائے، اُس وقت اُسے اپنا بیٹا ظاہر کرنا درست نہیں۔

(۷) یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت بیان فرمائی ہے کہ اگرچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مسلمانوں کو اپنی جان سے زیادہ عزیز ہیں، اور آپ کی ازواجِ مطہرات ؓ کو سب مسلمان اپنی ماں سمجھتے ہیں، لیکن اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواجِ مطہرات ؓ کو میراث کے معاملے میں کسی مسلمان کے اپنے رشتہ داروں پر فوقیت حاصل نہیں ہوئی، چنانچہ جب کسی کا انتقال ہوتا ہے تو اُس کی میراث اُس کے قریبی رشتہ داروں میں تقسیم ہوتی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کی ازواجِ مطہرات ؓ کو اُس میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جاتا، حالانکہ دِینی اعتبار سے آپ اور آپ کی ازواجِ مطہرات ؓ دوسرے رشتہ داروں سے زیادہ حق

تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝٦ وَ اِذْ

(کے حق میں کوئی وصیت کرکے اُن) کے ساتھ کوئی نیکی کرلو۔ یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی ہے۔ ۝٦ اور (اے پیغمبر!)

اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ

وہ وقت یاد رکھو جب ہم نے تمام نبیوں سے عہد لیا تھا، اور تم سے بھی، اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور

عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝٧ لِّيَسْـَٔلَ

عیسیٰ ابن مریم سے بھی۔ اور ہم نے اُن سے نہایت پختہ عہد لیا تھا۔[8] ۝٧ تاکہ اللہ

الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝٨ يٰٓاَيُّهَا

سچے لوگوں سے اُن کی سچائی کے بارے میں پوچھے۔[9] اور اُس نے کافروں کے لئے تو ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ۝٨ اے ایمان والو!

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا

یاد کرو اللہ نے اُس وقت تم پر کیسا اِنعام کیا جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے تھے، پھر ہم نے اُن پر ایک آندھی بھی بھیجی،

عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ۝٩ اِذْ

اور ایسے لشکر بھی جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے۔[10] اور تم جو کچھ کررہے تھے، اللہ اُس کو دیکھ رہا تھا۔ ۝٩ یاد کرو جب

رکھتی ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواجِ مطہراتؓ کو اُن کے دِینی رشتے کے باوجود میراث میں شریک نہیں کیا گیا تو منہ بولے بیٹے کو محض زبان سے بیٹا کہہ دینے کی بنا پر میراث میں کیسے شریک کیا جاسکتا ہے؟ البتہ اگر اُن کے ساتھ نیکی کا ارادہ ہو تو اُن کے لئے اپنے ترکے کے تہائی حصے کی حد تک کوئی وصیت کی جاسکتی ہے۔

(۸) پیچھے جو حقیقت بیان فرمائی تھی کہ نبی ہر مؤمن کے لئے اپنی جان سے بھی زیادہ قربت کا مقام رکھتے ہیں، اُس کی وجہ اس آیت میں بیان فرمائی ہے کہ اُن کی ذمہ داری بڑی سخت ہے، کیونکہ اُن سے بڑا سخت عہد لیا گیا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اَحکام کو ٹھیک ٹھیک لوگوں تک پہنچا کر اُن کی ہدایت کا سبب بنیں گے۔

(۹) یہ عہد اس واسطے لیا گیا تھا کہ لوگوں تک اللہ تعالیٰ کا پیغام ٹھیک ٹھیک پہنچ جائے، اور اُن پر حجت تمام ہوجائے، اور پھر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُن سے پوچھ گچھ کرے کہ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی اِطاعت میں کس قدر سچائی سے کام لیا۔ اگر انبیائے کرام اپنے عہد کے مطابق اللہ تعالیٰ کا پیغام اُن تک ٹھیک ٹھیک نہ پہنچاتے تو اُن پر حجت قائم نہ ہوتی، اور نہ اللہ تعالیٰ اُن سے بازپُرس فرماتا، کیونکہ حجت تمام کئے بغیر کسی سے بازپُرس کرنا اُس کے انصاف کے خلاف ہے۔

(۱۰) یہاں سے جنگِ اَحزاب کا بیان شروع ہورہا ہے۔ آیت نمبر ۲۷ تک اس جنگ کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ فرمایا گیا ہے۔ اس جنگ کا واقعہ مختصراً یہ ہے کہ بنونضیر کے یہودیوں کی سازش سے قریش کے بت پرستوں نے یہ طے کیا تھا کہ عرب کے مختلف قبائل کو جمع کرکے مدینہ منوّرہ پر اِکٹھے حملہ کریں۔ چنانچہ قریش کے علاوہ بنوغطفان، بنواَسلم، بنومرۃ، بنواَشجع، بنوکنانہ اور بنوفزارہ نے مل کر ایک زبردست لشکر تیار کیا جس کی تعداد بارہ سے پندرہ ہزار تک بتائی جاتی ہے، اور یہ لشکرِ جرار مدینہ منوّرہ کی طرف روانہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَ
وہ تم پر تمہارے اُوپر سے بھی چڑھ آئے تھے اور تمہارے نیچے سے بھی،[11] اور جب آنکھیں پتھرا گئی تھیں، اور
بَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ
کلیجے منہ کو آگئے تھے، اور تم اللہ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں سوچنے لگے تھے۔[12] ﴿۱۰﴾ اس موقع پر
الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ
ایمان والوں کی بڑی آزمائش ہوئی، اور اُنہیں ایک سخت بھونچال میں ڈال کر ہلا ڈالا گیا۔ ﴿۱۱﴾ اور یاد کرو جب منافقین اور وہ لوگ جن کے
الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ
دلوں میں روگ ہے، یہ کہہ رہے تھے کہ: "اللہ اور اُس کے رسول نے ہم سے جو وعدہ کیا ہے، وہ دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔"[13] ﴿۱۲﴾ اور جب اُنہی میں

نے مشورہ دیا کہ مدینہ منورہ کے شمال میں جہاں سے حملہ آور آنے والے ہیں، ایک گہری خندق کھود دی جائے، تاکہ وہ شہر تک نہ پہنچ سکیں۔ چنانچہ تمام صحابہؓ نے بڑی محنت اُٹھا کر صرف چھ دن میں یہ خندق کھودی جو ساڑھے تین میل لمبی اور پانچ گز گہری تھی۔ یہ جنگ پچھلی تمام جنگوں کے مقابلے میں مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ سخت جنگ تھی، دُشمن کی تعداد اُن کے چار گنے سے بھی زائد تھی، اور اُس پر طرّہ یہ ہوا کہ بنوقریظہ کے یہودی جو مسلمانوں کی بالکل بغل میں بیٹھے تھے، اُن کے بارے میں یہ اطلاع مل گئی کہ اُنہوں نے بھی مسلمانوں سے کیا ہوا عہد توڑ کر دُشمن کی مدد کا عہد کرلیا ہے۔ سخت سردی کا موسم تھا، اتنی لمبی خندق کھودنے میں دن رات مصروفیت کی وجہ سے خوراک کا سامان کم پڑ گیا تھا۔ پھر جب دُشمن نے خندق کے پار پڑاؤ ڈال دیا تو دونوں طرف سے تیروں اور پتھروں کا تبادلہ تقریباً ایک مہینے جاری رہا، اور دن رات پہرہ دینے کی وجہ سے لوگ تھکن سے نڈھال تھے۔ کڑی آزمائش کا یہ زمانہ آخرکار اس طرح ختم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے دُشمن کے لشکر پر برفانی ہوا کی ایک سخت آندھی مسلط فرمادی جس سے اُن کے خیمے اُکھڑ گئے، دیگیں اُلٹ گئیں، چولھے تباہ ہوگئے، اور سواری کے جانور بدک کر بھاگنے لگے۔ اس موقع پر اُنہیں محاصرہ ختم کرکے واپس جانا پڑا۔ اس آیت میں اسی آندھی کا ذکر فرمایا گیا ہے، اور اس کے ساتھ اَن دیکھے لشکروں کا بھی جن سے مراد فرشتے ہیں جنہوں نے دُشمن کو سراسیمہ کرکے بھاگنے پر مجبور کیا۔

(۱۱) اُوپر سے مراد تو وہ متحدہ محاذ کا لشکر ہے جو خندق کے پار محاصرہ کئے ہوئے تھا، اور نیچے سے مراد بنوقریظہ ہیں جنہوں نے اندر سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ٹھان لی تھی۔

(۱۲) سخت آزمائش کی اس گھڑی میں غیر اختیاری طور پر مختلف وسوسے دِل میں آیا کرتے ہیں۔ یہ اُنہی وسوسوں کا بیان ہے، جن سے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

(۱۳) مستند روایات میں ہے کہ حضرت سلمان فارسیؓ جس جگہ خندق کھود رہے تھے، وہاں ایک سخت چٹان بیچ میں آگئی جو کسی طرح ٹوٹ نہیں رہی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ بہ نفسِ نفیس وہاں تشریف لے گئے، اور اپنے دست مبارک میں کدال لے کر یہ آیت پڑھی: "وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا" اور کدال سے چٹان پر ضرب لگائی تو ایک تہائی چٹان ٹوٹ گئی، اور اُس میں سے ایک روشنی نمودار ہوئی جس میں آپ کو یمن اور کسریٰ کے محلات دِکھائے گئے۔ پھر دُوسری ضرب لگاتے وقت آپ

قَالَتْ طَّآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ
سے کچھ لوگوں نے کہا تھا کہ: ''یثرب کے لوگو! تمہارے لئے یہاں ٹھہرنے کا کوئی موقع نہیں ہے، بس واپس لوٹ جاؤ۔'' اور اُنہی میں سے کچھ
وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِيَ
لوگ نبی سے یہ کہہ کر (گھر جانے کی) اجازت مانگ رہے تھے کہ: ''ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں[۱۴]'' حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں تھے، بلکہ ان کا مقصد
بِعَوْرَةٍ ۛۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا
صرف یہ تھا کہ (کسی طرح) بھاگ کھڑے ہوں۔ ﴿۱۳﴾ اور اگر دُشمن مدینے میں چاروں طرف سے آگھسے، پھر ان سے فساد میں شامل ہونے کو
ثُمَّ سُىِٕلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَآ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا
کہا جائے تو یہ اُس میں ضرور شامل ہوجائیں گے، اور (اُس وقت) گھروں میں تھوڑے ہی ٹھہریں گے۔[۱۵] ﴿۱۴﴾ اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے
عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ﴿۱۵﴾
اللہ سے پہلے یہ عہد کر رکھا تھا کہ وہ پیٹھ پھیر کر نہیں جائیں گے۔ اور اللہ سے کئے ہوئے عہد کی بازپرس ضرور ہو کر رہے گی۔ ﴿۱۵﴾ (اے پیغمبر! ان
قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا
سے) کہہ دو کہ: ''اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگ بھی جاؤ تو یہ بھاگنا تمہیں کوئی فائدہ نہیں دے گا، اور اُس صورت میں تمہیں (زندگی کا) لطف
تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ
اُٹھانے کا جو موقع دیا جائے گا، وہ تھوڑا ہی سا ہوگا۔'' ﴿۱۶﴾ کہو کہ: ''کون ہے جو تمہیں اللہ سے بچا سکے، اگر وہ تمہیں کوئی برائی پہنچانے کا ارادہ
سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا
کرلے، یا (وہ کون ہے جو اُس کی رحمت کو روک سکے،) اگر وہ تم پر رحمت کرنے کا ارادہ کرلے؟'' اور اللہ کے سوا ان لوگوں کو نہ کوئی رکھوالا مل سکتا

نے اُسی آیت کو پورا پڑھا: ''وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا'' اس پر چٹان کا ایک اور حصہ ٹوٹا، اور دوبارہ روشنی ظاہر ہوئی جس میں آپ نے رُوم کے محلات دیکھے۔ پھر تیسری ضرب پر چٹان پوری ٹوٹ گئی۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا کہ مجھے یمن، ایران اور رُوم کے محلات دِکھا کر یہ بشارت دی گئی ہے کہ یہ سارے ملک میری اُمت کے ہاتھوں فتح ہوں گے۔ منافقین نے یہ سنا تو کہا کہ حالت تو یہ ہے کہ خود اپنے شہر کا بچاؤ کرنے میں مشکل پیش آرہی ہے، اور خواب یہ دیکھے جارہے ہیں کہ ایران اور رُوم ہمارے ہاتھوں فتح ہوں گے! مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں منافقین کی اس بات کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

(۱۴) یہ منافقین تھے جو اپنے گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا بہانہ کرکے محاذ سے بھاگنا چاہتے تھے۔

(۱۵) یعنی یہ منافق لوگ اِس وقت تو یہ بہانہ بنارہے ہیں کہ ہمارے گھروں کی دیواریں نیچی ہیں، اور وہ غیر محفوظ ہیں، لیکن اگر دُشمن مدینہ منوّرہ میں چاروں طرف سے داخل ہوجائے، اور ان سے فرمائش کرے کہ تم بھی مسلمانوں کے خلاف ہمارے ساتھ جنگ میں شامل ہوجاؤ تو دُشمن کا پلہ بھاری دیکھ کر یہ اُن کے ساتھ جاملیں گے، اور اُس وقت انہیں اپنے گھروں کے غیر محفوظ ہونے کا خیال نہیں آئے گا۔

نَصِيْرًا ۝١٧ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ

ہے، نہ کوئی مددگار۔ ۝ اللہ تم میں سے اُن لوگوں کو خوب جانتا ہے جو (جہاد میں) رُکاوٹ ڈالتے ہیں، اور اپنے بھائیوں

هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝١٨ۙ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۖ فَاِذَا

سے کہتے ہیں کہ: "ہمارے پاس چلے آؤ"(۱۶) اور خود لڑائی میں آتے نہیں، اور آتے ہیں تو بہت کم، ۝ (اور وہ بھی) تمہارے ساتھ لالچ رکھتے

جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى

ہوئے۔(۱۷) چنانچہ جب خطرے کا موقع آجاتا ہے تو وہ تمہاری طرف چکرائی ہوئی آنکھوں سے اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی غشی طاری

عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً

ہورہی ہو۔ پھر جب خطرہ دُور ہوجاتا ہے تو تمہارے سامنے مال کی حرص میں تیز تیز زبانیں چلاتے ہیں۔(۱۸)

عَلَى الْخَيْرِ ۭ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ

یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لائے ہیں، اس لئے اللہ نے ان کے اعمال ضائع کردیئے ہیں۔ اور یہ بات

عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝١٩ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ

اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔ ۝ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ (دشمنوں کے) لشکر ابھی گئے نہیں ہیں۔ اور اگر وہ لشکر (دوبارہ) آجائیں تو ان کی

الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ

خواہش یہ ہوگی کہ وہ دیہات میں جاکر رہیں، (اور وہیں بیٹھے ہوئے) تمہاری خبریں معلوم کرتے رہیں۔

ع اَنْۢبَآئِكُمْ ۭ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْٓا اِلَّا قَلِيْلًا ۝٢٠ۧ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ

اور اگر تمہارے درمیان رہے بھی تو لڑائی میں تھوڑا ہی حصہ لیں گے۔ ۝ حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لئے

رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ

رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے، ہر اُس شخص کے لئے جو اللہ سے اور یومِ آخرت سے اُمید رکھتا ہو، اور کثرت سے

اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝٢١ۭ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا

اللہ کا ذکر کرتا ہو۔ ۝ اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں، جب اُنہوں نے (دشمن کے) لشکروں کو دیکھا تھا تو اُنہوں نے یہ کہا تھا کہ: "یہ وہی بات

(۱۶) یہ ایک منافق کی طرف اشارہ ہے جو اپنے گھر میں کھانے پینے میں مشغول تھا، اور اُس کا مخلص مسلمان بھائی جو جنگ میں جانے کے لئے تیار تھا، اُس سے کہہ رہا تھا کہ اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنے کیوں جارہے ہو؟ یہاں میرے پاس آؤ، اور اطمینان سے میرے ساتھ کھانے میں شریک ہو (ابن جریر طبری)۔

(۱۷) یعنی اگر نام کرنے کو کچھ دیر کے لئے لڑائی میں حصہ لینے آتے بھی ہیں تو اس لالچ میں آتے ہیں کہ اگر لڑائی میں مسلمانوں کو مالِ غنیمت ملا تو وہ بھی اپنا حصہ لگائیں۔

(۱۸) یعنی بڑی چرب زبانی سے مالِ غنیمت کا حصہ مسلمانوں سے مانگتے ہیں۔

وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّآ

ہے جس کا وعدہ اللہ اور اُس کے رسول نے ہم سے کیا تھا، اور اللہ اور اُس کے رسول نے سچ کہا تھا۔" اور اس واقعے نے اُن کے ایمان اور تابع

اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا

داری کے جذبے میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ (۲۲) انہی ایمان والوں میں وہ لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا، اُسے سچا کر دکھایا۔ پھر

اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا

اُن میں سے کچھ وہ ہیں جنہوں نے اپنا نذرانہ پورا کر دیا، اور کچھ وہ ہیں جو ابھی انتظار میں ہیں، (۱۹) اور اُنہوں نے (اپنے ارادوں میں) ذرا سی بھی

تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ

تبدیلی نہیں کی۔ (۲۳) (یہ واقعہ اس لئے ہوا) تاکہ اللہ سچوں کو اُن کی سچائی کا انعام دے، اور منافقوں کو

شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ

اگر چاہے تو عذاب دے، یا اُن کی توبہ قبول کرلے۔ (۲۰) اللہ یقیناً بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (۲۴) اور جو لوگ کافر تھے، اللہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ

نے اُنہیں اُن کے سارے غیظ وغضب کے ساتھ اس طرح پسپا کر دیا کہ وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کرسکے۔ اور مؤمنوں کی طرف سے لڑائی کے لئے

الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ

اللہ خود کافی ہوگیا۔ اور اللہ بڑی قوت کا، بڑے اقتدار کا مالک ہے۔ (۲۵) اور جن اہل کتاب نے ان (دشمنوں) کی مدد کی تھی،

اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا

اُنہیں اللہ اُن کے قلعوں سے نیچے اُتار لایا، (۲۱) اور اُن کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ (اے مسلمانو!)

---

(۱۹) نذرانہ پورا کرنے سے مراد جہاد میں جامِ شہادت نوش کرنا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ جو صحیح معنیٰ میں مؤمن تھے، اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ اُس کے راستے میں اپنے جان و مال کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ پھر ان حضرات میں سے کچھ نے تو اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے جامِ شہادت نوش کرلیا، اور کچھ وہ ہیں جنہوں نے جہاد میں حصہ تو لیا، لیکن شہید نہیں ہوئے، اور ابھی اس انتظار اور اِشتیاق میں ہیں کہ کب اُنہیں بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جان قربان کرنے کا موقع ملے۔

(۲۰) یعنی جو منافق سچی توبہ کرلیں، اُن کی توبہ قبول کرلے۔

(۲۱) اس سے مراد بنوقریظہ ہیں۔ یہ یہودیوں کا قبیلہ تھا، اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ کیا ہوا تھا، لیکن جنگِ اَحزاب کے موقع پر عہد شکنی کر کے حملہ آوروں سے ساز باز کی، اور مسلمانوں کی پشت سے خنجر گھونپنے کا منصوبہ بنایا۔ اس لئے جنگِ اَحزاب سے فارغ ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ان پر حملہ کیا، یہ لوگ اپنے قلعے میں محصور ہوگئے۔ ایک مہینے تک محاصرہ جاری رہا، اور آخر کار یہ اپنے قلعے سے اُتر آئے، اور اس بات پر راضی ہوگئے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں گے، وہ اُنہیں منظور ہوگا۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے یہ فیصلہ کیا کہ اُن کے لڑنے والے مردوں کو

تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ
اُن میں سے کچھ کو تم قتل کر رہے تھے، اور کچھ کو قیدی بنا رہے تھے۔ ﴿۲۶﴾ اور اللہ نے تمہیں اُن کی زمین کا، اُن کے گھروں کا اور اُن کی دولت کا
وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ ع ۳/۷ ۱۹
وارث بنا دیا، اور ایک ایسی زمین کا بھی جس تک ابھی تمہارے قدم نہیں پہنچے۔(۲۲) اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ ﴿۲۷﴾
يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا
اے نبی! اپنی بیویوں سے کہو کہ: ”اگر تم دُنیوی زندگی اور اُس کی زینت چاہتی ہو تو آؤ،
فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ
میں تمہیں کچھ تحفے دے کر خوبصورتی کے ساتھ رخصت کردوں۔“ ﴿۲۸﴾ اور اگر تم اللہ
وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا
اور اُس کے رسول اور عالمِ آخرت کی طلبگار ہو، تو یقین جانو اللہ نے تم میں سے نیک خواتین کے لئے شاندار اِنعام
عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا
تیار کر رکھا ہے۔(۲۳)“ ﴿۲۹﴾ اے نبی کی بیویو! تم میں سے جو کوئی کسی کھلی بے ہودگی کا ارتکاب کرے گی، اُس کا

قتل کیا جائے، اور عورتوں اور نابالغ بچوں کو قیدی بنایا جائے۔ چنانچہ اسی فیصلے پر عمل ہوا۔

(۲۲) اس زمین سے مراد خیبر ہے۔ خیبر میں یہودی بڑی تعداد میں آباد تھے، اور وہیں سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔ اس موقع پر اس آیت نے مسلمانوں کو یہ خوشخبری دی کہ خیبر بھی کچھ عرصے میں مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہجرت کے ساتویں سال خیبر بھی فتح ہو گیا۔

(۲۳) ان آیات کا پس منظر یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہراتؓ یوں تو ہر قسم کے سرد و گرم حالات میں بڑی اِستقامت سے آپ کا ساتھ دیتی آئی تھیں، لیکن جنگِ اَحزاب اور جنگِ بنو قریظہ میں فتوحات کے بعد مسلمانوں کو کچھ مالی خوش حالی حاصل ہوئی، تو اُن کے دِل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جس تنگی ترشی میں وہ اب تک گذارہ کرتی رہی ہیں، اب اُس میں کچھ تبدیلی آنی چاہئے، چنانچہ ایک مرتبہ اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خیال کا ذِکر بھی کر دیا، اور یہ مثال بھی دی کہ قیصر و کسریٰ کی بیگمات بڑی سج دھج کے ساتھ رہتی ہیں، اُن کی خدمت کے لئے کنیزیں موجود ہیں، اب جبکہ مسلمانوں میں خوش حالی آچکی ہے، ہمارے نفقے میں بھی اضافہ ہونا چاہئے۔ اگرچہ ازواجِ مطہراتؓ کے دِل میں مالی وسعت کی خواہش پیدا ہونا کوئی گناہ کی بات نہیں تھی، لیکن اوّل تو پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہونے کی حیثیت سے یہ مطالبہ اُن کے شایانِ شان نہیں سمجھا گیا، دوسرے شاید بادشاہوں کی بیگمات کی مثال دینے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچی کہ وہ اپنے آپ کو ان بیگمات پر قیاس کر رہی ہیں۔ اس لئے قرآنِ کریم کی ان آیات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی کہ آپ ازواجِ مطہراتؓ سے یہ بات اچھی طرح صاف کر لیں کہ اگر پیغمبر کے ساتھ رہنا ہے تو اپنے سوچنے کا یہ انداز بدلنا ہوگا،

الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝۳۰ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ
عذاب بڑھاکر دوگنا کردیا جائے گا، اور اللہ کے لئے ایسا کرنا بہت آسان ہے۔(۳۰) اور تم میں سے جو کوئی
لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا
اللہ اور اُس کے رسول کی تابع دار رہے گی، اور نیک عمل کرے گی، اُسے ہم اُس کا ثواب بھی دوگنا دیں گے، اور اُس کے لئے ہم نے باعزت
رِزْقًا كَرِيْمًا ۝۳۱ يٰنِسَاۗءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَاۗءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ
رزق تیار کررکھا ہے۔(۳۱) اے نبی کی بیویو! اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔(۲۴) لہٰذا تم نزاکت
فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا
کے ساتھ بات مت کیا کرو، کبھی کوئی ایسا شخص بیجا لالچ کرنے لگے جس کے دِل میں روگ ہوتا ہے، اور بات وہ کہو جو
مَّعْرُوْفًا ۝۳۲ ۚ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَ
بھلائی والی ہو۔(۲۵) (۳۲) اور اپنے گھروں میں قرار کے ساتھ رہو،(۲۶) اور (غیر مردوں کو) بناؤ سنگھار دِکھاتی نہ پھرو، جیسا کہ پہلی جاہلیت میں دِکھایا جاتا

دوسری عورتوں کی طرح ان کا مطمحِ نظر دُنیا کی سج دھج نہیں ہونی چاہئے، بلکہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اُس کے نتیجے میں آخرت کی بھلائی ہونی چاہئے۔ اور ساتھ ہی اُن پر یہ بات بھی واضح کردی گئی کہ اگر وہ دُنیا کی زیب وزینت کو پسند کریں گی تو پیغمبرِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اُن کو کھلا اختیار ہے کہ وہ آپ سے علیحدگی اختیار کرلیں۔ اس صورت میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُنہیں کسی تلخی کے ساتھ نہیں، بلکہ سنت کے مطابق جوڑوں وغیرہ کے تحفے دے کر خوش اُسلوبی سے رُخصت فرمائیں گے۔ چنانچہ ان آیات کے اَحکام کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواجِ مطہراتؓ کو یہ پیشکش فرمائی، اور تمام ازواج نے اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے ہی کو پسند کیا، خواہ اُس کے لئے کیسی تنگی ترشی برداشت کرنی پڑے۔

(۲۴) یعنی ازواجِ مطہراتؓ کا مقام عام عورتوں سے بلند ہے، اس لئے اگر وہ تقویٰ اختیار کریں گی تو اُنہیں ثواب بھی دوگنا ملے گا، اور کوئی گناہ کریں گی تو اُس کا عذاب بھی دوگنا ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو پیغمبر کے ساتھ جتنا قرب ہو، اُسے اپنے عمل میں اُتنا ہی محتاط ہونا چاہئے۔

(۲۵) اس آیت نے خواتین کو غیر محرم مردوں سے بات کرنے کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ اُس میں جان بوجھ کر نزاکت اور کشش پیدا نہیں کرنی چاہئے، البتہ اپنی بات کسی بداخلاقی کے بغیر پھیکے انداز میں کہہ دینی چاہئے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جب عام گفتگو میں بھی خواتین کو یہ ہدایت کی گئی ہے تو غیر مردوں کے سامنے ترنم کے ساتھ اَشعار پڑھنا یا گانا کتنا بُرا ہوگا۔

(۲۶) اس آیت نے یہ واضح فرمادیا ہے کہ عورت کا اصل مقام اُس کا گھر ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اُس کے لئے گھر سے نکلنا جائز نہیں، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث نے واضح فرمادیا ہے کہ حاجت کے وقت عورت پردے کے ساتھ باہر جاسکتی ہے، لیکن اس فقرے نے یہ عظیم اُصول بیان فرمایا ہے کہ عورت کا اصل فریضہ گھر اور خاندان کی تعمیر ہے، اور ایسی سرگرمیاں جو اس کے مقصد میں خلل انداز ہوں، اُس کے اصل مقصدِ زندگی کے خلاف ہیں، اور ان سے معاشرے کا توازن بگڑ جاتا ہے۔

اَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ

تھا،(۲۷) اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کرو۔ اے نبی کے اہلِ بیت! (گھر والو)(۲۸) اللہ

لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ۝۳۳ وَاذْكُرْنَ

تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے گندگی کو دُور رکھے، اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جو ہر طرح مکمل ہو۔ ۝۳۳ اور تمہارے گھروں

مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا

میں اللہ کی جو آیتیں اور حکمت کی جو باتیں سنائی جاتی ہیں، اُن کو یاد رکھو۔ یقین جانو اللہ بہت باریک بین اور ہر بات سے

ع خَبِيْرًا ۝۳۴ اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

باخبر ہے۔ ۝۳۴ بیشک فرماں بردار مرد ہوں یا فرماں بردار عورتیں،(۲۹) مؤمن مرد ہوں یا مؤمن عورتیں،

وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ

عبادت گذار مرد ہوں یا عبادت گذار عورتیں، سچے مرد ہوں یا سچی عورتیں، صابر مرد ہوں یا صابر عورتیں،

وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ

دل سے جھکنے والے مرد ہوں یا دل سے جھکنے والی عورتیں،(۳۰) صدقہ کرنے والے مرد ہوں یا صدقہ کرنے والی عورتیں،

(۲۷) "پہلی جاہلیت" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے کا زمانہ ہے جس میں عورتیں بے حیائی کے ساتھ بناؤ سنگھار غیر مردوں کو دکھاتی پھرتی تھیں۔ اور "پہلی جاہلیت" کے لفظ سے اس طرف بھی اشارہ ہے کہ ایک جاہلیت آخر میں بھی آنے والی ہے۔ اور کم از کم اس بے حیائی کے معاملے میں یہ جاہلیت ہماری آنکھوں کے سامنے اس طرح آ چکی ہے کہ اس نے پہلی جاہلیت کو مات کر دیا ہے۔

(۲۸) چونکہ آگے پیچھے سارا ذکر ازواجِ مطہراتؓ کا چل رہا ہے، اس لئے وہ تو اہلِ بیت میں براہِ راست داخل ہیں، لیکن الفاظ کے عموم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں، اور اُن کی اولاد بھی داخل ہیں، چنانچہ صحیح مسلم میں روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت فاطمہ، حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو اپنی چادر میں ڈھانپ لیا، اور یہ آیت تلاوت کی۔ اور بعض روایات میں ہے کہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ: "یا اللہ! یہ میرے اہلِ بیت ہیں۔" (ابنِ جریر) یہاں یہ بھی واضح رہے کہ مکمل پاکیزگی سے مراد یہ نہیں ہے کہ وہ انبیائے کرام کی طرح گناہوں سے معصوم ہو جائیں، بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اتنے متقی بن جائیں کہ گناہوں کی گندگی اُن سے دُور ہو جائے۔

(۲۹) مسلمانوں کو قرآنِ کریم میں جب بھی کوئی حکم دیا گیا ہے، یا ان کو کوئی خوشخبری دی گئی ہے، تو عام طور سے مذکر ہی کا صیغہ استعمال ہوا ہے، اگرچہ خواتین بھی اُس میں داخل ہیں، (جیسا کہ دُنیوی قوانین میں بھی صورتِ حال یہی ہے) لیکن بعض صحابیات کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ خاص مؤنث کے صیغے کے ساتھ بھی خواتین کے بارے میں کوئی خوشخبری دیں۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۳۰) یہ "خشوع" کا ترجمہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کے وقت دل عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگا ہوا ہو۔

وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا
روزہ دار مرد ہوں یا روزہ دار عورتیں، اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد ہوں یا حفاظت کرنے والی عورتیں، اور اللہ کا کثرت
وَّالذّٰكِرٰتِ ۙ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾ وَمَا كَانَ
سے ذکر کرنے والے مرد ہوں یا ذکر کرنے والی عورتیں، ان سب کے لئے اللہ نے مغفرت اور شاندار اَجر تیار کر رکھا ہے۔ (۳۵) اور جب
لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ
اللہ اور اُس کا رسول کسی بات کا حتمی فیصلہ کردیں تو نہ کسی مؤمن مرد کے لئے یہ گنجائش ہے نہ کسی مؤمن عورت کے لئے
الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا
کہ اُن کو اپنے معاملے میں کوئی اختیار باقی رہے۔(۳۱) اور جس کسی نے اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کی، وہ کھلی گمراہی

اس کا بیان سورۂ مؤمنون کی دوسری آیت میں گذر چکا ہے۔

(۳۱) یہ آیتِ کریمہ چند ایسے واقعات کے پس منظر میں نازل ہوئی جن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہؓ کے لئے کسی خاتون سے رشتہ دیا، مگر وہ خاتون یا اُن کے رشتہ دار شروع میں اُس رشتے پر راضی نہیں ہوئے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے یہ واقعات تفصیل سے بیان کئے ہیں، اور ان سب میں مشترک بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن صحابہؓ کے نکاح کا پیغام دیا تھا، اُن میں کوئی خرابی نہیں تھی، لیکن خاتون یا اُن کے گھر والوں نے صرف اپنی خاندانی یا مالی فوقیت کی وجہ سے شروع میں اُن کا رشتہ قبول کرنے سے انکار کیا تھا۔ دُوسری طرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غالباً یہ چاہتے تھے کہ لوگ صرف اپنی خاندانی یا مالی فوقیت کی وجہ سے اچھے رشتوں سے انکار کرنے کا رُجحان ختم کریں۔ اگرچہ شریعت نے نکاح میں کفاءت (یعنی میاں بیوی کے ہم پلہ ہونے) کا فی الجملہ اعتبار کیا ہے، لیکن اگر رشتے میں کوئی اور بڑی وجہ ترجیح موجود ہو تو عورت اور اُس کے سرپرستوں کو صرف اس بنا پر رشتے سے انکار نہیں کر دینا چاہئے کہ وہ خاندانی اعتبار سے عورت کے خاندان کا ہم پلہ نہیں ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان تمام واقعات میں رشتہ منظور کرلیا گیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجویز ہی کے مطابق نکاح ہوا۔

ان واقعات میں سب سے اہم واقعہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے، جس کا تعلق آنے والی آیات سے بھی ہے۔ یہ شروع میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام تھے، اور اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہبہ کر دیا تھا، آپ نے اُنہیں آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنالیا تھا۔ (جس کی تفصیل اگلی آیت کے حاشیہ میں آرہی ہے۔) چنانچہ آپ نے اپنی پھوپی کی صاحبزادی حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا سے ان کے نکاح کا پیغام دیا۔ حضرت زینبؓ اُونچے خاندان کی خاتون تھیں، اور اُس وقت کسی آزاد کردہ غلام سے شادی کرنا ایسی خاندانی عورت کے لئے معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے اُنہوں نے شروع میں انکار کیا۔ اُس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس کے بعد اُنہوں نے یہ رشتہ منظور کرلیا، اور پھر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے اُن کا نکاح ہوگیا جس کا مہر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمایا۔ آیتِ کریمہ اگرچہ ان واقعات کے پس منظر میں نازل ہوئی ہے، لیکن اُس کے الفاظ عام ہیں، اور وہ شریعت کا یہ بنیادی اُصول واضح کر رہی ہے کہ اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ

مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَ اِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ

میں پڑ گیا۔ ﴿۳۶﴾ اور (اے پیغمبر!) یاد کرو جب تم اُس شخص سے جس پر اللہ نے بھی احسان کیا تھا، اور تم نے بھی احسان کیا تھا،[۳۲] یہ کہہ رہے تھے کہ:

عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَ اتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى

''اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رہنے دو، اور اللہ سے ڈرو''[۳۳] اور تم اپنے دِل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھول دینے والا تھا،[۳۴] اور تم

علیہ وسلم کے حکم کے بعد کسی بھی مخلوق کو اپنی رائے چلانے کا اِختیار نہیں رہتا۔

(۳۲) اس سے مراد حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ اُن پر اللہ تعالیٰ کا احسان تو یہ تھا کہ اُنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا، اور اِسلام لانے کی توفیق دی، یہاں تک کہ یہ اُن چار خوش نصیب صحابہ کرامؓ میں سے ہیں جو سب سے پہلے اسلام لائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان پر اِحسان کی تفصیل یہ ہے کہ یہ آٹھ سال کی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ اپنی ننھیال میں گئے تھے، وہاں قبیلہ قین کے لوگوں نے حملہ کر کے انہیں غلام بنایا، اور عکاظ کے میلے میں لے جاکر حضرت حکیم بن حزامؓ کے ہاتھ بیچ دیا، اُنہوں نے یہ غلام اپنی پھوپی حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دے دیا۔ اُس کے بعد جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ہوا تو حضرت خدیجہؓ نے انہیں آپ کی خدمت میں پیش کر دیا، جبکہ اُن کی عمر پندرہ سال تھی۔ کچھ عرصے کے بعد ان کے والد اور چچا کو معلوم ہوا کہ اُن کا بچہ مکہ مکرمہ میں ہے تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، اور عرض کی کہ آپ جو معاوضہ چاہیں، ہم سے لے لیں، اور یہ بچہ ہمارے حوالے کر دیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اگر وہ بچہ آپ کے ساتھ جانا چاہے تو میں کسی معاوضے کے بغیر ہی اُسے آپ کے حوالے کر دُوں گا، البتہ اگر وہ نہ جانا چاہے تو میں زبردستی اُسے نہیں بھیج سکتا، وہ لوگ یہ سن کر بہت خوش ہوئے، اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا، اور آپ نے اُنہیں اختیار دیا کہ اگر وہ اپنے والد اور چچا کے ساتھ جانا چاہیں تو جاسکتے ہیں، لیکن حضرت زیدؓ نے یہ حیرت انگیز جواب دیا کہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ اُن کے والد اور چچا بڑے حیران ہوئے کہ اُن کا بیٹا آزادی پر غلامی کو اور اپنے باپ اور چچا پر ایک بالکل غیر شخص کو ترجیح دے رہا ہے، لیکن حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے اس آقا کا جو طرزِ عمل دیکھا ہے، اُس کے بعد دُنیا کے کسی شخص کو میں ان پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ (واضح رہے کہ یہ واقعہ اُس وقت کا ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی تک نبوت عطا نہیں ہوئی تھی) اس پر اُن کے والد اور چچا بھی مطمئن ہو کر چلے گئے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ کو فوراً آزاد کر دیا، اور حرمِ مکہ میں جاکر قریش کے لوگوں کے سامنے اعلان فرمادیا کہ آج سے میں نے انہیں اپنا بیٹا بنالیا ہے۔ اسی بنا پر لوگ انہیں زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا کرتے تھے۔

(۳۳) حضرت زینبؓ سے حضرت زیدؓ کا نکاح ہو تو گیا تھا، لیکن حضرت زیدؓ کو یہ شکایت رہتی تھی کہ اُن کی اہلیہ کے دِل سے اپنی خاندانی فوقیت کا احساس مٹا نہیں، اور شاید اُسی کی وجہ سے بعض اوقات وہ حضرت زیدؓ کے ساتھ تیز زبانی کا بھی مظاہرہ کرتی ہیں۔ حضرت زیدؓ کی یہ شکایت اتنی بڑھی کہ انہوں نے حضرت زینبؓ کو طلاق دینے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا۔ آپ نے اُن سے فرمایا کہ اپنی بیوی کو طلاق نہ دو، بلکہ اپنے پاس رکھو، اور اللہ سے ڈرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو طلاق پسند نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بیوی کے جو حقوق رکھے ہیں، انہیں ادا کرو۔

(۳۴) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے حضرت زیدؓ کے مشورہ لینے سے پہلے ہی یہ بتادیا تھا کہ

النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا

لوگوں سے ڈرتے تھے، حالانکہ اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو۔ پھر جب زید نے اپنی بیوی سے تعلق ختم کرلیا تو ہم نے اُس

لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا

سے تمہارا نکاح کرادیا، تاکہ مسلمانوں کے لئے اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیویوں (سے نکاح کرنے) میں اُس وقت کوئی تنگی نہ رہے جب اُنہوں

مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ۝۳۷ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ

نے اپنی بیویوں سے تعلق ختم کرلیا ہو۔ اور اللہ نے جو حکم دیا تھا، اُس پر عمل تو ہو کر رہنا ہی تھا۔ ۝۳۷ نبی کے لئے اُس کام میں اعتراض کی کوئی بات

فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ

نہیں ہوتی جو اللہ نے اُس کے لئے طے کردیا ہو۔ یہی اللہ کی وہ سنت ہے جس پر اُن (انبیاء) کے معاملے میں بھی عمل ہوتا آیا ہے جو پہلے

اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ۝۳۸ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا

گذر چکے ہیں۔ اور اللہ کا فیصلہ نپا تلا مقدر ہوتا ہے۔ ۝۳۸ پیغمبر وہ لوگ ہیں جو اللہ کے بھیجے ہوئے اَحکام کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں، اور اُسی سے

يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۳۹ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ

ڈرتے ہیں، اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اور حساب لینے کے لئے اللہ کو کسی کی ضرورت نہیں۔ ۝۳۹ (مسلمانو!) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت زیدؓ کسی وقت حضرت زینبؓ کو طلاق دے دیں گے، اور اُس کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم کے تحت آپ کو اُن سے نکاح کرنا ہوگا، تاکہ عرب میں اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنے کو جو معیوب سمجھا جاتا ہے، اُس رسم کا عملی طور پر خاتمہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ بڑی آزمائش تھی، اوّل تو حضرت زیدؓ کا یہ نکاح آپ نے بڑے اصرار سے کرایا تھا، دوسرے اُن کے طلاق دینے کے بعد اُن سے آپ کا نکاح ہونے سے مخالفین کو باتیں بنانے کا موقع ملے گا کہ انہوں نے اپنی منہ بولی بہو سے نکاح کرلیا۔ لہٰذا جب حضرت زیدؓ نے آپ سے طلاق دینے کے بارے میں مشورہ کیا تو آپ نے یہ سوچا ہوگا کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حتمی حکم آجائے گا، اُس وقت تو سرِ تسلیم خم کرنا ہی ہوگا، لیکن جب تک حتمی حکم نہیں آتا، اُس وقت تک مجھے حضرت زیدؓ کو وہی مشورہ دینا چاہئے جو میاں بیوی کے اختلاف کے موقع پر عام طور سے دیا جاتا ہے کہ طلاق سے حتی الامکان بچو، اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرو۔ چنانچہ آپ نے یہی مشورہ دیا، اور یہ بات ظاہر نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ کسی وقت حضرت زیدؓ اپنی اہلیہ کو طلاق دیں گے، اور پھر وہ آپ کے نکاح میں آئیں گی۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یوں بیان فرمایا ہے کہ: ''اور تم اپنے دِل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھے جسے اللہ کھول دینے والا تھا''۔ صحیح روایات کی روشنی میں اس آیت کی یہی تفسیر صحیح ہے۔ بعض دُشمنانِ اسلام نے کچھ واہی تباہی روایتوں کی بنا پر اس کا جو مطلب نکالا ہے، وہ سراسر غلط ہے، اور جو انتہائی کمزور روایتیں اس سلسلے میں پیش کی گئی ہیں، وہ قطعی طور پر غیر معقول اور ناقابلِ توجہ ہیں۔

أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ

تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں، اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں۔(٣٥) اور اللہ ہر بات کو

شَيْءٍ عَلِيمًا ﴿٤٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ﴿٤١﴾ وَ ع

خوب جاننے والا ہے۔ (٤٠) اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کیا کرو، (٤١) اور

سَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٤٢﴾ هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُم

صبح و شام اُس کی تسبیح کرو۔ (٤٢) وہی ہے جو خود بھی تم پر رحمت بھیجتا ہے، اور اُس کے فرشتے بھی، تاکہ وہ تمہیں

مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا ﴿٤٣﴾ تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ

اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئے، اور وہ مؤمنوں پر بہت مہربان ہے۔ (٤٣) جس دن مؤمن لوگ

يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ ۚ وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا ﴿٤٤﴾ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا

اللہ سے ملیں گے اُس دن اُن کا استقبال سلام سے ہوگا، اور اللہ نے اُن کے لئے باعزّت انعام تیار کر رکھا ہے۔ (٤٤) اے نبی! بیشک ہم نے

أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٤٥﴾ وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَ

تمہیں ایسا بنا کر بھیجا ہے کہ تم گواہی دینے والے، خوشخبری سنانے والے اور خبردار کرنے والے ہو، (٤٥) اور اللہ کے حکم سے لوگوں کو اللہ کی طرف

سِرَاجًا مُّنِيرًا ﴿٤٦﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ﴿٤٧﴾ وَ

بلانے والے، اور روشنی پھیلانے والے چراغ ہو۔ (٤٦) تم مؤمنوں کو خوشخبری سنادو کہ اُن پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے، (٤٧) اور

لَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُنَافِقِينَ وَدَعْ أَذَاهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ

کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو، اور اُن کی طرف سے جو تکلیف پہنچے، اُس کی پروا نہ کرو، اور اللہ پر بھروسہ کئے رہو، اور اللہ رکھوالا بننے کے

وَكِيلًا ﴿٤٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ

لئے کافی ہے۔ (٤٨) اے ایمان والو! جب تم نے مؤمن عورتوں سے نکاح کیا ہو، پھر تم نے اُنہیں چھونے سے پہلے ہی

طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِن قَبْلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ

طلاق دے دی ہو، تو اُن کے ذمے تمہاری کوئی عدت واجب نہیں ہے جس کی گنتی تمہیں شمار کرنی ہو۔(٣٦)

---

(٣٥) چونکہ حضرت زید بن حارثہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بیٹا قرار دیا تھا، اس لئے لوگ اُن کو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ کر پکارتے تھے۔ پچھلی آیتوں میں جب یہ حکم جاری ہوا کہ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹا قرار نہیں دیا جاسکتا، تو حضرت زیدؓ کو زید بن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہنے کی بھی ممانعت ہوگئی، چنانچہ اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ آپ کسی مرد کے نسبی باپ نہیں ہیں، (کیونکہ آپ کی زندہ رہنے والی اولاد میں صرف بیٹیاں تھیں) لیکن آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہونے کی وجہ سے پوری اُمت کے رُوحانی باپ ہیں، اور چونکہ آخری نبی ہیں، اور قیامت تک کوئی دُوسرا نبی آنے والا نہیں ہے، اس لئے جاہلیت کی رسموں کو اپنے عمل سے ختم کرنے کی ذمہ داری آپ ہی پر عائد ہوتی ہے۔

تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ

لہذا اُنہیں کچھ تحفہ دے دو،(۳۷) اور اُنہیں خوبصورتی سے رُخصت کردو۔(۴۹) اے نبی! ہم نے تمہارے لئے

اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ

تمہاری وہ بیویاں حلال کردی ہیں جن کو تم نے اُن کا مہر ادا کردیا ہے،(۳۸) نیز اللہ نے غنیمت کا جو مال تمہیں عطا کیا ہے،

مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ

اُس میں سے جو کنیزیں تمہاری ملکیت میں آچکی ہیں وہ بھی (تمہارے لئے حلال ہیں) اور تمہاری وہ چچا کی بیٹیاں

خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا

اور پھوپیوں کی بیٹیاں اور ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں بھی جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت کی ہے،(۳۹) نیز کوئی مسلمان عورت جس نے

---

(۳۶) اگر رُخصتی کے بعد طلاق ہو تو عورت کو عدت گذارنے کا حکم ہے جو سورۂ بقرہ (۲۲۸:۲) میں گذرا ہے کہ ایسی عورت تین مرتبہ ایامِ ماہواری گذرنے تک عدت میں بیٹھے گی، اور اُس کے بعد نکاح کرسکے گی۔ لیکن اگر رُخصتی نہ ہوئی ہو تو اُس کا حکم اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے کہ ایسی صورت میں عورت پر عدت گذارنا واجب نہیں ہے، بلکہ وہ طلاق کے فوراً بعد بھی نکاح کرسکتی ہے۔ آیت میں ''چھونے'' کا جو لفظ استعمال ہوا ہے اُس سے مراد رُخصتی ہے، یعنی میاں بیوی کو ایسی تنہائی میسر آجائے کہ اگر وہ ہم بستری کرنا چاہیں تو کوئی رُکاوٹ نہ ہو۔ اگر ایسی تنہائی میسر آجائے تو عدت واجب ہوجاتی ہے، چاہے ہم بستری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

(۳۷) تحفے سے مراد یہ ہے کہ بیوی کو طلاق کے ذریعے رُخصت کرتے وقت ایک جوڑا دیا جائے، جسے اِصطلاح میں ''متعہ'' کہا جاتا ہے۔ اور یہ جوڑا مہر کے علاوہ ہے، اور ہر صورت میں مرد کو دینا چاہئے، چاہے رُخصتی سے پہلے طلاق ہو، یا رُخصتی کے بعد۔ آیت کا منشأ یہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے آپس میں نبھاؤ ممکن نہ رہا ہو اور طلاق دینی ہی ہو، تو دونوں کے درمیان جدائی بھی لڑائی اور دُشمنی کی فضا کے بجائے خوش اُسلوبی کے ساتھ ہونی چاہئے۔

(۳۸) آیت نمبر ۵۰ اور ۵۱ میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کے بارے میں وہ اَحکام بیان فرمائے ہیں جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان میں سے پہلا حکم یہ ہے کہ عام مسلمانوں کے لئے چار سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چار سے زیادہ نکاح کی اجازت ہے۔ اس اجازت میں بہت سی حکمتیں تھیں جن کی تفصیل دیکھنی ہو تو ''معارف القرآن'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۹) یہ دوسرا حکم ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے، عام مسلمان اس میں شریک نہیں ہیں۔ اور وہ یہ کہ عام مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی بھی مسلمان عورت سے یا اہلِ کتاب (یعنی عیسائیوں اور یہودیوں) میں سے کسی عورت سے بھی نکاح کرسکتے ہیں، لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ جائز قرار نہیں دیا گیا کہ آپ کسی یہودی یا عیسائی عورت سے نکاح کریں، نیز مسلمان عورتوں میں سے بھی جنہوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت نہ کی ہو، اُن سے بھی آپ کے لئے نکاح جائز نہیں کیا گیا۔

لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۚ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ

مہر کے بغیر نبی کو اپنے آپ (سے نکاح کرنے) کی پیشکش کی ہو،(۴۰) بشرطیکہ نبی اُس سے نکاح کرنا چاہے۔ یہ سارے اَحکام خاص تمہارے لئے

الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ

ہیں، دُوسرے مؤمنوں کے لئے نہیں۔ ہمیں وہ اَحکام خوب معلوم ہیں جو ہم نے اُن کی بیویوں اور کنیزوں کے بارے میں

اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾

اُن پر عائد کئے ہیں، (اور تمہیں اُن سے مستثنیٰ کیا ہے) تاکہ تم پر کوئی تنگی نہ رہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ ﴿۵۰﴾

تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ

ان بیویوں میں سے تم جس کی باری چاہو، ملتوی کردو، اور جس کو چاہو، اپنے پاس رکھو، اور جن کو تم نے الگ کردیا ہو، اُن میں سے اگر کسی کو واپس

عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ

بلانا چاہو تو اس میں بھی تمہارے لئے کوئی گناہ نہیں ہے۔(۴۱) اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ اُن سب کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی، اور

وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اُنہیں رنج نہیں ہوگا، اور تم اُنہیں جو کچھ دے دوگے، اُس پر وہ سب کی سب راضی رہیں گی۔(۴۲) اور اللہ اُن سب باتوں کو جانتا ہے جو تمہارے

عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ

دِلوں میں ہیں، اور اللہ علم اور حلم کا مالک ہے۔ ﴿۵۱﴾ اس کے بعد دوسری عورتیں تمہارے لئے حلال نہیں ہیں، اور نہ یہ جائز ہے کہ تم ان کے بدلے

---

(۴۰) یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تیسرا خصوصی حکم ہے۔ یعنی عام مسلمانوں کے لئے کسی عورت سے مہر کے بغیر نکاح کرنا جائز نہیں ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز قرار دیا گیا ہے کہ اگر کوئی عورت خود سے یہ پیشکش کرے کہ وہ آپ سے مہر کے بغیر نکاح کرنا چاہتی ہے، اور آپ بھی اُس سے نکاح کرنا چاہیں تو ایسا کرسکتے ہیں۔ اگرچہ قرآنِ کریم کی اس آیت نے آپ کے لئے یہ خصوصی اجازت دے دی تھی، لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عملی طور پر اس اجازت سے کبھی فائدہ نہیں اُٹھایا۔

(۴۱) یہ چوتھا خصوصی حکم ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقرر فرمایا گیا ہے۔ یعنی عام مسلمانوں پر یہ بات فرض ہے کہ اگر اُن کی ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو وہ ہر معاملے میں اُن کے ساتھ برابری کا سلوک کریں، چنانچہ جتنی راتیں ایک بیوی کے ساتھ گذاریں، اُتنی ہی راتیں دوسری بیوی کے ساتھ گذارنا فرض ہے۔ لیکن اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے باریاں مقرر کرنے کی یہ پابندی اُٹھالی گئی ہے۔ چنانچہ آپ کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ آپ اپنی ازواجِ مطہراتؓ میں سے کسی کی باری ملتوی فرماسکتے ہیں۔ لیکن یہ بھی وہ سہولت ہے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر فائدہ نہیں اُٹھایا، اور ہمیشہ تمام ازواجِ مطہراتؓ سے مکمل برابری کا معاملہ فرمایا۔

(۴۲) مطلب یہ ہے کہ جب ازواجِ مطہراتؓ پر یہ بات واضح ہوجائے گی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر برابری کا معاملہ کرنے کی ذمہ داری عائد نہیں فرمائی، تو آپ کی طرف سے ان کے ساتھ جتنا بھی حسنِ سلوک ہوگا، وہ اُسے اپنے استحقاق سے زیادہ سمجھ کر خوش ہوں گی۔

اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

کوئی دوسری بیویاں لے آؤ، چاہے اُن کی خوبی تمہیں پسند آئی ہو،(۴۳) البتہ جو کنیزیں تمہاری ملکیت میں ہوں، (وہ تمہارے لئے حلال ہیں،) اور

شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنْ ع ۶

اللہ ہر چیز کی پوری نگرانی کرنے والا ہے۔ ﴿۵۲﴾ اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں (بلا اجازت) داخل نہ ہو، اِلاّ یہ کہ تمہیں کھانے پر آنے کی

يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا

اجازت دے دی جائے، وہ بھی اس طرح کہ تم اُس کھانے کی تیاری کے انتظار میں نہ بیٹھے رہو، لیکن جب تمہیں

فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ

دعوت دی جائے تو جاؤ، پھر جب کھانا کھا چکو تو اپنی اپنی راہ لو، اور باتوں میں جی لگا کر نہ بیٹھو۔(۴۴) حقیقت یہ ہے کہ اس بات سے

يُؤْذِى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا

نبی کو تکلیف پہنچتی ہے، اور وہ تم سے (کہتے ہوئے) شرماتے ہیں، اور اللہ حق بات میں کسی سے نہیں شرماتا۔ اور جب

سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ

تمہیں نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔(۴۵) یہ طریقہ تمہارے دِلوں کو بھی اور اُن کے دِلوں کو بھی

(۴۳) یہ آیت پچھلی دو آیتوں کے کچھ عرصے کے بعد نازل ہوئی ہے۔ پیچھے آیات نمبر ۲۸و۲۹ میں ازواجِ مطہراتؓ کو جو اِختیار دیا گیا تھا، اُس کے جواب میں تمام ازواجِ مطہراتؓ نے دُنیا کی زیب وزینت کے بجائے آخرت کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کو ترجیح دی تھی۔ اُس کے اِنعام کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اور عورت سے نکاح کرنے سے بھی منع فرمادیا، اور موجودہ ازواجِ مطہراتؓ میں سے کسی کو طلاق دے کر اُن کی جگہ کسی اور سے نکاح کرنا بھی ممنوع قرار دے دیا۔ بعض مفسرین نے اس آیت کی کسی اور طرح بھی تفسیر کی ہے، لیکن جو تفسیر اُوپر ذکر کی گئی، وہ حضرت انسؓ اور حضرت ابنِ عباسؓ وغیرہ سے منقول ہے، (روح المعانی بحوالہ بیہقی وغیرہ) اور زیادہ واضح معلوم ہوتی ہے۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۴۴) ان آیات میں معاشرت کے کچھ آداب بتائے گئے ہیں، اور یہ آیات اُس وقت نازل ہوئیں جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ اپنے نکاح کے موقع پر ولیمے کا اہتمام فرمایا۔ اس وقت کچھ حضرات کھانے کے وقت سے کافی پہلے آبیٹھے جبکہ ابھی کھانا تیار نہیں ہوا تھا، اور کچھ حضرات کھانے کے بعد دیر تک آپ کے مکان مبارک میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کا ایک ایک لمحہ قیمتی تھا، اور ان حضرات کے دیر تک بیٹھے رہنے کی وجہ سے آپ کو ان کے ساتھ مشغول رہنا پڑا جس سے آپ کو تکلیف ہوئی۔ یہ واقعہ تو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آیا تھا، اس لئے اس آیت میں آپ کے گھروں کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے، لیکن ان آیتوں کے اَحکام عام ہیں۔ ادب یہ سکھایا گیا ہے کہ اوّل تو کسی کے گھر میں بلا اِجازت جانا منع ہے۔ دُوسرے اگر کسی نے کھانے کی دعوت کی ہے تو کوئی بھی ایسا طریقہ اختیار کرنا جائز نہیں ہے جس سے میزبان کو تکلیف ہو، چنانچہ کھانے کے وقت سے بہت پہلے جا بیٹھنا یا کھانے کے بعد دیر تک اس طرح بیٹھے رہنا جس سے میزبان کی آزادی میں خلل آئے، اسلامی تہذیب کے خلاف ہے۔

لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ۗ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ

زیادہ پاکیزہ رکھنے کا ذریعہ ہوگا۔ اور تمہارے لئے جائز نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف پہنچاؤ، اور نہ یہ جائز ہے

تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ۗ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ۝٥٣

کہ اُن کے بعد اُن کی بیویوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بڑی سنگین بات ہے۔ (۵۳)

اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝٥٤ لَا جُنَاحَ

چاہے تم کوئی بات ظاہر کرو، یا اُسے چھپاؤ، اللہ ہر چیز کا پورا پورا علم رکھنے والا ہے۔ (۵۴) نبی کی بیویوں

عَلَيْهِنَّ فِيْۤ اٰبَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآىِٕهِنَّ وَلَاۤ اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ

کے لئے اپنے اپنے باپ (کے سامنے بے پردہ آنے) میں کوئی گناہ نہیں ہے، نہ اپنے بیٹوں کے، نہ اپنے بھائیوں کے،

اِخْوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآىِٕهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ

نہ اپنے بھتیجوں کے، نہ اپنے بھانجوں کے، اور نہ اپنی عورتوں کے (۴۶) اور نہ اپنی کنیزوں کے (سامنے آنے میں کوئی گناہ ہے۔)

وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ۝٥٥ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓىِٕكَتَهٗ

اور (اے خواتین!) تم اللہ سے ڈرتی رہو۔ یقین جانو کہ اللہ ہر بات کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ (۵۵) بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۗ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا

نبی پر دُرود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اُن پر دُرود بھیجو، اور خوب سلام

تَسْلِيْمًا ۝٥٦ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ

بھیجا کرو۔ (۵۶) جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کو تکلیف پہنچاتے ہیں، اللہ نے دُنیا اور

الْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝٥٧ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

آخرت میں اُن پر لعنت کی ہے، اور اُن کے لئے ایسا عذاب تیار کر رکھا ہے جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ (۵۷) اور جو لوگ مؤمن مردوں

---

(۴۵) اسلامی معاشرت کا یہ دُوسرا اہم حکم ہے، اور اس کے ذریعے خواتین کے لئے پردہ واجب کیا گیا ہے۔ یہاں اگرچہ براہِ راست خطاب ازواجِ مطہراتؓ کو ہے، لیکن حکم عام ہے جیسا کہ آگے آیت نمبر ۵۹ میں اس کی صراحت آرہی ہے۔

(۴۶) جیسا کہ سورۂ نور (۲۴:۳۱) میں گذر چکا ہے، بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد مسلمان عورتیں ہیں، لہٰذا غیر مسلم عورتوں سے بھی پردہ ضروری ہے، لیکن چونکہ متعدد احادیث سے ثابت ہے کہ غیر مسلم عورتیں ازواجِ مطہراتؓ کے پاس جایا کرتی تھیں، اس لئے امام رازیؒ اور علامہ آلوسیؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ "اپنی عورتوں" سے مراد اپنے میل جول کی عورتیں ہیں، چاہے مسلمان ہوں یا کافر۔ اُن سے پردہ واجب نہیں ہے۔ جن مزید لوگوں سے پردہ واجب نہیں ہے، اُن کی تفصیل سورۂ نور کی مذکورہ آیت میں گذر چکی ہے۔

وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿٥٨﴾ ع ٧

اور مؤمن عورتوں کو اُن کے کسی جرم کے بغیر تکلیف پہنچاتے ہیں، اُنہوں نے بہتان طرازی اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے اُوپر لادلیا ہے۔ ﴿٥٨﴾

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ

اے نبی! تم اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادریں اپنے (منہ کے)

عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

اُوپر جھکالیا کریں۔(٤٧) اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی، تو اُن کو ستایا نہیں جائے گا۔(٤٨) اور اللہ

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٥٩﴾ لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ

بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ ﴿٥٩﴾ اگر وہ لوگ باز نہ آئے جو منافق ہیں، جن کے دِلوں میں روگ ہے اور جو شہر میں

مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ

شرانگیز افواہیں پھیلاتے ہیں، تو ہم ضرور ایسا کریں گے کہ تم اُن کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوگے، پھر وہ اس شہر میں تمہارے ساتھ

فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٦٠﴾ ۛ مَّلْعُوْنِيْنَ ۛ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا معانقة ١٢

نہیں رہ سکیں گے، البتہ تھوڑے دن ﴿٦٠﴾ جن میں وہ پھٹکارے ہوئے ہوں گے۔ (پھر) جہاں کہیں ملیں گے، پکڑ لئے جائیں گے، اور اُنہیں

تَقْتِيْلًا ﴿٦١﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ

ایک ایک کرکے قتل کردیا جائے گا۔(٤٩) ﴿٦١﴾ یہ اللہ کا وہ معمول ہے جس پر اُن لوگوں کے معاملے میں بھی عمل ہوتا رہا ہے جو پہلے گذر چکے ہیں۔

---

(٤٧) اس آیت نے واضح فرمادیا ہے کہ پردے کا حکم صرف ازواجِ مطہراتؓ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ تمام مسلمان عورتوں کے لئے ہے۔ اُنہیں حکم دیا گیا ہے کہ جب وہ کسی ضرورت کے لئے گھر سے باہر نکلیں تو اپنی چادروں کو اپنے چہروں پر جھکا کر اُنہیں چھپالیا کریں۔ مقصد یہ ہے کہ راستہ دیکھنے کے لئے آنکھوں کو چھوڑ کر چہرے کا باقی حصہ چھپالیا جائے۔ اس کی صورت یہ بھی ممکن ہے کہ جس چادر سے پورا جسم ڈھکا ہوا ہے، اُس کو چہرے پر اس طرح لپیٹ لیا جائے کہ آنکھوں کے سوا باقی چہرہ نظر نہ آئے، اور یہ صورت بھی ممکن ہے کہ چہرے پر الگ سے نقاب ڈال لیا جائے۔

(٤٨) بعض منافقین عورتوں کو راستے میں چھیڑا کرتے تھے، اس آیت میں پردے کے ساتھ نکلنے کی یہ حکمت بیان فرمائی گئی ہے کہ جب عورتیں پردے کے ساتھ باہر نکلیں گی تو ہر دیکھنے والا یہ سمجھ جائے گا کہ یہ شریف اور پاک دامن عورتیں ہیں، اس لئے منافقین کو انہیں چھیڑنے اور ستانے کی جرأت نہیں ہوگی۔ اس کے برخلاف بے پردہ بن ٹھن کر باہر نکلنے والی خواتین اُن کی چھیڑ چھاڑ کا زیادہ نشانہ بن سکتی ہیں۔ علامہ ابوحیانؒ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے (البحر المحیط)۔

(٤٩) یہاں منافقین کو خبردار کیا گیا ہے کہ اس وقت تو اُن کی منافقت چھپی ہوئی ہے، لیکن اگر انہوں نے اپنی نازیبا حرکتیں نہ چھوڑیں جن میں عورتوں کو چھیڑنے اور بے بنیاد افواہیں پھیلانے کا خاص طور پر حوالہ دیا گیا ہے تو اُن کی منافقت صاف واضح ہو جائے گی، اور اس صورت میں اُن کے ساتھ غیر مسلم دُشمنوں جیسا سلوک کیا جائے گا۔

تَبْدِيْلًا ۝ يَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَ

اور تم اللہ کے معمول میں کوئی تبدیلی ہرگز نہیں پاؤ گے۔(۵۰) (۶۲) لوگ تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو کہ اُس کا علم تو اللہ ہی کے

مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَ

پاس ہے۔ اور تمہیں کیا پتہ شاید قیامت قریب ہی آگئی ہو۔ (۶۳) اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ نے کافروں کو رحمت سے دُور کردیا ہے، اور

اَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ۝ۙ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا

اُن کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے، (۶۴) جس میں وہ ہمیشہ اس طرح رہیں گے کہ اُنہیں نہ کوئی حمایتی مل سکے گا، اور نہ کوئی

نَصِيْرًا ۝ۚ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ

مددگار۔ (۶۵) جس دن اُن کے چہروں کو آگ میں اُلٹا پلٹا جائے گا، وہ کہیں گے کہ: ''اے کاش! ہم نے اللہ کی اِطاعت کرلی ہوتی، اور

وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا

رسول کا کہنا مان لیا ہوتا!'' (۶۶) اور کہیں گے کہ: ''اے ہمارے پروردگار! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا

فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا

مانا، اور اُنہوں نے ہمیں راستے سے بھٹکادیا۔ (۶۷) اے ہمارے پروردگار! ان کو دوگنا عذاب دے، اور اُن پر ایسی لعنت کر جو بڑی

ع كَبِيْرًا ۝ۧ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى

بھاری لعنت ہو۔'' (۶۸) اے ایمان والو! اُن لوگوں کی طرح نہ بن جانا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا تھا،

فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝ۭ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

پھر اللہ نے اُن کو اُن باتوں سے بری کردیا جو ان لوگوں نے بنائی تھیں،(۵۱) اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے رُتبے والے تھے۔ (۶۹) اے ایمان والو!

اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

اللہ سے ڈرو، اور سیدھی سچی بات کہا کرو، (۷۰) اللہ تمہارے فائدے کے لئے تمہارے کام سنوار دے گا، اور تمہارے گناہوں کی مغفرت کردے

ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ اِنَّا

گا۔ اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرے، اُس نے وہ کامیابی حاصل کرلی جو زبردست کامیابی ہے۔ (۷۱) ہم نے

عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ

یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر پیش کی، تو اُنہوں نے اُس کے اُٹھانے سے انکار کیا، اور

---

(۵۰) اللہ تعالیٰ کے معمول سے یہاں مراد یہ ہے کہ جو لوگ زمین میں فساد مچاتے ہیں، اُن کو پہلے خبردار کیا جاتا ہے، پھر بھی اگر وہ باز نہیں آتے تو انہیں سزا دی جاتی ہے۔

(۵۱) بنو اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر طرح طرح کے الزامات لگا کر اُنہیں بہت ستایا تھا۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت سے فرمایا جارہا ہے کہ وہ ایسی حرکت نہ کریں۔

يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ۙ

اُس سے ڈر گئے، اور اِنسان نے اُس کا بوجھ اُٹھالیا۔(۵۲) حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا ظالم، بڑا نادان ہے۔(۵۳) ﴿۷۲﴾

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ وَ يَتُوْبَ

نتیجہ یہ ہے کہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو، نیز مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے گا، اور

اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾ع

مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں پر رحمت کے ساتھ توجہ فرمائے گا۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ ﴿۷۳﴾

(۵۲) یہاں ''امانت'' کا مطلب ہے: ''اپنی آزاد مرضی سے اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی اطاعت کی ذمہ داری لینا۔'' اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے بہت سے تکوینی اَحکام تو وہ ہیں جنہیں ماننے پر تمام مخلوقات مجبور ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف کر ہی نہیں سکتیں، مثلاً موت اور زندگی کا فیصلہ، وغیرہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی مختلف مخلوقات کو یہ پیشکش فرمائی کہ بعض اَحکام کے معاملے میں اُنہیں یہ اختیار دیا جائے گا کہ اگر وہ چاہیں تو اللہ تعالیٰ کا حکم مان کر اُس پر عمل کریں، اور اگر چاہیں تو حکم پر عمل نہ کریں۔ پہلی صورت میں اُن کو جنت کی ابدی نعمتیں حاصل ہوں گی، اور دُوسری صورت میں اُنہیں دوزخ کا عذاب دیا جائے گا۔ جب یہ پیشکش آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کو کی گئی تو وہ یہ ذمہ داری اُٹھانے سے ڈر گئے، اور انہوں نے ایسی ذمہ داری لینے سے انکار کردیا جس کے نتیجے میں انہیں دوزخ کے عذاب کا خطرہ ہو۔ لیکن جب انسان کو یہ پیشکش کی گئی تو اُس نے یہ ذمہ داری اُٹھالی۔ آسمان، زمین اور پہاڑ اگرچہ دیکھنے میں ایسے نظر آتے ہیں جیسے ان میں شعور نہیں ہے، لیکن قرآنِ کریم کی کئی آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کسی نہ کسی درجے میں شعور موجود ہے، جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل (۱۷:۴۴) میں گذرا ہے۔ اس لئے ان مخلوقات کو یہ پیشکش حقیقی معنیٰ میں ہوئی ہو، اور انہوں نے انکار کیا ہو تو اس میں کوئی اِشکال کی بات نہیں ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ امانت کی پیشکش اور اس سے انکار مجازی معنیٰ میں ہو، یعنی اس امانت کے اُٹھانے کی صلاحیت نہ ہونے کو انکار سے تعبیر فرمایا گیا ہو۔ اس موقع پر سورۂ اَعراف کی آیت (۷:۱۷۲) اور اس پر ہمارا تشریحی حاشیہ بھی ملاحظہ فرمالیا جائے۔

(۵۳) یہ جملہ اُن لوگوں کے لئے فرمایا گیا ہے جنہوں نے امانت کا یہ بوجھ اُٹھانے کے بعد اُس کا حق ادا نہیں کیا، اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کی، یعنی کافر اور منافق لوگ۔ چنانچہ اگلی آیت میں اُنہی کا انجام بیان ہوا ہے۔

الحمدللہ! آج بتاریخ ۱۲؍شعبان ۱۴۲۸ھ، مطابق ۲۶؍اگست ۲۰۰۷ء بروز اتوار سورۂ اَحزاب کا ترجمہ اور تشریحی حواشی پایۂ تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کا ترجمہ اور تفسیر بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل تک پہنچائیں۔
آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ سَبَاٍ

تعارف

اس سورت کا بنیادی موضوع اہلِ مکہ اور دُوسرے مشرکین کو اِسلام کے بنیادی عقائد کی دعوت دینا ہے۔ اس سلسلے میں اُن کے اعتراضات اور شبہات کا جواب بھی دیا گیا ہے، اور اُن کو نافرمانی کے بُرے انجام سے بھی ڈرایا گیا ہے۔ اسی مناسبت سے ایک طرف حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی اور دُوسری طرف قومِ سبا کی عظیم الشان حکومتوں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو ایسی زبردست سلطنت سے نوازا گیا جس کی کوئی نظیر دُنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی، لیکن ان برگزیدہ پیغمبروں کو کبھی اس سلطنت پر ذرّہ برابر غرور نہیں ہوا، اور وہ اس سلطنت کو اللہ تعالیٰ کا اِنعام سمجھ کر اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرتے رہے، اور اپنی حکومت کو نیکی کی ترویج اور بندوں کی فلاح و بہبود کے کاموں میں استعمال کیا، چنانچہ وہ دُنیا میں بھی سرخرور ہے، اور آخرت میں بھی اُونچا مقام پایا۔ دوسری طرف قومِ سبأ کو جو یمن میں آباد تھی، اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی خوشحالی سے نوازا، لیکن اُنہوں نے ناشکری کی رَوِش اختیار کی، اور کفر و شرک کو فروغ دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُن پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آیا، اور اُن کی خوشحالی ایک قصۂ پارینہ بن کر رہ گئی۔ ان دونوں واقعات کو ذِکر فرما کر سبق یہ دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی اِقتدار حاصل ہو، یا دُنیوی خوشحالی نصیب ہو تو اُس میں مگن ہو کر اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھنا تباہی کو دعوت دینا ہے۔ اس سے مشرکین کے اُن سرداروں کو متنبہ کیا گیا ہے جو اپنے اِقتدار کے گھمنڈ میں مبتلا ہو کر دِینِ حق کے راستے میں روڑے اٹکا رہے تھے۔

(۳۴) سُوْرَۃُ سَبَاٍ مَکِّیَّۃٌ (۵۸) — اٰیاتہا ۵۴ — رکوعاتہا ۶

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں چون آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ وَ لَہُ الۡحَمۡدُ فِی
تمام تر تعریف اُس اللہ کی ہے جس کی صفت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اُسی کا ہے، اور آخرت میں بھی
الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ ہُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ① یَعۡلَمُ مَا یَلِجُ فِی الۡاَرۡضِ وَ مَا
تعریف اُسی کی ہے، اور وہی ہے جو حکمت کا مالک ہے، مکمل طور پر باخبر! ① وہ اُن چیزوں کو بھی جانتا ہے جو زمین کے اندر جاتی ہیں، اور اُن کو
یَخۡرُجُ مِنۡہَا وَ مَا یَنۡزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا یَعۡرُجُ فِیۡہَا ؕ وَ ہُوَ الرَّحِیۡمُ
بھی جو اُس سے باہر نکلتی ہیں، اُن کو بھی جو آسمان سے اُترتی ہیں، اور اُن کو بھی جو اُس میں چڑھتی ہیں، اور وہی ہے جو بڑا مہربان ہے، بہت
الۡغَفُوۡرُ ② وَ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَا تَاۡتِیۡنَا السَّاعَۃُ ؕ قُلۡ بَلٰی وَ رَبِّیۡ
بخشنے والا ہے۔ ② اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: ”ہم پر قیامت نہیں آئے گی“ کہہ دو:
لَتَاۡتِیَنَّکُمۡ ۙ عٰلِمِ الۡغَیۡبِ ۚ لَا یَعۡزُبُ عَنۡہُ مِثۡقَالُ ذَرَّۃٍ فِی السَّمٰوٰتِ
”کیوں نہیں آئے گی؟ میرے عالم الغیب پروردگار کی قسم! وہ تم پر ضرور آکر رہے گی۔ کوئی ذرّہ برابر چیز اُس کی نظر سے دُور نہیں ہوتی (۱)، نہ
وَ لَا فِی الۡاَرۡضِ وَ لَاۤ اَصۡغَرُ مِنۡ ذٰلِکَ وَ لَاۤ اَکۡبَرُ اِلَّا فِیۡ کِتٰبٍ مُّبِیۡنٍ ③ۙ
آسمانوں میں، نہ زمین میں، اور نہ اُس سے چھوٹی کوئی چیز ایسی ہے نہ بڑی جو ایک کھلی کتاب (یعنی لوحِ محفوظ) میں درج نہ ہو۔ ③
لِّیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِکَ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ رِزۡقٌ
(اور قیامت اس لئے آئے گی) تاکہ جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور اُنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اللہ اُن کو اِنعام دے۔ ایسے لوگوں کے لئے

---

(۱) جو کافر لوگ آخرت کی زندگی کا انکار کرتے تھے، اُن کا کہنا یہ تھا کہ انسان کے مٹی میں مل جانے کے بعد اُس کو اَز سرِنو زندگی دینا کیسے ممکن ہے؟ ان آیتوں میں جواب یہ دیا جارہا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت کو اِنسان پر قیاس کررہے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا علم تو اس کائنات کے ہر چھوٹے سے چھوٹے ذرّے کا بھی احاطہ کئے ہوئے ہے، اور جو ذات آسمان و زمین جیسی عظیم الشان مخلوقات کو بالکل عدم سے وجود میں لاسکتی ہے، اُس کے لئے یہ کیا مشکل ہے کہ مردہ جسم کے ذرّات کو دوبارہ اِکٹھا کر کے اُنہیں نئی زندگی عطا کردے؟ اور آیت نمبر ۴ میں آخرت کی زندگی کی عقلی ضرورت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ اگر یہ دُنیا ہی سب کچھ ہے، اور کوئی دُوسری زندگی آنے والی نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فرماں برداروں اور نافرمانوں میں کوئی فرق ہی نہیں رکھا۔ آخرت کی زندگی اس لئے ضروری ہے تاکہ اُس میں فرماں برداروں کو اُن کی نیکی کا اِنعام دیا جائے، اور نافرمانوں کو سزا ملے۔

كَرِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ سَعَوْ فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ

مغفرت ہے، اور باعزت رزق۔" (۴) اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے بارے میں یہ کوشش کی ہے کہ اُنہیں ناکام بنائیں، اُن کے لئے بلا

رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ۝ وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ

کا دردناک عذاب ہے۔ (۵) اور (اے پیغمبر!) جن لوگوں کو علم عطا ہوا ہے، وہ خوب سمجھتے ہیں کہ تم پر تمہارے رَبّ کی طرف سے جو کچھ نازل کیا

رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ وَقَالَ

گیا ہے، وہ حق ہے، اور اُس (اللہ) کا راستہ دِکھاتا ہے جو اِقتدار کا مالک بھی ہے، ہر تعریف کا مستحق بھی۔ (۶) اور یہ کافر لوگ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ اِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ

(ایک دُوسرے سے) کہنے لگے: "کیا ہم تمہیں ایک ایسے شخص کا پتہ بتائیں جو تمہیں یہ خبر دیتا ہے کہ جب تم (مرکر)

مُمَزَّقٍ ۙ اِنَّكُمْ لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ اَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَمْ بِهٖ

بالکل ریزہ ریزہ ہوچکو گے، اُس وقت تم ایک نئے جنم میں آؤ گے؟ (۷) پتہ نہیں اس شخص نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے، یا اُسے کسی طرح کا جنون

جِنَّةٌ ؕ بَلِ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ

لاحق ہے؟" ـــــ نہیں! بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر اِیمان نہیں رکھتے وہ خود عذاب میں اور پرلے درجے کی گمراہی

الْبَعِيْدِ ۝ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ

میں مبتلا ہیں۔(۲) (۸) بھلا کیا ان لوگوں نے اُس آسمان وزمین کو نہیں دیکھا جو ان کے آگے بھی موجود ہیں اور ان کے پیچھے بھی۔ اگر ہم چاہیں تو ان

وَالْاَرْضِ ؕ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ

کو زمین میں دھنسادیں، یا آسمان کے کچھ ٹکڑے ان پر گرادیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میں ہر اُس بندے کے لئے

ع السَّمَآءِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا

ایک نشانی ہے جو اللہ کی طرف رُجوع کرنے والا ہو۔ (۹) اور واقعہ یہ ہے کہ ہم نے داؤد کو خاص اپنے پاس سے فضل عطا کیا تھا۔ "اے پہاڑو! تم

فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۝ اَنِ اعْمَلْ

بھی تسبیح میں ان کے ساتھ ہم آواز بن جاؤ، اور اے پرندو! تم بھی(۳)۔" اور ہم نے اُن کے لئے لوہے کو نرم کردیا تھا، (۱۰) کہ: "پوری پوری زرہیں

---

(۲) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کی مذکورہ بات کا جواب ہے۔ اُنہوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دو اِحتمال ذکر کئے تھے، ایک یہ کہ (معاذ اللہ) آپ نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کے مرادف ہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذابِ الٰہی کو دعوت دینے والا کوئی کام نہیں کیا، اس کے برعکس آخرت کے منکرین ضرور عذاب کا کام کررہے ہیں۔ دُوسرا اِحتمال کافروں نے یہ ذکر کیا تھا کہ (معاذ اللہ) آپ کو جنون لاحق ہوگیا ہے، اور جنون کی حالت میں اگرچہ عذاب نہیں ہوتا، لیکن مجنون راستے سے بھٹکا ہوا ضرور ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ آپ نہیں، بلکہ منکرینِ آخرت پرلے درجے کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

سٰبِغٰتٍ وَّ قَدِّرْ فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱﴾

بناؤ، اور کڑیاں جوڑنے میں توازن سے کام لو،(۴) اور تم سب لوگ نیک عمل کرو۔ تم جو عمل بھی کرتے ہو، میں اُسے دیکھ رہا ہوں۔" ﴿۱۱﴾ اور سلیمان کے

وَلِسُلَیْمٰنَ الرِّیْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّ رَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَیْنَ

لئے ہم نے ہوا کو تابع بنادیا تھا۔ اُس کا صبح کا سفر بھی ایک مہینے کی مسافت کا ہوتا تھا، اور شام کا سفر بھی ایک مہینے کی مسافت کا۔(۵) اور ہم نے اُن کے

الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ یَّعْمَلُ بَیْنَ یَدَیْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ

لئے تانبے کا چشمہ بہادیا تھا۔(۶) اور جنات میں سے کچھ وہ تھے جو اپنے پروردگار کے حکم سے اُن کے آگے کام کرتے تھے،(۷) اور (ہم نے اُن پر یہ بات

یَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِیْرِ ﴿۱۲﴾ یَعْمَلُوْنَ لَهٗ

واضح کردی تھی کہ) اُن میں سے جو کوئی ہمارے حکم سے ہٹ کر ٹیڑھا راستہ اختیار کرے گا، اُسے ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔ ﴿۱۲﴾ وہ

---

(۳) حضرت داؤد علیہ السلام خود بھی بہت خوش آواز تھے، اور اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں اور پرندوں کو بھی اُن کے لئے مسخر کردیا تھا کہ جب وہ ذکر اور تسبیح میں مشغول ہوں تو پہاڑ اور پرندے بھی ان کے ساتھ تسبیح اور ذِکر کرنے لگتے تھے، اور ماحول میں ایک پُر کیف سماں بندھ جاتا تھا۔ پہاڑوں اور پرندوں کو ذِکر و تسبیح کی صلاحیت عطا ہونا حضرت داؤد علیہ السلام کا خاص معجزہ تھا۔

(۴) یہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک اور معجزے کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو لوہے کی وہ زرہیں بنانے کی خصوصی مہارت عطا فرمائی تھی جو اُس زمانے میں جنگ کے موقع پر دُشمن کے وار سے بچاؤ کے لئے پہنی جاتی تھیں۔ اس صنعت کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ خصوصیت عطا فرمادی تھی کہ لوہا اُن کے ہاتھ میں پہنچ کر نرم ہوجاتا تھا، اور وہ اُسے جس طرح چاہتے موڑ لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس بات کا بھی خاص ذکر فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو ہدایت دی گئی تھی کہ وہ زرہ کی کڑیوں میں توازن قائم رکھیں۔ اس میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر کام اور ہر صنعت میں سلیقے اور توازن کا خیال رکھنا پسند ہے۔

(۵) یہ وہ معجزہ ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو اُن کا تابع فرمان بنادیا تھا، وہ ہوا کی تیز رفتاری کو استعمال فرما کر دُور دراز کا سفر مختصر وقت میں طے کرلیتے تھے۔ قرآنِ کریم نے اس معجزے کی تفصیل بیان نہیں فرمائی، لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے تخت کو ہوا پر اُڑنے کی صلاحیت دے دی گئی تھی، چنانچہ جو سفر عام حالات میں ایک مہینے میں طے ہوا کرتا تھا، وہ اس طرح صرف صبح یا صرف شام میں طے ہوجایا کرتا تھا۔

(۶) یہ ایک اور نعمت کا ذکر ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی کہ تانبے کا ایک چشمہ اُن کی دسترس میں تھا، اور اُس میں اللہ تعالیٰ نے تانبے کو سیال بنادیا تھا جس کی وجہ سے تانبے کی مصنوعات آسانی سے بن جاتی تھیں۔

(۷) وہ شریر جنات جو کسی کے قابو میں نہیں آتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُن کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع بنادیا تھا، چنانچہ وہ اُن کی مختلف خدمات انجام دیتے تھے جن میں سے کچھ کا ذکر آگے آرہا ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے تو جنات کو اللہ تعالیٰ نے خود تابع بنادیا تھا، لیکن آج کل جو لوگ عملیات کے ذریعے جنات کو تابع بنانے کا دعویٰ کرتے ہیں، اگر وہ صحیح ہو، اور اُس کے لئے کوئی ناجائز طریقہ بھی اختیار نہ کرنا پڑے تو وہ صرف اس صورت میں جائز ہے جب اُس کا مقصد

مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَ جِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ

جنات سلیمان کے لئے جو وہ چاہتے تھے بنادیا کرتے تھے: اُونچی اُونچی عمارتیں، تصویریں،(۸) حوض جیسے بڑے بڑے لگن اور زمین میں جمی ہوئی

رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَ قَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ ﴿١٣﴾

دیگیں!: ''اے داوٗد کے خاندان والو! تم ایسے عمل کیا کرو جن سے شکر ظاہر ہو۔ اور میرے بندوں میں کم لوگ ہیں جو شکر گذار ہوں۔'' (۱۳)

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ

پھر جب ہم نے سلیمان کی موت کا فیصلہ کیا تو ان جنات کو اُن کی موت کا پتہ کسی اور نے نہیں، بلکہ زمین کے کیڑے نے دیا

مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا

جو اُن کے عصا کو کھارہا تھا۔(۹) چنانچہ جب وہ گر پڑے تو جنات کو معلوم ہوا کہ اگر وہ غیب کا علم جانتے ہوتے تو

فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿١٤﴾ؕ لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ

اس ذلت والی تکلیف میں مبتلا نہ رہتے۔ (۱۴) حقیقت یہ ہے کہ قومِ سبا کے لئے خود اُس جگہ ایک نشانی موجود تھی جہاں وہ رہا کرتے تھے،(۱۰) دائیں

شریر جنات کی تکلیف سے بچنا ہو، ورنہ کسی آزاد اور بے ضرر جن کو غلام بنانا جائز نہیں ہے۔

(۸) ظاہر یہ ہے کہ یہ تصویریں بے جان چیزوں کی ہوتی تھیں، جیسے درختوں اور عمارتوں وغیرہ کی، اس لئے کہ تورات سے معلوم ہوتا ہے کہ جانداروں کی تصویریں بنانا حضرت سلیمان علیہ السلام کی شریعت میں بھی ناجائز تھا۔

(۹) حضرت سلیمان علیہ السلام نے بیت المقدس کی تعمیر پر جنات کو مقرر کیا ہوا تھا۔ یہ جنات طبعی طور پر سرکش تھے، اور صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کی نگرانی میں کام کرتے تھے، اور اندیشہ تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات کے بعد وہ کام کرنا چھوڑ دیں گے۔ اس لئے جب اُن کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ جنات کی نگاہوں کے سامنے ایک عصا کے سہارے اپنی عبادت گاہ میں کھڑے ہوگئے جو شفاف شیشے کی بنی ہوئی تھی، تاکہ جنات اُنہیں دیکھتے رہیں۔ اسی حالت میں اُن کی وفات ہوگئی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اُن کے جسم کو عصا کے سہارے کھڑا رکھا، اور جنات یہ سمجھتے رہے کہ وہ زندہ ہیں، یہاں تک کہ اُنہوں نے تعمیر کا کام مکمل کرلیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُس عصا پر دیمک مسلط فرمادی جس نے عصا کو کھانا شروع کیا، عصا کمزور پڑگیا، اور حضرت سلیمان علیہ السلام کا جسم گر پڑا۔ اُس وقت جنات کو احساس ہوا کہ وہ اپنے آپ کو جو عالم الغیب سمجھتے تھے، وہ کتنی غلط بات تھی، اگر اُنہیں غیب کا پتہ ہوتا تو وہ اتنے دن تک غلط فہمی میں مبتلا رہ کر تعمیر کے کام کی تکلیف نہ اُٹھاتے۔

(۱۰) قومِ سبا یمن میں آباد تھی، اور کسی زمانے میں وہ اپنے تہذیب وتمدن میں ممتاز حیثیت رکھتی تھی۔ جیسا کہ قرآنِ کریم نے بتایا ہے، اُن کی زمینیں بڑی زرخیز تھیں، ان کی سڑکوں کے دونوں طرف پھل دار باغات کے سلسلے دُور تک چلے گئے تھے۔ خوشحالی بھی میسر تھی، اور سیاسی استحکام بھی، لیکن رفتہ رفتہ یہ لوگ اپنی عیاشیوں میں ایسے مگن ہوئے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے اَحکام کو بھول بیٹھے اور شرک کو اپنا مذہب بنالیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس کئی پیغمبر بھیجے، حافظ ابنِ کثیرؒ کے بیان کے مطابق ان کے پاس یکے بعد دیگرے تیرہ پیغمبر بھیجے گئے جنہوں نے اس قوم کو ہر طرح سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کی کوشش کی، مگر یہ نہ مانے۔

يَمِينٍ وَّ شِمَالٍ ۬ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّ
اور بائیں دونوں طرف باغوں کے دو سلسلے تھے!: "اپنے پروردگار کا دیا ہوا رزق کھاؤ، اور اُس کا شکر بجالاؤ۔ ایک تو شہر بہترین، دُوسرے
رَبٌّ غَفُورٌ ﴿١٥﴾ فَاَعْرَضُوا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنٰهُمْ
پروردگار بخشنے والا!" (١٥) پھر بھی اُنہوں نے (ہدایت سے) منہ موڑلیا، اس لئے ہم نے اُن پر بند والا سیلاب چھوڑ دیا، اور اُن کے دونوں طرف
بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَيْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِيْلٍ ﴿١٦﴾
کے باغوں کو ایسے دو باغوں میں تبدیل کر دیا جو بدمزہ پھلوں، جھاؤ کے درختوں اور تھوڑی سی بیریوں پر مشتمل تھے۔ (١٦) یہ سزا ہم نے اُن کو اس
ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوا ۭ وَهَلْ نُجٰزِيْٓ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿١٧﴾ وَجَعَلْنَا
لئے دی کہ اُنہوں نے ناشکری کی رَوِش اختیار کی تھی، اور ایسی سزا ہم کسی اور کو نہیں، بڑے بڑے ناشکروں ہی کو دیا کرتے ہیں۔ (١٧) اور ہم نے
بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا
اُن کے اور اُن بستیوں کے درمیان جن پر ہم نے برکتیں نازل کی ہیں[11]، ایسی بستیاں بسا رکھی تھیں جو دُور سے نظر آتی تھیں، اور اُن میں سفر کو نپے
فِيْهَا السَّيْرَ ۭ سِيْرُوْا فِيْهَا لَيَالِيَ وَاَيَّامًا اٰمِنِيْنَ ﴿١٨﴾ فَقَالُوْا
تلے مرحلوں میں بانٹ دیا تھا[12] (اور کہا تھا کہ) "ان (بستیوں) کے درمیان راتیں ہوں یا دِن، امن وامان کے ساتھ سفر کرو" (١٨) اس پر وہ کہنے
رَبَّنَا بٰعِدْ بَيْنَ اَسْفَارِنَا وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ
لگے کہ: "ہمارے پروردگار! ہمارے سفر کی منزلوں کے درمیان دُور دُور کے فاصلے پیدا کر دے" اور یوں اُنہوں نے اپنی جانوں پر ستم ڈھایا، جس کے

آخر کار ان پر جو عذاب آیا وہ یہ تھا کہ مآرب کے مقام پر ایک بند تھا جس کے پانی سے ان کی زمینیں سیراب ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہ بند توڑ دیا، اور اس طرح پوری بستی کو سیلاب نے گھیر لیا، اور سارے باغات تباہ ہو گئے۔

(١١) اس سے مراد شام اور فلسطین کے علاقے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان علاقوں کو ظاہری حسن اور شادابی سے بھی نوازا ہے، اور انبیائے کرام کی سرزمین ہونے کا بھی شرف عطا فرمایا ہے۔

(١٢) یہ اللہ تعالیٰ کے ایک اور اِنعام کا ذِکر ہے جو سبأ کی قوم پر فرمایا گیا تھا۔ یہ لوگ تجارتی مقاصد کے لئے یمن سے شام کا سفر کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی سہولت کے لئے یہ انتظام فرمایا تھا کہ یمن سے لے کر شام تک کے پورے علاقے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بستیاں بسائی تھیں جو سفر کے دوران تھوڑے تھوڑے وقفے سے نظر آتی رہتی تھیں۔ اس کا ایک فائدہ تو یہ تھا کہ سفر کو آسان مرحلوں میں تقسیم کیا جا سکتا تھا، اور مسافر جہاں چاہے، کھانے پینے اور سونے کے لئے ٹھہر سکتا تھا۔ اور دُوسرا فائدہ یہ تھا کہ اس طرح بستیوں کے تسلسل کی وجہ سے نہ چوری ڈاکے کا خطرہ تھا، نہ راستہ بھٹک جانے کا، نہ کھانے پینے کے سامان کے ختم ہو جانے کا۔ لیکن بجائے اس کے کہ یہ لوگ اس نعمت کی قدر پہچان کر اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرتے، انہوں نے اُلٹا اللہ تعالیٰ سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ بستیوں کے اس تسلسل کی وجہ سے ہمیں سفر کی مہم جوئی کا مزہ ہی نہیں آتا، اس لئے یہ بستیاں ختم کر کے منزلوں کا فاصلہ بڑھا دیجئے، تاکہ صحراؤں اور جنگلوں میں سفر کرنے کا لطف آئے۔

وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ (۱۹)

نتیجے میں ہم نے اُنہیں افسانہ ہی افسانہ بنادیا، اور اُنہیں ٹکڑے ٹکڑے کرکے بالکل تتر بتر کردیا۔(۱۳) یقیناً اس واقعے میں ہر اُس شخص کے لئے بڑی

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ

نشانیاں ہیں جو صبر و شکر کا خوگر ہو۔ (۱۹) اور واقعی ان لوگوں کے بارے میں اِبلیس نے اپنا خیال دُرست پایا،(۱۴) چنانچہ یہ اُسی کے پیچھے چل پڑے،

الْمُؤْمِنِيْنَ (۲۰) وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ

سوائے اُس گروہ کے جو مؤمن تھا۔ (۲۰) اور اِبلیس کو ان پر کوئی تسلط نہیں تھا، البتہ (ہم نے اُس کو بہکانے کی صلاحیت اس لئے دی تھی کہ) ہم یہ

يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ وَرَبُّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

دیکھنا چاہتے تھے کہ کون ہے جو آخرت پر ایمان لاتا ہے، اور کون ہے جو اس کے بارے میں شک میں پڑا ہوا ہے۔(۱۵) اور تمہارا پروردگار ہر چیز پر

حَفِيْظٌ (۲۱) ع قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ ع ۱۲/۸

نگراں ہے۔ (۲۱) (اے پیغمبر! ان کافروں سے) کہو کہ: ''پکارو اُن کو جنہیں تم نے اللہ کے سوا خدا سمجھا ہوا ہے۔

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ

وہ آسمانوں اور زمین میں ذرّہ برابر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، نہ اُن کو آسمان و زمین کے معاملات میں (اللہ کے ساتھ) کوئی

شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ (۲۲) وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا

شرکت حاصل ہے، اور نہ اُن میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔'' (۲۲) اور اللہ کے سامنے کوئی سفارش کارآمد نہیں ہے، سوائے اُس شخص کے جس

لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓي اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ

کے لئے خود اُس نے (سفارش کی) اجازت دے دی ہو، یہاں تک کہ جب اُن کے دِلوں سے گھبراہٹ دُور کردی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ:

رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ (۲۳) قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ

''تمہارے ربّ نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ: ''حق بات ارشاد فرمائی، اور وہی ہے جو بڑا عالیشان ہے۔''(۱۶) (۲۳) کہو کہ: ''کون ہے جو

---

(۱۳) سبأ کی قوم جو اس عذاب سے پہلے ایک جگہ آباد تھی، عذاب کے بعد وہ مختلف علاقوں میں تتر بتر ہوگئی۔

(۱۴) یعنی اِبلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت جو خیال ظاہر کیا تھا کہ میں آدم علیہ السلام کی اولاد کو بہکاؤں گا، ان سرکش لوگوں کے حق میں وہ واقعی دُرست نکلا کہ انہوں نے اُس کی بات مان لی۔

(۱۵) یعنی شیطان کو ہم نے کوئی ایسی طاقت نہیں دی تھی کہ وہ انسانوں پر زبردستی مسلط ہوکر اُن کو نافرمانی پر مجبور کردے، البتہ اُسے صرف بہکانے کی صلاحیت دی تھی جس سے دِل میں گناہ کی خواہش ضرور پیدا ہوجاتی ہے، مگر کوئی شخص گناہ اور نافرمانی پر مجبور نہیں ہوتا، اور اگر کوئی شخص عقل اور شریعت کے مطالبے پر ڈٹ جائے تو شیطان کچھ بھی نہیں کرسکتا، اور یہ صلاحیت بھی اُس کو اس لئے دی گئی ہے کہ اس کے ذریعے انسانوں کی آزمائش بھی مقصود تھی، کہ کون ہے جو آخرت کی زندگی کو پیشِ نظر رکھ کر شیطان کی بات رَدّ کردیتا ہے، اور کون اُسے مان لیتا ہے۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ

تمہیں آسمانوں سے اور زمین سے رزق دیتا ہے؟" کہو: "وہ اللہ ہے! اور ہم ہوں یا تم، یا تو ہدایت پر ہیں، یا کھلی

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٢٤ قُلْ لَّا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا

گمراہی میں مبتلا ہیں۔" (۲۴) کہو کہ: "ہم نے جو جرم کیا ہو، اُس کے بارے میں تم سے نہیں پوچھا جائے گا، اور تم جو عمل کرتے ہو، اُس کے

تَعْمَلُوْنَ ۝٢٥ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ

بارے میں ہم سے سوال نہیں ہوگا۔" (۲۵) کہو کہ: "ہمارا پروردگار ہم سب کو جمع کرے گا، پھر ہمارے درمیان برحق فیصلہ کرے گا، اور وہی ہے جو

الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ۝٢٦ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ

خوب فیصلے کرنے والا، مکمل علم کا مالک ہے۔" (۲۶) کہو کہ: "ذرا مجھے دِکھاؤ وہ کون ہیں جنہیں تم نے شریک بنا کر اللہ سے جوڑ رکھا ہے۔ ہرگز نہیں!

اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٢٧ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا

(اُس کا کوئی شریک نہیں ہے) بلکہ وہ اللہ ہے جس کا اِقتدار بھی کامل ہے، جس کی حکمت بھی کامل۔" (۲۷) اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں سارے ہی

وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٢٨ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

انسانوں کے لئے ایسا رسول بنا کر بھیجا ہے جو خوشخبری بھی سنائے، اور خبردار بھی کرے، لیکن اکثر لوگ سمجھ نہیں رہے ہیں۔ (۲۸) اور (تم سے)

---

(۱۶) آیت نمبر ۲۲ و ۲۳ میں مشرکین کے مختلف عقیدوں کی تردید کی گئی ہے۔ ان میں سے بعض مشرکین تو وہ تھے کہ وہ اپنے تراشے ہوئے بتوں ہی کو اَپنا خدا مانتے تھے، اور انہی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ براہِ راست ہماری حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ اُن کی تردید کے لئے تو آیت ۲۲ میں فرمایا گیا ہے کہ: "وہ آسمانوں اور زمین میں ذرّہ برابر کسی چیز کے مالک نہیں ہیں، نہ اُن کو آسمان و زمین کے معاملات میں (اللہ کے ساتھ) کوئی شرکت حاصل ہے۔" اور بعض مشرکین کا عقیدہ یہ تھا کہ یہ بت اللہ تعالیٰ کے کاموں میں اُس کے مددگار ہیں۔ اُن کی تردید کے لئے اسی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ: "اور نہ اُن میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔" اور بعض مشرکین اُن کو خدائی میں اللہ تعالیٰ کا شریک یا مددگار تو نہیں مانتے تھے، لیکن یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری سفارش کریں گے۔ اُن کی تردید کے لئے آیت ۲۳ میں فرمایا گیا ہے کہ: "اور اللہ کے سامنے کوئی سفارش کارآمد نہیں ہے، سوائے اُس شخص کے جس کے لئے خود اُس نے (سفارش کی) اجازت دے دی ہو۔" جس کا مطلب یہ ہے کہ تم ان بتوں کے بارے میں یہ سمجھتے ہو کہ ان کو اللہ تعالیٰ کے یہاں تقرب اور مقبولیت حاصل ہے جس کی وجہ سے ان کو سفارش کرنے کا اختیار حاصل ہے، حالانکہ ان کو نہ اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی تقرب حاصل ہے، اور نہ ان میں خود سے سفارش کرنے کی صلاحیت ہے، کیونکہ جن کو واقعی اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہے، یعنی فرشتے، وہ بھی اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کر سکتے۔ پھر آگے یہ فرمایا گیا ہے کہ ان فرشتوں کا حال تو یہ ہے کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے رُعب سے سہمے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب اُنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم ملتا ہے، یا سفارش کی اجازت ملتی ہے تو وہ رُعب کے مارے گھبراہٹ میں مدہوش جیسے ہو جاتے ہیں، پھر جب اُن کی گھبراہٹ دُور ہوتی ہے تو وہ ایک دُوسرے سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا؟ اس کے بعد اُس پر عمل کرتے ہیں۔ جب ان مقرّب فرشتوں کا یہ حال ہے تو یہ تراشے ہوئے بت جنہیں کسی قسم کا تقرّب حاصل

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً

کہتے ہیں کہ: ''اگر تم سچے ہو تو یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟'' ﴿۲۹﴾ کہہ دو کہ: ''تمہارے لئے ایک ایسے دن کی میعاد مقرر ہے جس سے تم

وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا النصف ع

گھڑی برابر نہ پیچھے ہٹ سکتے ہو، نہ آگے جاسکتے ہو۔'' ﴿۳۰﴾ اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ: ''ہم نہ تو اس قرآن پر کبھی ایمان

بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ

لائیں گے، اور نہ اُن (آسمانی کتابوں) پر جو اس سے پہلے ہوئی ہیں۔'' اور اگر تم اُس وقت کا منظر دیکھو جب یہ ظالم لوگ اپنے پروردگار کے

يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ

سامنے کھڑے کئے جائیں گے، تو یہ ایک دوسرے پر بات ڈال رہے ہوں گے۔ جن لوگوں کو (دُنیا میں) کمزور سمجھا گیا تھا وہ اُن سے کہیں گے جو

اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

بڑے بنے ہوئے تھے کہ: ''اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور مؤمن بن جاتے۔'' ﴿۳۱﴾ جو بڑے بنے ہوئے تھے، اُن سے کہیں گے جنہیں کمزور سمجھا گیا

لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ

تھا کہ: ''کیا ہم نے تمہیں ہدایت سے روکا تھا جبکہ وہ تمہارے پاس آچکی تھی؟ اصل بات یہ ہے کہ

بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا

تم خود مجرم تھے۔'' ﴿۳۲﴾ اور جنہیں کمزور سمجھا گیا تھا وہ اُن سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے تھے کہ: ''نہیں، یہ تمہاری رات دن کی

بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ

مکاری ہی تو تھی (جس نے ہمیں روکا تھا) جب تم ہمیں تاکید کرتے تھے کہ ہم اللہ سے کفر کا معاملہ کریں، اور اُس کے ساتھ (دُوسروں کو) شریک

اَنْدَادًا ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ؕ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ

مانیں۔'' اور یہ سب جب عذاب کو دیکھ لیں گے تو اپنا پچھتاوا چھپا رہے ہوں گے۔(۱۷) اور جن جن لوگوں نے کفر اختیار کیا تھا، ہم اُن سب کے گلوں

اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَآ

میں طوق ڈال دیں گے۔ اُن کو کسی اور بات کا نہیں، اُنہی اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔ ﴿۳۳﴾ اور جس کسی بستی

اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ

میں ہم نے کوئی خبردار کرنے والا پیغمبر بھیجا، اُس کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ: ''جس پیغام کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے، ہم اُس کو ماننے

نہیں ہے، وہ کیسے اللہ تعالیٰ سے کسی کی سفارش کرسکتے ہیں؟

(۱۷) یعنی ظاہر میں تو ایک دُوسرے کو اِلزام دے رہے ہوں گے، لیکن دِل میں سمجھتے ہوں گے کہ دراصل جرم میں ہم سب شریک ہیں، اس لئے دِل ہی دِل میں پچھتا رہے ہوں گے۔

كٰفِرُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَ قَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا ۙ وَّ مَا نَحْنُ

سے انکار کرتے ہیں۔" (۳۴) اور کہا کہ: "ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں، اور ہمیں عذاب ہونے

بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۳۵﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَ لٰكِنَّ

والا نہیں ہے۔" (۳۵) کہہ دو کہ: "میرا پروردگار جس کے لئے چاہتا ہے، رزق کی فراوانی کر دیتا ہے، اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ

ہے، لیکن اکثر لوگ اس بات کو سمجھتے نہیں ہیں[۱۸]۔" (۳۶) اور نہ تمہارے مال تمہیں ہمارے حضور کوئی قرب عطا کرتے ہیں، اور نہ تمہاری اولاد۔

تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۫ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ

ہاں مگر جو ایمان لائے، اور نیک عمل کرے، تو ایسے لوگوں کو اُن کے عمل کا دوہرا ثواب ملے گا،

الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيْنَ يَسْعَوْنَ فِيْٓ

اور وہ (جنت کے) بالاخانوں میں چین کریں گے۔ (۳۷) اور جو لوگ ہماری آیتوں کے بارے میں یہ کوشش کرتے ہیں

اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ اُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ

کہ ان کو ناکام بنائیں، اُن کو عذاب میں دھر لیا جائے گا۔ (۳۸) کہہ دو کہ: "میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے

الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ

رزق کی فراوانی کر دیتا ہے، اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگی کر دیتا ہے۔ اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو، وہ اُس کی جگہ اور چیز

فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ

دے دیتا ہے، اور وہی سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔ (۳۹) اور وہ دن نہ بھولو جب اللہ ان سب کو جمع کرے گا،

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ

پھر فرشتوں سے کہے گا کہ: "کیا یہ لوگ واقعی تمہاری عبادت کیا کرتے تھے؟" (۴۰) وہ کہیں گے کہ: "ہم تو آپ کی ذات کی

وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ

پاکی بیان کرتے ہیں، ہمارا تعلق آپ سے ہے، ان لوگوں سے نہیں۔ دراصل یہ تو جنات کی عبادت کیا کرتے تھے[۱۹]۔ ان میں سے اکثر لوگ

---

(۱۸) اصل بات نہ سمجھنے کی وجہ سے اُنہیں یہ خیال ہوگیا ہے کہ جب دُنیا میں اُنہیں مال و دولت میسر ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے ہیں، حالانکہ دُنیا میں رزق دینے کا معیار اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ نہیں ہے کہ جو جتنا مقرب ہو، اُسے اُتنا ہی زیادہ رزق دیا جائے، بلکہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور حکمت کے تحت یہاں جس کو چاہتا ہے، رزق زیادہ دیتا ہے، اُس کا اللہ تعالیٰ کے تقرب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(۱۹) یہاں جنات سے مراد شیاطین ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ شیاطین سے بہت سے کام نکالا کرتے تھے، اور ان کے کہنے پر عمل کرتے تھے، اُنہوں نے ہی ان کو شرک کا عقیدہ سجھایا تھا، اس لئے حقیقت میں یہ شیاطین کی عبادت کرتے تھے۔

مُؤْمِنُوْنَ ﴿٤١﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ وَنَقُوْلُ
اُنہی کے معتقد تھے۔" ﴿۴۱﴾ لہٰذا آج تم میں سے کوئی نہ کسی کو کوئی فائدہ پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے، نہ نقصان پہنچانے کا۔ اور جن لوگوں نے ظلم کی
لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِذَا
روش اختیار کی تھی، اُن سے ہم کہیں گے کہ: "اُس آگ کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔" ﴿۴۲﴾ اور جب
تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ
ہماری آیتیں جو مکمل وضاحت کی حامل ہیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو یہ (ہمارے پیغمبر کے بارے میں) کہتے ہیں کہ: "کچھ نہیں، یہ شخص بس
يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ
یہ چاہتا ہے کہ تم لوگوں کو اُن معبودوں سے برگشتہ کردے جنہیں تمہارے باپ دادے پوجتے آئے ہیں۔" اور کہتے ہیں کہ: "یہ (قرآن) کچھ
مُّفْتَرًى ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ
بھی نہیں، ایک من گھڑت جھوٹ ہے۔" اور جب ان کافروں کے پاس حق کا پیغام آیا تو انہوں نے اُس کے بارے میں یہ کہا کہ: "یہ تو ایک کھلے
اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٤٣﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ
جادو کے سوا کچھ نہیں ہے۔" ﴿۴۳﴾ حالانکہ ہم نے انہیں پہلے نہ ایسی کتابیں دی تھیں جو یہ پڑھتے پڑھاتے ہوں، اور نہ (اے پیغمبر!) تم سے پہلے ہم
اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ﴿٤٤﴾ ؕ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ
نے ان کے پاس کوئی خبردار کرنے والا (نبی) بھیجا تھا۔[۲۰] ﴿۴۴﴾ اور ان سے پہلے لوگوں نے بھی (پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا، اور یہ (عرب کے مشرکین) تو
قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۫ فَكَيْفَ
اُس ساز و سامان کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے ہیں جو ہم نے اُن (پہلے لوگوں) کو دے رکھا تھا، پھر بھی اُنہوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا، تو (دیکھ لو
كَانَ نَكِيْرِ ﴿٤٥﴾ ع قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى ع
کہ) میری دی ہوئی سزا کیسی (سخت) تھی! ﴿۴۵﴾ (اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ: "میں تمہیں صرف ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں، اور وہ یہ کہ تم چاہے دو
وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۫ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا
دو مل کر اور چاہے اکیلے اکیلے اللہ کی خاطر اُٹھ کھڑے ہو،[۲۱] پھر (انصاف سے) سوچو (تو فوراً سمجھ میں آجائے گا کہ) تمہارے اس ساتھی (یعنی محمد صلی

(۲۰) یعنی یہ لوگ اس قرآن کو (معاذ اللہ) من گھڑت کہہ رہے ہیں، حالانکہ من گھڑت تو خود ان کا مذہب ہے، کیونکہ ان کے پاس اس سے پہلے نہ کوئی آسمانی کتاب آئی ہے، نہ کوئی پیغمبر، لہٰذا انہوں نے جو کوئی مذہب بنایا ہے، وہ اپنے دل سے گھڑ کر بنایا ہے۔ نیز ان کو پہلی مرتبہ کتاب اور پیغمبر سے نوازا گیا ہے تو اس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اس نعمت کی قدر کرتے، لیکن یہ اُلٹے اُس کے مخالف بن گئے ہیں۔

(۲۱) اُٹھ کھڑا ہونا اہتمام اور سنجیدگی سے کنایہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ابھی تک تم لوگوں نے سنجیدگی سے غور ہی نہیں کیا، اس لئے یہ بے بنیاد الزام لگا رہے ہو کہ (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنون میں مبتلا ہیں۔ سنجیدگی سے سوچنے کا تقاضا یہ ہے کہ

نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ أَجْرٍ

اللہ علیہ وسلم) میں جنون کی کوئی بات بھی تو نہیں ہے۔ وہ تو ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے تمہیں خبردار کر رہے ہیں۔" ﴿۴۶﴾ کہو: "میں نے اگر

فَهُوَ لَكُمْ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۴۷﴾

اس بات پر تم سے کوئی اُجرت مانگی ہو تو وہ تمہاری ہے۔ میرا اَجر تو اللہ کے سوا کسی کے ذمے نہیں ہے، اور وہ ہر چیز کا مشاہدہ کرنے والا ہے۔ ﴿۴۷﴾ کہہ دو

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿۴۸﴾ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ

کہ: "میرا پروردگار حق کو اُوپر سے بھیج رہا ہے،(۲۲) وہ غیب کی ساری باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔" ﴿۴۸﴾ کہہ دو کہ: "حق آچکا ہے، اور باطل میں نہ

وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ

کچھ شروع کرنے کا دَم ہے، نہ دوبارہ کرنے کا۔" ﴿۴۹﴾ کہہ دو کہ: "اگر میں راستے سے بھٹکا ہوں تو میرے بھٹکنے کا نقصان مجھی کو ہوگا، اور اگر میں

عَلَىٰ نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ

نے سیدھا راستہ پالیا ہے تو یہ اُس وحی کی بدولت ہے جو میرا رَبّ مجھ پر نازل کر رہا ہے۔ وہ یقیناً سب کچھ سننے والا، ہر ایک سے

قَرِيبٌ ﴿۵۰﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِنْ مَكَانٍ

قریب ہے۔" ﴿۵۰﴾ (اے پیغمبر! تمہیں ان کی حالت عجیب نظر آئے گی) اگر تم وہ منظر دیکھو جب یہ گھبرائے پھرتے ہوں گے، اور بھاگ نکلنے کا کوئی

قَرِيبٍ ﴿۵۱﴾ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ ۚ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِنْ مَكَانٍ

راستہ نہیں ہوگا، اور اُنہیں قریب ہی سے پکڑ لیا جائے گا۔ ﴿۵۱﴾ اور (اُس وقت) یہ کہیں گے کہ: "ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں"، حالانکہ اتنی دُور

بَعِيدٍ ﴿۵۲﴾ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِنْ قَبْلُ ۖ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ

جگہ سے اُن کو کوئی چیز کیسے ہاتھ آسکتی ہے؟(۲۳) ﴿۵۲﴾ جبکہ انہوں نے پہلے اس کا انکار کیا تھا، اور دُور دُور سے اٹکل پچو تیر پھینکا کرتے

مَكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۵۳﴾ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ

تھے۔ ﴿۵۳﴾ اور اُس وقت یہ جس (ایمان) کی آرزو کریں گے، اُس کے اور ان کے درمیان ایک آڑ کردی جائے گی، جیسا کہ ان جیسے جو لوگ ان سے پہلے

اوّل تو اس مسئلے کی اہمیت محسوس کرو، دوسرے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی نیت سے سوچو، اور کبھی اکیلے سوچنے سے فائدہ ہوتا ہے، کبھی اجتماعی طور پر سوچنے سے، اس لئے دونوں صورتیں ذکر فرمائی گئی ہیں۔

(۲۲) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ حق باتیں وحی کے ذریعے اُوپر سے آرہی ہیں، اور دُوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُوپر سے حق کو بھیج کر اُسے باطل پر غالب فرما رہا ہے، لہٰذا چاہے تم کتنی مخالفت کرو، باطل رفتہ رفتہ ختم ہوجائے گا، اور حق غالب آکر رہے گا۔

(۲۳) یعنی ایمان لانے کی اصل جگہ دُنیا تھی جو اَب دُور جاچکی، اب یہاں اتنی دُور پہنچنے کے بعد وہ ایمان تمہارے ہاتھ نہیں آسکتا جو دُنیا ہی میں مطلوب تھا، کیونکہ دیکھنا تو یہی تھا کہ دُنیا کی رنگینیوں میں گم ہوکر تم اللہ تعالیٰ کو یاد رکھتے ہو، یا بھول جاتے ہو؟ اب جبکہ آخرت کا سارا منظر آنکھوں کے سامنے آگیا تو اَب ایمان لانا کونسے کمال کی بات ہے جس کی بنا پر تمہیں معاف کیا جائے۔

ع بِاَشْيَاعِهِمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ ﴿۵۴﴾

ہوئے ہیں، اُن کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ایسے شک میں پڑے ہوئے تھے جس نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ ﴿۵۴﴾

الحمدللہ! آج بتاریخ ۲۱رشعبان المعظم ۱۴۲۸ھ مطابق ۴رستمبر ۲۰۰۷ء بروز پیر لندن میں مغرب سے ذرا پہلے سورۂ سبأ کے ترجمے اور حواشی کی تکمیل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس ناچیز خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اس کو بندے کی مغفرت کا ذریعہ بنادیں، اور باقی سورتوں کے ترجمے اور تشریح کی اپنی رضا کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ فَاطِر

تعارف

اس سورت میں بنیادی طور پر مشرکین کو توحید اور آخرت پر اِیمان لانے کی دعوت دی گئی ہے، اور فرمایا گیا ہے کہ اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کی جو نشانیاں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں، اُن پر سنجیدگی سے غور کرنے سے اوّل تو یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ جس قادرِ مطلق نے یہ کائنات پیدا فرمائی ہے، اُسے اپنی خدائی کا نظام چلانے میں کسی شریک یا مددگار کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اور دوسرے یہ کہ وہ یہ کائنات کسی مقصد کے بغیر فضول پیدا نہیں کرسکتا، یقیناً اس کا کوئی مقصد ہے، اور وہ یہ کہ جو لوگ یہاں اُس کے اَحکام کے مطابق نیک زندگی گذاریں، اُنہیں اِنعامات سے نوازا جائے، اور جو نافرمانی کریں، اُن کو سزا دی جائے، جس کے لئے آخرت کی زندگی ضروری ہے۔ تیسرے یہ کہ جو ذات کائنات کے اس عظیم الشان کارخانے کو عدم سے وجود میں لے کر آئی ہے، اُس کے لئے اس کو ختم کرکے نئے سرے سے آخرت کا عالم پیدا کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہے جسے ناممکن سمجھ کر اُس کا اِنکار کیا جائے۔ اور جب یہ حقیقتیں مان لی جائیں تو اُس سے خود بخود یہ بات ثابت ہوسکتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اس دُنیا میں انسان اُس کی مرضی کے مطابق زندگی گذارے تو ظاہر ہے کہ اپنی مرضی لوگوں کو بتانے کے لئے اُس نے رہنمائی کا کوئی سلسلہ ضرور جاری فرمایا ہوگا، اسی سلسلے کا نام رسالت، نبوت یا پیغمبری ہے، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی سلسلے کے آخری نمائندے ہیں۔ اس سورت میں آپ کو یہ تسلی بھی دی گئی ہے کہ اگر کافر لوگ آپ کی بات نہیں مان رہے ہیں تو اس میں آپ پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، بلکہ آپ کا فریضہ صرف اتنا ہے کہ لوگوں تک حق کا پیغام واضح طریقے سے پہنچادیں۔ آگے ماننا نہ ماننا اُن کا کام ہے، اور وہی اس کے لئے جواب دہ ہیں۔

سورت کا نام ''فاطر'' بالکل پہلی آیت سے لیا گیا ہے، جس کے معنیٰ ہیں پیدا کرنے والا۔ اسی سورت کا دُوسرا نام سورۂ ملائکہ بھی ہے، کیونکہ اس کی پہلی آیت میں فرشتوں کا بھی ذکر آیا ہے۔

آیاتھا ۴۵ ۳۵ سُوْرَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ ۴۳ رکوعاتھا ۵

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں پینتالیس آیتیں اور پانچ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ

تمام تر تعریف اللہ کی ہے جو آسانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، جس نے اُن فرشتوں کو پیغام لے جانے کے لئے مقرر کیا ہے،

اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ؕ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

جو دو دو، تین تین اور چار چار پروں والے ہیں۔ وہ پیدائش میں جتنا چاہتا ہے اضافہ کردیتا ہے۔(۱) بیشک اللہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا

چیز کی قدرت رکھنے والا ہے۔ (۱) جس رحمت کو اللہ لوگوں کے لئے کھول دے، کوئی نہیں ہے جو اُسے روک سکے، اور جسے وہ روک لے، تو کوئی

يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ يٰٓاَيُّهَا

نہیں ہے جو اس کے بعد اُسے چھڑا سکے۔ اور وہی ہے جو اِقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (۲) اے لوگو!

النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ

یاد کرو ان نعمتوں کو جو اللہ نے تم پر نازل کی ہیں۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں

مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ۖ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۞ وَ اِنْ

آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پھر آخر تم کہاں اوندھے چلے جارہے ہو؟ (۳) اور (اے پیغمبر!)

يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ

اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلا رہے ہیں، تو تم سے پہلے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا گیا ہے۔ اور تمام معاملات آخرکار اللہ ہی کی طرف لوٹائے

الْاُمُوْرُ ۞ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ

جائیں گے۔ (۴) اے لوگو! یقین جانو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، لہٰذا تمہیں یہ دُنیوی زندگی ہرگز دھوکے میں نہ ڈالے،

الدُّنْيَا ٚ وقفة وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۞ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ

اور نہ اللہ کے معاملے میں تمہیں وہ (شیطان) دھوکے میں ڈالنے پائے جو بڑا دھوکے باز ہے۔ (۵) یقین جانو کہ شیطان تمہارا دُشمن ہے، اس

(۱) پچھلے جملے کی مناسبت سے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن فرشتوں کے پروں کی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتا ہے، اضافہ کردیتا ہے، چنانچہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے چھ سو پروں کی تعداد حدیث میں آئی ہے۔ لیکن الفاظ عام ہیں، اور ہر تخلیق کو شامل ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ جس کی تخلیق میں چاہتا ہے، کسی خاص وصف کا اضافہ فرمادیتا ہے۔

فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝٦

لئے اُس کو دُشمن ہی سمجھتے رہو۔ وہ تو اپنے ماننے والوں کو جو دعوت دیتا ہے، وہ اس لئے دیتا ہے تا کہ وہ دوزخ کے باسی بن جائیں۔ (۶)

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، ان کے لئے شدید عذاب ہے، اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور اُنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان کے لئے مغفرت

الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝٧ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ

ہے، اور بڑا اَجر! (۷) بھلا بتاؤ کہ جس شخص کی نظروں میں اس کی بدعملی ہی خوشنما بنا کر پیش کی گئی ہو، جس کی بنا پر وہ اس بدعملی کو اچھا سمجھتا ہو، (وہ نیک آدمی

فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا

کے برابر کیسے ہوسکتا ہے؟) کیونکہ اللہ جس کو چاہتا ہے، راستے سے بھٹکا دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے ٹھیک راستے پر پہنچا دیتا ہے۔ [۲] لہٰذا (اے پیغمبر) ایسا

تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝٨

نہ ہو کہ ان (کافروں) پر افسوس کے مارے تمہاری جان ہی جاتی رہے۔ یقین رکھو کہ جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔ (۸) اور اللہ ہی

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ

ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے، پھر وہ بادلوں کو اُٹھاتی ہیں، پھر ہم اُنہیں ہنکا کر ایک ایسے شہر کی طرف لے جاتے ہیں جو (قحط سے) مردہ ہو چکا ہوتا ہے،

فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝٩ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ

پھر ہم اُس (بارش) کے ذریعے مردہ زمین کو نئی زندگی عطا کرتے ہیں۔ بس اسی طرح انسانوں کی دوسری زندگی ہوگی۔ (۹) جو شخص عزت حاصل

الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ

کرنا چاہتا ہو، تو تمام تر عزت اللہ کے قبضے میں ہے۔ پاکیزہ کلمہ اُسی کی طرف چڑھتا ہے، اور نیک عمل اُس کو

يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَمَكْرُ

اُوپر اُٹھاتا ہے۔ [۳] اور جو لوگ بُری بُری مکاریاں کر رہے ہیں، ان کو سخت عذاب ہوگا، اور اُن کی مکاری ہی ہے

اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝١٠ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ

جو ملیا میٹ ہو جائے گی۔ (۱۰) اور اللہ نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر تمہیں جوڑے جوڑے بنا دیا۔ اور کسی مادہ کو جو کوئی حمل ہوتا

---

(۲) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، زبردستی گمراہ کر دیتا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی شخص ہٹ دھرمی سے خود گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اُس کو گمراہی میں ہی مبتلا رکھ کر اُس کے دِل پر مہر لگا دیتا ہے۔ دیکھئے سورۂ بقرہ (۲:۷)۔

(۳) پاکیزہ کلمے سے مراد وہ کلمہ ہے جس کے ذریعے انسان ایمان کا اقرار کرتا ہے، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کے دوسرے کلمات بھی داخل ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف اُن کے چڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول ہوتے ہیں۔ اور نیک عمل کے اُس کلمے کو اُوپر اُٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کلمے کی پوری مقبولیت نیک عمل کے ذریعے ہوتی ہے۔

اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ

ہے، اور جو کچھ وہ جنتی ہے، وہ سب اللہ کے علم سے ہوتا ہے۔ اور کسی عمر رسیدہ کو جتنی عمر دی جاتی ہے، اور اُس کی

مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝١١ وَ

عمر میں جو کوئی کمی ہوتی ہے، وہ سب ایک کتاب میں درج ہے۔(۴) حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔ (١١) اور

مَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ

دو دریا برابر نہیں ہوتے۔ ایک ایسا میٹھا ہے کہ اُس سے پیاس بجھتی ہے، جو پینے میں خوشگوار ہے، اور دوسرا کڑوا نمکین۔

اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ

اور ہر ایک سے تم (مچھلیوں کا) تازہ گوشت کھاتے ہو، اور وہ زیور نکالتے ہو جو تمہارے پہننے کے کام آتا ہے۔

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

اور تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ وہ اُس (دریا) میں پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں، تاکہ تم اللہ کا فضل تلاش کرو،(۵) اور تاکہ

تَشْكُرُوْنَ ۝١٢ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ

شکر گذار بنو۔ (١٢) وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے، اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے، اور اُس نے سورج اور چاند کو کام پر لگا دیا ہے۔ (ان

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ

میں سے) ہر ایک کسی مقررہ میعاد تک کے لئے رواں دواں ہے۔ یہ ہے اللہ جو تمہارا پروردگار ہے، ساری بادشاہی

الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝١٣ اِنْ

اُسی کی ہے۔ اور اُسے چھوڑ کر جن (جھوٹے خداؤں) کو تم پکارتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ (١٣) اگر تم

تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ؕ

اُن کو پکارو گے تو وہ تمہاری پکار سنیں گے ہی نہیں، اور اگر سن بھی لیں تو تمہیں کوئی جواب نہیں دے سکیں گے۔ اور قیامت کے دن وہ خود تمہارے

ع وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝١٤ يٰٓاَيُّهَا

شرک کی تردید کریں گے۔ اور جس ذات کو تمام باتوں کی مکمل خبر ہے، اُس کے برابر تمہیں کوئی اور صحیح بات نہیں بتائے گا۔ (١٤) اے لوگو!

النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝١٥ اِنْ يَّشَاْ

تم سب اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ بے نیاز ہے، ہر تعریف کا بذاتِ خود مستحق۔(۶) (١٥) اگر وہ چاہے تو تم سب کو فنا کر دے، اور ایک نئی مخلوق

---

(۴) اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔

(۵) جیسا کہ پہلے کئی بار عرض کیا جا چکا ہے، اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنا قرآنِ کریم کی اِصطلاح ہے جس سے مراد تجارت وغیرہ کے ذریعے روزی کمانا ہے۔ اس اِصطلاح میں اس طرف اشارہ ہے کہ انسان کو جو روزی ملتی ہے، ظاہری اعتبار سے انسان اُسے اپنی قوتِ بازو کا کرشمہ سمجھتا ہے، لیکن درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اگر یہ فضل شاملِ حال نہ ہو تو کوئی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔

يُذْهِبْكُمْ وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿١٦﴾ۚ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿١٧﴾ وَلَا تَزِرُ
وجود میں لے آئے۔ (۱۶) اور یہ کام اللہ کے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ (۱۷) اور کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا،
وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ
اور جس کسی پر بڑا بوجھ لدا ہوا ہو، وہ اگر کسی اور کو اُس کے اُٹھانے کی دعوت دے گا تو اُس میں سے کچھ بھی اُٹھایا نہیں جائے گا، چاہے وہ (جسے
وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ؕ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَ
بوجھ اُٹھانے کی دعوت دی گئی تھی) کوئی قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ (اے پیغمبر!) تم اُنہی لوگوں کو خبردار کرسکتے ہو جو اپنے پروردگار کو دیکھے بغیر
اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ
اُس سے ڈرتے ہوں، اور جنہوں نے نماز قائم کی ہو۔ اور جو شخص پاک ہوتا ہے، وہ اپنے ہی فائدے کے لئے پاک ہوتا ہے۔ اور آخر کار سب کو
الْمَصِيْرُ ﴿١٨﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿١٩﴾ۙ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا
اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (۱۸) اور اندھا اور دیکھنے والا برابر نہیں ہوسکتے۔ (۱۹) اور نہ اندھیرے اور
النُّوْرُ ﴿٢٠﴾ۙ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿٢١﴾ۚ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا
روشنی (۲۰) اور نہ سایہ اور دُھوپ (۲۱) اور زندہ لوگ اور مُردے برابر نہیں ہوسکتے،
الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي
اور اللہ تو جس کو چاہتا ہے، بات سنا دیتا ہے، اور تم اُن کو بات نہیں سنا سکتے جو
الْقُبُوْرِ ﴿٢٢﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿٢٣﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ
قبروں میں پڑے ہیں(۷)۔ (۲۲) تم تو بس ایک خبردار کرنے والے ہو۔ (۲۳) ہم نے تمہیں حق بات دے کر اس طرح بھیجا ہے کہ تم خوشخبری دو، اور
نَذِيْرًا ؕ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿٢٤﴾ وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ
خبردار کرو۔ اور کوئی اُمت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی خبردار کرنے والا نہ آیا ہو۔ (۲۴) اور اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلا رہے ہیں تو جو

(۶) یعنی اللہ تعالیٰ دوسروں کی عبادت اور اُن کے تعریف کرنے سے بالکل بے نیاز ہے، کوئی اُس کی تعریف کرے یا نہ کرے، وہ بذاتِ خود قابلِ تعریف ہے۔

(۷) جن لوگوں نے ضد اور ہٹ دھرمی سے حق بات ماننے کے تمام دروازے اپنے اُوپر بند کر لئے ہیں، اُن کو پہلے اندھوں سے تشبیہ دی گئی ہے، اور اُن کے کفر کو اندھیروں سے، اور اس کی سزا میں اُنہیں دوزخ کے جس عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اُس کو دُھوپ سے۔ اس کے مقابلے میں حق پرستوں کو دیکھنے والوں سے، اُن کے دِین کو روشنی سے، اور جنت کی جو نعمتیں اُنہیں حاصل ہوں گی، اُن کو سائے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ پھر فرمایا گیا ہے کہ جن لوگوں نے حق کو قبول کرنے کی صلاحیت ہی ختم کر لی ہے، وہ تو مُردوں جیسے ہیں، اور مُردوں کو آپ اپنی مرضی سے کچھ سنا نہیں سکتے۔ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے کہ اگر یہ لوگ حق کو قبول نہیں کر رہے ہیں تو آپ زیادہ رنجیدہ نہ ہوں، اور آپ پر اس کی کوئی ذمہ داری بھی عائد نہیں ہوتی۔

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالزُّبُرِ
(کافر) ان سے پہلے تھے، اُنہوں نے بھی (رسولوں کو) جھٹلایا تھا۔ اُن کے پیغمبر اُن کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر، صحیفے لے کر اور روشنی
وَ بِالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَخَذْتُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَكَيْفَ كَانَ
پھیلانے والی کتاب لے کر آئے تھے۔ (۲۵) پھر جن لوگوں نے انکار کی روِش اپنائی تھی، میں نے اُنہیں پکڑ میں لے لیا۔ اب دیکھو کہ میری سزا
نَكِيْرِ ﴿۲۶﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ
کیسی (ہولناک) تھی! (۲۶) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا، پھر ہم نے اُس کے ذریعے
مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا
رنگ برنگ کے پھل اُگائے؟ اور پہاڑوں میں بھی ایسے ٹکڑے ہیں جو رنگ برنگ کے سفید اور سرخ ہیں،
وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ ﴿۲۷﴾ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ
اور کالے سیاہ بھی۔ (۲۷) اور اسی طرح انسانوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی ایسے ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں۔
اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ
اللہ سے اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو علم رکھنے والے ہیں۔(۸) یقیناً اللہ صاحبِ اقتدار بھی ہے، بہت
غَفُوْرٌ ﴿۲۸﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا
بخشنے والا بھی۔ (۲۸) جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں، اور جنہوں نے نماز کی پابندی کر رکھی ہے، اور ہم نے اُنہیں جو رزق دیا ہے، اُس
رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ
میں سے وہ (نیک کاموں میں) خفیہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں، وہ ایسی تجارت کے اُمیدوار ہیں جو کبھی نقصان نہیں اُٹھائے گی۔ (۲۹) تاکہ اللہ
اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَ الَّذِيْٓ
اُن کے پورے اجر اُن کو دیدے، اور اپنے فضل سے اور زیادہ بھی دے۔ یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا قدر دان ہے۔ (۳۰) اور (اے پیغمبر!) ہم
اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
نے تمہارے پاس وحی کے ذریعے جو کتاب بھیجی ہے، وہ حق ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہوئی آئی ہے۔ یقیناً اللہ اپنے بندوں
بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ
سے پوری طرح باخبر، ہر چیز کو دیکھنے والا ہے۔ (۳۱) پھر ہم نے اس کتاب کا وارث اپنے بندوں میں سے اُن کو بنایا جنہیں ہم نے چن لیا تھا۔(۹) پھر

(۸) کائنات کی ان عجیب و غریب مخلوقات کو دیکھ کر اور ان سے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور اُس کی توحید پر اِستدلال کر کے اُنہی کے دِل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت پیدا ہوتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم اور اُس کی سمجھ ہے۔ اور جو لوگ اس سمجھ سے محروم ہیں، وہ کائنات کے ان عجوبوں کی تہہ تک پہنچنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے وجود، اُس کی توحید اور اُس کی عظمت تک نہیں پہنچتے۔

(۹) اس سے مراد مسلمان ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ قرآن براہِ راست تو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا، لیکن پھر اس

عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ

ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنی جان پر ظلم کرنے والے ہیں، اور اُنہی میں سے کچھ ایسے ہیں جو درمیانے درجے کے ہیں،

بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ۝۳۲ۗ جَنّٰتُ عَدْنٍ

اور کچھ وہ ہیں جو اللہ کی توفیق سے نیکیوں میں بڑھے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ (اللہ کا) بہت بڑا فضل ہے۔ ۝۳۲ ہمیشہ بسنے

يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ

کے باغات ہیں جن میں وہ لوگ داخل ہوں گے، وہاں ان کو سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیا جائے گا، اور اُن کا لباس

فِيْهَا حَرِيْرٌ ۝۳۳ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۗ اِنَّ

وہاں پر ریشم ہوگا۔ ۝۳۳ اور وہ کہیں گے کہ: "تمام تر تعریف اللہ کی ہے جس نے ہم سے ہر غم دُور کردیا۔ بیشک ہمارا

رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝۳۴ۙ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا

پروردگار بہت بخشنے والا، بڑا قدردان ہے، ۝۳۴ جس نے اپنے فضل سے ہم کو ابدی ٹھکانے کے گھر میں لا اُتارا ہے جس میں نہ ہمیں کبھی کوئی

فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ۝۳۵ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ

کلفت چھو کر گذرے گی، اور نہ کبھی کوئی تھکن پیش آئے گی۔" ۝۳۵ اور جن لوگوں نے کفر کی روِش اپنالی ہے، اُن کے لئے

جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۗ

دوزخ کی آگ ہے۔ نہ تو اُن کا کام تمام کیا جائے گا کہ وہ مر ہی جائیں، اور نہ اُن سے دوزخ کا عذاب ہلکا کیا جائے گا۔ ہر ناشکرے کافر کو ہم

كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝۳۶ۚ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا

ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ ۝۳۶ اور وہ اُس دوزخ میں چیخ پکار مچائیں گے کہ: "اے ہمارے پروردگار!

نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۗ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ

ہمیں باہر نکال دے تا کہ ہم جو کام پہلے کیا کرتے تھے، اُنہیں چھوڑ کر نیک عمل کریں۔" ــــ (ان سے جواب میں کہا جائے گا کہ:)

کا وارث اُن مسلمانوں کو بنایا گیا جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے چن لیا تھا کہ وہ اللہ کی کتاب پر اِیمان لائیں۔ لیکن ایمان لانے کے بعد اُن کی تین قسمیں ہوگئیں۔ ایک وہ تھے جو اِیمان تو لے آئے، لیکن اُس کے تقاضوں پر پوری طرح عمل نہیں کیا، چنانچہ اپنے بعض فرائض چھوڑ دیئے، اور گناہوں کا بھی اِرتکاب کرلیا۔ ان کے بارے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، کیونکہ ایمان کا تقاضا تو یہ تھا کہ اُنہیں جنت میں فوری داخلہ نصیب ہوتا، لیکن انہوں نے گناہ کر کے اپنے آپ کو سزا کا مستحق بنالیا، جس کے نتیجے میں قانون کا تقاضا یہی ہے کہ ایسے شخص کو پہلے اپنے گناہوں کا عذاب بھگتنا ہوگا۔ دوسری قسم جس کو درمیانے درجے کا کہا گیا ہے، اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جو فرائض و واجبات پر تو عمل کرتے ہیں، اور گناہوں سے بھی پرہیز کرتے ہیں، لیکن نفلی عبادتیں اور مستحب کاموں پر عمل نہیں کرتے۔ اور تیسری قسم اُن لوگوں پر مشتمل ہے جو صرف فرائض و واجبات پر اِکتفا کرنے کے بجائے نفلی عبادتوں اور مستحب کاموں کا بھی پورا اِہتمام کرتے ہیں۔ یہ تینوں قسمیں مسلمانوں ہی کی

فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۗ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ

''بھلا کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ جس کسی کو اُس میں سوچنا سمجھنا ہوتا، وہ سمجھ لیتا؟ اور تمہارے پاس خبردار کرنے والا بھی آیا تھا(۱۰)۔

ع نَّصِيْرٍ ۝٣٧ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ

اب مزا چکھو، کیونکہ کوئی نہیں ہے جو ایسے ظالموں کا مددگار بنے۔'' (۳۷) بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا علم رکھتا ہے۔ بیشک وہ

بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝٣٨ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ۗ فَمَنْ كَفَرَ

سینوں میں چھپی ہوئی باتوں کو خوب جانتا ہے۔ (۳۸) وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں (پچھلے لوگوں کا) جانشین بنایا۔ اب جو شخص کفر کرے گا تو

فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۗ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا

اُس کا کفر اُسی پر پڑے گا۔ اور کافروں کے لئے اُن کا کفر ان کے پروردگار کے پاس غضب کے سوا کسی اور چیز میں اضافہ نہیں کرتا، اور

يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۝٣٩ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ

کافروں کو اُن کے کفر سے خسارے کے سوا کسی چیز میں ترقی حاصل نہیں ہوتی۔ (۳۹) (اے پیغمبر!) ان سے کہو کہ: ''بھلا بتاؤ تم

الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۗ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ

اللہ کو چھوڑ کر اپنے جن من گھڑت شریکوں کو پوجا کرتے ہو، ذرا مجھے دِکھاؤ کہ اُنہوں نے زمین کا کونسا حصہ پیدا کیا ہے؟

لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ

یا آسمانوں (کی پیدائش) میں اُن کی کوئی شرکت ہے؟'' یا پھر ہم نے انہیں کوئی کتاب دے رکھی ہے جس کی کسی واضح ہدایت پر یہ لوگ قائم

اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝٤٠ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ

ہیں(۱۱)؟ نہیں، بلکہ یہ ظالم لوگ ایک دوسرے کو خالص دھوکے کی یقین دہانی کرتے آئے ہیں۔ (۴۰) حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے

بیان ہوئی ہیں، اور آخر کار مغفرت کے بعد جنت میں اِن شاء اللہ تینوں قسمیں داخل ہوں گی۔

(۱۰) انسان کو اَوسطاً جتنی عمر دی جاتی ہے، وہ اتنی طویل ہے، اور اُس میں انسان اتنے مختلف مراحل سے گذرتا ہے کہ اگر وہ واقعی حق تک پہنچنا چاہے تو پہنچ سکتا ہے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبردار کرنے والے بھی اسی عمر کے دوران آتے رہتے ہیں۔ خبردار کرنے والے سے مراد انبیائے کرام اور اس اُمت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے انسان کو آخرت کے عذاب سے آگاہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ اور ہر دور میں علماء بھی یہ فریضہ انجام دیتے رہے ہیں۔ اور بعض مفسرین نے خبردار کرنے والے کی تفسیر یہ کی ہے کہ انسانی عمر کے مختلف مرحلوں پر جو چیزیں موت کی یاد دِلاتی ہیں، یہاں خبردار کرنے والے سے وہ مراد ہیں۔ چنانچہ بڑھاپے کے مقدمے کے طور پر جب انسان کے بال سفید ہوتے ہیں تو وہ بھی خبردار کرنے والا ہے، جب کسی کے یہاں اُس کا پوتا پیدا ہوتا ہے تو وہ بھی ڈرانے والا ہے کہ موت کا وقت قریب آرہا ہے، نیز انسان کو جو بیماریاں لاحق ہوتی ہیں، وہ سب بھی موت کی یاد دِلا کر انسان کو خبردار کرتی ہیں کہ وہ آخرت کی بہتری کا کوئی سامان کرلے۔

(۱۱) کسی دعوے کو ثابت کرنے کے دو ہی طریقے ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ انسان عقل کی کسی دلیل سے اُسے ثابت کرے، اور دُوسرا

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَىِٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ

آسمانوں اور زمین کو تھام رکھا ہے کہ وہ اپنی جگہ سے ٹلیں نہیں۔ اور اگر وہ ٹل جائیں تو اُس کے سوا کوئی نہیں ہے جو انہیں تھام سکے۔

مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا ﴿٤١﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ

یقیناً اللہ بڑا بردبار، بہت بخشنے والا ہے۔ (٤١) اور انہوں نے پہلے بڑے زوروں میں اللہ کی قسمیں کھائی تھیں کہ اگر ان کے پاس کوئی خبردار کرنے

لَىِٕنْ جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ لَّیَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا

والا (پیغمبر) آیا تو وہ ہر دُوسری اُمت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں گے۔(١٢) مگر جب اُن کے پاس ایک خبردار کرنے والا آگیا تو اُس کے

جَآءَهُمْ نَذِیْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ ﴿٤٢﴾ اسْتِكْبَارًا فِی الْاَرْضِ وَمَكْرَ

آنے سے ان کی حالت میں اور کوئی ترقی نہیں ہوئی، سوائے اس کے کہ یہ (حق کے راستے سے) اور زیادہ بھاگنے لگے، (٤٢) اس لئے کہ انہیں زمین

السَّیِّئِ ؕ وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ

میں اپنی بڑائی کا گھمنڈ تھا، اور انہوں نے (حق کی مخالفت میں) بُری بُری چالیں چلنی شروع کردیں۔ حالانکہ بُری چالیں کسی اور کو نہیں، خود

الْاَوَّلِیْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ

اپنے چلنے والوں ہی کو گھیرے میں لے لیتی ہیں۔(١٣) اب یہ لوگ اُس دستور کے سوا کس بات کے منتظر ہیں جس پر پچھلے لوگوں کے ساتھ عمل ہوتا آیا

تَحْوِیْلًا ﴿٤٣﴾ اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

ہے؟(١٤) (اگر یہ بات ہے) تو تم اللہ کے طے شدہ دستور میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے، اور نہ تم اللہ کے طے شدہ دستور کو کبھی ٹلتا ہوا پاؤ گے۔(١٥) (٤٣) اور کیا

یہ کہ اُس کے پاس کسی واجب التعمیل ذات کی طرف سے کوئی حکم ملا ہو۔ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ من گھڑت خدا مان رکھے ہیں، اُن کے پاس نہ تو کوئی عقلی دلیل ہے، اس لئے کہ وہ کسی طرح ثابت نہیں کرسکتے کہ ان کے گھڑے ہوئے خداؤں نے زمین یا آسمان کا کوئی حصہ پیدا کیا ہے، یا ان کی تخلیق میں کسی بھی طرح کا کوئی حصہ لیا ہے، اور نہ ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ہدایت دی ہو کہ فلاں فلاں دیوتاؤں کو خدا مان کر اُن کی عبادت کیا کرو۔

(١٢) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے کفارِ قریش نے غالباً یہودیوں اور عیسائیوں سے بحث کرتے ہوئے بڑی جوشیلی قسمیں کھائی تھیں کہ اگر ہمارے پاس کوئی پیغمبر آیا تو ہم اور ساری اُمتوں سے زیادہ اُس کی ہدایت پر عمل کریں گے، لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو وہ آپ کی بات ماننے سے مکر گئے۔

(١٣) بدنیتی سے کسی کے خلاف جو ناحق تدبیریں کی جاتی ہیں، اکثر تو دُنیا ہی میں وہ اُلٹی پڑجاتی ہیں، اور اُن کا نقصان خود تدبیر کرنے والے کو اُٹھانا پڑتا ہے، چنانچہ کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جو چالیں چلی تھیں، وہ آخرکار اُنہی کے خلاف پڑیں، اور اگر کبھی دُنیا میں نقصان اُٹھانا نہ پڑے تو ان بُری تدبیروں کا عذاب آخرت میں تو ہوتا ہی ہے جو دُنیا کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔

(١٤) یعنی پچھلی اُمتوں میں سے جنہوں نے اپنے پیغمبر کی مخالفت کی، اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا دستور یہ ہے کہ اُن کو عذاب ہوتا ہے، چاہے وہ دُنیا میں ہو، یا آخرت میں۔ کیا یہ لوگ ایمان لانے کے لئے اسی عذاب کا انتظار کررہے ہیں؟

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ

ان لوگوں نے زمین میں کبھی سفر نہیں کیا جس سے وہ یہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے گذرے ہیں، اُن کا انجام کیسا ہوا، جبکہ وہ طاقت میں ان سے

مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ

بہت زیادہ مضبوط تھے؟ اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ آسمانوں یا زمین کی کوئی چیز اُسے عاجز کر سکے۔ بیشک وہ علم کا بھی مالک ہے، قدرت کا بھی مالک۔ (۴۴)

يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰي ظَهْرِهَا مِنْ دَاۗبَّةٍ وَّلٰكِنْ

اور اگر اللہ لوگوں کے ہر کرتوت پر اُن کی پکڑ کرنے لگتا تو اس زمین کی پشت پر کسی چلنے والے کو نہ چھوڑتا، لیکن

يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

وہ ایک معین مدت تک کے لئے ان کو مہلت دے رہا ہے۔ پھر جب ان کا مقررہ وقت آجائے گا، تو اللہ اپنے

بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾ ع

بندوں کو خود دیکھ لے گا۔ (۴۵)

(۱۵) دستور میں تبدیلی کا تو یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو عذاب کے بجائے ثواب دینے لگے، اور دستور کے ٹلنے کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کے بجائے ایمان والوں کو عذاب دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے دستور میں ان میں سے کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔

الحمدللہ! آج ۱۲؍رمضان المبارک (۱۴۲۸ھ) کی شب میں سورۂ فاطر کے ترجمے اور تشریحی حواشی کی تکمیل ہوئی۔ صرف یہ آخری حصہ کراچی میں لکھا گیا، جبکہ پوری سورت کا کام مختلف سفروں میں انجام پایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس خدمت کو قبول فرمائیں، اور باقی سورتوں کی خدمت کی بھی اپنی رضا کے مطابق توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ یٰسٓ

تعارف

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کی وہ نشانیاں بیان فرمائی ہیں جو نہ صرف پوری کائنات میں بلکہ خود اِنسان کے اپنے وجود میں پائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے ان مظاہر سے ایک طرف یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو ذات اتنی قدرت اور حکمت کی مالک ہے، اُس کو اپنی خدائی کا نظام چلانے کے لئے نہ کسی شریک کی ضرورت ہے، نہ کسی مددگار کی، اس لئے وہ اور صرف وہ عبادت کے لائق ہے، اور دُوسری طرف قدرت کی ان نشانیوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جس ذات نے یہ کائنات اور اُس کا محیر العقول نظام پیدا فرمایا ہے، اُس کے لئے یہ بات کچھ بھی مشکل نہیں ہے کہ وہ انسانوں کے مرنے کے بعد اُنہیں دوسری زندگی عطا فرمائے۔ اس طرح قدرت کی ان نشانیوں سے توحید اور آخرت کا عقیدہ واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو یہی دعوت دینے کے لئے تشریف لائے ہیں کہ وہ ان نشانیوں پر غور کر کے اپنا عقیدہ اور عمل دُرست کریں۔ اُس کے باوجود اگر کچھ لوگ اس دعوت کو قبول نہیں کر رہے ہیں تو وہ اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں، کیونکہ اس کے نتیجے میں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب کے مستحق بن رہے ہیں۔ اسی سلسلے میں آیات نمبر ۱۳ سے ۲۹ تک ایک ایسی قوم کا واقعہ ذکر فرمایا گیا ہے جس نے حق کی دعوت کو قبول نہ کیا، بلکہ حق کے داعیوں کے ساتھ ظلم و بربریت کا معاملہ کیا جس کے نتیجے میں حق کے داعی کا انجام تو بہترین ہوا، لیکن حق کے یہ منکر اللہ تعالیٰ کے عذاب کی پکڑ میں آ گئے۔ چونکہ اس سورت میں اسلام کے بنیادی عقائد کو بڑے فصیح و بلیغ اور جامع انداز میں بیان فرمایا گیا ہے، اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے اس سورت کو ''قرآن کا دِل'' قرار دیا ہے۔

اٰیاتها ٨٣ ٣٦ سُوْرَةُ يٰسٓ مَكِّيَّةٌ ٤١ رکوعاتها ٥

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں تراسی آیتیں اور پانچ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

يٰسٓ ﴿١﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ﴿٢﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿٣﴾ عَلٰى صِرَاطٍ
یٰسٓ! ﴿١﴾ حکمت بھرے قرآن کی قسم! ﴿٢﴾ تم یقیناً پیغمبروں میں سے ہو ﴿٣﴾ بالکل سیدھے
مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤﴾ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿٥﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ
راستے پر! ﴿٤﴾ یہ قرآن اُس ذات کی طرف سے اُتارا جارہا ہے جس کا اِقتدار بھی کامل ہے، جس کی رحمت بھی کامل، ﴿٥﴾ تاکہ تم اُن لوگوں کو
اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿٦﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا
خبردار کرو جن کے باپ دادوں کو پہلے خبردار نہیں کیا گیا تھا،(١) اس لئے وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ ﴿٦﴾ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر
يُؤْمِنُوْنَ ﴿٧﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ
لوگوں کے بارے میں بات پوری ہوچکی ہے،(٢) اس لئے وہ ایمان نہیں لاتے۔ ﴿٧﴾ ہم نے اُن کے گلوں میں طوق ڈال رکھے ہیں، جو ٹھوڑیوں
فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿٨﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ
تک پہنچے ہوئے ہیں، اور اس وجہ سے اُن کے سر اُوپر کو اُٹھے رہ گئے ہیں۔(٣) ﴿٨﴾ اور ہم نے ایک آڑ اُن کے آگے کھڑی کردی ہے، اور ایک آڑ اُن
خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٩﴾ وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ
کے پیچھے کھڑی کردی ہے، اور اس طرح اُنہیں ہر طرف سے ڈھانک لیا ہے جس کے نتیجے میں اُنہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ ﴿٩﴾ اور ان کے لئے
ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿١٠﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ
دونوں باتیں برابر ہیں، چاہے تم انہیں خبردار کرو، یا خبردار نہ کرو، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ﴿١٠﴾ تم تو صرف ایسے شخص کو خبردار کرسکتے ہو جو نصیحت

---

(١) یعنی مکہ مکرّمہ اور اُس کے اَطراف میں مدّت سے کوئی پیغمبر نہیں آیا تھا۔

(٢) مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں تقدیر میں جو بات لکھی تھی کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے، وہ بات پوری ہورہی ہے۔ لیکن یہ واضح رہے کہ تقدیر میں لکھا ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کفر پر مجبور ہوگئے ہیں، کیونکہ تقدیر میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اِیمان لانے کا موقع بھی دے گا، اور اِختیار بھی دے گا، لیکن یہ لوگ اپنے اختیار اور اپنی خوشی سے ضد پر اَڑے رہیں گے، اور اِیمان نہیں لائیں گے۔

(٣) یہ اُن کی ضد اور ہٹ دھرمی کو بیان کرنے کے لئے ایک اِستعارہ اور مجازی تعبیر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حق کے صاف صاف ظاہر ہونے کے باوجود ان لوگوں نے اس طرح ہٹ دھرمی کی رَوِش اختیار کی ہے کہ اپنے آپ کو حق کے دیکھنے سے محروم کرلیا ہے، جیسے ان کے گلوں میں طوق پڑے ہوئے ہوں، اور ان کے ہر طرف ایسی دیواریں کھڑی ہوں کہ اُن کو کچھ سجھائی نہ دے۔

الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ﴿١١﴾

پر چلے، اور خدائے رحمٰن کو دیکھے بغیر اُس سے ڈرے۔ چنانچہ ایسے شخص کو تم مغفرت اور باعزت اجر کی خوشخبری سنا دو۔ (۱۱) یقیناً ہم ہی مُردوں کو

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۣ وَكُلَّ شَيْءٍ (وقف غفران)

زندہ کریں گے، اور جو کچھ عمل اُنہوں نے آگے بھیجے ہیں، ہم اُن کو بھی لکھتے جاتے ہیں، اور اُن کے کاموں کے جو اثرات ہیں اُن کو بھی(۴)۔ اور ہم

اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿١٢﴾ ع وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ (ع ۲ — وقف لازم)

نے ایک واضح کتاب میں ہر ہر چیز کا پورا احاطہ کر رکھا ہے۔ (۱۲) اور (اے پیغمبر!) تم ان کے سامنے ایک بستی والوں کی مثال پیش کرو، جب اُن

اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿١٣﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا

کے پاس رسول آئے تھے(۵)۔ (۱۳) جب ہم نے اُن کے پاس (شروع میں) دو رسول بھیجے، تو اُنہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا، پھر ہم نے ایک تیسرے

فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿١٤﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا

کے ذریعے اُن کی تائید کی، اور ان سب نے کہا کہ: ''یقین جانو ہمیں تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔'' (۱۴) اُنہوں نے کہا: ''تمہاری حقیقت

بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿١٥﴾

اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ تم ہم جیسے ہی آدمی ہو۔ اور خدائے رحمٰن نے کوئی چیز نازل نہیں کی ہے، اور تم سراسر جھوٹ بول رہے ہو۔'' (۱۵) اُن

قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿١٦﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ

(رسولوں) نے کہا: ''ہمارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ ہمیں واقعی تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (۱۶) اور ہماری ذمہ داری اس سے زیادہ

---

(۴) یعنی ان لوگوں کی ساری بدعملیاں بھی لکھی جارہی ہیں، اور ان بدعملیوں کے جو بُرے اثرات ان کے مرنے کے بعد بھی باقی رہ جاتے ہیں، وہ بھی لکھے جارہے ہیں۔

(۵) قرآنِ کریم نے نہ اس بستی کا نام ذِکر فرمایا ہے، اور نہ اُن رسولوں کا جو اس بستی میں بھیجے گئے تھے۔ بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ یہ بستی شام کا مشہور شہر انطاکیہ تھی لیکن نہ تو یہ روایتیں مضبوط ہیں، اور نہ تاریخی قرائن سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ دوسری طرف رسول کا لفظ عربی زبان میں ہر اُس شخص کے لئے بولا جاتا ہے جو کسی کا پیغام لے کر دوسرے کے پاس جائے، لیکن قرآنِ کریم میں زیادہ تر یہ لفظ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کے لئے استعمال ہوا ہے، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ یہ حضرات انبیائے کرام تھے، اور بعض روایتوں میں ان کے نام بھی صادق، صدوق اور شلوم یا شمعون بتائے گئے ہیں، لیکن یہ روایات بھی زیادہ مضبوط نہیں ہیں۔ اور بعض مفسرین کا خیال یہ ہے کہ یہ حضرات انبیاء نہیں تھے، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد تھے جنہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہی اس بستی میں تبلیغ کے لئے بھیجا تھا۔ اور ''مُرْسَلُوْنَ'' کا لفظ اپنے لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ لیکن چونکہ یہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں بھیجنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے، اس لئے ظاہر یہی ہے کہ یہ انبیائے کرام تھے۔ شروع میں دو نبی بھیجے گئے تھے، پھر ایک تیسرے پیغمبر بھی بھیجے گئے۔ بہرحال! عبرت کا جو سبق قرآنِ کریم دینا چاہتا ہے، وہ نہ بستی کے تعین پر موقوف ہے، اور نہ پیغام لے جانے والوں کی شناخت پر۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے نام نہیں بتائے۔ لہٰذا ہمیں بھی اس کی کھوج میں پڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔

الْمُبِيْنُ ۝۱۷ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ

نہیں ہے کہ صاف صاف پیغام پہنچادیں۔" ۝۱۷ بستی والوں نے کہا: "ہم نے تو تمہارے اندر نحوست محسوس کی ہے۔[۶] یقین جانو اگر تم باز نہ آئے

وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۸ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ

تو ہم تم پر پتھر برسائیں گے، اور ہمارے ہاتھوں تمہیں بڑی دردناک سزا ملے گی۔" ۝۱۸ رسولوں نے کہا: "تمہاری نحوست خود تمہارے ساتھ لگی ہوئی

ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝۱۹ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ

ہے۔[۷] کیا یہ باتیں اس لئے کر رہے ہو کہ تمہیں نصیحت کی بات پہنچائی گئی ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ تم خود حد سے گذرے ہوئے لوگ ہو۔" ۝۱۹ اور شہر

رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝۲۰ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْئَلُكُمْ

کے پرلے علاقے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔[۸] اُس نے کہا: "اے میری قوم کے لوگو! ان رسولوں کا کہنا مان لو، ۝۲۰ ان لوگوں کا کہنا مان لو جو تم

اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝۲۱ وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ

سے کوئی اُجرت نہیں مانگ رہے، اور وہ صحیح راستے پر ہیں۔ ۝۲۱ اور بھلا میں اُس ذات کی عبادت کیوں نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے؟ اور

تُرْجَعُوْنَ ۝۲۲ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا

اُسی کی طرف تم سب کو واپس بھیجا جائے گا۔ ۝۲۲ بھلا کیا اُسے چھوڑ کر میں ایسوں کو معبود مانوں کہ اگر خدائے رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا

تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ۝۲۳ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ

ارادہ کرلے تو اُن کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے، اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں؟ ۝۲۳ اگر میں ایسا کروں گا تو یقیناً میں کھلی گمراہی میں مبتلا

مُّبِيْنٍ ۝۲۴ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ۝۲۵ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ

ہو جاؤں گا۔ ۝۲۴ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لاچکا۔ اب تم بھی میری بات سن لو۔" ۝۲۵ (آخر کار بستی والوں نے اُس کو قتل کردیا۔[۹] اور اللہ تعالیٰ کی

---

(۶) بعض روایات میں ہے کہ ان حضرات کے بستی میں تشریف لانے اور دینِ حق کی دعوت دینے کے بعد جب بستی کے لوگوں نے نافرمانی پر کمر باندھے رکھی تو اُن پر تنبیہ کے طور پر قحط مسلط کردیا گیا تھا۔ انہوں نے اسے ایک تازیانہ سمجھنے کے بجائے اُلٹا اُسے ان حضرات کی نحوست قرار دیا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان حضرات کی دعوت کے نتیجے میں جو بحث مباحثہ شروع ہوا ہو، اُسی کو انہوں نے نحوست سے تعبیر کیا ہو۔

(۷) یعنی نحوست کا اصل سبب تو تمہارا کفر اور شرک ہے۔

(۸) روایتوں میں ان کا نام حبیب نجار بتایا گیا ہے۔ یہ پیشے کے لحاظ سے بڑھئی تھے، اور ان رسولوں کی دعوت پہلے ہی قبول کر کے ایمان لاچکے تھے، اور شہر کے سرے پر کہیں تنہا رہ کر عبادت میں لگے رہتے تھے۔ جب انہیں پتہ چلا کہ ان کی قوم کے لوگ ان رسولوں کو تکلیف پہنچانے کے درپے ہیں تو یہ جلدی سے وہاں پہنچے، اور بڑے مؤثر انداز میں اپنی قوم کے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی۔

(۹) بعض روایتوں میں ہے کہ سنگدل قوم نے اُن کی خیرخواہانہ تقریر کے جواب میں اُنہیں لاتیں، گھونسے اور پتھر مار مار کر شہید کردیا۔

قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ۝۲۶ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ
طرف سے اُس سے) کہا گیا کہ: "جنت میں داخل ہو جاؤ ۱۰" اُس نے (جنت کی نعمتیں دیکھ کر) کہا کہ: "کاش! میری قوم کو معلوم ہو جائے ۝۲۶ کہ
الْمُكْرَمِيْنَ ۝۲۷ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ
میرے پروردگار نے کس طرح میری بخشش کی ہے، اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل کیا ہے!" ۝۲۷ اور اُس شخص کے بعد ہم نے اُس کی قوم پر
وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ۝۲۸ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ
آسمان سے کوئی لشکر نہیں اُتارا، اور نہ ہمیں اُتارنے کی ضرورت تھی۔ ۱۱ ۝۲۸ وہ تو بس ایک ہی چنگھاڑ تھی جس سے وہ ایک دَم
خٰمِدُوْنَ ۝۲۹ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ
بجھ کر رہ گئے۔ ۝۲۹ افسوس ہے ایسے بندوں کے حال پر! ان کے پاس کوئی رسول ایسا نہیں آیا جس کا وہ مذاق نہ
يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۰ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ
اُڑاتے رہے ہوں۔ ۝۳۰ کیا اُنہوں نے نہیں دیکھا کہ اُن سے پہلے ہم کتنی قوموں کو اس طرح ہلاک کر چکے ہیں کہ وہ اُن کے پاس
لَا يَرْجِعُوْنَ ۝۳۱ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝۳۲ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ
لوٹ کر نہیں آتے؟ ۝۳۱ اور یہ جتنے لوگ ہیں، ان سبھی کو اِکٹھا کر کے ہمارے سامنے حاضر کیا جائے گا۔ ۝۳۲ اور ان کے لئے ایک نشانی وہ
الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۖۚ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ۝۳۳
زمین ہے جو مردہ پڑی ہوئی تھی۔ ہم نے اُسے زندگی عطا کی، اور اُس سے غلہ نکالا، جس کی خوراک یہ کھاتے ہیں۔ ۝۳۳
وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ۝۳۴
اور ہم نے اُس زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے، اور ایسا انتظام کیا کہ اُس میں سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلے، ۝۳۴
لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝۳۵ سُبْحٰنَ
تاکہ یہ اُس کی پیداوار میں سے کھائیں، حالانکہ اُس کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا تھا۔ ۱۲ کیا پھر بھی یہ شکر ادا نہیں کریں گے؟ ۝۳۵ پاک ہے وہ

وقف غفران

ع ۲

(۱۰) جنت میں اصل داخلہ تو حشر و نشر کے بعد ہوگا، البتہ نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ عالمِ برزخ میں بھی جنت کی بعض نعمتیں عطا فرمادیتے ہیں۔ یہاں اُن کو ایک طرف خوشخبری دی گئی کہ اُن کا مقام جنت ہے، اور دُوسری طرف جنت کی کچھ نعمتیں عالمِ برزخ ہی میں عطا فرمادی گئیں جنہیں دیکھ کر اُنہوں نے پھر اپنی قوم ہی کی خیر خواہی کی بات فرمائی کہ کاش اُنہیں یہ پتہ چل جائے کہ مجھے کن نعمتوں سے سرفراز فرمایا گیا ہے تو شاید اُن کی بھی آنکھیں کھل جائیں۔

(۱۱) یعنی اس ظالم اور نافرمان قوم کو ہلاک کرنے کے لئے ہمیں فرشتوں کا کوئی لشکر آسمان سے اُتارنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بس ایک ہی فرشتے نے ایک زوردار آواز نکالی تو اُسی سے ان کے کلیجے پھٹ گئے، اور پوری قوم ہلاک ہو کر ایسی ہو گئی جیسے آگ بجھ کر راکھ کا ڈھیر بن جائے۔ والعیاذ باللہ العلی العظیم۔

(۱۲) توجہ اس طرف دِلائی جارہی ہے کہ انسان جب کھیت یا باغ لگاتا ہے تو اُس کی ساری دوڑ دُھوپ کا خلاصہ صرف یہ ہے کہ وہ

الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ

ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے جوڑے پیدا کئے ہیں، اُس پیداوار کے بھی جو زمین اُگاتی ہے، اور خود ان انسانوں کے بھی، اور اُن چیزوں کے

وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا

بھی جنہیں یہ لوگ (ابھی) جانتے تک نہیں ہیں۔(۱۳) ﴿۳۶﴾ اور ان کے لئے ایک اور نشانی رات ہے۔ ہم اُس پر سے دن کا چھلکا اُتار لیتے ہیں تو وہ

هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ۙ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ

یکایک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔(۱۴) ﴿۳۷﴾ اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے۔ یہ سب اُس ذات کا مقرر کیا ہوا نظام ہے جس کا

الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ؕ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ

اقتدار بھی کامل ہے، جس کا علم بھی کامل۔ ﴿۳۸﴾ اور چاند ہے کہ ہم نے اُس کی منزلیں ناپ تول کر مقرر کردی ہیں، یہاں تک کہ وہ جب (ان منزلوں

الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ

کے دورے سے) لوٹ کر آتا ہے تو کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح (پتلا) ہو کر رہ جاتا ہے۔(۱۵) ﴿۳۹﴾ نہ تو سورج کی یہ مجال ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے،(۱۶) اور

زمین کو ہموار کر کے اُس میں بیج ڈال دے۔ لیکن اُس بیج کی پرورش کر کے اُسے زمین کا پیٹ پھاڑ کر کونپل کی شکل میں نکالنا اور پھر اُسے پروان چڑھا کر درخت بنانا اور اُس میں پھل پیدا کرنا انسان کا کام نہیں ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی شانِ رُبوبیت ہے جو اس ساری پیداوار کی تخلیق کرتی ہے۔

(۱۳) قرآنِ کریم نے کئی جگہ یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے جوڑے پیدا فرمائے ہیں۔ انسانوں کے جوڑے تو مرد اور عورت کی شکل میں شروع سے واضح چلے آتے ہیں۔ لیکن قرآنِ کریم نے بتایا ہے کہ نباتات میں بھی نر اور مادہ کے جوڑے ہوتے ہیں۔ اور یہ حقیقت سائنس کو بہت بعد میں دریافت ہوئی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے صریح الفاظ میں یہ بھی بیان فرمادیا ہے کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن کے بارے میں ابھی تمہیں معلوم ہی نہیں ہے کہ اُن کے بھی جوڑے ہوتے ہیں۔ لہٰذا سائنس کو مختلف چیزوں کے جوڑوں کا جو رفتہ رفتہ ادراک ہورہا ہے، مثلاً بجلی میں مثبت اور منفی کا اور ایٹم میں الیکٹرون اور پروٹون کا، وہ سب قرآنِ کریم کے اس عمومی بیان میں داخل ہوسکتے ہیں۔

(۱۴) یہاں یہ حقیقت بیان فرمائی گئی ہے کہ کائنات میں اصل اندھیرا ہے، اللہ تعالیٰ نے اُسے دُور کرنے کے لئے سورج کی روشنی پیدا فرمائی ہے۔ جب سورج نکلتا ہے تو وہ اپنی روشنی کا ایک غلاف کائنات کے کچھ حصے پر چڑھا دیتا ہے جس سے روشنی ہوجاتی ہے۔ پھر جب سورج غروب ہوتا ہے تو روشنی کا یہ چھلکا اُتر جاتا ہے، اور اندھیرا واپس آجاتا ہے۔

(۱۵) یعنی پورے مہینے کا دورہ مکمل کرنے کے بعد آخر میں ایک یا دو راتوں میں تو وہ غائب رہتا ہے، پھر جب دوسرا دورہ شروع کرتا ہے تو وہ اتنا پتلا، خم دار اور پیلا ہوجاتا ہے جیسے کھجور کے درخت کی وہ شاخ جو پرانی ہوکر پتلی، خم دار اور پیلی ہوجاتی ہے۔

(۱۶) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ چاند اور سورج دونوں اپنے اپنے مدار میں چل رہے ہیں، سورج کی مجال نہیں ہے کہ وہ چاند کے مدار میں داخل ہوجائے۔ اور دُوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سورج کے لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ رات کے وقت جب چاند اُفق پر موجود ہو، اُس وقت نکل آئے، اور رات کو دِن بنادے۔

النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي
نہ رات دن سے آگے نکل سکتی ہے۔ اور یہ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔ ﴿۴۰﴾ اور ان کے لئے ایک اور نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو
الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنْ نَّشَاْ
بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا،(۱۷) ﴿۴۱﴾ اور ہم نے ان کے لئے اُسی جیسی اور چیزیں بھی پیدا کیں جن پر یہ سواری کرتے ہیں۔(۱۸) ﴿۴۲﴾ اور اگر ہم چاہیں تو
نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ
انہیں غرق کر ڈالیں، جس کے بعد نہ تو کوئی ان کی فریاد کو پہنچے، اور نہ اُن کی جان بچائی جاسکے۔ ﴿۴۳﴾ لیکن یہ سب ہماری طرف سے ایک رحمت
مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَ مَا
ہے، اور ایک معین وقت تک (زندگی کا) مزہ اُٹھانے کا موقع ہے (جو انہیں دیا جارہا ہے)۔ ﴿۴۴﴾ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ: "بچو اُس
خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ مَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ
(عذاب) سے جو تمہارے سامنے ہے، اور جو تمہارے (مرنے کے) بعد آئے گا، تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔" (تو وہ ذرا کان نہیں دھرتے) ﴿۴۵﴾
اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ
اور اُن کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں آتی جس سے وہ منہ نہ موڑ لیتے ہوں۔ ﴿۴۶﴾ اور جب اُن سے کہا جاتا ہے کہ: "اللہ
اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ
نے تمہیں جو رزق دیا ہے، اُس میں سے (غریبوں پر بھی) خرچ کرو"، تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ: "کیا ہم اُن لوگوں کو کھانا
اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا
کھلائیں جنہیں اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟ (مسلمانو!) تمہاری حقیقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ تم کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔" ﴿۴۷﴾ اور
الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً
کہتے ہیں کہ: "یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟ (مسلمانو!) بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔" ﴿۴۸﴾ (دراصل) یہ لوگ بس ایک چنگھاڑ کا انتظار کر رہے
تَاْخُذُهُمْ وَ هُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ
ہیں جو ان کی حجت بازی کے عین درمیان اُنہیں آ پکڑے گی، ﴿۴۹﴾ پھر نہ یہ کوئی وصیت کرسکیں گے، اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس

---

(۱۷) اولاد کا ذکر خاص طور پر اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اہلِ عرب اپنی جوان اولاد کو تجارت کی غرض سے سمندری سفر پر بھیجا کرتے تھے۔

(۱۸) کشتی جیسی دوسری سواری کی تشریح عام طور سے مفسرین نے اُونٹوں سے کی ہے، کیونکہ اہلِ عرب اُونٹوں کو صحرا کا جہاز کہا کرتے تھے۔ لیکن قرآنِ کریم کے الفاظ عام ہیں جس میں کشتی کے مشابہ ہر طرح کی سواریاں داخل ہیں، بلکہ عربی قواعد کی رُو سے آیت کا ترجمہ اس طرح بھی کیا جاسکتا ہے کہ: "ہم نے ان کے لئے اُسی جیسی اور چیزیں بھی پیدا کی ہیں جن پر یہ (آئندہ) سواری کریں گے۔" اس صورت میں وہ تمام سواریاں اس عبارت میں داخل ہوجاتی ہیں جو قیامت تک پیدا ہوں گی، مثلاً آبدوزیں، اور ہوائی جہاز جو اس لحاظ سے کشتی کے مشابہ ہیں کہ کشتی پانی پر تیرتی ہے، اور ہوائی جہاز ہوا پر تیرتا ہے۔

ع ۳ يَرْجِعُوْنَ ۝۵۰ وَ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ
لوٹ کر جاسکیں گے۔ ۝۵۰ اور صور پھونکا جائے گا تو یکایک یہ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے روانہ
يَنْسِلُوْنَ ۝۵۱ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ وقف غفران وقف لازم
ہوجائیں گے۔ ۝۵۱ کہیں گے کہ: "ہائے ہماری کم بختی! ہمیں کس نے ہمارے مرقد سے اُٹھا کھڑا کیا ہے؟" (جواب ملے گا کہ): "یہ وہی چیز
الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۲ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا
ہے جس کا خدائے رحمٰن نے وعدہ کیا تھا، اور پیغمبروں نے سچی بات کہی تھی۔" ۝۵۲ اور کچھ نہیں، بس ایک زور کی آواز ہوگی، جس کے بعد یہ سب
هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝۵۳ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّ لَا تُجْزَوْنَ
کے سب ہمارے سامنے حاضر کردیئے جائیں گے۔ ۝۵۳ چنانچہ اُس دن کسی شخص پر کوئی ظلم نہیں ہوگا، اور تمہیں کسی اور چیز کا نہیں، بلکہ اُنہی
اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۵۴ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ۝۵۵
کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ ۝۵۴ جنت والے لوگ اُس دن یقیناً اپنے مشغلے میں مگن ہوں گے، ۝۵۵
هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ۝۵۶ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ
وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں آرام دہ نشستوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے۔ ۝۵۶ وہاں اُن کے لئے میوے ہوں گے،
وَّ لَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ۝۵۷ سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۝۵۸ وَامْتَازُوا
اور اُنہیں ہر وہ چیز ملے گی جو وہ منگوائیں گے۔ ۝۵۷ رحمت والے پروردگار کی طرف سے اُنہیں سلام کہا جائے گا۔ ۝۵۸ (اور کافروں سے کہا
الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ۝۵۹ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا
جائے گا کہ:) "اے مجرمو! آج تم (مؤمنوں سے) الگ ہوجاؤ۔ ۝۵۹ اے آدم کے بیٹو! کیا میں نے تمہیں یہ تاکید نہیں کردی تھی کہ
الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝۶۰ وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِيْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۶۱ وقف غفران
تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمہارا کھلا دُشمن ہے، ۝۶۰ اور یہ کہ تم میری عبادت کرنا۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ ۝۶۱
وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۲ هٰذِهٖ
اور حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے تم میں سے ایک بڑی خلقت کو گمراہ کرڈالا۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے؟ ۝۶۲ یہ ہے وہ
جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝۶۳ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۶۴
جہنم جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا! ۝۶۳ آج اس میں داخل ہوجاؤ، کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے۔" ۝۶۴
اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا
آج کے دن ہم اُن کے منہ پر مہر لگادیں گے، اور اُن کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے، اور اُن کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ کیا کمائی
كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۶۵ وَ لَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ
کیا کرتے تھے۔[۱۹] ۝۶۵ اور اگر ہم چاہیں تو (یہیں دُنیا میں) اُن کی آنکھیں ملیامیٹ کردیں، پھر یہ راستے (کی تلاش) میں بھاگے پھریں، لیکن

فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿٦٦﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا
انہیں کہاں کچھ سجھائی دے گا؟ (۶۶) اور اگر ہم چاہیں تو ان کی اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے اُن کی صورتیں اس طرح مسخ کر دیں کہ یہ نہ آگے بڑھ سکیں،
مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٦٨﴾ ع۴
اور نہ پیچھے لوٹ سکیں۔ (۶۷) اور ہم جس شخص کو لمبی عمر دیتے ہیں، اُسے تخلیقی اعتبار سے اُلٹ ہی دیتے ہیں۔(۲۰) کیا پھر بھی انہیں عقل نہیں آتی؟ (۶۸)
وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِىْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ
اور ہم نے (اپنے) ان (پیغمبر) کو نہ شاعری سکھائی ہے، اور نہ وہ ان کے شایانِ شان ہے۔(۲۱) یہ تو بس ایک نصیحت کی بات ہے، اور ایسا قرآن جو
مُّبِيْنٌ ﴿٦٩﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٠﴾ اَوَلَمْ
حقیقت کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے، (۶۹) تاکہ ہر اُس شخص کو خبردار کرے جو زندہ ہو،(۲۲) اور تاکہ کفر کرنے والوں پر حجت پوری ہو جائے۔ (۷۰) اور
يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا
کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے اُن کے لئے مویشی پیدا کئے، اور یہ اُن کے مالک بنے ہوئے
مٰلِكُوْنَ ﴿٧١﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَهُمْ
ہیں؟ (۷۱) اور ہم نے ان مویشیوں کو اُن کے قابو میں دے دیا ہے، چنانچہ ان میں سے کچھ وہ ہیں جو ان کی سواری بنے ہوئے ہیں، اور کچھ وہ ہیں جنہیں
فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٧٣﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ
یہ کھاتے ہیں۔ (۷۲) نیز ان کو ان مویشیوں سے اور بھی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اور پینے کی چیزیں ملتی ہیں۔ کیا پھر بھی یہ شکر نہیں بجالائیں گے؟ (۷۳)
اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ
اور انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اس اُمید پر دُوسرے خدا بنا رکھے ہیں کہ انہیں (ان سے) مدد ملے، (۷۴) (حالانکہ) ان میں یہ طاقت ہی نہیں ہے کہ

(۱۹) جب کافر لوگ اس بات سے انکار کریں گے کہ انہوں نے شرک یا دوسرے جرائم کا ارتکاب کیا تھا تو اُس وقت اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھوں اور پاؤں کو بولنے کی صلاحیت عطا فرمادے گا، اور وہ گواہی دیں گے کہ انہوں نے فلاں فلاں جرائم کئے تھے۔ یہ تفصیل قرآنِ کریم نے سورۂ نور (۲۴:۲۴) اور سورۂ حم السجدۃ (۲۰:۴۱) میں بھی بیان فرمائی ہے۔

(۲۰) جب انسان بہت بوڑھا ہو جاتا ہے تو اُس کے قویٰ جواب دے جاتے ہیں، اُس کے دیکھنے، سننے، بولنے اور سمجھنے کی طاقت ختم ہو جاتی ہے، یا کمزور پڑ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ لوگ انسانوں کو پیش آنے والے ان تغیرات کو دیکھتے ہیں، اُس سے انہیں یہ سبق لینا چاہئے کہ جب اللہ تعالیٰ انسانوں کے جسم میں یہ تغیرات پیدا کر سکتا ہے تو وہ اُن کی نافرمانیوں کی بنا پر ان کی بینائی بالکل ختم بھی کر سکتا ہے، اور ان کی صورتیں بھی بالکلیہ مسخ کر سکتا ہے۔

(۲۱) بعض مشرکین کہا کرتے تھے کہ (معاذ اللہ) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شاعر ہیں، اور قرآنِ کریم آپ کی شاعری کی کتاب ہے۔ یہ آیت اس کی تردید کر رہی ہے۔

(۲۲) یعنی جس کا دِل زندہ ہو، اور وہ حقیقت تک پہنچنا چاہتا ہو۔ ایسے شخص کو زندہ فرما کر اشارہ کیا گیا ہے کہ جو شخص حق کا طلب گار نہ ہو، اور غفلت میں زندگی گذار رہا ہو، وہ زندہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا

ان کی مدد کرسکیں، بلکہ وہ ان کے لئے ایک ایسا (مخالف) لشکر بنیں گے جسے (قیامت میں ان کے سامنے) حاضر کرلیا جائے گا۔(۲۳) ﴿۷۵﴾ غرض

يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ

(اے پیغمبر!) ان کی باتیں تمہیں رنجیدہ نہ کریں۔ یقین جانو ہمیں سب معلوم ہے کہ یہ کیا کچھ چھپاتے، اور کیا کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ ﴿۷۶﴾ اور کیا

مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ

انسان نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اُسے نطفے سے پیدا کیا تھا؟ پھر اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا بن گیا۔ ﴿۷۷﴾ ہمارے بارے میں تو وہ باتیں

رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ

بناتا ہے، اور خود اپنی پیدائش کو بھلا بیٹھا ہے۔ کہتا ہے کہ: ''ان ہڈیوں کو کون زندگی دے گا جبکہ وہ گل چکی ہوں گی؟'' ﴿۷۸﴾ کہہ دو کہ: ''ان کو وہی

عَلِيْمُ ﴿۷۹﴾ ۙ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ

زندگی دے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، اور وہ پیدا کرنے کا ہر کام جانتا ہے، ﴿۷۹﴾ وہی ہے جس نے تمہارے لئے سرسبز درخت سے آگ

تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ

پیدا کردی ہے،(۲۴) پھر تم ذرا سی دیر میں اُس سے سلگانے کا کام لے لیتے ہو۔'' ﴿۸۰﴾ بھلا جس ذات نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، کیا وہ اس

وقف غفران

يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۚ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ

بات پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو (دوبارہ) پیدا کرسکے؟ ـــ کیوں نہیں؟ جبکہ وہ سب کچھ پیدا کرنے کی پوری مہارت رکھتا ہے! ﴿۸۱﴾ اُس کا

شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ

معاملہ تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرلے تو صرف اتنا کہتا ہے کہ: ''ہوجا'' بس وہ ہوجاتی ہے۔ ﴿۸۲﴾ غرض پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ

كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع

میں ہر چیز کی حکومت ہے، اور اُسی کی طرف تم سب کو آخر کار لے جایا جائے گا۔ ﴿۸۳﴾

---

(۲۳) یعنی جن من گھڑت خداؤں سے یہ مدد کی اُمیدیں لگائے بیٹھے ہیں، وہ ان کی مدد تو کیا کرتے؟ قیامت کے دن ان کا پورا لشکر ان کے خلاف گواہی دے گا، جیسا کہ قرآنِ کریم نے سورۂ سبأ (۳۴: ۴۰) اور سورۂ قصص (۲۸: ۶۳) میں بتلایا ہے۔

(۲۴) عرب میں دو درخت ہوتے تھے، ایک مرخ اور دُوسرا عفار۔ اہلِ عرب ان سے چقماق کا کام لیتے تھے، اور ان کو ایک دوسرے کے ساتھ رگڑنے سے آگ پیدا ہوجاتی تھی۔ فرمایا یہ جارہا ہے کہ جس ذات نے ایک سرسبز درخت سے آگ پیدا کردی ہے، اُس کے لئے دوسرے جمادات میں زندگی پیدا کردینا کیا مشکل ہے؟

الحمدللہ! آج رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ کی اکیسویں شب میں (۱۳/ اکتوبر ۲۰۰۷ء کو) تین بجے سورۂ یٰسٓ کا ترجمہ اور اُس کے تشریحی حواشی تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما کر اُسے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سُوْرَةُ الصّٰٓفّٰتِ

تعارف

مکی سورتوں میں زیادہ تر اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کے اِثبات پر زور دیا گیا ہے، اس سورت کا مرکزی موضوع بھی یہی ہے، البتہ اس سورت میں خاص طور پر مشرکینِ عرب کے اس غلط عقیدے کی تردید کی گئی ہے جس کی رُو سے وہ کہا کرتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سورت کا آغاز فرشتوں کے اوصاف سے کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس سورت میں آخرت میں پیش آنے والے حالات کی منظر کشی فرمائی گئی ہے۔ کفار کو کفر کے ہولناک انجام سے ڈرایا گیا ہے، اور انہیں متنبہ کیا گیا ہے کہ اُن کی تمام تر مخالفت کے باوجود اس دُنیا میں بھی اسلام ہی غالب آکر رہے گا۔ اسی مناسبت سے حضرت نوح، حضرت لوط، حضرت موسیٰ، حضرت الیاس اور حضرت یونس علیہم السلام کے واقعات مختصراً اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ خاص طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا جو حکم دیا گیا تھا، اور انہوں نے قربانی کے جس عظیم جذبے سے اُس کی تعمیل فرمائی، اُس کا واقعہ بڑے مؤثر اور مفصل انداز میں اسی سورت کے اندر بیان ہوا ہے۔ سورت کا نام اُس کی پہلی آیت سے ماخوذ ہے۔

ایاتها ۱۸۲ ۳۷ سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ ۵۶ ركوعاتها ۵

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ایک سو بیاسی آیتیں اور پانچ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ

قسم اُن کی(۱) جو پَرے باندھ کر صف بناتے ہیں،(۲) ﴿۱﴾ پھر اُن کی جو روک ٹوک کرتے ہیں،(۳) ﴿۲﴾ پھر اُن کی جو ذِکر کی تلاوت کرتے ہیں،(۴) ﴿۳﴾

اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ

تمہارا معبود ایک ہی ہے، ﴿۴﴾ جو تمام آسمانوں اور زمین کا اور اُن کے درمیان کی ہر چیز کا مالک ہے، اور اُن تمام مقامات کا مالک جہاں سے

الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفْظًا

ستارے طلوع ہوتے ہیں۔ ﴿۵﴾ بیشک ہم نے نزدیک والے آسمان کو ستاروں کی شکل میں ایک سجاوٹ عطا کی ہے، ﴿۶﴾ اور ہر

---

(۱) اللہ تعالیٰ کو اپنی کسی بات کی تصدیق کے لئے قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزوں کی جو قسمیں کھائی ہیں، وہ اوّل تو عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا ایک اُسلوب ہے جس سے کلام میں زور اور تاثیر پیدا ہوتی ہے، دوسرے جن چیزوں کی قسم کھائی گئی ہے، اُن پر اگر غور کیا جائے تو وہ اُس دعوے کی دلیل ہوتی ہیں جو ان قسموں کے بعد مذکور ہوتا ہے۔ اور ہمارے لئے جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے سوا کسی اور چیز کی قسم کھائیں۔

(۲) اکثر مفسرین کے مطابق اس سے مراد فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے وقت یا اللہ تعالیٰ کا حکم سننے کے لئے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں، لیکن الفاظ میں فرشتوں کا نام نہیں لیا گیا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے یہ ہدایت دینی مقصود ہے کہ کسی اجتماعی کام کے وقت لوگوں کا ایک غیر منظم بھیڑ کی شکل میں جمع ہونا اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے، بلکہ ایسے موقع پر صف اور قطار بنا کر نظم وضبط کا مظاہرہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے۔ اسی لئے نماز میں بھی صف بندی کی بڑی تاکید کی گئی ہے، اور جہاد کے وقت بھی صف بنانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔

(۳) یعنی وہ فرشتے شیطانوں کو عالمِ بالا میں داخل ہونے اور شرارت کرنے سے روکتے ہیں۔

(۴) اس سے مراد قرآنِ کریم کی تلاوت بھی ہو سکتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغولیت بھی۔ بہر حال! یہ تینوں صفتیں فرشتوں کی ہیں، اور ان میں بندگی کی تمام صورتیں جمع ہیں، یعنی صف باندھ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، طاغوتی طاقتوں پر روک ٹوک رکھنا، اور اللہ تعالیٰ کے کلام کی تلاوت اور ذکر میں مشغول رہنا۔ ان کی قسم کھا کر یہ فرمایا گیا ہے کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، اور اُس کا نہ کوئی شریک ہے، اور نہ اُسے اولاد کی حاجت ہے۔ فرشتوں کے ان اوصاف کی قسم کھا کر یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ اگر فرشتوں کے ان حالات پر غور کرو تو وہ سب اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگے ہوئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے اُن کا رشتہ باپ بیٹی کا نہیں، بلکہ عابد اور معبود کا ہے۔

مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ﴿٧﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ
شریر شیطان سے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔ ﴿٧﴾ وہ اُوپر کے جہان کی باتیں نہیں سن سکتے، اور ہر طرف سے اُن پر
جَانِبٍ ﴿٨﴾ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ﴿٩﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ
مار پڑتی ہے، ﴿٨﴾ اُنہیں دھکے دیئے جاتے ہیں، اور اُن کو (آخرت میں) دائمی عذاب ہوگا۔ ﴿٩﴾ البتہ جو کوئی کچھ اُچک لے جائے تو ایک روشن
فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿١٠﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا
شعلہ اُس کا پیچھا کرتا ہے۔(۵) ﴿١٠﴾ اب ذرا ان (کافروں) سے پوچھو کہ ان کی تخلیق زیادہ مشکل ہے یا ہماری پیدا کی ہوئی دوسری مخلوقات کی؟(۶) ان کو تو
اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿١١﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَ يَسْخَرُوْنَ ﴿١٢﴾ وَ اِذَا
ہم نے لیس دار گارے سے پیدا کیا ہے۔ ﴿١١﴾ (اے پیغمبر!) حقیقت تو یہ ہے کہ تم (ان کی باتوں پر) تعجب کرتے ہو، اور یہ ہنسی اُڑاتے ہیں، ﴿١٢﴾ اور
ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿١٣﴾ وَ اِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿١٤﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ
جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو نصیحت مانتے نہیں، ﴿١٣﴾ اور جب کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو مذاق اُڑاتے ہیں، ﴿١٤﴾ اور کہتے ہیں کہ:
هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا
"یہ ایک کھلے جادو کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، ﴿١٥﴾ بھلا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیوں کی صورت اختیار کرلیں گے، تو کیا ہمیں دوبارہ
لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿١٦﴾ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿١٧﴾ قُلْ نَعَمْ وَ اَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿١٨﴾
زندہ کیا جائے گا؟ ﴿١٦﴾ اور بھلا کیا ہمارے پچھلے باپ دادوں کو بھی؟" ﴿١٧﴾ کہہ دو کہ: "ہاں! اور تم ذلیل بھی ہوگے۔" ﴿١٨﴾
فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿١٩﴾ وَ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا
بس وہ تو ایک ہی زوردار آواز ہوگی، جس کے بعد وہ اچانک (سارے ہولناک مناظر) دیکھنے لگیں گے، ﴿١٩﴾ اور کہیں گے کہ: "ہائے ہماری
ع ۱ یَوْمُ الدِّيْنِ ﴿٢٠﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢١﴾
شامت! یہ تو حساب و کتاب کا دن ہے۔" ﴿٢٠﴾ (جی ہاں!) یہی وہ فیصلے کا دن ہے جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ ﴿٢١﴾
اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَ مَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿٢٢﴾ مِنْ دُوْنِ
(فرشتوں سے کہا جائے گا کہ:) "گھیر لاؤ اُن سب کو جنہوں نے ظلم کیا تھا، اور اُن کے ساتھیوں کو بھی، اور اُن کو بھی جن کی یہ
الربع اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿٢٣﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿٢٤﴾
اللہ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے، پھر انہیں دوزخ کا راستہ دِکھاؤ، ﴿٢٢﴾ و ﴿٢٣﴾ اور ذرا انہیں ٹھہراؤ، ان سے کچھ پوچھا جائے گا۔" ﴿٢٤﴾

---

(۵) اس حقیقت کی پوری تفصیل سورۂ حجر (۱۵: ۱۶ و ۱۷) کے حاشیے میں گذر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

(۶) یعنی آسمان، زمین اور چاند ستاروں کی تخلیق انسان کی تخلیق سے زیادہ مشکل ہے، جب اللہ تعالیٰ ان مشکل مخلوقات کو عدم سے وجود میں لے آئے، تو گارے سے بنے ہوئے انسان کو ایک مرتبہ موت دے کر دوبارہ پیدا کر دینا اُس کے لئے کیا مشکل ہے؟

مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَ اَقْبَلَ بَعْضُهُمْ

"کیوں جی؟ تمہیں کیا ہوا کہ تم ایک دوسرے کی مدد نہیں کررہے؟" (۲۵) اس کے بجائے یہ تو آج سر جھکائے کھڑے ہیں۔ (۲۶) اور وہ ایک دوسرے

عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ

کی طرف رُخ کرکے آپس میں سوال جواب کریں گے۔ (۲۷) (ماتحت لوگ اپنے بڑوں سے) کہیں گے کہ: "تم تھے جو ہم پر بڑے زوروں سے

الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ

چڑھ چڑھ کر آتے تھے"(۷) (۲۸) وہ کہیں گے کہ: "نہیں، بلکہ تم خود ایمان لانے والے نہیں تھے۔ (۲۹) اور تم پر ہمارا کوئی زور نہیں تھا، اصل بات یہ

سُلْطٰنٍ ۚ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ ۖ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾

ہے کہ تم خود سرکش لوگ تھے۔ (۳۰) اب تو ہمارے پروردگار کی یہ بات ہم پر ثابت ہوگئی ہے کہ ہم سب کو یہ مزہ چکھنا ہے، (۳۱)

فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾

کیونکہ ہم نے تمہیں بہکایا(۸) ہم خود بہکے ہوئے تھے۔" (۳۲) غرض اُس دن یہ سب عذاب میں ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہوں گے۔ (۳۳)

اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ

ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کرتے ہیں۔ (۳۴) ان کا حال یہ تھا کہ جب ان سے یہ کہا جاتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے

اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ

تو یہ اَکڑ دِکھاتے تھے۔ (۳۵) اور کہا کرتے تھے کہ: "کیا ہم ایسے ہیں کہ ایک دیوانے شاعر کی وجہ سے اپنے معبودوں کو

مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا

چھوڑ بیٹھیں؟" (۳۶) حالانکہ وہ (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) حق لے کر آئے تھے، اور اُنہوں نے دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کی تھی! (۳۷) چنانچہ (اُن

الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا

سے کہا جائے گا کہ:) "تم سب کو دردناک عذاب کا مزہ چکھنا ہوگا، (۳۸) اور تمہیں کسی اور بات کا نہیں، خود تمہارے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔" (۳۹)

عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ ۚ وَ

البتہ جو اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں، (۴۰) اُن کے لئے طے شدہ رزق ہے، (۴۱) میوے ہیں، اور نعمت بھرے باغات میں

هُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ

اُن کی پوری پوری عزت ہوگی، (۴۲) و (۴۳) وہ اُونچی نشستوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے، (۴۴) ایسی لطیف شراب کے جام اُن کے لئے گردش

---

(۷) یعنی ہم پر زور ڈالتے تھے کہ ہم ایمان نہ لائیں۔

(۸) مطلب یہ ہے کہ ہم چونکہ خود بہکے ہوئے تھے، اس لئے ہم نے تمہیں بہکایا ضرور، لیکن ہمارے بہکانے سے تم کفر پر مجبور نہیں ہوگئے تھے، اگر تم ہمارے بہکائے میں نہ آتے تو ہمارا تم پر کوئی زور نہ چلتا۔

عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍۢ ۝٤٥ۙ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝٤٦ۚ لَا فِيْهَا غَوْلٌ
میں آئیں گے، (۴۵) جو سفید رنگ کی ہوگی، پینے والوں کے لئے سراپا لذت! (۴۶) نہ اُس سے سر میں خمار ہوگا، اور نہ اُن کی
وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ۝٤٧ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ۝٤٨ۙ
عقل بہکے گی۔ (۴۷) اور اُن کے پاس وہ بڑی بڑی آنکھوں والی خواتین ہوں گی جن کی نگاہیں (اپنے شوہروں پر) مرکوز ہوں گی، (۹) (۴۸) (اُن کا بے داغ
كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝٤٩ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝٥٠
وجود) ایسا لگے گا جیسے وہ (گرد وغبار سے) چھپا کر رکھے ہوئے انڈے ہوں۔ (۴۹) پھر جنتی لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر آپس میں سوالات کریں
قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ۝٥١ۙ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ
گے۔ (۵۰) اُن میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ساتھی تھا، (۵۱) جو (مجھ سے) کہا کرتا تھا کہ: "کیا تم واقعی اُن لوگوں میں سے ہو جو (آخرت کی
الْمُصَدِّقِيْنَ ۝٥٢ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا
زندگی کو) سچ مانتے ہیں؟ (۵۲) کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیوں میں تبدیل ہو جائیں گے تو کیا واقعی ہمیں (اپنے کاموں کا) بدلہ دیا جائے
لَمَدِيْنُوْنَ ۝٥٣ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ۝٥٤ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ فِيْ سَوَآءِ
گا؟" (۵۳) وہ جنتی (دوسرے جنتیوں سے) کہے گا کہ: "کیا تم (میرے اُس ساتھی کو) جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو؟" (۵۴) پھر وہ خود (دوزخ میں) جھانک
الْجَحِيْمِ ۝٥٥ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ۝٥٦ۙ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ
کر دیکھے گا تو وہ اُسے دوزخ کے بیچوں بیچ نظر آجائے گا۔ (۵۵) وہ جنتی (اُس سے) کہے گا کہ: "اللہ کی قسم! تم تو مجھے بالکل ہی برباد کرنے لگے تھے، (۵۶) اور
لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ۝٥٧ اَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ۝٥٨ۙ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى
اگر میرے پروردگار کا فضل شاملِ حال نہ ہوتا تو اور لوگوں کے ساتھ مجھے بھی دھر لیا جاتا۔" (۵۷) (پھر وہ خوشی کے عالم میں اپنے جنتی ساتھیوں سے کہے
وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ۝٥٩ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝٦٠ لِمِثْلِ هٰذَا
گا:) "اچھا تو کیا اب ہمیں موت نہیں آئے گی؟ (۵۸) سوائے اُس موت کے جو ہمیں پہلے آچکی؟ اور ہمیں عذاب بھی نہیں ہوگا؟" (۵۹) حقیقت یہ ہے کہ
فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ۝٦١ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝٦٢ اِنَّا
زبردست کامیابی یہی ہے، (۶۰) اسی جیسی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے۔ (۶۱) بھلا یہ مہمانی اچھی ہے، یا زقوم کا درخت؟ (۶۲) ہم نے
جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ۝٦٣ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۝٦٤ۙ
اُس درخت کو ان ظالموں کے لئے ایک آزمائش بنا دیا ہے۔ (۱۰) (۶۳) دراصل وہ درخت ہی ایسا ہے جو دوزخ کی تہہ سے نکلتا ہے، (۶۴)

(۹) یہ حوریں ہوں گی جو اپنے شوہروں کے سوا کسی اور کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھیں گی۔ اور اس آیت کا ایک مطلب بعض مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی نگاہوں میں اتنی حسین ہوں گی کہ وہ اُن کو دوسری عورتوں کی طرف مائل نہیں ہونے دیں گی۔

(۱۰) جب قرآنِ کریم نے یہ بتایا کہ دوزخ میں زقوم کا درخت ہوگا جو دوزخیوں کی خوراک بنے گا، تو کافروں نے مذاق اُڑایا کہ

طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ
اُس کا خوشہ ایسا ہے جیسے شیطانوں کے سر۔(١١) ﴿٦٥﴾ چنانچہ دوزخی لوگ اُسی میں سے خوراک حاصل کریں گے، اور اُسی سے
مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾ ثُمَّ اِنَّ
پیٹ بھریں گے۔ ﴿٦٦﴾ پھر انہیں اُس کے اُوپر سے کھولتے ہوئے پانی کا آمیزہ ملے گا،(١٢) ﴿٦٧﴾ پھر وہ لوٹیں گے تو اُسی دوزخ
مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾ فَهُمْ عَلٰٓى
کی طرف لوٹیں گے۔(١٣) ﴿٦٨﴾ انہوں نے اپنے باپ دادوں کو گمراہی کی حالت میں پایا تھا، ﴿٦٩﴾ چنانچہ یہ اُنہی کے نقشِ قدم پر
اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٧١﴾ وَلَقَدْ
لپک لپک کر دوڑتے رہے۔(١۴) ﴿٧٠﴾ اور ان سے پہلے جو لوگ گذر چکے ہیں، اُن میں سے اکثر لوگ بھی گمراہ ہوئے، ﴿٧١﴾ اور حقیقت یہ ہے کہ ہم
اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾
نے اُن کے درمیان خبردار کرنے والے (پیغمبر) بھیجے تھے، ﴿٧٢﴾ اب دیکھ لو کہ جن کو خبردار کیا گیا تھا، اُن کا انجام کیسا ہوا؟ ﴿٧٣﴾ البتہ جو اللہ کے
اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَ ع
برگزیدہ بندے تھے، (وہ محفوظ رہے)۔ ﴿٧٤﴾ اور نوح نے ہمیں پکارا تھا، تو (دیکھ لو کہ) ہم پکار کا کتنا اچھا جواب دینے والے ہیں! ﴿٧٥﴾ اور
نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٦﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ﴿٧٧﴾
ہم نے اُنہیں اور اُن کے گھر والوں کو بڑے کرب سے نجات دی، ﴿٧٦﴾ اور ہم نے اُن کی نسل ہی کو باقی رکھا، ﴿٧٧﴾
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿٧٨﴾ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٩﴾ اِنَّا
اور جو لوگ اُن کے بعد آئے، اُن میں یہ روایت قائم کی ﴿٧٨﴾ (کہ وہ یہ کہا کریں کہ:) "سلام ہو نوح پر دُنیا جہان کے لوگوں میں!" ﴿٧٩﴾ ہم نیک
كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٨٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٨١﴾ ثُمَّ
عمل کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں ﴿٨٠﴾ بیشک وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔ ﴿٨١﴾ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو

بھلا آگ میں کوئی درخت کیسے ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ زقوم کا ذِکر کرکے ان کافروں کو ایک اور آزمائش میں ڈالا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی بات کی تصدیق کرتے ہیں، یا اُس کا انکار کرتے ہیں۔

(١١) اس کا ایک ترجمہ سانپوں کے سر سے بھی کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ اُردو میں جس درخت کو "ناگ پھنی کا درخت" کہا جاتا ہے، وہی "زَقوم" ہے۔

(١٢) یعنی کھولتے ہوئے پانی میں زَقوم کا بدمزہ ذائقہ اور پیپ وغیرہ ملی ہوگی۔

(١٣) یعنی یہ عذاب بھگتنے کے بعد بھی وہ دوزخ سے نہیں نکلیں گے، بلکہ دوزخ ہی میں رہیں گے۔

(١۴) لپکنے کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ انہوں نے اپنی مرضی اور اِشتیاق سے وہی راستہ اختیار کیا، اور نہ خود اپنی عقل سے سوچا اور نہ پیغمبروں کی بات مانی۔

اَغۡرَقۡنَا الۡاٰخَرِيۡنَ ۝۸۲ وَ اِنَّ مِنۡ شِيۡعَتِهٖ لَاِبۡرٰهِيۡمَ ۘ ۝۸۳ اِذۡ جَآءَ رَبَّهٗ
پانی میں غرق کردیا۔[۱۵] ۸۲ اور اُنہی کے طریقے پر چلنے والوں میں یقیناً ابراہیم بھی تھے، ۸۳ جب وہ اپنے پروردگار کے پاس صاف ستھرا دل لے
بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ ۝۸۴ اِذۡ قَالَ لِاَبِيۡهِ وَقَوۡمِهٖ مَاذَا تَعۡبُدُوۡنَ ۚ ۝۸۵ اَئِفۡكًا
کرآئے، ۸۴ جب اُنہوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ: "تم کن چیزوں کی عبادت کرتے ہو؟ ۸۵ کیا اللہ کو چھوڑ کر جھوٹ موٹ کے
اٰلِهَةً دُوۡنَ اللّٰهِ تُرِيۡدُوۡنَ ؕ ۝۸۶ فَمَا ظَنُّكُمۡ بِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۸۷ فَنَظَرَ
خدا چاہتے ہو؟ ۸۶ تو پھر جو ذات سارے جہانوں کو پالنے والی ہے، اُس کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" ۸۷ اس کے (کچھ عرصے)
نَظۡرَةً فِى النُّجُوۡمِ ۙ ۝۸۸ فَقَالَ اِنِّىۡ سَقِيۡمٌ ۝۸۹ فَتَوَلَّوۡا عَنۡهُ
بعد اُنہوں نے ستاروں کی طرف ایک نگاہ ڈال کر دیکھا، ۸۸ اور کہا کہ: "میری طبیعت خراب ہے۔"[۱۶] ۸۹ چنانچہ وہ لوگ پیٹھ موڑ کر اُن کے پاس
مُدۡبِرِيۡنَ ۝۹۰ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمۡ فَقَالَ اَلَا تَاۡكُلُوۡنَ ۚ ۝۹۱ مَا لَكُمۡ لَا
سے چلے گئے۔ ۹۰ اس کے بعد یہ اُن کے بنائے ہوئے معبودوں (یعنی بتوں) میں جا گھسے، (اور اُن سے) کہا: "کیا تم کھاتے نہیں ہو؟ ۹۱
تَنۡطِقُوۡنَ ۝۹۲ فَرَاغَ عَلَيۡهِمۡ ضَرۡبًۢا بِالۡيَمِيۡنِ ۝۹۳ فَاَقۡبَلُوۡۤا اِلَيۡهِ
تمہیں کیا ہوگیا کہ تم بولتے نہیں؟" ۹۲ پھر وہ پوری قوت سے مارتے ہوئے اُن (بتوں) پر پل پڑے، ۹۳ اس پر اُن کی قوم کے لوگ ان کے
يَزِفُّوۡنَ ۝۹۴ قَالَ اَتَعۡبُدُوۡنَ مَا تَنۡحِتُوۡنَ ۙ ۝۹۵ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمۡ وَمَا
پاس دوڑے ہوئے آئے، ۹۴ ابراہیم نے کہا: "کیا تم ان (بتوں) کو پوجتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو؟ ۹۵ حالانکہ اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا
تَعۡمَلُوۡنَ ۝۹۶ قَالُوا ابۡنُوۡا لَهٗ بُنۡيَانًا فَاَلۡقُوۡهُ فِى الۡجَحِيۡمِ ۝۹۷ فَاَرَادُوۡا
ہے، اور جو کچھ تم بناتے ہو، اُس کو بھی۔" ۹۶ اُن لوگوں نے کہا: "ابراہیم کے لئے ایک عمارت بناؤ، اور اُسے دہکتی ہوئی آگ میں پھینک دو۔" ۹۷
بِهٖ كَيۡدًا فَجَعَلۡنٰهُمُ الۡاَسۡفَلِيۡنَ ۝۹۸ وَقَالَ اِنِّىۡ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّىۡ
اس طرح اُنہوں نے ابراہیم کے خلاف ایک بُرا منصوبہ بنانا چاہا، لیکن ہم نے اُنہیں نیچا دکھا دیا۔[۱۷] ۹۸ اور ابراہیم نے کہا: "میں اپنے رَبّ کے

وقف لازم

---

(۱۵) حضرت نوح علیہ السلام اور اُن کی قوم کا پورا واقعہ سورۂ ہود (۱۱:۲۵ تا ۴۹) میں گذر چکا ہے۔

(۱۶) اُن کی قوم کے لوگ اُنہیں اپنے ایک میلے میں لے جانا چاہتے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک تو میلے میں شریک نہیں ہونا چاہتے تھے، دوسرے اُن کے دِل میں یہ ارادہ تھا کہ جب یہ سارے لوگ میلے میں چلے جائیں گے، اور مندر خالی ہوگا تو وہ وہاں جا کر بتوں کو توڑ پھوڑ دیں گے، تاکہ یہ لوگ آنکھوں سے اُن بتوں کی بے بسی کا منظر دیکھیں جنہیں انہوں نے خدا بنا رکھا ہے۔ اس لئے اُنہوں نے عذر کیا کہ میری طبیعت خراب ہے۔ اب یہ بھی ممکن ہے کہ واقعی اُن کے مزاج ناساز ہوں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اُن کا اصل مطلب یہ ہے کہ تمہارے کفر و شرک کی حرکتیں دیکھ کر میری طبیعت رُوحانی طور پر خراب ہوتی ہے۔

(۱۷) یعنی جو آگ دہکائی گئی تھی، اللہ تعالیٰ نے اُسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ٹھنڈا کر دیا۔ یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ سورۂ انبیاء (۲۱:۵۱ تا ۷۰) میں گذر چکا ہے۔ وہیں اس کی تشریح بھی گذری ہے۔

سَيَهْدِيْنِ ﴿٩٩﴾ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١٠٠﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ

پاس جارہا ہوں، وہی میری رہنمائی فرمائے گا۔"(۱۸) ﴿۹۹﴾ میرے پروردگار! مجھے ایک ایسا بیٹا دیدے جو نیک لوگوں میں سے ہو۔" ﴿۱۰۰﴾ چنانچہ ہم نے

حَلِيْمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْۤ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْۤ

اُنہیں ایک بُردبار لڑکے کی خوشخبری دی۔(۱۹) ﴿۱۰۱﴾ پھر جب وہ لڑکا ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تو اُنہوں نے کہا: "بیٹے! میں خواب

اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ز

میں دیکھتا ہوں کہ تمہیں ذبح کررہا ہوں، اب سوچ کر بتاؤ، تمہاری کیا رائے ہے؟" بیٹے نے کہا: "اباجان! آپ وہی کیجئے جس کا آپ کو حکم دیا

سَتَجِدُنِيْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ

جارہا ہے،(۲۰) اِن شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔" ﴿۱۰۲﴾ چنانچہ (وہ عجیب منظر تھا) جب دونوں نے سر جھکادیا، اور باپ

لِلْجَبِيْنِ ﴿١٠٣﴾ ج وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿١٠٤﴾ لا قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا

نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرایا،(۲۱) ﴿۱۰۳﴾ اور ہم نے اُنہیں آواز دی کہ: "اے ابراہیم! ﴿۱۰۴﴾ تم نے خواب کو سچ کر دِکھایا۔ یقیناً ہم

كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٠٥﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿١٠٦﴾ وَ

نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں۔" ﴿۱۰۵﴾ یقیناً یہ ایک کھلا ہوا امتحان تھا، ﴿۱۰۶﴾ اور

فَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿١٠٧﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ﴿١٠٨﴾ صلے سَلٰمٌ عَلٰۤى

ہم نے ایک عظیم ذبیحہ کا فدیہ دے کر اُس بچے کو بچالیا۔(۲۲) ﴿۱۰۷﴾ اور جو لوگ اُن کے بعد آئے، اُن میں یہ روایت قائم کی ﴿۱۰۸﴾ (کہ وہ یہ کہا کریں

اِبْرٰهِيْمَ ﴿١٠٩﴾ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١١٠﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا

کہ:) "سلام ہو اِبراہیم پر!" ﴿۱۰۹﴾ ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں۔ ﴿۱۱۰﴾ یقیناً وہ ہمارے مؤمن بندوں میں

---

(۱۸) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اصل وطن عراق تھا، اس واقعے کے بعد آپ شام کی طرف ہجرت فرماگئے تھے۔

(۱۹) اس سے مراد حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

(۲۰) یہ اگرچہ ایک خواب تھا، لیکن انبیائے کرام علیہم السلام کا خواب بھی وحی ہوتا ہے، اس لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اُسے اللہ تعالیٰ کا حکم قرار دیا۔

(۲۱) باپ بیٹے دونوں نے تو اپنی طرف سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں یہی ٹھان لی تھی کہ باپ بیٹے کو ذبح کرے گا، اس لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹایا، تاکہ چھری پھیرتے وقت اُن کی صورت دیکھ کر ارادے میں کوئی تزلزل نہ آجائے۔

(۲۲) چونکہ باپ بیٹے دونوں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنے اختیار کا ہر کام کرچکے تھے، اس لئے امتحان پورا ہوگیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا کرشمہ دِکھایا کہ چھری حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بجائے ایک مینڈھے پر چلی جو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے وہاں بھیج دیا، اور حضرت اسماعیل علیہ السلام زندہ سلامت رہے۔

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١١١﴾ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿١١٢﴾ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَ

سے تھے۔ (۱۱۱) اور ہم نے اُنہیں اسحاق کی خوشخبری دی، کہ وہ صالحین میں سے ایک نبی ہوں گے، (۱۱۲) اور ہم نے اُن پر بھی برکتیں نازل کیں،

عَلٰٓى اِسْحٰقَ ؕ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ﴿١١٣﴾ ع وَلَقَدْ مَنَنَّا

اور اسحاق پر بھی، اور اُن کی اولاد میں سے کچھ لوگ نیک عمل کرنے والے ہیں، اور کچھ اپنی جان پر کھلا ظلم کرنے والے۔ (۱۱۳) اور بیشک ہم نے

عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١١٤﴾ ج وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿١١٥﴾ ج وَ

موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا۔ (۱۱۴) اور ہم نے اُنہیں اور اُن کی قوم کو ایک بڑے کرب سے نجات دی، (۱۱۵) اور

نَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿١١٦﴾ ج وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿١١٧﴾ ج

ہم نے اُن کی مدد کی جس کے نتیجے میں وہی غالب رہے، (۱۱۶) اور ہم نے اُن دونوں کو ایسی کتاب عطا کی جو بالکل واضح تھی، (۱۱۷)

وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿١١٨﴾ ج وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿١١٩﴾ لا سَلٰمٌ

اور اُن دونوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دی، (۱۱۸) اور جو لوگ اُن کے بعد آئے، اُن میں یہ روایت قائم کی (۱۱۹) (کہ وہ یہ کہا کریں کہ:) ''سلام

عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿١٢٠﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٢١﴾ اِنَّهُمَا مِنْ

ہو موسیٰ اور ہارون پر!'' (۱۲۰) یقیناً ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں۔ (۱۲۱) بیشک وہ دونوں

عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٢٢﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٢٣﴾ ط اِذْ قَالَ

ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔ (۱۲۲) اور الیاس بھی یقیناً پیغمبروں میں سے تھے،(۲۳) (۱۲۳) جب اُنہوں نے اپنی

لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿١٢٤﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ

قوم سے کہا تھا کہ: ''کیا تم لوگ اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ (۱۲۴) کیا تم بعل (نامی بت) کو پوجتے ہو، اور اُس کو چھوڑ دیتے ہو جو سب سے بہتر

الْخَالِقِيْنَ ﴿١٢٥﴾ لا اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٢٦﴾ فَكَذَّبُوْهُ

تخلیق کرنے والا ہے؟ (۱۲۵) اُس اللہ کو جو تمہارا بھی پروردگار ہے، اور تمہارے باپ دادوں کا بھی جو پہلے گذر چکے ہیں؟'' (۱۲۶) پھر ہوا یہ کہ اُنہوں

---

(۲۳) حضرت الیاس علیہ السلام کے بارے میں قرآنِ کریم نے زیادہ تفصیلات بیان نہیں فرمائیں۔ تاریخی اور اِسرائیلی روایتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد جب بنی اسرائیل میں کفر و شرک کی وبائیں پھوٹیں تو اُس وقت آپ کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا، بائبل کی کتاب سلاطین میں ہے کہ بادشاہ اخی اب کی بیوی ازابیل نے بعل نام کے ایک بت کی پرستش شروع کی تھی، حضرت اِلیاس علیہ السلام نے انہیں بت پرستی سے روکا، اور معجزے بھی دِکھلائے، لیکن نافرمان قوم نے ہدایت کی بات ماننے کے بجائے حضرت اِلیاس علیہ السلام کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے منصوبے کو ناکام بنا کر خود اُنہی پر بلائیں مسلط فرمائیں، اور حضرت اِلیاس علیہ السلام کو اپنے پاس بلا لیا۔ اسرائیلی روایتوں میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اُنہیں آسمان پر زندہ اُٹھا لیا گیا تھا، لیکن کسی مستند روایت سے اس بات کی تائید نہیں ہوتی۔ مزید تفصیل کے لئے اس آیت کی تشریح میں تفسیر ''معارف القرآن'' ملاحظہ فرمائیے۔

فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي

نے اِلیاس کو جھٹلایا، اس لئے وہ ضرور (عذاب میں) دھر لئے جائیں گے۔ ﴿۱۲۷﴾ البتہ اللہ کے برگزیدہ بندے (محفوظ رہیں گے) ﴿۱۲۸﴾ اور جو

الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي

لوگ اُن کے بعد آئے، اُن میں ہم نے یہ روایت قائم کی ﴿۱۲۹﴾ (کہ وہ یہ کہا کریں کہ:) "سلام ہو اِلیاسین پر!" ﴿۱۳۰﴾ یقیناً ہم نیکی کرنے والوں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَ اِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ

کو اسی طرح صلہ دیتے ہیں۔ ﴿۱۳۱﴾ بیشک وہ ہمارے مؤمن بندوں میں سے تھے۔ ﴿۱۳۲﴾ اور یقیناً لوط بھی

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَ اَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي

پیغمبروں میں سے تھے۔ ﴿۱۳۳﴾ جب ہم نے اُن کو اور اُن کے سارے گھر والوں کو (عذاب سے) نجات دی تھی، ﴿۱۳۴﴾ سوائے ایک بڑھیا کے جو

الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ اِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ

پیچھے رہ جانے والوں میں شامل رہی، (۲۴) ﴿۱۳۵﴾ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو ملیا میٹ کردیا، ﴿۱۳۶﴾ اور (اے مکہ والو!) تم اُن (کی بستیوں) پر سے

مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَ بِالَّيْلِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ ع ۵

گذرا کرتے ہو، (کبھی) صبح ہوتے، ﴿۱۳۷﴾ اور (کبھی) رات کے وقت۔ (۲۵) کیا پھر بھی تمہیں عقل نہیں آتی؟ ﴿۱۳۸﴾ اور یقیناً یونس بھی

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ

پیغمبروں میں سے تھے، ﴿۱۳۹﴾ جب وہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی میں پہنچے، (۲۶) ﴿۱۴۰﴾ پھر وہ قرعہ اندازی میں شریک ہوئے، اور قرعے میں

---

(۲۴) اس سے مراد حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی ہے جو آخر وقت تک کافروں کا ساتھ دیتی رہی، اور اُنہی کے ساتھ عذاب میں ہلاک ہوئی۔ حضرت لوط علیہ السلام کا مفصل واقعہ سورۂ ہود (۱۱:۷۷) میں گذر چکا ہے۔

(۲۵) اہلِ عرب اپنی تجارت کے لئے جب شام کا سفر کرتے تو ان اُجڑی ہوئی بستیوں پر سے گذرا کرتے تھے جہاں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا تھا۔

(۲۶) حضرت یونس علیہ السلام کا واقعہ اِختصار کے ساتھ سورۂ یونس (۱۰:۹۸) میں بھی گذر چکا ہے، اور سورۂ انبیاء (۲۱:۸۷) میں بھی۔ وہ عراق کے شہر نینوا میں بھیجے گئے تھے، اور انہوں نے ایک عرصے تک اپنی قوم کو اِیمان لانے کی دعوت دی، اور جب وہ نہ مانی تو اُنہیں متنبہ کردیا کہ اب تم پر تین دن کے اندر اندر عذاب آکر رہے گا، قوم کے لوگوں نے آپس میں یہ طے کیا کہ حضرت یونس علیہ السلام چونکہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے، اس لئے اگر وہ بستی سے چلے جاتے ہیں تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ وہ ٹھیک کہہ رہے تھے۔ اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے بستی چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ اُدھر بستی کے لوگوں نے جب دیکھا کہ آپ بستی میں نہیں ہیں، اور کچھ عذاب کے آثار بھی محسوس کئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ توبہ کی، جس کے نتیجے میں اُن سے عذاب ٹل گیا۔ حضرت یونس علیہ السلام کو اُن کی توبہ کا حال معلوم نہیں تھا، اور جب اُنہوں نے یہ دیکھا کہ تین دن گذر گئے اور عذاب نہیں آیا تو اُنہیں ڈر ہوا کہ اگر میں بستی میں واپس جاؤں گا تو بستی والے مجھے جھوٹا بنائیں گے، اور

الْمُدْحَضِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ

مغلوب ہوئے ﴿۱۴۱﴾ پھر مچھلی نے اُنہیں نگل لیا، جبکہ وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہے تھے۔ ﴿۱۴۲﴾ چنانچہ اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ

الْمُسَبِّحِيْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ

ہوتے، ﴿۱۴۳﴾ تو وہ اُس دن تک اُسی مچھلی کے پیٹ میں رہتے جس دن مُردوں کو زندہ کیا جائے گا۔ ﴿۱۴۴﴾ پھر ہم نے اُنہیں ایسی حالت میں ایک کھلے

وَهُوَ سَقِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى

میدان میں لاکر ڈال دیا کہ وہ بیمار تھے،(۲۷) ﴿۱۴۵﴾ اور اُن کے اُوپر ایک بیل دار درخت اُگا دیا، ﴿۱۴۶﴾ اور ہم نے اُنہیں ایک لاکھ، بلکہ اس سے بھی زیادہ لوگوں

مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ

کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا تھا، ﴿۱۴۷﴾ پھر وہ ایمان لے آئے تھے،(۲۸) اس لئے ہم نے اُنہیں ایک زمانے تک زندگی سے فائدہ اُٹھانے کا موقع دیا۔ ﴿۱۴۸﴾ اب

اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ

ان (مکہ کے مشرکوں) سے پوچھو کہ: ''کیا (اے پیغمبر!) تمہارے ربّ کے حصے میں تو بیٹیاں آئی ہیں، اور خود ان کے حصے میں بیٹے(۲۹)؟'' ﴿۱۴۹﴾ یا

اندیشہ یہ بھی تھا کہ جھوٹا سمجھ کر قتل نہ کر دیں، اس لئے اس خوف کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا حکم آنے سے پہلے ہی وہ اپنی بستی میں جانے کے بجائے سمندر کی طرف نکل کھڑے ہوئے، اور ایک کشتی میں سوار ہو گئے جو آدمیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو آپ کی یہ بات پسند نہیں آئی کہ آپ اللہ تعالیٰ کا حکم آنے سے پہلے ہی بستی کو چھوڑ کر کیوں چلے گئے۔ بڑے لوگوں کی معمولی چوک پر بھی گرفت ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ کشتی وزن زیادہ ہونے کی وجہ سے ڈُوبنے کے قریب آ گئی، اور قرعہ اندازی کی گئی کہ کس شخص کو کشتی سے باہر پانی میں اُتارا جائے، کئی مرتبہ قرعہ ڈالا گیا، اور ہر بار قرعے میں اُنہی کا نام نکلا۔ چنانچہ اُنہیں پانی میں پھینک دیا گیا جہاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک بڑی مچھلی آپ کی منتظر تھی، اُس نے آپ کو نگل لیا، اور آپ کچھ عرصے مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ تین دن اُس میں گذارے، اور بعض میں ہے کہ چند گھنٹے مچھلی کے پیٹ میں رہے، جیسا کہ سورۂ انبیاء میں گذرا ہے، وہاں آپ یہ تسبیح پڑھتے رہے کہ: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ''۔

(۲۷) تسبیح پڑھنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ وہ اُنہیں ایک کھلے میدان کے کنارے لاکر ڈال دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اُس وقت حضرت یونس علیہ السلام بہت کمزور ہو چکے تھے، اور بعض روایات میں ہے کہ اُن کے جسم پر بال نہیں رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے اُوپر ایک درخت اُگایا، بعض روایات میں ہے کہ وہ کدو کا درخت تھا۔ اس سے انہیں سایہ بھی حاصل ہوا، اور شاید اُس کے پھل کو اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے علاج بھی بنا دیا ہو۔ نیز ایک بکری وہاں بھیج دی گئی جس کا آپ دُودھ پیتے رہے، یہاں تک کہ تندرست ہو گئے۔

(۲۸) جیسا کہ اُوپر عرض کیا گیا، اور سورۂ یونس (۱۰:۹۸) میں بھی گذر چکا ہے، حضرت یونس علیہ السلام کی قوم عذاب کے آثار دیکھ کر عذاب آنے سے پہلے ہی ایمان لے آئی تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن سے عذاب کو ہٹا دیا تھا، اور وہ ایمان لاکر ایک عرصے تک زندہ رہے۔

شٰهِدُوْنَ ﴿١٥٠﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ
پھر جب ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا تھا تو کیا یہ دیکھ رہے تھے؟ (۱۵۰) یاد رکھو! یہ اپنی من گھڑت بات کی وجہ سے کہتے ہیں (۱۵۱) کہ اللہ کے کوئی
لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٥٢﴾ اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ ﴿١٥٣﴾ مَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ
اولاد ہے، اور یہ لوگ یقینی طور پر جھوٹے ہیں۔ (۱۵۲) کیا اللہ نے بیٹوں کے بجائے بیٹیاں پسند کی ہیں؟ (۱۵۳) تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم کیسا
تَحْكُمُوْنَ ﴿١٥٤﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٥﴾ اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿١٥٦﴾ فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ
انصاف کرتے ہو؟ (۱۵۴) بھلا کیا تم اتنا بھی دھیان نہیں دیتے؟ (۱۵۵) یا اگر تمہارے پاس کوئی واضح دلیل ہے، (۱۵۶) تو لاؤ اپنی وہ کتاب
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٥٧﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ؕ وَلَقَدْ عَلِمَتِ
اگر تم سچے ہو۔ (۱۵۷) اور انہوں نے اللہ اور جنات کے درمیان بھی نسبی رشتہ داری بنا رکھی ہے،(۳۰) حالانکہ خود جنات کو یہ بات معلوم ہے کہ یہ لوگ مجرم
الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٥٩﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ
بن کر پیش ہوں گے، (۱۵۸) (کیونکہ) جو باتیں یہ بناتے ہیں، اللہ اُن سب سے پاک ہے، (۱۵۹) البتہ اللہ کے برگزیدہ
الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٠﴾ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿١٦١﴾ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ ﴿١٦٢﴾ اِلَّا
بندے (محفوظ رہیں گے) (۱۶۰) کیونکہ تم اور جن جن کی تم عبادت کرتے ہو، (۱۶۱) کسی کو اللہ کے بارے میں گمراہ نہیں کر سکتے، (۱۶۲) سوائے
مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿١٦٣﴾ وَمَا مِنَّاۤ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿١٦٤﴾ وَّاِنَّا
ایسے شخص کے جو دوزخ میں جلنے والا ہو۔ (۱۶۳) اور (فرشتے تو یہ کہتے ہیں کہ:) "ہم میں سے ہر ایک کا ایک معین مقام ہے، (۱۶۴) اور ہم تو
لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿١٦٥﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿١٦٦﴾ وَاِنْ كَانُوْا
(اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں) صف باندھے رہتے ہیں، (۱۶۵) اور ہم تو اللہ کی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں۔"(۳۱) (۱۶۶) اور یہ (کافر) لوگ پہلے تو
لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ
یہ کہا کرتے تھے (۱۶۷) کہ: "اگر ہمارے پاس پچھلے لوگوں کی طرح کوئی نصیحت کی کتاب ہوتی، (۱۶۸) تو ہم بھی ضرور اللہ کے برگزیدہ بندوں

---

(۲۹) جیسا کہ سورت کے شروع میں عرض کیا گیا، مکہ مکرمہ کے بت پرست، فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ یہاں سے اُن کے اس بے ہودہ عقیدے کی تردید ہو رہی ہے۔ یہ بت پرست اپنے لئے بیٹیوں کو پسند نہیں کرتے تھے، بلکہ ان میں سے کچھ لوگ بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اوّل تو یہ فرما رہے ہیں کہ یہ کیسے غضب کی بات ہے کہ تم اپنے لئے تو بیٹیوں کو ناپسند کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹیوں کا عقیدہ رکھتے ہو۔ پھر آگے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کسی اولاد کی ضرورت نہیں ہے، نہ بیٹوں کی نہ بیٹیوں کی۔

(۳۰) یہ ان مشرکین کے ایک اور بے ہودہ عقیدے کی تردید ہے۔ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ جنات کے سرداروں کی بیٹیاں فرشتوں کی مائیں ہیں، گویا العیاذ باللہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیویاں ہیں۔

(۳۱) یعنی خود فرشتے تو اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں نہیں کہتے، بلکہ اپنی بندگی کا اظہار کرتے ہیں۔

الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا

میں شامل ہوتے۔"(۳۲) ﴿۱۶۹﴾ پھر بھی انہوں نے کفر کی روش اپنائی ہے۔ اس لئے انہیں سب پتہ چل جائے گا۔ ﴿۱۷۰﴾ اور ہم پہلے ہی اپنے پیغمبر

لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ

بندوں کے بارے میں یہ بات طے کر چکے ہیں ﴿۱۷۱﴾ کہ یقینی طور پر اُن کی مدد کی جائے گی، ﴿۱۷۲﴾ اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے لشکر کے لوگ ہی

الْغٰلِبُوْنَ ﴿۱۷۳﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۴﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ

غالب رہتے ہیں۔ ﴿۱۷۳﴾ لہٰذا (اے پیغمبر!) تم کچھ وقت تک ان لوگوں سے بے پروا ہو جاؤ، ﴿۱۷۴﴾ اور انہیں دیکھتے رہو، عنقریب یہ خود بھی

يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۵﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ

دیکھ لیں گے۔ ﴿۱۷۵﴾ بھلا کیا یہ ہمارے عذاب کے لئے جلدی مچا رہے ہیں(۳۳)؟ ﴿۱۷۶﴾ سو جب وہ ان کے صحن میں آ اُترے گا تو جن لوگوں کو خبردار

صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۷﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۱۷۸﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ

کیا جا چکا تھا، اُن کی وہ صبح بہت بُری صبح ہوگی۔ ﴿۱۷۷﴾ اور تم کچھ وقت تک ان لوگوں سے بے پروا ہو جاؤ، ﴿۱۷۸﴾ اور دیکھتے رہو، عنقریب یہ خود

يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى

بھی دیکھ لیں گے۔ ﴿۱۷۹﴾ تمہارا پروردگار، عزّت کا مالک، اُن سب باتوں سے پاک ہے جو یہ لوگ بناتے ہیں! ﴿۱۸۰﴾ اور سلام ہو

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع

پیغمبروں پر ﴿۱۸۱﴾ اور تمام تر تعریف اللہ کی ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ ﴿۱۸۲﴾

---

(۳۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے یہ بت پرست، یہودیوں اور عیسائیوں سے یہ کہتے تھے کہ اگر ہم پر کوئی آسمانی کتاب اُتری تو ہم تم سے زیادہ اُس کو مان کر اُس پر عمل کریں گے۔ یہی مضمون سورۂ فاطر (۳۵:۴۲) میں بھی گذرا ہے۔

(۳۳) کفار، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مذاق اُڑانے کے انداز میں کہا کرتے تھے کہ آپ جس عذاب سے ہمیں ڈراتے ہیں، وہ ابھی جلدی کیوں نہیں آجاتا؟

الحمد للہ! آج ۳۰ رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ کی شب میں سحری کے وقت سورۂ صافات کا ترجمہ اور تشریحی حواشی کراچی میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضا کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سُوْرَۃُ صٓ

تعارف

اس سورت کے نزول کا ایک خاص واقعہ ہے جو معتبر روایتوں میں بیان کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے تھے، لیکن اپنی رشتہ داری کا حق نبھانے کے لئے آپ کی مدد بہت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قریش کے دوسرے سردار ابوطالب کے پاس وفد کی شکل میں آئے، اور کہا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے بتوں کو بُرا کہنا چھوڑ دیں تو ہم اُنہیں اُن کے اپنے دِین پر عمل کرنے کی اجازت دے سکتے ہیں، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے بتوں کو اس کے سوا کچھ نہیں کہتے تھے کہ ان میں کوئی نفع یا نقصان پہنچانے کی کوئی طاقت نہیں ہے، اور ان کو خدا ماننا گمراہی ہے۔ چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مجلس میں بلا کر آپ کے سامنے یہ تجویز رکھی گئی تو آپ نے ابوطالب سے فرمایا کہ: "چچا جان! کیا میں انہیں اس چیز کی دعوت نہ دُوں جس میں ان کی بہتری ہے؟" ابوطالب نے پوچھا: "وہ کیا چیز ہے؟" آپ نے فرمایا: "میں ان سے ایک ایسا کلمہ کہلانا چاہتا ہوں جس کے ذریعے سارا عرب ان کے آگے سرنگوں ہوجائے، اور یہ پورے عجم کے مالک ہوجائیں۔" اس کے بعد آپ نے کلمۂ توحید پڑھا۔ یہ سن کر تمام لوگ کپڑے جھاڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے، اور کہنے لگے کہ: "کیا ہم سارے معبودوں کو چھوڑ کر ایک کو اختیار کرلیں؟ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔" اس موقع پر سورۂ ص کی آیات نازل ہوئیں۔ اس کے علاوہ اس سورت میں مختلف پیغمبروں کا بھی تذکرہ ہے جن میں حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے واقعات بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔

آیاتھا ۸۸ ۳۸ سُوْرَةُ صٓ مَكِّيَّةٌ ۳۸ رکوعاتھا ۵

سورۂ ص مکی ہے، اور اس میں اٹھاسی آیتیں اور پانچ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

صٓ وَ الْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝١ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّ
صٓ(۱)، قسم ہے نصیحت بھرے قرآن کی، (۱) کہ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، وہ کسی اور وجہ سے نہیں، بلکہ اس لئے اپنایا ہے کہ وہ بڑائی کے گھمنڈ اور
شِقَاقٍ ۝٢ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ
ہٹ دھرمی میں مبتلا ہیں۔(۲) (۲) اور ان سے پہلے ہم نے کتنی قوموں کو ہلاک کیا، تو انہوں نے اُس وقت آوازیں دیں جب چھٹکارے کا وقت
مَنَاصٍ ۝٣ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۫ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا
رہا ہی نہیں تھا۔ (۳) اور ان (قریش کے) لوگوں کو اس بات پر تعجب ہوا ہے کہ ان کے پاس ایک خبردار کرنے والا اُنہی میں سے آگیا۔ اور ان
سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝٤ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ
کافروں نے یہ کہہ دیا کہ: ''وہ جھوٹا جادوگر ہے۔ (۴) کیا اُس نے سارے معبودوں کو ایک ہی معبود میں تبدیل کر دیا ہے؟ یہ تو بڑی
عُجَابٌ ۝٥ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِهَتِكُمْ ۚ
عجیب بات ہے۔'' (۵) اور ان میں کے سردار لوگ یہ کہہ کر چلتے بنے کہ: ''چلو، اور اپنے خداؤں (کی عبادت) پر ڈٹے رہو یہ بات تو ایسی ہے
اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ يُّرَادُ ۝٦ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَآ
کہ اس کے پیچھے کچھ اور ہی ارادے ہیں۔(۳) (۶) ہم نے تو یہ بات پچھلے دین میں کبھی نہیں سنی۔ اور کچھ نہیں، یہ
اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝٧ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ
من گھڑت بات ہے۔ (۷) کیا یہ نصیحت کی بات، ہم سب کو چھوڑ کر اسی شخص پر نازل کی گئی ہے؟'' اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ میری نصیحت کے
ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝٨ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ
بارے میں شک میں مبتلا ہیں، بلکہ انہوں نے ابھی میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ (۸) تمہارا رَبّ جو بڑا داتا، بڑا صاحبِ اِقتدار ہے، کیا اُس
الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝٩ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ قف
کی رحمت کے سارے خزانے انہی کے پاس ہیں؟ (۹) یا پھر آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان ہر چیز کی بادشاہت ان کے قبضے

(۱) یہ اُنہی حروفِ مقطعات میں سے ہے جن کا صحیح مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دیکھئے سورۂ بقرہ کی پہلی آیت پر ہمارا حاشیہ۔ اور قرآنِ کریم میں جو قسمیں کھائی گئی ہیں، اُن کے بارے میں پچھلی سورت (سورۂ صٰفّٰت) کا پہلا حاشیہ۔

(۲) یہ ترجمہ اس جملے کی اُس ترکیب پر مبنی ہے جو علامہ آلوسیؒ نے "اظہر" کہہ کر نقل کی ہے (روح المعانی ج: ۲۳ ص: ۲۱۷)۔

(۳) یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کے ذریعے (معاذ اللہ) اپنا اِقتدار قائم کرنا چاہتے ہیں۔

فَلْيَرْتَقُوا فِي الْأَسْبَابِ ﴿١٠﴾ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ

میں ہے؟(۴) پھر تو انہیں چاہئے کہ رسیاں تان کر اُوپر چڑھ جائیں۔(۵) ﴿۱۰﴾ (ان کی حقیقت تو یہ ہے کہ) یہ مخالف گروہوں کا ایک لشکر سا ہے جو یہیں پر

الْأَحْزَابِ ﴿١١﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ ﴿١٢﴾

شکست کھا جائے گا۔(۶) ﴿۱۱﴾ ان سے پہلے نوح کی قوم، قوم عاد اور میخوں والے فرعون نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا تھا، ﴿۱۲﴾

وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَّأَصْحَابُ لْـَٔيْكَةِ ۚ أُولَٰٓئِكَ الْأَحْزَابُ ﴿١٣﴾ إِنْ كُلٌّ إِلَّا

اور قوم ثمود، اور لوط کی قوم اور اَیکہ والوں نے بھی۔ وہ تھے مخالف گروہ کے لوگ! ﴿۱۳﴾ ان میں سے کوئی ایسا نہیں تھا جس نے

ع كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ﴿١٤﴾ وَمَا يَنْظُرُ هَٰٓؤُلَآءِ إِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً

پیغمبروں کو نہ جھٹلایا ہو، اس لئے میرا عذاب بجا طور پر نازل ہو کر رہا ﴿۱۴﴾ اور (مکہ کے) یہ لوگ (بھی) بس ایک ایسی چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں

مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ﴿١٥﴾ وَقَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ﴿١٦﴾

جس میں کوئی وقفہ نہیں ہوگا۔(۷) ﴿۱۵﴾ اور کہتے ہیں کہ: "اے ہمارے پروردگار! ہمارا حصہ ہمیں روزِ حساب سے پہلے ہی جلدی دیدے!"(۸) ﴿۱۶﴾

اِصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُودَ ذَا الْأَيْدِ ۖ إِنَّهُ

(اے پیغمبر!) یہ جو کچھ کہتے ہیں، اس پر صبر کرو، اور ہمارے بندے داود (علیہ السلام) کو یاد کرو جو بڑے طاقتور تھے۔(۹) وہ بیشک اللہ سے بہت لو

---

(۴) مطلب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یہ لوگ اس طرح اعتراضات کر رہے ہیں جیسے نبوت جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ایک حصہ ہے، ان کے اپنے اختیار میں ہے کہ جسے یہ چاہیں اُسے نبی بنایا جائے، اور جسے یہ ناپسند کریں، اُسے نبوت نہ دی جائے۔

(۵) یعنی اگر یہ اتنے وسیع اختیارات کے مالک ہیں تو ان میں رسیاں تان کر آسمان پر چڑھنے کی بھی طاقت ہونی چاہئے، جو ظاہر ہے کہ انہیں حاصل نہیں ہے، اس لئے آسمان وزمین کی معلومات پر انہیں کیا اختیار ہوگا جس کی بنا پر وہ یہ رائے دیں کہ فلاں کو نبی بنایا جائے اور فلاں کو نہ بنایا جائے۔

(۶) مقصد یہ ہے کہ جو بڑی بڑی قومیں پہلے گذری ہیں، اُن کے مقابلے میں یہ لوگ ایک چھوٹا سا لشکر ہیں جو خود اپنے وطن میں شکست کھا جائے گا۔ یہ فتحِ مکہ کی پیشین گوئی ہے، اور واقعہ بھی یہی ہوا کہ یہ سارے بڑے بڑے بول بولنے والے فتحِ مکہ کے موقع پر ایسی شکست کھا گئے کہ مکہ مکرّمہ پر ان کا کوئی اِقتدار باقی نہیں رہا۔

(۷) اس سے مراد صور پھونکنے کی آواز ہے، جس کے ساتھ ہی قیامت آ جائے گی۔

(۸) یہ کافروں کا وہی مطالبہ ہے جس کا ذِکر پہلے بار بار گذرا ہے کہ اگر ہم پر عذاب آنا ہے تو ابھی فوراً کیوں نہیں آتا؟

(۹) سورت کے شروع میں کافروں کی وہ باتیں ذِکر کر کے اُن کی تردید فرمائی گئی تھی جن سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو رَنج ہوا کرتا تھا۔ اب یہاں سے یہ فرمایا جا رہا ہے کہ ان کی بے ہودہ باتوں پر صبر کر کے آپ اپنے کام میں لگے رہئے، اور اسی سلسلے میں کچھ پچھلے انبیائے کرام کے واقعات بیان فرمائے جا رہے ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہو۔ ان میں سے پہلا تذکرہ حضرت داود علیہ السلام کا ہے۔

اَوَّابٌ ﴿۱۷﴾ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ﴿۱۸﴾
لگائے ہوئے تھے۔ ﴿۱۷﴾ ہم نے پہاڑوں کو اس کام پر لگا دیا تھا کہ وہ شام کے وقت اور سورج کے نکلتے وقت اُن کے ساتھ تسبیح کیا کریں۔ ﴿۱۸﴾
وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۱۹﴾ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ
اور پرندوں کو بھی، جنہیں اکٹھا کر لیا جاتا تھا۔ یہ سب اُن کے ساتھ مل کر اللہ کا خوب ذکر کرتے تھے۔[10] ﴿۱۹﴾ اور ہم نے اُن کی سلطنت کو استحکام بخشا
وَفَصْلَ الْخِطَابِ ﴿۲۰﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا
تھا، اور اُنہیں دانائی اور فیصلہ کن گفتگو کا سلیقہ عطا کیا تھا۔ ﴿۲۰﴾ اور کیا تمہیں اُن مقدمہ والوں کی خبر پہنچی ہے، جب وہ دیوار پر چڑھ کر عبادت گاہ
الْمِحْرَابَ ﴿۲۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ
میں گھس آئے تھے؟[11] ﴿۲۱﴾ جب وہ داود کے پاس پہنچے تو داود اُن سے گھبرا گئے۔ اُنہوں نے کہا: "ڈریئے نہیں، ہم ایک جھگڑے کے دو فریق ہیں،

(۱۰) جیسا کہ سورۂ انبیاء (۲۱:۷۹) میں گذر چکا ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت داود علیہ السلام کو بہت دِلکش آواز عطا فرمائی تھی، اور معجزے کے طور پر یہ خصوصیت بخشی تھی کہ جب وہ اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتے تو پہاڑ بھی آپ کے ساتھ ذِکر اور تسبیح میں شریک ہوتے تھے، اور اُڑتے ہوئے پرندے بھی رُک جاتے، اور وہ بھی ذِکر کرنے لگتے تھے۔

(۱۱) یہاں سے آیت نمبر ۲۴ تک جو واقعہ بیان ہوا ہے، اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت داود علیہ السلام سے کوئی لغزش ہوگئی تھی، اللہ تعالیٰ نے اُس لغزش پر تنبیہ کرنے کے لئے یہ دو آدمی غیر معمولی طریقے سے آپ کے پاس اُس وقت بھیجے جب آپ اپنی عبادت گاہ میں تھے۔ ان دونوں نے اپنا ایک جھگڑا فیصلے کے لئے آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے فیصلہ تو فرما دیا، لیکن اُس کے ساتھ ہی آپ سمجھ گئے کہ یہ مقدمہ جو آپ کے سامنے پیش کیا گیا ہے، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ایک لطیف پیرائے میں اُنہیں تنبیہ کی ہے، اس لئے وہ فوراً سجدے میں گر گئے، اور توبہ اور اِستغفار میں مشغول ہوگئے۔ قرآنِ کریم نے یہ تفصیل نہیں بتائی کہ وہ لغزش کیا تھی؟ اور اس مقدمے کے پیش ہونے سے اُنہیں اُس کا خیال کس طرح آیا؟ کیونکہ قرآنِ کریم تو صرف یہ سبق دینا چاہتا ہے کہ بھول چوک تو اِنسان کی خاصیت ہے، بڑے بڑے بزرگوں، یہاں تک کہ انبیائے کرام سے بھی معمولی قسم کی لغزشیں ہو جاتی ہیں، لیکن یہ حضرات اپنی کسی لغزش پر اِصرار نہیں فرماتے، بلکہ جونہی اپنی غلطی واضح ہوتی ہے، فوراً اللہ تعالیٰ سے رُجوع کر کے اُس پر توبہ اور اِستغفار کرتے ہیں۔ یہ عملی سبق حضرت داود علیہ السلام کے اس واقعے کی تفصیل جاننے پر موقوف نہیں ہے۔ البتہ جو حضراتِ مفسرین تفصیل میں گئے ہیں، اُنہوں نے مختلف باتیں کہی ہیں۔ اس سلسلے میں طرح طرح کی داستانیں بھی گھڑی گئی ہیں جن میں سے ایک بے ہودہ داستان بائبل میں بھی ہے کہ حضرت داود علیہ السلام نے اپنے ایک سپہ سالار "اوریا" کی بیوی سے (معاذ اللہ) زنا کا اِرتکاب کیا تھا۔ لیکن یہ داستان تو بیان کرنے کے بھی لائق نہیں ہے۔ ایک جلیل القدر پیغمبر کے بارے میں، جنہیں خود قرآنِ کریم کے بیان کے مطابق اللہ تعالیٰ کا خاص تقرب حاصل تھا، ایسی بات یقیناً من گھڑت ہے۔ البتہ بعض مفسرین نے یہ روایت بیان کی ہے کہ اُس زمانے میں کسی شخص کی بیوی سے نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کر کے اُس کے شوہر سے یہ فرمائش کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے۔ یہ ایک عام رواج تھا جس پر کوئی بُرا نہیں مانتا تھا۔ اوریا کی بیوی چونکہ بہت ذہین تھی، اس لئے حضرت داود علیہ السلام نے اپنے معاشرے کے چلن کے مطابق

خَصۡمٰنِ بَغٰی بَعۡضُنَا عَلٰی بَعۡضٍ فَاحۡکُمۡ بَیۡنَنَا بِالۡحَقِّ وَلَا تُشۡطِطۡ وَاہۡدِنَاۤ

ہم میں سے ایک نے دوسرے کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اب آپ ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیجئے، اور زیادتی نہ کیجئے، اور ہمیں ٹھیک

اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ﴿۲۲﴾ اِنَّ ہٰذَاۤ اَخِیۡ ۟ لَہٗ تِسۡعٌ وَّتِسۡعُوۡنَ نَعۡجَۃً وَّلِیَ نَعۡجَۃٌ

ٹھیک راستہ بتا دیجئے۔ ﴿۲۲﴾ یہ میرا بھائی ہے۔ اس کے پاس ننانوے دُنبیاں ہیں، اور میرے پاس ایک ہی دُنبی ہے۔ اب یہ کہتا ہے کہ وہ بھی

وَّاحِدَۃٌ ۟ فَقَالَ اَکۡفِلۡنِیۡہَا وَعَزَّنِیۡ فِی الۡخِطَابِ ﴿۲۳﴾ قَالَ لَقَدۡ ظَلَمَکَ

میرے حوالے کرو، اور اس نے زورِ بیان سے مجھے دبا لیا ہے۔" ﴿۲۳﴾ داود نے کہا: "اس نے اپنی دُنبیوں میں شامل کرنے کے لئے تمہاری دُنبی

بِسُؤَالِ نَعۡجَتِکَ اِلٰی نِعَاجِہٖ ؕ وَاِنَّ کَثِیۡرًا مِّنَ الۡخُلَطَآءِ لَیَبۡغِیۡ بَعۡضُہُمۡ عَلٰی

کا جو مطالبہ کیا ہے، اُس میں یقیناً تم پر ظلم کیا ہے۔ اور بہت سے لوگ جن کے درمیان شرکت ہوتی ہے، وہ ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی کرتے

بَعۡضٍ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیۡلٌ مَّا ہُمۡ ؕ وَظَنَّ

ہیں، سوائے اُن کے جو ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اور وہ بہت کم ہیں۔" اور داود کو خیال آیا کہ ہم نے دراصل اُن کی

دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰہُ فَاسۡتَغۡفَرَ رَبَّہٗ وَخَرَّ رَاکِعًا وَّاَنَابَ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرۡنَا لَہٗ

آزمائش کی ہے، اس لئے اُنہوں نے اپنے پروردگار سے معافی مانگی، جھک کر سجدے میں گر گئے، اور اللہ سے لو لگائی۔ ﴿۲۴﴾ چنانچہ ہم نے اُس

ذٰلِکَ ؕ وَاِنَّ لَہٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰی وَحُسۡنَ مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰکَ سجدہ

معاملے میں انہیں معافی دے دی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اُن کو ہمارے پاس خاص تقرب حاصل ہے، اور بہترین ٹھکانا! ﴿۲۵﴾(۱۴) اے داود! ہم نے

اُس سے یہ فرمائش کی تھی کہ وہ اُسے طلاق دیدے، تاکہ وہ حضرت داود علیہ السلام کے نکاح میں آسکے۔ ایسی فرمائش نہ تو گناہ تھی، کیونکہ شوہر کو حق حاصل تھا کہ وہ یہ بات مانے یا نہ مانے، اور نہ معاشرے کے رواج کے مطابق معیوب تھی، لیکن ایک جلیل القدر پیغمبر کے شایانِ شان نہیں تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس لطیف پیرائے میں آپ کو تنبیہ فرمائی۔ چنانچہ آپ نے اس پر اِستغفار فرمایا، اور پھر نکاح کی تجویز پر عمل بھی نہیں کیا۔ یہ تشریح اگرچہ بائبل والے واقعے کی طرح لغو تو نہیں ہے، لیکن کسی مستند روایت سے ثابت بھی نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ لغزش جو کوئی بھی تھی، اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک جلیل القدر پیغمبر کو اس پر نہ صرف یہ کہ معاف فرمایا، بلکہ اُس پر اتنا پردہ ڈالا کہ قرآنِ کریم میں بھی اُسے صراحت کے ساتھ بیان نہیں فرمایا، اس لئے اس بات کی چھان بین جسے اللہ تعالیٰ نے خود خفیہ رکھا ہے، نہ تو اس جلیل القدر پیغمبر کی تعظیم کے شایانِ شان ہے، نہ اُس کی کوئی ضرورت ہے، لہٰذا اُسے اتنا ہی مبہم رکھنا چاہئے جتنا قرآنِ کریم نے اُسے مبہم رکھا ہے، کیونکہ جو سبق قرآنِ کریم دینا چاہتا ہے، وہ اُس کے بغیر بھی پوری طرح حاصل ہو جاتا ہے۔

(۱۴) یہ آیتِ سجدہ ہے۔ یعنی جو شخص اس کی عربی میں تلاوت کرے، یا تلاوت سنے، اُس پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی احتیاطاً سجدہ کر لینا ضروری ہے۔

خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوَىٰ
تمہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے، لہٰذا تم لوگوں کے درمیان برحق فیصلے کرو، اور نفسانی خواہش کے پیچھے نہ چلو،
فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَضِلُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ
ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ یقین رکھو کہ جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں، اُن کے لئے سخت عذاب ہے،
شَدِيدٌ بِمَا نَسُوا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿٢٦﴾ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا ع
کیونکہ اُنہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا تھا۔ (۲۶) اور ہم نے آسمان و زمین اور ان کے درمیان جو چیزیں ہیں
بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ
اُن کو فضول ہی پیدا نہیں کر دیا۔ یہ تو اُن لوگوں کا گمان ہے جنہوں نے کفر اختیار کر لیا ہے، چنانچہ ان کافروں کے لئے
النَّارِ ﴿٢٧﴾ أَمْ نَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي
دوزخ کی شکل میں بڑی تباہی ہے۔ (۲۷) جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، کیا ہم اُن کو ایسے لوگوں کے برابر کر دیں
الْأَرْضِ أَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ﴿٢٨﴾ كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ
گے جو زمین میں فساد مچاتے ہیں؟ یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کر دیں گے؟(۱۳) (۲۸) (اے پیغمبر!) یہ ایک بابرکت کتاب ہے جو ہم نے تم
لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٢٩﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوُودَ
پر اس لئے اُتاری ہے کہ لوگ اس کی آیتوں پر غور و فکر کریں، اور تاکہ عقل رکھنے والے نصیحت حاصل کریں۔(۱۴) (۲۹) اور ہم نے داود کو سلیمان (جیسا
سُلَيْمَانَ ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ ﴿٣٠﴾ إِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ
بیٹا) عطا کیا، وہ بہترین بندے تھے، واقعی وہ اللہ سے خوب لو لگائے ہوئے تھے۔ (۳۰) (وہ ایک یادگار وقت تھا) جب اُن کے سامنے شام کے
الصَّافِنَاتُ الْجِيَادُ ﴿٣١﴾ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي
وقت اچھی نسل کے عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے، (۳۱) تو اُنہوں نے کہا: "میں نے اس دولت کی محبت اپنے پروردگار کی یاد ہی کی وجہ سے اختیار کی

---

(۱۳) یہ آخرت کے ضروری ہونے کی دلیل ہے، اور پچھلی آیتوں سے اس کا ربط یہ ہے کہ جب ہم نے حضرت داود علیہ السلام کو اپنے خلیفہ کی حیثیت میں یہ حکم دیا ہے کہ وہ عدل و اِنصاف سے کام لیں تو کیا ہم خود اِنصاف نہیں کریں گے؟ اسی انصاف کے لئے آخرت میں حساب و کتاب ہوگا، ورنہ یہ لازم آئے گا کہ ہم نے نیک لوگوں اور بدکاروں کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھا، اور دُنیا میں چاہے کوئی شخص اچھے کام کرے یا بدکاری کا مرتکب ہو، نہ اُس سے کوئی بازپُرس ہوتی ہے، اور نہ نیک آدمی کو کوئی اِنعام ملتا ہے۔ ایسی بے انصافی اللہ تعالیٰ کیسے گوارا فرما سکتے ہیں؟

(۱۴) یعنی جب آخرت اور حساب و کتاب کی ضرورت معلوم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف ہی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ انسانوں کو پہلے سے متنبہ کرنے کے لئے کوئی ہدایت نامہ عطا فرمائیں، تاکہ لوگ اُس پر عمل کرکے اپنی آخرت کو دُرست کرسکیں۔ اس کے لئے قرآنِ کریم کی شکل میں اللہ تعالیٰ نے یہ مبارک کتاب نازل فرمائی ہے۔

حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَ

ہے'' یہاں تک کہ وہ اوٹ میں چھپ گئے۔ ﴿۳۲﴾ (اس پر انہوں نے کہا:) ''ان کو میرے پاس واپس لے آؤ، چنانچہ وہ (اُن کی) پنڈلیوں اور

الْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ

گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔(۱۵) ﴿۳۳﴾ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ ہم نے سلیمان کی ایک آزمائش کی تھی، اور اُن کی کرسی پر ایک دھڑ لاکر ڈال دیا تھا،(۱۶) پھر

اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ

اُنہوں نے (اللہ سے) رُجوع کیا، ﴿۳۴﴾ کہنے لگے کہ: ''میرے پروردگار! میری بخشش فرمادے، اور مجھے ایسی سلطنت بخش دے جو میرے بعد

---

(۱۵) حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے وہ بہترین گھوڑے پیش کئے گئے جو جہاد کے مقصد سے اِکٹھے کئے گئے تھے، اور اُن سے آپ کی سلطنت کی شان وشوکت کا مظاہرہ ہورہا تھا، آپ نے جب اُن کا معاینہ فرمایا تو یہ شان وشوکت آپ کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ کرسکی، بلکہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اس دولت سے محبت اس لئے نہیں ہے کہ اس سے میرے دبدبے کا اظہار ہوتا ہے، بلکہ اس لئے ہے کہ یہ جہاد کے لئے تیار کئے گئے ہیں، اور جہاد اللہ تعالیٰ کی محبت میں کیا جاتا ہے۔ پھر وہ گھوڑے چلتے ہوئے آپ کی نگاہوں سے رُوپوش ہوگئے تو آپ نے اُنہیں دوبارہ بلوایا، اور اُن کی پنڈلیوں اور گردنوں پر پیار سے ہاتھ پھیرنے لگے۔ اس واقعے کو ذِکر فرما کر قرآنِ کریم نے یہ سبق دیا ہے کہ انسان کو دُنیا کی دولت یا عزت وشوکت حاصل ہو تو اُسے مغرور ہونے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہونے کے بجائے اُس پر اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنا چاہئے، اور اُسے اُن کاموں میں استعمال کرنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کے اَحکام کے مطابق ہوں۔ اس آیت کی یہ تفسیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے، اور قرآنِ کریم کے الفاظ سے وہ زیادہ قریب معلوم ہوتی ہے۔ حافظ ابن جریر طبریؒ اور اِمام رازیؒ وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ مفسرین کی ایک بڑی جماعت نے آیت اور اُس کے واقعے کی ایک اور تفسیر کی ہے جو زیادہ مشہور ہے، اور وہ یہ کہ گھوڑوں کے معاینے کے دوران آپ کی نماز قضا ہوگئی تھی، جس پر آپ نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اس دولت کی محبت نے مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت سے غافل کردیا، اس لئے اُنہوں نے گھوڑوں کو واپس بلوا کر اُنہیں اللہ تعالیٰ کے لئے قربان کرنے کا ارادہ کیا، اور تلوار سے اُن کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹنی شروع کردیں۔ اس تفسیر کے مطابق آیت کا ترجمہ بالکل مختلف اس طرح ہوگا: ''جب اُن کے پاس اچھی نسل کے عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو اُنہوں نے کہا کہ اس دولت کی محبت نے مجھے اللہ کی محبت سے غافل کردیا، یہاں تک کہ وہ گھوڑے اوٹ میں چلے گئے، (تو اُنہوں نے کہا:) ''اُنہیں واپس لاؤ'' پھر اُنہوں نے اُن کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار سے) ہاتھ صاف کرنا شروع کردیا۔''

(۱۶) یہ ایک اور واقعہ ہے جس کی تفصیل نہ قرآنِ کریم نے بیان فرمائی ہے، نہ کسی مستند حدیث سے اس آیت کی تفسیر کے طور پر کوئی واقعہ ثابت ہوتا ہے۔ جو روایتیں اس آیت کی تفسیر میں بیان کی گئی ہیں، وہ یا تو اِنتہائی کمزور اور لغو ہیں، یا اُن کا اس آیت کی تفسیر ہونا ثابت نہیں، لہٰذا سلامتی کا راستہ یہی ہے کہ جس بات کو خود قرآنِ کریم نے مبہم چھوڑا ہے، اُسے مبہم ہی رہنے دیا جائے۔ واقعے کا حوالہ دینے کا جو مقصد ہے، وہ تفصیلات جانے بغیر بھی پورا ہوجاتا ہے، اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی کوئی آزمائش فرمائی تھی جس کے بعد اُنہوں نے اللہ تعالیٰ ہی سے رُجوع فرمایا۔

بَعْدِیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٣٥﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِیْ
کسی اور کے لئے مناسب نہ ہو۔ (۱۷) بیشک تیری، اور صرف تیری ہی ذات وہ ہے جو اتنی سخی داتا ہے۔'' ۳۵ چنانچہ ہم نے ہوا کو اُن کے قابو میں
بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَيْثُ اَصَابَ ۙ﴿٣٦﴾ وَ الشَّيٰطِيْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ
کر دیا جو اُن کے حکم سے جہاں وہ چاہتے، ہموار ہو کر چلا کرتی تھی۔ (۱۸) ۳۶ اور شریر جنّات بھی اُن کے قابو میں دے دیئے تھے، جن میں ہر طرح
غَوَّاصٍ ۙ﴿٣٧﴾ وَّ اٰخَرِيْنَ مُقَرَّنِيْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿٣٨﴾ هٰذَا عَطَآؤُنَا
کے معمار اور غوطہ خور شامل تھے۔ ۳۷ اور کچھ وہ جنّات جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ (۱۹) ۳۸ (اور اُن سے کہا تھا کہ:) ''یہ ہمارا عطیہ ہے،
فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٩﴾ وَ اِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰی وَ
اب تمہیں اختیار ہے کہ احسان کر کے کسی کو کچھ دو، یا اپنے پاس رکھو، تم پر کسی حساب کی ذمہ داری نہیں ہے۔'' (۲۰) ۳۹ اور حقیقت یہ ہے کہ اُن کو
حُسْنَ مَاٰبٍ ۧ﴿٤٠﴾ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰی رَبَّهٗٓ اَنِّیْ مَسَّنِیَ
ہمارے پاس خاص تقرّب حاصل ہے، اور بہترین ٹھکانا! ۴۰ اور ہمارے بندے ایوب کو یاد کرو، جب اُنہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا تھا کہ:
الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ ۭ﴿٤١﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ
''شیطان مجھے دُکھ اور آزار لگا گیا ہے۔'' (۲۱) ۴۱ (ہم نے اُن سے کہا:) ''اپنا پاؤں زمین پر مارو، لو! یہ ٹھنڈا پانی ہے نہانے کے لئے بھی، اور پینے کے
شَرَابٌ ﴿٤٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰی
لئے بھی۔'' ۴۲ اور (اس طرح) ہم نے اُنہیں اُن کے گھر والے بھی عطا کر دیئے، اور اُن کے ساتھ اُتنے ہی اور بھی، (۲۲) تا کہ اُن پر ہماری رحمت ہو،

وقف لازم ع ۱۱ ۱۲

(۱۷) حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہواؤں اور جنات اور پرندوں پر جو سلطنت حاصل ہوئی، وہ بعد میں کسی کو نہ ہو سکی۔

(۱۸) اس کی تفصیل سورۂ انبیاء (۲۱:۸۱) میں گذر چکی ہے۔

(۱۹) یہ جنّات حضرت سلیمان علیہ السلام کی کیا خدمات انجام دیا کرتے تھے؟ اس کی تفصیل سورۂ سبأ (۳۴: ۱۳ و ۱۴) میں گذری ہے یہاں یہ اضافہ ہے کہ وہ غوطے لگا کر سمندر سے موتی وغیرہ نکال لایا کرتے تھے۔ اور کچھ جنّات جو نہایت شریر تھے، اُن کی شرارتوں سے لوگوں کو محفوظ کرنے کے لئے اُنہیں جکڑ کر رکھا گیا تھا۔

(۲۰) حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ دولت مالک بنا کر دے دی گئی تھی، اور یہ اختیار دیا گیا تھا کہ جتنی چاہیں، خود رکھیں، اور جتنی چاہیں، کسی اور کو دیں۔

(۲۱) جیسا کہ سورۂ انبیاء (۲۱: ۸۴) میں گذر چکا ہے، حضرت ایوب علیہ السلام کو ایک طویل بیماری لاحق ہو گئی تھی۔ وہ صبر کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کرتے رہے جس کے بعد اُنہیں شفا حاصل ہوئی۔ آیت نمبر ۴۲ میں شفا کا واقعہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ہدایت فرمائی کہ وہ اپنا پاؤں زمین پر ماریں۔ اُنہوں نے زمین پر پاؤں مارا تو وہاں سے ایک چشمہ پھوٹ نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں حکم دیا کہ اُس پانی سے نہائیں، اور اُسی کو پئیں۔ اُنہوں نے ایسا ہی کیا تو اُن کی بیماری جاتی رہی۔

(۲۲) بیماری میں اُن کی وفادار اہلیہ کے سوا سب اُن کا ساتھ چھوڑ گئے تھے۔ صحت کے بعد نہ صرف وہ واپس آ گئے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں مزید پوتے پوتیاں عطا فرمائیں، اور اس طرح اُن کے خاندان کی تعداد دوگنی ہو گئی۔

لِأُولِي الْأَلْبَابِ (٤٣) وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ ۗ

اور عقل والوں کے لئے ایک یادگار نصیحت۔ (٤٣) اور (ہم نے اُن سے یہ بھی کہا کہ:) "اپنے ہاتھ میں تنکوں کا ایک مٹھا لو، اور اُس سے مار دو، اور اپنی

إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۚ نِعْمَ الْعَبْدُ ۖ إِنَّهُ أَوَّابٌ (٤٤) وَاذْكُرْ عِبَادَنَا

قسم مت توڑو۔(۲۳) " حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اُنہیں بڑا صبر کرنے والا پایا، وہ بہترین بندے تھے، واقعی وہ اللہ سے خوب لو لگائے ہوئے تھے۔ (٤٤) اور

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ (٤٥) إِنَّا

ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو جو (نیک عمل کرنے والے) ہاتھ اور (دیکھنے والی) آنکھیں رکھتے تھے۔ (٤٥) ہم نے اُنہیں

أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ (٤٦) وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ

ایک خاص وصف کے لئے چن لیا تھا، جو (آخرت کے) حقیقی گھر کی یاد تھی۔ (٤٦) اور حقیقت یہ ہے کہ ہمارے نزدیک وہ چنے ہوئے بہترین

الْأَخْيَارِ (٤٧) وَاذْكُرْ إِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ۖ وَكُلٌّ مِنَ الْأَخْيَارِ (٤٨)

لوگوں میں سے تھے۔ (٤٧) اور اسماعیل اور الیسع اور ذوالکفل(۲۴) کو یاد کرو۔ اور یہ سب بہترین لوگوں میں سے تھے۔ (٤٨) یہ سب کچھ ایک

---

(۲۳) حضرت ایوب علیہ السلام کی اہلیہ کو ایک مرتبہ شیطان نے اس طرح ورغلایا کہ وہ ایک طبیب کی شکل میں اُن کے سامنے آیا، یہ اپنے شوہر کی بیماری سے پریشان تھیں، انہوں نے اُس کو واقعی طبیب سمجھ کر اُس سے کہا کہ میرے شوہر کا علاج کردو، وہ تو شیطان تھا۔ اُس نے کہا کہ اس شرط پر علاج کرتا ہوں کہ اگر تمہارے شوہر کو شفا ہوگئی تو تمہیں یہ کہنا ہوگا کہ اس طبیب نے اُنہیں شفا دی ہے۔ یہ خاتون چونکہ اپنے شوہر کی بیماری سے پریشان تھیں، اس لئے ان کے دِل میں اُس کی بات ماننے کا میلان پیدا ہوا، اور اُنہوں نے حضرت ایوب علیہ السلام سے اس کا ذِکر کیا۔ حضرت ایوب علیہ السلام کو بڑا رَنج ہوا کہ شیطان نے اُن کی اہلیہ تک رسائی حاصل کرلی ہے، اور وہ اُس کی بات ماننے کی طرف مائل ہورہی ہیں۔ اس رنج کے عالم میں اُنہوں نے قسم کھالی کہ میں صحت مند ہونے کے بعد اپنی بیوی کو سو قمچیاں ماروں گا۔ لیکن جب اُنہیں صحت حاصل ہوگئی تو اُنہیں اپنی قسم پر شرمندگی ہوئی، اور خیال آیا کہ اپنی ایسی باوفا بیوی کو کس طرح یہ سزا دُوں؟ اور اگر نہ دُوں تو قسم ٹوٹتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں وحی کے ذریعے حکم دیا کہ وہ سو سینکوں کا ایک مٹھا لے کر ایک ہی مرتبہ اپنی بیوی کو ماردیں، اس طرح قسم بھی نہیں ٹوٹے گی، اور بیوی کو کوئی خاص تکلیف بھی نہیں پہنچے گی۔

(۲۴) حضرت الیسع علیہ السلام کا ذِکر قرآنِ کریم میں صرف دو جگہ آیا ہے، ایک یہاں اور ایک سورۂ انعام (۸۶:۶) میں۔ دونوں جگہ آپ کا صرف نام مذکور ہے، کوئی مفصل واقعہ بیان نہیں فرمایا گیا۔ تاریخی روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ بنو اسرائیل کے انبیاء میں سے تھے، اور حضرت الیاس علیہ السلام کے چچازاد بھائی تھے۔ بائبل کی کتاب سلاطین اوّل باب ۱۹ میں آپ کا واقعہ مذکور ہے۔ اسی طرح حضرت ذوالکفل علیہ السلام کا بھی دو جگہ صرف ذِکر آیا ہے، ایک یہاں اور دوسرے سورۂ انبیاء (۸۵:۲۱) میں۔ بعض مفسرین نے انہیں حضرت الیسع علیہ السلام کا خلیفہ قرار دیا ہے، اور بعض نے کہا ہے کہ یہ نبی نہیں تھے، ولی اللہ تھے۔

هٰذَا ذِكْرٌ ۚ وَإِنَّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ﴿٤٩﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً

نصیحت کا پیغام ہے، اور یقین جانو کہ جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں، آخری ٹھکانے کی بہتری انہی کے حصے میں آئے گی، (۴۹) یعنی ہمیشہ بسے

لَّهُمُ الْأَبْوَابُ ﴿٥٠﴾ مُتَّكِـِٔينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ

رہنے کے لئے جنتیں جن کے دروازے اُن کے لئے پوری طرح کھلے ہوں گے! (۵۰) جہاں وہ تکیہ لگائے ہوئے بہت سے میوے اور مشروبات

وَّشَرَابٍ ﴿٥١﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ ﴿٥٢﴾ هٰذَا مَا

منگوا رہے ہوں گے، (۵۱) اور اُن کے پاس وہ ہم عمر خواتین ہوں گی جن کی نگاہیں (اپنے شوہروں پر) مرکوز ہوں گی۔ (۵۲) یہ ہے وہ (نعمتوں

الربع تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿٥٣﴾ إِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ نَّفَادٍ ﴿٥٤﴾

سے بھرپور زندگی) جس کا تم سے روزِ حساب میں وعدہ کیا گیا ہے۔ (۵۳) بیشک یہ ہماری عطا ہے جو کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ (۵۴) ایک طرف تو

هٰذَا ۚ وَإِنَّ لِلطّٰغِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ﴿٥٥﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ

یہ ہے، اور (دوسری طرف) جن لوگوں نے سرکشی اختیار کی ہے، یقین جانو، اُن کا آخری ٹھکانا بہت بُرا ہوگا، (۵۵) یعنی دوزخ جس میں وہ داخل

الْمِهَادُ ﴿٥٦﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿٥٧﴾ وَّآخَرُ مِنْ شَكْلِهِ

ہوں گے! پھر وہ اُن کا بدترین بستر بنے گی۔ (۵۶) یہ ہے کھولتا ہوا پانی اور پیپ! اب وہ اس کا مزہ چکھیں، (۵۷) اور اُن طرح طرح کی چیزوں کا جو اسی

أَزْوَاجٌ ﴿٥٨﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِهِمْ ۚ إِنَّهُمْ

جیسی (تکلیف دہ) ہوں گی۔ (۵۸) (جب وہ اپنے پیروکاروں کو آتا دیکھیں گے تو ایک دوسرے سے کہیں گے:) "یہ ایک اور لشکر ہے جو تمہارے

صَالُوا النَّارِ ﴿٥٩﴾ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ ۚ لَا مَرْحَبًا بِكُمْ ۚ أَنْتُمْ

ساتھ گھسا چلا آرہا ہے، پھٹکار ہو ان پر، یہ سب آگ میں جلنے والے ہیں۔" (۵۹) وہ (آنے والے) کہیں گے: "نہیں، بلکہ پھٹکار تم پر ہو، تم ہی تو یہ

قَدَّمْتُمُوهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٦٠﴾ قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا

مصیبت ہمارے آگے لائے ہو، اب تو یہی بدترین جگہ ہے جس میں رہنا ہوگا۔" (۶۰) (پھر وہ اللہ تعالیٰ سے کہیں گے کہ:) "اے ہمارے پروردگار! جو

فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ﴿٦١﴾ وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا

شخص بھی یہ مصیبت ہمارے آگے لایا ہے، اُسے دوزخ میں دوگنا عذاب دیجئے۔" (۶۱) اور وہ (ایک دوسرے سے) کہیں گے: "کیا بات ہے کہ ہمیں

كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْأَشْرَارِ ﴿٦٢﴾ أَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ زَاغَتْ

وہ لوگ (یہاں دوزخ میں) نظر نہیں آرہے جنہیں ہم بُرے لوگوں میں شمار کرتے تھے؟ (۲۵) (۶۲) کیا ہم نے اُن کا (ناحق) مذاق اُڑایا تھا، یا انہیں دیکھنے

ع ۴ عَنْهُمُ الْأَبْصَارُ ﴿٦٣﴾ إِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ﴿٦٤﴾ قُلْ إِنَّمَا

سے نگاہوں کو غلطی لگ رہی ہے؟" (۶۳) ___ یقیناً دوزخیوں کے آپس میں جھگڑنے کی یہ ساری باتیں بالکل سچی ہیں جو ہو کر رہیں گی۔ (۶۴) (اے

(۲۵) اس سے مراد مسلمان ہیں جن کو یہ کافر لوگ دُنیا میں بُرا سمجھتے تھے، اور اُن کا مذاق اُڑاتے تھے۔ وہ ان کو جہنم میں نظر نہیں آئیں گے۔

اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّ مَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۶۵ رَبُّ

پیغمبر!) کہہ دو کہ: ''میں تو ایک خبردار کرنے والا ہوں، اور اُس اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں جو ایک ہے، جو سب پر غالب ہے، ۝۶۵ جو

السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝۶۶ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا

تمام آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان ہر چیز کا مالک ہے، جس کا اقتدار سب پر چھایا ہوا ہے، جو بہت بخشنے والا ہے۔'' ۝۶۶ کہہ دو کہ: ''یہ

عَظِيْمٌ ۝۶۷ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ۝۶۸ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ

ایک عظیم حقیقت کا اظہار ہے، ۝۶۷ جس سے تم منہ موڑے ہوئے ہو، (۲۶) ۝۶۸ مجھے عالم بالا کی باتوں کا کچھ علم نہیں تھا جب وہ (فرشتے) سوال جواب

يَخْتَصِمُوْنَ ۝۶۹ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَيَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷۰ اِذْ قَالَ رَبُّكَ

کر رہے تھے (۲۷) ۝۶۹ میرے پاس وحی صرف اس لئے آتی ہے کہ میں صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں۔'' ۝۷۰ یاد کرو جب تمہارے پروردگار

لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ۝۷۱ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ

نے فرشتوں سے کہا کہ میں گارے سے ایک انسان پیدا کرنے والا ہوں، ۝۷۱ چنانچہ جب میں اُسے پوری طرح بنادوں اور اُس میں اپنی رُوح

رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ۝۷۲ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝۷۳ اِلَّآ

پھونک دُوں تو تم اُس کے آگے سجدے میں گر جانا۔ ۝۷۲ پھر ہوا یہ کہ سارے کے سارے فرشتوں نے تو سجدہ کیا، ۝۷۳ البتہ اِبلیس نے نہ کیا،

اِبْلِيْسَ ؕ اِسْتَكْبَرَ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝۷۴ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ

اُس نے تکبر سے کام لیا، اور کافروں میں شامل ہوگیا۔ ۝۷۴ اللہ نے کہا: ''اِبلیس! جس کو میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا، اُس کو سجدہ کرنے

تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ ؕ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ۝۷۵ قَالَ

سے تجھے کس چیز نے روکا ہے؟ کیا تو نے تکبر سے کام لیا ہے، یا تو کوئی بہت اُونچی ہستیوں میں سے ہے؟'' ۝۷۵ کہنے لگا: ''میں اس (آدم) سے

اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ؕ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۝۷۶ قَالَ فَاخْرُجْ

بہتر ہوں۔ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے، اور اُس کو گارے سے پیدا کیا ہے۔'' ۝۷۶ اللہ نے فرمایا کہ: ''اچھا تو نکل جا یہاں سے! کیونکہ تو

مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ۝۷۷ ۚ وَّ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۷۸

مرُدود ہے، ۝۷۷ اور یقین جان قیامت کے دن تک تجھ پر میری پھٹکار رہے گی۔'' ۝۷۸ اُس نے کہا: ''میرے پروردگار! پھر تو مجھے اُس دن تک

---

(۲۶) پیغمبروں کے واقعات اور قیامت کے حالات بیان کرنے کے بعد حضور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جا رہا ہے کہ ان منکرین سے فرمادیجئے اگر غور کرو تو ان واقعات سے تمہیں میری نبوت پر اِستدلال کرنا چاہئے، کیونکہ ان باتوں کے معلوم ہونے کا میرے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں تھا، میں جو یہ باتیں بتارہا ہوں، وہ یقیناً وحی کے ذریعے مجھے معلوم ہوئی ہیں، مگر تم وحی کی اس نصیحت سے منہ موڑے ہوئے ہو۔

(۲۷) اس سے فرشتوں کی اُس گفتگو کی طرف اشارہ ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے وقت ہوئی تھی، اور جو تفصیل کے ساتھ سورۂ بقرہ (۲:۳۰) میں گذر چکی ہے، اور اُس کا کچھ حصہ آگے آرہا ہے۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ

کے لئے (جینے کی) مہلت دیدے جس دن لوگوں کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔" ﴿۷۹﴾ اللہ نے فرمایا: "چل، تجھے اُن لوگوں میں شامل کرلیا گیا ہے

الْمُنْظَرِیْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِیَنَّهُمْ

جنہیں مہلت دی جائے گی، ﴿۸۰﴾ (لیکن) ایک متعین وقت کے دن تک۔(۲۸)" ﴿۸۱﴾ کہنے لگا: "بس تو میں تیری عزت کی قسم کھاتا ہوں کہ میں ان

اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَ الْحَقَّ

سب کو بہکاؤں گا، ﴿۸۲﴾ سوائے تیرے برگزیدہ بندوں کے۔" ﴿۸۳﴾ اللہ نے فرمایا: "تو پھر سچی بات یہ ہے، اور میں سچی بات ہی کہا کرتا

اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَ مِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ

ہوں، ﴿۸۴﴾ کہ میں تجھ سے اور اُن سب سے جو ان میں سے تیرے پیچھے چلیں گے، جہنم کو بھر کر رہوں گا۔" ﴿۸۵﴾ (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ

مَاۤ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِیْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا

دو کہ: "میں تم سے اس (اسلام کی دعوت) پر کوئی اُجرت نہیں مانگتا، اور نہ میں بناوٹی لوگوں میں سے ہوں۔ ﴿۸۶﴾ یہ تو دُنیا جہان کے لوگوں کے

ع ۵ ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِیْنٍ ﴿۸۸﴾

لئے بس ایک نصیحت ہے، ﴿۸۷﴾ اور تھوڑے سے وقت کے بعد تمہیں اس کا حال معلوم ہو جائے گا۔" ﴿۸۸﴾

---

(۲۸) اس واقعے کی پوری تفصیل سورۂ بقرہ (۳۴:۲ تا ۳۶) میں گذر چکی ہے، نیز شیطان نے جو مہلت مانگی تھی، وہ روزِ حشر تک کے لئے تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس کا وعدہ نہیں فرمایا، بلکہ یہ فرمایا کہ ایک معین وقت تک مہلت دی جاتی ہے۔ لہٰذا پہلے صور کے بعد تمام مخلوقات کو موت آئے گی تو اُن میں شیطان کو بھی آئے گی۔ جیسا کہ سورۂ حجر (۳۸:۱۵) میں بھی گذر چکا ہے۔

الحمدللہ! سورۂ صٓ کا ترجمہ اور تشریحی حواشی آج ۷ رشوال ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰ را کتوبر ۲۰۰۷ء کو دُبئی سے کراچی جاتے ہوئے امارات کے جہاز میں تکمیل کو پہنچے، اور اس سورت کا کام کل سات دن میں پورا ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضا کے مطابق تکمیل کی توفیق بخشیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الزُّمَرِ

تعارف

یہ سورت مکی زندگی کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی تھی، اور اس میں مشرکینِ مکہ کے مختلف باطل عقیدوں کی تردید فرمائی گئی ہے۔ یہ مشرکین مانتے تھے کہ کائنات کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اُنہوں نے مختلف دیوتا گھڑ کر یہ مانا ہوا تھا کہ اُن کی عبادت کرنے سے وہ خوش ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کریں گے، اور بعض نے فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا ہوا تھا۔ اس سورت میں ان مختلف عقائد کی تردید کر کے اُنہیں توحید کی دعوت دی گئی ہے۔ یہ وہ دور ہے جب مسلمانوں کو مشرکین کے ہاتھوں بدترین اذیتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا، اس لئے اس سورت میں مسلمانوں کو اِجازت دی گئی ہے کہ وہ کسی ایسے خطے کی طرف ہجرت کر جائیں جہاں وہ اطمینان سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں۔ نیز کافروں کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر اُنہوں نے اپنی معاندانہ رَوِش نہ چھوڑی تو اُنہیں بدترین سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ سورت کے آخر میں نقشہ کھینچا گیا ہے کہ آخرت میں کافر کس طرح گروہوں کی شکل میں دوزخ تک لے جائے جائیں گے، اور مسلمانوں کو کس طرح گروہوں کی شکل میں جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔ گروہوں کے لئے عربی لفظ "زُمَر" استعمال کیا گیا ہے، اور وہی اس سورت کا نام ہے۔

آیاتھا ۷۵ ۳۹ سُوْرَۃُ الزُّمَرِ مَکِّیَّۃٌ ۵۹ رکوعاتھا ۸

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں پچھتر آیتیں اور آٹھ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ① اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ

یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی جارہی ہے، جو بڑے اِقتدار کا مالک ہے، بہت حکمت والا۔ ① (اے پیغمبر!) بیشک یہ کتاب ہم نے تم پر

بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ؕ② اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ؕ وَ

برحق نازل کی ہے، اس لئے اللہ کی اس طرح عبادت کرو کہ بندگی خالص اُسی کے لئے ہو۔ ② یاد رکھو کہ خالص بندگی اللہ ہی کا حق ہے۔ اور

الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَاۤ اِلَى

جن لوگوں نے اُس کے بجائے دوسرے رکھوالے بنالئے ہیں ___ (یہ کہہ کر کہ:) ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ سے

اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَحْكُمُ بَیْنَهُمْ فِیْ مَا هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ لَا

قریب کردیں (۱) ___ اُن کے درمیان اللہ اُن باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کررہے ہیں۔ یقین رکھو کہ اللہ کسی ایسے شخص کو راستے پر

یَهْدِیْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ③ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا

نہیں لاتا جو جھوٹا ہو، کفر پر جما ہوا ہو۔ ③ اگر اللہ یہ چاہتا کہ کسی کو اولاد بنائے تو وہ اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب کرلیتا، (لیکن) وہ پاک

لَّاصْطَفٰى مِمَّا یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ④

ہے (اس بات سے کہ اُس کی کوئی اولاد ہو) وہ تو اللہ ہے، ایک، اور زبردست اِقتدار کا مالک! ④

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَى النَّهَارِ وَیُكَوِّرُ

اُس نے سارے آسمان اور زمین برحق پیدا کئے ہیں۔ وہ رات کو دن پر لپیٹ دیتا ہے، اور دن کو رات پر لپیٹ دیتا ہے،

النَّهَارَ عَلَى الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

اور اُس نے سورج اور چاند کو کام پر لگایا ہوا ہے۔ ہر ایک کسی معین مدت تک کے لئے رواں دواں ہے۔

وقف لازم

(۱) مشرکینِ عرب عام طور سے یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ یہ کائنات اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے، لیکن اُنہوں نے کچھ دیوتا گھڑ کر اُن کے بت بنالئے تھے، اور اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ ہم ان کی عبادت کریں گے تو یہ اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش کریں گے، اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل ہوگا۔ قرآنِ کریم نے اس کو بھی شرک قرار دیا، کیونکہ اوّل تو ان دیوتاؤں کی کوئی حقیقت ہی نہیں تھی، دوسرے عبادت تو اللہ تعالیٰ کا خالص حق ہے، کسی دوسرے کی عبادت، خواہ کسی نیت سے کی جائے، شرک ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص واقعی بزرگ اور ولی اللہ ہو، تب بھی اُس کی عبادت شرک ہے، چاہے اس نیت سے ہو کہ اس کے ذریعے ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا۔

أَلَا هُوَ الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۝٥ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا

یاد رکھو وہ بڑے اقتدار کا مالک، بہت بخشنے والا ہے۔ (۵) اُس نے تم سب کو ایک شخص سے پیدا کیا،(۲) پھر اُسی سے اُس کا جوڑا بنایا، اور تمہارے لئے

زَوْجَهَا وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ ۚ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ

مویشیوں میں سے آٹھ اصناف پیدا کیں۔(۳) وہ تمہاری تخلیق تمہاری ماؤں کے پیٹ میں اس طرح کرتا ہے کہ تین اندھیریوں کے درمیان تم بناوٹ

أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ

کے ایک مرحلے کے بعد دُوسرے مرحلے سے گذرتے ہو۔(۴) وہ ہے اللہ جو تمہارا پروردگار ہے! ساری بادشاہی اُسی کی ہے، اُس کے سوا کوئی

الْمُلْكُ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ۝٦ إِنْ تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ

عبادت کے لائق نہیں ہے۔ پھر بھی تمہارا منہ آخر کوئی کہاں سے موڑ دیتا ہے؟ (۶) اگر تم کفر اختیار کرو گے تو یقین رکھو کہ اللہ تم سے بے نیاز ہے،

عَنْكُمْ ۖ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۖ وَإِنْ تَشْكُرُوا يَرْضَهُ لَكُمْ ۗ وَلَا تَزِرُ

اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا، اور اگر تم شکر کروگے تو وہ اُسے تمہارے لئے پسند کرے گا، اور کوئی بوجھ

وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ پھر تم سب کو اپنے پروردگار ہی کے پاس لوٹ کر جانا ہے، اُس وقت

تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝٧ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ

وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کچھ کیا کرتے تھے۔ یقیناً وہ دلوں کی باتیں بھی خوب جانتا ہے۔ (۷) اور جب انسان کو کوئی تکلیف چھوجاتی ہے تو وہ

دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو

اپنے پروردگار کو اُسی سے لَو لگا کر پکارتا ہے، پھر جب وہ انسان کو اپنی طرف سے کوئی نعمت بخش دیتا ہے تو وہ اُس (تکلیف) کو بھول جاتا ہے جس

إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ أَنْدَادًا لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ ۚ قُلْ تَمَتَّعْ

کے لئے پہلے اللہ کو پکار رہا تھا، اور اللہ کے لئے شریک گھڑ لیتا ہے، جس کے نتیجے میں دوسروں کو بھی اللہ کے راستے سے بھٹکاتا ہے۔ کہہ دو کہ:

---

(۲) اس سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اور اُن کے جوڑے سے مراد حضرت حواء علیہا السلام۔

(۳) اس سے مراد اُونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری ہیں جن میں سے ہر ایک کے نر اور مادہ مل کر آٹھ جوڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کا ذکر خاص طور پر اس لئے فرمایا گیا ہے کہ عام طور پر یہی مویشی انسان کے زیادہ کام آتے ہیں۔ انہی آٹھ جوڑوں کا ذکر سورۂ انعام (۶:۱۴۳) میں گذرا ہے۔

(۴) تین اندھیریاں اس طرح ہیں کہ ایک اندھیری پیٹ کی، دوسری رحم کی، اور تیسری اُس جھلی کی جس میں بچہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔ اور بناوٹ کے مرحلوں سے مراد یہ ہے کہ پہلے نطفہ ہوتا ہے، پھر خون، پھر لوتھڑا، پھر ہڈیاں وغیرہ جس کی تفصیل سورۂ حج (۲۲:۵) اور سورۂ مؤمنون (۲۳:۱۴) میں گذری ہے، اور سورۂ غافر (۴۰:۶۷) میں آگے آئے گی۔

بِكُفْرِكَ قَلِيلًا ۖ إِنَّكَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ ۝٨ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ

"کچھ دن اپنے کفر کے مزے اُڑا لے، یقیناً تو دوزخ والوں میں شامل ہے۔" ۝٨ بھلا (کیا ایسا شخص اُس کے برابر ہوسکتا ہے) جو رات کی

سَاجِدًا وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ ۗ قُلْ هَلْ

گھڑیوں میں عبادت کرتا ہے، کبھی سجدے میں، کبھی قیام میں، آخرت سے ڈرتا ہے، اور اپنے پروردگار کی رحمت کا اُمیدوار ہے؟

يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو

کہو کہ: "کیا وہ جو جانتے ہیں، اور جو نہیں جانتے، سب برابر ہیں(٥)؟" (مگر) نصیحت تو وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو

الْأَلْبَابِ ۝٩ قُلْ يَا عِبَادِ الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا رَبَّكُمْ ۚ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا ع

عقل والے ہیں۔ ۝٩ کہہ دو کہ: "اے میرے ایمان والے بندو! اپنے پروردگار کا خوف دِل میں رکھو۔ بھلائی اُنہی کی ہے

فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ۗ وَأَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةٌ ۗ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ

جنہوں نے اس دُنیا میں بھلائی کی ہے، اور اللہ کی زمین بہت وسیع ہے(٦)، جو لوگ صبر سے کام لیتے ہیں، اُن کا ثواب

أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝١٠ قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ

اُنہیں بے حساب دیا جائے گا۔" ۝١٠ کہہ دو کہ: "مجھے تو حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ میری بندگی خالص

الدِّينَ ۝١١ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۝١٢ قُلْ إِنِّي أَخَافُ

اُسی کے لئے ہو، ۝١١ اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلا فرماں بردار میں بنوں(٧)۔" ۝١٢ کہہ دو کہ: "اگر میں

إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝١٣ قُلِ اللَّهَ أَعْبُدُ مُخْلِصًا لَهُ

اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے ایک زبردست دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔" ۝١٣ کہہ دو کہ: "میں تو اللہ کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ

دِينِي ۝١٤ فَاعْبُدُوا مَا شِئْتُمْ مِنْ دُونِهِ ۗ قُلْ إِنَّ الْخَاسِرِينَ الَّذِينَ

میں نے اپنی بندگی صرف اُسی کے لئے خالص کرلی ہے۔ ۝١٤ اب تم اُسے چھوڑ کر جس کی چاہو، عبادت کرو(٨)۔" کہہ دو کہ:

---

(٥) یعنی اگر آخرت کا حساب وکتاب نہ ہو تو اُس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ مؤمن کافر اور بدکار اور نیک سب برابر ہو جائیں گے، جو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اِنصاف سے ممکن نہیں۔

(٦) یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ اگر اپنے وطن میں دِین پر عمل کرنا ممکن نہ ہو یا سخت مشکل ہو جائے تو وہاں سے ہجرت کر کے ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں دِین پر عمل کرنا نسبۃً آسان ہو، اور اگر وطن چھوڑنے سے تکلیف ہو تو اُس پر صبر کرو، کیونکہ صبر کا ثواب بے حساب ہے۔

(٧) اس میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جو شخص دوسروں کو کسی نیکی کی دعوت دے، اُسے چاہئے کہ پہلے خود اُس پر عمل کر کے دِکھائے۔

(٨) اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کافروں کو کفر کی کھلی چھوٹ دے دی گئی ہے، کیونکہ اگلے ہی جملے میں صاف فرما دیا گیا ہے کہ یہ گھاٹے کا سودا ہے، اور پیچھے آیت نمبر ۷ میں فرما دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کفر کو پسند نہیں فرماتا۔ لہٰذا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اس

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَ اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ
"گھاٹے کا سودا کرنے والے تو وہ ہیں جو قیامت کے دن اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں سب کو ہرا بیٹھیں گے۔ یاد رکھو کہ کھلا ہوا گھاٹا
الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَ مِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ؕ ذٰلِكَ
یہی ہے۔" ﴿۱۵﴾ ایسے لوگوں کے لئے اُن کے اُوپر بھی آگ کے بادل ہیں، اور اُن کے نیچے بھی ویسے ہی بادل۔ یہ وہی چیز ہے جس سے اللہ
يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ؕ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَ الَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا
اپنے بندوں کو ڈراتا ہے۔ لہٰذا اے میرے بندو! میرا خوف دِل میں رکھو۔ ﴿۱۶﴾ اور جن لوگوں نے اس بات سے پرہیز کیا ہے کہ وہ طاغوت کی
الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَ اَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ۙ
عبادت کرنے لگیں،(۹) اور اُنہوں نے اللہ سے لَو لگائی ہے، خوشی کی خبر اُنہی کے لئے ہے، لہٰذا میرے اُن بندوں کو خوشی کی خبر سنا دو ﴿۱۷﴾
الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ
جو بات کو غور سے سنتے ہیں تو اُس میں جو بہترین ہوتی ہے، اُس کی پیروی کرتے ہیں۔(۱۰) یہی وہ لوگ ہیں جنہیں
هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ
اللہ نے ہدایت دی ہے، اور یہی ہیں جو عقل والے ہیں۔ ﴿۱۸﴾ بھلا جس شخص پر عذاب کی بات طے ہو چکی،
الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِى النَّارِ ﴿۱۹﴾ۚ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ
تو کیا تم اُسے بچالوگے جو آگ کے اندر پہنچ چکا ہے؟ ﴿۱۹﴾ البتہ جنہوں نے اپنے پروردگار کا خوف دِل میں رکھا ہے،
لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَعْدَ
اُن کے لئے اُوپر تلے بنی ہوئی اُونچی اُونچی عمارتیں ہیں، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ اللہ کا وعدہ ہے۔
اللّٰهِ ؕ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً
اللہ کبھی وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ ﴿۲۰﴾ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اُتارا،
فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِى الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ
پھر اُسے زمین کے سوتوں میں پرو دیا؟(۱۱) پھر وہ اُس پانی سے ایسی کھیتیاں وجود میں لاتا ہے جن کے رنگ مختلف ہیں، پھر وہ کھیتیاں سوکھ جاتی ہیں تو

بات کی طاقت ضرور دی گئی ہے کہ تم اگر کفر اختیار کرنا چاہو تو کرسکو، تمہیں ایمان لانے پر زبردستی مجبور نہیں کیا جائے گا، لیکن اُس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیامت کے دن اپنا سب کچھ ہار بیٹھو گے۔

(۹) "طاغوت" شیطان کو بھی کہتے ہیں، اور ہر باطل چیز کو بھی۔

(۱۰) اس کا زیادہ واضح مطلب یہ ہے کہ وہ سنتے تو سب کچھ ہیں، لیکن پیروی اُسی بات کی کرتے ہیں جو بہترین ہو (رُوح المعانی عن الزجاج)۔

(۱۱) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آسمان سے پانی پہاڑوں پر برستا ہے، پھر وہاں سے پگھل پگھل کر دریاؤں اور ندیوں کی

يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي

تم اُنہیں دیکھتے ہو کہ پیلی پڑگئی ہیں، پھر وہ اُنہیں چورا چورا کردیتا ہے۔ یقیناً ان باتوں میں اُن لوگوں کے لئے بڑا سبق ہے

الْاَلْبَابِ ﴿٢١﴾ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰي نُوْرٍ مِّنْ ع

جو عقل رکھتے ہیں۔ (۲۱) بھلا کیا وہ شخص جس کا سینہ اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے، جس کے نتیجے میں وہ اپنے پروردگار کی عطا کی ہوئی روشنی

رَّبِّهٖ ۭ فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ

میں آچکا ہے، (سنگدلوں کے برابر ہوسکتا ہے؟) ہاں! بربادی اُن کی ہے جن کے دِل اللہ کے ذِکر سے سخت ہوچکے ہیں۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں

مُّبِيْنٍ ﴿٢٢﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ڰ تَقْشَعِرُّ

پڑے ہوئے ہیں۔ (۲۲) اللہ نے بہترین کلام نازل فرمایا ہے، ایک ایسی کتاب جس کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، جس کی باتیں

مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ

بار بار دُہرائی گئی ہیں۔ وہ لوگ جن کے دِلوں میں اپنے پروردگار کا رُعب ہے ان کی کھالیں اس سے کانپ اُٹھتی ہیں، پھر اُن کے جسم اور اُن کے

اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ

دِل نرم ہوکر اللہ کی یاد کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے جس کے ذریعے وہ جس کو چاہتا ہے، راہِ راست پر لے آتا ہے، اور جسے

فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٢٣﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ سُوْۗءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَ

اللہ راستے سے بھٹکا دے، اُسے کوئی راستے پر لانے والا نہیں۔ (۲۳) بھلا (اُس شخص کا کیسا بُرا حال ہوگا) جو قیامت کے دن اپنے چہرے ہی سے

قِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٢٤﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

بدترین عذاب کو روکنا چاہے گا؟ (۱۲) اور ظالموں سے کہا جائے گا کہ: ''چکھو مزہ اُس کمائی کا جو تم نے کر رکھی تھی۔'' (۲۴) جو لوگ ان سے پہلے تھے،

فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي

اُنہوں نے بھی (پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا جس کے نتیجے میں اُن پر عذاب ایسی جگہ سے آیا جس کی طرف اُن کا گمان بھی نہیں جاسکتا تھا، (۲۵) چنانچہ

شکل اختیار کرتا ہے، اور زمین کی تہہ میں سوتوں تک پہنچ جاتا ہے۔ اور دُوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی تخلیق کے شروع میں پانی پیدا کیا، اور اُسے آسمان سے اُتار کر براہِ راست زمین کے سوتوں تک پہنچا دیا (روح المعانی)۔

(۱۲) یہ دوزخ کے ایک خوفناک پہلو کی منظر کشی ہے۔ عام طور سے ہوتا یہ ہے کہ انسان جب کوئی تکلیف دہ چیز اپنی طرف آتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ اپنے ہاتھوں یا پاؤں سے اُسے روکنے کی کوشش کرتا ہے، لیکن دوزخ میں یہ اس لئے ممکن نہیں ہوگا کہ ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہوں گے، اس لئے جسم سے عذاب کو روکنے کی کوئی اور صورت نہیں ہوگی، سوائے اس کے کہ چہرے ہی کو آگے کرکے اُسے ڈھال بنایا جائے، لیکن ظاہر ہے کہ چہرے پر روکنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا، کیونکہ چہرے کو تکلیف سب سے زیادہ ہوتی ہے۔

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَلَقَدْ

اللہ نے اُن کو اسی دُنیوی زندگی میں رُسوائی کا مزہ چکھایا، اور آخرت کا عذاب تو اور بھی بڑا ہے۔ کاش یہ لوگ جانتے! (٢٦) حقیقت یہ ہے کہ ہم

ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٧﴾

نے اس قرآن میں لوگوں کی خاطر ہر قسم کی مثالیں بیان کی ہیں، تاکہ لوگ سبق حاصل کریں، (٢٧) یہ عربی قرآن جس میں کوئی ٹیڑھ نہیں! تاکہ

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِيْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٢٨﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا

لوگ تقویٰ اختیار کریں۔ (٢٨) اللہ نے ایک مثال یہ دی ہے کہ ایک (غلام) شخص ہے جس کی ملکیت میں کئی لوگ شریک ہیں جن کے درمیان

فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ

آپس میں کھینچ تان بھی ہے، اور دُوسرا (غلام) شخص وہ ہے جو پورے کا پورا ایک ہی آدمی کی ملکیت ہے۔ کیا ان دونوں کی حالت ایک جیسی ہوسکتی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ

ہے؟ (١٣) الحمدللہ! (اس مثال سے بات بالکل واضح ہوگئی) لیکن ان میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔ (٢٩) (اے پیغمبر!) موت تمہیں بھی آنی ہے، اور

ع مَّيِّتُوْنَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿٣١﴾ ع فَمَنْ اَظْلَمُ

موت انہیں بھی آنی ہے، (٣٠) پھر تم سب قیامت کے دن اپنے پروردگار کے پاس اپنا مقدمہ پیش کروگے۔ (٣١) اب بتاؤ کہ اُس شخص

مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ

سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، اور جب سچی بات اُس کے پاس آئے تو وہ اُس کو جھٹلادے؟ کیا جہنم

مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰۤئِكَ هُمُ

میں ایسے کافروں کا ٹھکانا نہیں ہوگا؟ (٣٢) اور جو لوگ سچی بات لے کر آئیں، اور خود بھی اُسے سچ مانیں وہ ہیں

الْمُتَّقُوْنَ ﴿٣٣﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ جَزٰۗؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٣٤﴾

جو متقی ہیں۔ (٣٣) اُن کو اپنے پروردگار کے پاس ہر وہ چیز ملے گی جو وہ چاہیں گے۔ یہ ہے نیک لوگوں کا بدلہ، (٣٤)

لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ

تاکہ اُنہوں نے جو بدترین کام کئے تھے، اللہ اُن کا کفارہ کردے، اور جو بہترین کام کرتے رہے تھے، اُن کا

---

(١٣) جو غلام کئی آدمیوں کی مشترک ملکیت میں ہو، اور وہ کئی آدمی بھی آپس میں جھگڑتے رہتے ہوں، وہ ہمیشہ پریشانی کا شکار رہتا ہے کہ کس کا کہنا مانوں، اور کس کا نہ مانوں، اس کے برخلاف جو غلام کسی ایک ہی آقا کی ملکیت میں ہو، اُسے یہ پریشانی پیش نہیں آتی، وہ یکسو ہوکر اپنے آقا کی اطاعت کرسکتا ہے۔ اسی طرح جو شخص توحید کا قائل ہے، وہ ہمیشہ یکسو ہوکر اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتا ہے، اور اُسی کی عبادت کرتا ہے، اس کے برخلاف جن لوگوں نے کئی کئی خدا گھڑ رکھے ہیں، وہ کبھی ایک جھوٹے دیوتا کا سہارا لیتے ہیں، کبھی دوسرے کا، اور اُنہیں یکسوئی میسر نہیں آتی۔ اس طرح یہ مثال توحید کی دلیل بھی ہے، اور اُس کی حکمت بھی۔

الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَ يُخَوِّفُوْنَكَ
ثواب اُنہیں عطا فرمائے۔ (۳۵) (اے پیغمبر!) کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ اور یہ لوگ تمہیں اُس کے سوا
بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۶﴾ وَ مَنْ يَّهْدِ
دُوسروں سے ڈراتے ہیں، اور جسے اللہ راستے سے بھٹکادے، اُسے کوئی راستے پر لانے والا نہیں، (۳۶) اور جسے
اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَ لَئِنْ
اللہ راہِ راست پر لے آئے، اُسے کوئی راستے سے بھٹکانے والا نہیں۔ کیا اللہ زبردست، انتقام لینے والا نہیں؟ (۳۷) اور اگر تم
سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ
ان سے پوچھو کہ آسمانوں کو اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے؟ تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ (ان سے) کہو کہ: ”ذرا مجھے یہ بتاؤ
مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ
کہ تم اللہ کو چھوڑ کر جن (بتوں) کو پکارتے ہو، اگر اللہ مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے تو کیا یہ اُس کے پہنچائے ہوئے نقصان
اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ
کو دُور کرسکتے ہیں؟ یا اگر اللہ مجھ پر مہربانی فرمانا چاہے تو کیا یہ اُس کی رحمت کو روک سکتے ہیں؟“ کہو کہ: ”میرے لئے اللہ ہی کافی ہے۔
يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ
بھروسہ رکھنے والے اُسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔“ (۳۸) کہہ دو کہ: ”اے میری قوم کے لوگو! تم اپنے طریقے پر عمل کئے جاؤ، میں (اپنے طریقے پر) عمل
فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ
کررہا ہوں، پھر عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا (۳۹) کہ کس پر وہ عذاب آتا ہے جو اُسے رُسوا کر کے رکھ دے گا، اور کس پر وہ عذاب نازل ہوتا ہے جو
مُّقِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى
ہمیشہ جم کر رہے گا۔“ (۴۰) (اے پیغمبر!) ہم نے لوگوں کے فائدے کے لئے تم پر یہ کتاب برحق نازل کی ہے۔ اب جو شخص راہِ راست پر آجائے گا، وہ
فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾ ع
اپنی ہی بھلائی کے لئے آئے گا، اور جو گمراہی اختیار کرے گا، وہ اپنی گمراہی سے اپنا ہی نقصان کرے گا، اور تم اُس کے ذمہ دار نہیں ہو۔ (۴۱)
اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ
اللہ تمام رُوحوں کو اُن کی موت کے وقت قبض کرلیتا ہے، اور جن کو ابھی موت نہیں آئی ہوتی، اُن کو بھی اُن کی نیند کی حالت میں (قبض کرلیتا ہے)، پھر
فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ
جن کے بارے میں اُس نے موت کا فیصلہ کرلیا، اُنہیں اپنے پاس روک لیتا ہے، اور دُوسری رُوحوں کو ایک معین وقت تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ (۱۴)

(۱۴) نیند کی حالت میں بھی کسی درجے میں رُوح قبض ہوتی ہے، لیکن اس طرح کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں، واپس آجاتی ہے، اور اگر موت کا وقت آچکا ہوتو اسے پوری طرح قبض کرلیا جاتا ہے۔

مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ
یقیناً اس بات میں اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ ﴿۴۲﴾ بھلا کیا ان لوگوں نے اللہ (کی اجازت) کے بغیر کچھ
دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَ لَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا
سفارشی گھڑ رکھے ہیں؟ (ان سے) کہو کہ: "چاہے یہ نہ کوئی اختیار رکھتے ہوں، نہ کچھ سمجھتے ہوں (پھر بھی تم انہیں سفارشی مانتے
يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۳﴾ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
رہوگے؟[15])" ﴿۴۳﴾ کہو کہ: "سفارش تو ساری کی ساری اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اُسی کے قبضے میں آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، پھر اُسی
ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ
کی طرف تمہیں لوٹایا جائے گا۔" ﴿۴۴﴾ اور جب کبھی تنہا اللہ کا ذِکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اُن کے دِل
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۵﴾
بیزار ہوجاتے ہیں، اور جب اُس کے سوا دُوسروں کا ذِکر کیا جاتا ہے تو یہ لوگ خوشی سے کھل اُٹھتے ہیں۔ ﴿۴۵﴾
قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ
کہو: "اے اللہ! اے آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے، ہر غائب و حاضر کے جاننے والے! تو ہی اپنے بندوں کے
تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ
درمیان اُن باتوں کا فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں۔" ﴿۴۶﴾ اور جن لوگوں نے ظلم کا اِرتکاب کیا ہے،
ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ
اگر اُن کے پاس وہ سب کچھ ہو جو زمین میں ہے، اور اُس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی، تو قیامت کے دن بدترین عذاب سے بچنے کے لئے وہ سب
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَبَدَا لَهُمْ
فدیہ کے طور پر دینے لگیں گے، اور اللہ کی طرف سے وہ کچھ ان کے سامنے آجائے گا جس کا اُنہیں گمان بھی نہیں تھا، ﴿۴۷﴾ اُنہوں نے جو کمائی کی
سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۴۸﴾ فَاِذَا مَسَّ
تھی، اُس کی بُرائیاں اُن کے سامنے ظاہر ہوجائیں گی، اور جن باتوں کا وہ مذاق اُڑایا کرتے تھے، وہ اُنہیں چاروں طرف سے گھیر لیں گی۔ ﴿۴۸﴾
الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۫ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ
پھر[16] اِنسان (کا حال یہ ہے کہ جب اُس) کو کوئی تکلیف چھوجاتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے، اس کے بعد جب ہم اُسے اپنی طرف سے کسی نعمت سے

(۱۵) اس سے مراد وہ من گھڑت دیوتا ہیں جن کو مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنا سفارشی سمجھ رکھا تھا۔

(۱۶) یعنی ایک طرف تو کافر لوگ توحید کا اِنکار کرتے ہیں، اور دُوسری طرف جب کوئی تکلیف آتی ہے تو بتوں کو نہیں، ہمیں پکارتے ہیں۔

عَلٰى عِلْمٍ ۭ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۹ قَدْ قَالَهَا

نوازتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ: "یہ تو مجھے (اپنے) ہنر کی وجہ سے ملی ہے۔" نہیں! بلکہ یہ آزمائش ہے، لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (۴۹) یہی

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۵۰ فَاَصَابَهُمْ

بات ان سے پہلے (کچھ) لوگوں نے بھی کہی تھی،(۱۷) نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ وہ کماتے تھے، وہ اُن کے کام نہیں آیا، (۵۰) اور اُنہوں نے جو کمائی کی تھی،

سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا ۭ وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۗءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّاٰتُ مَا

اُس کی بُرائیاں اُنہی پر آپڑیں، اور ان (عرب کے) لوگوں میں سے جنہوں نے ظلم کا ارتکاب کیا ہے، ان کی کمائی کی بُرائیاں بھی عنقریب ان پر

كَسَبُوْا ۙ وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝۵۱ اَوَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ

آپڑیں گی، اور یہ (اللہ کو) عاجز نہیں کرسکتے۔ (۵۱) اور کیا انہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ جس کے لئے چاہتا ہے، رزق میں وسعت کردیتا ہے، اور

لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۵۲ قُلْ ع

وہی تنگی بھی کردیتا ہے؟ یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔ (۵۲)

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ

کہہ دو کہ: "اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کر رکھی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقین جانو

اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵۳ وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى

اللہ سارے کے سارے گناہ معاف کردیتا ہے۔(۱۸) یقیناً وہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔" (۵۳) اور تم اپنے پروردگار سے لو لگاؤ،

رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ۝۵۴ وَ

اور اُس کے فرماں بردار بن جاؤ قبل اس کے کہ تمہارے پاس عذاب آپہنچے، پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ (۵۴) اور

اتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ

تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس جو بہترین باتیں نازل کی گئی ہیں، اُن کی پیروی کرو، قبل اس کے کہ تم پر اچانک

الْعَذَابُ بَغْتَةً وَّاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝۵۵ۙ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ يّٰحَسْرَتٰى عَلٰي مَا

عذاب آجائے، اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے، (۵۵) کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی شخص کو یہ کہنا پڑے کہ: "ہائے افسوس میری اس کوتاہی پر جو

---

(۱۷) مثلاً قارون نے یہی بات کہی تھی کہ مجھے جو دولت ملی ہے، وہ میرے علم و ہنر کی وجہ سے ملی ہے۔ دیکھئے سورۂ قصص (۷۸:۲۸)۔

(۱۸) یعنی اگر کسی شخص نے ساری زندگی کفر، شرک یا گناہوں میں گذاری ہے تو وہ یہ نہ سمجھے کہ اب اُس کی توبہ قبول نہیں ہوگی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسی ہے کہ مرنے سے پہلے پہلے جس وقت بھی انسان اپنی اصلاح کا پختہ ارادہ کرکے اللہ تعالیٰ سے اپنی پچھلی زندگی کی معافی مانگے، اور توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اُس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا۔

فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ وَاِنْ كُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِيْنَ ﴿٥٦﴾ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ

میں نے اللہ کے معاملے میں برتی! اور سچی بات یہ ہے کہ میں تو (اللہ تعالیٰ کے احکام کا) مذاق اُڑانے والوں میں شامل ہو گیا تھا۔" ﴿٥٦﴾ یا کوئی یہ

اللّٰهَ هَدٰىنِيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿٥٧﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِيْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ

کہے کہ: "اگر مجھے اللہ ہدایت دیتا تو میں بھی متقی لوگوں میں شامل ہوتا۔" ﴿٥٧﴾ یا جب عذاب آنکھوں سے دیکھ لے تو یہ کہے کہ: "کاش مجھے ایک

لِيْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰيٰتِيْ فَكَذَّبْتَ بِهَا

مرتبہ واپس جانے کا موقع مل جائے تو میں نیک لوگوں میں شامل ہو جاؤں!" ﴿٥٨﴾ (تجھے ہدایت) کیوں نہیں (دی گئی؟) میری آیتیں تیرے

وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٥٩﴾ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ

پاس آچکی تھیں، پھر تو نے اُنہیں جھٹلایا، اور بڑائی کے گھمنڈ میں پڑ گیا، اور کافروں میں شامل رہا۔ ﴿٥٩﴾ اور قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ جن

كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى

لوگوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے، اُن کے چہرے سیاہ پڑے ہوئے ہیں۔ کیا جہنم میں ایسے متکبروں کا

لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٦٠﴾ وَيُنَجِّي اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ ۫ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ

ٹھکانا نہیں ہوگا؟ ﴿٦٠﴾ اور جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے، اللہ اُن کو نجات دے کر اُن کی مراد کو پہنچا دے گا، اُنہیں کوئی تکلیف چھوئے گی بھی

وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦١﴾ اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۫ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿٦٢﴾

نہیں، اور نہ اُنہیں کسی بات کا غم ہوگا۔ ﴿٦١﴾ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، اور وہی ہر چیز کا رکھوالا ہے۔ ﴿٦٢﴾

لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

سارے آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اُسی کے پاس ہیں، اور جنہوں نے اللہ کی آیتوں کا انکار کیا ہے،

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٣﴾ ع قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا ع ۶

گھاٹے میں رہنے والے وہی ہیں۔ ﴿٦٣﴾ کہہ دو کہ: "کیا پھر بھی اے جاہلو! تم مجھ سے کہتے ہو کہ اللہ کے سوا کسی اور کی

الْجٰهِلُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ

عبادت کروں؟" ﴿٦٤﴾ اور یہ حقیقت ہے کہ تم سے اور تم سے پہلے تمام پیغمبروں سے وحی کے ذریعے یہ بات کہہ دی گئی تھی کہ اگر تم نے شرک کا

اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٦٥﴾ بَلِ اللّٰهَ

ارتکاب کیا تو تمہارا کیا کرایا سب غارت ہو جائے گا، اور تم یقینی طور پر سخت نقصان اُٹھانے والوں میں شامل ہو جاؤ گے۔ ﴿٦٥﴾ لہٰذا اس کے

فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿٦٦﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ

بجائے تم اللہ ہی کی عبادت کرو، اور شکر گذار لوگوں میں شامل ہو جاؤ۔ ﴿٦٦﴾ اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر ہی نہیں پہچانی جیسا کہ اُس کی قدر

وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ

پہچاننے کا حق تھا، حالانکہ پوری کی پوری زمین قیامت کے دن اُس کی مٹھی میں ہوگی، اور سارے کے سارے آسمان اُس کے دائیں ہاتھ میں

بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي
لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ پاک ہے، اور بہت بالا و برتر اُس شرک سے جس کا ارتکاب یہ لوگ کر رہے ہیں۔ (٦٧) اور صور پھونکا جائے گا تو
السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ۭ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى
آسمانوں اور زمین میں جتنے ہیں، وہ سب بے ہوش ہو جائیں گے، سوائے اُس کے جسے اللہ چاہے۔ پھر دوسری بار پھونکا جائے گا تو وہ سب لوگ
فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ
پل بھر میں کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے۔ (٦٨) اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے چمک اُٹھے گی، اور نامۂ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا،
الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا
اور انبیاء اور سب گواہوں کو حاضر کر دیا جائے گا، اور لوگوں کے درمیان بالکل برحق فیصلہ کیا جائے گا، اور اُن پر کوئی
يُظْلَمُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع
ظلم نہیں ہوگا۔ (٦٩) اور ہر شخص کو اُس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، اور جو کچھ لوگ کرتے ہیں، اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔ (٧٠)
وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ
اور جن لوگوں نے کفر اپنایا تھا، اُنہیں جہنم کی طرف گروہوں کی شکل میں ہانکا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچ جائیں گے تو اُس
اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ
کے دروازے کھولے جائیں گے، اور اُس کے محافظ اُن سے کہیں گے کہ: ''کیا تمہارے پاس تمہارے اپنے لوگوں میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے
اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ
جو تمہیں تمہارے ربّ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہوں، اور تمہیں اس دن کا سامنا کرنے سے خبردار کرتے ہوں؟'' وہ کہیں گے کہ: ''بیشک آئے
كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧١﴾ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ
تھے، لیکن عذاب کی بات کافروں پر سچی ہو کر رہی۔'' (٧١) کہا جائے گا کہ: ''جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ،
فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ
کیونکہ بہت بُرا ٹھکانا ہے اُن کا جو تکبر سے کام لیتے ہیں۔'' (٧٢) اور جنہوں نے اپنے پروردگار سے تقویٰ کا معاملہ رکھا تھا اُنہیں جنت کی طرف
اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ
گروہوں کی شکل میں لے جایا جائے گا، یہاں تک کہ جب وہ اُس کے پاس پہنچیں گے، جبکہ اُس کے دروازے اُن کے لئے پہلے سے کھولے
لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِيْنَ ﴿٧٣﴾ وَقَالُوا
جا چکے ہوں گے، (تو وہ عجیب عالم ہوگا) اور اُس کے محافظ اُن سے کہیں گے کہ: ''سلام ہو آپ پر، خوب رہے آپ لوگ! اب اس جنت میں
الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ
ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے لئے آجایئے۔'' (٧٣) اور وہ (جنتی) کہیں گے کہ: ''تمام تر شکر اللہ کا ہے جس نے ہم سے اپنے وعدے کو سچا کر دکھایا، اور ہمیں

مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿٧٤﴾ وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ

اس سرزمین کا ایسا وارث بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں اپنا ٹھکانا بنالیں۔ ثابت ہوا کہ بہترین انعام (نیک) عمل کرنے والوں کا ہے۔" ﴿٧٤﴾ اور

حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَ قُضِيَ

تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد حلقہ بنائے ہوئے اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کر رہے ہوں گے، اور لوگوں کے درمیان

بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٥﴾

برحق فیصلہ کردیا جائے گا، اور کہنے والے کہیں گے کہ: "تمام تر تعریف اللہ کی ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔" ﴿٧٥﴾

الحمدللہ! سورۂ زمر کا ترجمہ اور تفسیری حواشی آج شبِ جمعہ میں بتاریخ ٢٧ رشوال ١٤٢٨ھ مطابق ٨ رنومبر ٢٠٠٧ء کراچی میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس ناچیز خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما کر باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

سُوۡرَةُ المُؤمِن

تعارف

یہاں سے سورۂ احقاف تک ہر سورت حٰمٓ کے حروفِ مقطعات سے شروع ہو رہی ہے، جیسا کہ سورۂ بقرہ کے شروع میں عرض کیا گیا تھا، ان حروف کا ٹھیک ٹھیک مطلب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ چونکہ یہ سات سورتیں حٰمٓ سے شروع ہو رہی ہیں، اس لئے ان کو "حوامیم" کہا جاتا ہے، اور ان کے اُسلوب میں عربی بلاغت کے لحاظ سے جو اَدبی حسن ہے، اُس کی وجہ سے انہیں "عروس القرآن" یعنی قرآن کی دُلہن کا لقب بھی دیا گیا ہے۔ یہ تمام سورتیں مکی ہیں، اور ان میں اسلام کے بنیادی عقائد توحید، رسالت اور آخرت کے مضامین پر زور دیا گیا ہے، کفار کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے، اور کفر کے بُرے انجام سے خبردار کیا گیا ہے، اور بعض انبیائے کرام کے واقعات کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس پہلی سورت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے آیت ۲۸ سے ۳۵ تک فرعون کی قوم کے ایک ایسے مردِ مؤمن کی تقریر نقل فرمائی گئی ہے جنہوں نے اپنا ایمان اب تک چھپایا ہوا تھا، لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اُن کے رُفقاء پر فرعون کے مظالم بڑھنے کا اندیشہ ہوا، اور فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو اُنہوں نے اپنے ایمان کا کھلم کھلا اعلان کرتے ہوئے فرعون کے دربار میں یہ مؤثر تقریر فرمائی۔ اسی مردِ مؤمن کے حوالے سے اس سورت کا نام بھی مؤمن ہے، اور اسے سورۂ غافر بھی کہتے ہیں، "غافر" کے معنی ہیں "معاف کرنے والا"۔ اس سورت کی پہلی ہی آیت میں یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کرتے ہوئے استعمال ہوا ہے، اس وجہ سے سورت کی پہچان کے لئے اس کا ایک نام غافر بھی رکھا گیا ہے۔

آیاتها ۸۵ ۴۰ سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ ۶۰ رکوعاتها ۹

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں پچاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

حٰمٓ ۞ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْبِ وَ

حٰمٓ ﴿۱﴾ یہ کتاب اللہ کی طرف سے اُتاری جارہی ہے جو بڑا صاحبِ اقتدار، بڑے علم کا مالک ہے، ﴿۲﴾ جو گناہ کو معاف کرنے والا، توبہ

قَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ

قبول کرنے والا، سخت سزا دینے والا، بڑی طاقت کا مالک ہے۔ اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اُسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا

الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ

ہے۔ ﴿۳﴾ اللہ کی آیتوں میں جھگڑے وہی لوگ پیدا کرتے ہیں جنہوں نے کفر اپنا لیا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں کا شہروں میں دندناتے پھرنا تمہیں

تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ﴿۴﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ الْاَحْزَابُ مِنْۢ

دھوکے میں نہ ڈالے[1] ﴿۴﴾ ان سے پہلے نوح کی قوم اور اُن کے بعد بہت سے گروہوں نے بھی (پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا، اور ہر قوم نے

بَعْدِهِمْ ۪ وَ هَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۢ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَ جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ

اپنے پیغمبر کے بارے میں یہ ارادہ کیا تھا کہ اُنہیں گرفتار کرلے، اور انہوں نے باطل کا سہارا لے کر جھگڑے کیے تھے تاکہ اُس کے ذریعے

لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿۵﴾ وَ كَذٰلِكَ

حق کو مٹا دیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں نے اُن کو پکڑ میں لے لیا۔ اب (دیکھو کہ) میری سزا کیسی (سخت) تھی؟ ﴿۵﴾ اور اسی طرح جن لوگوں نے

حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۶﴾ اَلَّذِيْنَ

کفر اپنا لیا ہے، اُن کے بارے میں تمہارے پروردگار کی یہ بات بھی پکی ہوچکی ہے کہ وہ دوزخی لوگ ہیں۔ ﴿۶﴾ وہ (فرشتے) جو عرش کو

وقف لازم

يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ

اُٹھائے ہوئے ہیں، اور جو اس کے گرد موجود ہیں، وہ سب اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں، اور اُس پر ایمان رکھتے ہیں،

يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا

اور جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اُن کے لیے مغفرت کی دُعا کرتے ہیں (کہ): "اے ہمارے پروردگار! تیری رحمت اور علم ہر چیز پر حاوی ہے، اس

فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۷﴾ رَبَّنَا

لیے جن لوگوں نے توبہ کرلی ہے، اور تیرے راستے پر چل پڑے ہیں، اُن کی بخشش فرمادے، اور اُنہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ ﴿۷﴾ اور

(۱) یعنی کافر لوگ اپنے کفر کے باوجود جس طرح خوش حال نظر آتے ہیں، اُس سے کسی کو یہ دھوکا نہ ہو کہ اُنہیں اپنے کیے کی سزا نہیں ملے گی۔

وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ﹰالَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَ

اے پروردگار! اُنہیں ہمیشہ رہنے والی اُن جنتوں میں داخل فرما جس کا تو نے اُن سے وعدہ کیا ہے۔ نیز اُن کے ماں باپ اور بیوی بچوں میں سے جو

اَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۙ﴿۸﴾ وَقِهِمُ

نیک ہوں، اُنہیں بھی۔ یقیناً تیری اور صرف تیری ذات وہ ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کی حکمت بھی کامل۔ (۸) اور اُن کو ہر طرح کی

السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

بُرائیوں سے محفوظ رکھ۔[۲] اور اُس دن جسے تو نے بُرائیوں سے محفوظ کرلیا، اُس پر تو نے بڑا رحم فرمایا۔ اور یہی زبردست

الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ ع

کامیابی ہے۔ (۹) جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے، اُن سے پکار کر کہا جائے گا کہ: ''(آج) تمہیں جتنی بیزاری اپنے آپ سے ہورہی ہے،[۳]

اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا

اُس سے زیادہ بیزاری اللہ کو اُس وقت ہوتی تھی جب تمہیں ایمان کی دعوت دی جاتی تھی، اور تم انکار کرتے تھے۔'' (۱۰) وہ کہیں گے کہ: ''اے

اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ

ہمارے پروردگار! تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی،[۴] اور دو مرتبہ زندگی دی، اب ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں، تو کیا (ہمارے دوزخ سے)

مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۱۱﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗٓ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ

نکلنے کا کوئی راستہ ہے؟'' (۱۱) (جواب دیا جائے گا کہ:) ''تمہاری یہ حالت اس لئے ہے کہ جب اللہ کو تنہا پکارا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے، اور اگر اُس

يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ﴿۱۲﴾ هُوَ الَّذِيْ

کے ساتھ کسی اور کو شریک ٹھہرایا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے۔ اب تو فیصلہ اللہ ہی کا ہے جس کی شان بہت اُونچی، جس کی ذات بہت بڑی ہے۔'' (۱۲)

يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ

وہی ہے جو تمہیں اپنی نشانیاں دِکھاتا، اور تمہارے لئے آسمان سے رزق اُتارتا ہے۔ اور نصیحت تو وہی مانا کرتا ہے جو (ہدایت کے لئے) دِل سے

---

(۲) بُرائیوں سے مراد دوزخ کی تکلیفیں بھی ہوسکتی ہیں، اور دُنیا میں کی ہوئی بُرائیاں بھی، اور اُس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ دُنیا میں کی ہوئی بُرائیوں کے انجام سے بچائے، یعنی اُن بُرائیوں کو معاف فرمادے۔

(۳) یہ بات اُس وقت کہی جائے گی جب کافر لوگ دوزخ میں پہنچ کر عذاب میں مبتلا ہوں گے، اور اُس وقت وہ خود اپنے آپ سے نفرت کریں گے کہ ہم نے دُنیا میں کفر کا راستہ کیوں اختیار کیا تھا۔

(۴) ایک مرتبہ کی موت سے مراد تو پیدائش سے پہلے کا وہ وقت ہے جب انسان وجود ہی میں نہیں آیا تھا، اور اُس وقت گویا مُردہ تھا، اور دُوسری موت سے مراد وہ موت ہے جو زندگی کے آخر میں آئی۔ کافروں کی اس بات کا مطلب یہ ہے کہ ہم دُنیا میں اس بات کے تو قائل تھے کہ ہم پیدائش سے پہلے موجود نہیں تھے، اور آخر میں ہمیں موت آنے والی ہے، لیکن دو مرتبہ زندگی کے قائل نہیں تھے۔ اب ہمیں اس دوسری زندگی کا بھی یقین آگیا ہے۔

يُّنِيْبُ ﴿۱۳﴾ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾

رُجوع ہو۔ (۱۳) لہٰذا (اے لوگو!) اللہ کو اس طرح پکارو کہ تمہاری تابع داری خالص اُسی کے لئے ہو، چاہے کافروں کو کتنا بُرا لگے۔ (۱۴)

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ

وہ اُونچے درجوں والا، عرش کا مالک ہے۔ وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے رُوح (یعنی وحی) نازل کردیتا ہے تاکہ ملاقات

مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ﴿۱۵﴾ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ

کے اُس دن سے (لوگوں کو) خبردار کرے (۱۵) جس دن وہ سب کُھل کر سامنے آجائیں گے، اللہ سے اُن کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوگی۔ (کہا

مِنْهُمْ شَيْءٌ ؕ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ؕ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى

جائے گا:) "کس کی بادشاہی ہے آج؟" (جواب ایک ہی ہوگا کہ:) "صرف اللہ کی جو واحد وقہار ہے۔" (۱۶) آج کے دن ہر شخص کو اُس کے

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ؕ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۱۷﴾

کئے کا بدلہ دیا جائے گا۔ آج کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ یقیناً اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ (۱۷) (اے پیغمبر!)

وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ؕ مَا

ان لوگوں کو ایک ایسی مصیبت کے دن سے ڈراؤ جو قریب آنے والی ہے، جب لوگوں کے کلیجے گھٹ گھٹ کر منہ کو آجائیں گے،

لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ﴿۱۸﴾ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي

ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا، اور نہ کوئی ایسا سفارشی جس کی بات مانی جائے۔ (۱۸) اللہ آنکھوں کی چوری کو بھی جانتا ہے، اور اُن باتوں کو بھی جن کو

الصُّدُوْرُ ﴿۱۹﴾ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا

سینوں نے چھپا رکھا ہے۔ (۱۹) اور اللہ برحق فیصلے کرتا ہے، اور اُسے چھوڑ کر جن (جھوٹے خداؤں) کو یہ پکارتے ہیں، وہ کسی

ع يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۲۰﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي

چیز کا فیصلہ نہیں کرسکتے۔ یقیناً اللہ ہی ہے جو ہر بات سنتا، سب کچھ دیکھتا ہے۔ (۲۰) اور کیا ان لوگوں نے

الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْا

زمین میں چل پھر کر یہ نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے، اُن کا کیسا انجام ہوچکا ہے۔ وہ طاقت میں بھی

هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ

ان سے زیادہ مضبوط تھے، اور زمین میں چھوڑی ہوئی یادگاروں کے اعتبار سے بھی۔ پھر اللہ نے اُن کے گناہوں کی وجہ سے

مَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۲۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ

انہیں پکڑ میں لے لیا، اور کوئی نہیں تھا جو انہیں اللہ سے بچائے۔ (۲۱) یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ان کے پاس اُن کے پیغمبر کھلی کھلی دلیلیں لے کر

بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۲﴾ وَلَقَدْ

آتے تھے، تو یہ انکار کرتے تھے، اس لئے اللہ نے انہیں پکڑ میں لیا۔ یقیناً وہ بڑی قوت والا، سزا دینے میں بڑا سخت ہے۔ (۲۲) اور ہم نے

أَرْسَلْنَا مُوسٰى بِاٰيٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَ
موسیٰ کو اپنی نشانیوں اور بڑی واضح دلیل دے کر فرعون، ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تھا، تو انہوں نے کہا کہ یہ جھوٹا جادوگر ہے۔ ﴿۲۳﴾ و ﴿۲۴﴾

قَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا
پھر جب وہ لوگوں کے پاس وہ حق بات لے کر گئے جو ہماری طرف سے آئی تھی[۵] تو انہوں نے کہا کہ: "جو لوگ ان کے ساتھ

اقْتُلُوْٓا اَبْنَآءَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْيُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا كَيْدُ
ایمان لے آئے ہیں، اُن کے بیٹوں کو قتل کرڈالو، اور اُن کی عورتوں کو زندہ رکھو۔" حالانکہ کافروں کی چال کا انجام

الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَلْيَدْعُ
اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ مقصد تک نہ پہنچ سکیں۔ ﴿۲۵﴾ اور فرعون نے کہا: "لاؤ، میں موسیٰ کو قتل ہی کرڈالوں، اور

رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ
اُسے چاہئے کہ اپنے ربّ کو پکارلے۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ تمہارا دِین بدل ڈالے گا، یا زمین میں

الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنِّيْ عُذْتُ بِرَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا
فساد برپا کردے گا۔" ﴿۲۶﴾ اور موسیٰ نے کہا: "میں نے تو ہر اُس متکبر سے جو یومِ حساب پر ایمان نہیں رکھتا، اُس کی پناہ لے لی ہے جو میرا بھی

يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ ع ۸
پروردگار ہے اور تمہارا بھی پروردگار۔" ﴿۲۷﴾ اور فرعون کے خاندان میں سے ایک مؤمن شخص جو ابھی تک اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا[۶]،

يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ
بول اُٹھا کہ: "کیا تم ایک شخص کو صرف اس لئے قتل کررہے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے؟ حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے

---

(۵) یعنی جب وہ سچے دِین کا پیغام عام لوگوں کے پاس لے کر گئے، اور بہت سے لوگ اُن پر ایمان لانے لگے تو فرعون کے لوگوں نے یہ تجویز دی کہ جو مرد ایمان لائیں، اُن کے بیٹوں کو قتل کردو، اور عورتوں کو زندہ رکھو تاکہ اُنہیں غلام بنا کر اُن سے خدمت لی جائے۔ یہ حکم ایک تو موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے دیا گیا تھا، جس کی تفصیل سورۂ طٰہٰ اور سورۂ قصص میں گذر چکی ہے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ کسی نجومی نے پیشین گوئی کی تھی کہ بنی اسرائیل کا کوئی شخص فرعون کا تختہ اُلٹے گا۔ اور دُوسری بار یہ حکم اُس وقت دیا گیا جب لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے لگے۔ اور بیٹوں کو قتل کرنے کا منشاء ایک تو یہ تھا کہ ایمان لانے والوں کی نسل نہ پھیلے، اور دُوسرے عام طور سے انسان کو اپنے بیٹوں کے قتل ہونے کا زیادہ صدمہ ہوتا ہے، اس لئے لوگ ایمان لاتے ہوئے ڈریں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آگے ارشاد فرمایا ہے کہ کافروں کی اس طرح کی تدبیریں آخرکار ناکام ہوتی ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے جو فیصلہ کیا ہوتا ہے، وہی غالب رہتا ہے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آخرکار فرعون غرق ہوا، اور بنی اسرائیل کو فتح حاصل ہوئی۔

(۶) یہ صاحب کون تھے؟ ان کا نام قرآنِ کریم نے نہیں لیا، بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ یہ فرعون کے چچازاد بھائی تھے، اور ان کا نام شمعان تھا۔ واللہ اعلم۔

بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ يَّكُ

پروردگار کی طرف سے روشن دلیلیں لے کر آیا ہے۔ اور اگر وہ جھوٹا ہی ہو تو اُس کا جھوٹ اُسی پر پڑے گا،(٧) اور اگر سچا ہو تو جس چیز سے وہ

صَادِقًا يُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ يَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ

تمہیں ڈرا رہا ہے، اُس میں سے کچھ تو تم پر آ ہی پڑے گی۔ اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو حد سے گذر جانے والا

مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿٢٨﴾ يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؗ

(اور) جھوٹ بولنے کا عادی ہو۔ (٢٨) اے میری قوم! آج تو تمہیں ایسی سلطنت حاصل ہے کہ زمین میں تمہارا راج ہے، لیکن اگر اللہ کا عذاب

فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِيْكُمْ اِلَّا مَاۤ

ہم پر آ گیا تو کون ہے جو اُس کے مقابلے میں ہماری مدد کرے؟" فرعون نے کہا: "میں تو تمہیں وہی رائے دُوں گا جسے میں دُرست سمجھتا ہوں،

اَرٰى وَ مَاۤ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿٢٩﴾ وَ قَالَ الَّذِيْۤ اٰمَنَ يٰقَوْمِ

اور میں تمہاری جو رہنمائی کر رہا ہوں، وہ بالکل ٹھیک راستے کی طرف کر رہا ہوں۔" (٢٩) اور جو شخص ایمان لے آیا تھا اُس نے کہا: "اے میری

اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ مِّثْلَ يَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿٣٠﴾ ۙ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ

قوم! مجھے ڈر ہے کہ تم پر ویسا ہی دن نہ آ جائے جیسا بہت سے گروہوں پر آ چکا ہے۔ (٣٠) (اور تمہارا حال بھی ویسا نہ ہو) جیسا حال نوح (علیہ

عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿٣١﴾ وَ

السلام) کی قوم کا، اور عاد و ثمود کا اور اُن کے بعد کے لوگوں کا ہوا تھا۔ اور اللہ بندوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔ (٣١) اور

يٰقَوْمِ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ﴿٣٢﴾ ۙ يَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِيْنَ ۚ مَا

اے میری قوم! مجھے تم پر اُس دن کا خوف ہے جس میں چیخ پکار مچی ہوگی، (٣٢) جس دن تم پیٹھ پھیر کر اس طرح بھاگو گے کہ کوئی بھی

لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿٣٣﴾ وَ لَقَدْ

تمہیں اللہ سے بچانے والا نہیں ہوگا، اور جسے اللہ بھٹکا دے، اُسے کوئی راستہ دِکھانے والا میسر نہیں آتا۔ (٣٣) اور حقیقت یہ ہے

جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ

کہ اس سے پہلے یوسف (علیہ السلام) تمہارے پاس روشن دلیلیں لے کر آئے تھے،(٨) تب بھی تم اُن کی لائی ہوئی باتوں کے متعلق شک میں پڑے

حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ

رہے۔ پھر جب وہ وفات پا گئے تو تم نے کہا کہ اُن کے بعد اللہ اب کوئی پیغمبر نہیں بھیجے گا۔(٩) اسی طرح اللہ اُن تمام لوگوں کو گمراہی میں ڈالے رکھتا

(٧) یعنی جو شخص نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرے، اُسے اللہ تعالیٰ دُنیا ہی میں رُسوا کر دیتا ہے، اس لئے اگر بالفرض یہ جھوٹے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں خود رُسوا کر دے گا، تمہیں ان کو قتل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

(٨) یہ خطاب فرعون کی قوم یعنی قبطیوں کو ہو رہا ہے، اور قبطیوں کو ہدایت کا پیغام حضرت یوسف علیہ السلام نے دیا تھا۔

(٩) یعنی اوّل تو حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت ہی کا انکار کرتے رہے، اور جب اُن کی وفات ہو گئی تو اُن کے کارنامے یاد

اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ
ہے جو حد سے گذرے ہوئے، شکی ہوتے ہیں، ﴿۳۴﴾ جو اپنے پاس کسی واضح دلیل کے آئے بغیر اللہ کی آیتوں میں
سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ
جھگڑے نکالا کرتے ہیں۔ یہ بات اللہ کے نزدیک بھی قابلِ نفرت ہے، اور اُن لوگوں کے نزدیک بھی جو ایمان لے آئے ہیں۔ اسی طرح
اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ
اللہ ہر متکبر جابر شخص کے دِل پر مہر لگا دیتا ہے۔" ﴿۳۵﴾ اور فرعون نے (اپنے وزیر سے) کہا کہ: "اے ہامان! میرے لئے ایک
صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ
اُونچی عمارت بنادو، تاکہ میں اُن راستوں تک پہنچوں ﴿۳۶﴾ جو آسمانوں کے راستے ہیں، پھر میں
مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ
موسیٰ کے خدا کو جھانک کر دیکھوں۔ (۱۰) اور یقین رکھو کہ میں تو اُسے جھوٹا ہی سمجھتا ہوں۔" اسی طرح فرعون کی بدکرداری اُس کی نظر
صُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ وَقَالَ الَّذِيْٓ ع
میں خوشنما بنادی گئی تھی، اور اُسے راستے سے روک دیا گیا تھا۔ (۱۱) اور فرعون کی کوئی چال ایسی نہیں تھی جو بربادی میں نہ گئی ہو۔ ﴿۳۷﴾ اور جو شخص ایمان
اٰمَنَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ يٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ
لے آیا تھا اُس نے کہا: "اے میری قوم! میری بات مانو، میں تمہیں ہدایت کے راستے پر لے جاؤں گا۔ ﴿۳۸﴾ اے میری قوم! یہ دُنیوی زندگی تو
الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ؗ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ
بس تھوڑا سا مزہ ہے، اور یقین جانو کہ آخرت ہی رہنے بسنے کا اصل گھر ہے۔ ﴿۳۹﴾ اور جس شخص نے کوئی برائی کی ہوگی،
سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ
اُسے اُسی کے برابر بدلہ دیا جائے گا، اور جس نے نیک کام کیا ہوگا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، جبکہ وہ
مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَ
مؤمن ہو، تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ وہاں انہیں بے حساب رزق دیا جائے گا۔ ﴿۴۰﴾ اور اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں

کرکے تم نے یہ کہا کہ اگر وہ رسول تھے بھی تو اب اُن جیسا آدمی پیدا نہیں ہوسکتا، اور اس طرح آئندہ بھی کسی پیغمبر کو ماننے کا دروازہ بند کردیا۔

(۱۰) ظاہر یہ ہے کہ یہ بات فرعون نے طنز کے طور پر کہی تھی، کیونکہ وہ خود خدائی کا دعوے دار تھا، اور اُس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو خدا مانا تو میں تمہیں قید کردوں گا (دیکھئے سورۂ شعرا ۲۶: ۲۹)۔

(۱۱) یعنی اُس کی نفسانی خواہشات نے اُسے سیدھے راستے پر چلنے سے روک رکھا تھا، اور یہ سمجھا دیا تھا کہ جو کام تم کر رہے ہو، وہ بہت اچھا ہے۔

يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ
تمہیں نجات کی طرف دعوت دے رہا ہوں، اور تم مجھے آگ کی طرف بلا رہے ہو؟ (۴۱) تم مجھے یہ دعوت دے رہے ہو کہ اللہ کا انکار کروں، اور
لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَ اُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۚ وَّ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى
اُس کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک مانوں جن کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں ہے، اور میں تمہیں اُس ذات کی طرف بلا رہا ہوں جو بڑی
الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي
صاحبِ اقتدار، بہت بخشنے والی ہے۔ (۴۲) سچ تو یہ ہے کہ جن چیزوں کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو، وہ کسی دعوت کے اہل نہیں ہیں، نہ
الدُّنْيَا وَ لَا فِي الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَ اَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ
دُنیا میں، نہ آخرت میں، (۱۲) اور حقیقت یہ ہے کہ ہم سب کو اللہ کی طرف پلٹ کر جانا ہے، اور یہ کہ جو لوگ حد سے گذرنے والے ہیں،
اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ وَ اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى
وہ آگ کے باسی ہیں۔ (۴۳) غرض تم عنقریب میری یہ باتیں یاد کروگے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں، اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ یقیناً
اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ
اللہ سارے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔" (۴۴) نتیجہ یہ ہوا کہ اُن لوگوں نے جو بُرے بُرے منصوبے بنا رکھے تھے، اللہ نے اُس (مردِ مؤمن)
بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ
کو اُن سب سے محفوظ رکھا، اور فرعون کے لوگوں کو بدترین عذاب نے آگھیرا۔ (۴۵) آگ ہے جس کے سامنے اُنہیں صبح وشام پیش کیا جاتا ہے، (۱۳)
يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾ وَ اِذْ
اور جس دن قیامت آجائے گی، (اُس دن حکم ہوگا کہ:) "فرعون کے لوگوں کو سخت ترین عذاب میں داخل کردو۔" (۴۶) اور اُس وقت (کا دھیان
يَتَحَآجُّوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ
رکھو) جب یہ لوگ دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑ رہے ہوں گے، چنانچہ جو (دُنیا میں) کمزور تھے، وہ اُن لوگوں سے کہیں گے جو بڑے بنے ہوئے
تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ
تھے کہ: "ہم تو تمہارے پیچھے چلنے والے لوگ تھے، تو کیا تم آگ کا کچھ حصہ ہمارے بدلے خود لے لوگے؟" (۴۷) وہ جو بڑے بنے ہوئے تھے، کہیں
اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَ قَالَ
گے کہ: "ہم سب ہی اس دوزخ میں ہیں۔ اللہ تمام بندوں کے درمیان فیصلہ کرچکا ہے۔" (۴۸) اور یہ سب

---

(۱۲) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن بتوں کو تم پوجتے ہو، خود اُن میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ کسی کو اپنے پوجنے کی دعوت دیں، اور یہ مطلب بھی ممکن ہے کہ جن کو تم پوجنے کی ہمیں دعوت دے رہے ہو، وہ اس دعوت کے ہرگز لائق نہیں ہیں۔

(۱۳) انسان کے مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے انسان کی رُوح جس عالم میں رہتی ہے، اُسے عالمِ برزخ کہا جاتا ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ فرعون اور اُس کے ساتھیوں کو عالمِ برزخ میں دوزخ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، تا کہ اُنہیں پتہ چلے

الَّذِيْنَ فِي النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ
جو آگ میں پڑے ہوں گے، دوزخ کے نگرانوں سے کہیں گے کہ: "اپنے پروردگار سے دُعا کرو کہ وہ کسی دن ہم سے
الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا
عذاب کو ہلکا کردے۔" ﴿۴۹﴾ وہ کہیں گے کہ: "کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر کھلی کھلی نشانیاں لے کر آتے نہیں رہے تھے؟" دوزخی جواب دیں گے
بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ ع اِنَّا ع ۱۴ ۱۰
کہ: "بیشک (آتے تو رہے تھے۔)" وہ کہیں گے: "پھر تو تم ہی دُعا کرو، اور کافروں کی دُعا کا کوئی انجام اکارت جانے کے سوا نہیں ہے۔" ﴿۵۰﴾ یقین
لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ
رکھو کہ ہم اپنے پیغمبروں اور ایمان لانے والوں کی دُنیوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں، اور اُس دن بھی کریں گے جب
الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ لا يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ
گواہی دینے والے کھڑے ہوں گے، (۱۴) ﴿۵۱﴾ جس دن ظالموں کو اُن کی معذرت کچھ بھی فائدہ نہیں دے گی، اور اُن کے حصے میں
سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ
پھٹکار ہوگی، اور اُن کے لئے رہائش کی بدترین جگہ۔ ﴿۵۲﴾ اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا کی، اور بنی اسرائیل کو اُس
الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ لا هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
کتاب کا وارث بنایا ﴿۵۳﴾ جو عقل والوں کے لئے سراپا ہدایت اور نصیحت تھی۔ ﴿۵۴﴾ لہٰذا (اے پیغمبر!) صبر سے کام لو، یقین رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا
حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ
ہے، اور اپنے قصور پر استغفار کرتے رہو، (۱۵) اور صبح و شام اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔ ﴿۵۵﴾ یقین جانو کہ جو لوگ اللہ کی آیتوں
الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ
کے بارے میں جھگڑے نکالتے ہیں، جبکہ اُن کے پاس (اپنے دعوے کی) کوئی سند نہیں آئی، اُن کے سینوں میں اور کچھ نہیں، بلکہ اُس بڑائی کا

کہ اُن کا ٹھکانا یہ ہے۔

(۱۴) یعنی جب لوگوں کے اعمال کی گواہی دینے کے لئے گواہوں کو بلایا جائے گا۔ یہ گواہ فرشتے بھی ہوں گے، اور انبیائے کرام وغیرہ بھی۔

(۱۵) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے پاک بنایا ہے۔ اس کے باوجود آپ کثرت سے استغفار فرمایا کرتے تھے، اور قرآنِ کریم میں بھی آپ کو اس کی تاکید فرمائی گئی ہے، تاکہ آپ کی اُمت یہ سبق لے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہونے کے باوجود اتنی کثرت سے اپنے ایسے کاموں کی معافی مانگتے ہیں جو درحقیقت گناہ نہیں ہیں، لیکن آپ اُن کو اپنے مقامِ بلند کی وجہ سے قصور یا گناہ سمجھتے ہیں، تو جو لوگ معصوم نہیں ہیں، اُن کو تو اور زیادہ استغفار کرنا چاہئے۔

إِلَّا كِبْرٌ مَّا هُم بِبَالِغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿٥٦﴾

ایک گھمنڈ ہے جس تک وہ کبھی پہنچنے والے نہیں ہیں۔(١٦) لہٰذا تم اللہ کی پناہ مانگو۔ یقیناً وہی ہے جو ہر بات سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ ﴿٥٦﴾

لَخَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ

یقینی بات ہے کہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا انسانوں کے پیدا کرنے سے زیادہ بڑا کام ہے، لیکن اکثر لوگ

لَا يَعْلَمُونَ ﴿٥٧﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

(اتنی سی بات) نہیں سمجھتے۔(١٧) ﴿٥٧﴾ اور اندھا اور بینائی رکھنے والا دونوں برابر نہیں ہوتے، اور نہ وہ لوگ جو ایمان لائے، اور انہوں نے نیک عمل

الصَّالِحَاتِ وَلَا الْمُسِيءُ ۚ قَلِيلًا مَّا تَتَذَكَّرُونَ ﴿٥٨﴾ إِنَّ السَّاعَةَ لَآتِيَةٌ لَّا

کئے، وہ اور بدکار برابر ہیں، (لیکن) تم لوگ بہت کم دھیان دیتے ہو۔ ﴿٥٨﴾ یقین رکھو کہ قیامت کی گھڑی ضرور آنے والی ہے،

رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٩﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي

جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے، لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ ﴿٥٩﴾ اور تمہارے پروردگار نے کہا ہے کہ: ”مجھے پکارو،

أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ

میں تمہاری دعائیں قبول کروں گا، بیشک جو لوگ تکبر کی بنا پر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، وہ ذلیل ہوکر

جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴿٦٠﴾ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ ع

جہنم میں داخل ہوں گے۔“ ﴿٦٠﴾ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی، تاکہ تم اُس میں سکون حاصل کرو،

مُبْصِرًا ۚ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا

اور دن کو دیکھنے والا بنایا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ لوگوں پر فضل فرمانے والا ہے، لیکن اکثر لوگ

يَشْكُرُونَ ﴿٦١﴾ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ لَّا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَأَنَّىٰ

شکر ادا نہیں کرتے۔ ﴿٦١﴾ وہ ہے اللہ جو تمہارا پروردگار ہے، ہر چیز کا پیدا کرنے والا۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پھر کہاں سے کوئی چیز تمہیں

تُؤْفَكُونَ ﴿٦٢﴾ كَذَٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٦٣﴾ اللَّهُ

اوندھا چلادیتی ہے؟ ﴿٦٢﴾ اسی طرح وہ لوگ بھی اوندھے چلے تھے جو (پہلے) اللہ کی آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔ ﴿٦٣﴾ اللہ

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ

ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار کی جگہ بنایا، اور آسمان کو ایک گنبد، اور تمہاری صورت گری کی، اور تمہاری

---

(١٦) یعنی ان کو اپنے بارے میں جو گھمنڈ ہے کہ ہم کوئی بہت اُونچے درجے پر فائز ہیں، یہ سراسر غلط ہے۔ نہ وہ اس وقت کسی بڑے مرتبے پر ہیں، اور نہ کبھی ایسے کسی مرتبے پر پہنچ پائیں گے۔

(١٧) مشرکینِ عرب مانتے تھے کہ آسمان و زمین سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اتنی سی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ جو ذات اتنی عظیم الشان چیزیں عدم سے وجود میں لاسکتی ہے، اُس کے لئے انسانوں کو دوبارہ پیدا کرنا کیا

صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ

صورتوں کو اچھا بنایا، اور پاکیزہ چیزوں میں سے تمہیں رزق عطا کیا۔ وہ ہے اللہ جو تمہارا پروردگار ہے۔ غرض بڑی برکت والا ہے اللہ،

رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ

سارے جہانوں کا پروردگار! (۶۴) وہی سدا زندہ ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس لئے اُس کو اس طرح پکارو کہ تمہاری تابع داری خالص

الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ

اُسی کے لئے ہو۔ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (۶۵) (اے پیغمبر! کافروں سے) کہہ دو کہ: ''مجھے اس بات

الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ۫ وَاُمِرْتُ

سے منع کردیا گیا ہے کہ جب میرے پاس میرے ربّ کی طرف سے کھلی کھلی نشانیاں آچکی ہیں، تو پھر بھی میں اُن کی عبادت کروں جنہیں تم اللہ

اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۶﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ

کے بجائے پکارتے ہو۔ اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں تمام جہانوں کے پروردگار کے آگے سر جھکادوں۔'' (۶۶) وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے

نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ

پیدا کیا، پھر نطفے سے، پھر جمے ہوئے خون سے۔ پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں باہر لاتا ہے، پھر (وہ تمہاری پرورش کرتا ہے) تاکہ تم اپنی بھرپور

لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى

طاقت کو پہنچ جاؤ، اور پھر بوڑھے ہوجاؤ ـــــ اور تم میں سے کچھ وہ بھی ہیں جو اس سے پہلے ہی وفات پاجاتے ہیں ـــــ اور تاکہ تم ایک مقرر

وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا

میعاد تک پہنچو، اور تاکہ تم عقل سے کام لو۔(۱۸) (۶۷) وہی ہے جو زندگی دیتا اور موت دیتا ہے۔ اور جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرلیتا ہے تو اُس سے صرف

يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۶۸﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ ع ۸/۱۲

اتنا کہتا ہے کہ: ''ہوجا'' بس وہ ہوجاتا ہے۔ (۶۸) کیا تم نے اُن لوگوں کو دیکھا جو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں؟ کوئی کہاں سے ان کا رُخ

اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ ﴿۶۹﴾ ۛۚ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ قف معانقة ۱۳

پھیر دیتا ہے؟ (۶۹) یہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے اِس کتاب کو بھی جھٹلایا ہے، اور اُس (تعلیم) کو بھی جس کا حامل بنا کر ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے تھے۔

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۰﴾ لا اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ يُسْحَبُوْنَ ﴿۷۱﴾ لا

چنانچہ انہیں عنقریب پتہ لگ جائے گا (۷۰) جب ان کے گلوں میں طوق اور زنجیریں ہوں گی، انہیں گرم پانی میں گھسیٹا جائے گا، پھر آگ میں

مشکل ہے۔ چنانچہ اس واضح بات کا بھی وہ انکار کرتے ہیں۔

(۱۸) یعنی یہ سمجھو کہ جو ذات انسان کو تخلیق کے ان سارے مراحل سے گذار رہی ہے، اُس کو کسی اور شریک کی کیا حاجت ہے؟ اور اُس کے سوا کون ہے جو عبادت کے لائق ہو؟ نیز جس نے انسان کو اتنے سارے مراحل سے گذارا، کیا وہ اُسے ایک اور مرحلے سے گذار کر اُسے ایک دوسری زندگی نہیں دے سکتی؟

فِي الْحَمِيْمِ ۙ۬ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۚ﴿۷۲﴾ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

جھونک دیا جائے گا، (۷۱) و (۷۲) پھر اِن سے کہا جائے گا: ''کہاں ہیں اللہ کے سوا وہ (تمہارے معبود) جنہیں تم خدائی میں اُس کا

تُشْرِكُوْنَ ۙ﴿۷۳﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ

شریک مانا کرتے تھے؟'' یہ کہیں گے: ''وہ سب تو ہم سے کھوئے گئے، بلکہ ہم پہلے کسی چیز کو نہیں پکارا کرتے (۱۹) تھے۔''

قَبْلُ شَيْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي

اس طرح اللہ کافروں کو بدحواس کردیتا ہے۔ (۷۳) و (۷۴) (ان سے یہ پہلے ہی کہہ دیا گیا ہوگا کہ:) ''یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ تم

الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ۚ﴿۷۵﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ

زمین میں ناحق بات پر اِترایا کرتے تھے، اور اس لئے کہ تم اکڑ دِکھاتے تھے۔ (۷۵) جاؤ، جہنم کے دروازوں میں ہمیشہ رہنے

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ

کے لئے داخل ہوجاؤ، کیونکہ تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا بہت ہی بُرا ہے۔'' (۷۶) لہٰذا (اے پیغمبر!) تم صبر سے کام لو۔ یقین رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا

حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ

ہے۔ اب ہم ان (کافروں) کو جس (عذاب) سے ڈرا رہے ہیں، چاہے اُس کا کچھ حصہ ہم تمہیں بھی (تمہاری زندگی میں) دِکھلا دیں، یا تمہیں

فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ

دُنیا سے اُٹھالیں، بہرصورت ان کو ہمارے پاس ہی واپس لایا جائے گا۔ (۷۷) اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر بھیجے

قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ

ہیں۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جن کے واقعات ہم نے تمہیں بتادیئے ہیں، اور کچھ وہ ہیں جن کے واقعات ہم نے تمہیں نہیں بتائے۔ اور کسی پیغمبر

اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ

کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی معجزہ لے آئے (۲۰)۔ پھر جب اللہ کا حکم آئے گا تو سچائی کا فیصلہ ہوجائے گا، اور جو لوگ باطل کی

---

(۱۹) اس کا ایک مطلب تو یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اُس وقت جھوٹ بول جائیں گے، اور یہ کہیں گے کہ ہم نے کبھی شرک کا ارتکاب نہیں کیا، جیسا کہ سورۂ اَنعام (۶: ۲۳) میں مذکور ہے۔ اور یہ مطلب بھی ممکن ہے کہ اُس وقت وہ یہ اعتراف کریں گے کہ جن بتوں وغیرہ کو ہم دُنیا میں پکارا کرتے تھے، اب ہمیں پتہ چل گیا کہ وہ کوئی حقیقی چیز نہیں تھے، اور ہم کسی حقیقی چیز کو نہیں پکارتے تھے۔

(۲۰) کفارِ مکہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے بار بار نت نئے معجزے دِکھانے کی فرمائش کرتے رہتے تھے، اور اِصرار کرتے تھے کہ وہی معجزہ دِکھائیں جو ہم کہیں۔ اور مقصد سوائے وقت گذاری کے کچھ نہیں تھا، کیونکہ آپ کے کئی معجزات دیکھنے کے باوجود وہ ایمان لانے پر تیار نہیں تھے۔ اس لئے یہاں اُن کو دینے کے لئے یہ جواب سکھایا جارہا ہے کہ معجزہ دِکھانا کسی پیغمبر کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا، وہ صرف اللہ تعالیٰ کے حکم ہی سے دِکھایا جاسکتا ہے، اس لئے آپ ان سے صاف کہہ دیں کہ میں تمہاری نت نئی فرمائشیں پوری کرنے سے معذور ہوں۔

وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۷۸﴾ ع اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ ع

پیروی کررہے ہیں، وہ اُس موقع پر سخت نقصان اُٹھائیں گے۔ (۷۸) اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے مویشی پیدا کئے، تاکہ اُن میں سے کچھ پر تم

لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا

سواری کرو، اور اُنہی میں سے وہ بھی ہیں جنہیں تم کھاتے ہو۔ (۷۹) اور تمہارے لئے اُن میں بہت سے فائدے ہیں، اور اُن کا مقصد یہ بھی ہے

حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَيُرِيْكُمْ

کہ تمہارے دِلوں میں (کہیں جانے کی) جو حاجت ہو اُس تک پہنچ سکو۔ اور تمہیں ان جانوروں پر اور کشتیوں پر اُٹھا کر لے جایا جاتا ہے۔ (۸۰)

اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا

اور اللہ تمہیں اپنی نشانیاں دِکھا رہا ہے، پھر تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکار کروگے؟ (۸۱) بھلا کیا انہوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ

سے پہلے جو لوگ تھے، اُن کا انجام کیسا ہوا؟ وہ ان سے تعداد میں زیادہ تھے، اور طاقت میں بھی ان سے بڑھے ہوئے تھے، اور ان یادگاروں میں

قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا

بھی جو وہ زمین میں چھوڑ کر گئے ہیں۔ پھر بھی جو کچھ وہ کماتے تھے، وہ اُن کے کچھ کام نہیں آیا۔ (۸۲) چنانچہ جب اُن کے

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ

پیغمبر اُن کے پاس کھلی کھلی دلیلیں لے کر آئے، تب بھی وہ اپنے اُس علم پر ہی ناز کرتے رہے جو اُن کے پاس تھا، اور جس چیز کا وہ مذاق اُڑایا

بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

کرتے تھے، اُسی نے اُن کو آگھیرا۔ (۸۳) پھر جب اُنہوں نے ہمارا عذاب آنکھوں سے دیکھ لیا تو اُس وقت کہا کہ: ''ہم خدائے واحد پر ایمان

وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ

لے آئے، اور اُن سب کا ہم نے انکار کردیا جن کو ہم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا کرتے تھے۔'' (۸۴) لیکن جب ہمارا عذاب اُنہوں نے دیکھ لیا تھا

اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ

تو اُس کے بعد اُن کا ایمان لانا اُنہیں فائدہ نہیں پہنچا سکتا تھا۔ خبردار رہو کہ اللہ تعالیٰ کا یہی معمول ہے جو اُس کے بندوں میں پہلے سے چلا آتا ہے۔

ع وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ ع

اور اُس موقع پر کافروں نے سخت نقصان اُٹھایا۔ (۸۵)

سورۂ مؤمن

الحمد للہ! آج بتاریخ ۲۲/ ذیقعدہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۳/دسمبر ۲۰۰۷ء بروز دوشنبہ بعد نمازِ عشاء سورۂ مؤمن کا ترجمہ اور اُس کے حواشی کراچی میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے ساتھ تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

سُوۡرَۃُ حٰمٓ السَّجۡدَۃ

تعارف

یہ سورت اُس مجموعے کا ایک حصہ ہے جسے حوامیم کہا جاتا ہے، اور جس کا تعارف پیچھے سورۂ مؤمن کے شروع میں گذر چکا ہے۔ اس سورت کے مضامین بھی دوسری مکی سورتوں کی طرح اسلام کے بنیادی عقائد کے اِثبات اور مشرکین کی تردید وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ اس سورت کی آیت نمبر ۳۸ آیتِ سجدہ ہے، یعنی اس کے پڑھنے اور سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہوتا ہے، اس لئے اس کو حٰمٓ السجدۃ کہا جاتا ہے۔ اس کا دوسرا نام سورہ "فُصِّلَتۡ" بھی ہے، کیونکہ اس کی تیسری ہی آیت میں یہ لفظ آیا ہے۔ نیز اسے "سورۃ المصابیح" اور "سورۃ الأقوات" بھی کہا جاتا ہے۔ (رُوح المعانی)۔

آیاتها ۵۴ ۴۱ سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۱ رکوعاتها ۶

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں چون آیتیں اور چھ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝٢ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ

حٰمٓ (۱) یہ کلام اُس ذات کی طرف سے نازل کیا جارہا ہے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔ (۲) عربی قرآن کی شکل میں یہ وہ کتاب

قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝٣ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ

ہے جس کی آیتیں علم حاصل کرنے والوں کے لئے تفصیل سے بیان کی گئی ہیں، (۳) یہ قرآن خوشخبری دینے والا بھی ہے، اور خبردار کرنے والا

اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝٤ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا

بھی۔ پھر بھی ان میں سے اکثر لوگوں نے منہ موڑ رکھا ہے جس کے نتیجے میں وہ سنتے نہیں ہیں، (۴) اور (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے) کہتے ہیں

تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ

کہ: ''جس چیز کی طرف تم ہمیں بلا رہے ہو، اُس کے لئے ہمارے دِل غلافوں میں لپٹے ہوئے ہیں، ہمارے کان بہرے ہیں، اور ہمارے اور

فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝٥ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ المعانقة

تمہارے درمیان ایک پردہ حائل ہے۔ لہٰذا تم اپنا کام کرتے رہو، ہم اپنا کام کررہے ہیں۔'' (۵) (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ: ''میں تو تم ہی جیسا

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ

ایک انسان ہوں۔ (البتہ) مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔ لہٰذا تم اپنا رُخ سیدھا اُسی کی طرف رکھو، اور اُسی سے

لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝٦ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

مغفرت مانگو۔ اور بڑی تباہی ہے اُن مشرکوں کے لئے (۶) جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے(۱)، اور اُن کا حال یہ ہے کہ آخرت کے وہ بالکل ہی

كٰفِرُوْنَ ۝٧ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ

منکر ہیں۔ (۷) (البتہ) جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور اُنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اُن کے لئے بیشک ایسا اَجر ہے جس کا سلسلہ کبھی ٹوٹنے

مَمْنُوْنٍ ۝٨ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ ع ۱

والا نہیں ہے۔'' (۸) کہہ دو کہ: ''کیا تم واقعی اُس ذات کے ساتھ کفر کا معاملہ کرتے ہو جس نے زمین کو دو دِن میں پیدا کیا، اور اُس کے

وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٩ وَجَعَلَ فِيْهَا

ساتھ دوسروں کو شریک ٹھہراتے ہو؟ وہ ذات تو سارے جہانوں کی پروَرِش کرنے والی ہے۔ (۹) اور اُس نے زمین میں جمے ہوئے پہاڑ

(۱) یہ سورت مکی ہے، اور اس کے علاوہ بعض دوسری مکی سورتوں میں بھی زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ زکوٰۃ مکہ مکرمہ ہی میں فرض ہوچکی تھی، البتہ اُس کے تفصیلی اَحکام مدینہ منورہ میں آئے ہیں۔

رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ

پیدا کئے جو اُس کے اُوپر اُبھرے ہوئے ہیں، اور اُس میں برکت ڈال دی،(۲) اور اُس میں توازن کے ساتھ اُس کی غذائیں پیدا کیں

اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۱۰ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ

سب کچھ چار دن میں(۳) ـــ تمام سوال کرنے والوں کے لئے برابر!(۴) ۝۱۰ پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا، جبکہ وہ اُس وقت دھویں کی

فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ۝۱۱

شکل میں تھا،(۵) اور اُس سے اور زمین سے کہا: ''چلے آؤ، چاہے خوشی سے یا زبردستی۔'' دونوں نے کہا: ''ہم خوشی خوشی آتے ہیں۔''(۶) ۝۱۱

---

(۲) زمین میں برکت ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ اُس میں مخلوقات کے فائدے کی چیزیں پیدا فرمائیں، اور ایسا نظام بنادیا کہ وہ زمین سے ضرورت کے مطابق مناسب مقدار میں نکلتی رہیں۔

(۳) ان چار دِنوں میں زمین کی تخلیق بھی شامل ہے جس کے بارے میں پیچھے فرمایا گیا تھا کہ وہ دو دِن میں مکمل فرمائی گئی، لہٰذا دو دِن میں زمین پیدا کی گئی، اور دو دِن میں اُس زمین پر پہاڑ اور دُوسری انسانی ضروریات کی چیزیں اور خوراک وغیرہ پیدا کرنے کا انتظام فرمایا گیا، اس طرح زمین اور اُس کے اُوپر کی اشیاء پیدا کرنے میں کل چار دِن استعمال فرمائے گئے۔ اور دو دِن میں ساتوں آسمان پیدا فرمائے گئے۔ اس طرح کائنات کی تخلیق کل چھ دن میں مکمل ہوئی، جیسا کہ سورۂ اَعراف (۷:۵۴)، سورۂ یونس (۱۰:۳)، سورۂ ہود (۱۱:۷)، سورۂ فرقان (۲۵:۵۹)، سورۂ الم السجدہ (۳۲:۴) اور سورۂ حدید (۵۷:۴) میں مذکور ہے۔ سورۂ اَعراف میں ہم یہ عرض کرچکے ہیں کہ یہ اُس وقت کی بات ہے جب دنوں کا حساب سورج کے طلوع وغروب کے بجائے کسی اور معیار پر ہوتا تھا جس کا ٹھیک ٹھیک علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اور اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں یہ بھی تھا کہ وہ ایک ہی لمحے میں سب کچھ پیدا فرمادیتے، لیکن اس عمل کے ذریعے انسان کو بھی جلد بازی کے بجائے اطمینان اور وقار کے ساتھ کام کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، نیز اس میں اور بھی نہ جانے کیا کیا مصلحتیں ہوں گی جن کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

(۴) اس جملے کے دو مطلب ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ جو لوگ بھی زمین و آسمان کی تخلیق کے بارے میں سوال کریں، اُن سب کے لئے یہ یکساں جواب ہے۔ اور دُوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ ''سوال کرنے والوں'' سے مراد وہ ساری مخلوقات ہیں جو زمین سے غذائیں حاصل کرنا چاہیں، چاہے وہ انسان ہوں، یا جنات، یا جانور۔ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے یہ موقع عطا فرمایا ہے کہ وہ زمین سے اپنی اپنی غذا حاصل کرسکیں۔ مختلف مفسرین نے اس جملے کی یہ دونوں تفسیریں کی ہیں، چنانچہ ترجمے میں بھی دونوں کی گنجائش ہے۔

(۵) شروع میں اللہ تعالیٰ نے آسمان کا مادّہ پیدا فرمادیا تھا جو دُھویں کی شکل میں تھا، پھر دو دِن میں اُسے سات آسمانوں کی صورت میں تبدیل فرما کر اُس کا مستقل نظام قائم فرمایا۔

(۶) ''چلے آؤ'' کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے حکم کے تابع بن جاؤ، ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا گیا کہ تم خوشی سے ہمارے حکم کے تابع بننا نہ چاہو، تب بھی تمہیں زبردستی تابع بننا ہی پڑے گا، یعنی زمین اور آسمان میں وہی کام ہوں گے جن کا اپنی حکمت اور مصلحت کے مطابق تکوینی طور پر ہم حکم دیں گے، تمہارے اندر یہ قدرت پیدا نہیں کی گئی ہے کہ تم ہمارے تکوینی اَحکام کی مخالفت کرسکو، لہٰذا اگر تم

فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِیْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰی فِیْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ

چنانچہ اُس نے دو دِن میں اپنے فیصلے کے تحت اُن کے سات آسمان بنادیئے، اور ہر آسمان میں اُس کے مناسب حکم بھیج دیا۔(۷) اور ہم نے اس

زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ

قریب والے آسمان کو چراغوں سے سجایا، اور اُسے خوب محفوظ کردیا۔ یہ اُس ذات کی نپی تلی منصوبہ بندی ہے جس کا اِقتدار بھی کامل ہے،

الْعَلِيْمِ ۝۱۲ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ

جس کا علم بھی مکمل۔ ۝۱۲ پھر بھی اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ: "میں نے تمہیں اُس کڑکے سے خبردار کردیا ہے جیسا کڑکا عاد اور ثمود پر

وَّ ثَمُوْدَ ۝۱۳ اِذْ جَآءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا

نازل ہوا تھا۔" ۝۱۳ یہ اُس وقت کی بات ہے جب اُن کے پاس پیغمبر (کبھی) اُن کے آگے سے اور (کبھی) اُن کے پیچھے سے(۸) یہ پیغام لے

تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ قَالُوْا لَوْ شَآءَ رَبُّنَا لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً فَاِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ

کر آئے کہ اللہ کے سوا کسی چیز کی عبادت نہ کرو۔ اُنہوں نے کہا کہ: "اگر ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتے بھیجتا۔ لہٰذا جس بات کے ساتھ تمہیں

خوشی سے نہیں چاہو گے تو زبردستی تمہیں کرنا وہی ہوگا جو ہمارا حکم ہے۔ اس میں یہ حقیقت واضح فرمائی گئی ہے کہ انسان کا معاملہ کائنات کی دوسری مخلوقات سے مختلف ہے، انسان اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کے اَحکام کا پابند ہے، ایک تکوینی اَحکام ہیں، مثلاً یہ کہ وہ کب پیدا ہوگا، کتنی عمر پائے گا، اُسے کونسی بیماریاں لاحق ہوں گی، اُس کی کتنی اولاد ہوگی، یہ سب باتیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں، اور ان معاملات میں انسان کائنات کی دوسری مخلوقات کی طرح اللہ تعالیٰ کے اَحکام کے تابع رہنے پر مجبور ہے۔ یہاں آسمان و زمین سے یہ مکالمہ حقیقی بھی ہوسکتا ہے، اور مجازی بھی، لیکن انسان کو بتانا یہ مقصود ہے کہ ان تکوینی اَحکام میں چونکہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق چلنے پر مجبور ہے، اس لئے وہ ان اَحکام پر خوشی سے چلے، یا اُن پر ناخوش ہو، ہوگا وہی جو اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ لہٰذا ایک بندہ ہونے کی وجہ سے انسان کو وہی طرزِ عمل اختیار کرنا چاہئے جو زمین اور آسمان نے کیا کہ اُنہوں نے کہا کہ ہم تو خوشی خوشی اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کے تابع رہیں گے۔ لہٰذا غیر اِختیاری معاملات میں جو بات بھی پیش آئے، انسان کو اُس پر اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر کم از کم عقلی طور پر راضی رہنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی ایک قسم اور ہے جنہیں تشریعی اَحکام کہا جاتا ہے، یعنی کونسی چیز حلال ہے، کونسی حرام، اللہ تعالیٰ کو کونسا کام پسند ہے، کونسا ناپسند۔ انسان کو حکم یہ دیا گیا ہے کہ وہ وہی کام کرے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں، لیکن اس بات پر اُسے اس طرح مجبور نہیں کیا گیا جیسے تکوینی اَحکام پر وہ مجبور ہے، بلکہ یہ اَحکام دینے کے بعد اُسے یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ اگر وہ چاہے تو ان پر عمل کرے، اور اگر چاہے تو نافرمانی کا راستہ اختیار کرلے، اور یہی اُس کا امتحان ہے جس کے نتیجے میں اُس کے لئے جنت یا جہنم کا فیصلہ ہوگا۔ چونکہ دوسری مخلوقات کو اس امتحان میں نہیں ڈالا گیا، اس لئے اُن کو نہ تشریعی اَحکام دیئے گئے ہیں، اور نہ نافرمانی کا اختیار دیا گیا ہے۔ ان اَحکام پر بھی انسان کو خوشی خوشی عمل کرنا چاہئے، کیونکہ اُس کی ابدی زندگی کی صلاح و فلاح اسی پر موقوف ہے۔

(۷) یعنی آسمانوں کا نظام چلانے کے لئے جو اَحکام مناسب تھے، وہ متعلقہ مخلوقات کو عطا فرمادیئے۔

(۸) یہ ایک محاورہ ہے، اور مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے ہر رُخ سے اپنی قوموں کو سمجھانے کی کوشش کی۔

بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ

بھیجا گیا ہے، ہم اُس کو ماننے سے انکار کرتے ہیں۔" (۱۴) پھر عاد کا قصہ تو یہ ہوا کہ اُنہوں نے زمین میں ناحق تکبر کا رویہ اختیار کیا، اور کہا کہ:

اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ؕ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِىْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ

"کون ہے جو طاقت میں ہم سے زیادہ ہو؟" بھلا کیا اُن کو یہ نہیں سوجھا کہ جس اللہ نے اُن کو پیدا کیا ہے، وہ

قُوَّةً ؕ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِىْٓ

طاقت میں اُن سے کہیں زیادہ ہے؟ اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے۔ (۱۵) چنانچہ ہم نے کچھ منحوس دنوں میں(۹) اُن پر آندھی کی شکل میں

اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيْقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْىِ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ

ہوا بھیجی تاکہ اُنہیں دُنیوی زندگی میں رُسوائی کے عذاب کا مزہ چکھائیں۔ اور آخرت کا عذاب اُس سے بھی زیادہ رُسوا کرنے والا ہے،

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَخْزٰى وَهُمْ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَاَمَّا ثَمُوْدُ

اور اُن کو کوئی مدد میسر نہیں آئے گی۔ (۱۶) رہے ثمود، تو ہم نے اُنہیں سیدھا راستہ دِکھایا تھا، لیکن اُنہوں نے سیدھا راستہ اختیار

فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ

کرنے کے مقابلے میں اندھا رہنے کو زیادہ پسند کیا، چنانچہ اُنہوں نے جو کمائی کر رکھی تھی، اُس کی وجہ سے اُن کو ایسے عذاب

ع ۲ / ۱۶ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸﴾

کے کڑکے نے آ پکڑا جو سراپا ذِلت تھا، (۱۷) اور جو لوگ ایمان لے آئے تھے، اور تقویٰ اختیار کئے ہوئے تھے، اُن کو ہم نے نجات دے دی۔ (۱۸)

وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ اِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۱۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا مَا

اور اُس دن کا دھیان رکھو جب اللہ کے دُشمنوں کو جمع کر کے آگ کی طرف لے جایا جائے گا، چنانچہ اُنہیں ٹولیوں میں بانٹ دیا جائے گا۔ (۱۹)

جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا

یہاں تک کہ جب وہ اُس (آگ) کے پاس پہنچ جائیں گے تو اُن کے کان، اُن کی آنکھیں اور اُن کی کھالیں اُن کے خلاف گواہی دیں گی کہ وہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا

کیا کچھ کرتے رہے ہیں۔(۱۰) (۲۰) وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ: "تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی؟" وہ کہیں گی کہ: "ہمیں اُسی ذات

---

(۹) قرآن وسنت کے متعدد دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ تمام دن اللہ تعالیٰ ہی کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اور کسی بھی دن میں بذاتِ خود کوئی عمومی نحوست نہیں ہوتی، اس لئے یہاں منحوس دنوں کا مطلب یہ ہے کہ یہ دن اُن لوگوں کے لئے منحوس ثابت ہوئے۔

(۱۰) شروع میں مشرک لوگ بوکھلاہٹ کے عالم میں یہ جھوٹ بول جائیں گے کہ ہم نے تو کبھی شرک نہیں کیا تھا، جیسا کہ قرآنِ کریم نے سورۂ انعام (۶: ۲۳) میں بیان فرمایا ہے۔ اُس موقع پر اللہ تعالیٰ خود اُنہی کے جسم کے مختلف حصوں سے اُن کے خلاف گواہی دِلوائیں گے۔

اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّ هُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ اِلَیْهِ

نے بولنے کی طاقت دے دی ہے جس نے ہر چیز کو گویائی عطا فرمائی۔'' اور وہی ہے جس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، اور اُسی کی طرف تمہیں

تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ عَلَیْكُمْ سَمْعُكُمْ وَ لَاۤ

واپس لے جایا جارہا ہے۔ ﴿۲۱﴾ اور تم (گناہ کرتے وقت) اس بات سے تو چھپ ہی نہیں سکتے تھے کہ تمہارے کان، تمہاری

اَبْصَارُكُمْ وَ لَا جُلُوْدُكُمْ وَ لٰكِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَعْلَمُ كَثِیْرًا مِّمَّا

آنکھیں اور تمہاری کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں، لیکن تمہارا گمان یہ تھا کہ اللہ کو تمہارے بہت سے اعمال کا

تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ

علم نہیں ہے۔ (۱۱) ﴿۲۲﴾ اپنے پروردگار کے بارے میں تمہارا یہی گمان تھا جس نے تمہیں برباد کیا، اور اسی کے نتیجے میں تم اُن لوگوں میں شامل ہوگئے

مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ یَّصْبِرُوْا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۚ وَ اِنْ یَّسْتَعْتِبُوْا فَمَا

جو سراسر خسارے میں ہیں۔ ﴿۲۳﴾ اب ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر یہ صبر کریں تب بھی آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے، اور اگر یہ معذرت چاہیں تو یہ

هُمْ مِّنَ الْمُعْتَبِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَ قَیَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَیَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ

ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جن کی معذرت قبول کی جاتی ہے۔ ﴿۲۴﴾ اور ہم نے (دُنیا میں) ان پر کچھ ساتھی مسلط کردیئے تھے جنہوں نے ان

وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ فِیْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ

کے آگے پیچھے کے سارے کاموں کو خوشنما بنادیا تھا، (۱۲) چنانچہ جو دوسرے جنات اور انسان ان سے پہلے گذر چکے ہیں، اُن کے ساتھ مل کر (عذاب

۳ ع ۷ ۱۷ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۲۵﴾ۧ وَ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَا

کی) بات ان پر بھی سچی ہوئی۔ یقیناً وہ سب خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہیں۔ ﴿۲۵﴾ اور یہ کافر (ایک دوسرے سے) کہتے ہیں کہ: ''اس

تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿۲۶﴾ فَلَنُذِیْقَنَّ الَّذِیْنَ

قرآن کو سنو ہی نہیں، اور اس کے بیچ میں غل مچادیا کرو تاکہ تم ہی غالب رہو۔'' ﴿۲۶﴾ اس لئے ہم ان کافروں کو

كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِیْدًا ۙ وَّ لَنَجْزِیَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۲۷﴾

سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے، اور یہ (دُنیا میں) جو بدترین کام کیا کرتے تھے، اُس کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔ ﴿۲۷﴾

---

(۱۱) صحیح بخاری کی ایک حدیث میں ہے کہ بعض احمق کافر یہ سمجھتے تھے کہ اگر وہ کوئی گناہ چھپ کر کریں گے تو اللہ تعالیٰ کو اُس کا علم نہیں ہوگا، اُس وقت وہ یہ سمجھتے تھے کہ ہمارے گناہ کا نہ کوئی گواہ ہے، اور نہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ کو اس کا پتہ چلے گا۔ اُن کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ تو ہر بات کا گواہ ہے ہی، خود اُن کے جسم کے یہ اعضاء بھی اُن کے خلاف گواہ بن جائیں گے۔

(۱۲) اس سے مراد وہ شیاطین بھی ہیں جو اِنسانوں کو گناہ پر آمادہ کرنے کے لئے گناہوں کے لئے بہکاتے تھے، اور ایسے انسان بھی جو گناہ کے کاموں کو مفید اور ضروری قرار دینے کے لئے طرح طرح کے دلائل گھڑتے اور اُن کی بنیاد پر قائل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعۡدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمۡ فِيۡهَا دَارُ الۡخُلۡدِ ؕ جَزَآءًۢ بِمَا
یہی ہے سزا اللہ کے دُشمنوں کی جو آگ کی صورت میں ہوگی۔ اُسی میں اُن کا دائمی ٹھکانا ہوگا، جو اس بات کا بدلہ ہوگا کہ
كَانُوۡا بِاٰيٰتِنَا يَجۡحَدُوۡنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا رَبَّنَاۤ اَرِنَا الَّذَيۡنِ
وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔ (۲۸) اور یہ کافر لوگ کہیں گے کہ: "اے ہمارے پروردگار! ہمیں
اَضَلّٰنَا مِنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ نَجۡعَلۡهُمَا تَحۡتَ اَقۡدَامِنَا لِيَكُوۡنَا مِنَ
اُن جنات اور اِنسانوں دونوں کی صورت دِکھایئے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، تاکہ ہم اُنہیں اپنے پاؤں تلے ایسا روندیں کہ وہ
الۡاَسۡفَلِيۡنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ
خوب ذلیل ہوں (۱۳)۔" (۲۹) (دوسری طرف) جن لوگوں نے کہا ہے کہ: "ہمارا ربّ اللہ ہے" اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے تو اُن پر
عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰۤئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ
بیشک فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اُتریں گے کہ: "نہ کوئی خوف دِل میں لاؤ، نہ کسی بات کا غم کرو، اور اُس جنت سے خوش ہوجاؤ جس کا تم سے
تُوۡعَدُوۡنَ ﴿۳۰﴾ نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓـؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمۡ
وعدہ کیا جاتا تھا۔ (۳۰) ہم دُنیا والی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی تھے، اور آخرت میں بھی رہیں گے۔ اور اس جنت میں ہر وہ چیز تمہارے ہی لئے
فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ ﴿۳۱﴾ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ
ہے جس کو تمہارا دِل چاہے، اور اس میں ہر وہ چیز تمہارے ہی لئے ہے جو تم منگوانا چاہو، (۳۱) یہ سب کچھ اُس ذات کی طرف سے پہلی پہلی میزبانی
رَّحِيۡمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ ع ۱۸
ہے جس کی بخشش بھی بہت ہے، جس کی رحمت بھی کامل۔" (۳۲) اور اُس شخص سے بہتر بات کس کی ہوگی جو اللہ کی طرف دعوت دے، اور نیک عمل
اِنَّنِىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تَسۡتَوِى الۡحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ؕ اِدۡفَعۡ بِالَّتِىۡ
کرے، اور یہ کہے کہ میں فرماں برداروں میں شامل ہوں۔ (۳۳) اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی۔ تم بدی کا دِفاع ایسے طریقے سے کرو جو بہترین
هِىَ اَحۡسَنُ فَاِذَا الَّذِىۡ بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِىٌّ حَمِيۡمٌ ﴿۳۴﴾ وَمَا
ہو (۱۴)۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ جس کے اور تمہارے درمیان دُشمنی تھی، وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایسا ہوجائے گا جیسے وہ (تمہارا) جگری دوست ہو۔ (۳۴) اور یہ

(۱۳) دُنیا میں انسان کے جو ساتھی اُسے دِین سے غافل کرکے گمراہ کرتے رہے، وہ بھی اس میں داخل ہیں، اور وہ شیطان جو اُسے بہکاتا رہا، وہ بھی۔ ان دونوں کے بارے میں دوزخی شخص یہ کہے گا کہ مجھے یہ گمراہ کرنے والے نظر آجائیں تو میں انہیں پاؤں تلے روند ڈالوں۔

(۱۴) یعنی جو شخص تمہارے ساتھ بُرا سلوک کررہا ہو، اگرچہ تمہارے لئے یہ بھی جائز ہے کہ اُس سے برابر کا بدلہ لے لو، لیکن بہتر یہ ہے کہ اُس کی بُرائی کا بدلہ اچھائی سے دو۔ ایسا کروگے تو تمہارا دُشمن بھی دوست بن جائے گا، اور تم نے اُس کی بُرائی پر جو صبر کیا اُس کا بہترین ثواب آخرت میں تمہیں ملے گا۔

يُلَقّٰهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿۳۵﴾ وَاِمَّا
بات صرف اُنہی کو عطا ہوتی ہے جو صبر سے کام لیتے ہیں، اور یہ بات اُسی کو عطا ہوتی ہے جو بڑے نصیبے والا ہو۔ ﴿۳۵﴾ اور اگر تمہیں
يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۶﴾
شیطان کی طرف سے کبھی کوئی کچوکا لگے تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔[۱۵] بیشک وہ ہر بات سننے والا، ہر بات جاننے والا ہے۔ ﴿۳۶﴾
وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا
اور اُسی کی نشانیوں میں سے ہیں یہ رات اور دن اور سورج اور چاند۔ نہ سورج کو سجدہ کرو، نہ چاند کو، اور سجدہ اُس
لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ
اللہ کو کرو جس نے اُنہیں پیدا کیا ہے، اگر واقعی تمہیں اُسی کی عبادت کرنی ہے۔ ﴿۳۷﴾ پھر بھی اگر یہ (کافر)
اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا
تکبر سے کام لیں، تو (کرتے رہیں) کیونکہ جو (فرشتے) تمہارے ربّ کے پاس ہیں، وہ دن رات اُس کی تسبیح کرتے ہیں، اور وہ
السجدۃ ۱۱ يَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا
اُکتاتے نہیں ہیں۔[۱۶] ﴿۳۸﴾ اور اُس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم زمین کو دیکھتے ہو کہ وہ مرجھائی پڑی ہے۔ پھر جونہی ہم نے اُس پر پانی
الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ؕ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ
اُتارا، وہ حرکت میں آگئی، اور اُس میں بڑھوتری پیدا ہوگئی۔ حقیقت یہ ہے کہ جس نے اُس زمین کو زندہ کیا، وہی مُردوں کو بھی زندہ کرنے والا
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ اَفَمَنْ
ہے۔ یقیناً وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ﴿۳۹﴾ جو لوگ ہماری آیتوں کے بارے میں ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہیں،[۱۷] وہ ہم سے چھپ نہیں سکتے۔ بھلا بتاؤ
يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ
کہ جس شخص کو آگ میں ڈال دیا جائے، وہ بہتر ہے، یا وہ شخص جو قیامت کے دن بے خوف وخطر آئے گا؟ (اچھا) جو چاہو، کرلو، یقین جانو کہ وہ
اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمْ ۚ
تمہارے ہر کام کو خوب دیکھ رہا ہے۔ ﴿۴۰﴾ بیشک (اُن لوگوں نے بہت بُرا کیا ہے) جنہوں نے نصیحت کی اس کتاب کا انکار کیا جبکہ وہ اُن کے پاس

(۱۵) شیطان کے کچوکے سے مراد یہ ہے کہ جب وہ تمہارے دِل میں کوئی گناہ کا یا کوئی بُرائی کرنے کا وسوسہ ڈالے تو تم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کرو جس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ یہ کہو: "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ"۔

(۱۶) یہ آیتِ سجدہ ہے، یعنی جو شخص اس کی تلاوت کرے، یا کسی کو تلاوت کرتے ہوئے سنے، اُس پر ایک سجدہ کرنا واجب ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی احتیاطاً سجدہ کرلینا ضروری ہے۔

(۱۷) ٹیڑھا راستہ اختیار کرنے کا مطلب یہ بھی ہے کہ اُن آیتوں کو ماننے سے انکار کیا جائے، اور یہ بھی کہ اُنہیں غلط سلط معنیٰ پہنائے جائیں۔ آیت کی وعید دونوں صورتوں کو شامل ہے۔

وَ اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ

آ چکی تھی، حالانکہ وہ بڑی عزت والی کتاب ہے، ﴿٤١﴾ جس تک باطل کی کوئی رسائی نہیں ہے، نہ اُس کے آگے سے، نہ اُس کے پیچھے سے۔ یہ اُس

خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿٤٢﴾ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ

ذات کی طرف سے اُتاری جارہی ہے جو حکمت کا مالک ہے، تمام تعریفیں اُسی کی طرف لوٹتی ہیں۔ ﴿٤٢﴾ (اے پیغمبر!) تم سے جو باتیں کہی جارہی ہیں،

لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٤٣﴾ وَ لَوْ

وہ وہی ہیں جو تم سے پہلے پیغمبروں سے کہی گئی تھیں۔ یقین رکھو تمہارا پروردگار مغفرت کرنے والا بھی ہے، اور دردناک سزا دینے والا بھی۔ ﴿٤٣﴾ اور اگر

جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْ لَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِيٌّ

ہم اس (قرآن) کو عجمی قرآن بناتے تو یہ لوگ کہتے کہ: "اس کی آیتیں کھول کھول کر کیوں نہیں بیان کی گئیں؟ یہ کیا بات ہے کہ قرآن عجمی ہے،

وَّ عَرَبِيٌّ ؕ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّ شِفَآءٌ ؕ وَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اور پیغمبر عربی؟"[۱۸] کہہ دو کہ: "جو لوگ ایمان لائیں، اُن کے لئے یہ ہدایت اور شفا کا سامان ہے، اور جو ایمان نہیں لاتے،

فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّ هُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ؕ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ

اُن کے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی ہے، اور یہ (قرآن) اُن کے لئے اندھیرے میں بھٹکنے کا سامان ہے۔ ایسے لوگوں کو کسی دُور دراز جگہ سے

بَعِيْدٍ ﴿٤٤﴾ ع وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ

پکارا جارہا ہے۔"[۱۹] ﴿٤٤﴾ اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی، پھر اُس میں بھی اختلاف ہوا۔ اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات

سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ

پہلے ہی طے نہ کردی گئی ہوتی، تو ان لوگوں کا معاملہ چکا ہی دیا گیا ہوتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں جس نے

مُرِيْبٍ ﴿٤٥﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَ مَا

ان کو خلجان میں ڈال رکھا ہے۔ ﴿٤٥﴾ جو کوئی نیک عمل کرتا ہے، وہ اپنے ہی فائدے کے لئے کرتا ہے، اور جو کوئی بُرائی کرتا ہے، وہ اپنے ہی

---

(۱۸) بعض کفارِ مکہ قرآنِ کریم کے بارے میں یہ اعتراض کرتے تھے کہ یہ عربی زبان میں کیوں اُتارا گیا؟ اگر کسی اور زبان میں ہوتا تو یقیناً یہ ایک معجزہ ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ کوئی دوسری زبان نہیں جانتے، اس لئے آپ پر کسی اور زبان کی وحی نازل ہونے سے واضح ہو جاتا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے۔ جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس قسم کے اعتراضات کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اگر قرآن کسی اور زبان میں اُتارا جاتا تو کہنے والے یہ اعتراض کرتے کہ عربی پیغمبر پر غیر عربی قرآن کیوں نازل کیا گیا ہے؟ غرض جب بات ماننی نہ ہو تو ہزار بہانے پیدا کر لئے جاتے ہیں۔

(۱۹) کسی کو دُور دراز جگہ سے پکارا جائے تو بسا اوقات نہ وہ اپنے آپ کو مخاطب سمجھتا ہے، اور نہ دُور کی آواز پر توجہ دیتا ہے۔ اسی طرح یہ کافر لوگ قرآنِ کریم کی دعوت پر توجہ نہیں دے رہے ہیں۔

رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٤٦﴾ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ

نقصان کے لئے کرتا ہے، اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔ (۴۶) قیامت کا علم اُسی کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اور اللہ کے علم

ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ

کے بغیر نہ پھلوں میں سے کوئی پھل اپنے شگوفوں سے نکلتا ہے، اور نہ کسی مادہ کو حمل ٹھہرتا ہے، اور نہ اُس کے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اور جس دن

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ

وہ ان (مشرکوں) کو پکارے گا کہ: ''کہاں ہیں میرے وہ شریک؟'' تو وہ کہیں گے کہ: ''ہم تو آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں سے

شَهِيْدٍ ﴿٤٧﴾ ۚ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ

کوئی اب اس بات کا گواہ نہیں ہے (کہ آپ کا کوئی شریک ہے)'' (۴۷) اور پہلے یہ لوگ جن (جھوٹے خداؤں) کو پکارا کرتے تھے، ان کو اب اُن

مَّحِيْصٍ ﴿٤٨﴾ لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۡ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ

کا کوئی سراغ نہیں ملے گا، اور وہ سمجھ جائیں گے کہ ان کے لئے اب بچاؤ کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ (۴۸) انسان کا حال یہ ہے کہ وہ بھلائی مانگنے سے نہیں

فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿٤٩﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ

تھکتا، اور اگر اُسے کوئی بُرائی چھو جائے تو ایسا مایوس ہو جاتا ہے کہ ہر اُمید چھوڑ بیٹھتا ہے۔ (۴۹) اور جو تکلیف اُسے پہنچی تھی، اگر اُس کے بعد ہم اُسے

لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى

اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھا دیں تو وہ لازماً یہ کہے گا کہ: ''یہ تو میرا حق تھا، اور میں نہیں سمجھتا کہ قیامت آنے والی ہے، اور اگر مجھے اپنے ربّ

رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۡ وَ

کے پاس واپس بھیجا بھی گیا تو مجھے یقین ہے کہ اُس کے پاس بھی مجھے خوش حالی ہی ضرور ملے گی۔'' اب ہم ان کافروں کو یہ ضرور جتلائیں گے کہ

لَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٥٠﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ

اُنہوں نے کیا عمل کئے ہیں، اور اُنہیں ایک سخت عذاب کا مزہ ضرور چکھائیں گے۔ (۵۰) اور جب ہم انسان پر کوئی اِنعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا

وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ﴿٥١﴾ قُلْ

اور پہلو بدل کر دُور چلا جاتا ہے، اور جب اُسے کوئی بُرائی چھو جاتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دُعائیں کرنے لگتا ہے۔ (۵۱) (اے پیغمبر! ان کافروں

اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ

سے) کہو کہ: ''ذرا مجھے بتاؤ کہ اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے آیا ہے، پھر بھی تم نے اس کا انکار کیا تو اُس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو (اس

شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ ﴿٥٢﴾ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ

کی) مخالفت میں بہت دُور نکل گیا ہو؟'' (۵۲) ہم انہیں اپنی نشانیاں کائنات میں بھی دِکھائیں گے اور خود ان کے اپنے وجود میں بھی، یہاں

لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿٥٣﴾ اَلَآ

تک کہ ان پر یہ بات کھل کر سامنے آجائے کہ یہی حق ہے۔ کیا تمہارے ربّ کی یہ بات کافی نہیں ہے کہ وہ ہر چیز کا گواہ ہے؟ (۵۳) یاد رکھو کہ

إِنَّهُمْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۗ أَلَآ إِنَّهُۥ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطٌ ﴿۵۴﴾ ع

یہ لوگ اپنے رَبّ کا سامنا کرنے کے معاملے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو اِحاطے میں لئے ہوئے ہے۔ ﴿۵۴﴾

الحمد للہ! سورۂ حٰم السجدہ کے ترجمے اور حواشی کی تکمیل یوم ِعرفہ ۱۴۲۸ھ کو میدانِ عرفات میں مغرب کے بعد مزدلفہ جانے کے لئے گاڑی کے انتظار کے وقت میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس ناچیز خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما کر بندے کی مغفرت اور نجات کا ذریعہ بنادیں، اور باقی سورتوں کی تکمیل بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الشُّوۡرٰی

تعارف

یہ حوامیم کے مجموعے کی تیسری سورت ہے۔ دوسری مکی سورتوں کی طرح اس میں بھی توحید، رسالت اور آخرت کے بنیادی عقائد پر زور دیا گیا ہے، اور ایمان کی قابلِ تعریف صفات بیان فرمائی گئی ہیں۔ اسی ذیل میں آیت نمبر ۳۸ میں مسلمانوں کی یہ خصوصیت بیان فرمائی گئی ہے کہ اُن کے اہم معاملات آپس کے مشورے سے طے ہوتے ہیں۔ مشورے کے لئے عربی کا لفظ ''شوریٰ'' استعمال کیا گیا ہے، اسی بنا پر سورت کا نام سورۂ شوریٰ ہے۔ سورت کے آخر میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بھی انسان سے رُوبرو ہوکر ہم کلام نہیں ہوتا، بلکہ وحی کے ذریعے کلام فرماتا ہے، اور پھر اس وحی کی مختلف صورتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

ایاتها ۵۳ ۴۲ سُوْرَةُ الشُّوْرٰى مَكِّيَّةٌ ۶۲ رکوعاتها ۵

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ترپن آیتیں اور پانچ رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

حٰمٓ ۝١ عٓسٓقٓ ۝٢ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ
حٰمٓ ① عٓسٓقٓ ② (اے پیغمبر!) اللہ جو عزیز و حکیم ہے، تم پر اور تم سے پہلے جو (پیغمبر) ہوئے ہیں، اُن پر اسی طرح
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝٣ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ
وحی نازل کرتا ہے۔ ③ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب اُسی کا ہے، اور وہی ہے جو برتری اور عظمت
الْعَظِيْمُ ۝٤ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ
کا مالک ہے۔ ④ ایسا لگتا ہے کہ آسمان اُوپر سے پھٹ پڑیں گے،(۱) اور فرشتے اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ
رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ
اُس کی تسبیح کررہے ہیں، اور زمین والوں کے لئے استغفار کررہے ہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ ہی ہے جو بہت بخشنے والا،
الرَّحِيْمُ ۝٥ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَ
بڑا مہربان ہے۔ ⑤ اور جن لوگوں نے اُس کے سوا دُوسرے رکھوالے بنا رکھے ہیں، اللہ اُن پر نگرانی رکھے ہوئے ہے، اور
مَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝٦ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا
تم اُن کے ذمہ دار نہیں ہو۔ ⑥ اور اسی طرح ہم نے یہ عربی قرآن تم پر وحی کے ذریعے بھیجا ہے، تاکہ تم مرکزی بستی (مکہ) اور
لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ
اُس کے اِردگرد والوں کو اُس دن سے خبردار کرو جس میں سب کو جمع کیا جائے گا، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔
فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝٧ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً
ایک گروہ جنت میں جائے گا، اور ایک گروہ بھڑکتی ہوئی آگ میں۔ ⑦ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو
وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ
ایک ہی جماعت بنادیتا،(۲) لیکن وہ جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے، اور جو ظالم لوگ ہیں، اُن کا نہ کوئی

(۱) مطلب یہ ہے کہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کے فرشتے اتنی بڑی تعداد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہیں کہ ایسا لگتا ہے جیسے اُن کے بوجھ سے آسمان پھٹ پڑیں گے۔

(۲) یعنی سب کو زبردستی مسلمان بنادیتا، لیکن انسان کو پیدا کرنے کا اصل مقصد ہی یہ تھا کہ لوگ زبردستی نہیں، بلکہ خود اپنے اختیار سے سوچ سمجھ کر حق کو قبول کریں۔ اسی میں اُن کا امتحان ہے جس پر آخرت کی جزا اور سزا مرتب ہونے والی ہے، اس

وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٨﴾ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ

رکھوالا ہے، نہ کوئی مددگار۔ (۸) کیا ان لوگوں نے اُس کو چھوڑ کر دُوسرے رکھوالے بنا لئے ہیں؟ سچ تو یہ ہے کہ رکھوالا اللہ ہی ہے،

يُحْيِ الْمَوْتٰى ۫ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٩﴾ ۧ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ ع

اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے، اور وہی ہر چیز پر قادر ہے۔ (۹) اور تم جس بات میں بھی اختلاف کرتے ہو، اُس کا فیصلہ اللہ ہی کے

فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿١٠﴾

سپرد ہے۔ لوگو! وہی اللہ ہے جو میرا پروردگار ہے۔ اُسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے، اور اُسی سے میں لَو لگاتا ہوں۔ (۱۰)

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ

وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس سے جوڑے پیدا کئے ہیں، اور

الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ

مویشیوں کے بھی جوڑے بنائے ہیں۔ اسی ذریعے سے وہ تمہاری نسل چلاتا ہے۔ کوئی چیز اُس کے مثل نہیں ہے، اور وہی ہے جو ہر بات سنتا،

الْبَصِيْرُ ﴿١١﴾ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

سب کچھ دیکھتا ہے۔ (۱۱) آسمانوں اور زمین کی ساری کنجیاں اُسی کے قبضے میں ہیں۔ وہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق میں

يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٢﴾ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى

وسعت اور تنگی کرتا ہے، یقیناً وہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ (۱۲) اُس نے تمہارے لئے دِین کا وہی طریقہ طے کیا ہے جس کا حکم

بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖۤ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى

اُس نے نوح کو دیا تھا، اور جو (اے پیغمبر!) ہم نے تمہارے پاس وحی کے ذریعے بھیجا ہے، اور جس کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ

وَعِيْسٰۤى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا

اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ تم دِین کو قائم کرو، اور اُس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ (پھر بھی) مشرکین کو وہ بات بہت گراں گذرتی ہے جس کی طرف

تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ

تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جس کو چاہتا ہے، چن کر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، اور جو کوئی اُس سے لَو لگاتا ہے، اُسے اپنے

يُّنِيْبُ ﴿١٣﴾ وَمَا تَفَرَّقُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ؕ وَ

پاس پہنچا دیتا ہے۔ (۱۳) اور لوگوں نے آپس کی عداوتوں کی وجہ سے (دِین میں) جو تفرقہ ڈالا ہے وہ اس کے بعد ہی ڈالا ہے جب ان کے پاس یقینی

لَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ

علم آچکا تھا۔ اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک معین مدّت تک کے لئے ایک بات پہلے سے طے نہ ہوتی تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا(۳)۔ اور ان

لئے اللہ تعالیٰ نے کسی کو زبردستی مسلمان بنانا نہیں چاہا۔

(۳) پہلے سے طے شدہ بات یہ تھی کہ ان لوگوں کو ایک دَم کسی عذاب سے ہلاک نہیں کیا جائے گا، بلکہ مہلت دی جائے گی جس

الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ (۱۴)
لوگوں کے بعد جن کو کتاب کا وارث بنایا گیا ہے، وہ اُس کے بارے میں ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں جس نے اُنہیں خلجان میں ڈال رکھا ہے۔ (۱۴)
فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ ۚ وَقُلْ
لہٰذا (اے پیغمبر!) تم اُسی بات کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہو، اور جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے، (اسی دِین پر) جمے رہو، اور ان لوگوں کی
اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۗ اَللّٰهُ رَبُّنَا
خواہشات کے پیچھے نہ چلو، اور کہہ دو کہ: ''میں تو اُس کتاب پر ایمان لایا ہوں جو اللہ نے نازل کی ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے
وَرَبُّكُمْ ۗ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۗ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۗ
درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہمارا بھی ربّ ہے، اور تمہارا بھی ربّ۔ ہمارے اعمال ہمارے لئے ہیں، اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ ہمارے
اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ (۱۵) ؕ وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ
اور تمہارے درمیان (اب) کوئی بحث نہیں۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا، اور اُسی کے پاس آخر سب کو لوٹنا ہے۔'' (۱۵) اور جو لوگ اللہ کے بارے
بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ
میں بحثیں نکالتے ہیں جبکہ لوگ اُس کی بات مان چکے ہیں، اُن کی بحث اُن کے پروردگار کے نزدیک باطل ہے، اور اُن پر (اللہ کا) غضب
عَذَابٌ شَدِيْدٌ (۱۶) اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۗ وَمَا
ہے، اور اُن کے لئے سخت عذاب۔ (۱۶) اللہ وہ ہے جس نے حق پر مشتمل یہ کتاب اور اِنصاف کی ترازو اُتاری ہے۔ اور تمہیں کیا پتہ، شاید کہ
يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ (۱۷) يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
قیامت کی گھڑی قریب ہی ہو۔ (۱۷) جو لوگ اُس پر ایمان نہیں رکھتے، وہ اُس کے آنے کی جلدی مچاتے ہیں، اور جو لوگ
بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ۗ اَلَآ اِنَّ
ایمان لائے ہیں، وہ اُس سے سہمے رہتے ہیں، اور جانتے ہیں کہ وہ برحق ہے۔ ارے جو لوگ قیامت کے
الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ (۱۸) اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ
بارے میں بحثیں کررہے ہیں، وہ گمراہی میں بہت دُور چلے گئے ہیں۔ (۱۸) اللہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے،
ع ۲ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ (۱۹) ؑ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ
وہ جس کو چاہتا ہے، رزق دیتا ہے، اور وہی ہے جو قوت کا بھی مالک ہے، اِقتدار کا بھی مالک۔ (۱۹) جو شخص آخرت کی کھیتی چاہتا ہو، ہم اُس کی کھیتی
الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا
میں اور اضافہ کریں گے، اور جو شخص (صرف) دُنیا کی کھیتی چاہتا ہو، ہم اُسے اُسی میں سے دے دیں گے، (۴)

میں اگر یہ چاہیں تو اِیمان لاسکیں۔
(۴) یہی مضمون سورۂ بنی اسرائیل (۱۸:۱۷) میں گذرا ہے، وہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص صرف دُنیا کی بہتری چاہے،

وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ
اور آخرت میں اُس کا کوئی حصہ نہیں۔ (۲۰) کیا ان (کافروں) کے کچھ ایسے شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا
الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ
دِین طے کردیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے؟ اور اگر (اللہ کی طرف سے) فیصلہ کن بات طے شدہ نہ ہوتی تو ان کا معاملہ چکا دیا گیا
الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ
ہوتا۔ اور یقین رکھو کہ ان ظالموں کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے۔ (۲۱) (اُس وقت) تم ان ظالموں کو دیکھو گے کہ انہوں نے جو کمائی کی ہے،
وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ
اُس (کے وبال) سے سہمے ہوئے ہوں گے، اور وہ ان پر پڑ کر رہے گا۔ اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، وہ جنتوں
لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ
کی کیاریوں میں ہوں گے۔ اُنہیں اپنے پروردگار کے پاس وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے۔ یہی بڑا فضل ہے۔ (۲۲) یہی وہ
الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ قُلْ لَّآ
چیز ہے جس کی خوشخبری اللہ اپنے اُن بندوں کو دیتا ہے جو ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں۔ (اے پیغمبر! کافروں سے)
اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۭ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً
کہہ دو کہ: ''میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اُجرت نہیں مانگتا، سوائے رشتہ داری کی محبت کے(۵)۔ اور جو شخص کوئی بھلائی کرے گا، ہم اُس کی خاطر اُس
نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى
بھلائی میں مزید خوبی کا اضافہ کردیں گے(۶)۔ یقین جانو اللہ بہت بخشنے والا، بڑا قدردان ہے۔ (۲۳) بھلا کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اس شخص نے یہ کلام
اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰي قَلْبِكَ ۭ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ
خود گھڑ کر جھوٹ موٹ اللہ کے ذمے لگادیا ہے؟ حالانکہ اگر اللہ چاہے تو تمہارے دِل پر مہر لگادے، اور اللہ تو باطل کو مٹاتا ہے، اور
الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ
حق کو اپنے کلمات کے ذریعے ثابت کرتا ہے(۷)۔ یقیناً وہ سینوں میں چھپی ہوئی باتوں تک کو جانتا ہے۔ (۲۴) اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی

اُس کو دُنیا کی نعمتیں دی جاتی ہیں، لیکن ہر مانگی ہوئی چیز پھر بھی نہیں ملتی، بلکہ جس کو اللہ تعالیٰ دینا چاہتا ہے، اور جتنا دینا چاہتا ہے، اُتنا دیتا ہے۔

(۵) قریشِ مکہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو رشتہ داریاں تھیں، اُن کے حوالے سے فرمایا جارہا ہے کہ میں تم سے تبلیغ کی کوئی اُجرت تو نہیں مانگتا، لیکن کم از کم اتنا تو کرو کہ تم پر میری رشتہ داری کے جو حقوق ہیں، ان کا لحاظ کرتے ہوئے مجھے تکلیف نہ دو، اور میرے راستے میں رُکاوٹیں پیدا نہ کرو۔

(۶) یعنی اُس بھلائی پر جتنا اَجر ملنا چاہئے تھا، اُس سے زیادہ دیں گے۔

التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲۵ وَ

توبہ قبول کرتا ہے، اور گناہوں کو معاف کرتا ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اُس کا پورا علم رکھتا ہے۔ (۲۵) اور جو لوگ

يَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ يَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ

ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، وہ اُن کی دُعا سنتا ہے، اور اُنہیں اپنے فضل سے اور زیادہ دیتا ہے۔

وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝۲۶ وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ

اور کافروں کے لئے سخت عذاب ہے۔ (۲۶) اور اگر اللہ اپنے تمام بندوں کے لئے رزق کو کھلے طور پر پھیلادیتا تو

لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ

وہ زمین میں سرکشی کرنے لگتے، مگر وہ ایک خاص اندازے سے جتنا چاہتا ہے (رزق) اُتارتا ہے۔ یقیناً وہ اپنے بندوں سے پوری طرح باخبر، اُن

بَصِيْرٌ ۝۲۷ وَ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ يَنْشُرُ

پر نظر رکھنے والا ہے۔ (۲۷) اور وہی ہے جو لوگوں کے نااُمید ہونے کے بعد بارش برساتا اور اپنی رحمت پھیلادیتا ہے،

رَحْمَتَهٗ ؕ وَ هُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ۝۲۸ وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

اور وہی ہے جو (سب کا) قابل تعریف رکھوالا ہے۔ (۲۸) اور اُس کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کی پیدائش،

وَ مَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ؕ وَ هُوَ عَلٰى جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ۝۲۹ وَ مَآ ع

اور وہ جاندار جو اُس نے ان دونوں میں پھیلا رکھے ہیں۔ اور وہ جب چاہے، ان کو جمع کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (۲۹) اور تمہیں جو کوئی

اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ يَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝۳۰ وَ مَآ

مصیبت پہنچتی ہے، وہ تمہارے اپنے ہاتھوں کئے ہوئے کاموں کی وجہ سے پہنچتی ہے، اور بہت سے کاموں سے تو وہ درگذر ہی کرتا ہے۔ (۳۰) اور

اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚۖ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا

تمہاری مجال نہیں ہے کہ زمین میں (اللہ کو) عاجز کرسکو، اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی رکھوالا ہے،

نَصِيْرٍ ۝۳۱ وَ مِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝۳۲ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ

نہ مددگار۔ (۳۱) اور اُس کی نشانیوں میں سے ہیں سمندر میں یہ پہاڑوں جیسے جہاز! (۳۲) اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرادے،

الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ

جس سے یہ سمندر کی پشت پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں ــــ یقیناً اس میں ہر اُس شخص کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو صبر کا بھی خوگر ہو، شکر کا

---

(۷) یعنی اگر (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے گھڑ کر یہ قرآن بنا رہے ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کے دِل پر مہر لگا دیتا، جس کی وجہ سے آپ کو ایسا کلام پیش کرنے پر قدرت ہی نہ ہوتی، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نبوّت کا جھوٹا دعویٰ کرے تو اُس کی بات کو چلنے نہیں دیتے، اور باطل کو مٹا دیتے ہیں۔ اس کے برعکس سچے نبی کے دعوے کو اپنے کلمات کے ذریعے ثابت فرماتا ہے۔

شَكُوْرٍ (۳۳) اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَ يَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ (۳۴) وَّ يَعْلَمَ الَّذِيْنَ

بھی ـــ (۳۳) یا (اگر اللہ چاہے) تو ان جہازوں کو لوگوں کے بعض اعمال کی وجہ سے تباہ ہی کردے، اور بہت سوں سے درگذر کرجائے، (۳۴)

يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ (۳۵) فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ

اور جو لوگ ہماری آیتوں میں جھگڑے ڈالتے ہیں، انہیں پتہ چل جائے کہ اُن کے لئے کوئی بچاؤ کی جگہ نہیں ہے۔ (۳۵) غرض تمہیں جو کوئی چیز دی

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ

گئی ہے، وہ دُنیوی زندگی کی پونجی ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے، وہ اُن لوگوں کے لئے کہیں بہتر اور پائیدار ہے جو ایمان لائے ہیں، اور اپنے

يَتَوَكَّلُوْنَ (۳۶) وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰۗىِٕرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا

پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ (۳۶) اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں، اور جب اُن کو غصہ آتا ہے تو وہ

غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ (۳۷) وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا

درگذر سے کام لیتے ہیں۔ (۳۷) اور جنہوں نے اپنے پروردگار کی بات مانی ہے، اور نماز قائم کی ہے، اور اُن کے معاملات آپس کے مشورے

الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (۳۸)

سے طے ہوتے ہیں، اور ہم نے انہیں جو رزق دیا ہے، اُس میں سے وہ (نیکی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں، (۳۸)

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ (۳۹) وَجَزٰۗؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ

اور جب اُن پر کوئی زیادتی ہوتی ہے تو وہ اپنا دفاع کرتے ہیں۔ (۳۹) اور کسی بُرائی کا بدلہ اُسی جیسی بُرائی ہے۔(۸)

مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (۴۰)

پھر بھی جو کوئی معاف کردے، اور اِصلاح سے کام لے تو اُس کا ثواب اللہ نے ذمے لیا ہے۔ یقیناً وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ (۴۰)

وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗىِٕكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ (۴۱) اِنَّمَا

اور جو شخص اپنے اُوپر ظلم ہونے کے بعد (برابر کا) بدلہ لے تو ایسے لوگوں پر کوئی اِلزام نہیں ہے۔ (۴۱) اِلزام

السَّبِيْلُ عَلَي الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ

تو اُن پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے اور زمین میں ناحق زیادتیاں کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے

الْحَقِّ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۴۲) وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ

دردناک عذاب ہے۔ (۴۲) اور یہ حقیقت ہے کہ جو کوئی صبر سے کام لے، اور درگذر کرجائے تو یہ بڑی

(۸) یعنی اگر کسی کے ساتھ کوئی زیادتی کی جائے تو مظلوم کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اُتنی ہی تکلیف ظالم کو پہنچادے جتنی اُس نے پہنچائی تھی، لیکن آگے اس بات کی بڑی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے کہ انسان بدلہ لینے کے بجائے صبر کرکے معاف کردے۔

ع عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَتَرَى

ہمت کی بات ہے۔ (۴۳) اور جسے اللہ گمراہ کردے، تو اس کے بعد کوئی نہیں ہے جو اُس کا مددگار بنے۔ اور جب

الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ﴿۴۴﴾

ظالموں کو عذاب نظر آجائے گا تو تم اُنہیں یہ کہتا ہوا دیکھو گے کہ: ''کیا واپس جانے کا بھی کوئی راستہ ہے؟'' (۴۴)

وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ؕ

اور تم اُنہیں دیکھو گے کہ دوزخ کے سامنے اُنہیں اس طرح پیش کیا جائے گا کہ وہ ذلت کے مارے جھکے ہوئے کن انکھیوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ

اور جو لوگ ایمان لاچکے ہیں، وہ کہہ رہے ہوں گے کہ: ''واقعی اصل خسارے میں وہ لوگ ہیں جنہوں نے قیامت کے دن اپنے آپ کو اور اپنے

اَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ﴿۴۵﴾ وَمَا كَانَ

گھر والوں کو خسارے میں ڈال دیا۔'' یاد رکھو کہ ظالم لوگ ایسے عذاب میں ہوں گے جو ہمیشہ قائم رہے گا، (۴۵) اور اُن کو ایسے

لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ

کوئی مددگار میسر نہیں آئیں گے جو اللہ کو چھوڑ کر اُن کی کوئی مدد کریں۔ اور جسے اللہ گمراہ کردے، اُس کے لئے بچاؤ کا کوئی

سَبِيْلٍ ﴿۴۶﴾ ؕ اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ

راستہ نہیں ہوتا۔ (۴۶) (لوگو!) اپنے پروردگار کی بات اُس دن کے آنے سے پہلے پہلے مان لو جسے اللہ کی طرف سے ٹالا نہیں جائے گا۔

اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَئِذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ﴿۴۷﴾ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَاۤ

اُس دن تمہارے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی، اور نہ تمہارے لئے پوچھ گچھ کا کوئی موقع ہوگا۔(۹) (۴۷) (اے پیغمبر!)

اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا

یہ لوگ اگر پھر بھی منہ موڑیں تو ہم نے تمہیں ان پر نگراں بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ تم پر بات پہنچا دینے کے سوا کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ اور (انسان کا

الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ

حال یہ ہے کہ) جب ہم انسان کو اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اُس پر اترا جاتا ہے، اور اگر خود اپنے ہاتھوں کے کرتوت کی

اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ ﴿۴۸﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

وجہ سے ایسے لوگوں کو کوئی مصیبت پیش آجاتی ہے تو وہی انسان پکا ناشکرا بن جاتا ہے۔ (۴۸) سارے آسمانوں اور زمین کی

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ

سلطنت اللہ ہی کی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے، پیدا کرتا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے، لڑکیاں دیتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے،

---

(۹) یعنی کسی کی مجال نہیں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ سے یہ پوچھ سکے کہ اس شخص کو یہ سزا کیوں دی گئی ہے، کیونکہ تمام انسانوں پر حجت پہلے ہی تمام ہو چکی ہوگی۔

الذُّکُوْرَ ﴿۴۹﴾ اَوْ یُزَوِّجُهُمْ ذُکْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَیَجْعَلُ مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا ؕ

لڑکے دیتا ہے، (۴۹) یا پھر ان کو ملا جلا کر لڑکے بھی دیتا ہے، اور لڑکیاں بھی، اور جس کو چاہتا ہے، بانجھ بنادیتا ہے۔ یقیناً وہ

اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ ﴿۵۰﴾ وَمَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ

علم کا بھی مالک ہے، قدرت کا بھی مالک۔ (۵۰) اور کسی انسان میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اللہ اُس سے (رُوبرو) بات کرے،(۱۰) سوائے اس کے کہ وہ

وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ

وحی کے ذریعے ہو، یا کسی پردے کے پیچھے سے، یا پھر وہ کوئی پیغام لانے والا (فرشتہ) بھیج دے، اور وہ اُس کے حکم سے جو وہ چاہے وحی کا پیغام

عَلِیٌّ حَکِیْمٌ ﴿۵۱﴾ وَکَذٰلِكَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا

پہنچادے۔ یقیناً وہ بہت اُونچی شان والا، بڑی حکمت کا مالک ہے۔ (۵۱) اور اسی طرح ہم نے تمہارے پاس اپنے حکم سے ایک رُوح بطور وحی

کُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْکِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰکِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ

نازل کی ہے۔(۱۱) تمہیں اس سے پہلے نہ یہ معلوم تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے، اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے، لیکن ہم نے اس (قرآن) کو ایک نور بنایا ہے، جس

بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۵۲﴾ لا

کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں، ہدایت دیتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ تم لوگوں کو وہ سیدھا راستہ دکھا رہے ہو (۵۲)

صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِلَی

جو اللہ کا راستہ ہے، وہ اللہ جس کی ملکیت میں وہ سب کچھ ہے جو آسمانوں میں ہے، اور وہ سب کچھ جو زمین میں ہے۔ یاد رکھو کہ سارے معاملات

ع اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ ﴿۵۳﴾ ع

آخر کار اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے۔ (۵۳)

(۱۰) اس دُنیا میں کسی انسان سے اللہ تعالیٰ رُوبرو ہو کر ہم کلام نہیں ہوتا، البتہ تین طریقوں میں سے کوئی طریقہ اختیار فرماتا ہے۔ ایک کو وحی سے تعبیر فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو بات فرمانا چاہتا ہے، وہ کسی کے دِل میں ڈال دیتا ہے، دوسرے کو پردے کے پیچھے سے تعبیر فرمایا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی صورت نظر آئے بغیر کوئی بات کانوں کے ذریعے ہی سنادی جاتی ہے، جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا، اور تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنا کلام کسی فرشتے کے ذریعے کسی پیغمبر کے پاس بھیجا جاتا ہے۔

(۱۱) رُوح سے مراد قرآنِ کریم اور اُس کے اَحکام ہیں، کیونکہ وہ انسان کے لئے رُوحانی زندگی کا باعث ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ رُوح سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں جنہیں رُوح القدس بھی کہا جاتا ہے، اور قرآنِ کریم کے نزول کے لئے اللہ تعالیٰ نے اُنہی کو واسطہ بنایا ہے۔

الحمدللہ! سورۂ شوریٰ کا ترجمہ اور تشریحی حواشی آج شبِ جمعہ ۲۴؍ ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۳؍ جنوری ۲۰۰۸ء کو کراچی میں تکمیل تک پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما کر اُسے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

سُوْرَةُ الزُّخْرُف

تعارف

اس سورت کا مرکزی موضوع مشرکینِ مکہ کی تردید ہے جس میں اُن کے اس عقیدے کا خاص طور پر ذِکر فرمایا گیا ہے جس کی رُو سے وہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ نیز وہ اپنے دِین کو صحیح قرار دینے کے لئے یہ دلیل دیتے تھے کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو اسی طریقے پر پایا ہے۔ اُس کے جواب میں اوّل تو یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ قطعی عقائد کے معاملے میں باپ دادوں کی تقلید بالکل غلط طرزِ عمل ہے، اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حوالہ دے کر فرمایا گیا ہے کہ اگر باپ دادوں ہی کے پیچھے چلنا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کیوں نہیں کرتے جنہوں نے شرک سے کھلم کھلا بیزاری کا اعلان فرمایا تھا۔ مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اِعتراضات کیا کرتے تھے، اس سورت میں اُن کا جواب بھی دیا گیا ہے۔ اُن کا ایک اعتراض یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی پیغمبر بھیجنا ہی تھا تو کسی دولت مند سردار کو اس مقصد کے لئے کیوں نامزد نہیں کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں یہ واضح فرمایا ہے کہ دُنیوی مال ودولت کا انسان کے تقدس اور اللہ تعالیٰ کے تقرب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کافروں کو بھی سونا چاندی اور دُنیا بھر کی دولت دے سکتا ہے، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب ہیں، کیونکہ آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں اس مال ودولت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس سورت نے یہ بھی واضح فرمایا ہے کہ دُنیا میں اللہ تعالیٰ معاشی وسائل کی تقسیم اپنی حکمت کے مطابق ایک خاص انداز سے فرماتے ہیں، جس کے لئے ایک مستحکم نظام بنایا گیا ہے۔ اسی ذیل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا واقعہ بھی اِختصار کے ساتھ بیان فرمایا ہے، کیونکہ فرعون کو بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہی اعتراض تھا کہ وہ دُنیوی مال ودولت کے اعتبار سے کوئی بڑی حیثیت نہیں رکھتے، اور فرعون کے پاس سب کچھ ہے۔ لیکن انجام یہ ہوا کہ فرعون اپنے کفر کی وجہ سے غرق ہوا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام غالب آکر رہے۔ نیز اس سورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی مختصر ذِکر فرما کر اُن کی صحیح حیثیت واضح فرمائی گئی ہے۔

''زُخرف'' عربی زبان میں سونے کو کہتے ہیں، اور اس سورت کی آیت نمبر ۳۵ میں اُس کا ذِکر اسی سیاق میں کیا گیا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو سارے کافروں کو سونے ہی سونے سے نہال کردے۔ اسی وجہ سے اس سورت کا نام زُخرف ہے۔

آیاتها ۸۹ — ۴۳ سُوْرَةُ الزُّخْرُفِ مَكِّيَّةٌ ۶۳ — رکوعاتها ۷

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں نواسی آیتیں اور سات رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

حٰمٓ ۝۱ وَ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۲ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ ملع

حٰمٓ (۱) قسم ہے اس واضح کتاب کی، (۲) ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے،

تَعْقِلُوْنَ ۝۳ وَ اِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝۴ اَفَنَضْرِبُ

تاکہ تم سمجھو (۳) اور حقیقت یہ ہے کہ وہ ہمارے پاس لوحِ محفوظ میں بڑے اُونچے درجے کی حکمت سے بھری ہوئی کتاب ہے۔[1] (۴) بھلا کیا ہم

عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝۵ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ

منہ موڑ کر اس نصیحت نامے کو تم سے اس بنا پر ہٹا لیں کہ تم حد سے گذرے ہوئے لوگ ہو؟[2] (۵) اور کتنے ہی نبی ہم نے پچھلے لوگوں

فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝۶ وَ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۷

میں بھی بھیجے ہیں، (۶) اور اُن لوگوں کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کا وہ مذاق نہ اُڑاتے ہوں۔ (۷)

فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّ مَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۸ وَ لَئِنْ سَاَلْتَهُمْ

پھر جو لوگ اِن (مکہ والوں) سے کہیں زیادہ زور آور تھے، ہم نے اُنہیں ہلاک کر دیا، اور ان پچھلے لوگوں کا حال پیچھے گذر چکا ہے۔ (۸) اور اگر تم

مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ

ان (مشرکوں) سے پوچھو کہ سارے آسمان اور زمین کس نے پیدا کئے ہیں، تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ: ”اُنہیں اُس ذات نے پیدا کیا ہے جو

الْعَلِيْمُ ۝۹ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا

اِقتدار کی بھی مالک ہے، علم کی بھی مالک۔“ (۹) یہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا، اور اُس میں تمہارے لئے راستے

سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۰ وَ الَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ

بنائے، تاکہ تم منزل تک پہنچ سکو، (۱۰) اور جس نے آسمان سے ایک خاص انداز سے پانی اُتارا، پھر ہم نے اُس کے ذریعے ایک مردہ علاقے

فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ۝۱۱ وَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ

کو نئی زندگی دے دی ـــ اسی طرح تمہیں (قبروں سے) نکال کر نئی زندگی دی جائے گی ـــ (۱۱) اور جس نے ہر طرح کے جوڑے پیدا کئے،

---

(۱) قرآنِ کریم اَزل سے لوحِ محفوظ میں موجود تھا، پھر وہاں سے آسمانِ دُنیا پر، اور اُس کے بعد حسبِ موقع حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

(۲) یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا تقاضا ہے کہ جو لوگ نافرمانی میں حد سے گذر گئے ہوں، اُن کو بھی ہدایت کا راستہ دِکھایا جاتا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ تم پسند کرو یا ناپسند، ہم تمہیں ہدایت کا راستہ بتا کر نصیحت کرنا نہیں چھوڑ سکتے۔

كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى

اور تمہارے لئے وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سواری کرتے ہو،(۳) ﴿۱۲﴾ تاکہ تم اُن کی پشت پر چڑھو،

ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ

پھر جب اُن پر چڑھ کر بیٹھ جاؤ تو اپنے پروردگار کی نعمت کو یاد کرو، اور یہ کہو کہ: "پاک ہے وہ ذات جس نے

الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا

اس سواری کو ہمارے بس میں دے دیا، ورنہ ہم میں یہ طاقت نہیں تھی کہ اس کو قابو میں لا سکتے۔ ﴿۱۳﴾ اور بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر

لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ

جانے والے ہیں۔"(۴) ﴿۱۴﴾ اور ان (مشرک) لوگوں نے یہ بات بنائی ہے کہ اللہ کا خود اُس کے بندوں میں سے کوئی جزء ہے۔(۵) حقیقت یہ ہے کہ

---

(۳) انسان جن سواریوں پر سواری کرتا ہے، وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ سواریاں جن کے بنانے میں انسان کا کچھ نہ کچھ دخل ہوتا ہے۔ کشتیوں سے اس قسم کی سواریوں کی طرف اشارہ ہے، اور دُوسری قسم کی سواریاں وہ ہیں جن کے بنانے میں انسان کا کوئی دخل ہی نہیں ہے، جیسے گھوڑے، اُونٹ اور سواری کے دوسرے جانور، چوپایوں سے اُن کی طرف اشارہ ہے۔ اور آیتِ کریمہ کا مقصد یہ ہے کہ دونوں قسم کی سواریاں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں۔ سواری کے جانور اگرچہ انسان سے کہیں زیادہ طاقتور ہوتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنہیں انسان کے اس طرح قابو میں دے دیا ہے کہ ایک بچہ بھی اُن کو لگام دے کر جہاں چاہے لئے پھرتا ہے۔ اور جن سواریوں کی صنعت میں انسان کا کچھ دخل ہے، مثلاً کشتیاں، جہاز، کاریں، ریلیں وغیرہ، اُن کا خام مواد بھی اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی نے انسان کو اتنی سمجھ دی ہے کہ وہ یہ سواریاں بنانے کے قابل ہوا۔

(۴) یہ وہ دُعا ہے جو کسی سواری پر سوار ہونے کے وقت پڑھنی چاہئے۔ اس میں اوّل تو اس بات کا شکر اور اعتراف ہے کہ یہ سواری اللہ تعالیٰ کا اِنعام ہے، اور دُوسرے اس کے آخری جملے میں انسان کو اس طرف متوجہ کیا گیا ہے کہ دُنیا میں کوئی بھی سفر کرتے وقت یہ بات نہیں بھولنی چاہئے کہ اُسے ایک آخری سفر پیش آنے والا ہے جس میں وہ دُنیا کو چھوڑ کر اپنے پروردگار کے پاس پہنچے گا، اور اُس وقت اپنے سارے اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ اس لئے یہاں رہتے ہوئے کوئی کام ایسا نہیں کرنا چاہئے جس کے نتیجے میں وہاں شرمندگی اُٹھانی پڑے۔

(۵) مشرکینِ عرب یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ یہاں سے اُن کے اس عقیدے کی تردید کی جارہی ہے، اور اُس کے خلاف چار دلیلیں اگلی آیتوں میں (آیت نمبر ۲۱ تک) پیش کی گئی ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی اولاد ہونا ناممکن ہے، اس لئے کہ اولاد ماں باپ کا جزء ہوتی ہے، کیونکہ وہ اُن کے نطفے سے پیدا ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا کوئی جزء نہیں ہوسکتا، وہ ہر قسم کے اجزاء سے پاک ہے، لہٰذا اُس کی کوئی اولاد نہیں ہوسکتی۔ دوسرے یہ کہ ان مشرکین کا اپنا حال یہ ہے کہ وہ اپنے لئے بیٹیوں کی ولادت کو عار سمجھتے ہیں، اور اگر کسی کے یہاں کوئی لڑکی پیدا ہوجاتی ہے تو وہ اس پر بہت مغموم ہوتا ہے۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ بیٹی کو خود اپنے لئے تو عیب سمجھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اُس کی بیٹیاں ہیں۔ تیسرے اس عقیدے کی رُو سے فرشتے مؤنث قرار پاتے ہیں، حالانکہ وہ مؤنث نہیں ہیں۔ چوتھے اگرچہ عورت ہونا حقیقت میں

مُّبِيْنٌ (۱۵) اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّ اَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ (۱۶) وَ اِذَا ع
انسان کھلم کھلا ناشکرا ہے۔ (۱۵) بھلا کیا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے اپنے لئے تو بیٹیاں پسند کی ہیں، اور تمہیں بیٹوں کے لئے منتخب کیا ہے؟ (۱۶)
بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّ هُوَ
حالانکہ ان میں سے کسی کو جب اُس (بیٹی کی ولادت) کی خوشخبری دی جاتی ہے جو اُس نے خدائے رحمٰن کی طرف منسوب کر رکھی ہے تو اُس کا
كَظِيْمٌ (۱۷) اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ
چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے، اور وہ دِل ہی دِل میں گھٹتا رہتا ہے۔ (۱۷) اور کیا (اللہ نے ایسی اولاد پسند کی ہے) جو زیوروں میں پالی پوسی جاتی ہے، اور جو
مُبِيْنٍ (۱۸) وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ
بحث مباحثے میں اپنی بات کھل کر بھی نہیں کہہ سکتی؟ (۱۸) اس کے علاوہ انہوں نے فرشتوں کو جو خدائے رحمٰن کے بندے ہیں، مؤنث بنا دیا ہے۔
اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ (۱۹) وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ
کیا یہ لوگ اُن کی تخلیق کے وقت موجود تھے؟ ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جائے گا، اور ان سے باز پُرس ہوگی۔ (۱۹) اور یہ کہتے ہیں کہ: "اگر خدائے رحمٰن
الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ هُمْ اِلَّا
چاہتا تو ہم ان (فرشتوں) کی عبادت نہ کرتے۔" ان کو اس بات کی حقیقت کا ذرا بھی علم نہیں ہے، اور ان کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ اندازوں
يَخْرُصُوْنَ (۲۰) ؕ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ (۲۱) بَلْ
کے تیر چلاتے ہیں۔ (۲۰) بھلا کیا ہم نے انہیں اس سے پہلے کوئی کتاب دی تھی جسے یہ تھامے بیٹھے ہیں(۶)؟ (۲۱) نہیں، بلکہ ان کا
قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ (۲۲) وَ
کہنا یہ ہے کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا ہے، اور ہم اُنہی کے نقشِ قدم کے مطابق ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں۔ (۲۲) اور
كَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ
(اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے جب بھی کسی بستی میں کوئی خبردار کرنے والا (پیغمبر) بھیجا تو وہاں کے دولت مند لوگوں نے یہی کہا کہ: "ہم نے
مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّ اِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (۲۳)
اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا ہے، اور ہم اُنہی کے نقشِ قدم کے پیچھے چل رہے ہیں۔" (۲۳) پیغمبر نے کہا کہ: "تم نے اپنے باپ دادوں کو

کوئی عیب یا عار کی بات نہیں ہے، لیکن عام طور سے عورتوں کی صلاحیتیں مردوں کے مقابلے میں کم ہوتی ہیں، کیونکہ اُن کی زیادہ توجہ زیورات اور زیب و زینت کی طرف رہتی ہے، اور اپنی بات کو خوب واضح کر کے کہنے کی صلاحیت بھی اکثر اُن میں کم ہوتی ہے۔ لہٰذا اگر بالفرض اللہ تعالیٰ کو کوئی اولاد رکھنی منظور ہوتی تو وہ مؤنث ہی کا کیوں انتخاب فرماتا؟

(۶) اللہ تعالیٰ کے بارے میں کوئی عقیدہ یا تو اُس وقت رکھا جا سکتا ہے جب وہ ہر عقل والے انسان کے لئے بالکل بدیہی طور پر واضح ہو، یا پھر خود اللہ تعالیٰ نے کسی آسمانی کتاب کے ذریعے اُس کی وضاحت فرمائی ہو۔ مشرکین کے عقیدوں کی دونوں طرح کوئی بنیاد نہیں ہے۔ ان کا عقیدہ عقل کے بھی خلاف ہے، اور ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی کوئی کتاب بھی ایسی نہیں ہے جس میں

قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ۗ قَالُوْٓا اِنَّا بِمَآ

جس طریقے پر پایا ہے، اگر میں تمہارے پاس اُس سے زیادہ ہدایت کی بات لے کر آیا ہوں تو کیا پھر بھی (تم اپنے طریقے پر چلے جاؤ گے؟)" انہوں

اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

نے جواب دیا کہ: "تم جو پیغام دے کر بھیجے گئے ہو، ہم تو اُس کو ماننے والے نہیں ہیں۔" (۲۴) نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اُن سے انتقام لیا، اب دیکھ لو کہ

الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا

جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا؟ (۲۵) اور وہ وقت یاد کرو جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ: "میں اُن چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم

تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۶﴾ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ﴿۲۷﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ

عبادت کرتے ہو، (۲۶) سوائے اُس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے، چنانچہ وہی میری رہنمائی کرتا ہے۔" (۲۷) اور ابراہیم نے اس (عقیدے) کو

بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ

ایسی بات بنادیا جو اُن کی اولاد میں باقی رہی، تاکہ لوگ (شرک سے) باز آئیں۔ (۲۸) (پھر بھی بہت سے لوگ باز نہ آئے) اس کے باوجود میں نے ان کو

حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۹﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ قَالُوْا

اور ان کے باپ دادوں کو زندگی کے فائدے دیئے، یہاں تک کہ ان کے پاس حق اور صاف صاف ہدایت دینے والا پیغمبر آگیا۔ (۲۹) اور جب وہ حق

هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى

ان کے پاس آیا تو وہ کہنے لگے کہ: "یہ تو جادو ہے، اور ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔" (۳۰) اور کہنے لگے کہ: "یہ قرآن دو بستیوں میں سے کسی بڑے

رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿۳۱﴾ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۗ نَحْنُ

آدمی پر کیوں نازل نہیں کیا گیا (۷)؟" (۳۱) بھلا کیا یہ لوگ ہیں جو تمہارے پروردگار کی رحمت تقسیم کریں گے (۸)؟ دُنیوی زندگی

قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ

میں ان کی روزی کے ذرائع بھی ہم نے ہی ان کے درمیان تقسیم کر رکھے ہیں، اور ہم نے ہی ان میں سے ایک کو دُوسرے پر

دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا

درجات میں فوقیت دی ہے، تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ اور تمہارے پروردگار کی رحمت تو اُس (دولت) سے کہیں بہتر چیز ہے جو یہ

ایسے عقائد بیان کئے گئے ہوں۔

(۷) دو بستیوں سے مراد مکہ مکرّمہ اور طائف کے شہر ہیں۔ چونکہ اس علاقے میں یہی دو بڑے شہر تھے، اس لئے مشرکین نے یہ کہا کہ ان شہروں کے دولت مند سرداروں پر قرآن نازل ہونا چاہئے تھا۔

(۸) یہاں رحمت سے مراد نبوّت ہے، اور مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ جو تجویز پیش کر رہے ہیں کہ قرآن مکہ یا طائف کے کسی بڑے آدمی پر نازل ہونا چاہئے تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے آپ کو اس فیصلے کا حق دار سمجھتے ہیں کہ نبوت کی رحمت کس کو عطا کی جائے، کس کو نہ کی جائے۔

يَجْمَعُوْنَ ﴿٣٢﴾ وَلَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ
جمع کر رہے ہیں۔(۹) ﴿٣٢﴾ اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تمام انسان ایک ہی طریقے کے (یعنی کافر) ہو جائیں گے تو جو لوگ خدائے رحمٰن کے منکر ہیں،
بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ﴿٣٣﴾ وَ
ہم اُن کے لئے اُن کے گھروں کی چھتیں بھی چاندی کی بنا دیتے، اور وہ سیڑھیاں بھی جن پر وہ چڑھتے ہیں، ﴿٣٣﴾ اور
لِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ سُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ؕ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ
اُن کے گھروں کے دروازے بھی، اور وہ تخت بھی جن پر وہ تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں، ﴿٣٤﴾ بلکہ انہیں سونا بنا دیتے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ بھی
لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿٣٥﴾ وَمَنْ ع ٦
نہیں، صرف دُنیوی زندگی کا سامان ہے۔(۱۰) اور آخرت تمہارے پروردگار کے نزدیک پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ ﴿٣٥﴾ اور جو شخص
يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿٣٦﴾ وَاِنَّهُمْ
خدائے رحمٰن کے ذکر سے اندھا بن جائے، ہم اُس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں جو اُس کا ساتھی بن جاتا ہے۔(۱۱) ﴿٣٦﴾ ایسے شیاطین اُن کو
لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿٣٧﴾ حَتّٰٓى اِذَا
راستے سے روکتے رہتے ہیں، اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ٹھیک راستے پر ہیں۔ ﴿٣٧﴾ یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آئے گا تو
جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿٣٨﴾ وَ
(اپنے شیطان ساتھی سے) کہے گا کہ: ''کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق و مغرب کا فاصلہ ہوتا، کیونکہ تو بہت بُرا ساتھی تھا۔'' ﴿٣٨﴾ اور آج

---

(۹) یہاں پھر رحمت سے مراد نبوت ہے، اور مطلب یہ ہے کہ نبوت تو بہت اعلیٰ درجے کی چیز ہے، اُس کی تقسیم کا کام ان لوگوں کے حوالے کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دُنیا کا مال و دولت اور روزی کے ذرائع جو نبوت سے بہت کم درجے کی چیز ہیں، اُن کی تقسیم بھی ہم نے ان لوگوں کے حوالے نہیں کی، کیونکہ یہ اُس کے بھی اہل نہیں تھے، بلکہ خود ایسا نظام بنایا ہے جس کے ذریعے ہر شخص کو اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے دوسرے کا محتاج بنا دیا ہے، اسی باہمی احتیاج کی بنیاد پر لوگوں کی آمدنی میں بھی فرق ہے، اور اسی فرق کی بنیاد پر ایک شخص دوسرے کی حاجتیں پوری کرتا ہے،'' تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں'' کا یہی مطلب ہے۔ اس مسئلے کی مکمل تفصیل کے لئے اس آیت کے تحت تفسیر ''معارف القرآن'' کا مطالعہ فرمایا جائے۔

(۱۰) بتلانا یہ مقصود ہے کہ دُنیا کا مال و دولت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی بے حقیقت چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں سے ناراض ہونے کے باوجود اُن کے آگے سونے چاندی کے ڈھیر لگا سکتا ہے۔ اور اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ مال و دولت کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے کافروں کی دولت کو دیکھ کر کافر ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کافروں کے گھر اور اُن کے گھر کا سارا ساز و سامان سونے چاندی کا بنا دیتا، کیونکہ وہ فنا ہونے والی چیزیں ہیں، اور اصل دولت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت کی ابدی زندگی کی خوش حالی ہے جو پرہیزگاروں ہی کو نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا کسی دولت مند شخص پر نازل کرنے کا مطالبہ سراسر لغو مطالبہ ہے۔

(۱۱) اس سے معلوم ہوا کہ بے فکری کے ساتھ گناہ کئے جانے اور اُس پر شرمندہ نہ ہونے کا ایک عذاب یہ ہوتا ہے کہ ایسے شخص پر شیطان مسلط ہو جاتا ہے جو اُسے نیکی کی طرف آنے نہیں دیتا، اور گناہ کی زندگی پر ہی مگن رکھتا ہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

لَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿٣٩﴾ اَفَاَنْتَ

جب تم ظلم کر چکے ہو تو تمہیں یہ بات ہرگز کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گی کہ تم عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہو۔ (١٢) ﴿٣٩﴾ تو پھر (اے پیغمبر!) کیا

تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِي الْعُمْيَ وَ مَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٤٠﴾ فَاِمَّا

تم بہروں کو سناؤ گے، یا اندھوں کو اور اُن لوگوں کو راستے پر لاؤ گے جو کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں؟ ﴿٤٠﴾ اب تو یہی ہوگا کہ

نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿٤١﴾ لا اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا

اگر ہم تمہیں دُنیا سے اُٹھالیں، تب بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں، ﴿٤١﴾ یا اگر تمہیں بھی وہ (عذاب) دِکھادیں جس کا ہم نے ان سے وعدہ کیا

عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿٤٢﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ج اِنَّكَ عَلٰى

ہے، تب بھی ہمیں ان پر ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ ﴿٤٢﴾ لہٰذا تم پر جو وحی نازل کی گئی ہے، اُسے مضبوطی سے تھامے رکھو۔ یقیناً تم

صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٤٣﴾ وَ اِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ج وَ سَوْفَ

سیدھے راستے پر ہو۔ ﴿٤٣﴾ اور حقیقت یہ ہے کہ یہ وحی تمہارے لئے اور تمہاری قوم کے لئے ایک نیک نامی کا ذریعہ ہے، اور تم سب سے پوچھا

تُسْئَلُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ

جائے گا (کہ تم نے اس کا کیا حق ادا کیا؟) ﴿٤٤﴾ اور تم سے پہلے ہم نے اپنے جو پیغمبر بھیجے ہیں، اُن سے پوچھ لو (١٣) کہ کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا

ع ١٠ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿٤٥﴾ ع وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ

کوئی اور معبود بھی مقرر کئے تھے جن کی عبادت کی جائے؟ ﴿٤٥﴾ اور ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اُس کے سرداروں کے پاس بھیجا

وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٦﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ

تھا، چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ: "میں رَبّ العالمین کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔" ﴿٤٦﴾ پھر جب اُنہوں نے ہماری نشانیاں اُن کے سامنے پیش کیں تو وہ

اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَ مَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ

اُن کا مذاق اُڑانے لگے۔ ﴿٤٧﴾ اور ہم اُنہیں جو نشانی بھی دِکھاتے، وہ پہلی نشانی سے بڑھ چڑھ کر ہوتی تھی، اور ہم نے اُنہیں

اُخْتِهَا ز وَ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَ

عذاب میں بھی پکڑا، تاکہ وہ باز آجائیں۔ (١٤) ﴿٤٨﴾ اور وہ یہ کہنے لگے کہ: "اے جادوگر! تم سے تمہارے پروردگار نے

---

(١٢) دُنیا میں یہ ہوتا ہے کہ اگر ایک ہی قسم کی تکلیف بہت سے آدمیوں کو ایک ساتھ ہو رہی ہو تو اُس سے ہر ایک کے دِل میں تکلیف کا احساس کچھ کم ہو جاتا ہے کہ اس تکلیف میں میں تنہا نہیں ہوں، بلکہ دوسرے بھی میرے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن دوزخ میں ایسا نہیں ہوگا، کیونکہ ہر ایک کی تکلیف اتنی زیادہ ہوگی کہ دوسروں کے اُسی تکلیف میں مبتلا ہونے کے احساس سے بھی اُس میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

(١٣) یعنی اُن پر جو آسمانی کتابیں نازل ہوئی تھیں، اُن میں دیکھ لو کہ اُن کو کیا تعلیم دی گئی تھی۔

(١٤) ان سے مراد وہ بلائیں ہیں جن میں مصر والوں کو یکے بعد دیگرے مبتلا کیا گیا، اور جن کی تفصیل سورۂ اعراف

السِّحْرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ ﴿٤٩﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا

جو عہد کر رکھا ہے، اُس کا واسطہ دے کر اُس سے ہمارے لئے دُعا کرو، ہم یقیناً راہِ راست پر آجائیں گے۔" (۴۹) پھر جب ہم

عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ﴿٥٠﴾ وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ

اُن سے عذاب کو دُور کر دیتے تو پل بھر میں وہ اپنا وعدہ توڑ ڈالتے تھے۔ (۵۰) اور فرعون نے اپنی قوم کے درمیان پکار کر کہا کہ:

يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي ۖ أَفَلَا

"اے میری قوم! کیا مصر کی سلطنت میرے قبضے میں نہیں ہے؟ اور (دیکھو) یہ دریا میرے نیچے بہہ رہے ہیں۔ کیا تمہیں

تُبْصِرُونَ ﴿٥١﴾ أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ ۙ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ﴿٥٢﴾ فَلَوْلَا

دِکھائی نہیں دیتا؟ (۵۱) یا پھر مانو کہ میں اس شخص سے کہیں بہتر ہوں جو بڑا حقیر قسم کا ہے، اور اپنی بات کھل کر کہنا بھی اس کے لئے مشکل ہے۔ (۵۲)

أُلْقِيَ عَلَيْهِ أَسْوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ ﴿٥٣﴾

بھلا (اگر یہ پیغمبر ہے تو) اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے؟ یا پھر اس کے ساتھ فرشتے پرے باندھے ہوئے کیوں نہ آئے؟" (۵۳)

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوهُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٥٤﴾ فَلَمَّا آسَفُونَا

اس طرح اُس نے اپنی قوم کو بے وقوف بنایا، اور اُنہوں نے اس کا کہنا مان لیا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ سب گنہگار لوگ تھے۔ (۱۵) (۵۴) چنانچہ جب انہوں

انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥٥﴾ فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا

نے ہمیں ناراض کر دیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا، اور ان سب کو غرق کر دیا۔ (۵۵) اور ہم نے اُنہیں ایک گئی گذری قوم اور بعد والوں

لِلْآخِرِينَ ﴿٥٦﴾ وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ ع

کے لئے عبرت کا نمونہ بنا دیا۔ (۵۶) اور جب (عیسیٰ) ابن مریم کی مثال دی گئی تو تمہاری قوم کے لوگ یکا یک شور

يَصِدُّونَ ﴿٥٧﴾ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ ۚ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا ۚ

مچانے لگے۔ (۱۶) (۵۷) اور کہنے لگے کہ: "ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ؟" انہوں نے تمہارے سامنے یہ مثال محض کٹ حجتی کے لئے دی ہے، بلکہ یہ لوگ

(۷: ۱۳۳ تا ۱۳۵) میں گذر چکی ہے۔

(۱۵) اس آیت میں فرعون کو بھی گنہگار کہا گیا ہے، اور اُس کی قوم کو بھی۔ فرعون تو اس لئے گنہگار تھا کہ اُس نے اپنی سلطنت کو خدائی کی علامت قرار دے کر خدائی کا دعویٰ کیا، اور اپنی قوم کو بے وقوف بنایا۔ اور اُس کی قوم اس لئے گنہگار تھی کہ اُس نے ایسے گمراہ شخص کو اپنا حکمران تسلیم کیا، اور اُس کی تمام گمراہیوں میں اُس کی پیروی کی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کسی قوم پر کوئی گمراہ شخص مسلط ہو جائے، اور وہ اپنی طاقت کے مطابق اُسے ہٹانے کی کوشش کرنے کے بجائے ہر غلط کام میں اُس کی اطاعت کئے جائے تو وہ بھی مجرم قرار پاتی ہے۔

(۱۶) جب سورۂ انبیاء کی وہ آیت نازل ہوئی جس میں بت پرستوں کو خطاب کر کے فرمایا گیا تھا کہ: "یقین رکھو کہ تم اور جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو، وہ سب جہنم کا ایندھن ہیں۔" (۲۱:۹۸) تو ایک کافر نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ بہت

بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَ جَعَلْنٰهُ مَثَلًا
ہیں ہی جھگڑالو۔ ﴿۵۸﴾ وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) تو بس ہمارے ایک بندے تھے جن پر ہم نے اِنعام کیا تھا، اور
لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ
بنی اسرائیل کے لئے اُن کو ایک نمونہ بنایا تھا۔ ﴿۵۹﴾ اور اگر ہم چاہیں تو تم سے فرشتے پیدا کردیں جو زمین میں ایک دوسرے کے جانشین
يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا
بن کر رہا کریں۔(۱۷) ﴿۶۰﴾ اور یقین رکھو کہ وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کی ایک نشانی ہیں،(۱۸) اس لئے تم اس میں شک نہ کرو، اور میری بات مانو۔

سے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بھی عبادت کرتے ہیں، اس لئے اس آیت کا تقاضا یہ ہے کہ (معاذ اللہ) وہ بھی جہنم کا ایندھن بنیں، حالانکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ پیغمبر تھے۔ اُس کی یہ بات سن کر دُوسرے کافروں نے خوب شور مچایا کہ واقعی اس شخص نے بہت زبردست اعتراض کیا ہے، حالانکہ اعتراض بالکل لغو تھا، کیونکہ اُس آیت میں بت پرستوں سے خطاب تھا، عیسائیوں سے نہیں، اور اس میں بتوں کے علاوہ وہ لوگ شامل تھے جنہوں نے لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم دیا ہو۔ لہٰذا اُس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے داخل ہونے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ یہ آیتیں اس موقع پر نازل ہوئی تھیں۔ اس آیت کے شانِ نزول میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ کافر لوگوں میں سے کسی نے یہ کہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت اپنے آپ کو اسی طرح خدا کا بیٹا قرار دیں گے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا تھا، اس پر بھی دوسرے مشرکین نے اُس کی تعریف میں خوشی سے شور مچایا، اور اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ دونوں روایتوں میں کوئی تضاد نہیں ہے، ہوسکتا ہے کہ دونوں واقعے پیش آئے ہوں، اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کا جامع جواب اس آیت کے ذریعے نازل فرمادیا ہو۔

(۱۷) جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ نہ خود اُنہوں نے اپنی خدائی کا دعویٰ کیا تھا، اور نہ ہم نے اُنہیں اپنا بیٹا قرار دیا تھا، بلکہ اُنہیں اپنی قدرت کی ایک نشانی بنا کر بھیجا تھا کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ عیسائی لوگ اس بنا پر اُنہیں خدا کہنے لگے، حالانکہ بغیر باپ کے پیدا ہونا خدائی کی کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام ماں باپ دونوں کے بغیر پیدا ہوئے تھے، اور اُنہیں کوئی بھی خدا نہیں مانتا۔ درحقیقت اُن کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک مظاہرہ تھا، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو اس سے بھی زیادہ عجیب کام کردیں کہ انسانوں سے فرشتے پیدا کردیں جو اسی طرح ایک دوسرے کے جانشین ہوں جیسے انسان ایک دوسرے کے جانشین ہوتے ہیں۔

(۱۸) یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ کے بغیر پیدا ہونا قیامت میں تمام انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کی بھی ایک دلیل ہے، کیونکہ دوسری زندگی پر کافروں کو یہی تو اعتراض ہے کہ ایسا ہونا بہت عجیب اور خلافِ عادت ہے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا بھی خلافِ عادت اور عجیب تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہ واقعہ ہوا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تمام مُردوں کو دُوسری زندگی ملے گی۔ یہ اس آیت کی ایک تفسیر ہے جو حضرت حکیم الاُمتؒ نے ''بیان القرآن'' میں اختیار فرمائی ہے۔ اور دُوسرے بعض مفسرین نے اس آیت کی یہ تفسیر کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی علامتوں میں سے ہیں، یعنی وہ قیامت کے قریب آسمان سے دوبارہ دُنیا میں تشریف لائیں گے، اور اُن کی تشریف آوری اس بات کی علامت ہوگی کہ قیامت قریب آگئی ہے۔

صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦١﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿٦٢﴾ وَ
یہی سیدھا راستہ ہے۔ (۶۱) اور ایسا ہرگز نہ ہونے پائے کہ شیطان تمہیں اس راستے سے روک دے۔ یقین جانو وہ تمہارا کھلا دُشمن ہے۔ (۶۲) اور
لَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ
جب عیسیٰ کھلی ہوئی نشانیاں لے کر آئے تھے تو اُنہوں نے (لوگوں سے) کہا تھا کہ: "میں تمہارے پاس دانائی کی بات لے کر آیا ہوں، اور اس
الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿٦٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَ
لئے لایا ہوں کہ تمہارے سامنے کچھ وہ چیزیں واضح کردوں جن میں تم اختلاف کرتے ہو۔ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو، اور میری بات مان لو۔ (۶۳) یقیناً
رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿٦٤﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ
اللہ ہی میرا بھی رَبّ ہے، اور تمہارا بھی رَبّ ہے، اس لئے اُس کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔" (۶۴) پھر بھی ان میں سے کئی گروہوں
بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿٦٥﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ
نے اختلاف پیدا کیا، چنانچہ ان ظالموں کے لئے ایک دردناک دن کے عذاب کی وجہ سے بڑی خرابی ہوگی۔ (۶۵) یہ لوگ بس اس بات کا انتظار
اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ
کررہے ہیں کہ قیامت ان کے سامنے اچانک آکھڑی ہو، اور انہیں خبر بھی نہ ہو۔ (۶۶) اُس دن تمام دوست ایک دوسرے کے
بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴿٦٧﴾ يٰعِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَآ ع
دُشمن ہوں گے، سوائے متقی لوگوں کے۔ (۶۷) (جن سے کہا جائے گا کہ:) "اے میرے بندو! آج تم پر نہ کوئی خوف طاری ہوگا،
اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿٦٨﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٦٩﴾ اُدْخُلُوا
اور نہ تم غمگین ہوگے۔ (۶۸) اے میرے وہ بندو جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے، اور فرماں بردار رہے تھے! (۶۹) تم بھی اور
الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ
تمہاری بیویاں بھی، خوشی سے چمکتے چہروں کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاؤ۔" (۷۰) ان کے آگے سونے کے پیالے اور گلاس
ذَهَبٍ وَّاَكْوَابٍ ۚ وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ
گردش میں لائے جائیں گے۔ اور اُس جنت میں ہر وہ چیز ہوگی جس کی دِلوں کو خواہش ہوگی، اور جس سے آنکھوں کو
وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا
لذّت حاصل ہوگی۔ (ان سے کہا جائے گا کہ:) "اس جنت میں تم ہمیشہ رہوگے۔ (۷۱) اور یہ وہ جنت ہے جس کا تمہیں اپنے اعمال کے بدلے
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ كَثِيْرَةٌ مِّنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٧٣﴾ اِنَّ
وارث بنادیا گیا ہے۔ (۷۲) اس میں تمہارے لئے خوب اِفراط کے ساتھ میوے ہیں جن میں سے تم کھاؤگے۔" (۷۳) البتہ
الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ
جو لوگ مجرم تھے، وہ دوزخ کے عذاب میں ہمیشہ رہیں گے۔ (۷۴) وہ عذاب اُن کے لئے ہلکا نہیں پڑنے دیا جائے گا، اور وہ اُس میں مایوس

مُبۡلِسُوۡنَ ﴿۷۵﴾ وَمَا ظَلَمۡنٰهُمۡ وَلٰكِنۡ كَانُوۡا هُمُ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۷۶﴾ وَنَادَوۡا يٰمٰلِكُ

پڑے ہوں گے۔ ﴿۷۵﴾ اور ہم نے اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا، لیکن وہ خود ہی ظالم لوگ تھے۔ ﴿۷۶﴾ اور وہ (دوزخ کے فرشتے سے) پکار کر کہیں گے کہ:

لِيَقۡضِ عَلَيۡنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمۡ مّٰكِثُوۡنَ ﴿۷۷﴾ لَقَدۡ جِئۡنٰكُمۡ بِالۡحَقِّ وَ

''اے مالک! تمہارا پروردگار ہمارا کام ہی تمام کردے۔''(۱۹) وہ کہے گا کہ: ''تمہیں اسی حال میں رہنا ہے۔'' ﴿۷۷﴾ اور حقیقت یہ ہے کہ ہم تمہارے

لٰكِنَّ اَكۡثَرَكُمۡ لِلۡحَقِّ كٰرِهُوۡنَ ﴿۷۸﴾ اَمۡ اَبۡرَمُوۡۤا اَمۡرًا فَاِنَّا

پاس حق بات لے کر آئے تھے، لیکن تم میں سے اکثر لوگ حق بات ہی کو بُرا سمجھتے ہیں۔ ﴿۷۸﴾ ہاں کیا ان لوگوں نے کچھ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے؟ اچھا

مُبۡرِمُوۡنَ ۚ﴿۷۹﴾ اَمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّا لَا نَسۡمَعُ سِرَّهُمۡ وَنَجۡوٰٮهُمۡ ؕ بَلٰى وَ

تو ہم بھی کچھ کرنے کا فیصلہ کرنے والے ہیں۔(۲۰) ﴿۷۹﴾ کیا انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم ان کی خفیہ باتیں اور ان کی سرگوشیاں نہیں سنتے؟ کیسے نہیں

رُسُلُنَا لَدَيۡهِمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴿۸۰﴾ قُلۡ اِنۡ كَانَ لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدٌ ۖ فَاَنَا اَوَّلُ

سنتے؟ نیز ہمارے فرشتے اُن کے پاس ہیں، وہ سب کچھ لکھتے رہتے ہیں۔ ﴿۸۰﴾ (اے پیغمبر!) کہہ دو کہ: ''اگر خدائے رحمٰن کی کوئی اولاد ہوتی تو

الۡعٰبِدِيۡنَ ﴿۸۱﴾ سُبۡحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ رَبِّ الۡعَرۡشِ عَمَّا

سب سے پہلا عبادت کرنے والا میں ہوتا۔''(۲۱) ﴿۸۱﴾ وہ جو آسمانوں اور زمین کا بھی مالک ہے، عرش کا بھی مالک، وہ اُن ساری باتوں سے پاک ہے

يَصِفُوۡنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرۡهُمۡ يَخُوۡضُوۡا وَيَلۡعَبُوۡا حَتّٰى يُلٰقُوۡا يَوۡمَهُمُ الَّذِىۡ

جو یہ بنایا کرتے ہیں۔ ﴿۸۲﴾ لہٰذا (اے پیغمبر!) انہیں اپنے حال پر چھوڑ دو کہ یہ ان باتوں میں ڈوبے رہیں، اور ہنسی کھیل کرتے رہیں، یہاں تک

يُوۡعَدُوۡنَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ الَّذِىۡ فِى السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِى الۡاَرۡضِ اِلٰهٌ ؕ وَهُوَ

کہ وہ اپنے اُس دن سے جا ملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ ﴿۸۳﴾ وہی (اللہ) ہے جو آسمان میں بھی معبود ہے، اور زمین میں بھی معبود۔

---

(۱۹) دوزخ کی نگرانی پر جو فرشتہ مقرر ہے، اُس کا نام ''مالک'' ہے۔ دوزخی لوگ عذاب کی شدت سے تنگ آکر مالک سے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ سے یہ درخواست کرو کہ وہ ہمیں موت ہی دیدے۔ جواب میں ''مالک'' کی طرف سے کہا جائے گا کہ تمہیں اسی دوزخ میں زندہ رہنا ہوگا۔

(۲۰) مکہ مکرّمہ کے کافر آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خفیہ منصوبے بناتے رہتے تھے، مثلاً اُنہوں نے آپ کو گرفتار کرنے یا قتل کرنے کے لئے سازش تیار کی تھی جس کا ذکر سورۂ انفال (۸:۳۰) میں گذرا ہے۔ اسی قسم کی کسی سازش کے موقع پر یہ آیت نازل ہوئی تھی کہ اگر اُنہوں نے آپ کے خلاف کچھ کرنے کا فیصلہ کیا ہے تو ہم نے بھی فیصلہ کرلیا ہے کہ ان کی سازش خود اُنہی کے خلاف پڑے گی۔

(۲۱) اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہونے کا کوئی امکان ہے، بلکہ یہ بات فرضِ محال کے طور پر کہی گئی ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تمہارے عقائد کا جو انکار کر رہا ہوں، وہ کسی ہٹ دھرمی یا عناد کی وجہ سے نہیں کر رہا، بلکہ دلائل کی بنا پر کر رہا ہوں، اور اگر دلیل سے اللہ تعالیٰ کی کسی اولاد کا کوئی ثبوت ہوتا تو میں اس سے کبھی انکار نہ کرتا۔

الْحَكِيمُ الْعَلِيمُ ﴿۸۴﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِي لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ
اور وہی ہے جو حکمت کا بھی مالک ہے، علم کا بھی مالک۔ (۸۴) اور بڑی شان ہے اُس کی جس کے قبضے میں آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان

وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۸۵﴾ وَلَا
تمام چیزوں کی سلطنت ہے، اور اُسی کے پاس قیامت کا علم ہے، اور اُسی کے پاس تم سب کو واپس لے جایا جائے گا۔ (۸۵) اور یہ لوگ اُسے

يَمْلِكُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ
چھوڑ کر جن معبودوں کو پکارتے ہیں، اُنہیں کوئی سفارش کرنے کا اختیار نہیں ہوگا، ہاں البتہ جن لوگوں نے حق بات کی گواہی دی ہو، اور اُنہیں اُس

وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۸۶﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى
کا علم بھی ہو۔(۲۲) (۸۶) اور اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ اُن کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ اس کے باوجود کوئی انہیں کہاں

يُؤْفَكُونَ ﴿۸۷﴾ وَقِيلِهٖ يٰرَبِّ إِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ
سے اوندھا چلا دیتا ہے؟ (۸۷) اور اللہ کو پیغمبر کی اس بات کا بھی علم ہے کہ: "یا ربّ! یہ ایسے لوگ ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔(۲۳)" (۸۸) لہٰذا (اے

عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۸۹﴾
پیغمبر!) تم ان کی پروانہ کرو، اور کہہ دو: "سلام(۲۴)!" کیونکہ عنقریب انہیں خود سب پتہ چل جائے گا۔ (۸۹)

(۲۲) یعنی جن بتوں وغیرہ کو مشرکین نے اس اعتقاد سے خدائی میں اللہ تعالیٰ کا شریک بنا رکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری سفارش کریں گے تو درحقیقت ان کو سفارش کرنے کا کوئی اختیار ہی نہیں ہے۔ البتہ جو لوگ کسی کے بارے میں سچی گواہی دیں، اور پورے علم کے ساتھ دیں کہ وہ واقعی مؤمن تھا تو اُس کی گواہی بیشک قبول کی جائے گی۔ اور اس آیت کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ "جن لوگوں نے حق کی گواہی دی ہو" سے مراد وہ ہیں جنہوں نے ایمان قبول کر کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سچا پیغمبر ہونے کی گواہی دی ہو، ایسے لوگوں کی سفارش اللہ تعالیٰ کی اجازت سے قبول کی جائے گی۔

(۲۳) یہ جملہ یہ واضح کرنے کے لئے لایا گیا ہے کہ ان کافروں پر اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہونے کے کتنے شدید اسباب موجود ہیں۔ ایک طرف تو ان کے جرائم بذاتِ خود بڑے سخت ہیں، اور دوسری طرف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ للعالمین اور شفیع المذنبین ہیں، وہ ان کی سفارش کے بجائے ان کی شکایت کریں تو اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے آپ کو کتنی اذیتیں پہنچائی ہوں گی، ورنہ معمولی بات پر آپ جو سراپا رحمت ہیں، ایسی پُر درد شکایت نہ فرماتے۔

(۲۴) یہاں سلام کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان سے خوبصورتی کے ساتھ قطع تعلق کر لیا جائے، یعنی تمہاری کٹ حجتی کے بعد اب میں تم سے مزید بحث کرنے کے بجائے تم سے شائستگی کے ساتھ علیحدگی اختیار کر لیتا ہوں۔

الحمد للہ! آج بتاریخ ۲ محرّم الحرام ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۱ جنوری ۲۰۰۸ء کراچی میں سورۂ زُخرف کا ترجمہ اور حواشی تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اُسے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

سُوۡرَةُ الدُّخَان

تعارف

مستند رِوایات کے مطابق یہ سورت اُس وقت نازل ہوئی تھی جب اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرّمہ کے کافروں کو متنبہ کرنے کے لئے ایک شدید قحط میں مبتلا فرمایا، اس موقع پر لوگ چمڑے تک کھانے پر مجبور ہوئے، اور ابوسفیان کے ذریعے کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ قحط دُور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کریں، اور ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر قحط دُور ہوگیا تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی، اور اللہ تعالیٰ نے قحط سے نجات عطا فرمادی، لیکن جب قحط دُور ہوگیا تو یہ کافر لوگ اپنے وعدے سے پھر گئے، اور اِیمان نہیں لائے۔ اس واقعے کا تذکرہ اس سورت کی آیت نمبر ۱۰ تا ۱۵ میں آیا ہے، اور اسی سلسلے میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ایک دن آسمان پر دُھواں ہی دُھواں نظر آئے گا (اس کا مطلب اِن شاء اللہ اس آیت کی تفسیر میں آئے گا) دُھویں کو عربی میں ''دُخان'' کہتے ہیں، اور اسی وجہ سے اس سورت کا نام ''سورۂ دُخان'' ہے۔ سورت کے باقی مضامین توحید، رِسالت اور آخرت کے اِثبات پر مشتمل ہیں۔

آیاتھا ۵۹ ۔ ۴۴ سُوْرَةُ الدُّخَانِ مَكِّيَّةٌ ۶۴ ۔ رکوعاتھا ۳

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں اُنسٹھ آیتیں اور تین رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

حٰمٓ (۱) وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (۲) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا
حٰمٓ (۱) قسم ہے اس کتاب کی جو حق کو واضح کرنے والی ہے (۲) کہ ہم نے اسے ایک مبارک رات میں اُتارا ہے،[۱] (کیونکہ) ہم لوگوں کو خبردار
مُنْذِرِيْنَ (۳) فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ (۴) اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا
کرنے والے تھے، (۳) ـــ اسی رات میں ہر حکیمانہ معاملہ ہمارے حکم سے طے کیا جاتا ہے[۲] ـــ (نیز) ہم ایک پیغمبر بھیجنے والے تھے، (۴، ۵)
كُنَّا مُرْسِلِيْنَ (۵) رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۶)
تاکہ تمہارے ربّ کی طرف سے رحمت کا معاملہ ہو ـــ یقیناً وہی ہے جو ہر بات سننے والا، ہر چیز جاننے والا ہے ـــ (۶) جو سارے
رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ (۷) لَآ اِلٰهَ
آسمانوں اور زمین کا اور ان کے درمیان ہر چیز کا ربّ ہے، اگر تم واقعی یقین کرنے والے ہو۔ (۷) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ زندگی
اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ (۸) بَلْ هُمْ
بھی دیتا ہے، اور موت بھی۔ وہ تمہارا بھی ربّ ہے، اور تمہارے پہلے گذرے ہوئے باپ دادوں کا بھی ربّ۔ (۸) (پھر بھی کافر ایمان نہیں لاتے)
فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ (۹) فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (۱۰)
بلکہ وہ شک میں پڑے ہوئے کھیل کر رہے ہیں۔ (۹) لہٰذا اُس دن کا انتظار کرو جب آسمان ایک واضح دُھواں لے کر نمودار ہوگا (۱۰) جو لوگوں پر چھا
يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ (۱۱) رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ
جائے گا۔[۳] یہ ایک دردناک سزا ہے۔ (۱۱) (اُس وقت یہ لوگ کہیں گے کہ:) "اے ہمارے پروردگار! ہم سے یہ عذاب دُور کردیجئے، ہم ضرور

---

(۱) اس سے مراد شبِ قدر ہے، کیونکہ اسی رات میں قرآنِ کریم لوحِ محفوظ سے آسمانِ دُنیا پر نازل کیا گیا، اور پھر وہاں سے تھوڑا تھوڑا کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہا۔

(۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سال میں جو اہم واقعات ہونے والے ہوتے ہیں، مثلاً یہ کہ فلاں شخص پیدا ہوگا، اُسے اتنا رزق دیا جائے گا، فلاں کا انتقال ہوگا، یہ ساری باتیں عملی تنفیذ کے لئے متعلقہ فرشتوں کے حوالے کردی جاتی ہیں۔

(۳) اس آیت کی تفسیر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے یہ مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کو متنبہ کرنے کے لئے اُنہیں ایک سخت قحط میں مبتلا فرمادیا تھا، اُس وقت لوگ بھوک کی شدت کے عالم میں جب آسمان کی طرف دیکھتے تو اُنہیں آسمان پر دُھواں ہی دُھواں چھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس آیت میں اس قحط سالی کی پیشین گوئی کی گئی ہے، اور فرمایا گیا ہے کہ کافروں کو سزا کے طور پر ایسے قحط میں مبتلا کیا جائے گا کہ اُنہیں بھوک کی وجہ سے آسمان پر دُھواں ہی دُھواں نظر آئے گا، اور اُس وقت یہ لوگ وعدہ کریں

إِنَّا مُؤْمِنُونَ (۱۲) أَنَّىٰ لَهُمُ الذِّكْرَىٰ وَقَدْ جَاءَهُمْ رَسُولٌ مُّبِينٌ (۱۳)

"ایمان لے آئیں گے۔" (۱۲) ان کو نصیحت کہاں ہوتی ہے؟ حالانکہ ان کے پاس ایسا پیغمبر آیا ہے جس نے حقیقت کو کھول کر رکھ دیا ہے۔ (۱۳)

ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوا مُعَلَّمٌ مَّجْنُونٌ (۱۴) إِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ

پھر بھی یہ لوگ اُس سے منہ موڑے رہے، اور کہنے لگے کہ: "یہ سکھایا پڑھایا ہوا ہے، دیوانہ ہے۔" (۱۴) (اچھا) ہم عذاب کو کچھ عرصے تک ہٹا

قَلِيلًا إِنَّكُمْ عَائِدُونَ (۱۵) يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرَىٰ ۚ إِنَّا

دیتے ہیں۔ یقین ہے کہ تم پھر اُسی حالت پر لوٹ آؤ گے۔ (۱۵) جس دن ہماری طرف سے سب سے بڑی پکڑ ہوگی، اُس دن ہم پورا

مُنْتَقِمُونَ (۱۶) وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَاءَهُمْ رَسُولٌ

انتقام لے لیں گے۔(۴) (۱۶) اور ان سے پہلے ہم نے فرعون کی قوم کو آزمایا تھا، اور ان کے پاس ایک معزز پیغمبر

كَرِيمٌ (۱۷) أَنْ أَدُّوا إِلَيَّ عِبَادَ اللَّهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ (۱۸) وَأَنْ

آئے تھے (۱۷) (اور اُنہوں نے کہا تھا) کہ: "اللہ کے بندوں کو میرے حوالے کردو،(۵) میں تمہاری طرف ایک امانت دار پیغمبر بن کر آیا ہوں" (۱۸)

لَّا تَعْلُوا عَلَى اللَّهِ ۖ إِنِّي آتِيكُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ (۱۹) وَإِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي

اور یہ کہ: "اللہ کے آگے سرکشی مت کرو، میں تمہارے پاس ایک کھلی ہوئی دلیل پیش کرتا ہوں، (۱۹) اور میں اس بات سے اپنے پروردگار اور

وَرَبِّكُمْ أَن تَرْجُمُونِ (۲۰) وَإِن لَّمْ تُؤْمِنُوا لِي فَاعْتَزِلُونِ (۲۱) فَدَعَا

تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں کہ تم مجھے سنگسار کرو۔(۶) (۲۰) اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو مجھ سے الگ ہوجاؤ۔(۷)" (۲۱) پھر اُنہوں نے اپنے

رَبَّهُ أَنَّ هَٰؤُلَاءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُونَ (۲۲) فَأَسْرِ بِعِبَادِي لَيْلًا إِنَّكُم

پروردگار کو پکارا کہ یہ مجرم لوگ ہیں۔ (۲۲) (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:) "اچھا تم میرے بندوں کو لے کر راتوں رات روانہ ہوجاؤ۔

مُّتَّبَعُونَ (۲۳) وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۖ إِنَّهُمْ جُندٌ مُّغْرَقُونَ (۲۴) كَمْ تَرَكُوا

تمہارا پیچھا ضرور کیا جائے گا، (۲۳) اور تم سمندر کو ٹھہرا ہوا چھوڑ دینا،(۸) یقیناً یہ لشکر ڈبویا جائے گا۔" (۲۴) کتنے باغات

گے کہ اگر یہ قحط ہم سے دُور ہوگیا تو ہم ایمان لے آئیں گے، لیکن جب قحط دُور ہوگا تو اپنے وعدے سے پھر کر دوبارہ شرک کی طرف لوٹ جائیں گے۔

(۴) یعنی اس وقت تو یہ عذاب ان سے دُور کردیا جائے گا، لیکن جب قیامت میں ان کی پکڑ ہوگی، اُس وقت انہیں پورے عذاب کا سامنا کرنا ہوگا۔

(۵) اس سے مراد بنو اسرائیل ہیں جن کو فرعون نے غلام بنایا ہوا تھا۔ دیکھئے سورۂ طٰہٰ (۲۰:۴۷)۔

(۶) فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی دعوت کے جواب میں قتل کی دھمکیاں دی تھیں۔ یہ اُن کا جواب ہے۔

(۷) یعنی اگر میری دعوت پر ایمان نہ لاؤ تو کم سے کم مجھے چھوڑ دو کہ میں حق کا پیغام اُن لوگوں کو پیش کروں جو ماننے کی صلاحیت رکھتے ہیں، اور مجھے تکلیف پہنچانے اور میرے راستے میں رُکاوٹیں ڈالنے سے باز رہو۔

مِنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝٢٥ وَّ زُرُوْعٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝٢٦ وَّ نَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا

اور چشمے تھے جو یہ لوگ چھوڑ گئے، (۲۵) اور کتنے کھیت اور شاندار مکانات، (۲۶) اور عیش کے کتنے سامان جن میں وہ

فٰكِهِيْنَ ۝٢٧ كَذٰلِكَ ۫ وَ اَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝٢٨ فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ

مزے کر رہے تھے! (۲۷) اُن کا انجام اسی طرح ہوا، اور ہم نے ان سب چیزوں کا وارث ایک دوسری قوم کو بنادیا۔ (۲۸) پھر نہ اُن پر

السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ۝٢٩ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ع

آسمان رویا نہ زمین، اور نہ اُن کو کچھ مہلت دی گئی۔ (۲۹) اور بنی اسرائیل کو ہم نے ذلت کے عذاب سے

مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ۝٣٠ مِنْ فِرْعَوْنَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ

نجات دے دی، (۳۰) یعنی فرعون سے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ بڑا سرکش، حد سے گذرے ہوئے لوگوں

الْمُسْرِفِيْنَ ۝٣١ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝٣٢ وَاٰتَيْنٰهُمْ

میں سے تھا۔ (۳۱) اور ہم نے اُن کو اپنے علم کے مطابق دُنیا جہان والوں پر فوقیت دی، (۳۲) اور ان کو ایسی نشانیاں دیں

مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰٓؤٌا مُّبِيْنٌ ۝٣٣ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۝٣٤ اِنْ هِيَ

جن میں کھلا ہوا اِنعام تھا۔(۹) (۳۳) یہ لوگ صاف کہتے ہیں (۳۴) کہ: ''اور کچھ نہیں ہے، بس ہماری وہی پہلی

اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝٣٥ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ

موت ہوگی، اور ہمیں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ (۳۵) اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو

صٰدِقِيْنَ ۝٣٦ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ اَهْلَكْنٰهُمْ

اُٹھا لاؤ۔'' (۳۶) بھلا یہ لوگ بہتر ہیں یا تبّع کی قوم(۱۰) اور وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے؟ ہم نے اُن سب کو ہلاک کردیا، (کیونکہ)

---

(۸) مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے راستے میں سمندر آجائے گا تو تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سمندر کو ٹھہرا کر راستہ بنادیں گے۔ جب تم اُس سے پار ہوجاؤ تو اس بات کی فکر نہ کرنا کہ سمندر میں جو راستہ بنا ہوا ہے، وہ فرعون کے لشکر کے بھی کام آئے گا، اور وہ سمندر پار کرکے ہمارا تعاقب جاری رکھیں گے، بلکہ سمندر کو ویسا ہی ٹھہرا ہوا چھوڑ دینا۔ اللہ تعالیٰ خود ان کو ڈبونے کے لئے سمندر کو پھر پہلی حالت میں واپس کردیں گے۔ اس واقعے کی تفصیل سورۂ یونس (۱۰: ۹۰ تا ۹۲) اور سورۂ شعراء (۲۶: ۵۲ تا ۶۷) میں گذر چکی ہے۔

(۹) اس سے مراد وہ اِنعامات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بنو اِسرائیل پر فرمائے، مثلاً من وسلویٰ نازل کرنا، پتھر سے چشمے نکال دینا وغیرہ، جن کا ذکر سورۂ بقرہ (۲: ۴۷ تا ۵۸) میں فرمایا ہے۔

(۱۰) تبّع دراصل یمن کے بادشاہوں کا لقب تھا، قرآنِ کریم نے یہ متعین نہیں فرمایا کہ یہاں کونسا تبّع مراد ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہاں مراد وہ تبّع ہے جس کا نام اسعد ابوکریب تھا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے سات سو سال پہلے گذرا ہے، یہ خود دینِ موسوی پر، جو اُس وقت دینِ برحق تھا، ایمان لے آیا تھا، لیکن اُس کی قوم نے بعد میں

اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿٣٧﴾ وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا

وہ یقینی طور پر مجرم لوگ تھے۔ (٣٧) اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان کی چیزیں بے فائدہ کھیل کرنے کے لئے

لٰعِبِیْنَ ﴿٣٨﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّ یَوْمَ

پیدا نہیں کردی ہیں۔ (٣٨) ہم نے اُنہیں برحق مقصد ہی کے لئے پیدا کیا ہے[11]، لیکن ان میں سے اکثر لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔ (٣٩) حقیقت یہ ہے کہ

الْفَصْلِ مِیْقَاتُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿٤٠﴾ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَیْـًٔا وَّ لَا هُمْ

فیصلے کا دن ان سب کی مقررہ میعاد ہے، (٤٠) جس دن کوئی حمایتی کسی حمایتی کے ذرا بھی کام نہیں آئے گا، اور اُن میں سے کسی کی

ع ٢ یُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿٤٢﴾ اِنَّ

کوئی مدد نہیں کی جائے گی، (٤١) سوائے اُس کے جس پر اللہ رحم فرمائے۔ یقیناً وہ مکمل اِقتدار کا مالک بھی ہے، بہت مہربان بھی۔ (٤٢) یقین جانو

شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿٤٣﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿٤٤﴾ كَالْمُهْلِ ۚ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿٤٥﴾

کہ زقوم کا درخت (٤٣) گنہگار کا کھانا ہوگا، (٤٤) تیل کی تلچھٹ جیسا۔ وہ لوگوں کے پیٹ میں اس طرح جوش مارے گا (٤٥)

كَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ﴿٤٦﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ صُبُّوْا

جیسے کھولتا ہوا پانی۔ (٤٦) (فرشتوں سے کہا جائے گا:) ''اس کو پکڑو، اور گھسیٹ کر دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ، (٤٧) پھر اس کے

فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ﴿٤٨﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ

سر کے اُوپر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب اُنڈیل دو۔'' (٤٨) (کہا جائے گا کہ:) ''لے چکھ۔ تو ہی ہے وہ بڑا صاحبِ اِقتدار،

الْكَرِیْمُ ﴿٤٩﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿٥٠﴾ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ

بڑا عزت والا![12] (٤٩) یہ وہی چیز ہے جس کے بارے میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔'' (٥٠) (دوسری طرف) پرہیزگار لوگ یقیناً امن و امان

اَمِیْنٍ ﴿٥١﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ ﴿٥٢﴾ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ

والی جگہ میں ہوں گے، (٥١) باغات میں اور چشموں میں! (٥٢) وہ آمنے سامنے بیٹھے ہوئے سندس اور اِستبرق کا لباس

مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿٥٣﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَ زَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿٥٤﴾ یَدْعُوْنَ فِیْهَا

پہنے ہوں گے۔[13] (٥٣) اُن کے ساتھ یہی معاملہ ہوگا، اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں کا اُن سے بیاہ کردیں گے۔ (٥٤) وہ وہاں بڑے

بت پرستی اختیار کرلی جس کے نتیجے میں اُن پر عذاب آیا۔

(١١) اگر آخرت کا انکار کردیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا دن آنے والا نہیں ہے جس میں نیک لوگوں کو اِنعام اور ظالموں کو سزا دی جائے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ کائنات (معاذ اللہ) یونہی بے فائدہ کھیل کے طور پر پیدا کردی ہے۔

(١٢) یعنی دُنیا میں تو اپنے آپ کو بڑا صاحبِ اِقتدار اور بڑا باعزت سمجھتا تھا، اور اس پر تجھے گھمنڈ تھا، آج اپنی یہ حالت دیکھ لے کہ تکبر، گھمنڈ اور حق کے انکار کا انجام کیا ہوتا ہے؟

(١٣) یہ دونوں ریشمی کپڑوں کی دو قسمیں ہیں۔ ''سندس'' باریک اور ''اِستبرق'' دبیز ہوتا ہے، لیکن جنت کے سندس اور اِستبرق

بِكُلِّ فَا كِهَةٍ اٰمِنِيْنَ (۵۵) لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ

اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگواتے ہوں گے۔ (۵۵) جو موت اُن کو پہلے آچکی تھی، اُس کے علاوہ وہاں وہ کسی اور موت کا مزہ نہیں چکھیں گے،

الْاُوْلٰى ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ (۵۶) فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ

اور اللہ اُنہیں دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھے گا، (۵۶) یہ سب تمہارے پروردگار کی طرف سے فضل ہوگا۔ (انسان کے لئے) زبردست کامیابی

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (۵۷) فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (۵۸)

یہی ہے۔ (۵۷) غرض (اے پیغمبر!) ہم نے اس (قرآن) کو تمہاری زبان میں آسان بنادیا ہے، تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ (۵۸)

فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ (۵۹)

اب تم بھی انتظار کرو، یہ لوگ بھی انتظار کررہے ہیں۔ (۱۴) (۵۹)

کی صحیح کیفیت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

(۱۴) یہ لوگ تو جھٹلانے کے انداز میں قیامت کا انتظار کررہے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تصدیق کے ساتھ اُس کے انتظار کا حکم دیا گیا ہے کہ اُس وقت ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی، اور ان کافروں کو سخت سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔

الحمدللہ! سورۂ دُخان کا ترجمہ اور اُس کے تشریحی حواشی آج بروز عاشوراء ۱۰ر محرم الحرام ۱۴۲۹ھ
مطابق ۲۰ر جنوری ۲۰۰۸ء کو کراچی میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ
قبول عطا فرما کر اُسے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کو بھی اپنی رضا کے مطابق بعافیت تکمیل
تک پہنچائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

سُوۡرَۃُ الۡجَاثِیَۃِ

تعارف

اس سورت میں بنیادی طور پر تین باتوں پر زور دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ اس کائنات میں ہر طرف اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کی اتنی نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں کہ ایک انسان اگر معقولیت کے ساتھ اُن پر غور کرے تو اس نتیجے پر پہنچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس کائنات کے خالق کو اپنی خدائی کے انتظام میں کسی شریک کی کوئی ضرورت نہیں ہے، لہٰذا اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا کر اُس کی عبادت کرنا سراسر بے بنیاد بات ہے۔ دوسرے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا ہے کہ آپ کو شریعت کے کچھ ایسے اَحکام دیئے گئے ہیں جو پچھلی اُمتوں کو دیئے ہوئے اَحکام سے کسی قدر مختلف ہیں۔ چونکہ یہ سارے اَحکام اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں، اس لئے اس پر کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ تیسرے اس سورت میں قیامت کے ہولناک مناظر کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ اسی سلسلے میں آیت نمبر ۲۸ میں فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن لوگ اتنے خوف زدہ ہوں گے کہ ڈر کے مارے گھٹنوں کے بل بیٹھ جائیں گے۔ ''جاثیہ'' عربی زبان میں اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو گھٹنے کے بل بیٹھے ہوں۔ اسی لفظ کو سورت کا نام بنا دیا گیا ہے۔

آیاتها ۳۷ ۴۵ سُوْرَةُ الْجَاثِيَةِ مَكِّيَّةٌ ۶۵ رکوعاتها ۴

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں سینتیس آیتیں اور چار رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

حٰمٓ ۝١ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝٢ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ
حٰمٓ (۱) یہ کتاب اللہ کی طرف سے اُتاری جارہی ہے جو بڑا صاحبِ اقتدار، بڑا صاحبِ حکمت ہے۔ (۲) حقیقت یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین
وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٣ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَآبَّةٍ اٰيٰتٌ
میں ماننے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔ (۳) اور خود تمہاری پیدائش میں، اور اُن جانوروں میں جو اُس نے (زمین میں) پھیلا رکھے
لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝٤ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ
ہیں، اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو یقین کریں۔ (۴) نیز رات اور دِن کے آنے جانے میں، اور اللہ نے آسمان سے رزق کا جو ذریعہ
مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ
اُتارا، پھر اُس سے زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد نئی زندگی دی، اُس میں اور ہواؤں کی گردش میں اُن لوگوں کے لئے
لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝٥ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ
بڑی نشانیاں ہیں جو عقل سے کام لیں۔ (۵) یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تمہیں ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ اب اللہ اور اُس کی
حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝٦ وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۝٧ يَّسْمَعُ
آیتوں کے بعد کونسی بات ہے جس پر یہ لوگ ایمان لائیں گے؟ (۶) بُرا ہو ہر اُس جھوٹے گنہگار کا (۷) جو اللہ کی
اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا ۚ فَبَشِّرْهُ
آیتیں سنتا ہے جبکہ وہ اُسے پڑھ کر سنائی جارہی ہوتی ہیں، پھر بھی وہ تکبر کے عالم میں اس طرح (کفر پر) اَڑا رہتا ہے جیسے اُس نے وہ آیتیں سنی
بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝٨ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰيٰتِنَا شَيْئَا ۨاتَّخَذَهَا هُزُوًا ۭ
ہی نہیں۔ لہٰذا ایسے شخص کو دردناک عذاب کی ''خوشخبری'' سنا دو۔ (۸) اور جب ہماری آیتوں میں سے کوئی آیت ایسے شخص کے علم میں آتی ہے تو
اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝٩ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ جَهَنَّمُ ۚ وَلَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ مَّا
وہ اُس کا مذاق بناتا ہے۔ ایسے لوگوں کو وہ عذاب ہوگا جو ذلیل کر کے رکھ دے گا۔ (۹) اُن کے آگے جہنم ہے، اور جو کچھ اُنہوں نے کمایا ہے، نہ وہ
كَسَبُوْا شَيْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ
اُن کے کچھ کام آئے گا، اور نہ وہ کام آئیں گے جن کو اُنہوں نے اللہ کے بجائے اپنا رکھوالا بنا رکھا ہے۔ اور اُن کے حصے میں ایک زبردست
عَظِيْمٌ ۝١٠ هٰذَا هُدًى ۚ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ
عذاب آئے گا۔ (۱۰) یہ (قرآن) سراپا ہدایت ہے، اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں کا انکار کیا ہے، اُن کے لئے بلا کا

ع رِّجْزٍ اَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ

دردناک عذاب ہے۔ (۱۱) اللہ وہ ہے جس نے سمندر کو تمہارے کام میں لگا دیا ہے، تاکہ اُس کے حکم سے اُس میں کشتیاں چلیں، اور تاکہ تم اُس کا

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ

فضل تلاش کرو،(۱) اور تاکہ تم شکر ادا کرو۔ (۱۲) اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اُس سب کو اُس نے اپنی طرف سے

وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔ یقیناً اس میں اُن لوگوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں جو غور و فکر سے کام لیں۔ (۱۳)

قُلْ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَغْفِرُوْا لِلَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ اَيَّامَ اللّٰهِ لِيَجْزِيَ قَوْمًۢا

(اے پیغمبر!) جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اُن سے کہو کہ جو لوگ اللہ کے دنوں کا اندیشہ نہیں رکھتے(۲) اُن سے درگزر کریں،(۳) تاکہ اللہ لوگوں کو اُن

بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۡ

کاموں کا بدلہ دے جو وہ کیا کرتے تھے۔(۴) (۱۴) جو شخص بھی نیک کام کرتا ہے، وہ اپنے ہی فائدے کے لئے کرتا ہے، اور جو بُرا کام کرتا ہے، وہ اپنا

ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَ

ہی نقصان کرتا ہے، پھر تم سب کو اپنے پروردگار ہی کے پاس واپس لایا جائے گا۔ (۱۵) اور ہم نے بنو اسرائیل کو کتاب، اور حکومت اور

الْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَ

نبوّت عطا کی تھی، اور اُنہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا تھا، اور اُنہیں دُنیا جہان کے لوگوں پر فوقیت بخشی تھی، (۱۶) اور

اٰتَيْنٰهُمْ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَهُمُ

اُنہیں کھلے کھلے احکام دیئے تھے۔ اس کے بعد اُن میں جو اختلاف پیدا ہوا، وہ اُن کے پاس علم آجانے کے بعد ہی ہوا، صرف اس لئے

---

(۱) جیسا کہ پہلے کئی بار عرض کیا گیا، اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنا قرآنِ کریم کی اصطلاح میں روزی تلاش کرنے کو کہا جاتا ہے۔ یہاں سمندری تجارت مراد ہے۔

(۲) ’’اللہ کے دنوں‘‘ سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ لوگوں کو اُن کے اعمال کی سزا یا جزا دے، چاہے دُنیا میں یا آخرت میں، اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اس بات سے بے فکر ہیں، بلکہ اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ کوئی ایسے دن آنے والے ہیں۔

(۳) درگزر کرنے کا مطلب یہاں یہ ہے کہ اُن کی طرف سے جو تکلیفیں پہنچائی جائیں، اُن کا بدلہ نہ لیں۔ یہ حکم مکی زندگی میں دیا گیا تھا جہاں مسلمانوں کو مسلسل صبر کی تلقین کی جارہی تھی، اور ہاتھ اُٹھانے سے منع کیا گیا تھا۔

(۴) اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ مسلمانوں سے کہا جارہا ہے کہ کافر لوگ اُن پر جو ستم ڈھا رہے ہیں، تم اُن کا فی الحال بدلہ نہ لو، کیونکہ اللہ تعالیٰ خود ہی اُن کا بدلہ لے لے گا، چاہے وہ اسی دُنیا میں ہو، یا آخرت میں۔ اور ساتھ ہی یہ مطلب بھی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل میں صبر سے کام لیں گے، اور بدلہ نہیں لیں گے، اللہ تعالیٰ اُن کی اس نیکی کا بدلہ آخرت کی نعمتوں کی صورت میں ضرور عطا فرمائے گا۔

الْعِلْمُ ۙ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا

کہ اُن کو ایک دوسرے سے ضد ہوگئی تھی۔(۵) یقیناً تمہارا پروردگار اُن کے درمیان قیامت کے دن اُن باتوں کا فیصلہ کردے گا جن

فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَلَا

میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ (۱۷) پھر (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں دین کی ایک خاص شریعت پر رکھا ہے، لہٰذا تم اُسی کی پیروی کرو،

تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ

اور اُن لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلنا جو حقیقت کا علم نہیں رکھتے۔ (۱۸) وہ اللہ کے مقابلے میں تمہارے ذرا بھی کام نہیں آسکتے۔

شَيْئًا ۚ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا

اور حقیقت یہ ہے کہ ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور اللہ متقی لوگوں کا دوست ہے۔ (۱۹) یہ (قرآن) تمام لوگوں کے لئے بصیرتوں کا

بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ

مجموعہ ہے، اور جو لوگ یقین کریں، اُن کے لئے منزل تک پہنچانے کا ذریعہ اور سراپا رحمت ہے۔ (۲۰) جن لوگوں نے بُرے بُرے کاموں کا

اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ

ارتکاب کیا ہے، کیا وہ یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ اُنہیں ہم اُن لوگوں کے برابر کردیں گے جو ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، جس

سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَخَلَقَ اللّٰهُ

کے نتیجے میں اُن کا جینا اور مرنا ایک ہی جیسا ہوجائے؟(۶) کتنی بُری بات ہے جو یہ طے کئے ہوئے ہیں! (۲۱) اللہ نے سارے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا

آسمانوں اور زمین کو برحق مقصد کے لئے پیدا کیا ہے، اور اس لئے کیا ہے کہ ہر شخص کو اُس کے کئے ہوئے کاموں کا بدلہ دیا جائے، اور دیتے وقت

يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾ اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ

اُن پر کوئی ظلم نہ کیا جائے۔(۷) (۲۲) پھر کیا تم نے اُسے بھی دیکھا جس نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنالیا ہے، اور علم کے باوجود اللہ نے اُسے

---

(۵) یعنی بنو اسرائیل کو تورات کا علم دیا گیا تھا، اُس کے باوجود اُنہوں نے ایک دوسرے سے حسد اور ضد کی وجہ سے آپس میں پھوٹ ڈال لی، اور اختلافات میں پڑ گئے۔

(۶) یہ آخرت کی زندگی کی ضرورت بتائی جارہی ہے کہ اگر آخرت کی جزا و سزا نہ ہوتو اچھے بُرے سب لوگ برابر ہوجائیں، اور جن نیک لوگوں نے دُنیا میں شریعت کے اَحکام پر عمل کرکے محنت اُٹھائی، یا مخالفین کی طرف سے تکلیفیں برداشت کیں، اُن کو مرنے کے بعد بھی اس قربانی کا کوئی اِنعام نہ ملے، اور اُن کا مرنا جینا بالکل برابر ہوجائے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ ناانصافی نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے یہ کائنات اسی برحق مقصد کے لئے پیدا کی ہے کہ ہر ایک کو اُس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے۔

(۷) یہ ترجمہ "وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ" کے جملے کو "تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ" سے حال قرار دینے پر مبنی ہے۔

وَّ خَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَ قَلْبِهٖ وَ جَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ
گمراہی میں ڈال دیا، اور اُس کے کان اور دِل پر مہر لگادی، اور اُس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا؟ اب اللہ کے بعد کون ہے جو اُسے

بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَ قَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ
راستے پر لائے؟ کیا پھر بھی تم لوگ سبق نہیں لیتے؟ ﴿۲۳﴾ اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ: ''جو کچھ زندگی ہے، بس یہی ہماری دُنیوی زندگی ہے،

وَ نَحْيَا وَ مَا يُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا
(اسی میں) ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں کوئی اور نہیں، زمانہ ہی ہلاک کردیتا ہے۔'' حالانکہ اس بات کا اُنہیں کچھ بھی علم نہیں ہے، بس وہ محض

يَظُنُّوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا
اندازے لگاتے ہیں۔ ﴿۲۴﴾ اور جب ہماری آیتیں پوری وضاحت کے ساتھ ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو یہ کہنے کے سوا اُن کی کوئی

ائْتُوْا بِاٰبَآئِنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ
دلیل نہیں ہوتی کہ: ''اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کرکے) لے آؤ۔'' ﴿۲۵﴾ کہہ دو کہ اللہ ہی تمہیں زندگی دیتا ہے،

يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا
پھر وہ تمہیں موت دے گا، پھر تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا(۸) جس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے، لیکن اکثر لوگ

يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ ع وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ
سمجھتے نہیں ہیں۔ ﴿۲۶﴾ اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے، اور جس دن قیامت آکھڑی ہوگی، اُس دن جو لوگ

يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَ تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى
باطل پر ہیں، وہ سخت نقصان اُٹھائیں گے۔ ﴿۲۷﴾ اور تم ہر گروہ کو دیکھو گے کہ وہ گھٹنوں کے بل گرا ہوا ہے۔(۹) ہر گروہ کو اُس کے

اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ
اعمال نامے کی طرف بلایا جائے گا، (اور کہا جائے گا کہ:) ''آج تمہیں اُن اعمال کا بدلہ دیا جائے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ ﴿۲۸﴾ یہ ہمارا (لکھوایا

---

(۸) یعنی آخرت کے عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سارے انسانوں کو جمع کرے گا، یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ اسی دُنیا میں مردوں کو زندہ کرے گا، لہٰذا آخرت کے عقیدے کے مقابلے میں تمہارا یہ مطالبہ کہ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کرکے لاؤ، سراسر لغو مطالبہ ہے۔ رہی یہ بات کہ مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا بہت مشکل بات ہے تو جس اللہ نے تمہیں عدم سے وجود عطا کرکے پیدا کیا ہے، اُس کے لئے کیا مشکل ہے کہ وہ ایک مرتبہ تمہاری رُوح قبض کرکے دوبارہ پیدا کردے، جبکہ اس ساری کائنات کی بادشاہی اُسی کے قبضے میں ہے؟

(۹) قیامت کے مختلف مراحل میں ایک مرحلہ ایسا بھی آئے گا کہ وہاں کے ہولناک مناظر دیکھ کر لوگ بے ساختہ گھٹنوں کے بل گر جائیں گے یا بیٹھ جائیں گے۔

عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ
ہوا) دفتر ہے جو تمہارے بارے میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے۔ تم جو کچھ کرتے تھے، ہم اُس سب کو لکھوالیا کرتے تھے۔" ﴿۲۹﴾ چنانچہ جو لوگ ایمان
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ
لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اُن کو تو اُن کا پروردگار اپنی رحمت میں داخل کرے گا ـــــ یہی کھلی ہوئی
الْمُبِيْنُ ﴿۳۰﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۣ اَفَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ
کامیابی ہے ـــــ ﴿۳۰﴾ رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر اپنالیا تھا، (اُن سے کہا جائے گا کہ:) "بھلا کیا تمہارے سامنے میری آیتیں نہیں پڑھی جاتی
فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ
تھیں؟ پھر بھی تم نے تکبر سے کام لیا، اور مجرم بنے رہے، ﴿۳۱﴾ اور جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے، اور قیامت وہ حقیقت ہے جس میں کوئی
وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ ۙ اِنْ نَّظُنُّ
بھی شک نہیں ہے، تو تم یہ کہتے تھے کہ: "ہم نہیں جانتے کہ قیامت کیا ہوتی ہے؟ اُس کے بارے میں ہم جو کچھ خیال کرتے ہیں، بس ایک گمان سا
اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ
ہوتا ہے، اور ہمیں یقین بالکل نہیں ہے۔" ﴿۳۲﴾ اور (اس موقع پر) اُنہوں نے جو اعمال کئے تھے، اُن کی برائیاں کھل کر اُن کے سامنے آجائیں گی، اور
بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ
جس چیز کا وہ مذاق اُڑاتے تھے، وہی اُن کو آگھیرے گی؛[۱۰] ﴿۳۳﴾ اور اُن سے کہا جائے گا کہ: "آج ہم تمہیں اُسی طرح بھلادیں گے جیسے تم نے یہ بات
لِقَاۗءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ
بھلا ڈالی تھی کہ تمہیں اپنے اس دن کا سامنا کرنا ہوگا، اور تمہارا ٹھکانا آگ ہے، اور تمہیں کسی قسم کے مددگار میسر نہیں آئیں گے۔ ﴿۳۴﴾ یہ سب اس لئے
بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ لَا
کہ تم نے اللہ کی آیتوں کو مذاق بنایا تھا، اور دُنیوی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال دیا تھا۔" چنانچہ آج ایسے لوگوں کو نہ وہاں
يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ
سے نکالا جائے گا، اور نہ اُن سے معافی مانگنے کو کہا جائے گا۔[۱۱] ﴿۳۵﴾ غرض تعریف تمام تر اللہ کی ہے جو سارے آسمانوں کا بھی مالک ہے،
وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَاۗءُ فِي السَّمٰوٰتِ
زمین کا بھی مالک، اور تمام جہانوں کا بھی مالک۔ ﴿۳۶﴾ اور تمام تر بڑائی اُسی کو حاصل ہے، آسمانوں میں بھی،

(۱۰) یعنی دوزخ کے جس عذاب کا یہ کافر لوگ مذاق اُڑایا کرتے تھے، وہی عذاب اُن کو آگھیرے گا۔

(۱۱) توبہ کرنے اور معافی مانگنے کا دروازہ انسان کے لئے ساری زندگی کھلا ہوا ہے، لیکن مرنے کے بعد اور آخرت میں پہنچنے کے بعد یہ دروازہ بند ہو جاتا ہے، اور وہاں معافی مانگنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، اس لئے وہاں کسی سے یہ کہا بھی نہیں جائے گا کہ معافی مانگ لو۔ أعاذنا الله من ذلك۔

وَالْاَرْضِ ۠ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٣٧﴾ ع

اور زمین میں بھی، اور وہی ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کی حکمت بھی کامل۔ ﴿٣٧﴾

الحمد للہ! سورۂ جاثیہ کا ترجمہ اور اُس کے حواشی آج شبِ جمعہ میں ۱۵ر محرم ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۴ر جنوری ۲۰۰۸ء کو دُبئی سے لندن جاتے ہوئے جہاز میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ بندے کی مغفرت فرما کر اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں، اور باقی سورتوں کے ترجمے اور تشریح کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سُوْرَةُ الْاَحْقَاف

تعارف

اس سورت کی آیت نمبر ۲۹ اور ۳۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اُس وقت نازل ہوئی تھی جب جِنّات کی ایک جماعت نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآنِ کریم سنا تھا۔ معتبر روایات کے مطابق یہ واقعہ ہجرت سے پہلے اُس وقت پیش آیا تھا جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے، اور نخلہ کے مقام پر فجر کی نماز میں قرآنِ کریم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ دوسری مکی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی اسلام کے بنیادی عقائد یعنی توحید، رسالت اور آخرت کو دلائل کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ اُسی زمانے میں اس قسم کے واقعات پیش آرہے تھے کہ ایک ہی گھرانے میں والدین مسلمان ہو گئے، اور اولاد مسلمان نہیں ہوئی، اور اُس نے اپنے والدین کو ملامت شروع کردی کہ وہ کیوں اسلام لائے۔ اس کے برعکس بعض گھرانوں میں اولاد مسلمان ہوگئی اور والدین مسلمان نہ ہوئے، اور اُنہوں نے اولاد پر تشدد شروع کردیا۔ اس سورت کی آیات ۱۶ و ۱۷ میں اسی قسم کی صورتِ حال کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور اسی پس منظر میں اولاد پر ماں باپ کے حقوق بیان فرمائے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ماضی میں جن قوموں نے کفر اور نافرمانی کی رَوِش اختیار کی، اُن کے بُرے انجام کا حوالہ دیا گیا ہے، اور قومِ عاد کا خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے۔ جس جگہ یہ قوم آباد تھی، وہاں بہت سے ریت کے ٹیلے تھے جنہیں عربی زبان میں "اَحقاف" کہا جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام "اَحقاف" ہے۔

آیاتھا ۳۵ ۴۶ سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ مَکِّیَّۃٌ ۶۶ رکوعاتھا ۴

یہ سورت مکی ہے، اوراس میں پینتیس آیتیں اور چار رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

حٰمٓ ۞ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۞ مَا خَلَقْنَا

حٰمٓ (۱) یہ کتاب اللہ کی طرف سے اُتاری جارہی ہے جو بڑا صاحب اِقتدار، بڑا صاحب حکمت ہے۔ (۲) ہم نے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيْنَ

آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان کی چیزوں کو کسی برحق مقصد کے بغیر اور کسی متعین میعاد کے بغیر پیدا نہیں کردیا ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا

كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ۞ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

ہے، وہ اُس چیز سے منہ موڑے ہوئے ہیں جس سے اُنہیں خبردار کیا گیا ہے۔ (۳) تم ان سے کہو کہ: "کیا تم نے اُن چیزوں پر کبھی غور کیا ہے جن کو تم

اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ

اللہ کے سوا پکارتے ہو؟ مجھے دِکھاؤ تو سہی کہ اُنہوں نے زمین کی کونسی چیز پیدا کی ہے؟ یا آسمانوں (کی تخلیق) میں اُن کا کوئی حصہ ہے؟

اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞

میرے پاس کوئی ایسی کتاب لاؤ جو اس قرآن سے پہلے کی ہو، یا پھر کوئی روایت جس کی بنیاد علم پر ہو،(۱) اگر تم واقعی سچے ہو۔ (۴)

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ

اُس شخص سے بڑا گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر اُن (من گھڑت دیوتاؤں) کو پکارے جو قیامت کے دن تک اُس کی پکار کا

الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۞ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ

جواب نہیں دے سکتے، اور جن کو ان کی پکار کی خبر تک نہیں ہے۔ (۵) اور جب لوگوں کو محشر میں جمع کیا جائے گا تو وہ ان کے دُشمن

---

(۱) ان آیتوں میں یہ فرمایا گیا ہے کہ مشرکین کے پاس اپنے شرک والے عقیدوں کو ثابت کرنے کے لئے نہ کوئی عقلی دلیل ہے جو یہ ثابت کرسکے کہ جن معبودوں کو یہ پوجتے ہیں، اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی خدائی میں کوئی حصہ لیا ہے، اور نہ کوئی نقلی دلیل ہے۔ نقلی دلیل دو قسم کی ہوسکتی ہے، ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے کوئی ایسی کتاب نازل ہوئی ہو جس میں ان معبودوں کو اللہ تعالیٰ کی خدائی میں شریک قرار دیا گیا ہو، مشرکین سے کہا جارہا ہے کہ اگر ایسی کوئی کتاب ہے تو لاکر دِکھاؤ۔ نقلی دلیل کی دوسری صورت یہ ہوسکتی ہے کہ کسی پیغمبر نے کوئی بات کہی ہو، اور اس بات پر کوئی علمی سند موجود ہو کہ واقعی اُنہوں نے ایسا کہا ہے۔ "کوئی روایت جس کی بنیاد علم پر ہو" سے مراد یہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ مشرکین کے پاس اپنے عقیدے کے ثبوت میں نہ کوئی آسمانی کتاب ہے، اور نہ کسی پیغمبر کا کوئی قول جو مستند طریقے پر ثابت ہو۔

اَعۡدَآءً وَّكَانُوۡا بِعِبَادَتِهِمۡ كٰفِرِيۡنَ ﴿٦﴾ وَاِذَا تُتۡلٰى عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ

بن جائیں گے، اور اُن کی عبادت ہی سے منکر ہوں گے۔[۲] ⑦ اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں اپنی پوری وضاحت کے ساتھ پڑھ کر سنائی

قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلۡحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمۡ ۙ هٰذَا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ﴿٧﴾ اَمۡ

جاتی ہیں، تو یہ کافر لوگ حق بات کے اُن تک پہنچ جانے کے بعد بھی اُس کے بارے میں یوں کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔ ⑧ کیا ان کا

يَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰٮهُ ؕ قُلۡ اِنِ افۡتَرَيۡتُهٗ فَلَا تَمۡلِكُوۡنَ لِىۡ مِنَ اللّٰهِ شَيۡـًٔـا ؕ

کہنا یہ ہے کہ اسے پیغمبر نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے؟ کہہ دو کہ: "اگر میں نے اسے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے تو تم مجھے اللہ کی پکڑ سے ذرا بھی

هُوَ اَعۡلَمُ بِمَا تُفِيۡضُوۡنَ فِيۡهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيۡدًۢا بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ ؕ وَهُوَ

نہیں بچا سکو گے۔[۳] جو باتیں تم بناتے ہو، وہ اُنہیں خوب جانتا ہے۔ میرے اور تمہارے درمیان گواہ بننے کے لئے وہ کافی ہے، اور وہی ہے جو

الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿٨﴾ قُلۡ مَا كُنۡتُ بِدۡعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَاۤ اَدۡرِىۡ

بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔" ⑨ کہو کہ: "میں پیغمبروں میں کوئی انوکھا پیغمبر نہیں ہوں۔ مجھے معلوم نہیں ہے کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا،

مَا يُفۡعَلُ بِىۡ وَلَا بِكُمۡ ؕ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا

اور نہ یہ معلوم ہے کہ تمہارے ساتھ کیا ہوگا؟[۴] میں کسی اور چیز کی نہیں، صرف اُس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھے بھیجی جاتی ہے۔ اور میں تو صرف

---

(۲) یعنی جن جن کی مشرکین عبادت کرتے تھے، آخرت میں وہ سب ان مشرکین سے برائۃ ظاہر کرکے یہ کہہ دیں گے کہ یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ یہ بات سورۂ قصص (۲۸:۶۳) میں بھی گذری ہے، اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ مشرکین کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض مشرکین نے کچھ دُنیا سے گذرے ہوئے انسانوں کو معبود بنا رکھا ہے۔ اُن انسانوں کو بسا اوقات یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اُن کی عبادت کی جارہی ہے، اس لئے وہ انکار کردیں گے۔ اور جن کو پتہ ہے، وہ یہ کہیں گے کہ درحقیقت یہ ہماری نہیں، بلکہ اپنی نفسانی خواہشات کی عبادت کرتے تھے۔ دوسرے بعض مشرکین وہ ہیں جو فرشتوں کو معبود بنائے ہوئے تھے۔ اُن کے بارے میں سورۂ سبأ (۳۴:۴۰و۴۱) میں گذرا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اُن سے پوچھیں گے کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے تو وہ کہیں گے کہ یہ تو جِنّات اور شیاطین کی عبادت کیا کرتے تھے، کیونکہ اُنہوں نے ہی انہیں بہکایا تھا۔ مشرکین کی تیسری قسم وہ ہے جو پتھر کے بتوں کو پوجتی ہے۔ بعض روایات میں یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مشرکین کو دِکھانے کے لئے ان بتوں کو بھی زبان دے دیں گے، اور چونکہ وہ دُنیا میں بے جان پتھر تھے، اس لئے انہیں واقعی یہ پتہ نہیں ہوگا کہ مشرکین اُن کی عبادت کرتے تھے، اس لئے وہ بھی یہی کہیں گے کہ یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ اور اگر یہ روایت ثابت نہ ہو تو پھر یہ بت زبانِ حال سے یہ کہیں گے کہ ہم تو بے جان پتھر ہیں، ہمیں کیا پتہ کہ ہماری عبادت کی جاتی تھی۔ (رُوح المعانی)

(۳) اللہ تعالیٰ کی سنت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی من گھڑت کلام منسوب کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُسے دُنیا ہی میں رُسوا فرمادیتے ہیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے کے لئے فرمایا جارہا ہے کہ اگر میں نے یہ کلام (نعوذ باللہ) خود گھڑا ہے تو اللہ تعالیٰ اس دُنیا ہی میں میری پکڑ کرلے گا، اور مجھے کوئی بچا نہیں سکے گا۔

(۴) اس جملے کو اگلے جملے کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہئے، اور مطلب یہ ہے کہ نہ میں کوئی انوکھا پیغمبر ہوں کہ مجھ سے پہلے دوسرے

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٩ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ

ایک واضح انداز سے خبردار کرنے والا ہوں۔" (٩) کہو کہ: "ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ اگر یہ (قرآن) اللہ کی طرف سے ہو، اور تم نے اُس کا انکار کردیا،

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ

اور بنو اسرائیل میں سے ایک گواہ نے اس جیسی بات کے حق میں گواہی بھی دے دی، اور اُس پر ایمان بھی لے آیا(٥)، اور تم اپنے گھمنڈ میں مبتلا

ع اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٠ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

رہے (تو یہ کتنے ظلم کی بات ہے؟) یقین جانو کہ اللہ ایسے لوگوں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا جو ظالم ہوں۔" (١٠) اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، وہ

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ ؕ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ

ایمان لانے والوں کے بارے میں یوں کہتے ہیں کہ: "اگر یہ (ایمان لانا) کوئی اچھی بات ہوتی تو یہ لوگ اس بارے میں ہم سے سبقت نہ لے

فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۝١١ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا

جاسکتے(٦)۔" اور جب ان کافروں نے اس سے خود ہدایت حاصل نہیں کی تو وہ تو یہی کہیں گے کہ یہ وہی پرانے زمانے کا جھوٹ ہے۔ (١١) اور اس سے

وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۗ

پہلے موسیٰ کی کتاب رہنما اور رحمت بن کر آچکی ہے۔ اور یہ (قرآن) وہ کتاب ہے جو عربی زبان میں ہوتے ہوئے اُس کو سچا بتارہی ہے(٧)، تاکہ ان

پیغمبر نہ آئے ہوں، اور نہ میں کوئی ایسا غیر معمولی دعویٰ کررہا ہوں کہ میں عالم الغیب ہوں، کیونکہ مجھے جو کچھ علم ملا ہے، وہ وحی کے ذریعے ملا ہے، یہاں تک کہ وحی کے بغیر مجھے ذاتی طور پر یہ بھی معلوم نہیں ہوسکتا کہ دُنیا اور آخرت میں میرے ساتھ یا تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہونے والا ہے۔

(٥) یہ پیشین گوئی کی جارہی ہے کہ بنو اسرائیل میں سے کچھ یہودی اور عیسائی لوگ قرآنِ کریم پر ایمان لانے والے ہیں، جیسا کہ بعد میں یہودیوں میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عیسائیوں میں سے حضرت عدی بن حاتم اور نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایمان لائے، اور اُنہوں نے گواہی دی کہ اسی جیسی کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی، اور قرآنِ کریم بنیادی عقائد میں اُسی کتاب جیسا ہے۔ مکہ مکرّمہ کے بت پرستوں سے کہا جارہا ہے کہ جو لوگ پہلے سے آسمانی کتاب رکھتے تھے، وہ تو ایمان لانے میں تم سے آگے نکل جائیں، اور تم اپنے گھمنڈ میں بیٹھے رہو تو یہ کتنے ظلم کی بات ہوگی۔

(٦) یہ تھا ان کافروں کا گھمنڈ کہ ہر قسم کی خوبیاں ہم میں ہی پائی جاتی ہیں، اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، وہ ہم سے کم حیثیت ہیں، اس لئے اگر اسلام کوئی اچھی بات ہوتی تو یہ لوگ ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔

(٧) عربی زبان میں ہونے کا خاص طور پر ذِکر کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ پچھلی کوئی آسمانی کتاب عربی زبان میں نہیں آئی، اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عربی کے سوا کسی اور زبان سے واقف نہیں ہیں، اس کے باوجود وہ عربی زبان میں اُن پچھلی کتابوں کی باتیں بتارہے ہیں جن کا علم حاصل ہونے کا آپ کے پاس وحی کے سوا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِیْنَ ﴿١٢﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا
ظالموں کوخبردار کرے، اور نیک کام کرنے والوں کے لئے خوشخبری بن جائے۔ (١٢) یقیناً جن لوگوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ: ''ہمارا پروردگار اللہ
خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿١٣﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ
ہے'' پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے،(٨) تو اُن پر نہ کوئی خوف طاری ہوگا، اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (١٣) وہ جنت والے لوگ ہیں جو ہمیشہ اُس میں
فِیْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿١٤﴾ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ
رہیں گے۔ یہ اُن اعمال کا بدلہ ہوگا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (١٤) اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔(٩) اُس کی ماں
اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ
نے بڑی مشقت سے اُسے (پیٹ میں) اُٹھائے رکھا، اور بڑی مشقت سے اُس کو جَنا، اور اُس کو اُٹھائے رکھنے اور اُس کے دُودھ چھڑانے کی
شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ
مدّت تیس مہینے ہوتی ہے،(١٠) یہاں تک کہ جب وہ اپنی پوری توانائی کو پہنچ گیا، اور چالیس سال کی عمر تک پہنچا تو وہ کہتا ہے کہ: ''یا ربّ! مجھے توفیق
اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰى وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ
دیجئے کہ میں آپ کی اُس نعمت کا شکر اَدا کروں جو آپ نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی، اور ایسے نیک عمل کروں
صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ
جن سے آپ راضی ہو جائیں، اور میرے لئے میری اولاد کو بھی صلاحیت دے دیجئے۔ میں آپ کے حضور توبہ کرتا ہوں، اور میں فرماں برداروں
الْمُسْلِمِیْنَ ﴿١٥﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَ نَتَجَاوَزُ
میں شامل ہوں(١١)۔'' (١٥) یہ وہ لوگ ہیں جن سے ہم اُن کے بہترین اعمال قبول کریں گے، اور اُن کی خطاؤں سے درگذر کریں گے، (جس کے

---

(٨) ثابت قدم رہنے میں یہ بات بھی داخل ہے کہ مرتے دَم تک اس اِیمان پر قائم رہے، اور یہ بھی کہ اُس کے تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کی۔

(٩) ایمان پر ثابت قدم رہنے کا جو ذِکر پچھلی آیت میں آیا ہے، اُس کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ انسان اپنے والدین سے اچھا سلوک کرے، نیز جیسا کہ اُوپر سورت کے تعارف میں عرض کیا گیا، بعض مرتبہ کچھ لوگ مسلمان ہو جاتے تھے، اور اُن کے والدین ایمان نہیں لاتے تھے۔ ایسے میں اُن کے سامنے یہ سوال آتا تھا کہ ان کافر والدین کے ساتھ کیا سلوک کریں۔ اس آیت نے یہ تعلیم دی کہ والدین کا انسان پر بہت بڑا اِحسان ہے، اس لئے جہاں تک اُن کے ساتھ عام برتاؤ کا تعلق ہے، اُس میں اچھا سلوک ہی کرنا چاہئے، لیکن نہ عقیدے میں اُن کا ساتھ دیا جائے، اور نہ کسی گناہ کے کام میں اُن کی بات مانی جائے، جیسا کہ سورۂ عنکبوت (٢٩:٨) میں یہ بات پوری وضاحت کے ساتھ گذر چکی ہے۔

(١٠) حمل کی وہ کم سے کم مدّت جس میں زندہ بچے کی پیدائش ممکن ہے، چھ مہینے ہے، اور دُودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدّت دو سال ہے۔ اس طرح تیس مہینے یعنی ڈھائی سال کی مدّت بنتی ہے۔

(١١) بعض روایات میں مذکور ہے کہ یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے، انہوں نے ہی یہ دُعا فرمائی تھی۔

عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾
نتیجے میں) وہ جنت والوں میں شامل ہوں گے، اُس سچے وعدے کی بدولت جو اُن سے کیا جاتا تھا۔ (۱۶) اور ایک وہ شخص ہے، جس نے اپنے
وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ
والدین سے کہا ہے کہ: "تف ہے تم پر! کیا تم مجھ سے یہ وعدہ کرتے ہو کہ مجھے زندہ کرکے قبر سے نکالا جائے گا، حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی نسلیں
الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ
گزر چکی ہیں۔" اور والدین اللہ سے فریاد کرتے ہیں، (اور بیٹے سے کہتے ہیں کہ:) "افسوس ہے تجھ پر، ایمان لے آ۔ یقین جان کہ اللہ کا وعدہ سچا
حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ
ہے۔" تو وہ کہتا ہے کہ: "ان باتوں کی اس کے سوا کوئی حقیقت نہیں ہے کہ یہ محض افسانے ہیں جو پچھلے لوگوں سے نقل ہوتے چلے آرہے ہیں۔" (۱۷)
عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ
یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں جنات اور اِنسانوں کے اُن گروہوں سمیت جو ان سے پہلے گزرے ہیں، (عذاب کی) بات طے ہوچکی ہے۔
اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ
حقیقت یہ ہے کہ یہ سب بڑا نقصان اُٹھانے والے ہیں۔ (۱۸) اور ہر ایک (گروہ) کے اپنے اعمال کی وجہ سے مختلف درجے ہیں، اور اس لئے ہیں
اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى
تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے۔ اور اُن پر کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ (۱۹) اور اُس دن کو یاد رکھو جب ان کافروں کو آگ کے سامنے پیش کیا
النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ
جائے گا، (اور کہا جائے گا کہ:) "تم نے اپنے حصے کی اچھی چیزیں اپنی دُنیوی زندگی میں ختم کرڈالیں[۱۲]، اور ان سے
تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَ
خوب مزہ لے لیا، لہٰذا آج تمہیں بدلے میں ذِلت کی سزا ملے گی، کیونکہ تم زمین میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے، اور
ع بِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ
کیونکہ تم نافرمانی کے عادی تھے۔" (۲۰) اور قوم عاد کے بھائی (حضرت ہود علیہ السلام) کا تذکرہ کرو، جب اُنہوں نے اپنی قوم کو خم دار
وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ
ٹیلوں کی سرزمین میں[۱۳] خبردار کیا تھا ـــ اور ایسے خبردار کرنے والے اُن سے پہلے بھی گزر چکے ہیں، اور اُن کے بعد بھی ـــ کہ: "اللہ کے سوا

---

(۱۲) یعنی اگر تم نے دُنیا میں کچھ اچھے کام کئے بھی تھے تو ہم نے دُنیا ہی میں ان کا بدلہ عیش و عشرت کی شکل میں تمہیں دے دیا، اور تم نے اُس کے مزے اُڑا کر اپنا حصہ دُنیا ہی میں لے لیا۔

(۱۳) قرآنِ کریم میں اصل لفظ "اَحقاف" ہے۔ یہ "حِقف" کی جمع ہے جو لمبے مگر خم دار ریت کے ٹیلے کو کہتے ہیں۔ جس جگہ قومِ عاد آباد تھی، وہاں اسی قسم کے ٹیلے کثرت سے پائے جاتے تھے۔ اور بعض حضرات نے کہا ہے کہ اُس سرزمین کا نام ہی

اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿٢١﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ
کسی کی عبادت نہ کرو، مجھے تم پر ایک زبردست دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔'' (۲۱) اُنہوں نے کہا: ''کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ
اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٢٢﴾ قَالَ اِنَّمَا
ہمارے خداؤں سے ہمیں برگشتہ کرو؟ اچھا اگر تم سچے ہو تو لے آؤ ہم پر وہ (عذاب) جس کی دھمکی دے رہے ہو۔'' (۲۲) اُنہوں نے فرمایا:
الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا
''ٹھیک ٹھیک علم تو اللہ کے پاس ہے (کہ وہ عذاب کب آئے گا؟) مجھے جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے، میں تو تمہیں وہی پیغام پہنچا رہا ہوں، البتہ
تَجْهَلُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا
میں یہ ضرور دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسے لوگ ہو جو نادانی کی باتیں کررہے ہو۔'' (۲۳) پھر ہوا یہ کہ جب انہوں نے اُس (عذاب) کو ایک بادل کی شکل
عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۭ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ۭ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ
میں آتا دیکھا جو اُن کی وادیوں کا رُخ کررہا تھا تو انہوں نے کہا کہ: ''یہ بادل ہے جو ہم پر بارش برسائے گا۔'' ــــ نہیں! بلکہ یہ وہ چیز ہے جس کی
اَلِيْمٌ ﴿٢٤﴾ ۙ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۢ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا
تم نے جلدی مچائی تھی ــــ ایک آندھی جس میں دردناک عذاب ہے، (۲۴) جو اپنے پروردگار کے حکم سے ہر چیز کو تہس نہس کر ڈالے گی! غرض
مَسٰكِنُهُمْ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿٢٥﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ
اُن کی حالت یہ ہوگئی کہ اُن کے گھروں کے سوا کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ایسے مجرم لوگوں کو ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ (۲۵) اور (اے عرب کے لوگو!)
مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْــِٕدَةً ڮ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ
ہم نے ان لوگوں کو ان باتوں کی طاقت دی تھی جن کی طاقت تمہیں نہیں دی، اور ہم نے اُن کو کان، آنکھیں اور دِل سب کچھ دے رکھے تھے، لیکن
سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْــِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ
نہ اُن کے کان اور ان کی آنکھیں اُن کے کچھ کام آئیں، اور نہ اُن کے دِل، کیونکہ وہ اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے تھے، اور جس چیز کا وہ مذاق اُڑایا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٢٦﴾ ۧ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا
کرتے تھے، اُسی نے اُنہیں آگھیرا۔ (۲٦) اور ہم نے اور بستیوں کو بھی ہلاک کیا ہے جو تمہارے اردگرد واقع تھیں،[۱۴] جبکہ ہم طرح طرح کی نشانیاں
حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ
(اُن کے) سامنے لاچکے تھے، تاکہ وہ باز آجائیں۔ (۲۷) پھر انہوں نے اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے جن چیزوں کو اللہ کے سوا معبود

''اَحقاف'' تھا، اور یہ یمن کے علاقے میں واقع تھی، آج یہاں کوئی آبادی نہیں ہے۔ قومِ عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا، اور اُن کا تعارف پیچھے سورۂ اَعراف (۷:٦۵) کے حاشیے میں گذر چکا ہے۔

(۱۴) اس سے مراد قومِ ثمود اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی بستیاں ہیں جو شام جاتے ہوئے اہلِ عرب کے راستے میں پڑتی تھیں۔

الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ

بنا رکھا تھا، اُنہوں نے ان کی کیوں مدد نہ کرلی؟ اس کے بجائے وہ سب ان کے لئے بے نشان ہوگئے۔ یہ تو ان کا سراسر جھوٹ تھا، اور بہتان تھا

اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ

جو انہوں نے تراش رکھا تھا۔ ﴿۲۸﴾ اور (اے پیغمبر!) یاد کرو جب ہم نے جنّات میں سے ایک گروہ کو تمہاری طرف متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں،(۱۵)

يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى

چنانچہ جب وہ وہاں پہنچے تو اُنہوں نے (ایک دوسرے سے) کہا کہ: ''خاموش ہوجاؤ'' پھر جب وہ پڑھا جاچکا تو وہ اپنی قوم کے پاس اُنہیں

قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى

خبردار کرتے ہوئے واپس پہنچے۔ ﴿۲۹﴾ اُنہوں نے کہا: ''اے ہماری قوم کے لوگو! یقین جانو ہم نے ایک ایسی کتاب سنی ہے جو موسیٰ (علیہ السلام)

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۰﴾

کے بعد نازل کی گئی ہے، اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، حق بات اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ ﴿۳۰﴾

يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ

اے ہماری قوم کے لوگو! اللہ کے داعی کی بات مان لو، اور اس پر ایمان لے آؤ، اللہ تمہارے گناہوں کو معاف کردے گا، اور تمہیں ایک دردناک

مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَ

عذاب سے پناہ دیدے گا۔'' ﴿۳۱﴾ اور جو کوئی اللہ کے داعی کی بات نہ مانے تو وہ ساری زمین میں کہیں بھی جا کر اللہ کو عاجز نہیں کرسکتا، اور اللہ کے

لَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا

سوا اُس کو کسی قسم کے رکھوالے بھی نہیں ملیں گے۔ ایسے لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا ہیں۔ ﴿۳۲﴾ کیا ان کو یہ سجھائی نہیں دیا کہ وہ اللہ جس نے سارے

---

(۱۵) حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے علاوہ جنّات کے لئے بھی پیغمبر بنایا تھا۔ چنانچہ یہ واقعہ جس کا اس آیت میں تذکرہ ہے، اُس وقت پیش آیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف والوں کو تبلیغ فرمانے اور اُن سے دُکھ اُٹھانے کے بعد مکہ مکرّمہ واپس تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں ایک مقام کا نام نخلہ ہے، وہاں آپ نے قیام فرمایا، اور فجر کی نماز میں قرآنِ کریم کی تلاوت شروع کی۔ اُس وقت جنّات کی ایک جماعت وہاں سے گذر رہی تھی۔ اُس نے یہ کلام سنا تو وہ اُسے سننے کے لئے رُک گئے، اور توجہ سے سننے کے لئے ایک دوسرے کو خاموش رہنے کی تلقین کی۔ قرآنِ کریم کا پُراثر کلام، اور فجر کے وقت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی، اُس نے ان جنات پر ایسا اثر کیا کہ وہ اپنی قوم کے پاس بھی اسلام کے داعی بن کر پہنچے، اور پھر اُن کے کئی وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مختلف اوقات میں آئے، آپ نے اُن کو تبلیغ اور تعلیم کا فریضہ انجام دیا۔ جن راتوں میں جنّات سے آپ کی ملاقاتیں ہوئیں، اُن میں سے ہر ایک کو ''لیلۃ الجن'' کہا جاتا ہے، اور ان میں سے بعض راتوں میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ جنّات کے اسلام قبول کرنے کی مزید تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ سورۂ جن میں آئے گی۔

اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی
آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور ان کو پیدا کرنے سے اُس کو ذرا بھی تھکن نہیں ہوئی، وہ یقیناً اس بات پر پوری طرح قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ

اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ؕ بَلٰۤی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿٣٣﴾ وَیَوْمَ یُعْرَضُ الَّذِیْنَ
کردے؟ اور کیوں نہ ہو؟ وہ بیشک ہر چیز کی پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ ﴿٣٣﴾ اور جس دن کافروں کو آگ کے سامنے پیش کیا جائے گا،

كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰی وَرَبِّنَا ؕ قَالَ
اُس دن (ان سے پوچھا جائے گا) کہ کیا یہ (دوزخ) سچ نہیں ہے؟ وہ کہیں گے کہ: "ہمارے رَبّ کی قسم! یہ واقعی سچ ہے۔" اللہ ارشاد فرمائے گا

فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿٣٤﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا
کہ: "پھر چکھو مزہ عذاب کا، اُس کفر کے بدلے میں جو تم نے اختیار کر رکھا تھا۔" ﴿٣٤﴾ غرض (اے پیغمبر!) تم اُسی طرح صبر کئے جاؤ

الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ؕ كَاَنَّهُمْ یَوْمَ یَرَوْنَ مَا
جیسے اُولوالعزم پیغمبروں نے صبر کیا ہے، اور ان کے معاملے میں جلدی نہ کرو۔ جس دن یہ لوگ وہ چیز دیکھ لیں گے جس سے انہیں ڈرایا جارہا ہے،

یُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ یَلْبَثُوْۤا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ؕ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ یُهْلَكُ
اُس دن (انہیں) یوں محسوس ہوگا جیسے وہ (دُنیا میں) دن کی ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے۔ (١٦) یہ ہے وہ پیغام جو پہنچادیا گیا ہے!

اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ ع
اب برباد تو وہی لوگ ہوں گے جو نافرمان ہیں۔ ﴿٣٥﴾

ع ٤ / ٤

(١٦) یعنی آخرت میں پہنچ کر جب وہ عذاب سامنے آئے گا جس سے اُنہیں مسلسل آگاہ کیا جاتا رہا تھا، تو اُس کی شدّت دیکھ کر اُنہیں دُنیا کی ساری زندگی اتنی مختصر محسوس ہوگی جیسے وہ صرف ایک دن کا کوئی حصہ ہو۔

الحمدللہ! سورۂ اَحقاف کا ترجمہ اور حواشی آج بروز اتوار شب ٢٤ رمحرم الحرام ١٤٢٩ھ مطابق ٣ رفروری ٢٠٠٨ء کو کراچی میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرماکر اُسے مفید بنائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔
آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُورَۃُ مُحَمَّد ﷺ

تعارف

یہ سورت مدنی زندگی کے ابتدائی دور میں، اور بیشتر مفسرین کی رائے میں جنگِ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے۔ یہ وہ وقت تھا جب عرب کے کفار مدینہ منوّرہ کی اُبھرتی ہوئی اسلامی حکومت کو کسی نہ کسی طرح زیر کرنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے، اور اُس پر حملے کرنے کی تیاریاں کررہے تھے۔ اس لئے اس سورت میں بنیادی طور پر جہاد وقتال کے اَحکام بیان فرمائے گئے ہیں، اور جولوگ اللہ تعالیٰ کے دِین کا کلمہ بلند رکھنے کے لئے جہاد کرتے ہیں، اُن کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے۔ مدینہ منوّرہ میں ایک بڑی تعداد اُن منافقوں کی تھی جو زبان سے تو اسلام لے آئے تھے، لیکن دِل سے وہ کافر تھے۔ ایسے لوگوں کے سامنے جب جہاد اور لڑائی کی بات کی جاتی تو اپنی بزدلی اور دِل کے کھوٹ کی وجہ سے لڑائی سے بچنے کے بہانے تلاش کرتے تھے۔ اس سورت میں اُن کی مذمت کرکے اُن کا برا انجام بتایا گیا ہے۔ جنگ کے دوران جو قیدی گرفتار ہوں، اُن کے اَحکام بھی اس سورت میں بیان ہوئے ہیں۔ چونکہ اس سورت کی دوسری ہی آیت میں حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام لیا گیا ہے، اس لئے اس کا نام سورۂ محمد (ﷺ) ہے، اور چونکہ اس میں جہاد و قتال کے اَحکام بیان فرمائے گئے ہیں، اس لئے اس کو سورۂ قتال بھی کہا جاتا ہے۔

آیاتھا ٣٨ ﴿٤٧ سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِيَّةٌ ٩٥﴾ رکوعاتھا ٤

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں اڑتیس آیتیں اور چار رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ① وَالَّذِيْنَ

جن لوگوں نے کفر اختیار کرلیا ہے، اور دوسروں کو اللہ کے راستے سے روکا ہے، اللہ نے اُن کے اعمال اکارت کردیئے ہیں(۱)۔ ① اور جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ

ایمان لے آئے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اور ہر اُس بات کو دِل سے مانا ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کی گئی ہے ـــــ اور

رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ② ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ

وہی حق ہے جو ان کے پروردگار کی طرف سے آیا ہے ـــــ اللہ نے اُن کی بُرائیوں کو معاف کردیا ہے، اور ان کی حالت سنوار دی ہے۔ ② یہ

كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ

اس لئے کہ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے، وہ باطل کے پیچھے چلے ہیں، اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، وہ اُس حق کے پیچھے چلے ہیں جو اُن کے

كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

پروردگار کی طرف سے آیا ہے۔ اسی طرح اللہ لوگوں کو بتا رہا ہے کہ اُن کے حالات کیا کیا ہیں۔ ③ اور جب اُن لوگوں سے تمہارا مقابلہ ہو

فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّا

جنہوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے، تو گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب تم اُن کی طاقت کچل چکے ہو، تو مضبوطی سے گرفتار کرلو، پھر چاہے احسان

بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ ذٰلِكَ ؕ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ مع

کرکے چھوڑ دو، یا فدیہ لے کر(۲)، یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار پھینک کر ختم ہوجائے(۳)۔ تمہیں تو یہی حکم ہے، اور اگر اللہ چاہتا تو خود ان سے انتقام

(۱) کافر لوگ جو کوئی اچھے کام دُنیا میں کرتے ہیں، جیسے غریبوں کی امداد وغیرہ، اُن کا بدلہ اللہ تعالیٰ اُنہیں دُنیا ہی میں دے دیتے ہیں، لیکن آخرت میں ثواب حاصل کرنے کے لئے ایمان شرط ہے، اس لئے آخرت کے لحاظ سے وہ اعمال اکارت چلے جاتے ہیں۔

(۲) جنگِ بدر میں جو ستر آدمی گرفتار ہوئے تھے، اُن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی اکثریت کے مشورے سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا تھا۔ اس پر سورۂ انفال (٨: ٦٧) میں اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جب تک کافروں کی طاقت اچھی طرح کچلی نہیں جاتی، اُس وقت تک قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑنا صحیح فیصلہ نہیں تھا، کیونکہ ان حالات میں دُشمنوں کو چھوڑنے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اُن کی طاقت کو اور مضبوط کیا جائے۔ سورۂ انفال کی ان آیتوں سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا تھا کہ شاید آئندہ بھی جنگی قیدیوں کو چھوڑنا جائز نہ ہو۔ اس آیت نے یہ وضاحت فرمادی کہ اُس وقت قیدیوں کو چھوڑنے پر اللہ تعالیٰ

لَا نْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَاْ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ
لے لیتا، لیکن (تمہیں یہ حکم اس لئے دیا ہے) تاکہ تمہارا ایک دوسرے کے ذریعے امتحان لے۔(۴) اور جو لوگ اللہ کے راستے میں قتل ہوئے، اللہ
اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ④ سَيَهْدِيْهِمْ وَ يُصْلِحُ بَالَهُمْ ⑤ وَ يُدْخِلُهُمُ
اُن کے اعمال کو ہرگز اکارت نہیں کرے گا۔(۵) ④ وہ انہیں منزل تک پہنچا دے گا، اور اُن کی حالت سنوار دے گا، ⑤ اور اُنہیں جنت میں داخل
الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ⑥ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَ
کرے گا جس کی اُنہیں خوب پہچان کرادی ہوگی۔(۶) ⑥ اے ایمان والو! اگر تم اللہ (کے دِین) کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا، اور

نے ناراضگی کا جو اِظہار فرمایا تھا، وہ اس لئے کہ دُشمن کی طاقت کو اچھی طرح کچلے بغیر انہیں رہا کردیا گیا۔ لیکن جب اُن کی طاقت کچلی جاچکی ہو تو اُس وقت اُنہیں چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور مسلمان حاکم کے لئے دونوں صورتیں جائز ہیں، چاہے کوئی فدیہ یعنی معاوضہ لئے بغیر اِحسان کے طور پر اُنہیں چھوڑ دیا جائے، یا کوئی فدیہ لے کر چھوڑا جائے۔ چنانچہ اس آیت کی روشنی میں اسلامی حکومت کو چار قسم کے اختیار حاصل ہیں، ایک یہ کہ قیدیوں کو بلا معاوضہ احسان کے طور پر چھوڑ دے، دوسرے یہ کہ ان سے کوئی فدیہ یا معاوضہ لے کر چھوڑے جس میں جنگی قیدیوں کا تبادلہ بھی داخل ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر ان کو زندہ چھوڑنے میں یہ اندیشہ ہو کہ وہ مسلمانوں کے لئے خطرہ بنیں گے تو اُنہیں قتل کرنے کی بھی گنجائش ہے جیسا کہ سورۂ اَنفال (۸:۶۷) میں بیان فرمایا گیا ہے، اور چوتھے یہ کہ اگر ان میں یہ صلاحیت محسوس ہو کہ وہ زندہ رہ کر مسلمانوں کے لئے خطرہ بننے کے بجائے اچھی خدمات انجام دے سکیں گے تو اُنہیں غلام بنا کر رکھا جائے، اور اُن اسلامی اَحکام کے مطابق رکھا جائے جو غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کرتے ہیں، اور انہیں بھائیوں کا سا درجہ دیتے ہیں۔ ان چار صورتوں میں سے کوئی صورت لازمی نہیں ہے، بلکہ اسلامی حکومت حالات کے مطابق کسی بھی صورت کو اِختیار کرسکتی ہے۔ لیکن یہ اُس وقت ہے جب دُشمنوں سے جنگی قیدیوں کے بارے میں کوئی معاہدہ نہ ہو۔ اگر کوئی ایسا معاہدہ ہو تو مسلمانوں پر اُس کی پابندی لازم ہے۔ آج کل بین الاقوامی طور پر اکثر ملکوں نے جنگی قیدیوں کے بارے میں یہ معاہدہ کیا ہوا ہے کہ وہ قیدیوں کو نہ قتل کریں گے اور نہ غلام بنائیں گے۔ جو مما لک اس معاہدے میں شریک ہیں، اور جب تک شریک ہیں، اُن کے لئے اُس کی پابندی شرعاً بھی لازم ہے۔

(۳) اس کا مطلب یہ ہے کہ غیر مسلموں کو قتل کرنا یا گرفتار کرنا صرف حالتِ جنگ میں جائز ہے۔ جب حالتِ جنگ ختم ہوگئی ہو، اور امن کا کوئی معاہدہ ہوگیا ہو تو قتل یا گرفتار کرنا جائز نہیں ہے۔

(۴) یعنی اللہ تعالیٰ خود براہِ راست ان پر کوئی عذاب نازل کرکے ان سے انتقام لے سکتا تھا، لیکن اُس نے تم پر جہاد کا فریضہ اس لئے عائد فرمایا ہے کہ تمہارا امتحان مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دِین کی خاطر تم میں سے کون ثابت قدمی سے اپنی جان خطرے میں ڈالتا ہے، اور ان کافروں کا بھی امتحان مقصود ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت دیکھ کر ایمان کی طرف مائل ہوتے ہیں یا نہیں۔

(۵) جو لوگ جہاد میں شہید ہوجائیں، ان کے بارے میں یہ خیال ہوسکتا تھا کہ وہ فتح کی منزل تک پہنچے بغیر دُنیا سے چلے گئے، اس لئے شاید ان کے اَجر وثواب میں کوئی کمی ہو، آیت نے واضح فرمادیا کہ اُنہوں نے جو قربانی دی، اللہ تعالیٰ اُس کو ضائع نہیں کرے گا، اور ان کو اصلی منزل یعنی جنت تک پہنچا دے گا۔

يُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝٧ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ
تمہارے قدم جمادے گا۔ (۷) اور جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، اُن کے لئے تباہی ہے، اور اللہ نے اُن کے اعمال اکارت
اَعْمَالَهُمْ ۝٨ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝٩
کردیئے ہیں۔ (۸) یہ اس لئے کہ انہوں نے اُس بات کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی تھی، چنانچہ اللہ نے ان کے اعمال ضائع کردیئے۔ (۹)
اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ
بھلا کیا ان لوگوں نے زمین میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ اُن لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو ان سے پہلے گذرے ہیں؟
قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۫ وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ۝١٠ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى
اللہ نے ان پر تباہی ڈالی، اور کافروں کے لئے اسی جیسے انجام مقدر ہیں۔ (۱۰) یہ اس لئے کہ اللہ اُن لوگوں کا رکھوالا ہے
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝١١ ع اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ ع ۱۱/۵
جو ایمان لائیں، اور کافروں کا کوئی رکھوالا نہیں ہے۔ (۱۱) یقین رکھو کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں،
اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ
اللہ اُن کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور جنہوں نے کفر اپنالیا ہے، وہ (یہاں تو)
كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۝١٢ وَ
مزے اُڑا رہے ہیں، اور اس طرح کھا رہے ہیں جیسے چوپائے کھاتے ہیں، اور جہنم اُن کا آخری ٹھکانا ہے۔ (۱۲) اور
كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ
کتنی بستیاں ہیں جو طاقت میں تمہاری اُس بستی سے زیادہ مضبوط تھیں جس نے (اے پیغمبر!) تمہیں نکالا ہے،(۷) ان سب کو ہم نے
اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۝١٣ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ
ہلاک کردیا، اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوا۔ (۱۳) اب بتاؤ کہ جو لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن راستے پر ہوں، کیا وہ اُن جیسے ہوسکتے

---

(۶) اس کا ایک مطلب تو یہ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا ہی میں اپنے پیغمبروں کے ذریعے مسلمانوں کو جنت کا تعارف کرادیا ہے۔ یہ جنت اُسی تعارف کے مطابق ہوگی۔ اور دُوسرا مطلب یہ بھی ممکن ہے، اور زیادہ تر مفسرین نے اُسی کو اختیار کیا ہے کہ ہر جنتی کو جنت میں اپنی جگہ تلاش کرنے میں کوئی دُشواری نہیں ہوگی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُس کی پہچان کرانے کا ایسا آسان انتظام کررکھا ہے کہ ہر جنتی اپنی مقررہ جگہ پر کسی دُشواری اور تفتیش کے بغیر بے تکلف پہنچ جائے گا۔

(۷) مکہ مکرّمہ کے کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا گھر بار چھوڑ کر مکہ مکرّمہ سے نکلنے پر جو مجبور کیا تھا، اُس کی طرف اشارہ ہے، اور فرمایا جارہا ہے کہ اُن کی اس کارروائی سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ لوگ طاقتور ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غالب آگئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ طاقت ور قوموں کو ہلاک کرچکا ہے، ان کی توان کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں ہے، اس لئے آخر کار غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو حاصل ہوگا۔

سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿١٤﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ
ہیں جن کی بدکاری ہی اُن کے لئے خوشنما بنادی گئی ہو، اور وہ اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے چلتے ہوں؟ (۱۴) متقی لوگوں سے جس جنت کا وعدہ کیا
فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ
گیا ہے، اُس کا حال یہ ہے کہ اُس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو خراب ہونے والا نہیں، ایسے دُودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ نہیں بدلے گا، ایسی
مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ۬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ
شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے سراپا لذت ہوگی، اور ایسے شہد کی نہریں ہیں جو نتھرا ہوا ہوگا، اور ان جنتیوں کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل
الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً
ہوں گے، اور ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت! کیا یہ لوگ اُن جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اور انہیں گرم پانی پلایا جائے گا،
حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿١٥﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا
چنانچہ وہ ان کی آنتوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردے گا؟ (۱۵) اور (اے پیغمبر!) ان میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو تمہاری باتیں کانوں سے تو سنتے ہیں، لیکن
خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫
جب تمہارے پاس سے نکل کر جاتے ہیں تو جنہیں علم عطا ہوا ہے، اُن سے پوچھتے ہیں کہ: "ابھی ابھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کیا کہا تھا؟"(۸)
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿١٦﴾ وَ
یہ وہ لوگ ہیں جن کے دِلوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے، اور جو اپنی نفسانی خواہشات کے پیچھے لگ گئے ہیں۔ (۱۶) اور جن لوگوں نے ہدایت کا راستہ
الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿١٧﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا
اختیار کیا ہے، اللہ نے اُنہیں ہدایت میں اور ترقی دی ہے، اور اُنہیں اُن کے حصے کا تقویٰ عطا فرمایا ہے۔ (۱۷) اب کیا یہ (کافر) لوگ قیامت ہی کا
السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا
انتظار کر رہے ہیں کہ وہ یکا یک ان پر آن پڑے؟ (اگر ایسا ہے) تو اُس کی علامتیں تو آچکی ہیں۔ پھر جب وہ آ ہی جائے گی تو اُس وقت ان کے لئے
جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿١٨﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ
نصیحت ماننے کا موقع کہاں سے آئے گا؟ (۱۸) لہٰذا (اے پیغمبر!) یقین جانو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، اور اپنے قصور پر بھی بخشش
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿١٩﴾ ع وَيَقُوْلُ ع ۲ ۱
کی دُعا مانگتے رہو،(۹) اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی بخشش کی بھی، اور اللہ تم سب کی نقل و حرکت اور تمہاری قیام گاہ کو خوب جانتا ہے۔ (۱۹) اور جو لوگ

(۸) یہ منافقین کا ذکر ہے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھ کر ظاہر تو یہ کرتے تھے کہ وہ آپ کی باتیں سن رہے ہیں، لیکن باہر نکل کر دُوسروں سے پوچھتے تھے کہ آپ نے کیا بات فرمائی تھی، جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم نے مجلس میں بیٹھ کر توجہ سے آپ کی بات نہیں سنی۔ اور شاید آپس میں ایک دوسرے کو یہ جتانا بھی مقصود ہو کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو (معاذ اللہ) قابلِ توجہ نہیں سمجھتے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَّ ذُكِرَ

ایمان لائے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ: ''کیا اچھا ہو کہ کوئی (نئی) سورت نازل ہو جائے؟''(۱۰) پھر جب کوئی جچی تلی سورت نازل ہو جائے، اور اُس میں

فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ

لڑائی کا ذِکر ہو تو جن لوگوں کے دِلوں میں روگ ہے، تم اُنہیں دیکھو گے کہ وہ تمہاری طرف اس طرح نظریں اُٹھائے ہوئے ہیں جیسے کسی پر موت

الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ؕ فَاَوْلٰى لَهُمْ ۚ (۲۰) طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۫ فَاِذَا

کی غشی طاری ہو۔ بڑی خرابی ہے ایسے لوگوں کی۔ (۲۰) یہ فرماں برداری کا اظہار اور اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں، لیکن جب (جہاد کا) حکم پکا

عَزَمَ الْاَمْرُ ۫ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ (۲۱) فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ

ہو جائے، اُس وقت اگر یہ اللہ کے ساتھ سچے نکلیں تو ان کے حق میں اچھا ہو۔ (۲۱) پھر اگر تم نے (جہاد سے) منہ موڑا تو تم سے کیا توقع رکھی

تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ (۲۲) اُولٰٓئِكَ

جائے؟ یہی کہ تم زمین میں فساد مچاؤ، اور اپنے خونی رشتے کاٹ ڈالو!(۱۱) (۲۲) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اپنی رحمت سے دُور کر دیا ہے، چنانچہ

الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ (۲۳) اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ

اُنہیں بہرا بنا دیا ہے، اور ان کی آنکھیں اندھی کر دی ہیں۔ (۲۳) بھلا کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے، یا دِلوں پر وہ تالے پڑے ہوئے ہیں جو

---

(۹) حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم تھے، آپ سے گناہ کا کوئی کام ہو ہی نہیں سکتا تھا، لیکن آپ کی کسی کسی رائے کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ وہ آپ کے مقامِ بلند کے مناسب نہیں تھی (مثلاً جنگِ بدر کے قیدیوں کے بارے میں آپ کا فیصلہ جس کا ذکر سورۂ انفال (۸: ۶۷) میں گذرا ہے، نیز بشری تقاضے سے کبھی کبھی آپ سے نماز کی رکعتوں وغیرہ میں بھول بھی ہوئی)۔ اسی قسم کی باتوں کو یہاں قصور سے تعبیر فرمایا گیا ہے، اور درحقیقت اس میں آپ کی اُمت کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی چھوٹی چھوٹی باتوں پر بھی جو گناہ نہیں ہیں، استغفار فرماتے ہیں تو اُمت کے لوگوں کو اپنے ہر چھوٹے بڑے گناہ پر اور زیادہ اہتمام کے ساتھ استغفار کرنا چاہئے۔

(۱۰) صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو قرآنِ کریم سے عشق تھا، اس لئے اُنہیں ہمیشہ یہ اشتیاق رہتا تھا کہ کوئی نئی سورت نازل ہو، خاص طور پر جو حضرات جہاد کے مشتاق تھے، اُنہیں یہ انتظار تھا کہ کسی نئی سورت کے ذریعے اُنہیں جہاد کی اجازت ملے۔ منافق لوگ بھی اُن کی دیکھا دیکھی کبھی اس خواہش کا اظہار کر دیتے ہوں گے، لیکن جب جہاد کی آیتیں آئیں تو اُن کے سارے اشتیاق کی قلعی کھل گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ زبانی شوق ظاہر کرنے کا کیا فائدہ؟ جب وقت آئے، اُس وقت اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے ہوئے وعدے کو سچا کر دِکھائیں تو ان کے حق میں بہتر ہو۔

(۱۱) جہاد کا ایک مقصد یہ ہے کہ اُس کے ذریعے دُنیا میں انصاف قائم ہو، اور غیر اسلامی حکومتوں کے ذریعے جو ظلم اور فساد پھیلا ہوا ہے، اُس کا خاتمہ ہو۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ اگر تم جہاد سے منہ موڑ لو گے تو دُنیا میں فساد پھیلے گا، اور اللہ تعالیٰ کے اَحکام سے روگردانی کے نتیجے میں ظلم اور ناانصافی کا دور دورہ ہو گا جس کی ایک شکل یہ ہے کہ رشتہ داریوں کے حقوق پامال ہوں۔

الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ

دِلوں پر پڑا کرتے ہیں؟ (٢٤) حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ حق بات سے پیٹھ پھیر کر مڑ گئے ہیں، باوجودیکہ ہدایت اُن کے سامنے خوب واضح ہو چکی

مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ الشَّيْطٰنُ سَوَّلَ لَهُمْ ؕ وَاَمْلٰى لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذٰلِكَ

تھی، اُنہیں شیطان نے پٹی پڑھائی ہے، اور اُنہیں دُور دراز کی اُمیدیں دِلائی ہیں۔ (٢٥) یہ سب اس لئے ہوا کہ جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی

بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ كَرِهُوْا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ سَنُطِيْعُكُمْ فِيْ بَعْضِ الْاَمْرِ ۚ

باتوں کو ناپسند کرتے ہیں، ان (منافقوں) نے اُن سے یہ کہا ہے کہ: ''بعض معاملات میں ہم تمہاری بات مانیں گے''۔ اور اللہ ان کی خفیہ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ

باتوں کو خوب جانتا ہے۔ (٢٦) پھر اس وقت ان کا کیا حال بنے گا جب فرشتے ان کی رُوح اس طرح قبض کریں گے کہ ان کے چہروں پر اور

وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اتَّبَعُوْا مَآ اَسْخَطَ اللّٰهَ وَكَرِهُوْا

پیٹھوں پر مارتے جاتے ہوں گے؟ (٢٧) یہ سب اس لئے کہ یہ اس طریقے پر چلے جس نے اللہ کو ناراض کیا، اور اُس کی رضامندی حاصل کرنے کو

رِضْوَانَهٗ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾ ع اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

خود انہوں نے ناپسند کیا، اس لئے اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیئے۔ (٢٨) جن لوگوں کے دِلوں میں (نفاق کا) روگ ہے، کیا وہ یہ سمجھتے ہیں

اَنْ لَّنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ اَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ

کہ اُن کے چھپے ہوئے کینوں کو اللہ کبھی ظاہر نہیں کرے گا؟ (٢٩) اور (اے پیغمبر!) اگر ہم چاہیں تو تمہیں یہ لوگ اس طرح دِکھا دیں کہ تم اُن کی علامت

بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَ

سے اُنہیں پہچان جاؤ، اور (اب بھی) تم اُنہیں بات کرنے کے ڈھب سے ضرور پہچان ہی جاؤ گے، اور اللہ تم سب کے اعمال کو خوب جانتا ہے۔ (٣٠)

لَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۠

اور ہم ضرور تمہیں آزمائش میں ڈالیں گے، تاکہ ہم یہ دیکھ لیں کہ تم میں سے کون ہیں جو مجاہد اور ثابت قدم رہنے والے ہیں، اور تاکہ تمہارے

اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا

حالات کی جانچ پڑتال کر لیں۔ (٣١) یقین رکھو کہ جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے، اور دُوسروں کو اللہ کے راستے سے روکا ہے، اور پیغمبر سے

الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ

دُشمنی ٹھانی ہے باوجودیکہ ان کے سامنے ہدایت واضح ہو کر آ گئی تھی، وہ اللہ کو ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اور عنقریب اللہ ان کا سارا کیا

اَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

دھرا غارت کر دے گا۔[١٢] (٣٢) اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، اور اپنے

---

(١٢) اس کے معنیٰ یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ جو سازشیں اللہ تعالیٰ کے دِین کے خلاف کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کو ملیامیٹ کر دے گا، اور وہ مطلب بھی ہو سکتا ہے جو سورت کی پہلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ان کے جو کوئی اچھے کام ہیں، آخرت میں اُن پر کوئی

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ
اعمال کو برباد نہ کرو۔ (٣٣) جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے، اور دُوسروں کو اللہ کے راستے سے روکا ہے، پھر
مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى
کفر ہی کی حالت میں مرگئے ہیں، اللہ کبھی اُن کو نہیں بخشے گا۔ (٣٤) لہٰذا (اے مسلمانو!) تم کمزور پڑکر صلح کی دعوت نہ دو،(١٣)
السَّلْمِ ۖ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾
تم ہی سربلند رہوگے، اللہ تمہارے ساتھ ہے، اور وہ تمہارے اعمال کو ہرگز برباد نہیں کرے گا۔(١٤) (٣٥)
اِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ۭ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ
یہ دُنیوی زندگی تو بس کھیل تماشا ہے، اور اگر تم ایمان لاؤ، اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تمہارے اجر تمہیں دے گا،
اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾ اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ
اور تمہارے مال تم سے نہیں مانگے گا۔ (٣٦) اگر وہ تم سے تمہارے مال طلب کرے، اور تم سے سب کچھ سمیٹ لے تو تم بخل سے کام لوگے،
اَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ
اور وہ تمہارے دِل کی ناراضیوں کو ظاہر کردے گا۔(١٥) (٣٧) دیکھو! تم ایسے ہو کہ تمہیں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے

ثواب نہیں ملے گا۔

(١٣) مطلب یہ ہے کہ بزدلی کی وجہ سے دُشمن کو صلح کی دعوت نہ دو، ورنہ قرآنِ کریم نے خود سورۂ اَنفال (٨:٦١) میں فرمایا ہے کہ: "اور اگر وہ لوگ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی اُس کی طرف جھک جاؤ۔" یعنی جب یہ صلح کسی بزدلی کی وجہ سے نہ ہو، بلکہ مصلحت کا تقاضا ہو تو صلح جائز ہے۔

(١٤) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دِین کی سربلندی کے لئے تم جو کوشش بھی جہاد وغیرہ کے ذریعے کروگے، اُسے اللہ تعالیٰ رائگاں نہیں جانے دے گا، اور تمہیں سربلندی حاصل ہوگی، اور یہ بھی کہ تم جو کوئی نیک کام کروگے جس میں جہاد بھی داخل ہے، چاہے دُنیا میں فتح کی صورت میں اُس کا نتیجہ نہ نکلے، لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں اُس کا پورا پورا ثواب عطا فرمائے گا، اور اُس ثواب میں صرف اس وجہ سے کوئی کمی نہیں ہوگی کہ تمہاری جدوجہد بظاہر کامیاب نہیں ہوئی۔

(١٥) اطاعت کا اصل تقاضا تو یہ تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں یہ حکم دیں کہ اپنا سارا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کردو تو تم اُس پر بھی خوشی سے راضی رہو، لیکن اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ تم اس حکم کو برداشت نہیں کرسکوگے، اور اس سے تمہارے دِلوں میں ناپسندیدگی پیدا ہوگی، اس لئے اللہ تعالیٰ ایسا حکم نہیں دیتے۔ البتہ تمہارے مال کا کچھ حصہ وہ خود تمہارے فائدے کے لئے جہاد میں خرچ کرنے کو کہہ رہا ہے، اپنے فائدے کے لئے نہیں۔ چنانچہ اس سے تمہیں بخل نہیں کرنا چاہئے۔

يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ

تو تم میں سے کچھ لوگ ہیں جو بخل سے کام لیتے ہیں، اور جو شخص بھی بخل کرتا ہے، وہ خود اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے۔(۱۶) اور اللہ بے نیاز ہے، اور

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴿۳۸﴾ ع

تم ہو جو محتاج ہو۔ اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا، پھر وہ تم جیسے نہیں ہوں گے۔ ﴿۳۸﴾

---

(۱۶) اس لئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق خرچ کرنے سے بخل کرو گے تو اُس کا نقصان تم ہی کو پہنچے گا، اوّل تو اس لئے کہ اس کے نتیجے میں جہاد نہ ہو سکے گا، اور دُشمن غالب آجائے گا، یا مثلاً زکوٰۃ نہ دینے کی صورت میں فقر و فاقہ عام رہے گا، اور دُوسرے اس لئے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا وبال بھگتنا پڑے گا۔

الحمد للہ آج بتاریخ ۳؍صفر المظفر ۱۴۲۹ھ مطابق ۹؍فروری ۲۰۰۸ء شب دوشنبہ میں سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ترجمہ اور تشریحی حواشی کی تکمیل بحرین میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما کر اُسے قارئین کے لئے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کا کام بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الۡفَتۡحِ

تعارف

یہ سورت صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی جس کا واقعہ مختصراً یہ ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارادہ فرمایا کہ اپنے صحابہؓ کے ساتھ عمرہ ادا فرمائیں۔ آپ نے یہ خواب بھی دیکھا تھا کہ آپ مسجدِ حرام میں اپنے صحابہؓ کے ساتھ داخل ہو رہے ہیں۔ چنانچہ آپ چودہ سو صحابہؓ کے ساتھ مکہ مکرّمہ روانہ ہوئے۔ جب مکہ مکرّمہ کے قریب پہنچے تو آپ کو پتہ چلا کہ قریش کے مشرکین نے ایک بڑا لشکر تیار کیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو مکہ مکرّمہ میں داخل ہونے سے روکے۔ اس خبر کے ملنے پر آپ نے اپنی پیش قدمی روک دی، اور مکہ مکرّمہ سے کچھ دُور حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالا، (یہ جگہ آج کل "شمیسی" کہلاتی ہے) وہاں سے آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا ایلچی بنا کر مکہ مکرّمہ بھیجا، تاکہ وہ وہاں کے سرداروں کو بتائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی جنگ کے ارادے سے نہیں آئے ہیں، وہ صرف عمرہ کرنا چاہتے ہیں، اور عمرہ کر کے پُرامن طور پر واپس چلے جائیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرّمہ گئے تو ان کے جانے کے کچھ ہی بعد یہ افواہ پھیل گئی کہ مکہ مکرّمہ کے کافروں نے اُنہیں قتل کر دیا ہے۔ اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو جمع کر کے اُن سے یہ بیعت لی، (یعنی ہاتھ میں ہاتھ لے کر یہ عہد لیا) کہ اگر کفارِ مکہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تو وہ اُن کے مقابلے میں اپنی جانوں کی قربانی پیش کریں گے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ خزاعہ کے ایک سردار کے ذریعے قریش کے سرداروں کو یہ پیشکش کی کہ اگر وہ ایک مدّت تک جنگ بندی کا معاہدہ کرنا چاہیں تو آپ اس کے لئے تیار ہیں۔ جواب میں مکہ مکرّمہ سے کئی ایلچی آئے، اور آخر کار ایک معاہدہ لکھا گیا جس میں محمد بن اسحٰقؒ کی روایت کے مطابق یہ طے ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش آئندہ دس سال تک ایک دوسرے کے خلاف کوئی جنگ نہیں کریں گے۔ (سیرت ابن ہشام ۲: ۳۱۷ و فتح الباری ۸: ۲۸۳) اسی معاہدے کو صلح حدیبیہ کا معاہدہ کہا جاتا ہے۔ صحابۂ کرامؓ اس موقع پر کافروں کے طرزِ عمل سے بہت غم و غصّے کی حالت میں تھے، اور کافروں نے صلح کی یہ شرط رکھی تھی کہ اس وقت مسلمان واپس مدینہ منوّرہ چلے جائیں، اور اگلے سال آ کر عمرہ کریں۔ تمام صحابہؓ اِحرام باندھ کر آئے تھے، اور کافروں کی ضد کی وجہ سے اِحرام کھولنا اُن کو بہت

بھاری معلوم ہو رہا تھا، اس کے علاوہ کافروں نے ایک شرط یہ بھی رکھی تھی کہ اگر مکہ مکرّمہ کا کوئی شخص مسلمان ہو کر مدینہ منوّرہ جائے گا تو مسلمانوں کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ اُسے واپس مکہ مکرّمہ بھیجیں، اور اگر کوئی شخص مدینہ منوّرہ چھوڑ کر مکہ مکرّمہ آئے گا تو قریش کے ذمے یہ نہیں ہوگا کہ وہ اُسے واپس مدینہ منوّرہ بھیجیں۔ یہ شرط بھی مسلمانوں کے لئے بہت تکلیف دہ تھی، اور اس کی وجہ سے وہ یہ چاہتے تھے کہ ان شرائط کو قبول کرنے کے بجائے ان کافروں سے ابھی ایک فیصلہ کن معرکہ ہو جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اسی صلح کے نتیجے میں آخر کار قریش کا اِقتدار ختم ہو، اس لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرائط منظور کرلیں۔ صحابۂ کرامؓ اُس وقت جہاد کے جوش سے سرشار تھے، اور موت پر بیعت کر چکے تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے آگے اُنہوں نے سر جھکا دیا، اور صلح پر راضی ہو کر واپس مدینہ منوّرہ چلے گئے، اور اگلے سال عمرہ کیا۔ اس کے کچھ ہی عرصے کے بعد ایک واقعہ تو یہ ہوا کہ ایک صاحب جن کا نام ابوبصیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تھا، مسلمان ہو کر مدینہ منوّرہ آئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے کے مطابق اُنہیں واپس بھیج دیا، اُنہوں نے مکہ مکرّمہ جانے کے بجائے ایک درمیانی جگہ پڑاؤ ڈال کر قریش کے خلاف چھاپہ مار جنگ شروع کردی، کیونکہ وہ صلح حدیبیہ کے معاہدے کے پابند نہیں تھے۔ اس چھاپہ مار جنگ سے قریش اتنے پریشان ہوئے کہ خود اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ اب ہم وہ شرط واپس لیتے ہیں جس کی رُو سے مکہ مکرّمہ کے مسلمانوں کو واپس بھیجنا ضروری قرار دیا گیا تھا، قریش نے کہا کہ اب جو کوئی مسلمان ہو کر آئے تو آپ اُسے مدینہ منوّرہ ہی میں رکھیں، اور ابوبصیرؓ اور اُن کے ساتھیوں کو بھی اپنے پاس بلالیں، چنانچہ آپ نے اُنہیں مدینہ منوّرہ بلالیا۔ دُوسرا واقعہ یہ ہوا کہ قریش کے کافروں نے دو سال کے اندر اندر حدیبیہ کے معاہدے کی خلاف ورزی کی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں پیغام بھیجا کہ یا تو وہ اس کی تلافی کریں، یا معاہدہ ختم کریں، قریش نے اُس وقت غرور میں آکر کوئی بات نہ مانی جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو پیغام بھیج دیا کہ اب ہمارا آپ کا معاہدہ ختم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے ہجرت کے آٹھویں سال دس ہزار صحابۂ کرامؓ کے ساتھ مکہ مکرّمہ کی طرف پیش قدمی فرمائی۔ اُس وقت تک قریش کا غرور ٹوٹ چکا تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص خونریزی کے بغیر مکہ مکرّمہ میں فاتح بن کر داخل ہوئے، اور قریش کے لوگوں نے شہر آپ کے حوالے کردیا۔

سورۂ فتح میں صلح حدیبیہ کے مختلف واقعات کا حوالہ دیا گیا ہے، اور صحابۂ کرامؓ کی تعریف کی گئی ہے کہ اُنہوں نے اس واقعے کے ہر مرحلے پر بڑی بہادری، سرفروشی اور اطاعت کے جذبے کا مظاہرہ کیا۔ دوسری طرف منافقین کی بداعمالیوں اور اُن کے بُرے انجام کا بھی ذِکر فرمایا گیا ہے۔

آیاتہا ٢٩ — ٤٨ سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ ١١١ — رکوعاتہا ٤

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں اُنتیس آیتیں اور چار رُکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۝١ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنۢبِكَ وَمَا
(اے پیغمبر!) یقین جانو، ہم نے تمہیں کھلی ہوئی فتح عطا کردی ہے،(1) ۝١ تاکہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی تمام کوتاہیوں کو معاف کردے،(2)
تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُۥ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَٰطًا مُّسْتَقِيمًا ۝٢ وَ
اور تاکہ اپنی نعمت تم پر مکمل کردے، اور تمہیں سیدھے راستے پر لے چلے،(3) ۝٢ اور (تاکہ)
يَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا ۝٣ هُوَ الَّذِىٓ أَنزَلَ السَّكِينَةَ فِى قُلُوبِ
اللہ تمہاری ایسی مدد کرے جو سب پر غالب آجائے۔ ۝٣ وہی ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں میں سکینت اُتاردی،(4)
الْمُؤْمِنِينَ لِيَزْدَادُوٓا إِيمَٰنًا مَّعَ إِيمَٰنِهِمْ ۗ وَلِلَّهِ جُنُودُ السَّمَٰوَٰتِ
تاکہ اُن کے ایمان میں مزید اِیمان کا اضافہ ہو — اور آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر اللہ ہی کے ہیں،
وَالْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝٤ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِينَ وَ
اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک — ۝٤ تاکہ وہ مؤمن مردوں اور عورتوں کو ایسے باغات میں داخل کرے

---

(1) صحیح روایات کے مطابق یہ آیت صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی تھی جس کا واقعہ سورت کے تعارف میں گذر چکا ہے۔ اگرچہ بظاہر صلح کی شرائط ایسی نظر نہیں آرہی تھیں جنہیں ''کھلی ہوئی فتح'' کہا جائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ جن حالات میں یہ صلح ہوئی ہے، اُن میں یہ ایک بڑی اور کھلی ہوئی فتح کا پیش خیمہ ہے، اور آخر کار اسی کے نتیجے میں مکہ مکرّمہ فتح ہوگا۔

(2) جیسا کہ پیچھے سورۂ محمد (ﷺ) کی آیت نمبر ١٩ کی تشریح میں عرض کیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گناہوں سے معصوم تھے، اور آپ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوسکتا تھا، لیکن کوئی معمولی قسم کی بھول چوک ہوجاتی تو آپ اُس کو بھی اپنا قصور سمجھتے تھے، یہاں اسی قسم کے قصور مراد ہیں۔

(3) یعنی اب تک دِین کی تبلیغ اور اُس پر مکمل طور سے عمل کرنے میں کافروں کی طرف سے بڑی بڑی رُکاوٹیں ڈالی جارہی تھیں۔ اب اس فتح کے بعد سیدھا راستہ صاف ہوجائے گا۔

(4) جیسا کہ سورت کے تعارف میں عرض کیا گیا، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کفار کے خلاف بہت غم و غصّے اور جوش کی حالت میں تھے، اور اُنہیں صلح کی شرائط ماننا بھی بہت بھاری معلوم ہورہا تھا، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو اس وقت یہی منظور تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِلوں میں سکینت اور اِطمینان پیدا کردیا جس کے نتیجے میں اُنہوں نے اللہ تعالیٰ اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے آگے سر جھکادیا۔

الْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا وَ یُكَفِّرَ عَنْهُمْ

جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جہاں وہ ہمیشہ بسے رہیں گے، اور اُن کی بُرائیوں کو اُن سے دُور کردے ـــ

سَیِّاٰتِهِمْ ؕ وَ كَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِیْمًا ۙ﴿۵﴾ وَّ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ

اور اللہ کے نزدیک یہ بڑی زبردست کامیابی ہے ـــ (۵) اور تاکہ اُن منافق مردوں اور منافق عورتوں

وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِكِیْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ

اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے جو اللہ کے ساتھ بدگمانیاں رکھتے ہیں۔ بُرائی کا پھیر اُنہی

عَلَیْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ

پر پڑا ہوا ہے،(۵) اور اللہ اُن سے ناراض ہے، اُس نے اُن کو اپنی رحمت سے دُور کردیا ہے، اور اُن کے لئے

جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۶﴾ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ

جہنم تیار کر رکھی ہے، اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے۔ (۶) اور آسمانوں اور زمین کے تمام لشکر اللہ ہی کے ہیں، اور اللہ اِقتدار کا بھی

اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۷﴾ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ﴿۸﴾

مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (۷) (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے، (۸)

لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً

تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اُس کی مدد کرو، اور اُس کی تعظیم کرو، اور صبح و شام اللہ کی

وَّ اَصِیْلًا ﴿۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ

تسبیح کرتے رہو۔ (۹) (اے پیغمبر!) جو لوگ تم سے بیعت کر رہے ہیں، وہ درحقیقت اللہ سے بیعت کر رہے ہیں۔(۶) اللہ کا ہاتھ اُن کے

اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰى بِمَا عٰهَدَ

ہاتھوں پر ہے۔ اس کے بعد جو کوئی عہد توڑے گا، اُس کے عہد توڑنے کا وبال اُسی پر پڑے گا، اور جو کوئی اُس عہد کو پورا کرے گا

ع ۹ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۱۰﴾ ع سَیَقُوْلُ لَكَ الْمُخَلَّفُوْنَ مِنَ

جو اُس نے اللہ سے کیا ہے، تو اللہ اُس کو زبردست ثواب عطا کرے گا۔ (۱۰) وہ دیہاتی جو (حدیبیہ کے سفر میں) پیچھے رہ گئے تھے،(۷) اب وہ تم سے

---

(۵) یعنی وہ اپنے خیال میں مسلمانوں کے خلاف بڑے بڑے منصوبے بناتے ہیں، لیکن برائی کے پھیر میں وہ خود پڑے ہوئے ہیں، کیونکہ ایک طرف اُن کے منصوبے ناکام ہوں گے، اور دُوسری طرف اُنہیں اللہ تعالیٰ کے قہر کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(۶) یہ اُسی بیعتِ رضوان کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی خبر مشہور ہونے کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لی تھی جس کا واقعہ سورت کے تعارف میں گذر چکا ہے۔

(۷) حدیبیہ کے سفر میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کے ارادے سے روانہ ہوئے تو تمام مخلص صحابۂ کرامؓ تو خود ہی بڑے اِشتیاق کے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو گئے تھے، لیکن چونکہ یہ اندیشہ شروع ہی سے تھا کہ شاید قریش کے کافر لوگ راستہ

الْاَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَاَهْلُوْنَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُوْلُوْنَ
ضرور یہ کہیں گے کہ: ''ہمارے مال و دولت اور ہمارے اہل و عیال نے ہمیں مشغول کرلیا تھا، اس لئے ہمارے لئے مغفرت کی دُعا کردیجئے۔''
بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا
وہ اپنی زبانوں سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دِلوں میں نہیں ہوتیں۔ (ان سے) کہو کہ: ''اچھا تو اگر اللہ تمہیں کوئی نقصان
اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ؕ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
پہنچانا چاہے یا فائدہ پہنچانا چاہے تو کون ہے جو اللہ کے سامنے تمہارے معاملے میں کچھ بھی کرنے کی طاقت رکھتا ہو؟(٨) بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ
خَبِيْرًا ﴿١١﴾ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ
اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (١١) حقیقت تو یہ ہے کہ تم نے یہ سمجھا تھا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دوسرے مسلمان کبھی اپنے گھر والوں
اَبَدًا وَّزُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚۖ وَكُنْتُمْ قَوْمًا
کے پاس لوٹ کر نہیں آئیں گے،(٩) اور یہی بات تمہارے دِلوں کو اچھی معلوم ہوتی تھی، اور تم نے بُرے بُرے گمان کئے تھے، اور تم ایسے لوگ بن
بُوْرًا ﴿١٢﴾ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ
گئے تھے جنہیں برباد ہونا تھا۔ (١٢) اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان نہ لائے، تو (وہ یاد رکھے کہ) ہم نے کافروں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ
سَعِيْرًا ﴿١٣﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ
تیار کر رکھی ہے۔ (١٣) اور آسمانوں اور زمین کی سلطنت تمام تر اللہ ہی کی ہے، وہ جس کو چاہے، بخش دے، اور
يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٤﴾ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ
جس کو چاہے، عذاب دے، اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔ (١٤) (مسلمانو!) جب تم غنیمت کے مال لینے کے لئے چلو گے

روکیں، اور لڑائی کی نوبت آجائے، اس لئے آپ نے ایک بڑی جمعیت کے ساتھ سفر کرنے کی غرض سے مدینہ منوّرہ کے آس پاس کے دیہات میں بھی یہ اعلان فرمادیا تھا کہ وہاں کے لوگ بھی ساتھ چلیں۔ ان میں سے جو حضرات مخلص مسلمان تھے، وہ تو آپ کے ساتھ آگئے، لیکن ان میں سے جو لوگ منافق تھے، اُنہوں نے یہ سوچا کہ جنگ کی صورت میں ہمیں لڑائی میں حصہ لینا پڑے گا، اس لئے وہ مختلف بہانے کرکے رُک گئے۔ اس آیت میں ''پیچھے رہنے والوں'' سے وہی منافق مراد ہیں، اور فرمایا جارہا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منوّرہ واپس پہنچیں گے تو یہ لوگ یہ بہانہ کریں گے کہ ہم اپنے گھربار کی مصروفیت کی وجہ سے آپ کے ساتھ نہیں جاسکے تھے۔

(٨) یعنی تم تو یہ سوچ کر اپنے گھروں میں رُک گئے تھے کہ گھر میں رہنا فائدہ مند ہے، اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جانے میں نقصان ہے، حالانکہ فائدہ اور نقصان تو تمام تر اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے، وہ نفع یا نقصان پہنچانے کا ارادہ فرمالے تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ اُسے روک سکے۔

(٩) ان منافقین کا خیال یہ تھا کہ مسلمان چاہے عمرے کے ارادے سے جارہے ہوں، لیکن جنگ ضرور ہوگی، اور قریش کی طاقت اتنی بڑی ہے کہ مسلمان وہاں سے زندہ واپس نہیں آسکیں گے۔

إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلٰى مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ يُرِيْدُوْنَ أَنْ

تو یہ (حدیبیہ کے سفر سے) پیچھے رہنے والے تم سے کہیں گے کہ: ''ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو(١٠)۔'' وہ چاہیں گے کہ اللہ کی بات کو بدل دیں(١١)۔

يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ

تم کہہ دینا کہ: ''تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلوگے۔ اللہ نے پہلے سے یوں ہی فرمارکھا ہے(١٢)۔'' اس پر وہ کہیں گے کہ: ''دراصل آپ لوگ

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٥﴾ قُلْ

ہم سے حسد رکھتے ہیں(١٣)۔'' نہیں! بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ خود ہی ایسے ہیں کہ بہت کم بات سمجھتے ہیں۔ ﴿١٥﴾ ان پیچھے رہنے والے دیہاتیوں

لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلٰى قَوْمٍ أُولِيْ بَأْسٍ شَدِيْدٍ

سے کہہ دینا کہ: عنقریب تمہیں ایسے لوگوں کے پاس (لڑنے کے لئے) بلایا جائے گا جو بڑے سخت جنگجو ہوں گے،

تُقَاتِلُوْنَهُمْ أَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَإِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ أَجْرًا حَسَنًا ۚ وَإِنْ

کہ یا تو اُن سے لڑتے رہو، یا وہ اطاعت قبول کرلیں(١٤)۔ اُس وقت اگر تم (جہاد کے اُس حکم کی) اطاعت کروگے تو اللہ تمہیں اچھا اَجر دے گا، اور

---

(١٠) صحابۂ کرامؓ نے حدیبیہ کے سفر میں جس جاں نثاری اور اطاعت کے جذبے سے کام لیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اُس کے صلے میں یہ وعدہ فرمایا تھا کہ مکہ مکرّمہ کی فتح سے پہلے اُنہیں ایک اور فتح حاصل ہوگی جس میں بہت سا مالِ غنیمت بھی حصے میں آئے گا۔ اس سے مراد خیبر کی فتح تھی۔ چنانچہ سن ۷ ہجری میں جب آپ خیبر کے لئے روانہ ہورہے تھے تو صحابۂ کرامؓ کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق خیبر ضرور فتح ہوگا، اور وہاں سے مالِ غنیمت بھی حاصل ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جب یہ موقع آئے گا تو جو منافق حدیبیہ کے سفر میں حیلے بہانے کرکے پیچھے رہ گئے تھے، وہ خیبر کے سفر میں تمہارے ساتھ چلنا چاہیں گے، کیونکہ اُنہیں یقین ہوگا کہ اس سفر میں فتح بھی ہوگی، اور مالِ غنیمت بھی ملے گا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جارہا ہے کہ اُن کی یہ خواہش پوری نہ کریں، اور اُنہیں ساتھ لے جانے سے انکار کردیں۔

(١١) اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی یہ حکم دے دیا تھا کہ خیبر کے سفر میں صرف اُن حضرات کو شرکت کی اجازت دیں جو حدیبیہ کے سفر میں آپ کے ساتھ تھے۔ اسی حکم کی طرف اس آیت میں ''اللہ کی بات'' فرما کر اشارہ کیا گیا ہے۔

(١٢) یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اس سے پہلے قرآنِ کریم میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ خیبر کی جنگ میں صرف وہ لوگ شریک ہوں جو حدیبیہ میں شامل تھے، بلکہ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا تھا، اور آپ نے لوگوں تک پہنچایا۔ اس سے صاف واضح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنِ کریم کے علاوہ بھی وحی کے ذریعے اَحکام آیا کرتے تھے، اور وہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اَحکام ہوتے تھے۔ لہٰذا منکرینِ حدیث جو یہ کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم کے علاوہ کسی اور وحی کا کوئی ثبوت نہیں ہے، یہ آیت اُس کی واضح تردید کررہی ہے۔

(١٣) یعنی ہمیں مالِ غنیمت میں حصہ دار بنانا نہیں چاہتے۔

(١٤) دیہات کے ان لوگوں سے کہا جارہا ہے کہ آپ لوگوں کا خیبر کی جنگ میں شامل ہونا تو اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں ہے، البتہ اس کے بعد ایک وقت آئے گا جب آپ لوگوں کو سخت جنگجو قوموں سے لڑنے کی دعوت دی جائے گی، اُس وقت اگر آپ نے سچا

تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝١٦ لَيْسَ عَلَى

اگر تم منہ موڑوگے جیسا کہ تم نے پہلے منہ موڑا تھا تو اللہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔(١٦) اندھے آدمی پر

الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ

(جہاد نہ کرنے کا) کوئی گناہ نہیں ہے، نہ لنگڑے آدمی پر کوئی گناہ ہے، اور نہ بیمار آدمی پر گناہ ہے۔ اور جو شخص بھی

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّ

اللہ اور اُس کے رسول کا کہنا مانے، اللہ اُس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ اور جو کوئی

يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝١٧ ع لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ الربع

منہ موڑے گا، اُسے دردناک عذاب دے گا۔(١٧) یقیناً اللہ ان مؤمنوں سے بڑا خوش ہوا جب وہ درخت کے نیچے

يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ

تم سے بیعت کررہے تھے، اور ان کے دِلوں میں جو کچھ تھا وہ بھی اللہ کو معلوم تھا،(١٥) اس لئے اُس نے اُن پر سکینت اُتار دی،

عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝١٨ ۙ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ

اور اُن کو اِنعام میں ایک قریبی فتح عطا فرمادی،(١٦) (١٨) اور غنیمت میں ملنے والے بہت سے مال بھی جو اُن کے ہاتھ آئیں گے! اور اللہ اقتدار کا بھی

مؤمن بن کر اِستقامت سے کام لیا تو آپ کا یہ گناہ دُھل جائے گا، اور اللہ تعالیٰ آپ کو ثواب عطا فرمائیں گے۔ اس میں وہ تمام جنگیں داخل ہیں جن میں کسی بڑی طاقت سے مسلمانوں کا مقابلہ ہوا، اور دیہات کے ان لوگوں کو اُس میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی۔ صحابۂ کرامؓ سے منقول ہے کہ دیہات کے لوگوں کو یہ دعوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہدِ خلافت میں اُس وقت دی گئی جب مسلمانوں کا مقابلہ مسیلمہ کذاب اور قیصر وکسریٰ کی طاقتوں سے ہوا۔ اس موقع پر دیہات کے ان لوگوں میں سے کچھ حضرات تائب بھی ہوگئے تھے۔

(١٥) یہ اُسی بیعتِ رضوان کا ذِکر ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ سے حدیبیہ کے مقام پر ببول کے ایک درخت کے نیچے لی تھی، اور جس کا ذِکر سورت کے تعارف میں آچکا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ان حضرات نے یہ بیعت دِل سے پورے عزم کے ساتھ کی تھی، وہ منافقوں کی طرح جھوٹا عہد کرنے والے نہیں تھے۔

(١٦) اس سے مراد خیبر کی فتح ہے۔ اس سے پہلے مسلمان دوطرفہ خطرے سے دوچار تھے۔ جنوب میں قریشِ مکہ کی طرف سے ہر وقت حملوں کا خطرہ رہتا تھا جس کا سدّباب حدیبیہ کی صلح کے ذریعے ہوا، اور شمال میں خیبر کے یہودی تھے جو ہر وقت مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال بنتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ مسلمانوں نے حدیبیہ کے موقع پر جس جاں نثاری اور پھر اِطاعت کے جذبے کا مظاہرہ کیا، اُس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے اُنہیں خیبر کی فتح عطا فرمادی جس سے ایک طرف شمالی خطرے کا سدّباب ہوگا، اور دُوسری طرف بہت سا مالِ غنیمت مسلمانوں کے قبضے میں آئے گا، اور اس کے نتیجے میں معاشی خوش حالی حاصل ہوگی۔

اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ⑲ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ
مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (۱۹) اللہ نے تم سے بہت سے مالِ غنیمت کا وعدہ کر رکھا ہے جو تم حاصل کروگے،(۱۷) اب فوری طور پر
لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ
اُس نے تمہیں یہ فتح دے دی ہے، اور لوگوں کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا،(۱۸) تاکہ یہ مؤمنوں کے لئے ایک نشانی بن جائے،
وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ⑳ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ
اور تمہیں اللہ سیدھے راستے پر ڈال دے، (۲۰) اور ایک فتح اور بھی ہے جو ابھی تمہارے قابو میں نہیں آئی، لیکن
اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ㉑ وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ
اللہ نے اُس کو اپنے احاطے میں لے رکھا ہے،(۱۹) اور اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ (۲۱) اور یہ کافر لوگ
كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ㉒ سُنَّةَ اللّٰهِ
تم سے لڑتے تو یقیناً پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتے، پھر اُنہیں کوئی یار و مددگار بھی نہ ملتا،(۲۰) (۲۲) جیسا کہ اللہ کا یہی دستور ہے
الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ښ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ㉓ وَهُوَ الَّذِيْ
جو پہلے سے چلا آتا ہے، اور تم اللہ کے دستور میں ہرگز تبدیلی نہیں پاؤگے۔(۲۱) (۲۳) اور وہی اللہ ہے جس نے
كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ
مکہ کی وادی میں اُن کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے، اور تمہارے ہاتھوں کو اُن تک پہنچنے سے روک دیا،

---

(۱۷) اس سے مراد وہ فتوحات ہیں جو خیبر کے علاوہ حاصل ہونے والی تھیں۔

(۱۸) یعنی خیبر کے یہودی اور اُن کے حلیف اس فتح میں جو رُکاوٹ ڈال سکتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اُسے روک دیا۔

(۱۹) اس سے مراد مکہ مکرّمہ اور اُس کے بعد حنین وغیرہ کی فتوحات ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے کہ اگرچہ ابھی مسلمان مکہ مکرّمہ کو فتح کرنے کی حالت میں نہیں ہیں، لیکن وہ وقت آنے والا ہے جب قریشِ مکہ خود حدیبیہ کے معاہدے کی خلاف ورزی کرکے اُسے توڑ دیں گے، اور اُس کے بعد مسلمانوں کے لئے فتحِ مکہ کا راستہ کھل جائے گا، اور اُس کے بعد حنین وغیرہ کی فتوحات حاصل ہوں گی۔

(۲۰) یعنی حدیبیہ کے مقام پر کافروں سے جو صلح کرائی گئی، اُس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ مسلمان کمزور تھے، اور جنگ کی صورت میں اُنہیں شکست اُٹھانی پڑتی، بلکہ اگر مقابلہ ہو جاتا تو یہ کافر ہی شکست کھاتے، اور پیٹھ پھیر کر بھاگتے، لیکن اس وقت کئی مصلحتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے جنگ کو روکا تھا، اُن میں سے ایک مصلحت کا بیان آگے آیت نمبر ۲۵ میں آ رہا ہے۔

(۲۱) اللہ تعالیٰ کا دستور شروع سے یہ چلا آتا ہے کہ جو لوگ حق پر ہوتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی مدد کی شرائط پوری کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ اُن کو باطل والوں پر غلبہ عطا فرماتا ہے، اور جہاں کہیں باطل والوں کو غلبہ حاصل ہو، وہاں سمجھ لینا چاہئے کہ حق والوں کے طرزِ عمل میں کوئی خرابی تھی جس کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے محروم رہے۔

عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
جبکہ وہ تمہیں اُن پر قابو دے چکا تھا،(۲۲) اور جو کچھ تم کر رہے تھے، اللہ اُسے دیکھ رہا تھا۔ ﴿۲۴﴾ یہی لوگ تو ہیں جنہوں نے کفر اختیار کیا،
وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۗ وَ
اور تمہیں مسجدِ حرام سے روکا، اور قربانی کے جانوروں کو جو ٹھہرے ہوئے کھڑے تھے، اپنی جگہ پہنچنے سے روک دیا۔(۲۳) اور اگر کچھ مسلمان مرد اور
لَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ
مسلمان عورتیں (مکہ میں) نہ ہوتیں جن کے بارے میں تمہیں خبر بھی نہ ہوتی کہ تم اُنہیں پیس ڈالوگے، اور اُس کی وجہ سے بے خبری میں تم کو
فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ
نقصان پہنچ جاتا (۲۴) (تو ہم ان کافروں سے تمہاری صلح کے بجائے جنگ کروا دیتے، لیکن ہم نے جنگ کو اس لئے روکا) تاکہ اللہ جس کو چاہے، اپنی رحمت
يَّشَآءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ
میں داخل کردے۔(۲۵) (البتہ) اگر وہ مسلمان وہاں سے ہٹ جاتے تو ہم ان (اہلِ مکہ) میں سے جو کافر تھے، اُنہیں دردناک سزا دیتے۔(۲٦) ﴿۲۵﴾ (چنانچہ)

---

(۲۲) جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرّمہ جا کر قریش کے لوگوں کو صلح کا پیغام دے رہے تھے، اُس وقت مکہ مکرّمہ کے کافروں نے پچاس آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس غرض سے بھیجے تھے کہ وہ خفیہ طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کر کے (معاذ اللہ) آپ کو شہید کردیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنہیں مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار کرادیا۔ دوسری طرف جب قریش نے ان آدمیوں کی گرفتاری کی خبر سنی تو اُنہوں نے حضرت عثمانؓ اور اُن کے ساتھیوں کو روک لیا۔ اُس وقت اگر مسلمان ان پچاس آدمیوں کو قتل کردیتے تو جواب میں قریش کے لوگ حضرت عثمانؓ اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کرتے، اور مکمل جنگ چھڑ جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دِل میں یہ بات ڈال دی کہ وہ ان قیدیوں کو قتل نہ کریں، اور مسلمانوں کے ہاتھوں کو اُن کے قتل سے روک دیا، حالانکہ وہ اُن کے قابو میں آچکے تھے، اور دُوسری طرف قریش کے ہاتھوں کو مسلمانوں سے لڑنے سے اس طرح روک دیا کہ اُن کے دِل میں مسلمانوں کا رُعب ڈال دیا جس کی وجہ سے وہ صلح پر راضی ہوگئے، حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ صاف انکار کرچکے تھے۔

(۲۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ چونکہ عمرے کے ارادے سے تشریف لائے تھے، اس لئے حرم میں قربانی کرنے کے لئے جانور بھی ساتھ لائے تھے جنہیں حرم میں پہنچ کر قربان ہونا تھا، وہ ان کافروں کے رُکاوٹ ڈالنے کی وجہ سے حدیبیہ ہی میں کھڑے رہ گئے، اور جس جگہ لے جا کر اُنہیں قربان کرنے کا ارادہ تھا، وہاں نہیں پہنچ پائے۔

(۲۴) یہ اُن مصلحتوں میں سے ایک مصلحت کا بیان ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُس وقت جنگ کو مناسب نہیں سمجھا۔ اور وہ مصلحت یہ تھی کہ مکہ مکرّمہ میں بہت سے مسلمان موجود تھے، اور اَب حضرت عثمانؓ اور اُن کے ساتھی بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ جنگ ہوتی تو پورے زور وشور سے ہوتی، اور اس گھمسان کی جنگ میں مکہ مکرّمہ کے مسلمانوں کو خود مسلمانوں ہی کے ہاتھوں بے خبری میں نقصان پہنچ سکتا تھا جس پر بعد میں خود مسلمانوں کو ندامت اور نقصان کا احساس ہوتا۔

(۲۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے مکہ مکرّمہ کے مسلمانوں پر یہ رحمت فرمائی کہ اُنہیں قتل ہونے سے بچالیا، اور مدینہ منوّرہ کے مسلمانوں پر

جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ
جب ان کافروں نے اپنے دِلوں میں اُس حمیت کو جگہ دی جو جاہلیت کی حمیت تھی تو اللہ نے
سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى
اپنی طرف سے اپنے پیغمبر اور مسلمانوں پر سکینت نازل فرمائی(۲۷) اور اُن کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا(۲۸)
ع وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲٦﴾ لَقَدْ صَدَقَ
اور وہ اسی کے زیادہ حق دار اور اس کے اہل تھے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (۲٦) حقیقت یہ ہے کہ
اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ
اللہ نے اپنے رسول کو سچا خواب دِکھایا ہے جو واقعے کے بالکل مطابق ہے۔ تم لوگ اِن شاء اللہ ضرور مسجدِ حرام میں اس طرح امن وامان کے ساتھ
اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ
داخل ہوگے کہ تم (میں سے کچھ) نے اپنے سروں کو بے خوف وخطر منڈوایا ہوگا، اور (کچھ نے) بال تراشے ہوں گے۔(۲۹) اللہ وہ باتیں جانتا ہے

یہ رحمت فرمائی کہ اُنہیں اپنے دِینی بھائیوں کے قتل سے بچالیا۔

(۲٦) یعنی اگر مکہ مکرّمہ میں جو مسلمان کافروں کے ہاتھوں ظلم سہہ رہے تھے، وہ وہاں سے کہیں اور چلے گئے ہوتے تو ہم ان کافروں سے مسلمانوں کی جنگ کروادیتے جس کے نتیجے میں وہ دردناک شکست سے دوچار ہوتے۔

(۲۷) قریش اگرچہ آخرکار صلح پر راضی ہوگئے تھے، لیکن جب صلح نامہ لکھنے کا وقت آیا تو اُنہوں نے محض اپنے تکبر اور اپنی جاہلانہ حمیت کی وجہ سے کچھ ایسی باتوں پر اِصرار کیا جو صحابۂ کرامؓ کو بہت ناگوار ہوئیں۔ مثلاً صلح نامے کے شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" لکھوایا تو انہوں نے اس پر اِعتراض کیا، اور اس کے بجائے "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" لکھوانے پر زور دیا، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام نامی کے ساتھ "رسول اللہ" لکھا گیا تھا، اُنہوں نے اُسے مٹانے پر اِصرار کیا۔ ان باتوں کی وجہ سے صحابۂ کرامؓ کو بہت غصہ تھا، لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کو صلح منظور تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کے دِلوں میں تحمل پیدا فرمادیا، اسی تحمل کو یہاں سکینت سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

(۲۸) تقویٰ کی بات یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کی جائے، چاہے وہ بات نفس کو کتنی ناگوار معلوم ہورہی ہو۔ صحابۂ کرامؓ نے اسی پر عمل فرمایا۔

(۲۹) جیسا کہ اس سورت کے تعارف میں عرض کیا گیا، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے سفر سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ آپ اور آپ کے صحابۂ کرامؓ مسجدِ حرام میں عمرے کی غرض سے داخل ہوئے ہیں۔ اسی خواب کے بعد آپ نے تمام صحابۂ کرامؓ سے عمرے پر روانہ ہونے کے لئے فرمایا تھا۔ لیکن جب حدیبیہ پہنچ کر صلح کے نتیجے میں اِحرام کھولنا پڑا اور عمرہ ادا نہ کیا جاسکا، تو بعض حضرات کو یہ خیال ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب تو وحی ہوتا ہے، اور عمرہ کئے بغیر واپس جانا اس خواب کے مطابق نہیں ہے۔ اس آیت میں اس خیال کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ وہ خواب یقیناً سچا تھا، لیکن اُس میں مسجدِ حرام میں داخلے کا کوئی وقت متعین نہیں کیا گیا تھا۔ اب بھی وہ خواب سچا ہے، اور اگرچہ اس سفر میں عمرہ نہیں ہوسکا، لیکن اِن شاء اللہ وہ خواب عنقریب پورا ہوگا۔

مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ
جو تمہیں معلوم نہیں ہیں۔ چنانچہ اُس نے وہ خواب پورا ہونے سے پہلے ایک قریبی فتح طے کردی ہے۔(۳۰) ﴿۲۷﴾ وہی ہے جس نے اپنے
رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ
رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے، تاکہ اُسے ہر دُوسرے دین پر غالب کردے۔ اور (اس کی) گواہی دینے کے لئے
شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ
اللہ کافی ہے۔ ﴿۲۸﴾ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں،(۳۱) اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں، وہ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں، (اور) آپس
رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ز
میں ایک دوسرے کے لئے رحم دِل ہیں۔ تم اُنہیں دیکھو گے کہ کبھی رُکوع میں ہیں، کبھی سجدے میں، (غرض) اللہ کے فضل اور خوشنودی کی تلاش
سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۖ وَ
میں لگے ہوئے ہیں۔ اُن کی علامتیں سجدے کے اثر سے اُن کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ یہ ہیں اُن کے وہ اوصاف جو تورات میں مذکور ہیں۔(۳۲) اور

چنانچہ اگلے سال وہ پورا ہوا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ نے اطمینان کے ساتھ عمرہ ادا فرمایا۔

(۳۰) اس سے مراد خیبر کی فتح ہے جس کا ذکر آیت نمبر ۱۸ اور اُس کے حاشیہ میں گذر چکا ہے۔

(۳۱) جیسا کہ پیچھے حاشیہ نمبر ۲۷ میں گذرا ہے، کافروں نے صلح نامہ لکھواتے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" لکھوانے سے انکار کیا تھا، اور صرف "محمد بن عبداللہ" لکھوایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آپ کو "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" فرما کر یہ اشارہ دیا ہے کہ کافر لوگ اس حقیقت سے چاہے کتنا انکار کریں، اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک قرآنِ کریم میں ثبت فرمادیا ہے۔

(۳۲) اگرچہ تورات میں بہت سی تبدیلیاں ہوچکی ہیں، لیکن بائبل کے جن صحیفوں کو آج کل یہودی اور عیسائی مذہب میں "تورات" کہا جاتا ہے، اُن میں سے ایک یعنی استثناء ۳۳:۲-۳ میں ایک عبارت ہے جس کے بارے میں یہ احتمال ہے کہ شاید قرآنِ کریم نے اُس کی طرف اشارہ فرمایا ہو۔ وہ عبارت یہ ہے:

"خداوند سینا سے آیا، اور شعیر سے اُن پر آشکار ہوا، اور کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا، اور وہ دس ہزار قدسیوں میں سے آیا۔ اس کے داہنے ہاتھ پر اُن کے لئے آتشیں شریعت تھی۔ وہ بیشک قوموں سے محبت رکھتا ہے، اس کے سب مقدس لوگ تیرے ہاتھ میں ہیں، اور وہ تیرے قدموں میں بیٹھے ایک ایک تیری باتوں سے مستفیض ہوگا۔" (استثناء: ۳۳:۲-۳)

واضح رہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آخری خطبہ ہے، جس میں یہ فرمایا جارہا ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی وحی کوہِ سینا پر اُتری، جس سے مراد تورات ہے، پھر کوہِ شعیر پر اُترے گی، جس سے مراد انجیل ہے، کیونکہ کوہِ شعیر وہ پہاڑ ہے جسے آج جبل الخلیل کہتے ہیں، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ کا مرکز تھا۔ پھر فرمایا گیا ہے کہ تیسری وحی کوہِ فاران پر اُترے گی، جس سے مراد قرآنِ کریم ہے، کیونکہ فاران اس پہاڑ کا نام ہے جس پر غارِ حرا واقع ہے۔ اور اسی میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ فتحِ مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی تعداد دس ہزار تھی، لہٰذا "دس ہزار قدسیوں میں سے آیا"

مَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۚ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ

انجیل میں اُن کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک کھیتی ہو جس نے اپنی کونپل نکالی، پھر اُس کو مضبوط کیا، پھر وہ موٹی ہوگئی، پھر اپنے تنے پر اس طرح سیدھی

عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۗ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ

کھڑی ہوگئی کہ کاشتکار اُس سے خوش ہوتے ہیں،(۳۳) تاکہ اللہ ان (کی اس ترقی) سے کافروں کا دِل جلائے۔ یہ لوگ جو ایمان لائے ہیں، اور

آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ﴿۲۹﴾ ع ۱۲

انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اللہ نے ان سے مغفرت اور زبردست ثواب کا وعدہ کرلیا ہے۔ (۲۹)

سے ان صحابہؓ کی طرف اشارہ ہے۔ (واضح رہے کہ قدیم نسخوں میں دس ہزار کا لفظ ہے، اب بعض نسخوں میں اسے لاکھوں سے تبدیل کردیا گیا ہے)۔

نیز قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ "یہ صحابہؓ کافروں کے مقابلے میں سخت ہیں۔" استثناء کی مذکورہ عبارت میں ہے کہ: "اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشیں شریعت تھی" قرآنِ کریم میں ہے کہ: "وہ آپس میں ایک دوسرے کے لئے رحم دِل ہیں" اور استثناء کی مذکورہ عبارت میں ہے کہ: "وہ بیشک قوموں سے محبت رکھتا ہے" اس لئے یہ بات دُور از قیاس نہیں ہے کہ قرآنِ کریم نے اس عبارت کا حوالہ دیا ہو، اور وہ تبدیل ہوتے ہوتے موجودہ استثناء کی عبارت کی شکل میں رہ گئی ہو۔

(۳۳) انجیل مرقس میں بالکل یہی تشبیہ ان الفاظ میں مذکور ہے: "خدا کی بادشاہی ایسی ہے جیسے کوئی آدمی زمین میں بیج ڈالے، اور رات کو سوئے اور دن کو جاگے، اور وہ بیج اس طرح اُگے اور بڑھے کہ وہ نہ جانے۔ زمین آپ سے آپ پھل لاتی ہے، پہلے پتی، پھر بالیں، پھر بالوں میں تیار دانے۔ پھر جب اناج پک چکا تو وہ فی الفور درانتی لگاتا ہے کیونکہ کاٹنے کا وقت آپہنچا۔" (مرقس ۴:۲۶ تا ۲۹)۔

یہی تشبیہ انجیل لوقا (۱۳-۱۸ و ۱۹) اور انجیل متی (۱۳-۳۱) میں بھی موجود ہے۔

الحمد للہ! آج بروزِ جمعہ بتاریخ ۱۵؍صفر ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۲؍فروری ۲۰۰۸ء نمازِ جمعہ کے بعد مکہ مکرّمہ میں سورۂ فتح کا ترجمہ اور تشریحی حواشی تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس خدمت کو قبول فرما کر اُسے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الحُجُرٰت

تعارف

اس سورت کے بنیادی موضوع دو ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمانوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعظیم کا کیسا رویہ اختیار کرنا چاہیے، اور دُوسرے یہ کہ مسلمانوں کے درمیان اِتحاد و اِتفاق قائم رکھنے کے لئے کن اُصولوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس سلسلے میں پہلے تو یہ بتایا گیا ہے کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہوں میں اختلاف پیدا ہو جائے تو دُوسرے مسلمانوں پر کیا فریضہ عائد ہوتا ہے، اور اُس کے بعد وہ اسباب بیان فرمائے گئے ہیں جو عام طور سے رہن سہن کے دوران آپس کے لڑائی جھگڑے پیدا کرتے ہیں، مثلاً ایک دُوسرے کا مذاق اُڑانا، غیبت کرنا، دُوسروں کے معاملات میں ناحق مداخلت کرنا، بدگمانی کرنا وغیرہ۔ نیز یہ حقیقت پوری وضاحت اور تاکید کے ساتھ بیان فرمائی گئی ہے کہ خاندان، قبیلے، زبان اور قومیت کی بنیاد پر ایک دُوسرے کے مقابلے میں اپنی بڑائی جتانے کا اسلام میں کوئی جواز نہیں ہے۔ تمام انسان برابر ہیں، اور اگر کسی کو دُوسرے پر کوئی فوقیت ہو سکتی ہے تو وہ صرف اپنے کردار اور تقویٰ کی بنیاد پر ہو سکتی ہے۔ سورت کے آخر میں یہ حقیقت بیان فرمائی گئی ہے کہ مسلمان ہونے کے لئے صرف زبان سے اسلام کا اقرار کر لینا کافی نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اَحکام کو دِل سے ماننا بھی ضروری ہے۔ اس کے بغیر اِسلام کا دعویٰ معتبر نہیں ہے۔

''حجرات'' عربی میں ''حُجرۃ'' کی جمع ہے جو کمرے کو کہتے ہیں۔ اس سورت کی چوتھی آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رہائشی حجروں کے پیچھے سے آپ کو آواز دینے سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس وجہ سے اس سورت کا نام سورۂ حجرات رکھا گیا ہے۔

اٰیاتھا ١٨ ٤٩ سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّۃٌ ١٠٦ رکوعاتھا ٢

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا
اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول کے آگے نہ بڑھا کرو،(۱) اور اللہ سے ڈرتے رہو۔
اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا
اللہ یقیناً سب کچھ سنتا، سب کچھ جانتا ہے۔ (١) اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے
اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ
بلند مت کیا کرو، اور نہ اُن سے بات کرتے ہوئے اس طرح زور سے بولا کرو جیسے تم ایک دوسرے سے
لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ
زور سے بولتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں، اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ (٢) یقین جانو جو لوگ اللہ کے رسول (صلی اللہ

(۱) سورت کی یہ ابتدائی پانچ آیتیں ایک خاص موقع پر نازل ہوئی تھیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عرب کے قبائل کے بہت سے وفد آتے رہتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن میں سے کسی کو آئندہ کے لئے قبیلے کا اُمیر مقرّر فرما دیتے تھے۔ ایک مرتبہ قبیلہ تمیم کا ایک وفد آپ کی خدمت میں آیا۔ ابھی آپ نے اُن میں سے کسی کو اُمیر نہیں بنایا تھا، اور نہ اس سلسلے میں کوئی بات کی تھی۔ لیکن آپ کی موجودگی میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے یہ مشورہ شروع کر دیا کہ ان میں سے کس کو اُمیر بنایا جائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ایک نام لیا، اور حضرت عمرؓ نے دوسرا۔ پھر ان دونوں بزرگوں نے اپنی اپنی رائے کی تائید اس طرح شروع کر دی کہ کچھ بحث کا سا انداز پیدا ہو گیا، اور اس میں دونوں کی آوازیں بھی بلند ہو گئیں۔ اس پر پہلی تین آیتیں نازل ہوئیں۔ پہلی آیت میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ جن معاملات کا فیصلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کرنا ہو، اور آپ نے اُن کے بارے میں کوئی مشورہ بھی طلب نہ فرمایا ہو، اُن معاملات میں آپ سے پہلے ہی کوئی رائے قائم کر لینا اور اس پر اِصرار یا بحث کرنا آپ کے ادب کے خلاف ہے۔ اگرچہ یہ پہلی آیت اس خاص واقعے میں نازل ہوئی تھی، لیکن الفاظ عام استعمال فرمائے گئے ہیں، تاکہ یہ اُصولی ہدایت دی جائے کہ کسی بھی معاملے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنا مسلمانوں کے لئے دُرست نہیں ہے۔ اس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلنا ہو تو آپ سے آگے نہ بڑھنا چاہئے۔ نیز آپ نے زندگی کے مختلف شعبوں میں جو حدود مقرر فرمائی ہیں، اُن سے آگے نکلنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اس کے بعد دُوسری اور تیسری آیتوں میں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر اپنی آواز آپ کی آواز سے بلند نہیں کرنی چاہئے، اور آپ سے کوئی بات کہنی ہو تو وہ بھی بلند آواز سے نہیں کہنی چاہئے، بلکہ آپ کی مجلس میں آواز پست رکھنے کا اِہتمام ضروری ہے۔

أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوبَهُمْ

علیہ وسلم) کے پاس اپنی آوازیں نیچی رکھتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کے دِلوں کو اللہ نے خوب جانچ کر تقویٰ کے لئے منتخب کرلیا ہے۔ اُن کو

لِلتَّقْوٰى ۚ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّأَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ

مغفرت بھی حاصل ہے، اور زبردست اجر بھی۔ (۳) (اے پیغمبر!) جو لوگ تمہیں حجروں کے پیچھے سے

وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٤﴾ وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتّٰى تَخْرُجَ

آواز دیتے ہیں، اُن میں سے اکثر کو عقل نہیں ہے۔(۲) (۴) اور اگر یہ لوگ اُس وقت تک صبر کرتے جب تک تم خود باہر نکل کر

إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٥﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا

ان کے پاس آجاتے، تو ان کے لئے بہتر ہوتا، اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔ (۵) اے ایمان والو!

إِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا أَنْ تُصِيبُوا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوا

اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے، تو اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو،(۳) کہیں ایسا نہ ہو کہ تم نادانی سے کچھ لوگوں کو

---

(۲) تمیم کے جس وفد کا ابھی ذکر کیا گیا، وہ دوپہر کے وقت مدینہ منوّرہ پہنچا تھا جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرمارہے تھے۔ یہ لوگ آداب سے واقف نہیں تھے، اس لئے ان میں سے کچھ لوگوں نے آپ کے گھر کے باہر ہی سے آپ کو پکارنا شروع کردیا۔ اس پر اس آیت میں تنبیہ فرمائی گئی ہے۔

(۳) اس آیت کے شانِ نزول میں حافظ ابنِ جریرؒ اور دُوسرے مفسرین نے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت ولید بن عقبہؓ کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو مصطلق کے پاس زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا تھا۔ جب یہ اُن کی بستی کے قریب پہنچے تو وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ایلچی کے استقبال کے لئے بڑی تعداد میں بستی کے باہر جمع ہوگئے۔ ولید بن عقبہؓ یہ سمجھے کہ یہ لوگ لڑائی کے لئے باہر نکل آئے ہیں۔ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ اُن کے اور بنو مصطلق کے درمیان جاہلیت کے زمانے میں کچھ دُشمنی بھی تھی۔ اس لئے حضرت ولیدؓ کو یہ خطرہ ہوا کہ وہ لوگ اس پرانی دُشمنی کی بنا پر اُن سے لڑنے کے لئے نکل آئے ہیں۔ چنانچہ وہ بستی میں داخل ہونے کے بجائے وہیں سے واپس لوٹ گئے، اور جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بنو مصطلق کے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا ہے، اور وہ لڑائی کے لئے نکلے ہوئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرّر فرمایا کہ واقعے کی تحقیق کے بعد اگر واقعی اُن لوگوں کی سرکشی ثابت ہو تو اُن سے جہاد کریں۔ بعد میں پتہ چلا کہ وہ لوگ تو اِستقبال کے لئے جمع ہوئے تھے، اور اُنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار نہیں کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ان روایات کی بنا پر بعض حضرات نے یہ فرمایا ہے کہ آیت میں جو فاسق کا لفظ استعمال ہوا ہے، اُس سے مراد ولید بن عقبہؓ ہیں، پھر اُس پر جو اِشکال ہوتا ہے کہ ایک صحابی کو فاسق قرار دینا بظاہر عدالتِ صحابہ کے منافی ہے، اُس کا یہ جواب دیا ہے کہ بعض صحابہ سے گناہ سرزد ہوئے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اُنہیں توبہ کی توفیق عطا فرمادی، اس لئے بحیثیتِ مجموعی اُن کی عدالت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس واقعے کے بیان میں جو روایتیں آئی ہیں، اوّل تو وہ سند کے اعتبار سے مضبوط نہیں ہیں، اور اُن میں تعارض و اِختلاف بھی پایا جاتا ہے، دُوسرے اس واقعے کی بنا پر حضرت

عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝٦ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ

نقصان پہنچا بیٹھو، اور پھر اپنے کئے پر پچھتاؤ۔ (٦) اور یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول موجود ہیں۔

كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ

بہت سی باتیں ہیں جن میں وہ اگر تمہاری بات مان لیں تو خود تم مشکل میں پڑ جاؤ۔ لیکن اللہ نے تمہارے دِل میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے، اور

قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ

اُسے تمہارے دِلوں میں پُرکشش بنادیا ہے، اور تمہارے اندر کفر کی اور گناہوں اور نافرمانی کی نفرت بٹھادی ہے۔(٤) ایسے ہی لوگ ہیں جو ٹھیک

ولیدؓ کو فاسق قرار دینے کی کوئی معقول وجہ بھی سمجھ میں نہیں آتی، کیونکہ اس واقعے میں اُنہوں نے جان بوجھ کر کوئی جھوٹ نہیں بولا، بلکہ جو کچھ کیا، غلط فہمی کی وجہ سے کیا جس کی وجہ سے کسی کو فاسق نہیں کہا جاسکتا۔ اس لئے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت ولیدؓ بستی کے قریب پہنچے، اور قبیلے کے لوگ بڑی تعداد میں وہاں جمع ہورہے تھے تو کسی شریر آدمی نے اُن سے یہ کہا ہوگا کہ یہ لوگ آپ سے لڑنے کے لئے نکلے ہیں۔ اُس شریر آدمی کو آیت میں فاسق قرار دیا گیا ہے، اور حضرت ولیدؓ کو یہ تنبیہ کی گئی ہے کہ تنہا اُس شریر آدمی کی خبر پر بھروسہ کرکے کوئی اِقدام کرنے کے بجائے پہلے اُس خبر کی تحقیق کرنی چاہئے تھی۔ اس خیال کی تائید ایک روایت سے بھی ہوتی ہے جو حافظ ابن جریرؒ نے نقل کی ہے، اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ: "فحدثه الشيطان انهم يريدون قتله" (تفسیر ابنِ جریر ج:٢٢ ص:٢٨٦) یعنی شیطان نے اُنہیں یہ بتایا کہ وہ لوگ اُنہیں قتل کرنا چاہتے ہیں۔ ظاہر یہی ہے کہ شیطان نے کسی انسان کی شکل میں آکر اُنہیں یہ جھوٹی خبر دی ہوگی۔ اس لئے آیت کے لفظ "فاسقٌ" کو خواہ مخواہ ایک صحابی پر چسپاں کرنے کی کیا ضرورت ہے جبکہ اُنہوں نے جو کچھ کیا غلط فہمی میں کیا۔ اس کے بجائے اُسے اُس مخبر پر چسپاں کرنا چاہئے جس نے حضرت ولیدؓ کو یہ غلط خبر دی تھی۔

بہرحال! واقعہ کچھ بھی ہو، قرآنِ کریم کا اُسلوب یہ ہے کہ اُس کی آیتیں چاہے کسی خاص موقع پر نازل ہوئی ہوں، اکثر اُن کے الفاظ عام ہوتے ہیں، تاکہ اُن سے ایک اُصولی حکم معلوم ہوسکے۔ چنانچہ یہ ایک عام حکم ہے کہ کسی فاسق کی خبر پر بغیر تحقیق کے اعتماد نہیں کرنا چاہئے، خاص طور پر جب اُس خبر کے نتیجے میں کسی کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہو۔

(٤) سورت کے شروع میں جو حکم دیا گیا تھا، اور جس کی تشریح اُوپر حاشیہ نمبر ١ میں گذری ہے، اُس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ صحابۂ کرامؓ کبھی کوئی رائے ہی پیش نہ کریں، بلکہ رائے قائم کرکے اُس پر اِصرار سے منع فرمایا گیا تھا، اب یہ فرمایا جارہا ہے کہ مناسب موقع پر کوئی رائے دینے میں تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ضروری نہیں ہے کہ تمہاری ہر رائے پر عمل ضرور کریں، بلکہ آپ مصلحت کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے، اور اگر وہ تمہاری رائے کے خلاف ہو، تب بھی تمہیں اُس پر راضی رہنا چاہئے، کیونکہ تمہاری ہر بات پر عمل کرنے سے خود تمہیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، جیسا کہ حضرت ولید بن عقبہؓ کے واقعے میں ہوا کہ وہ تو یہ سمجھے ہوئے تھے کہ بنو مصطلق لڑائی پر آمادہ ہیں، اس لئے اُن کی رائے تو یہی ہوگی کہ اُن سے جہاد کیا جائے، لیکن اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی رائے پر عمل کرتے تو خود مسلمانوں کو نقصان پہنچتا۔ چنانچہ آگے اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرامؓ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِل میں ایمان کی محبت ڈال دی ہے، اس لئے وہ اطاعت کے اسی اُصول پر عمل کرتے ہیں۔

الرّٰشِدُوْنَ ۝٧ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٨ وَاِنْ

ٹھیک راستے پر آچکے ہیں، (٧) جو اللہ کی طرف سے فضل اور نعمت کا نتیجہ ہے، اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (٨) اور اگر

طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ

مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اُن کے درمیان صلح کراؤ۔ پھر اگر اُن میں سے ایک گروہ دوسرے کے ساتھ

اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ

زیادتی کرے تو اُس گروہ سے لڑو جو زیادتی کررہا ہو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

چنانچہ اگر وہ لوٹ آئے، تو اُن کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو، اور (ہر معاملے میں) انصاف سے کام لیا کرو، بیشک اللہ انصاف کرنے

الْمُقْسِطِيْنَ ۝٩ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا

والوں سے محبت کرتا ہے۔ (٩) حقیقت تو یہ ہے کہ تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں، اس لئے اپنے دو بھائیوں کے درمیان تعلقات اچھے بناؤ، اور اللہ

ع ١ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝١٠ؒ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ

سے ڈرو تاکہ تمہارے ساتھ رحمت کا معاملہ کیا جائے۔ (١٠) اے ایمان والو! نہ تو مرد دُوسرے مردوں کا مذاق اُڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ (جن کا

عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا

مذاق اُڑا رہے ہیں) خود اُن سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دُوسری عورتوں کا مذاق اُڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ

مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ

(جن کا مذاق اُڑا رہی ہیں) خود اُن سے بہتر ہوں۔ اور تم ایک دُوسرے کو طعنہ نہ دیا کرو، اور نہ ایک دُوسرے کو بُرے القاب سے پکارو۔

الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝١١

ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لگنا بہت بُری بات ہے۔[(٥)] اور جو لوگ ان باتوں سے باز نہ آئیں، تو وہ ظالم لوگ ہیں۔ (١١)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچو، بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔[(٦)] اور کسی کی ٹوہ میں نہ لگو،[(٧)] اور ایک دُوسرے کی

---

(٥) معاشرے میں جن باتوں سے لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں، ان آیتوں میں اُن باتوں کو نہایت جامعیت کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک بات یہ ہے کہ کسی دوسرے کا کوئی ایسا بُرا نام رکھ دیا جائے جو اُسے ناگوار ہو۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ایسا کرنا گناہ ہے، اور اس سے خود تم گنہگار ہوگے، اور خود تم پر گنہگار ہونے کا نام لگے گا، اور کسی مسلمان پر یہ نام لگنا کہ وہ گنہگار ہے، ایمان لانے کے بعد بہت بُری بات ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کسی دُوسرے پر بُرا نام لگا رہے تھے، اور اس عمل سے خود تم پر بُرا نام لگ گیا۔

(٦) یعنی کسی کے خلاف تحقیق کے بغیر بدگمانی دِل میں جمالینا گناہ ہے۔

لَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ
غیبت نہ کرو۔(۸) کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے؟ اس سے تو خود تم نفرت کرتے ہو! اور اللہ سے
اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢﴾
ڈرو۔ بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا، بہت مہربان ہے۔ (۱۲) اے لوگو! حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا
يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ
ہے، اور تمہیں مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے تاکہ تم ایک دوسرے کی پہچان کر سکو۔(۹) درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب
لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ﴿١٣﴾
سے زیادہ عزّت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہو۔ یقین رکھو کہ اللہ سب کچھ جاننے والا، ہر چیز سے باخبر ہے۔ (۱۳)
قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا
یہ دیہاتی کہتے ہیں کہ: ’’ہم ایمان لے آئے ہیں۔‘‘ ان سے کہو کہ: ’’تم ایمان تو نہیں لائے، البتہ یہ کہو کہ ہم نے ہتھیار ڈال دیئے ہیں(۱۰)۔
يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ
اور ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ اور اگر تم واقعی اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال (کے

---

(۷) کسی دُوسرے کے عیب تلاش کرنے کے لئے اُس کی ٹوہ اور جستجو میں لگنا بھی اس آیت کی رُو سے گناہ ہے۔ البتہ کوئی حاکم مجرموں کا پتہ لگانے کے لئے تفتیش کرے تو وہ اس میں داخل نہیں ہے۔

(۸) غیبت کی تعریف ایک حدیث میں خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمائی ہے کہ: ’’تم اپنے بھائی کا تذکرہ اس طرح کرو جو اُسے ناگوار ہو۔‘‘ ایک صحابی نے پوچھا کہ: ’’اگر اُس میں واقعی وہ عیب ہو تو (کیا اُس کا بیان کرنا بھی غیبت ہے؟)‘‘ آپ نے فرمایا کہ: ’’اگر اُس میں واقعی وہ عیب ہو تب تو وہ غیبت ہے، اور اگر وہ نہ ہو تو بہتان ہے۔‘‘ یعنی وہ دُہرا گناہ ہے۔

(۹) اس آیتِ کریمہ نے مساوات کا یہ عظیم اُصول بیان فرمایا ہے کہ کسی کی عزت اور شرافت کا معیار اُس کی قوم، اُس کا قبیلہ یا وطن نہیں ہے، بلکہ تقویٰ ہے۔ سب لوگ ایک مرد وعورت یعنی حضرت آدم وحواء (علیہما السلام) سے پیدا ہوئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے مختلف قبیلے خاندان یا قومیں اس لئے نہیں بنائیں کہ وہ ایک دُوسرے پر اپنی بڑائی جتائیں، بلکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ بے شمار انسانوں میں باہمی پہچان کے لئے کچھ تقسیم قائم ہو جائے۔

(۱۰) دیہات کے کچھ لوگ دِل سے ایمان لائے بغیر ظاہری طور پر کلمہ پڑھ کر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہے تھے، جس کا مقصد مسلمانوں جیسے حقوق حاصل کرنا تھا۔ مدینہ منورہ میں آکر انہوں نے راستوں پر گندگی بھی پھیلائی تھی۔ ان آیات میں ان کی حقیقت واضح فرمائی گئی ہے۔ اور یہ واضح کر دیا گیا ہے کہ سچا مسلمان ہونے کے لئے صرف کلمہ پڑھ لینا کافی نہیں ہے، بلکہ دِل سے اسلامی عقائد کو ماننا اور اپنے آپ کو اسلامی اَحکام کا پابند سمجھنا ضروری ہے۔

أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ

ثواب) میں ذرا بھی کمی نہیں کرے گا۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔" (١٤) ایمان لانے والے تو وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور

آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي

اُس کے رسول کو دِل سے مانا ہے، پھر کسی شک میں نہیں پڑے، اور جنہوں نے اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے

سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾ قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ ۚ وَ

اللہ کے راستے میں جہاد کیا ہے۔ وہی لوگ ہیں جو سچے ہیں۔ (١٥) (اے پیغمبر! ان دیہاتیوں سے) کہو کہ: "کیا تم اللہ کو اپنے دِین کی

اللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٦﴾

اطلاع دے رہے ہو؟ حالانکہ اللہ اُن تمام چیزوں کو خوب جانتا ہے جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں، اور اللہ ہر چیز کا پورا پورا علم

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ

رکھتا ہے۔" (١٦) یہ لوگ تم پر اِحسان رکھتے ہیں کہ یہ اسلام لے آئے ہیں۔ ان سے کہو کہ: "مجھ پر اپنے اسلام لانے کا اِحسان نہ جتلاؤ۔

يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ إِنَّ اللَّهَ

بلکہ اگر تم واقعی (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو یہ اللہ کا تم پر اِحسان ہے کہ اُس نے تمہیں ایمان کی ہدایت دی۔" (١٧) واقعہ یہ ہے کہ اللہ

يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ ع ٢ ١٨ ١٤

آسمانوں اور زمین کی ہر پوشیدہ بات کو خوب جانتا ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُسے اچھی طرح دیکھ رہا ہے۔ (١٨)

الحمدللہ! سورۂ حجرات کا ترجمہ اور تشریحی حواشی آج بروز اتوار مؤرخہ ١٧ رصفر ١٤٢٩ھ مطابق ٢٤ رفروری ٢٠٠٨ء کو مدینہ منورہ میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس خدمت کو قبول فرماکر اُمت کے لئے مفید بنائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق خدمت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سُوْرَةُ قٓ

تعارف

اس سورت کا اصل موضوع آخرت کا اثبات ہے۔ اسلام کے عقائد میں عقیدۂ آخرت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو اِنسان کے قول وفعل میں ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے، اور اگر یہ عقیدہ دِل میں پیوست ہوجائے تو وہ ہر وقت انسان کو اس بات کی یاد دِلاتا رہتا ہے کہ اُسے اپنے ہر کام کا اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دینا ہے، اور پھر یہ عقیدہ انسان کو گناہوں، جرائم اور ناانصافیوں سے دُور رکھنے میں بڑا اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس لئے قرآنِ کریم نے آخرت کی زندگی کو یاد دِلانے پر بہت زور دیا ہے، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ صحابۂ کرامؓ ہر وقت آخرت کی زندگی کو بہتر بنانے کی فکر میں لگے رہتے تھے۔ اب جو مکی سورتیں آرہی ہیں، اُن میں زیادہ تر اسی عقیدے کے دلائل اور قیامت کے حالات اور جنت اور دوزخ کی منظر کشی پر زور دیا گیا ہے۔ سورۂ قٓ کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت فجر اور جمعہ کی نمازوں میں اس سورت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔ سورت کا آغاز حروفِ مقطعات میں سے حرفِ قٓ سے کیا گیا ہے جس کے معنیٰ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہیں۔ اسی حرف کے نام پر سورت کا نام رکھا گیا ہے۔

آیاتها ۴۵ ۵۰ سُوْرَةُ قٓ مَكِّيَّةٌ ۳۴ رکوعاتها ۳

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں پینتالیس آیتیں اور تین رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ (۱) بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ
قٓ۔ قرآن مجید کی قسم! (ان کافروں نے پیغمبر کو کسی دلیل کی وجہ سے نہیں جھٹلایا) (۱) بلکہ انہوں نے اس بات پر حیرت کا اظہار کیا ہے کہ کوئی (آخرت
فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ (۲) ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ
سے) ڈرانے والا خود اُنہی میں سے (کیسے) آ گیا، چنانچہ ان کافروں نے یہ کہا ہے کہ: "یہ تو بڑی عجیب بات ہے، (۲) بھلا کیا جب ہم مر کھپ
ذٰلِكَ رَجْعٌ ۢ بَعِيْدٌ (۳) قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا
جائیں گے اور مٹی ہو جائیں گے، (اُس وقت ہمیں پھر زندہ کیا جائے گا؟) یہ واپسی تو ہماری سمجھ سے دُور ہے۔" (۳) واقعہ تو یہ ہے کہ زمین ان کے جن
كِتٰبٌ حَفِيْظٌ (۴) بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ
حصوں کو (کھا کر) گھٹا دیتی ہے، ہمیں اُن کا پورا علم ہے،[۱] اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے جو سب کچھ محفوظ رکھتی ہے۔[۲] (۴) در اصل انہوں نے سچ کو
مَّرِيْجٍ (۵) اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا
اُسی وقت جھٹلا دیا تھا جب وہ ان کے پاس آیا تھا، چنانچہ وہ متضاد باتوں میں پڑے ہوئے ہیں۔[۳] (۵) بھلا کیا انہوں نے اپنے اُوپر آسمان کو نہیں دیکھا
وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ (۶) وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا
کہ ہم نے اُسے کیسے بنایا ہے؟ اور ہم نے اُسے خوبصورتی بخشی ہے، اور اُس میں کسی قسم کے رخنے نہیں ہیں، (۶) اور زمین ہے کہ ہم نے اُسے پھیلا
رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ ۢ بَهِيْجٍ (۷) لا تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ
دیا ہے، اور اُس میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے ہیں، اور اُس میں ہر طرح کی خوشنما چیزیں اُگائی ہیں، (۷) تاکہ وہ اللہ سے لَو لگانے والے ہر بندے
عَبْدٍ مُّنِيْبٍ (۸) وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ
کے لئے بصیرت اور نصیحت کا سامان ہو، (۸) اور ہم نے آسمان سے برکتوں والا پانی اُتارا، پھر اُس کے ذریعے باغات اور وہ اناج کے دانے اُگائے

---

(۱) یہ اس بات کا جواب ہے کہ جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو، پھر ہمارے جسم کے وہ حصے دوبارہ کیسے جمع ہوں گے جن کو مٹی کھا چکی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ تمہارے جسم کے جن جن حصوں کو مٹی کھاتی ہے، اُن سب کا ہمیں پورا پورا علم ہے، اس لئے ان کو دوبارہ بحال کر دینا ہمارے لئے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

(۲) اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔

(۳) یعنی کبھی کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے، کبھی کہتے ہیں کہ یہ کاہنوں کی باتیں ہیں، کبھی قرآنِ کریم کو شاعری قرار دیتے ہیں، اور کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر (معاذ اللہ) دیوانہ ہونے کا الزام لگاتے ہیں۔

الْحَصِيْدِ ﴿۹﴾ وَ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ﴿۱۰﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَ

جن کی کٹائی ہوتی ہے، (۹) اور کھجور کے اُونچے اُونچے درخت جن میں تہہ برتہہ خوشے ہوتے ہیں! (۱۰) تاکہ ہم بندوں کو رِزق عطا کریں، اور (اس

اَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿۱۱﴾ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ

طرح) ہم نے اُس پانی سے ایک مردہ پڑے ہوئے شہر کو زندگی دے دی۔ بس اسی طرح (انسانوں کا قبروں سے) نکلنا بھی ہوگا۔(۴) (۱۱) ان سے پہلے

وَّ اَصْحٰبُ الرَّسِّ وَ ثَمُوْدُ ﴿۱۲﴾ وَ عَادٌ وَّ فِرْعَوْنُ وَ اِخْوَانُ لُوْطٍ ﴿۱۳﴾ وَّ

نوح کی قوم اور اَصحابُ الرس اور ثمود کے لوگوں نے بھی (اس بات کو) جھٹلایا تھا، (۱۲) نیز قوم عاد اور فرعون اور لوط کے بھائیوں نے بھی، (۱۳) اور

اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَ قَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ اَفَعَيِيْنَا

اَصحابُ الایکہ اور تبع کی قوم نے بھی۔ ان سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا، اس لئے میں نے جس عذاب سے ڈرایا تھا، وہ سچ ہو کر رہا۔ (۱۴) بھلا کیا ہم

ع ۱۵/۱ بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۵﴾ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا

پہلی بار پیدا کرنے سے تھک گئے تھے(۵)؟ نہیں! لیکن یہ لوگ ازسرِ نو پیدا کرنے کے بارے میں دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ (۱۵) اور حقیقت یہ

الْاِنْسَانَ وَ نَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ

ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے، اور اُس کے دِل میں جو خیالات آتے ہیں، اُن (تک) سے ہم خوب واقف ہیں، اور ہم اُس کی شہہ رگ سے بھی

حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿۱۶﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَ عَنِ الشِّمَالِ

زیادہ اُس کے قریب ہیں، (۱۶) اُس وقت بھی جب (اعمال کو) لکھنے والے دو فرشتے لکھ رہے ہوتے ہیں(۶)، ایک دائیں جانب اور دُوسرا بائیں

---

(۴) جس طرح ایک مردہ پڑی ہوئی زمین کو اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعے زندگی عطا کردیتے ہیں کہ اُس میں ڈالے ہوئے بیج سے طرح طرح کی سبزیاں، پھل اور اناج وجود میں آجاتا ہے، اسی طرح جو لوگ قبروں میں مٹی ہو چکے ہیں اُن کو بھی اللہ تعالیٰ نئی زندگی دینے پر قادر ہیں۔

(۵) کسی بھی چیز کو پہلی بار پیدا کرنا یعنی اُسے عدم سے وجود میں لانا ہمیشہ زیادہ مشکل ہوتا ہے، بہ نسبت اس کے کہ اُسے دوبارہ ویسا ہی بنادیا جائے۔ جب اللہ تعالیٰ کو پہلی بار پیدا کرنے میں کوئی دُشواری یا تھکن لاحق نہیں ہوئی تو دوبارہ پیدا کرنے میں کیوں کوئی مشکل ہوگی؟

(۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کے تمام اچھے بُرے کاموں کو ریکارڈ کرنے کے لئے دو فرشتے مقرّر فرما رکھے ہیں جو ہر وقت اُس کے دائیں اور بائیں موجود ہوتے ہیں، لیکن یہ انتظام صرف اس لئے کیا گیا ہے تاکہ انسان کے اعمال نامے کو قیامت کے دن خود اُس کے سامنے حجت کے طور پر پیش کیا جاسکے، ورنہ اللہ تعالیٰ کو اِنسان کے اعمال جاننے کے لئے کسی اور کی مدد کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ وہ ہر اِنسان کے دِل میں پیدا ہونے والے خیالات تک سے خوب واقف ہیں، اور انسان کی شہہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے قریب ہیں۔ (الترجمة مبنية على أن "إِذْ" ظرف لـ "أَقْرَبُ" كما في روح المعاني)۔

قَعِيْدٌ ﴿۱۷﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ

جانب بیٹھا ہوتا ہے۔ (۱۷) انسان کوئی لفظ زبان سے نکال نہیں پاتا، مگر اُس پر ایک نگراں مقرر ہوتا ہے، ہر وقت (لکھنے کے لئے) تیار! (۱۸) اور موت

سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿۱۹﴾ وَنُفِخَ فِي

کی سختی سچ مچ آنے ہی والی ہے۔ (اے انسان!) یہ وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا۔ (۱۹) اور صور پھونکا جانے والا ہے۔

الصُّوْرِ ۗ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿۲۰﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّ

یہ وہ دن ہوگا جس سے ڈرایا جاتا تھا۔ (۲۰) اور ہر شخص اس طرح آئے گا کہ اُس کے ساتھ ایک ہانکنے والا ہوگا، اور ایک

شَهِيْدٌ ﴿۲۱﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ

گواہی دینے والا[۷]۔ (۲۱) حقیقت یہ ہے کہ تو اس واقعے کی طرف سے غفلت میں پڑا ہوا تھا، اب ہم نے تجھ سے وہ پردہ ہٹا دیا ہے جو تجھ پر پڑا ہوا

فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿۲۲﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ ﴿۲۳﴾ؕ

تھا، چنانچہ آج تیری نگاہ خوب تیز ہوگئی ہے۔ (۲۲) اور اُس کا ساتھی کہے گا کہ: "یہ ہے وہ (اعمال نامہ) جو میرے پاس تیار ہے[۸]۔" (۲۳)

اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۲۴﴾ۙ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ

(حکم دیا جائے گا کہ) تم دونوں[۹] ہر اُس شخص کو جہنم میں ڈال دو جو کٹر کافر اور حق کا پکا دُشمن تھا، (۲۴) جو دُوسروں کو بھلائی سے روکنے کا عادی، بے حد

مُّرِيْبِ ﴿۲۵﴾ۙ الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِي الْعَذَابِ

زیادتی کرنے والا اور (حق بات میں) شک ڈالنے والا تھا، (۲۵) جس نے اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود بنا رکھا تھا۔ لہٰذا اب تم دونوں اُسے سخت

الشَّدِيْدِ ﴿۲۶﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ

عذاب میں ڈال دو۔ (۲۶) اُس کا ساتھی[۱۰] کہے گا کہ: "اے ہمارے پروردگار! میں نے اسے گمراہ نہیں کیا تھا، بلکہ یہ خود ہی پرلے درجے کی گمراہی

---

(۷) یعنی جب قبروں سے نکل کر اِنسان میدانِ حشر کی طرف جائیں گے تو دو فرشتے ہر ایک کے ساتھ ہوں گے، اُن میں سے ایک تو اُنہیں میدانِ حشر کی طرف ہانک کر لے جائے گا، اور ایک فرشتہ اس لئے ہوگا کہ وہ حساب و کتاب کے وقت اُس کے اعمال کی گواہی دے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ وہی دو فرشتے ہوں گے جو دُنیا میں اُس کا اعمال نامہ لکھا کرتے تھے۔

(۸) ساتھی سے مراد وہی فرشتہ ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہ کر اُس کے اعمال کو لکھا کرتا تھا، اور قبر سے اُس کے ساتھ گواہ بن کر آیا تھا۔

(۹) یعنی اُن دونوں فرشتوں سے کہا جائے گا جو اُس کے ساتھ آئے تھے۔

(۱۰) یہاں ساتھی سے مراد شیطان ہے، کیونکہ وہ بھی ہر وقت انسان کو بہکانے کے لئے اُس کے ساتھ رہتا تھا۔ کافر لوگ چاہیں گے کہ اپنے حصے کی سزا یہ کہہ کر اپنے سرداروں پر اور خاص طور سے شیطان پر ڈال دیں کہ اس نے ہمیں گمراہ کیا تھا۔ اُس کے جواب میں شیطان یہ کہے گا کہ میں نے گمراہ نہیں کیا، کیونکہ مجھے کوئی ایسا اختیار نہیں تھا کہ اسے زبردستی گمراہی کے راستے پر ڈالوں، زیادہ سے زیادہ میں نے انہیں ترغیب دی تھی، گمراہی میں تو یہ خود اپنے اختیار سے پڑا تھا۔ شیطان کے اس جواب کی تفصیل سورۂ ابراہیم (۲۲:۱۴) میں ملاحظہ فرمایئے۔

بَعِيْدٍ ۝٢٧ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَ قَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ۝٢٨

میں پڑا ہوا تھا۔" ۝٢٧ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ: "تم میرے سامنے جھگڑے نہ کرو، اور میں تو پہلے ہی تمہارے پاس عذاب کی دھمکی بھیج چکا تھا۔ ۝٢٨

ع مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝٢٩ ع يَوْمَ نَقُوْلُ

میرے سامنے وہ بات بدلی نہیں جا سکتی[11]، اور میں بندوں پر کوئی ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔" ۝٢٩ وہ وقت (یاد رکھو) جب ہم جہنم سے کہیں گے کہ:

لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝٣٠ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ

"کیا تو بھر گئی؟" اور وہ کہے گی کہ: "کیا کچھ اور بھی ہے[12]؟" ۝٣٠ اور پرہیزگاروں کے لئے جنت اتنی قریب کردی جائے گی کہ کچھ بھی دُور نہیں

لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝٣١ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ۝٣٢ ج مَنْ

رہے گی۔ ۝٣١ (اور کہا جائے گا کہ:) "یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے یہ وعدہ کیا جاتا تھا کہ وہ ہر اُس شخص کے لئے ہے جو اللہ سے خوب لو لگائے ہوئے

خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ۝٣٣ لا ادْخُلُوْهَا

ہو، (اور) اپنی نگرانی رکھنے والا ہو[13]، ۝٣٢ جو خدائے رحمٰن سے اُسے دیکھے بغیر ڈرتا ہو، اور اللہ کی طرف رُجوع ہونے والا دِل لے کر آئے۔ ۝٣٣ تم سب

بِسَلٰمٍ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝٣٤ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا

اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔" وہ دن ابدی زندگی کا دن ہوگا۔ ۝٣٤ ان (جنتیوں) کو وہ سب کچھ ملے گا جو وہاں وہ چاہیں گے، اور

مَزِيْدٌ ۝٣٥ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا

ہمارے پاس کچھ اور زیادہ بھی ہے[14]۔ ۝٣٥ اور ان (مکہ کے کافروں) سے پہلے ہم کتنی ہی قوموں کو ہلاک کرچکے ہیں جن کی طاقت پر گرفت ان

فِي الْبِلَادِ ؕ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ۝٣٦ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ

سے زیادہ سخت تھی، چنانچہ اُنہوں نے سارے شہر چھان مارے تھے[15]۔ کیا اُن کے لئے بھاگنے کی کوئی جگہ تھی؟ ۝٣٦ یقیناً اس میں اُس شخص کے

---

(١١) یعنی جو بات اُس دھمکی میں کہی گئی تھی کہ کفر اِختیار کرنے والا اور کفر کی ترغیب دینے والا دونوں جہنم کے مستحق ہیں۔

(١٢) یعنی جہنم یہ کہے گی کہ میں اور لوگوں کو بھی لینے کے لئے تیار ہوں۔

(١٣) اس بات کی نگرانی کہ میرا کوئی کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف نہ ہو۔

(١٤) جنت کی نعمتوں کی کچھ اِجمالی جھلک تو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی مختلف آیتوں میں بیان فرمائی ہے، لیکن جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے، اللہ تعالیٰ نے جنت میں وہ نعمتیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں، کسی کان نے سنی نہیں، اور کسی شخص کے دِل میں اُس کا خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔ یہاں بڑے بلیغ انداز میں اللہ تعالیٰ نے اُن نعمتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس کچھ اور زیادہ بھی ہے۔ انہی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار بھی ہے۔ مزید دیکھئے سورۂ یونس (١٠:٢٦)۔

(١٥) یعنی اُن کی خوش حالی کا عالم یہ تھا کہ وہ تجارت اور سیاحت کے لئے شہر شہر گھومتے تھے۔ اور اس کا ایک مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اُنہوں نے عذاب سے بچنے کے لئے مختلف بستیوں میں بہت ہاتھ پاؤں مارے، لیکن عذابِ الٰہی سے بچ نہیں سکے۔

اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا
لئے بڑی نصیحت کا سامان ہے جس کے پاس دِل ہو، یا جو حاضر دِماغ بن کر کان دَھرے۔ ﴿٣٧﴾ اور ہم نے سارے آسمانوں اور زمین کو اور اُن

بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿٣٨﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا
کے درمیان کی چیزوں کو چھ دن میں پیدا کیا، اور ہمیں ذرا سی تھکاوٹ بھی چھو کر نہیں گذری۔ ﴿٣٨﴾ لہٰذا (اے پیغمبر!) جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں،

يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿٣٩﴾
تم اُس پر صبر کرو، اور اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتے رہو، سورج نکلنے سے پہلے بھی، اور سورج ڈوبنے سے پہلے بھی۔ ﴿٣٩﴾

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿٤٠﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ
اور رات کے حصوں میں بھی اُس کی تسبیح کرو،[16] اور سجدوں کے بعد بھی۔[17] ﴿٤٠﴾ اور ذرا توجہ سے سنو! جس دن ایک پکارنے والا ایک

مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿٤١﴾ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿٤٢﴾
قریبی جگہ سے پکارے گا،[18] ﴿٤١﴾ جس دن لوگ سچ مچ اُس پکار کی آواز سنیں گے،[19] وہ قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔ ﴿٤٢﴾ یقین رکھو ہم ہی ہیں جو زندگی

اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿٤٣﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ
بھی دیتے ہیں، اور موت بھی، اور آخر کار سب کو ہمارے پاس ہی لوٹنا ہے، ﴿٤٣﴾ اُس دن جب زمین پھٹ کر ان کو اس طرح باہر کردے گی کہ وہ جلدی

عَنْهُمْ سِرَاعًا ۗ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿٤٤﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ
جلدی نکل رہے ہوں گے۔ اس طرح سب کو جمع کرلینا ہمارے لئے بہت آسان ہے۔ ﴿٤٤﴾ جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں، ہمیں خوب معلوم ہے، اور

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۚ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿٤٥﴾ ع ٣
(اے پیغمبر!) تم ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو۔[20] لہٰذا قرآن کے ذریعے ہر اُس شخص کو نصیحت کرتے رہو جو میری وعید سے ڈرتا ہو۔ ﴿٤٥﴾

---

(١٦) تسبیح سے یہاں مراد نماز ہے۔ چنانچہ طلوعِ آفتاب سے پہلے کے الفاظ میں نمازِ فجر، غروب سے پہلے کے الفاظ میں ظہر اور عصر کی نمازیں داخل ہیں، اور رات کے حصوں میں تسبیح کرنے کے الفاظ میں مغرب، عشاء اور تہجد کی نمازیں۔

(١٧) سجدوں سے مراد فرض نمازیں ہیں، اور اُن کے بعد تسبیح کرنے سے مراد نفلی نمازیں ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے اس کی یہی تفسیر منقول ہے (رُوح المعانی)۔

(١٨) یعنی اُس منادی کی آواز ہر شخص کو بہت قریب سے آتی ہوئی محسوس ہوگی۔ بظاہر یہ منادی حضرت اِسرافیل علیہ السلام ہوں گے جو مُردوں کو قبروں سے نکلنے کے لئے آواز دیں گے۔

(١٩) اس سے مراد وہی منادی کی پکار بھی ہوسکتی ہے، اور صور پھونکنے کی آواز بھی۔

(٢٠) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے کہ آپ کی ذمہ داری یہ نہیں ہے کہ آپ لوگوں کو زبردستی ایمان لانے پر مجبور کریں۔ آپ کا فریضہ صرف یہ ہے کہ نصیحت کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے رہیں۔ جس کے دِل میں کچھ خدا کا خوف ہوگا، وہ آپ کی بات مان لے گا، اور جو نہ مانے، اُس کی کوئی ذمہ داری آپ پر نہیں ہے۔

الحمد للہ! سورۂ قٓ کا ترجمہ اور تشریحی حواشی آج بتاریخ ۲۹ر صفر ۱۴۲۹ھ مطابق ۸ر مارچ ۲۰۰۸ء کو کراچی میں عشاء سے ذرا پہلے تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر اُسے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے ساتھ خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الذّٰرِیٰتِ

تعارف

یہاں سے سورۂ حدید (سورت نمبر ۵۷) تک، سورۂ رحمٰن کے سوا، تمام سورتیں مکی ہیں، اور ان سب کا بنیادی موضوع اسلام کے بنیادی عقائد کی تعلیم، اور خاص طور پر آخرت کی زندگی، جنت اور دوزخ کے حالات اور پچھلی قوموں کے عبرت ناک انجام کا نہایت فصیح و بلیغ اور اِنتہائی مؤثر تذکرہ ہے۔ اس تأثیر کو کسی بھی ترجمے کے ذریعے کسی اور زبان میں منتقل کرنا ممکن نہیں ہے، لیکن ترجمے کے ذریعے ان کے مفہوم کو کسی درجے میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

چونکہ ان تمام سورتوں کے مضامین ایک جیسے ہیں، اس لئے سورۂ واقعہ تک ہر سورت کا الگ تعارف نہیں دیا گیا۔

اٰیاتھا ٦۰ ۔ ۵۱ سُوْرَۃُ الذّٰرِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ ٦۷ ۔ رکوعاتھا ۳

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں ساٹھ آیتیں اور تین رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَ الذّٰرِیٰتِ ذَرْوًا ۝۱ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۝۲ فَالْجٰرِیٰتِ یُسْرًا ۝۳ فَالْمُقَسِّمٰتِ

قسم ہے اُن (ہواؤں) کی جو گرد اُڑا کر بکھیر دیتی ہیں، ۝۱ پھر اُن کی جو (بادلوں کا) بوجھ اُٹھاتی ہیں، ۝۲ پھر اُن کی جو آسانی سے رواں دواں ہوجاتی ہیں، ۝۳

اَمْرًا ۝۴ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۝۵ وَّ اِنَّ الدِّیْنَ لَوَاقِعٌ ۝٦

پھر اُن کی جو چیزیں تقسیم کرتی ہیں،(۱) ۝۴ کہ جو وعدہ تم سے کیا جارہا ہے، وہ یقینی طور پر سچا ہے، ۝۵ اور اعمال کا بدلہ یقیناً مل کر رہے گا۔ ۝٦ قسم ہے

---

(۱) یہاں دو باتیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی کسی بات کا یقین دِلانے کے لئے قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے، وہ اس بات سے بے نیاز ہے کہ اپنی کسی بات پر قسم کھائے، البتہ قرآنِ کریم میں بہت سے مقامات پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو قسمیں کھائی گئی ہیں، وہ کلام میں فصاحت و بلاغت کا زور پیدا کرنے کے لئے آئی ہیں، اور بسا اوقات اُن میں یہ پہلو بھی مدِنظر ہے کہ جس چیز کی قسم کھائی جارہی ہے، اگر اُس پر غور کیا جائے تو وہ اُس بات کی دلیل اور گواہ ہوتی ہے جو قسم کے بعد مذکور ہے۔ چنانچہ یہاں قسم کے بعد جو بات بیان فرمائی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ قیامت ضرور آئے گی، اور جزا و سزا کا فیصلہ ضرور ہوگا۔ اور قسم اُن ہواؤں کی کھائی گئی ہے جو گرد اُڑاتی ہیں، اور بادلوں کا بوجھ اُٹھا کر انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہیں، اور جب وہ برستے ہیں تو اُن کا پانی مردہ زمین میں رزق کا سامان پیدا کرکے اُنہیں مخلوقات میں تقسیم کرتا ہے، اور ان مخلوقات کے لئے نئی زندگی کا باعث بنتا ہے۔ ان کی قسم کھا کر اس طرف توجہ دِلائی گئی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ ان ہواؤں اور ان کے نتیجے میں برسنے والے پانی کو نئی زندگی کا ذریعہ بناتا ہے، وہ یقیناً اس بات پر قادر ہے کہ مردہ انسانوں کو دوسری زندگی عطا فرمادے۔

یہ تشریح اس بات پر مبنی ہے کہ جن چار چیزوں کی یہاں قسم کھائی گئی ہے، اُن سب سے مراد ہوائیں ہیں، اور ان کی چار مختلف صفات ذکر فرمائی گئی ہیں۔ ان آیتوں کی ایک اور تفسیر یہ منقول ہے کہ پہلی صفت یعنی گرد اُڑانا تو ہواؤں سے متعلق ہے، اور دُوسری صفت سے مراد خود بادل ہیں جو پانی کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، اور تیسری صفت سے مراد کشتیاں ہیں جو پانی میں رواں دواں رہتی ہیں، اور چوتھی صفت سے مراد فرشتے ہیں جو مخلوقات میں رزق وغیرہ تقسیم کرنے کا انتظام کرتے ہیں۔ یہ تفسیر ایک روایت میں خود حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، لیکن اس روایت کے بارے میں علامہ ہیثمیؒ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ ایک ضعیف راوی ابوبکر ابن ابی سبرہ سے مروی ہے جو متروک ہے۔ (مجمع الزوائد ج:۷ ص: ۲۴۴ و ۲۴۵ کتاب التفسیر حدیث نمبر: ۱۱۳٦۵) تاہم چونکہ اس تفسیر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نسبت ہے، اس لئے بہت سے مفسرین نے اسی کو اِختیار کیا ہے، اور ہم نے جو ترجمہ کیا ہے، اگر اُس میں سے قوسین والے الفاظ کو نظر انداز کردیا جائے تو اس ترجمے میں اس تفسیر کی بھی گنجائش ہے۔ اس تفسیر کے مطابق ان قسموں سے آخرت کا تعلق بظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ضروریات پوری کرنے کے یہ انتظامات بے مقصد نہیں فرمائے۔ اس سارے نظام کا یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو جو لوگ ٹھیک ٹھیک استعمال

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۝۷ لا اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۝۸ لا يُّؤْفَكُ

راستوں والے آسمان کی،(۲) ۝۷ کہ تم متضاد باتوں میں پڑے ہوئے ہو،(۳) ۝۸ اس (آخرت کی حقیقت) سے وہی منہ موڑتا ہے جو حق سے بالکل

عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ۝۹ ط قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۝۱۰ لا الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ

ہی مڑا ہوا ہے۔(۴) ۝۹ خدا کی مار ہو اُن پر جو (عقیدے کے معاملے میں) اٹکل پچّو باتیں بنایا کرتے ہیں، ۝۱۰ جو غفلت میں ایسے ڈوبے ہیں

سَاهُوْنَ ۝۱۱ لا يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۲ ط يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ

کہ سب کچھ بھلائے بیٹھے ہیں۔ ۝۱۱ پوچھتے ہیں کہ: ’’جزا و سزا کا دن کب ہوگا؟‘‘(۵) ۝۱۲ اُس دن ہوگا جب انہیں آگ پر

يُفْتَنُوْنَ ۝۱۳ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ط هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝۱۴ اِنَّ

تپایا جائے گا! ۝۱۳ کہ چکھو مزہ اپنی شرارت کا! یہی ہے وہ چیز جس کے بارے میں تم یہ مطالبے کرتے تھے کہ وہ جلدی آجائے(۶)! ۝۱۴ متقی لوگ

الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝۱۵ لا اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ط اِنَّهُمْ كَانُوْا

بیشک باغوں اور چشموں میں اس طرح رہیں گے ۝۱۵ کہ اُن کا پروردگار اُنہیں جو کچھ دے گا، اُسے وصول کر رہے ہوں گے۔

قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ۝۱۶ ط كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝۱۷

وہ لوگ اس سے پہلے ہی نیک عمل کرنے والے تھے، ۝۱۶ وہ رات کے وقت کم سوتے تھے، ۝۱۷

وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ۝۱۸ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ

اور سحری کے اوقات میں وہ استغفار کرتے تھے،(۷) ۝۱۸ اور اُن کے مال و دولت میں سائلوں اور محروم لوگوں کا

کریں، اُنہیں ان کی نیکی کا اِنعام دیا جائے، اور جو لوگ غلط استعمال کریں، اُنہیں سزا دی جائے، لہٰذا کائنات کی یہ ساری چیزیں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ کوئی ایسا دن آئے جس میں اِنعام اور سزا کا یہ فیصلہ ہو۔

(۲) یہاں راستوں سے مراد بظاہر وہ راستے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے، لیکن فرشتوں کی آمد و رفت اُن راستوں سے ہوتی ہے۔ اور بعض حضرات نے یہ بھی فرمایا ہے کہ آسمان کا لفظ بعض اوقات ہر اُوپر والی چیز کے لئے بھی بولا جاتا ہے، اور یہاں اُوپر کی وہ فضا مراد ہے جس میں ستاروں کے متعین راستے بنے ہوئے ہیں۔

(۳) یعنی ایک طرف اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کا خالق مانتے ہو، اور دُوسری طرف اُس کی یہ قدرت تسلیم کرنے کو تیار نہیں ہو کہ وہ مرنے کے بعد اِنسانوں کو دوبارہ زندگی دے سکتا ہے۔

(۴) جو شخص حق کی طلب رکھتا ہو، اُس کے لئے آخرت کو ماننا ہرگز مشکل نہیں ہے، لیکن اس حقیقت سے وہی انکار کرتا ہے جو حق کی طلب رکھنے کے بجائے اُس سے برگشتہ ہو۔

(۵) یہ سوال حقیقت جاننے کے لئے نہیں، بلکہ اُس کا مذاق اُڑانے کے لئے کرتے ہیں۔

(۶) کافر لوگوں کو جب آخرت کے عذاب سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے کہ وہ عذاب ابھی کیوں نہیں آجاتا۔

(۷) یعنی رات کا بڑا حصہ عبادت میں گذارنے کے بعد بھی وہ اپنے اس عمل پر مغرور نہیں ہوتے، بلکہ سحری کے وقت اللہ تعالیٰ

وَالْمَحْرُوْمِ ﴿١٩﴾ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا

(با قاعدہ) حق ہوتا تھا۔(٨) ﴿١٩﴾ اور اُن کے لئے جو یقین کرنے والے ہوں، زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں، ﴿٢٠﴾ اور خود تمہارے اپنے وجود میں

تُبْصِرُوْنَ ﴿٢١﴾ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَ

بھی! کیا پھر بھی تمہیں دِکھائی نہیں دیتا؟ ﴿٢١﴾ اور آسمان ہی میں تمہارا رزق بھی ہے، اور وہ چیز بھی جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔(٩) ﴿٢٢﴾ لہٰذا

ع ٢١ الْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿٢٣﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ

آسمان اور زمین کے پروردگار کی قسم! یہ بات یقیناً ایسی ہی سچی ہے جیسے یہ بات کہ تم بولتے ہو۔(١٠) ﴿٢٣﴾ (اے پیغمبر!)

ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿٢٤﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ

کیا ابراہیم کے معزّز مہمانوں کا واقعہ تمہیں پہنچا ہے؟(١١) ﴿٢٤﴾ جب وہ ابراہیم کے پاس آئے، تو انہوں نے سلام کہا۔ ابراہیم نے بھی سلام کہا۔

سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿٢٥﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿٢٦﴾

(اور دِل میں سوچا کہ) یہ کچھ انجان لوگ ہیں۔ ﴿٢٥﴾ پھر وہ چپکے سے اپنے گھر والوں کے پاس گئے، اور ایک موٹا سا بچھڑا لے آئے، ﴿٢٦﴾ اور

فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿٢٧﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا

اُسے ان مہمانوں کے سامنے رکھا۔ کہنے لگے: ’’کیا آپ لوگ کھاتے نہیں؟‘‘ ﴿٢٧﴾ اس سے ابراہیم نے اُن کی طرف سے اپنے دِل میں ڈر

تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ

محسوس کیا۔(١٢) انہوں نے کہا: ’’ڈریئے نہیں‘‘ اور انہیں ایک لڑکے کی خوشخبری دی جو بڑا عالم ہوگا۔ ﴿٢٨﴾ اس پر اُن کی بیوی زور سے بولتی ہوئی آئیں،

کے سامنے عاجزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اِستغفار کرتے ہیں کہ نہ جانے ہماری عبادت میں کون کون سی کوتاہیاں رہ گئی ہوں جن کی وجہ سے وہ عبادت اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کرنے کے لائق نہ ہو، اس لئے آخر میں اِستغفار کرتے ہیں۔

(٨) سائل سے مراد تو وہ حاجت مند ہے جو زبان سے اپنی ضرورت کا اِظہار کردے، اور محروم سے مراد وہ ہے جو حاجت مند ہونے کے باوجود کسی سے کچھ مانگتا نہیں۔ اس آیت میں ’’حق‘‘ کا لفظ استعمال کرکے بتادیا گیا ہے کہ انسان ان لوگوں پر زکوٰۃ وغیرہ کی شکل میں جو کچھ خرچ کرتا ہے، وہ کوئی اِحسان نہیں ہے، بلکہ یہ اُن کا حق ہے جو اُنہیں پہنچانا ہی چاہئے تھا، کیونکہ مال و دولت اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اور اُس کا یہ حکم ہے کہ اس میں حاجت مند لوگوں کا بھی حصہ ہے۔

(٩) آسمان سے یہاں مراد عالمِ بالا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ تمہارے رزق کے فیصلے بھی آسمان میں ہوتے ہیں، اور تم سے جنت اور دوزخ وغیرہ کا جو وعدہ کیا جارہا ہے، اُس کا فیصلہ بھی آسمان ہی میں ہونا ہے۔

(١٠) یعنی جس طرح یہ بات یقینی ہے کہ تم بول رہے ہو، اسی طرح آخرت کی جو بات کہی جارہی ہے، وہ بھی اتنی ہی یقینی ہے، کیونکہ اس کائنات کے خالق نے بتلائی ہے۔

(١١) یہ مہمان درحقیقت فرشتے تھے جو ایک طرف تو حضرت اِبراہیم علیہ السلام کو حضرت اِسحاق علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری دینے آئے تھے، اور دُوسری طرف حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ ان کا واقعہ تفصیل کے ساتھ سورۂ ہود (١١:٦٩ تا ٨٣) اور سورۂ حجر (١٥:٥١ تا ٧٧) میں گذر چکا ہے۔

وَجۡهَهَا وَقَالَتۡ عَجُوزٌ عَقِيمٌ ﴿٢٩﴾ قَالُوا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۖ إِنَّهُ هُوَ

اور انہوں نے اپنا چہرہ پیٹ لیا، اور کہنے لگیں: "(کیا) ایک بانجھ بڑھیا (بچہ جنے گی؟)" (۲۹) مہمانوں نے کہا: "تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا

الۡحَكِيمُ الۡعَلِيمُ ﴿٣٠﴾ قَالَ فَمَا خَطۡبُكُمۡ أَيُّهَا الۡمُرۡسَلُونَ ﴿٣١﴾ قَالُوٓا إِنَّآ

ہے۔ یقین جانو وہی ہے جو بڑی حکمت کا، بڑے علم کا مالک ہے۔" (۳۰) ابراہیم نے کہا: "اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتو! تم کس مہم پر ہو؟" (۳۱) انہوں

أُرۡسِلۡنَآ إِلَىٰ قَوۡمٍ مُّجۡرِمِينَ ﴿٣٢﴾ لِنُرۡسِلَ عَلَيۡهِمۡ حِجَارَةً مِّن طِينٍ ﴿٣٣﴾

نے کہا: "ہمیں کچھ مجرم لوگوں کے پاس بھیجا گیا ہے، (۳۲) تاکہ ہم ان پر پکی مٹی کے پتھر برسائیں (۳۳) جن پر حد سے گذرے ہوئے لوگوں کے

مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ لِلۡمُسۡرِفِينَ ﴿٣٤﴾ فَأَخۡرَجۡنَا مَن كَانَ فِيهَا مِنَ

لئے تمہارے پروردگار کے پاس سے خاص نشان بھی لگا ہوگا۔" (۳۴) پھر ہوا یہ کہ اُس بستی میں جو کوئی مؤمن تھا، اُس کو ہم نے وہاں سے نکال

الۡمُؤۡمِنِينَ ﴿٣٥﴾ فَمَا وَجَدۡنَا فِيهَا غَيۡرَ بَيۡتٍ مِّنَ الۡمُسۡلِمِينَ ﴿٣٦﴾ وَتَرَكۡنَا

لیا، (۳۵) اور اُس میں ایک گھر کے سوا ہم نے کسی اور گھر کو مسلمان نہیں پایا، [۱۳] (۳۶) اور ہم نے اُس بستی میں اُن لوگوں کے لئے (عبرت کی) ایک نشانی

فِيهَآ ءَايَةً لِّلَّذِينَ يَخَافُونَ الۡعَذَابَ الۡأَلِيمَ ﴿٣٧﴾ وَفِي مُوسَىٰٓ إِذۡ أَرۡسَلۡنَٰهُ

چھوڑ دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہوں۔ (۳۷) اور موسیٰ (کے واقعے) میں بھی (ہم نے ایسی ہی نشانی چھوڑی تھی) جب ہم نے انہیں ایک کھلی

إِلَىٰ فِرۡعَوۡنَ بِسُلۡطَٰنٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ فَتَوَلَّىٰ بِرُكۡنِهِۦ وَقَالَ سَٰحِرٌ أَوۡ مَجۡنُونٌ ﴿٣٩﴾

ہوئی دلیل کے ساتھ فرعون کے پاس بھیجا تھا، (۳۸) تو فرعون نے اپنی قوتِ بازو کے بل پر منہ موڑا، اور کہا کہ: "یہ جادوگر ہے، یا دیوانہ ہے۔" (۳۹)

فَأَخَذۡنَٰهُ وَجُنُودَهُۥ فَنَبَذۡنَٰهُمۡ فِي الۡيَمِّ وَهُوَ مُلِيمٌ ﴿٤٠﴾ وَفِي عَادٍ

چنانچہ ہم نے اُسے اور اُس کے لشکر کو پکڑا اور سب کو سمندر میں پھینک دیا، اور وہ تھا ہی ملامت کے لائق! (۴۰) نیز قوم عاد میں (بھی ہم نے ایسی

إِذۡ أَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الرِّيحَ الۡعَقِيمَ ﴿٤١﴾ مَا تَذَرُ مِن شَيۡءٍ أَتَتۡ

ہی نشانی چھوڑی تھی) جب ہم نے اُن پر ایک ایسی آندھی بھیجی جو ہر بہتری سے بانجھ تھی، [۱۴] (۴۱) وہ جس چیز پر بھی گذرتی، اُسے ایسا کر چھوڑتی جیسے

عَلَيۡهِ إِلَّا جَعَلَتۡهُ كَالرَّمِيمِ ﴿٤٢﴾ وَفِي ثَمُودَ إِذۡ قِيلَ لَهُمۡ تَمَتَّعُوا

وہ گل کر چورا چورا ہو گئی ہو۔ (۴۲) اور ثمود میں بھی (ایسی ہی نشانی تھی)، جب اُن سے کہا گیا تھا کہ: "تھوڑے وقت تک مزے اُڑا لو" (پھر

---

(۱۲) فرشتے چونکہ کچھ کھاتے نہیں ہیں، اس لئے انہوں نے کھانے سے پرہیز کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس علاقے کی عادت کے مطابق یہ سمجھے کہ یہ کوئی دُشمن ہیں۔ پھر جب انہوں نے بیٹے کی خوشخبری دی تو وہ سمجھ گئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں، اس لئے آیت نمبر ۳۰ میں اُنہوں نے اسی حیثیت سے اُن سے خطاب فرمایا۔

(۱۳) اس سے مراد خود حضرت لوط علیہ السلام کا گھرانہ ہے۔

(۱۴) یعنی وہ عذاب کی آندھی تھی، اس لئے ہواؤں میں عام طور سے جو فائدے ہوا کرتے ہیں، وہ اُس میں نہیں تھے۔ قومِ عاد کا تعارف سورۂ اَعراف (۷:۶۵) میں اور قومِ ثمود کا تعارف سورۂ اَعراف (۷:۷۳) میں گذر چکا ہے۔

حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٤٣﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ

سیدھے نہ ہوئے تو عذاب آئے گا) ﴿٤٣﴾ اس پر بھی اُنہوں نے اپنے پروردگار کا حکم ماننے سے سرکشی اِختیار کی تو اُنہیں کڑکے نے آ پکڑا، اور وہ

يَنْظُرُوْنَ ﴿٤٤﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَقَوْمَ

دیکھتے رہ گئے۔ ﴿٤٤﴾ نتیجہ یہ کہ نہ تو اُن میں یہ سکت رہی کہ کھڑے ہوسکیں، اور نہ وہ اس قابل تھے کہ اپنا بچاؤ کرتے۔ ﴿٤٥﴾ اور اس سے بھی پہلے

ع ۲۲ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٤٦﴾ وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّ

نوح کی قوم کو بھی ہم نے پکڑ میں لیا تھا۔[15] یقین جانو وہ بڑے نافرمان لوگ تھے۔ ﴿٤٦﴾ اور آسمان کو ہم نے قوّت سے بنایا ہے، اور ہم یقیناً وسعت

اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ

پیدا کرنے والے ہیں۔[16] ﴿٤٧﴾ اور زمین کو ہم نے فرش بنایا ہے، چنانچہ ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں! ﴿٤٨﴾ اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا

خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿٤٩﴾ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ

کئے ہیں،[17] تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ ﴿٤٩﴾ لہٰذا دوڑو اللہ کی طرف۔[18] یقین جانو، میں اُس کی طرف سے تمہارے لئے صاف صاف خبردار کرنے والا

نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٥٠﴾ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ

(بن کر آیا) ہوں۔ ﴿٥٠﴾ اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بناؤ۔ یقین جانو میں اُس کی طرف سے تمہارے لئے صاف صاف خبردار کرنے والا (بن کر

مُّبِيْنٌ ﴿٥١﴾ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا

آیا) ہوں۔ ﴿٥١﴾ اسی طرح ان سے پہلے جو لوگ تھے، اُن کے پاس بھی کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس کے بارے میں اُنہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ: ”جادوگر

سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿٥٢﴾ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَتَوَلَّ

ہے، یا دیوانہ ہے۔“ ﴿٥٢﴾ کیا یہ ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت کرتے چلے آئے ہیں؟ نہیں، بلکہ یہ سرکش لوگ ہیں۔ ﴿٥٣﴾ لہٰذا (اے پیغمبر!) تم

عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ﴿٥٤﴾ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥٥﴾

ان سے بے رُخی اِختیار کرو، کیونکہ تم قابلِ ملامت نہیں ہو۔ ﴿٥٤﴾ اور نصیحت کرتے رہو، کیونکہ نصیحت ایمان لانے والوں کو فائدہ دیتی ہے۔ ﴿٥٥﴾ اور

---

(۱۵) ان کا تفصیلی واقعہ سورۂ ہود (۱۱:۲۵ تا ۴۸) میں گذر چکا ہے۔

(۱۶) اس کا مطلب کچھ مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش برسا کر لوگوں کے رزق میں وسعت پیدا فرماتے ہیں۔ کچھ مفسرین نے اس کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ: ”ہماری قدرت بہت وسیع ہے۔“ لیکن اس کے یہ معنیٰ بھی ممکن ہیں کہ ہم خود آسمان میں وسعت پیدا کرنے والے ہیں۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

(۱۷) قرآنِ کریم نے یہ حقیقت کئی جگہ بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز میں (نر اور مادہ جیسے) جوڑے پیدا فرمائے ہیں۔ یہ بات پہلے سائنس کو دریافت نہیں ہوئی تھی، لیکن اب سائنس نے بھی اس قرآنی حقیقت کا اعتراف کرلیا ہے۔

(۱۸) یعنی اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے دِین پر اِیمان لانے اور اس کے تقاضوں پر عمل کرنے میں جلدی کرو۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ

میں نے جنات اور اِنسانوں کو اس کے سوا کسی اور کام کے لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ ﴿۵۶﴾ میں ان سے کسی قسم کا رزق نہیں

وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ﴿۵۸﴾

چاہتا، اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ ﴿۵۷﴾ اللہ تو خود ہی رزّاق ہے، مستحکم قوت والا! ﴿۵۸﴾ اب تو جن لوگوں نے ظلم کیا ہے، اُن کی بھی ایسی

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ﴿۵۹﴾

ہی باری آئے گی جیسے ان کے (پچھلے) ساتھیوں کی باری آئی تھی، اس لئے وہ مجھ سے جلدی (عذاب لانے) کا مطالبہ نہ کریں۔ ﴿۵۹﴾ غرض جن

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع

لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے، اُن کی اُس دن کی وجہ سے بڑی خرابی ہوگی جس کا ان سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔ ﴿۶۰﴾

الحمدللہ! آج بتاریخ ۶ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۵ مارچ ۲۰۰۸ء کو بروز ہفتہ سورۂ ذاریات کا ترجمہ اور حواشی کراچی میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضا کے مطابق تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

آیاتها ٤٩ ۝ ٥٢ سُوْرَةُ الطُّوْرِ مَكِّيَّةٌ ٧٦ ۝ رکوعاتها ٢

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں انچاس آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَ الطُّوْرِ ۙ﴿١﴾ وَ كِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ﴿٢﴾ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ﴿٣﴾ وَّ الْبَيْتِ

قسم ہے کوہِ طور کی، ﴿١﴾ اور اُس کتاب کی جو ایک کھلے ہوئے صحیفے میں لکھی ہوئی ہے ﴿٢﴾ و ﴿٣﴾ اور قسم ہے

الْمَعْمُوْرِ ۙ﴿٤﴾ وَ السَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ﴿٥﴾ وَ الْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ﴿٦﴾ اِنَّ عَذَابَ

بیتِ معمور کی ﴿٤﴾ اور بلند کی ہوئی چھت کی، ﴿٥﴾ اور بھرے ہوئے سمندر کی، ﴿٦﴾ کہ تمہارے پروردگار کا عذاب

رَبِّكَ لَوَاقِعٌ ۙ﴿٧﴾ مَّا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ﴿٨﴾ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ﴿٩﴾ وَّ

ضرور واقع ہونے والا ہے،(1) ﴿٧﴾ کوئی نہیں ہے جو اُسے روک سکے، ﴿٨﴾ جس دن آسمان تھر تھرا کر لرز اُٹھے گا، ﴿٩﴾ اور

تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ؕ﴿١٠﴾ فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۙ﴿١١﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ

پہاڑ ہولناک طریقے سے چل پڑیں گے، ﴿١٠﴾ تو اُس دن بڑی خرابی ہوگی اُن کی جو حق کو جھٹلاتے ہیں، ﴿١١﴾ جو بے ہودہ باتوں میں ڈوبے ہوئے

(1) پچھلی سورت کے شروع میں قرآنِ کریم کی قسموں پر جو حاشیہ ہم نے دیا ہے، اُسے یہاں بھی ملاحظہ فرمالیا جائے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزوں کی قسم کھائی ہے۔ پہلے کوہِ طور کی جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوئے، اور اللہ تعالیٰ نے اُنہیں تورات عطا فرمائی۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آخرت میں نافرمانوں کو عذاب ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ کوہِ طور پر جو کتاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی، وہ بھی اس بات کی گواہ ہے۔ دوسری قسم ایک کتاب کی کھائی گئی ہے جو ایک صحیفے میں لکھی ہوئی ہے۔ اس سے مراد بعض مفسرین کے نزدیک تورات ہے، اُس صورت میں اس قسم کا بھی آخرت کے عذاب سے وہی تعلق ہے جو کوہِ طور کا عرض کیا گیا۔ البتہ بعض مفسرین نے اس سے مراد نامۂ اَعمال لیا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ انسانوں کا جو نامۂ اَعمال ہر آن لکھا جارہا ہے، وہ اس بات کی دلیل ہے کہ کسی وقت حساب و کتاب ہوگا، اور نافرمانوں کو اُن کے اعمال کی سزا ملے گی۔ تیسری قسم بیتِ معمور کی کھائی گئی ہے۔ یہ عالم بالا میں ایک ایسا ہی گھر ہے جیسا دُنیا میں بیت اللہ ہے۔ عالمِ بالا کا یہ گھر فرشتوں کی عبادت گاہ ہے۔ اس کی قسم کھا کر اشارہ فرمایا گیا ہے کہ فرشتے اگرچہ اِنسانوں کی طرح مکلّف نہیں، لیکن وہ پھر بھی عبادت میں لگے ہوئے ہیں۔ انسان تو مکلّف اسی لئے بنایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے، اور اگر نہیں کرے گا تو سزا کے لائق ہوگا۔ چوتھی قسم اُونچی چھت یعنی آسمان کی اور پانچویں قسم بھرے ہوئے سمندر کی کھائی گئی ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگر جزا و سزا نہ ہو تو اس کائنات کا جس کے اُوپر آسمان اور نیچے سمندر اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں، پیدا کرنے کا کوئی مقصد نہیں رہتا، نیز یہ کہ جو ذات اتنی عظیم چیزیں پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ یقیناً اِنسانوں کو دُوسری زندگی دینے پر بھی قادر ہے۔

خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ﴿۱۳﴾ هٰذِهِ النَّارُ
کھیل رہے ہیں، (۱۲) اُس دن جب اُنہیں دھکے دے دے کر جہنم کی آگ کی طرف دھکیلا جائے گا، (۱۳) (کہ:) "یہ ہے وہ آگ
الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۱۵﴾
جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔ (۱۴) بھلا کیا یہ جادو ہے یا تمہیں (اب بھی) کچھ نظر نہیں آرہا؟ (۱۵)
اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا
داخل ہوجاؤ اس میں! پھر تم صبر کرو، یا نہ کرو، تمہارے لئے برابر ہے۔ تمہیں اُنہی کاموں کا بدلہ دیا جائے گا
كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ﴿۱۷﴾ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ
جو تم کیا کرتے تھے۔" (۱۶) متقی لوگ بیشک باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے، (۱۷) اُن کے پروردگار نے اُنہیں جس طرح نوازا اور اُن کے
رَبُّهُمْ ۚ وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ﴿۱۸﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا
پروردگار ہی نے اُنہیں دوزخ کے عذاب سے جس طرح بچایا، اُس کا لطف اُٹھا رہے ہوں گے۔[۲] (۱۸) (اُن سے کہا جائے گا کہ:) "خوب
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ
مزے سے کھاؤ پیو، اُن اعمال کے صلے میں جو تم کیا کرتے تھے۔" (۱۹) وہ ایک قطار میں لگی ہوئی اُونچی نشستوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے،
بِحُوْرٍ عِيْنٍ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ
اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے اُن کا بیاہ کردیں گے۔ (۲۰) اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور اُن کی اولاد نے بھی ایمان میں
اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ
اُن کی پیروی کی ہے، تو اُن کی اولاد کو ہم اُنہی کے ساتھ شامل کردیں گے، اور اُن کے عمل میں سے کسی چیز کی کمی نہیں کریں گے۔[۳] ہر
امْرِئٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ ﴿۲۱﴾ وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا
اِنسان کی جان اپنی کمائی کے بدلے رہن رکھی ہوئی ہے۔[۴] (۲۱) اور ہم اُنہیں ایک کے بعد ایک پھل اور گوشت، جو بھی اُن کا دِل چاہے گا، دیئے

(۲) یہ ترجمہ اس تفسیر پر مبنی ہے جو علامہ آلوسیؒ نے ان الفاظ میں نقل فرمائی ہے: "وَوَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ عطف علی ... آتاهم ان جعلت ما مصدرية، أي فاكهين بإيتائهم ربهم ووقايتهم عذاب الجحيم۔"

(۳) یعنی نیک لوگوں کی اولاد اگر مؤمن ہو تو اگرچہ وہ اپنے اعمال کے لحاظ سے جنت میں اُس اُونچے درجے کی مستحق نہ ہو جو اُس کے والد کو ملا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ والد کو خوش کرنے کے لئے اولاد کو بھی وہی درجہ دے دیں گے، اور والد کے درجے میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

(۴) "رہن" اُس سامان کو کہتے ہیں جو کسی اُدھار دینے والے نے اپنے اُدھار کی ادائیگی کی ضمانت کے طور پر مقروض سے لے کر اپنے پاس رکھ لیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ہر اِنسان کو جو صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں، وہ انسان کے پاس اُدھار ہیں۔ یہ اُدھار اُسی صورت میں اُتر سکتا ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ان صلاحیتوں کو استعمال کرے جس کا مظاہرہ دُنیا میں ایمان لانے اور نیک عمل کرنے سے ہوتا ہے۔ اس اُدھار کے لئے ہر اِنسان کی جان اس طرح رہن رکھی ہوئی ہے کہ اگر وہ ایمان اور

يَشْتَهُوْنَ (۲۲) يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ (۲۳)

چلے جائیں گے۔ (۲۲) وہاں وہ ایسے جام شراب پر (دوستانہ) چھینا جھپٹی کر رہے ہوں گے جس میں نہ کوئی بے ہودگی ہوگی، اور نہ کوئی گناہ ہوگا۔[5] (۲۳)

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ (۲۴) وَاَقْبَلَ

اور ان کے اِردگرد وہ نوجوان پھر رہے ہوں گے جو انہی (کی خدمت) کے لئے مخصوص ہوں گے، ایسے (خوبصورت) جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی! (۲۴)

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ (۲۵) قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا

اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر حالات پوچھیں گے، (۲۵) کہیں گے کہ: "ہم پہلے جب اپنے گھر والوں (یعنی دُنیا) میں تھے تو ڈرے سہمے

مُشْفِقِيْنَ (۲۶) فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (۲۷) اِنَّا كُنَّا مِنْ

رہتے تھے، (۲۶) آخر اللہ نے ہم پر بڑا احسان فرمایا، اور ہمیں جھلسانے والی ہوا کے عذاب سے بچالیا۔ (۲۷) ہم اس سے پہلے اُس سے دُعائیں

ع ۲۱ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ط اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ (۲۸) فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ

مانگا کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہی ہے جو بڑا محسن، بہت مہربان ہے۔" (۲۸) لہٰذا (اے پیغمبر!) تم نصیحت کرتے رہو، کیونکہ تم اپنے پروردگار

بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ (۲۹) ط اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ

کے فضل سے نہ کاہن ہو، نہ مجنون۔ (۲۹) بھلا کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ: "یہ صاحب شاعر ہیں جن کے بارے میں ہم زمانے کی گردش کا انتظار

الْمَنُوْنِ (۳۰) قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ (۳۱) ط اَمْ تَاْمُرُهُمْ

کر رہے ہیں۔"[6]؟ (۳۰) کہہ دو کہ: "کرلو اِنتظار! میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔" (۳۱) کیا ان کی عقلیں ان کو یہی کچھ کرنے کو

نیک عمل کے ذریعے اپنا اُدھار اُتار دے گا تو آخرت میں اُس کی جان کو آزادی حاصل ہوگی، اور وہ جنت میں اطمینان سے خوش حالی کے ساتھ رہے گا، اور اگر اُس نے یہ قرض نہ اُتارا تو پھر اُس کو دوزخ میں قید رہنا ہوگا۔ اس فقرے کو یہاں لانے کا مطلب یہ ہے کہ جن اِیمان والوں کے متعلق اس آیت میں کہا گیا ہے کہ اُنہیں ثواب ملے گا، اور اُن کی مؤمن اولاد بھی اُن کے ساتھ ہوگی، اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کر کے اپنا اُدھار اُتار دیا، اور اپنی جان کو آزاد کرالیا ہے، لیکن اگر کسی کی اولاد مؤمن ہی نہ ہو تو اُسے اپنے ماں باپ کا اِیمان لانا کوئی فائدہ نہیں دے گا، کیونکہ اُس نے وہ مطالبہ پورا نہیں کیا جس کے لئے اُس کی جان رہن رکھی ہوئی تھی۔ اس لئے اُسے دوزخ میں جا کر قید رہنا ہوگا۔ نیز اس فقرے کا یہاں ایک اور مطلب بھی ہوسکتا ہے، اور وہ یہ کہ باپ کی نیکی کی وجہ سے اُس کی مؤمن اولاد کا درجہ تو بڑھا دیا جائے گا، لیکن اولاد کی بدعملی کی کوئی سزا باپ کو نہیں ملے گی، کیونکہ ہر شخص کی جان خود اپنی کمائی کے لئے رہن ہے، دوسرے کی کمائی کے لئے نہیں۔

(۵) چھینا جھپٹی سے مراد وہ چھینا جھپٹی ہے جو بے تکلف دوستوں میں کسی لذیذ چیز سے لطف لینے کے لئے ہوا کرتی ہے اس سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی، بلکہ مجلس کا لطف بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ اُس جام شراب میں اُس طرح کی بے ہودگی یا گناہ کی کوئی بات نہیں ہوگی جو دُنیا کے شرابیوں میں پائی جاتی ہے۔ اُس شراب میں وہ نشہ ہی نہیں ہوگا جو اِنسان کو بے ہودگیوں پر آمادہ کردے۔

(۶) عربی لغت کے اعتبار سے اس جملے کا یہ ترجمہ بھی ہوسکتا ہے کہ: "یہ صاحب شاعر ہیں جن کے بارے میں ہم موت کے حادثے

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ﴿۳۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا

کہتی ہیں، یا وہ ہیں ہی سرکش لوگ؟[۷] ﴿۳۲﴾ ہاں کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ: "ان صاحب نے یہ (قرآن) خود گھڑ لیا ہے"؟ نہیں!

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ خُلِقُوْا

بلکہ یہ (ضد میں) ایمان نہیں لا رہے۔ ﴿۳۳﴾ اگر یہ واقعی سچے ہیں تو اس جیسا کوئی کلام (گھڑ کر) لے آئیں۔[۸] ﴿۳۴﴾ کیا یہ لوگ بغیر کسی کے آپ

مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ

سے آپ پیدا ہو گئے ہیں، یا یہ خود (اپنے) خالق ہیں؟ ﴿۳۵﴾ یا کیا آسمان اور زمین انہوں نے پیدا کیے ہیں؟ نہیں! بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ

لَّا يُوْقِنُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ

یقین نہیں رکھتے۔ ﴿۳۶﴾ کیا تمہارے پروردگار کے خزانے ان کے پاس ہیں، یا وہ داروغہ بنے ہوئے ہیں؟[۹] ﴿۳۷﴾ یا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے

لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ اَمْ

جس پر چڑھ کر یہ (عالم بالا کی باتیں) سن لیتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو ان میں سے جو سنتا ہو، وہ کوئی واضح ثبوت تو لائے۔[۱۰] ﴿۳۸﴾ کیا اللہ کے حصے میں

کا انتظار کر رہے ہیں۔" علامہ سیوطیؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ قریش کے کچھ لیڈروں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ کہا تھا کہ یہ تو ایک شاعر ہیں، اور جس طرح دوسرے شاعر ہلاک ہو گئے، اور اُن کی شاعری بھی اُنہی کے ساتھ دفن ہو گئی، اُسی طرح یہ بھی انتقال کر جائیں گے تو پھر ان کی باتیں انہی کے ساتھ ختم ہو جائیں گی۔ اُس کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے۔

(۷) یعنی یہ لوگ تو بڑے عقل کے دعوے دار ہیں، کیا ان کی عقلوں کا یہی حال ہے کہ انہیں بالکل سامنے کی باتیں بھی سمجھ میں نہیں آتیں، اور وہ اس قسم کی بے ہودہ باتیں کرتے رہتے ہیں؟ یا پھر حق بات ان کی عقل میں تو آجاتی ہے، لیکن اپنی سرکشی کی وجہ سے اُسے مانتے نہیں ہیں؟

(۸) یہ چیلنج قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر دیا ہے کہ اگر تم قرآنِ کریم کو گھڑا ہوا کلام کہتے ہو تو تم لوگوں میں بڑے بڑے ادیب، شاعر اور فصیح و بلیغ لوگ موجود ہیں، وہ سب مل کر قرآنِ کریم جیسا کلام بنا کر لے آئیں۔ (دیکھئے سورۂ بقرہ ۲: ۲۳، سورۂ یونس ۱۰: ۳۸، سورۂ ہود ۱۱: ۱۳ اور سورۂ بنی اسرائیل ۱۷: ۸۸) لیکن اس کھلے چیلنج کو قبول کرنے کے لئے ان میں سے کوئی آگے نہیں بڑھا۔

(۹) مکہ مکرمہ کے کافر لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو پیغمبر بھیجنا ہی تھا تو مکہ مکرمہ یا طائف کے کسی بڑے سردار کو پیغمبر کیوں نہیں بنایا گیا؟ (دیکھئے سورۂ زخرف ۴۳: ۳۱) اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے خزانے، جن میں کسی کو پیغمبر بنانے کا اختیار بھی شامل ہے، اُن کی خواہشات کے تابع ہیں کہ وہ جسے چاہیں اُسے پیغمبر بنا دیا جائے؟

(۱۰) مشرکینِ مکہ بہت سے ایسے عقیدے رکھتے تھے جن کا تعلق عالمِ بالا سے تھا، مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کے لئے چھوٹے چھوٹے بہت سے خداؤں کو اختیار دے رکھا ہے، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا، نیز یہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، جیسا کہ اگلی آیت میں اُن کے اسی عقیدے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عالمِ بالا کی یہ باتیں آخر کہاں سے تمہیں معلوم ہوئی ہیں؟ کیا تمہارے پاس کوئی ایسی سیڑھی ہے جس پر چڑھ کر تم وہاں کی یہ معلومات حاصل کرتے ہو؟

لَهُ الْبَنٰتُ وَ لَكُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ

تو بیٹیاں ہیں، اور بیٹے تمہارے حصے میں آئے ہیں؟ (۳۹) اور کیا تم اِن سے کوئی اُجرت مانگ رہے ہو جس کی وجہ سے یہ تاوان کے بوجھ میں

مُّثْقَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَمْ يُرِيْدُوْنَ كَيْدًا ؕ

دبے جارہے ہیں؟ (۴۰) یا ان کے پاس غیب کا علم ہے جسے یہ لکھ لیتے ہوں؟[۱۱] (۴۱) کیا یہ کوئی مکر کرنا چاہتے ہیں؟

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا هُمُ الْمَكِيْدُوْنَ ﴿۴۲﴾ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ

تو درحقیقت جو کافر ہیں، مکر تو اُنہی پر پڑے گا۔[۱۲] (۴۲) کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور خدا ہے؟ پاک ہے اللہ

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَ اِنْ يَّرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَآءِ سَاقِطًا يَّقُوْلُوْا سَحَابٌ

اُس شرک سے جو یہ کررہے ہیں! (۴۳) اور اگر یہ آسمان کا کوئی ٹکڑا گرتے ہوئے بھی دیکھ لیں تو یہ کہیں گے کہ یہ کوئی گہرا

مَّرْكُوْمٌ ﴿۴۴﴾ فَذَرْهُمْ حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ فِيْهِ يُصْعَقُوْنَ ﴿۴۵﴾ يَوْمَ

بادل ہے۔[۱۳] (۴۴) لہٰذا (اے پیغمبر!) تم انہیں (ان کے حال پر) چھوڑ دو، یہاں تک کہ یہ اپنے اُس دن سے جاملیں جس میں ان کے ہوش جاتے

لَا يُغْنِيْ عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ اِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

رہیں گے، (۴۵) جس دن ان کی مکاری ان کے کچھ کام نہیں آئے گی، اور نہ انہیں کوئی مدد مل سکے گی۔ (۴۶) اور اس سے پہلے بھی ان ظالموں کے

عَذَابًا دُوْنَ ذٰلِكَ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ

لئے ایک عذاب ہے،[۱۴] لیکن ان میں سے اکثر لوگوں کو پتہ نہیں ہے۔ (۴۷) اور تم اپنے پروردگار کے حکم پر جمے رہو، کیونکہ تم ہماری نگاہوں میں ہو،[۱۵]

---

(۱۱) مشرکین کے جن عقائد کا ذکر پچھلے حاشیہ میں کیا گیا ہے، وہ سب عالمِ غیب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ فرمایا جارہا ہے کہ کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے جس کی باتیں انہوں نے لکھ کر محفوظ کر رکھی ہوں؟

(۱۲) اس سے اُن سازشوں کی طرف اشارہ ہے جو یہ لوگ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کے خلاف کیا کرتے تھے۔

(۱۳) مشرکینِ مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نت نئے معجزات دِکھانے کا مطالبہ کرتے رہتے تھے، مثلاً یہ کہ آسمان سے کوئی ٹکڑا ہمیں توڑ کر دِکھایئے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ان سارے مطالبات کا مقصد حق کی طلب نہیں ہے، بلکہ محض ضد اور عناد ہے، اور اگر ان کو ایسا کوئی معجزہ دِکھا بھی دیا جائے تو یہ پھر بھی نہیں مانیں گے، اور یہ کہہ دیں گے کہ یہ آسمان کا ٹکڑا نہیں ہے، بلکہ کوئی گہرا بادل ہے۔

(۱۴) یعنی آخرت میں دوزخ کا جو عذاب ہونے والا ہے، اُس سے پہلے دُنیا میں بھی ان کافروں کو سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ ان میں سے بہت سے جنگِ بدر وغیرہ میں مارے گئے، اور آخر کار جزیرۂ عرب میں ان کے لئے کوئی پناہ گاہ نہیں رہی۔

(۱۵) یہ بڑی پیار بھری تسلی ہے جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دی جارہی ہے کہ آپ اپنے کام میں لگے رہئے، ہم ہر آن آپ کی نگرانی اور حفاظت کررہے ہیں۔

فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۴۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ

اور جب تم اُٹھتے ہو، اُس وقت اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کیا کرو، (۱۶) ﴿۴۸﴾ اور کچھ رات کو بھی اُس کی تسبیح کرو،

وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ ﴿۴۹﴾

اور اُس وقت بھی جب ستارے ڈوبتے ہیں۔ (۱۷) ﴿۴۹﴾

(۱۶) اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ جب آپ تہجد کے لئے اُٹھیں، اُس وقت تسبیح فرمائیں، اور یہ بھی کہ جب آپ اپنی کسی مجلس سے اُٹھیں تو تسبیح پر اُس کا اِختتام ہونا چاہئے، چنانچہ ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ کسی مجلس کے آخر میں اگر "سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ" پڑھ لیا جائے تو یہ اُس مجلس کا کفارہ ہوجاتا ہے، (ابوداود، حدیث نمبر ۴۲۱۶) یعنی اگر اُس مجلس میں دِینی اعتبار سے کوئی بھول چوک یا غلطی ہوگئی ہو، تو اُس کی تلافی ہوجاتی ہے۔

(۱۷) اس سے مراد سحری کا وقت یا فجر کا وقت ہے جب ستارے غائب ہونے لگتے ہیں۔

الحمدللہ! سورۂ طور کا ترجمہ اور تشریحی حواشی آج ۱۲/ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۱/مارچ ۲۰۰۸ء کو کراچی سے قاہرہ جاتے ہوئے طیارے میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے ساتھ تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

سُوۡرَةُ النَّجۡمِ

تعارف

یہ سورت مکی زندگی کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہے، بلکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلی وہ سورت ہے جو آپ نے علی الاعلان ایسے مجمع میں پڑھ کر سنائی جس میں مسلمانوں کے ساتھ مشرکین کی بھی بڑی تعداد موجود تھی۔ نیز یہ پہلی سورت ہے جس میں آیتِ سجدہ نازل ہوئی، اور جس وقت آپ نے سجدے کی آیت اُس مجمع کے سامنے تلاوت فرمائی تو یہ حیرت انگیز واقعہ پیش آیا کہ آپ نے اور آپ کے ساتھ مسلمانوں نے تو سجدہ کیا ہی تھا، اُس وقت جو مشرکین موجود تھے، انہوں نے بھی سجدہ کیا۔ غالباً اس سورت کے پُرشکوہ اور مؤثر مضامین نے اُنہیں بھی مسلمانوں کے ساتھ سجدہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس سورت کا اصل موضوع حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ثابت کرنا ہے، اور یہ کہ جو وحی آپ پر نازل ہوتی ہے، وہ کسی شک وشبہ کے بغیر اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتی ہے، اور حضرت جبرئیل علیہ السلام لے کر آتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ حقیقت بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں دو مرتبہ اپنی اصل صورت میں دیکھا ہے، ان میں سے ایک اُس وقت دیکھا جب آپ معراج پر تشریف لے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے اِثبات کے ساتھ اس میں مشرکینِ مکہ کے غلط عقائد اور اُن کے بعض بے ہودہ دعووں کی تردید بھی ہے اور پچھلی اُمتوں پر نازل ہونے والے عذاب کے حوالے سے اُنہیں حق کو تسلیم کرنے کی مؤثر دعوت بھی دی گئی ہے۔ "نجم" عربی میں ستارے کو کہتے ہیں، اور چونکہ اس سورت کی پہلی ہی آیت میں ستارے کی قسم کھائی گئی ہے، اس لئے اس سورت کا نام سورۂ نجم ہے۔

آیاتہا ۶۲ ۵۳ سُوْرَةُ النَّجْمِ مَكِّيَّةٌ ۲۳ رکوعاتہا ۳

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں باسٹھ آیتیں اور تین رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝۱ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝۲ وَمَا

قسم ہے ستارے کی جب وہ گرے،(۱) ۝۱ (اے مکے کے باشندو!) یہ تمہارے ساتھ رہنے والے صاحب نہ راستہ بھولے ہیں، نہ بھٹکے ہیں،(۲) ۝۲

يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝۳ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝۴ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ

اور یہ اپنی خواہش سے کچھ نہیں بولتے، ۝۳ یہ تو خالص وحی ہے جو ان کے پاس بھیجی جاتی ہے، ۝۴ انہیں ایک ایسے مضبوط طاقت والے

الْقُوٰى ۝۵ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝۶ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝۷ ثُمَّ

(فرشتے) نے تعلیم دی ہے ۝۵ جو قوت کا حامل ہے۔(۳) چنانچہ وہ سامنے آگیا، ۝۶ جبکہ وہ بلند اُفق پر تھا۔(۴) ۝۷ پھر وہ قریب آیا،

---

(۱) ستارے کے گرنے سے مراد اُس کا غائب ہونا ہے۔ جیسا کہ سورت کے تعارف میں عرض کیا گیا، اس سورت کا اصل موضوع حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو ثابت کرنا ہے، اس لئے سورت کے شروع میں آپ پر نازل ہونے والی وحی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ وہ ایک قابلِ اعتماد فرشتہ آپ کے پاس لے کر آتا ہے۔ شروع میں ستارے کی قسم کھانے سے اس بات کی طرف توجہ دِلائی گئی ہے کہ جس طرح ستارہ روشنی کی ایک علامت ہے، اور عرب کے لوگ اُس سے صحیح راستے کا پتہ لگاتے تھے، اسی طرح حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے لئے روشنی اور ہدایت کا پیکر ہیں۔ اس کے علاوہ ستارے کے سفر کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو راستہ مقرر فرما دیا ہے، وہ اُس سے بال برابر بھی اِدھر اُدھر نہیں ہوتا، اور نہ اُس سے بھٹکتا ہے، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ وہ نہ راستہ بھولے ہیں، نہ بھٹکے ہیں۔ پھر جب ستارہ غائب ہونے والا ہوتا ہے تو اُس کے ذریعے راستہ زیادہ آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ مسافروں کو اُس کا زبانِ حال سے یہ پیغام ہوتا ہے کہ میں رُخصت ہونے والا ہوں، مجھ سے راستہ معلوم کرنے میں جلدی کرو۔ اسی طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں زیادہ عرصے مقیم نہیں رہیں گے، اس لئے آپ سے ہدایت حاصل کرنے والوں کو جلدی کرنی چاہئے۔

(۲) ''تمہارے ساتھ رہنے والے صاحب'' سے مراد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آپ کے لئے یہ لفظ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی طرف متوجہ فرمایا ہے کہ آپ نے کہیں باہر سے آ کر نبوت کا دعویٰ نہیں کر دیا، بلکہ وہ شروع سے تمہارے ساتھ رہتے ہیں، اور اُن کی پوری زندگی کھلی ہوئی کتاب کی طرح تمہارے سامنے ہے کہ انہوں نے زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا، اور نہ کبھی کسی کو دھوکا دیا ہے، اس کے برعکس آپ ''صادق'' اور ''امین'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ عام زندگی میں تو جھوٹ سے اتنا پرہیز کریں، اور اللہ تعالیٰ پر اتنا بڑا بہتان لگا دیں؟

(۳) اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی لے کر تشریف لاتے تھے۔ اُن کی طاقت کا خاص طور سے ذکر فرما کر اس بات کی تردید کی گئی ہے جو کافروں کے دِل میں آسکتی تھی کہ اگر کوئی فرشتہ ہی وحی لاتا ہے تو

دَنَا فَتَدَلّٰی ⑧ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ⑨ فَاَوْحٰٓى اِلٰى

اور جھک پڑا، ⑧ یہاں تک کہ وہ دو کمانوں کے فاصلے کے برابر قریب آگیا،(۵) بلکہ اُس سے بھی زیادہ نزدیک۔ ⑨ اس طرح اللہ کو اپنے بندے پر

عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى ⑩ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ⑪ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ

جو وحی نازل فرمانی تھی، وہ نازل فرمائی۔ ⑩ جو کچھ انہوں نے دیکھا، دِل نے اُس میں کوئی غلطی نہیں کی۔(۶) ⑪ کیا پھر بھی تم اِن سے اُس چیز کے

عَلٰى مَا يَرٰى ⑫ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ⑬ عِنْدَ سِدْرَةِ

بارے میں جھگڑتے ہو جسے وہ دیکھتے ہیں؟ ⑫ اور حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے اُس (فرشتے) کو ایک اور مرتبہ دیکھا ہے، ⑬ اُس بیر کے درخت

الْمُنْتَهٰى ⑭ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ⑮ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا

کے پاس جس کا نام سدرۃ المنتہیٰ ہے، ⑭ اُسی کے پاس جنت الماویٰ ہے۔(۷) ⑮ اُس وقت اُس بیر کے درخت پر وہ چیزیں چھائی ہوئی تھیں جو

يَغْشٰى ⑯ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ⑰ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ

بھی اُس پر چھائی ہوئی تھیں۔(۸) ⑯ (پیغمبر کی) آنکھ نہ تو چکرائی، اور نہ حد سے آگے بڑھی۔(۹) ⑰ سچ تو یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنے پروردگار کی بڑی

اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ درمیان میں کوئی شیطانی تصرف نہیں ہوا؟ آیت نے بتادیا کہ وحی لانے والا فرشتہ اتنا طاقت ور ہے کہ کوئی دوسرا اُسے اپنے مشن سے نہیں ہٹا سکتا۔

(۴) کافروں کا ایک اِعتراض یہ بھی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو فرشتہ وحی لاتا ہے، وہ انسان ہی کی شکل میں آتا ہے، اس لئے آپ کو یہ کیسے پتہ چلا کہ وہ فرشتہ ہی ہے؟ ان آیتوں میں اُس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس فرشتے کو کم از کم دو مرتبہ اپنی اصل صورت میں بھی دیکھا ہے۔ ان میں سے ایک واقعے کا اس آیت میں تذکرہ فرمایا گیا ہے، اور وہ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے یہ فرمائش کی تھی کہ وہ اپنی اصلی صورت میں آپ کے سامنے آئیں۔ چنانچہ وہ اپنی اصلی صورت میں اُفق پر ظاہر ہوئے، اور آپ نے اُنہیں دیکھا۔

(۵) یہ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے۔ جب دو آدمی آپس میں دوستی کا عہد کرتے تھے تو اپنی کمانیں ایک دوسرے سے ملا لیتے تھے۔ اس وجہ سے جب زیادہ قرب بیان کرنا ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ وہ دو کمانوں کے فاصلے کے برابر قریب آگئے۔

(۶) یعنی ایسا نہیں ہوا کہ آنکھ نے جو کچھ دیکھا ہو، دِل نے اُس کے سمجھنے میں غلطی کر دی ہو۔

(۷) یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اُن کی اصلی صورت میں دیکھنے کا دوسرا واقعہ ہے جو معراج کے سفر میں پیش آیا۔ اس موقع پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ سدرۃ المنتہیٰ عالم بالا میں ایک بیر کا بہت بڑا درخت ہے، اور اُسی کے پاس جنت واقع ہے جسے "جنت الماویٰ" اس لئے کہا گیا ہے کہ "ماویٰ" کے معنیٰ ہیں "ٹھکانا" اور وہ مؤمنوں کا ٹھکانا ہے۔

(۸) یہ آیت بھی ایک عربی محاورے کے مطابق ہے جس کا ٹھیک ٹھیک ترجمہ اُس کے صحیح تأثر کے ساتھ بہت مشکل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں اُس بیر کے درخت پر چھائی ہوئی تھیں، وہ بیان سے باہر ہیں۔ احادیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعے کی جو تشریح فرمائی ہے، اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس وقت لاتعداد فرشتے سونے کے پروانوں کی شکل میں اس درخت پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے جمع ہو گئے تھے۔

الْكُبْرٰى ۝۱۸ اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ۝۱۹ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ

بڑی نشانیوں میں سے بہت کچھ دیکھا۔ (۱۸) بھلا کیا تم نے لات اور عزّیٰ (کی حقیقت) پر بھی غور کیا ہے؟ (۱۹) اور اُس ایک اور تیسرے پر جس کا

الْاُخْرٰى ۝۲۰ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝۲۱ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝۲۲

نام منات ہے؟[10] (۲۰) کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہوں، اور اللہ کے لئے بیٹیاں؟[11] (۲۱) پھر تو یہ بڑی بھونڈی تقسیم ہوئی! (۲۲)

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا

ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ یہ کچھ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لئے ہیں، اللہ نے ان کے حق میں کوئی ثبوت

مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ

نازل نہیں کیا۔ درحقیقت یہ (کافر) لوگ محض وہم وگمان اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چل رہے ہیں، حالانکہ ان کے پروردگار کی طرف سے

جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ۝۲۳ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۝۲۴ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ

ان کے پاس ہدایت آچکی ہے۔ (۲۳) کیا انسان کو ہر اُس چیز کا حق پہنچتا ہے جس کی وہ تمنا کرے؟[12] (۲۴) (نہیں!) کیونکہ آخرت اور دُنیا تو تمام تر

وَالْاُوْلٰى ۝۲۵ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ ع ۶

اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔ (۲۵) اور آسمانوں میں کتنے ہی فرشتے ہیں جن کی سفارش کسی کے کچھ بھی کام نہیں آسکتی، البتہ اس کے

بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ۝۲۶ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

بعد ہی کام آسکتی ہے کہ اللہ جس کے لئے چاہے اجازت دیدے، اور اُس پر راضی ہوجائے۔[13] (۲۶) جو لوگ

---

(۹) یعنی نہ تو نگاہ نے دیکھنے میں کوئی دھوکا کھایا، اور نہ وہ اُس حد سے آگے بڑھی جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے لئے مقرر فرمادی تھی کہ اُس سے آگے نہ دیکھے۔

(۱۰) لات، عزّیٰ اور منات تینوں بتوں کے نام ہیں جو عرب کے مختلف قبائل نے مختلف جگہوں پر بنا رکھے تھے، اور اُن کو خدا مان کر اُن کی عبادت کی جاتی تھی۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے کہ اُن کی حقیقت بے جان پتھروں کے سوا کیا ہے؟ پھر اُن کو خدا ماننا کتنی بڑی جہالت کی بات ہے۔

(۱۱) مشرکینِ مکہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہا کرتے تھے۔ یہ اُن کے اس عقیدے کی طرف اِشارہ ہے کہ تم خود تو بیٹیوں کو ناپسند کرتے ہو، اور اللہ تعالیٰ کی طرف بیٹیاں منسوب کر رکھی ہیں۔

(۱۲) یہ مشرک لوگ اپنے من گھڑت خداؤں کے بارے میں یہ کہا کرتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش کریں گے۔ (دیکھئے سورۂ یونس ۱۸:۱۰) یہاں اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ یہ تمہاری تمنا ضرور ہوگی، لیکن انسان کو ہر وہ چیز نہیں ملا کرتی جس کی وہ تمنا کرے۔

(۱۳) یعنی جب فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی اِجازت اور مرضی کے بغیر کسی کی سفارش نہیں کرسکتے تو یہ من گھڑت خدا کیسے کسی کی سفارش کرسکتے ہیں؟

بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ۝۲۷ وَ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ

آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، وہ فرشتوں کو زنانے ناموں سے یاد کرتے ہیں،(۱۴) ۝۲۷ حالانکہ اُنہیں اس بات کا ذرا بھی

عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۝۲۸ۚ

علم نہیں ہے۔ وہ محض وہم وگمان کے پیچھے چل رہے ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ وہم وگمان حق کے معاملے میں بالکل کارآمد نہیں۔ ۝۲۸

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ۬ عَنْ ذِكْرِنَا وَ لَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝۲۹ؕ

لہٰذا (اے پیغمبر!) تم ایسے آدمی کی فکر نہ کرو جس نے ہماری نصیحت سے منہ موڑلیا ہے، اور دُنیوی زندگی کے سوا وہ کچھ اور چاہتا ہی نہیں۔ ۝۲۹

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ

ایسے لوگوں کے علم کی پہنچ بس یہیں تک ہے۔(۱۵) تمہارا پروردگار ہی خوب جانتا ہے کہ کون اُس کے راستے سے بھٹک چکا ہے،

ع
سَبِيْلِهٖ ۙ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝۳۰ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

اور وہی خوب جانتا ہے کہ کون راہ پاگیا ہے۔ ۝۳۰ اور آسمانوں میں جو کچھ ہے، وہ بھی اور زمین میں جو کچھ ہے،

الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَ الَّذِيْنَ

وہ بھی اللہ ہی کا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ جنہوں نے بُرے کام کئے ہیں، وہ اُن کو اُن کے عمل کا بھی بدلہ دے گا، اور جنہوں نے نیک کام کئے ہیں،

اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝۳۱ۚ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا

اُن کو بہترین بدلہ عطا کرے گا۔ ۝۳۱ اُن لوگوں کو جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے بچتے ہیں، البتہ کبھی کبھار پھسل

اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ

جانے کی بات اور ہے۔(۱۶) یقین رکھو تمہارا پروردگار بہت وسیع مغفرت والا ہے، وہ تمہیں خوب جانتا ہے جب اُس نے تمہیں

الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ

زمین سے پیدا کیا، اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے، لہٰذا تم اپنے آپ کو پاکیزہ نہ ٹھہراؤ۔

---

(۱۴) یعنی اُنہیں خدا کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں۔

(۱۵) یہ اُن لوگوں پر تبصرہ ہے جو بس اسی دُنیا کی زندگی کو سب کچھ سمجھتے ہیں، اور آخرت کا اُنہیں کوئی خیال ہی نہیں ہے کہ ان بیچاروں کی رسائی بس یہیں تک ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

(۱۶) قرآنِ کریم میں اصل لفظ "لَمَم" استعمال ہوا ہے۔ اس کے لفظی معنیٰ ہیں "تھوڑا سا" چنانچہ عام طور سے مفسرین نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے گناہ جو کبھی کبھار سرزد ہوجائیں۔ اور "لَمَم" کے معنیٰ قریب ہونے کے بھی ہوتے ہیں، اس لحاظ سے بعض مفسرین نے اس لفظ کی تشریح یہ کی ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کسی گناہ کے قریب چلا جائے، مگر اُس کا ارتکاب نہ کرے۔

هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝۳۲ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ۝۳۳ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا
وہ خوب جانتا ہے کہ کون متقی ہے۔(۱۷) ۝۳۲ (اے پیغمبر!) بھلا تم نے اُس شخص کو بھی دیکھا جو (حق سے) منہ موڑ گیا، ۝۳۳ اور جس نے تھوڑا سا دیا،
وَّاَكْدٰى ۝۳۴ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ۝۳۵ اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ
پھر رُک گیا؟(۱۸) ۝۳۴ کیا اُس کے پاس غیب کا علم ہے جو وہ دیکھ رہا ہو؟ ۝۳۵ کیا اُسے اُن باتوں کی خبر نہیں ملی جو موسیٰ کے
صُحُفِ مُوْسٰى ۝۳۶ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰى ۝۳۷ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ
صحیفوں میں درج ہے، ۝۳۶ اور ابراہیم کے صحیفوں میں بھی، جو مکمل وفادار رہے(۱۹)؟ ۝۳۷ یعنی یہ کہ کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے (کے گناہ)
اُخْرٰى ۝۳۸ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝۳۹ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ
کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا،(۲۰) ۝۳۸ اور یہ کہ انسان کو خود اپنی کوشش کے سوا کسی اور چیز کا (بدلہ لینے کا) حق نہیں پہنچتا،(۲۱) ۝۳۹ اور یہ کہ اُس کی کوشش عنقریب
يُرٰى ۝۴۰ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝۴۱ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ۝۴۲ وَ
دیکھی جائے گی، ۝۴۰ پھر اُس کا بدلہ اُسے پورا پورا دیا جائے گا، ۝۴۱ اور یہ کہ آخر کار (سب کو) تمہارے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے، ۝۴۲

(۱۷) اس آیت میں اپنے آپ کو مقدس اور متقی سمجھنے اور اپنی تعریفیں کرتے رہنے سے منع کیا گیا ہے۔

(۱۸) ان آیتوں کا پس منظر حافظ ابنِ جریرؒ وغیرہ نے یہ بیان کیا ہے کہ ایک کافر شخص قرآنِ کریم کی کچھ آیتیں سن کر اِسلام لانے کی طرف مائل ہوگیا تھا۔ اُس کے ایک دوست نے کہا کہ تم اپنے باپ دادا کے دِین کو کیوں چھوڑ رہے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ میں آخرت کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ دوست نے کہا کہ اگر تم مجھے کچھ پیسے دو تو میں یہ ذمہ داری لیتا ہوں کہ اگر آخرت میں تمہیں عذاب ہونے لگا تو وہ میں اپنے سر لے کر تمہیں بچالوں گا۔ چنانچہ اُس شخص نے کچھ پیسے دے دیئے۔ کچھ عرصے کے بعد اُس نے مزید پیسے مانگے تو اور دے دیئے، لیکن پھر دینا بند کردیا، اور بعض روایتوں میں ہے کہ ایک دستاویز لکھ کر دے دی۔ یہ آیات ان دونوں کی حماقت بتارہی ہیں کہ اوّل تو جو شخص یہ کہہ رہا تھا کہ میں تمہیں آخرت کے عذاب سے بچالوں گا، کیا اُس کے پاس غیب کا علم ہے کہ وہ اس پر قادر ہوگا؟ دوسرے اللہ تعالیٰ یہ عام قاعدہ بیان فرمارہے ہیں کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اُٹھا سکتا۔ یہ بات آج پہلی بار نہیں کہی جارہی، بلکہ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام پر جو صحیفے نازل ہوئے تھے، اُن میں بھی لکھ دی گئی تھی۔

(۱۹) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مکمل وفاداری کے تذکرے کے لئے دیکھئے سورۂ بقرہ (۲:۱۲۳)۔

(۲۰) چنانچہ آج بھی بائبل کی کتاب حزقیل میں یہ اُصول وضاحت کے ساتھ موجود ہے۔ (دیکھئے حزقی ایل ۱۸:۲۰)۔

(۲۱) یعنی انسان کو صرف اپنے عمل کے ثواب کا حق پہنچتا ہے، کسی اور کے عمل کا ثواب لینے کا حق نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اُس کو اُس کے اِستحقاق کے بغیر کسی اور کے عمل کا ثواب عطا فرمادیں تو یہ اُن کی رحمت ہے جس پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ علامہ ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ کسی دوسرے شخص کو اِیصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے، اور متعدد اَحادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے وہ ثواب مُردے کو پہنچاتے ہیں، کیونکہ عام طور سے کوئی شخص دوسرے کو اُسی وقت ایصالِ ثواب کرتا ہے جب اُس نے اُس کے ساتھ کوئی نیکی کی ہو، یا اور نیک اعمال کئے ہوں۔

اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ﴿٤٣﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ

اور یہ کہ وہی ہے جو ہنساتا اور رُلاتا ہے، (۴۳) اور یہ کہ وہی ہے جو موت بھی دیتا ہے، اور زندگی بھی، (۴۴) اور یہ کہ اُسی نے

الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ﴿٤٥﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿٤٦﴾ وَ اَنَّ عَلَيْهِ

نر اور مادہ کے دو جوڑے پیدا کئے ہیں (۴۵) (وہ بھی صرف) ایک بوند سے جب وہ ٹپکائی جاتی ہے؛ (۲۲) (۴۶) اور یہ کہ دوسری زندگی دینے

النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى ﴿٤٧﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى ﴿٤٨﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ

کا بھی اُسی نے ذمہ لیا ہے، (۴۷) اور یہ کہ وہی ہے جو مال دار بناتا اور دولت کو محفوظ کراتا ہے، (۴۸) اور یہ کہ وہی ہے جو شعریٰ

الشِّعْرٰى ﴿٤٩﴾ وَ اَنَّهٗ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى ﴿٥٠﴾ وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰى ﴿٥١﴾ وَ

ستارے کا پروردگار ہے، (۲۳) (۴۹) اور یہ کہ وہی ہے جس نے پچھلے زمانے کی قوم عاد کو ہلاک کیا، (۵۰) اور ثمود کو بھی، اور کسی کو باقی نہ چھوڑا، (۵۱) اور

قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰى ﴿٥٢﴾

اس سے پہلے نوح کی قوم کو بھی (ہلاک کیا)۔ بیشک وہ سب سے زیادہ ظالم اور سرکش تھے۔ (۵۲) اور جو بستیاں اوندھی گری تھیں، (۲۴) اُن کو بھی اُسی

وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ﴿٥٣﴾ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ﴿٥٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ

نے اُٹھا پھینکا تھا، (۵۳) پھر جس (خوفناک) چیز نے اُنہیں ڈھانپا، وہ اُنہیں ڈھانپ کر ہی رہی۔ (۵۴) لہٰذا (اے انسان!) تو اپنے پروردگار کی

تَتَمَارٰى ﴿٥٥﴾ هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿٥٦﴾ اَزِفَتِ

کون کونسی نعمتوں میں شک کرے گا؟ (۲۵) (۵۵) یہ (پیغمبر) بھی پہلے خبردار کرنے والے پیغمبروں کی طرح ایک خبردار کرنے والے ہیں۔ (۵۶) جو گھڑی

الْاٰزِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ

جلد آنے والی ہے، وہ قریب آپہنچی ہے، (۵۷) اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے جو اُسے ہٹا سکے۔ (۵۸) تو کیا تم اسی بات پر

---

(۲۲) نطفہ تو ایک ہی ہوتا ہے، لیکن اُسی سے کبھی نر پیدا ہوتا ہے، اور کبھی مادہ۔ جو اللہ تعالیٰ نطفے کی چھوٹی سی بوند میں نر اور مادہ پیدا کرنے کے لئے الگ الگ خصوصیات پیدا فرماتا ہے، کیا وہ اُسی نر اور مادہ کو موت کے بعد دوبارہ زندگی دینے پر قادر نہیں ہے؟

(۲۳) شعریٰ ایک ستارے کا نام ہے، جاہلیت میں عرب لوگ اُس کی عبادت کرتے تھے، کیونکہ سمجھتے تھے کہ وہ ہمیں کچھ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ وہ ستارہ تو ایک مخلوق ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی اُس کے پروردگار ہیں۔

(۲۴) اس سے مراد اُس قوم کی بستیاں ہیں جن کی طرف حضرت لوط علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا، اور اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے اُن بستیوں کو اُلٹ دیا گیا تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ ہود (۱۱:۷۷ تا ۸۲)۔

(۲۵) یعنی اے انسان! اللہ تعالیٰ نے تجھے ان عذابوں سے بچا کر جن نعمتوں میں رکھا ہوا ہے، پھر تیری ہدایت کے لئے یہ قرآنِ کریم جن مختلف طریقوں سے تجھے متنبہ کررہا ہے، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس محبت سے تجھے سمجھا کر تجھے عذاب سے بچانے کی کوشش کررہے ہیں، ان عظیم نعمتوں میں سے کس کس نعمت میں شک کرے گا۔

تَعۡجَبُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَ تَضۡحَکُوۡنَ وَ لَا تَبۡکُوۡنَ ﴿۶۰﴾ وَ اَنۡتُمۡ سٰمِدُوۡنَ ﴿۶۱﴾

حیرت کرتے ہو؟ ﴿۵۹﴾ اور (اُس کا مذاق بنا کر) ہنستے ہو، اور روتے نہیں ہو، ﴿۶۰﴾ جبکہ تم تکبر کے ساتھ کھیل کود میں پڑے ہوئے ہو؟ ﴿۶۱﴾

فَاسۡجُدُوۡا لِلّٰہِ وَ اعۡبُدُوۡا ﴿۶۲﴾

السجدۃ

اب (بھی) جھک جاؤ اللہ کے سامنے، اور اُس کی بندگی کرلو۔(۲۶) ﴿۶۲﴾

(۲۶) یہ سجدے کی آیت ہے، جو کوئی شخص عربی میں یہ آیت پڑھے یا سنے اُس پر سجدۂ تلاوت واجب ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی احتیاطاً سجدہ کرلینا ضروری ہے۔

الحمد للہ! آج بتاریخ ۲۷/ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ مطابق ۵/اپریل ۲۰۰۸ء کو اسلام آباد میں سورۂ نجم کا ترجمہ اور تشریحی حواشی تکمیل کو پہنچے، جبکہ اس سورت پر کام کا آغاز قاہرہ میں ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما کر باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الۡقَمَر

تعارف

یہ سورت مکہ مکرّمہ میں اُس وقت نازل ہوئی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو دو ٹکڑے کرنے کا معجزہ دِکھلایا، اسی لئے اس کا نام سورۂ قمر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صحیح بخاری میں روایت ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی، اُس وقت میں بچی تھی، اور کھیلا کرتی تھی۔ سورت کا موضوع دوسری مکی سورتوں کی طرح کفارِ عرب کو توحید، رِسالت اور آخرت پر اِیمان لانے کی دعوت دینا ہے، اور اسی ضمن میں عاد و ثمود، حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی قوموں اور فرعون کے دردناک انجام کا مختصر لیکن بہت بلیغ انداز میں تذکرہ فرمایا گیا ہے، اور بار بار یہ جملہ دُہرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نصیحت حاصل کرنے کے لئے قرآنِ کریم کو بہت آسان بنادیا ہے تو کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟

آیاتها ٥٥ ٥٤ سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ ٣٧ رکوعاتها ٣

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں پچپن آیتیں اور تین رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَ انْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَ اِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَ
قیامت قریب آلگی ہے، اور چاند پھٹ گیا ہے۔(١) ① اور ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں، تو منہ موڑ لیتے ہیں، اور کہتے ہیں
يَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ② وَ كَذَّبُوْا وَ اتَّبَعُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ وَ كُلُّ اَمْرٍ
کہ یہ تو ایک چلتا ہوا جادو ہے۔(٢) ② انہوں نے حق کو جھٹلایا، اور اپنی خواہشات کے پیچھے چل نکلے۔ اور ہر کام کو آخر کسی ٹھکانے پر ٹک کر رہنا
مُّسْتَقِرٌّ ③ وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ④ حِكْمَةٌ
ہے۔(٣) ③ اور ان لوگوں کو (پچھلی قوموں کے) واقعات کی اتنی خبریں پہنچ چکی ہیں جن میں تنبیہ کا بڑا سامان تھا، ④ دِل میں اُتر جانے والی
بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى
وقف لازم
دانائی کی باتیں تھیں، پھر بھی یہ تنبیہات (ان پر) کچھ کارگر نہیں ہو رہیں۔ ⑤ لہٰذا (اے پیغمبر!) تم بھی ان کی پروا مت کرو۔(٤) جس دن پکارنے
شَيْءٍ نُّكُرٍ ⑥ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ
والا ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا، ⑥ اُس دن یہ اپنی آنکھیں جھکائے قبروں سے اس طرح نکل کھڑے ہوں گے جیسے ہر طرف پھیلی

---

(١) قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت چاند کے دو ٹکڑے ہونے کا وہ معجزہ بھی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ظاہر ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک چاندنی رات میں مکہ مکرّمہ کے کافروں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ دِکھانے کا مطالبہ کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ کھلا ہوا معجزہ دِکھایا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہوئے، جن میں سے ایک ٹکڑا پہاڑ کی مشرقی جانب چلا گیا، اور دوسرا مغربی جانب، اور پہاڑ ان کے درمیان آگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے فرمایا کہ: ''لو دیکھ لو!''۔ جب سارے لوگوں نے جو وہاں موجود تھے، یہ حیرت انگیز نظارہ کرلیا تو یہ دونوں ٹکڑے دوبارہ آپس میں مل گئے۔ جو کافر لوگ اُس وقت موجود تھے، وہ اس مشاہدے کا تو اِنکار نہیں کرسکتے تھے، لیکن انہوں نے یہ کہا کہ یہ کوئی جادو ہے۔ بعد میں مکہ مکرّمہ کے باہر سے آنے والے قافلوں نے بھی اس کی تصدیق کی کہ اُنہوں نے چاند کو دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ ہندوستان کی تاریخ فرشتہ میں بھی مذکور ہے کہ گوالیار کے راجہ نے یہ واقعہ دیکھا تھا۔

(٢) اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اسی قسم کے جادو مدّت سے چلے آرہے ہیں، اور یہ بھی کہ یہ ایسا جادو ہے جس کا اثر جلدی ہی ختم ہوجائے گا۔

(٣) اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر کام کا ایک انجام ہوتا ہے، لہٰذا جو کچھ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں، اور جو کچھ یہ کافر کررہے ہیں، اس کا انجام عنقریب معلوم ہوجائے گا۔

جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ۝۷ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا
ہوئی ٹڈیاں، (۷) دوڑے جارہے ہوں گے اُسی پکارنے والے کی طرف! ـــــ یہی کافر (جو قیامت کا انکار کرتے تھے) کہیں گے کہ یہ تو
يَوْمٌ عَسِرٌ ۝۸ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ فَكَذَّبُوْا عَبْدَنَا وَقَالُوْا
بہت ہی کٹھن دن ہے۔ (۸) ان سے پہلے نوح کی قوم نے بھی جھٹلانے کا رویہ اختیار کیا تھا۔ اُنہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا، اور کہا کہ: "یہ
مَجْنُوْنٌ وَّازْدُجِرَ ۝۹ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ۝۱۰ فَفَتَحْنَآ
دیوانے ہیں" اور اُنہیں دھمکیاں دی گئیں۔ (۹) اس پر اُنہوں نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ: "میں بے بس ہو چکا ہوں، اب آپ ہی بدلہ لیجئے۔" (۱۰)
اَبْوَابَ السَّمَاۗءِ بِمَاۗءٍ مُّنْهَمِرٍ ۝۱۱ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَاۗءُ
چنانچہ ہم نے ٹوٹ کر برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے، (۱۱) اور زمین کو پھاڑ کر چشموں میں تبدیل کردیا۔ اور اس طرح (دونوں
عَلٰٓي اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ۝۱۲ وَحَمَلْنٰهُ عَلٰي ذَاتِ اَلْوَاحٍ وَّدُسُرٍ ۝۱۳ تَجْرِيْ
قسم کا) سارا پانی اُس کام کے لئے مل گیا جو مقدر ہو چکا تھا۔(۵) (۱۲) اور نوح کو ہم نے ایک تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر سوار کردیا، (۱۳) جو ہماری نگرانی
بِاَعْيُنِنَا ۚ جَزَاۗءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ ۝۱۴ وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ
میں رواں دواں تھی، تاکہ اُس (پیغمبر) کا بدلہ لیا جائے جس کی ناقدری کی گئی تھی۔ (۱۴) اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس کو (عبرت کی) ایک نشانی
مُّدَّكِرٍ ۝۱۵ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝۱۶ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ
بنادیا۔ تو کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟ (۱۵) اب سوچو کہ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں؟ (۱۶) اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو
لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۱۷ كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَ
نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنادیا ہے۔ اب کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟ (۱۷) عاد کی قوم نے بھی تنبیہ کرنے والوں کو جھٹلانے کا
نُذُرِ ۝۱۸ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْ يَوْمِ نَحْسٍ
رویہ اختیار کیا، پھر دیکھ لو کہ میرا عذاب اور میری تنبیہات کیسی تھیں؟ (۱۸) ہم نے ایک مسلسل نحوست کے دن میں اُن پر تیز آندھی والی ہوا چھوڑ دی
مُّسْتَمِرٍّ ۝۱۹ تَنْزِعُ النَّاسَ ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ مُّنْقَعِرٍ ۝۲۰ فَكَيْفَ كَانَ
تھی،(۶) (۱۹) جو لوگوں کو اس طرح اُکھاڑ پھینک دیتی تھی جیسے وہ کھجور کے اُکھڑے ہوئے درخت کے تنے ہوں۔ (۲۰) اب سوچو کہ میرا عذاب اور میری

---

(۴) یعنی آپ چونکہ اپنا تبلیغ کا فریضہ ادا کر رہے ہیں، اس لئے ان کے طرزِ عمل پر زیادہ صدمہ نہ کیجئے۔

(۵) یعنی ایک تو آسمان سے موسلا دھار پانی برسا، اور دوسرے زمین سے پانی اُبلنا شروع ہوگیا۔ دونوں طرح کے یہ پانی مل گئے، اور ان سے وہ طوفان آگیا جس میں اس قوم کی تباہی مقدر تھی۔ اس کی پوری تفصیل سورۂ ہود (۱۱:۴۰) اور سورۂ مؤمنون (۲۳:۲۷) میں گذر چکی ہے۔

(۶) تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ اعراف (۷:۶۵)۔

عَذَابِيْ وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ

تنبیہات کیسی تھیں؟ (۲۱) اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنادیا ہے۔ اب کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل

مُّدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾ فَقَالُوْٓا اَبَشَرًا مِّنَّا وَاحِدًا ع

کرے؟ (۲۲) ثمود کی قوم نے بھی تنبیہ کرنے والوں کو جھٹلانے کا رویہ اِختیار کیا۔ (۲۳) چنانچہ کہنے لگے کہ: "کیا ہم اپنے ہی میں سے ایک تنہا

نَّتَّبِعُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ وَّسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ

آدمی کے پیچھے چل پڑیں؟ ایسا کریں گے تو یقیناً ہم بڑی گمراہی اور دیوانگی میں جاپڑیں گے۔ (۲۴) بھلا کیا ہم سارے لوگوں کے درمیان یہی

بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ﴿٢٥﴾ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ

ایک شخص رہ گیا تھا جس پر نصیحت نازل کی گئی؟ نہیں! بلکہ دراصل یہ پرلے درجے کا جھوٹا شیخی باز شخص ہے۔" (۲۵) (ہم نے پیغمبر صالح علیہ السلام

الْاَشِرُ ﴿٢٦﴾ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ

سے کہا کہ:) "کل ہی انہیں پتہ چل جائے گا کہ پرلے درجے کا جھوٹا شیخی باز کون تھا؟ (۲۶) ہم ان کے پاس ان کی آزمائش کے طور پر اُونٹنی بھیج

وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ كُلُّ شِرْبٍ

رہے ہیں، اس لئے تم انہیں دیکھتے رہو، اور صبر سے کام لو، (۲۷) اور ان کو بتادو کہ (کنویں کا) پانی اُن کے درمیان تقسیم کردیا گیا ہے۔ ہر پانی کا حق دار

مُّحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ

اپنی باری میں حاضر ہوگا۔"[7] (۲۸) پھر انہوں نے اپنے آدمی کو بلایا، چنانچہ اُس نے ہاتھ بڑھایا، اور (اُونٹنی کو) قتل کرڈالا۔[8] (۲۹) اب سوچو کہ میرا عذاب

وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾

اور میری تنبیہات کیسی تھیں؟ (۳۰) ہم نے اُن پر بس ایک ہی چنگھاڑ بھیجی، جس سے وہ ایسے ہوکر رہ گئے جیسے کانٹوں کی روندی ہوئی باڑھ ہوتی ہے۔ (۳۱)

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطٍۢ

اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان بنادیا ہے۔ اب کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟ (۳۲) لوط کی قوم

بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ نَجَّيْنٰهُمْ

نے (بھی) تنبیہ کرنے والوں کو جھٹلایا۔ (۳۳) ہم نے اُن پر پتھروں کا مینہ برسایا، سوائے لوط کے گھر والوں کے جنہیں ہم نے سحری کے وقت

بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ ۙ نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ شَكَرَ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ

بچالیا تھا، (۳۴) یہ ہماری طرف سے ایک نعمت تھی۔ جو لوگ شکر گذار ہوتے ہیں، اُن کو ہم ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ (۳۵) اور لوط نے اُن لوگوں کو

---

(۷) یہ اُونٹنی اُنہی کے مطالبے پر پیدا کی گئی تھی، اور اُن سے کہا گیا تھا کہ بستی کے کنویں سے ایک دن وہ پانی پئے گی، اور ایک دن بستی والے، تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ اَعراف (۷:۷۳) اور اُس کے حواشی۔

(۸) اس آدمی کا نام روایتوں میں "قدار" آیا ہے۔ اُس نے اُونٹنی کو قتل کیا۔

أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿۳۶﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ

ہماری پکڑ سے ڈرایا تھا، لیکن وہ ساری تنبیہات میں مین میکھ نکالتے رہے۔ ﴿۳۶﴾ اور اُنہوں نے لوط کو اُن کے مہمانوں کے بارے میں پھسلانے

فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ بُكْرَةً

کی کوشش کی،(۹) جس پر ہم نے اُن کی آنکھوں کو اندھا کردیا کہ: ''چکھو میرے عذاب اور میری تنبیہات کا مزہ! ﴿۳۷﴾ اور صبح سویرے اُن پر ایسا

عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ ﴿۳۸﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ

عذاب حملہ آور ہوا جو جم کر رہ گیا ﴿۳۸﴾ کہ: ''چکھو میرے عذاب اور میری تنبیہات کا مزہ!''(۱۰) ﴿۳۹﴾ اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت

ع ۱۸ ۹ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿۴۱﴾

حاصل کرنے کے لئے آسان بنادیا ہے۔ اب کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟ ﴿۴۰﴾ اور فرعون کے خاندان کے پاس بھی تنبیہات آئیں، ﴿۴۱﴾

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُقْتَدِرٍ ﴿۴۲﴾ أَكُفَّارُكُمْ

اُنہوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلا دیا تھا، اس لئے ہم نے اُن کو ایسی پکڑ میں لیا جیسی ایک زبردست قدرت والے کی پکڑ ہوتی ہے۔ ﴿۴۲﴾ کیا تمہارے یہ

خَيْرٌ مِنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿۴۳﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ

کافر لوگ اُن سے اچھے ہیں، یا تمہارے لئے (خدا کی) کتابوں میں کوئی بے گناہی کا پروانہ لکھا ہوا ہے؟(۱۱) ﴿۴۳﴾ یا ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم ایسی جمعیت ہیں جو

جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ ﴿۴۴﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿۴۵﴾ بَلِ السَّاعَةُ

…ب کرلے گی؟(۱۲) ﴿۴۴﴾ (حقیقت تو یہ ہے کہ) اس جمعیت کو عنقریب شکست ہوجائے گی، اور یہ سب پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔(۱۳) ﴿۴۵﴾ یہی نہیں،

---

(۹) سورۂ ہود (۱۱:۷۸) میں اس کی تفصیل گذر چکی ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتے خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں آئے تھے۔ اُن کی قوم ہم جنسی کی بیماری میں مبتلا تھی، اس لئے انہوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ ان مہمانوں کو اُن کے حوالے کردیں، اور وہ ان سے اپنی ہوس پوری کریں۔ یہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا، اور اس طرح وہ مہمانوں تک نہ پہنچ سکے (تفسیر الدر المنثور عن قتادۃ)۔

(۱۰) سورۂ ہود میں گذر چکا ہے کہ ان کی بستیاں اُلٹ ڈالی گئی تھیں۔

(۱۱) پچھلی اُمتوں کے واقعات بیان فرمانے کے بعد مکہ مکرّمہ کے کافروں سے کہا جارہا ہے کہ جن قوموں کو ہلاک کیا گیا ہے، تم میں اُن کے مقابلے میں کونسی اچھائی ہے جس کی بنا پر تمہیں عذاب سے محفوظ رکھا جائے؟ اور کیا تمہارے بارے میں کسی آسمانی کتاب میں کوئی معافی یا بے گناہی کا وعدہ کرلیا گیا ہے؟

(۱۲) جب مکہ مکرّمہ کے کافروں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تھا تو وہ یہ کہتے تھے کہ ہمارا جتھہ بڑا مضبوط ہے، ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

(۱۳) یہ پیشین گوئی اُس وقت کی جارہی تھی جب مسلمان ان کافروں کے مقابلے میں بہت کمزور تھے، اور خود اپنا بچاؤ بھی نہیں کرپاتے تھے۔ لیکن دُنیا نے دیکھا کہ یہ خدائی پیشین گوئی جنگ بدر میں حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ مکہ مکرّمہ میں کافروں کے جو

مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ۝٤٦ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ ضَلٰلٍ

بلکہ ان کے اصل وعدے کا وقت تو قیامت ہے، اور قیامت اور زیادہ مصیبت اور کہیں زیادہ کڑوی ہوگی۔ ۝٤٦ حقیقت یہ ہے کہ یہ مجرم لوگ بڑی

وقف لازم

وَّسُعُرٍ ۝٤٧ يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ ؕ ذُوْقُوْا مَسَّ

گمراہی اور بے عقلی میں پڑے ہوئے ہیں۔(۱۴) ۝٤٧ جس دن ان کو منہ کے بل آگ میں گھسیٹا جائے گا، (اُس دن انہیں ہوش آئے گا، اور ان سے کہا

سَقَرَ ۝٤٨ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝٤٩ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ

جائے گا کہ:) ''چکھو دوزخ کے چھونے کا مزہ!'' ۝٤٨ ہم نے ہر چیز کو ناپ تول کے ساتھ پیدا کیا ہے۔(۱۵) ۝٤٩ اور ہمارا حکم بس ایک ہی مرتبہ آنکھ

كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝٥٠ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَآ اَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝٥١

جھپکنے کی طرح (پورا) ہو جاتا ہے۔ ۝٥٠ اور تمہارے ہم مشرب لوگوں کو ہم پہلے ہی ہلاک کر چکے ہیں۔ اب بتاؤ، ہے کوئی جو نصیحت حاصل کرے؟ ۝٥١

وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝٥٢ وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝٥٣

اور جو جو کام انہوں نے کئے ہیں، وہ سب اعمال ناموں میں درج ہیں، ۝٥٢ اور ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے۔ ۝٥٣ (البتہ) جن لوگوں

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝٥٤ لا فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ

نے تقویٰ کی رَوِش اپنا رکھی ہے، وہ باغات اور نہروں میں ہوں گے، ۝٥٤ ایک سچی عزت والی نشست میں! ـــــ اُس بادشاہ کے پاس

مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝٥٥ ع

جس کے قبضے میں سارا اقتدار ہے! ۝٥٥

بڑے بڑے سردار تھے، سب بدر میں مارے گئے، ستر اَفراد گرفتار ہوئے، اور باقی بھاگ گئے۔

(۱۴) یہ قومِ ثمود کی اُس بات کا جواب ہے جو اُوپر آیت نمبر ۲۴ میں ذکر کی گئی تھی۔ چونکہ مکہ مکرّمہ کے کافر بھی اسی جیسی بات کہا کرتے تھے، اس لئے اُن کے بارے میں یہ بات ارشاد فرمائی گئی ہے۔

(۱۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا ناپ تول اور ہر کام کا ایک وقت مقرّر کر رکھا ہے، اس لئے وہ قیامت اُسی وقت آئے گی جو اللہ تعالیٰ نے مقدّر فرما رکھا ہے۔

الحمد للہ! سورۂ قمر کا ترجمہ اور تشریحی حواشی آج مؤرخہ ۲۹ ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ مطابق ۷ اپریل ۲۰۰۸ء کو لندن میں دو دِن میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کے کام کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

سُوۡرَۃُ الرَّحۡمٰن

تعارف

یہ سورت وہ واحد سورت ہے جس میں بیک وقت انسانوں اور جِنّات دونوں کو صراحت کے ساتھ مخاطب فرمایا گیا ہے۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ کی وہ بیشمار نعمتیں یاد دِلائی گئی ہیں جو اس کائنات میں پھیلی پڑی ہیں، اور بار بار یہ فقرہ دُہرایا گیا ہے کہ: ''اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' اپنے اُسلوب اور فصاحت و بلاغت کے اِعتبار سے بھی یہ ایک منفرد سورت ہے جس کی تأثیر کو کسی اور زبان میں ترجمہ کر کے منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ اس بارے میں روایات مختلف ہیں کہ یہ سورت مکی ہے، یا مدنی۔ عام طور سے قرآنِ کریم کے نسخوں میں اس کو مدنی قرار دیا گیا ہے، لیکن علامہ قرطبیؒ نے کئی روایتوں کی بنا پر یہ رُجحان ظاہر کیا ہے کہ یہ مکی سورت ہے۔ واللہ اعلم۔

ایاتها ۷۸ ۵۵ سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ مَدَنِيَّةٌ ۹۷ رکوعاتها ۳

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں اٹھتر آیتیں اور تین رُکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلرَّحۡمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ ۝۴
وہ رحمٰن ہی ہے[1] ۝۱ جس نے قرآن کی تعلیم دی۔ ۝۲ اُسی نے انسان کو پیدا کیا، ۝۳ اُسی نے اُس کو بات واضح کرنا سکھایا۔ ۝۴
اَلشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ بِحُسۡبَانٍ ۝۵ وَّالنَّجۡمُ وَالشَّجَرُ يَسۡجُدٰنِ ۝۶ وَالسَّمَآءَ
سورج اور چاند ایک حساب میں جکڑے ہوئے ہیں، ۝۵ اور بیلیں اور درخت سب اُس کے آگے سجدہ کرتے ہیں[2] ۝۶ اور آسمان
رَفَعَهَا وَوَضَعَ الۡمِيۡزَانَ ۝۷ اَلَّا تَطۡغَوۡا فِى الۡمِيۡزَانِ ۝۸ وَاَقِيۡمُوا الۡوَزۡنَ
کو اُسی نے بلند کیا ہے، اور اُسی نے ترازو قائم کی ہے، ۝۷ کہ تم تولنے میں ظلم نہ کرو۔ ۝۸ اور اِنصاف کے ساتھ وزن
بِالۡقِسۡطِ وَلَا تُخۡسِرُوا الۡمِيۡزَانَ ۝۹ وَالۡاَرۡضَ وَضَعَهَا لِلۡاَنَامِ ۝۱۰ فِيۡهَا
کو ٹھیک رکھو، اور تول میں کمی نہ کرو۔ ۝۹ اور زمین کو اُسی نے ساری مخلوقات کے لئے بنایا ہے، ۝۱۰ اُسی میں
فَاكِهَةٌ وَّالنَّخۡلُ ذَاتُ الۡاَكۡمَامِ ۝۱۱ وَالۡحَبُّ ذُو الۡعَصۡفِ وَالرَّيۡحَانُ ۝۱۲
میوے اور کھجور کے گابھوں والے درخت بھی ہیں، ۝۱۱ اور بھوسے والا غلہ اور خوشبودار پھول بھی۔ ۝۱۲
فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ صَلۡصَالٍ
(اے انسانو اور جنات!) اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ۝۱۳ اُسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی
كَالۡفَخَّارِ ۝۱۴ وَخَلَقَ الۡجَآنَّ مِنۡ مَّارِجٍ مِّنۡ نَّارٍ ۝۱۵ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ
ہوئی مٹی سے پیدا کیا، ۝۱۴ اور جنات کو آگ کی لپٹ سے پیدا کیا، ۝۱۵ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی

(۱) مشرکینِ مکہ اللہ تعالیٰ کے نام "رحمٰن" کو نہیں مانتے تھے وہ کہتے تھے کہ ہم نہیں جانتے رحمٰن کیا ہوتا ہے؟، جیسا کہ سورۂ فرقان (۲۵:۶۰) میں گذرا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رحمٰن کے نام سے ان لوگوں کو جو چڑ تھی، وہ اس لئے کہ اگر ہر طرح کی رحمت اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص مان لی جائے تو پھر اُن من گھڑت خداؤں کے حصے میں کچھ نہیں آتا جن سے یہ لوگ اپنی مرادیں مانگا کرتے تھے، اور اس طرح اللہ تعالیٰ کو رحمٰن مان لینے سے خود بخود اُن کے شرک کی نفی ہو جاتی ہے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ رحمٰن اُسی اللہ تعالیٰ کا نام ہے جس کی رحمتوں سے یہ ساری کائنات بھری ہوئی ہے۔ اُس کے سوا کوئی نہیں ہے جو تمہیں رزق، اولاد یا کوئی اور نعمت دے سکے۔ اس لئے عبادت کا حق دار صرف وہی ہے، کوئی اور نہیں۔

(۲) سجدہ حقیقی بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ قرآنِ کریم نے کئی جگہ یہ فرمایا ہے کہ تمام مخلوقات میں کچھ نہ کچھ احساس موجود ہے۔ (دیکھئے سورۂ بنی اسرائیل ۱۷:۴۴) اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان ہیں۔

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٦﴾ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ﴿١٧﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿١٦﴾ دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا پروردگار وہی ہے۔(٣) ﴿١٧﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿١٨﴾ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ﴿١٩﴾ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا

نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿١٨﴾ اُسی نے دو سمندروں کو اس طرح چلایا کہ وہ دونوں آپس میں مل جاتے ہیں، ﴿١٩﴾ (پھر بھی) اُن کے درمیان ایک آڑ

يَبْغِيٰنِ ﴿٢٠﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢١﴾ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ

ہوتی ہے کہ وہ دونوں اپنی حد سے بڑھتے نہیں۔(٤) ﴿٢٠﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٢١﴾ ان دونوں سمندروں

وَالْمَرْجَانُ ﴿٢٢﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٣﴾ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِی

سے موتی اور مونگا نکلتا ہے، ﴿٢٢﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٢٣﴾ اور اُسی کے قبضے میں وہ جہاز ہیں جو سمندر

الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿٢٤﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٥﴾ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا ع

میں پہاڑوں کی طرح اُونچے کھڑے کئے گئے ہیں۔ ﴿٢٤﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٢٥﴾ اس زمین میں

فَانٍ ﴿٢٦﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٢٧﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ

جو کوئی ہے، فنا ہونے والا ہے، ﴿٢٦﴾ اور (صرف) تمہارے پروردگار کی جلال والی، فضل و کرم والی ذات باقی رہے گی۔ ﴿٢٧﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں

رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٢٨﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ

اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٢٨﴾ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں اُسی سے (اپنی حاجتیں) مانگتے ہیں۔ وہ ہر روز کسی

فِی شَاْنٍ ﴿٢٩﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٣٠﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ

شان میں ہے!(٥) ﴿٢٩﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿٣٠﴾ اے دو بھاری مخلوقو!(٦) ہم عنقریب تمہارے (حساب

---

(٣) مشرق دراصل اُفق کے اُس حصے کا نام ہے جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے، اور مغرب اُس حصے کا جہاں سورج غروب ہوتا ہے۔ چونکہ سردی اور گرمی کے موسموں میں مشرق اور مغرب کے یہ حصے بدل جاتے ہیں، اس لئے ان کو دو مشرقوں اور دو مغربوں سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

(٤) اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ نظارہ دو دریاؤں یا دو سمندروں کے سنگم پر ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ دونوں دریاؤں یا سمندروں کے پانی ساتھ ساتھ چل رہے ہوتے ہیں، پھر بھی دونوں کے درمیان ایک لکیر جیسی ہوتی ہے جس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ یہ دونوں الگ الگ دریا یا سمندر ہیں۔

(٥) یعنی ہر روز اور ہر آن وہ اپنی کائنات کی تدبیر اور اپنی مخلوقات کی حاجت روائی میں اپنی کسی نہ کسی شان یا صفت کا مظاہرہ فرماتا رہتا ہے۔

(٦) اصل عربی لفظ "ثَقَلان" ہے جس کے معنیٰ ہیں دو بھاری چیزیں۔ اور اس سے مراد جنّات اور اِنسان ہیں، کیونکہ یہی دو مخلوقات ہیں جنہیں اس کائنات میں عقل و شعور کے علاوہ مکلّف بننے کی صلاحیت بخشی گئی ہے۔

الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ
کے) لئے فارغ ہونے والے ہیں۔(۷) ﴿۳۱﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۳۲﴾ اے انسانوں اور جنات
اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا
کے گروہ! اگر تم میں یہ بل بوتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی حدود سے پار نکل سکو، تو پار نکل جاؤ۔ تم زبردست طاقت کے بغیر پار نہیں
تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ یُرْسَلُ عَلَیْکُمَا
ہوسکوگے۔(۸) ﴿۳۳﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۳۴﴾ تم پر آگ کا شعلہ اور تانبے کے رنگ کا دُھواں چھوڑا
شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ۬ وَّ نُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾
جائے گا، پھر تم اپنا بچاؤ نہیں کرسکوگے۔ ﴿۳۵﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۳۶﴾
فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَکَانَتْ وَرْدَةً کَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا
غرض (وہ وقت آئے گا) جب آسمان پھٹ پڑے گا، اور لال چمڑے کی طرح سرخ گلاب بن جائے گا۔ ﴿۳۷﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی
تُکَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّ لَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۳۸﴾ پھر اُس دن نہ کسی انسان سے اُس کے گناہ کے بارے میں پوچھا جائے گا، اور نہ کسی جن سے۔(۹) ﴿۳۹﴾ اب بتاؤ
رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ یُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِیْمٰهُمْ فَیُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِیْ وَ
کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۴۰﴾ مجرم لوگوں کو اُن کی علامتوں سے پہچان لیا جائے گا، پھر اُنہیں سر کے بالوں اور

---

(۷) یہاں فارغ ہونا مجازی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ ابھی تو اللہ تعالیٰ کائنات کے دوسرے اُمور انجام دے رہے ہیں، اور ابھی حساب لینے کی طرف متوجہ نہیں ہوئے، لیکن وہ وقت عنقریب آنے والا ہے جب اللہ تعالیٰ حساب کی طرف متوجہ ہوں گے۔ واضح رہے کہ آگے آیت نمبر ۴۴ تک دوزخیوں کے عذاب کا تذکرہ ہے، اور اُس کے ساتھ بھی یہ فقرہ ہر جگہ فرمایا گیا ہے کہ تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس ہولناک انجام کی جو پہلے سے خبر دے رہا ہے، وہ بذاتِ خود ایک نعمت ہے، اس کو مت جھٹلاؤ، اور دُوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو جھٹلانے کا یہ انجام ہونے والا ہے، کیا اس انجام سے باخبر ہونے کے بعد بھی تم نعمتوں کو جھٹلانے کا رویہ جاری رکھو گے؟

(۸) مطلب یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ طاقت نہیں ہے جس کے ذریعے تم اللہ تعالیٰ کی بازپُرس اور عذاب سے بھاگ کر کہیں اور چلے جاؤ۔

(۹) یعنی سوال و جواب اور حساب و کتاب کا مرحلہ تو اُس وقت گذر چکا ہوگا جس میں ان لوگوں سے حجت قائم کرنے کے لئے سوالات بھی کئے گئے تھے۔ لیکن اب ان کو دوزخ میں ڈالنے کے لئے نہ تو اللہ تعالیٰ کو کسی سے یہ پوچھنے کی ضرورت ہوگی کہ اُس نے کیا گناہ کیا تھا، کیونکہ اُسے خود ہی معلوم ہے، اور نہ فرشتوں کو ضرورت ہوگی، کیونکہ جیسا کہ اگلی آیت میں آرہا ہے، مجرم لوگ اپنے چہرے کی علامتوں ہی سے پہچان لئے جائیں گے۔

الْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ
پاؤں سے پکڑا جائے گا، ﴿۴۱﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۴۲﴾ یہ ہے وہ جہنم جسے یہ
يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَ بَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ وقف لازم
مجرم لوگ جھٹلاتے تھے! ﴿۴۳﴾ یہ اُسی کے اور کھولتے ہوئے پانی کے درمیان چکر لگائیں گے۔ ﴿۴۴﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ ع
نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۴۵﴾ اور جو شخص (دُنیا میں) اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا تھا، اُس کے لئے دو باغ ہوں گے۔ ﴿۴۶﴾
فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۴۷﴾ دونوں باغ شاخوں سے بھرے ہوئے! ﴿۴۸﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۴۹﴾ اُنہی دو باغوں میں دو چشمے بہہ رہے ہوں گے، ﴿۵۰﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون
تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۵۱﴾ اُن دونوں میں ہر پھل کے دو دو جوڑے ہوں گے، ﴿۵۲﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو
تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۢ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَ جَنَا
جھٹلاؤ گے؟ ﴿۵۳﴾ وہ (جنتی لوگ) ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے جن کے اَستر دبیز ریشم کے ہوں گے، اور دونوں باغوں کے پھل جھکے
الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ
پڑ رہے ہوں گے۔ ﴿۵۴﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۵۵﴾ انہی باغوں میں وہ نیچی نگاہ
الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
والیاں ہوں گی جنہیں ان جنتیوں سے پہلے نہ کسی انسان نے کبھی چھوا ہوگا، اور نہ کسی جن نے! ﴿۵۶﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون
تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَ الْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ﴿۵۷﴾ وہ ایسی ہوں گی جیسے یاقوت اور مرجان! ﴿۵۸﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو
تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ
جھٹلاؤ گے؟ ﴿۵۹﴾ اچھائی کا بدلہ اچھائی کے سوا اور کیا ہے؟ ﴿۶۰﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَ مِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
جھٹلاؤ گے؟ ﴿۶۱﴾ اور ان دو باغوں سے کچھ کم درجے کے دو باغ اور ہوں گے۔(۱۰) ﴿۶۲﴾ اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو

(۱۰) اکثر مفسرین کے مطابق پہلے (آیت نمبر ۴۶ میں) جن دو باغوں کا ذکر ہوا تھا، وہ اعلیٰ درجے کے مقرب بندوں کے لئے ہیں، جیسا کہ اگلی سورت (سورۂ واقعہ) میں اس کی تفصیل آنے والی ہے، اور اَب آیت نمبر ۶۲ سے جن دو باغوں کا ذکر ہو رہا ہے،

تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٣﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿٦٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٥﴾ فِيْهِمَا

جھٹلاؤ گے؟ (۶۳) دونوں سبزے کی کثرت سے سیاہی کی طرف مائل![11] (۶۴) اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۶۵)

عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿٦٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٧﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّ

اُنہی میں دو اُبلتے ہوئے چشمے ہوں گے، (۶۶) اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۶۷) اُنہی میں میوے اور

نَخْلٌ وَّ رُمَّانٌ ﴿٦٨﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٦٩﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ

کھجوریں اور اَنار ہوں گے، (۶۸) اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۶۹) اُنہی میں خوب سیرت خوبصورت

حِسَانٌ ﴿٧٠﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧١﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي

عورتیں ہوں گی، (۷۰) اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۷۱) وہ حوریں جنہیں خیموں میں حفاظت سے

الْخِيَامِ ﴿٧٢﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٣﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ

رکھا گیا ہوگا![12] (۷۲) اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۷۳) اُنہیں ان جنتیوں سے پہلے نہ کسی انسان نے کبھی

لَا جَآنٌّ ﴿٧٤﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٥﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ

چھوا ہوگا، اور نہ کسی جن نے۔ (۷۴) اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۷۵) وہ (جنتی) سبز رَفرَف[13] اور عجیب و

وَّ عَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿٧٦﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿٧٧﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ

غریب قسم کے خوبصورت فرش پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔ (۷۶) اب بتاؤ کہ تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ (۷۷) بڑا

رَبِّكَ ذِي الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿٧٨﴾

بابرکت نام ہے تمہارے پروردگار کا جو عظمت والا بھی ہے، کرم والا بھی! (۷۸)

وہ عام مؤمنوں کے لئے ہیں۔

(۱۱) سبزہ جب خوب گھنا اور گہرا ہو جائے تو وہ دُور سے سیاہی مائل نظر آتا ہے۔ یہ اُسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۲) ان خیموں کے بارے میں صحیح بخاری کی ایک حدیث میں یہ تفصیل آئی ہے کہ یہ موتی سے بنے ہوئے بہت طویل وعریض خیمے ہوں گے۔

(۱۳) رَفرَف نقش و نگار والے قالین کو کہتے ہیں۔ یہاں یہ واضح رہنا چاہئے کہ جنت کی نعمتوں میں سے جن جن چیزوں کا ذکر فرمایا گیا ہے، اگرچہ دُنیا میں بھی اُن کے وہی نام ہیں جو ان آیات میں مذکور ہیں، لیکن اُن کی حقیقت، اُن کا حسن اور اُن کی لذت دُنیا کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہوگی، کیونکہ صحیح حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی نعمتیں تیار فرمائی ہیں جو آج تک نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہیں، نہ کسی کان نے سنی ہیں، اور نہ کسی کے دِل پر اُن کا خیال گذرا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سے بہرہ ور فرمائیں۔ آمین۔

الحمد للہ! سورۃ الرحمٰن کا ترجمہ اور اُس کے حواشی آج بتاریخ یکم ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق ۹/اپریل ۲۰۰۸ء لندن میں ایک ہی دن میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس ناچیز خدمت کو قبول فرما کر بندے کی مغفرت کا ذریعہ بنادیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُورَةُ الوَاقِعَة

تعارف

یہ سورت مکی زندگی کے ابتدائی دور کی سورتوں میں سے ہے، اور اس میں معجزانہ فصاحت و بلاغت کے ساتھ پہلے تو قیامت کے حالات بیان فرمائے گئے ہیں، اور بتایا گیا ہے کہ آخرت میں تمام انسان اپنے انجام کے لحاظ سے تین مختلف گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کا ہوگا جو اِیمان اور عملِ صالح کے لحاظ سے اعلیٰ ترین مرتبے کے حامل ہیں، دُوسرا گروہ اُن عام مسلمانوں کا ہوگا جنہیں اُن کے اعمال نامے اُن کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے، اور تیسرا گروہ اُن کافروں کا ہوگا جن کے اعمال نامے اُن کے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ پھر ان تینوں گروہوں کو جن حالات سے سابقہ پیش آئے گا، اُس کی ایک جھلک بڑے مؤثر انداز میں دِکھائی گئی ہے۔ اس کے بعد اِنسان کو خود اُس کے اپنے وجود اور اُن نعمتوں کی طرف توجہ دِلائی گئی ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے، اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اُسی کا شکر بجالا کر اُس کی وحدانیت کا اعتراف کرے، اور توحید پر اِیمان لائے۔ پھر آخری رُکوع میں قرآنِ کریم کی حقانیت کا بیان فرماتے ہوئے انسان کو اُس کی موت کا وقت یاد دِلایا گیا ہے کہ اُس وقت وہ کتنا ہی بڑا آدمی سمجھا جاتا ہو، نہ تو خود اپنی موت سے چھٹکارا پاسکتا ہے، نہ اپنے کسی محبوب کو موت سے بچاسکتا ہے۔ لہٰذا جو پروردگار موت اور زندگی کا مالک ہے، وہی مرنے کے بعد بھی انسان کے انجام کا فیصلہ کرنے کا حق رکھتا ہے، اور اِنسان کا کام یہ ہے کہ اُس کی عظمت کے آگے سربسجود ہو۔

سورت کی پہلی ہی آیت میں ''واقعہ'' کا لفظ آیا ہے جس سے مراد قیامت کا واقعہ ہے، اور اُسی کے نام پر اس سورت کو سورۂ واقعہ کہا جاتا ہے۔

أٰیاتها ۹۶ ۵۶ سُوۡرَةُ الۡوَاقِعَةِ مَكِّيَّةٌ ۴۶ رکوعاتها ۳

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں چھیانوے آیتیں اور تین رُکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِذَا وَقَعَتِ الۡوَاقِعَةُ ۙ﴿۱﴾ لَيۡسَ لِوَقۡعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۘ﴿۲﴾ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۙ﴿۳﴾

جب وہ ہونے والا واقعہ پیش آجائے گا،(۱) ﴿۱﴾ تو اُس کے پیش آنے کو کوئی جھٹلانے والا نہیں ہوگا، ﴿۲﴾ وہ ایک تہہ وبالا کرنے والی چیز ہوگی، ﴿۳﴾

اِذَا رُجَّتِ الۡاَرۡضُ رَجًّا ۙ﴿۴﴾ وَّبُسَّتِ الۡجِبَالُ بَسًّا ۙ﴿۵﴾ فَكَانَتۡ هَبَآءً

جب زمین ایک بھونچال سے جھنجوڑ دی جائے گی، ﴿۴﴾ اور پہاڑوں کو پیس کر چورا کر دیا جائے گا ﴿۵﴾ یہاں تک کہ وہ بکھرا ہوا غبار بن کر رہ

مُّنۡۢبَثًّا ۙ﴿۶﴾ وَّكُنۡتُمۡ اَزۡوَاجًا ثَلٰثَةً ؕ﴿۷﴾ فَاَصۡحٰبُ الۡمَيۡمَنَةِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ

جائیں گے، ﴿۶﴾ اور (لوگو!) تم تین قسموں میں بٹ جاؤگے۔ ﴿۷﴾ چنانچہ جو دائیں ہاتھ والے ہیں، کیا کہنا اُن دائیں

الۡمَيۡمَنَةِ ؕ﴿۸﴾ وَاَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ۙ مَاۤ اَصۡحٰبُ الۡمَشۡـَٔمَةِ ؕ﴿۹﴾ وَالسّٰبِقُوۡنَ

ہاتھ والوں کا!(۲) ﴿۸﴾ اور جو بائیں ہاتھ والے ہیں، کیا بتائیں وہ بائیں ہاتھ والے کیا ہیں؟(۳) ﴿۹﴾ اور جو سبقت لے جانے والے ہیں، وہ تو ہیں ہی

السّٰبِقُوۡنَ ۚ﴿۱۰﴾ اُولٰٓئِكَ الۡمُقَرَّبُوۡنَ ۚ﴿۱۱﴾ فِىۡ جَنّٰتِ النَّعِيۡمِ ﴿۱۲﴾ ثُلَّةٌ مِّنَ

سبقت لے جانے والے!(۴) ﴿۱۰﴾ وہی ہیں جو اللہ کے خاص مقرّب بندے ہیں، ﴿۱۱﴾ وہ نعمتوں کے باغات میں ہوں گے، ﴿۱۲﴾ ـــــ شروع کے

الۡاَوَّلِيۡنَ ۙ﴿۱۳﴾ وَقَلِيۡلٌ مِّنَ الۡاٰخِرِيۡنَ ؕ﴿۱۴﴾ عَلٰى سُرُرٍ مَّوۡضُوۡنَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ مُّتَّكِـِٕيۡنَ

لوگوں میں سے بہت سے، ﴿۱۳﴾ اور بعد کے لوگوں میں سے تھوڑے ـــــ(۵) ﴿۱۴﴾ سونے کے تاروں سے بنی ہوئی اُونچی نشستوں پر ﴿۱۵﴾ ایک

عَلَيۡهَا مُتَقٰبِلِيۡنَ ﴿۱۶﴾ يَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ وِلۡدَانٌ مُّخَلَّدُوۡنَ ۙ﴿۱۷﴾ بِاَكۡوَابٍ وَّ

دوسرے کے سامنے اُن پر تکیہ لگائے ہوئے! ﴿۱۶﴾ سدا رہنے والے لڑکے اُن کے سامنے گردش میں ہوں گے، ﴿۱۷﴾ ایسی شراب کے پیالے،

وقف لازم

(۱) اس آیت میں قیامت کو واقعہ سے تعبیر کیا گیا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ آج تو یہ کافر لوگ اس کا اِنکار کر رہے ہیں، لیکن جب وہ واقعہ پیش آجائے گا تو کوئی اُسے جھٹلا نہیں سکے گا۔

(۲) دائیں ہاتھ والوں سے مراد وہ خوش نصیب مؤمن ہیں جن کا نامۂ اَعمال اُن کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جو اس بات کی علامت ہوگی کہ یہ صاحبِ اِیمان ہیں، اور ان کو جنت نصیب ہونے والی ہے۔

(۳) یہ وہ لوگ ہیں جن کو اُن کا نامۂ اَعمال بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، جو اُن کے کفر کی علامت ہوگی۔

(۴) اس سے مراد انبیائے کرام اور وہ اعلیٰ درجے کے پاکباز حضرات ہیں جنہوں نے تقویٰ کا سب سے اُونچا مقام پایا ہوگا۔

(۵) یعنی اس اعلیٰ درجے کے لوگوں میں اکثریت قدیم زمانے کے انبیائے کرام وغیرہ کی ہوگی، اور بعد کے زمانوں میں بھی اگرچہ اس درجے کے لوگ ہوں گے، مگر کم۔

اَبَارِيْقَ ۙ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۙ (١٨) لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۙ (١٩) وَ

جگ اور جام لے کر (۱۸) جس سے نہ اُن کے سر میں درد ہوگا، اور نہ اُن کے ہوش اُڑیں گے، (۱۹) اور

فَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۙ (٢٠) وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۗ (٢١) وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۙ (٢٢)

وہ پھل لے کر جو وہ پسند کریں، (۲۰) اور پرندوں کا وہ گوشت لے کر جس کو اُن کا دل چاہے! (۲۱) اور وہ بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں! (۲۲)

كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۚ (٢٣) جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (٢٤) لَا يَسْمَعُوْنَ

ایسی جیسے چھپا کر رکھے ہوئے موتی! (۲۳) یہ سب بدلہ ہوگا اُن کاموں کا جو وہ کیا کرتے تھے۔ (۲۴) وہ اُس جنت میں نہ کوئی بے ہودہ

فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۙ (٢٥) اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا (٢٦) وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ

بات سنیں گے، اور نہ کوئی گناہ کی بات، (۲۵) ہاں جو بات ہوگی، سلامتی ہی سلامتی کی ہوگی۔ (۲۶) اور وہ جو دائیں ہاتھ والے ہوں گے، کیا کہنا اُن

اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۗ (٢٧) فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۙ (٢٨) وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۙ (٢٩) وَّظِلٍّ

دائیں ہاتھ والوں کا! (۲۷) (وہ عیش کریں گے) کانٹوں سے پاک بیریوں میں[۶]! (۲۸) اور اُوپر تلے لدے ہوئے کیلے کے درختوں میں، (۲۹) اور

مَّمْدُوْدٍ ۙ (٣٠) وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۙ (٣١) وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۙ (٣٢) لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا

دُور تک پھیلے ہوئے سائے میں، (۳۰) اور بہتے ہوئے پانی میں، (۳۱) اور ڈھیر سارے پھلوں میں (۳۲) جو نہ کبھی ختم ہوں گے، اور نہ اُن پر کوئی

مَمْنُوْعَةٍ ۙ (٣٣) وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۗ (٣٤) اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۙ (٣٥) فَجَعَلْنٰهُنَّ

روک ٹوک ہوگی، (۳۳) اور اُونچے رکھے ہوئے فرشوں میں[۷]۔ (۳۴) یقین جانو، ہم نے اُن عورتوں کو نئی اُٹھان دی ہے،[۸] (۳۵) چنانچہ اُنہیں کنواریاں

---

(۶) جیسا کہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہے، جنت کے پھلوں کے نام تو ہمارے سمجھانے کے لئے وہی ہیں جنہیں ہم دُنیا میں جانتے ہیں، لیکن اُن کی کیفیت، اُن کی لذت اور اُن کا حجم ہر چیز یہاں سے کہیں زیادہ خوشنما اور لذیذ ہوگی۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک دیہاتی نے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ بیری کا درخت تو عام طور سے تکلیف دہ ہی ہوتا ہے، قرآنِ کریم نے اُس کا تذکرہ کیسے فرمایا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ وہ کانٹوں سے پاک ہوگا؟ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہر کانٹے کی جگہ ایک پھل پیدا فرمائیں گے، اور اُس ایک پھل میں بہتّر قسم کے مختلف ذائقے ہوں گے، اور کوئی ذائقہ دوسرے سے ملتا جلتا نہیں ہوگا (روح المعاني بحواله حاكم وبيهقي، وصححه الحاكم)۔

(۷) جنت کی اُونچی نشستوں کا ذکر قرآنِ کریم میں کئی جگہ آیا ہے، انہی نشستوں پر یہ فرش بچھے ہوں گے، اس لئے انہیں اُونچے رکھے ہوئے فرشوں سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

(۸) قرآنِ کریم نے ان خواتین کا ذکر بڑے لطیف انداز میں فرمایا ہے کہ بس ضمیر سے اُن کی طرف اِشارہ فرمادیا ہے، صراحت کے ساتھ نام نہیں لیا۔ اس میں بڑی بلاغت بھی ہے، اور ان خواتین کی پردہ داری بھی۔ بعض مفسرین نے اس سے مراد وہ حوریں لی ہیں جو جنتیوں کے لئے خاص طور پر پیدا کی گئی ہیں، یا پیدا کی جائیں گی۔ اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ ان سے مراد نیک لوگوں کی وہ نیک بیویاں ہیں جو دُنیا میں اُن کی شریکِ حیات تھیں۔ آخرت میں اُن کو نئی اُٹھان دینے کا مطلب یہ ہے کہ دُنیا میں

ع ۱۸ أَبْكَارًا ۝٣٦ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝٣٧ لِّأَصْحٰبِ الْيَمِينِ ۝٣٨ ثُلَّةٌ مِّنَ

بنایا ہے،(۹) (۳۶) (شوہروں کے لئے) محبت سے بھری ہوئی، عمر میں برابر،(۱۰) (۳۷) سب کچھ دائیں ہاتھ والوں کے لئے، (۳۸) (جن میں سے) بہت

الْأَوَّلِينَ ۝٣٩ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِينَ ۝٤٠ وَأَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ أَصْحٰبُ

سے شروع کے لوگوں میں سے ہوں گے، (۳۹) اور بہت سے بعد والوں میں سے۔(۱۱) (۴۰) اور جو بائیں ہاتھ والے ہیں، کیا بتائیں بائیں ہاتھ

الشِّمَالِ ۝٤١ فِي سَمُومٍ وَّحَمِيمٍ ۝٤٢ وَّظِلٍّ مِّن يَّحْمُومٍ ۝٤٣ لَّا بَارِدٍ وَّ

والے کیا ہیں؟ (۴۱) وہ ہوں گے تپتی ہوئی لُو میں، اور کھولتے ہوئے پانی میں، (۴۲) اور سیاہ دُھویں کے سائے میں، (۴۳) جو نہ ٹھنڈا ہوگا، نہ کوئی

لَا كَرِيمٍ ۝٤٤ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِينَ ۝٤٥ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى

فائدہ پہنچانے والا۔ (۴۴) یہ لوگ اس سے پہلے بڑے عیش میں تھے، (۴۵) اور بڑے بھاری گناہ

الْحِنثِ الْعَظِيمِ ۝٤٦ وَكَانُوا يَقُولُونَ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا

پر اَڑے رہتے تھے(۱۲) (۴۶) اور کہا کرتے تھے کہ: "کیا جب ہم مرجائیں گے، اور مٹی اور ہڈیاں بن کر رہ جائیں گے،

أَإِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۝٤٧ أَوَ اٰبَآؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۝٤٨ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَ

تو کیا ہمیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا؟ (۴۷) اور کیا ہمارے پہلے گذرے ہوئے باپ دادوں کو بھی؟" (۴۸) کہہ دو کہ: "یقیناً سب اگلے اور

الْاٰخِرِينَ ۝٤٩ لَمَجْمُوعُونَ إِلٰى مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝٥٠ ثُمَّ إِنَّكُمْ

پچھلے لوگ (۴۹) ایک متعین دن کے طے شدہ وقت پر ضرور اِکٹھے کئے جائیں گے، (۵۰) پھر اے جھٹلانے والے

وہ کیسی ہی رہی ہوں، جنت میں اُنہیں اپنے شوہروں کے لئے بہت خوبصورت بنا دیا جائے گا، جیسا کہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ اسی طرح جو خواتین دُنیا میں بن بیاہی رہ گئی تھیں، اُنہیں بھی نئی اُٹھان دے کر کسی نہ کسی جنتی سے اُن کا نکاح کر دیا جائے گا۔ حدیث کی متعدد روایتوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت دونوں قسم کی عورتوں کو شامل ہے، حوروں کو بھی، اور دُنیا کی نیک خواتین کو بھی (تفصیل کے لئے دیکھئے روح المعانی)۔

(۹) بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کا کنوارپن کبھی ختم نہیں ہوگا۔

(۱۰) اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ وہ اپنے شوہروں کی ہم عمر ہوں گی، کیونکہ اپنی ہم عمر کے ساتھ ہی رفاقت کا صحیح لطف حاصل ہوتا ہے، اور یہ مطلب بھی ممکن ہے کہ وہ سب آپس میں ہم عمر ہوں گی۔ بعض احادیث میں ہے کہ جنتیوں کی عمر ۳۳ سال کر دی جائے گی جو شباب کی پختگی کا زمانہ ہوتا ہے (ترمذی عن معاذؓ)۔

(۱۱) یعنی اس درجے کے مؤمن پچھلے زمانے کے لوگوں میں سے بھی بہت سے ہوں گے، اور بعد کے زمانوں میں سے بھی بہت سے۔

(۱۲) بڑے بھاری گناہ سے مراد کفر اور شرک ہے۔

أَيُّهَا الضَّآلُّونَ الْمُكَذِّبُونَ ﴿٥١﴾ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ﴿٥٢﴾
گمراہو! تم لوگوں کو ﴿٥١﴾ ایک ایسے درخت میں سے کھانا پڑے گا جس کا نام زقوم ہے،(١٣) ﴿٥٢﴾
فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿٥٣﴾ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ﴿٥٤﴾ فَشٰرِبُوْنَ
پھر اُسی سے پیٹ بھرنے ہوں گے، ﴿٥٣﴾ پھر اُس کے اُوپر سے کھولتا ہوا پانی پینا پڑے گا، ﴿٥٤﴾ اور پینا بھی اس طرح
شُرْبَ الْهِيْمِ ﴿٥٥﴾ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ﴿٥٦﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْ
جیسے پیاس کی بیماری والے اُونٹ پیتے ہیں۔"(١٤) ﴿٥٥﴾ یہ ہوگی جزاوسزا کے دن ان لوگوں کی مہمانی! ﴿٥٦﴾ ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے، پھر تم تصدیق
لَا تُصَدِّقُوْنَ ﴿٥٧﴾ أَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ﴿٥٨﴾ ءَأَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ أَمْ نَحْنُ
کیوں نہیں کرتے؟ ﴿٥٧﴾ ذرا یہ بتلاؤ کہ جو نطفہ تم ٹپکاتے ہو، ﴿٥٨﴾ کیا اُسے تم پیدا کرتے ہو، یا پیدا کرنے
الْخٰلِقُوْنَ ﴿٥٩﴾ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿٦٠﴾
والے ہم ہیں؟(١٥) ﴿٥٩﴾ ہم نے ہی تمہارے درمیان موت کے فیصلے کر رکھے ہیں، اور کوئی نہیں ہے جو ہمیں اس بات سے عاجز کر سکے ﴿٦٠﴾ کہ ہم
عَلٰٓى أَنْ نُّبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ
تمہاری جگہ تم جیسے اور لوگ لے آئیں، اور تمہیں پھر سے کسی ایسی حالت میں پیدا کر دیں جسے تم نہیں جانتے۔(١٦) ﴿٦١﴾ اور تمہیں اپنی پہلی پیدائش کا
النَّشْأَةَ الْأُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ أَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ﴿٦٣﴾
پورا پتہ ہے، پھر کیوں سبق نہیں لیتے؟(١٧) ﴿٦٢﴾ اچھا یہ بتاؤ کہ جو کچھ تم زمین میں بوتے ہو، ﴿٦٣﴾
ءَأَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ أَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ﴿٦٤﴾ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا
کیا اُسے تم اُگاتے ہو، یا اُگانے والے ہم ہیں؟(١٨) ﴿٦٤﴾ اگر ہم چاہیں تو اُسے چورا چورا کر ڈالیں،

---

(١٣) دوزخ کے اس درخت کا ذکر پیچھے سورۂ صافات (٦٢:٣٧) اور سورۂ دُخان (٤٣:٤٤) میں گذر چکا ہے۔

(١٤) اس سے مراد وہ اُونٹ ہیں جو اِستسقاء کی بیماری کی وجہ سے پیتے چلے جائیں، اور ان کی پیاس نہ بجھے۔

(١٥) اس سے مراد خود نطفے کی تخلیق بھی ہو سکتی ہے کہ اُسے پیدا کرنے میں انسان کا کوئی دخل نہیں ہے، اور اُس نطفے سے جو بچہ پرورِش پاتا ہے، اُس کی تخلیق بھی مراد ہو سکتی ہے، کیونکہ نطفے کے اُس قطرے کو کئی مرحلوں سے گذار کر انسان کی شکل دینا، اُس میں جان ڈالنا، اور پھر اُسے دیکھنے، سُننے اور سمجھنے کی طاقت عطا فرمانا سوائے اللہ تعالیٰ کے کس کا کام ہے؟

(١٦) یہاں بتایا جا رہا ہے کہ جس طرح انسان کی تخلیق اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے، اسی طرح اُسے موت دینا بھی اُسی کا کام ہے، اور اُس کے بعد اُس کو کسی بھی ایسی صورت میں دوبارہ پیدا کر دینا بھی اُسی کی قدرت میں ہے جس سے اُس کو کوئی عاجز نہیں کر سکتا۔

(١٧) یعنی کم از کم اتنی بات تو تم بھی جانتے ہو کہ تمہاری پہلی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کا دخل نہیں تھا، پھر اُسی کو تنہا معبود ماننے، اور اُس کی دوبارہ زندہ کرنے کی قدرت کی تصدیق کرنے میں کیا رُکاوٹ ہے؟

(١٨) یعنی تمہارا کام بس اتنا ہی تو ہے کہ تم زمین میں بیج ڈال دو۔ اس بیج کو پروان چڑھا کر کونپل کی شکل دینا، اور اُسے درخت یا کھیتی بنا دینا اور اس میں تمہارے فائدے کے پھل یا غلے پیدا کرنا کیا تمہارے اپنے بس میں تھا؟ اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو

فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴿٦٥﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٦٧﴾

جس پر تم بھونچکے رہ جاؤ ﴿٦٥﴾ کہ ہم پر تو تاوان پڑ گیا، ﴿٦٦﴾ بلکہ ہم ہیں ہی بدنصیب! ﴿٦٧﴾

أَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِىْ تَشْرَبُوْنَ ﴿٦٨﴾ ءَأَنْتُمْ أَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ

اچھا یہ بتاؤ کہ یہ پانی جو تم پیتے ہو، ﴿٦٨﴾ کیا اُسے بادلوں سے تم نے اُتارا ہے،

نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ﴿٦٩﴾ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ﴿٧٠﴾

یا اُتارنے والے ہم ہیں؟ ﴿٦٩﴾ اگر ہم چاہیں تو اُسے کڑوا بنا کر رکھ دیں، پھر تم کیوں شکر ادا نہیں کرتے؟ ﴿٧٠﴾

أَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِىْ تُوْرُوْنَ ﴿٧١﴾ ءَأَنْتُمْ أَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَآ أَمْ

اچھا یہ بتاؤ کہ یہ آگ جو تم سلگاتے ہو، ﴿٧١﴾ کیا اُس کا درخت تم نے پیدا کیا ہے،(١٩) یا پیدا

نَحْنُ الْمُنْشِئُوْنَ ﴿٧٢﴾ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَسَبِّحْ

کرنے والے ہم ہیں؟ ﴿٧٢﴾ ہم نے ہی اُس کو نصیحت کا سامان اور صحرائی مسافروں کے لئے فائدے کی چیز بنایا ہے۔(٢٠) ﴿٧٣﴾ لہٰذا (اے پیغمبر!)

بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾ فَلَآ أُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿٧٥﴾ وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوْ ربع

تم اپنے عظیم پروردگار کا نام لے کر اُس کی تسبیح کرو۔ ﴿٧٤﴾ اب میں اُن جگہوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں جہاں ستارے گرتے ہیں،(٢١) ﴿٧٥﴾ — اور

تمہارے ڈالے ہوئے بیج کو یہاں تک پہنچا دیتا ہے؟

(١٩) اس سے مراد مرخ اور عفار کے درخت ہیں جو عرب میں پائے جاتے تھے، اور ان کی ٹہنیوں کو رگڑنے سے آگ پیدا ہوتی تھی، اور اہلِ عرب اس سے چقماق یا ماچس کا کام لیتے تھے۔ اس کا ذکر سورۂ یٰسٓ (٣٦: ٨٠) میں بھی گذر چکا ہے۔

(٢٠) نصیحت کا سامان اس لئے کہ اوّل تو اس پر غور کر کے انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کو یاد کرتا ہے کہ اُس نے کس طرح ایک درخت کو آگ پیدا کرنے کا ذریعہ بنا دیا، اور دُوسرے اس سے دوزخ کی آگ بھی یاد آتی ہے تو اُس سے بچنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اگرچہ یہ درخت سبھی کے لئے آگ جلانے کے کام آتے ہیں، لیکن صحرا میں سفر کرنے والوں کے لئے یہ خاص طور پر بڑی نعمت تھی کہ چلتے چلتے یہ درخت مل جائے، اور مسافر اُس سے اپنی ضرورت پوری کر لے۔ اس لئے مسافروں کا بطورِ خاص ذکر فرمایا گیا ہے۔

(٢١) یہاں سے قرآنِ کریم کی حقانیت اور اُس کے اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کا بیان فرمانا مقصود ہے۔ مکہ مکرّمہ کے کافر لوگ بعض اوقات یہ کہا کرتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) دراصل کاہن ہیں، اور یہ قرآن کاہنوں کا کلام ہے۔ کاہنوں کا معاملہ یہ تھا کہ وہ اپنی پیشین گوئیوں میں جنات اور شیطانوں سے مدد لیتے تھے، اور قرآنِ کریم نے کئی مقامات پر بتلایا ہے کہ شیطانوں کو آسمان کے قریب جا کر وہاں کی باتیں سننے سے روک دیا گیا ہے، اور اگر کوئی شیطان سننے کی کوشش کرتا ہے تو اُس کو شہابِ ثاقب سے مار بھگایا جاتا ہے (دیکھئے سورۂ حجر ١٥: ١٨ اور سورۂ صافات ٣٧: ١٠) شہابِ ثاقب کو چونکہ عام بول چال میں تارے ٹوٹنے سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس لئے قرآنِ کریم نے ستاروں کا ذکر فرماتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ ان کو شیاطین سے حفاظت کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ (دیکھئے سورۂ صافات ٣٧: ٧ اور سورۂ ملک ٦٧: ٥) لہٰذا

تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۝٧٦ إِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝٧٧ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝٧٨ لَّا يَمَسُّهٗٓ
اگر تم سمجھو تو یہ بڑی زبردست قسم ہے ـــــ (۲۲) (۷٦) کہ یہ بڑا باوقار قرآن ہے (۷۷) جو ایک محفوظ کتاب میں (پہلے سے) درج ہے، (۷۸) اُس کو وہی
إِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝٧٩ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٨٠ أَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ
لوگ چھوتے ہیں جو خوب پاک ہیں، (۲۳) (۷۹) یہ تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا جارہا ہے۔ (۸۰) کیا پھر بھی تم اس کلام
أَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ۝٨١ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ أَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ۝٨٢ فَلَوْلَآ إِذَا
سے بے پروائی برتتے ہو؟ (۸۱) اور تم نے اسی کو اپنا روزگار بنالیا ہے کہ (اس کو) جھٹلاتے رہو؟ (۸۲) پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ جب (کسی کی)
بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ۝٨٣ وَأَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ۝٨٤ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ
جان گلے تک پہنچ جاتی ہے، (۸۳) اور اُس وقت تم (حسرت سے اُس کو) دیکھ رہے ہوتے ہو، (۸۴) ـــــ اور تم سے زیادہ ہم اُس کے قریب ہوتے
مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ۝٨٥ فَلَوْلَآ إِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝٨٦ تَرْجِعُوْنَهَآ
ہیں، مگر تمہیں نظر نہیں آتا ـــــ (۸۵) اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں ہے تو ایسا کیوں نہیں ہوتا (۸٦) کہ تم اُس جان کو واپس لے آؤ،
إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝٨٧ فَأَمَّآ إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝٨٨ فَرَوْحٌ وَّ
اگر تم سچے ہو؟ (۲۴) (۸۷) پھر اگر وہ (مرنے والا) اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہو (۸۸) تو (اُس کے لئے) آرام ہی آرام ہے،

جب جنّات اور شیاطین کی آسمان تک رسائی ہی نہیں ہے تو وہ کبھی ایسا مستحکم اور سچا کلام پیش نہیں کر سکتے جیسا قرآنِ کریم ہے۔ اس مناسبت سے یہاں ستاروں کے گرنے کے مقامات کی قسم کھائی گئی ہے کہ اگر ان کی حقیقت پر غور کرو تو صاف پتہ چل جائے گا کہ قرآنِ کریم ایسا باوقار کلام ہے جو کوئی کاہن بنا کر نہیں لاسکتا، کیونکہ یہ ستارے اُسے عالمِ بالا تک پہنچنے سے روکتے ہیں۔

(۲۲) بیچ میں یہ جملہ معترضہ ہے، جس میں ستاروں کے گرنے کی قسم کھانے کی اہمیت کی طرف متوجہ فرمایا گیا ہے۔ ایک تو اس قسم سے یہ جتایا جارہا ہے کہ ستارے گرنے کے یہ مقامات خود بتارہے ہیں کہ کوئی کاہن یہ کلام بنا کر نہیں لایا، دوسرے جس طرح ان ستاروں کا نظام انتہائی مستحکم نظام ہے جس میں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ کلام بھی نہایت محکم اور ناقابلِ شکست نظام کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔

(۲۳) راجح تفسیر کے مطابق اس سے مراد فرشتے ہیں، اور کافروں کے اس اِشکال کا جواب دیا جارہا ہے کہ ہم یہ کیسے یقین کرلیں کہ اللہ تعالیٰ کا کلام کسی کمی زیادتی کے بغیر اپنی اصلی صورت میں ہمارے پاس پہنچ رہا ہے، اور کسی شیطان وغیرہ نے اس میں کوئی تصرف نہیں کیا؟ اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ قرآنِ کریم لوحِ محفوظ میں درج ہے، اور اُسے پاک فرشتوں کے سوا کوئی اور چھو بھی نہیں سکتا۔ اگرچہ یہاں ''خوب پاک'' سے مراد فرشتے ہیں، لیکن اس میں ایک اِشارہ اس طرف بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح عالمِ بالا میں پاک فرشتے ہی اسے چھوتے ہیں، اسی طرح دُنیا میں بھی انہی لوگوں کو چھونا چاہئے جو پاک حالت میں ہوں۔ چنانچہ احادیث میں قرآنِ کریم کو بغیر وضو کے چھونے کی ممانعت آئی ہے۔

(۲۴) کافر لوگ قرآنِ کریم پر اِیمان لانے سے جو اِنکار کرتے تھے، اس کا ایک بڑا حصہ اُن کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہوں گے۔ جیسا کہ اسی سورت کی آیت نمبر ۴۵ میں گذرا ہے۔ اللہ تعالیٰ اب اس طرف توجہ دِلا رہے ہیں کہ اتنی

رَیۡحَانٌ ۙ وَّ جَنَّتُ نَعِیۡمٍ ﴿۸۹﴾ وَ اَمَّاۤ اِنۡ کَانَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ ﴿۹۰﴾ ۙ

خوشبو ہی خوشبو ہے، اور نعمتوں سے بھرا باغ ہے۔ ﴿۸۹﴾ اور اگر وہ دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو ﴿۹۰﴾ تو (اُس سے کہا جائے گا کہ:)

فَسَلٰمٌ لَّکَ مِنۡ اَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ ﴿۹۱﴾ ؕ وَ اَمَّاۤ اِنۡ کَانَ مِنَ الۡمُکَذِّبِیۡنَ

''تمہارے لئے سلامتی ہی سلامتی ہے کہ تم دائیں ہاتھ والوں میں سے ہو۔'' ﴿۹۱﴾ اور اگر وہ اُن گمراہوں میں سے ہو جو حق کو

الضَّآلِّیۡنَ ﴿۹۲﴾ ۙ فَنُزُلٌ مِّنۡ حَمِیۡمٍ ﴿۹۳﴾ ۙ وَّ تَصۡلِیَۃُ جَحِیۡمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ

جھٹلانے والے تھے ﴿۹۲﴾ تو (اُس کے لئے) کھولتے ہوئے پانی کی مہمانی ہے، ﴿۹۳﴾ اور دوزخ کا داخلہ ہے! ﴿۹۴﴾ اس میں کوئی شک نہیں کہ

حَقُّ الۡیَقِیۡنِ ﴿۹۵﴾ ۚ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الۡعَظِیۡمِ ﴿۹۶﴾ ع ۳/۲۲/۱۶

بالکل صحیح معنیٰ میں یہی یقینی بات ہے۔ ﴿۹۵﴾ لہٰذا (اے پیغمبر!) تم اپنے عظیم پروردگار کا نام لے کر اُس کی تسبیح کرو۔ ﴿۹۶﴾

بات تو تم بھی مانتے ہو کہ اس دُنیا میں جو کوئی آتا ہے، ایک نہ ایک دن اُسے موت ضرور آتی ہے، اور ایسی حالت میں آتی ہے کہ اُس کے عزیز رشتہ دار، دوست احباب اور اُس کے معالج ہر قسم کے جتن کر گذرتے ہیں کہ کسی طرح وہ موت سے بچ جائے، لیکن موت اس طرح آجاتی ہے کہ وہ سب دیکھتے رہ جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر مرنے کے بعد دُوسری زندگی میں حساب و کتاب ہونا نہیں ہے تو آخر ہر اِنسان کسی نہ کسی وقت موت کے منہ میں کیوں جارہا ہے، اور تم اُس کو موت سے بچانے میں اتنے بے بس کیوں ہو؟ دُنیا میں موت اور زندگی کا جو یہ نظام کارفرما ہے، وہ بذاتِ خود اس بات کی دلیل ہے کہ موت اور زندگی کے مالک نے یہ کائنات اس مقصد کے لئے پیدا کی ہے کہ انسان کو عمر بھر کی مہلت دے کر آخر میں اُس سے حساب لیا جائے کہ اُس نے اس مہلت سے کیا فائدہ اُٹھایا؟

الحمدللہ! آج بتاریخ ۱۲/ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰/اپریل ۲۰۰۸ء بروز ہفتہ **سورۂ واقعہ** کا ترجمہ اور اُس کے تشریحی حواشی کراچی میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما کر اُسے قارئین کے لئے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الۡحَدِیۡدِ

تعارف

اس سورت کی آیت نمبر ۱۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فتحِ مکہ کے بعد نازل ہوئی تھی۔ اس موقع پر چونکہ مسلمانوں کے خلاف کافروں کی دُشمنی کی کارروائیاں بڑی حد تک دھیمی پڑ گئی تھیں، اور جزیرۂ عرب پر مسلمانوں کا تسلط بڑھ رہا تھا، اس لئے اس سورت میں مسلمانوں کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنے آپ کو ان صفات سے آراستہ کرنے پر زیادہ توجہ دیں جو اُن کے دِین کو مطلوب ہیں، اور اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں پر مغفرت مانگیں، نیز انہیں ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنا مال خرچ کریں، اور آخرت کی بہبود کو دُنیا کے مال و دولت پر ترجیح دیں جس کے نتیجے میں انہیں آخرت میں ایک ایسا نور عطا ہوگا جو انہیں جنت تک لے جائے گا، جبکہ منافق لوگ اس نور سے محروم کر دیئے جائیں گے۔ سورت کے آخر میں عیسائیوں کو یاد دِلایا گیا ہے کہ جو رَہبانیت (ترکِ دُنیا) انہوں نے اِختیار کی تھی، وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ دُنیا کو بالکل چھوڑ کر بیٹھ جاؤ، بلکہ یہ تاکید فرمائی تھی کہ اسی دُنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کے اَحکام پر عمل کرو، اور تمام حقوق اُسی کی ہدایت کے مطابق ادا کرو۔ نیز عیسائیوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں تو اس کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری ہے۔

اس سورت کی آیت نمبر ۲۵ میں لوہے کا ذکر آیا ہے، لوہے کو عربی میں ''حدید'' کہتے ہیں، اس لئے سورت کا نام سورۃ الحدید ہے۔

ایاتہا ۲۹ | ۵۷ سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ مَدَنِيَّةٌ ۹۴ | رکوعاتہا ۴

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں اُنتیس آیتیں اور چار رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (۱) لَهٗ

آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے، وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے،[۱] اور وہی ہے جو اِقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (۱) آسمانوں اور

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

زمین کی بادشاہت اُسی کی ہے، وہی زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری

قَدِيْرٌ (۲) هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ

قدرت رکھنے والا ہے۔ (۲) وہی اوّل بھی ہے، اور آخر بھی، ظاہر بھی ہے، اور چھپا ہوا بھی؛[۲] اور وہ ہر چیز کو پوری طرح

عَلِيْمٌ (۳) هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

جاننے والا ہے۔ (۳) وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا، پھر عرش پر اِستواء فرمایا۔[۳]

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَ مَا

وہ ہر اُس چیز کو جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتی ہے، اور جو اُس سے نکلتی ہے، اور ہر اُس چیز کو جو

يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَ هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۭ وَ اللّٰهُ

آسمان سے اُترتی ہے، اور جو اُس میں چڑھتی ہے، اور تم جہاں کہیں ہو، وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کام بھی تم کرتے ہو، اللہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (۴) لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۭ وَ اِلَى اللّٰهِ

اُس کو دیکھتا ہے۔ (۴) آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اُسی کی ہے، اور تمام معاملات اللہ

---

(۱) دیکھئے سورۂ بنی اسرائیل (۱۷:۴۴)۔

(۲) اللہ تعالیٰ اوّل اس معنی میں ہے کہ اُس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی، اور وہ ہمیشہ سے موجود ہے۔ وہ آخر اس معنی میں ہے کہ جب اس کائنات کی ہر چیز فنا ہو جائے گی، تو وہ اُس وقت بھی موجود رہے گا۔ وہ ظاہر اس لحاظ سے ہے کہ اُس کے وجود، اُس کی قدرت اور اُس کی حکمت کی نشانیاں اس کائنات میں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہیں جو اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ وہ موجود ہے، اور چھپا ہوا اس معنی میں ہے کہ یہاں دُنیا میں وہ آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔

(۳) تشریح کے لئے دیکھئے سورۂ اَعراف (۷:۵۴)، سورۂ یونس (۱۰:۳) اور سورۂ رعد (۱۳:۲) یہی حقیقت قرآنِ کریم نے سورۂ طٰہٰ (۲۰:۵)، سورۂ فرقان (۲۵:۵۹)، سورۂ تنزیل السجدہ (۳۲:۴) اور سورۂ حٰمٓ السجدۃ (۴۱:۱۱) میں بھی بیان فرمائی ہے۔

تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ؕ وَ هُوَ
ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ (۵) وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے، اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے،(۴) اور وہ سینوں میں چھپی ہوئی
عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ
باتوں کو خوب جانتا ہے۔ (۶) اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان رکھو، اور جس (مال) میں اللہ نے تمہیں قائم مقام بنایا ہے،(۵) اُس میں سے (اللہ کے
مُّسْتَخْلَفِیْنَ فِیْهِ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ اَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِیْرٌ ۝ وَ
راستے میں) خرچ کرو۔ چنانچہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور اُنہوں نے (اللہ کے راستے میں) خرچ کیا ہے، اُن کے لئے بڑا اجر ہے۔ (۷)
مَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَ قَدْ
اور تمہارے لئے کونسی وجہ ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہ رکھو، حالانکہ رسول تمہیں دعوت دے رہے ہیں کہ تم اپنے پروردگار پر
اَخَذَ مِیْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ
ایمان رکھو، اور وہ تم سے عہد لے چکے ہیں، اگر تم واقعی مؤمن ہو۔(۶) (۸) اللہ وہی تو ہے جو اپنے بندے پر کھلی کھلی آیتیں
بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ
نازل فرماتا ہے، تاکہ تمہیں اندھیریوں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ اور یقین جانو اللہ تم پر بہت شفیق،
رَّحِیْمٌ ۝ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لِلّٰهِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ
بہت مہربان ہے۔ (۹) اور تمہارے لئے کونسی وجہ ہے کہ تم اللہ کے راستے میں خرچ نہ کرو، حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری میراث اللہ ہی کے

---

(۴) سورۂ آل عمران (۳:۲۷) میں اس کی تشریح گذر چکی ہے۔ مزید دیکھئے سورۂ حج (۲۲:۶۱)، سورۂ لقمان (۳۱:۲۹) اور سورۂ فاطر (۳۵:۱۳)۔

(۵) مال و دولت میں انسان کو قائم مقام بنانے سے دو عظیم حقیقتوں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ ایک یہ کہ مال و دولت، خواہ کسی قسم کا ہو، اصل میں وہ اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے، کیونکہ اُسی نے اُس کو پیدا فرمایا ہے، البتہ اُس نے انسان کو اُس کی ضروریات پوری کرنے کے لئے عطا فرمایا ہے، اس لئے انسان اُس کی ملکیت میں اللہ تعالیٰ کا قائم مقام ہے، اور جب وہ قائم مقام ہے تو اُس پر لازم ہے کہ وہ اُسے اللہ تعالیٰ ہی کی مرضی اور اُس کے حکم کے مطابق خرچ کرے۔ اور دُوسری حقیقت یہ ہے کہ ہر انسان جو دولت کماتا ہے، وہ اُس سے پہلے کسی اور کے قبضے میں تھی، اور اَب خریداری، تحفے یا میراث وغیرہ کے ذریعے سے اُس کے پاس آگئی ہے، اس لحاظ سے وہ اپنے سے پچھلے مالک کا قائم مقام یا جانشین ہے۔ اس سے یہ اشارہ فرمایا جارہا ہے کہ جس طرح یہ دولت تم سے پہلے مالک کے پاس ہمیشہ نہیں رہی، بلکہ تمہارے پاس منتقل ہوگئی، اسی طرح یہ تمہارے پاس بھی ہمیشہ نہیں رہے گی، بلکہ کسی اور کے پاس چلی جائے گی، اور جب اسے ہمیشہ تمہارے پاس نہیں رہنا، کسی نہ کسی کے پاس جانا ہے تو تمہاری خوش نصیبی یہ ہے کہ اس کو ان لوگوں کی طرف منتقل کرو جنہیں دینے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

(۶) بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب کافروں کو ہے، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ خطاب اُن مسلمانوں کو ہے جن کے ایمان میں کسی قدر کمزوری محسوس کی گئی تھی، جس کی بنا پر وہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنے سے ہچکچا رہے تھے۔ سیاق و سباق کے لحاظ سے شاید یہ دوسری تفسیر زیادہ راجح ہے۔

الْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ

لئے ہے۔ تم میں سے جنہوں نے (مکہ کی) فتح سے پہلے خرچ کیا، اور لڑائی لڑی، وہ (بعد والوں کے) برابر نہیں ہیں۔ وہ

اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ

درجے میں اُن لوگوں سے بڑھے ہوئے ہیں جنہوں نے (فتحِ مکہ کے) بعد خرچ کیا، اور لڑائی لڑی(۷)۔ یوں اللہ نے بھلائی کا وعدہ ان سب سے

ع ۱۷ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۱۰ۧ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا

کر رکھا ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۱۰) کون ہے جو اللہ کو قرض دے؟ اچھا قرض(۸)! جس کے نتیجے میں اللہ

حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝۱۱ۚ يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ

اُسے دینے والے کے لئے کئی گنا بڑھا دے؟ اور ایسے شخص کو بڑا باعزّت اَجر ملے گا (۱۱) اُس دن جب تم مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو

وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ

دیکھو گے کہ اُن کا نور اُن کے سامنے اور اُن کے دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا(۹) (اور اُن سے کہا جائے گا کہ:)

جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

"آج تمہیں خوش خبری ہے اُن باغات کی جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، جن میں تم ہمیشہ ہمیشہ رہوگے۔ یہی ہے جو بڑی

الْعَظِيْمُ ۝۱۲ۚ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا

زبردست کامیابی ہے۔" (۱۲) اُس دن جب منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ: "ذرا ہمارا انتظار کرلو کہ

(۷) فتحِ مکہ (سن ۸ھ) سے پہلے مسلمانوں کی تعداد اور اُن کے وسائل کم تھے، اور دُشمنیاں زیادہ، اس لئے اُس زمانے میں جن حضرات نے جہاد کیا، اور اپنا مال اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا، اُن کی قربانیاں زیادہ تھیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ثواب میں بھی اُن کا زیادہ بڑا درجہ رکھا ہے، اور فتحِ مکہ کے بعد مسلمانوں کی تعداد اور وسائل میں بھی اضافہ ہوگیا تھا، اور دُشمنیاں بھی کم ہوگئی تھیں۔ اس لئے جن حضرات نے فتحِ مکہ کے بعد جہاد اور صدقات وخیرات میں حصہ لیا، اُن کو اتنی قربانی دینی نہیں پڑی، اس لئے اُن کا درجہ وہاں تک نہیں پہنچا، لیکن اگلے ہی فقرے میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی ہے کہ بھلائی یعنی جنت کی نعمتیں دونوں ہی کو ملیں گی۔

(۸) اللہ تعالیٰ کو نہ مال کی حاجت ہے، نہ کسی سے قرض لینے کی، وہ ہر حاجت سے بے نیاز ہے، لیکن انسان جو کچھ صدقہ خیرات کرتا ہے، یا جہاد اور دِینی کاموں میں خرچ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اُسے قرض کے لفظ سے اس لئے تعبیر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس کا صلہ ایسے شخص کو دُنیا اور آخرت میں اس اہتمام سے عطا فرماتا ہے جیسے کوئی قرض دار اپنا قرض واپس کرتا ہے۔ اور اچھے قرض سے مراد یہ ہے کہ وہ پورے خلوص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیا گیا ہو، دِکھاوا مقصود نہ ہو۔ سورۂ بقرہ (۲:۲۴۵) اور سورۂ مائدہ (۵:۱۲) میں بھی اچھے قرض کی یہ تعبیر گذر چکی ہے۔

(۹) اس سے مراد غالباً وہ وقت ہے جب تمام لوگ پل صراط سے گذر رہے ہوں گے، وہاں ہر انسان کا ایمان اُس کے سامنے نور بن کر اُسے راستہ دِکھائے گا۔

نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۖ فَضُرِبَ
تمہارے نور سے ہم بھی کچھ روشنی حاصل کرلیں(۱۰)۔" اُن سے کہا جائے گا کہ: "تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر نور تلاش کرو(۱۱)۔"
بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۖ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ
پھر اُن کے درمیان ایک دیوار حائل کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا جس کے اندر کی طرف رحمت ہوگی، اور باہر کی
الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ
طرف عذاب ہوگا۔" (۱۳) وہ مؤمنوں کو پکاریں گے کہ: "کیا ہم تمہارے ساتھ نہیں تھے؟" مؤمن کہیں گے کہ: "ہاں! تھے تو سہی، لیکن تم نے خود
اَنْفُسَكُمْ وَتَرَبَّصْتُمْ وَارْتَبْتُمْ وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَ
اپنے آپ کو فتنے میں ڈال لیا، اور انتظار میں رہے(۱۲)، شک میں پڑے رہے، اور جھوٹی آرزوؤں نے تمہیں دھوکے میں ڈالے رکھا(۱۳)، یہاں تک کہ اللہ
غَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ
کا حکم آگیا، اور وہ بڑا دھوکے باز (یعنی شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا ہی دیتا رہا۔ (۱۴) چنانچہ آج نہ تم سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا،
كَفَرُوْا ۖ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ ۖ هِيَ مَوْلٰىكُمْ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ يَاْنِ
اور نہ اُن لوگوں سے جنہوں نے (کھلے بندوں) کفر اختیار کیا تھا۔ تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے، وہی تمہاری رکھوالی ہے، اور یہ بہت برا انجام ہے۔" (۱۵) جو
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۙ وَلَا
لوگ ایمان لے آئے ہیں، کیا اُن کے لئے اب بھی وقت نہیں آیا کہ اُن کے دِل اللہ کے ذِکر کے لئے اور جو حق اُترا ہے،
يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ
اُس کے لئے پسیج جائیں؟ اور وہ اُن لوگوں کی طرح نہ بنیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی، پھر اُن پر ایک لمبی مدت گذر گئی،
قُلُوْبُهُمْ ۖ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ
اور اُن کے دِل سخت ہوگئے، اور (آج) اُن میں سے بہت سے نافرمان ہیں؟ (۱۶) خوب سمجھ لو کہ اللہ زمین کو اُس کے مردہ ہوجانے کے بعد

(۱۰) منافق لوگ چونکہ دُنیا میں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے، اس لئے شروع میں وہ آخرت میں بھی مسلمانوں کے ساتھ لگ جائیں گے، لیکن جب حقیقی مسلمان تیزی سے آگے نکل جائیں گے تو اُن کے ساتھ وہ نور بھی آگے بڑھ جائے گا، اور منافق لوگ اندھیرے میں پیچھے رہ جائیں گے، اُس وقت وہ اپنے ظاہری طور پر مسلمان ہونے کا حوالہ دے کر آگے جانے والے مسلمانوں کو آواز دیں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کرلو، تاکہ تمہارے نور سے ہم بھی فائدہ اُٹھاسکیں۔

(۱۱) یعنی یہ فیصلہ پیچھے ہو رہا ہے کہ کس کو نور ملے، کس کو نہ ملے، اس لئے پیچھے جاکر نور حاصل کرنے کی درخواست کرو۔

(۱۲) یعنی اس انتظار میں رہے کہ کب مسلمانوں پر کوئی مصیبت آئے، اور ہم کھلے بندوں اپنے کفر کا اظہار کریں۔

(۱۳) منافقین اس انتظار اور آرزو میں تھے کہ مسلمانوں کو اُن کے دُشمنوں کے ہاتھوں شکست ہوجائے، اور (معاذ اللہ) اسلام کا بالکل خاتمہ ہی ہوجائے۔

بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٧﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ

زندگی بخشتا ہے۔(۱۴) ہم نے تمہارے لئے نشانیاں کھول کھول کر واضح کردی ہیں، تاکہ تم سمجھ سے کام لو۔ (۱۷) یقیناً وہ جو صدقہ دینے والے مرد اور

وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ

صدقہ دینے والی عورتیں ہیں ـــــ اور انہوں نے اللہ کو قرض دیا ہے، اچھا قرض ـــــ اُن کے لئے اُس (صدقے) کو کئی گنا بڑھا دیا جائے گا،

كَرِيْمٌ ﴿١٨﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ڰ وَ

اور اُن کے لئے باعزت اجر ہے۔ (۱۸) اور جو لوگ اللہ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں، وہی اپنے ربّ کے نزدیک صدیق اور

الشُّهَدَاۗءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

شہید ہیں۔(۱۵) اُن کے لئے اُن کا اجر اور اُن کا نور ہے۔ اور جن لوگوں نے کفر اپنا لیا،

وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿١٩﴾ ع اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ ع ١٨

اور ہماری نشانیوں کو جھٹلایا، وہ دوزخی لوگ ہیں۔ (۱۹) خوب سمجھ لو کہ اس دُنیا والی زندگی کی حقیقت بس یہ ہے کہ

الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ

وہ نام ہے کھیل کود کا، ظاہری سجاوٹ کا، تمہارے ایک دُوسرے پر فخر جتانے کا، اور مال اور اولاد میں ایک دُوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرنے

وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ

کا۔(۱۶) اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بارش جس سے اُگنے والی چیزیں کسانوں کو بہت اچھی لگتی ہیں، پھر وہ اپنا زور دِکھاتی ہے،

مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ

پھر تم اُس کو دیکھتے ہو کہ زرد پڑ گئی ہے، پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں (ایک تو) سخت عذاب ہے، اور (دُوسرے)

---

(۱۴) یعنی جن مسلمانوں سے اب تک کچھ غلطیاں ہوئی ہیں، اور وہ اپنے ایمان کے تمام تقاضے پورے نہیں کر سکے، اُنہیں مایوس نہیں ہونا چاہئے، جس طرح اللہ تعالیٰ مردہ پڑی ہوئی زمین کو زندگی بخشتا ہے، اُسی طرح وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرما کر اُنہیں بھی نئی زندگی بخش دیتا ہے۔

(۱۵) ''صدیق'' کے معنی ہیں وہ شخص جو اپنے قول وفعل کا سچا ہو، اور یہ انبیائے کرام کے بعد پرہیزگاری کا سب سے اُونچا درجہ ہے، جیسا کہ سورۂ نساء (۶۹:۴) میں گذرا ہے، اور ''شہید'' کے لفظی معنی تو گواہ کے ہیں، اور قیامت میں اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے پرہیزگار اَفراد پچھلے انبیائے کرام (علیہم السلام) کے حق میں گواہی دیں گے، جیسا کہ سورۂ بقرہ (۱۴۳) میں گذرا ہے، نیز شہید اُن حضرات کو بھی کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے اپنی جان کی قربانی پیش کریں۔ یہاں یہ بات منافقوں کے مقابلے میں فرمائی جارہی ہے کہ صرف زبان سے ایمان کا دعویٰ کر کے کوئی شخص صدیق اور شہید کا درجہ حاصل نہیں کرسکتا، بلکہ وہی لوگ یہ درجہ حاصل کر سکتے ہیں جو دِل سے سچا اور پکا ایمان لائے ہوں، یہاں تک کہ اس ایمان کے آثار اُن کی عملی زندگی میں پوری طرح ظاہر ہوں۔

اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿٢٠﴾ سَابِقُوْٓا اِلٰى
اللہ کی طرف سے بخشش ہے، اور خوشنودی ——— اور دُنیا والی زندگی دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ ﴿٢٠﴾ ایک دوسرے سے آگے
مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ
بڑھنے کی کوشش کرو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور اُس جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان اور زمین کی چوڑائی جیسی ہے،
لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ
یہ اُن لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے جو اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے ہیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جو وہ جس کو چاہتا ہے، دیتا ہے۔
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٢١﴾ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ
اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ ﴿٢١﴾ کوئی مصیبت ایسی نہیں ہے جو زمین میں نازل ہوتی یا تمہاری جانوں کو لاحق ہوتی ہو،
اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ
مگر وہ ایک کتاب میں اُس وقت سے درج ہے جب ہم نے ان جانوں کو پیدا بھی نہیں کیا تھا۔(١٧) یقین جانو یہ بات اللہ کے لئے
يَسِيْرٌ ﴿٢٢﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا
بہت آسان ہے۔ ﴿٢٢﴾ یہ اس لئے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے، اُس پر تم غم میں نہ پڑو، اور جو چیز اللہ تمہیں عطا فرمادے، اُس پر تم اتراؤ نہیں،(١٨)
يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِۨ ﴿٢٣﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ
اور اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اِتراہٹ میں مبتلا ہو، شیخی بگھارنے والا ہو، ﴿٢٣﴾ وہ ایسے لوگ ہیں جو کنجوسی کرتے ہیں، اور دُوسرے

---

(١٦) یہاں اللہ تعالیٰ نے اُن دِلچسپیوں کا ذِکر فرمایا ہے جن سے انسان اپنی زندگی کے مختلف مرحلوں میں دِل لگاتا ہے۔ بچپن میں ساری دِلچسپی کھیل کود سے ہوتی ہے، اور جوانی کے دور میں زیب وزینت اور سجاوٹ کا شوق پیدا ہوتا ہے، اور اس زیب وزینت اور دُنیا کے ساز و سامان میں ایک دُوسرے کے سامنے اپنی برتری جتانے اور اُس پر فخر کرنے کا ذوق ہوتا ہے۔ پھر بڑھاپے میں مال اور اولاد میں ایک دُوسرے سے بڑھ جانے کو ہی انسان دِلچسپی کا مرکز بنالیتا ہے۔ اور ہر مرحلے میں انسان جس چیز کو اپنی دِلچسپی کی معراج سمجھتا ہے، اگلے مرحلے میں وہ بے حقیقت معلوم ہونے لگتی ہے، بلکہ بعض اوقات اِنسان اُس پر ہنستا ہے کہ میں نے کس چیز کو اپنی زندگی کا حاصل سمجھا ہوا تھا۔ آخرت میں پہنچ کر انسان کو پتہ چلے گا کہ یہ ساری دِلچسپیاں بے حقیقت تھیں، اور اَصل حاصل کرنے کی چیز تو یہ آخرت کی خوش حالی تھی۔

(١٧) کتاب سے مراد یہاں لوحِ محفوظ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قیامت تک ہونے والے تمام واقعات پہلے سے لکھے ہوئے ہیں۔

(١٨) جس شخص کا اس بات پر ایمان ہو کہ دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ اُسی تقدیر کے مطابق ہو رہا ہے جو لوحِ محفوظ میں پہلے سے لکھی ہوئی ہے، اُسے کسی ناگوار واقعے پر اتنا صدمہ نہیں ہوتا جو اُسے دائمی پریشانی اور حسرت میں مبتلا رکھے، بلکہ یہ چیز اُس کی تسلی کا باعث ہوتی ہے کہ جو کچھ تقدیر میں لکھا تھا، وہی ہوا، اور یہ کہ اس دُنیا کی تکلیفیں آخرت کی نعمتوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اسی طرح اگر کوئی خوشی کا واقعہ پیش آتا ہے تو اِنسان اس پر اترا کر تکبر میں مبتلا نہیں ہوتا، اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ

بِالْبُخْلِ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ اَرْسَلْنَا

لوگوں کو بھی کنجوسی کی تلقین کرتے ہیں۔(۱۹) اور جو شخص منہ موڑ لے تو یاد رکھو کہ اللہ ہی ہے جو سب سے بے نیاز ہے، بذاتِ خود قابلِ تعریف! ﴿۲۴﴾

رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ

حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی ہوئی نشانیاں دے کر بھیجا، اور اُن کے ساتھ کتاب بھی اُتاری، اور ترازو بھی،(۲۰) تاکہ لوگ انصاف پر

بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ

قائم رہیں، اور ہم نے لوہا اُتارا جس میں جنگی طاقت بھی ہے، اور لوگوں کے لئے دوسرے فائدے بھی،(۲۱) اور یہ اس لئے تاکہ اللہ جان لے کہ کون

وَ لِیَعْلَمَ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ وَ رُسُلَہٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ﴿۲۵﴾

ہے جو اُس کو دیکھے بغیر اُس (کے دین) کی اور اُس کے پیغمبروں کی مدد کرتا ہے۔ یقین رکھو کہ اللہ بڑی قوت کا، بڑے اِقتدار کا مالک ہے۔(۲۲) ﴿۲۵﴾

واقعہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق اور تقدیر کے مطابق ہے، اور اس پر انسان کو اِترانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کا شکرگذار ہونا چاہئے۔

(۱۹) چونکہ اس سورت میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنا مال خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، اس لئے یہاں فرمایا جارہا ہے کہ جو لوگ تقدیر پر ایمان نہیں رکھتے، وہ اپنے مال کو تنہا اپنی کوشش کا پھل سمجھ کر شیخی بگھارتے ہیں، اور نیک کاموں کے لئے کچھ خرچ کرنے میں کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔

(۲۰) ترازو اصل میں اُس آلے کو کہتے ہیں جس سے کوئی چیز تولی جائے، اُس کو اُتارنے کے مفہوم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ترازو پیدا کی ہے، اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کے مطابق انصاف سے کام لینے کا حکم دیا ہے۔ اور درحقیقت انبیائے کرام اور اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ ترازو کا ذکر کرنے سے اشارہ یہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ اپنی زندگی کے ہر مرحلے پر توازن اور اعتدال سے کام لے، اور یہی توازن اور اعتدال انبیائے کرام اور آسمانی کتابوں کی تعلیمات میں پایا جاتا ہے۔

(۲۱) لوہا اُن دھاتوں میں سے ہے جس کی ہر صنعت میں ضرورت پڑتی ہے، اس لئے اس کی تخلیق بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، لیکن انبیائے کرام، آسمانی کتابوں اور ترازو کے بعد اُس کو ذکر فرما کر اِشارہ یہ دیا گیا ہے کہ انسانوں کی اِصلاح کا اصل ذریعہ انبیائے کرام اور ان کی لائی ہوئی کتابوں کی تعلیمات ہیں، ان پر ٹھیک ٹھیک عمل ہوجائے تو دُنیا میں انصاف قائم ہوسکتا ہے، لیکن شر کی بہت سی طاقتیں ایسی ہیں جو ان تعلیمات سے سدھرنے کے بجائے بگڑی ہی رہتی ہیں، اور انصاف قائم کرنے کے بجائے فساد پھیلاتی ہیں، اُن کی سرکوبی کے لئے اللہ تعالیٰ نے لوہا اُتارا ہے جس سے جنگی طاقت کا سامان تیار ہوتا ہے، اور آخر میں جہاد کے لئے اُسے استعمال کرنا پڑتا ہے۔

(۲۲) یعنی اللہ تعالیٰ کی طاقت اور اس کا اِقتدار اتنا بڑا ہے کہ اُسے شر کی طاقتوں کو کچلنے کے لئے کسی انسان کی مدد کی ضرورت نہیں ہے، لیکن اُس نے انسانوں کو جہاد کا مکلف اس لئے فرمایا ہے تاکہ اُن کی آزمائش ہو، اور یہ بات نکھر کر سامنے آجائے کہ کون ہے جو اللہ تعالیٰ کے دِین کی نصرت میں جان کی بازی لگاتا ہے، اور کون ہے جو سرکشی اختیار کرتا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّاِبْرٰهِيْمَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ

اور ہم نے نوح کو اور ابراہیم کو پیغمبر بنا کر بھیجا، اور ان دونوں کی اولاد میں نبوت اور کتاب کا سلسلہ جاری کیا۔ پھر ان میں سے کچھ تو ہدایت پر

فَمِنْهُمْ مُّهْتَدٍ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٢٦ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ

آگئے، اور ان میں سے بہت سے لوگ نافرمان رہے۔ ۝٢٦ پھر ہم نے اُن کے پیچھے اُنہی کے نقشِ قدم پر اپنے اور پیغمبر بھیجے،

بِرُسُلِنَا وَقَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ

اور اُن کے پیچھے عیسیٰ بن مریم کو بھیجا، اور اُنہیں انجیل عطا کی، اور جن لوگوں نے اُن کی پیروی کی، اُن کے دلوں میں

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً ۭ وَرَهْبَانِيَّةَۨ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا

ہم نے شفقت اور رحم دِلی پیدا کردی۔(۲۳) اور جہاں تک رَہبانیت کا تعلق ہے، وہ انہوں نے خود ایجاد کرلی تھی، ہم نے اُس کو ان کے ذمے واجب

عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَاۗءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا

نہیں کیا تھا،(۲۴) لیکن انہوں نے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنی چاہی، پھر اُس کی ویسی رعایت نہ کرسکے جیسے اُس کا حق تھا۔(۲۵)

---

(۲۳) یوں تو شفقت اور رحم دِلی سارے ہی انبیائے کرام کی تعلیمات میں شامل رہی ہے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں اس پر بہت زیادہ زور دیا گیا تھا، اور بظاہر اُن کی شریعت میں جہاد اور قتال کے اَحکام بھی نہیں تھے، اس لئے اُن کے متبعین میں شفقت و رحمت ہی کا پہلو بہت نمایاں تھا۔

(۲۴) رَہبانیت کا مطلب ہے دُنیا کی لذتوں سے الگ رہنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے کے کافی عرصے بعد عیسائیوں نے ایک خانقاہی نظام ایسا بنایا تھا کہ جو لوگ اس میں داخل ہوجاتے، وہ دُنیا سے الگ تھلگ رہتے تھے، نہ شادی کرتے تھے، نہ دُنیا کی کسی لذت میں حصہ لیتے تھے، ان کے اس خانقاہی نظام کو "رَہبانیت" کہا جاتا ہے۔ اس کی ابتدا اس طرح ہوئی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سچے پیروکاروں پر مختلف بادشاہوں نے بڑے ظلم ڈھائے تو اُنہوں نے اپنے دین کو بچانے کے لئے شہروں سے دُور رہنا شروع کردیا جہاں دُنیا کی عام سہولیات میسر نہیں تھیں، اور رفتہ رفتہ اسی مشکل طرزِ زندگی کو بذاتِ خود عبادت سمجھ لیا، اور بعد کے لوگوں نے وسائل دستیاب ہونے کے باوجود اُن کو چھوڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس مشکل طرزِ زندگی کا ہم نے اُنہیں حکم نہیں دیا تھا۔

(۲۵) مطلب یہ ہے کہ شروع میں انہوں نے رَہبانیت کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہی اپنایا تھا، لیکن بعد میں وہ اُس کی پوری رعایت نہیں رکھ سکے۔ رعایت نہ رکھنے کے دو پہلو ہیں، ایک یہ کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اُن پر لازم نہیں کیا تھا، انہوں نے اُسے لازم سمجھ لیا، حالانکہ دِین میں اپنی طرف سے کسی ایسی بات کو لازم سمجھنا جائز نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے لازم نہ فرمائی ہو، اور دُوسرے یہ کہ جو باتیں انہوں نے اپنے ذمے لازم کی تھیں، اُن کی عملی طور پر پابندی نہ کرسکے۔ چونکہ یہ پابندیاں انسانی فطرت کے خلاف تھیں، اس لئے رفتہ رفتہ بشری تقاضوں نے زور دکھایا، اور مختلف حیلوں بہانوں سے یا خفیہ طور پر ان لذتوں کا حصول شروع ہوگیا۔ پابندی تو نکاح پر بھی تھی، لیکن اس پابندی کے نتیجے میں بدکاری کی وبائیں پھوٹ پڑیں، اور جس مقصد سے رَہبانیت شروع کی گئی تھی، وہ سراسر ناکام ہوکر رہ گیا۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۞ يٰٓاَيُّهَا

غرض اُن میں سے جو ایمان لائے تھے، اُن کو ہم نے اُن کا اَجر دیا، اور ان میں سے بہت لوگ نافرمان ہی رہے۔ (۲۷) اے ایمان والو!

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ

اللہ سے ڈرو، اور اُس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ، تاکہ وہ تمہیں اپنی رحمت کے دو حصے عطا فرمائے،(۲۶) اور تمہارے لئے

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞

وہ نور پیدا کرے جس کے ذریعے تم چل سکو،(۲۷) اور تمہاری بخشش فرمادے۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے،(۲۸)

لِّئَلَّا يَعْلَمَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَلَّا يَقْدِرُوْنَ عَلٰي شَيْءٍ مِّنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاَنَّ

تاکہ اہلِ کتاب کو معلوم ہوجائے کہ اللہ کے فضل میں سے کسی چیز پر اُنہیں کوئی اختیار نہیں ہے،(۲۸) اور یہ کہ

ع الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۞

فضل تمام تر اللہ کے ہاتھ میں ہے جو وہ جس کو چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے، اور اللہ فضل عظیم کا مالک ہے۔(۲۹)

---

(۲۶) یہ ان اہلِ کتاب کا ذکر ہے جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے تھے۔ اُن کے بارے میں سورۂ قصص (۲۸: ۵۴) میں بھی یہ گذرا ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ دُوہرا ثواب عطا فرمائیں گے، کیونکہ انہوں نے حضرت موسیٰ یا حضرت عیسیٰ علیہما السلام پر بھی ایمان رکھا، اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ایمان لائے۔

(۲۷) اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ نور جہاں بھی تم جاؤ گے، تمہارے ساتھ رہے گا، اور دُوسرا مطلب یہ ہے کہ پل صراط پر وہ تمہارے لئے روشنی پیدا کرے گا جس میں تم چل سکو گے۔

(۲۸) اس فقرے میں اہلِ کتاب کا تذکرہ فرماتے ہوئے دو اہم حقیقتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ جو یہودی یا عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے تھے، ان میں ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو صرف اس حسد کے مارے ایمان سے محروم رہے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم بنو اسرائیل کے بجائے بنو اسماعیل میں کیوں بھیج دیئے گئے۔ ان سے کہا جارہا ہے کہ نبوت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، عطا فرماتا ہے، یہ تمہارے اختیار کا معاملہ نہیں ہے کہ جس کو تم چاہو، اُسی کو دیا جائے۔ دُوسری حقیقت یہ ہے کہ عیسائیوں میں ایک زمانے میں یہ طریقہ عام ہوگیا تھا کہ عیسائی پادری پیسے لے کر لوگوں کے لئے مغفرت نامے جاری کردیتے تھے، وہ مغفرت نامہ مرنے والے کے ساتھ ہی دفن کیا جاتا، اور یہ سمجھا جاتا کہ مغفرت کے اس پروانے سے مُردے کی بخشش ہوجائے گی۔ آیتِ کریمہ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کسی بندے کے اختیار میں نہیں ہوتا، یہ تمام تر اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ کس کو اپنی مغفرت اور رحمت سے نوازے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

الحمدللہ! سورۂ حدید کے ترجمے اور تشریحی حواشی کی آج بروز شنبہ ۲۶ ربیع الثانی ۱۴۲۹ھ مطابق ۳ مئی ۲۰۰۸ء کو کراچی میں تکمیل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے ساتھ تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ

تعارف

اس سورت میں بنیادی طور پر چار اہم موضوعات کا بیان ہے۔ پہلا موضوع ''ظہار'' ہے۔ اہلِ عرب میں یہ طریقہ تھا کہ کوئی شوہر اپنی بیوی سے یہ کہہ دیتا تھا کہ ''اَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ اُمِّيْ '' یعنی تم میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح ہو۔ جاہلیت کے زمانے میں اس کے بارے میں یہ سمجھا جاتا تھا کہ ایسا کہنے سے بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے۔ سورت کی ابتدا میں اسی کے اَحکام کا بیان ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ ان آیتوں کے حواشی میں آنے والی ہے۔ دُوسرا موضوع یہ ہے کہ بعض یہودی اور منافقین آپس میں اس طرح سرگوشیاں کیا کرتے تھے جس سے مسلمانوں کو یہ اندیشہ ہوتا تھا کہ وہ ان کے خلاف کوئی سازش کررہے ہیں، نیز بعض صحابۂ کرام حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں کوئی مشورہ یا کوئی اور بات کرنا چاہتے تھے۔ اس سورت میں ان خفیہ باتوں کے اَحکام بیان فرمائے گئے ہیں۔ تیسرا موضوع اُن آداب کا بیان ہے جو مسلمانوں کو اپنی اجتماعی مجلسوں میں ملحوظ رکھنے چاہئیں۔ چوتھا اور آخری موضوع اُن منافقوں کا تذکرہ ہے جو ظاہر میں تو ایمان کا اور مسلمانوں سے دوستی کا دعویٰ کرتے تھے، لیکن درحقیقت وہ ایمان نہیں لائے تھے، اور درپردہ وہ مسلمانوں کے دُشمنوں کی مدد کرتے رہتے تھے۔

سورت کا نام ''مجادلہ'' (یعنی بحث کرنا) اس کی پہلی آیت سے لیا گیا ہے جس میں ایک خاتون کے بحث کرنے کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ خاتون کا یہ واقعہ نیچے حاشیہ نمبر ا میں آرہا ہے۔

أياتها ۲۲ ۵۸ سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۵ ركوعاتها ۳

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں بائیس آیتیں اور تین رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَ اللّٰهُ

(اے پیغمبر!) اللہ نے اُس عورت کی بات سن لی ہے جو تم سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث کر رہی ہے، اور اللہ سے فریاد کرتی جاتی ہے (۱)۔ اور

يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ

اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے دیکھنے والا ہے۔ ﴿۱﴾ تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں،

نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِيْ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَ اِنَّهُمْ

(ان کے اس عمل سے) وہ بیویاں اُن کی مائیں نہیں ہوجاتیں۔ اُن کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے اُن کو جنم دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے

لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۲﴾ وَ

کہ یہ لوگ ایسی بات کہتے ہیں جو بہت بُری ہے، اور جھوٹ ہے (۲)، اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بہت بخشنے والا ہے۔ ﴿۲﴾ اور

---

(۱) اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت خولہؓ ایک خاتون تھیں جو حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں جو بوڑھے ہو چکے تھے، اور ایک مرتبہ انہوں نے اپنی اہلیہ کو یہ کہہ دیا کہ: ''تم میرے لئے میری ماں کی پشت کی طرح ہو'' (یعنی میں نے تم کو اپنے اُوپر ماں کی پشت کی طرح حرام کرلیا ہے)۔ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے یہ جملہ کہہ دے تو اسی کو ''ظہار'' کہتے ہیں۔ اسلام سے پہلے ظہار کے نتیجے میں میاں بیوی ہمیشہ کے لئے جدا ہوجایا کرتے تھے، اور پھر ان کے ملاپ کا کوئی راستہ نہیں رہتا تھا۔ اگرچہ حضرت اوس بن صامتؓ یہ جملہ جذبات میں آکر کہہ تو گئے تھے، لیکن بعد میں شرمندہ ہوئے تو یہ خاتون پریشان ہوکر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں، اور آپ سے پوچھا کہ اس صورتِ حال کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس سلسلے میں ابھی میرے پاس کوئی حکم نہیں آیا، اور یہ شبہہ ظاہر فرمایا کہ شاید تم اپنے شوہر کے لئے حرام ہوچکی ہو۔ اس پر خاتون نے بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ: ''میرے شوہر نے مجھ سے طلاق کا کوئی لفظ تو نہیں کہا'' اُن کے اسی بار بار کہنے کو آیت میں بحث کرنے سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اور اُس کے ساتھ ہی انہوں نے اللہ تعالیٰ سے فریاد شروع کردی کہ: ''یا اللہ! میں آپ سے فریاد کرتی ہوں کہ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں جو ضائع ہوجائیں گے۔'' پھر آسمان کی طرف سر اُٹھا کر بار بار کہتی ہی رہیں کہ: ''یا اللہ! میں آپ سے فریاد کرتی ہوں۔'' ابھی وہ یہ فریاد کر ہی رہی تھیں کہ یہ آیات نازل ہوگئیں جن میں ظہار کا حکم اور اُس سے رُجوع کرنے کا طریقہ بتلایا گیا۔ (خلاصہ از تفسیر ابن کثیر)۔

(۲) یعنی ایسا کہنا گناہ ہے، لیکن اگلے ہی جملے میں اشارہ فرمادیا گیا ہے کہ اگر کوئی اس گناہ سے توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اُسے معاف فرمادیں گے۔

الَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ
جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں، پھر انہوں نے جو کچھ کہا ہے، اُس سے رُجوع کرتے ہیں، تو اُن کے ذمے ایک غلام آزاد کرنا ہے، قبل
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ۚ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
اس کے کہ وہ (میاں بیوی) ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔(٣) یہ ہے وہ بات جس کی تمہیں نصیحت کی جارہی ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے
خَبِيْرٌ ③ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ
پوری طرح باخبر ہے۔③ پھر جس شخص کو غلام میسر نہ ہو، اُس کے ذمے دو متواتر مہینوں کے روزے ہیں، قبل اس کے کہ
يَّتَمَآسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۚ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا
وہ (میاں بیوی) ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں۔ پھر جس کو اس کی بھی استطاعت نہ ہو، اُس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ④ اِنَّ
یہ اس لئے تاکہ تم اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور یہ اللہ کی مقرر کی ہوئی حدیں ہیں، اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔④ یقین رکھو
الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَ
کہ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ایسے ہی ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے تھے، اور
قَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ⑤ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ
ہم نے کھلی کھلی آیتیں نازل کردی ہیں، اور کافروں کے لئے ایسا عذاب ہے جو خوار کر کے رکھ دے گا۔⑤ اُس دن جب اللہ
جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۚ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ
ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا، پھر انہیں بتائے گا کہ انہوں نے کیا کچھ کیا تھا۔ اللہ نے اُسے گن گن کر محفوظ کر رکھا ہے، اور یہ اُسے بھول گئے
شَهِيْدٌ ⑥ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ مَا ع
ہیں۔ اور اللہ ہر چیز کا گواہ ہے۔⑥ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، اللہ اُسے جانتا ہے؟ کبھی تین آدمیوں میں کوئی

---

(٣) یہاں سے ظہار کا حکم بیان فرمایا جارہا ہے، اور وہ یہ کہ ظہار کے بعد میاں بیوی کے لئے اپنے مخصوص تعلقات، یعنی جماع، بوس و کنار وغیرہ جائز نہیں رہتے، البتہ ظہار سے رُجوع ہوسکتا ہے، جس کے بعد میاں بیوی والے تعلقات بحال ہوجاتے ہیں، لیکن اس کے لئے کفارہ ادا کرنا ضروری ہے۔ ان آیتوں میں کفارہ یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اگر کسی شخص کے لئے ایک غلام کو آزاد کرنا ممکن ہو تو اُس کے ذمے واجب ہے کہ وہ غلام آزاد کرنے کی صورت میں کفارہ ادا کرے، لیکن اگر کسی کو غلام کی قدرت نہ ہو، (جیسے کہ آج کل غلاموں کا وجود ہی نہیں رہا) تو اُس کو دو مہینے متواتر روزے رکھنے ہوں گے، اور اگر کوئی شخص بڑھاپے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے روزے بھی نہ رکھ سکے تو وہ ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلادے تو اس سے بھی کفارہ ادا ہوجاتا ہے۔ کفارہ ادا کرنے کے بعد میاں بیوی ایک دوسرے کے لئے حلال ہوجاتے ہیں۔

يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَ لَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَ لَآ

سرگوشی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ نہ ہو، اور نہ پانچ آدمیوں کی کوئی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو، اور

اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَ لَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا

چاہے سرگوشی کرنے والے اس سے کم ہوں یا زیادہ، وہ جہاں بھی ہوں، اللہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔(۴) پھر وہ قیامت کے

عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

دن اُنہیں بتائے گا کہ اُنہوں نے کیا کچھ کیا تھا۔ بیشک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ (۷) کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں سرگوشی کرنے

نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ يَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ

سے منع کردیا گیا تھا، پھر بھی وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے اُنہیں منع کیا گیا تھا؟ اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ ایسی سرگوشیاں کرتے ہیں جو گناہ،

الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ

زیادتی اور رسول کی نافرمانی پر مشتمل ہوتی ہیں۔ اور (اے پیغمبر!) جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو تمہیں ایسے طریقے سے سلام کرتے ہیں جس

بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ يَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ

سے اللہ نے تمہیں سلام نہیں کیا(۵) اور اپنے دلوں میں کہتے ہیں کہ: ''ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں، اُس پر اللہ ہمیں سزا کیوں نہیں دے دیتا؟''(۶) جہنم

جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا

ہی ان (کی خبر لینے) کے لئے کافی ہے، وہ اس میں جا پہنچیں گے، اور وہ پہنچنے کی بہت بُری جگہ ہے۔ (۸) اے ایمان والو! جب تم آپس میں

---

(۴) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد وہاں کے یہودیوں سے امن وامان کے ساتھ رہنے کا معاہدہ فرمایا تھا۔ دوسری طرف یہودیوں کو مسلمانوں سے جو دِلی بغض تھا، اُس کی بنا پر وہ مختلف ایسی شرارتیں کرتے رہتے تھے جو مسلمانوں کے لئے تکلیف کا باعث ہوں، چنانچہ ایک شرارت یہ تھی کہ بعض اوقات جب وہ مسلمانوں کو دیکھتے تو آپس میں اس طرح کانا پھوسی اور ایسے اشارے شروع کردیتے تھے جیسے وہ ان کے خلاف کوئی سازش کررہے ہوں۔ بعض منافقین بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ اس طرزِ عمل سے مسلمانوں کو تکلیف ہوتی تھی، اس لئے اُنہیں اس طرح کی سرگوشیاں کرنے سے منع کردیا گیا تھا، اس کے باوجود وہ اس سے باز نہیں آئے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

(۵) یہودیوں کی ایک اور شرارت یہ تھی کہ جب وہ مسلمانوں سے ملتے تو "السّلام علیکم" کہنے کے بجائے "السّام علیکم" کہتے تھے۔ السّلام علیکم کے معنی ہیں: ''تم پر سلامتی ہو'' اور السّام علیکم کے معنی ہیں کہ ''تم پر ہلاکت ہو'' چونکہ دونوں لفظوں میں صرف ایک لام کا فرق ہے، اس لئے بولتے وقت سننے والے خیال بھی نہیں کرتے تھے، لیکن وہ لوگ اس طرح اپنے بغض کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ اس آیت میں ان کی اسی شرارت کی طرف اشارہ ہے۔

(۶) اپنی مذکورہ بالا شرارتوں کے بعد وہ یہ بھی کہتے تھے کہ اگر ہماری یہ باتیں غلط ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر سزا کیوں نہیں دیتا، اور چونکہ ہم پر کوئی سزا مسلط نہیں ہورہی، اس لئے ثابت ہوا کہ ہم برحق ہیں۔

تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ

ایک دوسرے سے سرگوشی کرو تو ایسی سرگوشی نہ کرو جو گناہ، زیادتی اور رسول کی نافرمانی پر مشتمل ہو، ہاں ایسی سرگوشی کرو

وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝٩

جو نیک کاموں اور تقویٰ پر مشتمل ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے پاس تم سب کو جمع کرکے لے جایا جائے گا۔ ۝٩

اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا

ایسی سرگوشی تو شیطان کی طرف سے ہوتی ہے، تاکہ وہ ایمان والوں کو غم میں مبتلا کرے، اور وہ اللہ کے حکم کے بغیر

اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

انہیں ذرا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اور مؤمنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ ۝ اے ایمان والو!

اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَ

جب تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں دوسروں کے لئے گنجائش پیدا کرو، تو گنجائش پیدا کردیا کرو،(۷) اللہ تمہارے لئے وسعت پیدا کرے گا، اور

اِذَا قِيْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ

جب کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ، تو اُٹھ جاؤ، تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے، اللہ ان کو

اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

درجوں میں بلند کرے گا۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ ۝ اے ایمان والو! جب تم

---

(۷) اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ نبوی کے ساتھ اس چبوترے پر تشریف فرما تھے جسے صفہ کہا جاتا ہے۔ آپ کے اِردگرد بہت سے صحابہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کچھ ایسے بزرگ صحابہ آئے جو غزوۂ بدر میں شریک تھے، اور ان کا درجہ اُونچا سمجھا جاتا تھا۔ ان کو مجلس میں بیٹھنے کی جگہ نہ ملی تو وہ کھڑے رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکائے مجلس سے فرمایا کہ وہ ذرا سمٹ کر آنے والوں کے لئے جگہ پیدا کریں، اس کے باوجود اُن کے لئے جگہ کافی نہ ہوئی تو آپ نے بعض شرکائے مجلس سے فرمایا کہ وہ اُٹھ جائیں، اور آنے والوں کے لئے جگہ خالی کردیں۔ اس پر کچھ منافقین نے بُرا منایا کہ لوگوں کو مجلس سے اُٹھایا جارہا ہے۔ عام طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول نہیں تھا، لیکن شاید کچھ منافقین نے آنے والوں کو جگہ دینے میں تردد کیا ہو، اس لئے آپ نے انہیں اُٹھادیا ہو۔ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں ایک تو مجلس کا عام حکم بیان فرمایا گیا کہ آنے والوں کے لئے گنجائش پیدا کرنی چاہئے، اور دُوسرے یہ حکم بھی واضح کردیا گیا کہ اگر مجلس کا سربراہ کسی وقت محسوس کرے کہ آنے والوں کے لئے جگہ خالی کرنی چاہئے تو وہ مجلس میں پہلے سے بیٹھے ہوئے لوگوں کو یہ حکم دے سکتا ہے کہ وہ اُٹھ کر نئے آنے والوں کو بیٹھنے کی جگہ دیں۔ البتہ کوئی نیا آنے والا خود کسی کو اُٹھنے پر مجبور نہیں کرسکتا، جیسا کہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تعلیم مذکور ہے۔

(۸) جو لوگ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں بات کرنے کا وقت مانگتے تھے، بعض اوقات وہ غیر ضروری طور پر آپ کا

اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ
رسول سے تنہائی میں کوئی بات کرنا چاہو تو اپنی اس تنہائی کی بات سے پہلے کچھ صدقہ کر دیا کرو۔(۸) یہ طریقہ تمہارے حق میں بہتر
ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾
اور زیادہ ستھرا طریقہ ہے۔ ہاں اگر تمہارے پاس (صدقہ کرنے کے لئے) کچھ نہ ہو تو اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔ (۱۲)
ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ ؕ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا
کیا تم اس بات سے ڈر گئے کہ اپنی تنہائی کی بات سے پہلے صدقات دیا کرو؟ اب جبکہ تم ایسا نہیں کر سکے،
وَتَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ
اور اللہ نے تمہیں معاف کر دیا تو تم نماز قائم کرتے رہو، اور زکوٰۃ دیتے رہو، اور اللہ اور اس کے
رَسُوْلَهٗ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا ع
رسول کی فرماں برداری کرتے رہو۔(۹) اور جو کام بھی تم کرتے ہو، اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۱۳) کیا تم نے اُن کو نہیں دیکھا
قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ مَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ ۙ وَيَحْلِفُوْنَ عَلَى
جنہوں نے ایسے لوگوں کو دوست بنایا ہوا ہے جن پر اللہ کا غضب ہے؟(۱۰) یہ نہ تو تمہارے ہیں، اور نہ اُن کے، اور یہ جانتے بوجھتے
الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ
جھوٹی باتوں پر قسمیں کھا جاتے ہیں۔ (۱۴) اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت بُرے ہیں

زیادہ وقت لے لیتے تھے، چونکہ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی شخص آپ سے بات کرتا تو خود سے اُس کی بات نہیں کاٹتے تھے، اس لئے بعض لوگ اس سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے تھے جن میں کچھ منافقین بھی شامل تھے۔ چنانچہ اس آیت نے یہ حکم دیا تھا کہ جو کوئی شخص آپ سے تنہائی میں بات کرنا چاہے، وہ پہلے کچھ غریبوں کو صدقہ خیرات کر کے آئے۔ البتہ ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا گیا تھا کہ اگر کسی کے پاس صدقہ کرنے کی استطاعت نہ ہو تو وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔ صدقے کی کوئی مقدار متعین نہیں فرمائی گئی تھی، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ تنہائی کا وقت لیا تو ایک دِینار صدقہ کیا تھا۔ اس کی ایک مصلحت یہ بھی تھی کہ وہی لوگ تنہائی میں آپ کا وقت لیں جنہیں واقعی ضرورت ہو۔ اگلی آیت میں اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا جیسا کہ اگلے حاشیہ میں آرہا ہے۔

(۹) صدقہ کرنے کا جو حکم پچھلی آیت میں دیا گیا تھا، اس آیت نے اُس کو منسوخ کر دیا، کیونکہ جس مقصد سے وہ حکم دیا گیا تھا، وہ پورا ہو چکا تھا، لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وقت لینے سے احتیاط کرنے لگے تھے، اور منافقین کو بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر وہ اب بھی پہلے جیسا طرزِ عمل جاری رکھیں گے تو ان کا راز کھل جائے گا۔ چنانچہ اس آیت نے فرمایا کہ اب صدقہ کرنا ضروری نہیں ہے، البتہ اپنے دوسرے دِینی فرائض مثلاً نماز اور زکوٰۃ وغیرہ ادا کرتے رہو۔

(۱۰) اس سے مراد منافقین ہیں جنہوں نے یہودیوں سے ایسی دوستی گانٹھی ہوئی تھی جس کے نتیجے میں وہ مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے۔

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۵ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

وہ کام جو یہ کرتے رہے ہیں۔ (۱۵) انہوں نے اپنی قسموں کو ایک ڈھال بنالیا ہے،(۱۱) پھر وہ دُوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے رہے ہیں۔

فَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۱۶ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ

اس لئے ان کے لئے ایسا عذاب ہے جو ذلیل کرکے رکھ دے گا۔ (۱۶) ان کے مال اور ان کی اولاد

اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۱۷ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ

اللہ کے مقابلے میں اُن کے کچھ کام نہیں آئیں گے۔ یہ دوزخ والے لوگ ہیں۔ یہ ہمیشہ اُسی میں رہیں گے۔ (۱۷) جس دن

اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ

اللہ ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا تو اُس کے سامنے بھی یہ اُسی طرح قسمیں کھائیں گے جیسے تمہارے سامنے کھاتے ہیں، اور یہ سمجھیں گے کہ

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝۱۸ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ

انہیں کوئی سہارا مل گیا ہے۔ یاد رکھو یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں۔ (۱۸) ان پر شیطان نے پوری طرح قبضہ جماکر انہیں

اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝۱۹

اللہ کی یاد سے غافل کردیا ہے۔ یہ شیطان کا گروہ ہے۔ یاد رکھو شیطان کا گروہ ہی نامراد ہونے والا ہے۔ (۱۹)

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۝۲۰ كَتَبَ اللّٰهُ

بیشک جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں، وہ ذلیل ترین لوگوں میں شامل ہیں۔ (۲۰) اللہ نے یہ بات لکھ دی ہے

لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝۲۱ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ

کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب آئیں گے۔ یقین رکھو کہ اللہ بڑی قوّت والا، بڑے اِقتدار والا ہے۔ (۲۱) جو لوگ اللہ اور آخرت کے دن پر

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا

ایمان رکھتے ہیں، ان کو تم ایسا نہیں پاؤ گے کہ وہ اُن سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی ہے،

اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ

چاہے وہ اُن کے باپ ہوں، یا اُن کے بیٹے یا اُن کے بھائی یا اُن کے خاندان والے۔(۱۲) یہ وہ لوگ ہیں جن کے

قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

دِلوں میں اللہ نے ایمان نقش کردیا ہے، اور اپنی رُوح سے اُن کی مدد کی ہے، اور اُنہیں وہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا

---

(۱۱) یعنی جس طرح ڈھال سے تلوار کے وار کو روکا جاتا ہے، یہ لوگ سازشیں کرنے کے باوجود قسمیں کھا کر اپنے مسلمان ہونے کا یقین دِلاتے ہیں، تاکہ مسلمانوں کی طرف سے کسی جوابی کارروائی سے بچ سکیں۔

(۱۲) سورۂ آل عمران (۳:۲۸) کے حاشیہ میں تفصیل سے بتایا جاچکا ہے کہ غیر مسلموں سے کس قسم کی دوستی جائز اور کس قسم کی ناجائز ہے۔

تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنۡهُمۡ وَرَضُوۡا عَنۡهُ ؕ اُولٰٓئِكَ

جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ اُن سے راضی ہوگیا ہے، اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے ہیں۔

حِزۡبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزۡبَ اللّٰهِ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۲۲﴾ ع

یہ اللہ کا گروہ ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی فلاح پانے والا ہے۔ ﴿۲۲﴾

الحمد للہ! آج بتاریخ ۴؍رجمادی الاولی ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۰؍مئی ۲۰۰۸ء کو بروز ہفتہ سورۂ مجادلہ کا ترجمہ اور تشریحی حواشی ٹوکیو سے کچھ فاصلے پر جاپان کے شہر ابینا میں مکمل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنے فضل وکرم سے قبول فرما کر اُسے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُورَۃُ الحَشۡر

تعارف

یہ سورت حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منوّرہ ہجرت فرمانے کے بعد اس وقت نازل ہوئی تھی جب بنونضیر کو جلاوطن کیا گیا۔ تفصیل یہ ہے کہ ۔ مدینہ منوّرہ میں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد آباد تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے یہ معاہدہ کرلیا تھا کہ آپس میں امن وامان سے رہیں گے، اور مدینہ منوّرہ پر حملہ ہونے کی صورت میں مل کر اُس کا دِفاع کریں گے۔ یہودیوں نے اس معاہدے کو قبول تو کرلیا تھا، لیکن اُن کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دِلی بغض تھا، اس لئے وہ خفیہ طور پر آپ کے خلاف سازشیں کرتے رہتے تھے، چنانچہ اُنہوں نے در پردہ مکہ مکرّمہ کے بت پرستوں سے تعلقات رکھے ہوئے تھے، اور اُن کو مسلمانوں کے خلاف اُکساتے رہتے تھے، اور اُن سے یہ وعدہ کرلیا تھا کہ اگر تم مسلمانوں پر حملہ کروگے تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ یہودیوں کا ایک قبیلہ بنونضیر کہلاتا تھا، ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن سے معاہدے کی کچھ شرائط پر عمل کرانے کے لئے اُن کے پاس تشریف لے گئے تو ان لوگوں نے یہ سازش کی کہ جب آپ بات چیت کرنے کے لئے بیٹھیں تو ایک شخص اُوپر سے آپ پر ایک چٹان گرادے جس سے (معاذ اللہ) آپ شہید ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو ان کی اس سازش سے باخبر فرمادیا، اور آپ وہاں سے اُٹھ کر چلے آئے۔ اس واقعے کے بعد آپ نے بنونضیر کے پاس پیغام بھیجا کہ اب آپ لوگوں کے ساتھ ہمارا معاہدہ ختم ہوگیا ہے، اور ہم آپ کے لئے ایک مدّت مقرّر کرتے ہیں کہ اس مدّت کے اندر اندر آپ مدینہ منوّرہ چھوڑ کر کہیں چلے جائیں، ورنہ مسلمان آپ پر حملہ کرنے کے لئے آزاد ہوں گے۔ کچھ منافقین نے بنونضیر کو جاکر یقین دِلایا کہ آپ لوگ ڈٹے رہیں، اگر مسلمانوں نے حملہ کیا تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ چنانچہ بنونضیر مقررہ مدّت میں مدینہ منوّرہ سے نہیں گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدّت گذرنے کے بعد اُن کے قلعے کا محاصرہ کرلیا، اور منافقین نے اُن کی کوئی مدد نہیں کی۔ آخر کار اُن لوگوں نے ہتھیار ڈال دیئے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو مدینہ منوّرہ سے جلاوطن کرنے کا حکم دیا، البتہ یہ اجازت دی

کہ ہتھیاروں کے سوا وہ اپنا سارا مال و دولت اپنے ساتھ لے جاسکتے ہیں۔ یہ سورت اس واقعے کے پس منظر میں نازل ہوئی، اور اس میں اس واقعے پر تبصرہ بھی فرمایا گیا ہے، اور اس سے متعلق بہت سی ہدایات بھی دی گئی ہیں۔ ''حشر'' کے لفظی معنی ہیں: ''جمع کرنا''۔ چونکہ اس سورت کی آیت نمبر ۲ میں یہ لفظ آیا ہے جس کی تشریح آیت نمبر ۲ کے حاشیہ میں آرہی ہے، اس لئے اس سورت کا نام ''سورۂ حشر'' ہے، اور بعض صحابہؓ سے منقول ہے کہ وہ اسے سورۂ بنی نضیر بھی کہا کرتے تھے۔

آياتها ٢٤ — ٥٩ سُوْرَةُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ ١٠١ — ركوعاتها ٣

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں چوبیس آیتیں اور تین رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝

آسمانوں اور زمین میں جو بھی کوئی چیز ہے، اُس نے اللہ کی تسبیح کی ہے، اور وہی ہے جو اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ ①

هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ

وہی ہے جس نے اہلِ کتاب میں سے کافر لوگوں کو اُن کے گھروں سے پہلے اجتماع کے موقع پر نکال دیا۔(۱) (مسلمانو!)

وقف النبی

الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ

تمہیں یہ خیال بھی نہیں تھا کہ وہ نکلیں گے، اور وہ بھی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اُن کے قلعے انہیں اللہ سے بچالیں گے۔ پھر

اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۗ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ

اللہ اُن کے پاس ایسی جگہ سے آیا جہاں اُن کا گمان بھی نہیں تھا، اور اللہ نے اُن کے دِلوں میں رُعب ڈال دیا کہ وہ

يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي

اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اُجاڑ رہے تھے۔(۲) لہٰذا اے آنکھوں والو!

الْاَبْصَارِ ۝ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي

عبرت حاصل کرلو۔ ② اور اگر اللہ نے اُن کی قسمت میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو وہ

الدُّنْيَا ؕ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ

دُنیا ہی میں اُن کو عذاب دے دیتا،(۳) البتہ آخرت میں اُن کے لئے دوزخ کا عذاب ہے۔ ③ یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ

---

(۱) ''پہلے اجتماع'' کا مطلب بعض مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ اس سے مسلمانوں کا لشکر مراد ہے، اور مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو اُن سے جنگ کرنی نہیں پڑی، بلکہ پہلے اجتماع ہی پر وہ قابو میں آگئے۔ لیکن بیشتر مفسرین نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد جلاوطنی کے لئے بنونضیر کے یہودیوں کا اجتماع ہے، اور مطلب یہ ہے کہ یہ ان یہودیوں کے لئے پہلا موقع تھا کہ وہ جلاوطنی کے لئے جمع ہوئے ہوں۔ اس سے پہلے کبھی ان کو ایسے اجتماع کا موقع پیش نہیں آیا تھا۔ اور اس لفظ میں ایک لطیف اشارہ یہ بھی ہے کہ یہ بنونضیر کی پہلی جلاوطنی تھی، اس کے بعد ان کو ایک اور جلاوطنی سے بھی سابقہ پیش آئے گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان کو دوبارہ خیبر سے جلاوطن فرمایا۔

(۲) چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو اِجازت دی تھی کہ جتنا مال وہ اپنے ساتھ لے جاسکیں، ساتھ لے جائیں، اس لئے ان لوگوں نے اپنے گھروں کے دروازے تک اکھاڑ لئے تھے۔

وَرَسُولَهُ ۚ وَمَن يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ④ مَا قَطَعْتُم

اور اُس کے رسول سے دُشمنی ٹھانی، اور جو شخص اللہ سے دُشمنی کرتا ہے، تو اللہ بڑا سخت عذاب دینے والا ہے۔ (۴) تم نے کھجور کے

مِّن لِّينَةٍ أَوْ تَرَكْتُمُوهَا قَائِمَةً عَلَىٰ أُصُولِهَا فَبِإِذْنِ اللَّهِ وَلِيُخْزِيَ

جو درخت کاٹے، یا اُنہیں اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، تو یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے تھا، (۴) اور اس لئے تھا تاکہ اللہ

الْفَاسِقِينَ ⑤ وَمَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ

نافرمانوں کو رُسوا کرے۔ (۵) اور اللہ نے اپنے رسول کو اُن کا جو مال بھی فَیئ کے طور پر دِلوایا، اُس کے لئے

خَيْلٍ وَلَا رِكَابٍ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ

تم نے نہ اپنے گھوڑے دوڑائے، نہ اُونٹ، لیکن اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے، تسلط عطا فرمادیتا ہے۔ (۵) اور اللہ ہر

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ⑥ مَا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرَىٰ فَلِلَّهِ

چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ (۶) اللہ اپنے رسول کو (دُوسری) بستیوں سے جو مال بھی فَیئ کے طور پر دِلوادے،

وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۙ كَيْ لَا

تو وہ اللہ کا حق ہے، اور اُس کے رسول کا، اور قرابت داروں کا، اور یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کا، تاکہ وہ مال صرف

يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ ۚ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ ۖ

اُنہی کے درمیان گردش کرتا نہ رہ جائے جو تم میں دولت مند لوگ ہیں۔ اور رسول تمہیں جو کچھ دیں، وہ لے لو،

---

(۳) یعنی اُنہیں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کروادیتا۔

(۴) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے قلعے کا محاصرہ فرمایا تو آس پاس کے کچھ کھجور کے درخت کاٹنے پڑے تھے، اس پر کچھ لوگوں نے اِعتراض کیا تھا کہ پھل دار درخت کاٹنا مناسب نہیں تھا۔ اس کے جواب میں اس آیت نے فرمایا کہ جو درخت کاٹے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکم سے کاٹے گئے ہیں، اور جنگی حکمتِ عملی کے طور پر اگر کسی برحق جہاد میں ایسا کرنا پڑ جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۵) "فَیئ" اُس مال کو کہتے ہیں جو کوئی دُشمن ایسی حالت میں چھوڑ جائے کہ مسلمانوں کو اُس سے باقاعدہ لڑائی کرنی نہ پڑی ہو۔ بنونضیر کے یہودیوں کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مال ودولت ساتھ لے جانے کی اجازت دی تھی، اس لئے وہ جو کچھ ساتھ لے جاسکتے تھے، لے گئے، لیکن ان کی جو زمینیں تھیں، ظاہر ہے کہ وہ ساتھ نہیں لے جاسکتے تھے، اس لئے وہ چھوڑ کر گئے۔ یہ زمینیں مالِ فَیئ کے طور پر مسلمانوں کے قبضے میں آئیں۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اپنی یہ نعمت یاد دِلا رہے ہیں کہ یہ مالِ فَیئ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس طرح عطا فرمادیا کہ مسلمانوں کو باقاعدہ لڑائی کی محنت بھی اُٹھانی نہیں پڑی۔ آیت میں گھوڑوں اور اُونٹوں کو دوڑانے سے مراد لڑائی کی کارروائی ہے۔ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس مالِ فَیئ کے مصارف بیان فرمائے ہیں کہ اُسے کن کن لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔

وَ مَآ نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۘ (۷)

اور جس چیز سے منع کریں، اس سے رک جاؤ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔(۷)

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ

(نیز یہ مالِ فَیْ) اُن حاجت مند مہاجرین کا حق ہے جنہیں اپنے گھروں اور اپنے مالوں سے بے دخل کیا گیا ہے۔(۶)

يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا وَّ يَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ

وہ اللہ کی طرف سے فضل اور اُس کی خوشنودی کے طلب گار ہیں، اور اللہ اور اُس کے رسول کی مدد کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو

هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۚ (۸) وَ الَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَ الْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ

راست باز ہیں۔ (۸) (اور یہ مالِ فَیْ) اُن لوگوں کا حق ہے جو پہلے ہی سے اس جگہ (یعنی مدینہ میں) ایمان کے ساتھ مقیم ہیں،(۷) جو کوئی ان

مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَ لَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَ

کے پاس ہجرت کرکے آتا ہے، یہ اُس سے محبت کرتے ہیں، اور جو کچھ اُن (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے، یہ اپنے سینوں میں اُس کی کوئی خواہش

يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕۛ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ

بھی محسوس نہیں کرتے، اور اُن کو اپنے آپ پر ترجیح دیتے ہیں، چاہے اُن پر تنگ دستی کی حالت گذر رہی ہو۔(۸) اور جو لوگ اپنی طبیعت کے بخل

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۚ (۹) وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا

سے محفوظ ہو جائیں، وہی ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ (۹) اور (یہ مالِ فَیْ) اُن لوگوں کا بھی حق ہے جو ان (مہاجرین اور انصار) کے بعد

اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا

آئے،(۹) وہ یہ کہتے ہیں کہ: ''اے ہمارے پروردگار! ہماری بھی مغفرت فرمائیے، اور ہمارے اُن بھائیوں کی بھی جو ہم سے پہلے ایمان لاچکے ہیں،

---

(۶) یعنی وہ صحابہؓ جنہیں کافروں نے مکہ مکرّمہ سے نکلنے پر مجبور کیا، اور وہ اپنے گھروں اور جائیدادوں سے محروم ہوگئے۔

(۷) اس سے مراد وہ انصاری صحابہ ہیں جو مدینہ منوّرہ کے اصل باشندے تھے، اور انہوں نے مہاجرین کی مدد کی۔

(۸) اگرچہ سارے ہی انصار کی یہی کیفیت تھی کہ وہ ایثار سے کام لیتے تھے، لیکن روایات میں ایک صحابی (حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ) کا خاص طور پر ذکر آیا ہے جن کے گھر میں کھانا بہت تھوڑا سا تھا، پھر بھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ترغیب دی کہ وہ کچھ مہمانوں کو اپنے گھر لے جائیں، اور انہیں کھانا کھلائیں تو یہ کچھ مہمان اپنے ساتھ لے گئے، اور ان کی تواضع اس طرح کی کہ خود کچھ نہیں کھایا، اور چراغ بجھا کر مہمانوں کو بھی محسوس نہیں ہونے دیا کہ وہ کچھ نہیں کھا رہے۔ اس آیت میں اُن کے ایثار کی بھی تعریف فرمائی گئی ہے۔

(۹) اس سے ایک تو وہ حضرات مراد ہیں جو مذکور صحابہؓ کے بعد پیدا ہوئے، یا مسلمان ہوئے، ان کو بھی اس مالِ فَیْ سے حصہ دیا جائے گا، دُوسرے اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ مالِ فَیْ کا جو حصہ بیت المال میں محفوظ رہے گا، وہ آنے والے مسلمانوں کی ضروریات میں استعمال ہوگا۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی آیت کی بنا پر عراق کی زمینوں کو مجاہدین میں تقسیم کرنے کے بجائے اُن پر خراج عائد کردیا تھا، تاکہ وہ بیت المال میں جا کر تمام آنے والوں کے کام آئے۔ اس مسئلے کی تفصیل

ع غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ

اور ہمارے دِلوں میں ایمان لانے والوں کے لئے کوئی بُغض نہ رکھئے۔ اے ہمارے پروردگار! آپ بہت شفیق، بہت مہربان ہیں۔" ﴿۱۰﴾ کیا تم

نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ

نے ان کو نہیں دیکھا جنہوں نے منافقت سے کام لیا ہے کہ وہ اپنے اُن بھائیوں سے جو کافر اہلِ کتاب میں سے ہیں یہ کہتے ہیں کہ:

اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ

"اگر تمہیں نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ نکلیں گے، اور تمہارے بارے میں کبھی کسی اور کا کہنا نہیں مانیں گے، اور اگر تم سے

لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۱﴾ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا

جنگ کی گئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔" اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں۔ ﴿۱۱﴾ یہ پکی بات ہے کہ اگر ان (اہلِ کتاب)

يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ

کو نکالا گیا تو یہ اُن کے ساتھ نہیں نکلیں گے(۱۰) اور اگر اُن سے جنگ کی گئی تو یہ اُن کی مدد نہیں کریں گے، اور اگر بالفرض

لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِيْ

اُن کی مدد کی بھی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے، پھر اُن کی کوئی مدد نہیں کرے گا۔ ﴿۱۲﴾ (مسلمانو!) حقیقت یہ ہے کہ ان کے

صُدُوْرِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۱۳﴾ لَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ

دِلوں میں تمہاری دہشت اللہ سے زیادہ ہے۔ یہ اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں سمجھ نہیں ہے۔ ﴿۱۳﴾ یہ سب لوگ اکٹھے ہوکر بھی

جَمِيْعًا اِلَّا فِيْ قُرًى مُّحَصَّنَةٍ اَوْ مِنْ وَّرَآءِ جُدُرٍ ؕ بَاْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيْدٌ ؕ

تم سے جنگ نہیں کریں گے، مگر ایسی بستیوں میں جو قلعوں میں محفوظ ہوں، یا پھر دیواروں کے پیچھے چھپ کر۔ ان کی آپس کی مخالفتیں بہت سخت

تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ ۚ كَمَثَلِ

ہیں۔ تم انہیں اکٹھا سمجھتے ہو، حالانکہ ان کے دِل پھٹے ہوئے ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں عقل نہیں ہے۔ ﴿۱۴﴾ ان کی

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيْبًا ذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ

حالت ان لوگوں کی سی ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے اپنے کرتوت کا مزہ چکھ چکے ہیں(۱۱) اور ان کے لئے دردناک عذاب

کے لئے اہلِ علم "معارف القرآن" اور بندے کی کتاب "ملکیتِ زمین کی شرعی حیثیت" ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

(۱۰) یعنی جب یہ منافقین یہودیوں کو یقین دِلا رہے تھے کہ ہم تمہاری مدد کریں گے، اُس وقت بھی ان کے دِل میں ارادہ نہیں تھا، اور آئندہ بھی اگر کوئی ایسا موقع آئے تو یہ لوگ اتنی جرأت نہیں رکھتے کہ جنگ میں کسی کی مدد کریں۔

(۱۱) اس سے مراد ایک اور قبیلے بنوقینقاع کے یہودی ہیں۔ انہوں نے بھی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے امن اور باہمی تعاون کا معاہدہ کیا تھا، لیکن پھر خود ہی آپ سے جنگ ٹھان لی جس کے نتیجے میں انہوں نے شکست بھی کھائی، اور ان کو بھی مدینہ منوّرہ سے جلاوطن کیا گیا۔

أَلِيْمٌ ﴿١٥﴾ كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّيْ
ہے۔ (۱۵) ان کی مثال شیطان کی سی ہے کہ وہ انسان سے کہتا ہے کہ: ''کافر ہوجا'' پھر جب وہ کافر ہوجاتا ہے تو کہتا ہے کہ:
بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ إِنِّيْٓ أَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٦﴾ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَآ أَنَّهُمَا
''میں تجھ سے بَری ہوں، میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔''(۱۲) (۱۶) چنانچہ ان دونوں کا انجام یہ ہے کہ
فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيْهَا ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٧﴾ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ
وہ دونوں دوزخ میں ہوں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی ظلم کرنے والوں کی سزا ہے۔ (۱۷) اے ایمان والو!
اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ إِنَّ اللّٰهَ
اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ دیکھے کہ اُس نے کل کے لئے کیا آگے بھیجا ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ یقین رکھو کہ جو کچھ تم کرتے ہو،
خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَأَنْسٰىهُمْ
اللہ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۱۸) اور تم اُن جیسے نہ ہوجانا جو اللہ کو بھول بیٹھے تھے، تو اللہ نے اُنہیں خود اپنے
أَنْفُسَهُمْ ۚ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿١٩﴾ لَا يَسْتَوِيْٓ أَصْحٰبُ النَّارِ وَأَصْحٰبُ
آپ سے غافل کردیا۔(۱۳) وہی لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔ (۱۹) جنت والے اور دوزخ والے برابر نہیں ہوسکتے۔
الْجَنَّةِ ۚ أَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿٢٠﴾ لَوْ أَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى
جنت والے ہی وہ ہیں جو کامیاب ہیں۔ (۲۰) اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر اُتارا ہوتا
جَبَلٍ لَّرَأَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ۚ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ
تو تم اُسے دیکھتے کہ وہ اللہ کے رُعب سے جھکا جارہا ہے، اور پھٹا پڑتا ہے۔ اور ہم یہ مثالیں لوگوں کے سامنے
نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿٢١﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ
اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں۔ (۲۱) وہ اللہ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

---

(۱۲) شیطان کا یہ وطیرہ ہے کہ وہ شروع میں تو اِنسان کو کفر اور گناہوں پر اُکساتا ہے، لیکن جب اُس کے نتیجے میں اُس کی بات ماننے والوں کو کسی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، تو وہ اُن سے بے تعلقی اختیار کرلیتا ہے۔ اس کا ایک واقعہ غزوۂ بدر کے سلسلے میں سورۂ انفال (۴۸:۸) میں گذر چکا ہے۔ اور آخرت میں تو وہ کافروں کی ذمہ داری لینے سے صاف مکر ہی جائے گا، جس کی تفصیل سورۂ ابراہیم (۲۲:۱۴) میں بیان ہوئی ہے۔ اسی طرح یہ منافق لوگ شروع میں تو یہودیوں کو مسلمانوں کے خلاف اُکساتے رہے، لیکن جب وقت آیا تو مدد کرنے سے صاف مکر گئے۔

(۱۳) یعنی وہ اس بات سے غافل اور بے پرواہو گئے کہ خود اُن کی جانوں کے لئے کونسی بات فائدے کی اور کونسی نقصان کی ہے، اور غفلت کے عالم میں وہی کام کرتے رہے جو انہیں تباہی کی طرف لے جانے والے تھے۔

عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ

وہ چھپی اور کھلی ہر بات کو جاننے والا ہے۔ وہی ہے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔ (۲۲) وہ اللہ وہی ہے جس کے سوا

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ

کوئی معبود نہیں ہے، جو بادشاہ ہے، تقدس کا مالک ہے، سلامتی دینے والا ہے، امن بخشنے والا ہے، سب کا نگہبان ہے، بڑے اقتدار والا ہے، ہر

الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ

خرابی کی اصلاح کرنے والا ہے، بڑائی کا مالک ہے۔ پاک ہے اللہ اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔ (۲۳) وہ اللہ وہی ہے جو پیدا کرنے والا

الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

ہے، وجود میں لانے والا ہے، صورت بنانے والا ہے،(۱۴) اُسی کے سب سے اچھے نام ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جتنی چیزیں ہیں،

وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ ع

وہ اُس کی تسبیح کرتی ہیں، اور وہی ہے جو اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ (۲۴)

---

(۱۴) اس آیت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے کئی اسمائے حسنیٰ ذکر فرمائے گئے ہیں، یہاں اُن کا ترجمہ دیا گیا ہے، لیکن اصل نام یہ ہیں: اَلرَّحْمٰنُ، اَلرَّحِيْمُ، اَلْمَلِكُ، اَلْقُدُّوْسُ، اَلسَّلٰمُ، اَلْمُؤْمِنُ، اَلْمُهَيْمِنُ، اَلْعَزِيْزُ، اَلْجَبَّارُ، اَلْمُتَكَبِّرُ، اَلْخَالِقُ، اَلْبَارِئُ، اَلْمُصَوِّرُ۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے کل ننانوے نام بیان فرمائے ہیں جنہیں ''اسمائے حسنیٰ'' کہا جاتا ہے۔ وللہ الحمد اوّلاً وآخراً۔

الحمد للہ! سورۂ حشر کا ترجمہ اور اُس کے تشریحی حواشی آج بتاریخ ۸ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۵ / مئی ۲۰۰۸ء کو جاپان کے شہر کوبے سے کویوہاما جاتے ہوئے ریل میں تکمیل کو پہنچے، اور اس سورت کا تمام تر کام جاپان کے سفر میں ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس خدمت کو قبول فرما کر اُسے مفید بنادیں، اور باقی سورتوں کے کام کو بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کو پہنچائیں۔

آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الۡمُمۡتَحِنَۃِ

تعارف

یہ سورت صلح حدیبیہ اور فتحِ مکہ کے درمیانی عرصے میں نازل ہوئی ہے، ان دونوں واقعات کی تفصیل پیچھے سورۂ فتح کے تعارف میں گزر چکی ہے۔ اس سورت کے بنیادی موضوع دو ہیں، ایک یہ کہ صلح حدیبیہ کی شرائط میں جو بات طے ہوئی تھی کہ اگر مکہ مکرّمہ سے کوئی شخص مسلمان ہوکر مدینہ منوّرہ آئے گا تو مسلمان اُسے واپس بھیجنے کے پابند ہوں گے، اس کا اطلاق مسلمان ہوکر آنے والی عورتوں پر نہیں ہوگا، اور اگر کوئی عورت مسلمان ہوکر آئے گی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کا جائزہ لے کر دیکھیں گے کہ کیا واقعی وہ مسلمان ہوکر آئی ہے، یا آنے کا مقصد کچھ اور ہے۔ اگر اس جائزے سے یہ بات ثابت ہو کہ وہ واقعی مسلمان ہوکر آئی ہے تو پھر اُسے واپس نہیں بھیجا جائے گا۔ اس صورت میں اگر وہ شادی شدہ ہو، اور اُس کا شوہر مکہ مکرّمہ میں رہ گیا ہو اُس کے نکاح اور مہر وغیرہ سے متعلق کیا اَحکام ہوں گے؟ وہ بھی اس سورت میں بیان فرمائے گئے ہیں، اور جن مسلمانوں کے نکاح میں ابھی تک بت پرست عورتیں تھیں، اُن کے بارے میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اب وہ اُن کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔ چونکہ اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان عورتوں کا اِمتحان یا جائزہ لینے کا حکم دیا گیا تھا، اس لئے اس سورت کا نام ممتحنہ ہے، یعنی اِمتحان لینے والی۔

سورت کا دُوسرا موضوع جو بالکل شروع میں بیان ہوا ہے، وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے لئے غیر مسلموں سے کس قسم کے تعلقات رکھنا جائز ہے، اور کس قسم کے ناجائز۔ چنانچہ سورت کو اس حکم سے شروع فرمایا گیا ہے کہ مسلمانوں کو دُشمنوں سے خصوصی دوستی نہیں رکھنی چاہئے۔ ان آیتوں کے نزول کا پس منظر یہ ہے کہ سورۂ فتح کے تعارف میں ہم یہ بیان کرچکے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے معاہدے کو مکہ مکرّمہ کے کافروں نے دو سال کے اندر اندر ہی توڑ دیا تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے لوگوں پر واضح فرما دیا تھا کہ اب وہ معاہدہ باقی نہیں رہا۔ اس کے بعد آپ نے مکہ مکرّمہ کے کفار پر ایک فیصلہ کن حملہ کرنے کی تیاری شروع فرمادی تھی، لیکن ساتھ ہی کوشش یہ تھی کہ قریش کے لوگوں کو آپ کی تیاری کا علم نہ

ہو۔ اسی دوران سارہ نام کی ایک عورت جو گا بجا کر پیسے کماتی تھی، مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئی، اور اس نے بتایا کہ وہ مسلمان ہو کر نہیں آئی، بلکہ وہ شدید مفلسی میں مبتلا ہے، کیونکہ جنگِ بدر کے بعد قریشِ مکہ کی عیش وعشرت کی محفلیں ویران ہو چکی ہیں، اب کوئی اُسے گانے بجانے کے لئے نہیں بلاتا۔ اس لئے مالی اِمداد حاصل کرنے کے لئے آئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوعبدالمطلب کو اُس کی مدد کرنے کی ترغیب دی، اور اُس کو کچھ نقدی اور کچھ کپڑے دے کر رُخصت کیا گیا۔

دُوسری طرف مہاجر صحابۂ کرام میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ایک ایسے بزرگ تھے جو اصل میں یمن کے باشندے تھے، اور مکہ مکرمہ آ کر بس گئے تھے، مکہ مکرمہ میں اُن کا قبیلہ نہیں تھا۔ وہ خود تو ہجرت کر کے مدینہ منورہ آ گئے تھے، لیکن ان کے اہل وعیال مکہ مکرمہ ہی میں رہ گئے تھے جن کے بارے میں اُنہیں یہ خطرہ تھا کہ کہیں قریش کے لوگ اُن پر ظلم نہ کریں۔ دُوسرے مہاجر صحابہ جن کے اہل وعیال مکہ مکرمہ میں رہ گئے تھے، انہیں تو کسی قدر اطمینان تھا کہ اُن کا پورا قبیلہ وہاں موجود ہے جو کافروں کے ظلم سے اُنہیں تحفظ دے سکتا ہے، لیکن حضرت حاطبؓ کے اہل وعیال کو یہ تحفظ حاصل نہیں تھا۔ جب سارہ نامی عورت مکہ مکرمہ واپس جانے لگی تو اُن کے دِل میں یہ خیال آیا کہ اگر میں قریش کے لوگوں کو خفیہ طور پر ایک خط میں یہ اِطلاع دے دُوں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اُن پر حملہ کرنے کی تیاری کر رہے ہیں تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کوئی نقصان نہیں ہوگا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے مکہ مکرمہ کی فتح کا وعدہ فرما رکھا ہے، لیکن میری طرف سے قریش پر ایک اِحسان ہو جائے گا، اور اس اِحسان کی وجہ سے وہ میرے اہل وعیال کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایک خط لکھ کر سارہ کے حوالے کر دیا کہ وہ قریش کے سرداروں کو پہنچا دے۔ اُدھر اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِطلاع دے دی کہ سارہ ایک خفیہ خط لے کر گئی ہے، اور روضۂ خاخ کے مقام تک پہنچ چکی ہے۔ آپ نے حضرت علیؓ، حضرت مرثدؓ اور حضرت زبیرؓ کو اس مہم پر روانہ فرمایا کہ وہ اُس عورت کا پیچھا کر کے اُس سے وہ خط برآمد کریں، اور یہاں واپس لے آئیں۔ یہ حضرات گئے، اور انہوں نے وہ خط برآمد کر لیا۔ حضرت حاطبؓ سے پوچھا گیا تو انہوں نے معذرت کی، اور اپنی اس غلطی کی وہی وجہ بیان کی جو اُوپر ذکر کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی نیک نیتی کی وجہ سے اُن کی اس غلطی کو معاف فرما دیا۔ اسی واقعے پر اس سورت کی ابتدائی آیتیں نازل ہوئیں۔

آیاتها ۱۳ — ۶۰ سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَةِ مَدَنِيَّةٌ ۹۱ — رکوعاتها ۲

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں تیرہ آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ
اے ایمان والو! اگر تم میرے راستے میں جہاد کرنے کی خاطر اور میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (گھروں سے)
اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ يُخْرِجُوْنَ
نکلے ہو تو میرے دُشمنوں اور اپنے دُشمنوں کو ایسا دوست مت بناؤ کہ اُن کو محبت کے پیغام بھیجنے لگو، حالانکہ تمہارے پاس جو حق آیا ہے،
الرَّسُوْلَ وَ اِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ
انہوں نے اس کو اتنا جھٹلایا ہے کہ وہ رسول کو بھی اور تمہیں بھی صرف اس وجہ سے (مکے سے) باہر نکالتے رہے ہیں کہ تم
جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَ اَنَا
اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لائے ہو۔ تم ان سے خفیہ طور پر دوستی کی بات کرتے ہو، حالانکہ جو کچھ تم خفیہ طور پر کرتے ہو،
اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَ مَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَ مَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ
اور جو کچھ علانیہ کرتے ہو، میں اُس سب کو پوری طرح جانتا ہوں۔ اور تم میں سے جو کوئی بھی ایسا کرے، وہ راہِ راست
السَّبِيْلِ ۝۱ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّ يَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ
سے بھٹک گیا۔(۱) ۝۱ اگر تم ان کے ہاتھ آجاؤ تو وہ تمہارے دُشمن بن جائیں گے، اور اپنے ہاتھ اور زبانیں پھیلا پھیلا کر
اَيْدِيَهُمْ وَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ۝۲ ؕ لَنْ تَنْفَعَكُمْ
تمہارے ساتھ بُرائی کریں گے، اور اُن کی خواہش یہ ہے کہ تم کافر بن جاؤ۔ ۝۲ قیامت کے دن نہ تمہاری
اَرْحَامُكُمْ وَ لَآ اَوْلَادُكُمْ ۛۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۛۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا
رشتہ داریاں ہرگز تمہارے کام آئیں گی، اور نہ تمہاری اولاد۔ اللہ ہی تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا، اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ
تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۳ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ
اُسے پوری طرح دیکھتا ہے۔ ۝۳ تمہارے لئے ابراہیم اور اُن کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے، جب اُنہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ:
مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؗ
"ہمارا تم سے اور اللہ کے سوا تم جن جن کی عبادت کرتے ہو، اُن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں، اور ہمارے اور

معانقة ۱۲ الأولى الوقف على الجيم ۱۲

(۱) حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے جس واقعے کے پس منظر میں یہ آیتیں نازل ہوئی ہیں، وہ اُوپر سورت کے تعارف میں تفصیل سے عرض کردیا گیا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ دوستی کی کیا حدود ہونی چاہئیں؟ اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ

كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى

تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے دُشمنی اور بغض پیدا ہوگیا ہے جب تک تم صرف ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ۔ البتہ ابراہیم نے اپنے باپ سے یہ

تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَ مَاۤ

ضرور کہا تھا کہ: ''میں آپ کے لئے اللہ سے مغفرت کی دُعا ضرور مانگوں گا، اگرچہ اللہ کے سامنے میں آپ کو کوئی فائدہ پہنچانے کا کوئی اختیار نہیں

اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَ اِلَيْكَ اَنَبْنَا وَ

رکھتا(۲) اے ہمارے پروردگار! آپ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے، اور آپ ہی کی طرف ہم رُجوع ہوئے ہیں، اور آپ ہی کی طرف

اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۴﴾ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ اغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ

سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ (۴) اے ہمارے پروردگار! ہمیں کافروں کا تختۂ مشق نہ بنایئے، اور ہمارے پروردگار! ہماری مغفرت فرما دیجئے۔ یقیناً

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۵﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

آپ، اور صرف آپ کی ذات وہ ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کی حکمت بھی کامل۔'' (۵) (مسلمانو!) یقیناً تمہارے لئے ان لوگوں کے

لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَ مَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ

طرزِ عمل میں بہترین نمونہ ہے، ہر اُس شخص کے لئے جو اللہ اور روزِ آخرت سے اُمید رکھتا ہو۔ اور جو شخص منہ موڑے، تو (وہ یاد رکھے کہ) اللہ سب

الْحَمِيْدُ ﴿۶﴾ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ ع

سے بے نیاز ہے، بذاتِ خود قابلِ تعریف۔ (۶) کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ تمہارے اور جن لوگوں سے تمہاری دُشمنی ہے، اُن کے درمیان

مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَ اللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷﴾ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ

دوستی پیدا کردے، اور اللہ بڑی قدرت والا ہے، اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔(۳) (۷) اللہ تمہیں

عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

اس بات سے منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے دِین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا،

اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۸﴾ اِنَّمَا

اُن کے ساتھ تم کوئی نیکی کا یا انصاف کا معاملہ کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔(۴) (۸) اللہ تو تمہیں

آلِ عمران (۳:۲۸) کا حاشیہ۔

(۲) مطلب یہ ہے کہ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم اور کنبے سے برائت کا اظہار کر دیا تھا، لیکن شروع میں اپنے والد سے مغفرت کی دُعا کا وعدہ ضرور کیا تھا، لیکن جیسا کہ سورۂ توبہ (۹:۱۱۴) میں گذرا ہے، جب انہیں یہ پتہ چل گیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے اللہ کا دُشمن ہے، اور اُس کی قسمت میں ایمان نہیں ہے، تو انہوں نے اس دُعا سے بھی علیحدگی اختیار فرمالی۔

(۳) یعنی اُمید ہے کہ مکہ مکرّمہ میں جو لوگ اس وقت دُشمنی پر آمادہ ہیں، اُن میں سے کچھ ایمان بھی لے آئیں گے، اور اُن کی دُشمنی دوستی میں تبدیل ہوجائے گی۔ چنانچہ فتحِ مکہ کے بعد ان میں سے بہت سے لوگ ایمان لے آئے۔

يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ

اس بات سے منع کرتا ہے کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ دین کے معاملے میں جنگ کی ہے، اور تمہیں اپنے گھروں

وَظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ

سے نکالا ہے، اور تمہیں نکالنے میں ایک دُوسرے کی مدد کی ہے، تم اُن سے دوستی رکھو۔ اور جو لوگ اُن سے دوستی رکھیں گے،

الظّٰلِمُوْنَ (۹) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ

وہ ظالم لوگ ہیں۔ (۹) اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں ہجرت کر کے آئیں تو تم اُن کو جانچ لیا کرو۔ اللہ ہی اُن کے ایمان

فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ

کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ پھر جب تمہیں یہ معلوم ہوجائے کہ وہ مؤمن عورتیں ہیں تو تم اُنہیں کافروں کے پاس واپس نہ بھیجنا۔ وہ ان

فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ

کافروں کے لئے حلال نہیں ہیں، اور وہ کافر ان کے لئے حلال نہیں ہیں(۵)۔ اور ان کافروں نے جو کچھ (ان عورتوں پر مہر کی صورت میں) خرچ کیا

لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ

ہو، وہ انہیں ادا کردو(۶)۔ اور تم پر ان عورتوں سے نکاح کرنے میں کوئی گناہ نہیں ہے، جبکہ تم نے اُن کے مہر انہیں ادا کردیئے ہوں۔ اور تم کافر

اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا

عورتوں کی عصمتیں اپنے قبضے میں باقی نہ رکھو، اور جو کچھ تم نے (ان کافر بیویوں پر مہر کی صورت میں) خرچ کیا تھا، وہ تم (اُن کے نئے شوہروں

مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ

سے) مانگ لو(۷)، اور اُنہوں نے جو کچھ (اپنی مسلمان ہوجانے والی بیویوں پر) خرچ کیا تھا، وہ (اُن کے نئے مسلمان شوہروں سے) مانگ لیں۔

---

(۴) یعنی جو غیر مسلم مسلمانوں سے نہ جنگ کرتے ہیں، اور نہ اُنہیں کوئی اور تکلیف دیتے ہیں، اُن سے اچھا برتاؤ اور نیکی کا سلوک اللہ تعالیٰ کو ہرگز ناپسند نہیں ہے، بلکہ انصاف کا معاملہ کرنا تو ہر مسلم اور غیر مسلم کے ساتھ واجب ہے۔

(۵) اس آیت نے یہ واضح حکم عطا فرمادیا کہ کوئی مسلمان عورت کسی بھی غیر مسلم کے نکاح میں نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ اگر کسی غیر مسلم کی بیوی مسلمان ہوجائے تو اُس کے شوہر کو بھی اسلام لانے کی پیشکش کی جائے گی، اگر وہ بھی عورت کی عدت کے دوران اسلام قبول کرلے تو ان کا نکاح باقی رہے گا، لیکن اگر وہ مسلمان نہ ہو، تو اُس کی مسلمان بیوی اُس کے نکاح سے نکل جائے گی، اور عدت کے بعد کسی مسلمان سے نکاح کرسکے گی۔

(۶) جو شادی شدہ عورتیں مسلمان ہوکر مدینہ منوّرہ آتیں، اُن کے شوہروں سے اُن کا نکاح ختم ہوجاتا تھا، لیکن چونکہ مکہ مکرّمہ کے کافروں سے اُس وقت صلح کا معاہدہ تھا، اس لئے اُن کو یہ سہولت دی گئی تھی کہ انہوں نے اپنی بیویوں کو جو مہر دیا تھا، وہ ان کو اس طرح واپس کرنے کا حکم دیا گیا کہ جو مسلمان اُن عورتوں سے نکاح کرے، وہ اُس کا مہر اُس کے پہلے کافر شوہر کو ادا کردے۔ اس کے علاوہ نئے نکاح کیلئے اُسے الگ مہر مقرر کرنا ہوگا۔

(۷) اس آیت کے نزول سے پہلے بہت سے صحابہ ایسے تھے کہ وہ خود تو مسلمان ہوگئے تھے، لیکن اُن کی بیویاں مسلمان نہیں ہوئی

بَيْنَكُمْ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۰ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى

یہ اللہ کا فیصلہ ہے، وہی تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے، اور اللہ بڑے علم والا، بڑی حکمت والا ہے۔ ۝۱۰ اور اگر تمہاری بیویوں میں سے کوئی

الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ۚ

کافروں کے پاس جا کر تمہارے ہاتھ سے نکل جائے، پھر تمہاری نوبت آئے[۸] تو جن لوگوں کی بیویاں جاتی رہی ہیں، اُن کو اتنی رقم ادا کردو[۹] جتنی

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ

انہوں نے (اپنی ان بیویوں پر) خرچ کی تھی، اور اللہ سے ڈرتے رہو جس پر تم ایمان لائے ہو۔ ۝۱۱ اے نبی! جب تمہارے پاس مسلمان

الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا

عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کے لئے آئیں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہیں مانیں گی، اور چوری نہیں کریں گی، اور

يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ

زنا نہیں کریں گی، اور اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گی، اور نہ کوئی ایسا بہتان باندھیں گی جو اُنہوں نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے

تھیں، اور وہ ابھی تک اُن کے نکاح میں چلی آرہی تھیں۔ اس آیت نے حکم دے دیا کہ اب کوئی بت پرست عورت کسی مسلمان کے نکاح میں باقی نہیں رہ سکتی اور جیسا کہ مشرکین کے بارے میں یہ حکم دیا گیا تھا کہ انہوں نے اپنی مسلمان ہونے والی بیویوں کو جو مہر اَدا کیا تھا، وہ انہیں واپس کیا جائے، اسی طرح مسلمانوں کی جن کافر بیویوں کا نکاح مسلمانوں سے ختم ہوا، اُن کا جو مہر اُن کے مسلمان شوہروں نے دیا تھا، اُس کے بارے میں بھی انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ ان عورتوں کے نئے شوہر وہ مہر پُرانے مسلمان شوہروں کو واپس کریں، اس لئے مسلمان شوہروں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنی ان مطلقہ بیویوں کے نئے شوہروں سے مہر کا مطالبہ کرسکتے ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے بعد ایسے صحابہؓ نے اپنی مشرک بیویوں کو طلاق دے کر الگ کردیا، لیکن اس کے بعد اُن سے جن مشرک مردوں نے نکاح کیا، انہوں نے مسلمانوں کو ان کا مہر واپس نہیں کیا۔ اس لئے اگلے فقرے میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جن مسلمانوں کی بیویاں کافر ہونے کی وجہ سے کافروں کے نکاح میں چلی گئیں، اور اُن کے نئے شوہروں نے مسلمانوں کو اُن کا دیا ہوا مہر نہیں لوٹایا، وہ اپنا حق وصول کرنے کے لئے یہ کرسکتے ہیں کہ اگر کوئی عورت مسلمان ہو کر آئی ہو، اور اُس سے کسی مسلمان نے نکاح کیا ہو، تو اُس پر جو یہ واجب کیا گیا تھا کہ وہ اُن کے پُرانے شوہروں کو اُن کا دیا ہوا مہر لوٹائے، اب وہ اُس کافر شوہر کو دینے کے بجائے اُس مسلمان کو دیدے جس کی بیوی کافر ہونے کی بنا پر کسی کافر کے نکاح میں آگئی ہو، اور اُس کے نئے شوہر نے اُس مسلمان کو مذکورہ قاعدے کے مطابق مہر واپس نہ کیا ہو۔ اس طرح مسلمان کو اُس کا حق مل جائے گا، اور کافر لوگ آپس میں ایک دُوسرے سے تصفیہ کرلیں گے۔ واضح رہے کہ یہ حکم اسی صورت حال کا تھا۔

(۸) یعنی تمہیں وہاں سے آنے والی عورتوں کو مہر ادا کرنے کی نوبت آئے۔

(۹) یہ خطاب اُن مسلمانوں سے ہے جنہوں نے مسلمان ہونے والی شادی شدہ عورتوں سے نکاح کیا، اور اُن کے ذمے واجب ہوگیا کہ وہ اُن کے پُرانے شوہروں کو اُن کا دیا ہوا مہر لوٹائیں۔

اَیْدِیْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ فَبَایِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ

درمیان گھڑ لیا ہو،(۱۰) اور نہ کسی بھلے کام میں تمہاری نافرمانی کریں گی، تو تم اُن کو بیعت کرلیا کرو، اور اُن کے حق میں اللہ سے مغفرت کی

اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا

دُعا کیا کرو۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔ (۱۲) اے ایمان والو! اُن لوگوں کو دوست نہ بناؤ جن پر اللہ نے

غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ قَدْ یَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا یَىِٕسَ الْكُفَّارُ

غضب فرمایا ہے۔ وہ آخرت سے اسی طرح مایوس ہوچکے ہیں جیسے کافر لوگ

مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ﴿۱۳﴾ ع

قبروں میں مدفون لوگوں سے مایوس ہیں۔(۱۱) ﴿۱۳﴾

ع ۲

(۱۰) عربی محاورے کے مطابق ''ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان'' بہتان باندھنے کے دو مطلب ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ کھلم کھلا اور جانتے بوجھتے کسی پر جھوٹا بہتان باندھا جائے، اور ''ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان'' بہتان باندھنے کا دُوسرا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو اپنے شوہر کا بیٹا قرار دیں جو درحقیقت اُس کا نہیں ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں عورتیں یا تو کسی اور کا بچہ اٹھالاتیں اور کہتیں کہ یہ میرے شوہر کا بچہ ہے، یا جانتے بوجھتے زنا کرتیں، اور اُس حرام کی اولاد کو اپنے شوہر کی طرف منسوب کرتی تھیں۔ یہاں اس گھناؤنے جرم سے باز رہنے کا معاہدہ کرانا مقصود ہے۔ واضح رہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی عورت کو بیعت کرتے تھے تو اُس کا ہاتھ کبھی اپنے ہاتھ میں لے کر نہیں کرتے تھے، بلکہ بس زبانی بیعت فرمالیتے تھے۔

(۱۱) یعنی جس طرح کافر لوگ اپنے مرے ہوئے عزیزوں دوستوں اور باپ دادوں سے مایوس ہیں کہ وہ ان کو کوئی فائدہ پہنچا سکیں گے، اسی طرح یہ لوگ آخرت کی زندگی سے مایوس ہیں۔ بعض مفسرین نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے کہ: ''یہ لوگ آخرت سے ایسے ہی مایوس ہوچکے ہیں جیسے وہ کافر مایوس ہیں جو قبروں میں جاچکے'' اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جو کافر قبروں میں جاچکے ہیں، انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ آخرت کی زندگی میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہے، اسی طرح یہ لوگ بھی آخرت کی زندگی سے مایوس ہوچکے ہیں۔

الحمدللہ! سورۂ ممتحنہ کا ترجمہ اور اُس کے تشریحی حواشی آج بروز دوشنبہ مؤرخہ ۲۰ رجمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۶ رمئی ۲۰۰۸ء کو بحرین میں مکمل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور اسے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کا کام بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق مکمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُورَۃُ الصَّفِّ

تعارف

یہ سورت مدینہ منوّرہ میں اُس وقت نازل ہوئی تھی جب منافقین آس پاس کے یہودیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف طرح طرح کی سازشیں کررہے تھے۔ اس سورت میں بنی اسرائیل کے یہودیوں کا یہ کردار خاص طور پر ذکر فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے خود اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح سے تکلیفیں پہنچائیں، جس کے نتیجے میں اُن کے مزاج میں ٹیڑھ پیدا ہوگئی، اور جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو انہوں نے اُن کی نبوّت کا بھی انکار کیا، اور انہوں نے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی جو بشارتیں دی تھیں، اُن پر بھی کان نہیں دھرا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو انہوں نے نہ صرف یہ کہ آپ کی نبوّت پر اِیمان لانے سے انکار کردیا، بلکہ آپ کے خلاف سازشیں شروع کردیں۔ بنی اسرائیل کے اس کردار کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ اس سورت میں مخلص مسلمانوں کو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ اگر انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھیک ٹھیک پیروی کی، اور وہ کام کئے جن کا اللہ تعالیٰ نے اس سورت میں خاص طور پر حکم دیا ہے، اور اُن میں جہاد خصوصی اہمیت رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُن کو عنقریب فتح ونصرت عطا فرمانے والے ہیں جس کے نتیجے میں منافقین اور یہودیوں کی ساری سازشیں خاک میں مل جائیں گی۔ اسی سیاق میں اس سورت کی چوتھی آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانوں کی تعریف فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں صف بنا کر جہاد کرتے ہیں۔ اس مناسبت سے اس سورت کا نام سورۂ صف ہے۔

آیاتہا ۱۴ ۶۱ سُوْرَةُ الصَّفِّ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۹ رکوعاتہا ۲

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں چودہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱

آسمانوں اور زمین میں جو بھی کوئی چیز ہے، اُس نے اللہ کی تسبیح کی ہے، اور وہی ہے جو اقتدار کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔(۱) ۝۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ

اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو؟(۲) ۝۲ اللہ کے نزدیک یہ بات بڑی قابلِ نفرت ہے

اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ

کہ تم ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔ ۝۳ حقیقت یہ ہے کہ اللہ اُن لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اُس کے راستے میں اس طرح

---

(۱) یہ بات کہ کائنات کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے، پیچھے کئی مقامات پر گزر چکی ہے، مثلاً سورۂ نور (۶:۲۴ ۳۶ اور ۴۱) اور سورۂ حشر (۲۴:۵۹) اور سورۂ بنی اسرائیل (۴۴:۱۷) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔ پیچھے سورۂ حدید (۵۷) اور سورۂ حشر (۵۹) کو اور آگے سورۂ جمعہ (۶۲) اور سورۂ تغابن (۶۴) کو اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کے بیان سے شروع فرمایا ہے، اور بظاہر اس بات پر تنبیہ مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر تمہیں اپنی توحید پر ایمان لانے اور اپنی عبادت کرنے کا حکم دے رہا ہے تو اس میں اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اُس کی ذات بے نیاز ہے، تم اُس کی عبادت کرو یا نہ کرو، کائنات کی ہر چیز اُس کے آگے سربہ خم ہے۔

(۲) امام احمدؒ اور امام بغویؒ نے روایت نقل کی ہے کہ بعض صحابۂ کرامؓ نے آپس میں اس قسم کی باتیں کی تھیں کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل سب سے زیادہ پسند ہے تو ہم اُس کے لئے جان تک قربان کردیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا، اور یہ سورت اُنہیں پڑھ کر سنائی۔ (تفسیر مظہری اور ابن کثیر) اس میں پہلے تو انہیں یہ ادب سکھایا گیا ہے کہ کوئی ایسی بات زبان سے نہیں نکالنی چاہئے جس میں دعوے کا کوئی پہلو نکلتا ہو کہ میں فلاں کام ضرور کروں گا، کیونکہ عین ممکن ہے کہ کسی وجہ سے وہ کام ہو نہ سکے اور دعویٰ جھوٹا ہو جائے، اور انسان جو کچھ کہہ رہا ہے، وہ کر نہ سکے۔ ہاں اپنے اُوپر بھروسہ کرنے کے بجائے عاجزی کے ساتھ کوئی ارادہ ظاہر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کے بعد اُن کی خواہش کے مطابق بتادیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو جہاد کا عمل بہت پسند ہے۔ یہاں یہ بات واضح رہنی چاہئے کہ قرآن وحدیث میں بہت سے اعمال کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہیں، اور حقیقت یہ ہے کہ مختلف حالات اور مختلف انسانوں کے لحاظ سے مختلف اعمال کو سب سے زیادہ محبوب قرار دیا گیا ہے، مثلاً کسی وقت جہاد ہو رہا ہو تو اُس وقت وہی عمل سب سے زیادہ محبوب ہوگا، کسی وقت کسی کے والدین کو خدمت کی ضرورت ہے تو اُس وقت اُن کی خدمت ہی سب سے بہتر عمل قرار پائے گا۔

صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ۝۴ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ

صف بنا کر لڑتے ہیں جیسے وہ سیسہ پلائی ہوئی عمارت ہوں۔ (۴) اور وہ وقت یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ: "اے میری قوم کے

تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ

لوگو! تم مجھے تکلیف کیوں پہنچاتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس اللہ کا پیغمبر بن کر آیا ہوں(۳)؟" پھر جب اُنہوں نے ٹیڑھ اختیار کی تو

قُلُوْبَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ

اللہ نے ان کے دِلوں کو ٹیڑھا کردیا(۴)، اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔ (۵) اور وہ وقت یاد کرو جب عیسیٰ بن

مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ

مریم نے کہا تھا کہ: "اے بنو اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کا ایسا پیغمبر بن کر آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو

مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا

تورات (نازل ہوئی) تھی، میں اُس کی تصدیق کرنے والا ہوں، اور اُس رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام احمد

جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۶ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى

ہے(۵)۔" پھر جب وہ اُن کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آئے تو وہ کہنے لگے کہ: "یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔" (۶) اور اُس شخص سے بڑا ظالم کون

---

(۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اُن کی قوم نے کس کس طرح تکلیفیں پہنچائیں، اس کی تفصیل سورۂ بقرہ (۲:۵۹) وغیرہ میں گذر چکی ہے۔

(۴) یعنی جان بوجھ کر ہٹ دھرمی کرنے کی یہ سزا دی گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے دِل ایسے ٹیڑھے کردیئے کہ اب ان میں حق بات قبول کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

(۵) "احمد" حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام ہے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اسی نام سے آپ کی بشارت دی تھی۔ اس قسم کی ایک بشارت آج بھی اِنجیل یوحنا میں تحریف شدہ حالت میں موجود ہے۔ اِنجیل یوحنا کی عبارت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے فرمایا: "اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دُوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔" (یوحنا ۱۴:۱۶) یہاں جس لفظ کا ترجمہ مددگار کیا گیا ہے، وہ اصل یونانی میں "فارقلیط" (Periclytos) تھا جس کے معنی ہیں "قابلِ تعریف شخص" اور یہ "احمد" کا لفظی ترجمہ ہے، لیکن اس لفظ کو "Paracletus" سے بدل دیا گیا ہے، جس کا ترجمہ "مددگار" اور بعض تراجم میں "وکیل" یا "شفیع" کیا گیا ہے۔ اگر "فارقلیط" کا لفظ مدِنظر رکھا جائے تو صحیح ترجمہ یہ ہوگا کہ "وہ تمہارے پاس اُس قابلِ تعریف شخص (احمد) کو بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گا۔" اس میں یہ واضح فرمایا گیا ہے کہ پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کسی خاص علاقے یا کسی خاص زمانے کے لئے نہیں ہوں گے، بلکہ آپ کی نبوّت قیامت تک آنے والے ہر زمانے کے لئے ہوگی۔ نیز برناباس کی اِنجیل میں کئی مقامات پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارتیں موجود ہیں۔ اگرچہ عیسائی مذہب والے اس اِنجیل کو معتبر نہیں مانتے، لیکن ہمارے نزدیک وہ اُن چاروں اِنجیلوں سے زیادہ مستند ہے جنہیں عیسائی مذہب میں معتبر مانا گیا ہے۔ اس کے مفصل دلائل میں نے اپنی کتاب "عیسائیت کیا

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰۤى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے، جبکہ اُسے اسلام کی طرف بلایا جارہا ہو؟(۶) اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَ

ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔ (۷) یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے اللہ کے نور کو بجھادیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کی تکمیل کرکے رہے گا، چاہے

لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ

کافروں کو یہ بات کتنی بُری لگے۔ (۸) وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچائی کا دِین دے کر بھیجا ہے تاکہ

لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وہ اُسے تمام دُوسرے دِینوں پر غالب کردے،(۷) چاہے مشرک لوگوں کو یہ بات کتنی بُری لگے۔ (۹) اے ایمان والو!

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ

کیا میں تمہیں ایک ایسی تجارت کا پتہ دُوں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دِلادے؟(۸) (۱۰) (وہ یہ ہے کہ) تم اللہ اور

رَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ

اُس کے رسول پر اِیمان لاؤ، اور اپنے مال و دولت اور اپنی جانوں سے اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔

خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ لا يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ

یہ تمہارے لئے بہترین بات ہے، اگر تم سمجھو۔ (۱۱) اس کے نتیجے میں اللہ تمہاری خاطر تمہارے گناہوں کو بخش دے گا، اور تمہیں ان باغوں میں

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، اور ایسے عمدہ گھروں میں بسائے گا جو ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی جنتوں میں واقع ہوں گے۔ یہی

الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ لا وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ

زبردست کامیابی ہے۔ (۱۲) اور ایک اور چیز تمہیں دے گا جو تمہیں پسند ہے، (اور وہ ہے) اللہ کی طرف سے مدد، اور ایک ایسی فتح جو عنقریب

ہے؟'' میں بیان کئے ہیں۔

(۶) جس شخص کو اِسلام کی دعوت دی جائے، اور وہ کسی پیغمبر کی رِسالت کا انکار کرے تو درحقیقت وہ اللہ تعالیٰ پر یہ جھوٹ باندھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیغمبر بنا کر نہیں بھیجا۔

(۷) دلیل اور حجت کے میدان میں تو اِسلام ہمیشہ سے غالب ہے، اور رہے گا، البتہ دُنیا میں مسلمانوں کا غلبہ بہت سی شرائط سے مشروط ہے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانوں میں، نیز اُس کے بعد بھی صدیوں تک مسلمانوں کو غلبہ حاصل ہوا، پھر ان شرائط کے فقدان کی وجہ سے یہ غلبہ ختم ہوا۔ اور آخر زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ اسلام اور مسلمان پھر دُنیا پر غالب ہوں گے۔

(۸) تجارت میں کوئی چیز کسی کو دے کر اُس کی قیمت حاصل کی جاتی ہے، اسی طرح ایک مسلمان اپنی جان و مال اللہ تعالیٰ کے

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى

حاصل ہوگی! اور (اے پیغمبر!) ایمان والوں کو (اس بات کی) خوشخبری سنادو۔ ⑬ اے ایمان والو! تم اللہ (کے دین) کے مددگار بن جاؤ،

ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ

اسی طرح جیسے عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے حواریوں(۹) سے کہا تھا کہ: "وہ کون ہیں جو اللہ کے واسطے میرے مددگار بنیں؟" حواریوں نے کہا:

نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ وَ كَفَرَتْ

"ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں۔" پھر بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا، اور ایک گروہ نے کفر اختیار کیا۔

ع طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ۝ ع

چنانچہ جو لوگ ایمان لائے تھے، ہم نے ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد کی، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ غالب آئے۔ ⑭

حوالے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے صلے میں جنت اور عذاب سے رہائی عطا فرماتے ہیں۔ دیکھئے سورۂ توبہ (۹:۱۱۱)۔

(۹) "حواری" حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان ساتھیوں کو کہتے ہیں جو آپ پر ایمان لائے تھے، جیسے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کو "صحابہ" کہا جاتا ہے۔

الحمد للہ! سورۂ صف کا ترجمہ اور تشریح آج بتاریخ ۲۶ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ مطابق ۳۱ / مئی ۲۰۰۸ء کو کراچی میں مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو شرفِ قبول عطا فرما کر اُسے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

سُوۡرَةُ الجُمُعَةِ

تعارف

اس سورت کے پہلے رُکوع میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رِسالت اور آپ کی بعثت کے مقاصد بیان فرما کر پوری انسانیت کو آپ پر اِیمان لانے کی دعوت دی گئی ہے، اور خاص طور پر یہودیوں کی مذمت کی گئی ہے کہ وہ جس کتاب یعنی تورات پر اِیمان رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں، اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت موجود ہے، اس کے باوجود وہ آپ پر اِیمان نہ لاکر خود اپنی کتاب کی خلاف ورزی کررہے ہیں۔ پھر دُوسرے رُکوع میں مسلمانوں کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ ان کی تجارتی سرگرمیاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے راستے میں رُکاوٹ نہیں بننی چاہئیں، چنانچہ حکم دیا گیا ہے کہ جمعہ کی اَذان کے بعد ہر قسم کی خرید وفروخت بالکل ناجائز ہے۔ نیز جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے ہوں، اُس وقت کسی تجارتی کام کے لئے آپ کو چھوڑ کر چلے جانا جائز نہیں ہے، اور اگر دُنیوی مصروفیات کا شوق کسی دِینی فریضے میں رُکاوٹ بننے لگے تو اس بات کا دھیان کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کے لئے آخرت میں جو کچھ تیار کررکھا ہے، وہ دُنیا کی ان دِلفریبیوں سے کہیں زیادہ بہتر ہے، اور دِینی فرائض کو رِزق کی خاطر چھوڑنا سراسر نادانی ہے، کیونکہ رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے، لہٰذا رزق اُس کی نافرمانی کرکے نہیں، بلکہ اُس کی اِطاعت کرکے طلب کرنا چاہئے۔ چونکہ دُوسرے رُکوع میں جمعہ کے اَحکام بیان فرمائے گئے ہیں، اس لئے سورت کا نام جمعہ ہے۔

آیاتها ۱۱ ۶۲ سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۰ رکوعاتها ۲

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں گیارہ آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ
آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے، وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو بادشاہ ہے، بڑے تقدس کا مالک ہے، جس کا اِقتدار بھی کامل ہے،
الْحَكِيْمِ ۝١ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ
جس کی حکمت بھی کامل۔ (۱) وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں اُنہی میں سے ایک رسول کو بھیجا جو اُن کے سامنے اُس کی
اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ
آیتوں کی تلاوت کریں، اور اُن کو پاکیزہ بنائیں، اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیں، جبکہ وہ اس سے پہلے کھلی
ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝٢ۙ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ
گمراہی میں پڑے ہوئے تھے،[1] (۲) اور (یہ رسول جن کی طرف بھیجے گئے ہیں) ان میں کچھ اور بھی ہیں جو ابھی ان کے ساتھ آکر نہیں ملے۔[2] اور
الْحَكِيْمُ ۝٣ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ
وہ بڑے اِقتدار والا، بڑی حکمت والا ہے۔ (۳) یہ اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے، اور اللہ بڑے فضل
الْعَظِيْمِ ۝٤ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ
والا ہے۔[3] (۴) جن لوگوں پر تورات کا بوجھ ڈالا گیا، پھر انہوں نے اُس کا بوجھ نہیں اُٹھایا،[4] ان کی مثال اُس

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے یہی مقاصد سورۂ بقرہ (۲:۱۲۹) اور سورۂ آل عمران (۳:۱۶۴) میں بھی بیان فرمائے گئے ہیں۔

(۲) اس کا مقصد یہ ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صرف ان عربوں کے لئے رسول بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے جو آپ کے زمانے میں موجود تھے، بلکہ آپ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں، چاہے وہ کسی نسل سے تعلق رکھتے ہوں۔

(۳) یہودی یہ چاہتے تھے کہ آخر زمانے کے نبی اُنہی میں سے یعنی بنی اسرائیل میں سے آئیں، اور عرب کے بت پرست یہ کہتے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی نبی بھیجنا تھا تو وہ ہمارے بڑے بڑے سرداروں میں سے کوئی ہونا چاہئے تھا (دیکھئے سورۂ زُخرف ۴۳:۳۱) اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ نبوت و رِسالت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے، دیتا ہے۔ کسی اور کے لئے اس معاملے میں دخل دینے کی گنجائش نہیں ہے۔

(۴) یعنی تورات کے اَحکام پر عمل کرنے کی جو ذمہ داری اُن پر ڈالی گئی تھی، اُس کو پورا نہیں کیا۔ اس میں یہ بات بھی داخل ہے کہ

الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ
گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہو۔ بہت بُری مثال ہے اُن لوگوں کی جنہوں نے اللہ کی آیتوں
اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝٥ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا
کو جھٹلایا، اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔ (۵) (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: "اے لوگو جو یہودی
اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ
بن گئے ہو! اگر تمہارا دعویٰ یہ ہے کہ سارے لوگوں کو چھوڑ کر تم ہی اللہ کے دوست ہو، تو موت کی تمنا کرو، اگر تم
صٰدِقِيْنَ ۝٦ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
سچے ہو۔"(۵) (۶) اور انہوں نے اپنے ہاتھوں جو اعمال آگے بھیج رکھے ہیں، اُن کی وجہ سے یہ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے، اور اللہ ان
بِالظّٰلِمِيْنَ ۝٧ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ
ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ (۷) کہو کہ: "جس موت سے تم بھاگتے ہو، وہ تم سے آملنے والی ہے، پھر تمہیں اُس (اللہ) کی طرف لوٹایا جائے گا جسے
تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٨ ع ١
تمام پوشیدہ اور کھلی ہوئی باتوں کا پورا علم ہے، پھر وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کچھ کیا کرتے تھے۔" (۸)
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى
اے ایمان والو! جب جمعہ کے دِن نماز کے لئے پکارا جائے تو
ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٩ فَاِذَا
اللہ کے ذِکر کی طرف لپکو، اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔(۶) یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اگر تم سمجھو۔ (۹) پھر جب
قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا
نماز پوری ہوجائے تو زمین میں منتشر ہوجاؤ، اور اللہ کا فضل تلاش کرو،(۷) اور

انہیں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا تھا، لیکن وہ آپ پر ایمان نہیں لائے۔

(۵) یہی بات سورۂ بقرہ (۲: ۹۴) میں بھی فرمائی گئی ہے۔ یہ بہت آسان چیلنج تھا جو یہودیوں کو دیا گیا تھا، ان کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ سامنے آکر یہ کہہ دیں کہ ہم موت کی تمنا کرتے ہیں، لیکن ان میں سے کوئی یہ کہنے کے لئے آگے نہیں بڑھا، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا ہوا چیلنج ہے، اس لئے جونہی وہ یہ تمنا کریں گے، واقعی انہیں موت آجائے گی۔

(۶) جمعہ کی پہلی اَذان کے بعد جمعہ کی تیاری کے سوا کوئی اور کام جائز نہیں، نیز جب تک نمازِ جمعہ ختم نہ ہوجائے، خرید وفروخت کا کوئی معاملہ جائز نہیں ہے۔ اللہ کے ذِکر سے مراد جمعہ کا خطبہ اور نماز ہے۔

(۷) جیسا کہ بار ہا گذر چکا ہے، اللہ کا فضل تلاش کرنا قرآنِ کریم کی اِصطلاح میں تجارت وغیرہ کے ذریعے روزگار حاصل کرنے کو کہا جاتا ہے، لہٰذا مطلب یہ ہے کہ خرید وفروخت پر جو پابندی اَذان کے بعد عائد ہوئی تھی، جمعہ کی نماز ختم ہونے کے بعد وہ اُٹھ

اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا انْفَضُّوْٓا

اللہ کو کثرت سے یاد کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔ (۱۰) اور جب کچھ لوگوں نے کوئی تجارت یا کوئی کھیل دیکھا

اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَ مِنَ

تو اُس کی طرف ٹوٹ پڑے، اور تمہیں کھڑا ہوا چھوڑ دیا (۸)۔ کہہ دو کہ: ”جو کچھ اللہ کے پاس ہے، وہ کھیل اور

التِّجَارَةِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ ۝۱۱ ع

تجارت سے کہیں زیادہ بہتر ہے، اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔“ (۱۱)

جاتی ہے، اور خرید و فروخت جائز ہو جاتی ہے۔

(۸) حافظ ابنِ کثیرؒ نے فرمایا ہے کہ شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز کے بعد خطبہ دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جب جمعہ کی نماز ختم ہو چکی تھی، اور آپ خطبہ دے رہے تھے تو ایک قافلہ کچھ سامان لے کر آیا، اور ڈھول بجا کر اُس کے آنے کا اعلان بھی کیا جا رہا تھا۔ اُس وقت مدینہ منوّرہ میں کھانے پینے کی چیزوں کی کمی تھی، اس لئے صحابہ کی ایک بڑی تعداد خطبہ چھوڑ کر اُس قافلے کی طرف نکل گئی، اور تھوڑے سے افراد مسجد میں رہ گئے۔ اس آیت میں اس طرح جانے والوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ خطبہ چھوڑ کر جانا جائز نہیں تھا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جمعہ کی صرف نماز ہی فرض نہیں ہے، بلکہ خطبہ سننا بھی واجب ہے۔

الحمدللہ! سورۂ جمعہ کا ترجمہ اور تشریحی حواشی آج بروز بدھ ۲۹ / جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ مطابق ۴ / جون ۲۰۰۸ء کو کراچی سے لاہور جاتے ہوئے طیارے میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرمائیں، اور باقی سورتوں کی خدمت بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق انجام دینے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الۡمُنٰفِقُوۡنَ

تعارف

یہ سورت ایک خاص واقعے کے پس منظر میں نازل ہوئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بنوالمصطلق عرب کا ایک قبیلہ تھا جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اِطلاع ملی تھی کہ وہ مدینہ منوّرہ پر حملہ کرنے کے لئے لشکر جمع کر رہا ہے۔ آپ اپنے صحابۂ کرامؓ کے ساتھ خود وہاں تشریف لے گئے، ان سے جنگ ہوئی، اور آخر کار اُن لوگوں نے شکست کھائی، اور بعد میں مسلمان بھی ہوئے۔ جنگ کے بعد چند دن آپ نے وہیں ایک چشمے کے قریب پڑاؤ ڈالے رکھا جس کا نام مریسیع تھا۔ اسی قیام کے دوران ایک مہاجر اور ایک انصاری کے درمیان پانی ہی کے کسی معاملے پر جھگڑا ہوگیا۔ جھگڑے میں نوبت ہاتھاپائی کی آگئی، اور ہوتے ہوتے مہاجر نے اپنی مدد کے لئے مہاجرین کو پکارا، اور اَنصاری نے انصار کو، یہاں تک کہ اندیشہ ہوگیا کہ کہیں مہاجرین اور اَنصار کے درمیان لڑائی نہ چھڑ جائے۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہوا تو آپ تشریف لائے، اور فرمایا کہ مہاجر اور اَنصار کے نام پر لڑائی کرنا وہ جاہلانہ عصبیت ہے جس سے اسلام نے نجات دی ہے، آپ نے فرمایا کہ یہ عصبیت کے بدبودار نعرے ہیں جو مسلمانوں کو چھوڑنے ہوں گے۔ ہاں مظلوم جو کوئی بھی ہو، اُس کی مدد کرنی چاہئے، اور ظالم جو کوئی ہو، اُسے ظلم سے باز رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد جھگڑا فرو ہوگیا، اور جن حضرات میں ہاتھاپائی ہوئی تھی، ان کے درمیان معافی تلافی ہوگئی۔ یہ جھگڑا تو ختم ہوگیا، لیکن مسلمانوں کے لشکر میں کچھ منافق لوگ بھی تھے جو مالِ غنیمت میں حصہ دار بننے کے لئے شامل ہوگئے تھے، اُن کے سردار عبداللہ بن اُبَیّ کو جب اس جھگڑے کا علم ہوا تو اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم نے مہاجروں کو اپنے شہر میں پناہ دے کر اپنے سر پر چڑھا لیا ہے، یہاں تک کہ اب وہ مدینے کے اصل باشندوں پر ہاتھ اُٹھانے لگے ہیں، یہ صورتِ حال قابلِ برداشت نہیں ہے۔ پھر اُس نے یہ بھی کہا کہ جب ہم مدینہ واپس پہنچیں گے تو جو عزّت والا ہے، وہ ذِلت والے کو نکال باہر کرے گا۔ اُس کا واضح اِشارہ اس طرف تھا کہ مدینے کے اصل باشندے

مہاجروں کو نکال باہر کریں گے۔ اس موقع پر ایک مخلص انصاری صحابی حضرت زید بن ارقمؓ بھی موجود تھے، اُنہوں نے اس بات کو بہت بُرا سمجھا، اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ عبداللہ بن اُبیّ نے ایسا کہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن اُبیّ سے پوچھا تو وہ صاف مکر گیا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے درگذر فرمایا کہ شاید حضرت زید بن ارقمؓ کو غلط فہمی ہوئی ہو۔ حضرت زید بن ارقمؓ کو یہ رنج تھا کہ عبداللہ بن اُبیّ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اُن کو جھوٹا بنایا۔ اُس کے بعد آپ اپنے صحابہ کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوگئے۔ ابھی مدینہ منوّرہ نہیں پہنچے تھے کہ یہ سورت نازل ہوگئی جس نے حضرت زید بن ارقمؓ کی تصدیق کی، اور منافقین کی حقیقت واضح فرمائی۔

آیاتها ۱۱ ۶۳ سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۴ رکوعاتها ۲

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں گیارہ آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وقف لازم

جب منافق لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں'' اور اللہ جانتا ہے

اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ① اِتَّخَذُوْٓا

کہ آپ واقعی اُس کے رسول ہیں، اور اللہ (یہ بھی) گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق لوگ جھوٹے ہیں۔ ① انہوں نے اپنی قسموں کو

اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا

ایک ڈھال بنا رکھا ہے،(۱) پھر یہ لوگ دُوسروں کو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ بہت ہی بُرے ہیں وہ کام جو یہ لوگ

يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا

کرتے رہے ہیں۔ ② یہ ساری باتیں اس وجہ سے ہیں کہ یہ (شروع میں بظاہر) ایمان لے آئے، پھر انہوں نے کفر اپنالیا، اس لئے ان کے

يَفْقَهُوْنَ ③ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ

دِلوں پر مہر لگادی گئی، نتیجہ یہ کہ یہ لوگ (حق بات) سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ ③ جب تم ان کو دیکھو تو ان کے ڈیل ڈول تمہیں بہت اچھے لگیں، اور اگر وہ

لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ

بات کریں تو تم ان کی باتیں سنتے رہ جاؤ،(۲) ان کی مثال ایسی ہے جیسے یہ لکڑیاں ہیں جو کسی سہارے سے لگی رکھی ہیں۔(۳) یہ ہر چیخ پکار کو اپنے خلاف سمجھتے

الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ

ہیں۔(۴) یہی ہیں جو (تمہارے) دُشمن ہیں، اس لئے ان سے ہوشیار رہو۔ اللہ کی مار ہو ان پر! یہ کہاں اوندھے چلے جارہے ہیں؟ ④ اور جب ان

(۱) جس طرح ڈھال سے تلوار سے بچاؤ کیا جاتا ہے، اسی طرح ان لوگوں نے اپنے بچاؤ کے لئے یہ قسمیں کھالی ہیں کہ وہ مؤمن ہیں، تاکہ دُنیا میں کافروں کا جو بُرا انجام ہونے والا ہے، یہ اُس سے بچ جائیں۔

(۲) یعنی ان کا ظاہری حلیہ بڑا پُرکشش ہے، اور باتیں بڑی لچھے دار ہیں، کہ آدمی اُنہیں سنتا ہی رہ جائے، لیکن اندر سے ان میں نفاق کی نجاست بھری ہوئی ہے۔ روایات میں ہے کہ عبداللہ بن اُبیّ اپنے ڈیل ڈول کے اعتبار سے پُرکشش شخصیت رکھتا تھا، اور اُس کی باتیں بھی بڑی فصاحت و بلاغت کی حامل ہوتی تھیں۔

(۳) لکڑیاں اگر کسی دیوار کے سہارے لگی رکھی ہوں تو دیکھنے میں کتنی اچھی لگیں، اُن کا فائدہ کوئی نہیں ہوتا، اسی طرح یہ منافق لوگ دیکھنے میں کتنے اچھے لگیں، حقیقت میں بالکل بے مصرف ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ لوگ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھتے تو ان کا جسم اگرچہ مجلس میں ہوتا تھا، لیکن دِل و دِماغ آپ کی طرف متوجہ نہیں ہوتا تھا، اس لحاظ سے بھی اُنہیں

تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ

سے کہا جاتا ہے کہ آؤ، اللہ کے رسول تمہارے حق میں مغفرت کی دُعا کریں، تو یہ اپنے سروں کو مٹکاتے ہیں(۵)، اور تم انہیں دیکھو گے کہ وہ بڑے گھمنڈ

مُّسْتَكْبِرُوْنَ ۝٥ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ

کے عالم میں بے رُخی سے کام لیتے ہیں۔ (۵) (اے پیغمبر!) ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں، چاہے تم ان کے لئے

يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝٦ هُمُ الَّذِيْنَ

مغفرت کی دُعا کرو یا نہ کرو، اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا(۶)۔ یقین جانو اللہ ایسے نافرمان لوگوں کو ہدایت تک نہیں پہنچاتا۔ (۶) یہی تو ہیں جو کہتے ہیں

يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ

کہ جو لوگ رسول اللہ کے پاس ہیں اُن پر کچھ خرچ نہ کرو، یہاں تک کہ یہ خود ہی منتشر ہوجائیں گے(۷)، حالانکہ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ۝٧ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ

آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے اللہ ہی کے ہیں، لیکن منافق لوگ سمجھتے نہیں ہیں۔ (۷) کہتے ہیں کہ:

رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ

''اگر ہم مدینہ کو لوٹ کر جائیں گے تو جو عزّت والا ہے، وہ وہاں سے ذِلت والے کو نکال باہر کرے گا(۸)'' حالانکہ عزّت تو اللہ ہی کو حاصل ہے،

وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٨ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ ۱ ع۸ ۱۳

اور اُس کے رسول کو، اور ایمان والوں کو، لیکن منافق لوگ نہیں جانتے۔ (۸) اے ایمان والو!

اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ

تمہاری دولت اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں۔ اور جو لوگ ایسا کریں گے،

بے جان لکڑیوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

(۴) چونکہ ان کے دِل میں چور ہے، اس لئے اگر مسلمانوں میں کوئی شور ہو تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے خلاف کچھ ہو رہا ہے۔

(۵) قرآنِ کریم نے جو لفظ اِستعمال فرمایا ہے، اُس کا ترجمہ سر کا موڑنا بھی ہوسکتا ہے، اور ہلانا بھی۔ حضرت شیخ الہندؒ نے شاید اسی لئے اس کا ترجمہ مٹکانے سے کیا ہے جس میں ایک مکاری کا تصور پنہاں ہے، اور جو اُن کی کیفیت کی صحیح ترجمانی کرتا ہے۔

(۶) مطلب یہ ہے کہ جب تک یہ لوگ اپنی منافقت سے توبہ کرکے صحیح معنی میں مسلمان نہیں ہوجاتے، اُس وقت تک ان کی بخشش نہیں ہوگی۔

(۷) سورت کے تعارف میں جو واقعہ اُوپر آچکا ہے، اُس میں یہ بات عبداللہ بن اُبیّ نے اپنے ساتھیوں سے کہی تھی کہ مسلمانوں پر اپنا مال خرچ کرنا بند کردو، اُس کے نتیجے میں معاذ اللہ صحابہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے۔

(۸) یہ وہی بات ہے جو عبداللہ بن اُبیّ نے کہی تھی، اور پھر اُس سے مکر گیا تھا۔ تفصیلی واقعہ اُوپر آچکا ہے۔

ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٩ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ

وہ بڑے گھاٹے کا سودا کرنے والے ہوں گے۔ (۹) اور ہم نے تمہیں جو رِزق دیا ہے، اُس میں سے (اللہ کے حکم کے مطابق)

يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ

خرچ کرلو، قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو وہ یہ کہے کہ: ''اے میرے پروردگار! تو نے مجھے تھوڑی دیر کے لئے اور مہلت

فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١٠ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ

کیوں نہ دے دی کہ میں خوب صدقہ کرتا، اور نیک لوگوں میں شامل ہوجاتا۔'' (۱۰) اور جب کسی شخص کا معین وقت آجائے گا تو اللہ اُسے ہرگز

رکوع ۲ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝١١

مہلت نہیں دے گا، اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۱۱)

الحمدللہ! سورۂ منافقون کا ترجمہ اور اُس کے تشریحی حواشی آج ۳؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۸؍ جون ۲۰۰۸ء کو بھوربن کے مقام پر تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں اور باقی سورتوں کا کام بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق پورا کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ○

سُوۡرَۃُ التَّغَابُنِ

تعارف

اگرچہ بعض مفسرین نے اس سورت کی کچھ آیتوں کو مکی اور کچھ کو مدنی کہا ہے، لیکن اکثر مفسرین نے پوری سورت کو مدنی قرار دیا ہے۔ البتہ اس کے مضامین مکی سورتوں کی طرح اسلام کے بنیادی عقائد کی دعوت پر مشتمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے حوالے سے توحید، رِسالت اور آخرت پر اِیمان کی دعوت دی گئی ہے، اور پچھلی اُمتوں کی تباہی کے اسباب بتاتے ہوئے توجہ دِلائی گئی ہے کہ ہر اِنسان کو اللہ تعالیٰ کے رسولِ برحق اور ان پر نازل ہونے والی کتاب پر اِیمان لاکر آخرت کی تیاری کرنی چاہئے، اور اگر اِنسان کے بیوی بچے اس راستے میں رُکاوٹ بنیں تو سمجھنا چاہئے کہ وہ انسان کی خیرخواہی نہیں، دُشمنی کررہے ہیں۔ سورت کا نام آیت نمبر ۹ سے مأخوذ ہے جس کی تشریح اُسی آیت کے حاشیے (حاشیہ نمبر ۱) میں آرہی ہے۔

آیاتها ۱۸ ۶۴ سُوْرَةُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۸ رکوعاتها ۲

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں اٹھارہ آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَ
آسمانوں اور زمین میں جو چیز بھی ہے، وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے، اور بادشاہی اُسی کی ہے، اور تعریف اُسی کی، اور
هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّ مِنْكُمْ
وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (۱) وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، پھر تم میں سے کوئی کافر ہے، اور کوئی
مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ
مؤمن۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُسے خوب دیکھتا ہے۔ (۲) اُس نے آسمانوں اور زمین کو
بِالْحَقِّ وَصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ يَعْلَمُ مَا فِي
برحق پیدا کیا ہے، اور تمہاری صورتیں بنائی ہیں، اور تمہاری صورتیں اچھی بنائی ہیں، اور اُسی کی طرف آخرکار (سب کو) پلٹ کر جانا ہے۔ (۳)
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ
آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، وہ اُسے جانتا ہے، اور جو کچھ تم چھپ کر کرتے ہو اور جو کچھ کھلم کھلا کرتے ہو، اُس کا بھی اُسے پورا علم ہے، اور
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴﴾ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ۫
اللہ دلوں کی باتوں تک کا خوب جاننے والا ہے۔ (۴) کیا تمہارے پاس اُن لوگوں کے واقعات نہیں پہنچے جنہوں نے پہلے
فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ
کفر اختیار کیا تھا، پھر اپنے کاموں کا وبال چکھا، اور (آئندہ) ان کے حصے میں ایک دردناک عذاب ہے؟ (۵) یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ اُن
تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا ۫ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا
کے پاس اُن کے پیغمبر روشن دلائل لے کر آتے تھے تو وہ کہتے تھے کہ: ''کیا (ہم جیسے) انسان ہیں جو ہمیں ہدایت دیں گے؟ غرض انہوں نے کفر
وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ﴿۶﴾ زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ
اختیار کیا، اور منہ موڑا، اور اللہ نے بھی بے نیازی برتی، اور اللہ بالکل بے نیاز ہے، بذاتِ خود قابلِ تعریف! (۶) جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے،
يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى
وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ اُنہیں کبھی دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ کہہ دو: ''کیوں نہیں؟ میرے پروردگار کی قسم! تمہیں ضرور دوبارہ زندہ کیا جائے
اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۷﴾ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِيْٓ اَنْزَلْنَا ۭ وَ
گا، پھر تمہیں بتایا جائے گا کہ تم نے کیا کچھ کیا تھا، اور یہ اللہ کے لئے معمولی سی بات ہے۔'' (۷) لہٰذا اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور اُس روشنی پر

اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۸﴾ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ

ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کی ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو، اللہ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۸) (یہ دُوسری زندگی) اُس دن (ہوگی) جب اللہ

التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ

تمہیں روزِ حشر میں اِکٹھا کرے گا۔ وہ ایسا دِن ہوگا جس میں کچھ لوگ دُوسروں کو حسرت میں ڈال دیں گے(۱)، اور جو شخص اللہ پر ایمان لایا ہوگا، اور

وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ

اس نے نیک عمل کئے ہوں گے، اللہ اُس کے گناہوں کو معاف کردے گا، اور اُس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں

الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۹﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَاۤ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

گی، جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔ (۹) اور جن لوگوں نے کفر اِختیار کیا ہوگا، اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا،

الثلثة ع النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۰﴾ مَاۤ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا

وہ دوزخ والے ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ (۱۰) کوئی مصیبت اللہ کے حکم کے بغیر نہیں آتی،

بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَ

اور جو کوئی اللہ پر اِیمان لاتا ہے، وہ اُس کے دِل کو ہدایت بخشتا ہے(۲)، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (۱۱) اور

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا

تم اللہ کی فرماں برداری کرو، اور رسول کی فرماں برداری کرو۔ پھر اگر تم نے منہ موڑا تو ہمارے رسول کی

الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

ذمہ داری صرف یہ ہے کہ وہ صاف صاف بات پہنچادے۔ (۱۲) اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، اور مؤمنوں کو اللہ ہی

الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ

پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ (۱۳) اے ایمان والو! تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے کچھ تمہارے دُشمن ہیں

---

(۱) قرآنِ کریم نے یہاں "تغابن" کا لفظ اِستعمال فرمایا ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ لوگ ایک دُوسرے کو نقصان یا حسرت میں مبتلا کریں۔ قیامت کے دِن کو تغابن کا دِن اس لئے کہا گیا ہے کہ اُس دن جو لوگ جنت میں جائیں گے، دوزخی لوگ انہیں دیکھ کر یہ حسرت کریں گے کہ کاش ہم نے دُنیا میں ان جنتیوں جیسے عمل کئے ہوتے تو آج ہم بھی جنت کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھاتے۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا ترجمہ "ہار جیت کا دِن" کیا ہے جو مفہوم کو اِختصار کے ساتھ واضح کردیتا ہے۔

(۲) یعنی اللہ تعالیٰ اِیمان والوں کے دِل کو مصیبت کے وقت یہ اطمینان عطا فرماتا ہے کہ ہر مصیبت اللہ تعالیٰ کے حکم سے آتی ہے، اور اُس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے، چاہے وہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اس تصور کے نتیجے میں اِیمان والوں کو ناقابلِ برداشت تکلیف نہیں ہوتی، اور اُنہیں صبر کی توفیق مل جاتی ہے۔

عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ
اس لئے اُن سے ہوشیار رہو۔ اور اگر تم معاف کردو، اور درگذر کرو، اور بخش دو تو اللہ بہت بخشنے والا،
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۭ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ
بہت مہربان ہے۔(۳) ⑭ تمہارے مال اور تمہاری اولاد تو تمہارے لئے ایک آزمائش ہیں،(۴) اور وہ اللہ ہی ہے جس کے پاس
عَظِيْمٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا
بڑا اَجر ہے۔ ⑮ لہٰذا جہاں تک تم سے ہوسکے اللہ سے ڈرتے رہو،(۵) اور سنو اور مانو، اور (اللہ کے حکم کے مطابق) خرچ کرو،
لِّاَنْفُسِكُمْ ۭ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ اِنْ
یہ تمہارے ہی لئے بہتر ہے۔ اور جو لوگ اپنے دِل کی لالچ سے محفوظ ہوجائیں، وہی فلاح پانے والے ہیں۔ ⑯ اگر
تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَ اللّٰهُ شَكُوْرٌ
تم اللہ کو اچھی طرح قرض دوگے تو اللہ تمہارے لئے اُس کو کئی گنا بڑھادے گا،(۶) اور تمہارے گناہ بخش دے گا، اور اللہ بڑا قدردان،
حَلِيْمٌ ۝ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝
بہت بُردبار ہے۔ ⑰ وہ ہر بھید کا اور ہر کھلی ہوئی چیز کا جاننے والا ہے، بڑے اِقتدار کا، بڑی حکمت کا مالک! ⑱

(۳) جو بیوی بچے انسان کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر اُکسائیں، وہ انسان کے دُشمن ہیں۔ البتہ اگر وہ اپنے اس عمل سے توبہ کریں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اُنہیں معاف کردیا جائے، اور درگذر سے کام لے کر اُن سے اچھا سلوک کیا جائے۔

(۴) آزمائش یہ ہے کہ انسان مال و دولت اور اولاد کی محبت میں منہمک ہوکر اللہ تعالیٰ کے اَحکام سے غافل تو نہیں ہوتا، اور جو شخص ایسی غفلت سے اپنے آپ کو بچالے، اُس کے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا اَجر و ثواب ہے۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ واضح فرمادیا ہے کہ انسان کو جو تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے، وہ اُس کی اِستطاعت کے مطابق ہے، یعنی کسی انسان کو اُس کی طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں بنایا گیا۔ یہی مضمون سورۂ بقرہ (۲:۲۳۳و۲۸۶)، سورۂ اَنعام (۶:۱۵۲)، سورۂ اَعراف (۷:۴۲) اور سورۂ مؤمنون (۲۳:۶۲) میں گذر چکا ہے۔

(۶) اللہ تعالیٰ کو قرض دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر نیک کاموں میں خرچ کیا جائے۔ اس تعبیر میں یہ اِشارہ ہے کہ جس طرح کسی کو قرض دیتے وقت انسان کو یہ اِطمینان ہوتا ہے کہ یہ قرض اُسے کسی وقت واپس مل جائے گا، اسی طرح نیک کاموں میں خرچ کرتے وقت انسان کو یہ یقین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ اُس کو اس کے بدلے بہترین اَجر عطا فرمائیں گے، اور اچھی طرح قرض دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسان نیک کاموں میں اِخلاص سے خرچ کرے، نام و نمود اور دِکھاوا مقصود نہ ہو۔ نیک کاموں میں خرچ کرنے کو سورۂ بقرہ (۲:۲۴۵)، سورۂ مائدہ (۵:۱۲)، سورۂ حدید (۵۷:۱۱و۱۸) اور سورۂ مزمل (۷۳:۲۰) میں بھی قرضِ حسن سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

الحمد للہ! سورۂ تغابن کا ترجمہ اور اُس کے تشریحی حواشی آج بتاریخ ۴؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۹؍ جون ۲۰۰۸ء کو بھوربن مری کے مقام پر تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کا کام بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سُوۡرَۃُ الطَّلَاقِ

تعارف

پچھلی دوسورتوں میں مسلمانوں کو یہ تنبیہ فرمائی گئی تھی کہ وہ اپنے بیوی بچوں کی محبت میں گرفتار ہوکر اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ ہوں۔ اب اس سورت اور اگلی سورت میں میاں بیوی کے تعلقات سے متعلق کچھ ضروری اَحکام بیان فرمائے گئے ہیں۔ اِزدواجی تعلقات کے مسائل میں طلاق ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں عملاً بہت اِفراط وتفریط پائی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآنِ کریم نے اس کے بارے میں متوازن طرزِعمل اِختیار کرنے کے لئے طلاق کے کچھ اَحکام سورۂ بقرہ (۲:۲۲۶ تا ۲۳۲) میں بیان فرمائے ہیں۔ اب اس سورت میں طلاق کے وہ اَحکام بیان فرمائے گئے ہیں جو وہاں بیان نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ بتایا گیا ہے کہ اگر طلاق دینی ہوتو اُس کے لئے صحیح وقت اور صحیح طریقہ کیا ہے، نیز جن عورتوں کو حیض نہ آتا ہو، ان کی عدّت کتنی ہوگی، عدّت کے دوران اُن کے سابق شوہروں کو ان کا خرچ کس معیار پر اور کب تک اُٹھانا ہوگا۔ اگر اولاد ہوچکی ہوتو اُس کو دُودھ پلانے کی ذمہ داری کس پر ہوگی۔ اس قسم کے اَحکام بیان فرماتے ہوئے بار بار اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ ہر مرد اور عورت کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اپنے فرائض ادا کرنے چاہئیں، کیونکہ میاں بیوی کا تعلق ایسا ہے کہ ان کی ہر شکایت کا علاج عدالتوں سے نہیں مل سکتا۔ ایک متوازن خاندانی نظام اُس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک ہر فریق اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس کرتے ہوئے اپنے فرائض انجام نہ دے۔ اور جو لوگ ایسا کرتے ہیں، انہی کو دُنیا اور آخرت میں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

ایاتھا ۱۲ ۶۵ سُوْرَةُ الطَّلَاقِ مَدَنِيَّةٌ ۹۹ رکوعاتھا ۲

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں بارہ آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا

اے نبی! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دینے لگو تو انہیں اُن کی عدّت کے وقت طلاق دو،(۱) اور عدّت کو اچھی طرح شمار کرو،

الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا

اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا پروردگار ہے۔ اُن عورتوں کو اُن کے گھروں سے نہ نکالو، اور نہ وہ خود نکلیں،

(۱) جب میاں بیوی میں طلاق کے ذریعے علیحدگی ہوجائے تو عورت کو دُوسرا نکاح کرنے کے لئے کچھ مدت اِنتظار کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس مدت کو ''عدت'' کہا جاتا ہے۔ سورۂ بقرہ (۲۲۸:۲) میں گذر چکا ہے کہ جن عورتوں کو طلاق ہوگئی ہو، اُن کی عدت یہ ہے کہ طلاق کے بعد ان کو تین ماہواریاں آجائیں۔ اب اس آیت میں طلاق دینے والوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ اگر انہیں طلاق دینی ہو تو وہ ایسے وقت طلاق دیں کہ عدت شروع ہونے والی ہو۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تشریح یہ فرمائی ہے کہ ایسے وقت طلاق نہ دی جائے جب بیوی کو ماہواری آرہی ہو، بلکہ ایسے طہر یعنی پاکی کی حالت میں طلاق دی جائے جس میں بیوی سے جماع بھی نہ کیا ہو۔ اس حکم میں دو مصلحتیں خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ایک یہ کہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ اوّل تو جب میاں بیوی کا رشتہ ایک مرتبہ قائم ہوجائے تو وہ قائم رہے، اور اگر طلاق کے ذریعے اُس کے ٹوٹنے کی نوبت آئے تو وہ بھی اچھی طرح سوچ سمجھ کر شریفانہ طریقے پر ہو جس میں فریقین میں سے کوئی دوسرے کے لئے ناواجبی تکلیف کا سبب نہ بنے۔ اگر ماہواری کی حالت میں طلاق دی جائے، تو ہوسکتا ہے کہ وہ وقتی نفرت کی وجہ سے دی جارہی ہو، یا اگر ایسی پاکی کی حالت میں دی جائے جس میں دونوں جماع کر چکے ہوں تب بھی ہوسکتا ہے کہ بیوی کی طرف شوہر کی رغبت کم ہوگئی ہو۔ اس کے برخلاف اگر ایسے طہر میں طلاق دی جائے جس میں ایک مرتبہ بھی جماع نہ ہوا ہو، تو عام طور پر یہ وقت ایسا ہوتا ہے جب بیوی کی طرف شوہر کی رغبت اپنے شباب پر ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ طلاق دے رہا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ طلاق کسی وقتی بے رغبتی کا نتیجہ نہیں ہے۔ دُوسری مصلحت یہ ہے کہ اگر ماہواری کے زمانے میں طلاق دی جائے تو عورت کے لئے عدت کا زمانہ بلا وجہ لمبا ہوجاتا ہے، کیونکہ جس ماہواری کے دوران طلاق دی گئی ہے، وہ تو عدت میں شمار نہیں ہوگی، اس لئے عدت اُس وقت شروع ہوگی جب عورت اس ماہواری سے پاک ہوجائے، پھر دوبارہ ماہواری آنے کا اِنتظار کرے۔ اس سے عورت کو تکلیف ہوسکتی ہے۔ لہٰذا حکم یہ دیا گیا ہے کہ طلاق ایسے طہر میں دی جائے جس میں جماع نہ ہوا ہو۔

یہ اس آیت کی وہ تفسیر ہے جو اکثر مفسرین نے اختیار کی ہے، اور اس کی تائید کچھ صحیح احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ بعض مفسرین نے اس کی ایک اور تفسیر کی ہے، وہ آیت کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ: ''انہیں عدت کے لئے طلاق دو'' اور مطلب یہ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات کی ترغیب دے رہے ہیں کہ انسان جب بیوی کو طلاق دے تو رجعی طلاق یعنی ایسی طلاق دے جس سے عدت

يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَنْ يَّأْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۗ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۗ وَمَنْ

الا یہ کہ وہ کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کریں۔(۲) اور یہ اللہ کی (مقرّر کی ہوئی) حدود ہیں، اور جو کوئی

يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۗ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ

اللہ کی (مقرّر کی ہوئی) حدود سے آگے نکلے، اُس نے خود اپنی جان پر ظلم کیا۔ تم نہیں جانتے، شاید اللہ اس کے بعد

ذٰلِكَ أَمْرًا ۝۱ فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَأَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ أَوْ

کوئی نئی بات پیدا کردے۔(۳) ۝۱ پھر جب وہ عورتیں اپنی (عدّت کی) میعاد کو پہنچنے لگیں تو تم یا تو انہیں بھلے طریقے پر (اپنے نکاح میں) روک

فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّأَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَأَقِيْمُوا

رکھو، یا پھر بھلے طریقے سے اُن کو الگ کردو،(۴) اور اپنے میں سے دو ایسے آدمیوں کو گواہ بنالو جو عدل والے ہوں(۵) اور اللہ کی خاطر سیدھی سیدھی

کے دوران رُجوع کرنا ممکن ہو، گویا عدت تک کے لئے طلاق دی جائے۔ اس دوران سوچنے سمجھنے کا موقع ہوگا، اور اگر حالات معمول پر آجائیں تو طلاق سے رُجوع کرلیا جائے، جیسا کہ اگلی آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔

(۲) عدت کے دوران شوہر کے ذمے واجب ہے کہ جس بیوی کو طلاق دی ہے، اُس کو اپنے گھر میں رہائش فراہم کرے، اور عورت کے ذمے بھی یہ واجب ہے کہ وہ شوہر ہی کے گھر میں عدت گذارے، اور کہیں نہ جائے۔ البتہ اللہ تعالیٰ نے وہ صورت اس سے مستثنیٰ فرمادی ہے جب عورت کسی کھلی بے حیائی کا ارتکاب کرے۔ اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ کسی بدکاری کا ارتکاب کر بیٹھے، اور دُوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ وہ لڑائی جھگڑے میں بدزبانی کرنے لگے۔ اس صورت میں بھی اُس کا شوہر کے گھر میں رہنا ضروری نہیں ہے۔

(۳) یہ اسی طرف اشارہ ہے کہ بعض اوقات باہمی جھگڑے کی وجہ سے لوگ طلاق دے ڈالتے ہیں، لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ دونوں کے درمیان صلح صفائی کرادیتے ہیں۔ ایسی صورت میں نکاح کا رشتہ دوبارہ قائم ہوسکتا ہے، لیکن یہ اُسی وقت ممکن ہوگا جب طلاق رجعی دی گئی ہو، اس لئے اس آیت میں ترغیب یہی دی گئی ہے کہ طلاق دینی بھی ہو تو رجعی طلاق دینی چاہئے، کیونکہ طلاق بائن کے بعد شوہر کے ہاتھ سے رُجوع کا اختیار نکل جاتا ہے، اور طلاق مغلظ (تین طلاقوں) کے بعد میاں بیوی دونوں کے ہاتھ سے دُوسرا نکاح کرنے کا اختیار بھی ختم ہوجاتا ہے۔

(۴) یہ اُس صورت کا تذکرہ ہورہا ہے جب شوہر نے طلاق رجعی دی ہو۔ اس صورت میں جب عدت پوری ہونے سے پہلے شوہر کو فیصلہ کرنا ضروری ہے کہ آیا وہ طلاق سے رُجوع کرکے بیوی سے اِزدواجی تعلق بحال کرنا چاہتا ہے، یا اب بھی علیحدگی ہی مناسب سمجھتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اُسے یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ جو کام بھی کرے، بھلے طریقے سے کرے۔ اگر نکاح کا رشتہ باقی رکھنا ہے تو طلاق سے رُجوع کرلے، اور آئندہ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اور اگر علیحدگی چاہتا ہے تب بھی شریفانہ انداز میں بھل منسی کے ساتھ بیوی کو رُخصت کرے۔

(۵) رُجوع کی صورت میں ترغیب دی گئی ہے کہ دو گواہوں کی موجودگی میں شوہر یہ کہے کہ میں نے طلاق سے رُجوع کرلیا۔ عدل والے گواہوں سے مراد گواہوں کا نیک ہونا ہے۔ یہ رُجوع کا پسندیدہ طریقہ ہے، لیکن رُجوع کی لازمی شرط نہیں ہے۔ اسی طرح اگر شوہر زبان سے کچھ نہ کہے، لیکن بیوی سے حقوقِ زوجیت ادا کرلے، بلکہ بوس وکنار ہی کرلے، تب بھی رُجوع ہوجاتا ہے۔

الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ڛ

گواہی دو۔(۶) لوگو! یہ وہ بات ہے جس کی نصیحت اُس شخص کو کی جارہی ہے جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا،

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ۙ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ

اللہ اُس کے لئے مشکل سے نکلنے کا کوئی راستہ پیدا کردے گا، (۲) اور اُسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اُسے گمان بھی نہیں ہوگا۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ

اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے، تو اللہ اُس (کا کام بنانے) کے لئے کافی ہے۔ یقین رکھو کہ اللہ اپنا کام پورا کرکے رہتا ہے۔ (البتہ) اللہ نے ہر

لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝ وَالّٰۗـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَاۗىِٕكُمْ اِنِ

چیز کا ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔(۷) (۳) اور تمہاری عورتوں میں سے جو ماہواری آنے سے مایوس ہوچکی ہوں، اگر تمہیں (ان کی عدت کے

ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰۗـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ وَاُولَاتُ

بارے میں) شک ہو تو (یاد رکھو کہ) ان کی عدت تین مہینے ہے،(۸) اور اُن عورتوں کی (عدت) بھی (یہی ہے) جنہیں ابھی

الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ

ماہواری آئی ہی نہیں۔ اور جو عورتیں حاملہ ہوں، اُن کی (عدت کی) میعاد یہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں۔ اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ

اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ

اُس کے کام میں آسانی پیدا کردے گا۔ (۴) یہ اللہ کا حکم ہے جو اُس نے تم پر اُتارا ہے، اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا، اللہ اُس کے

عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ

گناہوں کو معاف کردے گا، اور اُس کو زبردست ثواب دے گا۔ (۵) ان عورتوں کو اپنی حیثیت کے مطابق اُسی جگہ رہائش مہیا کرو

---

(۶) یہ ان گواہوں سے خطاب ہے جن کی موجودگی میں شوہر نے طلاق سے رُجوع کیا ہو کہ اگر کبھی رُجوع کو ثابت کرنے کے لئے گواہی دینی پڑے تو ٹھیک ٹھیک گواہی دیں۔

(۷) یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے، اللہ تعالیٰ اُس کا کام بنا دیتا ہے، لیکن کام بنانے کی نوعیت اور اس کا وقت اللہ تعالیٰ خود مقرر فرماتا ہے، کیونکہ اس نے ہر چیز کا ایک نپا تلا اندازہ طے فرما رکھا ہے۔

(۸) سورۂ بقرہ (۲۲۸:۲) میں طلاق یافتہ عورتوں کی عدت تین ماہواری بتائی گئی ہے۔ اس پر بعض حضرات کے دل میں سوال پیدا ہوا کہ جن عورتوں کی ماہواری بڑی عمر میں پہنچنے پر بند ہوجاتی ہے، ان کی عدت کیا ہوگی۔ اس آیت نے واضح فرمادیا کہ تین ماہواری کے بجائے ان کی عدت تین مہینے ہوگی۔ اور اسی طرح وہ نابالغ لڑکیاں جنہیں ابھی ماہواری آنی شروع ہی نہیں ہوئی، اُن کی عدت بھی تین مہینے ہوگی۔ اور جن عورتوں کو حمل کی حالت میں طلاق دی گئی ہو، ان کی عدت اُس وقت تک جاری رہے گی جب تک ان کے یہاں بچہ پیدا ہوجائے، یا حمل کسی وجہ سے گر جائے، چاہے وہ تین مہینے سے کم مدت میں ہو یا زیادہ مدت میں۔

وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ

جہاں تم رہتے ہو، اور اُنہیں تنگ کرنے کے لئے اُنہیں ستاؤ نہیں[(۹)]، اور اگر وہ حاملہ ہوں تو اُن کو اُس وقت تک نفقہ دیتے رہو

فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ

جب تک وہ اپنے پیٹ کا بچہ جن لیں[(۱۰)]۔ پھر اگر وہ تمہارے لئے بچے کو دُودھ پلائیں تو اُنہیں ان کی اُجرت ادا کرو، اور

اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ

(اُجرت مقرر کرنے کے لئے) آپس میں بھلے طریقے سے بات طے کرلیا کرو، اور اگر تم ایک دوسرے کے لئے مشکل پیدا کروگے تو اُسے کوئی

اُخْرٰى ؕ ۝٦ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ

اور عورت دُودھ پلائے گی[(۱۱)]۔ ۝٦ ہر وسعت رکھنے والا اپنی وسعت کے مطابق نفقہ دے۔ اور جس شخص کے لئے اُس کا رِزق تنگ کردیا گیا ہو، تو

مِمَّاۤ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ؕ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَاۤ اٰتٰىهَا ؕ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ

جو کچھ اللہ نے اُسے دیا ہے، وہ اُسی میں سے نفقہ دے۔ اللہ نے کسی کو جتنا دیا ہے، اُس پر اُس سے زیادہ کا بوجھ نہیں ڈالتا[(۱۲)]۔ کوئی مشکل ہو تو اللہ اُس

عُسْرٍ يُّسْرًا ۝٧ ع وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ ع

کے بعد کوئی آسانی بھی پیدا کردے گا۔ ۝٧ اور کتنی ہی بستیاں ایسی ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار اور اُس کے رسولوں کے حکم سے سرکشی کی تو ہم

فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا ۝٨ فَذَاقَتْ وَبَالَ

نے اُن کا سخت حساب لیا، اور اُنہیں سزا دی، ایسی بُری سزا جو انہوں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی! ۝٨ چنانچہ انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا، اور

---

(۹) مرد کو یہ نہ سوچنا چاہئے کہ اب بیوی کو رُخصت تو کرنا ہی ہے، اس لئے اسے ستا کر رُخصت کروں۔ اس کے بجائے اُس کے گھر میں رہنے کے دوران اُس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہئے، اور اسی آیت سے حنفی حضرات نے یہ بھی اِستدلال کیا ہے کہ مطلقہ چاہے رجعی ہو یا بائنہ، عدّت کے دوران اُس کا نفقہ شوہر کے ذمے واجب ہے، کیونکہ نفقہ نہ دینا ستانے کا ہی ایک طریقہ ہے جس سے اس آیت میں منع فرمایا گیا ہے۔

(۱۰) عام حالت میں تو عدت تین مہینے کے قریب قریب پوری ہوجاتی ہے، لیکن چونکہ حمل کی مدت اس سے لمبی بھی ہوسکتی ہے، اس لئے اس حالت کا خاص طور پر ذکر فرما کر حکم دیا گیا ہے کہ نفقہ بچے کی پیدائش تک جاری رہے گا، چاہے اُس میں کتنی دیر لگے۔

(۱۱) مطلقہ عورت خود اپنے بچے کو دُودھ پلانے کے لئے اپنے سابق شوہر اور بچے کے باپ سے اُجرت کا مطالبہ کرسکتی ہے، اور آیت میں ترغیب دی گئی ہے کہ اُجرت آپس کی رضامندی سے طے کرلینی چاہئے۔ نہ تو شوہر اس میں بخل سے کام لے، کیونکہ اگر آپس کی رضامندی سے بات طے نہ ہوسکی تو کسی اور عورت کو رکھنا پڑے گا، اور ظاہر ہے کہ وہ رِواج کے مطابق اُجرت مانگے گی، لہٰذا کیوں نہ بچے کی ماں ہی کو وہ اُجرت دے دی جائے۔ نیز ماں کو بھی یہ نہ چاہئے کہ وہ رِواج سے زیادہ اُجرت کا مطالبہ کرے، کیونکہ اُس صورت میں بچے کا باپ کسی اور عورت سے دُودھ پلوانے پر مجبور ہوگا، اور ماں کے لئے یہ اچھی بات نہیں ہے کہ وہ محض زیادہ پیسوں کے لالچ میں اپنے بچے کو کسی اور سے دُودھ پلوائے۔

(۱۲) شوہر پر بیوی بچوں کا جو نفقہ واجب ہوتا ہے، وہ اُس کی اپنی مالی حیثیت کے مطابق واجب ہوتا ہے۔ اُس سے زیادہ نہیں۔

اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۞ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ

ان کے اعمال کا آخری انجام نقصان ہی نقصان ہوا۔ (۹) (اور آخرت میں) اللہ نے اُن کے لئے ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ ۚۖ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ

لہٰذا اے عقل والو جو ایمان لے آئے ہو، اللہ سے ڈرتے رہو۔(۱۳) اللہ نے تمہارے پاس ایک سراپا نصیحت

ذِكْرًا ۞ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

بھیجی ہے، (۱۰) یعنی وہ رسول جو تمہارے سامنے روشنی دینے والی اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں، تاکہ جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ

جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آئیں۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان لے آئے، اور نیک عمل کرے، اللہ

صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۗ قَدْ

اُس کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، جہاں جنتی لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ۞ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ

اللہ نے ایسے شخص کے لئے بہترین رزق طے کر دیا ہے۔ (۱۱) اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے، اور زمین

مِثْلَهُنَّ ۗ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّ

بھی اُنہی کی طرح۔(۱۴) اللہ کا حکم ان کے درمیان اُترتا رہتا ہے، تاکہ تمہیں معلوم ہوجائے کہ اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے، اور

اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ۞

یہ کہ اللہ کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ (۱۲)

(۱۳) یہ قرآنِ کریم کا خاص اُسلوب ہے کہ وہ جو اَحکام عطا فرماتا ہے، اُن کے آگے پیچھے بار بار یہ یاد دِلاتا ہے کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کے اِحساس سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ یہی وہ اِحساس ہے جو تمہارے لئے ان اَحکام پر عمل کرنا آسان بنا دے گا۔

(۱۴) احادیث سے اس کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آسمانوں کی طرح زمینیں بھی سات ہیں۔ البتہ ان کی کوئی تفصیل قرآن و حدیث نے نہیں بتائی کہ یہ سات زمینیں تہہ بر تہہ ہیں، یا ان کے درمیان فاصلہ ہے، اور اگر فاصلہ ہے تو وہ کہاں واقع ہیں۔ کائنات کی بیشمار چیزیں ایسی ہیں جن تک ابھی انسان کے علم کی رسائی نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کی حقیقت جانتا ہے، اور قرآنِ کریم کے مقصد کے لئے یہ ساری تفصیلات جاننا ضروری بھی نہیں ہے۔ آیت کا اصل مقصد یہ ہے کہ کائنات کے ان حقائق سے اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ پر اِیمان لانا ہی عقلِ سلیم کا تقاضا ہے۔

الحمد للہ ! سورۂ طلاق کا ترجمہ اور تشریحی حواشی آج بروز جمعہ مؤرخہ ۸ رجمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۳ رجون ۲۰۰۸ء کو دبی سے کراچی جاتے ہوئے جہاز میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرما کر اُسے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کا ترجمہ اور تشریح بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق مکمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

سُوْرَۃُ التَّحْرِیْم

تعارف

جیسا کہ پچھلی سورت کے تعارف میں عرض کیا گیا، اس سورت کا بنیادی موضوع بھی یہ ہے کہ میاں بیوی کو آپس میں اور اپنی اولاد کے ساتھ کس طرح معتدل اور متوازن رویہ اختیار کرنا چاہئے۔ ایک طرف اُن سے معقول حدود میں محبت بھی دِین کا تقاضا ہے، اور دُوسری طرف اُن کی یہ نگرانی بھی ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اَحکام سے اِنحراف نہ کریں۔ اسی سلسلے میں ایک واقعہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیش آیا تھا کہ اپنی کچھ اَزواجِ مطہرات کی خوشنودی کی خاطر آپ نے یہ قسم کھالی تھی کہ میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا جس کی تفصیل آیت نمبر ۱ کے حاشیہ میں آرہی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ فرمایا کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کی ہے، اُسے آپ اپنے اُوپر حرام کیوں کرتے ہیں؟ اسی لئے سورت کا نام تحریم ہے جس کے معنیٰ ہیں: ''حرام کرنا''۔

آیاتها ١٢ ٦٦ سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ ١٠٧ رکوعاتها ٢

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں بارہ آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ

اے نبی! جو چیز اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہے، تم اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اُسے کیوں حرام

اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ

کرتے ہو؟(۱) اور اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔ (۱) اللہ نے تمہاری قسموں سے نکلنے کا طریقہ

اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝٢ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ

مقرر کردیا ہے(۲) اور اللہ تمہارا کارساز ہے، اور وہی ہے جس کا علم بھی کامل ہے، حکمت بھی کامل۔ (۲) اور یاد کرو جب نبی نے

اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ

اپنی کسی بیوی سے راز کے طور پر ایک بات کہی تھی(۳) پھر جب اُس بیوی نے وہ بات کسی اور کو بتلادی(۴) اور اللہ نے یہ بات نبی پر ظاہر کردی تو اُس

---

(۱) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ عصر کے بعد اپنی تمام اَزواجِ مطہرات کے پاس تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اسی معمول کے مطابق آپ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ کو شہد پیش کیا جو آپ نے پیا۔ اس کے بعد آپ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کے پاس تشریف لے گئے تو دونوں نے پوچھا کہ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ (مغافیر ایک گھاس کا نام ہے جس میں کچھ بُو ہوتی تھی) آپ نے نفی میں جواب دیا تو انہوں نے پوچھا کہ: "آپ کے منہ میں یہ بُو کیسی ہے؟" آپ کو اس سے شبہ ہوا کہ شاید جو شہد میں نے پیا تھا، اُس کی مکھی نے مغافیر چوسا ہو۔ چونکہ آپ کو اپنے مبارک منہ سے کوئی ناگوار بُو محسوس ہونا اِنتہائی ناپسند تھا، اس لئے آپ نے اُس وقت یہ قسم کھالی کہ میں آئندہ شہد نہیں پیوں گا۔ اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہد نہ پینے کی جو قسم کھالی تھی، اُس پر اس آیت میں ہدایت دی گئی ہے کہ آپ وہ قسم توڑ دیں، اور کفارہ ادا کردیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں بھی فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی نامناسب قسم کھالے تو اُسے قسم توڑ کر کفارہ ادا کردینا چاہئے۔ کفارہ وہی ہے جو سورۂ مائدہ (۸۹:۵) میں بیان فرمایا گیا ہے۔

(۳) راز کی بات آپ نے حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ فرمائی تھی کہ میں نے شہد نہ پینے کی قسم کھالی ہے، مگر یہ بات کسی کو بتانا نہیں، تاکہ حضرت زینبؓ جن کے گھر میں آپ شہد نوش فرماتے تھے، ان کا دِل نہ ٹوٹے۔

(۴) یعنی حضرت حفصہؓ نے حضرت عائشہؓ کو بتلادی۔

عَرَّفَ بَعْضَهُ وَأَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ
نے اُس کا کچھ حصہ جتلا دیا، اور کچھ حصے کو ٹال گئے۔(۵) پھر جب اُنہوں نے اُس بیوی کو وہ بات جتلائی تو وہ کہنے لگیں کہ: "آپ کو یہ بات کس نے
هَٰذَا ۖ قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ ﴿٣﴾ إِنْ تَتُوبَا إِلَى اللَّهِ فَقَدْ صَغَتْ
بتائی؟" نبی نے کہا کہ: "مجھے اُس نے بتائی جو بڑے علم والا، بہت باخبر ہے۔" ﴿۳﴾ (اے نبی کی بیویو!) اگر تم اللہ کے حضور توبہ کرلو (تو یہی
قُلُوبُكُمَا ۚ وَإِنْ تَظَاهَرَا عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ
مناسب ہے) کیونکہ تم دونوں کے دِل مائل ہو گئے ہیں،(۶) اور اگر نبی کے مقابلے میں تم نے ایک دُوسری کی مدد کی، تو (یاد رکھو کہ) اُن کا ساتھی اللہ
الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ﴿٤﴾ عَسَىٰ رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ
ہے، اور جبرئیل ہیں، اور نیک مسلمان ہیں۔ اور اس کے علاوہ فرشتے ان کے مددگار ہیں۔ ﴿۴﴾ اگر وہ تمہیں طلاق دے دیں تو ان کے پروردگار کو
أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ مُسْلِمَاتٍ مُؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ
اس بات میں دیر نہیں لگے گی کہ وہ اُن کو (تمہارے) بدلے میں ایسی بیویاں عطا فرمادے جو تم سب سے بہتر ہوں، مسلمان، اِیمان والی، طاعت
عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا ﴿٥﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ
شعار، توبہ کرنے والی، عبادت گذار اور روزہ دار ہوں، چاہے پہلے اُن کے شوہر رہے ہوں، یا کنواری ہوں۔ ﴿۵﴾ اے ایمان والو! اپنے آپ کو
وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلَائِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ
اور اپنے گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔(۷) اُس پر سخت کڑے مزاج کے فرشتے مقرّر ہیں جو
لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ
اللہ کے کسی حکم میں اُس کی نافرمانی نہیں کرتے، اور وہی کرتے ہیں جس کا اُنہیں حکم دیا جاتا ہے۔ ﴿٦﴾ اے کفر اِختیار کرنے والو!

---

(۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کو یہ تو جتلا دیا کہ انہوں نے راز کی بات جو حضرت عائشہؓ کو بتائی، اُس کا علم مجھے ہوگیا ہے، لیکن پوری بات نہیں بتلائی، تا کہ ان کو زیادہ شرمندگی نہ ہو۔

(۶) یہ خطاب حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہو رہا ہے، اور اس کا مطلب اکثر مفسرین نے یہ بتایا ہے کہ: "تم دونوں کے دِل حق سے مائل ہو گئے ہیں، یعنی حق طریقے سے ہٹ گئے ہیں" لیکن بعض مفسرین نے اس کی یہ تفسیر کی ہے کہ تمہارے دِل توبہ کی طرف مائل تو ہو ہی گئے ہیں، اس لئے اب تمہیں توبہ کر لینی چاہئے۔

(۷) پتھر سے مراد پتھر کے وہ بت ہیں جنہیں بت پرست لوگ پوجا کرتے تھے۔ ان کو دوزخ میں عبرت کے طور پر ڈالا جائے گا، تا کہ بت پرست ان پتھروں کا انجام دیکھیں جن کو انہوں نے خدا بنایا ہوا تھا۔

(۸) اس سے مراد غالباً وہ وقت ہے جب تمام لوگ پل صراط سے گذر رہے ہوں گے، وہاں ہر اِنسان کا اِیمان اُس کے سامنے نور بن کر اُسے راستہ دِکھائے گا، جیسا کہ سورۂ حدید (۱۲:۵۷) میں گذر چکا ہے۔

كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰۤاَيُّهَا ع

آج معذرتیں پیش مت کرو۔ تمہیں اُنہی اعمال کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم کیا کرتے تھے۔(٧) اے ایمان والو! ا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۖ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ

للہ کے حضور سچی توبہ کرو۔ کچھ بعید نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہاری برائیاں تم سے جھاڑ دے، اور تمہیں ایسے

عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا

باغات میں داخل کردے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، اُس دن جب اللہ نبی کو اور جو لوگ

يُخْزِى اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں اُن کو رُسوا نہیں کرے گا۔ اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی دائیں طرف دوڑ رہا ہوگا،

وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ

وہ کہہ رہے ہوں گے کہ: "اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے اس نور کو مکمل کردیجئے،(٩) اور ہماری مغفرت فرمادیجئے۔ یقیناً آپ ہر

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ

چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔"(٨) اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو،(١٠) اور اُن کے مقابلے میں سخت ہوجاؤ۔

عَلَيْهِمْ ۖ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے، اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔(٩) جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے، اللہ

لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۖ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ

اُن کے لئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کو مثال کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ دونوں ہمارے بندوں میں سے دو ایسے بندوں کے نکاح میں تھیں جو بہت

مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ

نیک تھے۔ پھر انہوں نے ان کے ساتھ بے وفائی کی،(١١) تو وہ دونوں اللہ کے مقابلے میں اُن کے کچھ بھی کام نہیں آئے، اور (اُن بیویوں سے) کہا

---

(٩) یعنی آخر تک اُسے برقرار رکھئے۔ کیونکہ سورۂ حدید میں گذر چکا ہے کہ منافق بھی شروع میں اس نور سے فائدہ اُٹھائیں گے، لیکن بعد میں اُن سے نور سلب کرلیا جائے گا۔

(١٠) جہاد کے معنی دراصل جدوجہد کے ہیں۔ اس میں پُرامن جدوجہد بھی داخل ہے جس کے ذریعے کسی کو دِین کی دعوت دی جائے، اور دِین کی نشر و اِشاعت اور اُس کی تنفیذ کے لئے کام کیا جائے، اور مسلح جدوجہد بھی داخل ہے جس کے ذریعے دُشمن کا مقابلہ کیا جائے، مگر یہ مسلح جدوجہد کافروں ہی کے مقابلے میں ہوسکتی ہے، منافق چونکہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں، اس لئے دُنیا میں اُن کے ساتھ مسلمانوں ہی کا سا معاملہ کیا جاتا ہے، اور عام حالات میں اُن سے لڑائی نہیں کی جاتی، اِلَّا یہ کہ وہ بغاوت پر اُتر آئیں۔

(١١) حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی لوگوں سے اپنے مقدس شوہر کو مجنون کہا کرتی تھی، اور حضرت نوح علیہ السلام کے راز اُن

ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ⑩ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا

گیا کہ: ''دُوسرے جانے والوں کے ساتھ تم بھی جہنم میں چلی جاؤ۔'' ⑩ اور جن لوگوں نے اِیمان اختیار کیا ہے، اُن کے لئے اللہ،

امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وقف لازم

فرعون کی بیوی کو مثال کے طور پر پیش کرتا ہے[۱۲] جب اُس نے کہا تھا کہ: ''میرے پروردگار! میرے لئے اپنے پاس جنت

وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۙ⑪ وَمَرْيَمَ

میں ایک گھر بنادے، اور مجھے فرعون اور اُس کے عمل سے نجات دیدے، اور مجھے ظالم لوگوں سے بھی نجات عطا فرما۔'' ⑪ نیز عمران کی بیٹی مریم کو

ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ

(مثال کے طور پر پیش کرتا ہے) جنہوں نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، تو ہم نے اُس میں اپنی رُوح پھونک دی،[۱۳] اور اُنہوں نے

بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ⑫ ع ۲ ۵ ۲۰

اپنے پروردگار کی باتوں اور اُس کی کتابوں کی تصدیق کی، اور وہ طاعت شعار لوگوں میں شامل تھیں۔ ⑫

کے دُشمنوں کو بتادیا کرتی تھی۔ اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی بھی آپ کے دُشمنوں کی مدد کیا کرتی تھی۔ (روح المعانی) یہ مثال دے کر اللہ تعالیٰ متنبہ فرمارہے ہیں کہ کسی قریب ترین رشتہ دار کا اِیمان بھی انسان کو فائدہ نہیں دے سکتا جب تک وہ خود اِیمان نہ لائے۔

(۱۲) فرعون کی بیوی کا نام آسیہ تھا، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جادوگروں پر فتح عطا فرمائی تو اُن جادوگروں کے ساتھ وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اِیمان لے آئی تھیں جس کے نتیجے میں فرعون نے اُن پر بہت ظلم ڈھائے۔ اس موقع پر انہوں نے یہ دُعا فرمائی۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ فرعون نے اُن کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گاڑ کر اُوپر سے ایک پتھر پھینکنے کا ارادہ کیا تھا، لیکن اس سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اُن کی رُوح قبض فرمالی۔ (روح المعانی)۔

(۱۳) اسی رُوح سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے، اسی لئے ان کو ''رُوح اللہ'' کہا جاتا ہے۔

الحمدللہ! سورۂ تحریم کا ترجمہ اور اُس کے حواشی آج بروز جمعہ ۱۵ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰ر جون ۲۰۰۸ء کو دبی سے کراچی جاتے ہوئے طیارے میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائیں، اور باقی سورتوں کا کام بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

سُوْرَةُ المُلْكِ

تعارف

یہاں سے قرآنِ کریم کے آخر تک زیادہ تر مکی سورتیں ہیں۔ تقریباً ان سب سورتوں کا مرکزی موضوع اسلام کے بنیادی عقائد توحید، رِسالت اور آخرت کا اِثبات، جنت و دوزخ کے حالات اور اِسلام کی تبلیغ کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایات اور تسلی دینا ہے۔ چونکہ یہ پچھلی سورتوں کے مقابلے میں مختصر سورتیں ہیں، اس لئے ان سب کے الگ الگ تعارف کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ جس سورت میں ضرورت محسوس ہوگی، اِن شاء اللہ وہاں تعارف عرض کر دیا جائے گا۔

اٰیاتها ٣٠ ٦٧ سُوْرَةُ الْمُلْكِ مَكِّيَّةٌ ٧٧ رکوعاتها ٢

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں تیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ ۫ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۙ ۝١ الَّذِیْ خَلَقَ
بڑی شان ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں ساری بادشاہی ہے، اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔ ① جس نے
الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ
موت اور زندگی اس لئے پیدا کی تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل میں زیادہ بہتر ہے، اور وہی ہے جو مکمل اقتدار کا مالک،
الْغَفُوْرُ ۙ ۝٢ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ
بہت بخشنے والا ہے، ② جس نے سات آسمان اُوپر تلے پیدا کئے۔ تم خدائے رحمٰن کی تخلیق
مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝٣ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ
میں کوئی فرق نہیں پاؤ گے۔(1) اب پھر سے نظر دوڑا کر دیکھو کیا تمہیں کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ ③ پھر بار بار نظر دوڑاؤ،
كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ۝٤ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ
نتیجہ یہی ہوگا کہ نظر تھک ہار کر تمہارے پاس نامراد لوٹ آئے گی۔ ④ اور ہم نے قریب والے آسمان کو
الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ
روشن چراغوں سے سجا رکھا ہے، اور ان کو شیطانوں پر پتھر برسانے کا ذریعہ بھی بنایا ہے،(2) اور ان کے لئے دہکتی آگ کا عذاب
السَّعِیْرِ ۝٥ وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝٦
تیار کر رکھا ہے۔ ⑤ اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے کفر کا معاملہ کیا ہے، اُن کے لئے جہنم کا عذاب ہے، اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ ⑥
اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ۙ ۝٧ تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ
جب وہ اُس میں ڈالے جائیں گے تو اُس کے دہاڑنے کی آوازیں سنیں گے، اور وہ جوش مارتی ہوگی، ⑦ ایسا لگے گا جیسے وہ غصے سے پھٹ پڑے گی۔
كُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ۝٨ قَالُوْا بَلٰی
جب بھی اُس میں (کافروں کا) کوئی گروہ پھینکا جائے گا تو اُس کے محافظ اُن سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی خبردار کرنے والا نہیں آیا تھا؟ ⑧

(۱) فرق کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز ایک خاص توازن اور ربط کے ساتھ پیدا فرمائی ہے، اس میں کہیں غیر موزونیت نہیں ہے۔

(۲) چراغوں سے مراد ستارے اور اَجرامِ فلکی ہیں جو رات کے وقت سجاوٹ کا بھی ذریعہ بنتے ہیں، اور ان سے شیطانوں کو مارنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ شیطانوں کو مارنے کی تفصیل سورۂ حجر (۱۸:۱۵) کے حاشیہ میں گذر چکی ہے۔

قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۚ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا

وہ کہیں گے کہ ہاں بیشک ہمارے پاس خبردار کرنے والا آیا تھا، مگر ہم نے (اُسے) جھٹلادیا، اور کہا کہ: "اللہ نے کچھ نازل نہیں کیا، تمہاری حقیقت اس

فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ ۝۹ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ

کے سوا کچھ نہیں کہ تم بڑی بھاری گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔" (۹) اور وہ کہیں گے کہ: "اگر ہم سن لیا کرتے اور سمجھ سے کام لیا کرتے تو (آج) دوزخ

السَّعِيْرِ ۝۱۰ فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝۱۱ اِنَّ الَّذِيْنَ

والوں میں شامل نہ ہوتے۔" (۱۰) اس طرح وہ اپنے گناہ کا خود اعتراف کرلیں گے۔ غرض پھٹکار ہے دوزخ والوں پر! (۱۱) (اس کے برخلاف)

يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۲ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ

جو لوگ بن دیکھے اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں، اُن کے لئے بیشک مغفرت اور بڑا اجر ہے۔ (۱۲) اور تم اپنی بات چھپا کر کرو، یا زور سے کرو،

اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۳ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ

(سب اُس کے علم میں ہے، کیونکہ) وہ دِلوں تک کی باتوں کا پورا علم رکھنے والا ہے۔ (۱۳) بھلا جس نے پیدا کیا وہی نہ جانے؟

وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝۱۴ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا ع

جبکہ وہ بہت باریک بین، مکمل طور پر باخبر ہے! (۱۴) وہی ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو رام کردیا ہے، لہٰذا تم اُس کے

فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ۭ وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۝۱۵ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ

مونڈھوں پر چلو پھرو، اور اُس کا رِزق کھاؤ، اور اُسی کے پاس دوبارہ زندہ ہوکر جانا ہے۔(۳) (۱۵) کیا تم

فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝۱۶ۙ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي

آسمان والے کی اس بات سے بے خوف ہو بیٹھے ہو کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسادے، تو وہ ایک دم تھرتھرانے لگے؟(۴) (۱۶) یا کیا تم آسمان والے کی

السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۭ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ۝۱۷ وَلَقَدْ

اس بات سے بے خوف ہو بیٹھے ہو کہ وہ تم پر پتھروں کی بارش برسادے؟ پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ میرا ڈرانا کیسا تھا؟ (۱۷) اور ان سے

كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ۝۱۸ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ

پہلے جو لوگ تھے، انہوں نے بھی (پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا۔ پھر (دیکھ لو کہ) میرا عذاب کیسا تھا؟ (۱۸) اور کیا انہوں نے پرندوں کو اپنے اُوپر نظر

---

(۳) یعنی زمین کی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے تصرف میں دے دی ہیں، لیکن ان کو استعمال کرتے وقت یہ مت بھولو کہ تمہیں ہمیشہ یہاں نہیں رہنا، بلکہ ایک دن یہاں سے اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانا ہے جہاں تمہیں ان نعمتوں کا حساب دینا ہوگا، لہٰذا یہاں کی ہر چیز کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہی استعمال کرو۔

(۴) آخرت کا عذاب تو اپنی جگہ ہے، لیکن بداعمالیوں کے نتیجے میں اس دُنیا میں بھی عذاب آسکتا ہے، مثلاً یہ کہ انسان کو قارون کی طرح زمین میں دھنسادیا جائے، اور زمین تھرتھرانے لگے جس کے نتیجے میں انسان زمین کے اندر اور زیادہ دھنستا چلا جائے۔

وقف لازم اختلاف وقف غفران

فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ يَقْبِضْنَ ۛ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۭ
اُٹھا کر نہیں دیکھا کہ وہ پَروں کو پھیلائے ہوئے ہوتے ہیں، اور سمیٹ بھی لیتے ہیں۔ اُن کو خدائے رحمٰن کے سوا کوئی تھامے ہوئے نہیں ہے۔
بَصِيْرٌ ﴿۱۹﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ
یقیناً وہ ہر چیز کی خوب دیکھ بھال کرنے والا ہے۔ (۱۹) بھلا خدائے رحمٰن کے سوا وہ کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر تمہاری مدد کرے؟
اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿۲۰﴾ ۚ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ
کافر لوگ تو نرے دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔(۵) (۲۰) اگر وہ اپنا رزق بند کردے تو بھلا وہ کون ہے جو تمہیں
رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ
رزق عطا کرسکے؟ اس کے باوجود وہ سرکشی اور بیزاری پر جمے ہوئے ہیں۔ (۲۱) بھلا جو شخص اپنے منہ کے بل اوندھا
اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ
چل رہا ہو، وہ منزل تک زیادہ پہنچنے والا ہوگا یا وہ جو ایک سیدھے راستے پر سیدھا سیدھا چل رہا ہو؟ (۲۲) کہہ دو کہ:
اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا
"وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، اور تمہارے لئے کان اور آنکھیں اور دِل بنائے۔ (مگر) تم لوگ
تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ
شکر تھوڑا ہی کرتے ہو۔" (۲۳) کہہ دو کہ: "وہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا، اور اُسی کے پاس تمہیں اِکٹھا کر کے لے جایا جائے گا۔" (۲۴)
يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ
اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ: "اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟"(۶) (۲۵) کہہ دو کہ: "اس کا علم تو صرف
اللّٰهِ ۠ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ
اللہ کے پاس ہے، اور میں تو بس صاف صاف طریقے پر خبردار کرنے والا ہوں۔" (۲۶) پھر جب وہ اس (قیامت کے عذاب) کو پاس آتا د
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
لیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے، اور کہا جائے گا کہ: "یہ ہے وہ چیز جو تم مانگا کرتے تھے۔" (۲۷) (اے پیغمبر! ان سے) کہو کہ: "
اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ
یہ بتلاؤ کہ چاہے اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم فرمادے، (دونوں صورتوں میں) کافروں کو دردناک عذاب

(۵) یعنی یہ کافر لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے من گھڑت معبود ہماری مدد کریں گے، وہ خالص دھوکے میں ہیں۔

(۶) کافر لوگ بار بار آخرت کا مذاق اُڑاتے ہوئے یہ کہتے تھے کہ اگر آخرت کا عذاب برحق ہے تو اس میں دیر کیوں ہو رہی ہے، ابھی کیوں نہیں آجاتا؟

اَلِیۡمٍ ﴿۲۸﴾ قُلۡ ہُوَ الرَّحۡمٰنُ اٰمَنَّا بِہٖ وَ عَلَیۡہِ تَوَکَّلۡنَا ۚ فَسَتَعۡلَمُوۡنَ مَنۡ ہُوَ

سے کون بچائے گا(۷)؟'' ﴿۲۸﴾ کہہ دو کہ: ''وہ رحمٰن ہے، ہم اس پر ایمان لائے ہیں، اور اسی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے۔ چنانچہ عنقریب تمہیں پتہ چل

فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۲۹﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُکُمۡ غَوۡرًا فَمَنۡ

جائے گا کہ کون ہے جو کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔'' ﴿۲۹﴾ کہہ دو کہ: ''ذرا یہ بتلاؤ کہ اگر کسی صبح تمہارا پانی نیچے کو اُتر کر غائب ہو جائے تو کون ہے

یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ ﴿۳۰﴾ ع

جو تمہیں چشمے سے اُبلتا ہوا پانی لا کر دیدے(۸)؟ ﴿۳۰﴾

(۷) بہت سے کافر یہ کہا کرتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے چلے جائیں گے تو ان کا دِین ختم ہو جائے گا، چنانچہ وہ آپ کی وفات کا اِنتظار کر رہے تھے، جیسا کہ سورۂ طور (۵۲: ۳۰) میں گذرا ہے۔ یہاں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ چاہے اللہ تعالیٰ آپ اور آپ کے ساتھیوں کو ہلاک فرمائے، یا ان پر رحم فرما کر انہیں فتح عطا فرمائے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے) لیکن اس سے تمہارے انجام پر تو کوئی فرق نہیں پڑتا، دونوں صورتوں میں کافروں کو عذاب سے ضرور سابقہ پڑے گا۔

(۸) جب یہ بات طے ہے کہ پانی سمیت ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے تو آخر اُس کے سوا کون ہے جو عبادت کا مستحق ہو، اور کونسی وجہ ہے جس کی بنا پر اُس کی اس قدرت کا انکار کیا جائے کہ وہ انسانوں کو زندہ کر کے انہیں جزا یا سزا دے گا؟

الحمدللہ! سورۂ ملک کا ترجمہ اور اس کے تشریحی حواشی آج بروز بدھ ۲۶؍ جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ مطابق ۲؍ جولائی ۲۰۰۸ء مدینہ منوّرہ میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبول عطا فرمائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین ثم آمین۔

اٰیاتها ٥٢ ٦٨ سُوْرَةُ الْقَلَمِ مَكِّيَّةٌ ٢ رکوعاتها ٢

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں باون آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا یَسْطُرُوْنَ (١) مَاۤ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ (٢) وَ اِنَّ
نٓ۔[1] (اے پیغمبر!) قسم ہے قلم کی، اور اس چیز کی جو وہ لکھ رہے ہیں،[2] (١) اپنے پروردگار کے فضل سے تم دیوانے نہیں ہو، (٢) اور یقین جانو
لَكَ لَاَجْرًا غَیْرَ مَمْنُوْنٍ (٣) وَ اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (٤) فَسَتُبْصِرُ وَ
تمہارے لئے ایسا اَجر ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ (٣) اور یقیناً تم اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہو۔ (٤) چنانچہ تم بھی دیکھ لوگے اور
یُبْصِرُوْنَ (٥) بِاَیِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ (٦) اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ
یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے (٥) کہ تم میں سے کون دیوانگی میں مبتلا ہے (٦) یقیناً تمہارا پروردگار اُسے بھی خوب جانتا ہے جو اپنے راستے سے بھٹک
عَنْ سَبِیْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ (٧) فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِیْنَ (٨)
گیا ہے، اور اُن لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جنہوں نے سیدھی راہ پالی ہے۔ (٧) لہٰذا تم ان کی باتوں میں نہ آنا جو (تمہیں) جھٹلا رہے ہیں، (٨)

---

(۱) یہاں حرف نون اُنہی حروفِ مقطعات میں سے ہے جو مختلف قرآنی سورتوں کے شروع میں آئے ہیں، اور جن کے بارے میں سورۂ بقرہ کے شروع میں عرض کیا جاچکا ہے کہ ان کے ٹھیک ٹھیک معنی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو معلوم نہیں ہیں۔

(۲) مکہ مکرّمہ کے کافر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) دیوانہ کہا کرتے تھے۔ اگلی آیت میں اُن کی تردید فرمائی گئی ہے، اور اس سے پہلے اس آیت میں اس تردید پر یہ قسم کھائی گئی ہے۔ اس کی تفسیر میں بہت سے مفسرین نے فرمایا ہے کہ قلم سے مراد تقدیر کا قلم ہے، اور ''وہ'' سے مراد فرشتے ہیں، یعنی قسم ہے تقدیر کے قلم کی، اور تقدیر کے ان فیصلوں کی جو فرشتے لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیوانے نہیں ہیں۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبر ہونا اور مکہ مکرّمہ میں مبعوث ہونا تقدیر میں پہلے سے لکھا جاچکا تھا، اس لئے آپ اگر اللہ تعالیٰ کا پیغام دُنیا والوں تک پہنچا رہے ہیں تو اس میں نہ کوئی غیر معقول بات ہے، اور نہ اس پر کسی کو حیرت ہونی چاہئے۔

دُوسرے بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ قلم سے مراد عام قلم ہے، اور ''جو کچھ وہ لکھ رہے ہیں'' سے مراد عام لوگوں کا لکھنا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ قلم سے لکھنا جاننے والے بھی وہ اعلیٰ مضامین لکھنے سے عاجز ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآنِ کریم کے ذریعے لوگوں تک پہنچا رہے ہیں، حالانکہ آپ اُمی ہیں، اور لکھنا پڑھنا نہیں جانتے۔ ایک اُمی کی زبانِ مبارک پر ایسا اُونچے درجے کا کلام جاری ہونا اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آرہی ہے۔ ایسی صورت میں آپ کو دیوانگی کا طعنہ دینا خود دیوانگی ہے۔

وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ﴿٩﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ ﴿١٠﴾

یہ چاہتے ہیں کہ تم ڈھیلے پڑ جاؤ تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔(۳) ﴿۹﴾ اور کسی بھی ایسے شخص کی باتوں میں نہ آنا جو بہت قسمیں کھانے والا، بے وقعت شخص ہے،(۴) ﴿۱۰﴾

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ﴿١١﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ﴿١٢﴾ عُتُلٍّۭ بَعْدَ

طعنے دینے کا عادی ہے، چغلیاں لگاتا پھرتا ہے، ﴿۱۱﴾ بھلائی سے روکنے والا، زیادتی کرنے والا، بدعمل ہے ﴿۱۲﴾ بدمزاج ہے، اور اس کے علاوہ نچلے

ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ﴿١٣﴾ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٤﴾ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا

نسب والا بھی۔ ﴿۱۳﴾ صرف اس وجہ سے کہ وہ بڑے مال اور اولاد والا ہے۔(۵) ﴿۱۴﴾ جب اُس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا

قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٥﴾ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ﴿١٦﴾ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ

ہے کہ یہ پچھلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔ ﴿۱۵﴾ عنقریب ہم اُس کی سونڈ پر داغ لگا دیں گے۔(۶) ﴿۱۶﴾ ہم نے ان (مکہ والوں) کو اسی طرح آزمائش میں ڈالا

كَمَا بَلَوْنَآ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿١٧﴾

ہے جیسے (ایک) باغ والوں کو اُس وقت آزمائش میں ڈالا تھا جب انہوں نے قسم کھائی تھی کہ صبح ہوتے ہی ہم اس باغ کا پھل توڑ لیں گے(۷) ﴿۱۷﴾ اور (یہ

---

(۳) کافروں کی طرف سے کئی بار اس قسم کی تجویزیں پیش کی گئی تھیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فرائضِ تبلیغ کی ادائیگی میں کچھ نرمی کا مظاہرہ فرمائیں، اور ہمارے بتوں کو باطل نہ کہیں تو ہم بھی آپ کو ستانا چھوڑ دیں گے۔ یہ ان کی اس تجویز کی طرف اِشارہ ہے۔

(۴) جو کافر لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں پیش پیش تھے، اور آپ کو اپنے دِین کی تبلیغ سے ہٹانا چاہتے تھے، اُن میں سے کئی لوگ ایسے تھے جن میں وہ اخلاقی خرابیاں پائی جاتی تھیں جن کا تذکرہ آیات ۱۰ تا ۱۲ میں فرمایا گیا ہے۔ بعض مفسرین نے ایسے اَفراد کا نام بھی لیا ہے کہ وہ اخنس بن شریق، اسود بن عبد یغوث یا ولید بن مغیرہ تھے۔

(۵) یعنی صرف مال دار اور بڑے خاندان والا ہونے کی وجہ سے ایسے آدمی کی باتوں میں نہیں آنا چاہئے۔

(۶) سونڈ سے مراد ناک ہے جسے اہانت کے طور پر سونڈ سے تعبیر کیا گیا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ایسے شخص کی ناک کو داغ کر اُس پر ایک بدنما نشان لگا دیا جائے گا جس سے اُس کی مزید رُسوائی ہوگی۔

(۷) مکہ مکرّمہ کے بعض مال دار کافروں کو یہ زعم تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم سے ناراض ہوتا تو ہمیں مال و دولت سے نہ نوازتا، جیسا کہ سورۂ مؤمنون (۲۳:۵۶) میں اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خیال کا ذِکر فرمایا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ یہ فرما رہے ہیں کہ ہم بعض اوقات کسی کو مال و دولت اس کو آزمانے کے لئے دیتے ہیں، اور اگر وہ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر اَدا کرنے کے بجائے ناشکری کرے تو اس پر دُنیا ہی میں عذاب آجاتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں اسی طرح کا ایک واقعہ بیان فرمایا گیا ہے جو اہلِ عرب میں مشہور تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک نیک شخص کا بہت بڑا باغ تھا۔ اُس نیک آدمی کا معمول یہ تھا کہ وہ اپنے باغ اور کھیت کی پیداوار کا ایک اچھا خاصا حصہ غریبوں کو دیا کرتا تھا۔ جب اُس کا اِنتقال ہوا تو اُس کے بیٹوں نے یہ طے کیا کہ ہمارا باپ بے وقوف تھا جو اتنی ساری پیداوار غریبوں کو دے کر اپنی دولت میں کمی کر دیتا تھا۔ اب جو ہم باغ کی کٹائی کریں گے تو ایسا اِنتظام کریں گے کہ کوئی غریب آدمی وہاں آنے ہی نہ پائے۔ اس کے نتیجے میں جب وہ کٹائی کے لئے پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے باغ پر ایک ایسی آفت بھیج

وَ لَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿١٨﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَ هُمْ

کہتے ہوئے) وہ کوئی اِستثناء نہیں کر رہے تھے۔(٨) ﴿١٨﴾ پھر ہوا یہ کہ جس وقت وہ سو رہے تھے، اُس وقت تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بلا اُس

نَآئِمُوْنَ ﴿١٩﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿٢٠﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿٢١﴾ اَنِ اغْدُوْا

باغ پر پھیرا لگا گئی، ﴿١٩﴾ جس سے وہ باغ صبح کو کٹی ہوئی کھیتی کی طرح ہو گیا۔ ﴿٢٠﴾ پھر صبح ہوتے ہی انہوں نے ایک دُوسرے کو آواز دی، ﴿٢١﴾ کہ

عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿٢٢﴾ فَانْطَلَقُوْا وَ هُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ﴿٢٣﴾ اَنْ لَّا

اگر پھل توڑنے ہیں تو اپنے کھیت کی طرف سویرے چل نکلو۔ ﴿٢٢﴾ چنانچہ وہ ایک دُوسرے سے چپکے چپکے یہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے ﴿٢٣﴾ کہ آج

يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿٢٤﴾ وَّ غَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ فَلَمَّا

کوئی مسکین تمہارے پاس اُس باغ میں نہ آنے پائے۔ ﴿٢٤﴾ اور وہ بڑے زوروں میں تیز تیز چلتے ہوئے نکلے۔(٩) ﴿٢٥﴾ پھر جب اُس باغ کو دیکھا تو

رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿٢٦﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ

کہنے لگے کہ: "ہم ضرور راستہ بھٹک گئے ہیں(١٠)، ﴿٢٦﴾ (پھر کچھ دیر کے بعد کہا کہ:) نہیں! بلکہ ہم سب لٹ گئے ہیں۔" ﴿٢٧﴾ ان میں جو شخص سب

اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْ لَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا

سے اچھا تھا، وہ کہنے لگا: "کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟(١١)" ﴿٢٨﴾ کہنے لگے: "ہم اپنے پروردگار کی تسبیح کرتے ہیں،

كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿٢٩﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿٣٠﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ

یقیناً ہم ظالم تھے۔" ﴿٢٩﴾ پھر ایک دُوسرے کی طرف متوجہ ہو کر ایک دُوسرے کو ملامت کرنے لگے۔ ﴿٣٠﴾ (پھر) سب نے (متفق ہو کر) کہا کہ:

دی کہ سارا باغ تباہ ہو کر رہ گیا۔ اکثر روایتوں کے مطابق یہ واقعہ یمن کے شہر صنعاء سے کچھ فاصلے پر ضروان نامی ایک علاقے میں پیش آیا تھا۔ یہ علاقہ اب بھی ضَروان کہلاتا ہے، اور میں نے دیکھا ہے۔ وہاں چاروں طرف پھیلے ہوئے سبزے کے درمیان ایک کالے کالے پتھروں والا ویران علاقہ ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہی اُس باغ کی جگہ تھی جو بعد میں آباد نہیں ہو سکی۔ واللہ اعلم۔

(٨) اس کا ایک مطلب تو یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ سارے کا سارا پھل ہم توڑ لیں گے، اور اُس کے کسی حصے کا اِستثناء نہیں کریں گے، یعنی کوئی حصہ غریبوں کے لئے نہیں چھوڑیں گے۔ دُوسرے اِستثناء کرنے کا ایک مطلب "اِن شاءاللہ" کہنا بھی ہوتا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ جب وہ یہ کہہ رہے تھے کہ ہم صبح ہوتے ہی پھل توڑ لیں گے تو اُس وقت انہوں نے "اِن شاءاللہ" نہیں کہا تھا۔

(٩) اس کا ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: "وہ یہ سوچ کر سویرے روانہ ہوئے کہ وہ غریبوں کو منع کرنے پر قادر ہو جائیں گے۔"

(١٠) یعنی جب انہوں نے اپنے باغ کے پاس پہنچ کر دیکھا کہ وہاں درختوں کا نام و نشان ہی نہیں ہے تو شروع میں یہ سمجھے کہ وہ راستہ بھٹک کر کہیں اور پہنچ گئے ہیں۔

(١١) ان بھائیوں میں ایک دُوسروں کی بہ نسبت اچھا تھا، اُس نے پہلے بھی بھائیوں سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، اور غریبوں کو منع نہ کرو، لیکن بعد میں وہ بھی دُوسرے بھائیوں کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔

اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا

''افسوس ہے، ہم سب پر! یقیناً ہم سب نے سرکشی اختیار کرلی تھی۔ (۳۱) کیا بعید ہے کہ ہمارا پروردگار ہمیں اس باغ کے بدلے اُس سے اچھا عطا

رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا وقف لازم

فرمادے۔ بیشک ہم اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتے ہیں۔''(۱۲) (۳۲) عذاب ایسا ہی ہوتا ہے، اور آخرت کا عذاب یقیناً سب سے بڑا ہے۔

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ ع

کاش یہ لوگ جانتے! (۳۳) البتہ متقیوں کے لئے اُن کے پروردگار کے پاس نعمتوں بھرے باغات ہیں۔ (۳۴) بھلا کیا ہم

الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۵﴾ مَا لَكُمْ ۫ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ

فرماں برداروں کو مجرموں کے برابر کردیں گے؟ (۳۵) تمہیں کیا ہوگیا ہے؟ تم کیسی باتیں طے کرلیتے ہو؟ (۳۶) کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے

فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۸﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ

جس میں تم یہ پڑھتے ہو (۳۷) کہ تمہیں وہاں وہی کچھ ملے گا جو تم پسند کروگے؟(۱۳) (۳۸) یا تم نے ہم سے قیامت کے

عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۹﴾ سَلْهُمْ

دن تک باقی رہنے والی قسمیں لے رکھی ہیں کہ تمہیں وہی کچھ ملے گا جو تم طے کروگے؟ (۳۹) (اے پیغمبر!) ان سے پوچھو کہ:

اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۰﴾ اَمْ لَهُمْ شُرَكَاۗءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَاۗىِٕهِمْ ع

''ان میں سے کون ہے جس نے اس بات کی ضمانت لے رکھی ہو؟'' (۴۰) کیا خدائی میں ان کے مانے ہوئے کچھ شریک ہیں (جو یہ ضمانت لیتے

اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۱﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ

ہوں؟) تو پھر لے آئیں اپنے ان شریکوں کو، اگر وہ سچے ہیں! (۴۱) جس دن ساق کھول دی جائے گی، اور ان کو سجدے کے لئے بلایا جائے گا تو یہ

فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۲﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ وَقَدْ كَانُوْا

سجدہ کر نہیں سکیں گے،(۱۴) (۴۲) ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ان پر ذلت چھائی ہوئی ہوگی۔ اُس وقت بھی انہیں سجدے کے لئے بلایا جاتا تھا جب

---

(۱۲) اس آیت سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس واقعے کے بعد انہوں نے توبہ کرلی تھی۔

(۱۳) بعض کافر یہ کہتے تھے کہ اگر بالفرض ہمیں اللہ تعالیٰ نے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیا تب بھی وہ ہمیں وہاں جنت کی نعمتیں دے گا، جیسا کہ سورۂ حٰم السجدہ (۵۰:۴۱) میں گذرا ہے۔ یہ آیتیں اس بے بنیاد خیال کی تردید فرمارہی ہیں۔

(۱۴) ''ساق'' پنڈلی کو کہتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں بعض حضرات نے تو یہ فرمایا ہے کہ پنڈلی کا کھل جانا عربی میں ایک محاورہ ہے جو بہت سخت مصیبت پیش آجانے کے لئے بولا جاتا ہے، لہٰذا مطلب یہ ہے کہ جب قیامت کی سخت مصیبت پیش آجائے گی تو ان کافروں کا یہ حال ہوگا۔ اور بہت سے مفسرین نے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کھول دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی پنڈلی انسانوں کی پنڈلی کی طرح نہیں ہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک خاص صفت ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ بہرحال! مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی وہ صفت ظاہر فرمائیں گے، اور لوگوں کو سجدے کے لئے بلایا جائے گا، مگر یہ کافر لوگ اُس

يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا

یہ لوگ صحیح سالم تھے، (اُس وقت قدرت کے باوجود یہ انکار کرتے تھے) ﴿۴۳﴾ لہٰذا (اے پیغمبر!) جو لوگ اس کلام کو جھٹلا رہے ہیں اُنہیں مجھ پر

الْحَدِيْثِ ۗ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٤﴾ ۙ وَأُمْلِيْ لَهُمْ ۗ إِنَّ

چھوڑ دو۔ ہم انہیں اس طرح دھیرے دھیرے (تباہی کی طرف) لے جائیں گے کہ انہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔ ﴿۴۴﴾ اور میں انہیں ڈھیل دے رہا

كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿٤٥﴾ أَمْ تَسْـَٔلُهُمْ أَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ ۚ أَمْ

ہوں۔ یقین رکھو میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ ﴿۴۵﴾ کیا تم ان سے کوئی اُجرت مانگ رہے ہو کہ وہ تاوان کے بوجھ سے دبے جا رہے ہیں؟ ﴿۴۶﴾ یا

عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنْ كَصَاحِبِ

ان کے پاس غیب کا علم ہے جسے وہ لکھ رہے ہوں؟ ﴿۴۷﴾ غرض تم اپنے پروردگار کا حکم آنے تک صبر کئے جاؤ، اور مچھلی والے کی طرح

الْحُوْتِ ۘ إِذْ نَادٰى وَهُوَ مَكْظُوْمٌ ﴿٤٨﴾ ۗ لَوْلَآ أَنْ تَدٰرَكَهٗ نِعْمَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ وقف لازم

مت ہو جانا[۱۵]، جب انہوں نے غم سے گھٹ گھٹ کر (ہمیں) پکارا تھا۔ ﴿۴۸﴾ اگر ان کے پروردگار کے فضل نے انہیں سنبھال نہ لیا ہوتا تو انہیں بُری

لَنُبِذَ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ مَذْمُوْمٌ ﴿٤٩﴾ فَاجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٥٠﴾

حالت کے ساتھ اُسی کھلے میدان میں پھینک دیا جاتا[۱۶]۔ ﴿۴۹﴾ پھر ان کے پروردگار نے انہیں منتخب فرمالیا، اور انہیں صالحین میں شامل کر دیا۔ ﴿۵۰﴾

وَإِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ

جن لوگوں نے کفر اپنالیا ہے جب وہ نصیحت کی یہ بات سنتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ یہ اپنی (تیز تیز) آنکھوں سے تمہیں ڈگمگا دیں گے،

وَيَقُوْلُوْنَ إِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٥١﴾ ۘ وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٥٢﴾ ع ۱۹/۲ الربع وقف لازم

اور وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص تو دیوانہ ہے۔ ﴿۵۱﴾ حالانکہ یہ تو دُنیا جہان کے لوگوں کے لئے ایک نصیحت ہی نصیحت ہے۔ ﴿۵۲﴾

وقت سجدے پر قادر نہیں ہوں گے، کیونکہ جب ان کو قدرت تھی، اُس وقت انہوں نے سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔ اس تفسیر کی تائید ایک صحیح حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

(۱۵) اس سے مراد حضرت یونس علیہ السلام ہیں جن کا واقعہ سورۂ یونس (۹۸:۱۰) اور سورۂ انبیاء (۸۷:۲۱) اور سورۂ صافات (۱۴۰:۳۷) میں گذر چکا ہے۔

(۱۶) اس سے مراد وہ میدان ہے جہاں مچھلی حضرت یونس علیہ السلام کو اُگل کر چلی گئی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے باوجود وہ اتنے کمزور ہو چکے تھے کہ ان کا زندہ رہنا بہت مشکل تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں سنبھالا، اور وہ دوبارہ تندرست ہو گئے۔

الحمدللہ! سورۂ قلم کا ترجمہ اور اس کے حواشی آج بروز جمعہ ۴ر جولائی ۲۰۰۸ء مطابق ۲۸ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۹ھ دبی میں تکمیل کو پہنچے، جبکہ اس سورت کی خدمت کی ابتداء مدینہ منوّرہ میں ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول فرما کر اُسے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضا کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

آیاتها ۵۲ ۶۹ سُوْرَةُ الْحَاقَّةِ مَكِّيَّةٌ ۷۸ رکوعاتها ۲

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں باون آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلْحَآقَّةُ ۝١ مَا الْحَآقَّةُ ۝٢ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝٣ كَذَّبَتْ

وہ حقیقت جو ہو کر رہے گی! (۱) کیا ہے وہ حقیقت جو ہو کر رہے گی؟ (۲) اور تمہیں کیا پتہ کہ وہ حقیقت کیا ہے جو ہو کر رہے گی؟[۱] (۳) ثمود اور عاد کی

ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝٤ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا بِالطَّاغِيَةِ ۝٥ وَاَمَّا

قوموں نے اُسی جھنجوڑ ڈالنے والی حقیقت کو جھٹلایا تھا۔ (۴) نتیجہ یہ کہ جو ثمود کے لوگ تھے، وہ (چنگھاڑ کی) ایسی آفت سے ہلاک کئے گئے جو حد

عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝٦ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّ

سے زیادہ (خوفناک) تھی۔[۲] (۵) اور جو عاد کے لوگ تھے، انہیں ایک ایسی بے قابو طوفانی ہوا سے ہلاک کیا گیا (۶) جسے اللہ نے اُن پر سات رات

ثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ

اور آٹھ دن لگاتار مسلط رکھا۔[۳] چنانچہ تم (اگر وہاں ہوتے تو) دیکھتے کہ وہ لوگ وہاں کھجور کے کھوکھلے تنوں کی طرح پچھاڑے

خَاوِيَةٍ ۝٧ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْۢ بَاقِيَةٍ ۝٨ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ

ہوئے پڑے تھے۔[۴] (۷) اب کیا اُن میں سے کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے؟ (۸) اور فرعون اور اُس سے پہلے کے لوگوں نے اور (لوط علیہ السلام کی)

وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝٩ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً

اُلٹی ہوئی بستیوں نے بھی اسی جرم کا ارتکاب کیا تھا، (۹) کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تھی، اس لئے اللہ نے انہیں سخت پکڑ

---

(۱) اس حقیقت سے مراد قیامت ہے۔ عربی محاورے کے مطابق یہ انتہائی پُرزور تعبیر ہے جو کسی واقعے کے خوفناک پہلو کو ظاہر کرنے کے لئے نہایت بلیغ پیرائے میں بیان فرمائی گئی ہے، اور اُس کو کسی دُوسری زبان میں اپنی پوری تأثیر کے ساتھ منتقل کرنا ممکن نہیں، لیکن مفہوم واضح کرنے کے لئے قریب قریب لفظی ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

(۲) سورۂ اَعراف (۷:۷۳) میں قومِ ثمود کا تعارف گذر چکا ہے۔ انہیں حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے ایک زبردست چنگھاڑ کے ذریعے ہلاک کیا گیا تھا جس سے اُن کے کلیجے پھٹ گئے تھے۔

(۳) قومِ عاد کا تعارف بھی سورۂ اَعراف (۷:۶۵) میں گذر گیا ہے۔ ان پر زبردست آندھی مسلط کی گئی تھی جو آٹھ دن جاری رہی۔

(۴) قومِ عاد کے لوگ بڑے ڈیل ڈول والے تھے، اس لئے ان کی زمین پر گری ہوئی لاشوں کو کھجور کے تنوں سے تشبیہ دی گئی ہے۔

رَّابِيَةً ﴿۱۰﴾ إِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ﴿۱۱﴾ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً

میں لے لیا۔﴿۱۰﴾ جب پانی طغیانی پر آیا تو ہم نے تمہیں کشتی میں سوار کردیا،(۵) ﴿۱۱﴾ تاکہ ہم اس واقعے کو تمہارے لئے سبق آموز بنادیں اور یاد

وَّتَعِيَهَآ أُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ﴿۱۲﴾ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۳﴾ وَّحُمِلَتِ

رکھنے والے کان اُسے (سن کر) یاد رکھیں۔﴿۱۲﴾ پھر جب ایک ہی دفعہ صور میں پھونک ماردی جائے گی،﴿۱۳﴾ اور

الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۴﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ

زمین اور پہاڑوں کو اُٹھاکر ایک ہی ضرب میں ریزہ ریزہ کردیا جائے گا،﴿۱۴﴾ تو اُس دن وہ واقعہ پیش آجائے گا

الْوَاقِعَةُ ﴿۱۵﴾ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۶﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى

جسے پیش آنا ہے۔﴿۱۵﴾ اور آسمان پھٹ پڑے گا، اور وہ اُس دن بالکل بودا پڑ جائے گا۔﴿۱۶﴾ اور فرشتے اُس کے

أَرْجَآئِهَا ۚ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۷﴾ يَوْمَئِذٍ

کناروں پر ہوں گے، اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اُس دن آٹھ فرشتے اپنے اُوپر اُٹھائے ہوئے ہوں گے۔﴿۱۷﴾ اُس دن

تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿۱۸﴾ فَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ

تمہاری پیشی اس طرح ہوگی کہ تمہاری کوئی چھپی ہوئی چیز چھپی نہیں رہے گی۔﴿۱۸﴾ پھر جس کسی کو اُس کا اعمال نامہ اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے

فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾ إِنِّيْ ظَنَنْتُ أَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ فَهُوَ

گا،(۶) وہ کہے گا کہ: "لوگو! لو یہ میرا اعمال نامہ پڑھو،﴿۱۹﴾ میں پہلے ہی سمجھتا تھا کہ مجھے اپنے حساب کا سامنا کرنا ہوگا۔"﴿۲۰﴾ چنانچہ وہ

فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿۲۱﴾ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿۲۲﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿۲۳﴾ كُلُوْا

من پسند عیش میں ہوگا،﴿۲۱﴾ اُس اُونچی جنت میں﴿۲۲﴾ جس کے پھل جھکے پڑرہے ہوں گے،﴿۲۳﴾ (کہا جائے گا کہ:

وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًا بِمَآ أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۴﴾ وَأَمَّا مَنْ أُوْتِيَ كِتٰبَهٗ

"اپنے اُن اعمال کے صلے میں مزے سے کھاؤ پیو، جو تم نے گذرے ہوئے دنوں میں کئے تھے۔"﴿۲۴﴾ رہا وہ شخص جس کا اعمال نامہ اُس

بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ أُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۵﴾ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲۶﴾

بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، تو وہ کہے گا کہ: "اے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا،﴿۲۵﴾ اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے؟﴿۲۶﴾

يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿۲۷﴾ مَآ أَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ ﴿۲۸﴾ هَلَكَ عَنِّيْ

اے کاش! کہ میری موت ہی پر میرا کام تمام ہوجاتا!﴿۲۷﴾ میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا،﴿۲۸﴾ میرا سارا زور مجھ

---

(۵) اس سے مراد اُس طوفان کا پانی ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر عذاب کے طور پر بھیجا گیا تھا، اور مطلب یہ ہے کہ جو لوگ حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لے آئے تھے، اُنہیں پانی کی طغیانی سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اُنہیں کشتی میں سوار کردیا جس کا مفصل واقعہ سورۂ ہود (۱۱: ۳۶ تا ۴۸) میں گذر چکا ہے۔

(۶) نیک لوگوں کو ان کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اور بُرے لوگوں کو بائیں ہاتھ میں۔

سُلْطٰنِيَهْ ﴿۲۹﴾ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا

سے جاتا رہا۔" (۲۹) (ایسے شخص کے بارے میں حکم ہوگا:) "پکڑو اسے، اور اس کے گلے میں طوق ڈال دو، (۳۰) پھر اسے دوزخ میں جھونک دو، (۳۱)

سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۲﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۳﴾ وَلَا

پھر اسے ایسی زنجیر میں پرو دو جس کی پیمائش ستر ہاتھ کے برابر ہو۔ (۳۲) یہ نہ تو خدائے بزرگ و برتر پر ایمان لاتا تھا، (۳۳) اور نہ

يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۴﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۵﴾ وَّلَا طَعَامٌ

غریب کو کھانا کھلانے کی ترغیب دیتا تھا، (۳۴) لہٰذا آج یہاں نہ اُس کا کوئی یار و مددگار ہے، (۳۵) اور نہ اُس کو کوئی کھانے

اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ﴿۳۶﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا ع

کی چیز میسر ہے، سوائے غسلین کے، (۷) (۳۶) جسے گناہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھائے گا۔" (۳۷) اب میں قسم کھاتا ہوں اُس کی بھی

تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ وَّمَا هُوَ

جسے تم دیکھتے ہو، (۳۸) اور اُس کی بھی جسے تم نہیں دیکھتے (۸) (۳۹) کہ یہ (قرآن) ایک معزز پیغام لانے والے کا کلام ہے، (۹) (۴۰) اور یہ کسی

بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا

شاعر کا کلام نہیں ہے۔ (مگر) تم ایمان تھوڑا ہی لاتے ہو، (۴۱) اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے۔ (مگر) تم سبق

تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۲﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ

تھوڑا ہی لیتے ہو۔ (۴۲) یہ کلام تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اُتارا جارہا ہے۔ (۴۳) اور اگر (بالفرض) یہ پیغمبر کچھ (جھوٹی) باتیں بنا کر

الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۴﴾ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ﴿۴۶﴾

ہماری طرف منسوب کردیتے، (۴۴) تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے، (۴۵) پھر ہم ان کی شہ رگ کاٹ دیتے (۴۶)

فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنَّا

پھر تم میں سے کوئی نہ ہوتا جو اُن کے بچاؤ کے لئے آڑے آسکتا۔ (۱۰) (۴۷) اور یقین جانو کہ یہ پرہیزگاروں کے لئے ایک نصیحت ہے، (۴۸) اور ہمیں

---

(۷) "غِسلین" اصل میں تو اُس پانی کو کہتے ہیں جو زخموں کو دھوتے وقت زخموں سے گرتا ہے، بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہ جہنمیوں کی کوئی غذا ہوگی جو اُس زخموں کے پانی کے مشابہ ہوگی، واللہ سبحانہ اعلم۔

(۸) اس سے مراد کائنات کی تمام مخلوقات ہیں جن میں سے کچھ انسانوں کو نظر آتی ہیں، اور کچھ نظر نہیں آتیں، جیسے عالم بالا کی مخلوقات۔ اور بعض مفسرین نے فرمایا ہے کہ "جسے تم دیکھتے ہو" سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور "جسے نہیں دیکھتے" سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جو آپ پر وحی لے کر آتے۔

(۹) یہ اُن کافروں کی تردید ہے جو کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر اور کبھی کاہن کہا کرتے تھے۔

(۱۰) فرمایا جارہا ہے کہ اگر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) جھوٹی باتیں بنا کر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تو اللہ تعالیٰ اسی دُنیا میں آپ کے ساتھ وہ معاملہ فرماتے جس کا ذکر ان آیتوں میں کیا گیا ہے۔

لَنَعۡلَمُ اَنَّ مِنۡكُمۡ مُّكَذِّبِيۡنَ ﴿٤٩﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَسۡرَةٌ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿٥٠﴾ وَ اِنَّهٗ لَحَقُّ

خوب معلوم ہے کہ تم میں کچھ لوگ جھٹلانے والے بھی ہیں۔ (٤٩) اور یہ (قرآن) ایسے کافروں کے لئے حسرت کا سبب ہے۔(١١) (٥٠) اور یہی وہ

الۡيَقِيۡنِ ﴿٥١﴾ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ ﴿٥٢﴾ ع

یقینی بات ہے جو سراسر حق ہے۔ (٥١) لہٰذا تم اپنے پروردگار کے عظمت والے نام کی تسبیح کرتے رہو۔ (٥٢)

(١١) یعنی آخرت میں جب عذاب ان کے سامنے آئے گا تو انہیں حسرت ہوگی کہ کاش ہم قرآنِ کریم پر ایمان لے آئے ہوتے۔

الحمدللہ! سورۂ الحاقہ کا ترجمہ اور اُس کے تشریحی حواشی کا کام آج شبِ جمعہ مؤرخہ ٧ ر رجب ١٤٢٩ھ مطابق ١٠ ر جولائی ٢٠٠٨ء کو کراچی میں مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس خدمت کو مقبول اور نافع بنا کر باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین ثم آمین۔

آیاتھا ۴۴ ۷۰ سُوْرَۃُ الْمَعَارِجِ مَکِّیَّۃٌ ۷۹ رکوعاتھا ۲

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں چوالیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۙ﴿۱﴾ لِّلْکٰفِرِیْنَ لَیْسَ لَہٗ دَافِعٌ ۙ﴿۲﴾ مِّنَ اللّٰہِ
ایک مانگنے والے نے وہ عذاب مانگا ہے جو کافروں پر آنے والا ہے،(۱) کوئی نہیں ہے جو اُسے روک سکے۔ ﴿۱﴾ - ﴿۲﴾ وہ اللہ کی طرف سے آئے گا
ذِی الْمَعَارِجِ ؕ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ
جو چڑھنے کے تمام راستوں کا مالک ہے،(۲) ﴿۳﴾ فرشتے اور رُوح القدس اُس کی طرف ایک ایسے دن میں چڑھ کر جاتے ہیں جس کی مقدار
خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ ۚ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِیْلًا ﴿۵﴾ اِنَّھُمْ یَرَوْنَہٗ
پچاس ہزار سال ہے۔(۳) ﴿۴﴾ لہٰذا تم خوبصورتی کے ساتھ صبر سے کام لو۔ ﴿۵﴾ یہ لوگ اُسے دور

---

(۱) ایک کافر نے اسلام کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا تھا کہ اگر یہ قرآن اور اسلام برحق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسایئے، یا کوئی اور دردناک عذاب ہم پر لے آیئے، جیسا کہ سورۂ انفال (۸:۳۲) میں گذرا ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص نضر بن حارث تھا۔ یہاں اسی کی بات کا حوالہ دیا جارہا ہے کہ وہ عذاب مانگ رہا ہے، اور اُس کا اصل مقصد مذاق اُڑا کر اس عذاب کو جھٹلانا ہے، حالانکہ وہ ایسی چیز ہے کہ جب آجائے گی تو کوئی اُسے روک نہیں سکے گا۔

(۲) چڑھنے کے راستوں سے مراد وہ راستے ہیں جن سے چڑھ کر فرشتے عالمِ بالا تک پہنچتے ہیں۔ یہاں ان کا حوالہ اس لئے دیا گیا ہے کہ اگلی آیت میں انہی فرشتوں کے چڑھنے کا ذکر آرہا ہے۔

(۳) اس دن سے مراد بعض مفسرین کے نزدیک قیامت کا دن ہے جو کافروں کو حساب و کتاب کی سختی کی وجہ سے پچاس ہزار سال کا محسوس ہوگا، ان حضرات کا کہنا ہے کہ اسی دن کو سورۂ تنزیل السجدہ (۳۲:۵) میں ایک ہزار سال کے برابر قرار دیا گیا ہے، وہ اس لئے کہ حساب و کتاب کی سختی کی نوعیت کے لحاظ سے کسی کو وہ ایک ہزار سال کا معلوم ہوگا، اور جس کسی کو اور زیادہ سختی اُٹھانی ہوگی، اُسے پچاس ہزار سال کا معلوم ہوگا۔ لیکن اس آیت کی ایک دوسری تفسیر یہ ہے کہ کفار کے سامنے جب یہ کہا جاتا تھا کہ ان کے کفر کے نتیجے میں ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دُنیا یا آخرت میں عذاب آئے گا تو وہ اس کا مذاق اُڑاتے تھے، اور کہتے تھے کہ اتنے دن گذر گئے، لیکن کوئی عذاب نہیں آیا، اگر واقعی عذاب آنا ہے تو ابھی کیوں نہیں آجاتا؟ اس کے جواب میں فرمایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کر رکھا ہے، وہ تو ضرور پورا ہوگا۔ رہا اُس کا وقت، تو وہ اللہ تعالیٰ کی اپنی حکمت کے مطابق متعین ہوگا۔ اور تم جو سمجھ رہے ہو کہ اس کے آنے میں بہت دیر ہوگئی ہے تو درحقیقت تم جس مدت کو ایک ہزار سال یا پچاس ہزار سال سمجھتے ہو، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن کے برابر ہے۔ چنانچہ سورۂ حج (۲۲:۴۷) میں بھی یہ بات اسی سلسلے میں فرمائی گئی ہے کہ یہ لوگ عذاب کو جلدی لانے کا مطالبہ کر رہے ہیں، اور یہاں سورۂ معارج میں بھی اُسی شخص کے جواب میں یہ بات اِرشاد فرمائی گئی ہے جو عذاب مانگ رہا تھا۔

بَعِيْدًا ۙ﴿٦﴾ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۭ﴿٧﴾ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۙ﴿٨﴾ وَتَكُوْنُ

سمجھ رہے ہیں، (۶) اور ہم اُسے قریب دیکھ رہے ہیں۔ (۷) (وہ عذاب) اُس دن ہوگا جب آسمان تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو جائے گا، (۸) اور

الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۙ﴿٩﴾ وَلَا يَسْـَٔلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿١٠﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ

پہاڑ رنگین رُوئی کی طرح ہو جائیں گے، (۹) اور کوئی جگری دوست کسی جگری دوست کو پوچھے گا بھی نہیں، (۱۰) حالانکہ وہ ایک دُوسرے کو دِکھا بھی

الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِىِٕذٍۢ بِبَنِيْهِ ۙ﴿١١﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۙ﴿١٢﴾

دیئے جائیں گے۔ مجرم یہ چاہے گا کہ اُس دن کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹے فدیہ میں دیدے، (۱۱) اور اپنی بیوی اور اپنا بھائی، (۱۲)

وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُــْٔوِيْهِ ۙ﴿١٣﴾ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۙ﴿١٤﴾

اور اپنا وہ خاندان جو اُسے پناہ دیتا تھا، (۱۳) اور زمین کے سارے کے سارے باشندے۔ پھر (ان سب کو فدیہ میں دے کر) اپنے آپ کو بچالے۔ (۱۴)

كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۙ﴿١٥﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿١٦﴾ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَ

(لیکن) ایسا ہرگز نہیں ہو سکے گا! وہ تو ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے، (۱۵) جو کھال اُتار لے گی، (۱۶) ہر اُس شخص کو بلائے گی جس نے پیٹھ پھیر کر منہ

تَوَلّٰى ۙ﴿١٧﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿١٨﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۙ﴿١٩﴾ اِذَا

موڑا ہوگا،[۴] (۱۷) اور (مال) اِکٹھا کیا ہوگا، پھر اُسے سینت سینت کر رکھا ہوگا۔[۵] (۱۸) حقیقت یہ ہے کہ انسان بہت کم حوصلہ پیدا کیا گیا ہے، (۱۹)

مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۙ﴿٢٠﴾ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۙ﴿٢١﴾ اِلَّا

جب اُسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بہت گھبرا جاتا ہے، (۲۰) اور جب اُس کے پاس خوش حالی آتی ہے تو بہت بخیل بن جاتا ہے، (۲۱) مگر وہ نمازی

الْمُصَلِّيْنَ ۙ﴿٢٢﴾ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآىِٕمُوْنَ ۽﴿٢٣﴾ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ

ایسے نہیں ہیں، (۲۲) جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں، (۲۳) اور جن کے مال و دولت

اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۽﴿٢٤﴾ لِّلسَّآىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۽﴿٢٥﴾ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ

میں ایک متعین حق ہے[۶] (۲۴) سوالی اور بے سوالی کا[۷] (۲۵) اور جو روزِ جزا کو برحق

بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۽﴿٢٦﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ﴿٢٧﴾ اِنَّ

مانتے ہیں، (۲۶) اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے سہمے رہتے ہیں، (۲۷) ـــــ یقیناً اُن کے پروردگار کا

---

(۴) یعنی جس جس نے دُنیا میں حق سے پیٹھ موڑی ہوگی اُسے وہ اپنے پاس بلالے گی۔

(۵) یعنی مال پر اللہ تعالیٰ نے جو حقوق عائد فرمائے ہیں، ان کو ادا کئے بغیر وہ اُسے جمع کرتا رہا ہوگا۔

(۶) اس سے مراد زکوٰۃ اور دُوسرے واجب حقوق ہیں۔ ان الفاظ میں یہ بھی واضح فرمادیا گیا ہے کہ زکوٰۃ دینا غریبوں پر کوئی احسان نہیں ہے، بلکہ یہ اُن کا حق ہے۔

(۷) جو غریب اپنی حاجت ظاہر کر دیتے ہیں، انہیں سوالی سے اور جو حاجت مند ہونے کے باوجود اپنی حاجت کسی سے نہیں کہتے، اُنہیں بے سوالی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُوْنٍ ﴿۲۸﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِلَّا
عذاب ایسی چیز نہیں ہے جس سے بے فکری برتی جائے ــــ (۲۸) اور جو اپنی شرم گاہوں کی (اور سب سے) حفاظت کرتے ہیں، (۲۹)
عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَمَنِ
ــــ سوائے اپنی بیویوں اور اُن باندیوں کے جو ان کی ملکیت میں آچکی ہوں، کیونکہ ایسے لوگوں پر کوئی ملامت نہیں ہے۔ (۳۰) البتہ جو لوگ ان
ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ
کے علاوہ کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہیں، وہ حد سے گذرے ہوئے لوگ ہیں ــــ (۸) (۳۱) اور جو اپنی امانتوں اور
عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَالَّذِيْنَ
عہد کا پاس رکھنے والے ہیں، (۳۲) اور جو اپنی گواہیاں ٹھیک ٹھیک دینے والے ہیں، (۳۳) اور جو اپنی نماز کی
هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۴﴾ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَالِ ع
پوری پوری حفاظت کرنے والے ہیں، (۹) (۳۴) وہ لوگ ہیں جو جنتوں میں عزت کے ساتھ رہیں گے۔ (۳۵) تو (اے پیغمبر!)
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۶﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ
ان کافروں کو کیا ہوگیا کہ یہ تمہاری طرف چڑھے چلے آرہے ہیں، (۳۶) دائیں طرف سے بھی اور بائیں طرف سے بھی،
عِزِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۸﴾ كَلَّا ۭ اِنَّا
ٹولیاں بنا بنا کر! (۱۰) (۳۷) کیا ان میں سے ہر شخص کو یہ لالچ ہے کہ اُسے نعمتوں والی جنت میں داخل کیا جائے؟ (۳۸) ہرگز ایسا نہیں ہوگا! ہم نے ان
خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا
کو اُس چیز سے پیدا کیا ہے جسے یہ خود جانتے ہیں۔ (۱۱) (۳۹) اب میں قسم کھاتا ہوں ان تمام مقامات کے مالک کی جہاں سے ستارے نکلتے اور جہاں سے

---

(۸) یعنی بیویوں اور باندیوں کے سوا کسی اور طریقے سے جنسی خواہش پوری کرنا حرام ہے، اس لئے ایسے لوگ حد سے گذرے ہوئے ہیں۔

(۹) آیت نمبر ۲۳ میں نماز کی پابندی کا ذکر ہے، اور یہاں اُس کی پوری حفاظت سے مراد اُس کے تمام آداب کی رعایت ہے۔ مسلمانوں کے انہی جیسے اوصاف سورۂ مؤمنون کی اِبتدائی آیات میں بھی گذرے ہیں۔

(۱۰) جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم قرآنِ کریم کی تلاوت فرماتے تو کافر لوگ ٹولیاں بنا بنا کر آپ کے اِردگرد جمع ہوجاتے، اور مذاق اُڑاتے ہوئے کہتے کہ اگر یہ صاحب جنت میں جائیں گے تو ہم ان سے پہلے چلے جائیں گے۔ (روح المعانی) یہ آیت اس کی طرف اشارہ کررہی ہے۔

(۱۱) یعنی یہ جانتے ہیں کہ ہم نے انہیں نطفے سے پیدا کیا ہے، حالانکہ نطفے سے انسان بننے تک کتنے مراحل آتے ہیں۔ لہٰذا جب ہم ان تمام مراحل سے گذار کر نطفے کو جیتا جاگتا انسان بنانے پر قادر ہیں تو اُس کی لاش کو دوبارہ زندہ کرنے پر کیوں قادر نہیں؟

لَقٰدِرُوۡنَ ﴿۴۰﴾ۙ عَلٰۤی اَنۡ نُّبَدِّلَ خَیۡرًا مِّنۡہُمۡ ۙ وَ مَا نَحۡنُ بِمَسۡبُوۡقِیۡنَ ﴿۴۱﴾

غروب ہوتے ہیں کہ ہم یقیناً اس بات پر قادر ہیں (۴۰) کہ ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں،(۱۲) اور کوئی ہمیں ہرا نہیں سکتا۔ (۴۱) لہٰذا تم انہیں چھوڑ

فَذَرۡہُمۡ یَخُوۡضُوۡا وَ یَلۡعَبُوۡا حَتّٰی یُلٰقُوۡا یَوۡمَہُمُ الَّذِیۡ یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۴۲﴾ۙ

دو کہ یہ اپنی بے ہودہ باتوں میں منہمک اور کھیل کود میں پڑے رہیں، یہاں تک کہ اپنے اُس دن سے جاملیں جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا ہے۔ (۴۲)

یَوۡمَ یَخۡرُجُوۡنَ مِنَ الۡاَجۡدَاثِ سِرَاعًا کَاَنَّہُمۡ اِلٰی نُصُبٍ یُّوۡفِضُوۡنَ ﴿۴۳﴾ۙ

جس دن یہ جلدی جلدی قبروں سے اس طرح نکلیں گے جیسے اپنے بتوں کی طرف دوڑے جارہے ہوں۔ (۴۳)

ع خَاشِعَۃً اَبۡصَارُہُمۡ تَرۡہَقُہُمۡ ذِلَّۃٌ ؕ ذٰلِکَ الۡیَوۡمُ الَّذِیۡ کَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ ﴿۴۴﴾ؑ

ان کی نگاہیں جھکی ہوئی ہوں گی، ذلت ان پر چھائی ہوئی ہوگی۔ یہ وہی دن ہوگا جس کا ان سے وعدہ کیا جارہا تھا۔ (۴۴)

(۱۲) یعنی ان سب کو ہلاک کر کے ان کی جگہ کوئی اور قوم پیدا کردیں جو ان سے بہتر ہو۔

الحمدللہ! سورۂ معارج کا ترجمہ اور تشریحی حواشی آج بتاریخ ۷ رجب ۱۴۲۹ھ بروزِ جمعہ مطابق ۱۱ جولائی ۲۰۰۸ء بلوچستان کے شہر چمن میں مکمل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر اُسے نافع بنائیں، اور باقی سورتوں کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

آیاتھا ۲۸ — ۷۱ سُوْرَۃُ نُوْحٍ مَّکِّیَّۃٌ ۷۱ — رکوعاتھا ۲

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ
ہم نے نوح کو اُن کی قوم کے پاس بھیجا کہ اپنی قوم کو خبردار کرو، قبل اس کے کہ اُن پر کوئی دردناک
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ
عذاب آکھڑا ہو۔(۱) ۝۱ (چنانچہ) اُنہوں نے (اپنی قوم سے) کہا کہ: ’’اے میری قوم! میں تمہارے لئے ایک صاف صاف خبردار کرنے والا ہوں ۝۲
وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۳ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ
کہ اللہ کی عبادت کرو، اور اُس سے ڈرو، اور میرا کہنا مانو، ۝۳ اللہ تمہارے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا، اور تمہیں ایک مقرّر وقت تک باقی رکھے
مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَاۗءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴ قَالَ (وقف لازم)
گا۔(۲) بیشک جب اللہ کا مقرّر کیا ہوا وقت آجاتا ہے تو پھر وہ مؤخر نہیں ہوتا۔ کاش کہ تم سمجھتے ہوتے!‘‘ ۝۴ (پھر) نوح نے (اللہ تعالیٰ سے) کہا
رَبِّ اِنِّىْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ۝۵ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَاۗءِيْٓ اِلَّا
کہ: ’’میرے پروردگار! میں نے اپنی قوم کو رات دن (حق کی) دعوت دی ہے، ۝۵ لیکن میری دعوت کا اس کے سوا کوئی نتیجہ نہیں ہوا کہ وہ اور
فِرَارًا ۝۶ وَاِنِّىْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ
زیادہ بھاگنے لگے۔ ۝۶ اور میں نے جب بھی اُنہیں دعوت دی، تاکہ آپ اُن کی مغفرت فرمائیں، تو انہوں نے اپنی اُنگلیاں اپنے کانوں میں
وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۝۷ ثُمَّ اِنِّىْ دَعَوْتُهُمْ
دے لیں، اپنے کپڑے اپنے اُوپر لپیٹ لئے، اپنی بات پر اَڑے رہے، اور تکبر ہی تکبر کا مظاہرہ کرتے رہے۔ ۝۷ پھر میں نے اُنہیں پکار پکار کر
جِهَارًا ۝۸ ثُمَّ اِنِّىْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ۝۹ فَقُلْتُ
دعوت دی، ۝۸ پھر میں نے اُن سے علانیہ بھی بات کی، اور چپکے چپکے بھی سمجھایا، ۝۹ چنانچہ میں نے کہا کہ:
اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝۱۰ يُّرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝۱۱
اپنے پروردگار سے مغفرت مانگو، یقین جانو وہ بہت بخشنے والا ہے، ۝۱۰ وہ تم پر آسمان سے خوب بارشیں برسائے گا، ۝۱۱

---

(۱) اس سورت میں صرف حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغی جدوجہد اور اُن کی دُعاؤں کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ آپ کا مفصل واقعہ سورۂ یونس (۱۰:۷۱) اور سورۂ ہود (۱۱:۳۶) میں گذر چکا ہے۔

(۲) یعنی جب تک تمہاری زندگی مقدر ہے، اُس وقت تک تمہیں زندہ رکھے گا۔

وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾

اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا، اور تمہارے لئے باغات پیدا کرے گا، اور تمہاری خاطر نہریں مہیا کردے گا، (۱۲)

مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا

تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت سے بالکل نہیں ڈرتے؟ (۱۳) حالانکہ اُس نے تمہیں تخلیق کے مختلف مرحلوں سے گذار کر پیدا کیا ہے،(۳) (۱۴)

كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ

کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان اُوپر تلے پیدا فرمائے ہیں؟ (۱۵) اور اُن میں چاند کو نور بنا کر اور سورج کو

الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ

چراغ بنا کر پیدا کیا ہے، (۱۶) اور اللہ نے تمہیں زمین سے بہترین طریقے پر اُگایا ہے،(۴) (۱۷) پھر وہ تمہیں دوبارہ اُسی میں بھیج دے گا،

فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾

اور (وہیں سے پھر) باہر نکال کھڑا کرے گا۔ (۱۸) اور اللہ نے ہی تمہارے لئے زمین کو ایک فرش بنادیا ہے، (۱۹)

لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَ ع

تاکہ تم اُس کے کھلے ہوئے راستوں پر چلو۔" (۲۰) نوح نے کہا: "اے میرے پروردگار! حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا، اور

اتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗۤ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا

اُن (سرداروں) کے پیچھے چل پڑے جن کو اُن کے مال اور اولاد نے نقصان پہنچانے کے سوا کچھ نہیں دیا، (۲۱) اور انہوں نے بڑی بھاری مکاری

كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا

سے کام لیا ہے،(۵) (۲۲) اور (اپنے آدمیوں سے) کہا ہے کہ: "اپنے معبودوں کو ہرگز مت چھوڑنا۔ نہ وَدّ اور سواع کو کسی صورت میں چھوڑنا، اور نہ

يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا

یغوث، یعوق اور نسر کو چھوڑنا"(۶) (۲۳) اس طرح انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کردیا ہے، لہٰذا (یاربّ!) آپ بھی ان ظالموں کو گمراہی کے سوا کسی

---

(۳) اشارہ اس طرف ہے کہ انسان نطفے سے لے کر جیتا جاگتا آدمی بننے تک مختلف مرحلوں سے گذرتا ہے جن کا تذکرہ سورۂ حج (۵:۲۲) اور سورۂ مؤمنون (۱۴:۲۳) میں گذرا ہے۔ یہ سارے مراحل اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔ پھر تمہیں اس بات میں کیوں شک ہے کہ وہ تمہیں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہے۔

(۴) یعنی جس طرح ایک پودا زمین میں مختلف مراحل طے کر کے اُگتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں مختلف مراحل سے گذار کر اس زمین میں پیدا فرمایا ہے، نیز جس طرح زمین سے اُگنے والا سبزہ فنا ہو کر مٹی میں مل جاتا ہے، اور پھر جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے، اُس سبزے کو دوبارہ اُسی مٹی سے اُگا دیتا ہے، اسی طرح تم بھی مر کر مٹی میں مل جاؤ گے، پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا تمہیں دوبارہ زندگی عطا فرما کر زمین سے دوبارہ نکال لے گا۔

(۵) یہ اُن سازشوں کی طرف اشارہ ہے جو حضرت نوح علیہ السلام کے دُشمن اُن کے خلاف کر رہے تھے۔

(۶) یہ سب اُن بتوں کے نام ہیں جن کو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پوجا کرتی تھی۔

ضَلٰلًا ﴿٢٤﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ

اور چیز میں ترقی نہ دیجئے۔" (۲۴) ان لوگوں کے گناہوں کی وجہ ہی سے انہیں غرق کیا گیا، پھر آگ میں داخل کیا گیا، اور انہیں اللہ کو

دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿٢٥﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ

چھوڑ کر کوئی حمایتی میسر نہیں آئے۔ (۲۵) اور نوح نے یہ بھی کہا کہ: "میرے پروردگار! ان کافروں میں سے کوئی ایک باشندہ بھی زمین پر

الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا

باقی نہ رکھئے، (۲۶) اگر آپ ان کو باقی رکھیں گے تو یہ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے، اور ان سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ بدکار اور

فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ

پکی کافر ہی پیدا ہوگی۔(۷) (۲۷) میرے پروردگار! میری بھی بخشش فرما دیجئے، میرے والدین کی بھی، ہر اُس شخص کی بھی جو میرے گھر میں ایمان کی

مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾ ع ۲

حالت میں داخل ہوا ہے(۸) اور تمام مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کی بھی۔ اور جو لوگ ظالم ہیں، اُن کو تباہی کے سوا کوئی اور چیز عطا نہ فرمایئے۔" (۲۸)

---

(۷) سورۂ ہود (۳۶:۱۱) میں گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو وحی کے ذریعے بتادیا تھا کہ اب تک جو لوگ ایمان لا چکے ہیں، اب آپ کی قوم میں سے اُن کے سوا کوئی اور ایمان نہیں لائے گا۔

(۸) ایمان کی قید اس لئے لگائی کہ آپ کے گھر والوں میں سے آپ کی بیوی آخر تک کافر رہی، اور ایمان نہیں لائی، جیسا کہ سورۂ تحریم (۱۰:۶۶) میں گذر چکا ہے۔

الحمدللہ! سورۂ نوح کا کام آج بروز دوشنبہ ۹ رجب ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۴ جولائی ۲۰۰۸ء کو کراچی میں مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر باقی کام بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

ایاتھا ۲۸ ۷۲ سُوْرَۃُ الْجِنِّ مَکِّیَّۃٌ ۴۰ رکوعاتھا ۲

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

قُلْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْۤا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا

(اے پیغمبر!) کہہ دو: ''میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنات کی ایک جماعت نے (قرآن) غور سے سنا، اور (اپنی قوم سے جاکر) کہا کہ: 'ہم نے

عَجَبًا ۝۱ یَّهْدِیْۤ اِلَی الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ

ایک عجیب قرآن سنا ہے، (۱) جو راہِ راست کی طرف رہنمائی کرتا ہے، اس لئے ہم اُس پر ایمان لے آئے ہیں، اور اَب اپنے پروردگار کے ساتھ کسی

اَحَدًا ۝۲ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰی جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۳

کو (عبادت میں) ہرگز شریک نہیں مانیں گے(۱)۔' (۲) اور یہ کہ: 'ہمارے پروردگار کی بہت اُونچی شان ہے، اُس نے نہ کوئی بیوی رکھی ہے، اور نہ کوئی بیٹا۔' (۳)

وَّاَنَّهٗ كَانَ یَقُوْلُ سَفِیْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝۴ وَّاَنَّا ظَنَنَّاۤ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ

اور یہ کہ: 'ہم میں سے بے وقوف لوگ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہتے تھے جو حقیقت سے بہت دُور ہیں(۲)۔' (۴) اور یہ کہ: 'ہم نے یہ سمجھا تھا

(۱) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس طرح انسانوں کے لئے پیغمبر بنایا گیا تھا، اسی طرح آپ جنات کے لئے بھی پیغمبر تھے۔ چنانچہ آپ نے جنات کو بھی تبلیغ فرمائی۔ اور جنات کو تبلیغ کا سلسلہ اس طرح شروع ہوا کہ آپ کی نبوت سے پہلے جنات کو آسمانوں کے قریب تک پہنچنے دیا جاتا تھا، لیکن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد اُنہیں آسمانوں کے قریب جانے سے اس طرح روک دیا گیا تھا کہ جب کوئی جن یا شیطان آسمان کے قریب پہنچنا چاہتا تو اُسے ایک روشن شعلے کے ذریعے مار بھگایا جاتا تھا، جیسا کہ سورۂ حجر (۱۷:۱۵) اور سورۂ صافات (۱۰:۳۷) میں گذر چکا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ جنات نے جب اس بدلی ہوئی صورتِ حال کو دیکھا تو ان کے دِل میں یہ جستجو پیدا ہوئی کہ اس تبدیلی کی وجہ کیا ہے کہ اب انہیں آسمان کے پاس بھٹکنے سے روک دیا جاتا ہے۔ اس غرض کے لئے اُن کی ایک جماعت دُنیا کا دورہ کرنے کے لئے نکلی۔ یہ وہ وقت تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے، اور نخلہ کے مقام پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے۔ وہاں آپ نے فجر کی نماز میں قرآنِ کریم کی تلاوت شروع کی تو جنات کی یہ جماعت اُس وقت وہاں سے گذر رہی تھی۔ اُس نے یہ کلام سنا تو اُسے اطمینان سے سننے کے لئے رُک گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے فجر کے وقت قرآنِ کریم کے پُر اَثر کلام نے ان کے دِل پر ایسا اثر کیا کہ وہ جنات مسلمان ہوگئے، اور پھر اپنی قوم کے پاس بھی اسلام کے داعی بن کر پہنچے۔ انہوں نے اپنی قوم سے جاکر جو باتیں کیں، ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اُن کا خلاصہ بیان فرمایا ہے۔ اس واقعے کی طرف مختصر اِشارہ سورۂ احقاف (۳۰:۴۶) میں بھی گذر چکا ہے۔ اس کے بعد جنات کے کئی وفود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، اور آپ نے انہیں تبلیغ وتعلیم کا فریضہ انجام دیا۔

(۲) اس سے مراد کفر، شرک اور بدعقیدگی کی باتیں ہیں۔

الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۝٥ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ

کہ انسان اور جنات اللہ کے بارے میں جھوٹی بات نہیں کہیں گے۔'(۳) ۝۵ اور یہ کہ: 'انسانوں میں سے کچھ لوگ جنات کے کچھ لوگوں کی پناہ لیا

يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ۝٦ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا

کرتے تھے، اس طرح ان لوگوں نے جنات کو اور سر چڑھا دیا تھا۔'(۴) ۝۶ اور یہ کہ: 'جیسا گمان تم لوگوں کا تھا، انسانوں نے بھی یہی گمان کیا تھا کہ

ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ۝٧ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا

اللہ کسی کو بھی مرنے کے بعد دُوسری زندگی نہیں دے گا۔'(۵) ۝۷ اور یہ کہ: 'ہم نے آسمان کو ٹٹولنا چاہا تو ہم نے پایا کہ وہ بڑے سخت پہرے داروں

مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۝٨ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ

اور شعلوں سے بھرا ہوا ہے۔'(۶) ۝۸ اور یہ کہ: 'ہم پہلے سن گن لینے کے لئے آسمان کی کچھ جگہوں پر جا بیٹھا کرتے تھے۔ لیکن اب جو کوئی سننا چاہتا

فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝٩ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ

ہے، وہ دیکھتا ہے کہ ایک شعلہ اُس کی گھات میں لگا ہوا ہے، ۝۹ اور یہ کہ: 'ہمیں یہ پتہ نہیں تھا کہ آیا زمین والوں سے کوئی بُرا معاملہ کرنے کا

اُرِيْدَ بِمَنْ فِى الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۝١٠ وَّاَنَّا مِنَّا

ارادہ کیا گیا ہے، یا اُن کے پروردگار نے اُن کو راہِ راست دِکھانے کا ارادہ فرمایا ہے۔'(۷) ۝۱۰ اور یہ کہ: 'ہم میں کچھ نیک ہیں، اور کچھ ایسے نہیں

---

(۳) یعنی اب تک جو ہم غلط عقائد رکھتے رہے، اُس کی وجہ یہ تھی کہ سارے انسان اور جنات یہی عقائد رکھتے تھے، اس لئے خیال یہی ہوا کہ اتنے سارے لوگ جھوٹے عقائد نہیں رکھتے ہوں گے، چنانچہ ہم ان کی تقلید میں انہی عقائد کے قائل رہے۔

(۴) زمانۂ جاہلیت میں جب لوگ اپنے سفر کے دوران کسی جنگل میں قیام کرتے تو اُس جنگل کے جنات کی پناہ مانگتے تھے۔ یعنی اُس جنگل کے جنات سے یہ درخواست کرتے تھے کہ وہ اُنہیں اپنی پناہ میں لے کر تکلیف پہنچانے والی مخلوقات سے بچائیں۔ اس عمل سے جنات یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم انسانوں سے افضل ہیں، کیونکہ وہ ہماری پناہ کے محتاج ہیں۔ اس طرح ان کی گمراہی میں اور اضافہ ہوگیا۔

(۵) اس فقرے میں جنات اپنی قوم کے دُوسرے جنات سے کہہ رہے ہیں کہ جس طرح تم آخرت کے قائل نہیں تھے، اسی طرح انسان بھی اس کے قائل نہیں تھے۔ لیکن اب یہ بات غلط ثابت ہوگئی ہے۔

(۶) یہ وہی بات ہے جس کا ذکر حاشیہ نمبر ۱ میں اُوپر گذرا ہے کہ جنات کو آسمان کے قریب پہنچنے سے بھی روک دیا گیا ہے، اور اس غرض سے فرشتوں کو پہرے پر مقرر کر دیا گیا ہے جو چوری چھپے فرشتوں کی باتیں سننے والے کو شعلے پھینک کر مار بھگاتے ہیں۔

(۷) یعنی ہمیں یقین سے یہ معلوم نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان کی حفاظت کا جو اِنتظام فرمایا ہے، اُس سے زمین والوں کو سزا دینا مقصود ہے کہ زمین والے پہلے سے اُس سزا سے باخبر نہ ہوسکیں، یا اس کے پیچھے کوئی بھلائی ہے جو زمین والوں کو پہنچانا پیشِ نظر ہے، اور جنات کو روکنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس بھلائی میں کھنڈت نہ ڈال سکیں۔ بظاہر مقصد یہ ہے کہ پہلے تو ہمیں یہ بات معلوم نہیں تھی، اسی لئے ہم حالات کا جائزہ لینے کے لئے نکلے تھے، لیکن اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآنِ کریم سن کر یہ بات واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے زمین والوں کو قرآنِ کریم کی ہدایت سے سرفراز فرمانا چاہتے تھے، اس لئے یہ اِنتظام فرمایا گیا تھا۔

الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۚ كُنَّا طَرَآئِقَ قِدَدًا ﴿١١﴾ وَّ اَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ

ہیں، اور ہم مختلف طریقوں پر چلے آرہے ہیں(۸)۔ (۱۱) اور یہ کہ: 'ہم یہ سمجھ چکے ہیں کہ نہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں، اور نہ (کہیں اور)

نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ﴿١٢﴾ وَّ اَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدٰٓى اٰمَنَّا

بھاگ کر اُسے بے بس کر سکتے ہیں۔' (۱۲) اور یہ کہ: 'جب ہم نے ہدایت کی بات سن لی تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ چنانچہ جو کوئی اپنے

بِهٖ ۚ فَمَنْ يُّؤْمِنْ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ﴿١٣﴾ وَّ اَنَّا مِنَّا

پروردگار پر ایمان لے آئے تو اُس کو نہ کسی گھاٹے کا اندیشہ ہوگا، اور نہ کسی زیادتی کا۔' (۱۳) اور یہ کہ: 'ہم میں سے کچھ تو مسلمان ہوگئے ہیں، اور

الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۚ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿١٤﴾ وَ

ہم میں سے (اب بھی) کچھ ظالم ہیں۔ چنانچہ جو اِسلام لا چکے ہیں، انہوں نے ہدایت کا راستہ ڈھونڈ لیا ہے۔ (۱۴) اور رہے وہ لوگ جو ظالم ہیں تو

اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿١٥﴾ وَّ اَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَى الطَّرِيْقَةِ

وہ جہنم کا ایندھن ہیں۔'' (۱۵) اور (اے پیغمبر! اہلِ مکہ سے کہو کہ مجھ پر) یہ (وحی بھی آئی ہے) کہ: ''اگر یہ لوگ راستے پر آکر سیدھے ہوجائیں تو ہم

لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّآءً غَدَقًا ﴿١٦﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۚ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ

انہیں وافر مقدار میں پانی سے سیراب کریں، (۱۶) تاکہ اس کے ذریعے اُن کو آزمائیں(۹)۔ اور جو کوئی اپنے پروردگار کی یاد سے منہ موڑے گا، اللہ اُسے

يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿١٧﴾ وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿١٨﴾ وَّ

چڑھتے ہوئے عذاب میں پرودے گا۔'' (۱۷) اور یہ کہ: ''سجدے تو تمام تر اللہ ہی کا حق ہیں(۱۰)، اس لئے اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو۔'' (۱۸)

ع اَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿١٩﴾ قُلْ اِنَّمَآ

اور یہ کہ: ''جب اللہ کا بندہ اُس کی عبادت کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو ایسا معلوم ہوا جیسے یہ لوگ اُس پر ٹوٹے پڑرہے ہیں(۱۱)۔'' (۱۹) کہہ دو کہ: ''میں

---

(۸) مطلب یہ ہے کہ جنّات میں کچھ تو ایسے ہیں جو طبعی طور پر نیک ہیں جو حق بات کو قبول کرنے کا مادّہ رکھتے ہیں، اور کچھ ایسے ہیں جو طبعی طور پر شریر ہیں۔ اس کے علاوہ تمام جنّات کا مذہب ایک نہیں ہے، بلکہ جنّات میں بھی مختلف عقیدوں کے لوگ ہیں۔ اس لئے ہم سب کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی ضرورت تھی جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پوری ہوگئی ہے۔

(۹) اب جنّات کا واقعہ سنا کر اہلِ مکہ سے فرمایا جارہا ہے کہ جس طرح یہ جنّات حق طلبی کا ثبوت دے کر ایمان لے آئے، اسی طرح تمہیں بھی قرآنِ کریم پر ایمان لے آنا چاہئے، اور اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں بارشوں سے سیراب فرمائیں گے۔ بارشوں کا ذکر خاص طور پر اس لئے فرمایا گیا ہے کہ اُس وقت اہلِ مکہ قحط میں مبتلا تھے (بیان القرآن)۔

(۱۰) اس جملے کا دُوسرا ترجمہ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ: ''تمام مسجدیں اللہ کی ہیں۔''

(۱۱) اللہ کے بندے سے یہاں مراد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور ٹوٹے پڑنے کا مطلب ایک تو یہ ممکن ہے کہ کافر لوگ آپ کے اِردگرد جمع ہوکر ایسا انداز اِختیار کرتے تھے جیسے وہ آپ پر حملہ کردیں گے، اور بعض مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا

اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ اِنِّیْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا

تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں، اور اُس کے ساتھ کوئی شریک نہیں مانتا۔" (۲۰) کہہ دو کہ: "نہ تمہارا کوئی نقصان میرے اختیار میں ہے،

وَّلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ

اور نہ کوئی بھلائی۔" (۲۱) کہہ دو کہ: "مجھے اللہ سے نہ کوئی بچاسکتا ہے، اور نہ میں اُسے چھوڑ کر کوئی پناہ کی جگہ

دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ

پاسکتا ہوں۔ (۲۲) البتہ (جس چیز پر مجھے اختیار دیا گیا ہے، وہ) اللہ کی طرف سے بات پہنچا دینا، اور اُس کے پیغامات ہیں۔ اور جو کوئی اللہ اور اُس کے

رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰۤى اِذَا رَاَوْا

رسول کی نافرمانی کرے گا، تو اُس کے لئے جہنم کی آگ ہے، جس میں ایسے لوگ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔" (۲۳) (اور یہ لوگ نافرمانی کرتے رہیں گے)

مَا یُوْعَدُوْنَ فَسَیَعْلَمُوْنَ مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ

یہاں تک کہ جب وہ چیز انہیں نظر آجائے گی جس سے انہیں ڈرایا جارہا ہے تو اُس وقت انہیں پتہ چل جائے گا کہ کس کے مددگار کمزور ہیں، اور کون

اِنْ اَدْرِیْۤ اَقَرِیْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْۤ

تعداد میں کم ہے۔(۱۲) (۲۴) کہہ دو کہ: "مجھے معلوم نہیں ہے کہ جس چیز سے تمہیں ڈرایا جارہا ہے، آیا وہ نزدیک ہے یا میرا پروردگار اُس کے لئے کوئی

اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰى غَیْبِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ

لمبی مدت مقرر فرماتا ہے۔"(۱۳) (۲۵) وہی سارے بھید جاننے والا ہے، چنانچہ وہ اپنے بھید پر کسی کو مطلع نہیں کرتا، (۲۶) سوائے کسی پیغمبر کے جسے اُس

ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ یَسْلُكُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ

نے (اس کام کے لئے) پسند فرمالیا ہو۔(۱۴) ایسی صورت میں وہ اُس پیغمبر کے آگے اور پیچھے کچھ محافظ لگا دیتا ہے، (۲۷) تاکہ اللہ جان لے کہ انہوں

ہے کہ جب آپ عبادت کے دوران قرآنِ کریم کی تلاوت فرماتے تو قرآن سننے کے لئے آپ کے گرد جنّات کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگ جاتے تھے۔

(۱۲) سورۂ مریم (۱۹: ۷۳) میں ہے کہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ: "ہم دونوں فریقوں میں سے کس کا مقام زیادہ بہتر ہے اور کس کی مجلس زیادہ اچھی ہے۔"، یعنی کس کے مددگار طاقت اور گنتی میں زیادہ ہیں۔ اس آیت میں کافروں کی اسی قسم کی باتوں کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا عذاب سامنے آئے گا، اُس وقت انہیں پتہ چلے گا کہ کس کے مددگار کمزور یا تعداد میں زیادہ ہیں۔

(۱۳) اس سے مراد قیامت ہے، جس کا ٹھیک ٹھیک وقت کوئی نہیں جانتا۔

(۱۴) اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عالم الغیب نہیں ہے، البتہ وہ اپنے جس پیغمبر کو چاہتا ہے، وحی کے ذریعے غیب کی خبریں پہنچا دیتا ہے، اور ایسے موقع پر فرشتوں کو اُس وحی کا محافظ بنا کر بھیجا جاتا ہے، تاکہ کوئی شیطان اُس میں کوئی خلل نہ ڈال سکے۔

رَصَدًا ﴿۲۰﴾ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ

نے اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچادیئے ہیں، اور وہ ان کے سارے حالات کا احاطہ کئے ہوئے ہے، اور اُس نے

وَ اَحْصٰى كُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا ﴿۲۱﴾ ع

ہر ہر چیز کی پوری طرح گنتی کررکھی ہے۔ ﴿۲۱﴾

الحمدللہ! سورۂ جن کے ترجمے اور تشریح کی تکمیل آج شبِ جمعہ ۱۳؍رجب ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۷؍جولائی ۲۰۰۸ء کو کراچی میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماکر باقی کام کی تکمیل کی بھی اپنی رضائے کامل کے ساتھ توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

آیاتها ۲۰ ۷۳ سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ ۳ رکوعاتها ۲

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں بیس آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ

اے چادر میں لپٹنے والے!(۱) ﴿۱﴾ رات کا تھوڑا حصہ چھوڑ کر باقی رات میں (عبادت کے لئے) کھڑے ہوجایا کرو،(۲) ﴿۲﴾ رات کا آدھا حصہ! یا

قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ۭ﴿۴﴾ اِنَّا سَنُلْقِيْ

آدھے سے کچھ کم کرلو، ﴿۳﴾ یا اُس سے کچھ زیادہ کرلو، اور قرآن کی تلاوت اطمینان سے صاف صاف کیا کرو۔ ﴿۴﴾ ہم تم پر ایک بھاری کلام

عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ

نازل کرنے والے ہیں۔(۳) ﴿۵﴾ بے شک رات کے وقت اُٹھنا ہی ایسا عمل ہے جس سے نفس اچھی طرح کچلا جاتا ہے، اور بات بھی بہتر طریقے پر

قِيْلًا ۭ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۭ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ

کہی جاتی ہے۔(۴) ﴿۶﴾ دن میں تو تم لمبی مصروفیت میں رواں دواں رہتے ہو۔(۵) ﴿۷﴾ اور اپنے پروردگار کے نام کا ذِکر کرو، اور سب سے الگ ہوکر

---

(۱) یہ پیار بھرا خطاب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ جب آپ پر پہلی پہلی بار غارِ حراء میں جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آئے تھے تو آپ پر نبوت کی ذمہ داری کا اتنا بوجھ ہوا کہ آپ کو جاڑا لگنے لگا، اور جب آپ اپنی اہلیہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو یہ فرمارہے تھے کہ مجھے چادر میں لپیٹ دو، مجھے چادر میں لپیٹ دو۔ اس واقعے کی طرف اِشارہ کرتے ہوئے یہاں محبوبانہ انداز میں آپ کو "اے چادر میں لپٹنے والے" کہہ کر خطاب کیا گیا ہے۔

(۲) اس آیت میں آپ کو تہجد کی نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ اکثر مفسرین کے مطابق شروع میں تہجد کی نماز نہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر، بلکہ تمام صحابہ پر فرض کردی گئی تھی، اور اُس کی مقدار کم سے کم ایک تہائی رات مقرر فرمائی گئی تھی۔ یہ فرضیت بعض روایات کی رُو سے سال بھر تک جاری رہی۔ بعد میں اسی سورت کی آیت نمبر ۲۰ نازل ہوئی جس نے تہجد کی فرضیت منسوخ کردی، جیسا کہ اس آیت کی تشریح میں آنے والا ہے۔

(۳) اس سے مراد قرآنِ کریم ہے۔ چونکہ یہ سورت اِبتدائی زمانے میں نازل ہوئی تھی، اس لئے قرآنِ کریم کا بیشتر حصہ ابھی نازل ہونا باقی تھا۔

(۴) یعنی رات کو اُٹھ کر تہجد کی نماز پڑھنے سے انسان کے لئے اپنی نفسانی خواہشات پر قابو پانا آسان ہوجاتا ہے، اور رات کے وقت میں چونکہ شور وغل نہیں ہوتا، اس لئے تلاوت اور دُعا ٹھیک ٹھیک اور حضورِ قلب کے ساتھ ادا ہوتی ہیں۔ دِن کے وقت یہ فائدے کم ہوتے ہیں۔

(۵) یعنی دن کا وقت چونکہ دُوسرے کاموں میں مصروفیت کا وقت ہوتا ہے، اس لئے اُس میں اتنی دِلجمعی کے ساتھ عبادت مشکل ہے۔

إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٨﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ
پورے کے پورے اُسی کے ہو رہو۔(۶) ﴿٨﴾ وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، اس لئے اُسی کو
وَكِيلًا ﴿٩﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ﴿١٠﴾ وَذَرْنِي
کارساز بنالو۔ ﴿٩﴾ اور جو باتیں یہ (کافر لوگ) کہتے ہیں، اُن پر صبر سے کام لو، اور خوبصورتی کے ساتھ اُن سے کنارہ کرلو۔(۷) ﴿١٠﴾ اور تمہیں
وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿١١﴾ إِنَّ لَدَيْنَآ أَنكَالًا
جھٹلانے والے جو عیش و عشرت کے مالک بنے ہوئے ہیں، اُن کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو، اور انہیں تھوڑے دن اور مہلت دو۔ ﴿١١﴾ یقین جانو
وَّجَحِيمًا ﴿١٢﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ
ہمارے پاس بڑی سخت بیڑیاں ہیں، اور دہکتی ہوئی آگ ہے، ﴿١٢﴾ اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے، اور دُکھ دینے والا عذاب ہے، ﴿١٣﴾
الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾ إِنَّآ أَرْسَلْنَآ
اُس دن جب زمین اور پہاڑ لرز اُٹھیں گے، اور سارے پہاڑ ریت کے بکھرے ہوئے تودے بن کر رہ جائیں گے! ﴿١٤﴾ (جھٹلانے والو!) یقین
إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾
جانو ہم نے تمہارے پاس تم پر گواہ بننے والا ایک رسول اُسی طرح بھیجا ہے، جیسے ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا۔ ﴿١٥﴾ پھر فرعون نے
فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنٰهُ أَخْذًا وَّبِيلًا ﴿١٦﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِنْ
رسول کا کہنا نہیں مانا، تو ہم نے اُسے ایسی پکڑ میں لے لیا جو اُس کے لئے زبردست وبال تھی۔ ﴿١٦﴾ اگر تم بھی نہ مانے تو پھر اُس دن سے کیسے
كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿١٧﴾ السَّمَآءُ مُنفَطِرٌۢ بِهِ كَانَ
بچوگے جو بچوں کو بوڑھا بنادے گا ﴿١٧﴾ (اور) جس سے آسمان پھٹ پڑے گا۔ اللہ کے
وَعْدُهُ مَفْعُولًا ﴿١٨﴾ إِنَّ هٰذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَن شَآءَ اتَّخَذَ إِلٰى رَبِّهِ
وعدے کو تو پورا ہوکر رہنا ہے۔ ﴿١٨﴾ یہ ایک نصیحت کی بات ہے۔ اب جو چاہے، اپنے پروردگار کی طرف جانے والا راستہ
سَبِيلًا ﴿١٩﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ أَنَّكَ تَقُومُ أَدْنٰى مِن ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهُ وَ ع ١ ١٩ ١٣
اختیار کرلے۔ ﴿١٩﴾ (اے پیغمبر!) تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم دو تہائی رات کے قریب، اور کبھی آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات (تہجد کی نماز

(۶) ذِکر میں دونوں باتیں داخل ہیں، زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذِکر بھی، اور دِل سے اللہ تعالیٰ کا دھیان رکھنا بھی۔ اور سب سے الگ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دُنیا کے سارے تعلقات چھوڑ دو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان سارے تعلقات پر اللہ تعالیٰ کے تعلق کو غالب رکھو، یہاں تک کہ دُنیا کے تعلقات بھی اللہ تعالیٰ ہی کے اَحکام کے مطابق اور اُسی کے حکم کی تعمیل میں ہونے چاہئیں۔ اس طرح وہ تعلقات بھی اللہ ہی کے لئے ہو جائیں گے۔

(۷) مکی زندگی میں ہمیشہ حکم یہی دیا گیا ہے کہ کافروں کی تکلیف دہ باتوں پر صبر کرو، اور اُن سے لڑائی ٹھاننے کے بجائے خوبصورتی سے علیحدگی اختیار کرلو۔

ثُلُثَهٗ وَ طَآىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ ؕ وَ اللّٰهُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ ؕ

کے لئے) کھڑے ہوتے ہو، اور تمہارے ساتھیوں میں سے بھی ایک جماعت (ایسا ہی کرتی ہے)(۸)۔ اور رات اور دن کی ٹھیک ٹھیک مقدار اللہ

عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَیْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ

ہی مقرر فرماتا ہے۔ اُسے معلوم ہے کہ تم اُس کا ٹھیک حساب نہیں رکھ سکو گے، اس لئے اُس نے تم پر عنایت فرمادی ہے(۹)۔ اب تم اتنا قرآن پڑھ لیا

عَلِمَ اَنْ سَیَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَ اٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ

کرو جتنا آسان ہو(۱۰)۔ اللہ کو علم ہے کہ تم میں کچھ لوگ بیمار ہوں گے، اور کچھ دوسرے ایسے ہوں گے جو اللہ کا فضل تلاش کرنے کے لئے زمین میں

یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَ اٰخَرُوْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۖؗ فَاقْرَءُوْا

سفر کر رہے ہوں گے(۱۱)، اور کچھ ایسے جو اللہ کے راستے میں جنگ کر رہے ہوں گے۔ لہٰذا تم اُس (قرآن) میں سے اتنا ہی پڑھ لیا کرو جتنا آسان

مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا

ہو۔ اور نماز قائم کرو(۱۲)، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ کو قرض دو، اچھا والا قرض(۱۳)! اور تم اپنے آپ کے لئے جو بھلائی بھی آگے بھیجو گے، اُسے اللہ کے

---

(۸) یہ آیت اُوپر کی آیات سے کم از کم ایک سال بعد نازل ہوئی، اور اس کے ذریعے تہجد کے حکم میں آسانی پیدا فرمائی گئی۔ جیسا کہ اُوپر ذِکر ہوا، شروع میں ایک تہائی رات کی مقدار تہجد پڑھنا ضروری تھا، لیکن چونکہ گھڑیوں وغیرہ کا رواج نہیں تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ احتیاط کے پیشِ نظر تہائی رات سے کافی زیادہ مقدار تہجد پڑھنے میں گذارتے تھے، کبھی آدھی رات، کبھی دو تہائی کے قریب قریب۔

(۹) مطلب یہ ہے کہ دن اور رات کی ٹھیک ٹھیک مقدار چونکہ اللہ تعالیٰ ہی مقرر فرماتا ہے، اس لئے اُسے معلوم ہے کہ تم لوگوں کے لئے تہائی رات کا حساب رکھنا بھی مشکل ہے، اور اس عمل کو نبھانا بھی، اس لئے اب جبکہ ایک مدت تک تم نے یہ مشقت اُٹھالی ہے، اور اس کے ذریعے تمہارے اندر جو صفات پیدا کرنی مقصود تھیں، وہ بڑی حد تک حاصل ہوگئی ہیں، اس لئے اب اللہ تعالیٰ نے تہجد کی فرضیت کو ختم فرمادیا ہے۔

(۱۰) اس سے مراد تہجد کی نماز میں قرآنِ کریم پڑھنا ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اب نہ تو تہجد کی نماز فرض ہے، اور نہ اُس کی کوئی خاص مقدار مقرر ہے۔ اب بھی وہ مستحب ضرور ہے لیکن جتنا آسانی سے پڑھ سکو، پڑھ سکتے ہو۔ واضح رہے کہ اگرچہ تہجد کا افضل طریقہ یہ ہے کہ انسان رات کو سونے کے بعد آخر رات میں بیدار ہو کر تہجد پڑھے، لیکن اگر کوئی ایسا نہ کر سکے تو عشاء کے بعد کسی بھی وقت صلاۃ اللیل کی نیت سے نماز پڑھ لینے سے بھی اس نماز کی فضیلت حاصل ہو سکتی ہے۔

(۱۱) یعنی تجارت یا روزگار حاصل کرنے کے لئے سفر کر رہے ہوں گے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ آئندہ تمہیں بہت سے ایسے حالات سے سابقہ پڑے گا جن میں رات کے وقت اتنی لمبی نماز کا نبھانا مشکل ہو جائے گا، اس لئے اب وہ فرض نہیں رہی۔

(۱۲) اس سے مراد پانچ وقت کی فرض نمازیں ہیں۔

(۱۳) اس سے مراد صدقہ دینا اور دُوسرے نیک کاموں میں خرچ کرنا ہے۔ اُسے مجازی طور پر قرض اس لئے فرمایا گیا ہے کہ

حَسَنًا ۭ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا

پاس جاکر اس طرح پاؤگے کہ وہ کہیں بہتر حالت میں اور بڑے زبردست ثواب کی شکل میں موجود ہے۔

وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ۭ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ ع ۲/۱۴

اور اللہ سے مغفرت مانگتے رہو۔ یقین رکھو کہ اللہ بہت بخشنے والا، بہت مہربان ہے۔ (۲۰)

اللہ تعالیٰ نے آخرت میں اُس کے اَجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے، اور ''اچھا والا قرض'' کا مطلب یہ ہے کہ اُس میں نیت صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہو، دِکھاوا وغیرہ مقصود نہ ہو۔

الحمد للہ! ۱۶؍رجب ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰؍جولائی ۲۰۰۸ء کو کراچی میں سورۂ مزمل کا ترجمہ اور
تشریحات مکمل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، اور باقی کام کو بھی عافیت اور اپنی رضا کے ساتھ تکمیل
کو پہنچائیں۔ آمین ثم آمین۔

ایاتها ۵۶ ۷۴ سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ مَكِّيَّةٌ ۴ ركوعاتها ۲

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں چھپن آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۙ﴿۱﴾ قُمْ فَاَنْذِرْ ۪ۙ﴿۲﴾ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۪ۙ﴿۳﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۪ۙ﴿۴﴾
اے کپڑے میں لپٹنے والے!(۱) ﴿۱﴾ اُٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو ﴿۲﴾ اور اپنے پروردگار کی تکبیر کہو، ﴿۳﴾ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو، ﴿۴﴾
وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۪ۙ﴿۵﴾ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۪ۙ﴿۶﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ؕ﴿۷﴾ فَاِذَا نُقِرَ
اور گندگی سے کنارہ کرلو،(۲) ﴿۵﴾ اور کوئی احسان اس نیت سے نہ کرو کہ زیادہ وصول کرسکو(۳) ﴿۶﴾ اور اپنے پروردگار کی خاطر صبر سے کام لو۔(۴) ﴿۷﴾
فِي النَّاقُوْرِ ۙ﴿۸﴾ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۙ﴿۹﴾ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ
پھر جب صور میں پھونک ماردی جائے گی، ﴿۸﴾ تو وہ بڑا مشکل دن ہوگا، ﴿۹﴾ کافروں کے لئے وہ آسان
يَسِيْرٍ ﴿۱۰﴾ ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۙ﴿۱۱﴾ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّ
نہیں ہوگا۔ ﴿۱۰﴾ اُس شخص کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا،(۵) ﴿۱۱﴾ اور اُس کو مال دیا جو دُور تک پھیلا پڑا ہے، ﴿۱۲﴾ اور بیٹے دیئے

---

(۱) یہ اُسی طرح کا خطاب ہے جیسا پچھلی سورت کے شروع میں گذرا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ وہاں اصل عربی لفظ "مزمل" تھا، اور یہاں "مدثر" ہے۔ معنی دونوں کے تقریباً ایک ہیں۔ اس کی تشریح کے لئے پچھلی سورت کا حاشیہ نمبر ۱ ملاحظہ فرمائیں۔ صحیح احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ پر سب سے پہلی وحی کے طور پر تو سورۂ علق (سورت نمبر ۹۶) کی پہلی پانچ آیتیں نازل ہوئی تھیں۔ اُس کے بعد ایک عرصے تک وحی کا سلسلہ بند رہا۔ پھر سورۂ مدثر کی یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

(۲) بہت سے مفسرین نے یہاں گندگی سے مراد بت لئے ہیں، لیکن الفاظ ہر قسم کی گندگی کے لئے عام ہیں۔

(۳) کسی کو اس نیت سے کوئی ہدیہ تحفہ دینا کہ جواب میں وہ اُس سے زیادہ دے اس آیت کی رُو سے ممنوع ہے۔ ایک تفسیر کے مطابق یہی حکم سورۂ رُوم (۳۹:۳۰) میں بھی گذرا ہے۔

(۴) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِسلام کی تبلیغ کا حکم ہوا تو اس بات کا پورا اندیشہ تھا کہ کافر لوگ آپ کو ستائیں گے۔ اس لئے حکم دیا گیا کہ فی الحال کوئی مسلح جدوجہد نہیں کرنی ہے، صبر سے کام لینا ہے، اور ان کی زیادتیوں کی اصل سزا انہیں اُس وقت ملے گی جب قیامت کے لئے صور پھونکا جائے گا جس کا ذِکر اگلی آیت میں آرہا ہے۔

(۵) متعدد تفسیری روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد ولید بن مغیرہ ہے جو مکہ مکرّمہ کا بڑا دولت مند سردار تھا۔ اُس کی دولت مکہ مکرّمہ سے طائف تک پھیلی پڑی تھی۔ وہ کبھی کبھی حضرت ابوبکرؓ کے پاس جایا کرتا تھا، اور ایک مرتبہ وہ قرآنِ کریم سن کر یہ اعتراف کرچکا تھا کہ یہ ایک بے نظیر کلام ہے جو کسی انسان کا نہیں ہوسکتا۔ اس سے ابوجہل کو یہ خوف ہوا کہ وہ کہیں مسلمان نہ ہوجائے۔ چنانچہ اُس نے ولید بن مغیرہ کے پاس جاکر اُسے غیرت دِلائی، اور کہا کہ لوگ تمہارے بارے میں یہ باتیں کررہے ہیں کہ تم مسلمانوں کے پاس دولت حاصل کرنے جاتے ہو۔ ولید کو اس پر غیرت آگئی، اور اُس نے کہا کہ آئندہ میں کبھی ابوبکرؓ

بَنِيْنَ شُهُوْدًا ۙ﴿۱۳﴾ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۙ﴿۱۴﴾ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۙ﴿۱۵﴾

جو سامنے موجود رہتے ہیں، (۱۳) اور اُس کے لئے ہر کام کے راستے ہموار کردیئے، (۱۴) پھر بھی وہ یہ لالچ کرتا ہے کہ میں اُسے اور زیادہ دُوں۔ (۱۵)

كَلَّا ؕ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ؕ﴿۱۶﴾ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ؕ﴿۱۷﴾ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَ

ہرگز نہیں! وہ ہماری آیتوں کا دُشمن بن گیا ہے، (۱۶) عنقریب میں اُسے ایک کٹھن چڑھائی پر چڑھاؤں گا۔(۶) (۱۷) اُس کا حال تو یہ ہے کہ اُس نے سوچ

قَدَّرَ ۙ﴿۱۸﴾ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ نَظَرَ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ

کر ایک بات بنائی،(۷) (۱۸) خدا کی مار ہو اُس پر کہ کیسی بات بنائی! (۱۹) دوبارہ خدا کی مار ہو اُس پر کہ کیسی بات بنائی! (۲۰) پھر اُس نے نظر دوڑائی،(۸) (۲۱)

عَبَسَ وَبَسَرَ ۙ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۙ﴿۲۳﴾ فَقَالَ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۙ﴿۲۴﴾

پھر تیوری چڑھائی، اور منہ بنایا، (۲۲) پھر پیچھے کو مڑا، اور غرور دِکھایا، (۲۳) پھر کہنے لگا کہ: "کچھ نہیں، یہ تو ایک روایتی جادو ہے، (۲۴)

اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ؕ﴿۲۵﴾ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ﴿۲۶﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا

کچھ نہیں، یہ تو ایک انسان کا کلام ہے۔" (۲۵) عنقریب میں اس شخص کو دوزخ میں جھونک دُوں گا، (۲۶) اور تمہیں کیا پتہ کہ دوزخ کیا چیز

سَقَرُ ؕ﴿۲۷﴾ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۚ﴿۲۸﴾ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۚ﴿۲۹﴾ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ؕ﴿۳۰﴾

ہے؟ (۲۷) وہ نہ کسی کو باقی رکھے گی، اور نہ چھوڑے گی،(۹) (۲۸) وہ کھالوں کو جھلس دینے والی چیز ہے، (۲۹) اُس پر اُنیس (کارندے) مقرّر ہوں گے۔ (۳۰)

وغیرہ کے پاس نہیں جاؤں گا۔ ابوجہل نے کہا کہ جب تک تم قرآن کے خلاف کوئی بات نہیں کہو گے، لوگ مطمئن نہیں ہوں گے۔ ولید نے کہا کہ میں اُسے نہ شعر کہہ سکتا ہوں، نہ کاہنوں کا کلام کہہ سکتا ہوں، نہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مجنون کہہ سکتا ہوں، کیونکہ یہ باتیں چلنے والی نہیں ہیں۔ پھر کچھ سوچنے کے بعد کہا کہ: "البتہ اُسے سحر (جادو) کہا جاسکتا ہے، کیونکہ جس طرح جادو کے ذریعے جادوگر میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیتے ہیں، اسی طرح اس کلام کو سن کر جو مسلمان ہوجاتا ہے، وہ اپنے کافر ماں باپ وغیرہ سے الگ ہوجاتا ہے۔" اور بعض روایات میں ہے کہ ولید نے یہ بات اُس موقع پر کہی تھی جب قریش کے لوگوں نے حج سے پہلے یہ مشورہ کیا کہ حج میں سارے عرب سے لوگ آئیں گے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوالات کریں گے، ہمیں طے کرلینا چاہئے کہ اُن سے کیا کہیں۔ ولید نے کہا کہ انہیں نہ مجنون کہا جاسکتا ہے، نہ شاعر نہ کاہن، نہ جھوٹا۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر کیا کہیں، تو اُس نے کچھ سوچ کر جواب دیا کہ اگر انہیں جادوگر کہا جائے تو بات کچھ چل جائے گی۔ (ابن کثیر)

(۶) قرآنِ کریم میں اصل لفظ "صعود" ہے جس کے لفظی معنی پُرمشقت چڑھائی کے ہیں۔ اور بعض روایات میں ہے کہ یہ دوزخ کے ایک پہاڑ کا نام ہے۔

(۷) یعنی یہی بات بنائی کہ قرآن کو نہ شاعری کہہ سکتے ہیں، نہ کہانت، البتہ جادو کہہ سکتے ہیں۔

(۸) یعنی آس پاس کے لوگوں کو دیکھا کہ وہ اُس کے بارے میں کیا رائے قائم کررہے ہیں۔

(۹) دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کوئی شخص ایسا باقی نہیں رہے گا جو جلے نہیں، اور نہ دوزخ کسی مجرم کو اپنے سے باہر رہنے دے گی، کہ اُسے باہر رہنے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔

وَ مَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً ۙ وَّ مَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا

اور ہم نے دوزخ کے یہ کارندے کوئی اور نہیں، فرشتے مقرر کئے ہیں۔(۱۰) اور اُن کی جو تعداد مقرر کی ہے، وہ صرف

فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ

اس لئے کہ اُس کے ذریعے کافروں کی آزمائش ہو،(۱۱) تاکہ اہلِ کتاب کو یقین آجائے،(۱۲) اور جو لوگ ایمان لاچکے ہیں،

اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّ لَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَ

اُن کے ایمان میں اور اِضافہ ہو، اور اہلِ کتاب اور مؤمن لوگ کسی شک میں نہ پڑیں، اور تاکہ وہ لوگ جن کے دِلوں میں روگ ہے،(۱۳) اور

لِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا

جو لوگ کافر ہیں، وہ یہ کہیں کہ بھلا اس عجیب سی بات سے اللہ کی کیا مراد ہے؟ اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے، گمراہ کردیتا ہے،

مَثَلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ

اور جس کو چاہتا ہے، ہدایت دیتا ہے، اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔(۱۴) اور یہ ساری بات تو

جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ﴿۳۱﴾ ع كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۲﴾ ۙ ع ۱ ۳۱ ۱۵

نوعِ بشر کے لئے ایک یاد دہانی کرانے والی نصیحت ہے، اور بس! ﴿۳۱﴾ خبردار! قسم ہے چاند کی، ﴿۳۲﴾

وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ﴿۳۳﴾ ۙ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ﴿۳۴﴾ ۙ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۵﴾ ۙ

اور رات کی جب وہ منہ پھیر کر جانے لگے، ﴿۳۳﴾ اور صبح کی جب اُس کا اُجالا پھیل جائے، ﴿۳۴﴾ کہ یہ بڑی بڑی باتوں میں سے ایک ہے ﴿۳۵﴾

نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ﴿۳۶﴾ ۙ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ﴿۳۷﴾ ؕ كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا

جو تمام انسانوں کو خبردار کررہی ہے،(۱۵) ﴿۳۶﴾ تم میں سے ہر اُس شخص کو جو آگے بڑھنا یا پیچھے ہٹنا چاہے۔(۱۶) ﴿۳۷﴾ ہر شخص اپنے کرتوت کی وجہ سے گروی

---

(۱۰) جب یہ آیت نازل ہوئی کہ دوزخ پر اُنیس کارندے مقرر ہیں تو کافروں نے اس کا مذاق اُڑایا، اور ایک نے تو لوگوں سے یہاں تک کہہ دیا کہ اُنیس میں سے سترہ کے لئے تو میں ہی کافی ہوں، باقی دو سے تم نمٹ لینا۔ (ابن کثیر) اس کے جواب میں یہ آیت ۳۱ نازل ہوئی کہ یہ اُنیس کارندے سب کے سب فرشتے ہیں، کوئی مذاق نہیں کہ تم ان کا مقابلہ کرسکو۔

(۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ کو دوزخ کی نگرانی اور حفاظت کے لئے کسی خاص تعداد کی ضرورت نہیں ہے، لیکن یہ تعداد اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ کافروں کی آزمائش ہو کہ وہ اُس کی تصدیق کرتے ہیں، یا مذاق اُڑاتے ہیں۔

(۱۲) بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانے کے یہودیوں اور عیسائیوں کی کچھ کتابوں میں بھی دوزخ پر متعین فرشتوں کی تعداد اُنیس بیان کی گئی ہوگی، (چاہے وہ اس وقت ہمارے علم میں نہ ہوں) اس لئے فرمایا گیا ہے کہ وہ اس بات پر یقین کرلیں گے۔

(۱۳) روگ سے یہاں مراد شک یا نفاق ہے۔

(۱۴) اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں جو مخلوقات پیدا فرمائی ہیں، اُن کی نہ صرف تعداد، بلکہ اُن کو عطا فرمائی ہوئی قوتوں کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ٹھیک ٹھیک علم نہیں ہے۔ لہٰذا اُس کی کسی مخلوق کے بارے میں اپنے محدود علم کی بنیاد پر یہ قیاس کرلینا کہ وہ ہم جیسی ہی ہوگی، نری حماقت ہے۔

كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿٣٨﴾ إِلَّا أَصْحَابَ الْيَمِينِ ﴿٣٩﴾ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿٤٠﴾

رکھا ہوا ہے،(١٧) (٣٨) سوائے دائیں ہاتھ والوں کے(١٨) (٣٩) کہ وہ جنتوں میں ہوں گے۔ وہ پوچھ رہے ہوں گے (٤٠)

عَنِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٤١﴾ مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرَ ﴿٤٢﴾ قَالُوا لَمْ نَكُ مِنَ

مجرموں کے بارے میں، (٤١) کہ: "تمہیں کس چیز نے دوزخ میں داخل کردیا؟" (٤٢) وہ کہیں گے کہ: "ہم نماز پڑھنے والوں

الْمُصَلِّينَ ﴿٤٣﴾ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِينَ ﴿٤٤﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ

میں سے نہیں تھے، (٤٣) اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے، (٤٤) اور جو لوگ بے ہودہ باتوں میں گھستے، ہم بھی

الْخَائِضِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٤٦﴾ حَتَّىٰ أَتَانَا

اُن کے ساتھ گھس جایا کرتے تھے،(١٩) (٤٥) اور ہم روزِ جزا کو جھوٹ قرار دیتے تھے، (٤٦) یہاں تک کہ وہ یقینی بات ہمارے

الْيَقِينُ ﴿٤٧﴾ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ ﴿٤٨﴾ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ

پاس آہی گئی۔" (٤٧) چنانچہ سفارش کرنے والوں کی سفارش ایسے لوگوں کے کام نہیں آئے گی۔ (٤٨) اب ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ یہ نصیحت کی

مُعْرِضِينَ ﴿٤٩﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُسْتَنْفِرَةٌ ﴿٥٠﴾ فَرَّتْ مِنْ قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيدُ

بات سے منہ موڑے ہوئے ہیں؟ (٤٩) اس طرح جیسے وہ جنگلی گدھے ہوں (٥٠) جو کسی شیر سے (ڈر کر) بھاگ پڑے ہوں۔ (٥١) بلکہ ان میں

---

(١٥) دوزخ جیسی بڑی مصیبت کا یہ تذکرہ اُن مضامین میں سے ہے جو لوگوں کو غفلت سے ہوش میں آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ بات کہنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پہلے چاند کی قسم کھائی ہے کہ جس طرح چاند پہلے روز بروز بڑھتا اور پھر روز بروز گھٹتا ہے، یہاں تک کہ مہینے کے آخر میں بالکل غائب ہوجاتا ہے، اسی طرح انسان کی طاقت پہلے بڑھتی ہے، پھر بڑھاپے میں گھٹنی شروع ہوتی ہے، یہاں تک کہ ایک دن انسان مرجاتا ہے، اور دُنیا کی ہر چیز کا یہی حال ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اُس وقت کی قسم کھائی ہے جب رات ڈھلنے لگتی ہے، اور صبح کا اُجالا نمودار ہوکر پورے ماحول کو روشن کردیتا ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ ابھی تو کافروں کے سامنے غفلت کا اندھیرا پھیلا ہوا ہے، پھر ایک وقت آئے گا جب یہ اندھیرا دُور ہوگا، اور حق اپنی پوری تابانی کے ساتھ ظاہر ہوکر ماحول کو روشن کردے گا، یا اس طرف اشارہ ہے کہ دُنیا میں رہتے ہوئے بہت سے حقائق انسان کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں، جو قیامت میں پوری طرح روشن ہوکر سامنے آجائیں گے۔

(١٦) یعنی یہ اُس شخص کو بھی خبردار کرتا ہے جو بھلائی کی طرف آگے بڑھے، اور اُس کو بھی جو بھلائی سے پیچھے ہٹے۔

(١٧) یعنی جس طرح قرض کی توثیق کے لئے کوئی چیز گروی (رہن) رکھی جاتی ہے، کہ اگر قرض ادا نہ ہوا تو قرض خواہ اُسے بیچ کر اپنا حق حاصل کرسکتا ہے، اسی طرح کافر اس طرح رہن رکھا ہوا ہے کہ یا تو ہدایت کا راستہ اختیار کرلے، ورنہ اُس کا پورا وجود دوزخ کا ایندھن بنے گا۔

(١٨) اس سے مراد وہ نیک لوگ ہیں جن کا اعمال نامہ اُنہیں اُن کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

(١٩) اس سے مراد کافروں کے وہ سردار ہیں جو اِسلام اور قرآن کا مذاق اُڑانے کے لئے محفلیں سجایا کرتے تھے، اور بے ہودہ مذاق سے حق کی تردید کیا کرتے تھے۔ لیکن قرآنِ کریم کے الفاظ عام ہیں جو ہر قسم کی بے ہودہ گفتگو اور بے ہودہ مشغلوں کو شامل

كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿۵۲﴾ كَلَّا ؕ بَلْ لَّا يَخَافُوْنَ
سے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اُسے کھلے ہوئے صحیفے پکڑا دیئے جائیں۔(۲۰) ﴿۵۲﴾ ہرگز نہیں!(۲۱) بات اصل میں یہ ہے کہ ان کو آخرت کا خوف

الْاٰخِرَةَ ﴿۵۳﴾ كَلَّآ اِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿۵۴﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۵۵﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ
نہیں ہے۔(۲۲) ﴿۵۳﴾ ہرگز نہیں! یہ (قرآن ہی) ایک نصیحت ہے، ﴿۵۴﴾ اب جو چاہے، اس سے نصیحت حاصل کرلے۔ ﴿۵۵﴾ اور یہ لوگ نصیحت حاصل

اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿۵۶﴾
کریں گے نہیں، اِلَّا یہ کہ اللہ ہی ایسا چاہے۔ وہی اس بات کا اہل ہے کہ اُس سے ڈرا جائے، اور وہی اس کا اہل ہے کہ لوگوں کی مغفرت کرے۔ ﴿۵۶﴾

ہیں، جو آخرت میں انسان کے لئے مصیبت کا سبب بنیں گے۔

(۲۰) یہ اُن کافروں کا ذِکر ہے جو یہ کہا کرتے تھے کہ قرآنِ کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی کیوں نازل ہوا ہے؟ اگر اللہ تعالیٰ کو ہدایت کے لئے کوئی کتاب بھیجنی تھی تو ہم میں سے ہر شخص پر الگ کتاب آنی چاہئے تھی۔

(۲۱) یعنی یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ہر شخص کو الگ کتاب دی جائے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہمیشہ کسی پیغمبر کے واسطے سے بھیجی جاتی ہے، کیونکہ اگر ہر شخص پر براہِ راست کتاب بھیجی جائے تو اوّل تو اِیمان بالغیب کا تصور ہی ختم ہوجائے جو سارے امتحان کی بنیاد ہے، دوسرے تنہا کتاب انسان کی ہدایت کے لئے کافی نہیں ہوسکتی، جب تک پیغمبر کی شکل میں کوئی معلّم ساتھ نہ ہو۔ وہی انسانوں کو کتاب کا صحیح مطلب سمجھاتا ہے، اور وہی اُس پر عمل کرنے کا طریقہ سکھاتا ہے، ورنہ ہر شخص کتاب کی من مانی تشریحات کرکے اُس کا سارا مفہوم ہی خراب کرسکتا ہے۔

(۲۲) یعنی یہ بے سروپا اِعتراضات کسی حق طلبی کی وجہ سے نہیں کئے جارہے ہیں، بلکہ ان کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے دِلوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں، اور انہیں اللہ تعالیٰ کا اور آخرت کا کوئی خوف ہی نہیں ہے۔ اس لئے جو منہ میں آتا ہے کہہ گذرتے ہیں۔

الحمد للہ! سورۂ مدثر کا ترجمہ اور اُس کے حواشی آج بروز ہفتہ ۲۱/رجب ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۶/جولائی ۲۰۰۸ء کو کراچی سے اوسلو (ناروے) جاتے ہوئے جہاز میں تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، اور باقی کام کی بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

آیاتها ۴۰ ۷۵ سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ مَكِّيَّةٌ ۳۱ رکوعاتها ۲

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں چالیس آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝۱ وَ لَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝۲

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی، (۱) اور قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی[1] (کہ ہم انسان کو ضرور دوبارہ زندہ کریں گے) (۲)

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝۳ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ

کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اُس کی ہڈیوں کو اِکٹھا نہیں کرسکیں گے؟ (۳) کیوں نہیں؟ جبکہ ہمیں اس پر بھی قدرت ہے کہ اُس کی اُنگلیوں کے پور

نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ۝۴ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۝۵ يَسْـَٔلُ

پور کو ٹھیک ٹھیک بنادیں۔[2] (۴) اصل بات یہ ہے کہ انسان چاہتا یہ ہے کہ اپنی آگے کی زندگی میں بھی ڈھٹائی سے گناہ کرتا رہے۔[3] (۵) پوچھتا ہے

(۱) ملامت کرنے والے نفس سے مراد اِنسان کا وہ ضمیر ہے جو اُسے غلط کاموں پر ملامت کرتا ہے۔ نفس انسان کی اُس اندرونی کیفیت کا نام ہے جس میں خواہشات اور اِرادے پیدا ہوتے ہیں۔ قرآنِ کریم نے تین قسم کے نفس کا ذِکر فرمایا ہے۔ ایک نفسِ اَمّارہ یعنی بُرائی پر مائل کرنے والا۔ (دیکھئے ۱۲: ۵۳) دوسرے نفسِ لوّامہ جس کا اس آیت میں ذکر فرمایا گیا ہے، اور جو اچھائی کی طرف مائل کرتا اور بُرائی پر ملامت کرتا ہے۔ تیسرے نفسِ مطمئنہ (دیکھئے ۸۹: ۲۷) اس سے مراد وہ نفس ہے جو مسلسل کوشش کرکے اچھائی پر مطمئن ہوگیا ہو، اور بُرائی کے تقاضے اُس میں یا تو پیدا ہی نہ ہوتے ہوں، یا بہت کمزور ہوگئے ہوں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے نفسِ لوّامہ کی قسم کھائی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر اِنسان کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا مادّہ رکھا ہے جو اُسے بُرائی پر ملامت کرتا رہتا ہے۔ انسان کو غور کرنا چاہئے کہ یہ ملامت کرنے والی چیز جو خود اُس کے وجود میں رکھی ہوئی ہے، خود اس بات کی دلیل ہے کہ جس ذات نے اُسے پیدا کیا ہے، اُس نے ساتھ ساتھ اُس کو ایک تنبیہ کرنے والا وجود عطا فرمادیا ہے۔ اگر آخرت آنے والی نہ ہوتی، اور اِنسان کو اُس کے اچھے بُرے اعمال کا بدلہ ملنے والا نہ ہوتا تو اس نفسِ لوّامہ کی کیا ضرورت تھی۔

(۲) فرمایا جارہا ہے کہ ہڈیوں کو جمع کرلینا تو بہت معمولی بات ہے، اللہ تعالیٰ تو اِنسان کی اُنگلیوں کے ایک ایک پور کو دوبارہ ٹھیک اُسی طرح دوبارہ بنانے پر قادر ہیں جیسے وہ شروع میں تھے۔ اُنگلیوں کے پورے کا خاص طور پر اس لئے ذکر فرمایا گیا ہے کہ ان پوروں میں جو باریک باریک لکیریں ہوتی ہیں، وہ ہر اِنسان کی دوسرے سے الگ ہوتی ہیں، اسی وجہ سے دُنیا میں دستخط کے بجائے انگوٹھے کے نشان کو استعمال کیا جاتا ہے۔ ان لکیروں میں اتنا باریک باریک فرق ہوتا ہے کہ اربوں پدموں انسانوں کی اُنگلیوں کے اس فرق کو یاد رکھ کر پھر دوبارہ ویسی ہی لکیریں بنادینا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لئے ممکن نہیں ہے۔

(۳) یعنی آخرت کی زندگی کا انکار یہ لوگ کسی علمی دلیل کی وجہ سے نہیں، بلکہ اس لئے کرتے ہیں تا کہ آئندہ بھی وہ بے خوف وخطر

اَيَّانَ يَوۡمُ الۡقِيٰمَةِ ؕ ﴿٦﴾ فَاِذَا بَرِقَ الۡبَصَرُ ۙ ﴿٧﴾ وَخَسَفَ الۡقَمَرُ ۙ ﴿٨﴾ وَجُمِعَ
کہ: ''کب آئے گا وہ قیامت کا دِن؟'' ﴿٦﴾ پھر جب آنکھیں چندھیا جائیں گی، ﴿٧﴾ اور چاند بے نور ہوجائے گا، ﴿٨﴾ اور چاند اور سورج
الشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ ۙ ﴿٩﴾ يَقُوۡلُ الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍ اَيۡنَ الۡمَفَرُّ ۚ ﴿١٠﴾ كَلَّا
اِکٹھے کردیئے جائیں گے، ﴿٩﴾ اُس وقت انسان کہے گا کہ: ''کہاں ہے کوئی جگہ جہاں بھاگ کر جاؤں؟'' ﴿١٠﴾ نہیں نہیں! پناہ کی کوئی جگہ نہیں
لَا وَزَرَ ؕ ﴿١١﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوۡمَئِذِ ۨ الۡمُسۡتَقَرُّ ؕ ﴿١٢﴾ يُنَبَّؤُا الۡاِنۡسَانُ يَوۡمَئِذٍ ۢ بِمَا
ہوگی۔ ﴿١١﴾ اُس دن تو ہر ایک کو تمہارے پروردگار ہی کے سامنے جاکر ٹھہرنا پڑے گا۔ ﴿١٢﴾ اُس دن ہر اِنسان کو جتلا دیا جائے گا کہ اُس نے کیا
قَدَّمَ وَاَخَّرَ ؕ ﴿١٣﴾ بَلِ الۡاِنۡسَانُ عَلٰى نَفۡسِهٖ بَصِيۡرَةٌ ۙ ﴿١٤﴾ وَّلَوۡ اَلۡقٰى
کچھ آگے بھیجا ہے، اور کیا کچھ پیچھے چھوڑا ہے۔(٤) ﴿١٣﴾ بلکہ انسان خود اپنے آپ سے اچھی طرح واقف ہوگا، ﴿١٤﴾ چاہے وہ کتنے بہانے
مَعَاذِيۡرَهٗ ؕ ﴿١٥﴾ لَا تُحَرِّكۡ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعۡجَلَ بِهٖ ؕ ﴿١٦﴾ اِنَّ عَلَيۡنَا جَمۡعَهٗ
بنائے۔(٥) ﴿١٥﴾ ــــــ (اے پیغمبر!) تم اس قرآن کو جلدی جلدی یاد کرنے کے لئے اپنی زبان کو ہلایا نہ کرو۔(٦) ﴿١٦﴾ یقین رکھو کہ اس کو یاد کرانا اور پڑھوانا
وَقُرۡاٰنَهٗ ۚۖ ﴿١٧﴾ فَاِذَا قَرَاۡنٰهُ فَاتَّبِعۡ قُرۡاٰنَهٗ ۚ ﴿١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيۡنَا
ہماری ذمہ داری ہے، ﴿١٧﴾ پھر جب ہم اسے (جبرئیل کے واسطے سے) پڑھ رہے ہوں تو تم اس کے پڑھنے کی پیروی کرو۔(٧) ﴿١٨﴾ پھر اُس کی وضاحت بھی
بَيَانَهٗ ؕ ﴿١٩﴾ كَلَّا بَلۡ تُحِبُّوۡنَ الۡعَاجِلَةَ ۙ ﴿٢٠﴾ وَتَذَرُوۡنَ الۡاٰخِرَةَ ؕ ﴿٢١﴾
ہماری ذمہ داری ہے۔(٨) ﴿١٩﴾ ــــــ خبردار (اے کافرو!) اصل بات یہ ہے کہ تم فوری طور پر حاصل ہونے والی چیز (یعنی دُنیا) سے محبت کرتے ہو، ﴿٢٠﴾ اور

گناہ کرتے رہیں، اور آخرت کا تصوّر ان کے لئے اپنی نفسانی خواہشات پوری کرنے میں کوئی رُکاوٹ نہ بنے۔

(٤) یعنی کونسے کام وہ دُنیا میں کر آیا ہے، اور وہ اُس کے اعمال نامے میں پہنچ چکے ہیں، اور کونسے کام وہ چھوڑ آیا ہے کہ اُسے کرنے چاہئے تھے، لیکن اُس نے نہیں کئے۔

(٥) مطلب یہ ہے کہ انسان خود بھی جانتا ہے کہ اُس نے کیا گناہ کئے ہیں، اگرچہ وہ ان کا جواز تلاش کرنے کے لئے بہانوں اور تأویلوں کا سہارا لے۔

(٦) یہ ایک جملۂ معترضہ ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنِ کریم نازل ہوتا تو آپ اُس کے الفاظ ساتھ ساتھ دُہراتے جاتے تھے، تاکہ آپ اُنہیں بھول نہ جائیں۔ ان آیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جارہا ہے کہ آپ زبانِ مبارک سے الفاظ کو دُہرانے کی مشقت نہ اُٹھائیں، کیونکہ ہم نے ذمہ داری لے لی ہے کہ ہم اُنہیں آپ کو یاد بھی کرائیں گے، اور ان کی تشریح بھی آپ کے قلبِ مبارک میں واضح کردیں گے۔

(٧) اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ اپنی توجہ الفاظ کو یاد رکھنے کے بجائے ان آیات کی عملی پیروی کرنے پر مرکوز رکھیں، اور یہ بھی کہ جس طرح حضرت جبرئیل علیہ السلام پڑھ رہے ہیں، آئندہ آپ بھی اُسی طرح پڑھا کریں۔

(٨) یعنی آیاتِ کریمہ کی تشریح بھی ہم آپ کے قلبِ مبارک میں محفوظ کردیں گے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۳﴾ وَ وُجُوْهٌ

آخرت کو نظر انداز کئے ہوئے ہو۔ (۲۱) اُس دن بہت سے چہرے شاداب ہوں گے، (۲۲) اپنے پروردگار کی طرف دیکھ رہے ہوں گے،[9] (۲۳)

يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۵﴾ كَلَّآ اِذَا

اور بہت سے چہرے اُس دن بگڑے ہوئے ہوں گے، (۲۴) سمجھ رہے ہوں گے کہ اُن کے ساتھ وہ معاملہ ہوگا جو کمر توڑ دینے والا ہے۔ (۲۵)

بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۶﴾ وَ قِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ

خبردار! جب جان ہنسلیوں تک پہنچ جائے گی، (۲۶) اور (تیمارداروں کی طرف سے) کہا جائے گا کہ: "ہے کوئی جھاڑ پھونک کرنے والا؟"[10] (۲۷)

الْفِرَاقُ ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ

اور انسان سمجھ جائے گا کہ جدائی کا وقت آگیا، (۲۸) اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹ جائے گی[11] (۲۹) تو اُس دن تمہارے پروردگار ہی کی

الْمَسَاقُ ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ ع

طرف روانگی ہوگی۔ (۳۰) اس کے باوجود انسان نے نہ مانا، اور نہ نماز پڑھی،[12] (۳۱) بلکہ حق کو جھٹلایا، اور منہ موڑ لیا، (۳۲) پھر اکڑ دکھاتا ہوا

اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾ اَيَحْسَبُ

اپنے گھر والوں کے پاس چلا گیا۔ (۳۳) بربادی ہے تیری، ہاں بربادی ہے تیری! (۳۴) پھر سن لے کہ بربادی ہے تیری، ہاں بربادی ہے تیری! (۳۵) کیا

الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۷﴾ ثُمَّ

انسان یہ سمجھتا ہے کہ اُسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟[13] (۳۶) کیا وہ اُس منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو (ماں کے رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے؟ (۳۷) پھر

كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۳۹﴾

وہ ایک لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے اُسے بنایا، اور اُسے ٹھیک ٹھاک کیا،[14] (۳۸) نیز اُسی سے مرد اور عورت کی دو صنفیں بنائیں، (۳۹)

---

(۹) مؤمنوں کو جنت میں اللہ تعالیٰ کا دِیدار بھی نصیب ہوگا جو جنت کی تمام دوسری نعمتوں سے بڑی نعمت ہوگی۔

(۱۰) جب کوئی شخص موت کے قریب پہنچ کر بستر سے لگ جاتا ہے تو اُس کے تیماردار اُس کے علاج کی کوشش کرتے ہیں۔ اُسی علاج کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ کسی سے جھاڑ پھونک کرائی جائے۔

(۱۱) نزع کی حالت میں جو تکلیف ہوتی ہے، اُس میں بسا اوقات مریض دونوں پنڈلیوں کو ملا لیتا ہے۔ یہ اُسی کیفیت کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۲) یہ کسی خاص کافر کی طرف اشارہ بھی ہوسکتا ہے، اور کافروں کی عام حالت کا تذکرہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اتنے واضح دلائل کے سامنے آنے کے بعد بھی ماننے کے بجائے تکبر کا مظاہرہ کرتا ہے۔

(۱۳) یعنی اُسے اس دُنیا میں اس طرح چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ کسی شرعی قاعدے قانون کا پابند نہ ہو، اور جو جی میں آئے کرتا پھرے۔

(۱۴) انسانی تخلیق کے تمام مراحل کا تذکرہ سورۂ مؤمنون (۲۳: ۱۴) میں فرمایا گیا ہے۔

ع۲ اَلَیۡسَ ذٰلِکَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یُّحۡیَِۧ الۡمَوۡتٰی ﴿۴۰﴾

کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مُردوں کو پھر سے زندہ کر دے؟ ﴿۴۰﴾

الحمدللہ! سورۂ قیامہ کا کام ناروے کے شہر یائلو میں بروز منگل ۲۹ر جولائی ۲۰۰۸ء مطابق ۲۵ر رجب ۱۴۲۹ھ کو تکمیل تک پہنچا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، اور باقی کام کی تکمیل بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

اٰیاتھا ۳۱ ۷۶ سُوْرَةُ الدَّهْرِ مَكِّيَّةٌ ۹۸ رکوعاتھا ۲

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں اکتیس آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْـًٔا مَّذْكُوْرًا ۝۱ اِنَّا

انسان پر کبھی ایسا وقت آیا ہے کہ نہیں جب وہ کوئی قابلِ ذکر چیز نہیں تھا؟ (۱) ہم نے انسان کو

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًۢا بَصِيْرًا ۝۲ اِنَّا

ایک ملے جلے نطفے سے اس طرح پیدا کیا(۱) کہ اُسے آزمائیں، پھر اُسے ایسا بنایا کہ وہ سنتا بھی ہے، دیکھتا بھی ہے۔ (۲) ہم نے

هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۝۳ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ

اُسے راستہ دِکھایا کہ وہ یا تو شکرگزار ہو، یا ناشکرا بن جائے۔ (۳) ہم نے ہی کافروں کے لئے

سَلٰسِلَا۠ وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ۝۴ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ

زنجیریں، گلے کے طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے۔ (۴) بیشک نیک لوگ ایسے جام سے مشروبات پئیں گے

مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ۝۵ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا

جس میں کافور کی آمیزش ہوگی، (۵) یہ مشروبات ایک ایسے چشمے کے ہوں گے جو اللہ کے (نیک) بندوں کے پینے کے لئے مخصوص ہے، وہ اُسے

تَفْجِيْرًا ۝۶ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ

(جہاں چاہیں گے) آسانی سے بہا کر لے جائیں گے۔(۲) (۶) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی منتیں پوری کرتے ہیں، اور اُس دن کا خوف دِل میں رکھتے ہیں جس

مُسْتَطِيْرًا ۝۷ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ۝۸ اِنَّمَا

کے بُرے اثرات ہر طرف پھیلے ہوئے ہوں گے۔ (۷) اور وہ اللہ کی محبت کی خاطر مسکینوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں، (۸) (اور اُن سے کہتے

نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ۝۹ اِنَّا

ہیں کہ:) "ہم تو تمہیں صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کھلا رہے ہیں۔ ہم تم سے نہ کوئی بدلہ چاہتے ہیں، اور نہ کوئی شکریہ! (۹) ہمیں تو

نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا ۝۱۰ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ

اپنے پروردگار کی طرف سے اُس دن کا ڈر لگا ہوا ہے جس میں چہرے بُری طرح بگڑے ہوئے ہوں گے۔" (۱۰) اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ ایسے

---

(۱) یعنی مرد اور عورت کے ملے جلے اجزاء سے پیدا کیا۔

(۲) اللہ تعالیٰ جنتیوں کو یہ اختیار عطا فرمائیں گے کہ وہ اُس چشمے کو جہاں چاہیں لے جاسکیں گے، جس کی یہ صورت بھی ہوسکتی ہے کہ اُسی نہر کی شاخیں آسانی سے جہاں چاہیں نکال لیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ جس جگہ چاہیں زمین سے وہ چشمہ جاری کر دیں۔

ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝١١ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً

لوگوں کو اُس دن کے بُرے اثرات سے بچالے گا، اور اُن کو شادابی اور سرور سے نوازے گا، (۱۱) اور اُنہوں نے جو صبر سے کام لیا تھا، اُس کے

وَّحَرِيْرًا ۝١٢ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا

بدلے میں اُنہیں جنت اور ریشمی لباس عطا فرمائے گا۔ (۱۲) وہ ان باغوں میں آرام دہ اُونچی نشستوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، جہاں نہ وہ

وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝١٣ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا

دُھوپ کی تپش دیکھیں گے، اور نہ کڑاکے کی سردی۔ (۱۳) اور حالت یہ ہوگی کہ اُن باغوں کے سائے اُن پر جھکے ہوئے ہوں گے، اور اُن کے پھل

تَذْلِيْلًا ۝١٤ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ

مکمل طور سے اُن کے آگے رام کردیئے جائیں گے۔[۳] (۱۴) اور ان کے سامنے چاندی کے برتن اور وہ پیالے گردش میں لائے جائیں گے جو شیشے

قَوَارِيْرَا۟ ۝١٥ قَوَارِيْرَا۟ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝١٦ وَيُسْقَوْنَ

کے ہوں گے، (۱۵) شیشے بھی چاندی کے[۴] جنہیں بھرنے والوں نے توازن کے ساتھ بھرا ہوگا۔ (۱۶) اور وہاں ان کو

فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝١٧ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝١٨

ایسا جام پلایا جائے گا جس میں سونٹھ ملا ہوا ہوگا، (۱۷) وہاں کے ایسے چشمے سے جس کا نام سلسبیل ہے۔ (۱۸) ان کے سامنے (خدمت کے لئے)

وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا

ایسے لڑکے گردش میں ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے۔[۵] جب تم اُنہیں دیکھو گے تو یہ محسوس کروگے کہ وہ موتی ہیں جو بکھیر

مَّنْثُوْرًا ۝١٩ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا ۝٢٠ عٰلِيَهُمْ

دیئے گئے ہیں۔ (۱۹) اور (حقیقت تو یہ ہے کہ) جب تم وہ جگہ دیکھو گے تو تمہیں نعمتوں کا ایک جہان اور ایک بڑی سلطنت نظر آئے گی۔ (۲۰)

ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ

اُن کے اُوپر باریک ریشم کا سبز لباس اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے، اور اُنہیں چاندی کے کنگنوں سے آراستہ کیا جائے گا، اور اُن کا

رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ۝٢١ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ

پروردگار اُنہیں نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔ (۲۱) (اور فرمائے گا کہ:) ''یہ ہے تمہارا انعام! اور تم نے (دُنیا میں) جو محنت کی تھی، اُس کی پوری

مَّشْكُوْرًا ۝٢٢ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ۝٢٣ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ ع ۲۲ / ۱۹

قدردانی کی گئی ہے۔'' (۲۲) (اے پیغمبر!) ہم نے ہی تم پر قرآن تھوڑا تھوڑا کرکے نازل کیا ہے۔ (۲۳) لہٰذا تم اپنے پروردگار کے حکم پر ثابت قدم

قرء حفص بغیر الالف فی الوصل فیھما ووقف علی الاول بالف وعلی الثانی بغیر الالف ۱۲

---

(۳) یعنی تمام پھل اُن کی دسترس اور اُن کے قابو میں دے دیئے جائیں گے۔

(۴) یہ جنت کی ایک عجیب خصوصیت بیان فرمائی گئی ہے کہ عام طور سے چاندی شفاف نہیں ہوتی، اس لئے چاندی کا برتن شیشے کی طرح شفاف نہیں ہوسکتا، لیکن وہاں کے یہ گلاس چاندی کے ہونے کے باوجود شیشے کی طرح شفاف ہوں گے۔

(۵) یعنی ان لڑکوں کی عمر ایک جیسی ہی رہے گی، اور ان پر کبھی بڑھاپا نہیں آئے گا۔

رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿٢٤﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً

رہو، اور ان لوگوں میں سے کسی نافرمان یا کافر کی بات نہ مانو۔ (۲۴) اور اپنے پروردگار کے نام کا صبح و شام

وَّاَصِيْلًا ﴿٢٥﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿٢٦﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ

ذکر کیا کرو۔ (۲۵) اور کچھ رات کو بھی اُس کے آگے سجدے کیا کرو، اور رات کے لمبے وقت میں اُس کی تسبیح کرو۔ (۲۶) یہ لوگ تو (دُنیا کی) فوری

يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿٢٧﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَ

چیزوں سے محبت کرتے ہیں، اور اپنے آگے جو بھاری دن آنے والا ہے، اُسے نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ (۲۷) ہم نے ہی انہیں پیدا کیا ہے، اور

شَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿٢٨﴾ اِنَّ هٰذِهٖ

اُن کے جوڑ بند مضبوط کئے ہیں۔ اور ہم جب چاہیں ان کے بدلے ان جیسے دوسرے پیدا کردیں۔[۲] (۲۸) حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک نصیحت کی بات

تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ

ہے۔ اب جو چاہے، اپنے پروردگار کی طرف جانے والا راستہ اختیار کرلے۔ (۲۹) اور تم چاہوگے نہیں جب تک اللہ نہ چاہے۔

يَّشَآءَ اللّٰهُ ۗ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٣٠﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ

اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک، (۳۰) وہ جس کو چاہتا ہے، اپنی رحمت میں داخل کرلیتا ہے،

رَحْمَتِهٖ ۗ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٣١﴾ ع ۲

اور یہ جو ظالم لوگ ہیں، ان کے لئے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (۳۱)

---

(۲) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ان سب کو ہلاک کر کے ان کی جگہ دوسرے انسان پیدا کردیں، اور دُوسرا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہم نے انہیں شروع میں پیدا کیا تھا، اسی طرح ہم جب چاہیں گے، ان کے مرنے کے بعد بھی انہیں دوبارہ پیدا کردیں گے۔

الحمدللہ! سورۂ دہر کا ترجمہ اور اُس کے تشریحی حواشی آج بروز اتوار ۳۱ راگست ۲۰۰۸ء کو بحری جہاز میں کوپن ہیگن سے اوسلو جاتے ہوئے تکمیل کو پہنچے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، اور باقی کام بھی اپنی رضا کے مطابق مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

اٰیاتها ٥٠ ٧٧ سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ مَكِّيَّةٌ ٣٣ رکوعاتها ٢

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں پچاس آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝١ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝٢ وَّالنّٰشِرٰتِ
قسم ہے اُن (ہواؤں) کی جو ایک کے بعد ایک بھیجی جاتی ہیں، (١) پھر جو آندھی بن کر زور سے چلتی ہیں، (٢) اور جو (بادلوں کو) خوب اچھی
نَشْرًا ۝٣ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ۝٤ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ۝٥ عُذْرًا اَوْ
طرح پھیلا دیتی ہیں،[1] (٣) پھر قسم ہے اُن (فرشتوں) کی جو حق اور باطل کو الگ الگ کر دیتے ہیں، (٤) پھر نصیحت کی باتیں نازل کرتے ہیں، (٥)
نُذْرًا ۝٦ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ۝٧ فَاِذَا النُّجُوْمُ
جو یا تو لوگوں کے لئے معافی مانگنے کا سبب بنتی ہیں، یا ڈرانے کا،[2] (٦) یقیناً وہ واقعہ ضرور پیش آکر رہے گا جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے۔[3] (٧)
طُمِسَتْ ۝٨ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ۝٩ وَاِذَا الْجِبَالُ
چنانچہ (وہ واقعہ اُس وقت ہوگا) جب ستارے بجھا دیئے جائیں گے، (٨) اور جب آسمان کو چیر دیا جائے گا، (٩) اور جب پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے
نُسِفَتْ ۝١٠ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ۝١١ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ۝١٢
جائیں گے، (١٠) اور جب پیغمبروں کے جمع ہونے کا وقت آجائے گا۔[4] (١١) (کوئی پوچھے کہ) اس معاملے کو کس دن کے لئے ملتوی کیا گیا ہے؟[5] (١٢)
لِيَوْمِ الْفَصْلِ ۝١٣ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ۝١٤ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ
(تو جواب یہ ہے کہ) فیصلے کے دن کے لئے! (١٣) اور تمہیں کیا معلوم کہ فیصلے کا دن کیا چیز ہے؟ (١٤) بڑی خرابی ہوگی اُس دن ایسے لوگوں کی جو

---

(١) اس دُنیا میں جو ہوائیں چلتی ہیں، اُن میں سے کچھ تو ایسی ہوتی ہیں جو اِنسان کو فائدہ پہنچاتی اور اُس کے لئے زندگی کا سامان مہیا کرتی ہیں، اور کچھ ایسی ہوتی ہیں جو آندھی طوفان بن کر اِنسان کے لئے نقصان کا باعث ہوتی ہیں۔ اسی طرح فرشتے جو اللہ تعالیٰ کا کلام لے کر اِنسانوں کے پاس آتے ہیں، وہ نیک لوگوں کے لئے خوشخبری اور بُرے لوگوں کے لئے ڈرانے کا سامان لے کر آتے ہیں۔ اس لئے پہلی تین آیتوں میں ہواؤں کی قسم کھائی گئی ہے، اور دُوسری تین آیتوں میں فرشتوں کی۔

(٢) یعنی نیک لوگوں کو اس کلام کے ذریعے گناہوں سے معافی کی دعوت دی جاتی ہے، اور بُرے لوگوں کو ڈرایا جاتا ہے۔

(٣) اس سے مراد قیامت کا دِن ہے۔

(٤) اللہ تعالیٰ نے آخرت کا ایک وقت مقرّر فرمایا ہوا ہے جس میں تمام پیغمبر جمع ہو کر اپنی اپنی اُمت کے بارے میں گواہی دیں گے۔ یہاں وہی وقت مراد ہے۔

(٥) یہ کافروں کا وہی سوال ہے جو وہ اکثر کیا کرتے تھے کہ اگر عذاب و ثواب ہونا ہے تو ابھی کیوں نہیں ہو جاتا؟ دیر کیا ہے؟

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ

حق کو جھٹلاتے ہیں۔ (۱۵) کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا؟ (۱۶) پھر اُنہی کے پیچھے بعد والوں کو بھی چلتا کردیں گے۔(۶) (۱۷) ایسا ہی سلوک

نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ

ہم مجرموں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ (۱۸) بڑی خرابی ہوگی اُس دن ایسے لوگوں کی جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔ (۱۹) کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی

مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾

سے پیدا نہیں کیا؟ (۲۰) پھر ہم نے اُسے مقرّرہ وقت تک ایک مضبوط قرار کی جگہ میں رکھا،(۷) (۲۱) و (۲۲) پھر ہم نے توازن پیدا کیا، چنانچہ اچھا

فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ

توازن پیدا کرنے والے ہم ہیں!(۸) (۲۳) بڑی خرابی ہوگی اُس دن ایسے لوگوں کی جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔ (۲۴) کیا ہم نے زمین کو ایسا نہیں بنایا کہ وہ

الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّ

سمیٹ کر رکھنے والی ہے، (۲۵) زندوں کو بھی، اور مُردوں کو بھی؟ (۲۶) اور ہم نے اُس میں گڑے ہوئے اُونچے اُونچے پہاڑ پیدا کیے، اور تمہیں میٹھے

اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا

پانی سے سیراب کرنے کا انتظام کیا۔ (۲۷) بڑی خرابی ہوگی اُس دن ایسے لوگوں کی جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔ (۲۸) (ان سے کہا جائے گا کہ:) ''چلو

كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّ

اَب اُسی چیز کی طرف جسے تم جھٹلایا کرتے تھے۔ (۲۹) چلو اُس سائبان کی طرف جو تین شاخوں والا ہے،(۹) (۳۰) جس میں نہ تو (ٹھنڈک والا) سایہ

لَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ

ہے، اور نہ وہ آگ کی لپٹ سے بچا سکتا ہے۔ (۳۱) وہ آگ تو محل جیسے بڑے بڑے شعلے پھینکے گی، (۳۲) ایسا لگے گا جیسے وہ زرد رنگ کے اُونٹ

صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ

ہوں۔(۱۰) (۳۳) بڑی خرابی ہوگی اُس دن ایسے لوگوں کی جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔ (۳۴) یہ ایسا دن ہے جس میں یہ لوگ بول نہیں سکیں گے، (۳۵) اور نہ

---

(۶) یعنی جس طرح پچھلے زمانے کے کافر ہلاک ہوئے، عرب کے یہ کافر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلا رہے ہیں یہ بھی ہلاک ہوں گے۔

(۷) اس سے مراد ماں کا پیٹ ہے۔

(۸) یعنی انسان کو ہم نے صرف پیدا ہی نہیں کیا، بلکہ اُس کی بناوٹ میں ایسا بہترین توازن رکھا ہے جو ہمارے سوا کوئی قائم نہیں رکھ سکتا۔ انسان کے جسم کے مختلف حصوں پر جتنا غور کیا جائے، یہ حقیقت اتنی ہی زیادہ واضح ہوجاتی ہے۔

(۹) اس سے مراد دوزخ کی آگ کا دُھواں ہے جو سائبان کی طرح بلند ہوگا، اور تین شاخوں میں تقسیم ہوجائے گا۔

(۱۰) یہاں یہ حقیقت بیان فرمائی گئی ہے کہ دوزخ کی آگ کے شعلے اتنے بڑے ہوں گے جیسے عظیم الشان محل ہوتے ہیں، اور اُن سے جو شاخیں نکلیں گی، وہ زرد رنگ کے اُونٹوں جیسی ہوں گی۔

لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ

انہیں اس بات کی اجازت ہوگی کہ وہ کوئی عذر پیش کرسکیں۔ (٣٦) بڑی خرابی ہوگی اُس دن ایسے لوگوں کی جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔ (٣٧) یہ فیصلے کا

جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

دِن ہے۔ ہم نے تمہیں اور پچھلے لوگوں کو اکٹھا کرلیا ہے۔ (٣٨) اب اگر تمہارے پاس کوئی داؤ ہے تو مجھ پر وہ داؤ چلا لو۔ (٣٩) بڑی خرابی ہوگی اُس

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾ ع اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿٤١﴾ لا وَّفَوَاكِهَ مِمَّا

دن ایسے لوگوں کی جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔" (٤٠) جن لوگوں نے تقویٰ اختیار کیا، وہ بیشک سایوں اور چشموں کے درمیان ہوں گے، (٤١) اور اپنے

يَشْتَهُوْنَ ﴿٤٢﴾ ط كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـئًۢا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ

من پسند میووں کے درمیان! (٤٢) (اُن سے کہا جائے گا کہ:) مزے سے کھاؤ، اور پیو اُن اعمال کی بدولت جو تم کیا کرتے تھے۔ (٤٣) ہم نیک

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا

لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں۔ (٤٤) بڑی خرابی ہوگی اُس دن ایسے لوگوں کی جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔ (٤٥) (اے کافرو!) کچھ وقت کھالو، اور

قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٧﴾ وَاِذَا قِيْلَ

مزے اُڑا لو۔ حقیقت میں تم لوگ مجرم ہو۔ (٤٦) بڑی خرابی ہوگی اُس دن ایسے لوگوں کی جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔ (٤٧) اور جب ان لوگوں سے کہا

لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَبِاَيِّ

جاتا ہے کہ اللہ کے آگے جھک جاؤ، تو یہ جھکتے نہیں ہیں۔ (٤٨) بڑی خرابی ہوگی اُس دن ایسے لوگوں کی جو حق کو جھٹلاتے ہیں۔ (٤٩) اب اس کے

حَدِيْثٍۢ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿٥٠﴾ ع

بعد اور کونسی بات ہے جس پر یہ ایمان لائیں گے؟ (٥٠)

الحمد للہ! سورۂ مرسلات کا کام ۵/اگست ۲۰۰۸ء مطابق ۳/شعبان ۱۴۲۹ھ کو ناروے کے شہر اوسلو میں تکمیل کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرما کر اُسے نافع بنائیں، اور باقی ایک پارے کی خدمت بھی اپنی رضائے کامل کے مطابق انجام دِلوادیں۔ آمین ثم آمین۔

اٰیاتہا ۴۰ ۷۸ سُوْرَۃُ النَّبَاِ مَکِّیَّۃٌ ۸۰ رکوعاتہا ۲

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں چالیس آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝۱ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ۝۲ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ
یہ (کافر) لوگ کس چیز کے بارے میں سوالات کررہے ہیں؟ ۝۱ اُس زبردست واقعے کے بارے میں جس میں خود ان کی باتیں مختلف
مُخْتَلِفُوْنَ ۝۳ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۴ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ۝۵ اَلَمْ نَجْعَلِ
ہیں!(۱) ۝۲ و ۝۳ خبردار! انہیں بہت جلد پتہ لگ جائے گا، ۝۴ دوبارہ خبردار! انہیں بہت جلد پتہ لگ جائے گا۔ ۝۵ کیا ہم نے زمین کو ایک بچھونا
الْاَرْضَ مِهٰدًا ۝۶ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ۝۷ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ۝۸
نہیں بنایا؟ ۝۶ اور پہاڑوں کو (زمین میں گڑی ہوئی) میخیں؟ ۝۷ اور تمہیں (مرد و عورت کے) جوڑوں کی شکل میں ہم نے پیدا کیا، ۝۸ اور
وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝۹ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۝۱۰ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ
تمہاری نیند کو تھکن دُور کرنے کا ذریعہ ہم نے بنایا، ۝۹ اور رات کو پردے کا سبب ہم نے بنایا، ۝۱۰ اور دِن کو روزی حاصل کرنے کا وقت ہم نے
مَعَاشًا ۝۱۱ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ۝۱۲ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ۝۱۳
قرار دیا، ۝۱۱ اور ہم نے ہی تمہارے اُوپر سات مضبوط وجود (آسمان) تعمیر کئے، ۝۱۲ اور ہم نے ہی ایک دہکتا ہوا چراغ (سورج) پیدا کیا، ۝۱۳
وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ۝۱۴ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ۝۱۵
اور ہم نے ہی بھرے ہوئے بادلوں سے موسلا دھار پانی برسایا، ۝۱۴ تاکہ اُس سے غلہ اور دُوسری سبزیاں بھی اُگائیں، ۝۱۵
وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ۝۱۶ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ۝۱۷ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي
اور گھنے باغات بھی۔ ۝۱۶ یقین جانو فیصلے کا دِن ایک متعین وقت ہے، ۝۱۷ وہ دن جب
الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝۱۸ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝۱۹ وَّ
صور پھونکا جائے گا تو تم سب فوج در فوج چلے آؤ گے، ۝۱۸ اور آسمان کھول دیا جائے گا، تو اُس کے دروازے ہی دروازے بن جائیں گے، ۝۱۹

---

(۱) اس سے قیامت اور آخرت مراد ہے۔ کافر لوگ قیامت کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بنایا کرتے تھے۔ کوئی اُس کا مذاق اُڑاتا، کوئی اُس کے خلاف دلیلیں پیش کرتا، کوئی مسلمانوں سے اُس کی تفصیلات کے بارے میں سوالات کرتا، اور سوال کرنے کا مقصد حق کی تلاش نہیں، بلکہ اِستہزاء ہوتا تھا۔ ان آیتوں میں اُن کے اسی طرزِ عمل کی طرف اشارہ ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے کائنات میں پھیلی ہوئی اپنی قدرت کی نشانیوں کا ذِکر فرمایا ہے کہ جب تم یہ مانتے ہو کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے، تو اُس کی یہ قدرت تسلیم کرنے میں تمہیں کیوں مشکل پیش آرہی ہے کہ وہ اس عالم کو ایک مرتبہ ختم کر کے دوبارہ پیدا فرمادے گا۔

سُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿٢٠﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿٢١﴾
اور پہاڑوں کو چلایا جائے گا تو وہ ریت کے سراب کی شکل اختیار کرلیں گے۔(۲۰) یقین جانو جہنم گھات لگائے بیٹھی ہے۔(۲۱)
لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٢﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٣﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا
وہ سرکشوں کا ٹھکانا ہے(۲۲) جس میں وہ مدتوں اس طرح رہیں گے[۲](۲۳) کہ اُس میں نہ وہ کسی ٹھنڈک کا مزہ چکھیں گے، اور نہ کسی
شَرَابًا ﴿٢٤﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٥﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٦﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا
پینے کے قابل چیز کا،(۲۴) سوائے گرم پانی اور پیپ لہو کے،(۲۵) یہ اُن کا پورا پورا بدلہ ہوگا۔(۲۶) وہ (اپنے اعمال کے)
يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿٢٧﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٨﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ
حساب کا عقیدہ نہیں رکھتے تھے،(۲۷) اور انہوں نے ہماری آیتوں کو بڑھ چڑھ کر جھٹلایا تھا۔(۲۸) اور ہم نے ہر ہر چیز کو لکھ کر
كِتٰبًا ﴿٢٩﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿٣٠﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ ع
محفوظ کر رکھا ہے،(۲۹) "اب مزہ چکھو! اس لئے کہ ہم تمہارے لئے سزا کے سوا کسی چیز میں اضافہ نہیں کریں گے۔"(۳۰) جن لوگوں نے تقویٰ
مَفَازًا ﴿٣١﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿٣٢﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿٣٣﴾ وَّكَاْسًا
اختیار کیا تھا، اُن کی بیشک بڑی جیت ہے،(۳۱) باغات اور انگور!(۳۲) اور نوخیز ہم عمر لڑکیاں!(۳۳) اور چھلکتے
دِهَاقًا ﴿٣٤﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿٣٥﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً
ہوئے پیالے!(۳۴) وہاں پر وہ نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے، اور نہ کوئی جھوٹی بات،(۳۵) یہ تمہارے پروردگار کی طرف سے صلہ ہوگا ــــ (اللہ کی)
حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ
ایسی دین ہوگی جو لوگوں کے اعمال کے حساب سے دی جائے گی،[۳](۳۶) اُسی پروردگار کی طرف سے جو سارے آسمانوں اور زمین اور اُن کے درمیان ہر چیز
مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۙ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ
کا مالک، بہت مہربان ہے! کسی کی مجال نہیں ہے کہ اُس کے سامنے بول سکے۔[۴](۳۷) جس دن ساری رُوحیں اور فرشتے قطاریں بنا کر کھڑے ہوں گے،

---

(۲) اصل عربی لفظ "اَحقاب" ہے جو "حقبہ" کی جمع ہے جو بڑی طویل مدت کو کہتے ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ ان کے دوزخ میں رہنے کی مدتیں یکے بعد دیگرے بڑھتی ہی چلی جائیں گی۔ بعض لوگوں نے اس لفظ سے جو اِستدلال کیا ہے کہ جن سرکش لوگوں کا ذکر ہو رہا ہے، وہ بھی طویل مدتیں گذرنے کے بعد دوزخ سے نکل جائیں گے، وہ غلط اِستدلال ہے، اس لئے کہ قرآنِ کریم نے بہت سے مقامات پر صریح لفظوں میں وضاحت فرمادی ہے کہ وہ کبھی نہیں نکلیں گے۔ مثلاً دیکھئے سورۂ مائدہ (۵:۳۷)۔

(۳) یہ ترجمہ ایک تفسیر کے مطابق ہے جو حضرت عطاءؒ سے منقول ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہوگی، جو کسی اِستحقاق کے بغیر ملے گی، لیکن اللہ تعالیٰ یہ دین ہر ایک کو اُس کے اعمال کے حساب سے دیں گے۔ اور اس کا دوسرا ترجمہ یہ ہوسکتا ہے کہ: "ــــ (اللہ کی) ایسی دین ہوگی جو ہر ایک کے لئے کافی ہو جائے گی" یعنی اُن کی ضروریات اور خواہشات کو پورا کرنے کے لئے کافی ہوگی۔

(۴) یعنی جس کو جو کچھ دے دیا جائے گا، اُس کے خلاف کسی کو بولنے کی مجال نہیں ہوگی۔

اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ

اُس دن سوائے اُس کے کوئی نہیں بول سکے گا جسے خدائے رحمٰن نے اجازت دی ہو، اور وہ بات بھی ٹھیک کہے۔(٥) ﴿٣٨﴾ وہ دن ہے جو برحق ہے۔ اب جو

اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿٣٩﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا

چاہے، وہ اپنے پروردگار کے پاس ٹھکانا بنار کھے۔ ﴿٣٩﴾ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تمہیں ایک ایسے عذاب سے خبردار کر دیا ہے جو قریب آنے والا ہے جس

ع ٢ قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿٤٠﴾

دن ہر شخص وہ اعمال آنکھوں سے دیکھ لے گا جو اُس کے ہاتھوں نے آگے بھیج رکھے ہیں، اور کافر یہ کہے گا کہ کاش! میں مٹی ہو جاتا۔(٦) ﴿٤٠﴾

(٥) اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان یا فرشتہ کسی کی سفارش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کچھ بول نہیں سکے گا، اور وہ بھی اُس وقت جب وہ سفارش بھی ٹھیک کرے، یعنی اُس طریقے سے کرے جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہوگا۔

(٦) بعض روایتوں میں ہے کہ جن جانوروں نے دُنیا میں ایک دوسرے پر ظلم کیا تھا، میدانِ حشر میں اُن کو بھی جمع کر کے اُن سے اُن کے ظلم کا بدلہ دِلوایا جائے گا، یہاں تک کہ اگر کسی سینگ والی بکری نے کسی بے سینگ والی بکری کو سینگ مارا تھا تو حشر میں اُس کا بھی بدلہ دِلوایا جائے گا۔ اور جب یہ بدلہ پورا ہو جائے گا تو ان جانوروں کو مٹی میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ اُس وقت وہ کافر لوگ جنہیں دوزخ کا انجام نظر آ رہا ہوگا، وہ یہ تمنا کریں گے کہ کاش! ہم بھی مٹی ہو جاتے (مسلم و ترمذی)۔

الحمدللہ! سورۂ نبأ کا کام ۹ رشعبان ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۲ راگست ۲۰۰۸ء کو کراچی میں تکمیل کو پہنچا۔
اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، اور باقی کام کی تکمیل کی بھی اپنی رضا کے مطابق توفیق عطا فرمائیں۔
آمین ثم آمین۔

ایاتها ۴۶ ۷۹ سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ مَكِّيَّةٌ ۸۱ رکوعاتها ۲

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں چھیالیس آیتیں اور دو رُکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَ النّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۙ﴿۱﴾ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۙ﴿۲﴾ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۙ﴿۳﴾

قسم ہے اُن (فرشتوں) کی جو (کافروں کی رُوح) سختی سے کھینچتے ہیں،[1] ﴿۱﴾ اور جو (مؤمنوں کی رُوح کی) گرہ نرمی سے کھول دیتے ہیں، ﴿۲﴾

فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۙ﴿۴﴾ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۘ﴿۵﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ

وقف لازم

پھر (فضا میں) تیرتے ہوئے جاتے ہیں، ﴿۳﴾ پھر تیزی سے لپکتے ہیں، ﴿۴﴾ پھر جو حکم ملتا ہے، اُس (کو پورا کرنے) کا انتظام کرتے ہیں، ﴿۵﴾

الرَّاجِفَةُ ۙ﴿۶﴾ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ؕ﴿۷﴾ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ۙ﴿۸﴾

کہ جس دن بھونچال (ہر چیز کو) ہلا ڈالے گا،[2] ﴿۶﴾ پھر اُس کے بعد ایک اور جھٹکا آئے گا،[3] ﴿۷﴾ اُس دن بہت سے دِل لرز رہے ہوں گے، ﴿۸﴾

اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۘ﴿۹﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ؕ﴿۱۰﴾

وقف لازم

اُن کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی۔ ﴿۹﴾ یہ (کافر لوگ) کہتے ہیں کہ: "کیا ہم پہلی والی حالت پر لوٹا دیئے جائیں گے؟[4] ﴿۱۰﴾ کیا اُس وقت جب

---

(۱) قرآنِ کریم میں اصل لفظ صرف اتنا ہے کہ: "قسم اُن کی جو سختی سے کھینچتے ہیں"، لیکن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے کہ اس سے مراد رُوح قبض کرنے والے فرشتے ہیں جو کسی کی (اور عام طور سے کافروں کی) رُوح کو سختی سے کھینچتے ہیں، اور کسی کی (اور عام طور سے مؤمنوں کی) رُوح کو آسانی سے اس طرح کھینچ لیتے ہیں جیسے کوئی گرہ کھول دی ہو۔ پھر وہ ان رُوحوں کو لے کر تیرتے ہوئے جاتے ہیں، اور جلدی جلدی اُن کی منزل پر پہنچا کر اُن اَحکام کے مطابق اُن کا انتظام کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اُن کے بارے میں دیئے ہوئے ہوتے ہیں۔ پہلی چار آیتوں کا یہی مطلب ہے۔ ان فرشتوں کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے حالات بیان فرمائے ہیں کہ جب وہ آئے گی تو بہت سے دِل لرز رہے ہوں گے۔ پیچھے گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی بات کا یقین دِلانے کے لئے قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن عربی بلاغت کے قاعدے سے بات میں زور پیدا کرنے کے لئے قسمیں کھائی گئی ہیں، اور عام طور سے، جس چیز کی قسم کھائی جاتی ہے، وہ اُس دعوے پر گواہ ہوتی ہے جو بعد میں بیان ہو رہا ہے۔ یہاں مطلب یہ ہے کہ یہ فرشتے اس بات کے گواہ ہیں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے رُوح قبض فرماتا ہے، اُسی طرح فرشتوں سے صور پھنکوا کر اُنہیں دوبارہ زندہ بھی کرسکتا ہے۔

(۲) اس سے مراد پہلا صور ہے۔ جب وہ پھونکا جائے گا تو ہر جان دار کو موت آجائے گی، اور پوری کائنات زیر و زبر ہو جائے گی۔

(۳) اس سے مراد دُوسرا صور ہے۔ پہلے صور کے نتیجے میں سب مر چکے ہوں گے، اور دُوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب زندہ ہو کر حشر کے میدان میں جمع ہو جائیں گے۔

(۴) یعنی کیا ہمیں مرنے کے بعد دوبارہ زندگی کی حالت میں واپس لایا جائے گا؟

ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝۱۱ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝۱۲ فَاِنَّمَا هِيَ

ہم بوسیدہ ہڈیوں میں تبدیل ہو چکے ہوں گے؟" ۝۱۱ کہتے ہیں کہ: "اگر ایسا ہوا تو یہ بڑے گھاٹے کی واپسی ہوگی۔(۵)" ۝۱۲ حقیقت تو یہ ہے کہ وہ

زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۳ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝۱۴ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ

بس ایک زور کی آواز ہوگی، ۝۱۳ جس کے بعد وہ اچانک ایک کھلے میدان میں ہوں گے۔ ۝۱۴ (اے پیغمبر!) کیا تمہیں

مُوْسٰى ۝۱۵ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝۱۶ اِذْهَبْ اِلٰى

موسیٰ کا واقعہ پہنچا ہے؟ ۝۱۵ جب اُن کے پروردگار نے اُنہیں طویٰ کی مقدس وادی میں آواز دی تھی(۶) ۝۱۶ کہ: "فرعون کے پاس

فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۝۱۷ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝۱۸ وَاَهْدِيَكَ

چلے جاؤ، اُس نے بہت سرکشی اختیار کر رکھی ہے۔ ۝۱۷ اور اُس سے کہو کہ کیا تمہیں یہ خواہش ہے کہ تم سنور جاؤ؟ ۝۱۸ اور یہ کہ میں تمہیں تمہارے

اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝۱۹ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝۲۰ فَكَذَّبَ

پروردگار کا راستہ دِکھاؤں تو تمہارے دِل میں خوف پیدا ہو جائے؟" ۝۱۹ چنانچہ موسیٰ نے اُس کو بڑی زبردست نشانی دِکھائی،(۷) ۝۲۰ پھر بھی اُس

وَعَصٰى ۝۲۱ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝۲۲ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝۲۳ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ

نے (اُنہیں) جھٹلایا، اور کہنا نہیں مانا، ۝۲۱ پھر دوڑ دُھوپ کرنے کے لئے پلٹا، ۝۲۲ پھر سب کو اِکٹھا کیا، اور آواز لگائی ۝۲۳ اور کہا کہ: "میں

الْاَعْلٰى ۝۲۴ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝۲۵ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

تمہارا اعلیٰ درجے کا پروردگار ہوں۔" ۝۲۴ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے اُسے آخرت اور دُنیا کے عذاب میں پکڑ لیا۔(۸) ۝۲۵ حقیقت یہ ہے کہ اس واقعے

ع لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝۲۶ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ

میں اُس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو اللہ کا خوف دِل میں رکھتا ہو۔ ۝۲۶ (انسانو!) کیا تمہیں پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے، یا آسمان کو؟(۹) اُس کو

بَنٰىهَا ۝۲۷ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ۝۲۸ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ

اللہ نے بنایا ہے، ۝۲۷ اُس کی بلندی اُٹھائی ہے، پھر اُسے ٹھیک کیا ہے، ۝۲۸ اور اُس کی رات کو اندھیری بنایا ہے، اور اُس کے دن کی

---

(۵) مطلب یہ ہے کہ اگر ہمیں واقعی دوبارہ زندہ کیا گیا تو یہ ہمارے لئے گھاٹے کا سودا ہوگا، کیونکہ اس دوسری زندگی کے لئے ہم نے کوئی تیاری نہیں کر رکھی ہے۔

(۶) اس سے مراد صحرائے سینا کی وہ وادی ہے جس میں پہلی بار حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنایا گیا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ طٰہٰ (۲۰:۹ تا ۴۸ اور ان کے حواشی)۔

(۷) یعنی یہ معجزہ دِکھایا کہ اُن کی لاٹھی سانپ بن گئی، اور اُن کا ہاتھ چمکنے لگا (دیکھئے سورۂ طٰہٰ ۲۰:۱۷ تا ۲۲)۔

(۸) دُنیا کا عذاب یہ کہ اُسے اور اُس کے لشکر کو غرق کر دیا گیا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ شعراء (۲۶:۶۱ تا ۶۴) اور آخرت میں دوزخ کا عذاب ہوگا۔

ضُحٰهَا ﴿۲۹﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ﴿۳۰﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ

دُھوپ باہر نکال دی ہے،(۲۹) اور زمین کو اُس کے بعد بچھادیا ہے،(۳۰) اُس میں سے اُس کا پانی اور اُس کا

مَرْعٰهَا ﴿۳۱﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰهَا ﴿۳۲﴾ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا

چارہ نکالا ہے،(۳۱) اور پہاڑوں کو گاڑدیا ہے،(۳۲) تاکہ تمہیں اور تمہارے مویشیوں کو فائدہ پہنچائے۔(۳۳) پھر جب

جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۵﴾

وہ سب سے بڑا ہنگامہ برپا ہوگا،(۳۴) جس دن انسان اپنا سارا کیا دھرا یاد کرے گا،(۳۵)

وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۶﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۷﴾ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ

اور دوزخ ہر دیکھنے والے کے سامنے ظاہر کردی جائے گی،(۳۶) تو وہ جس نے سرکشی کی تھی،(۳۷) اور دُنیا کی زندگی کو

الدُّنْيَا ﴿۳۸﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۳۹﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَ

ترجیح دی تھی،(۳۸) تو دوزخ ہی اُس کا ٹھکانا ہوگی۔(۳۹) لیکن وہ جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے کا

نَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ

خوف رکھتا تھا، اور اپنے نفس کو بُری خواہشات سے روکتا تھا،(۴۰) تو جنت ہی اُس کا ٹھکانا ہوگی۔(۴۱) یہ لوگ تم سے قیامت کی گھڑی کے بارے

السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى رَبِّكَ

میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب قائم ہوگی؟(۴۲) تمہارا یہ بات بیان کرنے سے کیا کام؟(۴۳) اس کا علم تو تمہارے پروردگار پر

مُنْتَهٰهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ

ختم ہے۔(۴۴) جو شخص اُس سے ڈرتا ہو، تم تو صرف اُس کو خبردار کرنے والے ہو۔(۴۵) جس دن یہ اُس کو دیکھ لیں گے، اُس دن انہیں ایسا معلوم

ع يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ﴿۴۶﴾

ہوگا جیسے وہ (دُنیا میں یا قبر میں) ایک شام یا ایک صبح سے زیادہ نہیں رہے۔(۱۰)(۴۶)

(۹) عرب کے کافر لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا جو انکار کرتے تھے، اُس کی وجہ یہ تھی کہ وہ کسی مُردے کے زندہ ہونے کو بہت مشکل سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ کائنات کی دوسری چیزوں، مثلاً آسمان، کے مقابلے میں انسان کو پیدا کرنا زیادہ آسان ہے، اگر تم مانتے ہو کہ آسمان اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے تو پھر انسان کو دوبارہ پیدا کرنا اُس کے لئے کیا مشکل ہے؟

(۱۰) یعنی آخرت میں پہنچنے کے بعد دُنیا میں گذری ہوئی زندگی یا قبر کے عالمِ برزخ میں قیام کی مدّت بہت مختصر معلوم ہوگی۔

الحمدللہ! سورۂ نازعات کا کام ۱۸ر شعبان ۱۴۲۹ھ ۲۱ر اگست ۲۰۰۸ء کو کراچی میں مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ قبول فرماکر باقی کام کی بھی اپنی رضا کے مطابق تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

آیاتها ۴۲ ۸۰ سُوْرَةُ عَبَسَ مَكِّيَّةٌ ۲۴ رکوعها ۱

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں بیالیس آیتیں ہیں اور ایک رُکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

عَبَسَ وَ تَوَلّٰىٓ ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿۲﴾ وَ مَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ

(پیغمبر نے) منہ بنایا، اور رُخ پھیرلیا(۱) ﴿۱﴾ اس لئے کہ اُن کے پاس وہ نابینا آگیا تھا۔ ﴿۲﴾ اور (اے پیغمبر!) تمہیں کیا خبر؟ شاید

يَزَّكّٰىٓ ﴿۳﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ

وہ سدھر جاتا، ﴿۳﴾ یا وہ نصیحت قبول کرتا، اور نصیحت کرنا اُسے فائدہ پہنچاتا! ﴿۴﴾ ـــــ وہ شخص جو بے پروائی دِکھا رہا تھا، ﴿۵﴾ اُس کے تو تم

تَصَدّٰى ﴿۶﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿۸﴾ وَهُوَ

پیچھے پڑتے ہو، ﴿۶﴾ حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے تو تم پر کوئی ذمہ داری نہیں آتی، ﴿۷﴾ اور وہ جو محنت کرکے تمہارے پاس آیا ہے، ﴿۸﴾ اور وہ دِل

يَخْشٰى ﴿۹﴾ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿۱۰﴾ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ

میں اللہ کا خوف رکھتا ہے، ﴿۹﴾ اُس کی طرف سے تم بے پروائی برتتے ہو! ﴿۱۰﴾ ہرگز ایسا نہیں چاہئے! یہ قرآن تو ایک نصیحت ہے، ﴿۱۱﴾ اب جو

ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِيْ

چاہے، اُسے یاد کرلے(۲)، ﴿۱۲﴾ وہ ایسے صحیفوں میں درج ہے جو بڑے مقدس ہیں(۳)، ﴿۱۳﴾ اُونچے رُتبے والے ہیں، پاکیزہ ہیں، ﴿۱۴﴾ اُن لکھنے والوں

---

(۱) یہ آیات ایک خاص واقعے میں نازل ہوئی تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن حضورِ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے کچھ بڑے بڑے سرداروں کو اِسلام کی تبلیغ فرمارہے تھے، اور اُن سے گفتگو میں مشغول تھے کہ اتنے میں آپ کے ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ وہاں آگئے، اور چونکہ وہ نابینا تھے، اس لئے یہ نہ دیکھ سکے کہ آپ کن کے ساتھ گفتگو میں مصروف ہیں، چنانچہ اُنہوں نے آتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سکھانے کی درخواست شروع کردی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کا یہ طریقہ پسند نہ آیا کہ دوسروں کی بات کاٹ کر اُنہوں نے بیچ میں مداخلت شروع کردی۔ اس لئے آپ کے چہرۂ مبارک پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے، اور آپ نے اُن کی بات کا جواب دینے کے بجائے اُن کافروں کے ساتھ اپنی گفتگو جاری رکھی۔ جب وہ لوگ چلے گئے تو یہ سورت نازل ہوئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقے پر اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ منہ بنانے کو عربی میں "عبس" کہتے ہیں، چونکہ یہ سورت اسی لفظ سے شروع ہوئی ہے، اس لئے اس کا نام "عبس" ہے، اور اس میں بنیادی تعلیم یہ دی گئی ہے کہ جو شخص دِل میں حق کی طلب رکھتا ہو، اور سچے دِل سے اپنی اِصلاح چاہتا ہو، وہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اُس کو وقت دیا جائے۔ اس کے برخلاف جن لوگوں کے دِل میں حق کی طلب ہی نہیں ہے، اور وہ اپنی کسی اِصلاح کی ضرورت نہیں سمجھتے، حق کے طلبگاروں سے منہ موڑ کر اُنہیں ترجیح نہیں دینی چاہئے۔

(۲) یعنی قرآنِ کریم کی بات کو قبول کرکے اُس پر عمل کرے۔

(۳) اس سے مراد لوحِ محفوظ ہے۔ اس میں دوسری باتوں کے علاوہ قرآنِ کریم بھی محفوظ ہے۔

سَفَرَةٍ ﴿١٥﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿١٦﴾ قُتِلَ الْإِنْسَانُ مَا أَكْفَرَهُ ﴿١٧﴾ مِنْ أَيِّ

کے ہاتھ میں رہتے ہیں (۱۵) جو خود بڑی عزت والے، بہت نیک ہیں۔(۴) (۱۶) خدا کی مار ہو ایسے انسان پر، وہ کتنا ناشکرا ہے! (۱۷) (وہ ذرا سوچے

شَيْءٍ خَلَقَهُ ﴿١٨﴾ مِنْ نُطْفَةٍ خَلَقَهُ فَقَدَّرَهُ ﴿١٩﴾ ثُمَّ السَّبِيلَ

کہ) اللہ نے اُسے کس چیز سے پیدا کیا؟ (۱۸) نطفے کی ایک بوند سے! اُسے پیدا بھی کیا، پھر اُس کو ایک خاص انداز بھی دیا۔(۵) (۱۹) پھر اُس کے

يَسَّرَهُ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ ﴿٢١﴾ ثُمَّ إِذَا شَاءَ أَنْشَرَهُ ﴿٢٢﴾ كَلَّا لَمَّا

لئے راستہ بھی آسان بنادیا،(۶) (۲۰) پھر اُسے موت دی، اور قبر میں پہنچادیا، (۲۱) پھر جب چاہے گا، اُسے دوبارہ اُٹھا کر کھڑا کردے گا۔ (۲۲) ہرگز

يَقْضِ مَا أَمَرَهُ ﴿٢٣﴾ فَلْيَنْظُرِ الْإِنْسَانُ إِلَىٰ طَعَامِهِ ﴿٢٤﴾ أَنَّا صَبَبْنَا

نہیں! جس بات کا اللہ نے اُسے حکم دیا تھا، ابھی تک اُس نے وہ پوری نہیں کی۔(۷) (۲۳) پھر ذرا انسان اپنے کھانے ہی کو دیکھ لے! (۲۴) کہ ہم نے

الْمَاءَ صَبًّا ﴿٢٥﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ﴿٢٦﴾ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ﴿٢٧﴾ وَعِنَبًا

اُوپر سے خوب پانی برسایا، (۲۵) پھر ہم نے زمین کو عجیب طرح پھاڑا،(۸) (۲۶) پھر ہم نے اُس میں غلے اُگائے، (۲۷) اور انگور

وَقَضْبًا ﴿٢٨﴾ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ﴿٢٩﴾ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ﴿٣٠﴾ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ﴿٣١﴾

اور ترکاریاں، (۲۸) اور زیتون اور کھجور، (۲۹) اور گھنے گھنے باغات، (۳۰) اور میوے اور چارہ، (۳۱)

مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ ﴿٣٢﴾ فَإِذَا جَاءَتِ الصَّاخَّةُ ﴿٣٣﴾

سب کچھ تمہارے اور تمہارے مویشیوں کے فائدے کی خاطر! (۳۲) آخر جب وہ کان پھاڑنے والی آواز آہی جائے گی،(۹) (اُس وقت اس

---

(۴) اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو لوحِ محفوظ پر مقرر ہیں۔

(۵) یعنی ماں کے پیٹ میں اُس کے ایسے اعضاء اور ایسی صورت بنائی جو حیرت انگیز توازن کی حامل ہے۔ نیز اس کی ایک تفسیر یہ بھی کی گئی ہے کہ اُس کی تقدیر طے فرمائی۔

(۶) اس کی ایک تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ منقول ہے کہ بچے کو ماں کے پیٹ سے باہر آنے کا راستہ اللہ تعالیٰ نے آسان بنادیا کہ وہ ایک تنگ جگہ سے بہ آسانی باہر آجاتا ہے۔ اور بعض حضرات نے اس کی یہ تفسیر فرمائی ہے کہ انسان کے دُنیا میں جینے کا راستہ آسان بنادیا، اور اُس کی ساری ضروریات دُنیا میں مہیا فرمادیں۔

(۷) اس سے مراد کافر بھی ہوسکتے ہیں کہ اُن کی نافرمانی بالکل ظاہر ہے، اور اگر مسلمان مراد ہوں تب بھی یہ بات صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کا پورا پورا حق کون ادا کرسکتا ہے؟

(۸) ایک ننھے سے پودے کی کونپل اتنی بھاری زمین کو پھاڑ کر جس طرح باہر نکل آتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر ایمان لانے کے لئے کافی ہونی چاہئے۔

(۹) اس سے مراد قیامت ہے، جس کا آغاز صور کی آواز سے ہوگا۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝۳۴ وَاُمِّهٖ وَ اَبِيْهِ ۝۳۵ وَصَاحِبَتِهٖ

ناشکری کی حقیقت پتہ چل جائے گی) ۝۳۳ یہ اُس دن ہوگا جب انسان اپنے بھائی سے بھی بھاگے گا، ۝۳۴ اور اپنے ماں باپ سے بھی، ۝۳۵ اور

وَ بَنِيْهِ ۝۳۶ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ۝۳۷ وُجُوْهٌ

اپنے بیوی بچوں سے بھی، ۝۳۶ (کیونکہ) ان میں سے ہر ایک کو اُس دن اپنی ایسی فکر پڑی ہوگی کہ اُسے دوسروں کا ہوش نہیں ہوگا۔ ۝۳۷ اُس

يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ۝۳۸ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ۝۳۹ وَ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا

روز کتنے چہرے تو چمکتے دمکتے ہوں گے، ۝۳۸ ہنستے، خوشی مناتے ہوئے، ۝۳۹ اور کتنے چہرے اُس دن ایسے ہوں گے کہ اُن پر خاک پڑی

غَبَرَةٌ ۝۴۰ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ۝۴۱ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۝۴۲ ع ۱ ۴۲

ہوگی، ۝۴۰ سیاہی نے انہیں ڈھانپ رکھا ہوگا۔ ۝۴۱ یہ وہی لوگ ہوں گے جو کافر تھے، بدکار تھے۔ ۝۴۲

الحمدللہ! سورۂ عبس کا کام دُبی سے برمنگھم جاتے ہوئے ۲۰ رشعبان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۳ راگست ۲۰۰۸ء کو طیارے میں مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ اور باقی کام کی تکمیل کی بھی اپنی رضا کے مطابق توفیق عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

آیاتها ۲۹ ۸۱ سُوْرَةُ التَّکْوِیْرِ مَکِّیَّۃٌ ۷ رکوعہا ۱

سورۂ تکویر مکی ہے، اور اس میں اُنتیس آیتیں اور ایک رُکوع ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِذَا الشَّمْسُ کُوِّرَتْ ۝۱ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْکَدَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْجِبَالُ

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا، (۱) ۝۱ اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے، ۝۲ اور جب پہاڑوں کو

سُیِّرَتْ ۝۳ وَ اِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَ اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَ

چلایا جائے گا، ۝۳ اور جب دس مہینے کی گابھن اُونٹنیوں کو بھی بیکار چھوڑ دیا جائے گا، (۲) ۝۴ اور جب وحشی جانور اِکٹھے کردیئے جائیں گے، (۳) ۝۵

اِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَ اِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَ اِذَا الْمَوْءٗدَۃُ

اور جب سمندروں کو بھڑکایا جائے گا، (۴) ۝۶ اور جب لوگوں کے جوڑے جوڑے بنادیئے جائیں گے، (۵) ۝۷ اور جس بچی کو زِندہ قبر میں گاڑ دیا گیا

سُئِلَتْ ۝۸ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَ اِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَ اِذَا السَّمَآءُ

تھا، جب اُس سے پوچھا جائے گا ۝۸ کہ اُسے کس جرم میں قتل کیا گیا؟ (۶) ۝۹ اور جب اعمال نامے کھول دیئے جائیں گے، ۝۱۰ اور جب آسمان

---

(۱) یہاں سے آیت نمبر ۱۴ تک قیامت اور آخرت کے حالات بیان فرمائے گئے ہیں۔ سورج کو لپیٹنے کی کیا کیفیت ہوگی؟ اس کی حقیقت تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ البتہ یہ بات ظاہر ہے کہ اس کے نتیجے میں سورج میں روشنی باقی نہیں رہے گی۔ چنانچہ بعض حضرات نے اس آیت کا ترجمہ یہ بھی فرمایا ہے کہ: ''جب سورج بے نور ہوجائے گا۔'' چونکہ لپیٹنے کو عربی میں ''تکویر'' کہا جاتا ہے، اس لئے اس سورت کا نام سورۂ تکویر ہے۔

(۲) اُونٹنی اُس وقت عرب کے لوگوں کے لئے سب سے بڑی دولت سمجھی جاتی تھی، اور اگر اُونٹنی گابھن یعنی حاملہ ہو تو اُس کی قیمت اور بڑھ جاتی تھی، اور دس مہینے کی گابھن ہو تو اُسے سب سے زیادہ قیمتی سمجھا جاتا تھا۔ اس آیت میں یہ فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے وقت ہر شخص پر ایسی حالت طاری ہوگی کہ اُسے اتنی بڑی دولت کو بھی سنبھالنے کا ہوش نہیں رہے گا، اس لئے ایسی اُونٹنیاں بھی بیکار چھوٹی پھریں گی۔

(۳) قیامت کے ہولناک منظر کو دیکھ کر سارے وحشی جانور بھی گھبراہٹ کے عالم میں اِکٹھے ہوجائیں گے، جیسے کہ کسی عام مصیبت کے موقع پر تنہا رہنے کے بجائے دوسروں کے ساتھ رہنے کو پسند کیا جاتا ہے۔

(۴) سمندروں کو بھڑکانے کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُن میں طغیانی آجائے گی، اور دریا سمندر آپس میں مل کر ایک ہوجائیں گے، اور یہ مطلب بھی ممکن ہے کہ ان کا پانی خشک ہوجائے گا، اور ان میں آگ لگادی جائے گی۔

(۵) یعنی ایک قسم کے لوگ ایک جگہ جمع کردیئے جائیں گے۔ کافر ایک جگہ، اور مؤمن ایک جگہ۔ نیز نیک لوگ ایک جگہ، اور بدکار ایک جگہ۔

(۶) جاہلیت کے زمانے میں ایک انتہائی وحشیانہ رسم یہ تھی کہ لوگ عورتوں کو منحوس سمجھتے تھے، اور بعض قبیلے ایسے تھے کہ اگر اُن میں

كُشِطَتْ (١١) وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ (١٢) وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ (١٣) عَلِمَتْ

کا چھلکا اُتار دیا جائے گا، (۱۱) اور جب دوزخ بھڑکائی جائے گی، (۱۲) اور جب جنت قریب کردی جائے گی، (۱۳) تو اُس وقت ہر شخص کو اپنا سارا

نَفْسٌ مَّآ أَحْضَرَتْ (١٤) فَلَآ أُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ (١٥) الْجَوَارِ الْكُنَّسِ (١٦)

کیا دھرا معلوم ہوجائے گا۔ (۱۴) اب میں قسم کھاتا ہوں اُن ستاروں کی جو پیچھے کی طرف چلنے لگتے ہیں، (۱۵) جو چلتے چلتے دبک جاتے ہیں،(۷) (۱۶)

وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ (١٧) وَالصُّبْحِ إِذَا تَنَفَّسَ (١٨) إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ

اور قسم کھاتا ہوں رات کی جب وہ رُخصت ہو، (۱۷) اور صبح کی جب وہ سانس لے،(۸) (۱۸) کہ یہ (قرآن) یقینی طور پر ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا

كَرِيمٍ (١٩) ذِي قُوَّةٍ عِندَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ (٢٠) مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ (٢١) وَ

کلام ہے،(۹) (۱۹) جو قوت والا ہے، جس کا عرش والے کے پاس بڑا رُتبہ ہے۔ (۲۰) وہاں اُس کی بات مانی جاتی ہے(۱۰) وہ امانت دار ہے۔ (۲۱) اور

مَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ (٢٢) وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ (٢٣)

(اے مکہ والو!) تمہارے ساتھ رہنے والے یہ صاحب (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کوئی دیوانے نہیں ہیں، (۲۲) اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ انہوں

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (٢٤) وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَٰنٍ

نے اس فرشتے کو کھلے ہوئے اُفق پر دیکھا ہے،(۱۱) (۲۳) اور وہ غیب کی باتوں کے بارے میں بخیل بھی نہیں ہیں۔(۱۲) (۲۴) اور نہ یہ (قرآن) کسی مردود

سے کسی کے یہاں بچی پیدا ہوجاتی تو وہ شرم کے مارے اُس بچی کو زندہ زمین میں دفن کردیتا تھا۔ قیامت میں اُس بچی کو لاکر پوچھا جائے گا کہ تمہیں کس جرم میں موت کے گھاٹ اُتارا گیا تھا؟ اس سے اُن ظالموں کو سزا دینا مقصود ہوگا جنہوں نے اُس بچی کے ساتھ ایسی درندگی کا معاملہ کیا۔

(۷) بعض ستارے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ کبھی مشرق سے مغرب کی طرف چلتے نظر آتے ہیں، اور کبھی مغرب سے مشرق طرف۔ گویا وہ ایک سمت میں چلتے چلتے واپس پلٹ رہے ہیں، پھر چلتے چلتے نگاہوں سے غائب ہوجاتے ہیں، گویا وہ کہیں دبک کر چھپ گئے ہیں۔ ان ستاروں کی یہ گردش اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا عجیب مظہر ہے۔ اس لئے اُن کی قسم کھائی گئی ہے۔

(۸) صبح کے وقت عموماً ہلکی ہلکی ہوا چلتی ہے جسے بادِ نسیم کہا جاتا ہے۔ اس ہوا کے چلنے کو بڑی بلاغت کے ساتھ صبح کے سانس سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

(۹) اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی کے ذریعے قرآنِ کریم لا کرتے تھے۔

(۱۰) یعنی دوسرے فرشتے اُن کی بات مانتے ہیں۔

(۱۱) حضرت جبرئیل علیہ السلام عام طور پر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی انسان کی صورت میں آیا کرتے تھے، لیکن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اُنہیں اپنی اصلی صورت میں دیکھنے کی فرمائش کی تھی۔ اس موقع پر وہ اُفق پر اپنی اصل صورت میں بھی آپ کے سامنے ظاہر ہوئے۔ اس آیت میں اُس کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اس کی کچھ تفصیل سورۂ نجم میں پیچھے گذر چکی ہے۔ اس موقع پر اُس سورت کے حواشی نمبر ۲، ۳ اور ۴ ضرور دیکھ لئے جائیں۔

رَجِيْمٍ ﴿٢٥﴾ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ﴿٢٦﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٧﴾ لِمَنْ شَآءَ

شیطان کی (بنائی ہوئی) کوئی بات ہے۔ (۲۵) پھر بھی تم لوگ کدھر چلے جارہے ہو؟ (۲۶) یہ تو دُنیا جہان کے لوگوں کے لئے ایک نصیحت ہے، (۲۷) تم

مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ﴿٢٨﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٢٩﴾ ع

میں سے ہر اُس شخص کے لئے جو سیدھا سیدھا رہنا چاہے! (۲۸) اور تم چاہو گے نہیں، اِلّا یہ کہ خود اللہ چاہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے۔ (۲۹)

---

(۱۲) یعنی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے غیب کی جو باتیں معلوم ہوتی ہیں، وہ اُنہیں لوگوں سے چھپاتے نہیں ہیں، بلکہ سب کے سامنے ظاہر فرما دیتے ہیں۔ جاہلیت کے زمانے میں جو لوگ کاہن کہلاتے تھے، وہ بھی غیب کی باتیں بتانے کا دعویٰ کرتے تھے، اور شیطانوں سے دوستی کرکے اُن سے کچھ جھوٹی سچی باتیں سن لیا کرتے تھے، لیکن جب لوگ اُن سے پوچھتے تو وہ اُنہیں فیس لئے بغیر کچھ بتانے سے انکار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کافروں سے فرمارہے ہیں کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کاہن کہتے ہو، حالانکہ کاہن تو تمہیں جھوٹی باتیں بتانے میں بھی بڑے بخل سے کام لیتے ہیں، اور پیسے لئے بغیر کچھ نہیں بتاتے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی جو سچی باتیں معلوم ہوتی ہیں، وہ بتانے میں بھی نہ بخل سے کام لیتے ہیں، اور نہ اُس پر کوئی معاوضہ مانگتے ہیں۔

الحمدللہ! سورۂ تکویر کا کام ۲۲ رشعبان ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۵ راگست ۲۰۰۸ء کو برطانیہ کے شہر والسال میں مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ مقبول اور نافع بنائیں، اور باقی کام کی اپنی رضا کے مطابق تکمیل فرمائیں۔

آمین ثم آمین۔

آیاتها ۱۹ ۸۲ سُوْرَةُ الْاِنْفِطَارِ مَكِّيَّةٌ ۸۲ رکوعها ۱

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں اُنیس آیتیں اور ایک رُکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَ اِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ وَ اِذَا الْبِحَارُ

جب آسمان چِر جائے گا، (۱) اور جب ستارے جھڑ پڑیں گے، (۲) اور جب سمندروں کو اُبال

فُجِّرَتْ ۝۳ وَ اِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَ

دیا جائے گا، (۳) اور جب قبریں اُکھاڑ دی جائیں گی، (۴) اُس وقت ہر شخص کو پتہ چل جائے گا کہ اُس نے کیا آگے بھیجا اور

اَخَّرَتْ ۝۵ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝۶ الَّذِيْ

کیا پیچھے چھوڑا[۱] (۵) اے انسان! تجھے کس چیز نے اپنے اُس پروردگار کے معاملے میں دھوکا لگا دیا ہے جو بڑا کرم والا ہے، (۶) جس نے تجھے

خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝۷ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝۸ كَلَّا بَلْ

پیدا کیا، پھر تجھے ٹھیک ٹھیک بنایا، پھر تیرے اندر اعتدال پیدا کیا؟ (۷) جس صورت میں چاہا، اُس نے تجھے جوڑ کر تیار کیا۔ (۸) ہرگز ایسا نہیں

تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝۹ وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝۱۰ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝۱۱

ہونا چاہئے[۲] لیکن تم جزا و سزا کو جھٹلاتے ہو، (۹) حالانکہ تم پر کچھ نگراں (فرشتے) مقرّر ہیں، (۱۰) وہ معزّز لکھنے والے (۱۱)

يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۱۲ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝۱۳ وَ اِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ

جو تمہارے سارے کاموں کو جانتے ہیں۔[۳] (۱۲) یقین رکھو کہ نیک لوگ یقیناً بڑی نعمتوں میں ہوں گے، (۱۳) اور بدکار لوگ ضرور دوزخ میں ہوں

جَحِيْمٍ ۝۱۴ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۱۵ وَ مَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝۱۶ وَ مَاۤ

گے۔ (۱۴) وہ اُس میں جزا و سزا کے دن داخل ہوں گے، (۱۵) اور وہ اُس سے غائب نہیں ہوسکتے۔ (۱۶) اور تمہیں کیا پتہ کہ

اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۷ ثُمَّ مَاۤ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۸ يَوْمَ

جزا و سزا کا دِن کیا چیز ہے؟ (۱۷) ہاں تمہیں کیا پتہ کہ جزا و سزا کا دِن کیا چیز ہے؟ (۱۸) یہ وہ دن ہوگا جس میں کسی

---

(۱) "جو آگے بھیجا" سے مراد وہ اعمال ہیں جو کسی شخص نے دُنیا میں کرکے انہیں آخرت کے لئے آگے بھیج دیا، یعنی اُنہیں آخرت کا ذخیرہ بنالیا، اور "جو پیچھے چھوڑا" سے مراد وہ اعمال ہیں جو اُسے کرنے چاہئیں تھے، لیکن اُس نے نہیں کئے، اور دُنیا میں چھوڑ آیا۔

(۲) یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں یہ دھوکا نہیں کھانا چاہئے کہ معاذ اللہ وہ مُردوں کو دوبارہ زندہ نہیں کرسکتا۔

(۳) اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اِنسان کے سارے اعمال کو لکھتے رہتے ہیں، اور اسی سے اُس کا اعمال نامہ تیار ہوتا ہے۔

لَا تَمۡلِكُ نَفۡسٌ لِّنَفۡسٍ شَيۡـًٔا ؕ وَالۡاَمۡرُ يَوۡمَئِذٍ لِّلّٰهِ ﴿۱۹﴾ ع

دوسرے کے لئے کچھ کرنا کسی کے بس میں نہیں ہوگا، اور تمام تر حکم اُس دن اللہ ہی کا چلے گا۔ ﴿۱۹﴾

الحمدللہ! اس سورت پر کام کی تکمیل والسال برطانیہ میں ۲۳؍شعبان ۱۴۲۹ھ
مطابق ۲۶؍اگست ۲۰۰۸ء کو ہوئی۔

تَقَبَّلَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَوَفَّقَنِىۡ لِمَا يُحِبُّهٗ وَيَرۡضَاهُ

آیاتھا ۳۶ ۸۳ سُوْرَةُ الْمُطَفِّفِيْنَ مَكِّيَّةٌ ۸۶ رکوعھا ۱

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں چھتیس آیتیں اور ایک رُکوع ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی (۱) جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ لوگوں سے خود کوئی چیز ناپ کر لیتے ہیں تو پوری پوری لیتے

وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ

ہیں، (۲) اور جب وہ کسی کو ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو گھٹا کر دیتے ہیں۔[1] (۳) کیا یہ لوگ یہ نہیں سوچتے کہ اُنہیں ایک بڑے زبردست

مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶

دن میں زندہ کرکے اُٹھایا جائے گا؟ (۴) و (۵) جس دن سب لوگ ربّ العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ (۶)

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝۷ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝۸ كِتٰبٌ

ہرگز ایسا نہیں چاہئے! یقین جانو کہ بدکار لوگوں کا اعمال نامہ سجّین میں ہے[2] (۷) اور تمہیں کیا معلوم کہ سجّین (میں رکھا ہوا اعمال نامہ) کیا چیز ہے؟ (۸)

مَّرْقُوْمٌ ۝۹ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۰ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ

وہ ایک لکھی ہوئی کتاب ہے۔ (۹) اُس دن بڑی خرابی ہوگی حق کو جھٹلانے والوں کی، (۱۰) جو جزا و سزا کے

الدِّيْنِ ۝۱۱ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا

دن کو جھٹلاتے ہیں۔ (۱۱) اور اُس دن کو وہی جھٹلاتا ہے جو حد سے گذرا ہوا گنہگار ہو، (۱۲) اُسے جب ہماری آیتیں پڑھ کر سُنائی جاتی ہوں تو

قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا

وہ کہتا ہو کہ: "یہ تو پچھلے لوگوں کے افسانے ہیں۔" (۱۳) ہرگز نہیں! بلکہ جو عمل یہ کرتے رہے ہیں، اُس نے اِن کے دِلوں

يَكْسِبُوْنَ ۝۱۴ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّهُمْ

پر زنگ چڑھا دیا ہے۔ (۱۴) ہرگز نہیں! حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اُس دن اپنے پروردگار کے دیدار سے محروم ہوں گے۔ (۱۵) پھر ان کو

(۱) ان آیتوں میں اُن لوگوں کے لئے بڑی سخت وعید بیان فرمائی گئی ہے جو دُوسروں سے اپنا حق وصول کرنے میں تو بڑی سرگرمی دِکھاتے ہیں، لیکن جب دُوسروں کا حق دینے کا وقت آتا ہے تو ڈنڈی مارتے ہیں۔ یہ وعید صرف ناپ تول ہی سے متعلق نہیں ہے، بلکہ ہر قسم کے حقوق کو شامل ہے، اور اس طرح ڈنڈی مارنے کو عربی میں "تطفیف" کہتے ہیں، اسی لئے اس سورت کا نام تطفیف ہے۔

(۲) سجّین کے لفظی معنی قید خانے کے ہیں۔ یہ اُس جگہ کا نام ہے جہاں مرنے کے بعد کافروں کی رُوحوں کو رکھا جاتا ہے۔ وہیں پر اُن کا اعمال نامہ بھی موجود رہتا ہے۔

لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ﴿١٦﴾ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿١٧﴾ كَلَّآ

دوزخ میں داخل ہونا پڑے گا۔(۱۶) پھر کہا جائے گا کہ: "یہ ہے وہ چیز جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے!"(۱۷) خبردار!

اِنَّ كِتٰبَ الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ﴿١٨﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ﴿١٩﴾ كِتٰبٌ

نیک لوگوں کا اعمال نامہ علّیّین میں ہے۔(۳) (۱۸) اور تمہیں کیا معلوم کہ علّیّین (میں رکھا ہوا اعمال نامہ) کیا چیز ہے؟(۱۹) وہ ایک لکھی ہوئی

مَّرْقُوْمٌ ﴿٢٠﴾ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢١﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ﴿٢٢﴾ عَلَى

کتاب ہے(۲۰) جسے مقرّب فرشتے دیکھتے ہیں(۴) (۲۱) یقین جانو کہ نیک لوگ بڑی نعمتوں میں ہوں گے۔(۲۲) آرام دہ نشستوں

الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ﴿٢٣﴾ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ﴿٢٤﴾ يُسْقَوْنَ

پر بیٹھے نظارہ کررہے ہوں گے۔(۲۳) اُن کے چہروں پر نعمتوں میں رہنے سے جو رونق آئے گی، تم اُسے صاف پہچان لوگے۔(۲۴) انہیں ایسی

مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ﴿٢٥﴾ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ۚ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ

خالص شراب پلائی جائے گی جس پر مہر لگی ہوگی،(۲۵) اُس کی مہر بھی مشک ہی مشک ہوگی۔ اور یہی وہ چیز ہے جس پر للچانے والوں کو

الْمُتَنَافِسُوْنَ ﴿٢٦﴾ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ﴿٢٧﴾ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا

بڑھ چڑھ کر للچانا چاہئے۔(۲۶) اور اُس شراب میں تسنیم کا پانی ملا ہوا ہوگا،(۵) (۲۷) جو ایک ایسا چشمہ ہے کہ جس سے اللہ کے

الْمُقَرَّبُوْنَ ﴿٢٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ﴿٢٩﴾

مقرّب بندے پانی پئیں گے۔(۲۸) جو لوگ مجرم تھے، وہ ایمان والوں پر ہنسا کرتے تھے۔(۲۹) اور جب اُن کے پاس سے گذرتے تھے تو

وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ﴿٣٠﴾ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا

ایک دوسرے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اِشارے کرتے تھے۔(۳۰) اور جب اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاتے تھے، تو دِل لگی کرتے

فَكِهِيْنَ ﴿٣١﴾ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ﴿٣٢﴾ وَمَآ اُرْسِلُوْا

ہوئے جاتے تھے۔(۳۱) اور جب ان (مؤمنوں) کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ لوگ یقیناً گمراہ ہیں،(۳۲) حالانکہ ان کو ان مسلمانوں پر

عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٣٣﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ﴿٣٤﴾ عَلَى

نگراں بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا۔(۳۳) آخر ہوگا یہ کہ آج ایمان لانے والے کافروں پر ہنس رہے ہوں گے،(۳۴) آرام دہ نشستوں

---

(۳) علّیّین کے لفظی معنی بالا خانوں کے ہیں۔ یہ اُس جگہ کا نام ہے جہاں مؤمنوں کی رُوحیں مرنے کے بعد بھیجی جاتی ہیں، اور وہیں پر اُن کا اعمال نامہ بھی رہتا ہے۔

(۴) مؤمنوں کا اعمال نامہ چونکہ نیکیوں پر مشتمل ہوتا ہے، اس لئے مقرّب فرشتے اُس کے اِعزاز واِکرام کے طور پر اُسے دیکھتے ہیں، اور دیکھنے کا مطلب اُس کی نگرانی بھی ہوسکتا ہے۔

(۵) جیسا کہ اگلی آیت میں آرہا ہے، تسنیم جنت کے ایک چشمے کا نام ہے۔ اُس کا پانی جب اُس شراب میں ملے گا تو اُس کے ذائقے اور لطف میں بہت اضافہ کردے گا۔

عؑ الْاَرَآئِكِ ۙ يَنْظُرُوْنَ ۝٣٥ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝٣٦ ؑ

پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے ۝٣٥ کہ کافر لوگوں کو واقعی اُن کاموں کا بدلہ مل گیا جو وہ کیا کرتے تھے۔ ۝٣٦

الحمدللہ! سورۂ تطفیف کا کام ۲۳؍شعبان ۱۴۲۹ھ ۲۶؍اگست ۲۰۰۸ء کو برمنگھم سے دُبئی جاتے ہوئے جہاز میں مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، اور باقی کام کو بھی اپنی رضا کے مطابق تکمیل تک پہنچائیں۔ آمین ثم آمین۔

ایاتها ۲۵ | ۸۴ سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ مَكِّيَّةٌ ۸۳ | رکوعها ۱

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں پچیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝۱ۙ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ۝۲ۙ وَ اِذَا الْاَرْضُ
جب آسمان پھٹ پڑے گا،(۱) ۝۱ اور وہ اپنے پروردگار کا حکم سن کر مان لے گا، اور اُس پر لازم ہے کہ یہی کرے، ۝۲ اور جب زمین کو کھینچ دیا
مُدَّتْ ۝۳ۙ وَ اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ ۝۴ۙ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا
جائے گا،(۲) ۝۳ اور اُس کے اندر جو کچھ ہے، وہ اُسے باہر پھینک دے گی اور خالی ہوجائے گی،(۳) ۝۴ اور وہ اپنے پروردگار کا حکم سن کر مان لے گی،
وَ حُقَّتْ ۝۵ؕ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا
اور اُس پر لازم ہے کہ یہی کرے، (اُس وقت انسان کو اپنا انجام معلوم ہوجائے گا) ۝۵ اے انسان! تو اپنے پروردگار کے پاس پہنچنے تک مسلسل
فَمُلٰقِيْهِ ۝۶ۚ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝۷ۙ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا
کسی محنت میں لگا رہے گا، یہاں تک کہ اُس سے جا ملے گا۔(۴) ۝۶ پھر جس شخص کو اُس کا اعمال نامہ اُس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، ۝۷ اُس
يَّسِيْرًا ۝۸ۙ وَّ يَنْقَلِبُ اِلٰۤى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۹ؕ وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ
سے تو آسان حساب لیا جائے گا، ۝۸ اور وہ اپنے گھر والوں کے پاس خوشی مناتا ہوا واپس آئے گا، ۝۹ لیکن وہ شخص جس کو اُس کا اعمال نامہ اُس
وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝۱۰ۙ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝۱۱ۙ وَّ يَصْلٰى سَعِيْرًا ۝۱۲ؕ اِنَّهٗ
کی پشت کے پیچھے سے دیا جائے گا،(۵) ۝۱۰ وہ موت کو پکارے گا، ۝۱۱ اور بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا، ۝۱۲ پہلے وہ اپنے گھر والوں کے

---

(۱) پچھلی سورتوں کی طرح اس سورت میں بھی قیامت کے حالات بیان فرمائے گئے ہیں۔ عربی میں پھٹ پڑنے کو "اِنشقاق" کہتے ہیں، اسی لئے اس سورت کا نام انشقاق ہے۔

(۲) روایات سے اس کی تفصیل یہ معلوم ہوتی ہے کہ قیامت میں زمین کو ربر کی طرح کھینچ کر موجودہ سائز سے بڑا کر دیا جائے گا، تا کہ اُس میں تمام اگلے پچھلے لوگ سما سکیں۔

(۳) اس سے مراد وہ مُردے ہیں جو قبروں میں مدفون ہیں کہ ان کو قبروں سے باہر نکال دیا جائے گا۔ البتہ آیت کے الفاظ عام ہیں، اس لئے یہ مطلب بھی ممکن ہے کہ زمین کے اندر جو اور چیزیں مثلاً معدنیات وغیرہ ہیں، اُنہیں بھی باہر نکال دیا جائے گا۔

(۴) انسان کی پوری زندگی کسی نہ کسی کوشش میں خرچ ہوتی ہے۔ جو نیک لوگ ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے اَحکام کی تعمیل میں محنت کرتے ہیں، اور جو دُنیا پرست ہیں، وہ صرف دُنیا کے فوائد حاصل کرنے کے لئے محنت کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ ہر انسان کا آخری انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ محنت کرتا کرتا اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاتا ہے۔

(۵) سورۂ الحاقہ (۶۹:۲۵) میں فرمایا گیا ہے کہ بُرے لوگوں کو ان کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس آیت سے معلوم

كَانَ فِيٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ﴿۱۳﴾ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ﴿۱۴﴾ بَلٰٓى ۚ اِنَّ رَبَّهٗ

درمیان بہت خوش رہتا تھا، (۱۳) اُس نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ وہ کبھی پلٹ کر (اللہ کے سامنے) نہیں جائے گا۔ (۱۴) بھلا کیوں نہیں؟ اُس کا پروردگار

كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ﴿۱۶﴾ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ﴿۱۷﴾ وَ

اُسے یقینی طور پر دیکھ رہا تھا۔ (۱۵) اب میں قسم کھاتا ہوں شفق کی، (۱۶) اور رات کی اور اُن تمام چیزوں کی جنہیں وہ سمیٹ لے، (۶) (۱۷) اور

الْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ﴿۱۸﴾ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ﴿۱۹﴾ فَمَا لَهُمْ لَا

چاند کی جب وہ بھر کر پورا ہوجائے، (۱۸) کہ تم سب ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف چڑھتے جاؤ گے۔ (۷) (۱۹) پھر ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ

يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلِ الَّذِيْنَ

وہ ایمان نہیں لاتے؟ (۲۰) اور جب اُن کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو وہ سجدہ نہیں کرتے؟ (۸) (۲۱) بلکہ یہ کافر لوگ

كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ

حق کو جھٹلاتے ہیں، (۲۲) اور جو کچھ یہ جمع کررہے ہیں، اللہ کو خوب معلوم ہے۔ (۹) (۲۳) اب تم انہیں ایک دردناک عذاب کی

ع اَلِيْمٍ ﴿۲۴﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۵﴾

خوشخبری سنادو۔ (۲۴) البتہ جو لوگ ایمان لے آئے ہیں، اور اُنہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اُن کو ایسا ثواب ملے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ (۲۵)

ہوتا ہے کہ بائیں ہاتھ میں بھی پیچھے کی طرف سے دیا جائے گا۔

(۶) یعنی جن چیزوں کو رات اپنے اندھیرے میں چھپالے۔ یہاں شفق، رات اور چاند کی قسم کھائی گئی ہے۔ یہ ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتی رہتی ہیں، ان کی قسم کھا کر یہ فرمایا گیا ہے کہ انسان بھی ایک منزل سے دوسری منزل تک سفر کرتا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملے گا۔

(۷) انسان اپنی زندگی میں مختلف مرحلوں سے گذرتا ہے۔ بچپن، جوانی، ادھیڑ عمر اور پھر بڑھاپا۔ نیز اس کی سوچ میں بھی مسلسل تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ یہ سارے مراحل اس آیت کے مفہوم میں داخل ہیں۔

(۸) یہ سجدے کی آیت ہے، یعنی اس آیت کو جب عربی میں تلاوت کیا جائے تو پڑھنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہوجاتا ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی احتیاطاً سجدہ کرلینا ضروری ہے۔

(۹) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال کا جو ذخیرہ کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ اُس کو خوب جانتا ہے۔ اور دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُنہوں نے اپنے دِلوں میں جو باتیں چھپا رکھی ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے خوب واقف ہے۔

الحمدللہ! سورۂ انشقاق کا کام ۲۴ رشعبان ۱۴۲۹ھ، ۲۷ راگست ۲۰۰۸ء کو دُبئی میں مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ قبول فرما کر باقی کام بھی اپنی رضا کے مطابق مکمل فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

آیاتها ۲۲ ۸۵ سُوْرَةُ الْبُرُوْجِ مَكِّيَّةٌ ۲۷ رکوعها ۱

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں بائیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ① وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ② وَشَاهِدٍ وَّ
قسم ہے بُرجوں والے آسمان کی، ① اور اُس دن کی جس کا وعدہ کیا گیا ہے،[1] ② اور حاضر ہونے والے کی اور اُس کی جس کے پاس لوگ حاضر
مَشْهُوْدٍ ③ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ④ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ⑤
ہوں،[2] ③ کہ خدا کی مار ہے اُن خندق (کھودنے) والوں پر[3] ④ اُس آگ والوں پر جو ایندھن سے بھری ہوئی تھی، ⑤

---

(۱) یعنی قیامت کا دِن۔

(۲) قرآنِ کریم میں اصل لفظ ''شاہد'' اور ''مشہود'' ہیں۔ شاہد کا ترجمہ ''حاضر ہونے والے'' سے، اور مشہود کا ''جس کے پاس لوگ حاضر ہوں'' سے کیا گیا ہے۔ اس کی ایک تفسیر یہ ہے کہ شاہد سے مراد جمعہ کا دِن ہے، اور مشہود سے مراد عرفہ کا دِن ہے۔ اس کی تائید ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جسے اِمام ترمذیؒ نے ضعیف کہا ہے، اور طبرانی میں حضرت ابو مالک اشعریؓ کی ایک حدیث سے بھی جسے علامہ ہیثمیؒ نے ضعیف کہا ہے۔ اس کی ایک دوسری تفسیر یہ ہے کہ شاہد سے مراد اِنسان ہے، اور مشہود سے مراد قیامت کا دِن ہے، کیونکہ ہر اِنسان اُس دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو جائے گا۔ حافظ ابنِ جریرؒ نے یہ تفسیر حضرت مجاہدؒ اور حضرت ضحاکؒ وغیرہ سے نقل کی ہے۔ ''شاہد'' کا ایک ترجمہ گواہ بھی کیا جاسکتا ہے، اور ''مشہود'' کا وہ جس کے بارے میں گواہی دی جائے۔ قیامت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ ایمان کے ایمان کی گواہی دیں گے، اس لئے اس آیت میں اس طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے۔ حافظ ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ یہ سب تفسیریں نقل کر کے فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم کے الفاظ میں ان سب کی گنجائش موجود ہے۔

(۳) مشہور تفسیر کے مطابق ان آیتوں میں ایک واقعے کی طرف اشارہ ہے جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مسلم کی ایک حدیث میں منقول ہے۔ اور وہ یہ کہ پچھلی کسی اُمت میں ایک بادشاہ تھا جو ایک جادوگر سے کام لیا کرتا تھا۔ جب وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اُس نے بادشاہ سے کہا کہ میرے پاس کوئی لڑکا بھیج دیا کرو جسے میں جادو سکھاؤں، تاکہ میرے بعد وہ تمہارے کام آسکے۔ بادشاہ نے ایک لڑکے کو جادوگر کے پاس بھیجنا شروع کر دیا۔ یہ لڑکا جب جادوگر کے پاس جاتا تو راستے میں ایک عبادت گذار شخص کے پاس سے گذرتا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصلی دین پر تھا (ایسے شخص کو راہب کہتے تھے) اور توحید کا قائل تھا۔ یہ لڑکا اُس کے پاس بیٹھ جاتا اور اُس کی باتیں سنتا تھا جو اُسے اچھی لگتی تھیں۔ ایک دن وہ جا رہا تھا تو راستے میں ایک بڑا جانور نظر آیا جس نے لوگوں کا راستہ روکا ہوا تھا، (بعض روایتوں میں ہے کہ وہ جانور شیر تھا، اور لوگ اُس سے ڈر رہے تھے) لڑکے نے ایک پتھر اُٹھایا، اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ یا اللہ! اگر راہب کی باتیں آپ کو جادوگر کی باتوں سے زیادہ پسند ہیں تو اس پتھر سے اس جانور کو مروا دیجئے۔ اب جو اُس نے پتھر اُس جانور کی طرف پھینکا تو جانور مر گیا، اور لوگوں کا راستہ کھل گیا۔ اس کے بعد لوگوں کو اَندازہ ہوا کہ

إِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُودٌ ۝٦ وَهُمْ عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ بِالْمُؤْمِنِينَ شُهُودٌ ۝٧

جب وہ اُس کے پاس بیٹھے تھے، (۶) اور وہ ایمان والوں کے ساتھ جو کچھ کر رہے تھے، اُس کا نظارہ کرتے جاتے تھے۔ (۷)

وَمَا نَقَمُوا مِنْهُمْ إِلَّا أَنْ يُؤْمِنُوا بِاللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝٨ الَّذِي لَهُ

اور وہ ایمان والوں کو کسی اور بات کی نہیں، صرف اس بات کی سزا دے رہے تھے کہ وہ اُس اللہ پر ایمان لے آئے تھے جو بڑے اقتدار والا، بہت

مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝٩ إِنَّ الَّذِينَ

قابلِ تعریف ہے، (۸) جس کے قبضے میں سارے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔ اور اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ (۹) یقین رکھو کہ جن لوگوں

فَتَنُوا الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوبُوا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَ

نے مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو ظلم کا نشانہ بنایا ہے، پھر توبہ نہیں کی ہے، اُن کے لئے جہنم کا عذاب ہے، اور

اس لڑکے کے پاس کوئی خاص علم ہے۔ چنانچہ ایک اندھے شخص نے اُس سے درخواست کی کہ اُس کی بینائی واپس آجائے۔ لڑکے نے اُس سے کہا کہ شفا دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے، اس لئے اگر تم یہ وعدہ کرو کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان لے آؤ گے تو میں تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کروں گا۔ اُس نے یہ شرط مان لی۔ لڑکے نے دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو بینائی عطا فرمادی، اور وہ توحید پر ایمان لے آیا۔ ان واقعات کی خبر جب بادشاہ کو ہوئی تو اُس نے اُس نابینا کو بھی گرفتار کرلیا، اور لڑکے اور راہب کو بھی۔ اور ان سب کو توحید کے انکار پر مجبور کیا۔ جب وہ نہ مانے تو اُس نے اُس نابینا شخص اور راہب کو تو آری سے چِروا دیا، اور لڑکے کے بارے میں اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ اُسے کسی اُونچے پہاڑ پر لے جاکر نیچے پھینک دیں۔ لیکن جب وہ لوگ لڑکے کو لے کر گئے تو اُس نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی، پہاڑ پر زلزلہ آیا جس سے وہ لوگ مر گئے، اور لڑکا زندہ رہا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اُسے کشتی میں لے جاکر سمندر میں ڈبو دیا جائے۔ لڑکے نے پھر دُعا کی، جس کے نتیجے میں کشتی اُلٹ گئی، وہ سب ڈوب گئے، اور لڑکا پھر سلامت رہا۔ بادشاہ جب عاجز آگیا تو لڑکے نے اُس سے کہا کہ اگر تم مجھے واقعی مارنا چاہتے ہو تو اُس کا ایک ہی طریقہ ہے، اور وہ یہ کہ تم سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کر کے مجھے سولی پر چڑھاؤ، اور اپنے ترکش سے تیر نکال کر کمان میں چڑھاؤ، اور یہ کہو کہ: ”اُس اللہ کے نام پر جو اس لڑکے کا پروردگار ہے“ پھر تیر سے میرا نشانہ لگاؤ۔ بادشاہ نے ایسا ہی کیا، اور تیر اُس لڑکے کی کنپٹی پر جاکر لگا، اور اُس سے وہ شہید ہوگیا۔ لوگوں نے جب یہ نظارہ دیکھا تو بہت سے ایمان لے آئے۔ اس موقع پر بادشاہ نے اُن کو سزا دینے کے لئے سڑکوں کے کناروں پر خندقیں کھدوا کر اُن میں آگ بھڑکائی، اور حکم دیا کہ جو کوئی دینِ حق کو نہ چھوڑے، اُسے ان خندقوں میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ اس طرح ایمان والوں کی ایک بڑی تعداد کو زندہ جلا دیا گیا۔

صحیح مسلم کی اس حدیث میں یہ صراحت نہیں ہے کہ سورۂ بروج میں خندق والوں کا جو ذِکر ہے، اُس سے یہی واقعہ مراد ہے۔ محمد بن اسحاقؒ نے اس سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ بیان کیا ہے، اور اُس کو سورۂ بروج کی تفسیر قرار دیا ہے۔ یہاں اس تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہارویؒ نے ”قصص القرآن“ میں اس پر بہت مفصل بحث کی ہے۔ اہلِ علم اُس کی مراجعت فرمائیں۔

لَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ (۱۰) إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ

اُن کو آگ میں جلنے کی سزا دی جائے گی۔ (۱۰) جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں، اُن کے لئے یقینا (جنت کے)

جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ (۱۱) إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ

ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ ہے بڑی کامیابی! (۱۱) حقیقت یہ ہے کہ تمہارے پروردگار کی پکڑ

لَشَدِيدٌ (۱۲) إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ (۱۳) وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ (۱۴)

بہت سخت ہے۔ (۱۲) وہی پہلی مرتبہ پیدا کرتا ہے، اور وہی دوبارہ پیدا کرے گا۔ (۱۳) اور وہ بہت بخشنے والا، بہت محبت کرنے والا ہے۔ (۱۴)

ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ (۱۵) فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ (۱۶) هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ

عرش کا مالک ہے، بزرگی والا ہے، (۱۵) جو کچھ ارادہ کرتا ہے، کر گذرتا ہے۔ (۱۶) کیا تمہارے پاس اُن لشکروں کی

الْجُنُودِ (۱۷) فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ (۱۸) بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي تَكْذِيبٍ (۱۹) وَ

خبر پہنچی ہے، (۱۷) فرعون اور ثمود (کے لشکروں) کی؟ (۱۸) اس کے باوجود کافر لوگ حق کو جھٹلانے میں لگے ہوئے ہیں، (۴) (۱۹) جبکہ اللہ نے اُن کو گھیرے

اللَّهُ مِن وَرَائِهِم مُّحِيطٌ (۲۰) بَلْ هُوَ قُرْآنٌ مَّجِيدٌ (۲۱) فِي لَوْحٍ مَّحْفُوظٍ (۲۲) ع

میں لیا ہوا ہے۔ (۲۰) (ان کے جھٹلانے سے قرآن پر کوئی اثر نہیں پڑتا) بلکہ یہ بڑی عظمت والا قرآن ہے، (۲۱) جو لوحِ محفوظ میں درج ہے۔ (۲۲)

---

(۴) یعنی کفر کا بُرا انجام معلوم ہوجانے کے باوجود وہ اپنے کفر سے باز نہیں آرہے ہیں۔

الحمدللہ! سورۂ بروج کا کام کراچی میں ۲۸ / شعبان ۱۴۲۹ھ، ۳۱ / اگست ۲۰۰۸ء کو مکمل ہوا۔
اللہ تعالیٰ قبول فرما کر باقی کام کی تکمیل کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

آیاتها ۱۷ ۸۶ سُوْرَةُ الطَّارِقِ مَكِّيَّةٌ ۳٦ رکوعها ۱

یہ سورت مکی ہے، اور اس میں سترہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَ السَّمَآءِ وَ الطَّارِقِ ۝۱ وَ مَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝۲ النَّجْمُ

قسم ہے آسمان کی، اور رات کو آنے والے کی[1] ۝۱ — اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ رات کو آنے والا کیا ہے؟ ۝۲ چمکتا

الثَّاقِبُ ۝۳ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝۴ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ

ہوا ستارا! ۝۳ — کہ کوئی جان ایسی نہیں ہے جس کی کوئی نگرانی کرنے والا موجود نہ ہو۔ ۝۴ اب انسان کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اُسے کس چیز سے

خُلِقَ ۝۵ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝۶ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ

پیدا کیا گیا ہے؟ ۝۵ اُسے ایک اُچھلتے ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے ۝۶ جو پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے

التَّرَآئِبِ ۝۷ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝۸ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝۹

درمیان سے نکلتا ہے۔[2] ۝۷ بیشک وہ اُسے دوبارہ پیدا کرنے پر پوری طرح قادر ہے۔ ۝۸ جس دن تمام پوشیدہ باتوں کی جانچ ہوگی، ۝۹

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝۱۰ وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝۱۱ وَ الْاَرْضِ

تو انسان کے پاس نہ اپنا کوئی زور ہوگا، نہ کوئی مددگار۔ ۝۱۰ قسم ہے بارش بھرے آسمان کی، ۝۱۱ اور پھوٹ

ذَاتِ الصَّدْعِ ۝۱۲ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝۱۳ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝۱۴ اِنَّهُمْ

پڑنے والی زمین کی[3] ۝۱۲ کہ یہ (قرآن) ایک فیصلہ کن بات ہے، ۝۱۳ اور یہ کوئی مذاق نہیں ہے۔ ۝۱۴ بیشک یہ (کافر لوگ) چالیں چل رہے

---

(۱) یہ ''طارق'' کا ترجمہ ہے، اور اسی کے نام پر سورت کا نام رکھا گیا ہے۔ اور اگلی دو آیتوں میں اس کا مطلب خود بتا دیا گیا ہے کہ اس سے مراد چمکتا ہوا ستارا ہے، کیونکہ وہ رات ہی کے وقت نظر آتا ہے۔ اُس کی قسم کھا کر فرمایا گیا ہے کہ کوئی انسان ایسا نہیں جس پر کوئی نگراں مقرّر نہ ہو۔ ستارے کی قسم کا مقصد بظاہر یہ ہے کہ جس طرح ستارے آسمان پر دُنیا کی ہر جگہ نظر آتے ہیں، اور دُنیا کی ہر چیز اُن کے سامنے ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ خود بھی ہر اِنسان کے ہر قول و فعل کی نگرانی فرماتا ہے، اور اُس کے فرشتے بھی اس کام پر مقرّر ہیں۔

(۲) اس سے مراد وہ مادّۂ منویہ ہے جس سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے، اور اُس کے پیٹھ اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے دھڑ کا یہ درمیانی حصہ ہی اس مادّے کا اصل مرکز ہے۔

(۳) یعنی اُس زمین کی جو پانی برسنے کے بعد کونپل کو باہر نکالنے کے لئے پھٹ پڑتی ہے۔ یہاں بارش اور زمین کے پھٹ پڑنے کی قسم کھانے سے بظاہر یہ اشارہ مقصود ہے کہ بارش کے پانی سے وہی زمین فائدہ اُٹھاتی ہے جس میں اُگنے کی صلاحیت ہو، اسی طرح قرآنِ کریم سے وہی شخص فائدہ اُٹھاتا ہے جس کے دِل میں حق کو قبول کرنے کی گنجائش ہو۔

يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ﴿١٥﴾ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿١٧﴾ ع

ہیں، ﴿١٥﴾ اور میں بھی اپنی چال چل رہا ہوں۔ ﴿١٦﴾ لہٰذا (اے پیغمبر!) تم ان کافروں کو ڈھیل دو، انہیں تھوڑے دنوں اپنے حال پر چھوڑ دو۔(۴) ﴿١٧﴾

(۴) یعنی ابھی ان کافروں کو سزا دینے کا وقت نہیں آیا۔ اس لئے ان کو فی الحال اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ جب وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ ان کو خود اپنی پکڑ میں لے لے گا۔

کراچی ۲۹؍شعبان ۱۴۲۹ھ یکم ستمبر ۲۰۰۸ء

ایاتها ۱۹ ۔ ۸۷ سُوْرَةُ الْاَعْلٰى مَكِّيَّةٌ ۸ ۔ رکوعها ۱

یہ مکی سورت اُنیس آیتوں پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝۱ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ۝۲ وَالَّذِيْ قَدَّرَ
اپنے پروردگار کے نام کی تسبیح کرو جس کی شان سب سے اُونچی ہے، (۱) جس نے سب کچھ پیدا کیا، اور ٹھیک ٹھیک بنایا، (۲) اور جس نے ہر چیز
فَهَدٰى ۝۳ وَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ۝۴ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ۝۵
کو ایک خاص انداز دیا، پھر راستہ بتایا،(۱) (۳) اور جس نے سبز چارہ (زمین سے) نکالا، (۴) پھر اُسے کالے رنگ کا کوڑا بنادیا۔(۲) (۵) (اے پیغمبر!)
سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ۝۶ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَ مَا
ہم تمہیں پڑھائیں گے، پھر تم بھولو گے نہیں، (۶) سوائے اُس کے جسے اللہ چاہے(۳) یقین رکھو وہ کھلی ہوئی چیزوں کو بھی جانتا ہے، اور اُن چیزوں کو
يَخْفٰى ۝۷ وَ نُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ۝۸ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝۹
بھی جو چھپی ہوئی ہیں۔ (۷) اور ہم تمہیں آسان شریعت (پر چلنے کے لئے) سہولت دیں گے۔(۴) (۸) لہٰذا تم نصیحت کئے جاؤ، اگر نصیحت کا فائدہ
سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝۱۰ وَ يَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝۱۱ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ
ہو۔ (۹) جس کے دل میں اللہ کا خوف ہوگا، وہ نصیحت مانے گا، (۱۰) اور اُس سے دُور وہ رہے گا جو بڑا بدبخت ہوگا، (۱۱) جو سب سے بڑی آگ
الْكُبْرٰى ۝۱۲ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَ لَا يَحْيٰى ۝۱۳ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝۱۴ وَ
میں داخل ہوگا، (۱۲) پھر اُس آگ میں نہ مرے گا، اور نہ جئے گا۔(۵) (۱۳) فلاح اُس نے پائی ہے جس نے پاکیزگی اختیار کی، (۱۴) اور اپنے

(۱) اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز ایک خاص انداز سے بنائی ہے، پھر ہر ایک کو اُس کے مناسب دُنیا میں رہنے کا طریقہ بھی بتادیا ہے۔

(۲) اشارہ اس طرف ہے کہ اس دُنیا میں ہر چیز اللہ تعالیٰ نے ایسی بنائی ہے کہ کچھ عرصے اپنی بہار دِکھانے کے بعد وہ بدشکل اور پھر فنا ہوجاتی ہے۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فکر رہتی تھی کہ کہیں آپ قرآنِ کریم کا کچھ حصہ بھول نہ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اطمینان کرادیا کہ ہم آپ کو بھولنے نہیں دیں گے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جن اَحکام کو منسوخ کرنا ہی چاہے گا، اُنہیں آپ بھول سکتے ہیں۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ (۲:۱۰۶) میں گذرا ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو شریعت عطا فرمائی ہے، وہ بذاتِ خود آسان ہے، پھر مزید تسلی دی گئی ہے کہ ہم اُس پر چلنے کو بھی آپ کے لئے آسان کردیں گے۔

(۵) یعنی زندہ رہنے کا کوئی آرام اُسے حاصل نہیں ہوگا۔

ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ

پروردگار کا نام لیا، اور نماز پڑھی۔ ﴿۱۵﴾ لیکن تم لوگ دُنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو، ﴿۱۶﴾ حالانکہ آخرت کہیں زیادہ بہتر اور کہیں

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ ع

زیادہ پائیدار ہے۔ ﴿۱۷﴾ یہ بات یقیناً پچھلے (آسمانی) صحیفوں میں بھی درج ہے، ﴿۱۸﴾ ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔ ﴿۱۹﴾

سورۂ اعلیٰ کا ترجمہ اور اُس کے حواشی یکم رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ، ۲ ستمبر ۲۰۰۸ء کو دَمام اور مدینہ منوّرہ کے درمیان لکھے گئے۔

آیاتها ٢٦ ۝ ٨٨ سُوْرَةُ الْغَاشِيَةِ مَكِّيَّةٌ ٦٨ ۝ رکوعها ١

اس مکی سورت میں چھبیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ
کیا تمہیں اُس واقعے (یعنی قیامت) کی خبر پہنچی ہے جو سب پر چھا جائے گا؟(۱) ۝١ بہت سے چہرے اُس دن اُترے ہوئے ہوں گے، ۝٢
نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ لَهُمْ
مصیبت جھیلتے ہوئے، تھکن سے چور! ۝٣ وہ دہکتی ہوئی آگ میں داخل ہوں گے، ۝٤ اُنہیں کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلایا جائے گا، ۝٥
طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ
اُن کے لئے ایک کانٹے دار جھاڑ کے سوا کوئی کھانا نہیں ہوگا، ۝٦ جو نہ جسم کا وزن بڑھائے گا، اور نہ بھوک مٹائے گا۔ ۝٧ بہت سے چہرے
نَّاعِمَةٌ ۝٨ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝٩ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝١٠ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا
اُس دن تر و تازہ ہوں گے، ۝٨ (دُنیا میں) اپنی کی ہوئی محنت کی وجہ سے پوری طرح مطمئن ۝٩ عالیشان جنت میں ہوں گے، ۝١٠ جس میں
لَاغِيَةً ۝١١ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٢ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝١٣ وَّاَكْوَابٌ وقف لازم
وہ کوئی لغو بات نہیں سنیں گے۔ ۝١١ اُس جنت میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے، ۝١٢ اُس میں اُونچی اُونچی نشستیں ہوں گی ۝١٣ اور سامنے رکھے
مَّوْضُوْعَةٌ ۝١٤ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝١٥ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝١٦ اَفَلَا
ہوئے پیالے، ۝١٤ اور قطار میں لگائے ہوئے گداز تکیے، ۝١٥ اور بچھے ہوئے قالین! ۝١٦ تو کیا یہ لوگ
يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝١٧ وقفة وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝١٨ وقفة
اُونٹوں کو نہیں دیکھتے کہ اُنہیں کیسے پیدا کیا گیا؟(۲) ۝١٧ اور آسمان کو کہ اُسے کس طرح بلند کیا گیا؟ ۝١٨

(۱) یہ ''غاشیہ'' کا ترجمہ ہے، اور اسی وجہ سے اس سورت کا نام غاشیہ ہے۔

(۲) عرب کے لوگ عام طور سے صحراؤں میں اُونٹوں پر سفر کرتے تھے، اور اُونٹ کی تخلیق میں جو عجیب خصوصیات ہیں، اُن سے واقف تھے، نیز اُونٹوں پر سفر کرتے وقت اُنہیں آسمان، زمین اور پہاڑ نظر آتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہ لوگ اگر اپنے آس پاس کی چیزوں پر ہی غور کرلیں تو انہیں پتہ چل جائے کہ جس ذات نے کائنات کی یہ حیرت انگیز چیزیں پیدا فرمائی ہیں، اُسے اپنی خدائی میں کسی شریک کی ضرورت نہیں ہوسکتی، نیز یہ کہ جو اللہ تعالیٰ کائنات کی ان چیزوں کو پیدا کرنے پر قادر ہے، وہ یقیناً اس بات پر بھی قادر ہے کہ وہ انسانوں کو مرنے کے بعد دُوسری زندگی عطا کردے، اور اُن سے اُن کے اعمال کا حساب لے۔ کائنات کا یہ عظیم کارخانہ اللہ تعالیٰ نے یونہی بے مقصد پیدا نہیں فرمایا ہے، بلکہ اس کا مقصد یہی ہے کہ نیک لوگوں کو ان کی نیکی کا اِنعام دیا جائے، اور بدکاروں کو اُن کی بدکاری کی سزا دی جائے۔

وَ اِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ﴿١٩﴾ وَ اِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ﴿٢٠﴾ فَذَكِّرْ

اور پہاڑوں کو کہ انہیں کس طرح گاڑا گیا؟ (۱۹) اور زمین کو کہ اُسے کیسے بچھایا گیا؟ (۲۰) اب (اے پیغمبر!) تم نصیحت کئے جاؤ۔

اِنَّمَا اَنْتَ مُذَكِّرٌ ﴿٢١﴾ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ[۳] ﴿٢٢﴾ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى

تم تو بس نصیحت کرنے والے ہو۔ (۲۱) آپ کو ان پر زبردستی کرنے کے لئے مسلط نہیں کیا گیا۔[۳] (۲۲) ہاں مگر جو کوئی منہ موڑے گا، اور

وَ كَفَرَ ﴿٢٣﴾ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ اِنَّ اِلَيْنَا اِيَابَهُمْ ﴿٢٥﴾

کفر اختیار کرے گا، (۲۳) تو اللہ اُس کو بڑا زبردست عذاب دے گا۔ (۲۴) یقین جانو ان سب کو ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، (۲۵)

ثلٰث النصف

ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴿٢٦﴾

پھر یقیناً ان کا حساب لینا ہمارے ذمے ہے۔ (۲۶)

---

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی ہٹ دھرمی سے جو تکلیف ہوتی تھی، اُس پر آپ کو یہ تسلی دی گئی ہے کہ آپ کا فریضہ صرف تبلیغ کر کے پورا ہو جاتا ہے، آپ پر یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ انہیں زبردستی مسلمان بنائیں۔ اس میں ہر مبلغ اور حق کے داعی کے لئے بھی یہ اُصول بیان فرمایا گیا ہے کہ اُسے اپنا تبلیغ کا فریضہ ادا کرتے رہنا چاہئے، اور یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ ان سے زبردستی اپنی بات منوانے کا ذمہ دار ہے۔

مدینہ منورہ، شب ۲ ر رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ ۳ ر ستمبر ۲۰۰۸ء

اٰیاتہا ٣٠ ﴿٨٩ سُوْرَةُ الْفَجْرِ مَكِّيَّةٌ ١٠﴾ رکوعہا ١

تیس آیتوں پر مشتمل یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالْفَجْرِ (١) وَلَيَالٍ عَشْرٍ (٢) وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ (٣) وَالَّيْلِ اِذَا

قسم ہے فجر کے وقت کی، (١) اور دس راتوں کی،[1] (٢) اور جفت کی اور طاق کی،[2] (٣) اور رات کی جب وہ چل کھڑی ہو[3] (کہ آخرت میں جزاو

يَسْرِ (٤) هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ (٥) اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ

سزا ضرور ہوگی) (٤) ایک عقل والے (کو یقین دِلانے) کے لئے یہ قسمیں کافی ہیں کہ نہیں؟ (٥) کیا تم نے دیکھا نہیں کہ تمہارے پروردگار نے

بِعَادٍ (٦) اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ (٧) الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (٨) وَ

عاد کے ساتھ کیا سلوک کیا (٦) اُس اُونچے ستونوں والی قوم اِرم کے ساتھ[4] (٧) جس کے برابر دُنیا کے ملکوں میں کوئی اور قوم پیدا نہیں کی گئی؟ (٨)

ثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ (٩) وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ (١٠)

اور ثمود کی اُس قوم کے ساتھ کیا کیا جس نے وادی میں پتھر کی چٹانوں کو تراش رکھا تھا؟[5] (٩) اور میخوں والے فرعون کے ساتھ کیا کیا؟[6] (١٠)

(١) فجر کا وقت دُنیا کی ہر چیز میں ایک نیا انقلاب لے کر نمودار ہوتا ہے، اس لئے اُس کی قسم کھائی گئی ہے۔ بعض مفسرین نے اس آیت میں خاص دس ذُوالحجہ کی صبح مراد لی ہے۔ اور دس راتوں سے مراد ذُوالحجہ کے مہینے کی پہلی دس راتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی تقدس عطا فرمایا ہے، اور اس میں عبادت کا بہت ثواب ہے۔

(٢) جفت سے مراد ١٠ رذُوالحجہ کا دِن اور طاق سے مراد عرفے کا دِن ہے جو ٩ رذُوالحجہ کو آتا ہے۔ ان ایام کی قسم کھانے سے ان کی اہمیت اور فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔

(٣) یعنی جب رات رُخصت ہونے لگے۔ ان تمام دنوں اور راتوں کا حوالہ شاید اس لئے دیا گیا ہے کہ عرب کے کافر لوگ ان کو مقدس سمجھتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ تقدس ان دِنوں اور راتوں میں خود سے نہیں آگیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے۔ اس سے یہ سارے دن رات اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت پر دَلالت کرتے ہیں، اور اسی قدرت اور حکمت کا ایک مظاہرہ یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک اور بد کے ساتھ ایک جیسا سلوک نہ فرمائے، بلکہ نیک لوگوں کو اِنعام دے، اور بُرے لوگوں کو سزا۔ چنانچہ سورت میں انہی دونوں باتوں کو نہایت بلیغ انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔

(٤) ''اِرم'' قوم عاد کے جدِ اعلیٰ کا نام ہے، اس لئے قومِ عاد کی جس شاخ کا یہاں ذکر ہے، اُس کو عادِ اِرم کہا جاتا ہے۔ اور اُن کو ستونوں والا کہنے کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ اُن کے قد و قامت اور ڈیل ڈول بہت زیادہ تھے اسی لئے آگے فرمایا گیا ہے کہ ان جیسے لوگ کہیں اور پیدا نہیں کئے گئے۔ اور بعض حضرات نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ انہوں نے اپنی تعمیرات میں بڑے بڑے ستون بنائے ہوئے تھے۔ ان کے پاس حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا جن کا مفصل واقعہ سورۂ اَعراف (٧:٦٥) اور سورۂ ہود (١١:٥٠) میں گذر چکا ہے۔

الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١١﴾ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ
یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے دُنیا کے ملکوں میں سرکشی اختیار کر لی تھی، ﴿١١﴾ اور ان میں بہت فساد مچایا تھا، ﴿١٢﴾ چنانچہ تمہارے پروردگار نے اُن پر
رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ﴿١٣﴾ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا
عذاب کا کوڑا برسا دیا۔ ﴿١٣﴾ یقین رکھو تمہارا پروردگار سب کو نظر میں رکھے ہوئے ہے۔ ﴿١٤﴾ لیکن انسان کا حال یہ ہے کہ جب اُس کا پروردگار
مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾ وَاَمَّآ اِذَا
اُسے آزماتا ہے، اور انعام و اکرام سے نوازتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ: "میرے پروردگار نے میری عزت کی ہے۔" ﴿١٥﴾ اور دُوسری طرف جب اُسے
مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ﴿١٦﴾ كَلَّا بَلْ لَّا
آزماتا ہے، اور اُس کے رزق میں تنگی کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ: "میرے پروردگار نے میری توہین کی ہے۔" ﴿١٦﴾ ہرگز ایسا نہیں چاہئے۔ (٧) صرف یہی
تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ﴿١٧﴾ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿١٨﴾ وَتَاْكُلُوْنَ
نہیں، بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے، ﴿١٧﴾ اور مسکینوں کو کھانا کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب نہیں دیتے، ﴿١٨﴾ اور میراث کا مال سمیٹ سمیٹ
التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ﴿١٩﴾ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿٢٠﴾ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ
کر کھا جاتے ہو، ﴿١٩﴾ اور مال سے بے حد محبت کرتے ہو۔ ﴿٢٠﴾ ہرگز ایسا نہیں چاہئے۔ جب زمین کو کوٹ کوٹ کر ریزہ ریزہ
الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿٢١﴾ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿٢٢﴾ وَجِايْٓءَ
کر دیا جائے گا، ﴿٢١﴾ اور تمہارا پروردگار اور قطاریں باندھے ہوئے فرشتے (میدانِ حشر میں) آئیں گے، ﴿٢٢﴾ اور اُس دن جہنم کو سامنے لایا جائے گا، تو
يَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿٢٣﴾ يَقُوْلُ
اُس دن انسان کو سمجھ آئے گی، اور اُس وقت سمجھ آنے کا موقع کہاں ہوگا؟ (٨) ﴿٢٣﴾ وہ کہے گا کہ: "کاش! میں نے اپنی اس زندگی کے لئے کچھ آگے بھیج دیا
يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ﴿٢٤﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ﴿٢٥﴾ وَّلَا
ہوتا!" ﴿٢٤﴾ پھر اُس دن اللہ کے برابر کوئی عذاب دینے والا نہیں ہوگا، ﴿٢٥﴾ اور نہ اُس کے جکڑنے کی طرح کوئی جکڑنے والا ہوگا۔ ﴿٢٦﴾ (البتہ

---

(۵) قومِ ثمود کے پاس حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا۔ اُن کے تعارف کے لئے دیکھئے سورۂ اعراف (۷:۷۳)۔

(۶) فرعون کو میخوں والا اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ لوگوں کو سزا دینے کے لئے اُن کے ہاتھ پاؤں میں میخیں گاڑ دیا کرتا تھا۔

(۷) اللہ تعالیٰ نے رزق کی تقسیم اپنی حکمت کے مطابق فرمائی ہے، لہٰذا رزق میں تنگی ہو تو اُسے اپنی توہین سمجھنا بھی غلط ہے، اور رزق میں زیادتی ہو تو اُسے لازماً اپنی عزت سے تعبیر کرنا بھی غلط ہے، کیونکہ اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے ایسے لوگوں کو مال و دولت سے نوازا ہے جو نیک نہیں ہیں۔

(۸) یعنی اُس وقت اگر کوئی شخص ایمان لانا بھی چاہے تو ایمان اُس کے لئے فائدہ مند نہیں ہوگا۔ ایمان تو وہی معتبر ہے جو قیامت اور موت کے آنے سے پہلے پہلے ہو۔

يُوْثِقُ وَثَاقَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۶﴾ يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِيْۤ اِلٰى رَبِّكِ

نیک لوگوں سے کہا جائے گا کہ:) ''اے وہ جان جو (اللہ کی اطاعت میں) چین پا چکی ہے![9] ﴿۲۷﴾ اپنے پروردگار کی طرف اس طرح لوٹ کر آجا

رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿۲۸﴾ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ﴿۲۹﴾ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ﴿۳۰﴾ ع

کہ تو اُس سے راضی ہو، اور وہ تجھ سے راضی، ﴿۲۸﴾ اور شامل ہو جا میرے (نیک) بندوں میں، ﴿۲۹﴾ اور داخل ہو جا میری جنت میں۔'' ﴿۳۰﴾

---

(۹) یہ قرآنِ کریم کے اصل لفظ ''نفس مطمئنہ'' کا ترجمہ ہے۔ اس سے مراد انسان کا وہ دِل ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے کرتے بالکل سکون پا گیا ہو، اور نافرمانی سے محفوظ ہو گیا ہو۔

مکہ مکرمہ شب ۴؍رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ ۵؍ستمبر ۲۰۰۸ء

ایاتها ٢٠ ۔ ٩٠ سُورَةُ الْبَلَدِ مَكِّيَّةٌ ٣٥ ۔ رکوعها ١

اس مکی سورت میں بیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ① وَ اَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ② وَ وَالِدٍ وَّمَا
میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی ① جبکہ (اے پیغمبر!) تم اس شہر میں مقیم ہو،(١) ② اور (قسم کھاتا ہوں) باپ کی اور اُس کی
وَلَدَ ③ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ④ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّنْ يَّقْدِرَ عَلَيْهِ
اولاد کی(٢) ③ کہ ہم نے انسان کو مشقت میں پیدا کیا ہے۔(٣) ④ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُس پر کسی کا بس نہیں
اَحَدٌ ⑤ يَقُوْلُ اَهْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ⑥ اَيَحْسَبُ اَنْ لَّمْ يَرَهٗٓ وقف لازم
چلے گا؟ ⑤ کہتا ہے کہ: ”میں نے ڈھیروں مال اُڑا ڈالا ہے۔“(٤) ⑥ کیا وہ یہ سمجھتا ہے کہ اُس کو کسی نے دیکھا

(١) اس شہر سے مراد مکہ مکرّمہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے خصوصی تقدس عطا فرمایا ہے، اور اُس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقیم ہونے کی بنا پر اُس کے تقدس میں اور اضافہ ہوا ہے، کیونکہ آپ کی تشریف آوری کے لئے اس شہر کا انتخاب فرما کر اللہ تعالیٰ نے اُس کی شان اور بڑھا دی ہے۔ اس جملے کی دو تفسیریں اور بھی ہیں جن کی تفصیل ”معارف القرآن“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

(٢) باپ سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں، اور چونکہ تمام انسان اُنہی کی اولاد ہیں، اس لئے اس آیت میں تمام نوعِ انسانی کی قسم کھائی گئی ہے۔

(٣) یہ ہے وہ بات جو قسم کھا کر فرمائی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دُنیا میں انسان کو اس طرح پیدا کیا گیا ہے کہ وہ کسی نہ کسی مشقت میں لگا رہتا ہے۔ چاہے کوئی کتنا بڑا حاکم ہو، یا دولت مند شخص ہو، اُسے زندہ رہنے کے لئے مشقت اُٹھانی ہی پڑتی ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ اُسے دُنیا میں کبھی کوئی محنت کرنی نہ پڑے تو یہ اُس کی خام خیالی ہے۔ ایسا کبھی ممکن ہی نہیں ہے۔ ہاں مکمل راحت کی زندگی جنت کی زندگی ہے جو دُنیا میں کی ہوئی محنت کے نتیجے میں ملتی ہے۔ ہدایت یہ دی گئی ہے کہ انسان کو دُنیا میں جب کسی مشقت کا سامنا ہو تو اُسے یہ حقیقت یاد کرنی چاہئے۔ خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کو مکہ مکرّمہ میں جو تکلیفیں پیش آ رہی تھیں، اس آیت نے اُن کو بھی تسلی دی ہے۔ اور یہ بات کہنے کے لئے اوّل تو شہر مکہ کی قسم کھائی ہے، شاید اس لئے کہ مکہ مکرّمہ کو اگرچہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا کا سب سے مقدس شہر بنایا ہے، لیکن وہ شہر بذاتِ خود مشقتوں سے بنا، اور اُس کے تقدس سے فائدہ اُٹھانے کے لئے آج بھی مشقت کرنی پڑتی ہے، پھر خاص طور پر اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقیم ہونے کا حوالہ دینے میں شاید یہ اشارہ ہے کہ افضل ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم افضل ترین شہر میں مقیم ہیں، لیکن مشقتیں اُن کو بھی اُٹھانی پڑ رہی ہیں۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام اور اُن کی ساری اولاد کی قسم کھانے سے اشارہ ہے کہ انسان کی پوری تاریخ پر غور کر جاؤ، یہ حقیقت ہر جگہ نظر آئے گی کہ انسان کی زندگی مشقتوں سے پُر رہی ہے۔

(٤) مکہ مکرّمہ میں کئی کافر ایسے تھے جنہیں اپنی جسمانی طاقت پر ناز تھا۔ جب اُنہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا جاتا تو وہ کہتے

أَحَدٌ ﴿٧﴾ أَلَمْ نَجْعَلْ لَّهُ عَيْنَيْنِ ﴿٨﴾ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ﴿٩﴾ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١٠﴾

نہیں؟[۵] ﴿٧﴾ کیا ہم نے اُسے دو آنکھیں نہیں دیں؟ ﴿٨﴾ اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے؟ ﴿٩﴾ اور ہم نے اُس کو دونوں راستے بتا دیئے ہیں۔[۶] ﴿١٠﴾

فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ﴿١١﴾ وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٢﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٣﴾ أَوْ

پھر بھی وہ اُس گھاٹی میں داخل نہیں ہو سکا؛[۷] ﴿١١﴾ ـــــ اور تمہیں کیا پتہ کہ وہ گھاٹی کیا ہے؟ ﴿١٢﴾ کسی کی گردن (غلامی سے) چھڑا دینا، ﴿١٣﴾ یا پھر

إِطْعٰمٌ فِيْ يَوْمٍ ذِيْ مَسْغَبَةٍ ﴿١٤﴾ يَّتِيْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٥﴾ أَوْ مِسْكِيْنًا

کسی بھوک والے دن میں کھانا کھلا دینا ﴿١٤﴾ کسی رشتہ دار یتیم کو، ﴿١٥﴾ یا کسی مسکین کو جو مٹی میں

ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا

رُل رہا ہو، ـــــ ﴿١٦﴾ پھر وہ اُن لوگوں میں بھی شامل نہ ہوا جو ایمان لائے ہیں، اور جنہوں نے ایک دوسرے کو ثابت قدمی کی تاکید کی ہے، اور

بِالْمَرْحَمَةِ ﴿١٧﴾ أُولٰٓئِكَ أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ﴿١٨﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ

ایک دوسرے کو رحم کھانے کی تاکید کی ہے۔ ﴿١٧﴾ یہی وہ لوگ ہیں جو بڑے نصیب والے ہیں؛[۸] ﴿١٨﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا

أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ﴿١٩﴾ عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ﴿٢٠﴾ ع ۱

ہے، وہ نحوست والے لوگ ہیں۔[۹] ﴿١٩﴾ اُن پر ایسی آگ مسلط ہوگی جو اُن پر بند کر دی جائے گی۔[۱۰] ﴿٢٠﴾

کہ ہمیں کوئی قابو نہیں کر سکتا۔ نیز وہ آپس میں دِکھاوے کے طور پر کہتے تھے کہ ہم نے ڈھیر ساری دولت خرچ کی ہے۔ اور خرچ کرنے کو اُڑا ڈالنے سے تعبیر اس لئے کرتے کہ گویا ہمیں اس خرچ کی بالکل پروا بھی نہیں ہوئی۔ خاص طور پر یہ بات وہ اُس دولت کے بارے میں کہتے تھے جو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور دُشمنی میں خرچ کی۔

(۵) یعنی جو کچھ خرچ کیا، دِکھاوے کے لئے کیا، پھر اُس پر ناز کرنا کیسا؟ کیا اللہ تعالیٰ دیکھ نہیں رہے تھے کہ وہ کس کام میں اور کس مقصد سے خرچ کر رہا ہے۔

(۶) انسان کو اللہ تعالیٰ نے نیکی اور بدی دونوں کے راستے دِکھا دیئے ہیں، اور اختیار دیا ہے کہ اپنی مرضی سے جو راستہ چاہو اختیار کر سکتے ہو، لیکن بدی کا راستہ اختیار کرو گے تو سزا ہوگی۔

(۷) گھاٹی دو پہاڑوں کے درمیانی راستے کو کہتے ہیں۔ عام طور سے جنگ کے دوران ایسے راستے کو دُشمن سے بچنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے، اور یہاں گھاٹی میں داخل ہونے سے مراد ثواب کے کام کرنا ہے، جیسے کہ اگلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے خود تشریح فرما دی ہے۔ ان کو گھاٹی میں داخل ہونا اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے میں مدد دیتے ہیں۔

(۸) یہ "أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ" کا ترجمہ ہے، اور اس کا ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: "وہ دائیں ہاتھ والے ہیں" اور ان سے مراد وہ نیک لوگ ہیں جن کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

(۹) یہ "أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ" کا ترجمہ ہے، اور اس کا ایک ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: "وہ بائیں ہاتھ والے ہیں" اور ان سے مراد وہ بدکار ہیں جن کا اعمال نامہ بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

(۱۰) یعنی اُس کے دروازے بند کردیئے جائیں گے، تاکہ دوزخیوں کے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہ رہے۔ والعیاذ باللہ العظیم۔

سورۂ بلد کا ترجمہ اور حواشی ۵ ررمضان المبارک ۱۴۲۹ھ کو بفضلہ تعالیٰ مکہ مکرّمہ ہی میں تکمیل کو پہنچے جہاں کی اس سورت میں قسم کھائی گئی ہے۔

تَقَبَّلَ اللہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی وَاَکْرَمَنِیْ بِتَوْفِیْقِہٖ

آیاتها ۱۵ ۹۱ سُوْرَةُ الشَّمْسِ مَكِّيَّةٌ ۲۶ رکوعها ۱

پندرہ آیتوں پر مشتمل یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَ الشَّمْسِ وَ ضُحٰىهَا ۝۱ وَ الْقَمَرِ اِذَا تَلٰىهَا ۝۲ وَ النَّهَارِ اِذَا

قسم ہے سورج کی اور اُس کی پھیلی ہوئی دُھوپ کی،(۱) (۱) اور چاند کی جب وہ سورج کے پیچھے پیچھے آئے، (۲) اور دن کی جب وہ سورج کا جلوہ

جَلّٰىهَا ۝۳ وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰىهَا ۝۴ وَ السَّمَآءِ وَ مَا بَنٰىهَا ۝۵

دِکھادے، (۳) اور رات کی جب وہ اُس پر چھا کر اُسے چھپالے، (۴) اور قسم ہے آسمان کی، اور اُس کی جس نے اُسے بنایا، (۵) اور زمین کی،

وَ الْاَرْضِ وَ مَا طَحٰىهَا ۝۶ وَ نَفْسٍ وَّ مَا سَوّٰىهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا

اور اُس کی جس نے اُسے بچھایا، (۶) اور اِنسانی جان کی، اور اُس کی جس نے اُسے سنوارا، (۷) پھر اُس کے دِل میں وہ بات بھی ڈال دی جو اُس

فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا ۝۹ وَ قَدْ خَابَ مَنْ

کے لئے بدکاری کی ہے، اور وہ بھی جو اُس کے لئے پرہیزگاری کی ہے، (۸) فلاح اُسے ملے گی جو اس نفس کو پاکیزہ بنائے،(۲) (۹) اور نامراد وہ ہوگا

دَسّٰىهَا ۝۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَاۤ ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝۱۲

جو اُس کو (گناہ میں) دھنسادے۔ (۱۰) قومِ ثمود نے اپنی سرکشی سے (پیغمبر کو) جھٹلایا، (۱۱) جب ان کا سب سے سنگدل شخص اُٹھ کھڑا ہوا، (۱۲)

فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَ سُقْيٰهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوْهُ

تو اللہ کے پیغمبر نے اُن سے کہا کہ: "خبردار! اللہ کی اُونٹنی کا اور اُس کے پانی پینے کا پورا خیال رکھنا"۔ (۱۳) پھر بھی اُنہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا، اور

---

(۱) سورج کو عربی میں "شمس" کہتے ہیں، اور اسی کے نام پر اس سورت کا نام سورۃ الشمس ہے۔ سورت میں اصل مضمون یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر اِنسان کے دِل میں نیکی اور بدی دونوں قسم کے تقاضے پیدا فرمائے ہیں، اب انسان کا کام یہ ہے کہ وہ نیکی کے تقاضوں پر عمل کرے، اور بُرائی سے اپنے آپ کو روکے۔ یہ بات کہنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سورج، چاند اور دن اور رات کی قسمیں کھائی ہیں۔ اس میں شاید اِشارہ یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سورج کی اور دِن کی روشنی بھی پیدا کی ہے، اور رات کا اندھیرا بھی، اسی طرح انسان کو نیکی کے کاموں کی بھی صلاحیت دی ہے، اور بدی کے کاموں کی بھی۔

(۲) نفس کو پاکیزہ بنانے کا مطلب یہی ہے کہ انسان کے دِل میں جو اچھی خواہشات اور اچھے جذبات پیدا ہوتے ہیں، اُنہیں اُبھار کر اُن پر عمل کرے، اور جو بُری خواہشات یا جذبات پیدا ہوتے ہیں، اُنہیں دبائے۔ اسی طرح مسلسل مشق کرتے رہنے سے نفس پاکیزہ ہو کر وہ نفسِ مطمئنہ بن جاتا ہے جس کا ذِکر سورۃ الفجر کی آخری آیتوں میں گذرا ہے۔

فَعَقَرُوْهَا ۪ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ﴿۱۴﴾ وَلَا

اُس اُونٹنی کو مار ڈالا۔(۳) نتیجہ یہ کہ اُن کے پروردگار نے اُن کے گناہ کی وجہ سے اُن کی اینٹ سے اینٹ بجا کر سب کو برابر کردیا۔(۴) ﴿۱۴﴾ اور اللہ کو اس

يَخَافُ عُقْبٰهَا ﴿۱۵﴾ ع

کے کسی بُرے انجام کا کوئی خوف نہیں ہے۔(۵) ﴿۱۵﴾

(۳) قومِ ثمود کے مطالبے پر اللہ تعالیٰ نے یہ اُونٹنی پیدا فرمائی تھی، اور لوگوں سے کہا تھا کہ ایک دن کنویں سے یہ پانی پئے گی، اور دُوسرے دن تم پانی بھرلیا کرنا۔ لیکن اس قوم کے ایک سنگدل شخص نے جس کا نام "قدار" بتایا جاتا ہے، اُونٹنی کو قتل کردیا، اُس کے بعد اس قوم پر عذاب آیا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے سورۂ اعراف (۷: ۷۳) اور اُس کا حاشیہ۔

(۴) یعنی سب فنا ہوگئے، اور کوئی باقی نہیں بچا۔

(۵) جب انسانوں کا کوئی لشکر کسی بستی میں تباہی مچائے تو اُسے یہ خوف بھی ہوتا ہے کہ کوئی اُس سے انتقام نہ لے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو ہلاک کرتا ہے تو اُسے کسی کے انتقام کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔

کراچی، شب ۸ رمضان ۱۴۲۹ھ ۹ ستمبر ۲۰۰۸ء

آیاتها ۲۱ ۹۲ سُوْرَةُ الَّيْلِ مَكِّيَّةٌ ۹ رکوعها ۱

اس مکی سورت میں اکیس آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَ الَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝١ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝٢ وَ مَا خَلَقَ الذَّكَرَ

قسم ہے رات کی جب وہ چھا جائے، (۱) اور دن کی جب اُس کا اُجالا پھیل جائے، (۲) اور اُس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو

وَالْاُنْثٰٓى ۝٣ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝٤ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝٥

پیدا کیا، (۳) کہ حقیقت میں تم لوگوں کی کوششیں الگ الگ قسم کی ہیں۔[1] (۴) اب جس کسی نے (اللہ کے راستے میں مال) دیا، اور تقویٰ اختیار کیا، (۵)

وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝٦ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝٧ وَ اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ

اور سب سے اچھی بات کو دل سے مانا،[2] (۶) تو ہم اُس کو آرام کی منزل تک پہنچنے کی تیاری کرادیں گے۔[3] (۷) رہا وہ شخص جس نے بخل سے کام لیا،

وَاسْتَغْنٰى ۝٨ وَ كَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝٩ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝١٠ وَ مَا يُغْنِيْ

اور (اللہ سے) بے نیازی اختیار کی، (۸) اور سب سے اچھی بات کو جھٹلایا، (۹) تو ہم اُس کو تکلیف کی منزل تک پہنچنے کی تیاری کرادیں گے۔[4] (۱۰) اور

عَنْهُ مَالُهٗٓ اِذَا تَرَدّٰى ۝١١ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝١٢ وَ اِنَّ لَنَا

جب ایسا شخص تباہی کے گڑھے میں گرے گا تو اُس کا مال اُس کے کچھ کام نہیں آئے گا۔ (۱۱) یہ سچ ہے کہ راستہ بتلا دینا ہمارے ذمے ہے، (۱۲)

---

(۱) کوششوں سے مراد اعمال ہیں، اور مطلب یہ ہے کہ انسانوں کے اعمال مختلف قسم کے ہیں، اچھے بھی اور بُرے بھی، اور اُن اعمال کے نتائج بھی مختلف ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ یہ بات کہنے کے لئے رات اور دِن کی قسم کھانے کا شاید یہ مقصد ہے کہ جس طرح رات اور دن کے نتائج مختلف ہیں، اسی طرح نیکی اور بدی کے نتائج بھی مختلف ہیں۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے نر اور مادہ کی خاصیتیں الگ الگ رکھی ہیں، اسی طرح اعمال کی خاصیتیں بھی جدا جدا ہیں۔

(۲) سب سے اچھی بات سے مراد دِینِ اسلام اور اُس کے نتیجے میں حاصل ہونے والی جنت ہے۔

(۳) آرام کی منزل سے مراد جنت ہے، کیونکہ حقیقی آرام کی جگہ وہی ہے، دُنیا میں تو ہر آرام کے ساتھ کوئی نہ کوئی تکلیف لگی رہتی ہے۔ اور تیاری کرانے سے مراد یہ ہے کہ اُن اعمال کی توفیق دیں گے جو جنت تک پہنچانے والے ہوں۔ واضح رہے کہ قرآنِ کریم میں جو لفظ "نیسرّہ" آیا ہے، اُس کا ترجمہ جو "تیاری کرادینے" سے کیا گیا ہے، وہ اس لفظ کی تشریح میں علامہ آلوسیؒ کی پیروی میں کیا گیا ہے (دیکھئے رُوح المعانی ۳۰: ۵۱۲)۔

(۴) تکلیف کی منزل سے مراد دوزخ ہے، کیونکہ حقیقی تکلیف وہیں کی ہے۔ اور تیاری کرانے سے مراد یہ ہے کہ وہ جس جس گناہ میں مبتلا ہونا چاہے گا، اُسے مبتلا ہونے دیا جائے گا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُسے نیکی کی توفیق نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ہولناک وعید سے محفوظ رکھیں۔ آمین

لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ﴿١٣﴾ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ﴿١٤﴾ لَا يَصْلٰىهَآ اِلَّا

اور یہ بھی سچ ہے کہ آخرت اور دُنیا دونوں ہمارے قبضے میں ہیں۔(۵) ﴿۱۳﴾ لہٰذا میں نے تمہیں ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے خبردار کردیا ہے۔ ﴿۱۴﴾ اس آگ

الْاَشْقَى ﴿١٥﴾ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿١٦﴾ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ﴿١٧﴾ الَّذِيْ

میں کوئی اور نہیں، وہی بدبخت داخل ہوگا ﴿۱۵﴾ جس نے حق کو جھٹلایا، اور منہ موڑا، ﴿۱۶﴾ اور اُس سے ایسے پرہیزگار شخص کو دُور رکھا جائے گا ﴿۱۷﴾ جو اپنا

يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ﴿١٨﴾ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰٓى ﴿١٩﴾

مال پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے (اللہ کے راستے میں) دیتا ہے،(۶) ﴿۱۸﴾ حالانکہ اُس پر کسی کا کوئی اِحسان نہیں تھا جس کا بدلہ دیا جاتا، ﴿۱۹﴾ البتہ وہ

اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿٢٠﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿٢١﴾ ع

صرف اپنے اُس پروردگار کی خوشنودی چاہتا ہے جس کی شان سب سے اُونچی ہے۔ ﴿۲۰﴾ یقین رکھو ایسا شخص عنقریب خوش ہوجائے گا۔(۷) ﴿۲۱﴾

(۵) لہٰذا یہ حق ہم کو ہی حاصل ہے کہ دُنیا میں رہنے کے لئے انسان کو اَحکام اور ہدایات عطا فرمائیں، اور آخرت میں اُن اَحکام وہدایات کی تعمیل یا خلاف ورزی پر ثواب اور عذاب کا فیصلہ کریں۔

(۶) یعنی اللہ تعالیٰ کے راستے میں جو کچھ خرچ کرتا ہے، اُس میں دِکھاوا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مقصود ہوتی ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ایسے خرچ کرنے سے انسان کو اَخلاقی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیتیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں نازل ہوئی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں بہت مال خرچ کرتے تھے۔ تاہم الفاظ عام ہیں، اور ہر اُس شخص کے لئے خوشخبری پر مشتمل ہیں جو ان صفات کا حامل ہو۔

(۷) اس مختصر جملے میں نعمتوں کی ایک کائنات پوشیدہ ہے۔ یعنی جنت میں اُس کو اپنے اعمال کا ایسا صلہ ملے گا کہ وہ صحیح معنیٰ میں خوش ہوجائے گا۔

کراچی، شب ۸ ررمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

آیاتها ١١ ٩٣ سُوْرَةُ الضُّحٰی مَكِّيَّةٌ ١١ رکوعها ١

اس مکی سورت میں گیارہ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالضُّحٰی ۝١ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰی ۝٢ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا

(اے پیغمبر!) قسم ہے چڑھتے دن کی روشنی کی، (١) اور رات کی جب اُس کا اندھیرا بیٹھ جائے، (٢) کہ تمہارے پروردگار نے نہ تمہیں چھوڑا ہے،

قَلٰی ۝٣ وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ۝٤ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ

اور نہ ناراض ہوا ہے،[1] (٣) اور یقیناً آگے آنے والے حالات تمہارے لئے پہلے حالات سے بہتر ہیں۔[2] (٤) اور یقین جانو کہ عنقریب تمہارا

رَبُّكَ فَتَرْضٰی ۝٥ اَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيْمًا فَاٰوٰی ۝٦ وَوَجَدَكَ ضَآلًّا

پروردگار تمہیں اتنا دے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے۔ (٥) کیا اُس نے تمہیں یتیم نہیں پایا تھا، پھر (تمہیں) ٹھکانا دیا؟[3] (٦) اور تمہیں راستے سے

فَهَدٰی ۝٧ وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی ۝٨ فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ ۝٩ وَاَمَّا

ناواقف پایا تو راستہ دِکھایا،[4] (٧) اور تمہیں نادار پایا تو غنی کر دیا۔[5] (٨) اب جو یتیم ہے، تم اُس پر سختی مت کرنا، (٩) اور جو سوال کرنے والا ہو،

(١) نبوت کے بعد شروع شروع میں کچھ دن ایسے گذرے جس میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی وحی نہیں آئی، اس پر ابولہب کی بیوی نے طعنہ دیا کہ تمہارے پروردگار نے ناراض ہو کر تمہیں چھوڑ دیا ہے۔ اُس پر یہ سورت نازل ہوئی تھی۔ "ضحیٰ" عربی میں دن چڑھنے کے وقت جو روشنی ہوتی ہے، اُس کو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں اُس کی قسم کھائی ہے، اس لئے اس سورت کا نام سورۃ الضحیٰ ہے۔ اور چڑھتے دن اور اندھیری رات کی قسم کھانے سے غالباً اس طرف اشارہ ہے کہ رات کو جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اب دن کی روشنی نہیں آئے گی، اسی طرح اگر کسی مصلحت کی وجہ سے وحی کچھ دن نہیں آئی تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کسی طرح درست نہیں ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہو گیا ہے۔

(٢) آگے آنے والے حالات سے مراد آخرت کی نعمتیں بھی ہو سکتی ہیں، اور پہلے حالات سے دُنیا، اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی میں ہر آن آپ کے درجات میں ترقی ہوتی رہے گی، اور دُشمنوں کی طرف سے آپ کو جو تکلیفیں پہنچ رہی ہیں، آخر کار وہ دُور ہو کر آپ ہی کا بول بالا ہوگا۔

(٣) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والد آپ کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے، اور والدہ کا بھی بہت کم عمری میں انتقال ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دادا عبدالمطلب اور آپ کے چچا ابوطالب کے دِل میں آپ کی ایسی محبت ڈال دی کہ انہوں نے آپ کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز رکھ کر پالا تھا۔

(٤) یعنی آپ وحی نازل ہونے سے پہلے شریعت کے اَحکام سے ناواقف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپ کو شریعت عطا فرمائی۔ نیز بعض روایتوں میں کچھ ایسے واقعات بھی بیان ہوئے ہیں جن میں آپ کسی سفر کے دوران راستہ بھول گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی طریقے پر آپ کو راستے پر لگا دیا۔ ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں اس قسم کے کسی واقعے کی طرف بھی

السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾

اُسے جھڑکنا نہیں،(۶) ﴿۱۰﴾ اور جو تمہارے پروردگار کی نعمت ہے، اُس کا تذکرہ کرتے رہنا۔ ﴿۱۱﴾

اشارہ ہو۔

(۵) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ نے تجارت میں جو شرکت فرمائی، اُس سے آپ کو اچھا خاصا نفع حاصل ہوا تھا۔

(۶) سوال کرنے والے سے مراد وہ شخص بھی ہوسکتا ہے جو مالی مدد چاہتا ہو، اور وہ بھی جو حق طلبی کے ساتھ دِین کے بارے میں کوئی سوال کرنا چاہتا ہو۔ دونوں کو جھڑکنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر کوئی عذر ہو تو نرمی سے معذرت کرلینی چاہئے۔

آیاتھا ۸ ۹۴ سُوْرَۃُ اَلَمْ نَشْرَحْ مَکِّیَّۃٌ ۱۲ رکوعھا ۱

یہ مکی سورت آٹھ آیتوں پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ① وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ② الَّذِيْٓ

(اے پیغمبر!) کیا ہم نے تمہاری خاطر تمہارا سینہ کھول نہیں دیا؟ ① اور ہم نے تم سے تمہارا وہ بوجھ اُتار دیا ہے ② جس نے تمہاری کمر

اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ③ وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ④ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ

توڑ رکھی تھی(۱) ③ اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارے تذکرے کو اُونچا مقام عطا کردیا ہے۔(۲) ④ چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ مشکلات کے ساتھ آسانی

يُسْرًا ⑤ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑥ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ⑦ وَ

بھی ہوتی ہے، ⑤ یقیناً مشکلات کے ساتھ آسانی بھی ہوتی ہے۔(۳) ⑥ لہٰذا جب تم فارغ ہو جاؤ تو (عبادت میں) اپنے آپ کو تھکاؤ(۴) ⑦ اور

اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ⑧ ع

اپنے پروردگار ہی سے دِل لگاؤ۔ ⑧

(۱) جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوّت کی عظیم ذمہ داریاں سونپی گئیں تو شروع میں آپ نے اُن کا زبردست بوجھ محسوس فرمایا۔ اس بوجھ کی وجہ سے شروع میں آپ بے چین رہتے تھے۔ لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ حوصلہ عطا فرمایا جس کے نتیجے میں آپ نے مشکل سے مشکل کام انتہائی اطمینان اور سکون کے ساتھ انجام دیئے۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کے اسی اِنعام کا تذکرہ ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نام کو یہ بلند مقام عطا فرمایا ہے کہ دُنیا کے ہر خطے میں پانچ وقت آپ کا مبارک نام اللہ تعالیٰ کے ساتھ مسجدوں سے بلند ہوتا ہے۔ نیز آپ کے مبارک تذکرے دُنیا بھر میں انتہائی عقیدت کے ساتھ ہوتے ہیں، اور انہیں ایک عظیم عبادت قرار دیا جاتا ہے۔ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے کہ شروع میں آپ کو فرائضِ رسالت کی ادائیگی میں جو مشکلات پیش آرہی ہیں، وہ عنقریب آسانی میں تبدیل ہو جائیں گی۔ اُس کے ساتھ ایک عام قاعدے کے طور پر یہ حقیقت بتلا کر عام انسانوں کو بھی یہ سبق دیا گیا ہے کہ دُنیا میں مشکلات پیش آئیں تو یہ سمجھ لیں کہ ان کے بعد آسانی کا وقت بھی آئے گا۔

(۴) ظاہر ہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مصروفیت تمام تر دِین ہی کے لئے تھی، تبلیغ ہو یا تعلیم، جہاد ہو یا حکمرانی، سارے کام ہی دِین کے لئے ہونے کی وجہ سے بذاتِ خود عبادت کا درجہ رکھتے تھے۔ لیکن فرمایا جارہا ہے کہ جب ان کاموں سے فراغت ہو تو خالص عبادت، مثلاً نفلی نمازوں، اور زبانی ذِکر وغیرہ میں اتنے لگئے کہ جسم تھکنے لگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ دِین کی خدمت میں لگے ہوئے ہوں، اُن کو بھی کچھ وقت خالص نفلی عبادتوں کے لئے مخصوص کرنا چاہئے۔ اسی سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہوتا ہے، اور اسی سے دوسرے دِینی کاموں میں برکت پیدا ہوتی ہے۔

آیاتھا ۸ ۹۵ سُوْرَۃُ التِّیْنِ مَکِّیَّۃٌ ۲۸ رکوعھا ۱

آٹھ آیتوں پر مشتمل یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ ۝۱ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ ۝۲ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ ۝۳

قسم ہے انجیر اور زیتون کی، (۱) اور صحرائے سینا کے پہاڑ طور کی، (۲) اور اس امن و امان والے شہر کی،(۱) (۳)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝۴ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ

کہ ہم نے انسان کو بہترین سانچے میں ڈھال کر پیدا کیا ہے، (۴) پھر ہم اُسے پستی والوں میں سب سے زیادہ نچلی حالت

سٰفِلِیْنَ ۝۵ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶

میں کردیتے ہیں،(۲) (۵) سوائے اُن کے جو ایمان لائے، اور اُنہوں نے نیک عمل کئے، تو اُن کو ایسا اَجر ملے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ (۶) پھر (اے

فَمَا یُکَذِّبُکَ بَعْدُ بِالدِّیْنِ ۝۷ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَحْکَمِ الْحٰکِمِیْنَ ۝۸ ع

انسان!) وہ کیا چیز ہے جو تجھے جزا وسزا کو جھٹلانے پر آمادہ کررہی ہے؟ (۷) کیا اللہ سارے حکمرانوں سے بڑھ کر حکمران نہیں ہے؟(۳) (۸)

---

(۱) انجیر اور زیتون فلسطین اور شام میں زیادہ پیدا ہوتے ہیں، اس لئے ان سے فلسطین کے علاقے کی طرف اشارہ ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا، اور انہیں انجیل عطا فرمائی گئی تھی۔ اور صحرائے سینا کا پہاڑ طور وہ ہے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی گئی تھی، اور ''اس امن وامان والے شہر'' سے مراد مکہ مکرّمہ ہے جہاں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا، اور آپ پر قرآنِ کریم نازل ہوا۔ ان تینوں کی قسم کھانے سے مقصود یہ ہے کہ جو بات آگے کہی جارہی ہے، وہ ان تینوں کتابوں میں درج ہے، اور تینوں پیغمبروں نے اپنی اپنی اُمتوں کو بتائی ہے۔

(۲) اس کا ایک مطلب تو یہ ہوسکتا ہے کہ جو لوگ مؤمن نہ ہوں، وہ دُنیا میں چاہے کتنے خوبصورت رہے ہوں، آخرت میں وہ انتہائی نچلی حالت کو پہنچ جائیں گے، کیونکہ اُنہیں دوزخ میں ڈالا جائے گا، اسی لئے آگے اُن انسانوں کا اِستثنا کیا گیا ہے جو ایمان لائیں، اور نیک عمل کریں۔ اور اکثر مفسرین نے اس آیت کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ہر انسان بڑھاپے میں جا کر انتہائی خستہ حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ اُس کی خوبصورتی بھی جاتی رہتی ہے، اور طاقت بھی جواب دے جاتی ہے، اور آئندہ کسی اچھی حالت کے واپس آنے کی اُنہیں کوئی اُمید نہیں ہوتی، کیونکہ وہ آخرت کے قائل ہی نہیں ہوتے۔ البتہ نیک مسلمان چاہے اس بڑھاپے کی بُری حالت کو پہنچ جائیں، لیکن اُن کو یہ یقین ہوتا ہے کہ یہ بُری حالت عارضی ہے، اور آگے دُوسری زندگی آنے والی ہے جس میں اِن شاء اللہ اُنہیں بہترین نعمتیں میسر آئیں گی، اور یہ عارضی تکلیفیں ختم ہوجائیں گی۔ اس احساس کی وجہ سے ان کی بڑھاپے کی تکلیفیں بھی ہلکی ہوجاتی ہیں۔

(۳) ابوداود اور ترمذی کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کو پڑھنے کے وقت یہ کہنا مستحب ہے کہ: ''بَلٰی. وَاَنَا عَلٰی

ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ" (کیوں نہیں؟ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سارے حکمرانوں سے بڑھ کر حکمران ہے)۔

کراچی شب ۹؍رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

آیاتها ۱۹ ۹۶ سُوْرَةُ الْعَلَقِ مَكِّيَّةٌ ۱ رکوعها ۱

اُنیس آیتوں پر مشتمل یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝۱ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝۲ اِقْرَاْ وَ

پڑھو اپنے پروردگار کا نام لے کر جس نے سب کچھ پیدا کیا،(۱) ۝۱ اُس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا ہے۔ ۝۲ پڑھو، اور تمہارا

رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝۳ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝۴ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ

پروردگار سب سے زیادہ کرم والا ہے، ۝۳ جس نے قلم سے تعلیم دی، ۝۴ انسان کو اُس بات کی تعلیم دی جو وہ نہیں

يَعْلَمْ ۝۵ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ۝۶ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝۷ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ

جانتا تھا۔(۲) ۝۵ حقیقت یہ ہے کہ انسان کھلی سرکشی کر رہا ہے(۳) ۝۶ کیونکہ اُس نے اپنے آپ کو بے نیاز سمجھ لیا ہے۔(۴) ۝۷ سچ تو یہ ہے کہ تمہارے

الرُّجْعٰى ۝۸ اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝۹ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝۱۰ اَرَءَيْتَ

پروردگار ہی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔ ۝۸ بھلا تم نے اُس شخص کو بھی دیکھا جو ایک بندے کو منع کرتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے؟ ۝۹ - ۝۱۰ بھلا

---

(۱) اس سورت کی پہلی پانچ آیتیں سب سے پہلی وحی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر غارِ حراء میں نازل ہوئی۔ آپ نبوت سے پہلے کئی کئی دن اس غار میں عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک روز اسی دوران حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کے پاس آئے، اور آپ کو دبایا، اور کہا کہ: ''پڑھو'' آپ نے فرمایا کہ: ''میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں۔'' یہ مکالمہ تین مرتبہ ہوا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ پانچ آیتیں پڑھیں۔

(۲) اس میں یہ اشارہ ہے کہ اگرچہ تعلیم دینے کا عام طریقہ یہی ہے کہ قلم سے لکھی ہوئی کوئی تحریر پڑھوائی جاتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس کے بغیر بھی کسی کو تعلیم دے سکتا ہے، چنانچہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اُمی ہونے کے باوجود وہ علوم عطا فرمائے گا جو کتاب سے پڑھنے والوں کے خیال میں بھی نہیں آئے۔

(۳) یہاں سے سورت کے آخر تک جو آیتیں ہیں، وہ غارِ حراء کے مذکورہ بالا واقعے کے کافی بعد نازل ہوئی تھیں۔ اور اُن کا واقعہ یہ ہے کہ ابوجہل، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دُشمن تھا۔ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں نماز پڑھ رہے تھے تو اُس نے آپ کو نماز پڑھنے سے منع کیا، اور یہ بھی کہا کہ اگر آپ نے نماز پڑھی تو میں (معاذ اللہ) آپ کی گردن کو پاؤں سے کچل دُوں گا۔ اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں۔

(۴) یعنی اپنے مال و دولت اور سرداری کی وجہ سے اپنے آپ کو بے نیاز اور بے پروا سمجھتا ہے کہ کوئی مجھے کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا، اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سب کو آخر کار اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹنا ہے، وہاں یہ ساری بے نیازی اور بے پروائی دھری رہ جائے گی۔

اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰۤى ﴿۱۱﴾ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ﴿۱۲﴾ اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ

بتلاؤ کہ اگر وہ (نماز پڑھنے والا) ہدایت پر ہو، (۱۱) یا تقویٰ کا حکم دیتا ہو، (تو کیا اُسے روکنا گمراہی نہیں؟) (۱۲) بھلا بتلاؤ کہ اگر وہ (روکنے

وَتَوَلّٰى ﴿۱۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ﴿۱۴﴾ كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًۢا

والا) حق کو جھٹلاتا ہو، اور منہ موڑتا ہو، (۱۳) کیا اُسے یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ دیکھ رہا ہے؟ (۱۴) خبردار! اگر وہ باز نہ آیا، تو ہم (اُسے) پیشانی کے

بِالنَّاصِيَةِ ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ

بال پکڑ کر گھسیٹیں گے، (۱۵) اُس پیشانی کے بال جو جھوٹی ہے، گنہگار ہے۔ (۱۶) اب وہ بُلالے اپنی مجلس والوں کو! (۱۷) ہم دوزخ کے

الزَّبَانِيَةَ ﴿۱۸﴾ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ﴿۱۹﴾ ع ۱۹/۲۱ السجدة ۱۲

فرشتوں کو بُلالیں گے۔(۵) (۱۸) ہرگز نہیں! اُس کی بات نہ مانو، اور سجدہ کرو، اور قریب آجاؤ۔(۶) (۱۹)

(۵) شروع میں جب ابوجہل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز سے روکا تھا تو آپ نے اُسے جھڑک دیا تھا۔ اُس پر ابوجہل نے کہا تھا کہ مکہ میں میری مجلس میں بڑا مجمع ہوتا ہے، وہ سب میرے ساتھ ہے۔ اُس کے جواب میں فرمایا گیا ہے کہ اگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے کے لئے اپنی مجلس والوں کو بلائے گا تو ہم دوزخ کے فرشتوں کو بلالیں گے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ابوجہل آپ کو تکلیف پہنچانے کے لئے بڑھا تو تھا، لیکن پھر رُک گیا، ورنہ فرشتے اُس کی بوٹیاں نوچ ڈالتے (الدر المنثور)۔

(۶) یہ بڑا پیار بھرا فقرہ ہے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو سجدے کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا خاص قرب عطا ہوتا ہے۔ یہ آیت سجدے کی آیت ہے، اور اس کی تلاوت کرنے اور سننے والے پر سجدۂ تلاوت واجب ہوجاتا ہے۔ البتہ آیت کو پڑھے بغیر صرف دیکھنے سے سجدہ واجب نہیں ہوتا، اور صرف ترجمہ زبان سے پڑھنے میں بھی احتیاطاً سجدہ کرلینا ضروری ہے۔

آیاتہا ۵ ۹۷ سُوْرَۃُ الْقَدْرِ مَکِّیَّۃٌ ۲۵ رکوعہا ۱

پانچ آیتوں پر مشتمل یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ① وَمَآ اَدْرٰىکَ مَا لَیْلَۃُ الْقَدْرِ ② لَیْلَۃُ

بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں نازل کیا ہے۔(۱) ① اور تمہیں کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا چیز ہے؟ ② شب

الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ ③ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ

قدر ایک ہزار مہینوں سے بھی بہتر ہے۔(۲) ③ اُس میں فرشتے اور رُوح اپنے پروردگار کی

رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ ④ سَلٰمٌ ھِیَ حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ ⑤

اجازت سے ہر کام کے لئے اُترتے ہیں،(۳) ④ وہ رات سراپا سلامتی ہے فجر کے طلوع ہونے تک۔ ⑤

(۱) اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ پورا قرآن لوحِ محفوظ سے اس رات میں اُتارا گیا، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام اُسے تھوڑا تھوڑا کر کے تئیس سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کرتے رہے۔ اور دُوسرا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآنِ کریم کا نزول سب سے پہلے شبِ قدر میں شروع ہوا۔ شبِ قدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کسی رات میں ہوتی ہے۔ یعنی اِکیسویں، تیئیسویں، پچیسویں، ستائیسویں یا اُنتیسویں رات میں۔

(۲) یعنی اس ایک رات میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینوں میں عبادت کرنے سے بھی زیادہ ہے۔

(۳) اس رات میں فرشتوں کے اُترنے کے دو مقصد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ اُس رات جو لوگ عبادت میں مشغول ہوتے ہیں، فرشتے اُن کے حق میں رحمت کی دُعا کرتے ہیں، اور دُوسرا مقصد آیتِ کریمہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُس رات میں سال بھر کے تقدیر کے فیصلے فرشتوں کے حوالے فرمادیتے ہیں، تا کہ وہ اپنے اپنے وقت پر اُن کی تعمیل کرتے رہیں۔ "ہر کام کے لئے اُترنے" کا یہی مطلب مفسرین نے بیان فرمایا ہے۔

آیاتھا ۸ ۹۸ سُوْرَۃُ البَیِّنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۰۰ رکوعھا ۱

یہ سورت مدنی ہے، اور اس میں آٹھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَ الْمُشْرِکِیْنَ مُنْفَکِّیْنَ حَتّٰی

اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جو لوگ کافر تھے، وہ اُس وقت تک باز آنے والے نہیں تھے جب تک کہ

تَاْتِیَھُمُ الْبَیِّنَۃُ ۝۱ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً ۝۲ فِیْھَا کُتُبٌ

اُن کے پاس روشن دلیل نہ آتی(۱) ۝۱ یعنی ایک اللہ کا رسول جو پاک صحیفے پڑھ کر سنائے، ۝۲ جن میں سیدھی سچی تحریریں

قَیِّمَۃٌ ۝۳ وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ

لکھی ہوں۔ ۝۳ اور جو اہلِ کتاب تھے، اُنہوں نے جدا راستہ اُسی کے بعد اِختیار کیا جب اُن کے پاس روشن دلیل

الْبَیِّنَۃُ ۝۴ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ

آچکی تھی(۲)۔ ۝۴ اور انہیں اس کے سوا کوئی اور حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ بندگی کو بالکل یکسو ہوکر صرف اُسی کے لئے

حُنَفَآءَ وَ یُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ ۝۵ اِنَّ

خالص رکھیں، اور نماز قائم کریں، اور زکوٰۃ ادا کریں، اور یہی سیدھی سچی اُمت کا دِین ہے۔ ۝۵ یقین جانو کہ

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَ الْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ

اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے جنہوں نے کفر اَپنالیا ہے، وہ جہنم کی آگ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ ۝۶ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا

یہ لوگ ساری مخلوق میں سب سے بُرے ہیں۔ ۝۶ جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور انہوں نے نیک عمل کئے ہیں،

(۱) ان آیتوں میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر بنا کر بھیجنے کی وجہ بتائی جارہی ہے، اور وہ یہ کہ جاہلیت کے زمانے میں جو کافر لوگ تھے، چاہے وہ اہلِ کتاب میں سے ہوں یا بت پرستوں میں سے، وہ اُس وقت تک اپنے کفر سے باز نہیں آئے تھے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل میں ایک روشن دلیل اُن کے سامنے نہ آجاتی۔ چنانچہ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر کھلے دِل سے غور کیا، وہ واقعی اپنے کفر سے توبہ کرکے ایمان لے آئے۔ البتہ جن کی طبیعت میں ضد تھی، وہ اس نعمت سے محروم رہے۔

(۲) یہ اُن اہلِ کتاب کی بات ہورہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے روشن دلائل دیکھنے کے بعد بھی آپ پر ایمان نہیں لائے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کی تشریف آوری کو ایک نعمت سمجھنے کے بجائے ان لوگوں نے ضد اور حسد کی وجہ سے آپ کی بات نہیں مانی، اور الگ راستہ اختیار کرلیا، حالانکہ ان کے پاس روشن دلیل آچکی تھی۔

الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۞ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ

وہ بیشک ساری مخلوق میں سب سے بہتر ہیں۔ (۷) اُن کے پروردگار کے پاس اُن کا اِنعام وہ سدا بہار جنتیں ہیں

عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔ وہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ اُن سے خوش ہوگا، اور وہ اُس سے خوش ہوں گے۔

وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۞

یہ سب کچھ اُس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار کا خوف دِل میں رکھتا ہو۔ (۸)

کراچی، شب ۱۰؍رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

آیاتھا ۸ ۹۹ سُورَةُ الزِّلْزَالِ مَدَنِيَّةٌ ۹۳ رکوعہا ۱

یہ مدنی سورت ہے، اور آٹھ آیتوں پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿۱﴾ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴿۲﴾ وَ

جب زمین اپنے بھونچال سے جھنجوڑدی جائے گی، (۱) اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی،(۱) (۲) اور

قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ﴿۳﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ

انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوگیا ہے؟ (۳) اُس دن زمین اپنی ساری خبریں بتادے گی،(۲) (۴) کیونکہ تمہارے پروردگار

اَوْحٰى لَهَا ﴿۵﴾ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ﴿۶﴾

نے اُسے یہی حکم دیا ہوگا۔ (۵) اُس روز لوگ مختلف ٹولیوں میں واپس ہوں گے، تاکہ اُن کے اعمال اُنہیں دِکھادیئے جائیں۔(۳) (۶)

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ

چنانچہ جس نے ذرّہ برابر کوئی اچھائی کی ہوگی، وہ اُسے دیکھے گا، (۷) اور جس نے ذرّہ برابر کوئی

ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾

بُرائی کی ہوگی، وہ اُسے دیکھے گا۔(۴) (۸)

---

(۱) یعنی سارے مُردے جو زمین میں دفن ہیں، وہ بھی باہر آجائیں گے، اور زمین میں جو خزانے دفن ہیں، زمین اُن کو بھی اُگل دے گی۔ ایک حدیث میں ہے کہ جس کسی نے مال کی خاطر کسی کو قتل کیا ہوگا، یا جس نے مال ودولت کی خاطر رشتہ داروں کا حق پامال کیا ہوگا، یا اُس کی خاطر چوری کی ہوگی، وہ اس مال کو دیکھ کر یہ کہے گا کہ یہ ہے وہ مال جس کی وجہ سے میں نے یہ گناہ کئے تھے۔ پھر کوئی بھی اس سونے چاندی کی طرف توجہ نہیں دے گا۔

(۲) زمین پر کسی نے جو اچھے یا بُرے عمل کئے ہوں گے، زمین اُن کی گواہی دے گی۔

(۳) واپس آنے سے مراد قبروں سے نکل کر میدانِ حشر کی طرف جانا بھی ہوسکتا ہے، اُس صورت میں اعمال دِکھانے کا مطلب یہ ہوگا کہ اعمال نامہ دِکھا دیا جائے گا۔ اور واپسی کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لوگ حساب وکتاب سے فارغ ہوکر مختلف حالتوں میں واپس آئیں گے تاکہ اُنہیں اُن کے اعمال کا نتیجہ دِکھادیا جائے۔ نیک لوگوں کو اپنی نیکیوں کا اِنعام دِکھادیا جائے گا، اور بُرے لوگوں کو اُن کے اعمال کی سزا دِکھادی جائے گی۔

(۴) بُرائی سے مراد وہ بُرائی ہے جس سے کسی شخص نے دُنیا کی زندگی میں توبہ نہ کی ہو، کیونکہ سچی توبہ سے گناہ معاف ہوکر ایسے ہوجاتے ہیں جیسے وہ کئے ہی نہیں تھے، اور سچی توبہ میں یہ بات بھی داخل ہے کہ جس گناہ کی تلافی ممکن ہو، اُس کی تلافی بھی کی جائے۔ مثلاً کسی کا حق ہے تو اُسے دے دیا جائے، یا اُس سے معاف کرالیا جائے، یا فرائض چھوٹے ہیں تو اُن کی قضا کرلی جائے۔

ایاتھا ۱۱ ۱۰۰ سُوْرَۃُ الْعٰدِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ ۱۴ رکوعھا ۱

یہ مکی سورت گیارہ آیتوں پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَالْعٰدِیٰتِ ضَبْحًا ۝۱ فَالْمُوْرِیٰتِ قَدْحًا ۝۲ فَالْمُغِیْرٰتِ صُبْحًا ۝۳

قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو ہانپ ہانپ کر دوڑتے ہیں، (۱) پھر جو (اپنی ٹاپوں سے) چنگاریاں اُڑاتے ہیں، (۲) پھر صبح کے وقت یلغار کرتے ہیں، (۳)

فَاَثَرْنَ بِہٖ نَقْعًا ۝۴ فَوَسَطْنَ بِہٖ جَمْعًا ۝۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّہٖ لَکَنُوْدٌ ۝۶

پھر اُس موقع پر غبار اُڑاتے ہیں، (۴) پھر اُسی وقت کسی جمگھٹے کے بیچوں بیچ جا گھستے ہیں،[1] (۵) کہ انسان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے، (۶)

وَاِنَّہٗ عَلٰی ذٰلِکَ لَشَہِیْدٌ ۝۷ وَاِنَّہٗ لِحُبِّ الْخَیْرِ لَشَدِیْدٌ ۝۸ اَفَلَا یَعْلَمُ

اور وہ خود اس بات کا گواہ ہے۔[2] (۷) اور حقیقت یہ ہے کہ وہ مال کی محبت میں بہت پکا ہے۔[3] (۸) بھلا کیا وہ وقت اُسے معلوم نہیں ہے جب قبروں

اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ۝۹ وَحُصِّلَ مَا فِی الصُّدُوْرِ ۝۱۰ اِنَّ رَبَّہُمْ بِہِمْ

میں جو کچھ ہے، اُسے باہر بکھیر دیا جائے گا، (۹) اور سینوں میں جو کچھ ہے، اُسے ظاہر کر دیا جائے گا۔[4] (۱۰) یقیناً اُن کا پروردگار اُس دن اُن

یَوْمَئِذٍ لَّخَبِیْرٌ ۝۱۱

(کی جو حالت ہوگی اُس) سے پوری طرح باخبر ہے۔ (۱۱)

(۱) اس سے مراد وہ جنگی گھوڑے ہیں جن پر سوار ہو کر اُس زمانے میں لڑائیاں لڑی جاتی تھیں۔ ان کی قسم کھانے میں یہ اشارہ ہے کہ یہ گھوڑے اپنے مالکوں کے اتنے وفادار ہوتے تھے کہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اپنے مالکوں کے حکم کی تعمیل بھی کرتے تھے، اور اُن کی جان کی حفاظت بھی۔ اللہ تعالیٰ نے اتنے مضبوط جانور کو اِنسان کا ایسا تابع دار اور وفادار بنادیا ہے۔ گنہگار اِنسان کو یاد دِلایا جارہا ہے کہ وہ اپنے مالک اور خالق کے اس احسان کا شکر ادا کرنے کے بجائے اُس کی نافرمانی کرتا ہے اور اپنے پروردگار کا اتنا بھی وفادار نہیں جتنے اُس کے گھوڑے اُس کے وفادار ہوتے ہیں، چنانچہ اگلی آیت میں فرمایا گیا ہے کہ انسان، یعنی گنہگار انسان، بڑا ناشکرا ہے۔

(۲) یعنی اُس کا طرزِ عمل گواہی دیتا ہے کہ وہ ناشکرا ہے۔

(۳) اس سے مراد مال کی وہ محبت ہے جو اِنسان کو اپنے دِینی فرائض سے غافل کر دے، یا گناہوں میں مبتلا کر دے۔

(۴) یعنی مُردوں کو قبروں سے نکال دیا جائے گا، اور لوگوں کے سینوں میں چھپے ہوئے راز کھل جائیں گے۔

آیاتہا ۱۱ ۱۰۱ سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ مَکِّیَّةٌ ۳۰ رکوعہا ۱

یہ مکی سورت گیارہ آیتوں پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳

(یاد کرو) وہ واقعہ جو دل دہلا کر رکھ دے گا! (۱) کیا ہے وہ دل دہلانے والا واقعہ؟ (۲) اور تمہیں کیا معلوم وہ دل دہلانے والا واقعہ کیا ہے؟ (۳)

يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ

جس دن سارے لوگ بکھرے ہوئے پروانوں کی طرح ہوجائیں گے، (۴) اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اُون کی طرح

الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَ

ہوجائیں گے، (۵) اب جس شخص کے پلڑے وزنی ہوں گے (۶) تو وہ من پسند زندگی میں ہوگا، (۷) اور

اَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝۱۰

وہ جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے (۸) تو اُس کا ٹھکانا ایک گہرا گڑھا ہوگا۔ (۹) اور تمہیں کیا معلوم کہ وہ گہرا گڑھا کیا چیز ہے؟ (۱۰)

نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱ ع ۱۱/۲۲

ایک دہکتی ہوئی آگ! (۱۱)

کراچی، شب ۱۱ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

ایاتھا ۸ ۱۰۲ سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ مَكِّيَّةٌ ۱۶ رکوعھا ۱

یہ مکی سورت آٹھ آیتوں پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان، بہت مہربان ہے

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۞ۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۞ؕ كَلَّا سَوْفَ

ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر (دُنیا کا عیش) حاصل کرنے کی ہوس نے تمہیں غفلت میں ڈال رکھا ہے،[۱] (۱) یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو، (۲)

تَعْلَمُوْنَ ۞ۙ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۞ؕ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ

ہرگز ایسا نہیں چاہیے۔ تمہیں عنقریب سب پتہ چل جائے گا، (۳) پھر (سن لو کہ:) ہرگز ایسا نہیں چاہیے۔ تمہیں عنقریب سب پتہ چل جائے گا۔ (۴)

عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۞ؕ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۞ۙ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا

ہرگز نہیں! اگر تم یقینی علم کے ساتھ یہ بات جانتے ہوتے (تو ایسا نہ کرتے) (۵) یقین جانو تم دوزخ کو ضرور دیکھو گے،[۲] (۶) پھر یقین جانو کہ تم

عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۞ۙ ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۞ع

اُسے بالکل یقین کے ساتھ دیکھ لو گے۔ (۷) پھر تم سے اُس دن نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا (کہ اُن کا کیا حق ادا کیا)۔[۳] (۸)

---

(۱) یعنی دُنیا سمیٹنے کی دُھن میں لگ کر تم آخرت کو بھولے ہوئے ہو۔

(۲) جو لوگ جنت میں جائیں گے، انہیں بھی دوزخ دِکھائی جائے گی، تاکہ اُنہیں جنت کی صحیح قدر معلوم ہو۔ دیکھئے سورۂ مریم (۱۹:۷۱)۔

(۳) یعنی دُنیا میں جو نعمتیں میسر تھیں، اُن پر اللہ تعالیٰ کا شکر کیسے ادا کیا؟ اور اُس کی کس طرح فرماں برداری کی؟

ایاتھا ۳ ۱۰۳ سُوْرَۃُ الْعَصْرِ مَکِّیَّۃٌ ۱۳ رکوعھا ۱

اس مکی سورت میں تین آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَ الْعَصْرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا

زمانے کی قسم،(۱) ﴿۱﴾ انسان درحقیقت بڑے گھاٹے میں ہے، ﴿۲﴾ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائیں، اور نیک عمل کریں،

الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ ع ۲۸

اور ایک دوسرے کو حق بات کی نصیحت کریں، اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کریں۔(۲) ﴿۳﴾

(۱) یعنی زمانے کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جو لوگ ایمان اور نیک عمل سے محروم ہوتے ہیں، وہ بڑے گھاٹے میں ہیں۔ اس لئے کہ ایسی بہت سی قوموں کو دُنیا ہی میں آسمانی عذاب کا سامنا کرنا پڑا، اور ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابیں اور اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پیغمبر خبردار کرتے رہے ہیں کہ اگر اِیمان اور نیک عمل کی رَوِش اِختیار نہ کی گئی تو آخرت میں بڑا سخت عذاب انسان کا منتظر ہے۔

(۲) اس سے معلوم ہوا کہ خود نیک بن جانا ہی نجات کے لئے کافی نہیں ہے، بلکہ اپنے اپنے اثر و رسوخ کے دائرے میں دوسروں کو حق بات اور صبر کی تلقین کرنا بھی ضروری ہے۔ اور جیسا کہ پہلے بھی کئی جگہوں پر گذرا ہے، ''صبر'' قرآنِ کریم کی ایک اِصطلاح ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب انسان کی دِلی خواہشات اُسے کسی فریضے کی ادائیگی سے روک رہی ہوں، یا کسی گناہ پر آمادہ کر رہی ہوں، اُس وقت ان خواہشات کو کچلا جائے، اور جب کوئی ناگوار بات سامنے آئے تو اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اِعتراض سے اپنے آپ کو روکا جائے۔ ہاں تقدیر کا شکوہ کئے بغیر اُس ناگوار چیز کے تدارک کی جائز تدبیر کرنا صبر کے خلاف نہیں ہے۔ مزید دیکھئے سورۂ آلِ عمران کی آخری آیت پر ہمارا حاشیہ۔

کراچی، شب ۱۲؍ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

ایاتھا ۹ ۱۰۴ سُوْرَۃُ الْھُمَزَۃِ مَکِّیَّۃٌ ۳۲ رکوعھا ۱

اس مکی سورت میں نو آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ۙ﴿۱﴾ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ۙ﴿۲﴾ یَحْسَبُ

بڑی خرابی ہے اُس شخص کی جو پیٹھ پیچھے دوسروں پر عیب لگانے والا، (اور) منہ پر طعنے دینے کا عادی ہو،(۱) ﴿۱﴾ جس نے مال اکٹھا کیا ہو، اور اُسے گنتا رہتا ہو، ﴿۲﴾

اَنَّ مَالَہٗۤ اَخْلَدَہٗ ۚ﴿۳﴾ کَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَۃِ ۫ۖ﴿۴﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىکَ

وہ سمجھتا ہے کہ اُس کا مال اُسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔(۲) ﴿۳﴾ ہرگز نہیں! اُس کو تو ایسی جگہ میں پھینکا جائے گا جو چورا چورا کرنے والی ہے، ﴿۴﴾ اور تمہیں

مَا الْحُطَمَۃُ ؕ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَۃُ ۙ﴿۶﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْـِٕدَۃِ ؕ﴿۷﴾

کیا معلوم وہ چورا چورا کرنے والی چیز کیا ہے؟ ﴿۵﴾ اللہ کی سلگائی ہوئی آگ ﴿۶﴾ جو دِلوں تک جا چڑھے گی! ﴿۷﴾

اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُّؤْصَدَۃٌ ۙ﴿۸﴾ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ﴿۹﴾ ع

یقین جانو وہ اُن پر بند کردی جائے گی، ﴿۸﴾ جبکہ وہ (آگ کے) لمبے چوڑے ستونوں میں (گھرے ہوئے) ہوں گے۔(۳) ﴿۹﴾

(۱) پیٹھ پیچھے کسی کا عیب بیان کرنا غیبت ہے جسے سورۂ حجرات (۴۹:۱۲) میں نہایت گھناؤنا گناہ قرار دیا گیا ہے، اور کسی کے منہ پر طعنے دینا جس سے اُس کی دِل آزاری ہو، اُس سے بھی بڑا گناہ ہے۔

(۲) جائز طریقے سے مال حاصل کرنا کوئی گناہ نہیں ہے، لیکن اُس کی ایسی محبت کہ ہر وقت انسان اُسی کی گنتی میں لگا رہے، اُسے گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے، اور جب کسی شخص پر مال کی محبت اس طرح سوار ہو جائے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ میری ہر مشکل اسی مال کے ذریعے آسان ہوگی، اور وہ موت سے غافل ہو کر دُنیاداری کے منصوبے اس طرح بناتا رہتا ہے جیسے یہ مال اُسے ہمیشہ زندہ رکھے گا۔

(۳) اللہ بچائے، دوزخ میں آگ کے شعلے لمبے چوڑے ستونوں کی شکل میں ہوں گے، اور وہ چاروں طرف سے دوزخیوں کو اس طرح گھیر لیں گے کہ باہر نکلنے کا راستہ بند ہوگا۔

آیاتها ۵ ۱۰۵ سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ ۱۹ رکوعها ۱

پانچ آیتوں پر مشتمل یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟(۱) ۝١ کیا اُس نے ان لوگوں کی ساری چالیں بیکار

تَضْلِيْلٍ ۝٢ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝٣ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ

نہیں کردی تھیں؟ ۝٢ اور اُن پر غول کے غول پرندے چھوڑ دیئے تھے، ۝٣ جو اُن پر پکی مٹی کے پتھر

سِجِّيْلٍ ۝٤ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝٥

پھینک رہے تھے، ۝٤ چنانچہ اُنہیں ایسا کرڈالا جیسے کھایا ہوا بھوسا! ۝٥

(۱) یہ ابرہہ کے لشکر کی طرف اشارہ ہے جو کعبے پر چڑھائی کرنے کے لئے ہاتھیوں پر سوار ہو کر آیا تھا۔ ابرہہ یمن کا حکمران تھا، اور اُس نے یمن میں ایک عالیشان کلیسا تعمیر کر کے یمن کے لوگوں میں یہ اعلان کرادیا کہ آئندہ کوئی شخص حج کے لئے مکہ مکرّمہ نہ جائے، اور اسی کلیسا کو بیت اللہ سمجھے۔ عرب کے لوگ اگرچہ بت پرست تھے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعلیم وتبلیغ سے کعبے کی عظمت اُن کے دِلوں میں پیوست تھی، اس اعلان سے اُن میں غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی، اور اُن میں سے کسی نے رات کے وقت اُس کلیسا میں جا کر گندگی پھیلا دی، اور بعض روایتوں میں ہے کہ اُس کے کچھ حصے میں آگ بھی لگائی۔ ابرہہ کو جب یہ معلوم ہوا تو اُس نے ایک بڑا لشکر تیار کر کے مکہ مکرّمہ کا رُخ کیا، راستے میں عرب کے کئی قبیلوں نے اُس سے جنگ کی، لیکن ابرہہ کے لشکر کے ہاتھوں اُنہیں شکست ہوئی۔ آخر کار یہ لشکر مکہ مکرّمہ کے قریب مغمّس نامی ایک جگہ تک پہنچ گیا۔ لیکن جب اگلی صبح اُس نے بیت اللہ کی طرف بڑھنا چاہا تو اُس کے ہاتھی نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا، اور اُسی وقت سمندر کی طرف سے عجیب وغریب قسم کے پرندوں کا ایک غول آیا اور پورے لشکر پر چھا گیا۔ ہر پرندے کی چونچ میں تین تین کنکر تھے جو انہوں نے لشکر کے لوگوں پر برسائے۔ ان کنکروں نے لشکر کے لوگوں پر وہ کام کیا جو بارود کی گولی بھی نہیں کر سکتی۔ جس پر بھی یہ کنکری لگتی، اُس کے پورے جسم کو چھیدتی ہوئی زمین میں گھس جاتی تھی۔ یہ عذاب دیکھ کر سارے ہاتھی بھاگ کھڑے ہوئے، لشکر کے سپاہیوں میں سے کچھ وہیں ہلاک ہو گئے، اور کچھ جو بھاگ نکلے، وہ راستے میں مرے، اور ابرہہ کے جسم میں ایسا زہر سرایت کر گیا کہ اُس کا ایک ایک جوڑ گل سڑ کر گرنے لگا۔ اسی حالت میں اُسے یمن لایا گیا، اور وہاں اُس کا سارا بدن بہہ بہہ کر ختم ہو گیا، اور اُس کی موت سب سے زیادہ عبرت ناک ہوئی۔ اُس کے دو ہاتھی بان مکہ مکرّمہ میں رہ گئے تھے جو اپاہج اور اندھے ہو گئے۔ یہ واقعہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے کچھ ہی پہلے پیش آیا تھا، اور حضرت عائشہ اور اُن کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہما نے ان دو اندھے اپاہجوں کو دیکھا ہے۔ (تفصیلی واقعات کے لئے ملاحظہ ہو معارف القرآن)۔ اس سورت میں اس واقعے کا تذکرہ فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت بہت بڑی ہے، اس لئے جو لوگ آپ کی دُشمنی پر کمر باندھے ہوئے ہیں، آخر میں وہ بھی اَصحابُ الفیل کی طرح منہ کی کھائیں گے۔

ایاتھا ۴ ۱۰۶ سُوْرَةُ قُرَيْشٍ مَكِّيَّةٌ ۲۹ رکوعھا ۱

چار آیتوں پر مشتمل یہ سورت مکی ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

لِاِيۡلٰفِ قُرَيۡشٍ ۝۱ اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيۡفِ ۝۲ فَلۡيَعۡبُدُوۡا رَبَّ

چونکہ قریش کے لوگ عادی ہیں، (۱) یعنی وہ سردی اور گرمی کے موسموں میں (یمن اور شام کے) سفر کرنے کے عادی ہیں،(۱) (۲) اس لئے اُنہیں

هٰذَا الۡبَيۡتِ ۝۳ الَّذِيۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ۝۴ ع

چاہئے کہ وہ اس گھر کے مالک کی عبادت کریں (۳) جس نے بھوک کی حالت میں اُنہیں کھانے کو دیا، اور بدامنی سے اُنہیں محفوظ رکھا۔ (۴)

---

(۱) اس سورت کا پس منظر یہ ہے کہ جاہلیت کے زمانے میں، یعنی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے عرب میں قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا۔ کوئی شخص آزادی اور اَمن کے ساتھ سفر نہیں کرسکتا تھا، کیونکہ راستے میں چور ڈاکو یا اُس کے دُشمن قبیلے کے لوگ اُسے مارنے اور لوٹنے کے درپے رہتے تھے۔ لیکن قریش کا قبیلہ چونکہ بیت اللہ کے پاس رہتا تھا، اور اسی قبیلے کے لوگ بیت اللہ کی خدمت کرتے تھے، اس لئے سارے عرب کے لوگ اُن کی عزت کرتے تھے، اور جب وہ سفر کرتے تو کوئی اُنہیں لوٹتا نہیں تھا۔ اس وجہ سے قریش کے لوگوں کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنی تجارت کی خاطر سردیوں میں یمن کا سفر کرتے تھے، اور گرمیوں میں شام جایا کرتے تھے۔ اسی تجارت سے اُن کا روزگار وابستہ تھا۔ اور اگرچہ مکہ مکرّمہ میں نہ کھیت تھے، نہ باغ، لیکن انہی سفروں کی وجہ سے وہ خوشحال زندگی گذارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سورت میں اُنہیں یاد دِلا رہے ہیں کہ اُن کو سارے عرب میں جو عزت حاصل ہے، اور جس کی وجہ سے وہ سردی اور گرمی میں آزادی سے تجارتی سفر کرتے ہیں، یہ سب کچھ اس بیت اللہ کی برکت ہے کہ اُس کے پڑوسی ہونے کی وجہ سے سب اُن کا احترام کرتے ہیں۔ لہٰذا اُنہیں چاہئے کہ اس گھر کے مالک، یعنی اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں، اور بتوں کو پوجنا چھوڑیں، کیونکہ اسی گھر کی وجہ سے اُنہیں کھانے کو مل رہا ہے، اور اسی کی وجہ سے اُنہیں امن و امان کی نعمت ملی ہوئی ہے۔ اس میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ جس کسی شخص کو کسی دِینی خصوصیت کی وجہ سے دُنیا میں کوئی نعمت میسر ہو، اُسے دوسروں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت کرنی چاہئے۔

شب ۱۳؍ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

آیاتھا ۷ ۱۰۷ سُوْرَةُ الْمَاعُوْنِ مَكِّيَّةٌ ۱۷ رکوعھا ۱

یہ مکی سورت سات آیتوں پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝۱ فَذٰلِكَ الَّذِيْ يَدُعُّ الْيَتِيْمَ ۝۲

کیا تم نے اُسے دیکھا جو جزا و سزا کو جھٹلاتا ہے؟ (۱) وہی تو ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے(۱) (۲)

وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۳ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝۴ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ

اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا(۲) (۳) پھر بڑی خرابی ہے اُن نماز پڑھنے والوں کی جو اپنی

صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۝۶ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ۝۷ ع

نماز سے غفلت برتتے ہیں(۳) (۴) - (۵) جو دِکھاوا کرتے ہیں(۴) (۶) اور دُوسروں کو معمولی چیز دینے سے بھی انکار کرتے ہیں(۵) (۷)

(۱) کئی کافروں کے بارے میں روایت ہے کہ اُن کے پاس کوئی یتیم خستہ حالت میں کچھ مانگنے کو آیا تو اُنہوں نے اُسے دھکا دے کر نکال دیا۔ یہ عمل ہر ایک کے لئے انتہائی سنگدلی اور بڑا گناہ ہے، لیکن کافروں کا ذِکر فرما کر اشارہ یہ کیا گیا ہے کہ یہ کام اصل میں کافروں ہی کا ہے، کسی مسلمان سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

(۲) یعنی خود تو کسی غریب کی مدد کیا کرتا، دوسروں کو بھی ترغیب نہیں دیتا۔

(۳) نماز سے غفلت برتنے میں یہ بھی داخل ہے کہ نماز پڑھے ہی نہیں، اور یہ بھی کہ اُس کو صحیح طریقے سے نہ پڑھے۔

(۴) یعنی اگر پڑھتے بھی ہیں تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے بجائے لوگوں کو دِکھاوا کرنے کے لئے پڑھتے ہیں۔ اصل میں تو یہ کام منافقوں کا تھا۔ اگرچہ مکہ مکرّمہ میں جہاں یہ سورت نازل ہوئی، منافق موجود نہ ہوں، لیکن چونکہ قرآنِ کریم عام اَحکام بیان فرماتا ہے، اور آئندہ ایسے منافق پیدا ہونے والے تھے، اس لئے ان گناہوں کا ذِکر فرمایا گیا ہے۔

(۵) ''معمولی چیز'' قرآنِ کریم کے لفظ ''ماعون'' کا ترجمہ کیا گیا ہے، اسی لفظ کے نام پر سورت کا نام ماعون ہے۔ اصل میں ''ماعون'' اُن برتنے کی معمولی چیزوں کو کہتے ہیں جو عام طور سے پڑوسی ایک دوسرے سے مانگ لیا کرتے ہیں، جیسے برتن وغیرہ۔ پھر ہر قسم کی معمولی چیز کو بھی ماعون کہہ دیتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور کئی صحابہؓ سے منقول ہے کہ اُنہوں نے اس کی تفسیر زکوٰۃ سے کی ہے، کیونکہ وہ بھی انسان کی دولت کا معمولی (چالیسواں) حصہ ہوتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر یہی فرمائی ہے کہ کوئی پڑوسی دوسرے سے کوئی برتنے کی چیز مانگے تو انسان اُسے منع کرے۔

آیاتھا ۳ ۱۰۸ سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ مَكِّيَّةٌ ۱۵ رکوعھا ۱

تین آیتوں پر مشتمل یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝۱ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝۲

(اے پیغمبر!) یقین جانو ہم نے تمہیں کوثر عطا کردی ہے۔[1] ۝۱ لہٰذا تم اپنے پروردگار (کی خوشنودی) کے لئے نماز پڑھو، اور قربانی کرو، ۝۲

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝۳

یقین جانو تمہارا دُشمن ہی وہ ہے جس کی جڑ کٹی ہوئی ہے۔[2] ۝۳

---

(۱) ''کوثر'' کے لفظی معنیٰ ہیں ''بہت زیادہ بھلائی''۔ اور کوثر جنت کی اُس حوض کا نام بھی ہے جو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں دی جائے گی، اور آپ کی اُمت کے لوگ اُس سے سیراب ہوں گے۔ حدیث میں ہے کہ اُس حوض پر رکھے ہوئے برتن اتنے زیادہ ہوں گے جتنے آسمان کے ستارے۔ یہاں یہ لفظ اگر ''بہت زیادہ بھلائی'' کے معنیٰ میں لیا جائے تو اُس بھلائی میں حوضِ کوثر بھی داخل ہے۔

(۲) قرآنِ کریم میں اصل لفظ ''ابتر'' ہے، اس کے لفظی معنی ہیں: ''جسکی جڑ کٹی ہوئی ہو'' اور عرب کے لوگ اُس شخص کو اَبتر کہتے تھے جس کی نسل آگے نہ چلے، یعنی جس کی کوئی نرینہ اولاد نہ ہو۔ جب حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کا انتقال ہوا تو آپ کے دُشمنوں نے جن میں عاص بن وائل پیش پیش تھا، آپ کو یہ طعنہ دیا کہ معاذ اللہ آپ اَبتر ہیں، اور آپ کی نسل نہیں چلے گی۔ اُس کے جواب میں اس آیت نے فرمایا ہے کہ آپ کو تو اللہ تعالیٰ نے کوثر عطا فرمائی ہے، آپ کے مبارک ذکر اور آپ کے دِین کو آگے چلانے والے تو بے شمار ہوں گے۔ اَبتر تو آپ کا دُشمن ہے جس کا مرنے کے بعد نام ونشان بھی نہیں رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ اور آپ کی سیرتِ طیبہ تو الحمد للہ زندۂ جاوید ہے، اور طعنے دینے والوں کو کوئی جانتا بھی نہیں، اور اگر کوئی اُن کا ذِکر کرتا بھی ہے تو بُرائی سے کرتا ہے۔

آیاتھا ۶ ۱۰۹ سُوْرَۃُ الْکٰفِرُوْنَ مَکِّیَّۃٌ ۱۸ رکوعھا ۱

یہ مکی سورت چھ آیتوں پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ ① لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ② وَ لَاۤ اَنْتُمْ

تم کہہ دو کہ: ”اے حق کا انکار کرنے والو! ① میں اُن چیزوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو، ② اور تم اُس کی عبادت نہیں

عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ③ وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ④ وَ لَاۤ اَنْتُمْ

کرتے جس کی میں عبادت کرتا ہوں، ③ اور نہ میں (آئندہ) اُس کی عبادت کرنے والا ہوں جس کی عبادت تم کرتے ہو، ④ اور نہ تم اُس

عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ⑤ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ⑥ ع ۲۴

کی عبادت کرنے والے ہو جس کی میں عبادت کرتا ہوں۔ ⑤ تمہارے لئے تمہارا دِین ہے، اور میرے لئے میرا دِین۔[1] ⑥

(۱) یہ سورت اُس وقت نازل ہوئی تھی جب مکہ مکرّمہ کے کچھ سرداروں نے جن میں ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہ شامل تھے، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی یہ تجویز پیش کی کہ ایک سال آپ ہمارے معبودوں کی عبادت کرلیا کریں تو دُوسرے سال ہم آپ کے معبود کی عبادت کرلیں گے۔ کچھ اور لوگوں نے اسی قسم کی کچھ اور تجویزیں بھی پیش کیں جن کا خلاصہ یہی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نہ کسی طرح ان کافروں کے طریقے پر عبادت کے لئے آمادہ ہوجائیں تو آپس میں صلح ہوسکتی ہے۔ اس سورت نے دوٹوک الفاظ میں واضح فرمادیا کہ کفر اور اِیمان کے درمیان اس قسم کی کوئی مصالحت قابلِ قبول نہیں ہے جس سے حق اور باطل کا اِمتیاز ختم ہوجائے، اور دِینِ برحق میں کفر یا شرک کی ملاوٹ کردی جائے۔ ہاں! اگر تم حق کو قبول نہیں کرتے تو تم اپنے دِین پر عمل کرو جس کے نتائج تم خود بھگتو گے، اور میں اپنے دِین پر عمل کروں گا، اور اُس کے نتائج کا میں ذمہ دار ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ غیر مسلموں سے کوئی ایسی مصالحت جائز نہیں ہے جس میں اُن کے دِین کے شعائر کو اِختیار کرنا پڑے۔ البتہ اپنے دِین پر قائم رہتے ہوئے امن کا معاہدہ ہوسکتا ہے، جیسا کہ قرآنِ کریم نے سورۂ انفال (۸:۶۱) میں فرمایا ہے۔

أياتها ۳ ۱۱۰ سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۴ ركوعها ۱

تین آیتوں پر مشتمل یہ سورت مدنی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ

جب اللہ کی مدد اور فتح آجائے[1] (۱) اور تم لوگوں کو دیکھ لو کہ وہ فوج درفوج اللہ کے دین میں داخل

اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝

ہو رہے ہیں، (۲) تو اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ اُس کی تسبیح کرو، اور اُس سے مغفرت مانگو۔[2] یقین جانو وہ بہت معاف کرنے والا ہے۔ (۳)

(۱) اس سے مراد مکہ مکرّمہ کی فتح ہے، یعنی جب مکہ مکرّمہ آپ کے ہاتھوں فتح ہو جائے۔ زیادہ تر مفسرین کے مطابق یہ سورت فتحِ مکہ سے کچھ پہلے نازل ہوئی تھی، اور اس میں ایک طرف تو یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ مکہ مکرّمہ فتح ہو جائے گا، اور اُس کے بعد عرب کے لوگ جوق در جوق دینِ اسلام میں داخل ہوں گے، چنانچہ واقعہ بھی یہی ہوا، اور دُوسری طرف چونکہ اسلام کے پھیل جانے سے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دُنیا میں تشریف لانے کا مقصد حاصل ہو جائے گا، اس لئے آپ کو دُنیا سے رُخصت ہونے کی تیاری کے لئے حمد، تسبیح اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔ جب یہ سورت نازل ہوئی تو اس میں دی ہوئی خوشخبری کی وجہ سے بہت سے صحابہؓ خوش ہوئے، لیکن حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسے سن کر رونے لگے، اور وجہ یہ بیان کی کہ اس سورت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دُنیا سے تشریف لے جانے کا وقت قریب آرہا ہے۔

(۲) اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر طرح کے گناہوں سے بالکل پاک اور معصوم تھے، اور اگر آپ کی شان کے لحاظ سے کوئی بھول چوک ہوئی بھی ہو تو سورۂ فتح (۴۸:۲) میں اللہ تعالیٰ نے اُس کو بھی معاف کرنے کا اعلان فرما دیا تھا، اِس کے باوجود آپ کو اِستغفار کی تلقین اُمت کو یہ بتانے کے لئے کی جارہی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِستغفار کرنے کو کہا جارہا ہے تو دُوسرے مسلمانوں کو تو اور زیادہ اہتمام کے ساتھ اِستغفار کرنا چاہئے۔

شب ۱۴ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ

آیاتھا ۵ ۱۱۱ سُوْرَۃُ اللَّھَبِ مَکِّیَّۃٌ ۶ رکوعھا ۱

یہ مکی سورت پانچ آیتوں پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ وَّ تَبَّ ﴿۱﴾ مَآ اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ ﴿۲﴾

ہاتھ ابولہب کے برباد ہوں، اور وہ خود برباد ہو چکا ہے،(۱) ﴿۱﴾ اُس کی دولت اور اُس نے جو کمائی کی تھی، وہ اُس کے کچھ کام نہیں آئی۔ ﴿۲﴾

سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَھَبٍ ﴿۳﴾ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ﴿۴﴾ فِیْ

وہ بھڑکتے شعلوں والی آگ میں داخل ہوگا،(۲) ﴿۳﴾ اور اُس کی بیوی بھی،(۳) لکڑیاں ڈھوتی ہوئی،(۴) ﴿۴﴾ اپنی

جِیْدِھَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ﴿۵﴾

گردن میں مونجھ کی رسّی لئے ہوئے۔(۵) ﴿۵﴾

(۱) ابولہب، حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک چچا تھا جو آپ کی دعوتِ اسلام کے بعد آپ کا دُشمن ہوگیا تھا، اور طرح طرح سے آپ کو تکلیف پہنچاتا تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار اپنے خاندان کے لوگوں کو صفا پہاڑ پر جمع فرما کر اُن کو اِسلام کی دعوت دی تو ابولہب نے یہ جملہ کہا تھا کہ: "تبًّا لك! ألهذا جمعتنا؟" یعنی "بربادی ہو تمہاری! کیا اس کام کے لئے تم نے ہمیں جمع کیا تھا؟" اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی، اور اس میں پہلے تو ابولہب کو بددُعا دی گئی ہے کہ بربادی (معاذ اللہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نہیں ہے، بلکہ ہاتھ ابولہب کے برباد ہوں۔ (عربی محاورے میں ہاتھوں کی بربادی کا مطلب انسان کی بربادی ہی ہوتا ہے) پھر فرمایا گیا ہے کہ وہ برباد ہو ہی گیا ہے، یعنی اُس کی بربادی اتنی یقینی ہے جیسے ہو ہی چکی۔ چنانچہ جنگِ بدر کے سات دن بعد اُسے طاعون جیسی بیماری ہوئی جسے عدسہ کہتے ہیں، عرب کے لوگ چھوت چھات کے قائل تھے، اور جسے عدسہ کی بیماری ہوتی، اُسے ہاتھ بھی نہیں لگاتے تھے۔ چنانچہ وہ اسی حالت میں مرگیا، اور اُس کی لاش میں سخت بدبو پیدا ہوگئی یہاں تک کہ لوگوں نے کسی لکڑی کے سہارے اُسے ایک گڑھے میں دفن کیا (روح المعانی)۔

(۲) بھڑکتے شعلے کو عربی میں "لَھَب" کہتے ہیں۔ ابولہب بھی اُس کو اس لئے کہتے تھے کہ اُس کا چہرہ شعلے کی طرح سرخ تھا۔ قرآنِ کریم نے یہاں دوزخ کے شعلوں کے لئے یہی لفظ استعمال کر کے یہ لطیف اشارہ فرمایا ہے کہ اُس کے نام میں بھی شعلے کا مفہوم داخل ہے۔ اسی مناسبت سے اس سورت کا نام بھی سورۃ اللہب ہے۔

(۳) ابولہب کی بیوی اُمِّ جمیل کہلاتی تھی، اور وہ بھی حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دُشمنی میں اپنے شوہر کے ساتھ برابر کی شریک تھی، بعض روایتوں میں ہے کہ وہ رات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے دار لکڑیاں بچھا دیا کرتی تھی، اور آپ کو طرح طرح ستایا کرتی تھی۔

(۴) اس کا مطلب بعض مفسرین نے تو یہ بتایا ہے کہ وہ اگر چہ ایک باعزت گھرانے کی عورت تھی، لیکن اپنی کنجوسی کی وجہ سے

ایندھن کی لکڑیاں خود ڈھوکر لاتی تھی، اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں جو کانٹے دار لکڑیاں بچھاتی تھی، اُس کی طرف اشارہ ہے۔ ان دونوں صورتوں میں لکڑیاں ڈھونے کی یہ صفت دُنیا ہی سے متعلق ہے۔ اور بعض مفسرین نے یہ فرمایا ہے کہ یہ اُس کے دوزخ میں داخلے کی حالت بیان فرمائی گئی ہے، اور مطلب یہ ہے کہ وہ دوزخ میں لکڑیوں کا گٹھڑ اُٹھائے داخل ہوگی۔ قرآنِ کریم کے الفاظ میں دونوں معنی ممکن ہیں، اور ہم نے جو ترجمہ کیا ہے، اُس میں بھی دونوں تفسیروں کی گنجائش موجود ہے۔

(۵) پہلی تفسیر کے مطابق جب یہ عورت لکڑیاں ڈھوکر لاتی تو اُن کو مونجھ کی رسّی سے باندھ کر رسّی کو اپنے گلے میں لپیٹ لیتی تھی۔ اور دُوسری تفسیر کے مطابق یہ بھی دوزخ میں داخلے کی کیفیت بیان ہورہی ہے کہ اُس کے گلے میں مونجھ کی رسّی کی طرح طوق پڑا ہوا ہوگا۔ واللہ سبحانہ اعلم۔

ایاتها ۴ ۱۱۲ سُوْرَةُ الْاِخْلَاصِ مَكِّيَّةٌ ۲۲ ركوعها ۱

یہ مکی سورت چار آیتوں پر مشتمل ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳

کہہ دو:(۱) "بات یہ ہے کہ اللہ ہر لحاظ سے ایک ہے۔(۲) ۝۱ اللہ ہی ایسا ہے کہ سب اُس کے محتاج ہیں، وہ کسی کا محتاج نہیں،(۳) ۝۲

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

نہ اُس کی کوئی اولاد ہے، اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔(۴) ۝۳ اور اُس کے جوڑ کا کوئی بھی نہیں۔(۵)" ۝۴

(۱) بعض کافروں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ آپ جس خدا کی عبادت کرتے ہیں، وہ کیسا ہے؟ اُس کا حسب نسب بیان کر کے اُس کا تعارف تو کرائیے۔ اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی۔ (روح المعانی بحوالہ بیہقی وطبرانی وغیرہ)۔

(۲) یہ قرآنِ کریم کے لفظ "اَحَدٌ" کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ صرف "ایک" کا لفظ اس کے پورے معنی ظاہر نہیں کرتا۔ "ہر لحاظ سے ایک" ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اُس کی ذات اس طرح ایک ہے کہ اُس کے نہ اجزاء ہیں، نہ حصے ہیں، اور نہ اُس کی صفات کسی اور میں پائی جاتی ہیں۔ وہ اپنی ذات میں بھی ایک ہے، اور اپنی صفات میں بھی۔

(۳) یہ قرآنِ کریم کے لفظ "الصَّمَدُ" کا ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس لفظ کا مفہوم بھی اُردو کے کسی ایک لفظ سے ادا نہیں ہوسکتا۔ عربی میں "صمد" اُس کو کہتے ہیں جس سے سب لوگ اپنی مشکلات میں مدد لینے کے لئے رُجوع کرتے ہوں، اور سب اُس کے محتاج ہوں، اور وہ خود کسی کا محتاج نہ ہو۔ عام طور سے اِختصار کے پیشِ نظر اس لفظ کا ترجمہ "بے نیاز" کیا جاتا ہے، لیکن وہ اس کے صرف ایک پہلو کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ لیکن یہ پہلو اُس میں نہیں آتا کہ سب اُس کے محتاج ہیں۔ اس لئے یہاں ایک لفظ سے ترجمہ کرنے کے بجائے اُس کا پورا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

(۴) یہ اُن لوگوں کی تردید ہے جو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے، یا حضرت عیسیٰ یا حضرت عزیر علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دیتے تھے۔

(۵) یعنی کوئی نہیں ہے جو کسی معاملے میں اُس کی برابری یا ہمسری کر سکے۔ اس سورت کی ان چار مختصر آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی توحید کو اِنتہائی جامع انداز میں بیان فرمایا گیا ہے۔ پہلی آیت میں اُن کی تردید ہے جو ایک سے زیادہ خداؤں کے قائل ہیں۔ دوسری آیت میں اُن کی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کو ماننے کے باوجود کسی اور کو اپنا مشکل کشا، کارساز یا حاجت روا قرار دیتے ہیں۔ تیسری آیت میں اُن کی تردید ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے اولاد مانتے ہیں، اور چوتھی آیت میں اُن لوگوں کا رَدّ کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت میں کسی اور کی برابری کے قائل ہیں، مثلاً بعض مجوسیوں کا کہنا یہ تھا کہ روشنی کا خالق کوئی اور ہے، اور

اندھیرے کا خالق کوئی اور، یا بھلائی پیدا کرنے والا اور ہے، اور بُرائی پیدا کرنے والا کوئی اور۔ اس طرح اس مختصر سورت نے شرک کی تمام صورتوں کو باطل قرار دے کر خالص توحید ثابت کی ہے۔ اسی لئے اس سورت کو سورۂ اخلاص کہا جاتا ہے، اور ایک صحیح حدیث میں اس کو قرآنِ کریم کا ایک تہائی حصہ قرار دیا گیا ہے، جس کی وجہ بظاہر یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے بنیادی طور پر تین عقیدوں پر زور دیا ہے: توحید، رسالت اور آخرت۔ اور اس سورت نے ان میں سے توحید کے عقیدے کی پوری وضاحت فرمائی ہے۔ اس سورت کی تلاوت کے بھی احادیث میں بہت فضائل آئے ہیں۔

اٰیاتھا ۵ ۱۱۳ سُوْرَۃُ الْفَلَقِ مَدَنِیَّۃٌ ۲۰ رکوعھا ۱

یہ مدنی سورت ہے، اور اس میں پانچ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا

کہو(۱) کہ: ''میں صبح کے مالک کی پناہ مانگتا ہوں، (۱) ہر اُس چیز کے شر سے جو اُس نے پیدا کی ہے، (۲) اور اندھیری رات کے شر سے جب وہ پھیل

وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴿۵﴾ ع ۳۸

جائے(۲)، (۳) اور اُن جانوں کے شر سے جو (گنڈے کی) گرہوں میں پھونک مارتی ہیں(۳) (۴) اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے۔'' (۵)

---

(۱) قرآنِ کریم کی یہ آخری دو سورتیں مُعوَّذتین کہلاتی ہیں۔ یہ دونوں سورتیں اُس وقت نازل ہوئی تھیں جب کچھ یہودیوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر جادُو کرنے کی کوشش کی تھی، اور اُس کے کچھ اثرات آپ پر ظاہر بھی ہوئے تھے۔ ان سورتوں میں آپ کو جادُوٹونے سے حفاظت کے لئے ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ اور کئی احادیث سے ثابت ہے کہ ان سورتوں کی تلاوت اور اُن سے دَم کرنا جادُو کے اثرات دُور کرنے کے لئے بہترین عمل ہے، اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو سونے سے پہلے ان سورتوں کی تلاوت کر کے اپنے مبارک ہاتھوں پر دَم کرتے، اور پھر ان ہاتھوں کو پورے جسم پر پھیر لیتے تھے۔

(۲) اندھیری رات کے شر سے خاص طور پر اس لئے پناہ مانگی گئی ہے کہ عام طور پر جادُوگروں کی کارروائیاں رات کے اندھیرے میں ہوا کرتی ہیں۔

(۳) ''جانوں'' کے لفظ میں مرد اور عورت دونوں داخل ہیں۔ جادُوگر مرد ہوں یا عورت، دھاگے کے گنڈے بنا کر اُس میں گرہیں لگاتے جاتے ہیں، اور اُن پر کچھ پڑھ پڑھ کر پھونکتے رہتے ہیں۔ اُن کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔

آیاتھا ٦ ۱۱۴ سُوْرَةُ النَّاسِ مَدَنِيَّةٌ ۲۱ رکوعھا ۱

یہ آخری سورت بھی مدنی ہے، اور اس میں چھ آیتیں ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِكِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنْ شَرِّ

کہو کہ: ''میں پناہ مانگتا ہوں سب لوگوں کے پروردگار کی،﴿۱﴾ سب لوگوں کے بادشاہ کی،﴿۲﴾ سب لوگوں کے معبود کی،(۲)﴿۳﴾ اُس وسوسہ

الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ ۙ﴿۴﴾ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾

ڈالنے والے کے شر سے جو پیچھے کو چھپ جاتا ہے(۳)﴿۴﴾ جو لوگوں کے دِلوں میں وسوسے ڈالتا ہے،﴿۵﴾

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ﴿۶﴾ ع

چاہے وہ جنات میں سے ہو، یا انسانوں میں سے۔(۴)''﴿۶﴾

(۱) پچھلی سورت کا حاشیہ نمبر ا ملاحظہ فرمایئے۔

(۲) مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں جو سب کا پروردگار بھی ہے، صحیح معنی میں سب کا بادشاہ بھی، اور سب کا معبودِ حقیقی بھی۔

(۳) ایک مستند حدیث میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ: ''جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے، اُس کے دِل پر وسوسہ ڈالنے والا (شیطان) مسلط ہو جاتا ہے۔ جب وہ ہوش میں آ کر اللہ تعالیٰ کا ذِکر کرتا ہے تو یہ وسوسہ ڈالنے والا پیچھے کو دبک جاتا ہے، اور جب وہ غافل ہوتا ہے تو دوبارہ آ کر وسوسے ڈالتا ہے۔'' (روح المعانی بحوالہ حاکم وابن المنذر وضیاء)۔

(۴) قرآنِ کریم نے سورۂ انعام (۱۱۲:٦) میں بتایا ہے کہ شیطان جنات میں سے بھی ہوتے ہیں، اور اِنسانوں میں سے بھی۔ البتہ شیطان جو جنات میں سے ہے، وہ نظر نہیں آتا، اور دِلوں میں وسوسے ڈالتا ہے، لیکن انسانوں میں سے جو شیطان ہوتے ہیں، وہ نظر آتے ہیں، اور اُن کی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اُنہیں سن کر اِنسان کے دِل میں طرح طرح کے بُرے خیالات اور وسوسے آ جاتے ہیں۔ اس لئے اس آیتِ کریمہ میں دونوں قسم کے وسوسہ ڈالنے والوں سے پناہ مانگی گئی ہے۔

ان آیتوں میں اگرچہ شیطان کے وسوسہ ڈالنے کی طاقت کا ذِکر فرمایا گیا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی تلقین کر کے یہ بھی واضح فرما دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے اور اُس کا ذِکر کرنے سے وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے، نیز سورۂ نساء (۷٦:۴) میں فرمایا گیا ہے کہ اُس کی چالیں کمزور ہیں، اور اُس میں اتنی طاقت نہیں ہے کہ وہ انسان کو گناہ پر مجبور کر سکے۔ سورۂ ابراہیم (۲۲:۱۴) میں خود اُس کا یہ اِعتراف اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے کہ مجھے انسانوں پر کوئی اِقتدار حاصل نہیں۔ یہ تو اِنسان کی ایک آزمائش ہے کہ وہ انسان کو بہکانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن جو بندہ اُس کے بہکائے میں آنے سے انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لے تو شیطان اُس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔

قرآنِ کریم کا آغاز سورۂ فاتحہ سے ہوا تھا جس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد اللہ تعالیٰ ہی سے سیدھے راستے کی ہدایت کی دُعا

کی گئی ہے، اور اختتام سورۂ ناس پر ہوا ہے جس میں شیطان کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے، کیونکہ سیدھے راستے پر چلنے میں اُس کے شر سے جو رُکاوٹ پیدا ہوسکتی تھی، اُسے دُور کرنے کا طریقہ بتادیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفس اور شیطان دونوں کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم اور توفیق سے آج رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ کی سترہویں شب میں (بروز چہار شنبہ ۱۸؍ستمبر ۲۰۰۸ء) قرآنِ کریم کی اس خدمت کو تکمیل تک پہنچایا۔ یااللہ! کوئی زبان اور کوئی قلم آپ کا شکر ادا کرنے کے قابل نہیں کہ آپ نے ایک ذرّۂ بے مقدار کو اپنے کلام مجید کی اس خدمت کی سعادت بخشی۔ یااللہ! جب آپ نے یہ توفیق عطا فرمائی تو خالص اپنے فضل وکرم ہی سے اس کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمالیجئے، اِس کو اس ناکارہ مترجم کے لئے قبر سے لے کر حشر ونشر تک کے تمام مراحل آسان فرماکر آخرت کا ذخیرہ بنادیجئے، اور اُس کے ذریعے پڑھنے والوں کے دِل میں قرآنِ کریم کو سمجھنے، اُس پر عمل کرنے اور اُس کے مقدس پیغام کو عام کرنے کا داعیہ پیدا فرمادیجئے۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْاَلُکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قُلُوْبِنَا وَجَلَاءَ اَحْزَانِنَا وَذَھَابَ ھُمُوْمِنَا، وَاَنْ تُخَلِّطَهٗ بِلُحُوْمِنَا وَدِمَائِنَا وَاَسْمَاعِنَا وَاَبْصَارِنَا وَتَسْتَعْمِلَ بِهٖ اَجْسَادَنَا، وَاَنْ تُذَكِّرَنَا مِنْهُ مَا نَسِيْنَا وَتُعَلِّمَنَا مِنْهُ مَا جَهِلْنَا، وَارْزُقْنَا تِلَاوَتَهٗ اٰنَاءَ اللَّيْلِ وَاٰنَاءَ النَّهَارِ، وَاجْعَلْهُ لَنَا حُجَّةً يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔ وَصَلِّ اللّٰھُمَّ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ الْاَمِيْنِ، الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ، وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ، وَعَلٰى كُلِّ مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اٰمِيْنَ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ۔

تصدیق نامہ

میں نے ''مکتبۂ معارف القرآن کراچی'' کے مطبوعہ قرآن پاک مترجم بنام ''توضیح القرآن'' (آسان ترجمۂ قرآن) کے عربی متن کو بغور پڑھا، الحمدللہ! بہت معیاری اور صحیح کتابت کرائی گئی ہے۔

تصدیق کی جاتی ہے کہ مذکورہ قرآن پاک کے عربی متن میں کسی قسم کی کوئی غلطی نہیں ہے۔

مولوی محمد اللہ وسایا خان بلوچ
مستند پروف ریڈر وزارت مذہبی امور، حکومت پاکستان، اسلام آباد

المصدق

(مولانا حافظ) محمد ایوب بندھانی
ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر محکمہ اوقاف سندھ

نوٹ

فہرستِ عنوانات

آسان ترجمۂ قرآن

فہرستِ عنوانات

سُوْرَةُ الْاَعْرَاف

سُوْرَۃُ الْاَنْفَال

بسم الله الرحمن الرحيم

محمد صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	احمد صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	حامد صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	محمود صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	قاسم صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	عاقب صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
فاتح صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	شاهد صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	حاشر صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	رشيد صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مشهود صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	بشير صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
نذير صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	داعٍ صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	شافٍ صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	هادٍ صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مهدٍ صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	ماحٍ صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
منجٍ صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	ناهٍ صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	رسول صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	نبيّ صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	اُمّي صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	تهامي صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
هاشمي صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	ابطحي صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	عزيز صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	حريص عليكم صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	رءوف صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	رحيم صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
طه صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مجتبى صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	طس صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مرتضى صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	حم صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مصطفى صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
يس صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	اولى صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مزمل صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	ولي صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مدثر صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	متين صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
مصدق صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	طيب صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	ناصر صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	منصور صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مصباح صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	آمر صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم

حجازي صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	نزاري صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	قرشي صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مضري صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	نبي التوبة صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	حافظ صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
كامل صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	صادق صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	أمين صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	عبد الله صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	كليم الله صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	حبيب الله صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
نجي الله صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	صفي الله صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	خاتم الأنبياء صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	حسيب صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مجيب صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	شكور صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
مقتصد صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	رسول الرحمة صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	قوي صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	حفي صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مأمون صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	معلوم صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
حق صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مبين صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مطيع صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	رسول الراحة صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	أول صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	آخر صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
ظاهر صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	باطن صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	نبي الرحمة صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	يتيم صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	كريم صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	حليم صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
خاتم الرسل صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	سيد صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	سراج صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	منير صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	محرم صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مكرم صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
مبشر صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مذكر صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مطهر صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	قريب صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	خليل صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	مدعو صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم
جواد صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	خاتم صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	عادل صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	شهير صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	شهيد صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم	رسول الملاحم صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم

مکتبہ معارف القرآن کراچی ۱۴
(Quranic Studies Publishers)